الضلالة المضلة الفجرة لما رأيت كثيرا من الناس في هذا الزمان جعلوا بعض القبور
جو گمراہ کرنیوالی بدکار ہیں جب میں نی اس زمانہ کی اکثر لوگوں کو یہہ دیکھا کہ اونہوں نی بعضی قبروں کو

كالأوثان يصلون عندها ويذبحون القربان ويصدر منهم أفعال وأقوال لا تليق بأهل
سب بتوں کی سی کہ وہاں نماز پڑھتی ہیں اور قربانیاں ذبح کرتی ہیں اور اون سی وہ افعال اور اقوال صادر ہوتی ہیں جو ایمان والوں کو

الإيمان فأردت أن أبين ما ورد به الشرع في هذا الشأن حتى يتميز الحق من الباطل عند
سزاوار نہیں اسلیے میں نی یہہ ارادہ کیا کہ جو اس باب میں حکم شرعی ہی وہ بیان کردوں تاکہ حق باطل سی جدا ہوجاوی

من يريد تصحيح الإيمان والخلاص من كيد الشيطان والنجاة من عذاب النيران والدخول
جسکو کہ ارادہ درستی ایمان کا اور شیطان کی مکر سی رستگاری کا اور آگ کی عذاب سی بچنی کا اور جنت میں

في دار الجنان والله الهادي وعليه التكلان ولم أبال ما فيه من التكرار لما وقع في
جانی کا ہو اور الله رستہ دکہانیوالا ہی اور اوسی پر بہروسا اور مکرر جو اسمیں ہوگیا ہی اسکی کچھہ پرواہ نہیں کی کیونکہ ایسا

صحبة الأبرار وإنه ما فيه من الأحوال الذي يسميه الناس الخير والشر والطيرة والفال
اون کی صحبت میں ہوتا ہی اور سب حالات بیان کردونگا جسکو لوگ خیر اور شر اور شگون اور فال کہا کرتی ہیں

وسميته مجالس الأبرار ومسالك الأخيار ومحائق البدع ومقامع الأشرار ورتبته
اور نام میں نی مجالس الابرار ومسالک الاخیار ومحائق البدع ومقامع الاشرار رکہا اور مرتب کیا میں نی اسکو

مائة مجلس المجلس الأول في فضل من يذكر ربه ومن لم يذكره بالحي والميت وفي بيان
سو مجلسوں پر مرتب کیا پہلی مجلس مثال بیان کرنی میں اوس شخصکی کہ یاد کرتا ہی اپنی رب کو اور اوسکی کہ نہیں یاد کرتا ساتھہ زندہ اور مردی کی اور بیان

فضيلة ذكر الله تعالى المجلس الثاني في بيان فضيلة الذكر من كل أعمال البر وبيان أقسامه
فضیلت ذکر خدا تعالی کی دوسری مجلس بیان میں افضلیت ذکر کی جملہ اعمال حسنہ سی اور اوسکی اقسام کی بیان میں

المجلس الثالث في بيان فضيلة الإيمان ومن آمن المجلس الرابع في لزوم محبة النبي صلى
تیسری مجلس بیان میں فضیلت ایمان کی اور مؤمن کی چوتہی مجلس بیچ لازم کرنی محبت نبی صلی

الله عليه وسلم زيادة من والده وولده والناس أجمعين المجلس الخامس في لزوم الإيمان
الله علیہ وسلم کی زیادہ اپنی ماں باپ اور فرزند اور سب لوگوں سی پانچویں مجلس بیچ لازم ہونی ایمان کی

بما جاء به النبي صلى الله عليه وسلم ولا يجوز المخالفة فيه المجلس السادس في بيان من
ساتھہ اوس چیز کی کہ لائی اوسکو نبی صلی الله علیہ وسلم اور نہیں جائز ہی مخالفت اوسمیں چھٹی مجلس بیچ بیان اوسکی

رضي بالله ربا وبالإسلام دينا وبمحمد صلى الله عليه وسلم نبيا ذاق طعم الإيمان المجلس
جو الله کی ربوبیت پر راضی ہوا اور اسلام کی دین ہونی پر اور محمد صلی الله علیہ وسلم کی نبی ہونی پر اوسی چکہا مزہ ایمان کا ساتویں مجلس

السابع في بيان مؤمن به وبيان لزوم الإيمان به إجمالا على الأصح وتفصيلا عند البعض
بیچ بیان اول چیزوں کی کہ ایمان لایا جاوی اوسپر اور بیچ بیان لازم ہونی ایمان کی ساتھہ اونکی بطریق اجمال کی بحسب صحیح روایت کی اور بطریق تفصیل کی نزدیک

بعض کی المجلس الثامن في بيان من يدخل الجنة ومن لا يدخلها من المطيع للرسول عليه السلام والمخالف له
بیچ بیان اوسکی کہ داخل ہوگا جنت میں اور اوسکی کہ نہیں داخل ہوگا اوسمیں یعنی فرمانبردار رسول علیہ السلام کا اور اونکا مخالف

المجلس التاسع في لزوم الاتباع للنبي صلى الله عليه وسلم فيما جاء به وفيه تحقيق المجلس العاشر
نویں مجلس بیچ لازم ہونی اتباع نبی صلی الله علیہ وسلم کی بیچ اوس چیز کی کہ لائی حضرت اوسکو اور اسمیں کچھہ تحقیق لکھی ہی مجلس دسوین

[illegible margin notes]

المجلس الحادی عشر فی بیان الفرق بین المؤمن والمسلم وبین المجاهد والمهاجر

بیچ بیان فرق کی درمیان مؤمن اور مسلم کی اور درمیان مجاہد اور مہاجر کی مجلس گیارہوین

فی بیان افضل الذکر وافضل الدعاء المجلس الثانی عشر فی بیان اسعد الناس بشفاعة

بیچ بیان افضل ذکر اور افضل دعا کی مجلس بارہوین بیچ بیان بڑی سعادتمند لوگون کی قیامت کی ان

النبی صلی الله علیه وسلم یوم القیمة المجلس الثالث عشر فی بیان اخلاص التوحید

سی صلی الله علیه وسلم کی شفاعت سی ہی مجلس تیرہوین بیان میں اسکی کہ خالص توحید

سبب لحرمة النار المجلس الرابع عشر فی بیان ایمان المنجی لصاحبه یوم القیمة المجلس

سبب ہوتی ہی حرام ہونی آگ جہنم کی مجلس چودہوین بیچ بیان ایمان نجات دینی والی کی روز قیامت کی مجلس

الخامس عشر فی بیان ان کل مولود یولد علی فطرة الاسلام وفیه تفصیل المجلس السادس عشر

پندرہوین بیان میں اسکی کہ ہر بچہ پیدا کیا جاتا ہی لیاقت واستعداد اسلام پر اور اسمیں تفصیل ہی مجلس سولہوین

فی تحقیق السعید والشقی وبیان اقسام الکفر وغیره المجلس السابع عشر فی بیان عدم جواز

بیچ تحقیق نیکبخت اور بدبخت کی اور بیان اقسام کفر وغیرہ کی مجلس سترہوین بیچ بیان نہ جایز ہونی

الصلوة عند القبور والاستمداد من اهلها واتخاذ السروج والشموع علیها المجلس الثامن عشر

نماز کی پاس قبرون کی اور نہ جایز ہونی مدد مانگنی کی مردونسی اور نہ جایز ہونی چراغ اور شمع روشن کرنی قبرون پر مجلس اٹھارہوین

فی اقسام البدع واحکامها وغیرها من الامور المهمة المجلس التاسع عشر فی بیان بدعیة

بیچ قسمون بدعتون کی اور احکام انکیکی اور سوا انکی امور ضروریہ سی مجلس انیسوین بیچ بیان بدعت ہونی

صلوة النوافل بالجماعة کالرغائب وغیرها المجلس العشرون فی بیان فضائل الحج المبرور وبیان

نماز نفل کی جماعت سی مثل صلوة رغائب وغیرہ کی مجلس بیسوین بیچ بیان فضیلت حج مقبول کی اور بیچ بیان

البدعة فیه المجلس الحادی والعشرون فی بیان فضائل الزکوة وغوائل ترکها المجلس الثانی والعشرون

بدعت کی حج مین مجلس اکیسوین بیچ بیان فضائل زکوۃ کی اور خرابیان ترک اسکیکی مجلس بائیسوین

فی بیان فضائل الصوم مطلقا المجلس الثالث والعشرون فی بیان فضیلة صوم شعبان المجلس

بیچ بیان فضائل مطلق روزہ کی مجلس تیئسوین بیچ بیان فضیلت روزہ شعبان کی مجلس

الرابع والعشرون فی بیان فضیلة احیاء لیلة البراة علی وجه السنة والاحتراز عن البدعة المکروهة

چوبیسوین بیچ بیان فضیلت جاگتی رہنی کی شب برات مین بطریق سنت کی اور پرہیز کرنی کی بدعت مکروہ سی

المجلس الخامس والعشرون فی لزوم طلب رؤیة هلال رمضان وکراهة صوم یوم الشک

مجلس پچیسوین بیچ لازم ہونی تلاش رویت چاند رمضان کی اور کراہت روزہ یوم شک کی

المجلس السادس والعشرون فی بیان فضیلة رمضان ورعایة حقه وتعظیم شانه المجلس

مجلس چھبیسوین بیچ بیان فضیلت رمضان کی اور اوسکی حق کی رعایت مین اور تعظیم شان مین مجلس

السابع والعشرون فی بیان کیفیة النیة وما یفسد الصوم وما لا یفسد وما یلزم به الکفارة

ستائیسوین بیچ بیان کیفیت نیت روزہ کی اور اوس چیز کی کہ توڑتی ہی روزہ کو اور جو نہین توڑتی اوسکو اور جو مستلزم ہی کفارہ کو

وما لا یلزم المجلس الثامن والعشرون فی بیان کیفیة التراویح وفضیلتها المجلس التاسع والعشرون

اور جو نہین مستلزم مجلس اٹھائیسوین بیچ بیان کیفیت تراویح کی اور فضیلت تراویح کی مجلس انتیسوین

سہ صلوۃ رغائب رجب کی پہلی تاریخ کی شب مین بعضی شہرون مین جماعت سی ہوتی وہ بدعت ہی

عہ خواہ نفل ہو خواہ فرض ہو

في بيان فضيلة تعجيل الافطار وغيره المجلس الثلثون في بيان ما يلزم من
افطر يوما من رمضان فيه يجب فيه الكفارة المجلس الحادي والثلثون في بيان سنية
الاعتكاف وطلب ليلة القدر وفضائلها المجلس الثاني والثلثون في بيان صدقة
الفطر واحكام العيدين وبيان البدع فيه المجلس الثالث والثلثون في بيان فضيلة
صوم شوال وعدم جواز التشاؤم به المجلس الرابع والثلثون في بيان فضيلة
ايام العشر الاول من ذي الحجة المجلس الخامس والثلثون في بيان فضيلة اراقة
دم القربان في ايام النحر ونوعه وكيفية ذبحه المجلس السادس والثلثون في بيان
فضيلة شهر الله المحرم وصوم يوم عاشوراء المجلس السابع والثلثون في بيان فضيلة
يوم عاشوراء وبيان ما يفعل فيه من البدع المكروهة المجلس الثامن والثلثون
في بيان عدم سراية المرض وعدم جواز الطيرة وعدم وجود الغول المجلس التاسع والثلثون
في الطيرة والفال المذموم واقسامهما ومدح الفال المسنون وانواعه المجلس الاربعون
في استحسان التاني في عمل الدنيا دون عمل الآخرة المجلس الحادي والاربعون في
سبب نزول البليات وسبب دفعها من التوبة والدعوات المجلس الثاني والاربعون
في دفع الدعاء البلاء حين نزول البلاء وبعد النزول المجلس الثالث والاربعون
في مسنونية الصلوة عند ظهور الآية المخوفة والاشتغال بالامور المدافعة المجلس
الرابع والاربعون في بيان صلوة الكسوف والخسوف وظهور الامور المخوفة المجلس الخامس

فی بیان الفرق بین المؤمن والمسلم وبین المجاهد والمهاجر المجلس الحادی عشر
بیچ بیان فرق کی درمیان مومن اور مسلم کی اور درمیان مجاہد اور مہاجر کی مجلس گیارہویں

فی بیان افضل الذکر وافضل الدعاء المجلس الثانی عشر فی بیان اسعد الناس بشفاعة
بیچ بیان افضل ذکر اور افضل دعا کی مجلس بارہویں بیچ بیان بڑی سعادتمند لوگوں کی قیامت کی دن

النبی صلی الله علیه وسلم یوم القیمة المجلس الثالث عشر فی بیان اخلاص التوحید
نبی صلی الله علیه وسلم کی شفاعت سے ہی مجلس تیرہویں بیان میں سکی کو خالص توحید

سبب لحرمة النار المجلس الرابع عشر فی بیان ایمان المنجی لصاحبه یوم القیمة المجلس
سبب ہوتی ہی حرام ہونی آگ جہنم کی مجلس چودہویں بیچ بیان ایمان نجات دینی والی کی روز قیامت کی مجلس

الخامس عشر فی بیان ان کل مولود یولد علی فطرة الاسلام وفیه تفصیل المجلس السادس عشر
پندرہویں بیان میں اسکی کہ ہر بچہ پیدا کیا جاتا ہی لیاقت واستعداد اسلام پر اور اسمیں تفصیل ہی مجلس سولہویں

فی تحقیق السعید والشقی وبیان اقسام الکفر وغیره المجلس السابع عشر فی بیان عدم جواز
بیچ تحقیق نیکبخت بدبخت کی اور بیان اقسام کفر وغیرہ کی مجلس سترہویں بیچ بیان نہ جائز ہونی

الصلوة عند القبور والاستمداد من اهلها واتخاذ السرج والشموع علیها المجلس الثامن عشر
نماز کی پاس قبروں کی اور نہ جائز ہونی مدد مانگنی کی مردوں سی اور نہ جائز ہونی چراغ اور شمع روشن کرنی قبروں پر مجلس اٹھارہویں

فی اقسام البدع واحکامها وغیرها من الامور المهمة المجلس التاسع عشر فی بیان بدعیة
بیچ قسموں بدعتوں کی اور حکام کیکی اور سوا اسکی امور ضروری سی مجلس انیسویں بیچ بیان بدعت ہونی

صلوة النوافل بالجماعة کالرغائب وغیرها المجلس العشرون فی بیان فضائل الحج المبرور وبیان
نفل کی جماعت سی مانند صلوة رغائب وغیرہ کی مجلس بیسویں بیچ بیان فضیلتوں حج مقبول کی اور بیچ بیان

البدعة فیه المجلس الحادی والعشرون فی بیان فضائل الزکوة وغوائل ترکها المجلس الثانی والعشرون
بدعت کی حج میں مجلس اکیسویں بیچ بیان فضائل زکوة کی اور خرابیوں ترک اسکی کی مجلس بائیسویں

فی بیان فضائل الصوم مطلقا المجلس الثالث والعشرون فی بیان فضیلة صوم شعبان المجلس
بیچ بیان فضائل مطلق روزہ کی مجلس تیئسویں بیچ بیان فضیلت روزی شعبان کی مجلس

الرابع والعشرون فی بیان فضیلة احیاء لیلة البراة علی وجه السنة والاحتراز عن البدعة المکروهة
چوبیسویں بیچ بیان فضیلت جاگتی رہنی کی شب برات میں بطریق سنت کی اور پرہیز کرنی کی بدعت مکروہ سی

المجلس الخامس والعشرون فی لزوم طلب رؤیة هلال رمضان وکراهة صوم یوم الشک
مجلس پچیسویں بیچ لازم ہونی تلاش رویت چاند رمضان کی اور کراہت روزی یوم شک کی

المجلس السادس والعشرون فی بیان فضیلة رمضان ورعایة حقه وتعظیم شانه المجلس
مجلس چھبیسویں بیچ بیان فضیلت رمضان کی اور اوسکی حق کی رعایت میں اور تعظیم شان میں مجلس

السابع والعشرون فی بیان کیفیة النیة وما یفسد الصوم وما لا یفسد وما یلزم به الکفارة
ستائیسویں بیچ بیان کیفیت نیت روزی کی اور اوس چیز کی کہ توڑتی ہی روزی کو اور جو نہیں توڑتی اوسکو اور جو مستلزم ہی کفارہ کو

وما لا یلزم المجلس الثامن والعشرون فی بیان کیفیة التراویح وفضیلتها المجلس التاسع والعشرون
اور جو نہیں مستلزم مجلس اٹھائیسویں بیچ بیان کیفیت تراویح اور فضیلت تراویح کی مجلس انتیسویں

[illegible]

ـه صلوة رغائب رجب کی پہلی تاریخ کی شب میں بعضی پڑھتی ہیں جماعت سی وہ بدعت ہی ۱۲ منه

عـه خواہ نفل ہو خواہ فرض ہو ۱۲ منه

[illegible]

في بيان وجوب تاخير السحور وتعجيل الافطار وغيره المجلس الثلثون في بيان عائلة من

بیان میں ... تاخیر سحری کی اور جلدی افطار کی وغیرہ ... مجلس تیسویں بیچ بیان گناہ اوسکی

افطر يوما من رمضان ثم حكمه الكفارة المجلس الحادي والثلثون في بيان سنة

جو افطار کرے ... رمضان میں اور حال میں کہ ... کفارہ ... مجلس اکتیسویں بیچ بیان سنت

الاعتكاف وطلب ليلة القدر وفضلها المجلس الثاني والثلثون في بيان صدقة

اعتکاف کی اور طلب کرنی شب قدر کی اور فضیلت اوسکی مجلس بتیسویں بیچ بیان صدقہ

الفطر واحكام العيدين وبيان البدعة فيه المجلس الثالث والثلثون في بيان فضيلة

فطر کی اور احکام عیدین کی اور بیان بدعتوں کی عید میں مجلس تینتیسویں بیچ بیان فضیلت

صوم شوال وعدم جواز التشاؤم به المجلس الرابع والثلثون في بيان فضيلة

روزے شوال کی ... اور ... مجلس چونتیسویں بیچ بیان فضیلت

ايام العشر الاول من ذي الحجة المجلس الخامس والثلثون في بيان فضيلة عرفة

اول دہہ ... عشرہ عید کی مجلس پینتیسویں بیچ بیان فضیلت

دم القربان في ايام المشروعة وكيفية ذبحه المجلس السادس والثلثون في بيان

خون قربانی کی ایام قربانی میں اور بیان ... قربانی کی ... مجلس چھتیسویں بیچ بیان

فضيلة شهر الله المحرم وصوم يوم عاشوراء المجلس السابع والثلثون في بيان فضيلة

فضیلت مہینے خدا کے محرم کی اور بیان روزے روز عاشورا کی مجلس سینتیسویں بیچ بیان فضیلت

يوم عاشوراء وبيان ما يفعل فيه من البدع المكروهة المجلس الثامن والثلثون

روز عاشورا کی اور بیان اون بدعات مکروہہ کا ... مجلس اڑتیسویں

في بيان عدم سراية المرض وعدم جواز الطيرة وعدم وجود الغول المجلس التاسع والثلثون

بیچ بیان ... بیماری ... اور ... شگون بد کی ... مجلس انتالیسویں

في ذم الطيرة والفال المذموم واقسامهما ومدح الفال المسنون وانواعه المجلس الاربعون

شگون ... بد کی بیان میں اور اوسکی قسام میں ... فال مسنون کی مدح ... اوسکی اقسام میں چالیسویں مجلس

في بيان استحسان التأني في عمل الدنيا دون عمل الآخرة المجلس الحادي والاربعون في

بیان میں ... درنگ کرنی کی دنیا کی کاروبار میں سوا عمل آخرت کی اکتالیسویں مجلس

بيان سبب نزول البلاء وسبب دفعها من التوبة والدعوات المجلس الثاني والاربعون

بیان میں سبب بلاؤں کی اوترنی کا اور بیان میں سبب اوسکی دفع کی ... اور دعا ہی بیالیسویں مجلس

في بيان دفع الدعاء البلاء حين نزول البلاء وبعد النزول المجلس الثالث والاربعون

اس بیان میں کہ دعا ... بلا کو ... اور بعد اوترنی کی تینتالیسویں مجلس

في بيان مشروعية الصلوة عند ظهور الآيات المخوفة والاستعاذة بالامور الدافعة المجلس

اس بیان میں کہ مسنون ہی نماز ... اور مسنون ہونا ... کی

الرابع والاربعون في بيان صلوة الكسوف والخسوف وظهور الامور المخوفة المجلس الخامس

چوالیسویں مجلس بیان میں نماز سورج گہن اور چاند گہن کی اور ظہور ... خوف کی پینتالیسویں

والاربعون فی بیان مسنونیة صلوة الاستسقاء عند امساك المطر المجلس السادس
مجلس بیان میں مسنون ہونی نماز استسقاء کی جب مینہ نہ برسی چھیالیسویں مجلس

والاربعون فی بیان وجوب تعلیم الفرائض والقران وتجویده ولحن الجلی والخفی المجلس
اس بیان میں کہ واجب ہی سکہانا فرایض اور قرآن کا اور اوسکی تجوید یعنی اداء حروف میں اور بیان میں خطاء پوشیدہ اور ظاہر کی

السابع والاربعون فی بیان جواز التغنی فی القران وما لا یجوز فیه وغیره المجلس الثامن
سینتالیسویں مجلس اس بیان میں کہ جایز ہی خوش آواز قرآن میں اور جو کہ جایز نہیں اور سوا اسکی اڑتالیسویں مجلس

والاربعون فی بیان فضیلة المؤذن وبیان سبب وضع الاذان المجلس التاسع والاربعون
بیان میں فضیلت موذن کی اور بیان میں سبب تقرر اذان کی انچاسویں مجلس

فی بیان فضیلة الجمعة وفی تفضیل یومها علی سائر الایام المجلس الخمسون فی بیان المصافحة
بیان میں فضیلت جمعہ کی اور افضلیت اوس دن کی تمام دنوں پر پچاسویں مجلس مصافحہ کی بیان میں

وبیان کیفیتها وفوائدها وبدعیتها فی غیر محلها المجلس الحادی والخمسون فی بیان
اور بیان اوسکی کیفیت کا اور فوائد کا اور اوسکی بدعت ہونیکا بی محل اکیاونویں مجلس بیان میں

فرضیة الصلوة بالکتاب والسنة واجماع الامة وفی الوعید فی حق تارکها المجلس الثانی والخمسون
فرضیت نماز کی قرآن اور حدیث اور اجماع امت سی اور سزا میں اوسکی چھوڑنیوالی کی حق میں باونویں مجلس

فی بیان فرضیة الصلوة المفروضة وارکانها تفصیلا المجلس الثالث والخمسون
بیان میں فرضیت نماز فرض کی اور اوسکی ارکان کی تفصیل وار ترپنویں مجلس

فی بیان فضیلة الصلوات الخمس وکونها کفارة للذنوب المجلس الرابع والخمسون
بیان میں فضیلت پانچوں نماز کی اور اوسکی کفارہ ہونی میں گناہوں سی چونویں مجلس

فی بیان فضیلة الجماعة وذکر الوعید فی ترکها المجلس الخامس والخمسون فی بیان صلوة
جماعت کی فضیلت کی بیان میں اور اوسکی تارک کی باب میں جو وعید صادر ہوا پچپنویں مجلس نماز

الجنازة وکیفیتها المجلس السادس والخمسون فی بیان قوله علیه السلام من کان اخر کلامه
جنازہ اور اوسکی کیفیت کی بیان میں چھپنویں مجلس بیان میں آنحضرت علیہ السلام کی قول کی کہ جسکی آخر کلام

لا اله الا الله دخل الجنة المجلس السابع والخمسون فی بیان جواز زیارة القبور وعدم
لا اله الا اللہ ہو وہ جنت میں داخل ہوگا ستاونویں مجلس زیارت قبور کی جواز اور عدم

جوازها المجلس الثامن والخمسون فی بیان فوائد ذکر الموت ولزوم الاستعداد له
جواز میں اٹھاونویں مجلس موت یاد کرنی کی فائدوں میں اور مستعد رہنا اوسکی لئی

المجلس التاسع والخمسون فی بیان ماهیة الطاعون وعدم التقدم علیه وعدم
اونسٹھویں مجلس طاعون کی حقیقت کی بیان میں کہ نہ اوسکی میں جاوی اور نہ

الفرار منه المجلس الستون فی بیان فضیلة الصبر فی موضع الطاعون وعدم جواز
وہانسی بہاگی ساٹھویں صبر کی فضیلت کی بیان میں جہاں طاعون نازل ہوا ہو اور اوسکی

الدعاء لرفعه المجلس الحادی والستون فی بیان فضیلة الصبر عند البلایا والمصائب
رفع کی واسطی دعا نکرنی میں اکسٹھویں مجلس فضیلت صبر کی بیان میں بر وقت بلا اور مصیبتوں کی

وفضيلة الاسترجاع عندها المجلس الثانی والستون فی بیان تحقیق قوله علیه السلام
اور فضیلت انا لله وانا الیه راجعون پڑھنی کی اوسوقت باسٹھویں مجلس بیان میں تحقیق اس حدیث کی
اغتنم خمسا قبل خمس الحدیث وما یتفرع علیه المجلس الثالث والستون فی بیان محاسبة
غنیمت جانو پانچ کو پہلی پانچ سی آخر تک اوراسکی تفریعات تریسٹھویں مجلس بیان میں حساب
العبد یوم القیمة والمناقشة فی الحساب المجلس الرابع والستون فی بیان محاسبة العبد
بندہ کی قیامت کی دن اورجو مناقشہ ہوگا حساب میں چوسٹھویں مجلس بیان میں حساب بندہ کی
نفسه قبل ان یحاسب ویناقش فیهلك المجلس الخامس والستون فی بیان حث الامة
اپنی ذات سی پہلی اس سی کہ اوسی حساب لیا جاوی اورمناقشہ ہوکہ ہلاک ہوجاوی پینسٹھویں مجلس میں بیان رغبت دلانی امت کا
علی التوبة ووجوبها علی الفور وتحقیقها بالمعانی الثلثة المجلس السادس والستون
توبہ پر اورفورت واجب ہونا توبہ کا اورتحقیق توبہ کی تینوں معانی کا چھیاسٹھویں مجلس میں
فی بیان قوله علیه الصلوة والسلام ان الله یقبل توبة العبد ما لم یغرغر المجلس السابع و
بیان قول علیه السلام کا کہ الله توبہ بندہ کی قبول کرتاہی جبتک نزع کو نہ پہنچی سڑسٹھویں مجلس میں
الستون فی بیان حال الکیس وحال الاحمق المجلس الثامن والستون فی بیان فضیلة
بیان حال دانا اور احمق اٹھسٹھویں مجلس میں بیان
التقوی وحسن الخلق وحقیقتهما المجلس التاسع والستون فی بیان لزوم طلب
تقوی اورحسن خلق کی فضیلت کا اوران دونوں کی حقیقت اونہترویں مجلس میں بیان اسکا کہ تلاش
کسب الحلال وای اطیب من المکاسب واقبح منها المجلس السبعون
حلال پیشہ کی لازم ہی اورکونسا پیشہ اچھا ہی اورکونسا براہی سترویں مجلس
فی بیان حرمة الاحتکار وسائر ما یتعلق به من الاحکام الشرعیة
میں بیان احتکار کی حرمت کا سے اورجو جو احکام شرعی اس سی متعلق ہیں
المجلس الحادی والسبعون فی بیان ای تاجر یحشر یوم
اکہترویں مجلس اس بیان میں کہ کونسا تاجر
القیمة فاجرا وای صادقا المجلس الثانی والسبعون
قیامت کو فاجر محشور ہوگا اورکونسا صادق بہترویں مجلس
فی تحریض التاجر علی ملازمة الصدق والامانة فی جمیع اقواله
امادہ کرنی میں تاجر کی ملازمت صدق وامانت پر اپنی جملہ اقوال
وافعاله المجلس الثالث والسبعون فی بیان حقیقة الربوا
وافعال میں تہترویں مجلس بیان میں سود کی حقیقت
واحکام غوائله المجلس الرابع والسبعون فی بیان حقیقة السلم واحکامه
اوراسکی نقصان کی چوہترویں مجلس بیان میں حقیقت بیع سلم اوراوسکی احکام کی
وغیره من انواع العقود المجلس الخامس والسبعون فی بیان سوال الحرام والوعید
اورسوا اسکی انواع عقود پچہترویں مجلس اس بیان میں کہ سوال حرام ہی اوراوسمیں سزا موعود ہی

فیه وفی ای موضع یجوز المجلس السادس والسبعون فی بیان حقوق الممالیک
اور کس مقام پر جایز ہی مجلس چہترویں بیان میں حقوق غلاموں کی

علی المولی وغیره من الاحکام المجلس السابع والسبعون فی بیان حرمة اللواطة
مالک پر اور سوا اسکی جو احکام ہیں مجلس ستترویں بیان میں حرام ہونی لواطت کی

وعقوبتها وغیرها المجلس الثامن والسبعون فی بیان حرمة الخمر وبیان عقوبتها
اور اوسکی عذاب کی اور سوا اسکی مجلس اٹھترویں شراب کی حرمت اور اوسکی عذاب

وسائر المنکرات المجلس التاسع والسبعون فی بیان حرمة الغلول ووجوب التقسیم
اور جملہ ممنوعات کی بیان میں مجلس اناسی غلول کی حرام ہونی کی بیان میں اور بیہ کہ تقسیم کرنا

بین الغانمین المجلس الثمانون فی بیان ظهور الفتن وما یخالف الشرع وکیف یعمل حینئذ
غنیمت کرنیوالوں میں ضرور ہی مجلس اسی فتنوں کی ظہور کی بیان میں اور جو مخالف شرع کی اور کسطرح کیا جاوی اوس وقت

المجلس الحادی والثمانون فی بیان احکام القضاء واخذه بالرشوة وحکومته
مجلس اکاسی بیان میں احکام قضا کی قاضی ہونی کی اور اوسکو رشوت دیکر اور حکم کرنا

بشهادة الزور المجلس الثانی والثمانون فی بیان من یجوز له الوعظ للناس ومن لا یجوز
جہوٹی گواہی سی مجلس بیاسی بیان میں اوس شخص کی جسکو وعظ کرنا جایز ہی اور جسکو نہیں جایز

وما یتفرع علیه المجلس الثالث والثمانون فی بیان ان الله تعالی یبعث لهذه الامة
اور اوسکی تفریعات مجلس تراسی بیان میں اس بات کی کہ اللہ تعالی اوٹھاتا ہی اس امت کی لیی

علی راس کل سنة من یجدد الدین المجلس الرابع والثمانون
ہر سو برس کی شروع پر اوس شخص کو کہ تازہ کری دین کو مجلس چوراسی

فی بیان کیفیة السلام وافضلیة من بدأ به المجلس الخامس والثمانون
بیان میں کیفیت سلام کی اور بڑائی پہلی سلام کرنیوالی کی مجلس پچاسی

فی بیان هجران اخیه المسلم فوق ثلثة ایام المجلس السادس والثمانون
بیان میں ترک کرنی کسی مسلمان بہائی کی تین روز سی زیادہ مجلس چھیاسی

فی بیان التحذیر من سوء الظن وهی التجسس المجلس السابع والثمانون
ڈرانی کی بیان میں بدگمانی سی اور وہ غیر کی حال کی تلاش مجلس ستاسی

فی بیان النهی عن المصاحبة والمواکلة مع الفاسق المجلس الثامن والثمانون
اس بیان میں کہ ممنوع ہی مصاحبت اور کہانا فاسق کی ساتہہ مجلس اٹہاسی

فی بیان افضل الاعمال الحب فی الله والبغض فی الله
اس بیان میں کہ افضل اعمال ہی محبت خدا کی راہ میں اور بغض خدا کی راہ میں

المجلس التاسع والثمانون فی بیان لزوم متابعة
مجلس نواسی اس بیان میں کہ لازم ہی متابعت

الرسول علیه السلام فی الامر والنهی ولا یجوز المخالفة المجلس التسعون
رسول علیه السلام کی امر و نہی میں اور نہیں جایز ہی مخالفت مجلس نوی

فی بیان سبق رحمة الله وعلبتها علی غضبه وماهیتهما المجلس الحادی والتسعون فی بیان
رحمت الٰہی کی سبقت اور غلبہ کے بیان میں غضب پر اور دونوں کی حقیقت مجلس اکانوےویں اس بیان میں

ان الشیطان یجری من الانسان مجری الدم المجلس الثانی والتسعون فی بیان عدم المواخذة
کہ شیطان پھرتا ہے انسان میں جگہ خون کی مجلس بانوےویں اس بیان میں کہ وسوسہ کا مواخذہ

بالوسوسة مالم تعمل بها او یتکلم المجلس الثالث والتسعون فی بیان ان للشیطان لمة
نہیں جب تک اوس پر عمل نہ کرے یا منہ سے کہے مجلس ترانوےویں اس بیان میں کہ شیطان کو قرب ہوتا ہے

بابن ادم وللملك لمة له المجلس الرابع والتسعون فی بیان ظهر الاسلام غریبا وسیعود
بنی آدم کے ساتھ اور فرشتہ کو قرب ہوتا ہے مجلس چورانوےویں اس بیان میں کہ اسلام پیدا ہوا تھا غریب اور پھر ہو جاوے گا

غریبا کما ظهر المجلس الخامس والتسعون فی بیان نعمة الصحة والفراغ وبیان مغبونیة
غریب جیسا ظاہر ہوا تھا مجلس پچانوےویں بیان میں نعمت تندرستی اور فراغت کی اور غبن میں ہونے

صاحبهما المجلس السادس والتسعون فی بیان نهی من اکل ما فیه رائحة کریهة من دخول المسجد
صحیح وفارغ کی مجلس چھیانوےویں اس بیان میں کہ جو شخص کھاوے ایسی چیز جس میں بدبو ہووے تو مسجد میں نہ جاوے

المجلس السابع والتسعون فی بیان لزوم ترك ما لا یعنیه من القول والفعل المجلس الثامن
مجلس ستانوےویں اس بیان میں کہ لازم ہے ترک بے فائدہ قول اور فعل کا مجلس اٹھانوےویں

والتسعون فی بیان الوصیة فی حق النساء حال المعاشرة بهن المجلس التاسع والتسعون
بیچ بیان وصیت کی عورتوں کی حق میں اور اونکے ساتھ گذران کی حالت مجلس ننانوےویں

فی بیان تحقیق قوله علیه السلام استوصوا بالنساء خیرا الی اخره المجلس المائة فی بیان لزوم
حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قول کی تحقیق میں کہ استوصوا الخ مجلس سوویں اس بیان میں کہ لازم ہے

رعایة حق الزوج علی زوجته وبیان الوعید عند عدمها المجلس الاول فی بیان تمثیل من
حق شناسی اپنے خاوند کی بی بی کو اور بیان سزا کا جب کہ یہ نہ ہووے پہلی مجلس بیچ بیان مثال کرنے اوس شخص کی

یذکر ربه ومن لم یذکره بالحی والمیت وفی بیان معرفة ذکر الله تعالی قال رسول
کہ اپنے رب کی یاد کرتا ہے اور جو اوسکی یاد نہیں کرتا ساتھ زندہ اور مردہ کی اور بیان میں ذکر اللہ کی فرمایا رسول

الله صلی الله علیه وسلم مثل الذی یذکر ربه والذی لا یذکر ربه کمثل الحی والمیت هذا الحدیث
خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حال اوس شخص کا کہ رب کی یاد کرتا ہے اور اوس شخص کا جو اپنے رب کی یاد نہیں کرتا جیسے زندہ اور مردہ یہ حدیث

من صحاح المصابیح رواه ابو موسی الاشعری فانه علیه السلام جعل فیه الذاکر مثل الحی مع
مصابیح کی صحاح میں ہے ابوموسی اشعری کی روایت سے سو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے اسمیں یاد کرنے والے کو مانند زندہ کی ٹھہرایا باوجود

کونه حیا لان المراد بالحی من له حیوة حقیقیة ابدیة وهی انما تحصل بذکر الله تعالی لان
وہ زندہ ہی ہوتا ہے اسلئے کہ زندہ سے وہ مراد ہے جسکو حقیقی اور دائمی زندگی حاصل ہے اور ایسی زندگی بجز یاد الٰہی کے حاصل نہیں ہوتی کیونکہ

الذکر یحیی قلوب الذاکرین ویوجب لهم الاستعداد لمعرفة رب العالمین والوصول الی الحیوة الابدیة
ذکر ذاکروں کا دلوں کو زندہ کرتا ہے اور بالضرور اونکے لئے سامان رب العالمین کی معرفت کا مہیا کرتا ہے اور بہشت کی حیات ابدی کی لائق بنا دیتا ہے

فی دار النعیم ومن کان خالیا عن الذکر فهو بمنزلة المیت لکونه خالیا عما یحیی قلبه وعما یوجب
اور جو شخص یاد الٰہی نہیں کرتا وہ مردہ کی مانند ہے کیونکہ وہ اوس باتسے خالی ہے جس سے دل زندہ ہوئے اور جو اکی

له المعرفة والحیوة الابدیة لان شرف الانسان وفضیلته التی بها فاق جمیع اصناف الخلق
معرفت اور دائمی زندگی پیدا ہو کیونکہ انسان کی شرافت اور فضیلت جسی تمام اقسام مخلوقات پر فائق ہو رہا ہی

لیس الا باستعداده لمعرفة الله تعالی وانما یستعد لمعرفة الله تعالی بقلبه لا بجارحة من
بجز استعداد معرفت الٰہی کی نہیں ہی اور استعداد معرفت الٰہی کی دل ہی سی علاقہ رکھتی ہی ہاتھ پانو وغیرہ

جوارحه بل الجوارح له اتباع وخدم یستخدمها استخدام الملک للرعایا ویستعملها استعمال
اعضا سی کچھ علاقہ نہیں بلکہ تمام اعضا دل کی تابع اور خدمت گذار ہیں بلکہ ان اعضا سی اسطور کار لیتا ہی جیسی بادشاہ رعیت سی اور ایسی برتتا ہی

السید للعبید وهو انما یطمئن بذکر الله تعالی کما قال الله تعالی الا بذکر الله تطمئن
جیسی مولی غلاموں کو اور دل کو طمانیت صرف یاد الٰہی سی ہوتی ہی چنانچہ الله تعالی فرماتا ہی یاد رہی اسی ہی کی یاد سی دل چین پاتی ہین

القلوب وافضل الذکر علی ما ورد فی الحدیث لا اله الا الله فلا بد للعبد المکلف ان یشتغل
اور سب سی بہتر ذکر موافق مضمون حدیث کی لا اله الا الله ہی اب بندہ عاقل بالغ کو ضرور ہی کہ اس ذکر مین

بهذا الذکر حتی یطمئن قلبه ویستعد لمعرفة الله تعالی لکن قبل اشتغاله به یجب علیه
مشغول رہی تا کہ اوسکا دل اطمینان پکڑی اور معرفت الٰہی کی استعداد حاصل کری لیکن اس شغل سی پہلی اوسپر واجب ہی

ان یحصل من علم الکلام ما یصح به اعتقاده علی مذهب اهل السنة والجماعة وما یحترز
کہ اتنا علم عقاید سیکھی جس سی اسکا اعتقاد موافق اہل سنت وجماعت کی ٹھیک ہو جاوی اور

به عن شبه المبتدعة لان القلب ما دام مکدرا بظلمة البدعة الاعتقادیة لا یسطع انوار
اہل بدعات کی شبہات سی بچ جاوی کیونکہ جبتک دل اعتقادی بدعت کی تاریکی مین مکدر رہتا ہی تو اوسمین طاعت کی روشنی نہین چمکتی

الطاعات ویجب علیه ایضا ان یحصل من علم الفقه ما یصح به اعماله علی وفق الشریعة المطهرة
اور اوسپر یہہ بھی واجب ہی کہ اتنا علم فقہ بھی سیکھ لی جس سی اوسکی اعمال موافق شریعت پاک کی صحیح اور

والا فالتقدم لمعالی الامور قبل اتقان اصولها وضبط طرقها عجلة شیطانیة وشهوة نفسانیة
اور نہین تو بڑی کام کر بیٹھنا بغیر محکم کرنی اصول کی اور ٹھیک دریافت کرنی طریقون کی شیطانی جلد بازی اور نفسانی شہوت مین

توجب لصاحبها الفضیحة فی الدنیا والاخرة اذ قد یغتر صاحبها بالتخیلات النفسانیة
داخل ہی جو ایسی شخص کو دنیا اور آخرت دونو مین ذلیل کر چھوڑتی ہی اس لئی کہ ایسا جاہل کبھی فریب مین آ کر نادانی سی خیالات نفسانی

والتلبیسات الشیطانیة ویظنها کرامات وهی فی الحقیقة استدراج وزیادة له فی انواع
اور تلبیسات شیطانی کو کرامت تصور کر لیتا ہی اور اصل مین وہ استدراج ہوتا ہی اور اوسکی حق مین طرح طرح کی

الضلالات لان من اشتغل بالذکر والریاضة قبل ان یحصل من علم الکلام ما یصح به الاعتقاد
گمراہی زیادہ ہوتی ہی کیونکہ جو شخص شغل ذکر اور ریاضت کا اختیار کرتا ہی بدون سیکھی علم عقاید کی کہ جسمین اوسکا اعتقاد

علی مذهب اهل السنة والجماعة وما یحترز به عن شبه المبتدعة ومن علم الفقه ما یصح
اہل سنت وجماعت کی مذہب پر صحیح ہو جاوی اور بدعتیون کی شبہات سی بچ جاوی اور بدون سیکھی علم فقہ کی جسمین

به اعماله علی وفق الشریعة المطهرة لا یبعد ان یقع له کشف حسی لبعض الاشیاء او امر خارق
اوسکی اعمال مطابق شریعت پاک کی صحیح اور درست ہو جاوین تو کیا بعید ہی کہ اوسکو بعضی محسوسات کا کشف ہونی لگی یا کوئی بات کرامت کی سی

من خوارق العادات بمقتضی الریاضة او اراءة الشیطان کما حکی کثیر من ذلک عن بعض الکفرة
خلاف عادات مین سی ریاضت کی موافق یا شیطانی دکھی سی ہو جاوی چنانچہ ایسی بہت کہانیان بعضی کفار

الرياضين فيظن انه ولاية وكرامة وهو في الحقيقة مكر واستدراج لا كرامة ولا ولاية
ریاضت میں کی مشغول ہیں پھر یہ نادان خیال کرتا ہے کہ یہ ولایت اور کرامت ہے اور اصل میں وہ مکر اور استدراج ہوتا ہے نہ کرامت ہے اور نہ ولایت

اذ قد يحصل الكشف والامر الخارق لبعض الرهبان وغيرهم ممن يعتنون بزيادة الرياضات
اسلیے کہ کشف اور امر خارق کبھی کبھی بعضے ایسے راہب وغیرہ کو بھی ہو جاتا ہے جو بڑی ریاضت اختیار کرتے ہیں

مع فساد العمل والاعتقاد ولا اعتداد به لانه تعالى قد جعل الرياضة سببا لتصفية
باوجودیکہ ان کے عمل اور اعتقاد فاسد ہوتے ہیں پھر اسکا کچھ اعتبار نہیں اسلیے کہ اللہ تعالی نے ریاضت میں دلوں کو ایسا صاف کردیتا ہے کہ

القلوب بحيث يوصل بها الى الكشف ونحوه من الخوارق ولا يدل ذلك على رضائه تعالى
کہ جس سے کشف اور کشف کی مانند اور خوارق ہونے لگتے ہیں اور اس سے اللہ تعالی کی رضامندی

بذلك السبب البتة ومن المعلوم قطعا ان الخوارق ليست مختصة بالمعجزة والكرامة
اس سبب پر معلوم نہیں ہوتی اور یہ بات یقینی معلوم ہے کہ خوارق کو کچھ معجزہ اور کرامت ہی سے خصوصیت نہیں ہے

بل قد تكون استدراجا ايضا فمتى صدرت ممن فيه خلل عملي او اعتقادي يحكم بكونها
بلکہ بعضے وقت استدراج بھی ہوتا ہے پھر اگر یہ امر خارق ایسے شخص سے پیدا ہووے جسکا عمل یا اعتقاد باطل ہے تو وہ

استدراجا لا كرامة لان الكرامة ظهور امر خارق للعادة على يد عبد صالح ظاهر الصلاح
استدراج ہی سمجھا جاویگا کرامت نہیں ہوگی کیونکہ کرامت تو وہ ہے کہ امر عادت کی خلاف ایسے صالح آدمی کی ہاتھ سے ہو جسکی نیک کرداری ظاہر ہو رہی ہو

وهذا القيد الاخير للاحتراز عن الاستدراج وهو ظهور امر خارق للعادة على يد الاشقياء
اور یہ پچھلی قید استدراج سے احتراز کی لیے ہے کیونکہ استدراج وہ ہوتا ہے کہ امر خارق عادت اشقیا کی ہاتھ پر پیدا ہو

كالدجال وفرعون والجهلة الضالين المضلين فان الخوارق كما تظهر على يد الاتقياء تظهر
جیسے دجال اور فرعون اور گمراہ جاہل اور گمراہ کرنیوالے کیونکہ خوارق جیسے پرہیزگاروں کی ہاتھ پر ہوتی ہیں

على يد الاشقياء ايضا فما يظهر من ذلك على يد من كان تحت سياسة الشرع يصير
اشقیا کی بھی ہاتھ پر ہو جاتی ہیں سو جو امر خارق ایسے شخص کی ہاتھ پر ظاہر ہو جو شرعی حکومت کا مطیع ہے تو

سببا لمزيد مجاهدته في عبادته وما يظهر من ذلك على يد من لم يكن تحت سياسة الشرع
اوسکی مجاہدہ عبادت کو زیادہ بڑھادیگا اور جو امر خارق ایسے شخص کی ہاتھ پر پیدا ہو جو شرعی حکومت کا مطیع نہیں

يصير سببا لمزيد بعده وغروره ولا يزال الشيطان يغويه حتى يخلع ربقة الاسلام
تو اوسکو اور بھی دوری اور غرور بڑھیگا اور شیطان ہمیشہ اوسکو بہکاتا رہیگا آخر کو اسلام کی رسی اوسکی گردن میں سے نکال کر

من عنقه بانكار الحدود والاحكام والحلال والحرام فعلى هذا يجب على العبد الذاكر
حدود اور احکام اور حلال اور حرام کا منکر ہو جاویگا اسلیے بندہ ذاکر کو یہ واجب ہے

ان يجعل جميع اعماله موافقا لاحكام الشرع ما دام حيا عاقلا ولا يجوز له ان يعمل عملا مخالفا
کہ اپنے تمام اعمال جبتک ہوش حواس میں ہے احکام شرعی کی موافق رکھے اور اوسکو یہ جائز نہیں ہے کہ کبھی بھی کسی وقت کوئی عمل

للاحكام الشرع في وقت من الاوقات واحكام الشرع على قسمين قسم يتعلق بالظاهر وهو البدن
احکام شرعی کی مخالف عمل میں لاوے اور شرع کی احکام دو قسم پر ہیں ایک وہ قسم جو ظاہر یعنی بدن سے علاقہ رکھتی ہیں

وقسم يتعلق بالباطن وهو القلب وكل واحد من القسمين على نوعين احدهما يجب فيه الفعل
اور ایک قسم وہ جو باطن یعنی دل سے علاقہ رکھتی ہیں اور یہ دونو قسمیں دو طرح کی ہیں ایک وہ جسکا کرنا واجب ہے

والآخر يجب فيه الترك فجملة احكام الشرع اربعة فمن النوع الذي يتعلق بالظاهر ويجب
دوسری وہ جسکا ترک واجب ہی پس تمام احکام شرعی چار طرح کی ہوئی پھر وہ قسم جو بدن سی متعلق اور اوسکا عمل میں لانا واجب ہی
فيه الفعل التكلم بكلمتي الشهادة واقامة الصلوة وايتاء الزكوة وصوم رمضان وحج
دونو کلمی شہادت کی پڑہنی اور نماز قایم رکہنی اور زکوۃ اداکرنی اور رمضان کی روزی اور
البيت وجهاد الكفار والامر بالمعروف والنهي عن المنكر وغير ذلك من الفرائض والواجبات
کعبہ کا حج اور کفار پر جہاد اور نیک بات بیان کرنی اور بدی سی روکنا اور سوا اسکی اور فرائض اور واجبات
ومن النوع الذي يتعلق بالظاهر ويجب الترك القتل والزنا واللواطة والسرقة وشرب الخمر
اور وہ قسم جو بدن سی متعلق اور اوسکا ترک واجب ہی خون ریزی اور بدکاری اور اغلام اور چوری اور شراب خواری
والغيبة والنميمة والكذب والنظر الى ما حرم نظره واستماع ما حرم استماعه وغير ذلك من
اور غیبت اور سخن چینی اور جہوٹہ بولنا اور دیکہنا ایسی چیز کا جسکا دیکہنا حرام ہی اور ایسی آواز سنی جسکا سننا حرام ہی اور سوا اسکی
المحرمات والمكروهات ومن النوع الذي يتعلق بالباطن ويجب فيه الفعل التوبة والاخلاص
اور محرمات اور مکروہات اور وہ قسم جو دل سی متعلق اور عمل کرنا واجب ہی توبہ اور اخلاص
والتوكل والصبر والشكر والخوف والرجاء وغير ذلك من الاخلاق الحميدة والخصال الجميلة
اور توکل اور صبر اور شکر اور خوف اور امیدواری اور سوا اسکی اور نیک عادتیں اور پسندیدہ خصلتیں
ومن النوع الذي يتعلق بالباطن ويجب فيه الترك الكبر والعجب والرياء والحسد وغير ذلك
اور وہ قسم جو دل سی متعلق اور ترک واجب ہی تکبر اور خودپسندی اور ریا یعنی دکہلاوا اور حسد اور سوا اسکی
من الاخلاق الذميمة والخصال القبيحة فمن خالف حكما واحدا من هذه الاحكام الاربعة
اور بدخوئیاں اور قبیح خصلتیں سو جو شخص خلاف کری کسی ایک حکم کا ان چاروں حکموں میں سی
عصى الله تعالى واستحق عذابه فلا يكون من اهل الولاية والكرامة وبعض الناس في هذا
وہ خدا کا نافرمان ہی اور اوسکی عذاب کا سزاوار وہ ولی اور کرامت والا کب ہوسکتا ہی اور بعضی لوگ اس
الزمان يدخلون الخلوة ثلثة اياما واكثرتم يخرجون منها واذا فعلوا ذلك مرة او مرتين
زمانی میں تین دن کا یا زیادہ کا چلہ کہینچ کر پہر فارغ ہوجاتی ہیں اور جب ایک یا دوبار چلہ کرچکی
يدعون نيل الاحوال والوصول الى مقامات الرجال مع انهم يرتكبون ما يخالف الشرع الشريف
تو دعوی کرنی لگی کہ ہمکو سب حالات کہل گئی اور عمدہ لوگوں کا درجہ پالیا باوجودیکہ شرع شریف کی مخالفت کی جاتی ہیں
واذا انكر عليهم ما ارتكبوه يقولون حرمة ذلك في العلم الظاهر وانا اصحاب العلم الباطن وانه
اور جب اونسی اونکی اعمال کی برائی بیان کرو تو کہنی لگتی ہیں ہاں یہ علم ظاہر میں حرام ہی اور ہم تو باطنی علم والی ہیں سو یہ امر
حلال فيه وان الوصول الى الله تعالى لا يكون الا برفض العلم الظاهر وانكم تاخذون من
اوس علم میں حلال ہی اور قربت الہی بدون چہوڑنی علم ظاہری کی نہیں ملتی تم
الكتاب والسنة وانا بالخلوة وهمة الشيخ نصل الى الله تعالى فينكشف لنا العلوم فلا نحتاج
قرآن اور حدیث سی فائدہ لیتی ہو اور ہم چلہ اور پیر کی مدد سی خدا کی درگاہ میں جاتی ہیں پہر ہمپر سب علوم کہل جاتی ہیں ہمکو
الى مطالعة الكتاب والقراءة على الاستاذ واذا صدر منا مكروه او حرام ننهى عنه في المنام
کتابوں کی مطالعہ کی اور استاد سی پڑہنی کی کچہہ حاجت نہیں ہی اور ہم سی جب کوئی مکروہ یا حرام عمل ہوجاتا ہی تو خواب میں ہمکو ممانعت ہوجاتی ہی

فتعرف الحلال والحرام وما قلتم انه حرام لو نهيته عنه في المنام فعلمنا انه ليس بحرام
سو ہم حلال اور حرام کو سمجھ لیتی ہیں اب جسکو تم حرام سمجھتے ہو ہمکو اوس سی خواب میں منع نہیں کیا سو ہمنی جان لیا کہ یہہ حرام نہیں ہی

ونحو ذلك من الترهات التي كلها الحاد وضلال اذ فيه ازدراء للملة الحنيفية والشريعة
اور اسطرح کی خرافات باتیں جو سراسر الحاد اور گمراہی کی ہیں کیونکہ اسمیں ملت حنیفی اور شریعت نبوی

النبوية وعدم الاعتماد على الكتاب والسنة واجماع الامة فالواجب على كل من سمع
کی حقارت ہی اور بی اعتمادی قرآن وحدیث اور اجماع امت کی سو واجب ہی اوسپر جو ایسی باطل گفتگو سنی

امثال تلك الاقاويل الباطلة الانكار على قائله والجزم ببطلان كلامه بلا شك ولا تردد
کہ بلا شک اور بی تردد اور بغیر توقف قائل کی اس کلام کو بیہودہ واہیات سمجھی

ولا توقف والا فهو يكون من جملتهم ويحكم عليه بالزندقة فانهم لما كانوا في الاعتقاد
اور نہیں تو وہ بھی اوسی گروہ میں داخل ہی اور اوسپر حکم کفر کا ہوگا کیونکہ ان لوگوںکا اعتقاد جب

بهذه المرتبة كان بينهم وبين الشيطان مناسبة فيريهم في بعض الازمان اشياء
اس نوبت کو پہنچا تو اسمیں اور شیطان میں ایک رابطہ پیدا ہوگیا پہر وہ شیطان اونکو بعضی دفعہ کچھ تجلی وغیرہ دکھاتا ہی

من الانوار وغيرها فيغترون بها ويظنون انهم محسنون وعند الله مكرمون ولا يعلمون
پس یہہ قوم دہوکہ کہا کر یہہ خیال کرتی ہیں کہ ہم کیا خوب عمل کرتی ہیں اور خدا کی نزدیک ہم عزت والی ہیں اور یہہ خبر نہیں

ان الشيطان لا يزال يحسن لاهل الخلوة وارباب الرياضة ان يعملوا بخواطرهم وآرائهم
کہ شیطان ہمیشہ اہل خلوت اور ریاضت کی نظر میں یوں لگا دیتا ہی کہ اپنی توہمات اور خیالوں کی موجب

من غير تحكيم الشرع فيها فيقولون القلب اذا كان محفوظا مع الله تعالى يكون خواطره
بدون موافقت شرع کی عمل کیا کریں پہر یہہ کہتی ہیں کہ دل جب اللہ کی طرف سی محفوظ ہوتا ہی تو اوسکی سب خطرات خطا سی

معصومة عن الخطاء وهذا من اعظم كيد العدو فيهم لان الخواطر ثلثة انواع رحمانية
بچی ہوئی ہوتی ہیں اور یہہ اونکی حق میں دشمن کا بڑا ہی دہوکہا ہی کیونکہ خطرات تین طرح کی ہوتی ہیں رحمانی

وشيطانية ونفسانية فلو بلغ الانسان ما بلغ من الرياضة والمجاهدة فمعه شيطانه
اور شیطانی اور نفسانی پہر انسان کیسی ہی ریاضت اور مجاہدہ کیا کری پر شیطان

ونفسه لا يفارقانه الى الموت والشيطان يجري منه مجرى الدم والعصمة ليست
اور نفس اوسکی ساتھ ہی رہتی ہیں مرنی دم تک جدا نہیں ہوتی اور شیطان اوسمیں ایسی پہرتا ہی جیسی بدن میں خون اور عصمت صرف

الا للرسل الذين هم وسائط بين الله تعالى وبين خلقه في تبليغ امره ونهيه ووعده
انبیا صلوات اللہ علیہم کا خاصہ ہی جو کہ درمیان پاک پروردگار اور اوسکی خلقت کی واسطہ ہیں واسطی پہنچانی امر اور نہی اور جزا

ووعيده ومن عداهم ليس بمعصوم ومن ظن انه يستغني عما جاء به الرسول بما يلقى
اور سزا اور سوا انبیا کی کوئی معصوم نہیں ہی سو جو شخص یہہ خیال کری کہ مجھکو احکام نبوی کی کچھ حاجت نہیں مجھکو وہی کافی ہی

في قلبه من الخواطر فهو من اعظم الناس كفرا لان ما يلقى في القلب يحتمل ان يكون من
جو دل میں خطرات آتی ہیں سو وہ بڑا ہی کافر ہی اسلئی کہ دل میں جو خطرہ آتا ہی تو شاید کہ

القاء النفس او الشيطان فلا عبرة به ولا التفات اليه حتى يعرض على ما جاء به الرسول
وہ نفس یا شیطان کی طرف سی آتا ہو پہر اوسکا کیا اعتبار ہی اور ہرگز ادہر توجہ نہ کرنا کہ احکام نبوی کی مقابل ہو سکی

ويشهد له بالموافقة اذ ليس كل ما يراه الانسان فى النوم او اليقظة صحيحا بل قد تكون بعضه
اور اوسکی لئے موافقت کا شاہد چاہئے کیونکہ آدمی جو جو خواب یا بیداری مین معلوم کرتا ہی وہ سب درست نہین ہوا کرتا بلکہ بعضی
من الخواطر النفسانية وبعضه من الوساوس الشيطانية وبعضه من الله تعالى بالهام
خطرات نفسانی وبعضی وسوسہ شیطانی ہوتی ہین اور بعضی اللہ کی طرف سے بواسطہ
ملك الرؤيا فلابد من التميز بين هذه الثلثة ليعلم ان ما يراه من اى نوع هو فاذا تعين
فرستہ خواب کی بہی ہوتی ہین پہر ان تینون مین تمیز کرنی ضرور چاہئے جس سے معلوم ہو کہ یہ خطرہ کس قسم کا ہی جب یہ ثابت ہو جاوی
انه من الله تعالى فلابد من عالم يعلم المراد منه فان المراد منه ان كان ظاهرا لا يحتاج
کہ اللہ کی طرف سے ہی تب ایسا عالم چاہئے کہ اوسکی مراد کو سمجہی کیونکہ اوسکی مراد اگر ظاہر ہی تو
الى التاويل بل انما يحتاج الى التنبيه وان كان غير ظاهر يحتاج الى التاويل فيأول بتاويل
تاویل کی کچہ حاجت نہین بلکہ صرف تنبہ کی حاجت ہی اور اگر مراد ظاہر نہین ہی تو تاویل کی حاجت ہی پہر صحیح تاویل کرنی چاہئے
صحيح كما ان الكتاب والسنة لا شبهة فى كونهما من الله تعالى ورسوله لكن المراد منهما
چنانچہ قرآن اور حدیث بلاشبہ اللہ اور رسول کی کلام ہین پر اونکی مراد
قد يكون ظاهرا لا يحتاج الى التاويل وقد يكون غير ظاهر فيحتاج الى التاويل وقد صرح
بعضی جگہہ ایسی ظاہر ہوتی ہی کہ تاویل کی کچہ حاجت نہیں ہوتی اور بعضی جگہہ مراد ظاہر نہین ہوتی تو وہان تاویل کی حاجت پڑتی ہی اور
العلماء بان الهام وكذلك الرؤيا فى المنام ليس شئ منهما من اسباب المعرفة بالاحكام
علماء صاف کہہ چکی ہیں کہ الہام اور ایسی ہی نیند کی خواب ان دونو سی معرفت احکام کی حاصل نہیں ہوتی
خصوصا اذا خالف كل منهما كتاب الله وسنة رسوله عليه الصلوة والسلام فان عمر
علی الخصوص جبکہ یہہ دونو کتاب اللہ اور سنۃ رسول سی برخلاف ہون حضرت عمر
بن الخطاب رضى الله عنه مع كونه سيد الملهمين والمحدثين كان اذا وقع فى قلبه الخواطر لا يلتفت
بن الخطاب رضی اللہ عنہ باوجودیکہ اہل الہام اور محدثین کی پیشوا تہی تو بہی جب اونکی دل پر کوئی خطرہ آتا تو اوسپر توجہ
اليها ولا يحكم بها ولا يعمل بها حتى يعرضها على الكتاب والسنة فهؤلاء الجهلة تدبيرى
نکرتی اور نہ اوسپر یقین کرتی اور نہ اوسکی موافق عمل کرتی جب تک اوسکو کتاب اور سنت کی مطابق نکر لیتی اور یہہ جاہل جب
احدهما ادنى شئ فيحكم فيه خواطره على الكتاب والسنة ولا يلتفت اليهما والمحققون من
کوئی ادنی بات معلوم کرتی ہین تو اوسہی پر اپنی خطرات کو پکا لیتی ہین اور کتاب اور سنت کیطرف کچہہ توجہ نہین کرتی اور طریقت کی محقق
علماء الطريقة قد تمسكوا بالكتاب والسنة ووزنوا بهما افعالهم ومجاهداتهم ومكاشفاتهم
علماء کتاب اور سنت ہی سی سند لیتی تہی اور اپنی افعال اور مجاہدہ اور مکاشفات کو اسی تول کر پورا کرتی تہی
فما وجدوه غير موزون بهذين الميزانين وغير ثابت بهذين الشاهدين لم يعتبروه ولم يلتفتوا
پہر جس عمل کو ان دونو ترازو یعنی کتاب وسنت مین کم یا یا اور ان دونو شاہد عدل کی گواہی سی ثابت نہوا تو اوسکا اعتبار نہین
اليه قال ابو سليمان الدارانى ربما يقع فى قلبى نكتة من نكتة القوم فلا اقبلها الا بشاهدين عدلين
ابو سلیمان دارانی فرماتی ہین ایک نکتہ اس قوم کی نکات میں سی اکثر میری دلین آتا ہی سو مین اوسکو بدون گواہی دو شاہد عدل
من الكتاب والسنة وقال ابو سعيد الخراز كل باطن يخالفه الظاهر فهو باطل وقال ابو حفص
کتاب اور سنت کی نہیں لیتا اور ابو سعید خراز کہتی ہیں جو الہام ظاہر شرع کی برخلاف ہو سو وہ باطل ہی اور ابو حفص کبیر فرماتی ہین

الکبیر من لم یزن افعاله واقواله واحواله بمیزان الکتاب والسنة ولم یتهم خواطره فلا تعدوه
جو شخص اپنی افعال اور اقوال اور احوال کو کتاب اور سنت کی ترازو میں نہ تولی اور اپنی دلکی خطروں کو بیجا نہ جانی تو اوسکو
فی دیوان الرجال وقال ابو یزید البسطامی لو نظرتم الی رجل اعطی انواعا من الکرامات حتی تربع
مردوں میں شمار مت کرو اور ابو یزید بسطامی فرماتی ہیں اگر تم ایک شخص کی طرح طرح کی کرامتیں دیکہو یہانتک کہ وہ ادہر میں
فی الهواء او مشی علی الماء فلا تغتروا به حتی تنظروا کیف تجدونه عند الامر والنهی وحفظ
التی پالتی مارے بیٹہا ہو یا پانی پر پہرتا ہو تو بہی اوسکی فریب میں نہ آو جبتک یہہ نہ جانچ لو امر اور نہی اور حفظ
الحدود واداء احکام الشریعة وقال الجنید البغدادی الطرق الی الله تعالی بعدد انفاس
حدود اور احکام شرعی میں کیسا ہی اور جنید بغدادی فرماتی ہیں اللہ کی طرف کی رستی اتنی ہیں جتنی نفوس
الخلائق وکلها مسدودة علی الخلق الا علی من اقتفی اثر الرسول وحکی انه افتی بقتل الحلاج
خلقت کی اور وہ سب خلقت پر بند ہیں مگر اوسکی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کری اور کہتی ہیں کہ جنید نی حلاج کی قتل کا
لاجل ما صدر عنه من قوله انا الحق فانظر ایها العاقل الطالب للحق ان هؤلاء الکرام مع
فتوی انا الحق کی کہنی پر دیا تہا اے ہوشیار حق کی طالب دیکہہ تو کہ ان تمام بزرگوں نی با
کونهم عظماء مشائخ الطریقة وکبراء ارباب الحقیقة قد تمسکوا بالشریعة ولم یخالفوها
وجودیکہ طریقت کی بڑی بڑی مشایخ اور حقیقت کی بڑی بڑی بزرگ لوگ ہیں کیسا شریعت سی تمسک کیا اور کسی بات میں
فی شیء اصلا فعلی هذا یجب علی العبد المشتغل بالذکر ان یتمسک بالشریعة فی جمیع اقواله
اصلا مخالفت نہیں کی پس اس لحاظ شخص ذاکر شاغل پر واجب ہی کہ اپنی تمام اقوال اور افعال اور احوال میں شریعت سی تمسک
وافعاله واحواله ولا یخالفها فی شیء اصلا لکن ینبغی ان یعلم ان المؤثر النافع من الذکر هو الذکر
کیا کرین اور شریعت کی اصلا مخالفت نکیا کرین لیکن یہہ بہی سمجہہ لینا چاہئی کہ ذکر موثر اور مقصد وہی ہی جو
علی الدوام مع حضور القلب فاما الذکر مع ذهول القلب فهو قلیل الجدوی لان للذکر
ہمیشہ اور دائمی دلکی توجہ سی ہو اور جو ذکر دلکی غفلت کی ساتہہ ہوتا ہی وہ فائدہ خوب نہیں دیتا کیونکہ ذکر کا
اولا واخرا اوله یوجب الانس والحب واخره یوجبه الانس والحب والمطلوب ذلک الانس
ایک ابتدا ہی اور ایک انتہا ابتدا میں ذکر سی محبت اور انس ہوتا ہی اور انتہا میں ذکر کو انس اور محبت سدا ہوتی ہی اور مقصود یہی انس
والحب لان الذاکر فی ابتداء امره یکون متکلفا فی صرف قلبه عن الوساوس الی ذکر الله تعالی
اور محبت ہوتی ہی کیونکہ ذاکر اول حال میں تو اپنی دل کو بزور و تکلف وسوسوں سی ہٹاکر ذکر کی طرف لگاتا ہی
فان وفق للمداومة انس به وانغرس فی قلبه حب المذکور وصار مضطرا الی کثرة ذکره
پہر اگر اوسکو مداومت کی توفیق ہوئی تو اوسی مانوس ہوجاتا ہی اور اوسکی دلمیں وہ محبت جڑ پکڑ لیتی ہی اور کثرت ذکر کی طرف بیقرار ہوجاتا ہی
بحیث لا یصبر عنه لان من احب شیئا اکثر ذکره ومن اکثر ذکر شیء ولو تکلفا یقع فی
ایسا کہ درہ صبر نہیں آتا کیونکہ جو شخص کسی شئ کو محبوب رکہتا ہی تو اوسکا ذکر بہت کیا کرتا ہی اور جو شخص کسی شئ کا ذکر بہت کرتا ہی اگرچہ تکلف سی ہو
قلبه حبه والحاصل ان اول الذکر یکون بالتکلف الی ان یثمر الانس بالمذکور والحب له ثم
اوسکی دلمیں محبوب ہوجاتی ہی حاصل یہہ ہی کہ ابتدا میں ذکر تکلیف سی ہوتا ہی آخر کو ایسا مانوس اور محبوب ہوجاتا ہی کہ
یمتنع الصبر عنه فیصیر الموجب موجبا والثمر مثمرا ثم اذا حصل للذاکر الانس بذکر الله تعالی
اوس سی صبر دشوار ہوجاتا ہی پہر تو بالعکس یعنی عاشق معشوق ہوجاتا ہی اور طالب مطلوب پہر جب ذاکر کو یاد الہی سی محبت ہوجاتی ہی

ينقطع عن غير الله ويجد كال فائدته بعد الموت لانه يفارق ما سوى الله تعالى عند الموت
توغیر اللہ سے الگ ہو جاتا ہے اور اوسکا کامل فائدہ موت کی بعد حاصل ہوتا ہے کیونکہ مرتے دم تمام ماسوی اللہ سی الگ ہو جاتا ہی

ولا يبقى معه في القبر اهل ولا مال وانما يبقى معه فيه ذكر الله تعالى فان كان قد انس به
اور اوسکی ساتھ گور میں نہ اہل ہوتا ہی اور نہ مال - وہاں صرف وہ ذکر ہی باقی رہ جاتا ہی سو اگر یہہ ذکر اوستی مانوس تھا

يتمتع به ويتلذذ بانقطاع العوائق الصارفة عنه لان ضرورات الحاجات كانت تصده
تو فائدہ دیکھیگا اور مزہ پاویگا کہ وہ تعلقات جو ذکر اللہ سی باز رکھتی تہی جاتی رہی کیونکہ ضروری کاروبار تک ذکر اللہ سی باز رکھتی تہی

عن ذكر الله تعالى ولا يبقى بعد الموت عائق فكانه خلى بينه وبين محبوبه وتخلص من
اور موت کی بعد کوئی روکنی والا باقی نہیں رہتا اسکو گویا اوسکو محبوب کی ساتہہ خلوت ملی اور ایسی

السجن الذي كان فيه ممنوعا عما به انسه وبهذا الانس يتلذذ العبد بعد الموت الى ان
قید سی چھوٹ گیا جسمیں اپنی محبوب سی روکا جاتا تہا اور اس انس سی موت کی بعد آدمی مزا دیکہا کرے آخر

ينزل في جوار الله تعالى ويترقى من الذكر الى اللقاء اذ لا مقصود له بقوله لا اله الا الله
جوار الہی میں جا پہنچتا ہی اور ذکر سی مرتبہ بڑھ کر نوبت دیدار کی پہنچاتی ہی کیونکہ غرض تو اوسکو لا الہ الا اللہ کی ذکر سی

سوى الله تعالى اذ كل مقصود معبود وكل معبود اله وبالملازمة على ذكر لا اله الا الله
سوائی اللہ تعالی کی اور کچہہ نہیں تہی کیونکہ جو مقصود ہوتا ہی وہ معبود ہی اور جو معبود ہی وہ الہ ہی اور لا الہ الا اللہ کی دائمی ذکر سی

ينتفي جميع المعبودات الباطلة ولذلك فضل على سائر الاذكار وذكر المطلق في بعض
سب باطل معبود جاتی رہتی ہیں اسی واسطی اس ذکر کو تمام اذکار پر فضیلت ہی اور بعضی روایتوں میں مطلق ذکر مذکور ہی

المواضع وفي بعضها مقيد بالصدق والاخلاص كما روى عن زيد بن ارقم انه عليه الصلوة و
اور بعضی روایت میں صدق اور اخلاص کی قید ہی چنانچہ زید بن ارقم روایت کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ و

السلام قال من قال لا اله الا الله مخلصا دخل الجنة ومعنى الاخلاص مساعدة الحال
سلم نی فرمایا جسنی لا الہ الا اللہ اخلاص سی کہا وہ بہشت میں داخل ہوا اور اخلاص کی معنی مطابق ہونا حال کا

للمقال فمن قال لا اله الا الله بلسانه ولم يساعد حاله لمقاله لا يكون فيه شئ من
قول سی پہر جسنی لا الہ الا اللہ زبانسی تو کہا اور اسکا حال مطابق قول کی نہوا تو اوسمیں وہ بہی

الاخلاص فيكون امره في مشية الله تعالى ولا يؤمن في حقه الخطر المجلس الثاني
اخلاص نہیں ہی اوسکا معاملہ مشیت الہی میں ہی اندیشہ سی صاف نہیں ہی دوسری مجلس

في بيان فضيلة الذكر من كل اعمال البر وبيان اقسامه قال رسول
ذکر کی فضیلت میں تمام نیک اعمال سی اور اقسام کی بیان میں فرمایا رسول

الله صلى الله عليه وسلم الا انبئكم بخير اعمالكم وازكاها عند مليككم وارفعها في درجاتكم
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نی کیوں تو بتا دوں تمکو ایک بڑا نیک عمل اور مالک کی حضور میں بہت پاکیزہ اور تمہاری درجات کا بلند کرنیوالا

وخير لكم من انفاق الذهب والورق وخير لكم من ان تلقوا عدوكم تضربوا اعناقهم
اور تمہاری حق میں بہتر سونا چاندی اللہ واسطی دینی سی اور تمہاری حق میں بہتر جہاد سی کہ دشمن سی مقابلہ کرکی تم اونکی سر کاٹو

ويضربوا اعناقكم قالوا بلى يا رسول الله قال ذكر الله هذا الحديث من حسان المصابيح
اور وہ تمہاری سر کاٹیں - عرض کیا ہاں یا رسول اللہ فرمایا اللہ کا ذکر یہہ حدیث مصابیح کی حسن حدیثوں میں ہی

رواه ابو الدرداء وانما كان ذكر الله تعالى من سائر العبادات ارفع وخيرا من انفاق الذهب
ابو الدرداء کی روایت سے اور ذکر اللہ تمام عبادات سے بہتر اور سونا

والفضة وملاقات العدو والمقاتلة معهم لان سائر العبادات وسيلة الى ذكر الله تعالى
چاندی بانٹنے اور جہاد سے خوشتر اسلئے ہے کہ تمام عبادات ذکر اللہ کا وسیلہ ہیں اور اصل مقصد

وذكر الله تعالى هو المطلوب الاعلى والمقصود الاقصى الا انه ينقسم الى قسمين احدهما
اعلی مطلوب اور عمدہ مقصود ذکر اللہ ہی ہے لیکن اسکی دو قسم ہیں ایک تو

ذكر باللسان والآخر ذكر بالجنان اما الذكر باللسان فهو ذكر ملفوظ باللسان مسموع بالآذان
ذکر زبان سے اور دوسرا ذکر دل سے پھر زبانی ذکر تو صرف زبانی الفاظ ہوتی ہیں کانوں سے سنی جاتی ہیں

يحصل بالحروف والصوت واما الذكر بالجنان فهو غير ملفوظ باللسان ولا مسموع بالآذان
حروف اور آواز سے مرکب ہوتی ہیں اور دلی ذکر نہ تو زبان پر الفاظ آتی ہیں اور نہ کانوں سے سنا جاتا ہے

بل هو فكر وملاحظة القلب وهو اعلى مراتب الذكر ولا يبعد ان يكون المراد بالذكر ههنا هذا
بلکہ وہ فکر اور دل کی سوچ ہے اور یہی ذکر اعلی مرتبہ کا ہے اور کیا بعید ہے کہ مراد ذکر سے اس حدیث میں یہی ہے

الذكر القلبي الفكري لانه هو الذي له هذه الفضيلة الزائدة على بذل المال والنفس لما
دل کا ذکر اور فکر ہو کیونکہ جان اور مال دینے پر یہی ذکر فائق ہے اسواسطے

جاء في الخبر تفكر ساعة خير من عبادة سبعين سنة وهو لا يحصل الا بعد مداومة العبد
کہ حدیث میں آیا ہے کہ ایک ساعت کا تفکر ستر برس کی عبادت سے بہتر ہے اور ذکر کا یہ رتبہ جب حاصل ہوتا ہے

على الذكر باللسان مع حضور القلب حتى يتمكن الذكر في قلبه ويستولي عليه بحيث لا يحتاج
کہ ذاکر لسانی ذکر حضور دل سے بلا ناغہ کرتا رہے تاکہ ذکر اوسکی دل میں جگہ پکڑ جاوے اور اوسپر اتنا غالب ہو جاوے کہ دلکو ذکر سے اور طرح

في صرفه عنه الى غيره الى تكلف كما كان في ابتدائه يحتاج في قراره فيه الى تكلف لكن حصوله
طرف پھیرنے میں تکلف کرنا پڑے جیسا کہ ابتداء حال میں ذکر کی طرف دل لگانے کیواسطے تکلف کرنا پڑتا تھا لیکن ذکر دل میں

فيه بهذا الوجه موقوف على معرفة الله تعالى لان من لا يعرف الله تعالى كيف يمكن
ایسا قرار پکڑنا معرفت الٰہی پر موقوف ہے کیونکہ جو شخص اللہ ہی کو نہیں پہچانتا تو اوسکا ذکر

ذكره بقلبه ولسانه وطريق معرفة الله تعالى من وجهين احدهما طريق اهل النظر
دل اور زبان سے کیونکر ہوگا اور طریق معرفت الٰہی کا دو وجہ پر ہے ایک طریق مناظرہ

والاستدلال وثانيهما طريق اهل الرياضة والمجاهدة فالسالكون طريق اهل النظر و
اور سوال کا اور دوسرا طریق اہل ریاضت اور مجاہدہ کا پھر وہ مناظرہ اور

الاستدلال ان التزموا ملة من ملل الانبياء فهم المتكلمون والا فهم الحكماء المشاؤون
سوال والے اگر کسی دین کی سماوی دینوں میں سے معتقد ہیں تو وہ متکلم کہلاتی ہیں اور نہیں تو حکماء مشائی ہیں

وهم قوم من الفلاسفة اختاروا طريق ارسطو وماله من البحث والبرهان ولم يكونوا
یہہ مشائی فلاسفہ میں سے ایک قوم ہے جنہوں نے ارسطو کی وضع پر بحث و برہان اختیار کر رکھی ہے یہہ لوگ

من اهل الايمان والسالكون طريق اهل الرياضة والمجاهدة ان وافقوا في رياضتهم
صاحب ایمان نہیں ہیں اور ریاضت اور مجاہدہ والے اگر موافق احکام شریعت کی ریاضت

ومجاهدتهم احکام الشریعة فهم الصوفیة المتشرعون والا فهم الحکماء الاشراقیون وهم
اور مجاہدہ کرتی ہیں تو وہ صوفی باشرع ہیں نہیں تو حکماء اشراقی ہیں اشراقی ہی

قوم من الفلاسفة اختاروا طریق افلاطون وماله من الکشف والعیان ولم یکونوا من
ایک قوم فلاسفہ کی ہی جنہوں نی طریق افلاطون کشف اور عیان کا اختیار کیا ہی یہہ لوگ بھی

اهل الایمان فعلی هذا یکون لکل طریق طائفتان فیکون المؤمنون العارفون بالله قسمین
صاحب ایمان نہیں ہیں اس بیان کی موافق ہریک طریقہ میں دو طرح کی لوگ ہیں سو مؤمن عارف باللہ دو قسم کی ہوئی

احدهما اهل الاستدلال والبرهان وثانیهما اهل المشاهدة والعیان لان عرفانهم به تعالی
ایک استدلال اور برہان والی اور دوسری مشاہدہ اور عیان والی اسلئی کہ معرفت الہی

ان کان بالاستدلال بالدلائل العقلیة والنقلیة فهم من اهل العلم الظاهر والبرهان
اگر دلائل عقلی اور نقلی کی واسطہ سی حاصل کی ہی تو وہ علم ظاہر اور برہان والی ہیں

وان کان عرفانهم به تعالی بالمشاهدة بعین البصیرة فهم من اهل العلم الباطن والعیان
اور اگر معرفت الہی چشم بصیرت کی مشاہدہ سی حاصل کی ہی تو وہ علم باطنی اور عیان والی ہیں

وحاصل الطریق الاول الاستکمال بالقوة النظریة والترقی فی مراتبها ومحصول الطریق الثانی الاستکمال بالقوة
اور طریق اول کا فائدہ تو قوت نظری کی امداد سی کمال حاصل کرنا اور اوسکی درجات میں ترقی کرنی اور خلاصہ دوسری طریق کا قوت عملی کی مدد سی کامل ہونا

العملیة والترقی فی درجاتها فهذه هی الکرامة الحقیقة التی تظهر من اولیاء الله تعالی اذ غایة الکرامة
اور اوسکی درجات میں ترقی کرنی اور کرامت حقیقی یہہ ہی ہوتی ہی جو اولیاء اللہ سی ظاہر ہوا کرتی ہی کیونکہ انجام کرامت کا تو

حصول الاستقامة والوصول الی کمالها والله تعالی لم یعط العبد من الکرامة مثل ان یعینه
یہہ ہی راستی کا حاصل ہونا اور کمال پیدا کرنا ہی اور اللہ تعالی نی کسی بندہ کو اس سی بہتر کرامت نہیں دی کہ تقوی

علی ما یحبه ویرضاه من التقوی والاستقامة واما الکرامة بمعنی ظهور امر خارق للعادة فلا عبرة
اور استقامت پر اپنی مرضی اور خواہش کی موافق اعانت فرماوی اور رہی وہ کرامت کہ امور خلاف عادت ظاہر ہوجایا کریں سو

به عند المحققین من اولیاء الله تعالی لظهوره من الکفرة المرتاضین وغیرهم من اهل الریاضة
محقق اولیاء اللہ کی نزدیک اسکا کچھہ اعتبار نہیں ہی کیونکہ ایسی امور تو کفار ریاضت کیش وغیرہ سی جو ریاضت کیا کرتی ہیں ہوجاتی ہیں جنکی عمل نیک نہیں

مع فساد العمل والاعتقاد وسبب ذلك علی ما ذکره بعض المدققین انه تعالی قد وضع اسبابا واناط بها
اور نہ اعتقاد درست ہوتا ہی اور اسکا سبب موافق بیان بعضی مدققین کی یہہ ہی کہ اللہ تعالی اسباب پیدا کرکی اونکی ساتھہ

مسبباتها واجری عادته ان لا یتخلف مسبب عن سببه کالاحتراق عند النار ومن جملة
مسببات متعلق کردیتا ہی اور عادت یوں جاری رکھی ہی کہ کوئی مسبب اپنی سبب سی جدا نہووی ساتھہ ہی رہی جیسی جلنا آگ کی ساتھہ ہی

ذلك الریاضة فانه تعالی جعلها سببا لتصفیة القلوب واناطها بها بحیث یوصل بها الی
ایسی ہی ریاضت ایک سبب ہی کہ اوسکو اللہ تعالی نی صفاء قلب کا سبب بنایا ہی اور اسی پہہ متعلق کردیا ہی

الکشف ونحوه من الخوارق ولا یدل ذلك علی رضائه تعالی بذلك السبب الذی هو الریاضة
کہ کشف وغیرہ خوارق پیدا ہوجایا کریں پر اس کشف وغیرہ سی رضامندی اللہ تعالی کی اس ریاضت پر ثابت نہیں ہوتی

اذ من المعلوم قطعا ان الخوارق لیست مقتصرة علی المعجزة والکرامة بل قد تکون استدراجا
کیونکہ یقینی معلوم ہی کہ خوارق کو معجزہ اور کرامت سی کچھہ خصوصیت نہیں ہی بلکہ بعضی اوقات استدراج ہی ہوتا ہی

الصادقين صدر منه من ادخل في عمله واعتقاده بحكم بكونه استدراجا لان الكرامة ظهور امر خارق
سر اگر کسی شخص سے سرزد ہو کہ جسکی عمل اور اعتقاد میں خلل ہو تو استدراج ہی کہلاویگا کیونکہ کرامت تو ایسی مرد صالح کی ہاتھ پر
للعادة على يد عبد صالح ظاهر صلاحه وهذا القيد الاخير خرج الاستدراج لانه ظهور امر خارق
پیدا ہوتی ہے جسکا تقوی ظاہر ہو اور اس پچھلی قید سے استدراج الگ ہوگیا کیونکہ استدراج وہ خارق
للعادة على يد الاشقياء كالدجال وفرعون والجهلة الضالين المضلين فان الخوارق كما تقع من الاتقياء
عادت ہوتی جو اشقیا کی ہاتھ پر ہو جیسے دجال اور فرعون اور گمراہ جاہل اور گمراہ کرنیوالی کیونکہ خوارق جیسی اتقیا سی ہوتی ہیں
تقع من الاشقياء فما ظهر من ذلك على يد من كان تحت سياسة الشرع يصير سببا لمزيد مجاهدته في عبادته
اشقیا سی بھی ہوتی ہیں پھر جو خوارق ایسی شخص سی ہوں جو شرع کا مطیع ہی تو باعث زیادت عبادت ومجاہدہ کا ہوگا
وما ظهر من ذلك على يد من لم يكن تحت سياسة الشرع يصير سببا لمزيد بعده
اور جو خوارق کسی شخص سی ہوں جو شرع کا مطیع نہیں ہی تو شرع سی اور دور ہوجاویگا
ولا يزال الشيطان يغويه حتى يخلع ربقة الاسلام من عنقه بانكار الحدود والاحكام
اور شیطان اسکو بہکاتا رہیگا آخر اسلام کی رسی اسکی گردن میں سی نکال کر حدود اور احکام
والحلال والحرام ولهذا قال ابو يزيد البسطامي لو ان رجلا مشى على الماء او تربع في الهواء فلا
اور حلال اور حرام کا منکر ہوجاویگا اور اسیلئے ابو یزید بسطامی فرماتے ہیں اگر کوئی شخص پانی پر سی چلی یا ہوا میں چار زانو بیٹھی تو
تغتروا به حتى تنظروا كيف تجدونه في الامر والنهي ومراعات الشريعة وقيل له فلان
بھی اسکی فریب میں نہ آؤ جبتک اسکو امر ونہی اور رعایت شرعی میں نہ جانچ لو کسی اولیسی عرض کیا فلانا
يمر في ليلة الى مكة فقال الشيطان يمر في لحظة من المشرق الى المغرب وهو في لعنة الله تعالى
ایک رات میں مکہ چلا جاتا ہی تب آپ نے فرمایا شیطان لحظہ بھر میں مشرق سی مغرب تک چلا جاتا ہی پھر بھی وہ ملعون ہی
فعلى هذا كل من يظهر منه شيء من الخوارق لا يجوز ان يظن انه من اولياء الله تعالى لانه
اس بیان کی موافق جس شخص سی کچھ خوارق ظاہر ہوا کریں تو اسکو اولیاء اللہ میں سی تصور کرنا نہیں چاہیے کیونکہ
لما يجوز ان يكون من اولياء الله تعالى يجوز ان يكون من اعداء الله تعالى لاحتمال كون ظهورها
جیسی وہ اولیاء ہوسکتا ہی ویسی ہی کفار وشیطان جیسا بھی ہوں کیونکہ احتمال ہی کہ خوارق کا ظہور
منه بمقتضى الرياضة واراءة الشيطان فان الشيطان يخيل للانسان الامور بخلاف ما هي
اسکی ریاضت اور شیطان کی دکھانے سی ہو کیونکہ شیطان امور غیر واقعی انسان کو دکھاتا ہی
عليه ويريه الاشياء الباطلة في صورة الحق فمنهم من يأتيهم بعض الاشخاص فيخاطبهم
اور امر باطل کو حق کی صورت میں دکھاتا ہی یعنی کسی شخص میں سی کسی انسان کی صورت بنکر باتیں کرتا ہی
ويمثل لهم ويظنونها ملائكة وهي الجن والشياطين وكان اول من ظهر له من هؤلاء
وہ اسکو فرشتہ خیال کرتی ہیں اور حقیقت میں وہ جن یا شیطان ہوتی ہیں پہلی پہل اسلام میں ایسا شخص
في الاسلام المختار ابن ابي عبيد الله الثقفي الذي اخبر به النبي عليه الصلوة والسلام في الحديث
مختار ابن عبید اللہ ثقفی ہوا ہی جسکی خبر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سی صحیح حدیث میں
الصحيح وقال سيكون في ثقيف كذاب وقيل لابن عمر وابن عباس ان المختار يزعم
ثابت ہوئی ہی آپ نے فرمایا ہی کہ ثقیف میں ایک جھوٹا پیدا ہوگا کسی نے ابن عمر اور ابن عباس سی عرض کیا کہ مختار یہ کہتا ہی

انه ينزل عليه فقال لاصدق قال الله تعالى ان الشياطين ليوحون الى اوليائهم ليجادلوكم
کہ مجھ پر وحی آتی ہے جواب دیا جھوٹا ہے — اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اور شیطان ڈالتے ہیں اپنے دوستوں کی طرف تاکہ جھگڑا کریں

وقال الله تعالى هل انبئكم على من تنزل الشياطين تنزل على كل افاك اثيم وكثير ممن ينتسب
اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے میں بتاؤں تمکو کسپر اترتے ہیں شیاطین اترتے ہیں ہر جھوٹے گنہگار پر اور بہت لوگ

الى الاسلام في الظاهر وهو بريء منه في الباطن يكون له نصيب من هذه الاحوال الشيطانية
ظاہر کی مسلمان — اور باطن میں اسلام سے بری ہیں کہ انکو ایسی ایسی شیطانی حالت میں سے

بحسب موالاته للشيطان ومعاداته للرحمن وبصير فتنة بين الانام وبعضهم وان كانوا
موافق اختلاط شیطانی کے — اور عداوت رحمانی کی حصہ ملا ہے اور خلقت کو فتنہ میں مبتلا کرتی ہیں اور بعضے شخص اگرچہ

صادقين في معاملتهم وكان لهم عبادة واجتهاد في العمل لكنهم لقلة علمهم بحقائق الايمان
اپنی معاملہ میں سچے ہیں اور عبادت اور مجاہدہ عمل بجا کرتے ہیں لیکن چونکہ حقائق ایمانی سے کم واقف ہیں

وعدم تمييزهم ما هو من احوال الشيطان وامور الرحمن يلتبس عليهم الامر ويقعون في شبهة
اور حالات شیطانی اور امور رحمانی میں فرق نہیں کر سکتے لاچار اونپر وہ مطلب پوشیدہ رہ جاتا ہے اور شیطان کی جال میں پھنسکر

الشيطان ويدعون كشفا يناقض العقل والشرع ويقولون قد ثبت عندنا في الكشف
ایسی کشف کا دعوی کرنے لگتے ہیں جو نہ عقل میں آوے اور شرع کے برخلاف ہو اور کہتے ہیں کہ ہمکو کشف میں وہ امر ثابت ہوا ہے

ما يناقض صريح العقل والشرع وهم قوم لا يتعمدون الكذب لكن يخيل اليهم اشياء يظنون
جو عقل اور شرع سے صاف مخالف ہے یہ وہ لوگ ہیں جو عمدا جھوٹ نہیں بولتے لیکن انکے خیالات میں وہ چیزیں آتی ہیں

وجودها في الخارج ويظنونها من كرامات الصالحين ولا يعرفون انها من تلبيس الشياطين
جو خارج میں نادر الوجود ہیں گاہی گاہی ہوتی ہیں اونکو صلحا کی کرامات سمجھ لیتے ہیں اور یہ نہیں سمجھتے کہ یہ شیطانوں کی دھوکا بازیاں ہیں

فان كثيرا من الناس يظنون انهم من اولياء الله تعالى وهم ليسوا من اولياء الله تعالى بل هم
بیشک اکثر لوگ یوں گمان کر لیتے ہیں کہ وہ اولیاء اللہ ہیں اور وہ اولیاء اللہ نہیں ہوتے بلکہ

من اولياء الشيطان فان اولياء الله تعالى هم الذين وصفهم الله تعالى في كتابه وقال الا ان
شیطان کی دوست ہوتے کیونکہ اولیاء اللہ تو وہ لوگ ہوتے ہیں جنکی اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں یہ تعریف کی ہے فرمایا ہے جو لوگ

اولياء الله لا خوف عليهم ولا هم يحزنون الذين امنوا وكانوا يتقون وقال في اية اخرى ان
اللہ کے دوست ہوتے ہیں نہ ڈر ہے اونپر نہ وہ غم کھاویں جو لوگ ایمان لائے اور پرہیزگاری کرتے رہے اور ایک اور آیت میں فرمایا نہیں ہیں

اولياؤه الا المتقون فبين سبحانه وتعالى في هاتين الايتين ان اولياءه هم المتقون وليس
دوست اوسکے سوای پرہیزگاروں کے سو اللہ سبحانہ تعالیٰ نے ان دونوں آیتوں میں بیان فرمادیا کہ اوسکے اولیاء پرہیزگار ہوتے ہیں اور

لهم في الظاهر من الامور المباحة شيء يتميزون به عن الناس فلا يتميزون بلباس دون لباس
ظاہر میں مباح چیزوں میں سے کوئی ایسا نشان نہیں ہے جس سے فرق کر کر اور لوگوں سے الگ ہو سکیں کوئی ایسا خاص لباس ہی کہ جب

اذا كان كل منهما مباحا بل يوجدون في جميع اصناف امة محمد ما لم يكونوا من اهل البدعة
مباح ہو دیں بلکہ وہ لوگ یعنی اولیاء امت محمدی کی تمام اقسام میں ہوتے ہیں اگر بدعتی

واهل الفجور وليس من شرط الولي ان يكون معصوما بحيث لا يغلط ولا يخطأ ولهذا لا يجوز
اور بدکار نہ ہوں اور ولی کی شرط کچھ معصومیت نہیں ہے کہ اوس سے کہیں غلطی ہو نہ خطا اور اسی لئے اوسکو یہ جایز نہیں

له ان يعتمد على ما يلقى اليه في قلبه ولا على ما يفعله بمجرد الهاما او خطابا من الحق بل يجب

کہ صرف اوسکی دل پر خطرہ گذرتا ہو یا جو اوسکو لفظوں میں معلوم ہو یا حق کی طرف سی خطاب ہو بلکہ سب کو لازم ہے کہ اسکا

عليه ان يعرض ذلك كله على ما جاء به النبي عليه الصلوة والسلام فان وافقه يقبله

مقابلہ کرے کہ اوس تمام کو احکام شرعی سی مطابق کری اگر موافق نکلی اوسکو تسلیم کری

وان خالفه لا يقبله وان لم يعلم انه موافق او مخالف يتوقف فيه والناس في هذا الزمان

اور جو مخالف ہو اوسکو رد کری اور اگر موافق اور مخالف کچھ معلوم نہو تو اوس میں توقف کرنا چاہئے اس زمانہ میں اکثر لوگ غلطی کرتے ہیں

يغلطون كثيرا ويظنون في شخص انه ولي ويعتقدون ان الولي يقبل منه كل ما يقول

یعنی شخص کو ولی قرار دیکر یہ اعتقاد کرتے ہیں کہ ولی کا کہنا سب مقبول ہے اور کہا کرتا ہے

ويسلم له في كل ما يفعل وان خالف الكتاب والسنة ويوافقون ذلك الشخص ويخالفون من

مسلم ہے گرچہ قرآن و حدیث سی مخالف ہو اگرچہ اور اوس شخص کو متبع ہونا چاہئے اور

بعث الله به رسوله الذي فرض على جميع الخلق تصديقه فيما اخبر وطاعته فيما امر فيجزيهم

رسول کی رسالت سی خلاف کرتے ہیں جسکی خبر کی تصدیق اور حکم کی اطاعت تمام عالم پر فرض ہو چکی ہے پھر اوسکو

مخالفتهم للرسول وموافقتهم لذلك الشخص اولا الى البدعة والعصيان واخرا الى الكفر والطغيان

رسول کی مخالفت اور اوس ولی موہوم کی موافقت پہلی تو بدعت اور نافرمانی کی طرف کھینچ لیجاتی ہے اور آخر کو نوبت کفر و سرکشی کی تک پہنچاتی ہے

ويكونون من الذين قال الله تعالى فيهم ويوم يعض الظالم على يديه يقول يا ليتني اتخذت مع

پھر ویسی لوگ ہو جاتی ہیں جنکی حق میں اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا ہے اور جس دن کاٹ کاٹ کھاویگا گنہگار اپنے ہاتھ کہیگا کسطرح میں نی پکڑی ہوتی

الرسول سبيلا يا ويلتى ليتني لم اتخذ فلانا خليلا لقد اضلني عن الذكر بعد اذ جاءني وكان

رسول کی ساتھ راہ ہی خرابی میری کسی نی پکڑی ہوتی میں فلانی کی دوستی بہکا دیا مجکو نصیحت سی جب کہ مجھ تک آچکی اور ہی

الشيطان للانسان خذولا بل يكونون مشابهين للنصارى الذين قال الله تعالى فيهم اتخذوا

شیطان آدمی کو دغا دینی والا بلکہ وہ لوگ نصاریٰ کی مثال ہیں جنکی حق میں اللہ تعالی فرماتا ہے ٹھہرایا

احبارهم ورهبانهم اربابا من دون الله قال عدي بن حاتم للنبي عليه الصلوة والسلام ما عبدناهم

انہی عالموں اور درویشوں کو خدا سوا اللہ کی عدی بن حاتم نی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا نصاریٰ عبادت تو نہیں کرتی

فقال النبي عليه الصلوة والسلام اطاعوهم فمن اطاع احدا فيما لم يأذن به الله تعالى فقد عبده

سو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا نصاریٰ انکی اطاعت کی اور جس شخص نے خلاف حکم الہی کی کسیکی اطاعت کی وہی اوسکی عبادت کی

واتخذه ربا فاذن كل من خالف شيئا مما جاء به الرسول مقلدا في ذلك لمن ظن انه ولي وان الولي

اور اوسکو اپنا رب بنایا سو جسنی شرع کا کچھ بھی خلاف کیا کسیکی پیروی کی لحاظ سی ولی جان کر اس وہم سی کہ ولی کی کہی اور کی کا

لا يخالف في شيء مما يصدر عنه من الاقوال والافعال فهو ضال وعمدة هؤلاء في ذلك انهم يرون

خلاف نہیں ہو سکتا سو وہ بڑا گمراہ ہے اور بڑا لطف یہ ہے کہ یہ لوگ بعضی اوقات

قد يقع من شخص مكاشفة في بعض الحالات او شيء من خوارق العادات مثل الطيران في الهواء او المشي

کسی شخص سی بعضی حالات مکاشفہ یا کوئی خارق عادت دیکھتے ہیں جیسے ہوا میں اوڑنا یا

على الماء ويخبرهم بحال غائبهم او بما سرق لهم او غير ذلك ويستدلون بهذه الامور على ولايته

پانی پر چلنا غائب کی خبر بتانا یا چوری کا بتا دینا اور سوا اسکی اور ایسی باتیں دیکھ کر دلیل سمجھ کر

ولا يجوزون مخالفته مع ان تلك الامور وامثالها قد توجد في شخص لا يطهر الطهارة الشرعية
اوسکی مخالفت جایز نہیں جانتے باوجودیکہ ایسی ایسی باتیں کبھی ایسی شخص سی ہوجاتی ہیں جسکو استنجا کرنیکا شعور نہیں ہوتا
ولا ينظف النظافة الدينية وقد روى انه عليه السلام قال ان الله نظيف يحب النظافة
اور نہ موافق دین مذہب کی پاک ہوتا ہی اور حال یہ ہی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سی یہ روایت ہی کہ اللہ پاکیزہ ہی دوست رکھتا ہی پاکیزگی کو
وفي حديث آخر انه عليه الصلوة والسلام قال ان الله طيب لا يقبل الا طيبا وذلك الشخص
اور دوسری روایت میں ہی کہ نبی صلی اللہ علیہ نی فرمایا اللہ پاک ہی سوای پاکی کی قبول نہیں کرتا اور وہ شخص ولی موہوم
لا يغتسل ولا يتوضأ ولا يصلي الصلوة المكتوبة بل يكون ملابسا للنجاسات ومعاشر الكلاب
نہ تو نہاتی اور نہ کبھی منہ دہوتی اور نہ کبھی فرض نماز ادا کری بلکہ نجاست میں لتہڑا ہوا اور کتوں میں ملا جلا
ويأوي المزابل والمواضع النجسة التي يحبها الجن والشياطين فكيف يكون وليا فان الولي على ما
اور کوڑی وغیرہ نجس مکانات میں پڑا ہوا جسی سوای جن اور شیاطین کی کوئی پسند نہ کری بہلا وہ شخص کیونکر ولی ہوسکتا ہی ولی تو موافق
ذكر في الكتب الكلامية هو العارف بالله وصفاته المواظب على الطاعات المجتنب عن المعاصي
مضمون کتب عقاید کی وہ ہی جو خدا کو اور اوسکی صفات کو جانی مدامی عبادت کری اور گناہوں
والمحرمات المعرض عن الانهماك في اللذات والشهوات لا الملابس للنجاسات ولا المعاشر للكلاب
اور محرمات سی بچتا ہی لذات اور شہوات سی نفرت کری ولی وہ نہیں ہی جو نجاسات میں بہرا کتوں میں ملا رہی
ولا التارك للصلوة وسائر العبادات ولا المجنون المعدوم العقل المكشوف العورة العاري عن
نماز نہ پڑہی اور باقی عبادات اور نہ سڑی بیہوش بی ستر ننگ دہڑنگ بدن پر کپڑا
الثياب وبسبب عدم التميز بين اولياء الله تعالى والمتشبهين بهم من اولياء الشيطان وقع
نہ ہو اور چونکہ اولیاء اللہ اور اولیاء شیطان میں تمیز اور فرق نہیں کرتی اسلئی ایک عالم
الناس في البلاء فحسبوا كل خارق كرامة وولاية ولم يفرقوا بين كرامات الاولياء وما يشبهها من
اس بلا میں پہنسا ہی کہ ہر خارق کو کرامت اور ولایت سمجھ لیا ہی اور اولیاء کی کرامت اور اوسکی مثل
الاحوال الشيطانية ولا بد من فرق بينهما لئلا يقع الناس في البلاء وهو ان كرامات الاولياء
شیطانی احوال میں فرق نہیں سمجھا اور ان دونوں میں امتیاز اور فرق کرنا ضرور ہی تاکہ خلق بلا میں نہ آوی اور فرق یہ ہی کہ اولیاء کی کرامت
سببها الايمان والتقوى على ما فهم من قوله تعالى الا ان اولياء الله لا خوف عليهم ولا هم يحزنون
ایمان اور پرہیزگاری سی ظاہر ہوتی ہی چنانچہ اس آیت سی معلوم ہوتا ہی دیکہو جو لوگ اللہ کی دوست ہیں نہ ڈر ہی اونپر اور نہ وہ غم کہاوینگی
الذين آمنوا وكانوا يتقون واما الاحوال الشيطانية فسببها ارتكاب ما نهى الله تعالى ورسوله
جو لوگ ایمان لائی اور پرہیز کرتی رہی اور شیطانی احوال بسبب اختیار کرنی خلاف خدا اور رسول کی ہوتی ہیں
فان الخوارق اذا كانت لا تحصل الا بما يحبه الشيطان من امور التي فيها الشرك او الظلم او فعل
کیونکہ خوارق جب بدون عمل امور محبوبہ شیطانی کی جسمیں شرک اور ظلم اور
الفواحش فهي من الاحوال الشيطانية لا من الكرامات الرحمانية فان اولياء الله تعالى هم المؤمنون
فحش ہوتا ہی نہ ہوسکی تو وہ بیشک حالات شیطانی ہیں کرامات رحمانی نہیں ہی اسلئی کہ اولیاء تو مؤمن
المتقون العارفون بالله المقتدون برسوله فيفعلون ما امر وينتهون عما زجر ولهم كرامات و
متقی عارف باللہ رسول مقبول کی امر کی تابع اور نہی سی بیزار ہوتی ہیں انہیں ہی کرامت ہوتی ہی اور

كرامة لهم حجة في الدين حيث يكون حصولها ببركة اتباع رسول رب العالمين وهي في الحقيقة
تو یہ کرامت ان کی حجت دین ہوگی کیونکہ یہ رسول رب العالمین کی اتباع کی برکت سے حاصل ہوئی ہے اور یہ کرامت حقیقت میں

تكون من معجزاته عليه الصلوة والسلام بخلاف الأحوال الشيطانية فإنها إنما تحصل باتباع
رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے بخلاف شیطانی حالات کے جو جن و شیاطین کی اتباع سے

الجن والشياطين كما حصلت لكثير ممن حكيت عنهم هذه الأحوال منهم عبد الله بن صياد
ہوتے ہیں جیسا کہ یہ حالات بہت سے لوگوں سے ظاہر ہوئے ہیں منجملہ ان کے عبد اللہ بن صیاد ہے

الذي ظهر في زمن النبي صلى الله عليه وسلم وظن بعض الصحابة أنه الدجال وتوقف النبي
جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تھا بعض صحابہ نے اس کو دجال گمان کیا تھا اور نبی

عليه الصلوة والسلام في أمره حتى تبين له أنه ليس الدجال وإنما هو من جنس الكهان والكهان يكون
صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے حال میں توقف فرمایا حتی معلوم ہوا کہ دجال نہیں ہے کاہن ہے اور کاہنوں میں سے

لأحدهم قرين من الجن يخبره بكثير من المغيبات مما يسترقه من السمع مع خلط الصدق بالكذب
کسی کا جن ہوتا ہے کہ جو کہ چوری سے سن کر کچھ سچ کچھ جھوٹ ملا کر غیب کی خبریں سنایا کرتا ہے

ومنهم الأسود بن العنسي الذي ادعى النبوة وكان له من الجن من يخبره ببعض الأمور الغائبة فلما
اور ایک اسود بن عنسی ہے جس نے نبوت کا دعوی کیا اسکے پاس بھی ایک جن تھا بعض چیزیں غیب کی اسکو بتادیتا تھا جب

قاتله المسلمون ليقتلوه خافوا من الشياطين أن يخبروه بما يقولون فيه حتى أعانتهم عليه امرأته
مسلمان اسکے قتل کیلئے مقابلہ پر گئے تو شیاطین سے خوف ہوا کہ ہماری گفتگو سے اسکو مطلع نہ کردیں حتی اسکی جورو کو

لما تبين لها كفره فقتلوه ومنهم مسيلمة الكذاب الذي كان معه من الجن من يخبره من
جب معلوم ہوا کہ یہ کافر ہے تو اسی مدد کی سب اسکو قتل کیا اور ایک مسیلمہ الکذاب ہے اسکے پاس بھی ایک جن تھا جو پوشیدہ باتیں اسکو

المغيبات ويعينه على بعض الحاجات ومنهم الحارث الدمشقي الذي خرج بالشام في زمن عبد الملك
بتا دیتا تھا اور اسکی بعض حاجات روا کر دیتا تھا اور ایک حارث دمشقی جو شام کی ملک میں عبد الملک بن مروان کے عہد میں ظاہر ہوکر

بن مروان وادعى النبوة وكان الشياطين يخرجون رجله من القيد ويمنع السلاح أن ينفذ فيه وكان
نبوت کا دعوی کیا اسکا پاؤں شیطان بیڑیوں سے نکال دیتا تھا اور کوئی ہتھیار اسکے بدن پر اثر نہ کرتا تھا اور

يري الناس رجالا وركبانا في الهواء ويقول هي الملئكة وإنما هي الجن والشياطين فلما أمسكه
ہوا میں سوار دکھا کر کہتا یہ فرشتے ہیں درحقیقت وہ جن اور شیاطین تھے جب اسکو

المسلمون ليقتلوه طعنه رجل بالرمح فلم ينفذ فيه الرمح فقال له عبد الملك إنك لم تسم الله تعالى
مسلمانوں نے قتل کیلئے گرفتار کیا تو ایک شخص نے اسکو برچھی ماری ذرہ بھی اثر نہ کیا تب عبد الملک نے کہا تونے بسم اللہ پڑھ کر نہ ماری

فسمى الله تعالى وطعنه فقتله ومن غير هؤلاء المذكورين من يحمله شيطانه عشية عرفة إلى
پس اسنے بسم اللہ پڑھ کر ماری تو ایک کوچہ میں مار ڈالا اور ان طائفہ مذکور کے سوا ایک اور شخص تھا کہ شیطان اسکو شب عرفہ کو

عرفات ولا يحج الحج الشرعي الذي أمر الله ورسوله به حيث لا يحرم عند الميقات ولا يلبي فيها
عرفات پہنچا دیتا تھا پر وہ شخص موافق شرع کے جسطور خدا اور رسول کا حکم ہے ادا نہیں کرتا تھا کیونکہ نہ تو میقات پر سے احرام باندھتا اور نہ لبیک پکارتا

ولا يقف بمزدلفة ولا يطوف بالبيت ولا يسعى بين الصفا والمروة ولا يرمي الجمار بل يقف بثيابه ثم
اور نہ مزدلفہ پر وقوف کرتا نہ بیت اللہ کا طواف کرتا اور نہ صفا مروہ کے بیچ میں سعی کرتا اور نہ رمی جمار کرتا بلکہ تھوڑا سا وقف کرکر

يرجع من ليلته وهو بصير لكن يحضر الجمعة ويصلي بلا وضوء ومنهم من يستغيث بالمخلوق

اوسی شب میں بینکر چلا آتا اوسکا حال ایسا ہے جیسے کہ جمعہ میں تو جاوی پر نماز بے وضو پڑھی اور بعضی وہ لوگ ہیں جو مخلوق سی

سواء كان المخلوق حيا او ميتا او مسلما او غير مسلم ويتصور الشيطان بصورته ويقضي

زندہ ہو یا مردہ مسلمان ہو یا کافر مدد مانگتی ہیں پہر شیطان اوسکی صورت بنکر مستغیث کا کام پورا کر دیتا ہی

حاجة من يستغيث به فيظن تلك المسلمين انه من استغاث به وليس كما ظن بل انما هو

ان مسلمانوں کو اس شبہہ میں ڈالتا ہی کہ یہہ وہی شخص ہی جس سی مین نی حاجت چاہی تہی اور اوسکا یہہ خیال باطل ہوتا ہی بلکہ وہ

الشيطن اضله لما اشرك بالله فان الشيطان يضل بني ادم بحسب قدرته فانه اذا اتاهم

شیطان گمراہ کرنیوالا ہی جسا اوسنی اسکا شریک پیدا کیا کیونکہ شیطان تو بنی آدم کو جہاں تک بن آوی راہ سی بہکاتا ہی اور جب اونکی

على مقاصدهم فهو يضرهم اضعاف ما ينفعهم فان من كان منتسبا الى الاسلام اذا استغاث

مقصد پوری کرتا ہی تو اوسی زیادہ تر نقصان پہنچا دیتا ہی پہر جو شخص مسلمان ہوکر

بمن يحسن به الظن من شيوخ المسلمين يجيء اليه الشيطان في صورة ذلك الشيخ فان الشيطان

اپنی پیر مسلم معتقد پیر سی فریاد کرتا ہی تو شیطان اوس پیر کی صورت بدل کر اوسکی پاس آتا ہی کیونکہ شیطان تو

كثيرا ما يجيء على صورة الصالحين ولا يقدر ان يتمثل بصورة رسول رب العلمين ثم ان ذلك

اکثر صلحا کی صورت بدل لیتا ہی البتہ یہہ قدرت نہیں ہی کہ رسول رب العالمین کی صورت بدل سکی پہر وہ

الشيخ المستغاث به ان كان ممن له علم لا يخبره الشيطان باقوال اصحابه المستغيثين به

پیر جسی فریاد کی ہی اگر صاحب علم ہوتا ہی تو شیطان اوسی مرید فریاد کرنیوالی کا حال بیان نہیں کرتا

وان كان ممن لا علم له يخبره باقوالهم وينقل اليهم كلامه فيظن اولئك الجهلة ان الشيخ سمع

اور اگر بے علم ہوتا ہی تو اوسی حال کہہ دیتا ہی اور بعینہ کلام نقل کر دیتا ہی وہ جاہل مرید یوں سمجھتی ہیں کہ ہماری پیر نی اتنی دور سی

اصواتهم واجابهم مع بعد المسافة وليس كذلك بل انما هو بتوسط الشيطان وقد روي عن

ہماری بات سنکر جواب دیا اور حقیقت میں یہہ سب غلط ہی بلکہ یہہ بواسطہ شیطان کی ہی چنانچہ

بعض المشائخ الذين قد جرى لهم مثل ذلك بصورة المكاشفة والمخاطبة انه قال يرى لي شيء

بعضی مشایخ سی کہ انکو ایسا معاملہ مکاشفہ اور مخاطبہ کی صورت میں پیش آیا روایت ہی وہ کہتی ہیں کہ مجکو کوئی چیز

مثل الماء او الزجاج ويمثل لي فيه ما يطلب مني من الاخبار فاخبر الناس به وبهذا الوجه

جیسی پانی یا شیشہ نظر آتا ہی اوسکی اندر جو چیز مجہی مطلوب ہوتی ہی منقش ہو جاتی ہی سو میں لوگوں کو بتا دیتا ہوں اور اسی طور

يصل الي كلام من يستغيث بي من اصحابي فاجيبه فيصل اليه جوابي وكثير من هذه

مرید مستغیث کی بات مجہہ تک آجاتی ہی اور میں جو جواب دیتا ہوں تو اوس مرید کو معلوم ہو جاتا ہی ایسی ایسی

الخوارق يحصل لكثير من الشيوخ الذين لا يعلمون الكتاب والسنة ولا يعملون بهما فان

خوارق اکثر مشایخ کو جو کتاب سنت سی ناواقف ہوتی ہیں اور نہ اوسپر عمل کرتی ہیں پیش آتی ہیں کیونکہ

الشيطان كثيرا ما يلعب بالناس ويريهم الاشياء الباطلة في صورة الحق فمن كان بصيرا بحقائق

شیطان بنی آدم سی اکثر ایسی ہی کہیلواریاں کرتا ہی اور باطل کو حق کی صورت میں بنا کر دکہا دیتا ہی پہر جو شخص حقایق ایمان سی

الايمان وخبيرا بشرائع الاسلام يعلم انه من مكر الشيطان ويستعيذ بالله تعالى منه

واقف اور احکام اسلام سی آگاہ ہوتا ہی وہ جانتا ہی کہ یہہ سب شیطان کا مکر ہی اور خدا سی پناہ مانگتا ہی

ومن لم يكن من أهل المعرفة واليقين يغتر به ويكون من الهالكين وأعظم ما يقوي به
اور جو شخص صاحب معرفت و اہل یقین نہیں ہی تو بہک کر ہلاک ہوتا ہی اور جس بات سے یہ شیطانی حالات مضبوط اور
الأحوال الشيطانية سماع الغناء إذ هو سماع المشركين الذين قال الله تعالى في حقهم وما
راسخ ہوجاتی ہیں وہ غنا کا سننا ہی کیونکہ سماع ان مشرکین کا کام ہی جنکی حق میں اللہ تعالی فرماتا ہی اور
كان صلاتهم عند البيت إلا مكاء وتصدية قال ابن عباس وغيره من السلف التصدية
اونکی نماز کچھ نہ تھی کعبہ کی پاس مگر سیٹیاں اور تالی بجانی ابن عباس وغیرہ سلف فرماتی ہیں تصدیہ کی معنی
التصفيق باليد والمكاء الصفير وكان هذا مما اتخذه المشركون عبادة فمن يؤثر سماع
تالی بجانی ہاتھ سی اور مکاء کی معنی سیٹی بجانی یہ عبادت مشرکوں نے کر رکھی ہی پس جو شخص راگ سننا اختیار کرتا
الغناء فهذا من علامة كونه من أولياء الشيطان لا من أولياء الرحمن إذ لم يجتمع النبي
تو یہ نشانی اولیاء شیطان کی ہی اولیاء رحمان کی نہیں کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ
عليه السلام وأصحابه على استماع الغناء قط بل جميع الصحابة والتابعين وسائر أكابر أئمة
وسلم کو و صحابہ کو کبھی سماع سننے کا اتفاق نہیں ہوا بلکہ تمام صحابہ اور تابعین اور تمام اکابر ائمہ
الدين لم يجعلوا هذا طريقا إلى الله تعالى ولم يعدوه من القرب والطاعات بل عدوه من
دین میں سی کسی نی غنا کو طریق اللہ کا نہیں ٹھہرایا اور اسکو قرب اور عبادت میں شمار نہیں کیا بلکہ
البدعة والمنكرات حتى قال ابن مسعود الغناء ينبت النفاق في القلب كما ينبت الماء البقل فمن
بدعت اور گناہوں میں داخل کیا ہی چنانچہ ابن مسعود فرماتا ہی کہ غنا نفاق کو دل کی اندر ایسا اگاتا ہی جیسی پانی ترکاری کو پھر جو شخص
كان من أهل المعرفة التي هي كمال الولاية يعرف أن للشيطان فيه نصيبا وافرا ومن كان من
اہل معرفت کامل ولایت والا ہی وہ جانتا ہی کہ اسمیں شیطان کا بڑا حصہ ہی اور جو شخص
المعرفة أبعد يكون فيه نصيب الشيطان أكثر فإنه بمنزلة الخمر يؤثر في النفوس أكثر من
معرفت سی دور ہی اوسمیں ویسی ہی بڑا حصہ ہی کیونکہ غنا بمنزلہ شراب کی ہی نفوس کی بد شراب سی زیادہ
تأثير الخمر ولهذا إذا قوي سكر أهله ينزل إليهم الشيطان ويتكلم على ألسنة بعضهم ويحمل
اثر کرتا ہی اسیلئی غنا کا سکر جب اہل سماع میں سب ہوجاتی ہیں تو اونپر شیطان اتر پڑتا ہی بعض کی زبان سی بولنی لگتا ہی اور کسیکو
بعضهم في الهواء ويظن الجهال أن هذا من كرامات الأولياء وليس كذلك بل إنما هو من
ہوا میں اوڑاتا پھرتا ہی جاہل سمجھتی ہیں کہ یہ اولیاء کی کرامت ہی یوں نہیں بلکہ شیطانی
الأحوال الشيطانية ولذلك إذا قرئ هناك ما يطرد الشيطان مثل آية الكرسي وغيرها
حالات ہیں اسیلئی اگر اوسوقت وہاں وہ پڑھو جسی شیطان بھاگ جاتا ہی جیسی آیۃ الکرسی وغیرہ
ينصرف عنه ويسقط كما جرى ذلك لغير واحد فإن التوحيد يطرد الشيطان حتى حكي أن بعضهم
تو شیطان بھاگ جاتا ہی اور وہ شخص گر پڑتا ہی چنانچہ بہت لوگوں کو ایسا اتفاق ہوا ہی کیونکہ توحید شیطان کو بھگا دیتی ہی کہتی ہیں کہ ایک شخص کو
حمل في الهواء فقال لا إله إلا الله فسقط فلما كان الخوارق كثيرا ما ينقص بها درجة الرجل كان
اوپر ہوا میں اوٹھا لیا اوسکی زبان سی لا الہ الا اللہ نکلا وہ فورًا گر پڑا اور چونکہ ایسی خوارق سی اکثر درجہ آدمی کا پست ہوجاتا ہی
كثير من الصالحين يفرون منها ويستغفر الله ويتوب إليه كما يستغفر من الذنوب ويتوب
تو اکثر صلحاء اس سی گریز اور اللہ سی ایسی استغفار اور توبہ کرتی ہیں جیسی کوئی گناہ ہوا ہو تو توبہ اور استغفار کرتا ہی

يرجع من ليلته وهو يصير كمن يحضر الجمعة ويصلي بلا وضوء ومنهم من يستغيث بالمخلوق

اور بہت سے ہیں جنکو چلا آتا اوسکا حال ایسا رہا جیسی کوئی جمعہ میں ترجادی پر بغیر وضو پڑھی اور بعضی وہ لوگ ہیں جو مخلوق سے

سواء كان المخلوق حيا او ميتا او مسلما او غير مسلم ويتصور الشيطان بصورته ويقضي

زندہ ہو یا مردہ مسلمان ہو یا کافر مدد مانگتے ہیں پھر شیطان اوسکی صورت بنکر مستغیث کا کام پورا کردیتا ہے

حاجة من يستغيث به فيظن تلك المسلمين انه من استعانه به وليس كما ظن بل انما هو

اس مسلمانوں کو اس شبہ میں ڈالتا ہے کہ یہہ وہ شخص ہے جس سے ہم نے حاجت چاہی تھی اوسکا یہہ خیال باطل ہوتا ہے بلکہ وہ

الشيطان اضله لما اشرك بالله فان الشيطان يضل بني آدم بحسب قدرته فانه اذا عاهم

شیطان گمراہ کرنیوالا ہے جب اوسنے خدا کا شریک پیدا کیا کیونکہ شیطان تو بنی آدم کو جہاں تک ان آدمی راہ سے بہکاتا ہے پھر شیطان کا حاجت اونکی

على مقاصدهم فهو يضرهم اضعاف ما ينفعهم فان من كان منتسبا الى الاسلام اذا استغاث

مقصد پوری کرتا ہے تو بہی زیادہ تر نقصان پہنچا دیتا ہے پھر جو شخص مسلمان ہوکر

بشيخ يحسن به الظن من شيوخ المسلمين يجيئ اليه الشيطان في صورة ذلك الشيخ فان الشيطان

ایسے پیر مسلم معتقد پیر سے فریاد کرتا ہے جو شیطان اوس پیر کی صورت بدل کر اوسکے پاس آتا ہے کیونکہ شیطان تو

كثيرا ما يجيئ على صورة الصالحين ولا يقدر ان يتمثل بصورة رسول رب العلمين ثم ان ذلك

اکثر صلحاء کی صورت بدل لیتا ہے البتہ یہہ قدرت نہیں ہے کہ رسول رب العالمین کی صورت بدل سکے پھر وہ

الشيخ المستغاث به ان كان ممن له علم لا يخبره الشيطان باقوال اصحابه المستغيثين به

پیر جس سے فریاد کی ہے اگر صاحب علم ہوتا ہے تو شیطان اوسے مرید فریاد کرنیوالی کا حال بیان نہیں کرتا

وان كان ممن لا علم له يخبره باقوالهم وينقل اليهم كلامه فيظن اولئك الجهلة ان الشيخ سمع

اور اگر بے علم ہوتا ہے تو اوسے حال کہدیتا ہے اور انکے کلام نقل کرتا ہے وہ جاہل مرید قول سمجھتے ہیں کہ ہماری پیر نے اتنی دور سے

اصواتهم واجابهم مع بعد المسافة وليس كذلك بل انما هو بتوسط الشيطان وقد روى عن

ہماری بات سنکر جواب دیا اور حقیقت میں یہہ سب غلط ہے بلکہ یہہ بواسطہ شیطان کی ہے چنانچہ

بعض المشائخ الذين قد جرى لهم مثل ذلك بصورة المكاشفة والمخاطبة انه قال يرى الي شيئ

بعضی مشائخ سے کہ اونکو ایسا معاملہ مکاشفہ اور مخاطبہ کی صورت میں پیش آیا روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ مجھکو کوئی چیز

مثل الماء او الزجاج ويمثل لي فيه ما يطلب مني من الاخبار فاخبر الناس به وهذا الوجه

جیسی پانی یا شیشہ نظر آتا ہے اوسکی اندر جو چیز مجھی مطلوب ہوتی ہے منقش ہو جاتی ہے سو میں لوگوں کو بتا دیتا ہوں اور اسی طرح

يصل الي كلام من يستغيث بي من اصحابي فاجيبه فيصل اليه جوابي وكثير من هذه

مرید مستغیث کی بات مجھ تک آجاتی ہے اور میں جو جواب دیتا ہوں تو اوس مرید کو معلوم ہو جاتا ہے ایسی ایسی

الخوارق يحصل لكثير من الشيوخ الذين لا يعلمون الكتاب والسنة ولا يعملون بهما فان

خوارق اکثر مشائخ کو جو کتاب وسنت سے ناواقف ہوتی ہیں اور عامل بھی نہیں ہوتے ہیں کیونکہ

الشيطان كثيرا ما يلعب بالناس ويريهم الاشياء الباطلة في صورة الحق فمن كان يبصر حقائق

شیطان بنی آدم سی اکثر ایسی ہی کھیل کیا کرتا ہے اور باطل کو حق کی صورت میں بنا کر دکھا دیتا ہے پھر جو شخص حقائق ایمان سے

الايمان وخبير بشرائع الاسلام يعلم انه من مكر الشيطان ويستعيذ بالله تعالى منه

واقف اور اسلامی احکام سے آگاہ ہوتا ہے وہ جانتا ہے کہ یہہ سب شیطان کا مکر ہے اور خدا سے پناہ مانگتا ہے

ومن لم يكن من اهل المعرفة واليقين يغتر به ويكون من الهالكين واعظم ما يقوى به

الاحوال الشيطانية سماع الغناء اذ هو سماع المشركين الذين قال الله تعالى في حقهم وما

كان صلاتهم عند البيت الا مكاء وتصدية قال ابن عباس وغيره من السلف التصدية

التصفيق باليد والمكاء الصفير وكان هذا مما اتخذه المشركون عبادة فمن يؤثر سماع

الغناء فهذا من علامة كونه من اولياء الشيطان لا من اولياء الرحمن اذ لم يجتمع النبي

عليه السلام واصحابه على استماع الغناء قط بل جميع الصحابة والتابعين وسائر الائمة

الذين لم يجعلوا هذا طريقا الى الله تعالى ولم يعدوه من القرب والطاعات بل عدوه من

البدعة والمنكرات حتى قال ابن مسعود الغناء ينبت النفاق في القلب كما ينبت الماء البقل فمن

كان من اهل المعرفة التي هي كمال الولاية يعرف ان للشيطان فيه نصيبا وافرا ومن كان من

المعرفة ابعد يكون فيه نصيب الشيطان اكثر فانه بمنزلة الخمر يؤثر في النفوس اكثر من

تاثير الخمر ولهذا اذا قوي سكر اهله ينزل اليهم الشيطان ويتكلم على السنة بعضهم ويحمل

بعضهم في الهواء ويظن الجهال ان هذا من كرامات الاولياء وليس كذلك بل انما هو من

الاحوال الشيطانية ولذلك اذا قرئ هنالك ما يطرد الشيطان مثل آية الكرسي وغيرها

صرف عنه فيسقط كما جرى ذلك لغير واحد فان التوحيد يطرد الشيطان حتى حكي ان بعضهم

حمل في الهواء فقال لا اله الا الله فسقط فلما كان الخوارق كثيرا ما ينقص بها درجة الرجل كان

كثير من الصالحين يفر منها ويستغفر الله ويتوب اليه كما يستغفر من الذنوب ويتوب

عنها وقد كان تعرض على بعضهم بسبب زوالها والمشائخ كلهم كانوا ينفرون المريدين السالكين
غاية التنفير من الميل اليها فان السالك القاصد لرؤية الاشياء وحصول الخوارق واقع في
شبكة الشيطان فاللازم له ان يخلص نفسه من الميل اليها اذ لا طائل تحتها بل اذا وقعت
له بلا طلب منه يخاف عليه الاستدراج ولهذا قال بعض الكبار اذا دخل سالك في بستان
وقالت طيور ذلك البستان بالسنة فصيحة السلام عليك يا ولي الله فان لم يتفطن
انه مكر به فقد مكر ولم يشعر وهذا التنفير من المشائخ عندهم انها كرامات تكشفات تعين كونها
من الجن والشياطين وكثير من الناس لا يعرفون انها من الجن والشياطين بل يظنون انها من كرامات الصالحين فيفتنون بها ويكونون
من الخاسرين ولا تعلمون الكرامة الحقيقية انما هو حصول الاستقامة والوصول الى كمالها
ومرجعها الى امرين صحة الايمان بالله تعالى واتباع ما جاء به من رسول ظاهرا وباطنا فالواجب
على العبد ان لا يحرص الا عليهما ولا يكون له همة الا في الوصول اليهما واما الكرامة بمعنى ظهور امر
خارق للعادة فلا عبرة لها اذ هي حيض الرجال وليس من لا يحصل له شيء منها اقل مرتبة ممن يحصل له شيء
بل هو افضل واولى اذ لا احتياج اليها الا من كان ضعيف اليقين فانه اذا حصل له شيء منها يقوى يقينه واما من كان
كامل اليقين فلا يلتفت اليها لاستغنائه عنها ولذلك كانت الخوارق في التابعين اكثر مما كانت
في الصحابة **المجلس الثالث في فضيلة الايمان ومن امن مطلقا** قال رسول الله
صلى الله عليه وسلم ان اهل الجنة يتراءون اهل الغرف من فوقهم كما تتراءون الكوكب الدري
الغابر في الافق من المشرق والمغرب لتفاضل ما بينهم قالوا يا رسول الله تلك منازل الانبياء لا يبلغها

غيرهم

غیرھم قال بلی والذی نفسی بیدہ رجال امنوا باللہ وصدقوا المرسلین ھذا الحدیث من صحاح
فرمایا کہ ہوں نہیں قسم ہی اوس ذات کی جسکی قبضہ میں میری جان ہی وہ لوگ ہیں جو اللہ پر ایمان لائی اور رسولوں کی تصدیق کی یہہ حدیث مصابیح کی صحیح
المصابیح رواہ ابو سعید ومعناہ ان اھل الجنۃ ینظرون الی اصحاب المنازل الرفیعۃ العالیۃ من
حدیثوں میں ہی ابو سعید کی روایت سی مراد یہہ ہی کہ اہل جنت دیکھیں گی بلند مرتبہ والوں کو
فوقھم کما تنظرون انتم الی الکواکب المضیئۃ الباقی فی الافق من جھۃ المشرق او المغرب بعد انتشار
اوپر سی جیسی تم دیکھتی ہو چمکتا ستارہ آسمان کنارہ مشرق یا مغرب میں جب صبح کھل جاتی ہی
الصبح لتراءی درجاتھم علی غیرھم فانہ علیہ الصلوۃ والسلام لما بین مراتبھم بھذا الوجہ قال
بسبب بلندی مرتبہ کی غیروں پر جب رسول صلی اللہ علیہ وسلم نی اونکا ایسا مرتبہ بیان فرمایا
الحاضرون من الصحابۃ یا رسول اللہ تلک الغرف منازل الانبیاء لا یبلغھا غیرھم فاجاب بان
تو صحابہ نی جو وہاں موجود تھی عرض کیا یا رسول اللہ یہہ مراتب انبیاؤں کی ہونگی جنکو اور کوئی نہیں پا سکتا سو جواب دیا
تلک المنازل یبلغھا رجال امنوا باللہ وصدقوا المرسلین لان بلی لایجاب النفی وانما قرنت
یہہ اون لوگوں کی مراتب ہیں جو اللہ پر ایمان لائی اور رسولوں کی تصدیق کی کیونکہ لفظ بلی نفی کو مثبت کردیتا ہی اور قسم اوسکی
بالقسم لاستبعاد السامعین وصول المؤمنین منازل الانبیاء وفیہ اشارۃ الی ان الواصلین
ساتھ فرمائی کہ وہ لوگ بہت بعید جانتی تھی کہ مومنوں کو انبیا کا مرتبہ میسر ہو اور اسمین یہہ اشارہ ہی کہ
الی منازل الانبیاء ھم المؤمنون من ھذہ الامۃ لان تصدیق جمیع الرسل انما وقع منھم لا ممن
انبیا کا رتبہ وہ لوگ پاوینگی جو اس امت کی مومن ہیں کیونکہ تمام انبیا کی تصدیق اسی امت میں پائی جاتی ہی جو
قبلھم وعلم من ھذا ان الایمان باللہ الذی اتصف بہ المؤمنون من ھذہ الامۃ مرکب من
پہلی گذری کسی سی ویسی نہیں ہوی اس سی معلوم ہوا کہ اللہ پر ایمان خواص امت کی مومنین کی صفت ہی
جزئین الاول الایمان باللہ تعالی والثانی الایمان بجمیع الرسل والمراد من الایمان باللہ تعالی العلم
دو جز سی مرکب ہی اول ایمان اللہ پر دوسری ایمان تمام انبیا پر اور اللہ پر ایمان لانی سی مراد ہی کہ یقین کرنا
لوجودہ وقدمہ وکونہ واحدا متصفا بالقدرۃ والارادۃ والعلم والحیوۃ وسائر ما یلیق بہ من
اللہ موجود ہی اور قدیم اور واحد اور قدرت والا اور ارادہ والا اور علیم اور حی اور اور جو صفات اوسکو
الصفات فان العلم بوجودہ تعالی وان کان ثابتا فی فطرۃ بنی ادم من مبدا خلقتھم بمقتضی قولہ تعالی
سزاوار ہیں وہ علم وجود الہی کا اگرچہ بنی آدم کی طبائع میں ابتداء پیدایش سی ثابت ہوتا ہی جیسی مضمون آیت
فطرۃ اللہ التی فطر الناس علیھا لکنہ تعالی قد ارشدھم الی وجودہ بایات منھا قولہ تعالی ان فی خلق
مہر تراش اللہ کی جسپر بنایا لوگوں کو پر لو بھی اللہ تعالی نی اپنی وجود کی طرف کئی آیتوں میں راہ بتائی ہی ایک یہہ تحقیق
السموت والارض واختلاف الیل والنھار لایت وقولہ تعالی افرءیتم ما تمنون ءانتم تخلقونہ ام نحن
آسمانوں اور زمین کا بنانا اور رات اور دن کا بدلی آنا اللہ کی نشانیاں ہیں اور ایک یہہ بھلا دیکھو جو پانی ٹپکاتی ہو اب تم اوسکو بناتی ہو یا ہم
الخالقون وقولہ تعالی افرءیتم ما تحرثون ءانتم تزرعونہ ام نحن الزارعون وقولہ تعالی افرءیتم
بنانیوالی ہیں اور یہہ بھلا دیکھو جو بوتی ہو کیا تم اوسکو کرتی ہو کھیتی یا ہم ہیں کھیتی کرنیوالی اور یہہ بھلا دیکھو تو
الماء الذی تشربون ءانتم انزلتموہ من المزن ام نحن المنزلون وقولہ تعالی افرءیتم النار التی تورون ءانتم انشاتم
پانی جو پیتی ہو کیا تم نی اوتارا اوسکو بادل سی یا ہم ہیں اوتارنیوالی اور یہہ بھلا دیکھو تو جو آگ سلگاتی ہو کیا تمنی اوٹھایا

شجرتها من البساتين وغيرها من الآيات التي تدل على وجوده تعالى فان من يتأمل
اور اسکا درخت وغیرہ اور سوا انکی اور بہت آیتیں ہیں جو وجود الٰہی پر دلالت کرتی ہیں جیسے کہ جو شخص ان آیات کی

مضمون هذه الآيات ويتدبر ويتفكر فيما ذكر فيها من خلق السموات والارض وما فيهما من عجائب المخلوقات
مضمون میں یعنی آسمان اور زمین کی پیدائش اور جو جو اسکی اندر عجیب عجیب مخلوقات میں غور اور تامل کریگا وہ خود بخود یقین کریگا

يضطر الى الحكم بان هذه الامور لا يستغني شيء منها عن صانع يوجده ويدبره وعلى هذا الاعتقاد
کہ یہہ تمام اشیا صانع پیدا کرنیوالے اور مدبر کی محتاج ہیں ایک بھی ان میں سے بے پروا نہیں بلکہ محتاج ہیں کہ صانع اگر ان کا انتظام کرے اور تمام آدم کیا مسلم کیا

جميع الناس كما يدل عليه قوله تعالى ولئن سألتهم من خلق السموات والارض ليقولن الله وانما كفر
یہی اعتقاد رکھتے ہیں چنانچہ اس آیت سے ثابت ہی اور جو تو پوچھے ان سے کس نے بنائے آسمان اور زمین تو کہینگے اللہ ہے

من كفر بالاشراك ولذلك كان شأن الانبياء دعوة الخلق الى التوحيد ليقولوا لا اله الا الله لا
جو لوگ کافر ہوگئے ہیں وہ شرک کی شامت سے ہیں اسیلئے تمام انبیا علیہم السلام توحید کی طرف دعوت کرتے ہیں تاکہ لا اله الا الله کے قائل ہوں

الى ان يقول للعالم اله فان في فطرة الانسان ودلالة آيات القرآن ما يغني عن اقامة البرهان
یہ نہیں سکھاتے تھے کہ یہہ کہو کہ عالم کا معبود ہی سرشت انسانی اور دلالات آیات قرآنی کی وجود الٰہی پر برہان قایم کرنے کی کچھ ضرورت نہیں رکھتی

على وجوده تعالى لكن العلماء بينوا لاثبات وجوده تعالى دليلا عقليا وقالوا الدليل على وجوده تعالى
لیکن علماء نے تو بہی واسطے ثبات وجود الٰہی کی عقلی دلیل بیان کی ہی کہتے ہیں کہ دلیل وجود الٰہی کی یہہ ہی

حدوث العالم فبيان حدوثه انه اعيان واعراض والمراد بالاعيان الاجرام القائمة بذواتها
حدوث عالم کا ہی پہر حدوث اوس معلوم ہوا کہ عالم یا اعیان ہیں یا اعراض اعیان سے مراد اجسام ہیں جو بذات خود قایم ہیں

والمراد بالاعراض الصفات التي لا تقوم بذواتها بل تقوم بالاجرام وتلزمها ولا تنفك عنها وكل منهما
اور اعراض سے مراد صفات ہیں جو اپنی ذات سے آپ قایم نہیں رہ سکتیں بلکہ اجسام کی سہارے سے اور اجسام کو لازم ہیں کبھی الگ نہیں ہوتی اور ہر ایک

حادث اما الاعراض فحدوث بعضها يعلم بالمشاهدة كالحركة بعد السكون والضوء بعد الظلمة
حادث ہیں اعراض میں سے بعضی کا حدوث تو مشاہدہ سے معلوم ہوتا ہی جیسے حرکت بعد سکون کی اور اجالا بعد اندھیری کی

والسواد بعد البياض وحدوث بعضها يعلم بالدليل وهو طريان العدم كما في اضداد ما ذكروا اما الاجرام
اور سیاہی بعد سفیدی کی اور بعضی کا حدوث دلیل سے معلوم ہوتا ہی یعنی عدم کا آجانا جیسے ان مذکورات کی ضدوں پر اور اجسام کی

فدليل حدوثها انها لا تخلو عن الحوادث وكل ما لا يخلو عن الحوادث فهو حادث اما عدم خلوها عن
حدوث کی یہہ دلیل ہی کہ اجسام حوادث سے کبھی خالی نہیں ہوتی اور جو شے حوادث سے خالی نہو تو وہ بہی حادث ہوتی ہی اور اجسام کا حوادث سے خالی نہونا

الحوادث فلانها لا تخلو عن الحركة والسكون وهو ظاهر مدرك بالبديهة والاضطرار فلا يحتاج به
یوں ثابت ہی کہ اجسام حرکت اور سکون سے خالی نہیں ہوتی اتنا تو ظاہر ہی خود بخود معلوم ہوتا ہی اوسمیں کچھ تکرار اور تامل کی حاجت نہیں

الى تأمل وافتكار فان من عقل جسما لا ساكنا ولا متحركا كان عن نهج العقل ناكبا ولمتن الجهل راكبا
کیونکہ جو شخص ایسا جسم خیال کرے کہ نہ متحرک ہو نہ ساکن تو وہ شخص عقل کی رستہ سے گمراہ ہی اور جہالت کی پشت پر سوار

والحركة والسكون حادثان يدل على حدوثهما تعاقبهما وانقضاء كل منهما عند وجود الآخر وذلك
اور حرکت اور سکون دونو حادث ہیں کہ حدوث پر انکا آگے پیچھے پیدا ہونا دلالت کرتا ہی اور جب ایک پیدا ہوتا ہی تو دوسرا فنا ہو جاتا ہی

مشاهد في بعض الاجرام وما لم يشاهد فيه ذلك فما من ساكن الا والعقل يقتضي تجويز حركته وما من
یعنی حرکت سے سکون اور سکون سے حرکت ظاہر ہوتی ہی یہہ حال بعضی اجسام میں تو مشاہدہ ہوتا ہی اور جہاں نہیں ہی تو یہہ کہہ سکتے ہیں کہ ہر ساکن باعتبار تجویز عقل کی متحرک ہو

متحرك الا والعقل يقتضي بجواز سكونه والطارئ منهما حادث بطريانه والسابق حادث اذ لو كان

اور ہر متحرک کا عصا یتجویز عقل کی ساکن ہو سکتا ہی اب تو سیدا ہو حادث سی کیونکہ اب سدا ہوا اور موجود سابق بھی حادث ہی کیونکہ اگر

قديما لاستحال عدمه واما كون ما لا يخلو عن الحوادث حادثا فلانه لو لم يكن حادثا لكان قديما

قدیم ہوتا تو اوسپر عدم ہرگز نہ آتا اور جو سی حوادث سی خالی نہو اوسکی حدوث کی یہ دلیل ہی کہ اگر وہ حادث نہوگا تو بیشک قدیم

ثابتا في الازل فيلزم ثبوت الحادث في الازل وهو محال اذ يلزم ان تكون قبل كل حادث حوادث مرتبة

اور ازل میں ثابت ہوگا اس سی لازم آتا ہی کہ حادث یعنی حرکت اور سکون ازل میں ثابت ہو اور یہ امر محال ہی کیونکہ اس سی یہ لازم آتا ہی کہ ہر حادث سی پہلی بی انتہا حوادث

لا اول لها كما تقول الفلاسفة في حركات الافلاك واشخاص الحيوانات وغيرها فانهم ومن تبعهم

جسکا ابتدا نہ یا حادث موجود ہوں جیسی فلاسفہ حرکات فلک اور اشخاص حیوانات وغیرہ میں قائل ہوئی ہیں فلاسفہ اور جو ان کی مسلمان

ممن ينسب نفسه الى الاسلام وليس له منه نصيب قالوا ان العالم العلوي قديم بذاته وصفاته

اونکی تابع ہیں اور اسلام سی بی نصیب وہ کہتی ہیں کہ عالم سماوی اپنی ذات اور صفات میں

الا الحركات فانها حادثة باشخاصها وقديمة بانواعها فما من حركة الا وقبلها حركة لا الى اول واما العالم

سوا حرکات کی قدیم ہی حرکات جزئی البتہ حادث ہیں اور کلی قدیم ہیں یعنی ہر حرکت سی پہلی حرکت ہی بی انتہا اور عالم

السفلي الذي هو عالم الكون والفساد وهو ما تحت فلك القمر فقالوا ان هيولاه قديمة وكل ما فيه من

سفلی کہ عالم کون اور فساد کہلاتا ہی اور فلک قمر کی نیچی ہی سو انہیں یہ کہتی ہیں کہ اسکا مادہ اور اصل قدیم ہی اور اسکی

الصور والاعراض حادثة باشخاصها وقديمة بانواعها فلا ولد الا من والد ولا بيضة الا من دجاجة

صور اور اعراض جزئی سب حادث ہیں اور کلی نوعی قدیم ہیں پس جو لڑکا ہی سو باپ سی ہی اور جو انڈا ہی سو مرغی سی ہی

ولا دجاجة الا من بيضة ولا زرع الا من بزر وهكذا الى غير النهاية فيلزم على قولهم ان توجد حوادث

اور جو مرغی ہی سو انڈی سی ہی اور جو کھیت ہی سو بیج سی ہی اسی ہی غیر نہایت تک اب اونکی قول کی موافق یہ لازم آتا ہی کہ ایسی حوادث موجود

لا اول لها اذ ما من حادث على قولهم الا وقبله حادث لا الى اول وعلى تقدير وجود حوادث لا اول لها

جسکا ابتدا نہو کیونکہ انکی موافق ہر حادث سی پہلی حادث ہوگا جسکا ابتدا نہ ملی اور جب حوادث غیر متناہی ہوئی

يلزم ان تكون قبل كل حادث من حركات الافلاك واشخاص الحيوانات وغيرها حوادث مرتبة

تو ہر ہر حرکت فلکی سی اور ہر ہر حیوان وغیرہ سی پہلی حوادث غیر متناہی ترتیب سی موجود ہونگی جسکا

لا اول لها فما لم ينقض تلك الحوادث بجملتها لاستحال انتهاؤها الى وجود الحادث الحاضر لان الحركة

ابتدا نہیں پس جب تک تمام حوادث بالکل نگذر چکیں گی تو حادث حاضر حال کی وجود کی نوبت نہ آویگی اسواسطی کہ حرکت

الموجودة وجودها مشروط بانقضاء ما قبلها وكذلك الحركة التي قبلها وجودها مشروط بمثل ذلك

موجودہ مثلا آج کی جب ہو سکتی ہی کہ اوس سی پہلی کی تمام حرکتیں گذر لیں اور ایسی وہ حرکت جو اوس سی پہلی کی ہی یعنی کل کی جب ہو سکتی ہی کہ اوس سی پہلی کی سب گذر لیں

وهلم جرا وانقضاء ما لا اول له محال بيانه انك اذا لاحظت الحادث الحاضر ثم انتقلت الى ما قبله

اور اسیطرح ہر ہر حرکت اور تمام ہو جسکا غیر متناہی کا محال ہی تفصیل یہ ہی جب تو حادث حاضر کو غور کری پھر اوسکی ما قبل کو

ولاحظته وهلم جرا على الترتيب لا يفضي الى نهاية حتى يجد طريقا الى وجود الحادث الحاضر فيلزم ان

لحاظ کری اور اسیطرح اوس سی پہلی کو ترتیب وار تو ایسی نہایت نہ ملیگی کہ کوئی طور حادث حاضر کی وجود کا ہووی اس سی لازم آتا ہی

يكون وجود الحادث الحاضر محالا لكن وجود الحادث الحاضر ثابت فبطل وجود حوادث لا اول لها

کہ حادث حاضر کا وجود محال ہی لیکن حادث حاضر کا وجود تو ثابت ہی پس وجود حوادث غیر متناہی کا باطل ہی

فاذا بطل وجود حوادث لا اول لها یبطل کون ما لا یخلو عن الحوادث قدیما ثابتا فی الازل فاذا بطل کونه
پھر جب وجود حوادث غیر متناہی کا باطل ہوا تو اون اشیاء کا جو حوادث سے خالی نہیں ہیں قدیم اور ازلی ہونا بھی باطل ہے پھر جب اون اشیاء کا

قدیما ثابتا فی الازل یثبت کونه حادثا فاذا ثبت کونه حادثا ثبت کون العالم بجمیع اجزائه من
قدیم اور ازلی ہونا باطل ہوا تو حادث ہونا ثابت ہوا پھر جب وہ حادث ہوئی تو یہ ثابت ہوا کہ عالم کی تمام اجزاء

السموات وما فیها ومن الارض وما علیها حادثا محتاجا الی محدث یخرجه من العدم الی الوجود وذلك
آسمان اور جو چیز اوسکی اندر ہے اور زمین اور جو چیز اوسکی اوپر ہے سب حادث اور پیدا کرنیوالی کی محتاج ہیں کہ نیست سے موجود کرے اور وہ

المحدث یلزم ان یکون قدیما واحدا متصفا بالقدرة والارادة والعلم والحیوة لانه لو لم یکن قدیما
پیدا کرنیوالا ضرور ہے کہ قدیم واحد قدیر صاحب ارادہ علم والا حی ہو اس لئے کہ اگر قدیم نہووی

بل کان حادثا لکان محتاجا الی محدث فیلزم الدور او التسلسل الذی هو وجود حوادث لا اول لها
بلکہ حادث ہو تو وہ اپنی محدث کا محتاج ہوگا پھر دور لازم آویگا یا تسلسل کہ وہ وجود حوادث غیر متناہی کا ہے

وکلاهما محالان ولو لم یکن واحدا بل کان اکثر من واحد لوقع بینهما التمانع المقتضی لعدم وجود العالم
اور یہ دونو محال ہیں اور اگر واحد نہووے بلکہ ایک سے زیادہ کئی ہوں تو اونمیں جھگڑا اور روک ٹوک واقع ہوگی جسسے وجود عالم کا معدوم ہے

ولو لم یکن متصفا بالقدرة والارادة والعلم والحیوة لکان عاجزا عن ایجاد شیء من العالم لان
اور اگر قدیر اور صاحب ارادہ اور علیم اور حی نہو تو بیشک عالم کی پیدا کرنے میں عاجز ہووےگا کیونکہ

الایجاد اثر القدرة وتاثیر القدرة فی شیء من الاشیاء یقتضی ارادة ذلك الشیء وارادة ذلك الشیء یقتضی
ایجاد قدرت کا اثر ہوتا ہے اور قدرت کا اثر کسی شی میں جب ہوتا ہے تب اوسکا ارادہ کرے اور ارادہ اوس شی کا

العلم به لان القصد الی ایجاد شیء مع عدم العلم به محال والاتصاف بهذه الصفات الثلثة یقتضی
اوسکی علم پر موقوف ہے کیونکہ ایجاد کرنا کسی شی کا بغیر جانے بوجھے محال ہے اور یہہ تینوں صفات بدون حیات کی نہیں ہو سکتیں

الحیوة لکونها شرطا فیها فعلی هذا یکون وجود العالم بل وجود کل ذرة من ذراته دلیلا قاطعا علی وجوده تعالی
اسلئے کہ حیات اسمیں شرط ہے اس بیان کی موافق عالم کا وجود بلکہ ہر ذرہ کا وجود یقینی دلیل ہے وجود اوسکی

وکونه قدیما واحدا متصفا بهذه الصفات الاربع ولهذا کان بعض اهل النظر یقولون استدلالا
اور قدم اور وحدت پر کہ ان چاروں صفات سے موصوف ہے اسیلئے بعضے اہل نظر اثر سے مؤثر پر استدلال کر کر

بالاثر علی المؤثر ما رأینا شیئا الا ورأینا الله بعده فان کل ذرة من ذرات الکائنات من حیث حدوثها
یہہ کہتے ہیں کہ ہمنے جب کسی چیز کو دیکھا فوراً اوسکی بعد اللہ کو دیکھا کیونکہ ہر ہر ذرہ کائنات کا باعتبار حدوث کی

وافتقارها الی من یوجدها لا تزال تتکلم بکلام لا حرف فیه ولا صوت ان لها موجدا قدیما واحدا
موجد کا محتاج ہوکر ہمیشہ زبان حال سے جسمیں نہ حرف ہے اور نہ آواز یہہ کہتا ہے کہ میرا موجد ہے قدیم واحد

متصفا بالقدرة والارادة والعلم والحیوة وسائر ما یلیق به من الصفات یسمع کلامها السامعون
قدرت والا ارادہ والا علیم حی تمام سزاوار صفات والا یہ کلام سب سماعت والے سمجھتے ہیں

ولا یسمعه الذین هم عن السمع لمعزولون والمراد من السمع الباطن الذی یسمع به کلام لیس بحرف ولا
اور وہ نہیں سنتے جو سمجھ سے بیکار ہیں اور سماعت سے مراد باطنی سماعت ہے جسسے وہ کلام سنی جاتی ہے جسمیں نہ حرف ہوا اور نہ

صوت ولا عربی ولا عجمی لا السمع الظاهر الذی لا یسمع غیر الاصوات وتتشارك فیه البهائم الانسان
آواز نہ عربی ہو نہ عجمی ظاہری سماعت مراد نہیں ہے جسسے سواء آواز کی کچھ نہیں معلوم ہوتا اور اسمیں بہایم بھی انسان کی شریک ہیں

اذ

اذ لا قدر يشترك فيه البهائم الانسان والحاصل ان المكلف لا يعرف من صفاته تعالى بالعقل الا
اسلیے کہ اوس چیز کو کہ اوس میں شریک ہیں بہائم اور انسان یکساں ہوں حاصل یہ ہے کہ انسان مکلف عقل سے صفات الٰہی میں سے وہ ہی دریافت کر سکتا ہے
ما دل عليه افعاله وما لم يدل عليه افعاله كالسمع والبصر والكلام فقد يستدل على ثبوتها له تعالى
جس پر کہ افعال دلالت کرتے ہیں اور جن صفات پر افعال دلالت نہیں کرتے جیسے سمع اور بصر اور کلام ایسی صفات
تارة بالعقل وتارة بالنقل اما وجه الاستدلال على ثبوتها له تعالى بالعقل فهو انها صفات كمال واضدادها
کبھی دلیل عقلی سے ثابت کرتے ہیں اور کبھی دلیل نقلی سے دلیل عقلی اون صفات کی ثبوت کی تو یہ ہے کہ یہ یعنی سمع و بصر و کلام کمال کی صفتیں ہیں اور انکی
صفات نقصان واتصافه تعالى بصفات الكمال وعدم اتصافه بصفات النقصان واجب فوجب
نقصان کی صفتیں ہیں اور اللہ تعالی کا صفات کمال سے موصوف ہونا اور صفات نقصان سے بری ہونا واجب ہے پس
اتصافه تعالى بتلك الصفات واما وجه الاستدلال على ثبوتها له تعالى بالنقل فهو ان الشرع قد
اس کا موصوف ہونا اللہ تعالی کا ان صفات سے واجب ہوا اور استدلال نقلی انکی ثبوت پر یہ ہے کہ شرع یعنی کتاب و سنت
ورد بثبوتها له تعالى فوجب القطع بثبوتها له تعالى ودليل النقل في هذه المسئلة اولى من دليل العقل
انکی ثبوت پر ناطق ہے سو ان کا ثابت ماننا واجب ہوا اور اس باب میں نقلی دلیل عقلی دلیل سے بہتر ہے
لان تلك الصفات لا تتوقف عليها افعاله تعالى حتى يستدل بها على ثبوتها له تعالى وذاته تعالى
کیونکہ ان صفات پر افعال الٰہی موقوف نہیں ہیں تاکہ افعال سے ان صفات کی ثبوت پر استدلال کیا جاوے اور اللہ کی ذات
لم يكن معلوما لاحد حتى يعلم انها في حقه تعالى كمال يجب اتصافه بها بحيث لو لم يتصف بها يلزم
کسیکو معلوم نہیں ہے تاکہ یہ معلوم ہووے کہ یہ صفات اوسکی حق میں صفات کمال ہیں انکا موصوف ہونا ضروری ہے نہیں تو
ان يتصف باضدادها وما ذكر من كونها كمالا انما هو بالنسبة الينا ولا يلزم من كون الشيء بالنسبة
انکی ضدیں لازم آوینگی اور یہ جو کہتے ہیں کہ یہ صفات کمال ہیں تو کمال البتہ ہماری حق میں ہیں اور ہماری حق میں کمال ہونے سے کیا ضرور ہے کہ
الينا كمالا ان يكون كمالا في حقه تعالى الا ترى ان اللذة والالم مع كونهما كمالا بالنسبة الينا ممتنعان
وہ صفات الٰہی کی بھی کمال ہو کیا انکو معلوم نہیں کہ لذت اور الم ہماری حق میں کمال ہیں اور اللہ تعالی کی نسبت ممتنع ہیں
على الله تعالى لكونهما من عوارض الاجسام فعلى هذا يلزم في اثبات تلك الصفات له تعالى التمسك
کیونکہ یہ اجسام کی اوصاف میں اس بنا کی موافق لازم ہے کہ ان صفات کی ثابت کرنے میں دستاویز
بالنقل عن الانبياء الذين ثبتت نبوة كل واحد منهم بالمعجزة القائمة مقام قوله تعالى صدق عبدي
انبیاء علیہم السلام سے نقل کیجاوے جنکی نبوت ایسی معجزہ سے ثابت ہے جو قائم مقام اس ارشاد الٰہی کی ہو کہ میرا بندہ
في كل ما يبلغ عني سواء كان تبليغه بقوله او فعله او سكوته لان المعجزة تصديق فعلي من الله تعالى
جو میری طرف سے احکام پہنچاتا ہے سب سچ ہیں برابر ہے کہ وہ تبلیغ قولی ہو یا فعلی ہو یا سکوت سے ہو کیونکہ معجزہ اللہ تعالی کی طرف سے
لرسوله لكونها فعلا من افعاله خارقا للعادة منزلا منزلة صريح القول في تصديق رسوله في دعوى
رسول کی حق میں فعلی تصدیق ہے اسلیے کہ معجزہ کوئی فعل عادت کی خلاف ہوتا ہے گویا صاف اور صریح رسالت کی دعوی میں رسول کی
الرسالة فانه تعالى لما خلق امرا خارقا للعادة على يده عند ادعائه الرسالة صار كانه قال صدق
تصدیق کرتا ہے کیونکہ اللہ تعالی نے جب کوئی امر خارق رسول کی ہاتھ پر بروقت دعوی رسالت کی پیدا کیا تو یہہ ایسا ہی کہ فرمادیا
رسولي في كل ما يبلغ عني سواء كان تبليغه بقوله او فعله او سكوته قال العلماء مثال ذلك ان رجلا
میرا رسول سچا ہے ہر ایک طرح سے جو بیان کرے برابر ہے کہ وہ تبلیغ قولی ہو یا فعلی ہو یا سکوت سے ہو علماء نے اسکی یہ مثال بیان کی ہے جیسے کوئی شخص

اذ دخل فی مجلس ملک بحضور جماعة وقال انا رسول هذا الملک بعثنی الیکم بکذا وکذا من تکالیف
[illegible] کہ میں بادشاہ کا قاصد ہوں مجھکو تمہاری طرف [illegible] حکم دیکر بھیجا ہے
فطالبوه بالحجة تدل علی صدقه فقال اية صدقی انی اطلب من الملک ان یخالف عادته ویقوم
[illegible] سچائی پر دلیل [illegible] کہ میری سچائی کی یہ نشانی ہے کہ میں بادشاہ سے کہتا ہوں کہ اپنی عادت کے خلاف
من مقامه ویقعد ثلث مرات ففعل الملک ذلک بطلبه فلاریب ان ذلک الفعل من الملک
اپنی جگہ سے تین بار کھڑا ہو اور بیٹھ جائے پھر بادشاہ نے اسکی کہنے سے وہی کیا تو بیشک بادشاہ کی یہ حرکت ایسی ہے
قائم مقام قوله صدق هذا الرجل فی کل ما یبلغ عنی ومفید للعلم الضروری بصدقه لمن شاهد
جیسے زبان سے کہدیا کہ یہ شخص سچ کہتا ہے میری طرف سے جو حکم بیان کرے اور بادشاہ کی یہ کام مشاہدہ کیا تو اسکو ایسا یقینی علم
ذلک الفعل من الملک ولمن لم یشاهده بل وصل الیه خبره بالتواتر ولاشک ان هذا المثال مطابق
حاصل ہو [illegible] جسکو دیکھنے کا اتفاق نہیں ہوا بلکہ اوسکو بہت آدمیوں سے بالتواتر یہ حال سنا اور بیشک یہ مثال
لحال الرسل علیهم الصلوة والسلام فی افادة معجزتهم العلم الضروری بصدقهم لمن شاهدها ولمن
انبیاء علیهم الصلوة والسلام کے حال سے مطابق ہے کہ اونکی معجزہ سے بھی دیکھنے والوں کو اور
لم یشاهدها بل وصل الیه خبرها بالتواتر اذا عرفت هذا فاعلم ان کل من آمن بالله وصدق المرسلین
تواتر سے سننے والوں کو علم بدیہی یقینی حاصل ہوتا ہے جب تم یہ سمجھ چکے تو یاد رکھو کہ جو شخص اللہ پر ایمان لاکر اور نبیوں کی تصدیق کرکر
اذا اراد ان یکون من اهل الغرف لابد له ان یشتغل بالطاعات ویحترز عن السیئات لان الایمان وحده
یہ ارادہ کرے کہ اہل غرف میں داخل ہو تو اسکو ضروری ہے کہ عبادت میں مشغول اور ممنوعات سے بچا رہے اسلئے کہ صرف ایمان
وان کان ینجیه من العذاب المؤبد لکن لا یکفیه فی الفوز بالدرجات بل لابد له من ضم العمل
اگرچہ دائمی عذاب سے نجات دیگا پر حصول درجات کی لئے کافی نہیں ہے بلکہ اوسکی ساتھ نیک اعمال بھی چاہییں
الصالح الیه کما یدل علیه ایات القران من جملتها قوله تعالی وما اموالکم ولا اولادکم بالتی تقربکم
چنانچہ کئی آیات قرآنی سے معلوم ہوتا ہے منجملہ اونکی ایک یہہ آیت ہے اور تمہاری مال اور تمہاری اولاد ایسی نہیں کہ نزدیک کردی
عندنا زلفی الا من آمن وعمل صالحا فاولئک لهم جزاء الضعف بما عملوا وهم فی الغرفات آمنون ودلت الایة
ہماری پاس تمہارا درجہ مگر جو کوئی یقین لایا اور بھلا کام کیا سو انکو ہی بدلا دونا اونکی کئی پر اور وہ جھروکوں میں بیٹھی ہیں خاطر جمع سی آیت کا مضمون
علی ان العمل الصالح لکونه اقبالا علی الله تعالی واشتغالا بطاعته یقرب العبد الی الله تعالی واما الاموال
کہ عمل صالح کہ اللہ کی طرف متوجہ ہونا اور اوسکی طاعت کا شغل ہے بندہ کو اللہ تعالی سی نزدیک کردیتا ہے رہی مال
والاولاد فلکون کل منهما یشتغل الانسان عن الله تعالی لا یقرب احدا الی الله تعالی الا المؤمنین
اور اولاد کہ انسان کو اللہ تعالی سی غافل کرتی ہیں کسیکو خدا سی نزدیک نہیں کرتی مگر صلحاء مومنین کی
الصالحین الذین ینفقون اموالهم فی سبیل الله ویعلمون اولادهم الخیر ویربونهم علی الصلاح فانهم
جو اپنا مال خدا کی رستہ میں خرچ کرتی ہیں اور اپنی اولاد کو نیک عمل سکھاتی ہیں اور نیک اطوار پر پرورش کرتی ہیں ایسی لوگ کہ
باتصافهم بما ذکر یکون لهم جزاء الضعف بان یضاعف حسناتهم ویکون الواحدة عشر امثالها وهم فی غرفات
جو ان اوصاف سی موصوف ہیں دونا ثواب ہے اسطور کہ اونکی حسنات بڑہتی ہیں ایک سی دس گونہ ہوتی ہیں [illegible]
الجنة آمنون من جمیع المکاره بما عملوا من الصلحت یسرنا الله تعالی بلطفه وکرمه

المجلس الرابع

اعمال صالحہ کی سبب [illegible] میں تمام مکروہات سی بچی رہینگی الٰہی اپنی لطف وکرم سی ہمپر آسان کر چوتھی مجلس

ق

في لزوم محبة النبي صلى الله عليه وسلم زيادة من والده وولده

سے صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت زیادہ تر لازم کرنیمیں باپ اور اولاد

والناس اجمعين قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا يؤمن احدكم حتى اكون احب اليه

اور تمام لوگوں سے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مؤمن نہیں ہووےگا کوئی تم میں سے جبتک کہ ہوں میں اوسکو عزیز تر

من والده وولده والناس اجمعين هذا الحديث من صحاح المصابيح رواه انس وليس المراد بالحب هٰهنا

اوسکے باپ اور اولاد اور تمام لوگوں سے یہہ حدیث مصابیح کی صحیح حدیثوں میں ہے انس کا روایت ہے اور محبت سے مراد اسجگہہ

الحب الطبعي التابع للشهوات النفسانية لانه خارج عن حد الاختيار فلا يؤاخذ به الانسان

محبت طبعی نہیں ہے جو شہوت نفسانی کی تابع ہوا کرتی ہے کیونکہ یہہ محبت اختیاری نہیں ہوتی سو اس اختیاری میں انسان کی کچھہ پکڑ نہیں ہے

لقوله تعالى لا يكلف الله نفسا الا وسعها بل المراد به الحب العقلي الاختياري الذي هو ايثار ما يقتضي

خدا فرماتا ہے تکلیف نہیں دیتا اللہ کسیکو مگر جسقدر اوس سے ہو سکے بلکہ عقلی اختیاری محبت مراد ہے یعنی اختیار کرنا اوس امر کا جسکو

العقل رجحانه ويستدعي اختياره وان كان على خلاف الطبع الا ترى ان المريض يكره الدواء المر ينفر

عقل غالب سمجھے اور اوسکی اختیار کو پسند کرے اگرچہ طبیعت کی برخلاف ہو تو جانتا نہیں کہ بیمار کو کڑوی دوا سے نفرت ہوتی ہے

عنه طبعه ومع ذلك يميل اليه باختياره ويقصد تناوله بمقتضى عقله لعلمه وظنه ان صحته

اور اوسکی طبیعت گھبرا گئی ہے پھر بھی باختیار خود اسی عقل سے یہہ سمجھ کر کہ میری صحت اسیمیں ہے خواہش کر کر پیتا ہے

فيه وكذلك المؤمن اذا علم ان الرسول لا يامر ولا ينهى الا بما فيه صلاحه في الدنيا والاخرة

اسی میں ہے مؤمن مسلمان جب یہہ حال کہتا ہے کہ رسول وہی فرماتا ہے جسمیں دین دنیا کی بھلائی ہے

يرجح جانب الرسول على جميع الناس فيمتثل امره ويجتنب نهيه وهذا مما لا يحصل الايمان الا به

پھر جواہ تمام لوگوں پر رسول کی جانب غالب رکھہ کر اوسکے امر کی اطاعت اور نہی سے پرہیز کرتا ہے اور یہہ تو ایسا امر ہے کہ جس بغیر ایمان ثابت نہیں ہوتا

لان الايمان وان كان في اللغة بمعنى التصديق مطلقا لكنه في الشريعة بمعنى التصديق مقيدا

اس لئے کہ ایمان اگرچہ لغت میں مطلق تصدیق کو کہتے ہیں پر شرع میں مطلق تصدیق نہیں ہے

بامر مخصوص وهو تصديق الرسول في جميع ما علم ضرورة انه من دينه عليه الصلوة والسلام

بلکہ خاص تصدیق ہے یعنی رسول کی تصدیق تمام دین ضروریات میں

والمعتبر في التصديق اليقين واليقين لفظ مشترك يطلق على المعنيين احدهما عدم الشك فكل علم

اور تصدیق میں یقین معتبر ہے اور یقین مشترک لفظ ہے اسکے دو معنی ہیں ایک تو شک نہونا سو جو علم

لم يكن فيه شك فهو يقين وعلى هذا المعنى لا يوصف اليقين بالقوة والضعف لعدم التفاوت

مشکوک نہو وہ یقینی ہوتا ہے اس اعتبار سے یقین قوی اور ضعیف نہیں ہوتا کیونکہ شک کی نفی میں کچھہ تفاوت نہیں

في نفي الشك فمن كان في قلبه مثقال ذرة من الشك في شيء مما علم ضرورة انه من دينه عليه السلام

ہے پھر جس شخص کے دل میں ذرہ بھر بھی شک ہو دین کے بنسبت دین ضروریات کی

لا يكون مؤمنا البتة بل لا بد فيه من يقين هذا المعنى ليحصل له المحبة للنبي صلى الله عليه وسلم

وہ ہرگز مؤمن نہیں بلکہ ان ضروریات کا یقین ہونا ضرور چاہیے تاکہ اوسکو نبی کی محبت حاصل ہووے

ويمتثل امره ويجتنب نهيه لكن قد يجعل الظن الغالب الذي لا يخطر معه احتمال النقيض

اور اوسکے امر کی اطاعت اور نہی سے پرہیز کرے لیکن بعضی وقت ایسے ظن غالب کو بھی جسکے ساتھہ احتمال نقیض کا دل میں نہ آوے

بالبال فی حکم الیقین فی کونه ایمانا حقیقیا فان ایمان اکثر العوام من هذا القبیل وتحقیقه علی
قایم مقام یقین کا ہو کر حقیقی ایمان کا حکم دیتی ہے کیونکہ اکثر عوام کا ایمان ایسا ہی ہوتا ہے اور اس مقام کی تحقیق

ماذکره الامام الغزالی فی الاحیاء ان میل النفس الی التصدیق له اربع مقامات الاول استواء
موافق بیان امام غزالی کی احیا میں یہہ ہے کہ نفس کا میلان تصدیق میں چار درجہ پر ہوتا ہے اول یہہ کہ

الطرفین عندک کما اذا سألت عن شخص مجهول الحال عندک هل یعاقب فی الآخرة ام لا
تیری رای میں دونوں جانب برابر ہوں جیسے کسی شخص کا حال جسکو تو نہیں جانتا تجھسے پوچھیں کہ اوسکو آخرت میں عذاب ہوگا یا نہیں

فانک لا تمیل الی الحکم علیه بشیء من نفی او اثبات بل یستوی عندک امکان الامرین ویعبر
اب تو یقینے کچھ نہیں کہہ سکتا نہ انکار اور نہ اثبات بلکہ تیرے نزدیک دونوں امر ممکن ہیں ایسی حالت کو

عنه بالشک والثانی رجحان احد الامرین عندک مع الشعور بامکان نقیضه امکانا لا یمنع
شک کہتے ہیں دوسرا درجہ یہہ ہے کہ تیری رای میں ایک جانب کا غلبہ ہو برابر اوسکی ساتھہ دوسری جانب بھی ایسی ممکن معلوم ہوتی ہے کہ جانب

ترجیح الاول کما اذا سئلت عن شخص تعرفه بالصلاح انه ان مات علی هذا الحال هل یعاقب
اول کا غلبہ فوت ہو جاوے جیسے تجھسے ایسے شخص کا حال پوچھیں جسکو تو پرہیزگار جانتا ہے کہ اگر یہہ شخص اسی حال پر موا تو کیا اسکو آخرت میں عذاب ہوگا

فی الآخرة ام لا فانک تمیل الی انه لا یعاقب اکثر من میلک الی عقابه لظهور علامات صلاحه
یا نہیں اب تیری رای ثواب کی طرف زیادہ ہوگی بہ نسبت عذاب کی کیونکہ تیری نزدیک اوس میں صلاح کی نشانیاں ظاہر ہیں

عندک ومع هذا یجوز اختفاء امر موجب للعقاب فی باطنه وهذا التجویز غیر دافع لرجحانه و
تو بھی یہہ ممکن ہوتا ہی کہ کوئی بات اسکی دل میں ایسی پوشیدہ ہو جس سے عذاب ہو جاوے لیکن یہہ شبہہ اوسکی غلبہ کو نہیں اوٹھاتا

یسمی جانب الراجح ظنا وجانب المرجوح وهما والثالث میلک الی الحکم بشیء بحیث یغلب علیک
اسی وقت جانب غالب کو ظن کہتی ہیں اور جانب مغلوب کو وہم تیسرا درجہ یہہ ہی کہ تجھکو کسی شی کا ایسا یقین حاصل ہو کہ اوسکی نقیض

ذلک الحکم ولا یخطر ببالک نقیضه ولو خطر لتابیت عن قبوله لکن لیس ذلک الحکم عن معرفة
تیری دلمیں ہرگز نہ آوی اور اگر نقیض کا خیال آوی بھی تو اوسکو نہ مانی لیکن یہہ یقین معرفت حقیقی سی نہ ہو

محققة بل عن مجرد السماع ویسمی هذا اعتقادا مقارنا للیقین وهو اعتقاد العوام فی الشرعیات
بلکہ صرف سنی سنائی سی پیدا ہوا ہو اس طرح کی حالت اعتقاد مقارن للیقین کہلاتی ہی یعنی یقین سی ملا ہوا عوام کا اعتقاد تمام شرعیات میں

کلها اذ رسخ فی نفوسهم بمجرد السماع حتی ان کل حدیثی بصحة مذهبه واصابة امامه ولو
ایسا ہی ہوتا ہی جب کہ کسی سننی اونکی دلمیں بیٹھہ جاتا ہی چنانچہ ہر ایک شخص اپنے مذہب کی صحت اور اپنی امام کا صواب پر ہونا یقینی جانتا ہی

ذکر له امکان خطأ امامه ینفر عن قبوله لکنه لو احسن التامل لا تسعث نفسه الی قبوله والرابع
کوئی کہی کہ امام سی بھی غلطی ہو سکتی ہی تو الگ بھاگ جاوی کبھی نہ مانی لیکن اگر وہ خوب سوچ بچار کریں تو البتہ اسکا احتمال قبول کر سکتا ہی چوتھا درجہ یہہ ہی

میلک الی الحکم بشیء علی طریق الجزم الذی لا یوجد معه الشک ولا یتصور فیه التشکیک فکل
کہ تو کسی شی کا ایسا یقین بالجزم کری کہ اصلا اوسکی ساتھہ شک باقی اور کسیکی شک دلانی کا بھی تصور نہ ہو پس جو

علم کان علی هذا الوجه یسمی یقینا لان شرط اطلاق اسم الیقین علی العلم عدم الشک فکل علم
علم اس درجہ کا ہوتا ہی اوسکو یقین کہتی ہیں کیونکہ یقینی کہنی کی یہی شرط ہی کہ شک اصلا نہ ہو پس جس علم میں

انتفی عنه الشک فهو یقین سواء حصل بالحس کالعلم بوجود الاشیاء المحسوسة او بغریزة العقل
شک نہ ہوگا وہی یقین ہی برابر ہی کہ بواسطہ حس کی حاصل ہوا ہو جیسی علم اشیاء محسوسہ کی وجود کا یا بواسطہ طبیعت عقلی کی

كالعلم باستحالة حدوث حادث بلا سبب او بالتواتر كالعلم بوجود مكة او بالتجربة كالعلم بكون
جیسی علم محال ہونا وجود حادث کا بدون محدث کی یا تواتر سی جیسی علم وجود مکہ شریف کا یا بار بار آزمانے سی جیسی علم
المطبوخ مسهلا او بالدليل كالعلم بوجود شيء قديم كما اذا قيل لك هل في الوجود شيء قديم لا يمكنك
مطبوخ کی دست آور ہونیکا یا دلیل سی جیسی علم ایک ذات قدیم کی موجود ہونیکا چنانچہ اگر تجھسی پوچھیں کیا کوئی ذات قدیم موجود ہی تو تجھسی فوراً حکم کردینا
الحكم به بداهة لان القديم ليس محسوسا كالشمس والقمر حتى يمكن الحكم بوجوده بالحس ولا ضروريا مثل
کیونکہ قدیم آفتاب مہتاب کی طرح تو محسوس نہیں ہوتا کہ اوسکو دیکھکر کہدی کہ موجود ہی اور نہ ایسی بدیہی ہی جیسی
كون الواحد نصف الاثنين حتى يمكن الحكم بوجوده بالضرورة بل حق غريزة العقل ان يتوقف عن
ایک کو دو کا آدھا جانتی ہیں تاکہ اس بداہت سی اوسکی وجود کا حکم کیا جاوی بلکہ حق طبیعت عقلی کا یہہ ہی ہی کہ
الحكم بوجوده بالبداهة ثم من الناس من يحكم بوجوده بالسماع حكما جزما ويستمر عليه وهذا
از روی بداہت کی حکم کرنیمیں توقف کری پھر بعضی شخص تو صرف سنکر یقین بالجزم کر لیتی ہیں اور اوسہی پر قائم رہتی ہیں اور ایکا
هو الاعتقاد وهو حال جميع العوام ومن الناس من يحكم بوجوده بالبرهان مثل ان نقول لو لم يكن
اعتقاد کہتی ہیں اور تمام عوام کا تو حال اعتقاد میں ایسا ہی ہوتا ہی اور بعضی شخص برہان سی اوسکی وجود کا یقین کرتی ہیں اسطور پر کہ اگر
في الوجود قديم بل كانت الموجودات كلها حادثة لكان حدوثها بلا سبب وهو محال والمؤدي الى
موجودات میں کوئی ذات قدیم نہوی بلکہ تمام موجودات حادث ہوں تو وہ حادث بی سبب پیدا ہونگی یہہ امر محال ہی اور جس امر سی محال
المحال محال بيانه ان الحادث لا يتصور وجوده بنفسه بل يحتاج في وجوده الى غيره وهو ظاهر
لازم آتا ہو وہ بھی محال ہی تقریر اسکی یہہ ہی کہ حادث ممکن نہیں ہی کہ خود بخود پیدا ہو جاوی بلکہ غیر کا محتاج ہوتا ہی یہہ بات ظاہر ہی
وكذا لا يتصور ايجاده لغيره لانه فرع وجوده فلو انحصر الوجود في الحادث يلزم ان لا يوجد شيء من
اور ایسی ہی ایک حادث کا دوسری حادث کو پیدا کرنا متصور نہیں کیونکہ پہلی وہ آپ تو پیدا ہو لی پس موجودات اگر سب حادث ہی ہوں تو لازم آتا ہی کہ اصلا موجودات پیدا نہوں
الموجودات اصلا بالضرورة يلزم ان يحكم العقل بوجود شيء قديم موصوف بالقدرة والارادة و
اس عقل صاف یقین کرتی ہی کہ ایک ذات قدیم ہی جو صاحب قدرت اور صاحب ارادہ اور
العلم والحيوة حتى يتاتى منه احداث المحدثات كلها لانه لو لم يكن فيه تلك الصفات لكان
علیم اور حی ہی تاکہ اوس سی تمام محدثات کا پیدا کرنا ہو سکی کیونکہ اوسمیں اگر یہہ صفات نہونگی تو
عاجزا عن ايجاد شيء من الكائنات لان الايجاد اثر القدرة وتاثير القدرة في شيء من الاشياء يتوقف
کائنات میں سی ایک سی بھی پیدا نہ کرسکیگا کیونکہ ایجاد تو قدرت کا اثر ہوتا ہی اور قدرت کا اثر کسی سی میں
على ارادة ذلك الشيء وارادة ذلك الشيء يتوقف على العلم به لان القصد الى ايجاد شيء من غير العلم به
بدون ارادہ اوس شی کی نہیں ہوتا اور ارادہ کسی شی کا بدون علم اوس شی کی نہیں ہوتا کیونکہ قصد کسی شی کی پیدا کرنیکا بی جانی بوجھی
محال والاتصاف بهذه الصفات الثلث يتوقف على الحيوة لكونها شرطا بها فعلى هذا يكون وجود العالم
محال ہی اور یہہ تینوں صفتیں بدون حیات کی نہیں ہو سکتیں کیونکہ حیات انکی شرط ہی اس اس بیان کی موافق وجود عالم کا
من السموات وما فيها ومن الارض ومن عليها دليلا قطعيا على وجود شيء قديم موصوف بهذه الصفات
ساری آسمان اور جو انمیں ہی اور زمین اور جو اوسپر ہی یقینی دلیل ہی ایک ایسی ذات قدیم کی وجود پر جس میں یہہ
الاربع وهو الله سبحانه تعالى ولهذا كان بعض اهل اليقين يقولون استدلالا بالاثر على المؤثر ما رأينا
چاروں صفات پائی جاویں وہ ہی ہی اللہ سبحانہ تعالی اسیہی لئی بعضی اہل یقین اثر سی مؤثر پر استدلال جاری کرتی ہوئی کہتی ہیں کہ ہمی

شیئاً الا رأینا الله بعده فان کل ذرة من ذرات العالم لکونها حادثة مفتقرة الی من یوجدها لا تزال
جب کسی چیز کو دیکھا تو فوراً اسکی بعد اللہ کو دیکھا کیونکہ عالم کا ہر ہر ذرہ باعتبار حدوث کی اپنی موجد کا محتاج ہی ہمیشہ زبان حال سی

تنطق بکلام لا حرف فیه ولا صوت ان لها موجدا قدیما واحدا متصفا بالقدرة والارادة والعلم
یہ کلام جسمین نہ حرف ہی نہ آواز بولتا ہی کہ ہمارا موجد ہی قدیم یگانہ قدرت والا صاحب ارادہ علیم

والحیوة وسائر ما یلیق به من الصفات یسمع کلامها السامعون ولا یسمعه الذین هم عن السمع لمعزولون
حی اور تمام سزاوار صفات والا اور اوسکی یہ کلام سمجھنے والی سب سنتی ہیں وہ لوگ نہیں سنتی جو سمجھنے سی بیکار ہیں

والمراد من السمع الباطن الذی یسمع به کلام لیس بحرف ولا صوت ولا عربی ولا عجمی لا السمع الظاهر
اور سماعت سی مراد باطنی سماعت ہی جس سی وہ کلام سنی جاتی ہی کہ نہ حرف ہو اور نہ آواز اور نہ عربی ہو نہ عجمی سماعت ظاہری مراد نہیں ہی

الذی لا یسمع به الا الاصوات وتشارک فیه البهائم الانسان اذ لا قدر لشیء تشارک فیه البهائم
جس سی سوای آواز کی کچھ نہیں معلوم ہوتا اور اوسمیں بہایم بھی شریک ہیں انسان کی کیونکہ اوس چیز کی کیا عزت ہی جسمیں بہایم اور انسان برابر ہوں

الانسان والحاصل ان العقل لا یعرف من صفاته تعالی الا ما یدل علیه افعاله واما ما لا یدل
حاصل یہہ ہی کہ عقل صفات الہی میں سی وہی دریافت کرسکتی ہی جسپر اوسکی افعال دلالت کرتی ہیں اور جس صفت پر

علیه افعاله کالسمع والبصر والکلام فیستدل علی ثبوتها له تعالی تارة بالعقل وتارة بالنقل اما وجه
اوسکی افعال دلالت نہیں کرتی جیسی سمع اور بصر اور کلام ایسی صفات کبھی تو عقلی دلیل سی ثابت کرتی ہیں اور کبھی نقلی دلیل سی

الاستدلال علی ثبوتها له تعالی بالعقل فهو انها صفات کمال واضدادها صفات نقصان
عقلی دلیل اونکی ثبوت پر تو یہہ ہی کہ سمع اور بصر اور کلام کمال کی صفتیں ہیں اور انکی ضدین نقصان کی صفتیں ہیں

واتصافه تعالی بصفات الکمال وعدم اتصافه بصفات النقصان واجب فوجب اتصافه تعالی
اور اللہ تعالی کا صفات کمال سی موصوف ہونا اور صفات نقصان سی بری ہونا واجب ہی اب اللہ تعالی کا

بتلک الصفات واما وجه الاستدلال علی ثبوتها له تعالی بالنقل فهو ان الشرع قد صرح بثبوتها
ان صفات سی موصوف ہونا واجب ہوا اور نقلی دلیل انکی ثبوت پر یہہ ہی کہ شرع یعنی کتاب و سنت سی یہ صفات صاف ثابت ہیں

له تعالی فوجب القطع بثبوتها له تعالی ودلیل النقل فی هذه المسئلة اولی من دلیل العقل لان تلک
اب انکو ثابت ماننا واجب ہی اور اس باب میں نقلی دلیل عقلی دلیل سی بہتر ہی کیونکہ ان

الصفات لا تتوقف علیها افعاله تعالی حتی یستدل بها علی ثبوتها له تعالی وذاته لم یکن معلوما
صفات پہ افعال تو موقوف نہیں ہیں تاکہ افعال سی ان صفات کی ثبوت پر استدلال کیا جاوی اور ذات الہی کسیکو معلوم نہیں ہی

للبشر حتی یعلم انها فی حقه تعالی کمال یجب اتصافه بها بحیث لو لم یتصف بها یلزم ان یتصف
تاکہ یہہ معلوم ہووی کہ یہہ صفات اوسکی حق میں صفات کمال ہیں انکا ثبوت واجب ہی نہیں تو انکی ضدین لازم آوینگی

باضدادها وما ذکر من کونها کمالا انما هو بالاضافة الینا ولا یلزم من کون الشیء بالاضافة الینا
اور یہہ صفات ہماری حق میں البتہ کمال کی ہیں اور ہماری حق میں کمال ہونی سی لازم نہیں آتا

کمالا ان یکون فی حقه تعالی کمالا الا تری ان اللذة والالم مع کونهما بالاضافة الینا کمالا ممتنعان
کہ اللہ کی واسطی بھی کمال کی ہوں کیا تجکو معلوم نہیں کہ لذت اور الم باوجودیکہ ہماری حق میں کمال ہیں

علی الله تعالی لکونهما من عوارض الاجسام فعلی هذا یلزم فی اثبات تلک الصفات له تعالی
اللہ تعالی کی نسبت ممتنع ہیں کیونکہ اجسام کی صفات ہیں اس بیان کی موافق ضرور ہی کہ ان صفات کی ثبوت کی لئی

التمسك بقول الرسول الذی ثبت رسالته بالمعجزة القائمة مقام قوله تعالی صدق عبدی

درست آئے ایسے رسول کے قول سے جسکی رسالت معجزہ سے ثابت ہوئی ہو جو قائم مقام اس ارشاد الٰہی کی ہو میرا بندہ

فی کل ما یبلغ عنی سواء کان تبلیغه بقوله او فعله او سکوته لان المعجزة تصدیق فعلی من الله تعالی

جو میری طرف سے احکام سناتا ہے سب سچ ہیں برابر ہے کہ وہ سناتا قول سے ہو یا فعل سے یا چپ رہنے سے کیونکہ معجزہ اللہ کی طرف سے رسول کے حق میں فعلی تصدیق

لرسوله لکونها فعلا من افعاله تعالی خارقا للعادة منزلا منزلة صریح القول فی تصدیق رسوله

ہوتی ہے اسلئے کہ معجزہ خدا کی طرف سے ایک فعل عادت کی خلاف ہوتا ہے گویا صاف و صریح رسالت کی دعوی میں رسول کی تصدیق کرتا ہے

فی دعوی الرسالة فانه تعالی لما خلق امرا خارقا للعادة علی ید رسوله عند ادعائه الرسالة

کیونکہ اللہ تعالی نے جب ایک امر خارق رسول کے ہاتھ پر وقت دعوی رسالت کی پیدا کیا

صار کانه قال صدق رسولی فی کل ما یبلغ عنی سواء کان تبلیغه بقوله او فعله او سکوته

تو یہہ ایسا ہے کہ فرمایا میرا رسول سچا ہے میری طرف سے جو بیان کرے برابر ہے کہ وہ تبلیغ قول سے ہو یا فعل سے یا سکوت سے

قال العلماء مثال ذلك ان رجلا اذا قام فی مجلس الملك بحضر جماعة وقال انا رسول هذا الملك بعثنی

علماء نے اسکی مثال یہہ بیان کی ہے کہ کوئی شخص بادشاہ کی دربار میں ایک جماعت کی سامنے یہہ بیان کرے کہ میں اس بادشاہ کا ایلچی ہوں مجکو

الیکم بکذا وکذا من التکالیف فطلبوا منه حجة تدل علی صدقه فقال آیة صدقی انی اطلب

تمہاری حق میں فلانی فلانی حکم جاری کرنیکو بھیجا ہے اون جماعت نے تصدیق کی لئے اوس سے حجت طلب کی اوسنے جواب دیا میری صدق کی یہہ نشانی ہے کہ میں

من الملك ان یخالف عادته ویقوم من مقامه ویقعد ثلث مرات ففعل الملك ذلك بطلبه

بادشاہ کو کہتا ہوں کہ اپنی عادت کی برخلاف اپنی مقام سے تین بار کھڑا ہو جا اور بیٹھ جا پھر بادشاہ اوسکی کہنے سے اوٹھا بیٹھا

فلا ریب ان ذلك الفعل من الملك قائم مقام قوله صدق هذا الرجل فی کل ما یبلغ عنی ویفید

اسمیں شک نہیں کہ بادشاہ کی یہہ حرکت ایسی ہے جیسے زبان سے کہدیا کہ یہہ شخص سچ کہتا ہے میری طرف سے جو جو حکم بیان کرے اور یہہ نشانی

للعلم الضروری بصدقه لمن شاهد ذلك الفعل من الملك ولمن لم یشاهده بل وصل الیه خبره

جسنے یہہ حال مشاہدہ کیا اوسکو ایسا علم یقینی حاصل ہو کہ جسمیں حاجت دلیل کی نہیں اور جسکو دیکھنے کا اتفاق نہیں ہوا بلکہ اوسنے متواتر سب لوگوں سے

بالتواتر ولا شك ان هذا المثال موافق لحال الرسول فی افادة معجزته العلم الضروری بصدقه لمن

سنا اوسکو بھی اور بیشک یہہ مثال رسول علیہ السلام کی حال سے مطابق ہے کہ اونکی معجزہ سے دیکھنے والوں کو

شاهدها ولمن لم یشاهدها بل وصل الیه خبرها بالتواتر والمعنی الثانی للیقین ان لا یلتفت

اور تواتر سے سننے والوں کو علم بدیہی یقینی حاصل ہوتا ہے اور یقین کی دوسری معنی یہہ ہیں کہ شک کی ہونی کا کچھ دہیان نہ ہو

الی عدم الشك بل الی استیلائه وغلبته علی القلب بحیث یصیر هو المتصرف فیه بالتحریض والمنع

بلکہ یقین کا غلبہ اور تصرف دل پر اتنا ہو کہ تمام دل کی لگاؤ اور ممانعت میں اوسی کا اثر ہو

علی هذا المعنی یوصف الیقین بالقوة والضعف حتی یقال لمن لا یستعد للموت فلان ضعیف

ان معنوں کی لحاظ سے یقین قوی اور ضعیف ہوسکتا ہے ایسا کہ جو شخص موت کی سامان میں غفلت کرے تو اوسکو موت کا ضعیف

الیقین بالموت مع عدم شکه فیه اذ لا ریب فی کون الناس سواء فی القطع بالموت وعدم الشك

الیقین کہتے ہیں باوجود یکہ موت میں اصلا شک نہیں ہے کیونکہ موت کی یقینی اور بے شک ہونے میں تمام بنی آدم برابر ہیں

فیه لکن فیهم من لا یلتفت الیه ولا یستعد له کانه لا یؤمن به ومنهم من یستولی خوفه

پر بعضے اوسکی طرف کچھ توجہ نہیں کرتے اور نہ اوسکا کچھ سامان کرتے ہیں گویا وہ لوگ موت کا یقین نہیں کرتے اور بعضے ایسے ہیں جنکی دل پر موت کا خوف

على قلبه ويستغرق همه بالاستعداد له ولا تعادر فيه متسعا لغيره كما هو شان من يخاف عن
ایسا غالب ہوتا ہی اور اوسکی ہمت موت کی تیاری میں ایسی لگتی ہی کہ اوسکی دل میں کسی چیز کی اصلا گنجائش نہیں رہتی ییہہ حال اون لوگوں کا ہی جو دوزخ سی

النار ويرجو الدخول فی دار القرار فعلى هذا يلزم للعاقل ان يصرف العناية الى تحصيل اليقين بالمعنيين جميعا
ڈرتی ہیں اور بہشت میں جانی کی آرزو کرتی ہیں اس بیان کی موافق ہر عاقل کو لازم ہی کہ ہمت اودہر لگادی کہ یقین باعتبار دونو معنوں کی حاصل ہو

وهما نفی الشك عن النفس اولا ثم تسليط اليقين عليها ثانيا لكن ينبغی ان يعلم ان نفی الشك
یعنی پہلی نفس میں سی شک جاتا رہی پہر آخر کو یقین غالب آجاوی لیکن سمجھنا چاہئی کہ شک کا رفع ہونا

وتسليط اليقين لا يحصل الا بعد معرفة متعلقاته ومجاريه وهی المعلومات التی جاء بها النبی
اور یقین کا غالب آنا بدون معرفت متعلقات اور ٹہکانوں کی نہیں ہوتا یعنی وہ معلومات جو نبی صلی اللہ

عليه الصلوة والسلام من عند الله تعالى فمن صدق بها فهو مؤمن ومع هذا الايمان ان انتفى
علیہ وسلم خدا کی طرف سی لائی ہیں پہر جسنی اونکی تصدیق کی وہ مؤمن ہی اور باوجود اس ایمان کی اگر

عن قلبه امكان الشك فهو موقن بالمعنى الاول وان غلب على قلبه فهو موقن بالمعنى الثانی وبه
اوسکی دل میں سی احتمال شک بہی جاتا رہی تو وہ موقن ہی یعنی پہلی معنی یقین کی حاصل ہوئی اور اگر اوسکی دل پر غلبہ ہوگیا تو موقن باعتبار دوسری معنوں کی ہوا

يحصل الامتثال بالاوامر والاجتناب عن النواهی فان من غلب على قلبه ان من يعمل مثقال
الطاعت اوامر کی اور منہیات سی اجتناب اسہی سی ہوتا ہی کیونکہ جسکی دل پر پہر تو اس آیت کا چہاتا ہی مو جسنی ذرہ بہر

ذرة خيرا يره ومن يعمل مثقال ذرة شرا يره وتيقن ان نسبة الطاعات الى الثواب كنسبة الطعام
بہلائی کی وہ دیکہ لیگا اور جسنی ذرہ بہر برائی کی وہ دیکہ لیگا اور اوسکو یہہ مرتبہ یقین کا ملا کہ طاعات بہ نسبت ثواب کی ایسی ہیں جیسی کہانا

الى الشبع لا شك انه كما يحرص على تحصيل الطعام للشبع ويحفظ قليله وكثيره كذلك يحرص على
واسطی شکم سیری کی تو بیشک وہ جیسی طعام کی حرص کرتا ہی پیٹ بہرنی کی واسطی اور اوسکا قلیل اور کثیر محفوظ رکہتا ہی ایسی ہی

تحصيل الطاعات للثواب ويحفظ قليلها وكثيرها ومن تحقق ان نسبة المعاصی الى العقاب
طاعات کو واسطی ثواب کی حاصل کریگا اور قلیل اور کثیر کو نگاہ رکہیگا اور جسکو یہہ ثابت ہوا کہ نافرمانی بہ نسبت عذاب کی ایسی ہی

كنسبة السموم الى الهلاك لا شك انه كما يجتنب عن قليل السم وكثيره خوفا عن الهلاك كذلك
جیسی زہر واسطی ہلاک کی تو بیشک وہ جیسی زہر کی قلیل اور کثیر سی موت کی ڈر کا مارا بچتا ہی ایسی ہی

يجتنب عن قليل الذنوب وكثيرها وكبيرها وصغيرها خوفا من العقاب فان سبب ارتكاب المعاصی
نافرمانی کی قلیل اور کثیر سی اور صغیرہ اور کبیرہ سی عذاب کی ڈر کا مارا بچیگا کیونکہ باعث معاصی

والفجور ليس الا بسبب فساد العلم فان من علم ما فی المعاصی من المضرة حقيقة العلم لا يؤثرها الا نری
اور فجور کی اختیار کرنی پر سوای فساد علم کی اور کچہہ نہیں ہی اسلئی کہ معاصی کی مضرت جسکو حق الیقین کی مرتبہ میں ثابت ہی وہ معاصی کو کبہی نہیں اختیار

ان من علم من طعام لذيذ انه مسموم لا يقدم على تناوله فيعلم من هذا ان الايمان الحقيقی هو
کہانا کیسا ہی مزہ دار لذیذ ہو جب معلوم ہو کہ اسمیں زہر ملا ہی تو کبہی نہیں کہائیگا اب معلوم ہوا کہ حقیقی ایمان وہ

الايمان الذی يحمل صاحبه على فعل ما ينفعه فی الاخرة وعلى ترك ما يضره فيها فاذا لم يفعل ما ينفعه
ہوتا ہی جو مؤمن کو اوس کام کی رغبت دی جسکی آخرت میں نفع ہو اور اوس کام سی روکی جو آخرت میں ضرر دی پہر اگر ایسی نافع کو عمل میں نہ لاوی

فيها ولم يترك ما يضره فيها لا يكون ايمانه حقيقيا بل لسانيا لا قلبيا فان المؤمن بالنار حقيقة الايمان
اور ایسی مضر کو نہ چہوڑی تو وہ حقیقی مؤمن نہیں ہی بلکہ صرف زبانی ہی دلی نہیں ہی کیونکہ دوزخ کا ایسا حقیقی مؤمن

حتی

حتی کانه یرها لا یسلک طریقها الموصل الیها وصار عن السعی فی تحصیل دخولها وان المؤمن یجد حقیقة الایمان
گویا دوزخ سامنے نظر آتا ہے اور اسکی رستہ پر کبھی نہیں چلتا ہے حالانکہ اوسکی وصول میں کوشش کرے ایسے ہی ایسا حقیقی مؤمن جنت کا

حتی کانه یرها لا یترک طلبها بل یسعی فی تحصیل دخولها وهذا امر یجده الانسان فی نفسه عند سعیه
گویا جنت سامنے نظر آتا ہے اوسکی طلب میں کبھی قصور نکریگا بلکہ اوسکی دخول کی کوشش کریگا اور یہہ بات ہر شخص اپنی دل میں جانتا ہے

فی امور الدنیا فی دفع ما یضره وجلب ما ینفعه تیسر الله من الاعمال ما یوافق رضاه
جب امور دنیاوی میں مضر باتوں سے کیسا احتیاط اور مفید باتوں میں کیسی کوشش کرتا ہے الله تعالی ہمسے وہ کام آسان کرے جو اوسکی رضا کی موافق ہیں

المجلس الخامس

مجلس پانچویں

فی لزوم الایمان بما جاء به النبی صلی الله علیه وسلم ولا یجوز المخالفة فیه

ایمان کی لازم ہونے میں اون احکام پر جو نبی صلی الله علیه وسلم لائی ہیں اور اوسکی مخالفت جائز نہیں

قال رسول الله صلی الله علیه وسلم والذی نفس محمد بیده لا یسمع بی
فرمایا رسول صلی الله علیه وسلم نے قسم ہے اوس ذات کی جسکی قبضہ میں محمد کی جان ہے جو سنیگا میری

احد من هذه الامة یهودی ولا نصرانی ثم یموت ولم یؤمن بما ارسلت به الا کان من اصحاب
خبر کو اس امت میں سے کوئی یہودی ہو یا نصرانی پھر وہ مرے اس حال پر کہ ایمان نہ لایا ہو میری شریعت پر تو وہ دوزخی ہوگا

النار هذا الحدیث من صحاح المصابیح رواه ابو هریرة ولیس المراد بالامة ههنا امة الاجابة اعنی اهل
یہہ حدیث مصابیح کی صحیح حدیثوں میں ہے ابوہریرہ کی روایت سے اور امت سے مراد اسجگہ امت اجابت یعنی اہل اسلام نہیں ہیں کیونکہ

القبلة لکون الیهودی والنصاری مذکورا فیه بل المراد بها امة الدعوة فعلی هذا یدخل فیه جمیع اهل الملل
اس حدیث میں یہودی اور نصرانی کا بھی ذکر ہے بلکہ مراد تمام امت دعوت ہے اس تقریر پر اس امت میں تمام باطل مذاہب والے بھی داخل ہیں

الباطلة وتخصیص الیهود والنصاری بالذکر لیعلم انهما مع کونهما اهلی کتاب وصاحبی شریعة
اور یہود اور نصاری کا خاص جو نام لیا تو اسلئے کہ یہہ دونوں اہل کتاب اور صاحب شریعت ہوکر

اذا کانا من اهل النار بترک الایمان بما جاء به النبی علیه الصلوة والسلام فغیرهما ممن لم یکن له کتاب
جب شریعت نبوی صلی الله علیه وسلم پر ایمان نہ لانے سے دوزخی ہوئے تو وہ لوگ جن کی پاس نہ کتاب تھا

ولا شریعة اولی بذلک فکانه علیه الصلوة والسلام قال اقسم بالله الذی نفسی بیده
اور نہ شریعت بطریق اولی دوزخی ہونگے تو گویا نبی علیه السلام نے یہہ فرمایا کہ قسم ہے اوسکی جسکی قبضہ میں میری جان ہے

ان کل من یسمع بنبوتی ولا یؤمن بما جئت به من عند الله تعالی حتی یموت یکون من اهل النار
کہ ہر ایک جو میری نبوت کو سنیگا اور میری شریعت پر مرنے دم تک ایمان نہ لائیگا تو وہ دوزخی ہوگا

ویعلم منه ان الایمان وان کان فی اللغة بمعنی التصدیق مطلقا لکنه فی الشریعة تصدیق الرسول
اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایمان اگرچہ لغت میں مطلق تصدیق کو کہتے ہیں پر شرع میں رسول الله صلی الله علیه وسلم کی تصدیق کو

فی کل ما علم ضرورة انه جاء به من عند الله واشتهر کونه من دینه علیه الصلوة والسلام بحیث
کہتے ہیں ہر ایک احکام میں جو صاف معلوم ہوتے ہیں کہ یہہ احکام خدا کی طرف سے لائے ہیں اور دین نبوی صلی الله علیه وسلم میں مشہور ہیں ایسا کہ

یعلم کل احد من غیر افتقار فی معرفته الی الاستدلال اصلا لا بدلیل العقل ولا بدلیل النقل وان کان
ہر شخص بدون استدلال کی سمجھ لے غایت ظہور سے نہ عقلی دلیل کی حاجت ہو نہ نقلی دلیل کی گرچہ

فی نفسه یتوقف معرفته علی الاستدلال علیه بدلیل من دلیلی العقل والنقل کوجود الصانع
نفس الامر میں اوسکی معرفت عقلی یا نقلی دلیل پر موقوف ہو جیسے صانع کا وجود

وجوب الصلوٰة وحرمة الخمر واحوال الاخرة فان کل واحد منها وان کان فی نفسه یتوقف
اور نماز کا وجوب اور شراب کی حرمت اور آخرت کی احوال ان مطالب کی معرفت اگرچہ نفس الامر میں

معرفته علی الاستدلال علیه اما بدلیل العقل کوجود الباری تعالی وصفاته او بدلیل النقل
استدلال پر موقوف ہی یا تو عقلی دلیل پر جیسی باری تعالی کا وجود اور اوسکی صفات یا نقلی دلیل پر

کوجوب الصلوٰة وحرمة الخمر واحوال الاخرة لکن کونه من دینه علیه الصلوٰة والسلام
جیسی نماز کا وجوب اور شراب کی حرمت اور آخرت کی احوال لیکن ہر ایک کو صاف معلوم ہی کہ یہہ دینی احکام نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہیں

معلوم بالضرورة لکل احد من غیر احتیاج فی معرفته الی الاستدلال علیه بدلیل ویکفی
اسکی معرفت میں اصلا کسی دلیل کی حاجت نہیں ہی اور جو احکام

الاجمال فیما یلاحظ اجمالا ویشترط التفصیل فیما یلاحظ تفصیلا حتی ان من لم یصدق بوجوب
مجمل لحاظ کی جاتی ہیں وہان اجمال کفایت کرتا ہی اور جہاں ملاحظہ تفصیلی چاہئی وہاں تفصیل شرط ہی اتنا کہ سوال کی وقت جو شخص وجوب

الصلوٰة عند السؤال عنها وبحرمة الخمر عند السؤال عنها لا یکون مؤمنا بل یکون کافرا لکون
نماز اور حرمت شراب کی تصدیق نکری وہ مؤمن نہیں ہی بلکہ کافر ہووىگا کیونکہ

کل منهما مما علم بالتواتر انه من دینه علیه الصلوٰة والسلام والحاصل ان من اراد ان
یہہ دونو حکم تواتر سی معلوم ہو چکی ہیں کہ دین نبی صلی اللہ علیہ وسلم سی ہیں اور حاصل یہہ ہی کہ جو شخص ایمان لایا چاہی

یکون مؤمنا وقال بلسانه لا اله الا الله محمد رسول الله وصدق معناه بقلبه یکون مؤمنا
اور اپنی زبان سی لا اله الا اللہ محمد رسول اللہ کہی اور دلسی اسکی معنی کی تصدیق کری وہ مؤمن ہو جاتا ہی

وان لم یعرف الفرائض والمحرمات ثم اذا قیل له الصلوٰت الخمس فی کل یوم ولیلة فرض علیك فان
اگرچہ اوسکو فرائض اور محرمات معلوم ہوں پہر اگر اوسی کہا جاوی کہ ہر رات دن میں پانچ نمازیں تجہہ پر فرض ہیں پہر اگر

صدقها وقبلها یکون ثابتا علی ایمانه وان انکرها ولم یقبلها یکون خارجا عن الایمان وکذلك
اوسی اوسکی تصدیق کی اور مان لیا تو وہ اپنی ایمان پر ثابت رہا اور اگر انکار کیا اور نہ مانا تو ایمان سی خارج ہوا اور ایسی ہی

سائر الفرائض والمحرمات الثابتة بدلیل قطعی من الکتاب والسنة واجماع الامة وان اشکل
اور تمام فرائض اور محرمات جو دلیل قطعی کتاب اور سنت اور اجماع امت سی ثابت ہو چکی ہیں اور اگر

علیه مسئلة من مسائل الایمان یجب علیه فی الحال ان یعتقد علی الاجمال ما هو الصواب عند الله تعالی
کوئی مسئلہ ایمان کی مسائل میں سی اوسپر مشتبہ ہو جاوی تو اوسپر بالفعل تو یہہ واجب ہی کہ مجمل یہہ اعتقاد کری کہ جو اللہ کی نزدیک

بان یقول اعتقدت ما هو الصواب عند الله تعالی وهذا القدر یکفی الی ان یجد عالما یعلم مسائل
حق ہی میں نی قبول کیا اور یہاں سی کہی کہ جو اللہ کی نزدیک حق ہی وہ میں نی مانا محض اتنا اعتقاد تبتک کفایت کرتا ہی کہ کوئی عالم دینی مسائل کا سیکھا ہوا

الایمان فیساله عما اشکل علیه ولا یجوز له تاخیر الطلب لقوله تعالی فسئلوا اهل الذکر ان کنتم لا تعلمون
اور سکہا دی پیر اوس سی وہ مسئلہ مشتبہ پوچہہ لی اور جائز نہیں کہ اوسکی تلاش میں تاخیر کری کیونکہ اللہ تعالی فرماتا ہی پوچہہ لو یاد رکہنی والوں سی اگر تم نہیں جانتی ہو

ولا یکون معذورا بالتوقف فیما اشکل علیه بل یکون کافرا بالتوقف ان کان ما اشکل علیه من ضروریات
اور اوس مسئلہ مشتبہ میں توقف کی باب میں معذور نہیں ہوگا مگر اگر وہ مسئلہ ضروریات دینی سی ہی تو عمدا توقف کرلی سی کافر ہو جاوىگا

الدین لان التوقف فی المؤمن به یمنع التصدیق فیکون کفرا مثلا من اشکل علیه وحدانیة الله تعالی
کیونکہ توقف کرنا ایمان کی بات میں تصدیق میں خلل پیدا کرتا ہی سو یہہ کفر ہی مثلا کسی شخص کو اسکی وحدانیت میں

اوقدرته علی شئ او علمه بكل شئ من الكليات والجزئيات او حشر الاجساد او حدوث العالم

یا اوسکی قدرت میں کسی شی پر یا اوسکی علم میں تمام کلیات اور جزئیات پر یا ابدان کی پیدایش میں بعد مرنی کی یا عالم کی حادث ہونی میں

او نحو ذلك فقال اعتقدت ما هو الحق عند الله تعالی يثبت ايمانه الاجمالی لوجود التسليم والقبول

یا ایسی ہی کسی امر میں اور مسئلہ میں شبہ واقع ہوا پھر یہہ قائل ہوا جو خدا کی نزدیک حق ہی میں نی مانا تو اوسکا اجمالی ایمان ثابت رہیگا کیونکہ اجمالی قبولیت اور تسلیم موجود ہی

اجمالا لكن ان لم يسئل عما اشكل عليه من هذه المذكورات بل انه اخر الطلب او لم يطلب اصلا

لیکن اگر اوسی اوس مشتبہ مسئلہ کو ان مذکورات میں سی ٹال رکہا اور نہیں پوچہا یا کبہی ہی نہ پوچہا اور نہ تسلیم

لا يبقی مؤمنا بقوله اعتقدت ما هو الحق عند الله تعالی بل يكون كافرا بترك السوال و

اجمالی سی کہ جو خدا کی نزدیک حق ہی وہ میں نی مانا مومن نہیں رہیگا بلکہ بسبب ترک سوال اور

الطلب لان هذه المذكورات من ضروريات الدين يعلمها كل عاقل نشأ بين المؤمنين والحاصل

تلاش کی کافر ہوجاویگا کیونکہ یہہ تمام مذکورات ضروریات دین سی ہیں انکو ہر ایک عاقل جو مسلمانوں میں پیدا ہوا ہی جانتا ہی حاصل یہہ ہی

ان من اشكل عليه كون اله العالم واحدا او متعددا ولم يمل قلبه الی واحد منهما يجب عليه

کہ جس شخص پر یہہ مسئلہ مشتبہ ہو جاوی کہ پروردگار عالم کا ایک ہی یا کئی ہیں اور اوسکی دل میں کوئی ایک جانب راسخ نہو تو اوسپر واجب ہی

ان يقول فی الحال اعتقدت ما هو الحق عند الله تعالی ثم يجب عليه الطلب والسوال بلا توقف

کہ فورًا یہہ کہی میں نی مانا جو اللہ کی نزدیک حق ہی پہر اوسپر بلا توقف تلاش اور دریافت کرنا واجب ہی

ولا تاخير حتی لو اخر الطلب او تركه ولم يعتقد كون اله العالم واحدا لا يكون مؤمنا بل يكون

اتنا کہ اگر اوسنی اس تلاش کو ٹال رکہا یا چہوڑ دیا اور پروردگار عالم کو واحد نہ جانا تو مومن نہوگا بلکہ کافر ہوگا

كافرا وكذا من توقف فی يوم القيامة او فی الجنة او فی النار او فی الميزان او فی الحساب او فی الصراط

ایسی ہی جو شخص قیامت کی دن یا بہشت یا دوزخ یا میزان یا حساب یا پل صراط

او فی الصحائف التی كتب فيها اعمال العباد او فی شفاعة الشافعين لا يكون مؤمنا بل يكون كافرا

یا نامۂ اعمال جنمیں بندوں کی اعمال لکہی جاتی ہیں یا شفاعت شافعین میں توقف کری مومن نہیں ہوتا بلکہ کافر ہوتا ہی

لان التوقف والترديد ينافی التصديق المفسر به الايمان وتحقيقه ان الايمان فی اللغة التصديق وهو

اسلئی کہ توقف اور سوچ بچار اوس تصدیق کی برخلاف ہی جسکو ایمان کہتی ہیں اسکی تحقیق یہہ ہی کہ ایمان لغت میں تصدیق کو کہتی ہیں اور وہ

اذعان حكم المخبر وقبوله وجعله صادقا بعد العلم بصدقه ولم ينقل فی الشرع الی معنی اخر بدليل

یقین کر کر مان لینا مخبر کی حکم کا اور اوس مخبر کو سچا جان کر سچا ٹہرانا اور شرع میں تصدیق کو اس معنی سی اور معنی کی طرف نقل نہیں کیا دلیل یہہ ہی

انه عليه الصلوة والسلام خاطب العرب به وامتثل منهم من امتثل من غير استفسار ولا

کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نی عرب سی گفتگو میں تصدیق طلب کی اور جو اونمیں سی مطیع ہوا تو اوسی تصدیق کی نہ معنی پوچہی نہ

استفسار الی شان الايحسب المتعلق وهو ما يجب الايمان به فبينه عليه الصلوة والسلام وفصله

سوال طلب کیا ہاں متعلق کا فرق ہوتا ہی یعنی جسپر ایمان لانا چاہیی سو رسول صلی اللہ علیہ وسلم نی اوسکو بیان فرمایا اور کچہہ تفصیل کی

بعض التفصيل حين جاءه جبرئيل عليه السلام علی صورة رجل غريب وسأله عن الايمان فقال يا محمد اخبرنی

جب کہ جبرئیل علیہ السلام نی ایک مرد مسافر کی صورت میں آکر ایمان کو دریافت کیا عرض کیا یا محمد بتاؤ

عن الايمان فقال عليه الصلوة والسلام الايمان ان تؤمن بالله وملئكته وكتبه ورسله الی اخر الحديث

ایمان کیا ہی آپ نی فرمایا ایمان یہہ ہی کہ تو یقین کری اللہ کا اور اوسکی فرشتوں کا اور کتابوں کا اور رسولوں کا آخر حدیث تک

فانه علیه الصلوة والسلام بیّن فیه معنی الایمان بهذا اللفظ تعویلا علی ظهور معناه عندهم
سو رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایمان کو ان الفاظ سے بیان فرمایا اس بہروسے پر کہ اسکے معنی کو وہ خوب جانتے ہیں
ثم قال هذا جبرئیل اتاکم یعلمکم دینکم فلو کان الایمان نقل الی معنی غیر التصدیق تبین نقله
پہر آپ نے فرمایا یہہ جبریل تہا تمکو دین سکہانے آیا تہا پس اگر ایمان کے معنی سوای تصدیق کے اور کچہہ منقول ہوتے تو وہ مشہور ہوتے
کما تبین نقل الصلوة والزکوة ونحوهما والا لکان هذا خطابا لهم بما لم یفهموه ولما صح ان یکون تعلیما لهم
جیسے منقول معنی صلوٰۃ اور زکوٰۃ وغیرہ کے مشہور ہیں اور نہیں تو یہہ ارشاد اون امر کا ہوتا جسکو وہ نہیں سمجہتے اور یہہ تعلیم کب ہوتی
ولما صح امتثالهم من غیر استفسار فظهر ان الایمان لم یعتبر فیه شرعا الا الخصوص باعتبار
اور وہ لوگ بغیر پوچہے کیونکر مانتے اس ظاہر ہوگیا کہ ایمان میں باعتبار شرع کے لغوی معنوں میں یعنی تصدیق میں صرف خصوصیت
متعلقه بعد ما ارید به التصدیق بالمعنی اللغوی وهو ما یعبر عنه فی الفارسیة بگرویدن وفی الترکیة
متعلقات کی ہی معتبر ہے جسکو فارسی میں گرویدن اور ترکی میں
باانمق ثم التصدیق من ضرورته المعرفة والیقین فعلی هذا لا یتحقق تصدیق الرسول الا بعد
انانمق کہتے ہیں پہر تصدیق میں معرفت اور یقین ضرور چاہیے اسکے موافق رسول کی تصدیق ثابت ہوگی
اثبات رسالته بالمعجزة الدالة علی صدقه ودلالة المعجزة علی صدقه تتوقف علی العلم بکون المعجزة
جبتک اوسکی رسالت معجزہ سے جو اوسکی صداقت پر دلالت کرتا ہو ثابت نہولے اور معجزہ کی دلالت رسولؐ کی صداقت پر اس علم پر موقوف ہے کہ معجزہ
فعلا من افعاله تعالی خارق للعادة اظهره علی ید رسوله عند دعائه الرسالة تصدیقا له فانه تعالی
ایک فعل ہے افعال الٰہی سے عادت کے برخلاف کہ اوسکو اللہ تعالی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتہہ پر وقت دعوی رسالت کی تصدیق کے واسطے ظاہر کرتا ہے سو اللہ تعالی
باظهار المعجزة علی یده صار کانه قال صدق رسولی فی کل ما یبلغ عنی سواء کان تبلیغه بقوله او فعله
یہہ معجزہ رسول کے ہاتہہ پر ظاہر کرکر گویا یہہ فرماتا ہے میرا رسول سچا ہے تمام احکام میں جو میری طرف سے پہنچادے برابر ہے کہ وہ تبلیغ قول سے ہو یا فعل سے
او سکوته وقد مثل العلماء بشخص ذی لبس قام فی مجلس ملك بحضور جماعة وقال انا رسول هذا الملك بعثنی
یا سکوت سے علماء نے اسکی یہہ مثال بیان کی ہے مثلا ایک شخص بادشاہ کے دربار میں ایک جماعت کے سامنے کہڑا ہوکر کہے کہ میں اس بادشاہ کا ایلچی ہوں مجکو
الیکم بکذا وکذا من التکالیف فطلبوا منه حجة تدل علی صدقه فقال آیة صدقی انی اطلب من
تمہارے حق میں فلانا فلانا حکم دیا ہے پہر اوس جماعت نے اوسکی صداقت کی سند طلب کی اوسنے کہا میری صداقت کی یہہ نشانی ہے کہ میں بادشاہ کو کہتا ہوں
الملك ان یخالف عادته بقوم من مقامه ویقعد ثلث مرات ففعل الملك ذلك بطلبه فلا شك ان
کہ برخلاف اپنی عادت کے میری کہنے سے تین بار اوٹہے اور بیٹہے پہر بادشاہ نے اوسکی کہنے سے وہ ہی کیا تو بیشک
ذلك الفعل من الملك قائم مقام قوله صدق هذا الشخص فی کل ما یبلغ عنی ومفید للعلم الضروری
بادشاہ کی یہہ حرکت ایسی ہی جیسے اوسنے یہہ کہا کہ یہہ شخص جو میری طرف سے حال کرتا ہے سب سچ ہے اسی اوسکی صداقت کا بدیہی علم حاصل ہوگا
بصدقه لمن شاهد ذلك الفعل من الملك ولمن لم یشاهده بل وصل الیه خبره بالتواتر ولا ریب ان
دیکہنے والوں کو بادشاہ سے یہہ حرکت دیکہی اور جس شخص نے نہیں دیکہا اوسکو اور لوگوں سے سننے سے حاصل ہوگا اور بیشک
هذا المثال مطابق لحال الرسول علیه الصلوة والسلام فی افادة معجزته العلم الضروری بصدقه
یہہ مثال رسول علیہ الصلوۃ والسلام کے حال سے مطابق ہے کہ معجزہ دیکہنے والوں کو صداقت کا یقینی علم حاصل ہوتا ہے
لمن شاهدها ولمن لم یشاهدها بل وصل الیه خبرها بالتواتر وقد وصل الینا بالتواتر
اور جو نہ دیکہیگا اوسکو تواتر سے سنکر حاصل ہوگی اور ہمکو تواتر سے یہہ خبر آچکی ہے

انه

أنه عليه الصلوة والسلام ادعى النبوة وأظهر المعجزة حتى جرى ذلك مجرى الشمس في الظهور وجب

کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت کا دعوی کیا اور معجزہ ظاہر کیا کہ آفتاب کی مانند روشن ہے

علينا تصديقه في جميع ما جاء به من عند الله تعالى من الأحكام التكليفية التي هي وجوب الواجبات

ہم پر ان کی تصدیق تمام احکام تکلیفی میں جو جو خدا کی طرف سے لائے ہیں جیسے کہ واجبات کا وجوب

وندب المندوبات وإباحة المباحات وحرمة المحرمات وكراهة المكروهات وفي أمور الآخرة التي أول

اور مندوبات کا ندب اور مباحات کی اباحت اور محرمات کی حرمت اور مکروہات کی کراہت بعض امور آخرت میں جیسے کہ

منزل من منازلها القبر وإحياء الميت فيه وسؤال منكر ونكير ثم كونه إما روضة من رياض الجنة

منزلوں میں سے پہلی منزل قبر ہے اور اس میں مردہ کا جینا منکر نکیر کا سوال پھر وہ قبر یا چمن ہے جنت کے باغ کا

أو حفرة من حفر النار ثم البعث منه يوم القيامة إلى العرصات ثم إعطاء الكتب التي كتب فيها أعمال

یا گڑھا دوزخ میں کا پھر اس سے قیامت کے دن محشر کے میدان میں جانا پھر نامہ اعمال کا ملنا جس میں تمام عمل بندوں کے لکھے ہیں

العباد فيؤتى كتاب بعضهم بيمينه وكتاب بعضهم بشماله أو من وراء ظهره ثم الحساب ثم نصب

سو کسی کے سیدھے ہاتھ میں دیا جاوے گا اور کسی کو بائیں ہاتھ میں یا پس پشت سے پھر حساب کا ہونا پھر

الميزان لوزن الأعمال فمن ثقلت حسناته وخفت سيئاته فهو في عيشة راضية ومن خفت

ترازو کھڑی کرنی اعمال تولنے کے لیے پھر جس کی نیکیاں بھاری اور برائیاں ہلکی ہوں گی وہ تو عیش میں ہوگا اور جس کی نیکیاں کمتر

حسناته وثقلت سيئاته فأمه هاوية ثم وضع الصراط على متن جهنم لمرور الناس عليه ثم بعضهم

اور برائیاں بھاری ہوں گی اس کا ٹھکانا ہاویہ ہے پھر دوزخ کی پیٹھ پر صراط کا رکھا جانا لوگوں کے چلنے کے لیے پھر کوئی تو

كالبرق الخاطف وبعضهم كالريح العاصف وبعضهم كالفرس الجواد وبعضهم يحبو حبوا وبعضهم يمشي

بجلی چمکنے کی طرح اور کوئی تیز ہوا کی طرح اور کوئی مثل دوڑتے ہوئے گھوڑے کی اور کوئی گھٹنوں چلتا ہوا اور کوئی پیدل

مشيا وبعضهم يجر جرا وبعضهم يسقط إلى النار ويلقونه الزبانية بالسلاسل والأغلال نسأل الله تعالى

اور کوئی گھسٹتا ہوا جاتا اور کوئی دوزخ میں گر پڑے گا اور دوزخ کے موکل زنجیروں اور طوقوں میں باندھ کر ڈالیں گے ہم اللہ سے

أن يحفظنا من جميع هذه الأهوال ويتبين مما ذكرنا أن تصديق الرسول عليه الصلوة والسلام لم يتحقق

دعا کرتے ہیں کہ ہم کو ان تمام ہولوں سے محفوظ رکھے اس تمام تقریر سے ظاہر ہو گیا کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق

إلا بعد إثبات رسالته بالمعجزة الدالة على صدقه ودلالة المعجزة على صدقه يتوقف على العلم بكون تلك المعجزة

بدون ثبوت رسالت کے معجزہ سے جو ان کے صدق پر دلالت کرتا ہو متحقق نہیں ہو سکتی اور معجزہ کی دلالت ان کے صدق پر اس علم پر موقوف ہے کہ یہ معجزہ

فعلا من أفعاله تعالى والعلم بكونها فعلا من أفعاله يتوقف على العلم بوجوده تعالى وكونه قديما واحدا

ایک فعل ہے اللہ تعالی کے افعال میں سے اور معجزہ کا فعل ہونا اللہ تعالی کا اس علم پر موقوف ہے کہ اللہ تعالی موجود ہے قدیم واحد ہے

متصفا بالقدرة والإرادة والعلم والحيوة لأن بكونها فعلا من أفعاله تعالى يتوقف وجودها على وجوده

قدرت والا ارادہ والا علم والا حی ہے کیونکہ معجزہ جب فعل ٹھہرا اللہ تعالی کا تو بیشک اس کا عمل میں آنا وجود پر ہے

وكونه موصوفا بهذه الصفات والعلم بوجوده تعالى لا يمكن أن يحصل بالحس لأنه تعالى ليس محسوسا كالشمس

اور ان تمام صفات پر موصوف ہوگا اور علم وجود باری تعالی کا حواس سے حاصل ہونا ممکن نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالی آفتاب و مہتاب کی طرح

والقمر حتى يعلم وجوده بالحس وليس العلم بوجوده ضروريا كالعلم بكون الاثنين أكثر من الواحد حتى يعلم

تو محسوس نہیں ہے جو حواس کے ذریعہ سے معلوم ہو جاوے اور علم وجود باری کا ایسا بدیہی ہے کہ جیسے ہم دو کو ایک سے زیادہ جانتے ہیں تاکہ بداہت سے

وجوده بالبداية بل انما يعلم وجوده بالاستدلال من المصنوع الى الصانع ومن الاثر الى المؤثر كما روى ان

معلوم ہو جاوی اب بجز استدلال کی مصنوع سی صانع پر اور اثر سی موثر پہ کوئی طریق نہیں ہی چنانچہ روایت ہی

اعرابيا سئل عن الدليل الدال على وجوده تعالى فقال البعرة تدل على البعير والروث على الحمير وآثار الاقدام

کہ ایک اعرابی سی ایسی دلیل پوچھی جس سی وجود الٰہی ثابت ہو جاوی اوسنی جواب دیا کہ مینگنی اونٹ پر اور لید گدہی پر اور پاؤں کا نشان

على المسير افلا تدل سماء ذات ابراج وارض ذات فجاج وبحار ذات امواج على الصانع القدير وروى ان ابا

چلنی والی پر دلالت کرتا ہی پھر کیا برجوں والا آسمان اور رستوں والی زمین اور موج مارتا دریا صانع قدیر پر دلالت نہیں کرتی اور روایت ہی کہ

حنيفة كان سيفا حادا على الدهرية وكانوا ينتهصون الفرصة ليقتلوه فبينما هو قاعد فى المسجد يوما

امام ابو حنیفہ دہریوں کی حق مین مثل تیز تلوار کی تہی اور دہریہ اونکی قتل کی لئی فرصت کی تاک میں رہتی تہی ایک روز امام صاحب تنہا مسجد مین بیٹھی تہی

وحده اذ هجم عليه جماعة منهم بسيوف مسلولة وهموا بقتله فقال لهم اجيبونى عن مسئلة ثم افعلوا

ناگاہ دہریوں کا غول ننگی تلوارین کہینچکر قتل کی لئی چڑہ آیا امام صاحب نی کہا میری ایک بات کا جواب دیدو پہر جو چاہو

ما شئتم فقالوا ما مسئلتك فقال لهم ما تقولون فى رجل يقول انى رأيت سفينة مشحونة بالاحمال

سو کرنا بولی وہ کیا بات ہی امام نی کہا کیا کہتی ہو ایسی شخص کو جو یہہ کہتا ہی مین نی ایک کشتی مال اسباب کی بہری ہوئی دیکہی ہی

مملوة بالاثقال قد احتوشتها فى لجة البحر امواج متلاطمة ورياح مختلفة وهى من بينها تجرى مستوية

کہ دریا کی اندر موجوں کا طماچہ اور مختلف ہواؤں کا صدمہ اوسپر پڑتا تہا اور وہ کشتی

من غير ملاح يجريها ولا مدبر يدبر امرها هل يجوز هذا فى العقل قالوا لا هذا شئ لا يقبله العقل فقال

بدون ملاح کی سیدہی چلی جاتی تہی اور اوسکی خبرداری کرتی والا بھی کوئی نہ تہا کیا یہہ بات عقل کی نزدیک ہو سکتی ہی وہ بولی اس بات کو عقل قبول نہیں کرتی پہر

الامام ابو حنيفة يا سبحان الله اذا لم يجز فى العقل ان تجرى سفينة مستوية من غير ملاح

امام صاحب نی کہا سبحان اللہ جب ایک کشتی عقل کی نزدیک بدون ملاح کی

يدبر امرها فى جريانها فكيف يجوز فى العقل قيام هذه الدنيا على اختلاف احوالها وتغير اعمالها

سیدہی نہیں چلی برابر سیدہی درست نہیں چل سکتی تو کیونکر عقل یہہ قبول کرتی ہی کہ دنیا جسکی احوال مختلف اور اعمال متفرق

وسعة اطرافها وتباين اكنافها من غير صانع يدبر امرها وحافظ يحفظ حالها فلما سمعوا كلامه

اطراف وسیع کنارے الگ الگ بغیر صانع کی جو اوسکی حال کو سنبھالی اور حفاظت کری قایم رہی یہہ کلام سنتی ہی

بكوا جميعا فقالوا صدقت ثم اغمدوا سيوفهم وتابوا واسلموا بين يديه وروى ان بعض الزنادقة انكر الصانع

سب کی سب روئی اور بولی آپ سچ فرماتی ہیں اور اپنی تلواریں میان کرلیں اور توبہ کرکر اونکی سامنی مسلمان ہو گئی اور روایت ہی کہ کسی زندیق نی

عند جعفر الصادق فقال له جعفر هل ركبت البحر قال نعم قال هل رأيت اهواله قال نعم قال هاجت

حضرت جعفر صادق کی آگی خدا کا انکار کیا حضرت جعفر نی فرمایا تو نی دریا کا سفر بہی کیا ہی بولا ہاں پہر فرمایا اوس سفر کی سختیاں بہی دیکہی ہیں بولا ہاں

يوما رياح هائلة فكسرت السفينة واغرقت الملاحين فتعلقت بلوح ثم ذهب عنى ذلك

ایکروز ایسی تند آندہی چلی کہ کشتی ٹوٹ گئی اور ملاح ڈوب گئی مین ایک تختہ پر بیٹھا رہ گیا پہر وہ تختہ بہی چھوٹ گیا

اللوح وانا مدفوع فى تلاطم الامواج حتى وقعت الى الساحل فقال جعفر كان اعتمادك اولا على السفينة

اور مین موجوں میں غوطہ کہاتا ہوا کنارہ جا لگا حضرت جعفر نی فرمایا تجہکو پہلی تو کشتی

مع الملاح ثم على اللوح بانه ينجيك فلما ذهبت عنك تلك الاشياء هل اسلمت نفسك الى الهلاك

اور ملاح پر بہروسا تہا پہر اوس تختہ پر بہروسا تہا کہ یہہ بچا لیگا پہر جب تیری ہاتہ سی یہہ سب چیزیں چہوٹ گئیں تو تو نی کیا اپنی جان موت کی حوالہ کی تہی

ام کنت ترجو سلامة نفسك قال بل رجوت السلامة قال ممن کنت ترجوها فسکت الرجل فقال جعفر رضی الله عنه
یا یہی نجات کی امید باقی تھی تو لا نجات کی امید باقی ہی فرمایا پھر امید کس سی تھی اسپر وہ زندیق چپ ہورہا پہر امام جعفر نی فرمایا

ان الصانع هو الذی ترجوه فی ذلك الوقت من غیر شعورك به وهو الذی انجاك من الغرق فلما
وہ یہی صانع ہی تو اوسوقت بہی نجات کی امید رکھتا تھا گو تجھکو معلوم نہ تھا اور اوسیہی نے تجھکو ڈوبنی سی بچایا جب

سمع ذلك الرجل هذا الکلام منه فتح قلبه فاسلم بین یدیه فقد علم من هذا ان طریق معرفة
اوس شخص نی یہہ بات سنی دل سی مان اوٹھا اور اونکی سامنی مسلمان ہوگیا اس سی معلوم ہوا کہ معرفت الٰہی کا طریق

الله تعالی بالاستدلال الذی هو النظر فی الدلیل فیکون النظر واجبا لانه تعالی امر به وقال
استدلال ہی ہی یعنی دلیل میں غور کرنا سو نظر کرنا واجب ہی کیونکہ اللہ تعالی کا یہہ حکم ہی

قل انظروا ماذا فی السموات والارض فمن ترکه یکون آثما لانه تعالی اعطی الانسان نعمة العقل
تو کہہ نظر کرو کیا ہی آسمانوں میں اور زمین میں پہر جو شخص استدلال نکری وہ گنہگار ہوگا کیونکہ اللہ تعالی نی انسان کو عقل کی نعمت اسیہی لئی دی ہی

لیستدل به علی وجوده تعالی وقدمه ووحدته وسائر صفاته التی تدل علیها افعاله وهی القدرة و
کہ وجود الٰہی پر اور اوسکی قدم اور وحدت اور تمام اوصاف پر جو افعال الٰہی سی ثابت ہوتی ہیں یعنی قدرت اور

الارادة والعلم والحیوة فاذا لم یستدل به لا یکون مؤدیا شکر نعمة العقل فیکون آثما فان لم یغفر
ارادہ اور علم اور حیات استدلال کیا کری پہر جب استدلال نہ کیا تو اوسنی عقل کی نعمت کا شکر ادا نکیا سو یہہ شخص گنہگار ہوگا اگر اوسکو اللہ نی بخشی

الله له فانه وان کان عاقبته الجنة لکن بعد ان یعذب بقدر ذنبه فعلی هذا یجب علی کل مؤمن
تو اختیار ہی یہہ شخص اگرچہ اوسکا انجام بہشت ہی پر گناہ کی موافق عذاب بہگت کر اسی تقریر کی موافق ہر مؤمن پر واجب ہی

ان یعتنی فی معرفة الله تعالی ومعرفة ما یجب علیه اعتقاده بالنظر والاستدلال حتی یخرج
کہ معرفت الٰہی اور تمام اعتقادی امور میں نظر اور استدلال کیا کری تاکہ اہل تقلید سی

من التقلید ویکون من اهل الیقین لان المقلد لا یقین له اصلا لانه هو الذی لم یتفکر فی خلق
نکل کر اہل یقین میں داخل ہوجاوی کیونکہ مقلد کو یقین کا مرتبہ کبھی حاصل نہیں ہوتا کیونکہ مقلد تو وہ ہوتا ہی جو

السموات والارض واختلاف اللیل والنهار حتی یعرف خالقه وسائر ما یجب علیه اعتقاده بل اخبره
آسمانون اور زمین کی پیدایش اور رات دن کی اختلاف میں غور اور فکر نہین کرتا تاکہ اپنی خالق کو اور تمام اعتقادی امور کو دریافت کری بلکہ اوسکو

احد بها وصدقه فیها ففی صحة ایمانه اختلاف بین العلماء واما الذین نشأوا فی دار الاسلام وسمعوا
کسی نی کچہہ بتا دیا اوسی تسلیم کرلیا سو ایسی شخص کی ایمان میں علما اختلاف کرتی ہیں کہ صحیح ہی یا نہیں اور جو لوگ دار اسلام میں پیدا ہوی ہیں اور

معجزات النبی علیه الصلوة والسلام وتفکروا فی خلق السموات والارض واختلاف اللیل والنهار فلا اختلاف
معجزات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتی ہیں اور آسمانوں اور زمین کی پیدایش اور رات دن کی اختلاف میں فکر کرتی ہیں سو

فی صحة ایمانهم لکونهم من اهل النظر والاستدلال ولا یشترط الاقتدار علی التقریر والتحریر ومجادلة
اونکی ایمان میں اصلا اختلاف نہیں ہی کیونکہ وہ لوگ نظر اور استدلال والی ہیں اور تقریر اور تحریر اور

الخصوم ودفع شبهاتهم

دشمنوں کی ساتھ مناظرہ کرنا اور اونکا شبہ دفع کرنا کچہہ شرط نہیں ہی

المجلس السادس فی بیان من رضی بالله ربا وبالاسلام دینا وبمحمد صلی الله علیه وسلم نبیا ذاق طعم الایمان

چھٹی مجلس اس بیان مین کہ جو شخص ہو اللہ کو رب مان کر اور اسلام کو دین مان کر اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی سمجھ کر اوسنی ایمان کا مزہ چکھا

قال رسول
فرمایا رسول

الله صلی الله علیه وسلم ذاق طعم الایمان من رضی بالله ربا وبالاسلام دینا وبمحمد رسولا هذا
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایمان کا مزہ اوس شخص نے چکھا جسنے خوشی سے مان لیا اللہ کو پروردگار اور اسلام کو دین اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول یہہ

الحدیث من صحاح المصابیح رواه العباس بن عبد المطلب ومعناه ان من اطمئن قلبه بکون
حدیث مصابیح کی صحیح حدیثون مین ہے عباس بن عبد المطلب کی روایت سے اسکی معنی یہہ ہین کہ جسکی دل مین طمانیت ہوئی خدا کی

الله تعالی ربه ولم یطلب ربا غیره واکتفی بکون الاسلام دینه ولم یطلب دینا غیره وقنع بکون محمد
ربوبیت پر اور سوا اوسکی دوسرا رب تلاش نکری اور اسلام کو دین کافی جان کر دوسرا دین تلاش نکری اور رسالت محمدی

صلی الله علیه وسلم رسوله ولم یطلب رسولا غیره یتحقق فیه الایمان ومن لم یرض بواحد منها لا
صلی اللہ علیہ وسلم پر قناعت کرکر دوسرا رسول تلاش نکری ایسی شخص مین ایمان متحقق ہوتا ہی اور جو شخص ان امور مین سی کسی ایک پر بھی

یوجد فیه الایمان لان الایمان فی الشریعة هو التصدیق بالمعنی اللغوی وهو اذعان حکم المخبر وقبوله
راضی ہوگا اوسمین ایمان کا پتا نہین کیونکہ شریعت مین ایمان سی مراد تصدیق باعتبار معنی لغت کی ہی یعنی مخبر کی حکم کا یقین کرنا اور مان لینا

وجعله صادقا بعد العلم بصدقه لا مجرد العلم بصدقه اذ یلزم ان یکون کل عالم بصدق النبی علیه
اور اوسکو سچا جان کر صادق ٹھہرانا نرا علم صداقت کا مراد نہین ہی نہین تو جسکو علم صداقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ہو اوسکو

الصلوة والسلام مؤمنا ولیس کذلك لان کثیرا من الکفار لم یؤمنوا به مع کونهم عالمین بصدقه
وہ مؤمن ہو اکرے اور یہہ امر غلط ہی اسلئی کہ اکثر کفار جیسی یہود ایمان نہین لائی اور نبی کو سچا جانتی تہی

کما یدل علیه قوله تعالی فی حق بعض الکفرة والذین اتینهم الکتب یعرفونه کما یعرفون ابناءهم فدل
چنانچہ اللہ تعالی کا ارشاد جو بعضی کفار کی حق مین نازل ہوا ہی اس دعوی پر دلالت کرتا ہی جنکو دی ہمنی کتاب وہ جانتی ہین اوسکو جیسی جانتی ہین اپنی بیٹون کو

النص علی ان التصدیق لیس مجرد العلم بل هو اذعان لما علم وقبوله له بترك الجحود والعناد وبناء الاعمال
اس آیت سی صاف معلوم ہوتا ہی کہ تصدیق صرف علم نہین ہی بلکہ تصدیق کیا ہی یقین کرنا احکام معلومہ کا اور مان لینا انکار اور مخالفت چھوڑ کر اور اسی پر اعمال

علیه وهذا امر زائد علی العلم لا یحصل فی الغالب الا بعد العلم والعلم هو الجزم المطابق لما فی نفس الامر
کی بنا ہی اور یہہ امر علم سی جدا ہی اکثر اوقات یہہ امر بعد حصول علم کی ہوتا ہی اور علم کیا ہی یقین کرنا نفس الامر کی مطابق

بشرط ان یحصل ذلك الجزم بسبب واما الجزم الحاصل بغیر سبب فلیس بعلم بل هو اعتقاد وتحقیق
بشرطیکہ وہ یقین کسی دلیل سی حاصل ہوا ہو اور جو یقین کہ بی دلیل حاصل ہوتا ہی اوسکو علم نہین کہتی بلکہ وہ اعتقاد کہلاتا ہی اسکی تحقیق

ذلك علی ما ذکره الامام التوسی ان الحکم الحادث ینشأ عن امور خمسة علم واعتقاد وظن ووهم
موافق تقریر امام توسی کی یہہ ہی کہ حکم یعنی کوئی چیز مبتدا کو ثابت کرنی یا خبر مبتدا سی نفی کرنی پانچ طرح پر ہوتا ہی علم اور اعتقاد اور ظن اور وہم

وشك لان الحاکم بامر علی امر ثبوتا ونفیا اما ان یجد فی نفسه جزما بذلك الحکم اولا والاول الذی
اور شک کیونکہ حکم کرنیوالا کسی خبر کا مبتدا پر باعتبار ثبوت کی ہو یا نفی کی یا تو اوسکی دل مین اوس حکم کا یقین جزمی ہی یا نہین ہی پہلی صورت مین

هو وجود الجزم ان کان بسبب من ضرورة او برهان فهو علم ویسمی معرفة ویقینا ایضا وان کان بغیر
یعنی اگر یقین کامل ہو اگر وہ اقسام بداہت سی حاصل ہوا ہی جیسی محسوسات کا یا دلیل سی حاصل ہوا تو ان دونو صورت مین یہہ حکم علم ہی اور اوسکو معرفت اور یقین بھی کہ

سبب بل بتقلید محض فهو اعتقاد والثانی الذی هو عدم وجود الجزم ان کان راجحا علی مقابله فهو ظن
دلیل سی حاصل نہین ہوا بلکہ صرف تقلید سی تو وہ اعتقاد کہلاتا ہی اور دوسری صورت مین یعنی اوسکی دل مین یقین کامل نہین تو وہ حکم ثبوت کا یا نفی کا اگر اپنی مقابل پر

وان کان مرجوحا فهو وهم وان کان مساویا فهو شك فالایمان ان حصل من الاقسام الثلثة الا
اور اگر مغلوب ہی تو وہم ہی اور اگر برابر ہی تو شک ہی اب ایمان اگر ان تین پچھلی قسم سی حاصل ہوا ہی جو سوا یقین کامل کی ہین

نفیر

لغیر الجزم وهی الظن والوهم والشک فالاجماع علی بطلانه وان حصل من القسم الاول من قسمی الجزم وهو
یعنی ظن اور وہم اور شک تو یہہ بالاتفاق باطل ہی اور اگر پہلی قسم جزم کی دو نو قسم سی یعنی بہ بداہت یا بدلیل حاصل ہو جو
العلم والمعرفة فالاجماع علی صحته فاما القسم الثانی من القسم الجزم وهو الاعتقاد فینقسم الی قسمین احدهما مطابق لما فی نفس الامر ویسمی اعتقادا صحیحا کاعتقاد
علم اور معرفت ہی تو بالاتفاق صحیح ہی اور جزم کی دوسری قسم جو اعتقاد ہی اوسکی دو قسم ہین ایک تو نفس الامر کی مطابق یہہ تو اعتقاد صحیح کہلاتا ہی جیسی
عامة المؤمنین المقلدین لائمة الدین والثانی غیر مطابق لما فی نفس الامر ویسمی اعتقادا فاسدا وجهلا مرکبا
عام مسلمانون کا اعتقاد جو ائمہ دین کی مقلد ہین اور دوسرا نفس الامر کی برخلاف اسکو اعتقاد فاسد اور جہل مرکب کہتی ہین
کاعتقاد کافة الکفرة المقلدین لائمة الکفر فالفاسد اجمعوا علی کفر صاحبه وکونه مخلدا فی النار
جیسی تمام کفار کا اعتقاد جو کفر کی پیشواؤن کی مقلد ہین پس فاسد اعتقاد والا بالاتفاق کافر اور وہ ہمیشہ دوزخی ہی
واختلفوا فی الاعتقاد الصحیح الذی یحصل بمحض التقلید والصحیح ان صاحبه یکون مؤمنا لکنه یکون
اور اختلاف ہی صحیح اعتقاد مین جو نری تقلیدی ہی اور صحیح مذہب یہہ ہی کہ ایسی اعتقاد والا مؤمن ہوتا ہی پر وہ
عاصیا بترک النظر والاستدلال فیبقی فی مشیة الله تعالی ان شاء یعفو عنه ویدخله الجنة بلا عذاب
نظر اور استدلال کی ترک کرنی سی گنہگار ہوتا ہی بس یہہ الله تعالی کی مشیت مین ہی چاہی معاف کرکر بلا عذاب جنت مین داخل کری
وان شاء یعذبه بقدر ذنبه ثم یدخله الجنة فعلی هذا یجب علی کل مؤمن ان یتعلم کل مسئلة من
اور چاہی گناہ کی موافق عذاب دی پہر جنت مین داخل کری اس بیان کی موافق ہر مؤمن پر واجب ہی کہ اعتقادی ہر ہر مسئلہ ایمان کا
مسائل عقائد الایمان بدلیل واحد حتی یکون فی دینه علی بصیرة لان العقائد الحاصلة بالتقلید
ایک ہی دلیل سی سیکہی تاکہ اپنی دین مین صاحب بصیرت ہو کیونکہ جو عقاید تقلید سی حاصل ہوتی ہین
یخشی علی صاحبها الشک عند عروض الشبهات فان التصمیم علی العقائد من غیر تحصیلها بالدلائل
اوسمین یہہ خوف ہی کہ اگر کچہہ شبہات پیش آوین تو مقلد کو شک پیدا نہ ہو جاوی کیونکہ تصمیم عقائد کی بدون دلایل کی جب ذرہ بہر بہی شبہہ پیش آوی
لا یامن صاحبها من زوالها عند عروض ادنی شبهة وعلی تقدیر ان یقابل ذلک الشک والزوال
تو یقین نہین ہی کہ زوال سی بچی اور یہہ مانا کہ شک اور زوال کی مقابل ہین
بالتصمیم اللسانی فانی ینفعه والقلب الذی هو محل الایمان متحیر یقول لا ادری فیدخل فی زمرة
تصمیم زبانی عمل مین آوی پر کیا فائدہ جس حالین کہ دل جو ایمان کا گہر ہی حیران ہو کر یہہ کہی مین کیا جانو پہر تو منافقین کی زمرہ مین داخل ہو
المنافقین الذین یقولون بافواههم ما لیس فی قلوبهم ولذلک قیل النفاق نوعان احدهما نفاق یعرفه
جو منہہ سی ایسی باتین بنایا کرتی ہین جو اونکی دلون نہین ہوتی اسی لئی کہتی ہین کہ نفاق کی دو قسم ہین ایک تو وہ نفاق جو منافق
صاحبه من نفسه وهو نفاق الذین یظهرون الاسلام بین الناس ویضمرون الکفر فی قلوبهم کنفاق الذین
سمجہتا ہی یہہ نفاق اون شخصون کا ہی جو ظاہر مین لوگون کی سامنی اسلام ظاہر کرتی ہین اور دل مین کفر چہپا رکہتی ہین جیسی نفاق اونکا
ی علیه الصلوة والسلام ومن فی معناهم من الزنادقة والملاحدة والثانی نفاق لا یعرفه
کی عہد مین تہی اور اور زندیق اور ملحد انکی مثل دوسرا وہ نفاق ہی کہ اوسکو
ه وهو نفاق الذین یولدون بین المؤمنین فیسمعون منهم کلمات الایمان فیقولون
یہہ اونکا نفاق ہی جو مسلمانون مین پیدا ہوتی ہین پہر اونسی ایمان کی باتین سن سناکر جیسی سنی
او تقلیدا حتی انهم لو ولدوا بین الیهود والنصری لقالوا مثل قولهم ولفعلوا مثل
تا اتنا کہ اگر اتفاقا یہود یا نصاری مین پیدا ہوتی تو اونکی سی کہا کرتی اور ویسا ہی کیا کرتی

فعلهم اتباعا وتقلیدا من غیر ان یلاحظوا من ای شئ خلقوا ولای شئ خلقوا لیعرفوا خالقهم وما امرهم به
یہہ لحاظ نہیں ہوتا کہ ہم کہاں سی پیدا ہوئی اور کس لئی پیدا ہوئی تاکہ اپنی خالق کو جانی اور اوسکی امر

وما نهاهم عنه بانزال الکتب وارسال الرسل فیکونون من الذین یقولون اذا ماتوا ووضعوا فی القبر
اور نہی کو جو لواسطہ انزال کتب اور ارسال رسل بہیجی ہین پہچانی پہر وہ اون لوگون میں ہیں کہ جب مر کر قبر میں جاوینگی

وسالهم منکر ونکیر لاندری سمعنا الناس یقولون قولا فقلناه فانهم اذا تاهم الملکان فی القبر ینطقون
اور منکر نکیر اونسی سوال کرینگی تو جواب دینگی ہم کچہہ نہیں جانتی ہم تو جو اور وں سی سنتی تہی وہ ہی ہم ہی کہتی تہی کیونکہ انکی پاس گور میں جب دو فرشتی آوینگی

بما عندهم من غیر زیادة ولا نقصان لان الانسان فی ذلك المحل لا یترك کما فی الدنیا ان یتکلم بما لیس فی
تو بی کم وکاست وہی بولی اونہین کی جو دلین تہا اسلئی کہ انسان گور میں ایسا مختار نہوگا جیسا دنیا میں تہا کہ زبان پر کچہہ اور دل میں کچہہ

قلبه بل ان کان عالما بالحق ینطق به وان کان شاکا فیه غیر عالم به یقول لا ادری کما کان یقول بقلبه
بلکہ اگر حق جانتا تہا تو ویسا ہی کہیگا اور گو اوسکو شک تہا تو کہیگا میں نہیں جانتا جیسی کہ جیتی جی دلین کہتا تہا

فی حال حیوته لا ادری وقد روی انه علیه السلام قال اذا کان یوم القیمة ینادی مناد من کان یعبد
میں نہیں جانتا اور روایت ہی کہ فرمایا رسول الله صلی الله علیه وسلم نی قیامت کی دن منادی پکاریگا جو شخص جسکو پوجتا تہا

شیئا فلیتبعه فمن عبد الشمس اتبعها ومن عبد القمر اتبعه ومن عبد الطواغیت اتبعها فیبقی هذه الامة
اب اوسکی ساتہہ رہی پہر جو آفتاب کی پوجا کرتا تہا اوسکی ساتہہ ہوگا اور جو گور پوجتا تہا گور کی ساتہہ ہوگا اور جو بتوں کی پوجا کرتا تہا اونکی ساتہہ ہوگا پہر یہہ امت

وفیهم منافقوهم والمراد بالمنافقین فی هذا الحدیث لیس الذین عبدوا الاصنام فی منازلهم سرا واظهروا للناس
مع اپنی منافقوں کی باقی رہ جاویگی منافق سی مراد اس حدیث میں وہ لوگ نہیں ہیں جو اپنی گہروں کی اندر پوشیدہ بت پرستی کرتی تہی اور مسلمانوں کی

الاسلام فانهم یتبعون الطواغیت بمن اتبعها لانهم کانوا یعبدونها فیذهبون فی جهنم معها بل المراد بهم
سامنی اسلام ظاہر کرتی تہی یہہ لوگ تو بتوں کی ساتہہ ہونگی کیونکہ یہہ تو بتوں کو پوجتی تہی سو اونکی ساتہہ دوزخ میں جاوینگی بلکہ منافق سی مراد

الذین کان الریب فی قلوبهم وهم لا یعرفون ذلك لغلبة التقلید علیهم فان اکثر العوام بل کثیر ممن کان
وہ لوگ ہیں جنکی دلین تردد تہا اور تقلید کی غلبہ سی اوسکو نہ سمجہی بیشک اکثر عوام بلکہ اس زمانہ میں اکثر ایسی شخص

فی شکل العلماء فی هذا الزمان لا یعرف حال نفسه فیظن انه فی درجة المعرفة والیقین مع انه لم یتیقن ایمانه
جو علماء کی صورت میں ہیں اپنی حال سی خبردار نہیں ہیں وہ یہہ سمجہتی ہیں کہ ہمکو مرتبہ معرفت اور یقین کا حاصل ہوا ہی اور اصل میں ایمان

ولو بدرجة التقلید بل بعض المقلدین ینطق بکلمتی الایمان من غیر ان یعرف معناهما ولا ان یمیز بین
اگرچہ تقلید کی درجہ کا ہو بلکہ بعضی مقلد دو کلمی ایمان کی زبان سی توڑ ہتی ہیں پر اونکی معنی سی واقف نہیں ہیں اور نہ الله میں

الله ورسوله لان اکثر الناس فی هذا الزمان لیسوا فی درجة الاعتقاد التقلیدی الصحیح المطابق بل هم
اور اوسکی رسول میں تمیز کرتی ہیں کیونکہ اس زمانہ کی اکثر لوگوں کو درجہ تقلیدی اعتقاد کا جو صحیح اور مطابق ہوئی حاصل نہیں ہی بلکہ اونکو

فی درجة الاعتقاد التقلیدی الفاسد الغیر المطابق لما فی نفس الامر وما ذلك الا لاندراس العلماء الراسخین
تقلیدی فاسد اعتقاد کا درجہ برخلاف نفس الامر کی حاصل ہی اور یہہ تمام خرابی اسکی ہی کہ علماء جنکا علم راسخ تہا

فی العلم وکثرة الضالین المضلین من الدجاجلة الذین ینتمون الی التصوف لقطع طریق الدین علی المسلمین
ہو چکی اور خود گمراہ اور گمراہ کرنیوالی دجال صفت متصوف بن کر بہت پہیل گئی شیطانی جال بچہا کر دین کی مسلمانوں پر

بنصب حبائل الشیاطین لما روی عن ابی هریرة انه علیه السلام قال یکون فی اخر الزمان دجالون کذابون
رہ زنی کرتی ہیں چنانچہ ابو ہریرہ سی روایت ہی کہ رسول الله صلی الله علیه وسلم نی فرمایا کہ آخر زمانہ میں دجال کی مانند جہوٹی پیدا ہونگی

يأتونكم من الاحاديث بما لم تسمعوا انتم ولا اباءكم فاياكم واياهم لا يضلونكم ولا يفتنونكم فانه
ایسی حدیثیں روایت کرینگی کہ نہ تمنی سنی ور نہ تمہاری باپ دادانی سو تم دور رہو اونسی اور دور کرو اونکو اپنی ایسا ہو کہ تمکو گمراہ اور فتنہ میں مبتلا کر دیں

عليه السلام بين في هذا الحديث ان جماعة من اهل المكر والتلبيس يخرجون في اخر الزمان
اس حدیث میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم نی یہہ بیان فرمایا کہ آخر زمانہ میں جماعت مکار اور فریب باز

بزي العلماء والمشائخ ويقولون للناس نحن علماء ومشائخ نعلمكم دينكم ونرشدكم الى
علماء اور مشایخ کی وضع پر پیدا ہونگی کہینگی کہ ہم عالم اور شیخ وقت ہیں ہم تمکو دین سکہاتی ہیں اور راہ حق بتاتی ہیں

الحق وهم كذابون يحدثونكم بالاحاديث الكاذبة يعلمونكم اعتقادات فاسدة ويبتدعون
اور اصل میں جہوٹی ہونگی اور وضعی حدیثیں روایت کرینگی اور فاسد عقیدہ تمکو سکہادینگی اور نئی باطل

لكم احكاما باطلة فاحذروا عنهم ولا تقربوا منهم كيلا يضلونكم ولا يوقعونكم في الفتنة فعلى
احکام تمہاری لئی گڑہ دینگی سو اونسی بچو اونکی پاس نہ جاؤ تا اونکو گمراہ کردیں اور فتنہ میں نہ پہنسادیں اس

هذا كل من لم يجاهد نفسه في هذا الزمان لتعلم علم الايمان يموت على انواع البدع والكفريات
مضمون کی موافق جو شخص اس زمانہ میں علم دین کیواسطی جان سی کوشش نہ کریگا تو وہ بیخبر طریق بدعت اور کفریات پر مریگا

وهو لا يشعر بها ويكون من الذين يقولون يوم القيمة ما حكى الله تعالى عنهم بقوله يوم يقول
اور اوس زمرہ میں داخل ہوگا جنکی قول کی قیامت کی دن اللہ جل شانہ حکایت کرتاہی جس دن کہینگی

المنفقون والمنفقت للذين امنوا انظرونا نقتبس من نوركم فانهم يقولون ذلك لكونهم
منافق مرد اور عورتیں ایمان والوں کو ٹہرو ہم بہی لیلیں تمہاری روشنی سی سو یہہ لوگ یہہ بہی کہینگی کیونکہ یہہ

مشاة وكون المؤمنين على ركاب تسرع بهم الى الجنة ونورهم بين ايديهم وبايمانهم كما قال الله تعالى
پیادہ پا ہوں گی اور مؤمنین گہوڑوں پر سوار کہ دوڑی جنت میں لئی جاتی ہونگی اور اونکی سامنی اور داہنی روشنی ہوگی جیسا کہ اللہ

يوم ترى المؤمنين والمؤمنت يسعى نورهم بين ايديهم وبايمانهم واختلف في ذلك النور فقيل
جس دن تو دیکہی ایمان والی مرد اور عورتوں کو دوڑی چلتی ہی اونکی روشنی اونکی آگی اور اونکی داہنی اور اختلاف ہی اوس نور میں کوئی کہتاہی

المراد به الضياء الذي يستضيئون به على الصراط على ما روى عن ابن مسعود رضه انه قال يؤتون
نور سی مراد روشنی ہی جسسی صراط پر روشنی ہوجاویگی اس مسعود سی یہہ روایت ہی یہہ کہتی ہیں کہ اونکو

نورهم على قدر اعمالهم فمنهم من يؤتى نورهم كالنخلة ومنهم من يؤتى نوره كالرجل القائم وادناهم
اعمال کی موافق روشنی ملی گی بعضوں کو برابر کہجور کی درخت کی اور بعضوں کو بمقدار قد آدم اور کم سی کم

نورا من يكون نوره على ابهام رجله ينطفي تارة ويلمع اخرى وقيل المراد به معرفة الله تعالى
نور میں وہ ہوگا کہ اوسکی پاؤں کی انگوٹہی پر روشنی ہوگی کبہی چمکتی کبہی بجہی ہوئی اور کوئی کہتاہی نور سی مراد اللہ تعالی کی معرفت ہی

فمقادير الانوار يوم القيمة على حسب مقادير المعارف الالهية المكتسبة في الدنيا فلا نور
پہر قیامت کی دن روشنی باندازہ معارف الہی کی ہوگی جسقدر دنیا میں حاصل کی ہوگی سو

في عرصة القيمة الا نور الايمان والطاعات التي اكتسب في الدنيا باستعمال الالات البدنية والقوى
قیامت کی میدان میں سوا نور ایمان اور عبادت کی جو دنیا میں بوسیلہ اعضاء بدنی اور قوی

الجسمانية من الحواس الظاهرة والباطنة لتحصيل المعارف الربانية فكل احد يعطى من النور يوم
جسمانی یعنی حواس ظاہر و باطن کی معارف ربانی حاصل کی ہوں گی کوئی اور نور نہیں ہوگا پہر ہر ایک کو قیامت کی دن اتنا نور دیا جاویگا

القيمة مقدار ما اكتسبه في الدنيا من المعارف اليقينية ومن لم يكتسب في الدنيا شيئا من المعارف
جتنی اوسی دنیا میں یقینی معارف حاصل کی ہوگی اور جسنی دینی معارف میں سی کچھ حاصل نکیا ہوگا

الدينية يبقى يوم القيمة في ظلمة بلا نور على ما روى عن ابي امامة انه قال يغشى الناس يوم القيمة
تو وہ قیامت کی دن اندھیری میں بی نور رہ جاویگا چنانچہ ابو امامہ سی روایت ہی وہ کہتی ہیں قیامت کی روز لوگوں کو

ظلمة شديدة ثم يقسم النور بينهم فيعطى كل مؤمن نوره بقدر علمه بالله تعالى وعلمه له ويترك
تاریک اندھیرا آ دبا لیگا پھر ان میں نور تقسیم ہوگا سو ہر مؤمن کو بقدر معارف الٰہیہ کی نور ملیگا اور جو اسکی علم میں ہوگا اور

الكافر والمنافق في ظلمة لا يعطيان شيئا من النور بل يحال بينهما وبين المؤمنين بان يضرب بينهم
کافر اور منافق تاریک اندھیری میں رہ جاوینگی کچھ نور نہ ملیگا بلکہ ان کی اور مؤمنین کی بیچ میں

سور دون جسر جهنم وفي الاية السابقة اشارة الى ان المراد بالمنفقين المذكورين فيها هم الشاكون
ایک دیوار جسر جہنم سی ورے فاصل ہو جاویگی اور پہلی آیت میں یہہ اشارہ ہی کہ منافقین سی مراد وہ لوگ ہیں جو شک اور تردد میں گرفتار

المرتابون الذين يصلون في المساجد ويدخلون مع اهل الايمان في مداخل الاسلام ولذلك قال الله تعالى
اور مسجدوں میں نماز ادا کرتی تھی اور ایمان والوں کی ساتھ اسلامی مکانات میں آتی جاتی تھی اسی لئی اللہ تعالیٰ فرماتا ہی

ينادونهم الم نكن معكم قالوا بلى ولكنكم فتنتم انفسكم وتربصتم وارتبتم وغرتكم الاماني حتى جاء
یہہ اونکو پکاریںگی کیا ہم بہی تمہاری ساتھ نہ تھی وہ کہینگی البتہ پر تمنی بچلا دیا آپ کو اور راہ دیکہتی رہی اور دہوکی میں پڑی اور بہکی امیدوں پر آخر آگیا

امر الله وغركم بالله الغرور دلت الاية على انهم لم يعبدوا اصناما بل كانوا مع المؤمنين لكن لم يكونوا
حکم اللہ کا اور تمکو بہکا دیا اللہ کی نام سی دغا باز نی سو یہہ آیت دلالت کرتی ہی کہ وہ لوگ بت پرست نہیں تہی بلکہ مؤمنین کی ہمراہ رہتی تہی پر انہوں نی

عارفين بما وجب عليهم معرفته حتى جاءهم امر الله الذي هو الموت فقال لهم يوم القيمة فاليوم
جو اونپر واجب تہا وہ معرفت الٰہی حاصل نکی آخر حکم الٰہی یعنی موت آگئی اونکو قیامت کی دن یہہ حکم ہوگا سو آج

لا يؤخذ منكم فدية ولا من الذين كفروا ماويكم النار هي موليكم وبئس المصير فاذا كان كذلك ينبغي
تمسی نہیں قبول فدیہ اور نہ کافروں سی تمہارا ٹھکانا دوزخ ہی وہ ہی تمہارا رفیق ہی اور بری بازگشت پس جب مراد یہہ ہوئی تو

للمؤمن المقلد ان لا يغتر ويستدل بقوة تصميمه وكثرة عبادته انه على الحق لتوجه النقض عليه
مقلد مؤمن کو لائق نہیں کہ ہرگز سستی نکری اور نہ اپنی تصمیم کی قوت اور کثرت عبادت سی یہہ استدلال کری کہ میں حق پر ہوں کیونکہ اسپر یہہ اعتراض ہوگا

بتصميم اليهود والنصارى على اباطيلهم تقليدا لابائهم الضالين المضلين فان تصميم المقلد على كون
کہ یہود اور نصاریٰ بہی جہوٹی اٹکلوں پر اپنی باپ دادا ضالین مضلین کی تقلید سی جم رہی ہیں اس لئی کہ مقلد کی تصمیم کسی

شيء حقا وعدم رجوعه عنه ولو نشر بالمناشير لا يدل على كونه في دينه على بصيرة لان جزمه
شئ کی حقیقت پر اور اوس سی نہ ٹلنا اگرچہ ارہ سی چیرا جاوی یہہ دلالت نہیں کرتی کہ وہ اپنی دین میں بصیرت پر ہی کیونکہ اوسکا جزم

وتصميمه على كون شيء حقا ليس من حيث معرفته بكونه حقا بل من حيث نشأته بين قوم يدينون
اور تصمیم کسی شئ کی حقیقت کا باعتبار معرفت یقینی حقیقت کی نہیں ہی مگر اس سبب سی ہی کہ وہ ایسی قوم میں پیدا ہوا ہی کہ وہ اوس شئ کو

به وللنشأة والمخالطة اثر عظيم في تصميم كون شيء حقا سواء كان حقا او لم يكن الا ترى ان مثل هذا
اور پیدایش اور ملاپ کو اشیا کی حقیقت میں بڑا اثر ہوتا ہی برابر ہی کہ وہ حق ہو یا ناحق دیکھو ایسی ایسی

التصميم يوجد عامة من ذوي الجهل المركب كاليهود والنصارى ولهذا قال بعض العلماء من جزم في
تصمیم تمام جہل مرکبوں میں ہوتی ہی جیسی یہود اور نصاریٰ اسی لئی بعضی علماء کہتی ہیں جو شخص

قلبه بكون شئ حقا ولم يدر لذلك الجزم سببا خاصا يرجع اليه فليس له في دينه بصيرة

یعنی دل میں کسی شی کو حق یقین کرلی اور اوس یقین کی ایسی خاص دلیل معلوم نہو جسکی طرف رجوع کریں تو اوسکو دین کی اندر بصیرت نہیں ہی

اذلا ملازمة بين الجزم الاعتقادي وكون ماجزم به حقا فاذا لم يكن بينهما ملازمة يجب عليه ان

کیونکہ اس اعتقادی یقین میں اور اوس شی کی حقیقت میں کوئی علاقہ نہیں ہی جب اون دونوں میں علاقہ نہوا تو پہر اوسپر واجب ہی کہ

ياتي بما يكون به بينهما ملازمة ليتميز ماكان عليه من الدين اهو حق ام لا حتى يكون في دينه على

اون دونوں میں علاقہ پیدا کری تاکہ اوسکو یہہ تمیز ہوکہ آیا میرا دین حق ہی یا نہیں تاکہ اوسکو دین کی

بصيرة وانما يحصل ذلك بالنظر الصحيح بالبراهين لا بالضرورة اذ قد جرت عادة الله تعالى

بصیرت پیدا ہو اور یہہ تمیز بجز نظر صحیح اور براہین کی بداہت سی نہیں ہوتی کیونکہ عادت الٰہی یوں جاری ہی

ان يحصل بالبرهان لا بالضرورة اذ لو كان حصوله بالضرورة لادركه جميع العقلاء ويكفي في

کہ دلایل سی ہو بداہت سی نہو اگر یہہ تمیز بداہت سی حاصل ہوا کرتی تو تمام عقلا حاصل کرلیا کرتی اور مکلف کو

خروج المكلف من التقليد الدليل الجملي الذي يحصل له به في الجملة العلم والطمانينة بعقائد

تقلید سی پاک ہونی میں مجمل دلیل بہی کافی ہی جسی کچہہ علم اور طمانیت عقاید ایمان میں حاصل ہوجاوی

الايمان بحيث لا يقول بقلبه لا ادري سمعت الناس يقولون قولا فقلته ولا يشترط القدرة على

اتنا کہ اپنی دل میں یوں نہ کہی کہ میں نہیں جانتا لوگوں سی جو بات سنتا ہا وہی میں بہی کہتا ہا اور یہہ شرط نہیں ہی کہ اوس دلیل کو

ترتيبه على الوجه الذي يرتبه العلماء ولا القدرة على دفع الشبهة الواردة عليه من جهة المبتدعة

علماء کی طور پر موافق قواعد منطقی کی مرتب کری اور نہ یہہ شرط ہی کہ بدعتیوں کی شبہات دفع کرسکی استعداد ہو

ولا القدرة على التعبير عنه بل اذا فهمه بحيث يخرج به عن التقليد فهو عارف وان لم يقدر ان

اور نہ یہہ شرط ہی کہ اوسکو صاف بیان کری بلکہ اوسکو اتنا سمجہ لیا کہ تقلید سی پاک ہوجاوی تو پہر وہ عارف ہی اگرچہ اوس مجمل دلیل کو

يعبر عما في ضميره من ذلك الدليل الجملي ولا ان يرد شبهة يوردها مبتدع عليه لان كثيرا من

دل سی زبان پر نہ لاسکی اور نہ یہہ شرط ہی کہ بدعتی جو شبہات وارد کریں رد کیا کری کیونکہ اکثر

العلماء يعجزون عن التعبير عما في ضمائرهم من العلوم المحققة عندهم فكيف بالعامة والحاصل

علماء اپنی حقیقی علوم کو بیان کرنی سی عاجز ہوا کرتی ہیں پہر عوام کی تو کیا اصل ہی حاصل یہہ ہی

ان من اراد ان يعلم قدر نفسه من عقائد الايمان هل هو في مرتبة المعرفة ام في مرتبة التقليد

کہ جو شخص اپنا حال معلوم کیا چاہی کہ عقاید ایمانی میں آیا مجہکو مرتبہ معرفت کا ہی یا ابہی مرتبہ تقلید میں ہوں اور آیا میں اپنی عقاید میں

وهل هو مصيب في عقائده ام غير مصيب فيها يلزمه ان يسئل عن حقيقة المعرفة وعن حقيقة

صواب پر ہوں یا خطا پر تو اوسکو لازم ہی کہ معرفت کی حقیقت اور تقلید کی حقیقت

التقليد ليميز احدهما عن الاخر ويعلم ايهما حاصل له فالمعرفة هي الجزم الموافق لما عند الله تعالى

دریافت کری تاکہ ایک کو دوسری سی تمیز کری اور جان لی کہ مجکو دونوں میں سی کیا حاصل ہی سو معرفت تو یقین کرنا موافق حکم الٰہی کی

بشرط ان يحصل ذلك الجزم بدليل واما الجزم الحاصل بغير دليل فلا يسمى معرفة بل يسمى اعتقادا

بشرطیکہ وہ یقین دلیل سی حاصل ہوا ہو اور جو یقین بلا دلیل حاصل ہوا ہو تو اوسکو معرفت نہیں کہتی بلکہ وہ اعتقاد کہلاتا ہی

سواء كان موافقا لما عند الله تعالى او لم يكن والتقليد هو الجزم بقول الغير من غير دليل سواء كان

برابر ہی کہ موافق علم الٰہی کی ہو یا نہو اور تقلید یقین کرنا غیر کی کہنی سی بلا دلیل برابر ہی

حقا وباطلا فالمقلد لا معرفة عنده وانما عنده الجزم بقول الغير خاصة سواء كان حقا او باطلا

کہ حق ہو یا باطل سو مقلد کو معرفت کبھی نہیں ہوتی اوسکو صرف یقین غیر کی کہنی کا ہوتا ہی برابر ہی کہ حق ہو یا باطل

فمن علم هاتين الحقيقتين ثم نظر الى ضميره ايهما حاصل له فيه فانه يعرف ما هو الحاصل له منهما

اب جو شخص ان دونو حقیقت کو سمجھی پھر اپنی دلمین سوچی تو جان لیگا کہ اوسکو دونو مین سی کونسا مرتبہ حاصل ہی

فان كان الحاصل له منهما هو التقليد لا المعرفة يجب عليه اولا اقامة البرهان لتحصيل المعرفة

پس اگر اوسکو مرتبہ تقلید کا ہی معرفت کا مرتبہ نہین ہی تو اوسپر واجب ہی کہ پہلی دلیل قایم کری تاکہ معرفت ایمانی

في عقائد الايمان وثانيا البحث عن العقائد الصحيحة حتى يعلم هل كان مصيبا في عقائده ام

عقائد کی حاصل ہو پھر صحیح صحیح عقاید کی بحث کری تاکہ معلوم ہو کہ اپنی عقاید مین حق پر ہا یا نہین

لم يكن فان وجد نفسه على الصواب فيها يشكر الله تعالى على هذه النعمة العظيمة التي لا يكافيها

سو پھر اگر وہ اپنی آپ کو صواب پر پاوی تو اس نعمت عظیمہ پر جسکی برابر کوئی دنیا کی متاع نہین ہی شکر اللہ تعالی کا ادا کری

من متاع الدنيا وان لم يجدها على الصواب فيها يفترض عليه ان يسعى في تصحيح اعتقاده بالبرهان

اور اگر صواب پر نہ پاوی تو اوسپر فرض ہی کہ واسطی صحت عقاید کی دلایل مین کوشش کری

حتى يحصل له النجاة من عذاب النار والدخول في دار القرار يسرنا الله تعالى بفضله المجلس السابع

تاکہ اوسکو دوزخ کی عذاب سی نجات ملی اور بہشت مین جانا میسر ہو الہی اپنی فضل سی ہمپر آسان کر ساتوین مجلس

في بيان مؤمن به وبيان لزوم الايمان به اجمالا على الاصح وتفصيلا

اون چیزون کی بیان مین جن پر ایمان لانا چاہیی اور اون پر ایمان مجملا لازم ہی موافق مذہب اصح کی اور تفصیلا

عند البعض قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لجبرئيل عليه السلام حين جاءه على

بعض کی نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نی جبرئیل سی فرمایا جب اونکی پاس

صورة رجل غريب وسئله عن الايمان الايمان ان تؤمن بالله وملئكته وكتبه ورسله واليوم

ایک مرد مسافر کی صورت مین آئی اور پوچھا ایمان کیا ہی ایمان یہہ ہی کہ تو ایمان لاوی اللہ پر اور اوسکی فرشتون اور کتابون اور رسولون پر اور قیامت کی

الاخر وتؤمن بالقدر خيره وشره هذا الحديث من صحاح المصابيح رواه عمر بن الخطاب وهو

دن پر اور تو یقین کری نیک اور بد کی تقدیر کا یہہ حدیث مصابیح کی صحیح حدیثون مین ہی عمر بن الخطاب کی روایت سی اور حدیث مین

جامع لاصول الدين وما يصح الاعتقاد عليه فان الاصل في الاعتقاد معرفة المبدأ والمعاد وانما

تمام اصول دین کی اور جس جس پر اعتقاد کرنا چاہیی سب مذکور ہین اسلئی اصل تمام اعتقادیات مین مبدا اور معاد کی معرفت ہی اور

ذكرت الملئكة وما عطف عليه ليتوصل الى معرفة المعاد لان معرفة المبدأ تقتضيها العقول

ملائکہ کا جو سو معطوفات کی ذکر ہی تو واسطی معرفت معاد کی ہی اسلئی کہ مبداء کی معرفت کو تو سلیم عقلین چاہتی ہین

السليمة لكونها ثابتة في فطرة بني ادم من مبدأ خلقتهم بمقتضى قوله تعالى فطرة الله التي

اسلئی کہ بنی آدم کی اصل فطرت مین ابتداء پیدایش سی ثابت ہی موافق قول اللہ تعالی کی تراش اللہ کی جسپر

فطر الناس عليها واما معرفة المعاد ولا استعداد له فلا سبيل اليها الا بتوفيق من الله تعالى

کہ تراشا آدمیون کو اور رہی معرفت معاد کی اور اوسکا سامان سو اوسکا کوئی راہ نہین ہی بجز توفیق الہی کی

بواسطة الانبياء الذين وصل اليهم علم ذلك بارسال الرسل من الملئكة بانزال الكتب فلذلك

بوسیلہ انبیا علیہم السلام کی جنکو اوسکا علم بواسطہ فرشتون کی اور بوسیلہ کتب سماوی کی حاصل ہوا ہی اسی لئی یہہ

دخل جمیع ذلک فی مفہوم الایمان وذکر کلہ فی ہذہ الحدیث فلابد لطالب معناہ من الاستکشاف
بسبب ایمان کی مفہوم مین داخل ہین اوراس حدیث مین سب مذکور ہین سوجو اسکی معنی کا طالب ہو اوسکو ضرور ہی کہ حقیقت

عن حقیقۃ معنی الایمان بہذہ الاشیاء الستۃ المذکورۃ فیہ لیکون فی دینہ علی بصیرۃ
ایمان کی تہہ کو ان چہون اشیاء مذکورہ کی تفصیل سی دریافت کری تاکہ دین مین بصیرت ہو

الاول مما یجب الایمان بہ الایمان باللہ تعالی والمراد من الایمان بہ تعالی العلم بوجودہ وقدمہ وکونہ
اول ایمان اللہ پر واجب ہی اور اللہ پر ایمان لانی سی یہہ مراد ہی کہ اوسکو موجود اور قدیم اور

واحدا ومتصفا بالقدرۃ والارادۃ والعلم والحیوۃ وسائر ما یلیق بہ من الصفات لکن العلم
واحد اور صاحب قدرت اور صاحب ارادہ اور علیم اور حی اور تمام صفات لائقہ سی موصوف جانی لیکن اوسکی

بوجودہ لا یمکن ان یحصل بالحس لانہ تعالی لیس محسوسا کالشمس والقمر حتی یمکن العلم بوجودہ
وجود کا علم حواس سی حاصل ہونا ممکن نہین کیونکہ اللہ تعالی مانند آفتاب اور مہتاب کی نظر نہین آتا تاکہ اوسکا وجود حواس کی ادراک سی

بالحس ولیس العلم بوجودہ ضروریا کالعلم بکون الاثنین اکثر من الواحد حتی یعلم وجودہ بالضرورۃ
معلوم ہوجاوی اور نہ علم اوسکی وجود کا ایسا بدیہی ظاہر ہی جیسا دو کا عدد ایک سی زیادہ ہی تاکہ اوسکا علم بالبداہت خود بخود آجاوی

بل انما یعلم وجودہ تعالی بالدلیل وذلک الدلیل وجود العالم فانہ لکونہ حادثا یحتاج الی محدث
بلکہ علم اوسکی وجود کا دلیل سی حاصل ہوتا ہی اور وہ دلیل عالم کا وجود ہی کیونکہ عالم حادث ہونی کی سبب پیدا کرنیوالی کا محتاج ہوکر

یدل علی ان لہ محدثا وذلک المحدث لا بد ان یکون قدیما واحدا متصفا بالقدرۃ والارادۃ والعلم
دلالت کرتا ہی کہ اوسکا کوئی پیدا کرنیوالا ہی اور وہ پیدا کرنیوالا بالضرور قدیم واحد قدرت والا ارادہ والا علیم

والحیوۃ لانہ لو لم یکن قدیما بل کان حادثا لکان محتاجا الی محدث فیلزم الدور والتسلسل وکلاہما
اور حی ہونا چاہئی اسواسطی کہ اگر قدیم نہو بلکہ حادث ہو تو پھر وہ خود محدث کا محتاج ہوویگا آخر یا دور لازم آویگا یا تسلسل اور یہہ دونو

محال ولو لم یکن واحدا بل کان اکثر من واحد لوقع بینہما التمانع المقتضی لعدم وجود العالم
محال ہین اور اگر واحد نہووی بلکہ کئی ہوون تو آپسمین روک ٹوک واقع ہوکی جس سی عالم کا وجود نہو سکی

ولو لم یکن متصفا بالقدرۃ والارادۃ والحیوۃ والعلم لکان عاجزا عن ایجاد شیء من العالم لان
اور اگر قدیر اور صاحب ارادہ اور حی اور علیم نہووی تو ایسا عاجز ہوگا کہ عالم مین سی کوئی شی بہی پیدا نہ کرسکی اسلئی

الایجاد اثر القدرۃ وتاثیر القدرۃ فی شیء من الاشیاء یقتضی ارادۃ ذلک الشیء وارادۃ ذلک الشیء
کہ ایجاد قدرت کا اثر ہوتا ہی اور قدرت کی تاثیر کسی شی مین بدون ارادہ اوس شی کی نہین ہوسکتی اور ارادہ اوس شی کا

یقتضی العلم بہ لان القصد الی ایجاد شیء مع عدم العلم بہ محال والاتصاف بہذہ الصفات الثلث
بدون علم کی نہین ہوسکتا اسلئی کہ پیدا کرنا کسی شی کا بی جانی بوجہی محال ہی اور یہہ تینون صفتین بدون

یقتضی الحیوۃ لکونہا شرطا فیہا فعلی ہذا یکون وجود العالم بل وجود کل ذرۃ من ذراتہ دلیلا قطعیا
حیات کی نہین ہوسکتین اسلئی کہ حیات انمین شرط ہی اس بیان کی موافق عالم کا وجود بلکہ ہر ہر ذرہ کا وجود یقینی دلیل ہی

علی وجودہ تعالی وقدمہ وکونہ واحدا ومتصفا بہذہ الصفات الاربع اذ لا یعرف من صفاتہ تعالی
اوسکی وجود اور قدم اور وحدت پر اور ان چارون صفات سی موصوف ہونی پر اس لئی کہ اوسکی صفات

بالعقل الا ما یتوقف علیہ افعالہ واما ما لا یتوقف علیہ افعالہ کالسمع والبصر والکلام فیجوزان
عقل سی وہی معلوم ہوسکتی ہین جن پر اللہ کی افعال موقوف ہین اور جن پر افعال موقوف نہین جیسی سمع اور بصر اور کلام سو جایز ہی

يستدل على ثبوتها له تعالى تارة بالعقل وتارة بالنقل اما وجه الاستدلال على ثبوتها له تعالى
انکی ثبوت پر کبھی عقلی دلیل قایم کرین اور کبھی نقلی دلیل عقلی انکی ثبوت کی تو یہہ ہی
بالعقل فهو انها صفات كمال واضدادها صفات النقصان واتصافه تعالى بصفات الكمال
کہ یہہ صفتین کمال کی ہین اور انکی ضدین صفتین نقصان کی ہین اور اللہ تعالی کا موصوف ہونا صفات کمال سی
وعدم اتصافه بصفات النقصان واجب فوجب اتصافه تعالى بتلك الصفات واما وجه
اور بری ہونا صفات نقصان سی واجب ہی اس سی لازم آیا کہ اللہ تعالی ان صفات سی موصوف ہو اور
الاستدلال على ثبوتها له تعالى بالنقل فهو ان الشرع قد ورد بثبوتها له تعالى فوجب القطع بثبوتها
نقلی دلیل انکی ثبوت کی یہہ ہی کہ شرع سی ان صفات کا ثبوت ثابت ہی سو انکی ثبوت کا یقین کرنا واجب ہی
له تعالى ودليل النقل في هذه المسئلة اولى من دليل العقل لان تلك الصفات لا يتوقف عليها
اور اس مسئلہ مین نقلی دلیل عقلی دلیل سی بہتر ہی اس لئی کہ ان صفات پر افعال الہی موقوف نہین ہین
افعاله تعالى حتى يستدل بها على ثبوتها له تعالى وذاته تعالى لم يكن معلوما لاحد حتى يعلم
تاکہ ان افعال سی ان صفات کو ثابت کرین اور ذات الہی کسیکو معلوم نہین ہی جس سی یہہ معلوم ہو
انها في حقه تعالى كمال يجب اتصافه بها بحيث لو لم يتصف بها يلزم ان يتصف باضدادها
کہ یہہ صفات بلنسبت ذات الہی کی کمال کی ہین اللہ کا موصوف ہونا ضرور ہی ایسا کہ اگر ان صفات سی موصوف نہوگا تو انکی اضداد پیدا ہونگی
وما ذكر من كونها كمالا انما هو بالنسبة الينا ولا يلزم من كون الشئ بالنسبة الينا كمالا ان يكون
اور ان صفات کو کمال جو کہتی ہو تو یہہ ہماری حق مین ہین اور ہماری حق مین کمال ہونی سی لازم نہین آتا کہ
في حقه تعالى كمالا والثاني مما يجب الايمان به الايمان بالملئكة والمراد من الايمان بها العلم
اللہ کی ذات مین کمال ہون دوسری جسپر ایمان لانا چاہیی ملائکہ ہین اور ملائکہ پر ایمان لانی سی یہہ مراد ہی
بوجودها لكن لا سبيل الى اثبات وجودها بدليل العقل بل هو مما انعقد عليه الاجماع ونطق به
کہ ملائکہ کو موجود جانی پر انکا وجود عقلی دلیل سی کسی راہ ثابت نہین ہوتا بلکہ انکی وجود پر اجماع ہو چکا ہی اور
الكتاب والسنة فان ظاهر الكتاب والسنة يدل على وجودهم وكونهم اجساما لطيفة نورانية
کتاب اور سنت سی ثابت ہی بیشک ظاہر معنی کتاب اور سنت کی یہہ ہی دلالت کرتی ہین کہ فرشتی موجود ہین لطیف اور نورانی جسم
كاملة في العلم قادرة على الافعال الشاقة وعلى التشكل باشكال مختلفة ولا يوصفون بالذكورة
علم مین کامل دشوار سی دشوار کار کر سکتی ہین اور مختلف صورتین بدل سکتی ہین اور نہ نر ہین
ولا الانوثة شانهم الطاعات ومسكنهم السموات وهم رسل الله على انبيائه وامناؤه على وحيه
اور نہ مادہ شغل انکا عبادت اور مکان انکا آسمان اور وہ ہی اللہ کی طرف سی انبیا کی پاس بھیجی ہوئی آتی ہین اور وحی پر امین ہین
فمن ثبت تعيينه باسمه كجبرئيل وميكائيل واسرافيل وعزرائيل يجب الايمان به تفصيلا ومن
اور جن فرشتون کی تعیین نام سی ثابت ہی جیسی جبرائیل اور میکائیل اور اسرافیل اور عزرائیل ان پر تفصیلی ایمان واجب ہی اور
لم يعرف اسمه يجب الايمان به اجمالا والثالث مما يجب الايمان به الايمان بالكتب والمراد من الايمان
جنکا نام معلوم نہین ان پر اجمالی ایمان واجب ہی اور تیسری شی جسپر ایمان واجب ہی کتابین ہین اور کتابون پر ایمان لانی سی مراد ہی
بها العلم بكونها كلام الله تعالى انزل على انبيائه وجملتها مائة واربعة كتب انزل منها على آدم عليه السلام
کہ یقین کری کہ خدا کا کلام ہی اپنی انبیاء پر نازل کیا ہی اور تمام کتابین ایک سو چار ہین انمین سی حضرت آدم پر

عشر

عشر صحائف وعلى شيث عليه السلام خمسون صحيفة وعلى ادريس ثلثون صحيفة وعلى ابرهيم
دس صحیفے نازل ہوئی اور حضرت شیث پر پچاس اور حضرت ادریس پر تیس اور حضرت ابراہیم پر
عليه السلام عشر صحائف وعلى موسى عليه السلام التورية وعلى داود عليه السلام الزبور وعلى
علیہ السلام پر دس اور حضرت موسی علیہ السلام پر توریت اور حضرت داؤد علیہ السلام پر زبور اور
عيسى عليه السلام الانجيل وعلى محمد عليه الصلوة والسلام القران فما ثبت تعينه باسمه يجب
حضرت عیسی علیہ السلام پر انجیل اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن اور جس کتاب کی تعیین نام سے ثابت ہے
الايمان به تفصيلا وما لم يعرف اسمه يجب الايمان به اجمالا والرابع مما يجب الايمان به الايمان
تو اوسپر تفصیلی ایمان واجب ہے اور جسکی تعیین نام سے نہیں ہے وسپر اجمالی ایمان واجب ہے اور چوتھی جسپر ایمان لانا واجب ہے
بالرسل والمراد من الايمان بهم العلم بكونهم صادقين فيما اخبروا به عن الله وانه تعالى بعثهم
رسول ہیں اور مراد رسولوں پر ایمان لانے سے یہ ہے کہ یقین کریں کہ وہ اپنی خبر دینے میں جو خدا کی طرف سے لائے ہیں سچے ہیں بیشک اونکو اللہ تعالی نے
الى عباده ليبلغوهم امره ونهيه ووعده ووعيده وايدهم بالمعجزات الدالة على صدقهم اولهم
بندوں کی پاس بھیجا تاکہ اوسکا امر اور نہی اور وعدہ اور وعید پہنچا دیں اور معجزات سے اونکی مدد کی جو اونکی صداقت پر دلالت کرتی ہیں اول
ادم عليه السلام واخرهم محمد عليه الصلوة والسلام ولم يبين في القران عددهم كلهم بل المذكور
آدم علیہ السلام ہیں اور سب سے آخر محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن میں اونکی گنتی سب کی نہیں ہے بلکہ قرآن میں
فيه منهم باسمه العلم على ما ذكره بعض المفسرين ثمانية وعشرون وهم ادم وادريس ونوح وهود
نام معین لکر بعض مفسرین کی قول کی موافق اٹھائیس کا ذکر ہے وہ یہہ ہیں آدم اور ادریس اور نوح اور ہود
وصالح وابرهيم واسمعيل واسحق ويعقوب ويوسف ولوط وموسى وهرون وشعيب وزكريا
اور صالح اور ابراہیم اور اسماعیل اور اسحاق اور یعقوب اور یوسف اور لوط اور موسی اور ہارون اور شعیب اور زکریا
ويحيى وعيسى وداود وسليمن والياس واليسع وذا الكفل وايوب ويونس ومحمد وذو القرنين وعزير
اور یحیی اور عیسی اور داؤد اور سلیمان اور الیاس اور الیسع اور ذوالکفل اور ایوب اور یونس اور محمد اور ذو القرنین اور عزیر
ولقمن على القول بنبوة هذه الثلثة الاخيرة صلوات الله وسلامه عليهم اجمعين قال بعض
اور لقمان موجب قول ان تینوں کی نبوت کی جو آخر میں ہیں رحمت اللہ کی اور سلام ان سب پر بعضی
العلماء يجب على المؤمن ان يعلم صبيانه ونسائه وخدمه اسماء الانبياء الذين ذكرهم الله تعالى في
علماء کہتی ہیں کہ ہر مؤمن پر واجب ہے کہ اپنی بچوں اور عورتوں اور غلاموں کو ان انبیا کا نام سکھا ذکر اللہ تعالی نے
كتابه حتى يؤمنوا بهم ويصدقوا بجميعهم ولا يظنوا ان الواجب عليهم الايمان بمحمد عليه الصلوة والسلام
اپنی کتاب میں کیا ہے سکھاوی تاکہ وہ ان سب پر ایمان لاویں اور سب کی تصدیق کریں اور یہہ خیال نکریں کہ ایمان صرف محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا واجب ہے
فقط لا غير فان الايمان بجميع الانبياء سواء ذكر اسمه في القران او لم يذكر واجب على المكلف فمن
اور کا نہیں کیونکہ ایمان تمام انبیاء پر لانا قرآن میں اونکا نام مذکور ہو یا نہو مکلف پر واجب ہے پھر جسکی
ثبت تعينه باسمه يجب الايمان به تفصيلا ومن لم يعرف اسمه يجب الايمان به اجمالا والخامس
تعیین نام سے ہوگئی ہے اوسپر تفصیلی ایمان لانا چاہیے اور جسکا نام معلوم نہیں اوسپر اجمالی ایمان لانا چاہیے اور پانچویں شی
مما يجب الايمان به الايمان باليوم الاخر والمراد من الايمان به العلم بما يكون فيه من احوال
جسپر ایمان لانا واجب ہے قیامت کا دن ہے اور قیامت کی دن پر ایمان لانے سے مراد یہی یقین کرنا اون حالات

الاخرة التی اول منزل من منازلها القبر واحیاء المیت فیه وسوال منکر ونکیر وهما ملکان
اخروی کا جو اوس روز آویگی جسکی منزلوں میں سی پہلی منزل قبر ہی اور اوسمیں زندہ کرنا مردہ کا اور سوال منکر نکیر کا اور یہہ دونو فرشتی ہیں

مهیبان یقعدان العبد فی قبره ویسالانه عن ربه وعن دینه وعن نبیه ویقولان له من
ہیبت ناک صورت قبر میں مردہ کو بٹہا کر اوس سی پوچھتی ہیں پروردگار کو اور دین کو اور نبی کو اور اوس سی کہینگی کون ہی

ربك ومادینك ومن نبیك وسوالهما اول فتنة بعد الموت فمن وفق الی الجواب یکون قبره
تیرا رب اور کیا ہی تیرا دین اور کون ہی تیرا نبی اور اونکا یہہ سوال موت کی بعد پہلا فتنہ ہی سو جسکو جواب کی توفیق ہوئی تو اوسکی گور

روضة من ریاض الجنة ومن لم یوفق الی الجواب یکون قبره حفرة من حفر
ایک چمن ہی بہشت میں کا اور جسکو جواب کی توفیق نہوئی تو اوسکی گور ایک گڑہا ہوگا دوزخ میں کا

النار ثم اذا بعث الناس من قبورهم الی الموقف فاموا فیه
پہر جب بنی آدم کو قبروں میں سی اوٹہاکر موقف میں لیجائینگی اور وہ اوسجگہہ کہڑی رہینگی

ماشاء الله حفاة عراة واذا جاء وقت الحساب یؤمر بالکتب التی کتبها الکرام الکاتبون لان
جسقدر مرضی اللہ کی ہوگی ننگی پانو ننگی بدن اور جب وقت حساب کا ہوگا تو حکم ہوگا اعمالناموں کا جو کرام کاتبین نی لکہہ رکہی ہیں اسلئی

الناس اذا بعثوا من قبورهم لایکونون ذاکرین لاعمالهم فیؤتون کتبهم لیقفوا علی اعمالهم فمنهم من
کہ بنی آدم جب اپنی اپنی قبروں میں سی اوٹہائی جاوینگی تو اونکو اپنی اعمال کچہہ یاد نہوں گی اسواسطی اونکو نامہٴ اعمال دئی جاوینگی تاکہ اپنی اعمال سی خبردار ہوجاوین

یؤتی کتابه بیمینه وهو من السعداء لان اخذ الکتب بالیمین علامة دخول الجنة وعدم الخلود
نامہٴ اعمال داہنی ہاتہہ میں ملینگی وہ تو سعید ہوں گی کیونکہ نامہٴ اعمال کا داہنی ہاتہہ میں لینا بہشت میں جانی کی اور دوزخ میں ہمیشہ

فی النار ومنهم من یؤتی کتابه بشماله او من وراء ظهره وهو من الاشقیاء فاذا وقف الناس
رہنی کی نشانی ہی اور بعضوں کو نامہٴ اعمال بائیں ہاتہہ میں ملینگی یا پس پشت کی طرف سی اور وہ شقی ہوینگی جب بنی آدم اپنی احوال سی خبردار

علی اعمالهم یحاسبون بها فاذا انقضی الحساب ینصب المیزان لوزن الاعمال اذ بالحساب
ہوجاوینگی تو پہر اوسی حساب ہوگا پہر جب حساب ہوچکیگا تو اعمال تولنی کیواسطی ترازو قایم کیجاوی گی اسلئی کہ حساب سی

یعلم العبد ما هو المقبول من الاعمال الصالحة وما هو المردود منها وما هو المغفور من الاعمال
معلوم ہوگا بنی آدم کو کہ نیک عملوں میں سی کونسا مقبول ہی اور کونسا مردود ہی اور کونسا اعمال بد میں سی معاف ہوا

السیئة وما هو المواخذ بها وبالوزن یطلع علی ما یتوجه الیه من الثواب والعقاب ویعلم مقدار
اور کونسی پر سزا ہوگی اور تولنی سی معلوم ہوگا کس عمل پر ثواب ملیگا اور کس پر عذاب ہوگا اور معلوم ہوگا اندازہ

ثواب المقبول من الاعمال الصالحة ومقدار عقاب المواخذ من الاعمال السیئة ولذلك یکون
ثواب کا اعمال نیک میں سی مقبول کا اور اندازہ عذاب کا اعمال بد میں سی قابل دارگیر کا اسیلئی

بعد الحساب نصب المیزان وقد ورد فی الخبر ان احدی کفتیه من نور واخری من ظلمة فالکفة
میزان بعد حساب کی قایم ہوگی اور حدیث میں مذکور ہی کہ ترازو کا ایک پلڑا نور کا ہوگا اور دوسرا اندہیر کا یعنی سیاہ پس وہ

النیرة للحسنات والکفة المظلمة للسیئات والناس فی الاخرة علی ما قال علماءنا ثلثة اصناف
روشن پلڑا واسطی نیکیوں کی ہی اور سیاہ پلڑا واسطی بدیوں کی اور بنی آدم آخرت میں موافق قول ہماری علماء کی تین قسم ہوگی

کفار ومتقون ومخلطون اما الکفار فیوضع کفرهم فی الکفة المظلمة فلا یوجد لهم حسنة حتی
نری کفار بد اور نری متقی پرہیزگار اور ملی جلی پہر کفار کا کفر سیاہ پلڑی میں رکہا جاویگا اور کوئی عمل نیک اونکا نہوگا

توضع فی الکفة الاخری فتبقی فارغة فترفع لفراغها وخلوّها عن الخیر فیامر الله تعالی بهم الی
پلڑی میں رکہا جاوی تا چاروہ خالی رہ جاویگا پہر ادہر کہڑا ہوگا ہلکا اور عمل نیک سی خالی ہوکر تب حکم ہوگا الله تعالی کا

النار واما المتقون فهم الذین لا کبائر لهم فتوضع حسناتهم فی الکفة النیرة وصغائرهم ان کانت
دوزخ میں دوڑ دہکا اور پرہیزگار شخص جن سی گناه کبیرہ نہیں ہوئی اونکی حسنات روشن پلڑہ میں رکہی جاوینگی اور اونکی گناہ صغیرہ اگر

لهم الصغائر فی الکفة الاخری فلا یجعل الله تعالی لتلك الصغائر وزنا وتثقل الکفة النیرة حتی
بالفرض ہوں گی تو دوسری پلڑہ میں سو الله تعالی اون صغائر کو ہلکا بی وزن کردیگا اور وہ روشن پلڑہ ایسا بہاری ہوجاویگا

لا یبرح من مکانه وترفع الکفة المظلمة ارتفاع الفارغ الخالی واما المخلطون وهم الذین ارتکبوا
کہ اپنی جگہ سی نہیں اوٹہیگا اور سیاہ پلڑہ ایسا بلند ہوجاویگا جیسی ہلکا خالی ہو اور مؤمن گنہگار شخص جو کہ کبیرہ گناہ کرچکی ہیں

الکبائر ولم یتوبوا عنها فتوضع حسناتهم فی الکفة النیرة وسیاتهم فی الکفة المظلمة فیکون
اور توبہ نکی سو اونکی حسنات تو روشن پلڑہ میں رکہی جاوینگی اور اونکی اعمال بد سیاہ پلڑی میں اور

لکبائرهم ثقل فمن کانت حسناته اثقل ولو بصؤابة یدخل الجنة ومن کانت سیاتهم اثقل ولو
اونکی کبائر میں بوجہ ہووےگا سو جسکی حسنات بوجہل ہوں گی اگرچہ لیکہ کی برابر وہ بہشت میں جاوینگی اور جسکی بدیاں بوجہل ہونگی

بصؤابة یدخل النار الا ان یعفو الله تعالی لان مذهب اهل الحق ان العبد اذا اتی بطاعات
اگرچہ لیکہ کی برابر وہ دوزخ میں جاویگا یا الله معاف فرماوی کیونکہ مذہب اہل حق کا یہی ہی کہ بندہ اگر عبادات

کامثال الجبال ثم کانت له مخالفة واحدة فهو فی مشیئة الله تعالی ان شاء یعاقبه علیها ثم
پہاڑ کی برابر ادا کری پہر اوسکی اعمال میں کوئی گناہ بہی ہو تو وہ مشیت الٰہی میں ہی اگر چاہی اوس گناہ پر عذاب دیکر پہر

یعطیه ثواب طاعاته وان شاء یغفرها له ولا یعاقبه علیها هذا اذا کانت الکبائر فیما بینه وبین
اوسکو ثواب عبادات کا عطا کری اور اگر چاہی معاف کردی اور کچہ عذاب نکری یہ کیفیت جب ہی کہ وہ کبائر حقوق الٰہی ہوں

الله تعالی واما اذا کانت علیه تبعات وکانت له حسنات کثیرة فبقدر جزاء التبعات ینقص
اور اگر اوسکی ذمہ پر حقوق العباد ہوں اور اوسکی حسنات کثرت سی ہوں تو بہر موافق مقدار بدلہ حقوق عباد کی

من ثواب حسناته واذا لم یبق له حسنة لکثرة ما علیه من التبعات یحمل علیه من اوزار من ظلمه
ثواب حسنات کا کہٹایا جاویگا پہر جب اوسکی پاس کوئی حسنہ نبچی گا بسبب کثرت حقوق عباد کی تو اوسپر مظلوموں کا بوجہ ڈالا جاویگا

ثم یعذب علی الجمیع اذ قیل لو کان لرجل ثواب سبعین نبیا وله خصم واحد بنصف دانق لا یدخل
پہر سب کی بدلہ عذاب کہینچیگا اسلئی کہ کہتی ہیں اگر ایک شخص کی پاس ستر نبیوں کا سا ثواب ہو اور اوسکا ایک مدعی ہو آدہی دانق کا تو وہ بہشت میں

الجنة حتی یرضی خصمه وقیل یوخذ بدانق قسط سبعمائة صلوة مقبولة فتعطی للخصم ذکر القشیری
نہیں جاسکتا بدون راضی کئی مدعی کی اور کہتی ہیں لیا جاویگا بعوض ایک دانق کی ثواب سات سو مقبول نمازوں کا پہر اوس مدعی کو دیدینگی قشیری نی

فی التحبیر اذا تقرر هذا فالصنفان الاولان هما المذکوران فی القرآن لانه تعالی لم یذکر فی ایات الوزن
تحبیر میں ذکر کیا جب یہ بات ٹہرچکی تو دو پہلی قسمیں وہی قرآن میں مذکور ہیں اسلئی کہ الله تعالی نی نہیں ذکر کیا وزن کی آیتوں میں

الا من ثقلت موازینه ومن خفت موازینه وقطع لمن ثقلت موازینه بکونه من المفلحین
سوا اوسکی جو بوجہل ہوں وزن اوسکی اور جو ہلکی ہوں وزن اوسکی اور قطعی کردیا جسکی وزن بوجہل ہوں کہ سعادت مند وہی ہی

وفی العیشة الراضیة ولمن خفت موازینه بخلوده فی النار بعد ان وصفه بالکفر وبقی الذین
اور آرام پسندیدہ میں ہی اور جسکی وزن ہلکی ہوں کہ ہمیشہ کو دوزخ میں ہی بعد اسکی کہ بیان کیا اوسکا کفر اور باقی رہی وہ لوگ

خلطوا عملا صالحا واخر سیئا فبینهم النبی علیه السلام حیثما ذکرنا ثم ینصب الصراط علی جهنم

جہنول کی اعمال نیک اور بد کو ملا دیا سو انکو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان کیا ابھی ذکر آچکا پھر صراط کو دوزخ کی اوپر تان دینگی

قال بعض العلماء یکون طرفه الاول فی ارض القیمة وطرفه الاخر فی ارض الجنة وارض القیمة تکون

بعضی علماء یہہ کہتی ہیں کہ اوسکا پہلا سرا قیامت کی میدان میں ہوگا اور دوسرا سرا بہشت کی زمین میں ہوگا اور قیامت کا میدان

علی النار ویکون اجتماع الخلائق باسرهم علیها وتفور النار حتی تعلو من جوانبها وتحیط باهل المحشر

دوزخ کی اوپر ہوگا اور انہو تمام خلقت کا اوسی جگہہ ہوگا اور جوش میں آدیگی آگ اتنی کہ اونچی جاویگی ہر طرف سی اور گھیر لیگی اہل محشر کو

حتی لا یبقی للجنة طریق الا الصراط فلا یکون الذهاب الی الجنة الا علی الصراط وقد ورد فی الحدیث

اتنا کہ جنت میں جانیکا کوئی رستہ نہ بچیگا سوای صراط کی سو کوئی صورت جنت میں جانیکی نہوگی سوائی صراط پر کو اور حدیث میں آیا ہی

انه ادق من الشعر واحد من السیف ویجوزه الناس بقدر اعمالهم یجوز بعضهم کالبرق الخاطف وبعضهم

کہ صراط بال سی زیادہ باریک ہی اور تلوار سی زیادہ تیز اوسپر کو لوگ گذرینگی اپنی اپنی اعمال کی موافق بعضی ایسی گذر جاوینگی جیسی چمک بجلی کی اور بعضی

کالریح العاصف وبعضهم کالفرس الجواد وبعضهم یعدو عدوا وبعضهم یمشی مشیا حتی یکون اخر

مانند آندہی تند کی اور بعضی مانند تیز رو گہوڑی کی اور بعضی خوب دوڑتی ہونگی اور بعضی چلتی ہونگی جاتی ہونگی ایسا کہ سب سی پچھلا

من یجوزه یحبو حبوا فیقول یا رب ابطات بی فیقول الرب تعالی لم ابطئ بك انما ابطی بك عملك وبعضهم

جاویگا گھسٹتا ہوا یہہ عرض کریگا یا رب تو نی مجکو دیر لگادی پھر اللہ تعالی فرماویگا میں نی تجکو دیر نہیں لگائی تجکو تیری اعمال نی دیر لگائی اور بعضی

یجر رجلاه وتتعلق یداه وبعضهم یسقط علی وجهه الی جهة النار وتتلقاه الزبانیة بالسلاسل

اپنی پانو کہینچتی ہونگی دونو ہاتہوں سی پکڑی ہوی اور بعضی منہہ کی بل دوزخ کی اندر گر پڑینگی اور دوزخ کی موکل اوسکو زنجیر

والاغلال ویقولون له اما نهیت عن کسب الاوزار اما حذرت من عذاب النار فتفکر یا مسکین اذا

اور طوق میں جکڑ لیںگی اور اوسی کہینگی کیا تجکو گناہوں سی منع نہیں کیا تہا اعمال بد سی کیا تجھکو ڈرایا نہیں تہا دوزخ کی عذاب سی اب تصور کر لی او مسکین جب

نظرت الی جهنم وانت علی الصراط مع ضعف حالك وثقل اوزارك علی ظهرك والخلائق بین یدیك

تو نظر کریگا دوزخ کی طرف اور تو صراط کی اوپر ہوگا حالت تیری ناتوان اور بوجہہ گناہوں کا تیری کمر پہ اور تمام خلق تیری سامنی

کیف یزلون وینکبون فتعلو رجلهم وتسفل رؤسهم الی جهة النار ومما یکون فی الیوم الاخر من احوال الاخرة

کیونکر اوتریں گی اور گریںگی پہر پانو اوپر کو ہو جاوینگی اور سر نیچی کو دوزخ کی طرف اور منجملہ حالات اخروی کی جو قیامت کی دن پیش آویگا

الشرب من الحوض فان لکل نبی حوضا یشرب منه مع امته وحوض نبینا علیه الصلوة والسلام اکبر

حوض میں سی پانی پینا ہی ہر ہر نبی کا ایک ایک حوض ہوگا اوسمیں سی پانی پیویگا اپنی امت کی ساتہہ اور ہماری نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حوض سب سی بڑا

من غیره متسع الجوانب والزوایا مقدار مسیرة شهر کما روی عن عبد الله عمرو بن العاص انه علیه

ہوگا کہلی ہوی کناری اور کونی بمقدار سفر ایک مہینی کی چنانچہ روایت ہی عبد اللہ بن عمرو بن عاص سی کہ فرمایا

الصلوة والسلام قال حوضی مسیرة شهر وزوایاه سواء وماءه ابیض من اللبن واحلی من العسل و

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نی میرا حوض برابر سفر ایک مہینہ کی ہی کونی اوسکی برابر یعنی قائم ہیں اور اوسکا پانی دودہ سی زیادہ سفید اور شہد سی زیادہ شیرین

ریحه اطیب من المسك وکیزانه کنجوم السماء من یشرب منه فلا یظما ابدا فقد دل هذا الحدیث

اور اوسکی خوشبو مشک سی زیادہ پاکیزہ اور اوسکی آبخورہ برابر گنتی آسمان کی ستاروں کی جسنی اوسمیں سی پیا کبھی پیاسا نہوگا یہہ حدیث دلالت کرتی ہی

علی ان من شرب منه لا یعذب بالعطش ابدا لکن یزاد عنه من بدل وغیر لما روی عن سهل بن

کہ جسنی اوسمیں سی پانی پیا اوسکو عذاب پیاس کا کبھی نہو دیگا لیکن ہٹادی جاوینگی حوض پر سی وہ لوگ جنہوں نی دین کو بدلا اور بدعت پیدا کی اسی کی روایت ہی

سعد انه عليه الصلوة والسلام قال انا فرطكم على الحوض من مر علىّ يشرب ومن شرب لا يظمأ ابدا
سعد سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میں تمہارا میر منزل ہوں حوض پر جو شخص میری تک آویگا سو پیویگا اور جو شخص پیویگا کبھی پیاسا ہوگا

ليردن علىّ اقوام اعرفهم ويعرفونني ثم يحال بيني وبينهم فاقول انهم مني فيقال لا تدري ما احدثوا
البتہ آوینگی مجھ تک وہ قوم کہ میں اونکو پہچانونگا وہ مجھی پہچانینگی پھر میری اور اونکی بیچ میں پردہ ہوجائیگا میں کہونگا یہہ تو میری ہی ہیں جواب آویگا آپکو خبر نہیں کیا نئی بات

بعدك فاقول سحقا سحقا لمن غيّر بعدي فانه عليه السلام انما يعرف امته في ذلك اليوم لورودهم
بعد آپ کی پھر میں کہونگا دور دور جسنے دین کو بدلا میری بعد پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم انکی پہچانینگی اپنی امت کو اوس روز کہ وہ آوینگی اپنی پاس

عليه غرا محجلين من اثر الوضوء كما روي عن حذيفة انه عليه السلام قال حوضي لهو اشد بياضا
اسپر چمکتی ہوئی وضو کی اثر سے چنانچہ روایت ہے حذیفہ سے کہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا حوض البتہ بہت سفید ہے۔

من الثلج واحلى من العسل وانيته اكثر من عدد النجوم واني لاصد الناس عنه كما يصد الرجل ابل
برف سے اور بہت میٹھا ہے شہد سے اور اوسکی برتن یعنی کوزہ بہت زیادہ ہیں ستاروں کی گنتی سے اور میں البتہ روکونگا غیر لوگوں کو جیسے روکتا ہے کوئی شخص

الناس عن حوضه قالوا يا رسول الله اتعرفنا يومئذ قال نعم لكم سيماء ليست لاحد من الامم
غیر کی اونٹ کو اپنی حوض سے پوچھا یا رسول اللہ کیا تم پہچانو گی ہمکو اوس روز فرمایا ہاں تمہارا چہرہ ایسی ہوگی جو کسیکی تمام امتوں میں سے نہوگی

تردون علىّ غرا محجلين من اثر الوضوء فهذه الاحاديث قد دلت على كون الحوض يوم القيمة حقا لكن
تم میری پاس آوگی اسپر چمکتی ہوئی وضو کی اثر سے ان حدیثوں سے معلوم یہہ ہوا کہ قیامت کی دن حوض حق ہے لیکن

اختلف فيه هل هو قبل الصراط او بعده وهل هو قبل الميزان او بعده فقال بعضهم انه يكون بعد الصراط
اختلاف اسمیں ہے کہ آیا وہ صراط سے پہلی ہے یا صراط کی بعد اور آیا وہ میزان سے پہلی ہیں یا پیچھے سو بعضی کہتی ہیں کہ حوض صراط کی بعد ہوگی

اذ لو كان في الموقف لما دخل النار من شرب منه لانه عليه السلام قال من شرب منه لا يظمأ ابدا وقد
کیونکہ اگر وہ موقف میں ہوتی تو دوزخ میں کبھی نہ جاتا جو اوسمیں سے پی لیتا اسواسطی کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو اوسمیں سے پیویگا کبھی پیاسا ہوگا اور

ثبت ان بعضا من عصاة المؤمنين يدخلون النار ثم يخرجون منها بسبب الايمان فمتى يكون
بیشک یہہ بات ہے کہ بعضی گنہگار مؤمن دوزخ میں ڈالی جاوینگی پھر اوسمیں سے نکالینگی سبب ایمان کی پھر اونکو پینا کب میسر ہوگا

شربهم منه وهذا القول ليس بصحيح بل الصحيح انه يكون في الموقف قبل الصراط وقبل الميزان لان
اور یہہ قول صحیح نہیں ہے بلکہ صحیح یہہ ہی ہے کہ حوض موقف میں ہوگا صراط سے پہلی اور میزان سے پہلی اسلئے

الناس يخرجون من قبورهم عطاشا فذلك يقتضي ان يكون الحوض قبلهما وقد روى البخاري عن
کہ سب آدم قبروں میں سے پیاسے نکلینگی اسی معلوم ہوتا ہے کہ حوض ان دونوں سے پہلے ہوگا اور بخاری نے روایت کی ہے

ابي هريرة انه عليه الصلوة والسلام قال بينا انا قائم على الحوض اذا زمرة حتى اذا عرفتهم خرج رجل
ابو ہریرہ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک وقت میں حوض پر کہڑا ہونگا ناگہاں ایک گروہ پیدا ہوگا ایسا کہ جب میں اونکو پہچانونگا

من بيني وبينهم فقال لهم هلم فقلت الى اين قال الى النار والله قلت ما شانهم قال انهم ارتدوا بعدك
میری اور اونکی بیچ میں ایک شخص آجاویگا وہ شخص کہیگا اونسی چلو میں پوچھونگا کدہر کو کہیگا دوزخ میں قسم خدا کی میں کہونگا انکا کیا حال ہے کہیگا یہہ لوگ پہر گئی تہی بعد آپ کی

على ادبارهم القهقرى ثم اذا زمرة حتى اذا عرفتهم خرج رجل من بيني وبينهم فقال لهم هلم فقلت
اولٹے پاؤں پیٹھ پھیر کر پھر ناگہاں ایک گروہ ہوگا ایسا کہ جب میں اونکو پہچانونگا پیدا ہوویگا ایک شخص بیچ میں میری اور اونکی وہ اونسی کہیگا چلو میں پوچھونگا

الى اين قال الى النار والله قلت ما شانهم قال انهم ارتدوا على ادبارهم فلا اری يخلص منهم الا مثل
کدہر کو وہ جواب دیگا دوزخ میں قسم اللہ کی میں کہونگا کیا حال ہے انکا وہ کہیگا یہہ پھر گئی تہی پس لپیٹ پیچھا سو معلوم نہیں ہوتا مجھی کہ بچی کوئی اونمیں سے مگر مانند

همل النعم یعنی ان من ینجو منهم قلیل قلة النعم الضالة علی ان الهمل بفتحتین جمع هامل وهو الضال
گمگشتہ اونٹ کی مراد یہہ ہی کہ جو بچیں گی اونمیں سی تہوڑی ہونگی جیسی اونٹ گم گشتہ کیونکہ ہمل ساتہہ زبر اور میم کی ہامل کی جمع ہی اور اوسکی معنی گمراہ
من الابل قال القرطبی فی تذکرته نقلا عن شیخه هذا الحدیث مع صحته ادل دلیل علی کون
اونٹ قرطبی اپنی تذکرہ میں اپنی اوستادسی نقل کرکر کہتا ہی کہ یہہ حدیث صحیح ہی اور بڑی قوی دلیل ہی اسکی
الحوض فی الموقف قبل الصراط لان الصراط ممدود علی جهنم یجاز علیه فمن جازه یسلم من النار فلا یکن
کہ حوض موقف میں صراط سی پہلی ہوگی اسلئی کہ صراط دوزخ کی اوپر بچہایا ہوا ہوگا اوسپر کو گذر کر جاویگی پہر جو شخص اوسپری گذر گیا تو دوزخ سی بچ گیا
له رجوع الیها ابدا فکیف یصح ان یدعی الیها ولکن حیاض الانبیاء تکون فی الموقف لما روی عن ابن عباس
پہر وہ کب ہٹ کر آویگا حوض پر پہر کیونکر ہوسکتا ہی کہ اوسکو حوض پر بلادیں اور ایسی ہی حوضیں اور نبیوں کی موقف ہی میں ہونگی اسلئی کہ ابن عباس
انه علیه الصلوة والسلام سئل عن الوقوف بین یدی الله تعالی هل فیه ماء قال والذی نفسی بیده
روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سی پوچہا خال وقوف کا سامنی اللہ تعالی کی آیا اوسجگہہ پانی ہی فرمایا قسم اوس ذات کی جسکی قبضہ میں
ان فیه الماء وان اولیاء الله لیردون حیاض الانبیاء ویبعث الله تعالی سبعین الف ملك بایدیهم
بیشک وہاں پانی ہی اور بیشک دوست خدا کی نبیوں کی حوضوں پر پانی پیوینگی اور اللہ تعالی ستر ہزار فرشتی بہیجیگا اونکی ہاتہوں میں
عصی من النار یذودون الکفار عن حیاض الانبیاء وهذا الحدیث یدل علی کون حیاض الانبیاء فی
آگ کی لاٹہیاں ہونگی کفار کو نبیوں کی حوضوں پرسی ہٹادینگی اس حدیث سی معلوم ہوتا ہی کہ حوض تمام نبیوں کی
الموقف فیلزم منه ان یکون حوض نبینا فی الموقف ایضا وما ذکر من انه لو کان فی الموقف لما دخل
موقف میں ہونگی اسی لازم آتا ہی کہ حوض ہماری صلی اللہ علیہ وسلم کا بہی موقف میں ہو اور یہہ جو کہتی ہیں کہ اگر حوض موقف میں ہوتا تو ہرگز
النار من شرب منه فالجواب عنه ان من شرب منه من اهل الکبائر ان دخل النار بمشیة الله تعالی
دوزخ میں نجاتا جو شخص اوسمیں سی پانی پی چکتا تو اسکا جواب یہہ ہی بیشک جو شخص اوس حوض میں سی پیویگا اہل کبیرہ میں سی اگر وہ دوزخ میں داخل ہوگا مشیت الہی سی
لا یعذب بالعطش ولا یحرق النار جوفه واما الذین بدلوا وغیروا واحدثوا ما لیس فی شریعته علیه السلام
تو اوسکو پیاس کا عذاب نہیں ہوگا اور آگ اوسکی پیٹ کو نہ جلاویگی اور وہ لوگ جنہوں نی دین کو بدلا اور پہٹ ڈالا اور بدعتیں نکالیں جو شریعت نبوی میں نہیں ہی
فان کان تبدیلهم فی الاعمال ولم یکن فی الاعتقاد فانهم قد یبعدون عن الحوض فی حال ثم یشربون منه
پس اگر وہ تبدیل صرف اعمال ہی میں ہی اور اعتقاد میں نہیں ہی تو ایسی لوگ دور کی جاوینگی حوض سی ایک وقت پہر پیوینگی اوس حوض کی
بعد المغفرة وان کان تبدیلهم فی الاعتقاد اختلف فی خلودهم فی النار ومن المعلوم قطعا ان الخلود فی
بعد بخشش کی اور اگر وہ تبدیل اونکی اعتقاد میں ہی تو اختلاف ہی اونکی دائمی دوزخی ہونیمیں اور یقینی معلوم ہی کہ دائمی دوزخی
النار لیس الا الکافر وقد ثبت ان المطرودین عن الحوض اصناف المنافقون الذین یظهرون الایمان ویسرون
سوائی کافر کی کوئی نہیں ہی اور بیشک یہہ ثابت ہوچکا ہی کہ حوض پرسی نکالی ہوئی کئی قسم کی لوگ ہونگی ایک تو منافق جو ظاہر میں ایمان جتلاتی تہی اور دلمیں
الکفر واهل الکفر والبدع والاهواء والمعلنون بالکبائر والمستخفون بالمعاصی والظلمة واعوانهم علی ما
کفر چہپاتی تہی اور ظاہر کا فر اور بدعتی اور ہوا ہوس پرست اور گناہ کبیرہ ظاہر کرنیوالی اور گناہ کو ہلکا جاننی والی اور ظلم پیشہ اور اونکی مددگار اسلئی
روی عن کعب بن عجرة انه علیه الصلوة والسلام قال له یا کعب بن عجرة اعیذك بالله من امراء
کہ روایت ہی کعب بن عجرہ کا کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نی اوسکو فرمایا ای کعب بن عجرہ تجکو خدا کی پناہ اون امیروں سی
یکون من بعدی فمن غشی ابوابهم فصدقهم فی کذبهم واعانهم علی ظلمهم فلیس منی ولست منه
جو میری بعد ہونگی پس جو شخص اونکی دروازہ پر گیا اور اونکی جہوٹی باتوں کو تصدیق کیا اور ظلم میں شامل ہوکر مددگار بنا نہ وہ میرا اور نہ میں اوسکا

ولا يرد على الحوض ومن لم يغش أبوابهم ولم يصدقهم في كذبهم ولم يعنهم على ظلمهم فهو مني وأنا منه
اور نہ وہ حوض پر آسکیگا اور جو شخص اونکی دروازہ پر نہ گیا اور نہ اونکی جھوٹی باتوں کی تصدیق کی اور نہ ظلم پر اونکی مدد کی تو وہ شخص میرا اور میں اوسکا

وسيرد على الحوض يسر الله تعالى الورود عليه والنجاة من النار والسادس مما يجب الإيمان به الإيمان
وہ میرے حوض پر آویگا اللہ آسان کرے حوض پر جانا اور بچاوے آگ سے اور چھٹی چیز جسپر ایمان لانا واجب ہے ایمان تقدیر کا ہے

بالقدر والمراد من الإيمان به العلم بكون كل ما يجري في العالم من الخير والشر والنفع والضر والإسلام
اور تقدیر پر ایمان لانے سے مراد یہ ہے کہ یقین کرنا تمام حالات کا جو عالم میں گذرتی ہیں نیک اور بد اور فائدہ اور نقصان اور اسلام

والكفر والطاعة والعصيان والربح والخسران والإرادات والخطرات والحركات والسكنات بقضاء
اور کفر اور عبادت اور گناہ اور نفع اور ٹوٹا اور ارادہ اور خطرہ دل اور حرکت اور سکون سب بحکم

الله تعالى وقدره فعلى هذا كان الظاهر ذكر الإيمان بالقضاء أيضا وإنما لم يذكر لكون الإيمان
الٰہی ہے اور اوسکی ارادہ سے ہے پس تقدیر کی موافق ظاہر قضا پر بھی ذکر کرنا مناسب تھا پر جو ذکر نہیں کیا تو اس لیے کہ ایمان

بالقدر مستلزما للإيمان بالقضاء إذ القضاء وجود الموجودات في اللوح المحفوظ إجمالا والقدر
تقدیر پر لیتا ہے ایمان قضا پر بھی لیے کہ قضا تو وجود ہی تمام موجودات کا لوح محفوظ میں مجملا اور قدر

تفصيل القضاء السابق بإيجاد تلك الموجودات في المواد الخارجية واحدا بعد واحد وقيل القضاء
تفصیل اوسی قضا کی ہے اعنی پیدا ہونا اونہی موجودات کا مادہ خارجی میں ایک کی بعد ایک کہا گیا ہے اور بعضی کہتی ہیں قضا نام

هو الإرادة الأزلية والعناية الإلهية المقتضية لنظام الموجودات على ترتيب خاص والقدر تعلق
ارادہ قدیم کا اور عنایت الٰہی کا جسی سلسلہ موجودات کا خاص ترتیب سے ہوا ہے اور تقدیر متعلق ہونا

تلك الإرادة بالأشياء في أوقاتها الخاصة بها قال الإمام فخر الدين الرازي في تفسير سورة يوسف اعلم
اوسی ارادہ کا تمام اشیا سے اونکی وقتوں میں جو اونکی لیے مقرر ہو چکی ہیں امام فخر الدین رازی سورہ یوسف کی تفسیر میں کہتے ہیں سمجھ لے

أن الإنسان مأمور بأن يراعي الأسباب في هذا العالم وأنه مأمور أيضا بأن يحذر من الأشياء المهلكة
کہ انسان کو حکم ہوا کہ اسباب ظاہری کو اس عالم میں رعایت یعنی استعمال کیا کرے کیونکہ اوسکو حکم ہے کہ بچا کرے ہلاک کرنے والی چیزوں سے

والأغذية المضرة وبأن يسعى في تحصيل المنافع ودفع المضار بقدر الإمكان ثم إنه مع ذلك ينبغي
اور نقصان والی غذا سے حذر کریں اس طرح کہ بقدر مقدور کی موافق کوشش کرکر منفعت کی اسباب حاصل اور مضر چیزوں کو دفع کریں پھر تو بھی انسان کو لائق ہے یہ کہ

أن يكون جازما بأنه لا يصل إليه إلا ما قدره الله له ولا يحصل له إلا ما أراده الله له فقول يعقوب
یہ یقین کرے کہ مجھکو وہی ملیگا جو اللہ نے میری واسطے مقدر کیا ہے اور مجھکو کچھ نہیں حاصل ہوگا سوا اوسکی جو اللہ نے ارادہ کیا ہے پس قول حضرت یعقوب

النبي عليه السلام لبنيه لا تدخلوا من باب واحد وادخلوا من أبواب متفرقة إشارة إلى رعاية
علیہ السلام کا جو اپنی بیٹوں سے فرمایا تھا تم سب ایک دروازہ میں سے نہ جانا اور الگ الگ دروازوں سے جانا اشارہ ہے واسطے

الأسباب المعتبرة في هذا العالم وقوله وما أغني عنكم من الله من شيء إشارة إلى التوحيد المحض
استعمال اسباب ظاہری کی جو اس عالم میں معتبر ہیں اور قول اونکا اور میں نہیں بچا سکتا تمکو اللہ کی کسی چیز سے اشارہ ہے طرف خالص توحید کی

وعدم الالتفات إلى الأسباب وقد ذكر الإمام الغزالي في كتاب الشكر من الإحياء سؤالا وهو أن الله تعالى
اور توجہ نکرنا اسباب پر اور امام غزالی نے احیاء کی کتاب الشکر میں یہ اعتراض کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے

قد أمرنا أن نعمل له وإلا فنحن مأمورون ومعاقبون على العصيان مع كون الكل من الله تعالى
ہمکو امر فرمایا کہ اوسکی طاعت کریں اور نہیں تو ہم قابل سزا کے ہیں اور عذاب کی ہیں نافرمانی سے باوجودیکہ یہ تمام اللہ کی حکم سے ہو سکتا ہے

وليس الينا شئ فكيف نذم وكيف نعاقب ثم اجاب بان هذا الوعيد من الله تعالى سبب لحصول
ہماری اختیار مین کچھ نہین ہی بہلا کہو ہمکو کیون سرزنش ہی اور کیون عذاب ہوتا ہی پہر اونسی یہہ جواب دیا کہ اللہ تعالی کی اس دہمکی سی ہمکو اعتقاد حاصل ہی
الاعتقاد فينا وحصوله لاعتقاد سبب لهيجان الخوف وهيجان الخوف سبب لترك الشهوات وترك
اور اعتقاد حاصل ہونی سی دل پر خوف الہی خوب طاری ہوتا ہی اور خوف کی جوش سی شہوات نفسانی چہوٹتی ہی اور
الشهوات سبب الوصول الى جوار الله تعالى والله سبحانه وتعالى مسبب الاسباب ومرتبها
شہوات نفسانی کی چہوٹنی سی قرب الہی حاصل ہوگا اور اللہ تعالی ہی تمام اسباب کا بنانیوالا اور آراستہ کرنیوالا ہی
فمن سبق له السعادة في الازل يتيسر له هذه الاسباب حتى يقوده سلسلتها الى الخير ومن لم يسبق
پہر جسکو ازل میں سعادت نی جالیا اوسکو یہہ تمام اسباب میسر ہوجاتی ہین آخرکو وہی سلسلہ اوسکو خیر کی طرف کہینچ لیجاتا ہی اور جسکو
له السعادة يكون بعيدا عن سماع كلام الله تعالى وكلام رسوله وكلام العلماء واذا لم يسمع لا يعلم
سعادت حاصل نہوئی تو وہ کلام الہی سنتی اور نہ کلام اوسکی رسول کی مانی اور نہ کلام علماء کی قبول کری اور جب نہ سنی کچھہ تو نہ جانیگا
واذا لم يعلم لا يخاف واذا لم يخف لا يترك الركون الى الدنيا وشهواتها واذا لم يترك الركون الى الدنيا
اور جب بی علم ہوا تو پہر کیا خوف ہوگا اور جب کچھہ خوف ہی نہوا تو دنیا کی رغبت اور اوسکی ہوا ہوس کب چہوڑیگا اور جب دنیا کی رغبت
وشهواتها يكون من حزب الشيطان وان جهنم لموعدهم اجمعين المجلس الثامن في بيان
اور اوسکی ہوا ہوس دلین سی نہ گئیں تو شیطان کی گروہ مین داخل ہوا اور بیشک دوزخ ان سبکا ٹہکانا ہی مجلس آٹہوین بیان مین
من يدخل الجنة ومن لا يدخلها من المطيع للرسول عليه السلام
ان لوگون کی جو بہشت مین جاویگی اور جو شخص بہشت مین نہین جاویگی رسول علیہ السلام کی فرمانبردارون
والمخالفة له قال رسول الله صلى الله عليه وسلم كل امتي يدخلون الجنة الا من ابى قالوا
اور مخالفون مین سی فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نی میری تمام امت جنت مین داخل ہوگی سوای اوس شخص کی جو منکر ہوا
ومن ابى يا رسول الله قال من اطاعني دخل الجنة ومن عصاني فقد ابى هذا الحديث من صحاح
منکر کون ہی یا رسول اللہ فرمایا جسنی میرا کہا مانا وہ جنت مین داخل ہوگا اور جسنی میرا کہا نہ مانا وہ بیشک منکر ہوا یہہ حدیث مصابیح کی
المصابيح رواه ابو هريرة والمراد بالامة فيه يحتمل ان تكون امة الدعوة فعلى هذا فالابى هو الكافر
صحیح حدیثون مین ہی ابو ہریرہ کی روایت سی اور مراد امت سی اس حدیث مین شاید کہ امت دعوت ہو اس تقدیر پر منکر کافر ہی
فيكون المعنى ان كل من امن بما جئت به من عند الله تعالى يدخل الجنة اما قبل دخول النار
پہر معنی حدیث کی یہہ ہین کہ جو شخص یقین کریگا احکام کا جو مین اسکی طرف سی لایا ہون وہ جنت مین داخل ہوگا یا تو بیدون داخل ہونی دوزخ کی
او بعد الخروج منها ومن ابى وامتنع عن الايمان بما جئت به من عند الله تعالى لا يدخل الجنة
یا دوزخ سی نکل کر اور جو شخص منکر ہوا اور بازرہا ایمان سی اون احکام پر جو مین لایا ہون اللہ کی طرف سی تو وہ جنت مین ہرگز نہین جاویگا
اصلا بل يبقى في النار ابد الاباد ويحتمل ان يكون المراد بالامة امة الاجابة فعلى هذا فالابى هو
بلکہ ہمیشہ کو دوزخ ہی مین پڑا رہیگا اور شاید مراد اس امت سی امت اجابت یعنی اہل اسلام ہون اس تقدیر پر منکر وہ ہین جو
العاصي من امته عليه الصلوة والسلام فيكون المعنى من اطاعني بعد ما امن بي وتمسك بسنتي
گناہ مین مبتلا ہین امت نبوی سی صلی اللہ علیہ وسلم اب معنی حدیث کی یہہ ہین جسنی میرا کہا مانا مجہہ پر ایمان لاکر اور میری طریق مسنون پر عمل کیا
وعمل بشريعتي يدخل الجنة ولا يدخل النار اصلا ومن ابى بعدما امن بي وامتنع عن تمسك بسنتي
اور میری شریعت کو برتا وہ جنت مین داخل ہوگا اور دوزخ مین ہرگز نہین جاویگا اور جو منکر ہوا ایمان لاکر اور بازرہا میری سنت کی عمل سی

والنهى

والعمل بسر يعني واتبع هواه وضل عن سواء السبيل يبقى في مشيئة الله تعالى ان شاء يعفو عنه
اور مری سر بعت کی مرتبی سی اور پیچھی لگا اپنی ہوا ہوس کی اور بہکا سیدھی راہ سی تو وہ خدا کی مشیت میں ہی چاہی اوسکو معاف کری

ويدخل الجنة بلا عذاب وان شاء يدخله النار ويعذبه فيها بقدر ذنبه ثم يخرجه منها ويدخله
بلا عذاب جنت میں داخل کری اور چاہی اوسکو دوزخ میں داخل کری اور موافق گناہوں کی اوسمیں عذاب دیکر پھر اوسمیں سی نکال کر جنت میں داخل کری

الجنة والحاصل ان من اطاع مولاه وجاهد نفسه وهواه وخالف شيطانه ودنياه يكون
اور حاصل یہہ ہی کہ جسنی اپنی مولی کی اطاعت کی اور مجاہدہ کیا اپنی جان سی اور ہوس سی اور مخالفت کی شیطان اور دنیا سی تو

الجنة منزله ومأواه ومن تمادى في غيه وعصيانه وارخى في الدنيا زمام طغيانه ووافق
جنت اوسی کا گھر اور ٹھکانا ہی اور جو شخص کہیارہا اپنی گمراہی اور نافرمانی میں اور ڈھیلی ڈالدی دنیا میں باگ سرکشی کی اور پیروی کرتا رہا

هواه في لذاته وشهواته يكون النار اولى به اذ قال الله تعالى فاما من طغى وآثر الحيوة الدنيا فان
اپنی ہوس کی لذت اور شہوات میں تو دوزخ اوسہی کی لئی سزاوار ہی اسلئی کہ اللہ تعالی نی فرمایا ہی سو جسنی شرارت کی اور بہتر سمجھا دنیا کا جینا سو

الجحيم هي المأوى واما من خاف مقام ربه ونهى النفس عن الهوى فان الجنة هي المأوى وروى عن
دوزخ ہی ہی ٹھکانا اور جو کوئی ڈرا اپنی رب کی پاس کھڑی ہونی سی اور روکا جی کو چاؤ سی سو بہشت ہی ہی ٹھکانا اور روایت ہی

ابي هريرة انه عليه السلام قال لا يدخل النار الا شقي قيل ومن الشقي يا رسول الله قال من لم يعمل
ابو ہریرہ سی کہ رسول علیہ السلام نی فرمایا دوزخ میں کوئی داخل نہوگا سوای شقی کی کسی پوچھا شقی کون ہوتا ہی یا رسول اللہ فرمایا جسنی

لله بطاعة الله ومن لم يترك له معصيته فهو شقي وروى عن شداد بن اوس انه عليه السلام
خدا کی واسطی طاعت نکی اور جسنی اوسکی خوف سی گناہ کو نچھوڑا وہ شقی ہی اور روایت ہی شداد بن اوس سی کہ رسول علیہ السلام نی فرمایا چالاک عاقل

قال الكيس من دان نفسه وعمل لما بعد الموت والعاجز من اتبع نفسه هواها وتمنى على الله فانه
وہ ہی جسنی خدا کی واسطی اپنی جان جھکادی اور آخرت کی واسطی عمل کیا اور عاجز نادان وہ ہی جو اپنی جان سی ہوا ہوس کی پیچھی پڑا رہا اور اللہ سی بیجا آرزو کی

عليه الصلوة والسلام بين في هذا الحديث ان العاقل من بذل نفسه ويجعلها مطيعة لامر
رسول علیہ الصلوة والسلام نی اس حدیث میں بیان فرمایا کہ ہوشیار وہ شخص ہی جو خوار کری اپنی جان کو اور اپنی جان کو امر الہی کی تابع بنادی

الله تعالى ويحاسبها في الدنيا قبل ان يحاسب في الآخرة فان وجدها عملت خيرا يشكر الله تعالى
اور اوسکا حساب دنیا میں سمجھ لی آخرت میں حساب ہونی سی پہلی پھر اگر معلوم ہو کہ اوسی اعمال خیر کئیں ہیں تو اللہ کا شکر بجالاوی

وان وجدها عملت شرا يستغفر الله تعالى ويتوب اليه ويتأسف على ما ضيع من عمره ويستعد
اور اگر یہہ معلوم ہو کہ اعمال بد کئی ہیں تو اللہ سی بخشش طلب کری اور اوسکی طرف رجوع کری اور اپنی عمر کی بربادی پر افسوس کری اور اپنی آخرت کی لئی سامان کری

لعاقبة امره بالتوجه الى صالح عمله والتنصل من سالف زلله والاشتغال بعبادة ربه في جميع احواله
نیک عمل کی طرف متوجہ ہو اور گذری ہوئی لغزشوں سی بیزار ہو اور اپنی پروردگار کی عبادت کا ہر وقت شغل رکھی

فهذا هو الزاد ليوم المعاد والاحمق من يقصر في امر مولاه ويسعى في تحصيل هواه وهو مع تقصيره
یہہ ہی توشہ معاد کی دن کا اور احمق وہ ہی جو اپنی مولی کی کہا ماننی میں قصور اور اپنی خواہش حاصل کرنیمیں کوشش کری اور وہ باوجود قصور کی

في طاعة ربه واتباع شهوات نفسه يتمنى على الله تعالى فهذا هو الغرور لانه تعالى امر ونهى ثم
اپنی رب کی طاعت میں قاصر ہی اور اپنی نفس کی خواہش میں لگا چلا جاتا ہی اللہ سی آرزوئیں مانگتا ہی پس غرور یہہ ہی ہی کیونکہ اللہ تعالی نی امر بھی کیا اور نہی بھی کی پھر

قال وان ليس للانسان الا ما سعى وروى عن ابي هريرة انه عليه الصلوة والسلام قال ما من احد يموت
فرمایا اور یہہ کہ آدمی کو وہی ملتا ہی جو اوسی کمایا اور روایت ہی ابو ہریرہ سی کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نی فرمایا کوئی نہیں جو مرکر

الا ندم قالوا وما ندامته یا رسول الله قال ان کان محسنا ندم ان لا یکون ازداد وان کان
پچھتاوی نہین عرض کیا پچھتاوا کیا ہوگا یا رسول اللہ فرمایا اگر وہ شخص نیکو کار ہی تو پچھتاویگا کہ مینی کیون نہین زیادہ عمل کیا اور اگر
مسیئا ندم ان لا یکون نزع فیا ایها العاقل لا تضیع عمرك فی الغفلة فاجتهد فی تحصیل امتعة
بدکار ہی تو پچھتاویگا کیون نہین باز رہا پس ای شخص ہوشیار غفلت مین اپنی عمر برباد مت کر سامان آخرت کی پیدا کرنی مین کوشش کر
الاخرة قبل ان یجیء یوم لا تقدر علی تحصیلها فی ذلك الیوم فانك عن قریب تعاین ذلك الیوم فتندم
اس سی پہلی کہ وہ دن آپہنچی کہ پہر تجہکو اوس روز حاصل کرنی کی کچھہ طاقت نرہیگی تو اہی نزدیک اوس دن کو دیکھہ لیگا پہر
علی ما فات من عمرك ولا ینفعك الندم قال الامام الغزالی فی رسالته المسماة بایها الولد انی رایت
غفلت مین عمر برباد کی ہوئی پر پچھتایگا اور اس ندامت سی کچھہ فائدہ نہوگا امام غزالی اپنی رسالہ مین ایہا الولد جسکا نام ہی کہتی ہین مینی
فی الانجیل ان المیت من ساعة ان یوضع علی الجنازة الی ان یوضع الی شفیر القبر یسئله تعالی
انجیل مین دیکھا ہی کہ مردہ سی اتنی عرصہ مین کہ اوسکو جنازہ پر رکہہ کر قبر کی کنارہ پر لیجا کر رکہین اللہ تعالی اپنی عظمت سی
بعظمته اربعین سوالا اوله یقول عبدی طهرت منظر الخلق سنین وما طهرت منظری
چالیس سوال پوچھتا ہی پہلی یہہ ہی فرماتا ہی ای میری بندی پاکیزہ کیا تونی اپنی تن بدن کو برسون تک اور میری نظر گاہ کو
ساعة فانه ینظر فی قلبك کل یوم ویقول ما تصنع بغیری وانت محفوف بخیری اما انت اصم
ایکدم پاک کیا کیونکہ اللہ تعالی ہر روز تیری دل کی طرف دیکھتا ہی اور فرماتا ہی تو کیا کیا کرتا ہی اورون کی واسطی اور تو گہرا ہوا ہی میری انعام سی کیا تو بہرا ہی
لا تسمع وقد قال ابو سلیمان الدارانی لو لم یبك العاقل فیما بقی من عمره علی فوت ما مضی منه
سنتا نہیں ابو سلیمان دارانی کہتی ہین اگر عاقل افسوس سی رو دی اپنی بقیہ عمر مین کی عبادت غفلت مین گذری ہوئی عمر پر
فی غیر الطاعة لکان خلیقا ان یحزنه ذلك الی الممات قال الامام الغزالی انما قال هذا لان
تو اوسکو لایق ہی کہ مرتی دم تک اسیغم مین رہی امام غزالی کہتی ہین ابو سلیمان نی یہہ بات اسلئی کہی ہی کہ
العاقل اذا ملك جوهرة نفیسة وضاعت منه فی غیر فائدة یبکی علیها لا محالة فاذا ضاعت
عاقل کو اگر کوئی نفیس جوہر ہاتہہ آجاتا ہی اور بیہودہ اوسکی ہاتہہ سی بی فائدہ جاتا ہی تو بیشک اوسکی غم مین روتا ہی پہر اگر وہ جوہر
منه وصار ضیاعها سببا لهلاکه یکون بکاؤه اشد فکل ساعة من العمر بل کل نفس منه
بی فائدہ گم ہو کر باعث ہو اوس شخص کی تباہی کا تو اور بہی زیادہ تر روتا رہیگا پس ہر ہر ساعت عمر کی بلکہ ہر ہر دم عمر کا
جوهرة نفیسة لا خلف لها ولا بدل لها لانها صالحة لان یوصلك الی سعادة الابد وینقذك
ایک نفیس جوہر ہی جسکا نہ کچھہ عوض ہی اور نہ بدلہ کیونکہ وہ عمر اس قابل ہی کہ تجہکو سعادت ابدی مین پہنچادی اور
من شقاوة السرمد وای جوهر انفس من هذه الجوهرة فاذا ضیعتها فی الغفلة فقد خسرت خسرانا
شقاوت دائمی سی بچادی اور کونسا جوہر اس جوہر سی زیادہ نفیس ہوگا جب تونی اسکو غفلت مین برباد کیا تو تو صاف بڑی ہی ٹوٹی مین
مبینا فاذا صرفتها الی المعصیة فقد هلکت هلاکا مبینا فان کنت لا تبکی علی هذه المعصیة
مبتلا ہوا پہر اگر تونی اوسکو گناہون مین صرف کیا پہر تو ظاہر کہ تو خوب تباہ ہوا پہر اگر تو اس خطا پر افسوس کرکی نہین روتا
فذلك لجهلك فمصیبتك لجهلك اعظم من کل مصیبة لکن الجهل مصیبة لا یعرف صاحبه
تو یہہ تیری جہالت ہی تیری جہالت کی مصیبت تمام مصیبتون سی بڑہ کر ہی لیکن جہالت ایسی مصیبت ہوتی ہی کہ جاہل اوسکو
کونه مصیبة لان نوم الغفلة یحول بینه وبین معرفته والناس نیام فاذا ماتوا انتبهوا
مصیبت نہین سمجہتا کیونکہ خواب غفلت حایل ہو کر نہین سمجہنی دیتی اور آدمی اب تو سوتی ہین جب مرینگی تو جاگینگی

وعند ذلك ينكشف لكل مفلس افلاسه ولكل مصاب مصيبته وان الناس في الآخرة ينقسمون الى عدة
وسو وقت ہر مفلس کو اوسکا افلاس کھل جاویگا اور ہر مبتلا کو اوسکی مصیبت معلوم ہوجاویگی بیشک بنی آدم آخرت میں کئی قسم پر ہونگی
اقسام القسم الاول قسم الفائزين وهم الذين قال الله تعالى فيهم فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا أُخْفِيَ لَهُم
پہلی قسم وہ جو اپنی مراد کو پہنچی وہی وہ لوگ ہیں جنکے حق میں اللہ تعالی فرماتا ہی سو کسی جیکو معلوم نہیں جو چھپا دھرا ہی اونکی واسطی
مِّن قُرَّةِ أَعْيُنٍ جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ قال النبي عليه السلام حكاية عن الله تعالى اني اعددت لعبادي
ٹھنڈک آنکھوں کی بدلہ اوسکا جو عمل کرتی تھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالی کی طرف سی بطور حکایت کی فرماتی ہیں میں نی اپنی نیک کار بندوں کی واسطی
الصالحين ما لا عين رأت ولا اذن سمعت ولا خطر على قلب بشر والقسم الثاني قسم الهالكين وهم
وہ ساماں تیار کیا ہی جو نہ کسی آنکھ نی دیکھا اور نہ کانوں نی سنا اور نہ کسی دل پر خطرہ بھی گذرا اور دوسری قسم ہالکین کی ہی یعنی وہ لوگ ہیں
الذين كذبوا بالحق ولم يصدقوا به وان سعادة الآخرة لا تكون الا في القرب من الله تعالى والنظر اليه
جنہوں نی حق کو جھٹلایا اور اوسکی تصدیق نکی بیشک سعادت آخرت کی مگر قرب الہی اور خدا کی دیدار کی نہیں ہی
وذلك لا يحصل الا بالمعرفة التي يعبر عنها بالايمان والتصديق وهم لما كذبوا بالحق ولم يصدقوا به
اور یہہ مرتبہ بدوں معرفت کی جسکو ایمان اور تصدیق کہتی ہیں حاصل نہیں ہوسکتا ان لوگوں نی اوسکے حق کو جھٹلایا اور تصدیق نکی
كانوا بعيدا عنه وهم عن ربهم يومئذ لمحجوبون وكل محجوب عن ربه يكون هالكا معذبا بنار الفراق
تو اس سعادت سی دور ہونگی اور وہ اپنی رب سی اوس دن البتہ اوٹ میں ہونگی اور جو شخص اپنی رب سی اوٹ میں رہا ہلاک ہوویگا جدائی کی آگ میں
ونار جهنم ابد الآباد والقسم الثالث قسم المعذبين وهم الذين حققوا اصل الايمان لكنهم قصروا في العمل
اور دوزخ کی آگ میں ہمیشہ کو جلتا رہیگا اور تیسری قسم اونمیں وہ جو عذاب دیئی جاوینگی وہ لوگ ہیں جنہوں نی اصل ایمان تو حاصل کیا پر عمل میں جو سزاوار
بمقتضاه فان رأس الايمان التوحيد وهو نفي الشرك وهو اعتقاد العبد ان الله تعالى واحد في ذاته وصفاته
ایمان کی تہا کوتاہی کی کیونکہ سر و اعظم ایمان کا توحید ہی یعنی نفی شرک کی اور وہ یہہ ہی کہ آدمی یہہ اعتقاد کری کہ اللہ تعالی ایک ہی اپنی ذات اور صفات
وافعاله وكل ما يظهر في العالم لا يظهر الا بعلمه وارادته وخلقه ولا يستحق العبادة الا هو فعلى هذا
اور افعال میں اور عالم میں جو کچھ ظاہر ہی ہرگز نہیں پیدا ہوسکتا بدوں اوسکی علم اور ارادہ اور پیدا کرنی کی اور پرستش کی سوائی اوسکی اور کوئی لائق نہیں ہی پس اس بنا پر کی روسی
كل من يقول لا اله الا الله يصير كانه يقول اني اعتقدت انه تعالى واحد في ذاته وصفاته وافعاله
جو شخص یا لسان کہتا ہی لا الہ الا اللہ گویا وہ کہتا ہی میں نی یقین کیا کہ اللہ تعالی ایک ہی اپنی ذات اور صفات اور افعال میں
ولا يظهر في العالم شيء الا بعلمه وارادته وخلقه ولا يستحق العبادة الا هو واني التزمت عبادته
اور عالم میں کوئی امر پیدا نہیں ہوسکتا بدوں اوسکی علم اور ارادہ اور پیدا کرنی کی اور کوئی نہیں سزاوار پرستش کا سوا اوسکی اور میری ذمہ ہی اوسکی عبادت
ولا اعبد الا اياه وبعد هذا الاعتراف كل من اتبع هواه فقد اتخذ الهه هواه وهو موحد بلسانه
اور میں کسیکی عبادت نکرونگا سوائی اوسکی اور یہہ اقرار کرکر جو شخص اپنی خواہش کی پیچھی پڑی تو اوسی بیشک اپنا معبود خواہش کو ٹہرالیا اب وہ شخص فقط زبان سی
فقط والتوحيد لا يكمل الا بالاستقامة عليه ومن لم يستقم عليه ولو في امر يسير بل اتبع هواه
توحید کا قائل ہی اور توحید بدوں استقامت کی پوری نہیں ہوتی اور جو شخص توحید پر قایم نہ رہا گرچہ ادنی کام میں بلکہ وہ اپنی خواہش کی پیچھی پڑی
ولو في فعل قليل يكون خارجا عن سواء السبيل وذلك نادر في كمال التوحيد ولعدم خلوص عن
اگرچہ چہوٹی سی کام میں وہ سیدہی رستہ سی پہرا ہی اور اسی کمال توحید کو گھٹا لگتا ہی اور اسیلئی کہ اکثر آدمی اکثر اوقات کامل توحید پر
ذلك في غالب الامر قال الله تعالى وَإِن مِّنكُمْ إِلَّا وَارِدُهَا فيكون ورود كل احد على النار مسببا وانما
قایم نہیں رہتی اللہ تعالی فرماتا ہی ایسا کوئی نہیں جو اوسپر نگذری پس یقینا آگ سب کی گذرگاہ ہی

الشك فيمن ينجو منها وقد جاء فى بعض الاخبار ما يدل على ان اٰخر من يخرج منها يخرج بعد سبعة الاف

شک ایسین ہی کہ کون کون نجات پاویگا بعضی حدیثوں مین ایسا آیا ہی جسنی یہہ معلوم ہوتا ہی کہ سب سی پیچہی دوزخین سی نکلنی والا سات ہزار برس کی بعد نکلی گا

سنة وبعضهم يجوز منها كبرق خاطف فلا يكون له فيها لبث وبعضهم يمكث فيها لحظة وبين اللحظة

اور بعضی اوسمین سی ایسی گذر جاوینگی جیسی چمکتی بجلی ایسی شخصکو دوزخ مین ذرہ بہر درنگ نہوگی اور بعضی دوزخ مین لحظہ بہر ٹہرینگی ایک لحظہ سی

وسبعة الاف سنة درجات متفاوتة من اليوم والاسبوع والشهر والسنة والسنين وسائر العدد

سات ہزار برس کی اندر اندر بہت سی درجہ متفاوت ہین جیسی ایک دن یا ایک ہفتہ یا ایک مہینہ ایک برس دو برس اور باقی تمام گنتی

واما الاختلاف بالشدة فلا نهاية لاعلاه وادناه التعذيب بالمناقشة فى الحساب فان اختلاف عذاب

اور رہا حال سختی کا اوسکی اعلیٰ درجہ کا تو کچہہ ٹہکانا نہین اور کم سی کم عذاب حساب کی گرفت ہی سختی سی کیونکہ اختلاف آخرت کی عذاب کا

الاخرة وثوابها بحسب قوة الايمان وضعفه وكثرة الطاعات وقلتها وكثرة الذنوب وقلتها وشواهد

اور ثواب کا موافق ایمان کی قوت اور سستی کی ہی اور باعتبار زیادتی اور کوتاہی عبادت کی اور بلحاظ کثرت اور قلت گناہونکی اور گواہ

هذا فى القران قوله تعالى اليوم تجزى كل نفس بما كسبت لا ظلم اليوم وقوله تعالى وان ليس للانسان الا

اسکی قرآن مین ہین قول اللہ تعالیٰ کا آج بدلا دی جاویگی ہر جان جو جو اوسنی کیا تہا آج ظلم نہین ہی اور قول اللہ تعالیٰ کا اور یہہ کہ آدمی کو وہ ہی ملتا ہی

ما سعى وقوله تعالى فمن يعمل مثقال ذرة خيرا يره ومن يعمل مثقال ذرة شرا يره وغير ذلك مما ورد فى كتاب

جو کمایا اور قول اللہ تعالیٰ کا سو جسنی ذرہ بہر بہلائی کی وہ دیکہہ لیگا اور جسنی ذرہ بہر برائی کی وہ دیکہہ لیگا اور سوا اسکی جو اور کتاب مجید مین

الله تعالى وسنة رسوله من كون الثواب والعقاب جزاء الاعمال فعلى هذا كل من احكم اصل الايمان

اور سنت رسول یعنی حدیث مین وارد ہی کہ ثواب اور عذاب دونو بدلا کئی کا ہی پس اس بیان کی موافق جسنی اصل ایمان کو درست اور محکم کیا

واحسن جميع الفرايض التى هى الاركان الخمسة للاسلام باتيان كلمتى الشهادة واقامة الصلوة وايتاء الزكوة

اور تمام فرایض اچہی طرح اداکئی یعنی پانچون رکن اسلام دونو کلمی شہادت کی پڑہی اور نماز کو قایم رکہی اور زکوٰۃ اداکرتا رہا

وصوم رمضان وحج البيت واجتناب الكبائر ولم يصدر منه الا صغائر متفرقة من غير ان يصر عليها

اور روزی رمضان کی رکہی گیا اور حج بیت اللہ کا کیا اور کبیرہ گناہونسی بچتا رہا اور اوس سی سوا متفرق صغیرہ بدون اصرار کی یعنی دہٹہ جانی کی کوئی عمل نہ ہوا

وادنى معنى ارتكاب الكبائر والاصرار على الصغائر بمعنى الاكثار فيها سواء كانت من نوع واحد ومن

اور کم سی کم کبیرہ عمل کرنی سی اور صغیرہ پر اصرار کرنیسی مراد یہہ ہی کہ اکثر اوقات اوسمین مبتلا رہی برابر ہی کہ وہ گناہ ایک ہی طرح کا ہو یا

انواع مختلفة يشبه ان يكون عذابه بالمناقشة فى الحساب فاذا حوسب يرجح حسناته على سياته

کئی طرح کی ہون تو قریب بہ یقین ہی کہ ایسی شخصکا عذاب حساب مین سخت گیری کا ہو پہر جب حساب ہوچکیگا تو اوسکی حسنات کو برائیون پر غلبہ دیا جاویگا

اذ قد جاء فى الحديث ان الصلوات الخمس والجمعة الى الجمعة ورمضان الى رمضان مكفرات لما بينهن

اسواسطی کہ حدیث مین آیا ہی کہ بیشک پانچون نمازین اور جمعہ اگلی جمعہ تک اور رمضان اگلی رمضان تک اوتار ڈالتی ہین بیچ کی صغیرہ گناہون کو

سوى الكبائر وكذا اجتناب الكبائر مكفر للصغائر بحكم نص القران وهو قوله تعالى ان تجتنبوا كبائر

سوای کبیرہ گناہون کی اور ایسی ہی کبیرہ گناہ سی بچتی رہنا اوتار ڈالتا ہی صغیرہ گناہونکو قرآن کی صاف حکم سی وہ یہہ قول اللہ تعالیٰ کا ہی اگر تم بچتی رہوگی بڑی گناہونسی

ما تنهون عنه نكفر عنكم سياتكم واقل درجات التكفير ان يدفع العذاب اذا لم يدفع الحساب

جنکو منع ہوئی ہین تو ہم اوتار دینگی تمسی گناہ تمہاری اور کم سی کم درجہ بمعافی کا یہہ ہی کہ عذاب موقوف ہو اگر حساب موقوف نہو

وكل هذا حاله يكون ممن ثقلت موازينه فهو فى عيشة راضية هذا حال من اجتنب جميع الكبائر

اور ایسی ہی لوگ ہونگی جنکی تولین بہاری ہونگی سو وہ نہایت پسندیدہ آرام مین ہین یہہ حال تو اوسکا ہی جو تمام کبایر سی بچتا رہا

وادى

وادی جمیع الفرائض واما من ارتکب بعضا من الکبائر او ترک بعضا من الفرائض فانه ان تاب توبة

وادا کئی تمام فرائض ادا کئی اور جسنی کچھ کبیرہ گناہ کئی یا کوئی فرض نہ ادا کیا تو ایسی شخص نی اگر کامل توبہ کی

نصوحا قبل قرب الاجل یلتحق بمن لم یرتکب ذنبا لان التائب من الذنب کمن لا ذنب له والتوبة المقبولة

خالص مرنے سے پہلے تو وہ بھی شامل ہے جس نے کوئی گناہ نہیں کیا اس لئے کہ گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہے جیسے کوئی گناہ نہیں اور جو توبہ قبول ہوا کی وہ الیسا ہی ہے

کالتوبة الذی لم یذنب وان لم یتب بل مات قبل التوبة فامره مخطر عند الموت اذ ربما یکون موته علی

جیسی مسلمان نہیں ہوا اور اگر توبہ نہیں کی بلکہ توبہ سے پہلے مرگیا تو اوسکی حق میں مرنے کے وقت کا اندیشہ ہے اسواسطے اکثر اوقات ایسی موت

الاصرار سببا لزوال ایمانه فیختم له بسوء الخاتمة ویبقی فی جهنم الا ان یشاء الله وان لم یختم له بسوء الخاتمة

اصرار پر باعث ایمان کی زوال کی ہوجاتی ہے پھر اوسکا خاتمہ برا ہوگا اور ہمیشہ کو دوزخ میں پڑا رہیگا اور اگر اوسکا خاتمہ برا نہ ہوا

بل مات علی الایمان فان لم یعف الله تعالی یعذب عذابا یزید علی عذاب المناقشة فی الحساب ویکون

بلکہ ایمان سے موا پھر اگر اللہ تعالی نے معاف نہ کیا تو اوسکو ایسا عذاب ہوگا جو حساب میں سخت گیری کی عذاب سے زیادہ ہو اور

کثرة العقاب من حیث المدة بحسب کثرة الاصرار ومن حیث الشدة بحسب شدة قبح الکبائر ومن حیث

اور لمبی عذاب کی درازی مدت سے باعتبار زیادتی اصرار کی ہوگی اور اسی سختی میں باعتبار سختی گناہ کی ہوگی اور

اختلاف النوع بحسب اختلاف انواع المعاصی وعند انقضاء مدة العقاب ینزل فی درجات اصحاب

تبدیل عذاب کی باعتبار تبدیل گناہ کی یعنی جیسا گناہ ویسا ہی عذاب ہوگا اور بعد گزر جانی مدت عذاب کی وہ شخص اونکی مرتبہ میں شامل ہوویگا جنکو

الیمین وفی الخبر ان آخر من یخرج من النار یعطی مثل الدنیا کلها عشرة اضعاف ولا یخرج من النار الا موحد

عمال نامہ دہنی ہاتھ میں ملیگی اور حدیث میں ہی کہ سب سے پچھی جو دوزخ سے باہر آویگا اوسکو تمام دنیا سے دس گونہ زیادہ عنایت ہوگا اور دوزخ میں سے سوا موحد کی

ولیس المراد من الموحد من یقول بلسانه لا اله الا الله فقط لان اللسان من هذا العالم الذی یعبر عنه

کوئی خلاص نہ ہوویگا اور موحد سے مراد وہ شخص نہیں ہی جو صرف زبان سے لا الہ الا اللہ کہا کرے اس لئے کہ زبان تو اس عالم کا ہی حکم

بعالم الملک والشهادة فلا ینفع النطق به الا فی هذا العالم حیث یدفع سیف المسلمین عن رقبته وایدی

عالم ملک اور شہادت کہتی ہیں سو زبانی کلمہ پڑھنی سے صرف اسی عالم میں فائدہ ہوگا اسواسطے کہ تلوار مسلمانوں کی اوسکی گردن سے دور رہی گی اور ہاتھ

العاملین عن ماله ومدة الرقبة والمال مدة الحیوة واذا لم تبق الرقبة والمال لا ینفع النطق به وانما ینفع الصدق

عیسیت کرنے والوں کا اوسکی مال سے لگے ہی گا اور گردن اور مال تو زندگی بہر ہی بہر جب گردن اور مال نہ رہیگا یعنی بعد موت کی وہ کلمہ پڑھا کچھ کام نہ آویگا

فی التوحید وکمال التوحید الاستقامة علی فعل المامورات وترک المنهیات ولا یتاتی ذلک الا بغلبة التقوی

توحید میں صرف تصدیق کام آویگی اور کمال توحید کا مامورات کی عمل کرنی اور منہیات کی ترک کرنی پر قائم رہنی سی ہی اور یہہ تو جب حاصل ہوتی ہے

علی القلب بعد نفی الشک عنه فان من غلب علی ظنه ان من یعمل مثقال ذرة خیرا یره ومن یعمل مثقال ذرة

دل پر یقین غالب ہو اور شک دل سے جاتا رہی کیونکہ جسکی گمان میں یہہ بات جم گئی کہ جو ذرہ بہر بھلائی کو عمل میں لاویگا وہ دیکھیگا اور جو ذرہ بہر برائی کریگا

شرا یره لا شک ان یحرص علی تحصیل الطاعات ویحفظ قلیلها وکثیرها ویترک الذنوب والسیئات

سو دیکھیگا تو بیشک وہ شخص جہاں تک ہی عبادت کو حاصل کریگا اور عبادت میں سی تمام چہوٹی اور بڑی کی حفاظت کریگا اور تمام گناہ اور برائیوں کو چھوڑیگا

ویجتنب صغیرها وکبیرها وقلیلها وکثیرها وهذا هو الایمان الحقیقی والتوحید الیقینی والناس فی هذا

اور بچیگا صغیرہ اور کبیرہ سی اور تہوڑی اور بہت سی بچیگا اور یہہ ہی حقیقی ایمان اور یقینی توحید ہی اور آدمی اس توحید کی مدد

التوحید متفاوتون فمنهم من له توحید مثل الجبال ومنهم من له توحید مثل دینار ومنهم من له توحید

مختلف درجے کی ہیں بعضی وہ ہیں جنکی توحید برابر پہاڑ کی ہی اور بعضی ایسی ہیں جنکی توحید برابر دینار کی ہی اور بعضی ایسی کہ جنکی توحید

مقدار خردلة وذرة ممن فی قلبه مثقال دینار من الایمان فهو اول من یخرج من النار وآخر من یخرج
برابر دانہ رائی اور ذرہ کی ہی پہر جسکی دل میں ایمان برابر دینار کی ہی وہ سب سی پہلی دوزخ کی اندر سی باہر آویگا اور سب سی پیچھی دوزخ کی
منها من فی قلبه مقدار ذرة من الایمان واکثر ما یدخل الموحدین النار مظالم العباد وقد جاء فی الاثر
اندر سی وہ نکلیگا جسکی دل میں ایمان برابر ذرہ کی ہی اور موحد آدمی اکثر دوزخ میں بسبب حق العباد کی جاوینگی اور حدیث اثر میں آیا ہی
ان العبد لیوقف بین یدی الله تعالی وله حسنات امثال الجبال لو سلمت له لکان من اهل الجنة فیقوم
کہ ایک شخص سامنی اللہ تعالی کی کہڑا ہوگا اور اوسکی حسنات پہاڑ کی برابر ہوں گی اگر وہ سب اوسکی لئی بچی رہتیں تو بیشک جنتی ہوتا پہر اوسکی
اصحاب المظالم فکان قد سب هذا وضرب هذا واستخدم هذا واخذ مال هذا فیقتص من حسناته
مدعی کہڑی ہونگی اوسی اوسکو گالی دی تہی اور اوسکو مارا تہا ایک سی خدمت لی تہی کسیکا مال چھین لیا تہا اب ان سبکا بدلا اوسکی حسنات میں سی
حتی لا یبقی له حسنة فیقول الملئکة یا ربنا قد فنیت حسناته وبقی الطالبون کثیر فیقول الله تعالی
آخر اوسکی پاس کچہہ بہی نہیں بچیگا پہر فرشتی کہینگی یا الہی اوسکی حسنات تو ہو لئی اور مدعی بہت موجود ہیں اللہ تعالی فرماویگا
القوا من سیأتهم علی سیأته وصکوا له صکا الی النار وکما یهلک الظالم بسیئة غیره بطریق القصاص
اونکی گناہ اسکی ذمہ پر رکہدو اور اوسکی لئی دروازہ دوزخ کا کہول دو اور جیسی ظالم غیر کی گناہ سی یعنی بدلہ میں مارا جاتا ہی
فکذلک ینجو المظلوم بحسنة الظالم اذ تنقل حسنته الیه عوضا عما ظلمه به واذا تقرر هذا فالواجب
ایسی ہی مظلوم ظالم کی حسنات سی بچ جاتا ہی حسنات ظالم کی بدلہ میں مظلوم کو ملجاتی ہیں جب یہہ بات ٹہری تو ہر مسلمان پر واجب ہی
علی کل مسلم البدار الی محاسبة نفسه کما روی عن عمر بن الخطاب رض انه قال حاسبوا انفسکم قبل ان
کہ جلد اپنی ذات کا حساب سمجہہ لی چنانچہ روایت ہی عمر بن الخطاب سی کہ فرماتی ہیں اپنا حساب سمجہہ رکہو پہلی
تحاسبوا وزنوا انفسکم قبل ان توزنوا فانکم ان کنتم تحاسبون انفسکم الیوم وتزنونها للعرض الاکبر
حساب دینی سی اور اپنا کیا تول رکہو پہلی تول دینی سی کیونکہ اگر تم آج اپنا حساب سمجہہ لوگی اور بڑی وقت کی واسطی تول رکہوگی
یکون الحساب علیکم غدا اهون ولتعرضون یومئذ ولا تخفی علیکم خافیة وطریق المحاسبة ان
تو کل کو حساب تم پر بہت آسان ہوگا اوسدن سب سامنی ہوگا کوئی بات چھپی نرہیگی اور حساب سمجہنی کا یہہ ڈہب ہی
ینظر المرء فی احواله هل علیه شیء من حقوق الله تعالی وحقوق الناس ام لا فیقضی ما فاته من فرائض
کہ آدمی اپنی حال میں غور کری آیا مجہہ پر کوئی حق اللہ یا حق العباد باقی ہی یا نہیں پہر چاہی کہ ادا کری اگر کوئی فرض
الله تعالی ویرد المظالم حبة حبة ویستحل کل من تعرض له بیده ولسانه وقلبه بان اساء له الظن
الہی رہ گیا ہو اور حق العباد کا دانہ دانہ پہیر دی اور معاف کرالی ہر ایک سی جسکو ستایا ہو ہاتہہ سی اور زبان سی اور دل سی اسطرح کہ اوسکی حق میں بدگمانی کی
ویطیب قلوبهم حتی یموت ولم یبق شیء علیه من حقوق الله تعالی وحقوق العباد ویدخل الجنة بغیر
اور اونکا دل خوش کردی آخر ایسی حال میں مری کہ اوسکی ذمہ پر کوئی حق اللہ اور حق العباد باقی نہو اور بہشت میں بی
حساب یسرنا الله بفضله المجلس التاسع فی لزوم الاتباع للنبی صلی الله علیه
حساب چلا جا الہی اپنی فضل سی ہمپر آسان کردی نویں مجلس ضروری ہونی میں اتباع نبوی صلی اللہ علیہ
وسلم فیما جاء به وفیه تحقیق قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لا یؤمن احدکم
وسلم کی تمام احکام میں جو لای ہیں اور اسمیں تحقیق ہی فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نی مؤمن نہیں ہوگا کوئی تم میں سی
حتی یکون هواه تبعا لما جئت به هذا الحدیث من صحاح المصابیح رواه عبد الله بن عمرو بن العاص
جبتک ہووی خواہش اوسکی مطابق میری لائی ہوئی کی یہہ حدیث مصابیح کی صحیح حدیثوں میں ہی عبد اللہ بن عمرو بن العاص کی روایت سی

معاذ

معناه ان احدكم لا يبلغ درجة كمال الايمان حتى يخالف هواه ويتبع الحق ولا يسلط هواه على الحق
اسکی معنی یہہ ہین کہ البتہ کوئی تم مین سی نہین پاویگا درجہ کمال ایمان کا یہان تک کہ اپنی ہوا ہوس کی خلاف کری اور تابع حق کا ہو اور اپنی ہوا ہوس کو حق پر غالب کردے

بل يكون الحق الذى جئت به مسلطا على الهوى فان من يعمل بهوى نفسه لا يريد نفسه شيئا الا
بلکہ حق ہی جو مین لایا ہون خواہش پر غالب رہی کیونکہ جو شخص مطابق اپنی خواہش نفسانی کی عمل کیا کری تو پہر اسکا نفس جو خواہش کریگا

يرتكبه ويخالف مولاه ويجعل هواه الها لنفسه كانه يعبده ولهذا قال النبى عليه السلام ما عُبِدَ تحت
سو عمل کریگا اور اپنی مولی کا مخالف ہوکر اپنی خواہش نفسانی کو اپنا معبود بنا دیگا گویا یہہ اوسکی پرستش کرتا ہی اسلیئی فرمایا ہی نبی صلی اللہ علیہ نی نہین پوجا گیا آسمان کی

السماء اله ابغض الى الله تعالى من الهوى وفى رواية ان ابغض اله عُبِدَ فى الارض عند الله تعالى
تلی کوئی معبود جو بدتر ہو نزدیک اللہ تعالی کی ہوا سی اور ایک روایت مین یہہ ہی بیشک بدتر معبود جو پوجا جاتا ہی زمین پر نزدیک اللہ کی

هو الهوى وفى الحقيقة ان من تامل يعلم ان من يعبد الصنم لا يعبد الصنم وانما يعبد هواه لكون
ہوا ہی اور حقیقت مین جو شخص غور کرکر دیکہی تو جان لی کہ جو آدمی بت کو پوجتا ہی وہ بت کو نہین پوجتا اپنی ہوا کی پرستش کرتا ہی کیونکہ اوسکا

نفسه مائلة الى دين ابائه فيتبع ذلك الميل الذى يعبر عنه بالهوى اذ من عادة اهل الهوى ان يستحسنوا
دل ماں باپ دادوں کی دین پر جہکتا ہی سو یہہ شخص اوسی توجہ دلی کی پیچہی لگا ہوا ہی اسی کو ہوا کہتی ہین اسلئی کہ اہل ہوا کی یہہ عادت ہی کہ جو بات اونکی خوشی کی

كلما يوافق هواهم وان كان جالبا لكل شر ووبال وان يستقبحوا كل ما يخالف هواهم وان كان جالبا لكل خير
موافق ہو اوسکو اچہا سمجہین اگرچہ اوسی تمام برائی اور وبال آپڑی اور جو بات اونکی خوشی کی خلاف پڑی اوسکو برا سمجہین اگرچہ اوسمین تمام بہلائی

ودولة فالسعيد من يخالف هواه ويطيع مولاه والشقى من يتبع هواه ويخالف مولاه ويكون هالكا
اور دولت ہو پس نیکبخت وہ ہی جو اپنی خواہش نفسانی کی خلاف اور مولی کی اطاعت کری اور بدبخت وہ ہی جو اپنی خواہش نفسانی کی پیچہی مولی کا خلاف کرکر ہلاک

لان من يتبع هواه يفعل ما يضره ويهلك حالا او مالا وهو لا يشعر او يشعر لكن لخفة عقله يرجح
اسلیئی جو اپنی ہوای نفسانی کا تابع ہوگا تو وہ ہی عمل کریگا جو اوسکی حق مین مضر دردنیا اور آخرت مین ہلاک کردی اور وہ خیال نہین کرتا یا خیال تو کرتا ہی پر بیوقوفی سی

اللذة الحاضرة التى لا بقاء لها على العقوبات العظيمة التى لا نهاية لها ويظن لعمى بصيرته وغاية حمقه
حال کی لذت کو جسکو اصل قیام نہین ہی اون بڑی بڑی عذابونسی جسکی کچہہ انتہا نہین ہی بہتر جانتا ہی اور یہہ کا اندہا اپنی حماقت سی یہہ گمان کرتا ہی

انه ظفر بشئ من اللذائذ ولا يعلم ذلك الاحمق انه يخرج من الدنيا ويرى انه لم يظفر بشئ من اللذائذ
کہ مین نی خوب عیش اوڑائی اور احمق یہہ نہین سمجہتا کہ دنیا سی نکلتی ہی یعنی مرتی ہی دیکہہ لیگا کہ اوسکو کچہہ بہی مزہ حاصل نہوا

اصلا لا من لذائذ الدنيا ولا من لذائذ الاخرة بل اتبع هواه فيما ليس بشئ لان لذائذ الدنيا عنه تزول
نہ تو دنیا ہی مین مزا اوٹہایا اور نہ آخرت مین کچہہ عیش پایا بلکہ بیکار نفسانی باتون مین لگا رہا کیونکہ دنیا کا عیش تو جاتا رہیگا

ولذائذ الاخرة ليس له اليه الوصول فيبقى فى حسرة وندامة حين لا ينفعه الندم وقد قال ابن عباس
اور آخرت کا عیش کبہی میسر نہوگا ابصرف حسرت اور ندامت مین مبتلا رہیگا سو اب ندامت سی کیا ہوتا ہی ابن عباس کہتی ہین

ماذكر الله الهوى فى القران الا ذمه فانه تعالى قال بَلِ اتَّبَعَ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَهْوَاءَهُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ وقال وَإِنَّ
کہ اللہ تعالی نی قرآن مین جہان ہوا ہوس کا ذکر کیا ہی سب برائی سی کیا ہی اللہ تعالی نی فرمایا ہی بلکہ چلی ہین بی انصاف اپنی چاؤ پر بن سمجہی اور کہا اور بہت لوگ

كَثِيرًا لَيُضِلُّونَ بِأَهْوَائِهِمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ وقال وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوَاهُ بِغَيْرِ هُدًى مِنَ اللَّهِ فعلم من
بہکاتی ہین اپنی خیال پر بغیر تحقیق اور کہا اور اوس سی زیادہ بہکا کون جو چلی اپنی چاؤ پر بن راہ بتائی اللہ کی

هذه الايات ان اتباع الهوى لا يكون فى الاكثر الا بغير علم بالحق فلا بد للمؤمن ان يعرف الحق ويميزه عن
ان آیات سی معلوم ہوا کہ ہوا ہوس مین مبتلا ہونا اکثر اوقات بسبب نادانستگی امر حق کی ہوتا ہی سو مرد مؤمن کو لازم ہی کہ امر حق کو دریافت کرکر باطل سی

ماذكر الله الهوى فى القران الا ذمه

الباطل ويعمل بالحق ويختاره على الباطل لان من لم يعرف الحق فهو ضال ومن عرفه واختار عليه
اوسکی تمیز حاصل کری پہر حق پر عمل کری اور باطل پر اوسکو پسند کری کیونکہ جو شخص حق کو نہیں پہچانتا وہ گمراہ ہوتا ہی اور جو شخص حق کو تو پہچانی پہر غیر حق کو

غيره فهو مغضوب عليه ومن عرفه واتبعه فهو منعم عليه وقد امرنا الله تعالى ان نسئله في كل يوم
پسند کری تو اوسپر خدا کا غضب ہوتا ہی اور جو حق کو پہچان کر اوسکی اطاعت کری اوسپر خدا کی رحمت ہی اور ہمکو اللہ کا حکم ہی کہ ہم اوس سی یہہ دعا مانگا کرین ہر روز

وليلة مرات عديدة ان يهدينا صراط الذين انعم عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضالين وبين في
رات مین کئی کئی بار کہ دکہا ہمکو رستہ اون لوگون کا جن پر تو نی رحمت کی نہ رستہ اون لوگون کا جن پر تو نی غضب فرمایا اور نہ گمراہ ہونیکا اور

ضمنه ان اهل السعادة هم الذين عرفوا الحق واتبعوه وكانوا مهتدين وان اهل الشقاوة هم الذين
اسی کی ضمن مین بیان کیا کہ سعادتمند وہ لوگ ہوتی ہین جنہون نی حق کو پہچان کر اطاعت کی اور راہ راست پایا اور بدبخت وہ لوگ ہین جنہونی

لم يعرفوا الحق بل جهلوه وخرجوا منه وكانوا ضالين او عرفوه وخالفوه ولم يتبعوه بل اتبعوا غيره و
حق کو نہ پہچانا اور جہالت کی مارے حق سی خارج ہو کر گمراہ ہو گئی یا حق کو پہچان کر اوسکا خلاف کیا اور اطاعت نکی بلکہ غیر حق کی اطاعت کی اور

كانوا مغضوبا عليهم وقد ثبت في الحديث ان المغضوب عليهم اليهود وان الضالين النصرى وانما
اونپر غضب نازل ہوا اور حدیث سی ثابت ہی کہ مغضوب علیہم سی مراد یہود ہین اور ضالین سی مراد نصاری ہین اور کہا جو یہ

سمي اليهود بالمغضوب والنصرى بالضالين مع كون كل واحد منهما ضالا ومغضوبا عليهم لكون
کہ یہود مغضوب علیہم ٹہری اور نصاری ضالین ٹہری باوجودیکہ یہہ دونو گمراہ اور سزاوار غضب کی ہین اسی وجہ کا

كل واحد منهما مختصا بما غلب عليه من الجهل والعناد فان اليهود كانوا امة عناد فخصوا بالغضب
کہ دونو فرقون کو خصوصیت ہی غلبۂ جہل اور عناد سی سو یہودیون مین تو عناد زیادہ تہا وہ تو سزاوار غضب کی ہوئی

والنصرى كانوا امة جهل فخصوا بالضلال ولهذا قال سفيان بن عيينة من فسد من علمائنا
اور نصاری مین جہالت زیادہ تہی وہ گمراہی سی مخصوص ہوئی اسیلئی سفیان بن عیینہ کہتی ہین کہ ہم مین سی جو عالم ہو کر بگڑ جاوی

ففيه شبه من اليهود لان اليهود عرفوا الحق ولم يتبعوه بل عدلوا عنه وكانوا مغضوبا عليهم
تو وہ یہودیون سی ملتا ہی کیونکہ یہودیون نی حق کو پہچان کر اطاعت نکی بلکہ حق سی الگ ہو گئی پہر قابل غضب الہی کی ہو گئی

ومن فسد من عبادنا ففيه شبه من النصارى لان النصارى لم يعرفوا الحق بل جهلوه وكانوا
اور ہم مین سی جو عابد بگڑ جاوی تو وہ نصرانیون سی ملتا ہی کیونکہ نصرانیون نی حق کو نہیں پہچانا بلکہ نادانستہ رہی

ضالين فانه تعالى جعل العبادة سببا للثواب والمعصية سببا للعقاب فمن يرجو الثواب ويخاف
آخر گمراہ ہوئی بیشک اللہ نی عبادۃ کو واسطہ ثواب کا بنایا ہی اور گناہ کو واسطہ عذاب کا بنایا پہر جو شخص آرزو ثواب کی کری اور

العذاب لا بد له ان يعرف العبادة والمعصية ليشتغل بالاولى ويصل الى الثواب ويحترز عن الثانية
عذاب سی ڈری تو اوسکو لازم ہی کہ عبادت اور معصیت کی حقیقت دریافت کری تاکہ عبادۃ کی شغل سی ثواب پاوی اور گناہ سی پرہیز کر کر

وينجو من العذاب لان من لم يعرفهما ولم يفرق بينهما يضع احدهما مقام الاخرى فيكون من الخسرين
عذاب سی بچی کیونکہ جو شخص ان دونون سی خوب واقف نہوگا اور دونون مین فرق نہ کریگا ایک کو دوسری کی جگہہ برت لیگا پہر اوسکو بڑا ہی خسارہ ہوگا

وذلك لان في قلب الانسان قوتين قوة العلم وقوة الارادة وهما لا يتعطلان ابدا ولا يحصل
اور یہہ بات اسلئی کہ انسان کی دل مین دو قوتین ہین قوت علم کی اور قوت ارادہ کی اور یہہ دونو کبہی بیکار نہین ہوتی اور ان بدون

عمل الا بهما سواء كان خيرا او شرا لان من يفعل شيئا سواء كان خيرا او شرا لا يفعله ما لم يريده
کوئی عمل نہین ہو سکتا برابر ہی کہ نیک ہو یا بد ہو اسلئی کہ جو شخص کچہہ کار کرتا ہی برابر ہی کہ بہلا ہو یا برا ہو تو بدون ارادہ کی نہین کر سکتا

ولا يريده ما لم يعلمه فكمال الانسان وصلاحه باستعمال هاتين قوتين فيما ينفعه فى الدارين
اور ارادہ اوسکا بدون علم کی نہین ہوسکتا سو تمام خوبی اور بہلائی آدمی کی ان دونو قوتون کو دارین کی منفعت مین استعمال کرنیسی ہی
ويعينه فى نيل الدولتين فلابد له من استعمال قوة العلم فى ادراك الحق وتميزه عن الباطل
اوران دونو دولتون کی حصول مین مددگار بنانی سی سو آدمی کو چاہی کہ قوت علمی کو حق الامر کی دریافت کرنی مین استعمال کرکر حق کو باطل سی جدا کری
واستعمال قوة الارادة فى طلب الحق وايثاره على الباطل لانه اذا لم يستعمل قوته العلمية فى معرفة
اور قوت ارادی کو حق کی تلاش مین استعمال کرکر حق کو باطل پہ اختیار کری کیونکہ جب یہہ شخص اپنی قوت علمی کو حق کی پہچان مین استعمال نکریگا
الحق وادراكه فلاجرم انه يستعملها فى معرفة الباطل وما يليق به واذا لم يستعمل قوته الارادية
توبیشک اوسہی قوت کو باطل کی پہچان مین اورجو اوسی متعلق ہین استعمال کریگا اور اگر اپنی قوت ارادی کو
فى طلب الحق والعمل به فلاشك انه يستعملها فى طلب الباطل والعمل به ثم ان الانسان مجبول
طلب حق مین اور حق کی عمل مین نہین صرف کریگا توبیشک اوسکو باطل کی طلب اور اوسکی عمل مین صرف کریگا پہر آدمی کی خلقی عادت ہی
على معرفة صانعه ويقتضى طبعه عبادة خالقه والتقرب اليه بحكم الفطرة التى فطر الناس
کہ اپنی پیدا کرنیوالی کو پہچانی اور اوسکی طبیعت کی خواہش ہی کہ اپنی خالق کی عبادت اور نزدیکی حاصل کری باعتبار اصل پیدایش کی جسپر آدمیون کی پیدایش ہی
عليها لكن لاعبرة بالمعرفة الجبلية والعبادة الطبيعية لانها تكون على مقتضى النفس ومتابعة
پر عادت کی موافق پہچان کا کچہہ اعتبار نہین ہی اور طبیعی عبادت کی کچہ اصل نہین کیونکہ ایسی عبادت بطور خواہش نفس اور متابعت
هواها فلا يخلو عن شوب الشرك وانما المعتبر المعرفة والعبادة على وفق الشرع لا على وفق الطبع
ہوا ہوس کی ہوتی ہی سو اسمین ملونی شرک کی ضرور ہوتی ہی معرفت اور عبادة وہ ہی معتبر ہی جو شرع کی موافق ہو نہ جو کہ مطابق طبع کی ہوا کری
الا ترى ان ابليس كان فى طبعه السجود لربه حتى عبد الله تعالى فيما يروى ثمانين الف سنة
کیا تجکو معلوم نہین ہی کہ ابلیس بخواہش طبع رب کو سجدہ کرتا تہا ایسا کہ موافق ایک روایت کی اسی ہزار برس خدا کی عبادت کی
وانتظم بكثرة عبادته فى سلك الملئكة المقربين ثم لما امر بالسجود على خلاف طبعه ابى واستكبر وكان
اور اس عبادت کی برکت سی مقرب فرشتون کی جماعت مین شامل ہوگیا تہا پہر جب اوسکو سجدہ کا حکم اوسکی خلاف طبع ہوا تو انکار کیا اور تکبر کرنی لگا اور
من الكافرين فان من يتبع طبعه وهواه فانه لا يفعل شيئا من المعروفات الا ما يوافق هواه ولا يترك
کافر ہوگیا پس جو شخص اپنی طبیعت اور ہواء نفسانی کا تابع ہوتا ہی تو وہ حسنات مین سی بہی وہ عمل کرتا ہی جو اوسکی خواہش کی موافق ہوا اور
شيئا من المنكرات الا ما يخالف هواه وقد قال بعض السلف من لم يعمل من الحق الا ما يوافق هواه
منکرات مین سی بہی وہ ہی ترک کرتا ہی جو اوسکی خواہش کی خلاف ہو اور بعضی متقدمین کا قول ہی کہ جو شخص حق الامر مین سی وہ ہی عمل کری جو اوسکی مرضی کی مطابق
ولم يترك من الباطل الا ما يخالف هواه لا يصل اجر ما عمل من الحق ولا ينجو من وزر ما ترك من الباطل
اور باطل مین سی وہ ہی کام چہوڑی جو اوسکی مرضی کی مخالف ہو تو نہ اوسکو حق پر عمل کرنیکا ثواب ملی اور نہ باطل کی ترک کرنی پر گناہ سی بچی
بل يكون هذا سببا لسوء خاتمته وشوم عاقبته فان لسوء الخاتمة اسباب يجب على المؤمن
بلکہ اوسکی یہہ عادت باعث ہوگی خاتمہ بد کا اور انجام بد کا کیونکہ خاتمہ بد کی بہت اسباب ہوتی ہین مومن آدمی پہ واجب ہی
ان يحترز عنها منها الفساد فى الاعتقاد وان كان مع كمال الزهد والصلاح فان من كان له فساد
کہ اونسی بچتا رہی اونمین سی ایک اعتقاد کا فساد ہی اگرچہ اوسکی ساتہہ زہد اور صلاح بہی کامل ہوا کری کیونکہ جسکا اعتقاد فاسد ہوتا ہی
فى اعتقاده مع كونه قاطعا متيقنا به له غير ظان انه اخطأ فيه قد ينكشف له فى حال سكرات
باوجودیکہ وہ قطعی اور اوسکو یقینی جانتا ہی اوسکو یہہ گمان نہین ہی کہ مین اسباب مین خطا پر ہون پہر جب نزع کی وقت یہہ ظاہر ہوگا

بطلان ما اعتقده فيظن ان سائر ما اعتقده من الاعتقادات الحقة مثل هذا الاعتقاد باطل
کہ اوسکا یہ اعتقاد باطل تھا تو اوسکو یہ خیال ہوگا کہ اوسکی تمام اعتقادات جو حق ہیں مانند اسی اعتقاد کی باطل ہیں
لا اصل له ان لم يكن عنده فرق بين اعتقاد واعتقاد فيكون انكشاف بطلان بعض اعتقاده
انکی کچھ اصل بنیاد نہیں ہی اگر اوسکو ہر ہر اعتقاد میں فرق حاصل نہ تھا سو اوسکو بعض اعتقاد باطل کا ظاہر ہونا ہی
سببا لزوال بقية اعتقاداته فان خرج روحه في هذه الحالة قبل ان يتدارك ويعود الى الاصل
سب اعتقاد زائل ہو جانیگی پھر اگر ایسی حالت میں اوسکی جان نکل گئی پہلی اسکی کہ اوسکا تدارک او رتلافی کرکر اصل
الايمان يختم له بالسوء ويخرج من الدنيا بغير ايمان فيكون من الذين قال الله تعالى فيهم
ایمان حاصل کرلی تو اوسکا خاتمہ بد ہوگا اور دنیا سی بی ایمان جاویگا پھر اون لوگوں میں داخل ہوگا جنکی حق میں اللہ یہ فرماتا ہی
وَبَدَا لَهُمْ مِنَ اللّٰهِ مَا لَمْ يَكُونُوا يَحْتَسِبُونَ وقال في آية اخرى قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْأَخْسَرِينَ أَعْمَالًا
اور نظر آیا اونکو اللہ کی طرف سی جو خیال نہیں رکھتی تھی اور فرمایا ایک اور آیت میں کہہ ہم بتا دیں تمکو کن کی گئی بہت اکارت کام
الَّذِينَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ يُحْسِنُونَ صُنْعًا فان كل من اعتقد
جنکی دوڑ بہک رہی ہی دنیا کی زندگی میں اور وہ سمجھتی ہیں کہ خوب بناتی ہیں کام بیشک جو شخص کسی شی کو برخلاف واقع
شيئا على خلاف ما هو عليه اما نظرا برايه وعقله او اخذا ممن هذا حاله فهو داخل في هذا الخطر ولا
یعنی غلط اعتقاد کرلی یا تو صرف اپنی سمجھ بوجھ سی یا کسی ایسی ہی شخص سی اوس سنکر تو اوسکی حق میں یہہی اندیشہ ہی اور
يدفعه الزهد والصلاح وانما يدفعه الاعتقاد الصحيح المطابق لكتاب الله تعالى وسنة رسوله
زہد اور صلاح سی یہہ اندیشہ دفع نہیں ہوگا اس اندیشہ کو وہی اعتقاد دفع کرتا ہی جو صحیح اور کتاب اللہ اور سنت رسول کی مطابق ہو
لان العقائد الدينية لا يعتد بها الا ما اخذت منهما ومنها الاصرار على المعاصي فان له اصرار
اسواسطی کہ عقاید دینی وہی معتبر ہیں جو کتاب او سنت کی مطابق ہوتی ہیں اور ازانجملہ اسباب میں سی ایک سبب ہی گناہوں پر اڑ جانا بیشک جو شخص
على المعاصي يحصل في قلبه الفها وجميع ما الفه الانسان في عمره يعود ذكره عند موته فان كان
اڑ جاتا ہی تو اوسکی دل میں گناہ کی محبت پیدا ہو جاتی ہی اور انسان کی تمام محبوب چیزیں زندگی بھر کی موت کی وقت یاد آتی ہیں پس اگر اسکو
ميله الى الطاعات اكثر يكون اكثر ما يحضره عند الموت ذكر الطاعات وان كان ميله الى المعاصي
رغبت عبادات کی زیادہ ہوگی تو موت کی وقت عبادات بہت یاد آوینگی اور اگر اسکو رغبت گناہوں کی
اكثر يكون اكثر ما يحضره عند الموت ذكر المعاصي فربما يغلب عليه حين نزول الموت به قبل التوبة
بہت ہوگی تو مرتی وقت وہی گناہ بہت یاد آوینگی سو اکثر اوقات مرتی وقت توبہ سی پہلی
شهوة من الشهوات ومعصية من المعاصي فيتقيد قلبه بها ويصير حجابا بينه وبين ربه وسببا
کوئی شہوت شہوات میں سی اور کوئی گناہ گناہوں میں سی اوسپر غالب ہو جاتا ہی پھر اوسکا دل اوسہی میں لگا رہ جاتا ہی وہ ہی اوسمیں اور اوسکی رب میں پردہ ہو جاتا ہی
لشقاوته في آخر حياته لقوله عليه السلام المعاصي بريد الكفر والذي لم يرتكب ذنبا اصلا
آخر دم وہ ہی اوسکی شقاوت کا سبب ہو جاتا ہی واسطی ارشاد نبی علیہ السلام کی گناہ کفر کا ایلچی ہوتی ہیں اور جسنی کبھی کوئی گناہ نہیں کیا
او ارتكب وتاب فهو بعيد عن هذا الخطر واما الذي ارتكب ذنوبا كثيرة حتى كانت اكثر من طاعاته
یا کیا تو کیا پہ توبہ کی سو ایسا شخص اس اندیشہ سی الگ ہی اور جو شخص اکثر گناہ کرتا رہا ایسا کہ اوسکی عبادات سی زیادہ ہو گئی
ولم يتب عنها بل كان مصرا عليها فهذا الخطر في حقه عظيم جدا اذ قد يكون غلبة الالف بها
اور ایسی توبہ نہ کی بلکہ گناہ ہی میں مبتلا رہا تو اوسکی حق میں اس خطرہ کا اندیشہ ہی اسلئی کہ بعضی وقت بسبب غلبہ محبت کی

سببا

سببا لان یتمثل فی قلبه صورتها ویقع منه میل الیها ویقبض روحه علیها فیکون سببا لسوء
اوسکی دلمیں گناہ کی صورت مجسم ہوجاتی ہی اوراس شخصکو اوسکی طرف رغبت آتی ہی اوراسی حالت میں اوسکی جان نکل جاتی ہی یہہ ہی سبب ہوتا ہی اوسکی
خاتمته ویعرف ذلک بمثال وهو ان الانسان لا شک انه یری فی منامه من الاحوال التی الفها طول
خاتمہ بدکا یہہ بات مثال سی خوب سمجہہ میں آتی ہی مثال یہہ ہی کہ آدمی بیشک سوکر خواب میں وہ حالات دیکہا کرتا ہی جو عمر بہر مجبوب ہوتی ہیں
عمره حتی ان الذی قضی عمره فی العلم یری من الاحوال المتعلقة بالعلم والعلماء والذی قضی عمره
اتنا کہ جسنی اپنی عمر پڑہنی لکہنی میں صرف کی ہی تو وہ وہ ہی حالات دیکہتا ہی جو علم اور علماء سی متعلق ہیں یعنی دوات قلم کتاب اور جسنی اپنی عمر
فی الخیاطة یری من الاحوال المتعلقة بالخیاطة والخیاط اذ لا یظهر فی حال النوم الا ما حصل له
درزی گری میں کہوئی تو وہ وہ ہی حالات دیکہتا ہی جو درزی گری سی متعلق ہیں یعنی گز قینچی اسلئی کہ نیند میں وہ سوجہتا ہی جو بسبب کثرت الفت کی
مناسبة مع قلبه بطول الالف والموت وان کان فوق النوم لکن سکراته وما یتقدمه من
اوسکی دلسی مناسبت رکہتا ہی اور موت اگرچہ نیند سی بہت بڑہ ہی پر اوسکی سکرات اور حال جو موت سی پہلی گذرتا ہی
الغشیة قریب من النوم وطول الالف بالمعاصی یقتضی تذکرها عند الموت وعودها فی القلب
جسی غشی یہہ نیند ہی کی مثال ہوتی ہیں اور کثرت الفت کی معاصی سی یہہ ہی چاہتی ہی کہ معاصی موت کی وقت دلمیں ہٹ کر یاد آئیں
وتمثلها فیه ومیل النفس الیها وان قبض روحه فی تلک الحالة یختم له بالسوء ومنها العدول عن
اور دلمیں صورت پکڑیں اور نفس کو اودہر رغبت ہو اسی حالت میں اگر اوسکی جان قبض ہوگئی تو اوسکا خاتمہ بد ہوگا اور اول اسباب میں سی ایک سبب یہہ ہی
الاستقامة فان من کان مستقیما فی ابتدائه ثم تغیر عن حاله وخرج مما کان علیه فی ابتدائه یکون
کہ استقامت سی ہٹا اور کری اسلئی جو شخص پہلی تو سیدہا راہ پر رہا پہر حال پلٹ کر وہ سیدہا راہ چہوڑ دیا جو ابتدا میں تہا یہہ ہی خاتمہ بد کا
سببا لسوء خاتمته کابلیس الذی کان فی ابتدائه رئیس الملئکة ومعلمهم واشدهم اجتهادا فی العبادة
سبب ہوتا ہی جیسی شیطان کہ پہلی تو تمام فرشتوں کا سردار اور ونکا استاد تہا اور عبادت پر بہت کوشش کیا کرتا
حتی قیل لم یبق فی سبع سموٰت وسبع ارضین موضع شبر الا وهو قد سجد فیه ثم لما امر بالسجود
اتنا کہ کہتی ہیں کہ ساتوں آسمان اور ساتوں زمین میں ایک بالشت بہر جگہہ اسکی سجدہ سی خالی نہیں ہی پہر جب اوسکو حکم ہوا آدم علیہ السلام کی
لآدم ابی واستکبر وکان من الکفرین وکبلعام بن باعورا الذی اتاه الله ایاته فانسلخ منها بخلوده
سجدہ کا تو انکار کیا اور تکبر کرنی لگا اور کافر ہوگیا اور جیسی بلعام بن باعورا کہ اللہ تعالی نی اپنی نشانیاں دیں پر اوسنی الگ ہوکر ہمیشگی
الی الدنیا واتباع هویٰه وکان من الغاوین وکبرصیصا العابد الذی قال له الشیطان اکفر فلما کفر
دنیا اور ہوا پرستی کی آرزو کی اور گمراہ ہوگیا اور جیسی برصیصا عابد جب اوسی شیطان نی کہا انکار کر پہر جب وہ منکر ہوا
قال انی بری منک انی اخاف الله رب العلمین فان الشیطان اغراه علی الکفر فلما کفر تبرأ منه مخافة ان یشارکه فی العذاب
تو کہا میں الگ ہوں تجہسی میں ڈرتا ہوں اللہ سی جو رب ہی ساری جہان کا اسلئی شیطان نی اوسکو کفر کی رغبت دلائی جب اوسنی کفر کیا تو اوسی الگ ہوا اس خوف سی کہ ایسا ہو کہ میں بہی اوسکی ساتہہ
ولم ینفعه ذلک کما قال الله تعالی فکان عاقبتهما انهما فی النار خالدین فیها وذلک جزؤا الظلمین ومنها ضعف الایمان فان من کان
اگرچہ اسی کچہہ اوسکو فائدہ نہوا جیسا کہ اللہ تعالی فرماتا ہی پہر آخر اون دونوں کا یہہ ہی کہ وہ دونوں ہیں آگ میں سدا رہیں اوسمیں اور یہہ ہی سزا گنہگاروں کی اور اونہی اسباب میں سی ایمان کی سستی ہی
فی ایمانه ضعف یضعف حب الله تعالی فیه ویقوی حب الدنیا فی قلبه ویستولی علیه بحیث لا یبقی فیه موضع لحب الله تعالی
ایمان میں سستی ہوگی اوسکو محبت الہی میں سستی ہوگی اور دنیا کی محبت اوسکی دل میں قوی اور ایسی غالب ہوجائیگی کہ محبت الہی کی لئی ذرہ بہر جگہہ باقی نرہیگی
الا من حیث حدیث النفس بحیث لا یظهر له اثر فی مخالفة النفس ولا یؤثر فی الکف عن المعاصی
ہاں اگر ہو دی تو بس حالات نفسانی کی جسکا اثر نفس کی مقابلہ میں کچہہ بہی ظاہر نہو اور نہ گناہوں سی باز رہنی میں اثر کری

ولا في الحث على الطاعات فينهمك في الشهوات وارتكاب السيئات فيتراكم ظلمات الذنوب
اور نہ طاعات کی رغبت ہے۔ پس صرف شہوت میں کہا رہیگا اور معاصی کرتا رہیگا پہر دل پر تیرگی سیاہی گناہوں کی
على القلب فلا تزال تطفئ ما فيه من نور الايمان مع ضعفه فاذا جاءت سكرات الموت
چڑہتی جاوی گی پہر جسقدر اوسمیں نور ایمان کا ہوگا ضعف ہوکر بجھتا چلا جاویگا پہر نزع کی وقت
يزداد حب الله تعالى ضعفا في قلبه لما يرى انه يفارق الدنيا وهي محبوبة له وحبها غالب عليه
حب الٰہی بہی اور بہی زیادہ دل میں سستی پیدا ہوگی کیونکہ یہہ شخص اب جانتا ہی کہ دنیا مجہسی چہٹی اور دنیا چونکہ اوسکی پیاری اور اوسکی محبت اوسپر غالب ہی
لا يريد تركها ويتألم من فراقها ويرى ذلك من الله تعالى فيخشى ان يحصل في باطنه بغضه تعالى
تو چہوڑنی نہیں چاہتی اور اوسکی فراق سی رنجیدہ ہوتا ہی اور اس فراق کو اللہ کی طرف سی جانتا ہی اسلیہ ڈر ہی کہ اوسکی دل میں بجای حب الٰہی کی بغض پیدا ہوجاوی
بدل الحب وينقلب ذلك الحب الضعيف بغضا فان خرج روحه في اللحظة التي خطرت فيها هذه
اور وہ تہوڑیسی محبت جو ہی بغض نہو جاوی اگر اوسکی جان ایسی حالت میں کہ جب یہہ خیالات پیش تہی نکل گئی
الخطرة يختم له بالسوء ويهلك هلاكا مؤبدا والسبب المفضي الى هذه الخاتمة حب الدنيا والركون
تو اوسکا خاتمہ برا ہوگا اور ہمیشہ کو جاتا رہا اور باعث اسکا جسی یہہ خاتمہ ہوا دنیا کی محبت اور دنیا کی رغبت
اليها والفرح بها مع ضعف الايمان الموجب لضعف حب الله تعالى وهو الداء العضال قد عم
اور دنیا کا خوش ہونا ہی تسپر سستی ایمان کی جسی محبت الٰہی میں سستی آگئی اور یہہ ہی بیماری سخت ہی جو
اكثر الخلق فان من يغلب على قلبه عند الموت امر من امور الدنيا ويتمثل ذلك الامر في قلبه ويستغرقه
تمام خلق کو لگ رہی ہی کیونکہ جسکی دل پر مرتی دم کوئی بات دنیا کی چہا جاوی اور وہ ہی بات اوسکی دل میں تصویر کی طرح صورت پکڑ کر اوسکو لے لی
حتى لا يبقى لغيره متسع فان خرج روحه في تلك الحالة يكون راس قلبه منكوسا الى الدنيا ووجهه
گہیر لی کی کچہہ گنجایش نرہی پہر اگر ایسی حالت میں اوسکی جان نکل گئی تو اوسکا دل دنیا ہی کی طرف جہکا ہوا اور اوسکا منہہ دنیا ہی
مصروفا اليها ويحصل بينه وبين ربه حجاب لا يمكنه ان يكتسب بعد الموت صفة اخرى
کیطرف متوجہ رہی گا اور اوسمیں اور اوسکی رب میں پردہ حایل ہوگا اب یہہ طاقت نہیں کہ موت کی بعد ایسی صفت حاصل کری
تضاد صفة الغالبة عليه اذ لا تصرف في القلوب الا باعمال الجوارح وبالموت تبطل الجوارح واعمالها
جسی وہ صفت جاتی رہی جو اوسپر غالب تہی اسواسطی کہ دل پر تصرف بدون اعضاء جسمانی کی نہیں ہوسکتا اور مرنی سی اعضاء جسمانی باطل اور اونکی اعمال
ولا مطمع في الرجوع الى الدنيا حتى يمكن التدارك ويبقى في حسرة وندامة فمن اراد النجاة من هذه
اور اب یہہ بہی توقع نہیں کہ دنیا میں ہٹ کر آویگا تاکہ اوسکا عوض ہوسکی اب سواء حسرت اور ندامت کی کچہہ نہیں ہی پس جو شخص اس ہلاکت سی بچا چاہی
الورطة فعليه بعد اخراج حب الدنيا من قلبه وحفظ جوارحه عن المعاصي وقلبه عن الفكر
تو اوسکو لازم ہی کہ پہلی دنیا کی محبت دلمیں سی دور کری اور اپنی اعضا کو گناہوں سی اور اپنی دل کو دنیا کی فکر سی بچاوی
فيها والاحتراز عن مشاهدتها ومشاهدة اهلها لان ذلك ايضا يؤثر في قلبه ويصرف فكره اليه
اور دنیا اور اہل دنیا کی دیکہنی سی پرہیز کری کیونکہ یہہ بہی دلمیں اثر کرکر اوسکی فکر کو دنیا کی طرف لگا دیتا ہی
ان يواظب على الطاعات لكونها ثمرة محبة الله تعالى ولا يتصور محبة الله تعالى الا بعد معرفته تعالى
پہر عبادات پر مداومت کری کیونکہ محبت الٰہی کا یہہ ہی ثمرہ ہی اور محبت الٰہی بدون معرفت الٰہی کی نہیں ہوسکتی
اذ لا يحب الانسان ما لا يعرفه وانما يحب ما يعرفه فمن عرف الله تعالى وعرف ان جميع النعم الواصلة
اس لئی کہ آدمی نامعلوم چیز کو محبوب نہیں رکہتا محبوب وہ ہی ہوتی ہی جو معلوم ہو پہر جسنی اللہ کو پہچانا اور یقین کیا کہ تمام نعمتیں جو مجہکو ملیں

الیه والی غیره لیس الا منه تعالیٰ لاجرم یحبه فاذا احبه یسعی فی تحصیل مرضاته بالاحتراز
یا اور دل کو ملین سب اللہ ہی کی عنایت ہی تو خواہ مخواہ اوسکو دوست رکھیگا پھر جب اوسکو اپنا محبوب بنایا
عن الافعال القبیحة والاشتغال بالاعمال الحسنة فعلم من هذا ان المقصود من العلوم والاعمال
تو افعال بدسی پرہیز کرکر اور نیک اعمال مین مشغول ہوکر اوسکی رضامندی حاصل کریگا اسی معلوم ہوا کہ مقصود اصلی علوم اور اعمال سی
معرفة الله تعالیٰ حتی یثمر المعرفة المحبة اذ لا ینبغی لاحد ان یفارق الدنیا الا محبا لله تعالیٰ و
اللہ تعالیٰ کے معرفت ہی تاکہ معرفت سی محبت حاصل ہو کیونکہ بہتر یہہ ہی کہ جو کوئی دنیا سی جدا ہو تو خدا کی محبت مین اور
محبا للقائه فان من احب لقاء الله تعالیٰ احب الله لقاءه ومن قدم علی محبوبه یعظم سروره
اوسکی ملاقات کی شوق میں جدا ہو اسلئے کہ جو شخص خدا کی ملاقات کا مشتاق ہوگا تو خدا اوسکی ملاقات کا مشتاق ہوگا اور جو شخص اپنی محبوب پاس جاتا ہی
بقدر محبته لا محبا للدنیا لانه یفارقها ومن یفارق محبوبه یشتد المه وعذابه فبهما کان
تو اوسکی بقدر محبت کی عزت ہوتی ہی دنیا کی محبت مین جان نہ دی اسلئے کہ دنیا سی تو جدا ہوتا ہی اور جو شخص اپنی محبوب سی جدا ہوتا ہی تو اوسکو بڑا ہی رنج ہوتا ہی جبتک
الغالب علی القلب حب الولد والمال والمسکن والعقار فهذا رجل جمیع محابه فی الدنیا والدنیا
دل پر محبت اولاد اور مال اور گھر باہر کی غالب ہوتی ہی تو یہہ ایسا شخص ہی کہ اسکی تمام محبوب دنیا مین ہیں اور دنیا ہی
جنته فموته خروج من الجنة وحیلولة بینه وبین محبوبه ولا یخفی الم من یحال بینه وبین
اسکی بہشت ہی پس موت اسکو جنت سی نکالتی ہی اور اسکو اسکی محبوبون سی دور کرتی ہی اور ظاہر ہی جسکا محبوب چھوٹتا ہی اسکو کیسا رنج والم ہوتا ہی
محبوبه واما اذا لم یکن له محبوب سوی الله تعالیٰ فالدنیا سجنه فموته خروج من السجن ولقی
اور وہ شخص جسکا محبوب سوای ذات الٰہی کی کوئی نہو تو دنیا اسکی حق مین دوزخ ہی سو اسکی موت گو یا دوزخ سی نکل کر اپنی محبوب سی
محبوبه فهذا اول ما یلقاه کل من یفارق الدنیا عقیب موته من الفرح والالم فضلا عما اعده
ملتا ہی بس یہہ پہلی خوشی اور الم ہی جو دنیا سی مرکر جانے والون کو حاصل ہونیوالا ہی پھر آگی کیا کہنا ہی جو
الله تعالیٰ من النعیم المقیم لعباده الصالحین ومن العذاب الالیم للذین استحبوا الحیوة الدنیا و
اللہ تعالیٰ نی صلحا کی واسطی عیش دائمی اور دنیا کی زندگی اور تازگی پسند کرنیوالون کی واسطے جو
رضوا بها ولم یستعدوا للقاء الله تعالیٰ وحکی ان سلیمن بن عبد الملک لما دخل
اللہ تعالیٰ کی ملاقات کا سامان نکرتی تہی عذاب دردناک تیار کر رکہا ہی بیان کرتی ہین کہ سلیمان بن عبد الملک حج کی ارادہ
المدینة حاجا قال هل بها رجل ادرک عدة من الصحابة قالوا نعم ابو حازم فارسل الیه فلما اتاه
مدینہ شریف میں آیا تو پوچھا یہان کوئی ایسا مرد ہی جسنی کئی صحابہ کو پایا ہو جواب دیا ہاں ابو حازم ہی آدمی بھیجکر اوسکو بلایا جب وہ آئی
قال یا ابا حازم ما لنا نکره الموت قال انکم عمرتم الدنیا وخربتم الاخرة فتکرهون الخروج من
تو کہا ای ابو حازم ہمکو موت کیوں بری لگتی ہی جواب دیا تمنی دنیا کو آباد کیا ہی اور آخرت کو اوجاڑا ہی سو تم آباد بستی اوجاڑ مین
العمران الی الخراب قال صدقت ثم قال لیت شعری ما لنا عند الله تعالیٰ غدا قال اعرض عملک
جانا برا سمجھتی ہو کہا تونی سچ کہا پھر پوچھا کاشکی ہمکو معلوم ہوتا کہ کل خدا کی ہاں ہمارا کیا حال ہونیوالا ہی جواب دیا ای اعمال کو
علی کتاب الله تعالیٰ قال فاین اجده قال فی قوله تعالیٰ اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِیْ نَعِیْمٍ وَاِنَّ الْفُجَّارَ لَفِیْ جَحِیْمٍ قال
قرآن کی مطابق کرکی معلوم کرلی پوچھا کس جا مقابلہ ہوسکتا ہی جواب دیا اس آیت مین بیشک نیک لوگ عیش میں ہین اور بیشک گنہگار دوزخ میں ہین پوچھا
فاین رحمة الله قال ان رحمت الله قریب من المحسنین قال لیت شعری کیف العرض علی الله تعالیٰ
پھر رحمت اللہ کی کہاں ہوگی جواب دیا بیشک اللہ کی رحمت قریب ہی نیکی والون سی پوچھا کاشکی معلوم ہوتا کہ کل کو کسطور اللہ کی سامنی جانا ہوگا

غدا قال اما المحسن فکالغائب الذی یقدم علی اهله واما المسیئ فکالابق یقدم علی مولاه فبکی
جواب دیا نیکی والا تو جیسی بچھڑا ہوا اپنی اہل کی پاس آتا ہی اور بدکار جیسی غلام بھاگا ہوا اپنی مولی کی سامنی آتا ہی پھر سلیمان

سلیمن حتی علا صوته واشتد بکاؤه ثم قال اوصنی قال ایاک ان یراک الله حیث نهاک
رو پڑا اور آواز بلند ہوئی اور بہت ہی رویا پھر کہا مجکو وصیت کر جواب دیا بچارہ کہ تجکو اسد دیکھی ایسی جگہ جہاں سی منع کیا ہی

ویفقدک حیث امرک المجلس العاشر فی بیان الفرق بین المؤمن والمسلم
اور نہ دیکھی جس جگہ امر فرمایا ہی دسوین مجلس فرق کی بیان مین مؤمن اور مسلم میں

وبین المجاهد والمهاجر قال رسول الله صلی الله علیه وسلم المؤمن من امنه الناس
اور مجاہد اور مہاجر مین فرمایا رسول اسد صلی اسد علیہ وسلم نی مؤمن وہ ہی جسکی ہاتھ سی لوگ

علی دمائهم واموالهم والمسلم من سلم المسلمون من لسانه ویده والمجاهد من جاهد نفسه
بچی جانین اور مال بچالیں اور مسلم وہ ہی کہ مسلمان جسکی زبان اور ہاتھ سی سلامت رہین اور مجاہد وہ ہی جسنی اپنی جان کو

فی طاعة الله تعالی والمهاجر من ترک الخطایا والذنوب هذا الحدیث من حسان المصابیح رواه
اسد تعالی کی فرمان برداری مین کُسایا اور مہاجر وہ ہی جو خطا اور گناہوں کو ترک کری یہہ حدیث مصابیح کی حسن حدیثوں میں سی ہی

فضالة بن عبید ومعناه ان المؤمن لیس من یدعی الایمان فقط بل المؤمن الکامل فی ایمانه
فضالہ بن عبید کی روایت ہی اسکی معنی یہہ ہین کہ مؤمن وہ نہین ہی جو ایمان کا صرف دعوی کیا کری بلکہ کامل مؤمن اپنی ایمان میں وہ ہی

هو الذی ظهر امانته واستقامته بحیث یکون الناس منه امینا لایخافونه علی سفک دمائهم
جسکی امانت اور استقامت ایسی ظاہر ہو وی کہ خلق اسد اوسکو امین جان کر یہہ خوف نکریں کہ ہمکو ناحق مار ڈالیگا

واخذ اموالهم ظلما والمسلم لیس من یتکلم بکلمتی الشهادة فقط بل المسلم الکامل فی اسلامه
یا لوٹ لیگا اور مسلم وہ نہین ہی کہ صرف دونو کلمہ شہادت کی پڑھا کری بلکہ کامل مسلمان اپنی اسلام مین

هو الذی لایؤذی احدا من المسلمین لابلسانه بالشتم والغیبة والنمیمة والبهتان ولابیده بالضرب
وہ ہی جو کسیکو مسلمانوں میں سی ایذا نہ دی نہ تو اپنی زبان سی گالی گلوزدی کر کر اور غیبت کر کر اور سخن چینی کر کر اور تہمت لینی سی اور نہ اپنی ہاتھ سی مار کر

والقتل واخذ ماله بغیر حق وانما خص الید واللسان بالذکر من بین سائر الاعضاء مع الایذاء
یا قتل سی اور ناحق مال چھین کر اور تمام اعضا میں سی صرف ہاتھ اور زبان کو کس لیی خاص کر ذکر کیا ہی باوجودیکہ ایذا

کما یکون بهما یکون بغیرهما من الاعضاء کالعین والاذن والرجل اذا نظر الی بیت الغیر واستمع
جیسی زبان اور ہاتھ سی ہوتی ہی ایسی ہی اور اعضا سی بھی ہوتی ہی سوا زبان اور ہاتھ کی جیسی آنکھ اور کان اور پانو جب جہانکی کسی کی گھر مین یا کان لگاوی

قولا لایرضاه اودخل ملکه بغیر اذنه لان اکثر الایذاء یحصل بهما واما الجمع بینهما فلان
کسی بات پر اوسکی بلا مرضی یا جا گہسی اوسکی ملک مین بلا اجازت اسلیی ذکر کیا کہ اکثر ایذا ایہیں دونو سی ہوتی ہی اور دونو کو جمع اسلیی کیا ہی

کف الید یحتمل ان یکون بسبب الضعف وعدم القدرة واذا ضم الیه کف اللسان یتعین
کہ ہاتھ کا روکنا شاید کہ بسبب ناتوانی کی ہو کہ اتنی طاقت نہیں ہی اور جب زبان کو اوسکی ساتھ روکا تو یہہ مقرر ہوگیا

ان کف الید کان للاسلام والمجاهد لیس من یقاتل الکفار فقط بل المجاهد الکامل من یقاتل
کہ ہاتھ کا روکنا اسلام ہی کی جہت سی ہی اور مجاہد وہ نہیں ہی کہ صرف کفار سی جنگ کیا کری بلکہ مجاہد کامل وہ ہی جو اپنی نفس سی جنگ کری

نفسه ویحملها علی طاعة الله تعالی ویمنعها عن معصیته تعالی لان نفس الانسان اشد عداوة
اور اسد تعالی کی فرمان برداری پر لگاوی اور اسد کی نافرمانی سی اوسکو روک دی اس لیی کہ نفس انسانی انسان کا کفار کی نسبت زیادہ

معه من الكفار لكون الكفار فی بعد مكان منه لا يتفق تلاحقهم به وتقاتلهم معه الا احيانا
دشمن ہوتا ہی اسلئی کہ کفار تو اوس سی دور مسافت پر ہوتی ہین اوسی اتفاقا کبھی کبھی مقابلہ اور مقاتلہ پیش آجاتا ہی

بعد حين واما نفسه فانها ابدا تلازمه وتقاتله وتمنعه عن الخيرات والطاعات وتحمله على
اما یہہ نفس یہہ تو ہر وقت اسکی ساتھ لگا ہوا لڑتا رہتا ہی اور خیرات اور طاعات سی روکی جاتا ہی اور

المعاصی وانواع الفسادات ولاشك ان القتال مع العدو الملازم اهم من القتال مع العدو
گناہ اور طرح طرح کی فساد پر رغبت دیی جاتا ہی اور بیشک جنگ پاس کی دشمن کی دشوار ہوتی ہی جنگ دور کی دشمن سی

البعيد يشهد لهذا قوله يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قَاتِلُوا الَّذِينَ يَلُونَكُمْ مِنَ الْكُفَّارِ فانه تعالى امر المؤمنين
یہہ قول اسکا شاہد ہی ای ایمان والو لڑتی جاؤ اپنی نزدیک کی کافروں سی کیونکہ اللہ تعالی مؤمنوں کو

ان يبتدوا بقتال الكفار الذين كانوا اقرب منهم فاذا فرغوا من الاقرب فليقاتلوا الابعد والمهاجر
یہہ امر فرماتا ہی کہ پہلی قتال اون کفار سی کرین جو اونسی پاس ہین جب پاس کی کفار سی فارغ ہوجاوین تو دور کی کفار سی لڑین اور مہاجر

ليس من هاجر من مكة الى المدينة قبل فتح مكة فقط حتى تنقطع على الهجرة بعد فتح مكة بل الهجرة
وہ ہی نہین ہی جو گہر چھوڑ کر مکہ سی مدینہ کو چلا گیا فتح مکہ سی پہلی پہلی کہ بعد فتح مکہ کی ہجرت ہو چکی بلکہ ہجرت

باقية الى يوم القيمة لانها انتقال من الكفر الى الايمان ومن دار الحرب الى دار الاسلام ومن
قیامت تک ہوتی رہی گی اسلئی کہ ہجرت تو یہہ ہی کفر کو چھوڑ کر ایمان حاصل کرنا اور کافروں کی ملک سی مسلمانوں کی ملک مین جانا اور

السيئات الى الحسنات وهذه الاشياء باقية مادام التكليف باقيا فالمهاجر الكامل هو الذی
گناہوں کو چھوڑ کر حسنات پر عمل کرنا اور یہہ امور تو باقی رہینگی جبتک خطاب الہی باقی ہی پس کامل مہاجر وہ ہی جو

يترك جميع ما نهی الله تعالى من المعاصی ويشتغل بما امر الله تعالى من محاسن الاعمال كما جاء
تمام ممنوعات شرعی کو ترک کری کوئی ہی گناہ ہو اور اللہ تعالی کی امر بجا لانی مین مشغول رہی کیسا ہی نیک عمل ہو چنانچہ

فی حديث اخر انه عليه الصلوة والسلام قال المهاجر من هجر ما نهی الله تعالى عنه فانه عليه الصلوة
ایک اور حدیث مین آیا ہی کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نی فرمایا مہاجر وہ ہی جو ترک کری وہ کار جو منع کیا ہی اللہ تعالی نی پس پیغمبر صلی اللہ علیہ

والسلام بيّن فی هذا الحديث ان الهجرة الكاملة التامة هی هجران الفواحش والمنكرات والجد فی
وسلم نی اسحدیث مین بیان فرمایا کہ پوری اور کامل ہجرت تو فواحش اور منکرات کی چھوڑنی اور

الطاعات والعبادات لكن ينبغی ان يعلم صحة الطاعات والعبادات موقوفة على صحة الاعتقاد
طاعت اور عبادت مین کوشش کرنیسی ہوتی ہی لیکن یہہ سمجھنا ضرور چاہئی کہ طاعات اور عبادات کبھی صحیح اور درست نہین ہوتی جبتک اعتقاد درست نہو

لان الايمان اصل والعمل فرع والعبد اذا لم يعرف ما الايمان والهداية لا يعرف ما الكفر والضلالة
اسلئی کہ ایمان جڑ ہی اور عمل شاخ اور آدمی کو جب یہہ ہی خبر نہین کہ ایمان اور ہدایت کیا ہوتا ہی تو وہ کیا جانی کہ کفر کیا اور گمراہی کیا ہی

فتارة تجری على لسانه كلمة التوحيد على طريق الاعتياد لا بالعلم والاعتقاد وتارة يتلفظ
پہر تو کبہی اوسکی زبان پر کلمہ توحید کا آجا دیگا عادت کی موافق بدون علم اور اعتقاد کی اور کبہی کلمہ

بالفاظ الكفر ويدخل فی حيز الارتداد ومن كان فی الاعتقاد بهذه المرتبة لو بقی الف سنة
کفر کا بک دیگا جسسی مرتد ہو جاوی اور جسکا اعتقاد اس درجہ کا ہو تو اگر ہزار برس تک

فی الصوم والصلوة لن ينفعه ذلك الاعتقاد يوم العرض الاكبر ومصيره الى النار ومن زعم انه مسلم
روزہ نماز کیا کریگا تو ہرگز ہرگز یہہ اعتقاد پیشی کی دن کچھہ فائدہ نہ دیگا آخر ایسی کا انجام آگ ہی اور جو یہہ گمان کری کہ وہ مسلم ہی

وامرهم بها وسماهم المؤمنين ثم بين ما لهم من الكرامة والمغفرة فقال عسى ربكم ان يكفر عنكم
اور توبہ کا حکم کیا ہی اور انکو مؤمن کہکر پکارا ہی پہر بیان فرمایا جو انکی لئی عزت اور بخشش ہوگی سو فرمایا شاید تمہارا رب اوتاری تمسی تمہاری
سيٰاتكم ويدخلكم جنٰت تجري من تحتها الانهر وقال في اية اخرى والذين اذا فعلوا فاحشة
برائیاں اور داخل کری تمکو باغوں مین جنکی نیچی بہتی نہرین اور فرمایا ایک اور آیت مین اور وہ لوگ جب کر بیٹھین کچھ کہلا گناہ
او ظلموا انفسهم ذكروا الله فاستغفروا لذنوبهم ومن يغفر الذنوب الا الله ولم يصروا على ما
یا برا کرین اپنی حق مین تو یاد کرین اللہ کو اور بخشش مانگی اپنی گناہوں کی اور کون ہی گناہ بخشتا سوای اللہ کی اور اڑ جاوین اپنی
فعلوا وهم يعلمون اولٰئك جزاؤهم مغفرة من ربهم وجنٰت تجري من تحتها الانهر خٰلدين
کئی پر جانتی ہوئی اونکی جزا ہی بخشش اونکی رب کی اور باغ جنکی نیچی بہتی نہرین رہ پڑی اونمین
فيها ونعم اجر العٰملين ثم اخبر انه يحبهم لتطهرهم بالتوبة عن انجاس الذنوب فقال ان الله يحب
اور خوب مزدوری ہی کام کرنیوالوں کی پہر یہہ خبر دی کہ اونکو پسند ہی کہ اونکو پاک کری توبہ کرا کر گناہوں کی نجاست سی سو فرمایا بیشک اللہ کو خوش آتی ہین
التوابين ويحب المتطهرين فاذا كان كذلك فكيف لا يشتغل المؤمن بالتوبة وكيف ينفك عنها لكن
توبہ کرنیوالی اور خوش آتی ہین ستہرائی والی جب یہہ ٹہرا تو مؤمن ہوکر توبہ کیونکر نکریگا اور توبہ سی کیسی جدا ہوگا لیکن
لها اربعة شروط ان اختل شرط منها لا يتحقق التوبة الاول الندم بالقلب على فعل من الذنوب في
توبہ کی چار شرطین ہین اگر ایک بہی شرط جاتی رہیگی تو توبہ کا پتا نہین پہلی دل سی شرمندہ ہونا گناہوں کی کرنی پر
الماضي والثاني ترك المعصية في الحال والثالث العزم على ان لا يعود الى مثلها في الاستقبال والرابع
زمانہ گذشتہ مین دوسری فورًا گناہ کو ترک کرنا تیسری عزم کرنا کہ آیندہ کو پہر کبہی ایسی حرکت نکرونگا چوتہی
ان يكون ذلك خوفا من الله تعالى لا لامر اخر فان من ندم على شرب الخمر وتركه لما فيه من الصداع
یہہ کہ تینوں امر اللہ تعالی کی خوف سی ہوں کسی اور سبب سی نہوں کیونکہ اگر کوئی شخص شراب پی کر نادم ہوا اور اوسکو ترک کیا اسلئی کہ اوسی سر درد ہوتا ہی
وزوال العقل والخلل بالمال والعرض لا يكون تائبا شرعا ولا ينال الثواب الموعود للتائبين وكذلك
اور بہکتا ہی اور مال تلف ہوتا ہی اور عزت جاتی ہی تو شرعًا یہہ شخص تائب نہین ہی اور جو ثواب تائب کی واسطی مقرر ہی یہہ نہین پاویگا اور ایسی
من قال بلسانه استغفر الله وقلبه مصر على المعصية فاستغفاره ذلك يحتاج الى استغفار مقا
جسنی زبان سی کہا استغفر اللہ اور دل اوسکا گناہ پر اڑا ہا تو ایسی توبہ سی شرمندہ ہوکر توبہ کرنی چاہئی
بالندم لما روي ان عليا راى رجلا قد فرغ من صلاته وقال سريعا اللهم اني استغفرك واتوب اليك
کیونکہ روایت ہی کہ حضرت علی نی ایکو دیکہا کہ اوسنی نماز سی فارغ ہوتی جلدی سی یہہ کہا الہی مین بخشش مانگتا ہوں اور تیری طرف رجوع کرتا ہوں
فقال علي يا هذا ان سرعة اللسان بالاستغفار توبة الكذابين وتوبتك تحتاج الى توبة وعن الحسن
پس حضرت علی نی کہا ای شخص جلدی ہی زبان توبہ پر چلانی جہوٹوں کی توبہ ہوتی ہی تیری یہہ توبہ قابل توبہ کی ہی اور حسن
البصري انه قال استغفارنا يحتاج الى استغفار قال القرطبي هذا قوله في زمانه فكيف في هذا الزمان
بصری سی روایت ہی کہ کہتی تہی ہماری توبہ قابل توبہ کرنی کی ہی قرطبی کہتی ہین یہہ قول حسن بصری کا اونکی زمانہ مین ہی پس اس زمانہ کا تو کیا حال ہی
الذي يرى الانسان فيه مكبا على الظلم حريصا عليه ولا يقلع عنه والسبحة في يده يزعم انه يستغفر
کہ ہم دیکہتی ہین انسان کو کہ حرص کا مارا ظلم پر دہکا چلا جاتا ہی اور ہرگز باز نہین آتا اور تسبیح ہاتہہ مین لی ہوئی ہی اس خیال پر کہ توبہ کریگا
منه وذلك استهزاء منه واستخفاف لما روي انه عليه السلام قال المستغفر باللسان المصر على
ایسا یہہ ٹہٹہا چہل اور حقارت ہی چنانچہ روایت ہی کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نی فرمایا کہ زبانی توبہ کرنیوالا گناہ پر لگا ہوا

الذنب

الذنب كالمستهزئ بربه وانما التوبة ان يستغفر بلسانه وينوي بقلبه ان لا يعود الى الذنب اصلا
گویا وہ ہنسی ٹھٹھا کرتا ہے اپنے رب سے اور توبہ یہی ہے کہ زبان سے بخشش مانگے اور دل سے نیت کرے کہ پھر کبھی اس برائی کو نہ کروں گا

واذا فعل ذلك يغفر الله ذنبه وان كان ذنبه عظيما اذ ليس ذنب اعظم من الكفر وقد قال الله تعالى
جب ایسی توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالی اوسکی خطا معاف کرتا ہے کیسا ہی گناہ ہو کیونکہ کفر سے بڑا کوئی گناہ نہیں ہے اور اللہ کافروں کی حق میں

في حق اهل الكفر قُل لِّلَّذِينَ كَفَرُوا إِن يَنتَهُوا يُغْفَرْ لَهُم مَّا قَدْ سَلَفَ فما ظنك بما دونه من المعاصي
یہ فرماتا ہے تو کہدے کافروں کو اگر باز رہیں تو معاف ہوا انکو جو ہو چکا پھر تو کیا سمجھتا ہے کفر سے کم گناہوں کو

وقد روي انه عليه السلام قال لو اخطأ احدكم حتى تملأ ما بين السماء والارض ثم تاب تاب الله عليه
اور روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا اگر تم میں سے کوئی شخص ایسی گناہ کرے کہ بھر جاوے درمیان آسمان اور زمین کا پھر وہ توبہ کرے تو اللہ اوس پر رحمت کرتا

وفي حديث آخر انه عليه الصلوة والسلام قال ان العبد اذا اعترف بذنبه تاب الله عليه يعني انه اذا
اور ایک اور حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بندہ جب اپنی خطا کا اقرار کرکے پھر توبہ کرتا ہے تو اوس پر اللہ تعالی رحمت کرتا ہے مراد یہ ہے

اقر بكونه مذنبا ثم ندم على ما فعل من الذنوب وعلى ما اكتسب من السيئات وعزم ان لا يعود الى مثله
کہ جب اپنی خطا کا اقرار کرکے پھر گناہ کئے ہوئے پر اور برائی کمائی ہوئی پر شرمندہ ہووے اور دل میں عزم کرے کہ پھر ایسی حرکت نکروں گا

يقبل الله تعالى توبته ويتجاوز عن سيئاته لكن ينبغي ان تعلم ان الذنب على نوعين ذنب بينه و
تو اللہ تعالی اوسکی توبہ قبول کرتا ہے اور اوسکی خطاسے درگذر فرماتا ہے لیکن یہ سمجھنا چاہیے کہ گناہ دو قسم کے ہوتے ہیں ایک تو حقوق اللہ

بين الله تعالى وذنب بينه وبين العباد فالذنب الذي بينه وبين الله تعالى يكفي فيه الاستغفار
دوسری حقوق العباد جو گناہ صرف حقوق اللہ کی ہیں تو اوسمیں کفایت کرتی ہے توبہ

باللسان والندم بالقلب والعزم على ان لا يعود فاذا فعل ذلك لا يبرح من مكانه حتى يغفر له ذنبه
زبانی اور ندامت دل سے اور یہ عزم کرنا کہ پھر کبھی نکروں گا جب ایسی توبہ کرچکا تو وہ اوسی جگہ اوسکی خطا معاف ہوجاتی ہے

الا ان يكون عليه شيء من فرائض الله تعالى فان الشرع لا يكتفي فيه بمجرد التوبة بل اضاف الى ذلك
ہاں اگر اوسکی ذمہ کچھ فرائض الٰہی میں سے باقی ہو تو اس صورت میں شرع نے صرف توبہ پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اوس توبہ کی ساتھ

في البعض قضاء كالصلوة والصوم وغيرهما وفي البعض كفارة واما حقوق الآدميين فلا بد من ايصالها
بعضی فرائض کا قضا چاہیے جیسی نماز اور روزہ اور بعضی میں کفارہ چاہیے رہی حق العباد تو اس میں ضرور ہے کہ وہ حق مستحق کی پاس

الى مستحقها فان لم يوجدوا لزم التصدق بها عنهم بنية ان يكون وديعة عند الله تعالى يوصلها
پہنچا دے اور اگر وہ مستحق نہ ملیں تو لازم ہے کہ انکو اونکی طرف سے خیرات کردے اس نیت سے کہ اللہ تعالی یہ امانت قیامت کی دن

الى اصحابها يوم القيمة فمن لم يجد سبيلا لخروجه عما عليه من التبعات لاعساره فعليه ان يكثر
انکی مستحق کو پہنچا دے اور جو شخص نادری سے کچھ نہ کر سکے کوئی راہ ادائی حقوق العباد کی تو اوسکو یہ لازم ہے

من الاعمال الصالحات ويستغفر لمن ظلمه من المؤمنين والمؤمنات في اكثر الاوقات فانه اذا فعل
کہ اعمال صالح بہت کرے اور اپنی مظلوموں مومن مرد اور مومن عورتوں کے لئے اکثر اوقات بخشش کی دعا کیا کرے جب یہ عمل کریگا

كذلك يرجى من فضل الله تعالى ان يرضي خصماءه يوم القيمة بلطفه وكرمه

تو اللہ تعالی کی فضل سے امید ہے کہ قیامت کی دن اسکی دشمنوں کو اپنی لطف اور کرم سے راضی کردیگا

المجلس الحادي عشر
گیارہویں مجلس

في بيان افضل الذكر وافضل الدعاء
افضل ذکر اور افضل دعا کی بیان میں

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم
فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

افضل الذکر لا اله الا الله وافضل الدعاء الحمد لله هذا الحدیث من حسان المصابیح رواه جابر

سب ذکروں میں سی بہتر ہی لا اله الا الله اور سب دعاؤں میں بہتر ہی الحمد لله یہ حدیث مصابیح کی حسن حدیثوں میں سی ہی جابر کی روایت سی

وانما جعل فیه الحمد لله من افضل الدعاء لان الدعاء عبارة عن ذکر العبد ربه وسواله عنه فضله

اور الحمد لله سب دعاؤں سی افضل اسلئی ٹھہری کہ دعا اسکو کہتی ہیں کہ بندہ اپنی رب کو یاد کرکر اوس سی فضل کا سوال کری

ففی الحمد لله هذا المعنی موجود اذ فیه ذکر الرب وطلب المزید لانه راس الشکر والعمدة فیه لقوله الحمد لله راس الشکر ما شکر الله عبد لم یحمده

سو الحمد لله میں یہ معنی موجود ہیں اسواسطی کہ اسمیں رب کی یاد ہی اور ترقی کی طلب اسلئی کہ الحمد لله اصل شکر ہی واسطی فرمانی رسول الله صلی الله علیه وسلم کی

والشکر یستلزم المزید لقوله تعالی لئن شکرتم لازیدنکم فمن قال الحمد لله یصیر کانه سئله عنه

اور شکر سی ترقی ہوا کرتی ہی واسطی فرمودہ الله تعالی کی اگر حق مانوگی تو اور دونگا تمکو پھر جسنی الحمد لله کہا گویا اوسنی الله تعالی سی

تعالی زیادة فضله بعد الثناء علیه واما کون لا اله الا الله من افضل الاذکار فلان فیه معنی لا یوجد

ثنا کرکر فضل کی ترقی طلب کی اور لا اله الا الله جو تمام ذکروں میں افضل ہی تو اسلئی کہ اسمیں وہ معنی ہیں

فی ذکر غیره وبمعرفة ذلك المعنی یحصل للمکلف جمیع ما یجب علیه معرفته فی حقه تعالی وذلك المعنی

جو اور ذکروں میں نہیں پائی جاتی اور اوس معنی کی دریافت کرنی سی مکلف کو حاصل ہوجاتی ہیں جو جو واجب ہی دریافت کرنا بہ نسبت ذات باریتعالی کی اور وہ معنی

اثبات الالوهیة له تعالی ونفیها عما عداه ویندرج فی معنی الالوهیة جمیع ما یجب علی المکلف معرفته

ربوبیت کا ثابت کرنا واسطی الله تعالی کی اور الوہیت کا سلب کرنا ماسوا الله سی اور الوہیت کی معنوں میں تمام باتیں آگئیں جنکا جاننا مکلف کو ضرور ہی

مما یجب فی حقه تعالی وما یستحیل علیه وما یجوز له لان الالوهیة تشتمل علی معنیین احدهما

اوصاف الٰہی سی جو واجب ہیں اور جو محال ہیں اور جو جایز ہیں الله تعالی کی حق میں اسلئی کہ الوہیت میں دو معنی ہیں ایک تو

استغناؤه تعالی عن جمیع ما سواه والثانی افتقار جمیع ما عداه الیه تعالی فعلی هذا یکون معنی کلمة

الله کا بی نیاز ہونا تمام اپنی ماسوا سی اور دوسری تمام ماسوا کا محتاج ہونا الله تعالی کی طرف اس تقریر کی موافق معنی کلمہ

التوحید لا مستغنی عن جمیع ما سواه ولا مفتقر الیه جمیع ما عداه الا الله تعالی اما استغناؤه تعالی

توحید کی یہ ہیں کہ نہیں ہی کوئی بی نیاز تمام ماسوا اپنی سی اور نہیں ہی کوئی محتاج الیه تمام ماسوا اپنی کا سواء الله تعالی کی الله تعالی کی بی نیازی

عن جمیع ما سواه فیوجب له تعالی الوجود والقدم والبقاء اذ لو لم تجب له تعالی هذه الصفات

تمام ماسوا سی جو ہی اسنی واجب ہوا کہ الله تعالی موجود اور قدیم اور باقی ہی اسلئی کہ یہ صفتیں اگر الله تعالی کو بضرورت ثابت نہو جاویں

لکان محتاجا الی محدث لان انتفاء شیء عن هذه الصفات یستلزم الحدوث وکل حادث مفتقر

تو پھر لاشیہ وہ محدث کا محتاج ہوگا اسواسطی کہ ان صفتوں میں سی جونسی نہوگی تب ہی حدوث لازم آویگا اور ہر حادث محدث کا محتاج

الی محدث وکذا یوجب له تعالی التنزه عن النقائص ویدخل فی التنزه عن النقصان وجوب السمع و

ہوتا ہی اور ایسی ہی واجب ہوا الله تعالی کا بری ہونا نقصان سی اور نقصان سی بری ہونی میں آگئی واجب ہونا سمع اور

البصر والکلام اذ لو لم یجب له تعالی هذه الصفات لکان متصفا بالنقائص ومحتاجا الی من یدفع

بصر اور کلام کا اسلئی کہ الله تعالی کو اگر یہ صفتیں واجب نہو گی تو البتہ اوسمیں نقصان کی باتیں پائی جائینگی اور محتاج ہوگا ایسی کا جو اس

عنه تلك النقائص وکذا یوجب له تعالی التنزه عن الاغراض فی افعاله واحکامه اذ لو لم یجب

نقصان کو دور کردی اور ایسی ہی واجب ہوا پاک ہونا الله تعالی کا غرض سی افعال اور احکام میں اسلئی کہ اگر واجب نہو

له تعالی التنزه عن الاغراض لکان محتاجا الی ما یحصل به غرضه وکذا یوجب له تعالی ان لا یجب

الله کا پاک ہونا غرض سی تو بیشک محتاج ہوگا ایسی شی کا جس سی اوسکی غرض حاصل ہو ایسی ہی ضرور ہوا الله تعالی ذمہ پر کچھ واجب نہوتا

عليه فعل شيء من الممكنات ولا تركه اذ لو وجب عليه شيء منهما لكان محتاجا الى ذلك الشيء
کسی فعل کا ممکنات میں سے کرنا اور نہ کرنا اسلئے کہ اگر واجب ہو اوسکے ذمہ کچھ ان دونوں میں سے تو البتہ محتاج ہوگا اوس شئ کا
ليكمل به اذ لا يجب له تعالى الا ما هو كمال واما افتقار جميع ما عداه اليه تعالى فوجب له تعالى
تاکہ وہ شئ کامل بن جاوی اوسکے لئے کیونکہ اللہ تعالی کو صفات کمال ہی واجب ہوتی ہیں اور تمام ممکنات ماسوی اللہ کی محتاج ہوتی ہیں اللہ کی طرف واجب ہوا
القدرة والارادة والعلم والحيوة اذ لو لم يجب له تعالى هذه الصفات لكان عاجزا عن ايجاد شيء
اللہ تعالی کا قادر ہونا اور صاحب ارادہ اور علم اور حی ہونا اس لئے کہ یہ چاروں صفت اگر اللہ تعالی کو واجب نہوں تو وہ تمام ممکنات کی پیدا کرنے سے
من الممكنات وكذا يوجب له الوحدانية اذ لو لم يجب له تعالى الوحدانية بل كان معه غيره في
عاجز ہوگا اور ایسے ہی وحدانیت بھی واجب ہوتی ہے اسلئے کہ اگر وحدانیت نہو بلکہ اوسکی ساتھ ایک اور الہ سوای اوسکی ہو
الالوهية لم يفتقر اليه شيء من الممكنات للزوم عجزهما ويوخذ من افتقار جميع ما عداه اليه تعالى
تو پھر کوئی شئ ممکنات میں سے اوسکی محتاج نہوگی کیونکہ لازم آوے گی کہ دونوں عاجز ہو جاویں اور جب تمام ممکنات ماسوی اللہ کی
حدوث العالم باسره اذ لو كان شيء منه قديما لكان مستغنيا عنه تعالى غير مفتقر اليه ويوخذ منه
اوسکی محتاج ہوئیں تو اس سے معلوم ہوا کہ عالم تمام حادث ہے اسلئے کہ عالم میں سے کچھ بھی اگر قدیم ہو تو وہ اللہ تعالی سے بے پرواہ ہوگا اوسکی طرف محتاج نہوگا اور یہ بھی
ايضا لا تاثير لشيء من المخلوقات في اثر ما اذ لو كان لشيء من المخلوقات تاثير في اثر ما لكان ذلك الاثر مستغنيا عنه تعالى غير مفتقر
معلوم ہوا کہ کسی چیز کو مخلوقات میں سے کسی امر میں کچھ اثر نہو اسلئے کہ اگر مخلوقات میں سے کسی شئ کو کچھ امر مستقل ہوتا تو البتہ وہ اثر اللہ تعالی کا محتاج نہوتا
اليه فعلى هذا كل من يقول لا اله الا الله يصير كانه يقول لا واجب الوجود الا الله تعالى ولا واجب
بلکہ تمام ہوا اس تقریر کی موافق جو شخص لا الہ الا اللہ پڑھتا ہی گویا کہ وہ یہ کہتا ہی کوئی واجب الوجود نہیں سوای اللہ تعالی کی اور نہ کوئی واجب
القدم والبقاء الا الله ولا قادر على ايجاد الممكنات كلها الا الله ولا عالم بما لا نهاية له من المعلومات
القدم اور باقی سوای اللہ تعالی کی اور نہ کوئی قدرت والا تمام ممکنات کی پیدا کرنے پر سوای اللہ تعالی کی اور نہ کوئی دانندہ معلومات لا انتہا کا
الا الله ولا منزه عن جميع النقائص ولا عن الاغراض في افعاله واحكامه الا الله ولا مؤثر في شيء من
سوای اللہ تعالی کی اور نہ کوئی بری تمام نقصانوں سے اور نہ غرض سے اپنی افعال اور احکام میں سوای اللہ تعالی کی اور نہ کوئی اثر کرنیوالا کسی شئ میں
المخلوقات الا الله وعلى هذا القياس كل ما وجب في حقه تعالى واستحال عليه وجاز له فقد
مخلوقات میں سے سوای اللہ تعالی کی اسیطرح جو جو صفات اللہ تعالی کو واجب ہیں اور جو جو اوسکی حق میں محال ہیں اور جو جو جایز ہیں
ظهر من هذا ان فهم معنى كلمة التوحيد يتوقف على معرفة الله تعالى ومعرفة الله تعالى
اس سے ظاہر ہوا کہ کلمہ توحید کی معنوں کو سمجھنا معرفت الہی پر موقوف ہی اور معرفت الہی
ليست ضرورية حتى يحصل بالبداهة كمعرفة كون الواحد نصف الاثنين بل انما تحصل
بدیہی یعنی ظاہر نہیں ہی تاکہ خود بخود معلوم ہوجاوی جیسی ایک کو دو کا آدھا جانتے ہیں بلکہ استدلال سے
بالاستدلال الذي هو النظر في الدليل فيكون النظر واجبا لانه تعالى امر به وقال انظروا ماذا
معلوم ہوسکتا ہی جسکو نظر فی الدلیل کہتے ہیں پس استدلال کرنا واجب ہوا چنانچہ اللہ تعالی نے ارشاد کیا ہی فرمایا دیکھو کیا کیا
في السموت والارض فمن تركه يكون اثما لانه اعطى الانسان نعمة العقل فيستدل به على وجوده
موجود ہی آسمانوں اور زمین میں پھر جسنے استدلال کو ترک کیا وہ گنہگار ہوگا اسلئے کہ اللہ تعالی نے آدمی کو عقل کی نعمت اسی واسطے عطا کی ہی کہ اوسکی ذریعہ سے ثابت کری
وقدمه ووحدته وسائر صفاته التي تدل عليها افعاله وهي القدرة والارادة والعلم والحيوة
اللہ کا وجود اور قدم اور وحدانیت اور تمام وہ صفات جن پر اوسکی افعال دلالت کرتی ہیں اور وہ صفات قدرت اور ارادہ اور علم اور حیات ہی

فاذا لم یستدل به لایکون مؤدیا شکر نعمة العقل فیکون اثما فیبقی فی مشیة الله تعالی
پہر اگر اسنی اوس عقل سی استدلال نکیا تو اوسنی عقل کی نعمت کا شکر ادا نکیا پس یہہ گنہگار ہوگا پہر مشیت الٰہی مین رہیگا

ان شاء یعفو عنه ویدخله الجنة بلا عذاب وان شاء یعذب به بقدر ذنبه ثم یدخله الجنة
چاہی اسکو معاف کرکر جنت مین بلا عذاب داخل کری اور اگر چاہی اوسکی خطا کی موافق اوسکو عذاب دیکر جنت مین داخل کری

فعلی هذا یجب علی کل مؤمن ان یعتنی فی معرفة الله تعالی حتی تیسر له فهم معنی کلمة التوحید
اب ہر مؤمن پر واجب ہی کہ معرفت الٰہی مین کوشش کیا کری تاکہ اوسکو سمجہنا کلمہ توحید کی معنون کا سہل ہوجاوی

التی هی ثمن الجنة وسبب الخلاص من العذاب المؤبد وقد نص العلماء علی لزوم فهم معناها
جو کہ جنت کی قیمت اور دائمی عذاب سی رستگاری کا باعث ہی اور علماء صاف کہہ گئی ہین کہ سمجہنا معنون کا لازم ہی

والا لا ینتفع بها متلفظها فی الانقاذ من الخلود فی النار اذ لیست فضیلتها بازاء تحریک اللسان
ورنہ نہین تو زبانی پڑہنی سی اصل فائدہ نہین ہی کہ دائمی آگ کی عذاب سی بچی اسواسطی کہ اوسکی فضیلت زبان ہلانی سی نہین ہوتی ہی

بها من غیر حصول معناها فی القلب بل فضیلتها بازاء حصول معناها فی القلب بسبب
جبتک کہ اوسکی معنی دلمین نہ حاصل ہون بلکہ اوسکی فضیلت یہہ ہی کہ اوسکی معنی بسبب معرفت الٰہی کی دل مین متیقن ہون

معرفة الله تعالی ولیس المراد من معرفة الله تعالی معرفة ذاته لان ذاته تعالی لیست معلومة
اور معرفت الٰہی سی مراد یہہ نہین ہی کہ اوسکی ذات کو دریافت کری اسلئی کہ اوسکی ذات تو بشر کو معلوم نہین ہوسکتی

للبشر بل المراد بها معرفة ما یجب فی حقه تعالی وما یستحیل علیه وما یجوز له لیعلم من
بلکہ معرفت سی یہہ مراد ہی کہ یہہ دریافت کری کہ الله تعالی کی حق مین کیا تو واجب ہی اور کیا محال ہی اور کیا جائز ہی تاکہ دریافت کرلی

ینطق بها ما نفی عن غیره تعالی وما اثبت له فانها مرکبة من نفی واثبات فالمنفی کل فرد من
کلمہ پڑہنی والا کیا وصف نفی کیا جاتا ہی غیر الله سی اور کیا ثابت کیا جاتا ہی الله تعالی کو کیونکہ کلمہ مرکب ہی نفی اور اثبات سی پس نفی کرنا تو ہر ہر فرد

افراد حقیقة الاله سوی الله تعالی والمثبت فرد واحد من تلک الحقیقة وهو الله تعالی ومعنی
معبود حقیقی کا ہی سوای ذات الٰہی کی اور مثبت ایک فرد واحد ہی معبود حقیقی مین سی کہ وہ ذات الٰہی ہی اور معنی

الاله هو الواجب الوجود المستحق للعبادة وهذا المعنی کلی بقبل بحسب مجرد ادراکه ان یصدق
اله کی یہہ ہی ہین کہ واجب الوجود ہو سزاوار عبادت کا اور یہہ معنی کلی ہین کہ صرف باعتبار ادراک کی ہوسکتا ہی کہ بہت افراد پر صادق

علی کثیرین لکن الدلیل القطعی یدل علی استحالة التعدد فیه وکونه خاصا بذات الله تعالی وذلک
آوی لیکن دلیل قطعی سی معلوم ہوا کہ تعدد اسمین محال ہی اور یہہ صفت خاص ہی ذات الٰہی کو اور وہ

الدلیل وجود العالم فانه لکونه حادثا محتاجا الی محدث یدل علی ان له موجدا قدیما واحدا
دلیل عالم کا وجود ہی بیشک یہہ عالم حادث محدث کا محتاج ہوکر دلالت کرتا ہی کہ اوسکا ایک موجد ہی قدیم واحد

متصفا بالقدرة والارادة والحیوة والعلم لانه لو لم یکن قدیما بل کان حادثا لکان محتاجا الی
اور قدیر اور صاحب ارادہ اور حی اور علیم اسلئی کہ اگر قدیم نہو بلکہ حادث ہو تو البتہ محدث کا محتاج ہوگا

محدث فیلزم الدور او التسلسل وکلاهما محال ولو لم یکن واحدا بل کان اکثر من واحد لوقع بینهما
پہر دور یا تسلسل لازم آویگا اور یہہ دو محال ہین اور اگر واحد نہو بلکہ ایک سی زیادہ کئی ہون تو بیشک اونکی بیچ مین

التمانع المقتضی لعدم وجود العالم ولو لم یکن متصفا بالقدرة والارادة والعلم والحیوة لکان
روک ٹوک واقع ہوگی جسی عالم موجود نہو سکی اور اگر قدرت والا اور صاحب ارادہ اور علیم اور حی نہو تو بیشک

عاجزا عن ایجاد شیٔ من العالم لان الایجاد اثر القدرۃ وتاثیر القدرۃ فی شیٔ من الاشیاء
عالم میں سے ہر ہر ذرہ کی ایجاد سے عاجز ہوگا اسلئے کہ ایجاد کرنا قدرت کا اثر ہے اور تاثیر قدرت کا کسی شی میں اوس شیٔ کی ارادہ کرنی پر

یتوقف علی ارادۃ ذلک الشیٔ وارادۃ ذلک الشیٔ یتوقف علی العلم بہ لان القصد الی ایجاد شیٔ
موقوف ہے اور ارادہ اوس شیٔ کا بدون علم اوس شیٔ کی نہیں ہوسکتا اس لئے کہ ارادہ کسی شیٔ کی ایجاد کا

مع عدم العلم بہ محال والاتصاف بھذہ الصفات الثلثۃ یتوقف علی الحیوۃ لکونھا شرطا لھا
بدون علم اوس شیٔ کی محال ہے اور یہ تینوں صفتیں کب ہوسکتی ہیں بدون حیات کی کیونکہ حیات شرط ہے

فعلی ھذا یکون وجود العالم بل وجود کل جزء من اجزائہ دلیلا قطعیا علی وجودہ تعالی وکونہ
پس بنا کی مطابق وجود تمام عالم کا بلکہ وجود ہر ہر ذرہ کا اوسکی اجزاء میں سے یقینی دلیل ہے اللہ تعالی کی وجود پر کہ وہ

قدیما واحدا متصفا بھذہ الصفات الاربع المذکورۃ وعلی استحالۃ اضدادھا ولھذا کان
قدیم اور واحد ہے اور موصوف ہے ان چاروں صفات مذکورہ سے اور دلیل ہے اسکی کہ ان صفات کا خلاف محال ہے اسلئے

بعض اھل التوحید یقولون استدلالا بالاثر علی المؤثر ما راینا شیئا الا راینا اللہ تعالی بعدہ فان
بعضی اہل توحید اثر سے مؤثر پر استدلال کرکر یہہ کہتی ہیں کہ ہمنی جب کسی شیٔ کو دیکھا تو اوسکی بعد ہی اللہ تعالی کو دیکھا بیشک

کل جزء من اجزاء العالم لکونہ حادثا محتاجا الی من یوجدہ ویربیہ لا یزال یتکلم بکلام لا حرف فیہ
ہر ہر ذرہ عالم کی اجزاء کا چونکہ حادث اور محتاج ہے اپنی پیدا اور پرورش کرنیوالی کا ہمیشہ ایسی کلام سی جسمیں نہ حرف ہیں

ولا صوت ان لہ موجدا قدیما واحدا متصفا بالقدرۃ والارادۃ والعلم والحیوۃ یسمع کلامہ
اور نہ آواز یہہ کہتا ہے کہ میرا پیدا کرنیوالا قدیم ہے واحد صاحب قدرت صاحب ارادہ صاحب علم صاحب حیات تمیز والی

السامعون ولا یسمعہ الذین ہم عن السمع لمعزولون والمراد من السمع السمع الباطن الذی یسمع
اوسکی کلام سنتی ہیں اور بی تمیز جنکی سمجھ بیکار ہے نہیں سنتی اور سماعت سی مراد سماعت باطنی ہے جسی وہ کلام سنی جاتی ہے

بہ کلام لیس بحرف ولا صوت ولا عربی ولا عجمی لا السمع الظاھر الذی لا یسمع غیر الاصوات ویشارک
جسمیں حرف اور آواز نہو اور نہ عربی ہو اور نہ عجمی یہہ سماعت ظاہری مراد نہیں ہے جسی سوا آواز کی کچھہ معلوم نہو اور چوپایہ

فیہ البھائم الانسان اذ لا قدر لشیٔ یشارک فیہ البھائم الانسان والحاصل ان المکلف لا یعرف من
اور انسان اوسمیں شریک ہیں کیونکہ ایسی شیٔ میں کیا خوبی ہے جسمیں چوپایہ اور انسان یکساں ہوں حاصل یہہ ہے کہ آدمی مکلف

صفاتہ تعالی بالعقل الا ما یتوقف علیہ افعالہ وما لا یتوقف علیہ افعالہ تعالی کالسمع والبصر
صفات الٰہی میں سی بذریعہ عقل وہ ہی جان سکتا ہے جن صفات پر افعال موقوف ہیں اور جن صفات پر افعال موقوف نہیں ہیں جیسی سمع اور بصر

والکلام فقد یستدل علی ثبوتھا لہ تعالی تارۃ بالعقل وتارۃ بالنقل اما الاستدلال بالعقل فھو
اور کلام ان صفات کی ثبوت پر کبھی تو استدلال عقلی کرتی ہیں اور کبھی استدلال نقلی استدلال عقلی تو یہہ ہے

انھا صفات کمال واضدادھا صفات نقصان واتصافہ تعالی بصفات الکمال وعدم اتصافہ
کہ یہہ صفتیں کمال کی ہیں اور اونکی ضدیں صفتیں نقصان کی ہیں اور اللہ تعالی کا صفات کمالیہ سی موصوف ہونا اور صفات نقصان سی

بصفات النقصان واجب فوجب اتصافہ بتلک الصفات واما الاستدلال بالنقل فھو ان
بری ہونا واجب ہے اس سی لازم آتا ہی کہ اللہ تعالی ان صفات سی موصوف ہو اور استدلال نقلی یہہ ہی کہ

الشرع قد صرح بثبوتھا لہ تعالی فوجب الجزم بثبوتھا لہ تعالی ودلیل النقل فی ھذہ المسئلۃ
شرع نی ان صفات کا ثبوت صاف ظاہر کیا پس یقین کرنا انکی ثبوت کا واجب ہوا اور اس مسئلہ میں دلیل نقلی

اولى من دليل العقل لان تلك الصفات لا يتوقف عليها افعاله تعالى حتى يستدل بها على ثبوتها
بہتر ہی عقل دلیل سی اسلئی کہ ان صفات پر افعال الٰہی تو موقوف ہی نہیں کہ ان افعال سی ان صفات کی ثبوت پر استدلال کیا جاوی
له تعالى وذاته لم يكن معلوما لاحد حتى يعلم انها في حقه تعالى كمال يجب اتصافه بها بحيث
اور اوسکی ذات کسیکو معلوم نہین تاکہ یہہ معلوم ہو کہ یہہ صفات نسبت ذات الٰہی کی کمال کی ہین انکا ثبوت ہی چاہئی ہونا ایسا
لو لم يتصف بها يلزم ان يتصف باضدادها وما ذكر من كونها كمالا انما هو بالنسبة الينا ولا يلزم
کہ اگر یہہ صفتین موجود نہوں گی تو انکی اضداد موجود ہونگی اور ان صفات کا کمال ہونا جیسا کہ ذکر ہوا تو وہ ہماری حق مین ہی اور یہہ لازم نہین
من كون الشيء بالنسبة الينا كمالا ان يكون في حقه تعالى كمالا الا ترى ان اللذة والالم مع كونهما
کہ جو صفت ہماری حق مین باعث کمال کا ہو تو یہہ نسبت ذات الٰہی کی بھی کمال ہو کیا تمکو معلوم نہین ہی کہ لذت اور الم باوجودیکہ
بالنسبة الينا كمالا يمتنعان على الله تعالى لكونهما من عوارض الاجسام فعلى هذا يلزم في اثبات
ہماری حق مین کمال ہین اللہ تعالی پر ممتنع ہین اسواسطی کہ جسموں کی عوارض سی ہین اس بیان کی موافق لازم ہی ثابت کرنا
تلك الصفات له تعالى التمسك بالنقل عن الانبياء الذين ثبت صدق كل واحد منهم و
ان صفات کی باب مین دست آویز نقلی بیان کی جاوی انبیاء علیہم السلام سی کہ صدق ہر ہر کا اور
امانته ونبوته بالمعجزة القائمة مقام قوله تعالى صدق رسولي في كل ما يبلغ عني سواء
امانت اور نبوت ایسی معجزہ سی ثابت ہوچکی ہی جو قایم مقام ارشاد الٰہی کی ہی میرا رسول سچا ہی جو حکم میری طرف سی بیان کری برابر ہی
كان تبليغه بقوله او فعله او سكوته لان المعجزة تصديق فعلي من الله تعالى لرسوله لكونها
کہ تبلیغ بواسطہ قول کی ہو یا فعل کی یا چپ رہنی سی اسلئی کہ معجزہ اللہ تعالی کی طرف سی تصدیق فعلی ہی واسطی رسول کی کیونکہ معجزہ
فعلا من افعاله تعالى خارقا للعادة قائما مقام صريح القول في تصديق رسوله في دعوة الرسالة
ایک فعل ہی افعال الٰہی سی خلاف عادت کی قایم مقام صاف ارشاد کی ہی رسول کی تصدیق کیلئی رسالت کی دعوی مین
فانه تعالى لما خلق امرا خارقا للعادة على يده عند ادعائه الرسالة صار كانه قال صدق رسولي
کیونکہ اللہ تعالی نی جب ایک امر خلاف عادت رسول کی ہاتھ پر رسالت کی دعوی کرنی کی وقت پیدا کیا تو گویا یہہ ارشاد کیا میرا رسول سچا ہی
في كل ما يبلغ عني سواء كان تبليغه بقوله او فعله او سكوته قال العلماء مثال ذلك ان
تمام احکام مین جو میری طرف سی ادا کری برابر ہی کہ وہ تبلیغ رسول کی قولی ہو یا فعلی ہو یا چپ رہنی سی ہو علماء نی اسکی یہہ مثال بیان کی ہی
رجلا اذا قام في مجلس ملك بحضور جماعة وقال انا رسول هذا الملك بعثني اليكم بكذا وكذا
ایک شخص بادشاہ کی مجلس مین ایک جماعت کی روبرو کھڑا ہو کر کہی مین اس بادشاہ کا ایلچی ہوں مجھکو تمہاری پاس فلانا فلانا حکم دیکر بھیجا
من التكاليف وطلبوا منه حجة تدل على صدقه وقال اية صدقي اني اطلب من الملك ان
اور وہ جماعت اوسکی صداقت کی دلیل طلب کری تب وہ شخص کہی نشان میری صداقت کا یہہ ہی کہ مین بادشاہ سی کہتا ہوں کہ
يخالف عادته ويقوم من مقامه ويقعد ثلث مرات وفعل الملك ذلك بطلبه فلا شك
اپنی خلاف عادت اپنی جگہہ سی تین دفعہ کھڑا ہو اور بیٹھ جاوی پھر وہ بادشاہ اوسکی کہنی سی کر بیٹھی تو بیشک
ان ذلك الفعل من الملك قائم مقام قوله صدق هذا الرجل في كل ما يبلغ عني ومفيد للعلم
یہہ کام بادشاہ کا قایم مقام اس قول کی ہی یہہ شخص سچا ہی جو جو حکم میری طرف سی بیان کری اور اس سی علم
الضروري بصدقه لمن شاهد ذلك الفعل من الملك ولمن لم يشاهده بل وصل اليه خبره
بدیہی اوسکی صداقت کا حاصل ہوگا جو کوئی یہہ حرکت بادشاہ کی دیکھیگا اور جو شخص نہ دیکھیگا بلکہ اوسکو تواتر سی یہہ خبر پہنچیگی

بالتواتر ولا ريب ان هذا المثال مطابق لحال الرسل عليهم الصلوة والسلام في افادة معجزاتهم العلم
ونیک یہ مثال رسل علیہم السلام کی حال سے خوب مطابق ہے کہ اونکی معجزوں کا اونکی
الضروري بصدقهم لمن شاهدها ولمن لم يشاهدها بل وصل اليه خبرها بالتواتر واذا ثبت
صداقت کا علم بدیہی حاصل ہوتا ہے دیکھنے والوں کو اور جنھوں نے نہیں دیکھا تواتر سے سنکر جب اونکا صدق ثابت ہوچکا
صدقهم بدلالة المعجزة وجب تصديقهم في كل ما جاءوا به من عند الله تعالى وافضلهم
معجزہ کی دلالت سے تو واجب ہوئی اونکی تصدیق تمام احکام میں جو اللہ تعالی کی طرف سے لائے ہیں اور تمام انبیاء میں افضل
سيدنا ومولانا محمد صلى الله عليه وسلم فانه تعالى قد بعثه الى اهل الارض كافة ليبلغهم امره ونهيه ووعده
اور برتر ہمارے صاحب ہمارے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں بیشک اللہ تعالی نے اونکو تمام اہل روی زمین کی طرف بھیجا تاکہ اونکو اللہ کا حکم اور ممانعت اور جزا
ووعيده وايده بمعجزات كثيرة لا يحصرها التعداد فوجب عليهم تصديقه في كل ما اخبر
اور سزا پہنچاویں اور اونکی تائید کی بہت معجزات سے جنکا انتہا نہیں تاکہ اونکی تصدیق کریں سو واجب ہے اون سب پر تصدیق اونکی تمام خبروں میں
وطاعته في كل ما امر والانتهاء عن كل ما زجر فمن لم يصدقه فيما اخبر ولم يطعه فيما امر ولم ينته
اور واجب ہے اطاعت اونکی تمام حکموں میں اور باز رہنا جس چیز سے ممانعت کریں سو جو شخص تصدیق نکرے اونکی خبروں میں اور اطاعت نکرے اونکی حکم کی اور باز نہ آوے
عما زجر يكون من الذين قال الله فيهم في القرآن العظيم الذي هو افضل معجزاته اولئك كالانعام
منع کی ہوئی سے تو وہ اون لوگوں میں ہے جنکی حق میں اللہ تعالی قرآن شریف میں جو اونکا سب سے بڑا معجزہ ہے فرماتا ہے وہ جیسے چوپایہ
بل هم اضل فانه تعالى شبههم بالبهائم في كون مشاعرهم متوجهة الى اسباب الدنيا ومقصورة
بلکہ اون سے زیادہ گمراہ اللہ تعالی نے انسان کو چوپایوں سے مشابہت دی اس سبب سے کہ انکی عقلیں دنیا کی مال اسباب کی طرف متوجہ ہیں اور دنیا ہی پر
عليها وعدم التفكر فيما تقرع اذانهم من الايات القرانية والاحاديث النبوية وعدم الالتفات بها
منحصر ہیں اور فکر نہیں کرتے اوسمیں جو سنتے ہیں آیات قرآنی اور احادیث نبوی سے اور اصلا اودھر توجہ نہیں ہے
بل جعلهم اضل منها لانها تدرك ما هي بصدده من المنافع والمضار وتجتهد غاية جهدها
بلکہ اللہ تعالی نے انسان کو چوپایہ سے زیادہ گمراہ کہا کیونکہ چوپایہ تو اپنی حسب کی موافق نفع اور ضرر کو پہچان لیتی ہیں اور خوب کوشش کرتی ہیں
في جلب ما ينفعها وسلب ما يضرها وتنقاد لصاحبها وتميز من يحسن اليها ممن يسيء اليها وهؤلاء
اپنی منفعت کی کسب کرنی میں اور ضرر کی دفع کرنی میں اور اپنی مالک کی اطاعت کرتی ہیں اور تمیز کرتی ہیں درمیان اونکی جو اونکی ساتھ احسان کری اور ضرر پہنچاوی
ليسوا كذلك حيث لا يميزون بين المنافع والمضار ويجتهدون غاية جهدهم في جلب ضررهم
ایسے نہیں ہیں اسلیے کہ نفع اور ضرر میں فرق نہیں کرتے اور ضرر رساں چیز میں خوب کوشش کرتے ہیں اور منفعت سے الگ رہتے ہیں
وسلب نفعهم ولا ينقادون لربهم وخالقهم ورازقهم ولا يعرفون احسانه اليهم ولا يقدمون على
اور اطاعت نہیں کرتے اپنی پروردگار اور پیدا کرنے والے اور روزی دینے والے کی اور نہیں سمجھتے کہ اونپر اوسنے کیا کیا احسان کیا اور عذاب
العذاب الاليم ولا يقدمون على النعيم المقيم ويكونون من الذين قال تعالى فيهم يعلمون ظاهرا
دردناک کی طرف دوڑ کر جاتے ہیں اور دائمی عیش کی طرف نہیں جاتے اور وہ اون لوگوں میں ہیں جنکی حق میں اللہ تعالی فرماتا ہے جانتے ہیں اوپر اوپر
من الحيوة الدنيا وهم عن الاخرة هم غافلون يعني انهم يعلمون ظاهرا حقيرا خسيسا من الدنيا
دنیا کا جینا اور وہ لوگ آخرت سے خبر نہیں رکھتے یعنی یہ لوگ یہی ظاہر کی نکمی اور بیکار دنیا کو خوب جانتے ہیں
وهو ما يشاهدونه من زخارفها وملاذها وسائر احوالها الموافقة لشهواتهم الملائمة لاهوائهم
وہ یہ ہے کہ دیکھو نظر آتی ہے دنیا کی رونق اور لذت اور تمام احوال جو اونکی شہوات کی موافق اور اونکی خواہشوں کی مطابق ہیں

وهم غافلون عن الآخرة التي هي المطلب الاعلى والمقصد الاقصى ولا يخطرون ببالهم ولا يتفكرون
اور وہ آخرت سی جو کہ بڑا مطلب ہی اور عین مدعا ہی بالکل غافل ہین اور اونکی دلمین خطرہ نہین آتا اور نہین سوچتی
من احوال الدنيا ما يؤدي الى معرفتها فان العلم بامور الآخرة موقوف على العلم بوجود الباري تعالى
دنیا کی حالات کو اسطور کہ اوس سی آخرت کی معرفت حاصل ہو کیونکہ علم امورات اخروی کا علم وجود باری تعالی
وقدرته وارادته وعلمه وحيوته وذلك العلم لا يحصل الا بالنظر الى المصنوعات والتفكر فيها
اور اوسکی قدرت اور ارادہ اور علم اور حیات کی علم پر موقوف ہی اور یہہ علم نہین حاصل ہوتا بدون غور اور تامل کی مصنوعات مین
والاستدلال بتغيراتها على حدوثها واحتياجها الى موجد قديم واحد متصف بالقدرة و
اور بدون استدلال کی کہ حالات دنیا متغیر ہونی سی حادث ہیں اور محتاج ہین طرف پیدا کرنیوالی کی جو قدیم اور واحد صاحب قدرت اور
الارادة والعلم والحيوة وهم قصروا النظر على الظواهر الحسية كالبهائم ولم يتفكروا في عجائب
صاحب ارادہ اور علم اور حیات والا ہی اور یہی آدمی نی اپنی نگاہ ظاہر دیکھنی پر چوپایہ کی طرح کوتاہ کی اور اوسکی عجیب صنعت کو
صنعه ليستدلوا بها على وجوده وقدمه وقدرته وارادته وعلمه وحيوته فيعلموا ان ما اخبر به
خیال نکیا تاکہ اوسی استدلال ہو اوسکی وجود اور قدم اور قدرت اور ارادہ اور علم اور حیات پر پہر یہہ جانتی کہ جو حدیث مین ہی
من امور الآخرة امور ممكنة يلزم وقوعها وعند وقوعها يكون المكلف فيها بحكم صلاح الاعمال
امورات آخرت مین سی سب ممکن ہین اونکا واقع ہونا ضرور ہی اور جب وہ امور واقع ہونگی تو مکلف باعتبار اعمال نیک
وفسادها فريقين فريق في الجنة وفريق في السعير نسأل الله تعالى ان يجعلنا من اهل الجنة مع
اور اعمال بد کی دو قسم ہونگی ایک قسم بہشت مین اور ایک قسم دوزخ میں ہم اللہ تعالی سی دعا مانگتی ہیں کہ ہمکو جنتی کری ہمراہ
الابرار لا من اهل النار مع الاشرار المجلس الثاني عشر في بيان اسعد الناس بشفاعة
صلحاء کی دوزخی نکری ہمراہ بدکاروں کی بارہوین مجلس اس بیان مین کہ بڑا سعادتمند آدمی
النبي صلى الله عليه وسلم قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اسعد الناس بشفاعتي
قیامت کی دن بسبب شفاعت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نی بڑا سعادتمند آدمی میری شفاعت سی
يوم القيمة من قال لا اله الا الله خالصا من قلبه هذا الحديث من صحاح المصابيح رواه ابو هريرة
قیامت کی روز وہ ہی جسنی کہا لا الہ الا اللہ صاف دل سی یہہ حدیث مصابیح کی صحیح حدیثوں میں ہی ابو ہریرہ کی روایت سی
وقريب منه ما روى عن زيد بن ارقم انه عليه الصلوة والسلام قال من قال لا اله الا الله مخلصا دخل الجنة فانه عليه
اور ایسا ہی مضمون ہی جو زید بن ارقم نی روایت کی ہی کہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نی جسنی کہا لا الہ الا اللہ صاف دل سی وہ داخل ہوا جنت مین بیشک
الصلوة والسلام قد شرط لنيل ما وعد في هذين الحديثين ان يكون فيمن قال لا اله الا الله الخلوص
نبی صلی اللہ علیہ وسلم نی شرط کیا ہی واسطی حصول جنت کی جو ان دونو حدیثوں میں وعدہ کیا ہی کہ لا الہ الا اللہ کہنی والی مین خلوص
والاخلاص ومعنى الخلوص والاخلاص مساعدة الحال للمقال فمن قال لا اله الا الله ولم يساعده
اور اخلاص ہو اور معنی خلوص اور اخلاص کی یہہ ہین کہ اوسکا حال مقال کی مطابق ہو پہر جسنی لا الہ الا اللہ تو کہا اور اوسکا حال مطابق
حاله المقاله لا يكون فيه شيء من الخلوص والاخلاص وانما يكون فيه من الخلوص والاخلاص
مقال کی نہوا تو اوسمیں اخلاص اور خلوص کچھہ نہین ہی اور خلوص اور اخلاص جب ہی ہوتا ہی
اذا منعه هذا القول عن الذنوب وحمله على الطاعات وان لم يمنعه من الذنوب ولم يحمله على
کہ اوسکو یہہ قول گناہوں سی باز رکہی اور طاعات کی رغبت دلائی اور اگر اوسکو گناہوں سی نہ روکا اور نہ طاعات پر رغبت دلائی

الطاعات لا يكون فيه الخلوص والاخلاص ويخاف ان يكون هذا القول منه عارية يسترد منه

طاعات کی سو پہر چہن جاوی کہ یہہ قول اوسکا اور مدلت سہ ہی تو اوسمیں خلوص و اخلاص کہاں ہی

لان من لم يكن فيه الا اصل الايمان وهو مقصر في الاعمال ومصرّ على الذنوب فربما يخاف ان

کیونکہ جس شخص میں سوای اصل ایمان کی کچھ نہیں ہی ور وہ سب اعمال میں قصور کرتا ہا ور گناہوں پر اڑا ہو کیا بعید ہی کہ

ينقلع شجرة ايمانه اذا صادمته الرياح العاصفة التي هي الوساوس الشيطانية المحركة لها لان

درخت ایمان کا جڑ سی اوکھڑ جاوی جب وسکو تند ہوائیں صدمہ پہنچاویں کہ وہ وسوسی شیطانی ہیں جو اوسکو حرکت دیتی رہتی ہیں کیونکہ

كل ايمان لم يثبت في القلب اصله ولم ينتشر في الاعضاء فروعه ولم يظهر فيها ثمرة لا يثبت

جسکی ایمان کی جڑ دلمیں خوب نہیں بیٹھی اور وسکی شاخیں تمام اعضا میں نہیں پہیلیں اور نہ اوسکو ابہی کچھہ پہل لگا ہی

عند ظهور ملك الموت ويخاف عليه الزوال وانما يثبت في القلب اصل الايمان وانما ينتشر فرعه

تو وہ جب ملک الموت آویگا قائم نہیں رہیگا ور اوسپر زوال کا ڈر ہی دل کی اندر ایمان کی جڑ جب خوب بیٹھتی ہی ور اوسکی شاخیں

في الاعضاء وانما يظهر ثمرة فيها اذا سقى بماء الطاعات على توالي الايام والساعات حتى يرسخ

اعضا کی اندر جب پہیلتی ہیں اور پہل ایمان کا جب ہی لگتا ہی کہ طاعات کی پانی سی ہمیشہ ہر وقت رات دن سیراب کرتا ہی تاکہ وسکی جڑ محکم

ويثبت وينتشر فروعه ويظهر ثمره وهذا امر لا يظهر الا عند الخاتمة واصل ذلك على ما ثبت

و ثابت ہو کر اوسکی شاخیں پہیلیں اور اوسکو پہل لگیں یہہ حال وقت خاتمہ ہی معلوم ہو سکتا اور اصل اسکی جیسی کہ

في العلوم العقلية ان تكرار الافعال سبب لحصول الملكة الراسخة في النفس فمن اصرّ على

علوم عقلی میں ثابت ہو چکا یہہ ہی کہ ہر فعل بار بار کرنی سی نفس میں خوب کامل ہو جاتا ہی پہر جو شخص گناہوں پر

الذنوب يحصل في قلبه الفها وجميع ما الفه الانسان في عمره يعود ذكره عند موته فان كان

اصرار کرتا ہی اوسکی دلمیں محبت گناہوں کی پیدا ہو جاتی ہی اور انسان کی تمام محبوب چیزیں عمر بہر کی موت کی وقت یاد آتی ہیں پہر اگر اس شخص کو

ميله الى الطاعات اكثر يكون اكثر ما يحضره عند الموت ذكر الطاعات وان كان ميله الى المعاصي

رغبت طاعات کی زیادہ ہی تو اکثر اسکو موت کی وقت طاعات یاد آوینگی اور اگر اسکو رغبت گناہوں کی

اكثر يكون اكثر ما يحضره عند الموت ذكر المعاصي وربما تقبض روحه عند غلبة شهوة من الشهوات

زیادہ ہی تو پہر موت کی وقت اکثر وہ ہی گناہ یاد آوینگی پس بعضی وقت مرد یک غلبہ کسی شہوت کی شہوتوں میں سی

او معصية من المعاصي فيتقيد قلبه بها ويصير سببا لسوء خاتمته واما الذي غلبت ذنوبه

یا کسی گناہ کی گناہوں میں سی اوسکی جان نکل جاتی ہی اور اوسکا دل اوسمیں لگا رہتا ہی یہہ ہی سبب اوسکی خاتمہ بد کا ہو جاتا ہی اور جس شخص کی گناہ بہت

وكانت اكثر من طاعاته ولم يتب عنها بل كان مصرا عليها وقلبه فرحا بها فهذا الخطر في حقه

اور طاعات سی زیادہ ہوں اور توبہ کی نہو بلکہ گناہوں پر اڑا رہا اور اوسکا دل اوسہی میں خوش رہا تو ایسی شخص کی حق میں اسکا

عظيم اذ قد يكون غلبة الالف سببا لان يتمثل صورة معصية في قلبه ويميل اليها نفسه

بڑا اندیشہ ہی اسواسطی کہ بعضی وقت مارے غلبۂ محبت کی صورت گناہ کی اوسکی دلمیں بندہ جاتی ہی ور اوسکا دل ادہر کو مایل ہوتا ہی

وتقبض عليها روحه فذلك هو سوء الخاتمة واما الذي لم يرتكب ذنبا اصلا او ارتكب لكن

اور وہیں جان نکل جاتی ہی سو خاتمہ بد یہی ہی وجس شخص کوئی ہرگز گناہ نہیں کیا یا گناہ تو کیا پہر

تاب وهو بعيد عن هذا الخطر فعلى هذا يجب على كل مسلم بعد ما قال لا اله الا الله اذا عاوجب

توبہ کرلی سو وہ اس اندیشہ سی محفوظ ہی پس اسبات کی موافق ہر مسلم پر جو لا اله الا الله کہی واجب ہی کہ خوف طاعات

وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوَىٰ فَإِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَأْوَىٰ فالسعيد من يخالف هواه ويطيع مولاه والشقي
اور روکا جی کو چاؤ سی　سو بہشت ہی ہی ٹھکانا　پس نیک بخت وہی ہی جو اپنی خواہش کی مخالفت کرکر ہی صاحب کی طاعت کری اور بدبخت

من يتبع هواه ويخالف مولاه فان اتباع الهوى سم قاتل من سموم الدين يفضي الى الهلاك
وہی کہ اپنی خواہش کی پیچھی لگا ہی اور اپنی صاحب کی مخالفت کری بیشک اتباع نفس کی زہر قاتل ہی دین کی زہروں میں سی ہمیشہ کی واسطی مار ڈالتا ہی

الابدي يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَلَا بَنُونَ إِلَّا مَنْ أَتَى اللَّهَ بِقَلْبٍ سَلِيمٍ فالخائف من الهلاك في هذه
جس دن کام آوی کوی مال　نہ بیٹی　مگر جو کوی آیا اللہ پاس لیکر دل چنگا　پس جو شخص ڈرتا ہی موت سی　اس

الدنيا الفانية اذا كان يجب عليه في كل حال الاحتراز عن السموم وما نظيره من المهلكات فالخائف
دنیا فانی میں　اوسپر واجب ہی کہ ہر وقت ہمیشہ　زہروں سی　اور تمام مہلکات سی بچتا رہی　سو جسکو ہلاک

من الهلاك الابدي اولى ان يجب عليه في كل حال الاحتراز عن المعاصي التي هي سموم الدين فان
ابدی کا خوف ہو تو اوسکو تو ضرور بر واجب ہی کہ ہر وقت گناہوں سی بچتا رہی کہ وہ دین کی حق میں زہر ہیں بیشک ان زہروں سی

المخوف من هذه السموم فوات الآخرة الباقية التي ليس اضعاف اعمار الدنيا عشر عشر مدتها
یہہ ہی اندیشہ ہی کہ آخرت فوت ہو جاوی جو ہمیشہ کو باقی ہی　اور کئی کئی بار دنیا کی عمرین　اوسکی سوئیں حصہ کو نہیں ملتی

اذ ليس لمدتها آخر وغاية وفيها النعيم المقيم والملك العظيم وفي فواتها نار الجحيم والعذاب الاليم
کیونکہ آخرت کی مدت کا انتہا اور آخر نہیں ہی اور اوسمیں نعمتیں دائمی　اور ملک بڑا　اور اوسکی فوت ہونی میں دوزخ کی آگ ہی اور عذاب دردناک

فالبدار البدار الى التوبة والاستغفار قبل ان تعمل سموم الذنوب في روح الايمان ولا ينفع بعده
پس جلدی کرو جلدی　طرف توبہ　اور استغفار کی　پہلی اس سی کہ گناہوں کا زہر ایمان کی روح میں اثر کری　پھر نہ تو پرہیز فائدہ کریگا

الاحتماء ولا علاج الاطباء ولا نصح الناصحين ولا وعظ الواعظين ويحق عليه القول انه من
بعد اوسکی　اور نہ علاج طبیبوں کا　اور نہ نصیحت ناصحوں کی　اور نہ وعظ واعظوں کا　اور اوسپر یہہ ہی قول ثابت ہو جائیگا کہ یہہ

الكافرين ويدخل تحت عموم قوله تعالى إِنَّا جَعَلْنَا فِي أَعْنَاقِهِمْ أَغْلَالًا فَهِيَ إِلَى الْأَذْقَانِ فَهُمْ مُقْمَحُونَ
کافر ہی　اور اس قول عام کی بیچ داخل ہو جاویگا　ہم نی ڈالی ہیں　اونکی گردنوں میں طوق　سو وہ ہیں ٹھوڑیوں تک سو اونکی سر اُلل رہی ہیں

ولا يغرنك لفظ الايمان وتقول المراد به الكافرون اذ قد جاء في الحديث ان الزاني لا يزني وهو مؤمن
اور ایمان کی لفظ سی گھمنڈ میں نہ آنا کہ تو کہنی لگی آیت میں مراد کافر ہیں　اسواسطی کہ حدیث میں یہہ آیا ہی نہیں بدکار زنا کری　اور مؤمن بھی ہو

وانه عليه الصلوة والسلام ما اراد به نفي الايمان الذي هو العلم بالله وملئكته وكتبه ورسله
کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی یہہ مراد نہیں ہی کہ وہ ایمان جو　علم ہی اللہ تعالی کا اور اوسکی فرشتوں کا اور اوسکی کتابوں کا اور اوسکی رسولوں کا سلب ہو جاتا ہی

فان هذا الايمان لا ينافيه الزنا وسائر الذنوب بل اراد نفي الايمان الذي هو العلم بكون الزنا و
کیونکہ یہہ ایمان تو　نہ منافی زنا کا ہی　اور نہ منافی تمام اور گناہوں کا　بلکہ مراد یہہ ہی کہ وہ ایمان کہ جس سی جانتا تھا کہ زنا اور

سائر الذنوب مبعدا عن الله تعالى وموجبا للمقت فالمحجوب عن هذا الايمان الذي هو فرع
تمام گناہ اللہ تعالی کی درگاہ سی دور کرتی ہیں　اور باعث ملامت کا ہیں　وہ جاتا رہتا ہی　سو جو شخص اس فرعی ایمان سی محجوب ہوا

سيحجب في الخاتمة عن الايمان الذي هو اصل حتى قال بعض العلماء قول العاصي للمطيع انا
تو گیا البتہ ہی کہ خاتمہ کی وقت اصل ایمان سی بھی محجوب ہو جاوی　بعضی علماء نی کہا ہی　کہ عاصی کا یہہ کہنا　مطیع سی کہ میں بھی

مؤمن كما انت مؤمن بمنزلة قول شجرة القرع لشجرة الصنوبر انا شجرة كما انت شجرة وما احسن
ویسا ہی مؤمن ہوں جیسا تو مؤمن ہی ایسا ہی کہ کدو کی درخت نی　صنوبر سی کہا　میں بھی ویسا ہی درخت ہوں جیسا تو درخت ہی پھر صنوبر نی

ماقالت شجرة الصنوبر لها فی الجواب انك ستعرفین حالك اذا عصفت ریاح الخز
کیا ہی خوب جواب دیا　تو آپ ہی اپنا حال دیکھ لیگا　جب آندھیاں خزاں کی چلیں گی
انقلعت اصولك وانتثرت اوراقك فعند ذلك ینكشف غرورك بمجرد مشاركتك ایا
تیری جڑ اوکھڑ جاوی گی　اور تیری پتی جھڑکر بکھر جاویگی　تب تیرا یہہ گھمنڈ کھل جاویگا　کہ نام مین تو بھی میرا شریک ہی
اسم الشجر مع الغفلة عن اسباب ثبات الاشجار فكذا العاصی سیعرف حاله اذا عصفت
درخت کہلاتا ہی یہہ تجھکو خبر ہی نہین کہ درخت کیونکر قایم رہتی ہین　سو ایسی ہی عاصی گنہگار جلد اپنی حال سی واقف ہوجاویگا جب موت کی
ریاح الاجل وظهرت سكرات الموت فعند ذلك ینكشف غروره بمجرد مشاركته للمطیع فی
آندہی چلی گی　اور موت کی سکرات پیدا ہونگی　تب کھل جاویگا تمام غرور　کہ نام کو　مطیع کی طرح
اسم المؤمن مع الغفلة من اسباب ثبات الایمان وهذا امر یظهر عند الخاتمة حتی قال بعض
مؤمن کہلاتا تھا　بیخبری مین　کہ ایمان کس بات سی قایم اور ثابت رہتا ہی اور یہہ حال　خاتمہ کی وقت کھل جاتا ہی　اتنا کہ بعضی
العارفین اذا ظهر ملك الموت للعبد یعلم ذلك العبد انه لم یبق من عمره شئ فیبدو له حینئذ
عارف کہتی ہین جب موت کا فرشتہ آدمی کی پاس آتا ہی تو جب وہ آدمی خبردار ہوتا ہی کہ میری عمر کچھ باقی نہین رہی　اب اوسکو اسقدر
من الحسرة والندامة. لو كانت له من الدنیا بجملتها لكان یبذلها لیضم الی عمره ساعة حتی
حسرت　اور ندامت پیدا ہوتی　کہ اگر اوسکی قبضہ مین تمام دنیا ہوتی　تو بیشک خرچ کر دیتا تا کہ اوسکی عمر مین ایک گھڑی زیادہ ہوجا
یتدارك تفریطه ولا یجد الی ذلك سبیلا فیتجرع غصة الیاس عن التدارك وحسرة الندامة
کہ اپنی افراط تفریط کا عوض کرلی سو اوسکا کوئی سبیل نہو سکیگا　سو خوف کی گھونٹ گلا پکڑتی ہوئی تدارک سی لاچار ہوکر پیتا رہیگا
علی تضییع العمر فی مایضره ولا ینفعه فیجعل روحه یتغرغر فیغلق عنه باب التوبة فیبقی فی
عمر بیکار کھو کر ایسی کاروبار مین جو ضرر پہنچاوین اور کچھ فائدہ نہ دین　پھر اوسکی جان نکلنی کو گلی مین آوازکری گی اور دروازہ توبہ کی بند ہوجاویگا پھر
الحسرة والندامة ولذلك قیل ولیست التوبة للذین یعملون السیئات حتی اذا حضر احدهم
حسرت اور ندامت ہی رہ جاوی گی اسیلئی کہا گیا ہی　اور اونکی توبہ نہین　جو کرتی جاتی ہین بری کام　جبتک سامنی آوی ایسی کیکو
الموت قال انی تبت الآن وانما التوبة علی الله للذین یعملون السوء بجهالة ثم یتوبون من
موت　کہنی لگا　مین نی اب توبہ کی　توبہ قبول کرنی اللہ کو ضرور سو اونکی جو عمل کرتی ہین　برا　نادانی سی　پھر توبہ کرتی ہین
قریب والمراد بالقرب قرب العهد بالمعصیة بان یندم علیها ویمحو اثرها بحسنة یردفها بها قبل
شتاب سی　اور مراد قرب سی　نزدیک زمانہ گناہ کا ہی　یعنی گناہ کرتی ہی اوسپر شرمندہ ہوکر اوسکا نشان مٹاوی نیکوئی سی کہ اوسکی ساتھ ہی عمل کری
ان یتراكم ظلمتها علی القلب فلا یقبل المحو ولذلك قال النبی علیه الصلوة والسلام اتبع السیئة
اس سی پہلی کہ اوسکی تاریکی دل پر پھیلجاوی کہ پھر وہ تاریکی　ہرگز نہ جاوی گی　اسیلئی فرمایا ہی نبی　علیہ　الصلوة والسلام نی　برائی کی ساتھ
الحسنة تمحها وقال لقمان لابنه یابنی لا تؤخر التوبة فان الموت تاتی بغتة فمن ترك المبادرة
نیکوئی کرکہ وہ نیکوئی اوسکو مٹاویگی اور لقمان نی اپنی بیٹی سی کہا　ای بچہ توبہ مین دیر نکرنا　کیونکہ موت　چانچک آجاتی ہی　سو جسنی جلدی نہ کی توبہ کی
الی التوبة بالتسویف قد یعاجله الموت فلا یجد مهلة للاشتغال بالمحو ولذلك ورد فی الخبر
اور دیر کرتا رہا　کبہی جلدی موت اوسکو آلیتی ہی　پھر اوسکو اتنی فرصت نہین ملتی کہ توبہ کری　اسیلئی　حدیث مین آیا ہی
عن ابن عباس انه علیه الصلوة والسلام قال هلك المسوفون والمسوف من یقول سوف اتوب
ابن عباس کی روایت سی کہ فرمایا نبی علیہ الصلوة والسلام نی　ہلاک ہوئی مسوّف یعنی دیر کرنیوالی　اور مسوّف وہ ہوتا ہی جو یہہ کہا کری ان اب توبہ کرونگا

دھو

وهو هالك لانه بنى الامر على البقاء الذى لم يفوض اليه ولعله لا يبقى وان بقى
اور وہ شخص ہلاک ہوتا ہی کیونکہ اوسنے کام کی بنیاد بقا پر رکھتا ہی جو کہ اوسکی سپرد نہیں ہی اور شاید کہ وہ باقی نہ رہی ۔ اور باقی بھی رہا تو جیسے

الذنب اليوم لا يقدر على تركه غدا لان عجزه عن الترك فى الحال ليس الا لغلبة الشهوة عليه
یعنی توبہ نہیں کرتا کل بھی نہ چھوڑ سکی ۔ کیونکہ اوسنے غلبہ شہوت کا مارا توبہ نہیں کرتا ۔ تو شہوت تو اوس سی

بل تضاعف وتتأكد بالاعتياد فليست الشهوة التى اكدها الانسان بالاعتياد كالشهوة التى لم
بلکہ بڑھتی جاویگی ۔ اور زیادہ عادت ہوتی جاوےگی سو وہ شہوت جسکی آدمی نے خوب عادت کرلی ہی ایسی نہیں ہوتی جسکی عادت نہیں کی

وعن هذا قيل هلك المسوفون فانهم يظنون ان بين المتماثلين فرقا ولا يدرون ان الايام متشابهة
اسی لئی کہتی ہیں کہ دیر کرنیوالی جاتی رہی ۔ کیونکہ یہ لوگ یہ خیال کرتی ہیں کہ دو نظیروں میں فرق ہی ۔ اور یہ نہیں سمجھتی کہ دن تمام ایک سی ہیں

كون ترك الشهوات شاقا فيها ابدا فعلى العاقل ان يبادر بالتوبة اذا صدر منه شئ من المنهيات
شہوات کا ترک کرنا ہمیشہ دشوار ہی ۔ سو عاقل کو لازم ہی کہ جلد توبہ کری ۔ جب اوس سی کوئی گناہ صادر ہو

لان من عصى الله تعالى فى شئ منها ولم يتب عنه على الفور يكون من الظلمين لقوله تعالى ومن
کیونکہ جو شخص نافرمانی کرتا ہی اللہ تعالی کی کسی بات میں ۔ اور فورًا توبہ نہیں کرتا ۔ تو وہ ظالم ہی ۔ واسطی ارشاد الہی کی ۔ اور جو

لم يتب فاولئك هم الظلمون والتوبة عبارة عن معنى يحصل من امور ثلثة علم وحال وقصد
توبہ نہیں کرتا وہ ہی لوگ ہیں ظالم ۔ اور توبہ ایک کیفیت ہی جو پیدا ہوتی ہی ۔ تین چیز و سی ۔ علم اور حال اور قصد

اما العلم فهو معرفة عظم ضرر الذنوب وكونه حجابا بينه وبين محبوبه واما الحال فهو الندم ومعنى
علم تو یہ یقین کرنا کہ معصیت میں بڑا ہی ضرر ہی ۔ اور محبوب سی پردہ میں ڈالدینا ہی ۔ اور حال سی مراد شرمندگی ہی ۔ اور معنی

الندم تألم القلب وتحزنه عند شعوره بفوات محبوبه واما القصد فهو ارادة التدارك وله تعلق
شرمندگی کا یہ ہی کہ دل کو نہایت الم اور حزن پیدا ہو جب یہ سمجھی کہ میرا محبوب اب فوت ہوا ۔ اور قصد ۔ ارادہ کرنا عوض کا ہی ۔ اور توبہ متعلق

بالحال والاستقبال والماضى اما تعلقه بالحال فهو ترك كل محظور هو ملابس به واداء كل فرض
زمانہ حال اور استقبال ۔ اور ماضی سی ۔ پھر توبہ کو حال سی یہ لگاؤ ہی ۔ کہ ترک کری ہر گناہ کو جسمیں مبتلا ہی ۔ اور ادا کری ہر فرض کو

هو متوجه عليه واما تعلقه بالاستقبال فهو دوام فعل الطاعات وترك المنهيات الى اخر
جو اوسکی ذمہ پر ہی ۔ اور زمانہ مستقبال سی یہ علاقہ ہی ۔ کہ آیندہ کو ہمیشہ تمام عمر طاعات میں مصروف رہی اور معاصی سی بچتا رہی

العمر واما تعلقه بالماضى فهو تداركه ما فرط فيه وطريق التدارك ان ينظر الى الطاعات ما ترك
اور زمانہ ماضی سی یہ علاقہ ہی کہ تمام قصوروں کا عوض کری جو زمانہ ماضی میں گذری ہیں اور طریقہ تدارک کا یہ ہی کہ طاعات میں غور کر کر دیکھی کیا کیا

منها والى المعاصى ما فعل منها فان كان ترك شيأ من الطاعات تداركه بالقضاء فاذا قضى ما عليه
چھوٹی ہیں اور معاصی میں تامل کری کہ کیا کیا عمل کئی ہیں پھر اگر اوسی کوئی طاعت ترک کی ہی ۔ تو اوسکا تدارک قضا کر کر کری ۔ پھر جب تمام فرائض

من الفرائض والواجبات ينظر فى معاصيه فما كان منها بينه وبين الله تعالى يكفى فيه الندم بالقلب
اور واجبات اپنی ذمہ کی ادا کرچکی تو اپنی معاصی میں غور کری معاصی میں جو جو صرف حق اللہ ہیں تو اوسمیں فقط دل ہی سی شرمندہ ہونا

والاستغفار باللسان والعزم على ان لا يعود اليه ابدا واما حقوق الخلق فما علم صاحبه يرده اليه
اور زبان سی استغفار کر لینی کافی ہی اس عزم سی کہ پھر کبھی ایسی حرکت ہرگز نہ کرونگا ۔ اور حقوق العباد میں سی جسکا مالک معلوم ہو تو اوسکا حق اوسکو ادا کردی

ان كان من الحقوق المالية وان كان من الحقوق الغير المالية يستحل منه وان لم يجعل فى حل
اگر حق مالی ہو ۔ اور اگر وہ حق مالی نہو تو ۔ اوس سی معاف کرادی ۔ اور اگر وہ معاف نہ کریگا تو اوسکی ذمہ وبال رہیگا

عليه مظلمة فعليه ان يحسن اليه ويسعى في مهماته حتى يستميل به قلبه اليه ويجعله في
اب اسکو یہ لازم ہی کہ اوسکی ساتھ بھلائی سی پیش آوی اور اوسکی کار و بار میں کوشش کری تاکہ اوسکا دل اوسپر نرم ہوجا اور معاف

حل فان الانسان عبيد الاحسان وقد روي عن ابن مسعود رضي الله عنه انه عليه الصلوة والسلام قال
کردی کیونکہ انسان احسان کا بندہ ہوتا ہی اور ابن مسعود سی روایت ہی کہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام نی فرمایا ہی

جبلت القلوب على حب من احسن اليها وعلى بغض من اساء اليها فكل من نفر قلبه بسيئة
عادت ہی دلوں کی کہ اپنی محسن کی دوست خیرخواہ ہوتی ہیں اور اپنی آزار رساں کی بدخواہ ہوتی ہیں پھر جسکا دل اوسکی بدی کی سبب سی بیزار ہوگیا ہی

بطيب قلبه بحسنة فاذا طاب قلبه بكثرة الاحسان اليه والسعي في مهماته يؤمل ان يجعله
تو بھلائی سی خوش ہوجاتا پھر جب اوسکا دل اسے کثرت احسان کی اور اپنی کار و بار میں ساعی ہونے کی سبب خوش ہوگا تو امید ہی کہ اوسکو

في حل وان ابى الا الاصرار يكون احسانه اليه وسعيه في مهماته من جملة حسناته التي يمكن
معاف کردیگا اور اگر وہ معافی سوای نہ مانی تو اوسکی بھلائیاں اوسکی ساتھ اور اوسکی کوشش اوسکی کاروبار میں یہ بھی اوسی حساب میں کہ ممکن ہی

ان يجبر بها جنايته يوم القيمة فينبغي ان يكون قدر سعيه في فرحه وسرور قلبه بالاحسان اليه
کہ قیامت کی دن اوسکی خطا کا بدلہ ہو جاوین اسوا لی سب ہی کہ اوسکی خوشی اور دل راضی کرنی میں احسان سی

والسعي في مهماته كقدر سعيه في ايذائه حتى اذا قاوم احدهما الاخر او زاد عليه يأخذ ذلك منه
اور کار و بار میں سعی کرنی سی اتنی محنت اوٹھاوی کہ جتنی اوسی تکلیف دی تھی یہاں تک کہ اگر دونوں برابر کیجاویں تو اوسکی محنت برابر نکلی یا زیادہ ٹھہرا کہ وہ اپنا اوس کی

عوضا يوم القيمة وان غاب صاحب الحق او مات وعجز الظالم عن الاستحلال منه في الحقوق الغير
قیامت کی دن بدلہ لیلی اور اگر وہ حق والا غایب ہو یا مرگیا ہو اور ظالم اوسی معاف نہیں کرا سکتا حقوق غیر مالیہ کو

المالية او كان فقيرا غير قادر على التصدق بمقدار ما عليه من الحقوق المالية يجب عليه ان
یا ظالم مفلس ہو قدرت نہیں ہی کہ جتنا اوسکی ذمہ پر اسکا حق مالی ہی اوسکی بدلہ خیرات کرسکی تو اب اسپر یہ واجب ہی

يكثر ما قدر عليه من الاعمال الصالحات ويستغفر لمن ظلمه من المؤمنين والمؤمنات في اكثر
کہ نیک اعمال بہت کیا کری اور ہر وقت مظلوم کی حق میں دعا مغفرت کی کیا کری مومن ہو وہ مظلوم یا مومن عورت

الاوقات فانه اذا فعل كذلك يرجى من فضل الله تعالى وكرمه ان يرضي خصمه يوم القيمة لما روي
جب اس ظالم نی یہ عمل کیا تو خدا تعالی کی فضل اور کرم سی امید ہی کہ اوسکی مدعی کو قیامت کی دن راضی کردیگا کیونکہ روایت ہی

عن ابي هريرة انه قال بينما رسول الله صلى الله عليه وسلم جالس اذ ضحك حتى بدت ثناياه
ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سی کہ ایک وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھی ہوئی تھی چانچک اتنا ہنسی کہ دندان مبارک نظر آنی لگی

فقيل له مم تضحك يا رسول الله قال رجلان من امتي جثيا بين يدي رب العزة فقال احدهما
کسیی نی پوچھا کیوں ہنسی ہو یارسول اللہ فرمایا دو شخص میری امت کی سامنی رب العزت کی آبیٹھی ایک نی کہا

يا رب خذ لي مظلمتي من هذا فقال الله تعالى اعط اخاك مظلمته فقال يا رب لم يبق من
یا الٰہی میرا بدلہ اس سی لیدی اللہ تعالی نی فرمایا کہ اپنی ساتھی کا حق ادا کردی اوسنی عرض کیا یا الٰہی میری حسنات میں سی

حسناتي شيء فقال الله تعالى ما تصنع باخيك لم يبق من حسناته شيء فقال يا رب فليحمل
تو کچھ نہیں رہا پھر اللہ تعالی نی فرمایا اب تو کیا کریگا اپنی بھائی کی ساتھ کہ اوسکی حسنات میں سی کچھ باقی نہیں رہا پھر عرض کیا یا الٰہی تو میری گناہ

عني من اوزاري ففاضت عينا رسول الله صلى الله عليه وسلم ثم قال ان ذلك اليوم ليوم
اوسپر رکھدی پھر بہ پڑیں دونوں آنکھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پھر فرمایا بیشک یہہ وہ دن ہی کہ دن

يحتاج الناس فيه الى ان يحمل عنهم اوزارهم ثم قال فيقول الله تعالى للطالب حقه ارفع بصرك فانظر
یہہ حاجت ہوگی آدمیوں کو کہ اونکی گناہ اوتہ پر چڑھاویں پہر فرمایا کہ پہر اللہ تعالی یہہ فرماویگا اوسکو جو حق مانگتا تہا اپنی آنکہہ اوٹھاکر
الى الجنان فيرفع بصره فيرى من الخير والنعمة ما يعجبه فيقول لمن هذا يا رب فيقول لمن يعطيني
بہشت کی طرف تو دیکہہ پہر وہ اپنی آنکہہ اوٹھاکر ایسی خیر اور نعمتیں دیکہیگا کہ اوسکو بہت پسند آویگی تو پوچہیگا یا رب یہہ کسکی لئی ہیں اللہ فرماویگا جو شخص اسکی قیمت دیگا
فيقول من يملك ثمنه فيقول انت فيقول بماذا يا رب فيقول بعفوك عن اخيك فيقول قد عفوت عنه يا رب
وہ عرض کریگا اسکی قیمت کی کسکو طاقت ہی فرماویگا تجہکو ہی وہ عرض کریگا کسطرح یا رب اللہ تعالی فرماویگا تو عرض معاف کر اپنی بہائی سی پہر وہ عرض کریگا الہی میں نی اوسکو معاف کیا
فيقول الله تعالى خذ بيد اخيك فادخله الجنة هذا اذا لم يكن صاحب الحق كافرا واما اذا
پہر اللہ تعالی فرماویگا اپنی بہائی کا ہاتہہ پکڑ کر جنت میں لیجا یہہ کیفیت جب ہی کہ مدعی کافر نہو اور اگر
كان كافرا يكون الامر مشكلا جدا لانه لعدم استحقاقه لدخول الجنة لا يوجد طريق
مدعی کافر ہوگا تو پہر بڑی مشکل کی بات ہی کیونکہ نہ تو وہ کافر قابل دخول جنت کی ہی اوسکی راضی کرنیکا کوئی طریقہ نہیں ہی
لارضائه ولا لاعطاء ثواب المؤمن اليه ولا لتحميل اثم الكفر على المؤمن ولا يرجى منه العفو
اور نہ مؤمن کا ثواب اوسکو دی سکتی ہیں ورنہ اوسکا کفر کا گناہ مؤمن پر ڈال سکتی ہیں اور معافی کی بہی کافر سی امید نہیں ہی
فيكون خصومته اشد وكذا اذا كان الحق للبهائم بان ضربها بغير ذنب او ضرب وجهها
سو کافر کی خصومت بڑی سخت ہی اور ایسی ہی جب بہایم کا حق ہوگا کہ اوسکو بی خطا مارا ہو یا خطا ہی پر اوسکی چہرہ پر مارا ہو
بذنب او حملها فوق طاقتها او لم يتعاهد علفها وماءها تكون خصومتها يوم القيمة اشد
یا اوسکی طاقت سی زیادہ لادا ہو یا اوسکی چارہ پانی کی خبر لی ہو تو اوسکی بہی خصومت قیامت کی دن بڑی سخت ہوگی
اذ لا ذنب لها فيحمل عنها ذنبها وليست اهلا لاخذ الحسنات فتعين العقاب المجلس
اسلئی نہ بہایم خطادار ہوتی ہیں کہ اونکی گناہ اسکی ذمہ پر ڈالدیں اور نہ وہ اس لائق ہی کہ حسنات اوسکو دیدیں پہر عذاب ہی قایم رہا

الثالث عشر في بيان اخلاص التوحيد سبب لحرمة النار قال رسول الله

تیرہویں مجلس اس بیان میں کہ توحید اخلاص دل سی دوزخ کی آگ حرام کردیتی ہی فرمایا رسول اللہ
صلى الله عليه وسلم ما من احد يشهد ان لا اله الا الله وان محمدا رسول الله صدقا من قلبه
صلی اللہ علیہ وسلم نی جو کوئی یہہ گواہی دی کہ نہیں کوئی معبود سوا اللہ کی اور بیشک محمد اللہ کی رسول ہیں سچی دل سی
الا حرمه الله على النار هذا الحديث من صحاح المصابيح رواه معاذ بن جبل وظاهره يقتضي
حرام کردیگا اللہ تعالی اوسکو آگ پر یہہ حدیث مصابیح کی صحیح حدیثوں میں سی ہی معاذ بن جبل کی روایت سی ظاہر معنی اسکی یہہ ہیں
ان لا يدخل النار كل من يأتي بكلمتي الشهادة وان لم يمتثل بالاوامر ولم ينته عن النواهي وليس
کہ دوزخ میں نہ جاویگا جو شخص کلمہ شہادت کا پڑہتا ہی اگرچہ اوامر کو بجا نہ لاوی اور مناہی سی باز نرہی اور حقیقت میں
كذلك لان معناه ان كل من يشهد بوحدانية الله تعالى وبرسالة رسوله ويجري على موجب
یہہ نہیں کیونکہ اسکی معنی یہہ ہیں کہ جو شخص اللہ کی وحدانیت اور رسول کی رسالت کی گواہی دیتا ہی اور اپنی
شهادته بامتثال الاوامر واجتناب النواهي حرمه الله تعالى على النار يشير الى هذا المعنى
شہادت کی رستہ پر چلا جاتا ہی اوامر پر عمل کرکر اور منہیات سی اجتناب کرکر اوسکو اللہ تعالی آگ پر حرام کردیگا ان معنوں کا اشارہ ہی
قوله عليه الصلوة والسلام صدقا من قلبه لان الشهادة اذا كانت عن صميم القلب
اس حدیث میں اس لفظ سی کہ سچی دل سی کیونکہ گواہی جب سچی ارادہ دل سی ہوتی ہی

یتوجہ العبد الی طلب رضی مولاہ بامتثال الاوامر واجتناب النواھی واذا لم یمتثل بالاوامر ولم
تو آدمی اپنی مولی کی رضامندی تلاش کرتا ہی اوسکی حکم کو بجا لاکر اور منع سی باز رہکر اور اگر اوسکی حکم پر عمل کیا اور منع

ینتہ عن النواھی یکون شہادتہ بمجرد اللسان لاعن قلب واعتقاد لان اللسان ترجمان القلب
روکی سی رکا تو اوسکی وہ گواہی صرف زبانی ہی دل اور اعتقاد سی نہیں ہی اسلئی کہ زبان دل کا اظہار کرنیوالی ہی

والاعضاء شہود علی ما یدعیہ الانسان باللسان فمن ادعی بلسانہ الایمان اذا استعمل
اور ہاتھ پانو وغیرہ اعضاء گواہ ہیں انسان کی زبانی دعوی پر پس جو شخص اپنی زبان سی ایمان کا دعوی کری اور وہ اپنی ارکان کو

ارکانہ علی ما یقتضیہ الایمان یکون صادقا فی دعواہ ویثبت ما ادعاہ واذا لم یستعمل ارکانہ
ایمان کی مطابق برتتا ہی تو وہ شخص اپنی دعوی مین سچا ہی اور اوسکا دعوی ثابت ہی اور اگر اوسنی اپنی ارکان ایمان کی

علی ما یقتضیہ الایمان لایکون صادقا فی دعواہ ولایثبت ما ادعاہ وظہر من ھذا ان ما یجری
مطابق استعمال نکی تو وہ اپنی دعوی میں سچا نہین ہی اور نہ اوسکا دعوی ثابت ہی اس سی معلوم ہوا کہ جو زبان سی کہا کرتی ہین

علی اللسان قد لایکون عن قلب واعتقاد وان کان صادقا فی الواقع کقول المنافقین لرسول اللہ
بعضی وقت وہ بات دل اور اعتقاد سی نہین ہوتی اگرچہ واقع مین سچی ہو جیسی قول منافقوں کا رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم نَشْہَدُ اِنَّکَ لَرَسُوْلُ اللّٰہِ فان قولہم ھذا کان صدقا فی الواقع بدلیل قولہ تعالی
صلی اللہ علیہ وسلم سی ہم گواہی دیتی ہین کہ بیشک تم اللہ کی رسول ہو تو یہہ قول اونکا واقع میں سچا ہی اس دلیل سی کہ اللہ تعالی فرماتا ہی

وَاللّٰہُ یَعْلَمُ اِنَّکَ لَرَسُوْلُہٗ لکن لما لم یکن عن قلب واعتقاد کذبہم اللہ تعالی بقولہ وَاللّٰہُ یَشْہَدُ اِنَّ
اللہ جانتا ہی کہ تو بیشک اللہ کا رسول ہی لیکن چونکہ وہ موافق اپنی دل اور اعتقاد سی نہین کہتی تھی تو اللہ تعالی نی اونکو جھٹلایا اور اللہ گواہی دیتا ہی

الْمُنٰفِقِیْنَ لَکٰذِبُوْنَ وسبب ذلک ان الشہادۃ علی ما ذکر فی الصحاح خبر قاطع ولھذا شرط فی
کہ منافق بیشک جھوٹھی ہین اور اسکا سبب یہہ ہی کہ شہادت موافق قول صاحب صحاح لغت کی خبر یقینی کو کہتی ہین اسیلئی گواہوں میں

الشاھد ان یشہد بشیء ثابت عندہ بیقین کما قال النبی علیہ الصلوۃ والسلام اذا علمت مثل
یہہ شرط ہی کہ گواہی تب دیا کرین جبکہ وہ شی اونکی نزدیک یقینی ثابت ہو چنانچہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام نی فرمایا ہی جب تجھکو آفتاب کی مثال

الشمس فاشہد فمن شہد بشیء غیر ثابت عندہ بیقین یکون کذبا وان کان صدقا فی الواقع
ظاہر معلوم ہو تو گواہی دے پہر جو شخص ایسی مقدمہ کی جو اوسکی نزدیک یقینا ثابت نہین ہی گواہی دی تو وہ جھوٹھا ہوگی اگرچہ واقع مین سچی ہو

ولذلک اعتبر فی الحدیث کونہ صدقا ناشیا عن مرکزہ ومنبعہ الذی ھو القلب لیظہر
اسیہی واسطی حدیث مین یہہ اعتبار کیا ہی کہ وہ خبر سچی اپنی مرکز اور منبع سی پیدا ہوئی ہو کہ وہ دل ہی تاکہ اوسکا اثر

اثرہ فی الاعضاء فعلی ھذا کل من ینطق بکلمتی الشہادۃ یدعی حصول علم الیقین عندہ
اعضا مین آوی اس تقریر کی موافق جو شخص کلمی شہادت کی پڑہتا ہی تو وہ دعوی کرتا ہی کہ مجھکو اونکی معنی یقینا معلوم ہین

بمعناھما واذا لم یکن عندہ العلم بمعناھما لایکون صادقا فی دعواہ ولایتحقق ما ادعاہ فکیف
اور اگر اوسکو اونکی معنی معلوم نہوں تو وہ اپنی دعوی مین سچا نہین ہی اور نہ اوسکا دعوی ثابت ہی پہر

یکون مؤمنا فان النطق بہما من غیر فہم معناھما لایکفی فی حصول حقیقۃ الایمان
وہ مؤمن کیونکر ہوگا اسلئی کہ زبانی پڑہنی سی بدون معلوم کرنی معنوں کی حقیقت ایمان کی کبہی حاصل نہین ہوتی

بل لابد لحصول حقیقۃ الایمان ان یکون النطق بہما مع فہم معناھما لان جمیع ما یجب
بلکہ ضروری ہی واسطی حاصل کرنی حقیقت ایمان کی کہ دونو کلمی اونکی معنی سمجھ کر زبان سی پڑہی اسلئی کہ مکلف پر جو جو عقائد

على المكلف معرفته من عقائد الايمان و في حقه تعالى وحق رسله مندرج فيهما لان الكلمة الاولى
کہ مکلف پر جو جو عقاید ایمان سے ہیں بسبب ذات الٰہی اور رسولوں کی حق کیا واجب ہی تمام ان کلموں میں داخل ہی اسلئے
منهما مركبة من نفي واثبات والذي نفي عن غيره تعالى واثبت له تعالى على طريق الحصر انما هو
کہ پہلا کلمہ مرکب ہی نفی اور اثبات سی اور جو چیز کہ غیر اللہ سی سلب اور واسطی اللہ تعالی کی ثابت کی گئی ہی حصر کرکر وہ الوہیت ہی
الالوهية وهي تشتمل على معنيين احدهما استغناؤه تعالى عن جميع ما سواه والثاني افتقار جميع ما عداه
اور الوہیت میں دو معنی ہیں ایک تو اللہ کی بیپرواہی تمام ماسوی سی اور دوسرا حاجتمند ہونا تمام ماسوا کا
اليه تعالى فعلى هذا يكون معنى قولنا لا اله الا الله لا مستغني عن جميع ما سواه ولا مفتقر اليه جميع
اللہ تعالی کی طرف اس بیان کی موافق معنی کلمہ کی یہہ ہیں نہیں ہی کوئی بی پرواہ تمام ماسوا سی اور نہ کوئی محتاج الیہ تمام
ما عداه الا الله تعالى اما استغناؤه تعالى عن جميع ما سواه فيوجب له تعالى الوجود والقدم و
ماسوا کا سوا اللہ تعالی کی لیکن بیپرواہی اللہ تعالی کی تمام ماسوا سی واجب کردیتی ہی واسطی اللہ تعالی کی وجود اور قدم اور
البقاء اذ لو لم يجب له تعالى هذه الصفات لكان محتاجا الى محدث لان انتفاء شيء من هذه
بقا کو اسلئے کہ اگر نہ واجب ہوں واسطی اللہ تعالی کی یہہ صفتیں تو ہر وہ محتاج ہوگا کسی محدث کا سو واسطی کہ گم ہونا کسی ایک صفت کا ان
الصفات يستلزم الحدوث وكل حادث محتاج الى محدث وكذا يوجب له تعالى التنزه عن النقائص
صفات میں سی لازم کردیتا ہی حدوث کو اور حادث تمام محدث کی محتاج ہوتی ہیں اور ایسی ہی واجب ہوجاتا ہی پاک ہونا اللہ تعالی کا تمام نقصانوں سی
ويدخل في التنزه عن النقائص وجوب السمع والبصر والكلام اذ لو لم يجب له تعالى هذه الصفات لكان متصفا بالنقائص
اور نقصانوں سی پاک ہونے میں یہہ بھی داخل ہی کہ بالضرور سمیع اور بصیر اور صاحب کلام ہو اسواسطی کہ اگر یہہ صفات نہوں گی تو پھر اوسمیں نقصان پایا جاویگا
ومحتاجا الى من يدفع عنه تلك النقائص وكذا يوجب له تعالى التنزه عن الاغراض في افعاله واحكامه
اور حاجتمند ہوگا ایسی امر کا کہ جسنے وہ نقائص دفع ہوں اور ایسی ہی واجب ہوتا ہی واسطی اللہ تعالی کی بری ہونا اللہ تعالی کا غرض سی افعال اور احکام میں
اذ لو لم يجب له تعالى التنزه عن الاغراض لكان محتاجا الى ما يحصل به غرضه وكذا يوجب له تعالى
اسواسطی کہ اگر نہ واجب ہو واسطی اللہ تعالی کی بری ہونا غرضوں سی تو وہ حاجتمند ہوگا ایسی امر کا جسنے وہ غرض حاصل ہو اور ایسی ہی واجب ہی واسطی اللہ تعالی کی
ان لا يجب عليه فعل شيء من الممكنات ولا تركه اذ لو وجب عليه شيء منهما لكان محتاجا الى ذلك
کہ اوسکی ذمہ کوئی امر واجب ہو کرنا کسی امر ممکن کا یا نکرنا اوسکا اسواسطی کہ اگر واجب ہووی اللہ تعالی پر کوئی کار تو وہ حاجتمند ہوگا اوس کار کا
الشيء ليتكمل به اذ لا يجب له تعالى الا ما هو كمال واما افتقار جميع ما عداه اليه تعالى فيوجب له تعالى
تاکہ کامل ہوجاوی اسلئے کہ اللہ تعالی کو وہ صفات واجب ہوتی ہیں جو کمال کی ہیں اور جمیع ماسوا کی محتاج الیہ ہونی سی واجب ہوجاتی ہی واسطی اللہ تعالی کی
القدرة والارادة والعلم والحيوة اذ لو لم يجب له تعالى هذه الصفات لكان عاجزا عن ايجاد شيء
قدرت اور ارادہ اور علم اور حیات اسواسطی کہ اگر واجب نہوں واسطی اللہ کی یہہ صفتیں تو عاجز ہوگا کائنات میں سی ہر شئی کی
من الكائنات وكذا يوجب له تعالى الوحدانية اذ لو لم يجب له تعالى الوحدانية بل كان معه ثان
پیدا کرنی سی اور ایسی ہی واجب ہی واسطی اللہ تعالی کی وحدانیت اسلئے کہ اگر اللہ تعالی واحد نہو بلکہ اوسکی ساتھہ ایک اور دوسرا
في الالوهية لم يفتقر اليه شيء من الكائنات للزوم عجزهما ويوخذ من افتقار جميع ما عداه اليه تعالى
الوہیت میں شریک ہو تو پھر تمام کائنات میں سی کوئی شئ اوسکی محتاج نہو گی اسلئے کہ دونو عاجز ہوجاوینگی اور ظاہر ہوتا ہی تمام ماسوا کی احتیاج سی طرف اللہ تعالی کی
حدوث العالم باسره اذ لو كان شيء منه قديما لكان مستغنيا عنه تعالى غير محتاج اليه تعالى
کہ تمام عالم حادث ہی کیونکہ اگر کوئی شئ عالم میں سی قدیم ہوتی تو وہ اللہ تعالی سی بی پرواہ ہوتی محتاج نہ اللہ کی ہوتی

ويؤخذ منه ايضا ان لا يؤثر شيء من المخلوقات في اثر ما اذ لو كان في شيء من المخلوقات تاثير
سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ مخلوقات میں سے کسی چیز کو کسی طرح کا کچھ اثر نہیں ہے کیونکہ مخلوقات میں سے اگر کسی چیز میں اثر ہوتا
في اثر ما لكان ذلك الاثر مستغنيا عنه تعالى غير مفتقر اليه تعالى وعلى هذا كل من يقول لا اله
تو البتہ وہ اثر اللہ تعالیٰ سے بے نیاز ہوتا اللہ تعالیٰ کا حاجت مند نہ ہوتا اس بیان کے موافق جو شخص لا اله
الا الله يصير كانه يقول لا واجب الوجود الا الله ولا واجب القدم والبقاء الا الله ولا قادر على
کہتا ہے وہ شخص گویا یہ کہتا ہے کوئی نہیں واجب الوجود سوا اللہ کے اور نہ کوئی قدم اور بقا والا سوا اللہ کے اور نہ کوئی قادر
ايجاد الممكنات كلها الا الله ولا عالما بما لا يتناهى من المعلومات الا الله ولا منزه عن جميع النقائص
ممکنات کا پیدا کرنے والا سوائے اللہ کے اور نہ کوئی جاننے والا معلومات غیر متناہی کا سوائے اللہ کے اور نہ کوئی پاک تمام نقصانوں سے
ولا عن الاغراض في افعاله واحكامه الا الله ولا مؤثر في شيء من المخلوقات الا الله وعلى هذا القياس
اور نہ پاک غرضوں سے افعال اور احکام میں سوا اللہ کے اور نہ کوئی مخلوقات میں اثر کرنے والا سوائے اللہ کے اور اسی قیاس پر
كل ما وجب في حقه تعالى واستحال عليه وجاز له فقد ظهر من هذا ان فهم معنى كلمة
جو جو صفات اللہ تعالیٰ کی لیے واجب ہیں یا اس کی نسبت محال ہیں اور جائز ہیں اس سے یہ ظاہر ہوا کہ سمجھنا کلمۂ توحید کے معنوں کا
التوحيد يتوقف على معرفة الله تعالى وليس المراد من معرفة الله تعالى معرفة ذاته لان ذاته تعالى
معرفت الٰہی پر موقوف ہے اور معرفت الٰہی سے مراد یہ نہیں ہے کہ ذات الٰہی کا ادراک کرے اس لیے کہ ذات الٰہی
ليست معلومة للبشر بل المراد بها معرفة ما يجب في حقه تعالى وما يستحيل عليه وما يجوز له
کسی بشر کو معلوم نہیں ہے بلکہ مراد معرفت اون صفات کا جو خدا کی لیے واجب ہیں اور جو اوس پر محال ہیں اور جو جائز ہیں
ليعلم الموحد عند التكلم بها ما ينفي عن غيره تعالى وما يثبت له تعالى فالمنفي بها كل فرد من
تاکہ موحد کو کلمہ پڑھتے ہوئے معلوم ہووے کہ کون سی صفت کو غیر اللہ سے سلب کرے اور کیا کیا اللہ تعالیٰ کو ثابت کرے سو مسلوب اس کلمہ میں ہر فرد ہے
افراد حقيقة الاله سوى الله تعالى والمثبت فرد واحد من تلك الحقيقة وهو الله تعالى ومعنى
افراد حقیقت الٰہ کی سے سوا اللہ تعالیٰ کے اور مثبت ایک فرد ہے اوس حقیقت میں سے یعنی اللہ تعالیٰ اور معنی
الاله هو الواجب الوجود المستحق للعبادة وهذا المعنى كلي يقبل بحسب مجرد ادراكه ان يصدق
اله کی واجب الوجود سزاوار پرستش کا اور یہ معنی کلی ہیں اعتبار صرف تصور کی بہت افراد پر صادق آسکتے ہیں
على كثيرين لكن الدليل العقلي القطعي يدل على استحالة التعدد فيه وعلى كونه خاصا بذات الله تعالى
پر دلیل عقلی یقینی دلالت کرتی ہے کہ زیادہ ایک سے محال ہے اور خاص ہے ذات پاک الٰہی سے
وذلك الدليل وجود العالم فانه لكونه حادثا محتاجا الى محدث يدل على ان له محدثا وذلك المحدث
اور وہ دلیل یہ ہے کہ عالم کا وجود ہے یہ عالم حادث ہونے سے محدث کا محتاج ہو کر یہ دلالت کرتا ہے کہ اس عالم کا کوئی محدث ہے اور وہ محدث
لا بد ان يكون قديما واحدا متصفا بالقدرة والارادة والحيوة والعلم لانه لو لم يكن قديما بل كان
ضروری ہے کہ قدیم اور واحد اور صاحب قدرت اور صاحب ارادہ اور حی اور عالم ہو اس لیے کہ اگر قدیم نہ ہو بلکہ
حادثا لكان محتاجا الى محدث فيلزم الدور او التسلسل وكلاهما محال ولو لم يكن واحدا بل كان
حادث ہو تو وہ بھی محتاج محدث کا ہوگا پھر دور لازم آوے گا یا تسلسل اور یہ دونوں محال ہیں اور اگر واحد نہ ہو بلکہ
اكثر من واحد لوقع بينهما التمانع المقتضي لعدم وجود العالم ولو لم يكن متصفا بالقدرة والارادة
ایک سے زیادہ ہوں تو ان میں کشمکش روک ٹوک واقع ہوگی حتی وجود عالم کا پیدا نہ ہو سکی اور اگر صاحب قدرت اور ارادہ

والعلم والحیوة لکان عاجزا عن ایجاد شئ من العالم لان لا ایجاد اثر القدرة وتاثیر القدرة فی شئ

اور علم اور حی نہو تو البتہ عاجز ہوگا عالم میں سی کچھ بھی پیدا کر سکیگا اسلئے کہ ایجاد قدرت کا اثر ہوتا ہی اور اثر قدرت کا کسی شئ میں

من الاشیاء یتوقف علی ارادة ذلك الشئ وارادة ذلك الشئ تتوقف علی العلم به لان القصد الی

اسلیئے بدون ارادہ اوس شئ کی نہیں ہوسکتا اور ارادہ شئ کا بدون علم کی نہیں ہوسکتا اسلئے کہ ارادہ کسی شئ کی

ایجاد شئ مع عدم العلم به محال والاتصاف بهذه الصفات الثلث یتوقف علی الحیوة لکونها

پیدا کرنیکا بلا جانی تو بھی محال ہی اور یہ تینوں صفتیں بدون حیات کی نہیں ہوسکتیں کیونکہ حیات انمیں شرط ہی

شرطا فیها فعلی هذا یکون وجود العالم بل وجود کل ذرة من ذراته دلیلا قطعیا علی وجوده تعالی

اس بیان کی موافق وجود عالم کا بلکہ وجود ہر ذرہ کا عالم کی ذرات میں سی یقینی دلیل ہی وجود الٰہی

وقدمه وکونه واحدا متصفا بهذه الصفات الاربع المذکورة وعلی استحالة اضدادها ولهذا

اور قدم پر کہ وہ واحد ہی موصوف ہی ان چاروں صفات مذکورہ سی اور ان صفات کی ضدیں محال ہیں اسی لئی

کان بعض اهل التوحید یقولون استدلالا بالاثر علی المؤثر ما راینا شیئا الا راینا الله بعده فان

بعضی اہل توحید اثر سی مؤثر پر استدلال کرکر یہہ کہتی ہیں ہمی جب کسی شئ کو دکھا تو بعد اوسکی اللہ کو دیکھا کیونکہ

کل ذرة من ذرات العالم من حیث حدوثها واحتیاجها الی من یوجدها لا تزال تتکلم بکلام لا حرف

ہر ذرہ عالم کی ذرات کا اس سبب سی کہ وہ حادث ہیں اور اپنی موجد کی محتاج ہمیشہ زبان حال سی یہہ کلام کرتی ہیں جسمیں کوئی حرف

فیه ولا صوت ان لها موجدا قدیما واحدا متصفا بالقدرة والارادة والعلم والحیوة یسمع

اور نہ کچھ آواز کہ ہمارا موجد قدیم واحد صاحب قدرت صاحب ارادہ علم حی ہی

کلامها السامعون ولا یسمعه الذین هم عن السمع لمعزولون والمراد من السمع السمع الباطن الذی

اوسکی کلام کو سمجھنے والی سنتی ہیں اور وہ لوگ نہیں سنتی جنکی سماعت بیکار ہی اور سماعت سی مراد وہ سماعت باطنی ہی جسکی

یسمع به کلام لیس بحرف ولا صوت ولا عربی ولا عجمی لا السمع الظاهر الذی لا یسمع به غیر الاصوات

وہ کلام سی جانی جسمیں نہ کوئی حرف ہو نہ کچھ آواز اور نہ عربی ہو نہ عجمی ہو سماعت ظاہری مراد نہیں ہی جس سی حرف آواز سی جاوی

وتشارك فیه البهائم الانسان اذ لا قدر لشئ یشارك فیه البهائم الانسان والحاصل ان الانسان

اور اوسمیں بہائم بھی انسان کی شریک ہوں کیونکہ اوس چیز میں کیا خوبی ہی جسمیں آدمی اور چوپایہ یکساں ہوں حاصل یہہ ہی کہ انسان

لا یعرف من صفاته تعالی بالعقل الا ما دل علیه افعاله تعالی فما لم یدل علیه افعاله تعالی

صفات الٰہی میں سی عقل کی رو سی وہ ہی جان سکتا ہی جس پر اوسکی افعال دلالت کرتی ہیں اور جن صفات پر افعال دلالت نہیں کرتی

کالسمع والبصر والکلام فقد یستدل علی ثبوتها له تعالی تارة بالعقل وتارة بالنقل اما وجه

جیسی سمع اور بصر اور کلام تو ان صفات کی ثبوت پر واسطی اللہ تعالی کی کبھی استدلال عقلی کیا جاتا ہی اور کبھی نقلی

الاستدلال علی ثبوتها له تعالی بالعقل فهو انها صفات کمال واضدادها صفات نقصان

استدلال عقلی ان صفات کی ثبوت پر واسطی اللہ تعالی کی یہہ ہی کہ یہہ صفتیں کمال کی ہیں اور انکی ضدیں صفتیں نقصان کی

واتصافه تعالی بصفات الکمال وعدم اتصافه بصفات النقصان واجب فوجب اتصافه تعالی

اور اللہ تعالی کا موصوف ہونا صفات کمالیہ سی اور بری ہونا صفات نقصان سی واجب ہی پس واجب ہوا موصوف ہونا اللہ تعالی کا

بتلك الصفات واما وجه الاستدلال علی ثبوتها له تعالی بالنقل فهو ان الشرع قد صرح بثبوتها

ان صفات سی اور استدلال نقلی ان صفات کی ثبوت پر واسطی اللہ تعالی کی یہہ ہی کہ شرع سی ثبوت ان صفات کا صاف ظاہر ہی

له تعالى فوجب العلم بثبوتها له تعالى ودليل النقل في هذه المسئلة اولى من دليل العقل لان تلك
واسطی الله کی پس واجب ہوا یقین کرنا انکی ثبوت کا واسطی الله تعالی کی اور اس مسئلہ میں دلیل نقلی بہتر ہی دلیل عقلی سی اسلئی

الصفات لا يتوقف عليها افعاله تعالى حتى يستدل بها على ثبوتها له تعالى وذاته تعالى لم يكن
کہ افعال الہی ان صفات پر موقوف نہیں ہیں تاکہ ان افعال سی استدلال کیا جاوی اوپر ثبوت ان صفات کی الله تعالی کو اور ذات الله تعالی کی کیونکہ

معلوما لاحد حتى يعلم انها في حقه تعالى كمال يجب اتصافه بها بحيث لو لم يتصف بها يلزم
معلوم نہیں تاکہ یہہ معلوم ہو کہ یہہ صفات الله تعالی کی ایسی صفات کمالیہ ہیں ان صفات سی موصوف ہونا ایسا ضروری ہی کہ اگر ان صفات سی نہو تو

ان يتصف باضدادها بل كونها كمالا انما هو بالنسبة الينا ولا يلزم من كون الشيء بالنسبة
تو انکی ضدیں پائی جاویگی بلکہ یہہ صفات ہماری حق میں کمالیہ ہیں اور ہماری حق میں کمالیہ ہونی سی یہہ لازم نہیں آتا

الينا كمالا ان يكون في حقه تعالى كمالا الا ترى ان اللذة والالم مع كونهما كمالا بالنسبة الينا نقص
کہ الله تعالی کی واسطی بھی کمالیہ ہوں کیا تجھکو معلوم نہیں کہ لذت اور الم باوجودیکہ ہماری حق میں کمال ہیں الله تعالی کی نسبت کرکر محال ہیں

في حقه تعالى لكونهما من عوارض الاجسام فقد ظهر من هذا ان الكلمة الاولى من كلمتي الشهادة
کیونکہ یہہ دونوں صفات جسمانی ہیں اس سی معلوم ہوا کہ پہلی کلمہ میں دونوں شہادت کی کلموں میں سی

تضمنت الاقسام الثلثة التي يجب على المكلف معرفتها في حقه تعالى وهي ما يجب في حقه تعالى
تینوں قسمیں مندرج ہیں جنکی معرفت واسطی الله تعالی کی مکلف پر واجب ہی یعنی جو واجب ہی واسطی الله تعالی کی

وما يستحيل عليه وما يجوز له والمراد بما يجب في حقه تعالى صفاته الثبوتية وبما يستحيل
اور جو اوسپر محال ہی اور جو جایز ہی اور صفات واجبہ سی مراد صفات ثبوتیہ ہیں اور محال سی مراد

عليه صفاته السلبية وبما يجوز له صفاته الفعلية واما الكلمة الثانية فقد حكم فيها بكون
صفات سلبیہ ہیں اور جایز سی مراد صفات فعلیہ ہیں اور دوسری کلمہ میں یہہ حکم ہی کہ

محمد صلى الله عليه وسلم رسولا من عند الله ولا بد في معرفة ذلك من دليل وذلك الدليل ظهور
محمد صلی الله علیه وسلم الله کی بھیجی ہوئی ہیں اور اسکی معرفت کی واسطی کوئی دلیل ضرور چاہیے اور وہ دلیل ظاہر ہونا

المعجزة على يده عند ادعائه الرسالة فان المعجزة تصديق فعلي من الله تعالى لرسوله لانها فعل
معجزہ کا رسول کی ہاتھ پر وقت دعوی رسالت کی کیونکہ معجزہ الله کی طرف سی فعلی تصدیق ہی واسطی اپنی رسول کی اسلئی کہ وہ معجزہ ایک فعل

من افعاله تعالى خارق للعادة قائم مقام صريح القول في تصديق رسوله في دعواه الرسالة فانه
ہی الله تعالی کی افعال میں سی خلاف عادت کی گویا صاف ارشاد ہی واسطی تصدیق اپنی رسول کی رسالت کی دعوی میں کیونکہ الله تعالی نی

لما خلق امرا خارقا للعادة على يد رسوله حين ادعائه الرسالة صار كانه قال صدق رسولي في كل
جب ایک امر خلاف عادت اپنی رسول کی ہاتھ پر رسالت کا دعوی کرتی وقت پیدا کیا تو گویا یہہ فرمایا کہ میرا رسول سچا ہی

ما يبلغ عني سواء كان تبليغه بقوله او فعله او سكوته قال العلماء مثال ذلك ان رجلا اذا قام
جو جو حکم میری طرف سی بیان کری برابر ہی کہ وہ بیان قولی ہو یا فعلی ہو یا باعتبار خاموشی کی ہو علما کہتی ہیں اسکی مثال یہہ ہی کہ ایک شخص

في مجلس ملك بحضور جماعة وقال انا رسول هذا الملك بعثني اليكم بكذا وكذا من التكاليف فطلبوا
بادشاہ کی دربار میں ایک جماعت کی سامنی کھڑا ہو کر کہی کہ میں اس بادشاہ کا ایلچی ہوں مجھکو تمہاری پاس فلانی فلانی حکم دیکر بھیجا ہی اور جماعت نی

منه حجة تدل على صدقه فقال آية صدقي اني اطلب من الملك ان يخالف عادته ويقوم من
اوس سی ایسی حجت طلب کی جس سی اوسکا صدق معلوم ہو اوس شخص نی کہا نشان میری صدق کا یہہ ہی کہ بادشاہ سی میں کہتا ہوں کہ اپنی عادت کی خلاف تین دفعہ کھڑا ہو کر

مقامه

مقامه ويقعد ثلث مرات ففعل الملك ذلك بطلبه فان ذلك الفعل من الملك قائم مقام قوله
اور بیٹھ جاوی پھر بادشاہ نی اوسکی کہنی سی یہہ ہی کیا پس تو بادشاہ کی یہہ حرکت قایم مقام اس قول کی ہی
صدق هذا الرجل في كل ما يبلغ عني ويفيد العلم الضروري بصدقه لمن شاهد ذلك الفعل من
یہہ شخص سچ کہتا ہی جو جو میری طرف سی بیان کرتا ہی اور اس سی علم ضروری اوسکی صداقت کا حاصل ہوگا جو کوئی بادشاہ کی یہہ حرکت دیکھیگا
الملك ولمن لم يشاهده بل وصل اليه خبره بالتواتر ولا شك ان هذا المثال مطابق لحال الرسول
اور اوسکو جو نہیں دیکھیگا بلکہ اوسکو بطریق تواتر کی خبر پہنچیگی اور بیشک یہہ مثال مطابق ہی رسول علیہ السلام کی حال سی
عليه السلام في افادة معجزته العلم الضروري بصدقه لمن شاهدها ولمن لم يشاهدها بل وصل
کہ معجزہ سی بدیہی علم صداقت کا حاصل ہوا کرتا ہی دیکھنی والی کو اور اوسکو جو نہیں دیکھتا بلکہ
اليه خبرها بالتواتر ثم ان المعجزة لما كانت تصديقا فعليا من الله تعالى لرسولنا محمد صلى الله عليه
اوسکو بطور تواتر کی خبر ملتی ہی پھر جب معجزہ تصدیق فعلی ثابت ہوا اللہ تعالی کی طرف سی واسطی ہماری رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی
وسلم لزم ان يكون تصديقا فعليا منه تعالى لغيره من الانبياء لانهم في معناه فيجب في حق جميعهم
تو لازم ہی کہ تصدیق فعلی ہو اللہ کی طرف سی واسطی اور انبیاء کی بہی کیونکہ وہ بہی نبوت میں یکسان ہیں پس سبکی حق میں
الصدق والامانة وتبليغ ما امروا بتبليغه للخلق ويستحيل في حقهم اضداد هذه الصفات وهي الكذب
صدق اور امانت اور تبلیغ تمام احکام کی واسطی خلق کی واجب ہی اور اونکی حق میں خلاف ان صفات کا محال ہی یعنی جہوٹہ
والخيانة وكتمان شئ مما امروا بتبليغه للخلق ويجوز في حقهم من الاعراض البشرية ما لا يؤدي الى نقص في مراتبهم
اور خیانت اور چہپا لینا کسی حکم تبلیغی کا واسطی خلق کی اور جایز ہی اونکی نسبت حالات بشری جس سی مرتبہ میں کچھہ عیب نہ لگتا ہو
كالمرض ونحوه اما وجوب الصدق لهم واستحالة الكذب عليهم فلانه تعالى يصدقهم بالمعجزة القائمة
جیسی بیماری وغیرہ لیکن واجب ہونا صداقت کا اونکی لئی اور محال ہونا دروغ کا اونپر اسلئی ہی کہ اللہ تعالی اونکی تصدیق معجزہ سی کرتا ہی جو قایم
مقام صريح القول فلو لم يجب لهم الصدق بل جاز عليهم الكذب لجاز على الله تعالى لان تصديق
مقام صاف ارشاد کی ہی پھر اگر صدق واجب نہو بلکہ اونپر کذب جایز ہو تو پہر اللہ تعالی پر جایز ہوگا اسلئی کہ
الكاذب كذب والكذب على الله تعالى محال واما وجوب الامانة لهم واستحالة الخيانة عليهم فلانهم
جہوٹہی کی تصدیق بہی جہوٹہ ہی ہوتا ہی اور کذب اللہ تعالی پر محال ہی اور امانت کا واجب ہونا اونکی لئی اور خیانت کا محال ہونا اونپر اسواسطی ہی
لو خانوا بفعل شئ مما هو محرم او مكروه لانقلب ذلك الفعل طاعة لانه تعالى امر الخلق بالاقتداء
کہ اگر وہ خیانت کریں کسی کار میں کہ وہ حرام ہو یا مکروہ تو البتہ وہ کار پلٹ کر طاعت ہوجاوی اسواسطی کہ اللہ تعالی نی خلقت کو یہہ حکم فرمایا ہی
بهم في افعالهم واقوالهم وسكوتهم والله تعالى لا يامر بما هو محرم او مكروه فلو علم منهم خيانة لما امر
کہ انبیاء کی افعال اور اقوال اور سکوت میں پیروی کریں اور اللہ تعالی حرام یا مکروہ کا حکم نہیں فرماتا سو اگر علم الہی میں انبیا سی خیانت سرزد ہوسکتی تو
الخلق بالاقتداء بهم فثبت بذلك انه تعالى عصمهم عن فعل شئ مما هو محرم او مكروه فلا يقع منهم
خلقت کو کبہی اونکی اقتدا کا حکم نہوتا اس سی ثابت ہوا کہ اللہ تعالی نی اونکو تمام محرمات اور مکروہات سی معصوم پیدا کیا ہی پس اونسی وہ ہی
الا ما هو واجب او مندوب او مباح هذا بالنظر الى نفس الفعل واما بالنظر اليهم فالحق ان افعالهم دائرة
کار عمل میں آتا ہی جو واجب ہی یا مستحب ہی یا مباح ہی یہہ حال ہی بلحاظ کیفیت اوس کار معمول کی اور اگر خیال کیجئی انبیاء کی طرف تو حق یہہ ہی کہ اونکی افعال محصور ہیں
بين الوجوب والندب لا غير لان المباح لا يقع منهم كما يقع من غيرهم بمقتضى الشهوات بل انما يقع منهم
درمیان فقط وجوب اور مستحب کی مباح بہی اونسی عمل میں نہیں آتا جیسی اور عوام سی موافق شہوات کی عمل میں آتا ہی بلکہ اونسی سوای

بنية صالحة يصير بها طاعة واقل ذلك قصد التعليم لغيرهم اذا ثبت هذا يجب على كل مؤمن
نیت نیک کی عمل میں ہیں تاکہ ہو جس سے وہ مباح طاعت ہو جاتا ہے اور کم سے کم ارادہ تعلیم غیر کا ہے جب یہ ثابت ہو چکا تو ہر مومن پر واجب اور لازم ہے
ان يكون على حذر عظيم ووجل شديد على ايمانه ان يسلب منه بان يصغى باذنه او يلتفت
کہ بہت بڑے پرہیز کرتا رہے اور خوف ڈرتا رہے اپنی ایمان پر مبادا ایمان اوسکا سلب ہو جاوے اس سے کہ سنے اپنی کانوں سے اور توجہ کرے
بعقله الى خرائف ينقلها في حقهم جهلة المورخين ويتبعهم في بعضها بعض الجهلة من المفسرين
اپنی عقل سے طرف بیہودہ لغویوں کی جو بعضی مورخ ناکار اونکی حال میں بیان کرتے ہیں اور اونکی ساتھ بعضی جاہل مفسر بھی ہو گئے ہیں
فانهم لقلة تحصيلهم وعدم تحقيقهم ربما يفترون في ذلك بظواهر من الكتاب والسنة ولهذا
یہ لوگ بسبب بے علمی کی اور بے تحقیقی کی بعضی وقت اس بات میں مطابق ظاہر کتاب اور سنت کی افترا کر بیٹھتے ہیں ، اسیلئے
قيل التمسك في معرفة الله تعالى ومعرفة رسوله بمجرد ظواهر الكتاب والسنة اصل من اصول
کہتے ہیں کہ بحث کرنی معرفت الٰہی اور معرفت رسول میں صرف ظاہر کتاب اور سنت سے اصل کفر کی جڑ ہے
الكفر قال الامام السنوسي وكذلك تلقى هذا العلم من مجرد الكتب والمشائخ المصحفين والمتفقهين
امام سنوسی کہتے ہیں اور ایسی ہی اس علم کا حاصل کرنا صرف کتابوں اور مشائخ تصحیف کار اور متفقہ
بلا تحقيق واما وجوب التبليغ لهم واستحالة الكتمان عليهم فلانهم لو كتموا شيئا مما امروا بتبليغه لكان الناس
بے تحقیقی سے کفر کی جڑ ہے اور واجب ہونا تبلیغ کا انبیاء پر اور محال ہونا چھپانا کسی امر کا اسلئے ہے کہ اگر انبیاء کوئی مسئلہ تبلیغی چھپالیں تو عوام بھی مامور ہونگے
مامورين بالاقتداء بهم في كتمان بعض ما امروا بتبليغه من العلم النافع لمن اضطر اليه وكيف يتصور
اونکی پیروی کی درباب چھپالینے بعضی مسائل تبلیغی کا جیسی بھلی بات حاجتمند سے اور یہ کب خیال میں آسکتا ہے
ذلك فان الكتمان حرام ملعون فاعله بشهادة قوله تعالى إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنزَلْنَا مِنَ
کیونکہ چھپانا حرام ہے وہ چھپانے والا مردود ہے موافق مضمون اس آیت کی جو لوگ چھپاتے ہیں جو کچھ ہم نے اوتارا
الْبَيِّنَاتِ وَالْهُدَىٰ مِن بَعْدِ مَا بَيَّنَّاهُ لِلنَّاسِ فِي الْكِتَابِ أُولَٰئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللَّهُ وَيَلْعَنُهُمُ اللَّاعِنُونَ
صاف حکم اور راہ کی نشان بعد اسکی کہ ہم اونکو کھول چکی لوگوں کی واسطی کتاب میں اونکو لعنت دیتا ہے اللہ اور لعنت دیتے ہیں سب لعنت دینے والے
واما جواز الاعراض البشرية في حقهم فلانها لا تضر في رسالتهم وعلو منزلتهم بل هي مما تزيد في
اور جایز ہونا حالات بشری کا انبیاء کی حق میں اسلئے ہے کہ اسمیں کچھ رسالت کا ضرر اور علو مرتبت میں کچھ خلل نہیں ہے بلکہ اسمیں درجے زیادہ ہوتے ہیں
مراتبهم باعتبار تعظيم اجرهم من جهة ما يقارنها من طاعة صبرهم فانه تعالى كان قادرا على
اعتبار عظمت ثواب کی کہ اونکو حاصل ہوتا ہے طاعت صبر سے البتہ اللہ تعالیٰ کو قدرت ہے
ايصاله اليهم ذلك الثواب العظيم بلا مشقة تلحقهم لكن بعظيم حكمته اختار ان يوصل اليهم
کہ وہ تمام ثواب عظیم اونکو بدون مشقت پہنچنے کی عنایت کرے مگر اپنی حکمت کاملہ سے یہی پسند کیا کہ اونکو
ذلك الثواب مع تلك الاعراض رفقا بضعفاء العقول لئلا يعتقدوا فيهم الالوهية وفيها ايضا اعظم
وہ ثواب بعد عارض ہونی اون عوارض کی عنایت کرے واسطی رحمت کی ضعیف عقلوں پر تاکہ ضعیف الاعتقاد انبیاء میں اعتقاد خدائی کا نہ کرلیں اور اسمیں بڑی
دليل على صدقهم وكونهم مبعوثين من عند الله تعالى وكون ما ظهرت على ايديهم من الخوارق مخلوقة
اونکی صداقت پر اور مبعوث ہونے پر خدا کی طرف سے بڑی دلیل ہے اور اسپر کہ جو خوارق یعنی امور خلاف عادت معجزات اونکی ہاتھ پر پیدا ہوتی ہیں
لله تعالى من غير ان يكون لهم قدرة على اختراعها اذ لو كان لهم قدرة على اختراعها لدفعوا عن انفسهم
وہ سب خدا کی پیدا کی ہوتی ہیں انبیاء کو کچھ اسمیں دخل نہیں ہے کہ پیدا کرلیں اسلئے کہ اگر اونکو قدرت ہوتی معجزہ پیدا کرلینے کی تو بیشک اپنی اوپر سی

ما هو أيسر منها من المرض والجوع والعطش وألم الحر والبرد وأذية الخلق ونحو ذلك وفيها أيضا فائدة
آسان کہ پہلی دفع کرتی بیماری بھوکہ پیاس تکلیف گرمی سردی کی ایذا خلق کی اورمانند اسکی دراسمیں ایک بڑا فائدہ ہی

عظيمة وهي تشريع الأحكام للخلق المتعلقة بها كأحكام السهو في الصلوة من سهوه عليه السلام
کہ خلقت کی واسطی وہ احکام جو عوارض سی متعلق ہیں جاری ہوجاتی ہیں جیسے کہ نماز میں سہو کرنی کی مسائل حضرت کی سہو کرنی سی معلوم ہوگئی

وكيفية أداء الصلوة في حال المرض والخوف من فعله عليه الصلوة والسلام وهيئة أكل الطعام و
اورکیفیت نماز پڑھنی کی بیماری اورخوف میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی ادا کرنی سی معلوم ہوئی اورطرز کھانا کھانیکا اور

شرب الماء ونحوه من أكله وشربه عليه الصلوة والسلام فقد ظهر من هذا أن كلمتي الشهادة
پانی پینی کا اورمانند اسکی آپکی کھانی پینی سی معلوم ہوا اس سی معلوم ہوا کہ دونو کلمی شہادت میں

مع اختصارهما متضمنتان لجميع ما يجب على المكلف معرفته في حقه تعالى وحق رسله من عقائد
باوجود اختصار کی جو جو مکلف پر درباب معرفت الٰہی اورمعرفت رسل کی عقائد

الإيمان ولذلك جعلهما الشرع دليلا على ما في القلب من عقائد الإيمان حتى لا يقبل من أحد
ایمانی میں سی واجب ہی سب داخل ہی اسی واسطی شرع نی انکو دلیل ٹھرائی ہی عقائد ایمانی پر جو دل میں ہوتی ہیں یہانتک کہ ایمان کسیکا مقبول نہیں ہی

الإيمان إلا بهما فعلى هذا ينبغي للعاقل أن يستحضر معناهما ثم يشتغل بذكرهما صباحا ومساء حتى
بدون ان کلموں کی اسکی برابر عاقل کو لازم ہی کہ انکی معنی یاد رکھی پھر انکو رات دن پڑھا کری یہاں تک

يمتزج معناهما بلحمه ودمه يسر الله المداومة على ذكرهما مع فهم معناهما ولا حول ولا قوة
کہ وہ دونو معنی اسکی گوشت اورخون میں ملجاویں الٰہی ہمپر آسان کر مداومت ذکر کی معہ فہم معانی کی اورنہ پھرنا گناہ سی اورنہ طاقت عبادت کی

إلا بالله العلي العظيم **المجلس الرابع عشر في بيان ايمان المنجي لصاحبه يوم القيمة**
سوا اللہ تعالی برتر اوربزرگ کی چودہویں مجلس بیان میں اوس ایمان کی جو صاحب کی دن نجات دیگا ایماندار کو

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ما من عبد قال لا إله إلا الله ثم مات على ذلك
فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نی جو بندہ لا الہ الا اللہ کہی پھر مرجاوی اوسی اعتقاد پر

إلا دخل الجنة هذا الحديث من صحاح المصابيح رواه أبو ذر وظاهره تقضي أن يدخل الجنة
داخل ہوگا جنت میں یہہ حدیث مصابیح کی صحیح حدیثوں میں ہی ابوذر کی روایت سی اسکی ظاہر معنی یہہ کہتی ہیں کہ

كل من يأتي بكلمة الأولى من كلمتي الإيمان وإن لم يأت بالكلمة الثانية منها وليس كذلك لأنه
جو شخص پہلا کلمہ دونو کلموں ایمان میں کا پڑھی وہ جنت میں داخل ہو اگرچہ دوسرا کلمہ نہ پڑھی اورحقیقت میں یوں نہیں ہی کیونکہ رسول

عليه السلام وإن لم يذكر فيه إحدى كلمتي الإيمان لكنها مراده لأن قول من يقول لا إله إلا الله لا يستلزم
صلی اللہ علیہ وسلم نی اگرچہ اس حدیث میں دوسری کلمہ ایمان کا ذکر نہیں فرمایا پروہ مراد ہی اسواسطی کہ جو شخص صرف لا الہ الا اللہ کہتا ہی کچہ لازم نہیں ہی

دخول الجنة ما لم يضم إليه قوله محمد رسول الله إذ لا يتم الإيمان إلا بهما ثم إنه عليه الصلوة والسلام
کہ جنت میں داخل ہو جبتک اوسکی ساتھ محمد رسول اللہ نہ ملاوی اسواسطی کہ ایمان بدون دونو کلموں کی پورا نہیں ہوتا پھر رسول صلی اللہ علیہ وسلم نی

أشار بقوله ثم مات على ذلك إلى لزوم الثبات على الإيمان إلى الموت لأن من لم يثبت على الإيمان بل
اشارۃً اس لفظ سی پھر اوسی پر مری یہہ ارشاد فرمایا کہ مرتی دم تک بدستور ایمان پر قائم رہی اسواسطی کہ جو شخص ایمان پر ثابت نہ رہی گا بلکہ

مات على الكفر لا ينفعه إيمانه الذي كان قبل ذلك وإنما ينفعه الإيمان الذي يكون ثابتا إلى الموت
وہ کفر پر مری تو اوسکی حق میں پہلا ایمان کچہ فائدہ نہ کریگا ایمان وہ ہی فائدہ کرتا ہی جو دم مرگ تک قائم رہی

حيث يكون سببا لدخول الجنة وان كان له ذنوب كثيرة لم يتب عنها فان من مات على الايمان
وہی سبب ہوتا ہی واسطی دخول جنت کی اگرچہ وہ بڑا ہی گنہگار ہو اور توبہ نہ کی ہو کیونکہ جو شخص ایمان سی اوٹھتا ہی

مع كونه مصرا على الذنوب غير تائب عنها يكون في مشيئة الله تعالى ان شاء يعفو عنه ويدخله
اگرچہ وہ شخص گناہوں پر جما ہو اور گناہوں سی توبہ نہ کی ہو وہ خدا کی مرضی میں ہی اگر چاہی اللہ تعالی اوسکو معاف کر

الجنة بلا عذاب وان شاء يعذبه بقدر ذنوبه ثم يدخل الجنة ولو بعد حين لكن ينبغي ان يعلم
بلا عذاب جنت میں داخل کری اور چاہی گناہوں کی برابر سزا دیکر پھر جنت میں داخل کری گرچہ دم بھر کی بعد اس لایق ہی یہہ سمجھنا

ان كلمتي الايمان لتضمنهما اثبات ذات الله وصفاته وافعاله واثبات رسالة الرسول لابد ان
کہ دونو کلمہ ایمان میں چونکہ اثبات ذات الہی کا ہی اور اوسکی صفات کا اور افعال کا اور اثبات رسول کی رسالت کا اسلیے ضرور ہوا

يكون النطق بهما مع معرفة معناهما لان النطق بهما من غير معرفة معناهما لا يكفي في حصول
کہ ان کلموں کا پڑھنا انکی معانی سمجھ کر ہونا چاہیے کیونکہ انکی پڑھنی سی بدون سمجھی معانی کی واسطی حصول ایمان حقیقی کی کافی نہیں ہی

حقيقة الايمان لان الايمان مبناه على هذه الاركان الاربعة فاذا لم يتحقق العلم بمضمونا ه
اسواسطی کہ اصل ایمان کی ان چار رکن پر قایم ہی پھر اگر اوسکو علم ہی نہوا اونکی مضمون کا

لا يكون لهما طائل ولا محصول اذ ليست فضيلة هاتين الكلمتين بازاء تحريك اللسان من
پھر زبانی پڑھنی سی کچھ فائدہ نہ حصول اسلیے کہ ان کلموں میں کچھ زبان ہلانی کی بزرگی نہیں ہی جبتک دل میں

غير حصول معناهما في القلب بل فضيلتهما بازاء هذه المعرفة التي هي حقيقة الايمان فعلى هذا
انکی معنی نہ آویں مگر انکی بزرگی اسی معرفت سی ہوتی ہی کہ وہ ایمان کی حقیقت ہی اس بیان کی موافق

يجب على كل مؤمن ان يعتني بشانهما في معرفة معناهما اذ هما ثمن الجنة وسبب الخلاص من المهالك
ہر ہر مومن پر واجب ہی کہ جہانتک ہو سکی آدمی انکی معنی دریافت کرلی اسواسطی کہ قیمت جنت کی اور سبب رستگاری کا

في الدنيا والاخرة وقد نص العلماء على لزوم معرفة معناهما والا لا ينفع بهما متلفظهما في الانقاذ
دنیا اور آخرت کی آفات سی یہہ ہی ہیں اور علماء صاف کہہ چکی ہیں کہ سمجھنا انکی معنوں کا بہت ضروری ہی نہیں تو انکا زبانی پڑھنا دائمی آگ سی

من الخلود في النار فان كثيرا من الائمة قد سئلوا عن شخص ينطق بكلمتي الايمان ويصلي ويصوم
نجات دینی میں کچھ فائدہ نہ دیگا کیونکہ اکثر پیشواء دین سی پوچھا گیا ایسی شخص کا حال جو دونو کلمہ ایمان کی پڑھتا ہی اور نماز روزہ ادا کرتا ہی

ويفعل انواعا من العبادات لكن نطقه وعبادته ليس الا على الاتيان بمجرد صور الاقوال والافعال
اور اور عبادتیں کرتا ہی پر اوسکا پڑھنا اور عبادت کرنی بس یہی بحسب ظاہر ہی تمام قول اور فعل

على حسب ما يرى الناس يفعلون ويقولون حتى انه ينطق بكلمتي الايمان لكن لا يفهم منهما معنى ولا
ویسی ہی عمل میں لاتا ہی جیسی اور لوگوں کو کرتی اور بولتی دیکھتا ہی اتنا کہ دونو کلمہ ایمان کی پڑھتا ہی پر اونکی معنی نہیں سمجھتا اور نہ

يدري معنى الاله ولا معنى الرسول ولا ما نفي ولا ما اثبت وربما يتوهم ان الرسول نظير الاله وهل
معنی اللہ کی جانتا ہی اور نہ معنی رسول کی سمجھتا ہی اور نہ یہہ جانی کہ نفی کیا ہی اور کیا اثبات کیا کبھی اوسکو یہہ وہم ہوتا ہی کہ رسول مثل اللہ کی ہی آیا

ينتفع هذا الشخص بما صدر عنه من صور الاقوال والافعال وهل يصدق عليه حقيقة الايمان
فائدہ دیگا اس شخصکو جو جو اوسی ظاہر میں اقوال اور افعال عمل میں آئی ہیں اور آیا اوسپر حقیقت ایمان کی صادق ہی

فيما بينه وبين الله تعالى ام لا فاجابوا جميعا بان مثل هذا الشخص ليس له من الاسلام نصيب
خدا کی نزدیک یا نہیں سو سب نی یہہ ہی جواب دیا کہ ایسی شخصکو اسلام میں سی کچھ نصیب نہیں ہی

وان صدر عنه من صور اقوال الايمان وافعاله ما ذكر قال الامام السنوسي هذا الذي ذكرته
اگرچہ اوس سی ظاہری قول و فعل مذکور ایماں کی سی عمل میں آتی ہیں امام سنوسی کہتی ہیں یہہ جو اس شخص کی

في حق ذلك الشخص ظاهر اي ظاهر جلي غاية الجلاء لا يمكن ان يختلف فيه احد من العلماء فعلى
حق میں ذکر کیا ہی سب ظاہر ہی یعنے بہت روشن ہی کوئی عالم اس مسئلہ میں اختلاف نہیں کر سکتا

هذا يجب على كل من يريد النجاة من الوعيد بالعذاب والدخول في الجنة ان يسعى في معرفة معناها ثم ينطق
اس جواب کی موافق جو شخص عذاب دائمی سی بچا چاہی اور جنت میں داخل ہوا چاہی اوسپر واجب ہی کہ پہلی کوشش کرکر اوسکی معنی دریافت کری پھر معنی سمجھکر

بهما مع فهم معناها ليوجد فيه اقرار باللسان وتصديق بالجنان ويحصل له حقيقة الايمان
زبانسی پڑھی تاکہ اوسمیں زبانی اقرار اور دلی تصدیق پائے جاوی اور حقیقت ایماں کی اوسکو حاصل ہو

فالكلمة الاولى من هاتين الكلمتين مركبة من نفي واثبات فالمنفي كل فرد من افراد حقيقة الاله
پس پہلا کلمہ ان دونوں میں سی نفی اور اثبات سی مرکب ہی سو نفی تو ہر ہر فرد معبود حقیقی کا ہی

سوى الله تعالى والمثبت فرد واحد من تلك الحقيقة وهو الله تعالى ومعنى الاله هو الواجب الوجود
سوا ذات الٰہی سی اور مثبت ایک فرد واحد ہی اس حقیقت میں سی یعنی اللہ تعالی اور معنی الٰہ کی واجب الوجود

المستحق للعبادة وهذا المعنى كلي يقبل بحسب مجرد ادراكه ان يصدق على كثيرين لكن الدليل العقلي القطعي
سزاوار عبادت کا اور یہہ معنی کلی ہیں باعتبار صرف تصور کی بہت افراد پر صادق آسکتی ہیں پر دلیل عقلی قطعی

يدل على استحالة التعدد فيه وكونه خاصا بذات الله تعالى وذلك الدليل وجود العالم فانه لكونه
دلالت کرتی ہی کہ کئی اللہ محال ہیں اور صرف ذات الٰہی سی خاص ہی اور وہ دلیل عالم کا وجود ہی کیونکہ یہہ عالم

حادثا محتاجا الى محدث يدل على ان له محدثا وذلك المحدث لا بد ان يكون واحدا قديما متصفا
حادث اور موجد کا محتاج ہوکر دلالت کرتا ہی کہ اسکا ایک پیدا کرنیوالا ہی اور وہ محدث ضروری ہی کہ واحد قدیم صاحب قدرت

بالقدرة والارادة والعلم والحيوة لانه لو لم يكن واحدا بل كان اكثر من واحد لوقع بينهما التمانع المقتضي
اور صاحب ارادہ اور علم اور حی ہو اسلئے کہ اگر واحد نہو بلکہ ایک سی زیادہ ہوں تو بیشک اونکی آپسمیں روک ٹوک ایسی واقع ہوگی

لعدم وجود العالم ولو لم يكن قديما بل كان حادثا لكان مفتقرا الى محدث فيلزم الدور او التسلسل وكلاهما
جس سی وجود عالم کا نہ ہوسکی اور اگر قدیم نہو بلکہ حادث ہو تو بیشک محدث کا محتاج ہوگا پھر دور لازم آئیگا یا تسلسل اور یہہ دونو

محال ولو لم يكن متصفا بالقدرة والارادة والعلم والحيوة لكان عاجزا عن ايجاد شيء من العالم لان
محال ہیں اور اگر صاحب قدرت اور صاحب ارادہ اور علیم اور حی نہو تو یہہ ایسا عاجز ہوگا کہ عالم میں سی کوئی شی پیدا نکرسکی اسلئے

الايجاد اثر القدرة وتاثير القدرة في شيء من الاشياء يقتضي ارادة ذلك الشيء يقتضي
کہ پیدا کرنا قدرت کا اثر ہوتا ہی اور اثر قدرت کا کسی چیز میں جب ہوتا ہی کہ اوسکا ارادہ کیا جاوی اور ارادہ اوس شی کا [illegible]

العلم به لان القصد الى ايجاد شيء مع عدم العلم به محال والاتصاف بهذه الصفات الثلث يقتضي
نہیں ہوسکتا کیونکہ قصد اس شی کی ایجاد کا کہ اوسکو جانتا نہو محال ہی اور موصوف ہونا ان تینوں صفات سی بدون

الحيوة لكونها شرطا فيها فعلى هذا يكون وجود العالم بل وجود كل ذرة من ذراته دليلا قاطعا على وجوده تعالى
حیات کی نہیں ہوتا کیونکہ حیات انکی شرط ہی اس بیان کی موافق وجود عالم کا بلکہ وجود ہر ہر ذرہ کا یقینی دلیل ہی اللہ تعالی کی وجود پر

وكونه واحدا قديما متصفا بهذه الصفات الاربع المذكورة ولهذا كان بعض اهل التوحيد يقولون
اور اوسکی وحدت اور قدم پر اور موصوف ہونی پر ان چاروں صفات مذکورہ سی اسی لئی بعضی اہل توحید

استدلالا بالاثر على المؤثر ما رأينا شيئا الا رأينا الله بعده فان كل ذرة من ذرات العالم من حيث
اثر سے مؤثر پر استدلال کرکر یہہ کہتی ہیں یعنی جب کسی شی کو دیکھا تو دیکھا ہمنی الله کو بعد اسکی بیشک ہر ذرہ عالم کی ذرات میں سی
حدوثها وافتقارها الى من يوجدها لا تزال تنطق بكلام لا حرف فيه ولا صوت ان لها موجدا واحدا
حادث ہونی وجہ سی محتاج ہوکر ہمیشہ زبان حال سی یہہ کلام کرتی ہیں جسمیں نہ کوئی حرف ہی اور نہ آواز کہ ہمارا موجد ہی واحد
قديما متصفا بالقدرة والارادة والعلم والحيوة وساير ما يليق به من الصفات يسمع كلامها السامعون
قدیم قدرت والا ارادہ والا علم والا حیات والا اور تمام سزاوار صفتوں والا اونکی یہہ کلام سمجھنی والی سنتی ہیں
ولا يسمعه الذين هم عن السمع لمعزولون والمراد من السمع السمع الباطن الذى يسمع به كلام ليس بحرف
وہ لوگ نہیں سنتی جنکی سمجھ بیکار رہی اور مراد سماعت سی سماعت باطنی ہی حتی وہ کلام سنتی ہیں جسمیں نہ حرف ہوں
ولا صوت ولا عربى ولا عجمى لا السمع الظاهر الذى لا يجاوز الاصوات وتشارك فيه البهائم الانسان والحاصل
اور نہ آواز اور نہ عربی ہو اور نہ عجمی سماعت ظاہری مراد نہیں ہی جو سوا آواز کی نہ سن سکی اور اوسمیں چوپایہ اور انسان یکسان ہو حاصل یہہ ہی
ان المكلف لا يعرف من صفاته تعالى بالعقل الا ما دل عليه افعاله فما لم يدل عليه افعاله كالسمع والبصر
کہ ہر مکلف عقل سی صفات الٰہیہ میں سی وہی جان سکتا ہی جسپر اوسکی افعال دلالت کرتی ہیں اور جن صفات پر افعال نہیں دلالت کرتی جیسی سمع اور بصر
والكلام فقد يستدل على ثبوتها له تعالى تارة بالعقل وتارة بالنقل اما وجه الاستدلال على ثبوتها له تعالى
اور کلام انکی ثبوت پہ کبھی عقلا استدلال کرتی ہیں اور کبھی نقلا پہر استدلال عقلی ان صفات پر واسطی الله تعالى کی
بالعقل فهو انها صفات كمال واضدادها صفات نقصان واتصافه بصفات الكمال وعدم اتصافه
یہہ ہی کہ یہہ صفات کمالیہ ہیں اور انکی ضدین صفات نقصان کی اور الله تعالى کا موصوف ہونا صفات کمالیہ سی اور نہ ہونا
بصفات النقصان واجب فوجب اتصافه تعالى بتلك الصفات واما وجه الاستدلال على ثبوتها له تعالى
صفات نقصان سی واجب ہی سو موصوف ہونا الله تعالى کا ان صفات سی واجب ہی [illegible]
بالنقل فهو ان الشرع قد ورد بثبوتها له تعالى فوجب القطع بثبوتها له تعالى ودليل النقل فى هذه المسئلة
کہ شرع سی ثبوت ان صفات کا واسطی الله تعالى کی ثابت ہی سو یقین کرنا انکی ثبوت کا واسطی الله تعالى کی واجب ہوا اور نقلی دلیل اس مسئلہ میں
اولى من دليل العقل لان تلك الصفات لا يتوقف عليها افعاله تعالى حتى يستدل بها على ثبوتها له تعالى
عقلی دلیل سی بہتر ہی اسلئی کہ افعال الٰہیہ ان صفات پر موقوف نہیں ہیں تاکہ اون افعال سی انکی ثبوت پر استدلال کیا جاوی
وذاته تعالى لم يكن معلوما للبشر حتى يعلم انها فى حقه تعالى صفات كمال يجب اتصافه بها بحيث لو لم يتصف
اور ذات الله تعالى کی کسی بشر کو معلوم نہیں ہی جس سی معلوم ہو کہ بہ نسبت ذات باری کی کمالیہ ہیں ضرور موصوف ہو ناچاہیی ایسا کہ اگر یہہ صفات نہونگی
بها يلزم ان يتصف باضدادها بل كونها كمالا انما هو بالنسبة الينا ولا يلزم من كون الشئ بالنسبة
تو انکی ضدین موجود ہونگی بلکہ یہہ صفات ہماری حق میں کمالیہ ہیں اور یہہ بھی لازم نہیں ہی کہ جو صفت
الينا كمالا ان يكون كمالا فى حقه تعالى الا ترى ان اللذة والالم مع كونهما بالنسبة الينا كمالا ممتنعان فى
ہماری حق میں کمالیہ ہو وہ نسبت ذات باری تعالى کی بھی کمالیہ ہو کیا نہیں سمجھتا کہ لذت اور الم باوجودیکہ ہماری حق میں کمال ہیں نسبت باری تعالى کی
حقه تعالى لكونهما من عوارض الاجسام هذا تحقيق الكلمة الاولى من كلمتى الايمان واما الكلمة الثانية
ممتنع ہیں کیونکہ یہہ دونو کیفیات جسمانیہ سی ہیں یہہ تحقیق ایمان کی پہلی کلمہ کی ہی اور دوسرا کلمہ
من هاتين الكلمتين فقد حكم فيها بكون محمد رسولا من عند الله تعالى ولا بد فى اثبات ذلك من دليل
ان دو کلموں میں سی اسمیں یہہ حکم ہی کہ محمد صلى الله عليه وسلم رسول ہیں الله تعالى کی طرف سی اور اسکی بھی ثبوت کی کوئی دلیل چاہیی

وذلك

وذلك الدليل ظهور المعجزة على يده عند ادعائه الرسالة فان المعجزة تصديق فعلي من الله تعالى لرسوله
اور وہ دلیل معجزہ کا ظاہر ہونا رسول کی ہاتھ پر بوقت دعوی رسالت کی ہی کیونکہ معجزہ تصدیق فعلی ہوتی ہی اللہ تعالی کی طرف سی واسطی رسول کی

لانها فعل من افعاله تعالى خارق للعادة نازل منزلة صريح القول في تصديق رسوله في دعواه
کیونکہ وہ معجزہ ایک فعل ہی افعال الہی سی برخلاف عادت قائم مقام صاف ارشاد کی دربارہ تصدیق رسول کی رسالت کی دعوی میں

الرسالة فانه تعالى لما خلق امرا خارقا للعادة على يده حين ادعائه الرسالة صار كانه قال صدق
کیونکہ اللہ تعالی نی جب ایک امر عادت کی خلاف رسول کی ہاتھ پر بوقت دعوی رسالت کی پیدا کیا تو گویا یہ فرمایا میرا رسول سچا ہی

رسولي في كل ما يبلغ عني سواء كان تبليغه بقوله او فعله او سكوته ومثال ذلك على ما ذكره العلماء ان
جو جو میری طرف سی بیان کری برابر ہی کہ اوسکی تبلیغ قولی ہو یا فعلی ہو یا باعتبار سکوت کی ہو اسکی مثال موافق بیان علماء کی یہ ہی

رجلا اذا قام في مجلس ملك بحضور جماعة وقال انا رسول هذا الملك بعثني اليكم بكذا وكذا من التكاليف
کہ ایک شخص بادشاہ کی دربار میں کھڑا ہو کر ایک جماعت کی سامنی کہی کہ میں اس بادشاہ کا سفیر ہوں مجھکو تمہاری پاس فلانی فلانی حکم دیکر بھیجا ہی

وطالبوه بحجة تدل على صدقه فقال انه صدقي ان اطلب من الملك ان يخالف عادته ويقوم
اس جماعت نی اوس سے طلب کی حجتی صداقت معلوم واس شخص نی جواب دیا کہ نشان میری صداقت کا یہ ہی کہ میں بادشاہ سی عرض کرتا ہوں کہ اپنی عادت کی خلاف

من سريره ويقعد ثلث مرات ففعل الملك ذلك بطلبه فلا شك ان ذلك الفعل من الملك قائم مقام
تین دفعہ تخت پر سی کھڑا ہوجا اور بیٹھ جاوی سو بادشاہ نی ویسی ہی کیا تو بیشک بادشاہ کی یہ حرکت قائم مقام اس حکم کی ہی

قوله صدق هذا الرجل في كل ما يبلغ عني ويفيد العلم الضروري بصدقه بلا فرق بين من شاهد ذلك
کہ یہ شخص سچ کہتا ہی سو جو حکم میری طرف سی کہتا ہی اور اس سی علم بدیہی اسکی صداقت کا حاصل ہوگا اسمیں کچھ فرق نہیں کہ کسی نی بادشاہ کی اس حرکت کو

الفعل من الملك او لم يشاهده بل بلغه خبره بالتواتر ولا ريب ان هذا المثال مطابق لحال رسول الله
بچشم خود دیکھا اور کسی نہ دیکھا بلکہ خبر متواتر سی سنا اور بیشک یہ مثال مطابق ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حال سی اس بات میں

عليه السلام في افادة معجزته العلم الضروري بصدقه فلا فرق بين من شاهدها ومن لم يشاهدها
کہ معجزہ سی علم بدیہی صداقت کا حاصل ہوتا ہی اسمیں کچھ فرق نہیں ہی کہ کسی نی اوس معجزہ کو بچشم خود دیکھا اور کسی نہ دیکھا

بل بلغه خبرها بالتواتر فعلى هذا كل من تكلم بكلمتي الايمان بعد معرفة معناهما بما ذكر من الدلائل تحصل
بلکہ خبر متواتر سی سنا پس بنا بریں جو شخص دونو کلمہ ایمان کی دلائل مذکورہ سی معنی سمجھ کر پڑھتا ہی اوسکو حقیقت ایمان کی

له حقيقة الايمان ويجب عليه ان يحفظه من المضرة بامتثال الاوامر واجتناب النواهي لان الايمان
حاصل ہوتی اور اوسپر واجب ہی کہ ایمان کو مضرات سی بچا دی اوامر کو عمل میں لاکر اور نواہی سی پرہیز کرکر اسواسطی کہ ایمان

بمنزلة السراج وامتثال الاوامر واجتناب النواهي بمنزلة المحافظة عليه بجعله في فانوس ووساوس
چراغ کی مانند ہی اور اوامر کی طاعت کرنی اور نواہی سی بچنا یہ اوسکی محافظت ہی جیسی چراغ کا فانوس میں رکھدینا اور شیطانی

الشيطان بمنزلة الرياح العاصفة فمن اوقد سراج الايمان في قلبه ولم يحفظه ولم يجعله في فانوس
وسوسی دل کو ہوا سی ہیں جیسی تند آندھیاں پھر جسنی ایمان کا چراغ اپنی دل میں روشن کرکر اوسکی حفاظت نکی اور اوسکو طاعات کی فانوس میں رکھا

الطاعات باتيان المامورات وترك المنهيات يخاف عليه انطفاء سراج ايمانه عند هبوب الرياح العاصفة
مامورات پر عمل کرکر منہیات سی بچکر تو اسپر اندیشہ یہ ہی کہ اوسکی ایمان کا چراغ بروقت چلنی اندہی

التي هي الوساوس الشيطانية ولذلك قال بعض العلماء اياك والذنب فان الذنب يجر بصاحبه على الكفر
وسوسہ شیطانی کی بجھہ جاوی بعضی علماء کہتی ہیں بازرہو تم گناہ سی کیونکہ گناہ اسکی صاحب کو کفر کو کھینچکر

فیضرب به حائط الطاعات ویحصل فیه ثلمة ویدخل منه ریح الهوی وتطفی سراج الایمان فان

طاعات کی دیوار میں مارتا اور اوسکی دیوار میں سوراخ پیدا ہوجاتا اوس رستہ سی ہوا ہوس کی آکر اندر جاکر ایمان کا چراغ بجھاتا کیونکہ

زوال الایمان لایکون الا لمن کان له فساد فی قلبه واصرار علی المعاصی یدل علی ذلك قوله علیه السلام

ایمان ایسی ہی شخص کا جاتا رہتا ہی جسکی دل میں کچھ فساد ہوتا ہی اور گناہوں پر جما رہتا ہی اس مدعا پر یہہ حدیث دلالت کرتی ہی

المعاصی برید الکفر فان الاصرار علی الصغائر یفضی الی الکبائر والاستمرار علیها یؤدی الی الکفر یشیر الی هذا

کہ گناہ کفر کی ایلچی ہوتی ہیں کیونکہ گناہ صغیرہ پر اڑجانا کبیرہ ہوتا ہی اور کبیرہ گناہ پر اڑی رہنا کفر تک پہنچا دیتا ہی اس آیت سی معلوم ہوتا ہی

قوله تعالی فی حق الیهود وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ وَبَاءُوا بِغَضَبٍ مِنَ اللَّهِ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ

جو یہود کی حق میں وارد ہی اور ڈالی گئی اونپر ذلت اور محتاجی اور کمالائی غصہ اللہ کا یہہ اوسپر کہ وہ

كَانُوا يَكْفُرُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ وَيَقْتُلُونَ النَّبِيِّينَ بِغَيْرِ الْحَقِّ ذَٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَكَانُوا يَعْتَدُونَ فانه

تھی منکر ہوتی حکم اللہ کی اور خون کرتی نبیوں کا ناحق یہہ اس سی کہ بے حکم تھی اور حد پر نہ رہتی تھی اللہ تعالی نی

تعالی بین فی هذه الایة ان العصیان والعدوان جرهم الی الکفر وقتل الانبیاء وحکایة مثل ذلك فی

اس آیت میں یہہ بیان فرمایا کہ گناہ اور سرکشی اونکو کفر کی طرف اور قتل انبیاء کی طرف کھینچ لائی اور ایسی حکایت بیان کرنی

کتابه لطف منه بنبیه وامته یسمعوه ویحترزوا عنه فانه علیه السلام لما کان خیر الخلق وافضلهم

اپنی کتاب میں اللہ کی مہربانی ہی اپنی نبی پر اور اوسکی امت پر تاکہ سنکر ایسی حال سی بچتی رہیں کیونکہ نبی علیہ السلام جو تمام بنی آدم سی بہتر اور افضل ہیں

کان امته خیر الامم وافضلهم فلا ینبغی لمن کان من خیر الامم وانتسب الی خیر الخلق ان یرضی لنفسه

تو اونکی امت بھی تمام امتوں سی بہتر اور افضل ہی ہرگز لائق نہیں ہی کہ کوئی شخص افضل امت میں ہوکر اور بہترین خلق کی طرف منسوب ہوکر پھر وہ پسند کری

ان یکون من شر الناس بارتکاب المعاصی بل ینبغی له ان یسعی فی اصلاح نفسه بالایمان والعمل

کہ تمام لوگوں میں بدتر ہو جاوی گناہ اختیار کرکر بلکہ اوسکو یہہ لائق ہی کہ کوشش کرکر اپنی حال کو ایمان اور نیک عمل سی درست کری

الصالح حتی یکون من خیر الناس کما قال الله تعالی إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ أُولَٰئِكَ هُمْ

تاکہ اچھی لوگوں میں داخل ہووی چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہی وہ لوگ جو یقین لائی اور کئی بھلی کام وہی لوگ

خَيْرُ الْبَرِيَّةِ وقال النبی علیه السلام خیر الناس من طال عمره وحسن عمله وشر الناس من طال عمره

بہتر سب خلق کی اور فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نی سب آدمیوں سی اچھا وہ شخص جسکی عمر دراز ہو اور اعمال اوسکی نیک ہوں اور بدتر آدمیوں سی وہ جسکی عمر لمبی ہو

وساء عمله وفی حدیث اخر انه علیه السلام قال خیرکم من یرجی خیره ویؤمن شره وشرکم من لا یرجی

اور اعمال بد ہوں اور ایک اور حدیث میں ہی کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نی فرمایا تم میں سی بہتر وہ ہی جس سی بھلائی کی امید ہو اور برائی کا اندیشہ نہو اور تم میں سی بدتر وہ

خیره ولا یؤمن شره وفی حدیث اخر انه علیه السلام قال شر الناس عند الله منزلة من ترکه الناس

جس سی بھلائی کی امید نہو اور برائی کا اندیشہ ہو اور ایک اور حدیث میں ہی کہ پیغمبر علیہ السلام نی فرمایا بدتر آدمیوں میں اللہ کی نزدیک مرتبہ میں وہ ہی جسکو چھوڑدیں لوگ

اتقاء شره وفی روایة اتقاء فحشه وروی ان اعمال الامة تعرض علی نبیها فی البرزخ فلیستحی العبدان

جسکی بدی سی بچنی کو اور ایک روایت میں بدزبانی سی بچنی کو اور روایت ہی کہ ہر امت کی عمل اوسکی نبی پر عالم برزخ میں پیش ہوتی ہیں سو شرم کرنی چاہیی آدمی کو

یعرض علی نبیه من عمله ما نهاه عنه وقیل من اذنب ذنبا یجیئ الخلائق من الانس والدواب والوحوش

کہ اوسکی نبی کی سامنی اوسکا وہ عمل پیش ہو جس سی اوسکو منع کیا ہو اور کہتی ہیں جب کوئی شخص گناہ کرتا ہی تو تمام خلقت انسان اور چوپایہ اور جنگل کی جانور

والطیور والذر خصماؤه یوم القیمة لانه تعالی یمنع المطر بشوم المعصیة فیتضرر بذلك اهل البر

اور پرندہ اور چیونٹیاں قیامت کی روز اوسکی دشمن ہونگی اسلئی کہ اللہ تعالی مینہہ بند کردیتا ہی گناہ کی نحوست سی اس لئی تمام خشکی کی اور

لتجر جميعا فعلى المؤمن ان يحترز عن جميع المعاصي يسر بالله الاحتراز عنها المجلس الخامس
تری والوں کو نقصان ہوتا ہے پس مومن کو لازم ہے کہ تمام گناہوں سے پرہیز کرتا رہے الٰہی ہم پر آسان کر بچنا گناہوں سے پندرہویں مجلس

عشر في بيان ان كل مولود يولد على فطرة الاسلام قال رسول الله صلى الله عليه
اس بیان میں کہ ہر بچہ پیدا ہوتا ہے اسلام کی طریق پر فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم ما من مولود الا يولد على الفطرة فابواه يهودانه وينصرانه ويمجسانه كما تنتج البهيمة
وسلم نے جو بچہ ہے سو پیدا ہوتا ہے اوپر طریقہ اسلام کی پھر ماں باپ اوسکو یہودی کر دیتے ہیں اور نصرانی کر دیتے ہیں اور مجوسی کر دیتے ہیں جیسی چوپایہ پورا جنا

بهيمة جمعاء هل تجدون فيها من جدعاء حتى تكونوا انتم تجدعونها ثم قال فطرة الله التي فطر
جنتا ہے کیا اسمیں کوئی کان ناک کٹا بھی ہوتا ہے آخر تم اوسکی کان ناک کاٹ دیتے ہو پھر فرمایا وہی سرشت اللہ کی

الناس عليها هذا الحديث من صحاح المصابيح رواه ابوهريرة ومعناه ان كل مولود من البشر لا يولد الا
جسپر تراشا لوگوں کو یہہ حدیث مصابیح کی صحیح حدیثوں میں ہے ابوہریرہ کی روایت سے اسکی معنی یہہ ہیں کہ ہر ایک بچہ آدمی کا سرشت نیک اور ایسی ہیئت پر

على الجبلة السليمة والهيئة المستعدة لمعرفة الله تعالى والتمييز بين الحق والباطل بما ركب فيه من
پیدا ہوتا ہے کہ مستعد معرفت الٰہی کی اور فرق کرسکے حق اور باطل میں رکھتا ہو پروردگار عقل

العقل القويم والوضع المستقيم ولو لم يعترضه من الخارج آفة من فساد التربية وتقليد الابوين و
درست اور وضع راست کی جو اسمیں پیدا کی ہے اگر اوسکو پیش آتا اور سے پرورش کا فساد اور اطاعت ماں باپ کی اور

الانهماك في الشهوات ونحو ذلك من الآفات لصرف فطرته الى ما نصب لمعرفة الله تعالى من الدلائل
کھپ جانا ہوا ہوس میں اور مانند اسکی اور آفتیں تو البتہ وہ اپنی اصلی طبیعت کو دلایل قائم کرتا ہے واسطے معرفت الٰہی کی صرف کرتا

واستدل بها على وجوده تعالى وقدمه وكونه واحدا متصفا بالقدرة والارادة والعلم والحيوة وسائر ما
اور استدلال کرتا اللہ تعالی کی وجود اور قدم پر اور وحدت پر کہ موصوف ہے قدرت اور ارادہ اور علم اور حیات سے اور تمام اور صفات سے

يليق به من الصفات لكن يصده عن ذلك ما ذكر من الآفات كما ان البهيمة تولد سوية الاطراف سليمة من
جو اوسکو سزاوار ہیں پر اوسکو روک دیتی ہیں یہہ آفات مذکورہ جیسی چوپایہ کا بچہ اعضا پورے سالم پیدا ہوتا ہے

الجدع الذي هو قطع الانف والاذن والشفة فلو لم يتعرض الناس لها بالكي وقطع شيء مما ذكر لبقيت سليمة
اور بچا ہوا جدع سے کہ اوسکی معنی کتر دینا ناک اور کان اور لب کا پس اگر آدمی اوس بچہ کو داغ نہ دیں اور کچھ ناک کان لب نہ کاٹیں تو اچھا بھلا چنگا

كما كانت فانه عليه السلام شبه ولادة الطفل على الفطرة السليمة بولادة البهيمة سليمة عن ان المراد
رہتا جیسا پیدا ہوا تھا پھر علیہ السلام نے آدمی کی بچہ کی پیدائش کو اوپر طبیعت درست کی تشبیہ فرمایا ہے ساتھ پیدائش پوری بچہ چوپایہ کی اسواسطے کہ مراد

بالسلامة في البهيمة سلامتها عن العيوب الظاهرة وفي الطفل سلامته عن العيوب المعنوية المانعة عن
سلامتی سے چوپایہ کی بچہ میں سلامتی ظاہر کی عیبوں سے ہے اور آدمی کی بچہ میں مراد سلامتی معنوی عیبوں سے ہے جو معرفت الٰہی سے روک دیں

معرفة الله تعالى وقبول امره ونهيه ثم انه عليه السلام بعد ما بين ان الناس كلهم يولدون على الفطرة
اور امر اور نہی قبول کرنے سے باز رکھیں پھر پیغمبر خدا نے بعد اس بیان کی کہ آدمی تمام ساری درست طبیعت پر پیدا ہوتے ہیں

التي هي الاستعداد القابل لمعرفة الله تعالى والتمييز بين الحق والباطل بما ركب فيهم من العقول حثهم
کہ وہ استعداد قابل معرفت الٰہی کی اور تمیز کرنا درمیان حق اور باطل کی ہے عقل کی رو سے جو اونکی اندر رکھی گئی ہے انکو ایکی رغبت دی

عليها فقال على طريق الاقتباس فطرة الله التي فطر الناس عليها فانه في قوة ان يقال الزموا فطرة الله
سو فرمایا بطور صنعت اقتباس کی سرشت اللہ کی جسپر تراشا آدمیوں کو پس یہہ قول بمنزلہ اس قول کی ہے کہ اپنی ذمہ لازم کر لو

التي هي الاستعداد القابل لمعرفة الله تعالى والتميز بين الحق والباطل فعلى هذا كان الواجب على كل
فطرت اسکی استعداد ہی قابل معرفت الٰہی کی اور تمیز کی درمیان حق اور باطل کی اس تقریر کا موافق ہر
مكلف ان لا يضيع تلك الفطرة بل ينبغي له ان يستعملها في تحصيل معرفة الله تعالى والتميز بين الحق
مکلف پر واجب ہی کہ اس فطرت کو ضایع نہ کری بلکہ اوسکو لایق ہی کہ اس فطرت کو معرفت الٰہی میں اور تمیز کرنے میں درمیان حق
والباطل وليس المراد بمعرفة الله تعالى معرفة ذاته تعالى لان ذاته تعالى ليست معلومة للبشر بل المراد
اور باطل کی استعمال کری اور معرفت الٰہی سی مراد معرفت ذات الٰہی کی نہیں ہی اسلیے کہ ذات الٰہی کسی بشر کو معلوم نہیں ہی بلکہ مراد
بها معرفة صفاته وصفاته نوعان سلبية وثبوتية اما السلبية فتنزيهه تعالى عن جميع ما لا يليق
معرفت صفات الٰہی کی ہی اور صفات الٰہی دو قسم پر ہیں سلبی یعنی نفی کرنی کی اور ثبوتی صفات سلبی تو اللہ تعالیٰ کا بری ہونا تمام ایسی صفات سی جو اوس کی شان کی لایق
به مما يشعر بالاحتياج والنقصان واما الثبوتية فهي قسمان القسم الاول الصفات التي يتوقف عليها افعاله
لایق نہیں ہیں جن صفات سے کہ نیاز مندی اور نقصان لازم آوی اور ثبوتی کی دو قسم ہیں پہلی قسم وہ صفات جن پر افعال الٰہی موقوف ہیں یعنی قدرت
وهي القدرة والارادة والعلم والحيوة والقسم الثاني الصفات التي لا يتوقف عليها افعاله وهي السمع والبصر
اور ارادہ اور علم اور حیات اور دوسری قسم وہ صفات ہیں جن پر افعال الٰہی موقوف نہیں ہیں یعنی سمع اور بصر
والكلام وتحقيق ذلك انه تعالى ليس محسوسا كالشمس والقمر حتى يعلم وجوده بالحس وليس العلم بوجوده
اور کلام اور تحقیق اسکی یہہ ہی کہ اللہ تعالیٰ کی ذات محسوس نہیں ہی جیسی آفتاب اور مہتاب تاکہ اوسکا وجود دیکھ کر معلوم کرلیں اور نہ اوسکا وجود بدیہی ہی
ضروريا كالعلم بكون الواحد نصف الاثنين حتى يعلم وجوده بالضرورة بل انما يعلم وجوده بالدليل
جیسی ہم ایک عدد کو دو کا آدھا جانتی ہیں تاکہ اوسکا وجود بداہت سی معلوم ہو بلکہ اوسکی وجود کا علم دلیل سی حاصل ہوتا ہی
وذلك الدليل حدوث العالم وبيان حدوثه انه اعيان واعراض والمراد بالاعيان الاجرام القائمة
اور وہ دلیل عالم کا حادث ہونا ہی عالم کی حدوث کی دلیل یہہ ہی کہ عالم یا تو اعیان ہیں یا اعراض ہیں اعیان سی مراد اجسام ہیں جو اپنی آپ
بذواتها والمراد بالاعراض الصفات التي لا تقوم بذواتها بل تقوم بالاجرام وتلزمها ولا ينفك عنها وكل
بی سہاری قایم ہیں اور اعراض سی مراد وہ صفات ہیں جو اپنی ذات میں بی سہاری قایم نہیں ہوتی بلکہ اجسام کی ساتھ قایم ہوتی ہیں اجسام کی ساتھ رہتی ہیں
منهما حادث اما الاعراض فحدوث بعضها يعلم بالمشاهدة كالحركة بعد السكون والضوء بعد الظلمة
یہہ دونو حادث ہیں اعراض میں سی بعضوں کا حدوث تو مشاہدہ سی معلوم ہوتا ہی جیسی حرکت بعد سکون کی اور روشنی بعد اندھیری کی
والسواد بعد البياض وحدوث بعضها يعلم بالدليل وهو طريان العدم كما في اضدادها واما
اور سیاہی بعد سفیدی کی اور بعضوں کا حدوث دلیل سی معلوم ہوتا ہی اور وہ آجانا عدم کا جیسی اوسکی ضدوں میں اور
الاجرام فدليل حدوثها انها لا تخلو عن الحوادث وكل ما لا يخلو عن الحوادث فهو حادث اما عدم
اجسام کی حدوث کی دلیل یہہ ہی کہ اجسام حوادث سی کبھی خالی نہیں ہوتی اور جو چیز حوادث سی خالی نہو سو وہ حادث ہوتی ہی
خلوها عن الحوادث فلانها لا تخلو عن الحركة والسكون وهو ظاهر مدرك بالبديهة والاضطرار
اجسام کا حوادث سی خالی نہونا تو اسلیے ہی کہ حرکت اور سکون سی خالی نہیں ہوتی اور یہہ ظاہر بدیہی بضرورت نظر آتا ہی
فلا يحتاج فيه الى تامل وافتكار والحركة والسكون حادثان يدل على حدوثهما تعاقبهما وانقضاء
اسمیں کچھ تامل اور فکر کی حاجت نہیں کا اور حرکت اور سکون دونو حادث ہیں انکا حدوث انکی آگی پیچھی پیدا ہونی سی ثابت ہی اور
كل منهما عند وجود الآخر وذلك مشاهد في بعض الاجرام وما لم يشاهد فيه ذلك فما من ساكن الا
ایک گذر جاتا ہی جب دوسرا پیدا ہوتا ہی اور یہہ حال بعض اجسام میں تو نظر آتا ہی اور جن اجسام میں یہہ مشاہدہ نہیں ہوتا تو یہ دلیل ہی کہ جو ساکن ہی

والعقل يقضي بجواز حركته وما من متحرك الا والعقل يقضي بجواز سكونه فالطاري منهما حادث
عقل اوسکو متحرک تجویز کرلیتی ہی　اور جو متحرک ہی اوسکو عقل ساکن تجویز کرلیتی ہی　پس جو حرکت اور سکون میں سی اب پیدا ہوگا وہ حادث ہی

لطريانه والسابق حادث اذ لو كان قديما لاستحال عدمه واما كون ما لا يخلو عن الحوادث حادثا
کہ اب پیدا ہوا اور پہلی بہی حادث ہوگا　اسواسطی کہ اگر قدیم ہوتا تو اوسکا عدم محال ہوتا کبہی ہوسکتا　اور جو چیز حوادث سی خالی ہو تو وہ اسلئی حادث ہوتی ہی

فلانه لو لم يكن حادثا لكان قديما ثابتا في الازل فيلزم ثبوت الحادث في الازل وهو محال اذ يلزم
کہ اگر وہ حادث نہو تو پہر بیشک قدیم اور ازل میں ثابت ہوگی　پس یہی لازم آتا ہی ثبوت حوادث کا ازل میں　اور یہہ محال ہی کیونکہ لازم آتا ہی

ان يكون قبل كل حادث حوادث مرتبة لا اول لها كما يقول الفلاسفة في حركات الافلاك واشخاص
کہ ہر حادث سی پہلی حوادث مرتب موجود ہوں　جنکا ابتدا نہ نکلی　جیسی فلاسفہ کہا　حرکات افلاک اور اشخاص

الحيوانات وغيرها فانهم ومن تبعهم ممن ينسب نفسه الى الاسلام وليس له منه نصيب قالوا ان العالم
حیوانات وغیرہ میں قائل ہیں تمام فلاسفہ اور جو اونکی تابع ہی کہ اپنی تئیں اسلام کی طرف نسبت کرتا ہی اور اوسکو اسلام سی کچہ نصیب نہیں کہتی ہیں کہ عالم

العلوي قديم بذاته وصفاته الا الحركات فانها حادثة باشخاصها قديمة بانواعها فلا حركة الا
علوی یعنی افلاک اپنی ذات اور صفات میں قدیم ہی مگر حرکات فلکی جزئیات اونکی حادث ہیں　اور انواع کلیہ قدیم ہیں پس جو حرکت ہی

وقبلها حركة لا الى اول واما العالم السفلي الذي هو عالم الكون والفساد وهو ما تحت فلك القمر فقالوا
اوس سی پہلی حرکت ہی بلا ابتدا　اور عالم سفلی یعنی ارضی جسکو عالم کون وفساد کہتی ہیں یعنی فلک قمر کی نیچی اسمیں یہہ قول ہی

ان هيولاه قديمة وكل ما فيه من الصور والاعراض حادثة باشخاصها قديمة بانواعها فلا ولد الا
کہ اسکا مادہ تو قدیم ہی　اور تمام صورتیں　اور اعراض جو جو اوسمیں موجود ہیں جزئی جزئی حادث ہیں　اور باعتبار اپنی نوع کی قدیم ہیں یعنی جو بچہ ہی

من والد ولا بيضة الا من دجاجة ولا دجاجة الا من بيضة ولا زرع الا من بزر وهكذا الى غير النهاية
سو باپ سی　اور جو انڈا ہی سو مرغی سی　اور جو مرغی ہی　سو انڈے سی　اور جو کہیتی ہی سو بیج سی　اسیطور غیر نہایت تک

فيلزم على قولهم ان يوجد حوادث لا اول لها اذ ما من حادث على قولهم الا وقبله حادث لا الى اول و
پس انکی قول پر لازم آتا ہی کہ اتنی حوادث موجود ہوں جنکا ابتدا نہیں اسلئی کہ انکی قول پر جو حادث ہی اوسکی پہلی حادث ہی بلا ابتدا اور

على تقدير وجود الحوادث لا اول لها يلزم ان يكون قبل كل حادث من حركات الافلاك واشخاص الحيوانات
اوپر تقدیر حوادث غیر متناہی کی　لازم آتا ہی کہ پہلی ہر ہر حادث حرکات فلکی　اور اشخاص حیوانات وغیرہ کی

وغيرها حوادث مرتبة لا اول لها فما لم تنقض تلك الحوادث بجملتها لا ننتهي النوبة الى وجود الحادث
حوادث غیر متناہی مرتب موجود ہوں　اور جبتک وہ سب کی سب حوادث نگذر چکیں گی تو نوبت پیدا ہونی اس حادث کی جو حال میں موجود ہیں

الحاضر لان الحركة اليومية وجودها مشروط بانقضاء ما قبلها وكذلك الحركة التي قبلها وجودها
آویگی　اسلئی کہ حرکت　آج کی　جبتک گذر چکیں تمام پہلی حرکات کی نہیں ہوسکی　اور ایسی ہی وہ حرکت جو اس سی پہلی ہی وہ بہی جبتک گذر چکیں پہلی

مشروطة بمثل ذلك وهلم جرا وانقضاء ما لا اول لها محال بيانه انك اذا لاحظت الحادث الحاضر
حرکات کی نہیں ہوسکتی　اسیطور کہینچی جا　اور تمام ہو چکنا غیر متناہی کا محال ہی　اسکا مثال یہہ ہی کہ جب تو خیال کری حادث حاضر یعنی موجود کو

ثم انتقلت منه الى ما قبله ولاحظته وهلم جرا على الترتيب لا تنقضي الى نهاية حتى تجد طريقا
پہر تو خیال کری اوس سی پہلی کو　اور اسیطرح مرتب سی　تو کبہی تو انتہا کو نہیں پہنچیگا　تا کہ طریقہ پیدائش

الى وجود الحادث الحاضر فيلزم ان يكون وجود الحادث الحاضر محالا لكن وجود الحادث الحاضر ثابت
اس حادث موجود کا ہاتہ آوی　اس سی لازم آتا ہی کہ پیدائش اس حادث موجود کی محال ہو　لیکن وجود حادث موجود کا تو ظاہر ثابت ہی

فبطل وجود حوادث لا اول لها واذا بطل وجود حوادث لا اول لها بطل كون ما لا يخلو عن الحوادث

پس باطل ہوا وجود حوادث غیر متناہی کا پھر جب وجود حوادث غیر متناہی کا باطل ہوا تو اول اجسام کا جو حوادث سی خالی نہیں ہیں

قديما ثابتا في الازل فاذا بطل كونه قديما ثابتا في الازل ثبت كونه حادثا فاذا ثبت كونه حادثا

قدیم اور ازل میں ثابت ہونا بھی باطل ہوا پھر جب اوسکا قدیم اور ازل میں ثابت ہونا باطل ہوا تو اوسکا حادث ہونا ثابت ہوا جب اوسکا حادث ہونا ثابت ہوا

لثبت كون العالم بجميع اجزائه من السموات وما فيها ومن الارض وما عليها حادثا محتاجا الى

تو پھر یہ ثابت ہوا کہ عالم مع تمام اجزا اوسکی آسمان اور جو اوسکی اندر ہیں اور زمین اور جو اوسکی اوپر ہیں سب حادث اور محدث یعنی پیدا کرنیوالیکا محتاج

محدث يخرجه من العدم الى الوجود وذلك المحدث يلزم ان يكون قديما واحدا متصفا بالقدرة

کہ اوسکو عدم سی پیدا کری اور وہ محدث ضرور ہی کہ قدیم اور واحد اور صاحب قدرت

والارادة والعلم والحيوة لانه لو لم يكن قديما بل كان حادثا لكان محتاجا الى محدث فيلزم الدور

اور صاحب ارادہ اور علیم اور حی ہو یعنی کہ اگر قدیم نہیں ہوگا بلکہ حادث ہو تو بیشک محدث کا محتاج ہوگا . پھر یا تو دور لازم آویگا

او التسلسل الذي هو وجود حوادث لا اول لها وكلاهما محال ولو لم يكن واحدا بل كان اكثر من واحد

یا تسلسل جسمیں وجود حوادث غیر متناہی کا ہی اور یہہ دونو محال ہیں اور اگر واحد نہو بلکہ ایک سی زیادہ ہو

لدام بينهما التمانع الموجب لعدم وجود العالم ولو لم يكن متصفا بالقدرة والارادة والعلم والحيوة

تو بیشک اون دونوں میں روک ٹوک واقع ہوگی جس سی وجود عالم کا نہ ہوسکی اور اگر اوسمیں قدرت اور ارادہ اور علم اور حیات نہو

لكان عاجزا عن ايجاد شئ من العالم لان الايجاد اثر القدرة وتاثير القدرة في شئ من الاشياء

تو ایسا عاجز ہوگا کہ عالم میں سی کچھہ پیدا نکرسکی اسلئی کہ ایجاد قدرت کا اثر ہوتا ہی اور قدرت کا اثر کسی شئی میں

يقتضي ارادة ذلك الشئ وارادة ذلك الشئ يقتضي العلم به لان القصد الى ايجاد شئ مع عدم العلم

بدون ارادہ اوس شی کی نہیں ہوسکتا اور ارادہ اوس شی کا بدون علم اوس شی کی نہیں ہوسکتا اسلئی کہ قصد کسی شئی کی ایجاد کا بے سمجھی بوجھی

به محال والاتصاف بهذه الصفات الثلث يقتضي الحيوة لكونها شرطا فيها فعلى هذا يكون وجود

نہیں ہوسکتا اور یہہ تینوں صفتیں بدون حیات کی نہیں ہوسکتیں کیونکہ حیات اونمیں شرط ہی اس بیان کی موافق وجود

العالم بل وجود كل ذرة من ذراته دليلا قطعيا على وجوده تعالى وكونه قديما واحدا متصفا

عالم کا بلکہ وجود ہر ہر ذرہ کا یقینی دلیل ہی باری تعالی کی وجود پر اور اوسکی قدامت اور وحدت

بهذه الصفات الاربع ولهذا كان بعض اهل النظر يقولون استدلالا بالاثر على المؤثر ما رأينا شيئا

اور چاروں صفتوں کی اتصاف پر اسی لئی بعضی صاحب نظر اثر سی مؤثر پر استدلال کرکر یہہ کہتی ہیں کہ ہمنی جو کوئی شئی دیکھی

الا رأينا الله بعده فان كل ذرة من ذرات العالم من حيث حدوثها وافتقارها الى من يوجدها

اوسکی ساتھہ ہی اللہ کو دیکھا بیشک ہر ہر ذرہ عالم میں سی باعتبار حدوث کی اپنی موجد کا محتاج ہوکر ہمیشہ زبان حال سی

لا تزال تتكلم بكلام لا حرف فيه ولا صوت ان لها موجدا قديما واحدا متصفا بالقدرة والارادة

یہ کلام کرتا ہی جسمیں نہ کوئی حرف ہی اور نہ آواز کہ ہمارا موجد قدیم واحد صاحب قدرت اور صاحب ارادہ ہی

والعلم والحيوة وسائر ما يليق به من الصفات يسمع كلامها السامعون ولا يسمعها الذين هم عن السمع

اور علم اور حیات والا اور تمام صفات والا جو اوسکی لائق ہیں اونکی کلام سننیوالی سن سکتی ہیں وہ نہیں سنتی جنکی سماعت بیکار رہتی

لمعزولون والمراد من السمع السمع الباطن الذي يسمع به كلام ليس بحرف ولا صوت ولا عربي ولا عجمي

اور مراد سماعت سی سامعہ باطنی ہی جس سی وہ کلام سنی جاتی ہی جسمیں نہ حرف ہو نہ آواز نہ عربی ہو نہ عجمی

لا السمع الظاهر الذي لا يسمع غير الأصوات ويشارك فيه البهائم الإنسان إذ لا قدر لتميّز تشارك فيه البهائم
ظاہری مراد نہیں ہے جس سے سوا آواز کی کچھ نہیں معلوم ہوتا اور اسمیں جانور و انسان برابر ہیں اس لیے کہ اس میں کچھ خوبی نہیں جسمیں جانور
الإنسان والحاصل أن المكلف لا يعرف من صفاته تعالى بالعقل إلا ما دل عليه أفعاله تعالى كالعلم
اور انسان یکساں ہوں حاصل یہ ہے کہ آدمی صفات الٰہی میں سے سوا اسکے عقل سے وہی معلوم کر سکتا ہے جسپر اوسکی افعال دلالت کرتی ہیں اور جن صفات پر
عليه أفعاله كالسمع والبصر والكلام فقد يستدل على ثبوتها له تعالى تارة بالعقل وتارة بالنقل
اوسکی افعال دلالت نہیں کرتی جیسے سمع اور بصر اور کلام تو انکی ثبوت پر کبھی استدلال عقلی کیا جاتا ہے اور کبھی نقلی
أما وجه الاستدلال على ثبوتها له تعالى بالعقل فهو أنها صفات كمال وأضدادها صفات نقصان
استدلال عقلی ان صفات کی ثبوت پر واسطے اللہ تعالی کی یہ ہے کہ یہ صفات کمال ہیں اور انکی ضدیں صفات نقصان ہیں
واتصافه تعالى بصفات الكمال وعدم اتصافه بصفات النقصان واجب فوجب اتصافه تعالى
اور موصوف ہونا اللہ تعالی کا صفات کمال سے اور بری ہونا صفات نقصان سے واجب ہے اس سے واجب ہوا موصوف ہونا اسکا
بتلك الصفات وأما وجه الاستدلال على ثبوتها له بالنقل فهو أن الشرع قد ورد بثبوتها له تعالى
ان صفات سے اور استدلال نقلی ان صفات کی ثبوت پر واسطے اللہ تعالی کی یہ ہے کہ شرع سے انکا وجود واسطے اللہ تعالی کی ثابت ہے
فوجب القطع بثبوتها له تعالى ودليل النقل في هذه المسئلة أقوى من دليل العقل لأن تلك الصفات
سو واجب ہوا یقین کرنا انکے ثبوت کا واسطے اللہ تعالی کی اور نقلی دلیل اس مسئلہ میں دلیل عقلی سے بہت بہتر ہے اسلیے کہ ان صفات پر
لا تتوقف عليها أفعاله تعالى حتى يستدل بها على ثبوتها له تعالى وذاته تعالى لم يكن معلوما لأحد
افعال الٰہی موقوف نہیں ہیں تاکہ افعال سے انکی ثبوت پر استدلال کیا جاوے اور اوسکی ذات کسیکو معلوم نہیں ہے
حتى يعلم أنها في حقه تعالى كمال يجب اتصافه بها حتى لو لم يتصف بها يلزم أن يتصف بأضدادها
تاکہ معلوم ہو کہ یہ صفات اللہ تعالی کی واسطے کمال ہیں موصوف ہونا ضرور ہے اگر ان صفات سے موصوف نہوگا تو انکی اضداد سے موصوف ہوگا
وما ذكر من كونها كمالا إنما هو بالنسبة إلينا ولا يلزم من كون الشيء بالنسبة إلينا كمالا أن يكون
اور کمال ہونا ان صفات کا نسبت ہماری حق میں ہے اور یہ کچھ لازم نہیں ہے کہ جو شی ہماری حق میں کمال ہو
في حقه تعالى كمالا ألا ترى أن اللذة والألم مع كونهما كمالا بالنسبة إلينا ممتنعان على الله تعالى
وہ نسبت ذات باری کی بھی کمال ہو کیا تجھے نظر نہیں آتا کہ لذت و الم ہماری حق میں کمال ہیں پر نسبت اللہ تعالی کی محال ہیں
لكونهما من عوارض الأجسام فعلى هذا يلزم في إثبات تلك الصفات له تعالى التمسك بالنقل
سو واسطے کہ یہ کیفیت جسمانیہ ہیں اس بنا کی موافق ان صفات کی ثبوت کو واسطے تمسک نقلی دلیل کا چاہیے
عن الأنبياء الذين ثبتت نبوة كل واحد منهم بالمعجزة القائمة مقام قوله تعالى صدق عبدي في
انبیا سے جنکی نبوت معجزہ سے ثابت ہے جو قائم مقام ارشاد الٰہی کی ہو کہ میرے بندہ نے سچ کہا ہے
كل ما أبلغ عني سواء كان تبليغه بقوله أو فعله أو سكوته لأن المعجزة تصديق فعلي من الله تعالى
جو جو میری طرف سے حکم بیان کرتا ہے برابر ہے کہ وہ تبلیغ قول سے ہو یا فعل سے ہو یا خاموشی سے ہو اسلیے کہ معجزہ اللہ تعالی کی طرف سے فعلی تصدیق ہے
لرسوله لكونها فعلا من أفعاله تعالى خارقا للعادة منزلا منزلة صريح القول في تصديق رسوله
اپنی رسول کی کیونکہ معجزہ ایک فعل ہے افعال الٰہی سے برخلاف عادت اور قائم مقام صاف ارشاد کی اپنی رسول کی تصدیق کی
في دعوى الرسالة فإنه تعالى لما خلق أمرا خارقا للعادة على يد لأجل ادعائه الرسالة صار كأنه
واسطے رسالت کی دعوی میں سو جب اللہ تعالی نے ایک امر خلاف عادت اپنی رسول کی ہاتھ پر رسالت کی دعوی کی وجہ سے پیدا کیا تو گویا

قال صدق رسولی فی کل ما یبلغ عنی سواء کان تبلیغه بقوله او فعله او سکوته مثال ذلك على ما
یہ ارشاد کیا میرا رسول سچ کہتا ہی جو جو حکم میری طرف سی پہنچاتا ہی برابر ہی کہ وہ تبلیغ کولی ہو یا فعلی ہو یا خاموشی کی ہو اسکی مثال موافق
ذکرہ العلماء ان رجلا اذا قام فی مجلس ملك بحضور جماعة وقال انا رسول هذا الملك بعثنی الیکم
بیان علماء کی یہہ ہی کہ جب ایک شخص بادشاہ کی دربار میں روبرو ایک جماعت کی کھڑا ہو کر یہہ کہی کہ میں اس بادشاہ کا سفیر ہوں مجھکو تمہاری پاس
بکذا وکذا من التکالیف فطلبوا منه حجة تدل علی صدقه فقال آیة صدقی ان اطلب من
فلانا فلانا حکم دیکر بھیجا ہی اس جماعت نی اوس سی سند طلب کی جس سی اوسکی صداقت معلوم ہو اوس شخص نی کہا میری صداقت کا نشان یہہ ہی کہ میں بادشاہ کی
الملك ان یخالف عادته ویقوم من مقامه ویقعد ثلث مرات ففعل الملك ذلك بطلبه فلا ریب
کہتا ہوں کہ میری کہنی سی اپنی عادت کی خلاف تین بار کھڑا ہو اور بیٹھ جاوی پھر بادشاہ اسکی کہنی سی وہ ہی کری تو بیشک
ان ذلك الفعل من الملك قائم مقام قوله صدق هذا الرجل فی کل ما یبلغ عنی ومفید للعلم الضروری
یہ حرکت بادشاہ کی قایم مقام اس بات کی ہی کہ یہہ شخص سچ کہتا ہی جو جو حکم میری طرف سی بیان کرتا ہی اس سی علم بدیہی
بصدقه لمن شاهد ذلك الفعل من الملك ولمن لم یشاهده بل وصل الیه خبره بالتواتر ولا شك
اوسکی صداقت کا حاصل ہوگا جو جو یہہ حرکت بادشاہ کی دیکھیگا اور جسکو دیکھنا میسر نہیں ہوگا بلکہ اوسکو متواتر خبر اسکی پہنچی گی اور اسمیں کچھ شک
ان هذا المثال مطابق لحال الرسل علیهم الصلوة والسلام فی افادة معجزتهم العلم الضروری
کہ یہہ مثال رسل علیہم السلام کی حال ہی خوب مطابق ہی اس باب میں کہ اونکی معجزہ سی علم بدیہی اونکی صداقت کا حاصل ہوتا ہی جو جو کہ اونکا معجزہ
بصدقهم لمن شاهدها ولمن لم یشاهدها بل وصل الیه خبرها بالتواتر واذا ثبت صدقهم
دیکھتی ہیں اور جو نہیں دیکھتی بلکہ اونکو متواتر خبر ملتی ہی جب انبیا کا صدق ثابت ہوا
یجب الایمان بهم ولا یحصل الایمان بهم الا بمعرفة ما یجب فی حقهم وما یستحیل علیهم وما یجوز
تو اونپر ایمان لانا واجب ہوا اور اونپر ایمان لانا معتبر نہیں ہوتا مگر اول دریافت کری اون احوال کی جو اونکی حق میں واجب ہیں اور جو اونپر محال ہی اور جو اونپر
لهم فما یجب فی حقهم الصدق والامانة وتبلیغ ما امروا بتبلیغه وما یستحیل علیهم اضداد هذه
جایز ہی سو جو اوصاف اونکی حق میں واجب ہیں صدق اور امانت اور تبلیغ امر معروف کی اور جو اونپر محال ہی ضدیں ان صفتوں کی
الصفات وهی الکذب والخیانة وکتمان ما امروا بتبلیغه وما یجوز لهم الاعراض البشریة التی لا تؤدی
یعنی جھوٹ اور خیانت اور چھپانا امر معروف کا اور جو اونکی حق میں جایز ہی حالات بشری جس سی اونکی بلند مرتبہ میں
الی نقص فی مراتبهم کالمرض ونحوه اما وجوب الصدق فی حقهم واستحالة الکذب علیهم فلان معجزتهم
نقصان عاید ہو جیسی بیماری اور مانند اسکی اور واجب ہونا صدق کا اونکی حق میں اور محال ہونا جھوٹ کا اسلئی ہی کہ اونکا معجزہ
قد دلت علی صدقهم فلو جاز لهم الکذب لادی الی ابطال دلالة المعجزة علی الصدق وهو محال واما
اونکی صداقت کی دلیل ہی پس اگر اونکو جھوٹ بولنا بھی جایز ہو تو اس سی دلالت معجزہ کی جو صدق پر تھی باطل ہو جاویگی اور یہہ محال ہی اور
وجوب الامانة فی حقهم واستحالة الخیانة علیهم فلانهم لو خانوا بفعل شیء مما هو حرام او مکروه
اور واجب ہونا امانت کا اونکی حق میں اور محال ہونا خیانت کا اونپر اسواسطی کہ انبیا اگر خیانت کریں کوئی امر حرام یا مکروہ عمل میں لاکر
لکنا مامورین باتباعهم فیه لانه تعالی امر الخلق باتباعهم فی افعالهم واقوالهم وسکوتهم فلو علم الله
تو ہمکو بھی اونکی اطاعت کا اوس باب میں حکم ہوتا اسلئی کہ الله تعالی نی تمام امت کو اونکی اتباع کا حکم دیا افعال اور اقوال اور سکوت میں پس اگر الله تعالی کو علم ہوتا
منهم خیانة لما امر الخلق باتباعهم فثبت بذلك انه تعالی عصمهم عن فعل شیء مما هو حرام او مکروه
اونسی خیانت ہو سکتی تو ہرگز خلق کو اونکی اتباع کا حکم نہ فرماتا اس سی ثابت ہوا کہ الله تعالی نی اونکو معصوم بنایا ہی تمام فعل حرام اور مکروہ سی

فلا یفعل

فلا يقع عنهم إلا ما هو واجب أو مندوب أو مباح هذا بالنظر إلى نفس الفعل وأما بالنظر إليهم فالحق

سو اونکی وہ عمل سوای جو واجب ہے یا مستحب ہے یا مباح ہے یہ حال باعتبار ذات فعل کی ہے ورنہ بلحاظ ذات انبیاء علیہم السلام کی حق یہ ہے کہ

أن أفعالهم دائرة بين الوجوب والندب لا غير لأن المباح لا يقع منهم كما يقع من غيرهم بمقتضى الشهوة

کہ افعال ونکی صرف واجب اور مستحب ہیں درکچھ نہیں سلئے کہ مباح ان سے نہیں واقع ہوتا جیسے اور عوام سے باعتبار شہوت نفس کی

بل إنما يقع منهم بنية صالحة تصير بها عبادة وأقل ذلك قصد التعليم لغيرهم إذا ثبت هذا

ہوتا ہے بلکہ ولسی گر ہوتا ہی تو نیک نیت سے ہوتا ہے تاکہ وہ عبادت ہو جاوے اور کم سے کم یہ ارادہ تعلیم غیر کی ہو جب یہ بات ثابت ہوئی

فالواجب على كل مؤمن أن يكون على حذر عظيم وخجل شديد على إيمانه أن يسلبه بأن

تو ہر ہر مؤمن پر واجب ہے کہ بہت پرہیز کرتا رہے اور بہت خوف کرتا رہے اپنے ایمان پر مبادا سلب ہو جاوے اس سبب سے

يصغي بأذنه ويلتفت بذهنه إلى خرائف ينقلها في حقهم كذبة المؤرخين وسفهاء في نقصها بعض

کہ کسی کان لگاکر اور متوجہ ہو اپنی فکر سے دل خرافات کی طرف جو اونکی حق میں جھوٹے مورخ نقل کرتے ہیں اور بعضے ان میں جاہل مفسر

الجهلة من المفسرين فإنه لقلة تحصيلهم وعدم تحقيقهم ربما يغترون في ذلك بظواهر من الكتاب

ہیں ونکی تابع ہو گئے ہیں یہ لوگ بسبب کم علمی کی بے تحقیقی اکثر دھوکا کھاتے ہیں کتاب اور سنت کی ظاہر معنی کی اعتبار سے اسی واسطے کہتے ہیں

والسنة ولهذا قيل التمسك في عقائد الإيمان بمجرد ظواهر الكتاب والسنة من غير تفصيل

کہ کسی سند کرنی عقائد ایمان میں صرف ظاہر معنی کتاب اور سنت کی سے بدون تفصیل کی

بين ما يستحيل ظاهره منهما وبين ما لا يستحيل فلا خفاء في كونه أصلا من أصول الكفر

درمیان دونوں امور کی جو ظاہر معنی دونوں کی محال ہیں یا محال نہیں ہیں سو بیشک صاف کفر اور بدعت کی جڑ ہی

والبدعة قال الإمام السنوسي وكذا تلقى هذا العلم من مجرد الكتب والمشايخ المصحفين للفقهاء

امام سنوسی کہتے ہیں ولسی ہی مانند لینا اس علم کا صرف مشائخ غلط کار دل کی کتابوں سے اور فقہا سے بے تحقیق

بلا تحقيق وأما وجوب التبليغ في حقهم واستحالة الكتمان عليهم فلأنهم لو كتموا شيئا مما أمروا بتبليغه

اور امر معروف کی تبلیغ اور محال ہونا چھپانے کا اسلئے واجب ہے کہ اگر انبیاء علیہم السلام چھپالیتے کچھ امر معروف میں سے

لكان الناس مأمورين باتباعهم في كتمان بعض ما أمروا بتبليغه من العلم النافع لمن اضطر إليه وكيف يتصور

تو عوام کو بھی اتباع کی لئے حکم ہوتا واسطے چھپانے کی بعضی امر معروف کی یعنی جو علم مفید ہو حاجت مند کو اور کیونکر تصور میں آسکتا ہے

ذلك والكتمان حرام ملعون فاعله بشهادة قوله تعالى إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنَاتِ

حالانکہ یہ چھپانا حرام ہے چھپانے والا ملعون ہے اس آیت کی گواہی سے جو لوگ چھپاتے ہیں جو کچھ ہمنے اوتارا صاف حکم

وَالْهُدَىٰ مِنْ بَعْدِ مَا بَيَّنَّاهُ لِلنَّاسِ فِي الْكِتَابِ أُولَٰئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللَّهُ وَيَلْعَنُهُمُ اللَّاعِنُونَ وأما جواز

اور راہ کی نشان بعد اسکی کہ ہم اونکو کھول چکے لوگوں کی واسطے کتاب میں اونکو لعنت دیتا ہی اللہ اور لعنت دیتے ہیں سب لعنت دینے والے اور

الأعراض البشرية لهم فلأنها لا تقدح في رسالتهم وعلو منزلتهم بل هي مما يزيد في مراتبهم باعتبار تعظيم

حالات بشری اونکی لئے اسواسطے جائز ہیں کہ اونکی رسالت اور علو مرتبہ میں اصلا مضر نہیں ہیں بلکہ وہ حالات اونکا مرتبہ اور بڑھاتی ہیں باعتبار عظمت

أجرهم من جهة ما يقاربها من طاعة صبرهم فإنه تعالى كان قادرا على إيصال إليهم ذلك الثواب

ثواب کی جو ونکو صبر کی عبادت پر ملتا ہی بیشک اللہ تعالی قادر ہی کہ ونکو یہ ثواب

العظيم بلا مشقة يلحقهم لكن تعظيم حكمته اختار أن يوصل إليهم ذلك الثواب مع تلك الأعراض

عظیم بے مشقت پہنچا دیں عنایت کرتا پر اپنی حکمت عظیم سے یہی پسند کیا کہ اونکو یہ ثواب بعد ونہی مشقت کی عنایت ہو

رفقا بضعفاء العقول كيلا يعتقدوا انهم الالوهية وفيها ايضا اعظم دليل على صدقهم وكونهم
واسطے نرمی کی ضعیف عقلوں پر تاکہ انبیا کو معبود نہ سمجھ لیں اور اسمیں بھی انکی صداقت کی بڑی دلیل ہی اور اسکی کہ وہ اللہ کی طرف سے بھیجے ہوئے
مبعوثين من عند الله تعالى وكون ما ظهرت على ايديهم من الخوارق مخلوقة الله تعالى من غير
آئے ہیں اور جو جو معجزہ ان کے ہاتھ پر ظاہر ہوتے ہیں وہ اللہ تعالی کے پیدا کیے ہوئے ہیں
ان يكون لهم قدرة على اختراعها اذ لو كان لهم قدرة على اختراعها لدفعوا عن انفسهم ما هو يسير
انکو اون معجزات کی جاری کرنے میں کچھ دخل نہیں ہی اسواسطے کہ اگر انکو ان معجزات پر قدرت ہوتی تو تھوڑا اپنے حال پر سے اور سے آسان کو دور کر دیتے
منها من المرض والجوع والعطش والم الحر والبرد واذية الخلق ونحو ذلك وفيها ايضا فائدة عظيمة
یعنی بیماری بھوک پیاس تکلیف گرمی جاڑے کی تکلیف دہی خلق کی اور مانند اسکی اور اسمیں بھی بڑا فائدہ ہی
وهي تشريع الاحكام للخلق المتعلقة بها كما عرف في شريعتنا احكام السهو في الصلوة من سهو
وہ جائز ہونا احکام کا واسطے عوام کی جو ایسی حالات سے متعلق ہیں چنانچہ ہماری شریعت میں احکام سہو کی نماز میں معلوم ہوگئی
نبينا عليه السلام في الصلوة وكيفية اداء الصلوة في حال المرض والخوف من فعله عليه السلام
ہمارے نبی کی سہو کرنے سے نماز میں اور کیفیت نماز ادا کرنے کی بیماری اور خوف میں نبی علیہ السلام کی فعل سے معلوم ہوئی
وهيئة اكل الطعام وشرب الماء ونحو ذلك من اكله وشربه المجلس السادس عشر في
اور وضع کھانا کھانے اور پانی پینے کی اور مانند اسکی آپ کی کھانے اور پینے سے سولہویں مجلس
تحقيق السعيد والشقي وبيان اقسام الكفر وغيره قال رسول الله صلى الله عليه
نیکبخت اور بدبخت کی تحقیق میں اور کفر وغیرہ کی قسمیں بیان کرنے میں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم ان العبد ليعمل عمل اهل النار وانه من اهل الجنة ويعمل عمل اهل الجنة وانه من اهل النار
وسلم نے بیشک بعضا بندہ عمل کرتا ہی دوزخیوں کی سی اور وہ ہوتا ہی اہل جنت سے اور عمل کرتا ہی بہشتیوں کی سی اور وہ ہوتا ہی دوزخی
وانما الاعمال بالخواتيم هذا الحديث من صحاح المصابيح رواه سهل بن سعد وليس فيه دلالة
اعمال خاتمہ کیلیے معتبر ہوتی ہیں یہہ حدیث مصابیح کی صحیح حدیثوں میں سے ہی سہل بن سعد کی روایت سے اس حدیث میں عمل
على ترك العمل بل فيه حث للعبد على مواظبة الطاعات واجتناب السيئات في كل وقت من
ترک کرنیکی دلیل نہیں ہی بلکہ اس حدیث میں بندہ کو واسطے دائمی طاعات کی اور گناہوں سے اجتناب پر رغبت ہی ہر ہر وقت
اوقات العمر خوفا من ان يكون ذلك الوقت اخر عمره وفيه ايضا زجر له عن العجب والفرح بالاعمال
تمام عمر اس خوف سے کہ مبادا عمر کا یہہ ہی آخری وقت ہو اور اسمیں زجر ہی اعمال پر تکبر اور خوش ہونے سے
لانه لا يدري ماذا يصيبه في العاقبة اذ رب شخص يعمل عمل اهل الجنة من الايمان والطاعات وفي
اسلئے کہ اسے کیا خبر ہی کہ عاقبت کو کیا حال ہوگا اسواسطے کہ بعضی شخص عمل بہشتیوں کی سی کرتی ہیں ایمان اور عبادات اور
تقدير الله تعالى انه من اهل النار فيتحول في اخر عمره من الايمان والطاعات الى الكفر والمعاصي فيموت
تقدیر الہی میں وہ دوزخی ہی سو آخر عمر میں وہ ایمان اور طاعات سے کفر اور معاصی کی طرف متوجہ ہو جاویگا پھر
على الكفر والمعاصي فيدخل النار ورب شخص يعمل عمل اهل النار من الكفر والمعاصي وفي تقدير الله
کفر اور معاصی پر مر کر دوزخ میں داخل ہوگا اور بعضی شخص عمل کرتی ہیں دوزخیوں کی سی کفر اور معاصی اور تقدیر الہی میں
انه من اهل الجنة فيتحول في اخر عمره من الكفر والمعاصي الى الايمان والطاعات فيموت على الايمان والطاعات
وہ جنتی ہی سو وہ آخر عمر میں کفر اور معاصی سے بچکر ایمان اور طاعات کی طرف متوجہ ہو جاویگا پس ایمان اور طاعات پر مر کر

مدخل الجنة ولذلك قال النبي عليه السلام انما الاعمال بالخواتيم يعني ان اعمال العبد
جنت میں داخل ہوگا اسی لئے فرمایا نبی علیہ السلام نے کہ اعمال خاتمہ پر منحصر ہیں مراد یہ ہے کہ اعمال آدمی کی

متعلقة في السعادة والشقاوة باخر العمر وفي حديث آخر انه عليه السلام قال اعملوا فكل
سعادت اور شقاوت میں آخر عمر سے متعلق ہیں اور ایک اور حدیث میں ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا عمل کیا کرو ہر ایک کو وہی عمل

ميسر لما خلق له اما من كان من اهل السعادة فسيسر لعمل اهل السعادة واما من كان من اهل
آسان ہوگا جسکے واسطے وہ شخص پیدا ہوا ہے یعنی جو شخص سعادتمند ہے اوسکو اعمال سعادتمندوں کی میسر ہونگی اور جو شخص

الشقاوة فسيسر لعمل اهل الشقاوة فانه عليه الصلوة والسلام بين في هذا الحديث ان كل احد
بدبخت ہے اوسکو بدبختوں کی سی عمل آسان ہونگی پس نبی علیہ السلام نے اس حدیث میں یہ بیان فرمایا کہ ہر ایک کا

مهيا وموفق للذي خلق لاجله من الخير والشر فمن خلق وقدر انه من اهل الجنة يجري الله تعالى
سامان اور توفیق مہیا ہے جسکی واسطے وہ پیدا کیا گیا ہے نیک اور بد پس جو پیدا ہوا ہے اس تقدیر پر کہ جنتی ہو تو اللہ تعالی

على يديه اعمال اهل الجنة وييسرها عليه حتى يموت ويدخل الجنة ومن خلق وقدر انه من اهل النار
اوسکی ہاتھ پر اعمال جنتیوں کی جاری کرکر اوسپر آسان کردیتا ہے آخر مرکر جنت میں چلا جاتا ہے اور جو شخص پیدا ہوا ہے اس تقدیر پر کہ وہ دوزخی ہے

يجري الله على يديه اعمال اهل النار وييسرها عليه حتى يموت ويدخل النار فالعمل دليل يغلب الظن
تو اللہ اوسکی ہاتھ پر دوزخیوں کی عمل جاری کرکر آسان کردیتا ہے آخر مرکر دوزخ میں چلا جاتا ہے پس عمل باعتبار ظن غالب کی اسکی دلیل ہے

ان الشخص من اي الصنفين يكون ومن هذا كان الواجب على ان لا يكون خاليا عن العمل الصالح
کہ آدمی دونوں قسم میں سے کونسا ہے اس بیان سے واجب ہے کہ آدمی کبھی کسی وقت تمام عمر میں نیک عمل سے خالی نہ رہا کرے

في وقت من الاوقات لانه لا يدري متى ياتيه الموت اذ ليس له سن ولا وقت معلوم ولا مرض معلوم فطوبى
کیونکہ کیا معلوم ہے کہ اوسکو موت کب آجاویگی اسلئے کہ موت کا کوئی سال اور وقت معلوم نہیں ہے اور نہ کوئی بیماری مقرر ہے پس خوشی ہے

لمن رزقه الله تعالى الفهم واليقظة من نوم الغفلة والتفكر في امر الخاتمة واسال الله ان يجعلنا
اس شخص ہی جسکو اللہ تعالی نے فہم اور بیداری عنایت کی ہے خواب غفلت سے اور سوچ دی ہے خاتمہ کی حال کی اور دعا مانگتا ہوں اللہ تعالی سے کہ موت

في خير مع البشارة فان المؤمن له بشارة من الله تعالى عند الموت كما قال الله تعالى ان الذين
اچھی وقت بشارت کی ساتھ دے کیونکہ مؤمن کو اللہ کی طرف سے موت کی وقت بشارت ہوتی ہے چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہے تحقیق جنہوں نے

قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ
کہا رب ہمارا اللہ ہے پھر اسی پر ٹھیرے رہے اونپر اوترتی ہیں فرشتے کہ تم نہ ڈرو اور نہ غم کھاؤ اور خوشی سنو اوس بہشت کی جسکا تمکو

تُوْعَدُوْنَ فانه تعالى بين في هذه الاية ان الذين اقروا بربوبيته واعترفوا بوحدانيته ثم استقاموا
وعدہ تھا اللہ تعالی نے اس آیت میں بیان فرمایا ہے کہ جس نے اوسکی ربوبیت کا اقرار کیا اور وحدانیت کو مان لیا پھر وہ اوسی اقرار

على ذلك الاقرار والاعتراف الى الموت باتيان جميع المامورات واجتناب جميع المنهيات اذ لا يتحقق
اور تسلیم پر موت تک قایم رہا اسطور کہ تمام احکام بجا لاتا رہا اور تمام منہیات سے پرہیز کرتا رہا کیونکہ پوری

الاستقامة بدون ذلك بل يحصل الاعوجاج بترك شئ من المامورات وارتكاب شئ من المنهيات
استقامت بدون اسکی نہیں ہوتی بلکہ استقامت میں خلل آجاتی ہے مامورات کی ترک اور منہیات کی عمل سے

تتنزل عليهم الملئكة من جهته تعالى عند الموت بالبشارات التي هي قولهم ان لا تخافوا ولا تحزنوا
تو ایسی لوگوں پر اللہ کی طرف سے موت کی وقت فرشتے یہہ بشارت لیکر آتی ہیں کہ اب مت ڈرو اور نہ غم کرو

وابشروا بالجنة التي وعدكم الله تعالى بها على لسان نبيكم وقال لاعدائه تمنوا الموت ان كنتم صادقين
اور خبر سو بہشت کی جو اللہ تعالی نی تمسی وعدہ کیا تہا تمہاری نبی کی زبان پر اور اوسکی دشمنوں کی حق میں یہہ فرمایا تو مناؤ مرنی کو اگر تم سچی ہو
ولا يتمنونه ابدا بما قدمت ايديهم والله عليم بالظالمين فبين سبحانه وتعالى في هذه الاية
اور کبھی نہ مناویںگی مرنا اسواسطی کہ آگی بہیج چکی ہین اونکی ہاتہہ اور اللہ کو خوب معلوم ہین گنہگار اللہ تعالی نی اس آیت میں یہہ بیان فرمایا
ان الصادقين في اقرارهم لكونهم مستعدين للموت يتمنونه ولا يفرون منه لكون عملهم حسنا واما
کہ جو سچا اقرار کرنیوالی ہین موت کی سامان جو کرتی رہی ہین تو موت کو مناتی ہین اور اوس سی بہاگتی نہین اسلئی کہ اونکی عمل نیک ہین ۔ اور
الظالمون فلعدم كونهم مستعدين للموت لا يتمنونه بل يفرون منه لكون عملهم سوءا فان العمل السوء
ظالم جو کہ سامان موت کا نہیں کرتی رہی تو موت کو نہیں مناتی بلکہ اوس سی بہاگتی ہین کیونکہ اونکی عمل برے ہین کیونکہ عمل بد
وان لم يخرج المؤمن عن الايمان الا انه سبب لسوء خاتمته وشؤم عاقبته فان سوء الخاتمة لا يكون
اگرچہ مومن کو ایمان سی تو بالفعل نہین کر دیتا پر سبب ہوتا ہی خاتمہ بد کا اور عاقبت منحوس کا اسواسطی کہ برا خاتمہ اوسی کا ہوتا ہی
الا لمن كان له فساد في الاعتقاد او اصرار على المعاصي او عدول عن الاستقامة او ضعف في الايمان
جسکی اعتقاد میں فساد ہوتا ہی اور گناہوں پر اڑا رہتا ہی یا استقامت سی ٹل جاتا ہی یا اوسکا ایمان سست ہوتا ہی
اما الفساد في الاعتقاد فبان يكون في قلبه شيء من انواع الشرك فان انواع الشرك ستة احدها
پہر فساد اعتقاد کا یہہ ہی کہ اوسکی دل مین کسی قسم کا شرک ہو کیونکہ شرک کی قسمیں چھہ ہیں ایک شرک
استقلال وهو اثبات الهين مستقلين كشرك الثنوية فانهم قالوا نجد في العالم خيرا كثيرا وشرا
بالاستقلال یعنی سخت وہ یہہ ہی کہ دو اللہ مستقل ثابت کری جیسی ثنویہ کرتی ہین وہ یہہ کہتی ہین کہ ہم عالم مین بہلائی بہت دیکہتی ہین اور برائی بہی
كثيرا والواحد لا يكون خيرا وشريرا بالضرورة فلا بد ان يكون لكل منهما فاعل على حدة ثم انهم
بہت دیکہتی ہین اور ظاہر ہی کہ ذات واحد سی خیر اور شر نہین ہو سکتا پس بالضرور دونو کا فاعل الگ الگ ہوگا پہر اس فرقہ کی
انقسموا قسمين القسم الاول المانوية والديصانية فانهم قالوا فاعل الخير النور وفاعل الشر الظلمة والقسم
دو قسم ہوئین پہلی قسم تو مانویہ ہی اور دیصانیہ انکا یہہ قول ہی کہ خیر کا فاعل تو نور ہی اور شر کا فاعل تاریکی ہی ۔ دوسری
الثاني المجوس فانهم قالوا فاعل الخير يزدان وفاعل الشر اهرمن يعنون به الشيطان ثم اختلفوا في ان
قسم مجوس ہین یہہ یہی کہتی ہین فاعل خیر کا یزدان ہی اور شر کا فاعل اہرمن ہی یعنی شیطان پہر اہرمن کی حق میں اختلاف کیا ہی
اهرمن قديم كيزدان او حادث منه والثاني من انواع الشرك شرك تبعيض وهو جعل الاله مركبا
آیا وہ یزدان کی مانند قدیم ہی یا اوسکا پیدا کیا ہوا حادث ہی اور دوسری قسم شرک کی شرک تبعیض ہی اور وہ مرکب کرنا اللہ کا
من آلهة كشرك النصارى فانهم اثبتوا الاقانيم الثلثة التي هي الوجود والعلم والحيوة وحكموا
کئی اللہ سی جیسی شرک نصاری کا نصاری نی تین اصول ثابت کئی ہین وجود اور علم اور حیات پہر ان تینوں پر
عليها بانها آلهة ثلثة واعتقدوا ان الاله جوهر فرد مركبة من هذه الثلثة وقالوا مجموع هذه الثلثة
یہہ حکم کیا ہی کہ تینوں خدا ہین اور یہہ اعتقاد کرتی ہین کہ اللہ جوہر فرد ان تینوں سی مرکب ہی اور کہتی ہین کہ مجموعہ ان تینوں کا ملکر
اله واحد وجعلوا الذات الواحدة ثلث صفات وذلك غير معقول العاقل والثالث من انواع
اللہ واحد ہی ایک ذات واحد کو تین صفات ٹہرائین اور یہہ عاقل کی نزدیک معقول نہین ہی تیسری قسم شرک کی
الشرك شرك تقريب وهو عبادة غير الله تعالى ليقرب الى الله تعالى كشرك متقدمي عبدة الاصنام
شرک تقریب ہی اور وہ پوجنا غیر کا سوای اللہ تعالی کی تاکہ اللہ سی نزدیک کر دی جیسی شرک متقدمین بت پرستوں کا

فانهم لما رأوا ان عبادتهم للمولى العظيم على ما هم عليه من غاية الدناءة ونهاية الحقارة سوء
انکی حال میں جب یہہ تاکہ ہمارا عبادت کرنا مولی بزرگ کو اس حال میں کہ ہمکو نہایت حاصل ہے اور ہم بڑی حقیر ہیں
ادب عظيم تقربوا اليه بعبادة من هو اعلى منهم عنده كالملائكة والشمس والقمر والنجوم و
بے ادبی ہے اسلئے قرب الٰہی کی وسطی تو چاہا اون چیزونکا سجدہ کرنا جو اونسے اونکی حال میں بہتر ہے جیسے فرشتے اور سورج اور چاند اور ستارہ اور
النار ونحوها ثم انهم لما رأوا غيبة من اختاروا عبادته عنهم صنعوا الاصنام امثلة لما غاب
آگ ورمانند اسکی پھر جب یہہ دیکھا کہ جسکی ہم عبادت کرتے ہیں وہ ہماری سامنے سے غائب ہوجاتی ہیں تو اونکی صورت کی مثل بنائی جو کوئی اونکا معبود
عنهم من معبوداتهم واشتغلوا بعبادتها وشبهتهم في ذلك ان يتقربوا الى ما جعلوه مثالا له
غائب ہوجاتا تو اون مورتوں کو پوجنے لگتے اور غرض اونکی اس سے یہہ ہے کہ نزدیک ہوجاویں اوس سے جسکا مثال بنایا ہے
ومقصدهم من جميع ذلك ان يتقربوا الى المولى العظيم لكن تلاعب الشيطان بعقولهم واوقعهم
اور اس سب سے یہہ مراد ہے کہ مولی بزرگ سے قریب ہوجاویں پر شیطان نے اونکی عقلوں کو کہلونا بناکر
في الضلال والرابع من انواع الشرك شرك التقليد وهو عبادة غير الله تعالى تقليدا للغير كشرك
گمراہ کردیا اور چوتھی قسم شرک کی شرک تقلید ہے اور وہ پوجنا غیر اللہ کا اوروں کو دیکھکر جیسی شرک
متأخري عبدة الاصنام فانهم لما وجدوا آباءهم واجدادهم مشتغلين بعبادتها قلدوهم فيها
پچھلے بت پرستوں کا جب انہوں نے باپ دادوں کو خوب پوجتے دیکھا بت پرستی میں اونکی تابع ہوگئے
وَقَالُوا إِنَّا وَجَدْنَا آبَاءَنَا عَلَىٰ أُمَّةٍ وَإِنَّا عَلَىٰ آثَارِهِم مُّقْتَدُونَ وهم كآبائهم في ضلال مبين والخامس
اور کہنے لگے ہمنے پایا ہے باپ دادی ایک رستہ پر اور ہم اونہی کی قدموں پر چلتے ہیں اور وہ انہی باپ دادوں کی مانند صریح گمراہی میں ہیں
من انواع الشرك شرك الاسباب وهو اسناد التاثير للاسباب العادية كشرك الفلاسفة والطبائعيين
پانچویں قسم شرک کی شرک اسباب ہے اور وہ نسبت کرنا تاثیر کا سببوں ظاہری عادت کی جیسی شرک حکماء یونان اور طبعیوں کا
ومن تبعهم على ذلك من جهلة المؤمنين فانهم لما رأوا ارتباط الشبع باكل الطعام وارتباط الري
و جو اونکی پیچھے ہیں اس بات میں مسلمانوں میں سی جاہلوں نے جب دیکھا کہ ربط شکم سیری کا کھانا کھانے سی اور ربط تازگی کا
بشرب الماء وارتباط ستر العورة بلبس الثياب وارتباط الضوء بالشمس ونحو ذلك مما لا ينحصر فهموا
پانی پینے سی اور ربط ستر پوشی کا کپڑا پہننے سی اور ربط روشنی کا سورج سے ہے اور مانند اسکی بیقیاس تو
بجهلهم ان تلك الاشياء هي المؤثرة فيما ارتبط وجوده معها اما بطبعها او بقوة وضعها الله فيها وهو
اپنی جہالت سے یہہ سمجھی کہ یہی چیزیں مستقل تاثیر رکھتی ہیں انہی سببوں میں یا تو اپنی طبع کی تاثیر سی یا بسبب قوت کی کہ اللہ تعالی نے اوس میں پیدا کی ہے
غلط وسبب غلطهم قياسهم ادراك الحس بادراك العقل فان الذي شاهدوه انما هو اثر شيء
سب غلط ہے وسبب غلطی کا یہہ ہوا کہ محسوسات پر معقولات کو قیاس کرلیا ہے کیونکہ جو یہہ دیکھتے ہیں تو یہہ ہی اثر ہے ایک چیز کا
عند شيء وهذا هو حظ الحس واما تاثيره فيه فلا يدرك بالحس بل انما يدرك بالعقل والسادس من
پاس کی چیز میں سی یہہ ہی محسوس ہوتا ہے اور تاثیر اسکا حواس سے نہیں تا سو وہ صرف عقل سے دریافت ہوسکتی ہے چھٹی قسم
انواع الشرك شرك الاغراض وهو العمل لغير الله تعالى كشرك المرائين فانهم عند عملهم المأمور به
شرک کی وہ شرک اغراض ہے اور وہ عمل کرنا واسطے غیر اللہ کی جیسی شرک ریاکاروں کا جب یہہ اکار کوئی مامور بہ
من واجب ومندوب وعند تركهم المنهي عنه من محرم او مكروه ليس مقصودهم طلب رضاء الله تعالى
واجب یا مستحب ذاکری میں یا چھوڑتی کسی منہی عنہ حرام یا مکروہ سے احتراز کرتی ہیں تو اونکو مقصود رضامندی خدا تعالی کی نہیں ہوتی

بحاله

بل مقصودهم مجرد نيل مدح من بعض عبيده او حب منه له او رياسة من عنده او ظفر

بلکہ انکی مراد صرف تعریف کرانی بعض بندگان الٰہی سے ہوتی ہے یا محبت انکی اونکی دلین یا بڑائی اونکی نزدیک یا اوس سے کچھ مال حاصل کرنا

من قبله او صرف مذمة يخافها منه ومثله العمل لمجرد الظفر بالحور والقصور ونعيم الجنان

یا دور کرنا بدنامی کا جو اونکی طرف سے خوف ہو اور ایسا ہی ہے عمل کرنا صرف واسطے حاصل کرنے حوروں اور محلوں اور نعمتوں جنت کی

والسلامة من النيران والسبب الحامل لهم على ذلك نسيانهم توحيده تعالى حتى توهموا امكان

اور واسطے بچنے کی آگ سے اور سبب اسکا فساد نیت اصلی ہے کہ خدا کی توحید کو بھول جاتے ہیں یہاں تک کہ اونکو یہ وہم ہوا کہ

حصول نفع او ضر من غيره تعالى وتوهموا كون الخلق قادرين على النفع والضر حتى راعوهم

نفع اور ضرر سوا اللہ تعالیٰ کے اوروں سے بھی ہو سکتا ہے اور یہ وہم ہوا کہ خلقت کو نفع اور ضرر کی قدرت ہے کیونکہ

في طاعتهم وتوهموا كون طاعتهم مؤثرة في استجلاب نفع او دفع ضر في الدنيا والآخرة

اپنی طاعت میں اونکی رعایت کرنی لگی اور یہ وہم ہوا کہ ہماری عبادت کو اثر ہے نفع پیدا کرنی میں اور ضرر دفع کرنی میں دنیا اور آخرت کی

وليس كذلك بل لو انهم احضروا في ذهنهم انفراده تعالى بخلق جميع الكائنات بلا واسطة

اور حقیقت میں یہہ نہیں ہے بلکہ اگر یہہ لوگ وحدانیت اللہ تعالیٰ کی اپنی ذہن میں قائم رکھتے کہ پیدا کرنیوالا تمام موجودات کا بلا واسطہ وہی ہے

وعدم تأثير لكل ما سواه في اثر ما ومن جملة ذلك طاعتهم لكانوا لا يقصدون بطاعتهم

اور کسی امر میں کسیکو اصلاً کچھ تاثیر نہیں ہے اور اسی میں اونکی طاعت بھی داخل ہے تو کبھی اپنی طاعت سے کسی اور کو توقع ہوتی ہے

التي وفقوا لها الا مجرد الامتثال لامر الله تعالى ثم لطمعوا عنده فيما وعد به الله تعالى من

سوا طاعت امر الٰہی کی کچھ غرض رکھتی پھر بعد طاعت کی خواہش کرتی جو اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے

الخير معها بمحض فضله من غير وجوب ولا استحقاق وحكم الاربعة الاولى التي هي شرك

نعمت کا اوسکی محض فضل سے کہ نہ اوسپر واجب ہے نہ اسکا کچھ حق ہے اور حکم شرک کی پہلی چاروں قسم کا کہ وہ شرک

استقلال وشرك تبعيض وشرك تقريب وشرك تقليد الكفر بالاجماع وحكم السادس الذي هو

استقلال ہے اور شرک تبعیض ہے اور شرک تقریب ہے اور شرک تقلید ہے بالاتفاق کفر ہے اور حکم چھٹے قسم کا

شرك الاغراض المعصية بالاجماع وحكم الخامس الذي هو شرك الاسباب التفصيل

جو شرک اغراض ہے بالاتفاق معصیت کا ہے اور حکم پانچویں قسم کا جو شرک اسباب ہے اس تفصیل پر ہے

وهو ان اهل هذا الشرك في اعتقادهم التأثير لتلك الاسباب مختلفون فمنهم من يعتقد ان تلك

کہ ایسے مشرک اپنی اعتقاد میں تاثیر اسباب کی اسباب میں کئی طرح پر جاتی ہیں بعضی یہہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ

الاسباب تؤثر بطبعها وحقيقتها في الاشياء التي تقارنها ولا خلاف في كفر من يعتقد هذا ومنهم

تاثیر اسباب کی جن اشیا سے یہہ ملتی ہیں طبعی اور حقیقی ہے ایسی اعتقاد والوں کی کفر میں کسیکو خلاف نہیں ہے اور بعضی

من يعتقد ان تلك الاسباب لا تؤثر بطبعها وحقيقتها بل بقوة اودعها الله فيها ولو نزعها منها

یہہ اعتقاد کرتی ہیں کہ یہہ اسباب باستقلال طبیعت اور حقیقت کی اثر نہیں کرتی بلکہ بوسیلہ ایک قوت کی کہ اللہ تعالیٰ نے ان اسباب میں پیدا کی ہے اور اگر اس قوت کو

لا تؤثر وقد سعهم في هذا الاعتقاد كثير من عامة المؤمنين ولا خلاف في بدعة من يعتقد هذا

تو اثر نہیں کرتی اس اعتقاد میں اکثر عوام مسلمان سے اونکی شامل ہیں ایسی اعتقاد والوں کی بدعتی ہونی میں کسیکو شبہہ نہیں ہے

وانما الخلاف في كفره فمن كان فيه شيء من هذه المذكورات ولم يشرع في ازالته عن نفسه واصلاح

خلاف ہے تو کفر میں ہے پس جس شخص میں کوئی سا اعتقاد ان مذکورات میں سے ہے اور وہ اوسکی دور کرنی میں سعی نہ کرے اور اپنا اعتقاد درست کرے

مثل

شأنه ختم له بالسوء وإن كان مع كمال الزهد والصلاح لأن زهده وصلاحه إنما ينفعه
تو وہ خاتمہ برا ہو گا اگرچہ کمال زہد اور صلاح رکھتا ہو اس لئے کہ زہد اور صلاح اوسکا جب ہی نفع دیگی

إذا كان مع الاعتقاد الصحيح الموافق لكتاب الله وسنة رسوله وأما إذا لم يكن مع الاعتقاد
کہ جب ساتھ اعتقاد صحیح کی موافق کتاب اللہ اور سنت رسول کی ہو اور اگر ساتھ اعتقاد

الصحيح الموافق لهما بل كان مع الاعتقاد الفاسد المخالف لهما فلا ينفعه وأما الإصرار على المعاصي
صحیح کی نہو جو موافق کتاب اور سنت کی ہی بلکہ ساتھ اعتقاد فاسد کی کتاب اور سنت سی مخالف ہو کچھ فائدہ نہ دیگا اور معاصی پر ایسی اثر کرنی

فبأن يحصل في قلبه إلفها فإن جميع ما ألفه الإنسان في عمره يعود ذكره عند موته فإن كان
کہ اوسکی دل میں معاصی کی محبت پیدا ہو جاوی تو انسان اپنی زندگی بھر میں جو جو محبوب رکھتا ہی مرتی وقت وہ یاد آتی ہین پھر اگر

ميله إلى الطاعات أكثر يكون أكثر ما يحضره عند موته ذكر الطاعات وإن كان ميله إلى
اسکی رغبت طاعات کی طرف زیادہ ہو گی تو مرتی وقت اکثر طاعات یاد آویگی اور اگر اسکی رغبت

المعاصي أكثر يكون أكثر ما يحضره عند موته ذكر المعاصي فربما يغلب عليه حين نزول الموت به
معاصی کی طرف زیادہ ہو گی تو مرتی وقت معاصی یاد آوینگی پس بعضی وقت نزع کی حال میں

قبل التوبة شهوة من الشهوات أو معصية من المعاصي فيتقيد قلبه بها وتصير حجابا بينه وبين
توبہ سی پہلی کوئی شہوت تمام شہوات میں سی یا کوئی گناہ گناہوں میں سی دل پر غالب آجاتا ہی پھر اوسکا دل اوسی میں الجہا رہتا ہی اور وہ اوسمیں اور اوسکی

ربه وسببا لشقاوته في آخر حياته لقوله عليه السلام المعاصي بريد الكفر وأما الذي لم يرتكب
رب میں پردہ ہو کر آخر وقت میں شقی بنا رہتا ہی واسطی قول علیہ السلام کی کہ گناہ کفر کا ایلچی ہوتی ہین اور جسنی اصلا کوئی گناہ

ذنبا أصلا أو ارتكب لكن تاب فهو بعيد عن هذا الخطر وأما العدول عن الاستقامة
نہین کیا یا گناہ تو کیا پر توبہ کر لی سو وہ شخص ایسی اندیشہ سی پاک ہی اور استقامت سی ٹل جانا

فبأن يظهر فيه الاعوجاج فإن من كان مستقيما في ابتدائه ثم تغير عن حاله وخرج عما كان
اسطور پر کہ اوسمیں کجی پیدا ہو جاوی اگر یہہ شخص ابتدا میں مستقیم تہا پھر اپنی حال سی بدل گیا اور جن اوصاف

عليه في ابتدائه يكون سببا لسوء خاتمته وشؤم عاقبته كإبليس الذي كان في ابتدائه رئيس
ابتدا میں تہا اوس سی الگ ہو گیا تو یہہ سبب خاتمہ بد اور عاقبت منحوس کا ہی جیسی ابلیس کہ ابتدا میں فرشتوں کا سردار

الملائكة ومعلمهم وأشدهم اجتهادا في العبادة حتى قيل لم يبق في سبع سموات وسبع أرضين
اور اونکا اوستاد اور عبادت میں بڑا ساعی تہا یہاں تک کہ کہتی ہین کہ ساتوں آسمان اور زمین میں

موضع شبر إلا وهو قد سجد فيه ثم أمر بالسجود لآدم النبي عليه السلام أبى واستكبر وكان من
کہین بالشت بہر جگہہ اسکی سجدہ سی خالی نہین رہی تہی پہر جب اوسکو آدم کی لئی سجدہ کا حکم ہوا تو نہ مانا اور تکبر کیا اور وہ تہا

الكافرين وكبلعام بن باعوراء الذي آتاه الله تعالى آياته فانسلخ منها بميله إلى الدنيا واتباع هواه و
منکروں میں کا اور جیسی بلعام باعور کا بیٹا جسکو اللہ تعالی نی اپنی نشان عنایت کئی پر وہ اونسی الگ ہو کر دنیا کی طرف متوجہ ہوا اور اپنی خواہش پر چلا

كان من الغاوين وكبرصيصا العابد الذي قال له الشيطان اكفر فلما كفر قال إني بريء منك إني أخاف
گمراہ ہو گیا اور جیسی برصیصا عابد جسکو شیطان نی کہا منکر ہو جا جب وہ منکر ہوا تو کہا مین تجہسی الگ ہوں مجکو اندیشہ ہی

الله رب العالمين فإن الشيطان أغراه على الكفر فلما كفر تبرأ منه مخافة أن يشاركه في العذاب
اللہ کا جو پروردگار ہی عالم کا بیشک شیطان نی اوسکو کفر پر آمادہ کیا جب وہ کافر ہوا تو اوس سی الگ ہو گیا اس خوف کا مارا کہ اوسکی عذاب میں شریک نہو جاوی

ولم ينفعه ذلك كما قال الله تعالى فكان عاقبتهما انهما في النار خالدين فيها وذلك جزاء
اور اس سے شیطان کو کچھ فائدہ نہ ہوا چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہی پہر انجام اون دونوں کا یہہ ہی کہ وہ دونوں ہیں آگ میں سدا رہیں اوسمیں اور یہہ ہی سزا

الظلمين واما الضعف في الايمان فبان يكون حب الله تعالى في قلبه ضعيفا فان من كان في
گنہگاروں کی اور ایمان کی سستی سو یہہ ہی کہ اللہ تعالی کی محبت اسکی دل میں ضعیف ہو جسکی

ايمانه ضعف يستولي على قلبه حب الدنيا بحيث لا يبقى فيه لحب الله تعالى شيء الا من حيث
ایمان میں سستی ہوتی ہی تو اوسکی دل پر دنیا کی محبت استیلا پاجاتی ہی کہ اوسمیں محبت الہی کی کچھ گنجایش نہیں رہتی مگر یہہ ہی کچھ

حديث النفس على وجه لا يظهر له اثر في مخالفة الهوى ولا يؤثر في الكف عن المعاصي ولا في الحث
جیسے دل میں بات ہو ایسی کہ ہوا کی مخالفت میں اوسکا کچھ اثر ظاہر نہیں ہوتا اور نہ کچھ اثر معاصی سی رکنی میں ہو اور نہ کچھ اثر

على الطاعات فينهمك في الشهوات وارتكاب السيئات فيتراكم ظلمات الذنوب على قلبه ولا تزال
عبادت کی رغبت میں ہو سو شہوات اور بدیوں کی کرنی میں ڈوبا رہتا ہی اور اندہیری گناہوں کی تہ برتہ اوسکی دل پر چڑہ جاتی ہی اور ہمیشہ

تطفي ما فيه من نور الايمان مع ضعفه فاذا جاء اليه سكرات الموت وعلم انه يفارق الدنيا وهي
نور ایمان کا جو اوسمیں ہوتا ہی بجہتا چلا جاتا ہی باوجودیکہ ضعیف ہی جب اوسکو نزع کی حالت آتی ہی اور جانتا ہی کہ اب دنیا سی چلا اور دنیا

محبوبة له وحبها غالب عليه حتى لا يريد تركها ويتألم من فراقها يرى ذلك من الله تعالى فيخشى
اوسکی محبوبہ تہی اور اوسکی محبت اوسپر ایسی غالب ہی کہ اوسکا چہوڑنا نہیں چاہتا اور اوسکی فراق سی رنج اوٹہاتا ہی سمجہتا ہی کہ یہہ فراق اللہ تعالی کی طرف سی ہی اب ڈر

عليه ان يحصل في قلبه بغضه تعالى بدل حبه فان اتفق خروج روحه في تلك اللحظة
یہہ ہی کہ اسکی دل میں خدا کی طرف سی محبت کی جگہہ کینہ پیدا ہو جاوی اگر اتفاقا اوسی حالت میں جان نکل گئی

يختم له بالسوء ويهلك هلاكا ابديا والسبب المفضي الى هذه الورطة حب الدنيا والركون
تو اوسکا خاتمہ بد ہوگا اور ہمیشہ کو گمراہ ہوا اور سبب اس بلا کا یہہ ہی دنیا کی محبت اور دنیا کی طرف توجہ

اليها والفرح بها مع ضعف الايمان الموجب لضعف حب الله تعالى وهو الداء العضال الذي
اور دنیا کی خوشی باوجود سستی ایمان کی جس سی محبت الہی سست ہو جاوی اور یہہ بڑی سخت بیماری ہی جسمیں

عم اكثر الخلق فمن اراد النجاة من هذه الورطة فعليه بعد اخراج حب الدنيا من قلبه وتصحيح
اکثر خلقت مبتلا ہی سو جو شخص اس بلا سی بچا چاہی اوسکو لازم ہی کہ اول دنیا کی محبت دل سی دور کری پہر اپنا عقیدہ

اعتقاده ان يحترز عن المعاصي عن مشاهدتها ومشاهدة اهلها وان يواظب على الطاعات
درست کرکر گناہوں سی پرہیز کری کہ نہ گناہوں کی طرف خیال کری ورنہ گنہگاروں کی طرف اور طاعات دائمی اختیار کری

التي هي ثمرة محبة الله تعالى ولا يتصور محبة الله تعالى الا بعد معرفته اذ لا يحب الانسان الا ما يعرفه
کہ وہ محبت الہی کا پہل ہی اور محبت الہی نہیں ہو سکتی بدون معرفت الہی کی اسواسطی کہ آدمی نادانستہ چیز کو محبوب نہیں کرتا

وانما يحب ما يعرفه فمن عرف الله بما يجب عليه معرفته وعرف ان جميع النعم الواصلة اليه والى
محبوب اوسی کو رکہتا ہی جسکو جانتا ہی پس جو شخص خدا کو پہچانیگا اون اوصاف سی جو اوسکو جاننا ہی اور یہہ سمجہی کہ جتنی نعمتیں مجہکو اور اوروں کو حاصل ہیں

غيره ليس الا منه تعالى لا جرم يحبه فاذا احبه يسعى في تحصيل رضائه ويحترز عن موجبات
سب اللہ ہی کی طرف سی ہیں تو بیشک اللہ کو دوست رکہیگا پہر جب اوسکو اپنا محبوب کیا تو اوسکی رضامندی میں کوشش کریگا اور اوسکی غصہ سی بچتا رہیگا

سخطه فيكون لائقا لوصول احسانه ودخول جنانه بمقتضى وعده يسرنا الله تعالى
پہر تو یہہ اوسکی احسان کی قابل اور جنت میں جانی کی لائق اوسکی وعدہ کی موافق ہو ویگا خدا ہمکو آسان کیجو

المجلس السابع عشر فی بیان عدم جواز الصلوة عند القبور والاستمداد

سترہوین مجلس اس بیان مین کہ قبروں مین نماز اداکرنی جایز نہین اور اہل قبور سی مدد مانگنی

من اھلھا واتخاذ السروج والشموع علیھا قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اور قبروں پر روشنی کرنی اور چراغ جلانی جایز نہین فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نی

لعنة اللہ علی الیھود والنصری اتخذوا قبور انبیائھم مساجد ھذا الحدیث من صحاح المصابیح

لعنت خدا کی یہود اور نصاری پر کہ انہوں نی اپنی نبیوں کی قبرین سجدین بنالین یہہ حدیث مصابیح کی صحیح حدیثوں مین سی ہی

روتہ ام المؤمنین عائشة وسبب دعائہ علیہ الصلوة والسلام علی الیھود والنصری باللعنة انھم کانوا

ام المؤمنین عائشہ کی روایت سی اور سبب پیغمبر خدا کی لعنت کرنیکا یہود اور نصاری پر یہہ ہی کہ وہ سب

یصلون فی المواضع التی دفن فیھا انبیاءھم اما نظرا منھم بان السجود لقبورھم تعظیم لھم وھذا شرک

نماز پڑھتی تھی ایسی مکانوں مین جہاں انکی انبیا مدفون تھی یا تو اس لحاظ سی کہ قبروں کو سجدہ کرنا انبیا کی تعظیم ہی اور یہہ تو ظاہر شرک ہی

جلی ولھذا قال النبی علیہ السلام اللھم لا تجعل قبری وثنا یعبد او ظنا منھم بان التوجہ الی قبورھم

اسیلئی نبی علیہ السلام نی فرمایا کہ الٰہی میری قبر کو بت نبنائیو کہ اوسکی پرستش ہوا کری یا اس خیال سی کہ وہ سمجھتی تھی کہ قبروں کی طرف

حالة الصلوة اعظم وقعا عند اللہ تعالی لاشتمالہ علی امرین عبادة لہ تعالی وتعظیم انبیائہ و

متوجہ ہونا وقت ادا نماز کی اللہ کی نزدیک بڑا ثواب ہی کیونکہ اسمین دو بات ہین خدا کی بندگی اور انبیاء کی تعظیم اور

ھذا شرک خفی ولھذا نھی النبی علیہ السلام امتہ عن الصلوة فی المقابر احترازا عن مشابھتھم

یہہ شرک خفی یعنی پوشیدہ ہی اور اسیلئی پیغمبر خدا نی اپنی امت کو قبروں مین نماز پڑھنی سی منع کیا تاکہ یہود اور نصاری کی مشابہت سی بچی رہین

وان کان القصدان مختلفین وقال من کان قبلکم کانوا یتخذون القبور مساجد ولا تتخذوا

اگرچہ نیت دونوں کی الگ الگ ہی اور فرمایا جو امتین تمسی پہلی تہین وہ اپنی انبیا کی قبروں کو سجدین بناتی تہین تم قبروں کو

القبور مساجد انی انھکم عن ذلک قال بعض المحققین والصلوة فی المواضع المتبرکة من مقابر

سجدہ نہ بنا لینا تمکو اس حرکت سی منع کرتا ہوں بعضی محقق کہتی ہین کہ نماز پڑھنی متبرک مکان مین جہاں صلحاء کی

الصالحین داخلة فی ھذا النھی لاسیما اذا کان الباعث علیھا تعظیم ھؤلاء لما فی ذلک من الشرک

قبرین ہوں اسی نہی کی بیچ داخل ہی خاصکر اسی وقت کہ اون صلحاء کی تعظیم کی واسطی پڑھی اسلئی کہ اس نماز مین شرک

الخفی فان مبتدأ عبادة الاصنام کان فی قوم نوح النبی علیہ السلام من جھة عکوفھم علی القبور

خفی ہوتا ہی کیونکہ ابتدا بت پرستی کا حضرت نوح کی امت مین ہی تہا کہ وہ لوگ قبروں پر بیٹھی رہتی تہی

کما اخبر اللہ تعالی فی کتابہ بقولہ قَالَ نُوْحٌ رَّبِّ اِنَّھُمْ عَصَوْنِیْ وَاتَّبَعُوْا مَنْ لَّمْ یَزِدْہُ مَالُہٗ وَوَلَدُہٗ

چنانچہ اللہ تعالی اپنی کتاب مین خبر دیتا ہی کہا نوح نی ای رب میری انہوں نی میرا کہا نہ مانا اور مانا ایسی کا جسکو اوسکی مال اور اولاد نی

اِلَّا خَسَارًا وَمَکَرُوْا مَکْرًا کُبَّارًا وَقَالُوْا لَا تَذَرُنَّ اٰلِھَتَکُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَّلَا سُوَاعًا وَّلَا یَغُوْثَ وَیَعُوْقَ

اور بڑہا ٹوٹا اور داو کیا ہی بڑا داو اور بولی نہ چھوڑیو اپنی ٹھاکروں کو اور نہ چھوڑیو ودّ کو اور نہ سواع کو اور نہ یغوث کو اور نہ یعوق کو

وَنَسْرًا قال ابن عباس وغیرہ من السلف کان ھؤلاء قوما صالحین فی قوم نوح النبی علیہ السلام

اور نہ نسر کو ابن عباس وغیرہ متقدمین کہتی ہین کہ یہہ یعنی ود وغیرہ نیک لوگ تہی حضرت نوح علیہ السلام کی امت مین

فلما ماتوا عکف الناس علی قبورھم ثم صوروا تماثیلھم ثم طال علیھم الامد فعبدوھم وھذا ھو مبتدأ

جب یہہ مرگئی تو لوگ اونکی قبروں پر بیٹھی پھر رفتہ رفتہ لوگ انکی صورتوں کی بت بنالی پھر مدت گذر گئی تو اونہی کو پوجنی لگی اور یہہ ہی ابتدا

عبادة الاصنام وقال ابن القيم في اغاثته نقلا عن شيخه ان هذه العلة التي لاجلها نهى الشارع
بت پرستی کی جاری ہوئیگا اور ابن قیم اپنی کتاب اغاثہ میں اپنی استاد سی نقل کرتا ہی جس علت کی سبب سی شارع نی قبروں کو مسجدیں

اتخاذ القبور مساجد هي التي اوقعت كثيرا من الناس اما في الشرك الاكبر او فيما دونه من الشرك فان الشرك
بنانی سی منع فرمایا ہی اسیلی بہت لوگوں کو یا تو بڑی شرک میں یا چھوٹی شرک میں مبتلا کیا بیشک بسبب شرک

بقبر الرجل الذي يعتقد صلاحه اقرب الى النفوس من الشرك بشجر او حجر ولهذا نجد كثيرا
صالح مرد کی قبر کا دلوں میں بہت جلد آتا ہی بہ نسبت شرک کسی درخت یا پتھر کی اسی واسطی ہم بہت

من الناس عند القبور يتضرعون ويخشعون ويخضعون ويعبدون بقلوبهم عبادة لا يفعلون
لوگوں کو دیکھتی ہیں کہ قبروں پر جاکر روتی ہیں اور گڑگڑاتی ہیں اور سر جھکاتی ہیں اور دلوں سی ایسی عبادت کرتی ہیں

مثلها في بيوت الله تعالى ولا في وقت السحر ويرجون من بركة الصلوة عندها والدعاء لديها ما
کہ ویسی مسجدوں میں کبھی نہیں کرتی اور صبح کی وقت کرتی ہیں اور قبروں کی پاس نماز پڑھ کر اور دعا مانگ کر اتنی

لا يرجون في المساجد فلحسم مادة هذه المفسدة نهى النبي عليه الصلوة والسلام عن الصلوة في
امید رکھتی ہیں کہ نہیں رکھتی مسجدوں میں پس اس مادہ فساد کا قطع کرنیکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نی مطلقا قبروں میں نماز پڑھنی سی منع فرمایا

المقبرة مطلقا وان لم يقصد المصلي بصلوته فيها بركة البقعة كالنهي عن الصلوة وقت طلوع
گرچہ مصلی کو قبروں میں نماز پڑھنی سی برکت اوس جگہ کی مقصود نہو جیسی منع فرمایا نماز سی بیچ طلوع

الشمس ووقت غروبها ووقت استوائها لانها اوقات يقصد المشركون الصلوة للشمس فيها فنهى
آفتاب کی اور بیچ غروب اور برابر دوپہر کو کیونکہ یہ وہ وقت ہیں کہ مشرک ان میں آفتاب کو سجدہ کرتی ہیں سو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نی

امته عن الصلوة فيها وان لم يقصدوا ما قصده المشركون واذا قصد الرجل الصلوة عند المقبرة
اپنی امت کو ان وقتوں میں نماز سی منع کیا اگرچہ انکی غرض وہ نہیں ہوتی جو مشرکوں کی نیت ہوتی ہی اور جب آدمی مقبرہ میں نماز پڑھنی سی

تبركا بالصلوة في تلك البقعة فهذا عين المحادة لله تعالى ولرسوله والمخالفة لدينه وابتداع
برکت حاصل کیا چاہی تو اللہ اور اسکی رسول کی عین مخالفت ہی اور انکی دین کی برخلاف بنا دین

دين لم يأذن به الله تعالى فان العبادات مبناها على السنة والاتباع لا على الهواء والابتداع
احداث کرنا ہی جسکا اللہ نی حکم نہیں فرمایا بیشک عبادات کی بنیاد طریق سنت اور اتباع پر ہی نہ ہوس اور بدعت پر نہیں

فان المسلمين اجمعوا على ما علموه من دين نبيهم ان الصلوة عند المقبرة منهي عنها لان فتنة
بیشک مسلمانوں نی بالاتفاق اپنی پیغمبر کی دین سی معلوم کی موافق یہ اجماع کیا ہی کہ نماز قبروں کی پاس ممنوع ہی اسواسطی کہ فساد

الشرك بالصلوة فيها ومشابهة عبادة الاصنام اعظم كثيرا من مفسدة الصلوة حين طلوع
شرک کا بسبب نماز کی قبروں میں اور مشابہت کا بت پرستوں سی بہت زیادہ ہی فساد نماز کی سی جو وقت طلوع

الشمس وحين غروبها وحين استوائها فانه عليه السلام لما نهى عن تلك المفسدة سدا للذريعة
آفتاب کی اور وقت غروب کی اور وقت برابری کی یعنی زوال پر ہی کیونکہ نبی علیہ السلام نی جب اس فساد کی سد کرنیکی واسطی جس کی پہلی سی منع فرمایا ہم

التشبه التي لا تكاد تخطر ببال المصلي فكيف بهذه الذريعة التي كثيرا ما تدعو صاحبها الى الشرك
کہ جسکا خطرہ بھی مصلی کی دل میں نہیں آتا تو اس وسیلہ سی کیونکر ممانعت نہوگی جو اکثر اوقات اس حال والیکو شرک کی طرف پہنچا دیتی ہی

بدعاء الموتى وطلب الحوائج منهم واعتقاد ان الصلوة عند قبورهم افضل من الصلوة في المساجد
کہ اولاد کو موتی کہہ کر پکارنی اور ان سی حاجتیں طلب کرنی اور یہ اعتقاد کرنی کہ نماز انکی قبروں کی پاس مسجدوں کی نماز سی بہتر ہے

وغير ذلك مما هو محادة ظاهرة لله تعالى ولرسوله قال ابن القيم في اغاثته من جمع بين سنة

اور سوا اسکی اور عقائد کہ صاف مخالفت ہی اللہ کی اور اسکی رسول کی ابن قیم نی اغاثہ میں کہتا ہی جو شخص جمع کرکر دیکھی درمیان طریق

رسول الله عليه السلام في القبور وما امر به وما نهى عنه وما كان عليه الصحابة والتابعون

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبروں کی باب میں اور جو امر فرمایا اور جو منع فرمایا اور جو طریق صحابہ اور تابعین کا تھا

وبين ما كان عليه اكثر الناس اليوم رأى احدهما مضادا للآخر ومناقضا له بحيث لا يجتمعان ابدا فانه

اور درمیان اوس طریق کی جس پر اکثر لوگ آج کل چلتی ہیں تو ایک کو دوسری کا برخلاف اور الٹا پاویگا ایسا کہ ہرگز کبھی جمع نہیں ہو سکتی کیونکہ پیغمبر

عليه السلام نهى عن الصلوة عندها وهم يخالفون ويصلون عندها ونهى عن اتخاذ المساجد

علیہ السلام نی قبروں کی پاس نماز سی منع فرمایا اور یہ لوگ خلاف کرکر قبروں کی پاس نماز پڑھتی ہیں اور قبروں پر مسجدیں بنانی سی منع فرمایا

عليها وهم يخالفونه ويبنون عليها مساجد ويسمونها مشاهد ونهى عن ايقاد السرج عليها وهم

اور یہ خلاف کرکر اون پر مسجدیں بناتی ہیں اور انکا نام مشاہد رکھتی ہیں اور منع فرمایا قبر پر دیا روشن کرنی سی اور یہ

يخالفون ويوقدون عليها القناديل والشموع بل يقفون لذلك اوقافا ونهى عن تجصيصها والبناء

خلاف اوسکی روشنی کی واسطی قندیلیں اور شمعیں جلاتی ہیں بلکہ اوسکی واسطی وقفی خرچ مقرر کردی ہیں اور منع فرمایا گچ کرنی سی اور عمارت بنانی

عليها وهم يخالفونه ويجصصونها ويعقدون عليها القباب ونهى عن الكتابة عليها وهم

اور یہ خلاف کرکر قبروں پر چونہ کی عمارت بناکر گنبد بناتی ہیں اور منع فرمایا قبروں کی اوپر لکھنی سی اور یہ

يخالفونه ويتخذون عليها الالواح ويكتبون عليها القرآن وغيره ونهى عن الزيادة عليها غير ترابها

اونکی برخلاف اوپر تختی لگاکر اوسپر قرآن وغیرہ شعر لکھتی ہیں اور منع فرمایا کہ قبروں میں زیادہ اوپر کی مٹی مت ڈالو

وهم يخالفونه ويزيدون عليها سوى التراب الآجر والاحجار والجص ونهى عن اتخاذها عيدا

اور یہ مخالفت کرکر سوای اصلی مٹی کی پکی اینٹیں اور پتھر اور چونہ زیادہ کرتی ہیں اور منع فرمایا کہ قبروں کو عید میلا بناؤ

وهم يخالفونه ويتخذونها عيدا ويجتمعون لها كما يجتمعون للعيد واكثر والحاصل انهم مناقضون

اور یہ مخالفت کرکر اونکو عید بناکر اسپر ایسی عرس کرتی ہیں جیسی عید میں جمع ہوتی ہیں بلکہ اوس سی بھی زیادہ اور حاصل یہ ہی کہ یہ لوگ بالکل

لما امر به النبي عليه السلام ونهى عنه ويحادون لما جاء به وذلك الامر بهؤلاء الضالين المضلين

نبی علیہ السلام کی حکم سی برخلاف ہیں مخالفت سی خلاف کرتی ہیں اونکی احکام سی اب یہ حال ہوگیا ہی اس طائفہ گمراہ اور گمراہ کرنیوالی کا

الى ان شرعوا للقبور حجا ووضعوا له مناسك حتى صنف بعض علمائهم في ذلك كتابا وسماه مناسك

کہ قبروں کا حج کرنا شروع کیا ہی اور اوسکی واسطی طریقی مقرر کئی ہیں یہاں تک کہ بعضی لوگوں نی اس باب میں کتاب تصنیف کرکر اوسکا نام مناسک

حج المشاهد تشبيها منه للقبور بالبيت الحرام ولا يخفى ان هذا مفارقة لدين الاسلام ودخول

حج المشاہد کیا ہی قبروں کو بیت الحرام کی مشابہ ٹھہرایا ہی ظاہر ہی کہ یہ اعتقاد گویا دین اسلام سی الگ ہوکر بت پرستوں کی

في دين عباد الاصنام فانظر الى ما شرعه النبي عليه السلام في القبور من النهي عما تقدم ذكره

دین میں داخل ہونا ہی پس فکر کرو کہ جو مسائل طریقہ نبی علیہ السلام کی قبروں کی باب میں کہ منع فرمایا ہی مذکورات بالا سی

وبين ما شرعه هؤلاء وما قصدوه من الشرك العظيم ولا ريب ان في ذلك من الفساد ما يعجز

اور درمیان طریقہ اس گروہ کی اور جو یہ ارادہ کرتی ہیں کیسا بڑا شرک ہی اور بلاشبہ اسمیں ایسی فسادیں ہیں

الانسان عن حصره فمنها تعظيمها الموقع في الافتتان بها ومنها تفضيلها على المساجد التي هي

کہ انسان گن نہیں سکتا اونکا منجملہ یہ کہ قبروں کی ایسی تعظیم کرنی جس سی لوگ فتنہ میں پڑیں ایک یہ کہ قبروں کی فضیلت مسجدوں پر جو

خير البقاع واحبها الى الله فانهم اذا قصدوا القبور يقصدونها مع التعظيم والاحترام والخضوع والخشوع
تمام مکانوں سی بہتر اور اللہ تعالی کی محبوب ہین کیونکہ یہہ لوگ جب قبروں پر جاتی ہین تو نہایت تعظیم اور حرمت اور انکسار اور خوف

ورقة القلب وغير ذلك مما لا يفعلونه في المساجد ولا يحصل لهم فيها نظيره ولا مثله ومنها اتخاذ
اور نرمی دل کی کرتی ہین اتنی کہ مسجدون مین نہین کرتی اور نہین پیدا ہوتا اونکو مساجد مین اوسکا نظیر اور نہ مثل اور ایک یہہ کہ قبرون پر

المساجد والسرج عليها ومنها العكوف عندها وتعليق الستور عليها واتخاذ السدنة لها حتى
مسجدین بناتی ہین اور روشنی کرتی ہین اور ایک یہہ کہ قبرون پر چلہ کشی کرتی ہین اور قبر والی پر غلاف چڑہاتی ہین اور مجاور بٹہاتی ہین یہان تک

ان عبادها يرجحون المجاورة عندها على المجاورة عند المسجد الحرام ويرون سدانتها افضل من
کہ گورپرست قبرون کی مجاورت کو مسجد الحرام کی مجاورت سی بہتر سمجھتی ہین وہ جانتی ہین کہ قبرون پر بیٹھنا مسجد کی

خدمة المساجد ومنها النذر لها ولسدنتها ومنها زيارتها لاجل الصلوة عندها والطواف بها
خدمت کرنی سی بہتر ہی اور ایک یہہ کہ قبرون کی اور اونکی مجاورون کی منتین مانتی ہین اور ایک یہہ کہ قبرون پر جانا واسطی نماز کی اور اونکی گرد پہر کر قربان ہونا

وتقبيلها واستلامها وتعفير الخدود عليها واخذ ترابها ودعاء اصحابها والاستغاثة بهم
اور بوسہ دینا اور چومنا اور قبرون کی مٹی اوٹہا کر منہہ پر ملنی اور اون مردون کو پکارنا اور اونسی مدد مانگنی

وسوالهم النصر والرزق والعافية والولد وقضاء الديون وتفريج الكربات وغير ذلك من
اور اونسی نصرت اور روزی اور صحت اور اولاد اور قرضہ کا ادا کرنا اور مصیبتون کی کشادگی اور سوا اسکی

الحاجات التي كان عباد الاوثان يسئلونها من اوثانهم وليس شئ منها مشروعا باتفاق ائمة
اور حاجتین طلب کرنی جو جو کہ بت پرست اپنی بتون سی مانگتی تہی اور اسمین سی کوئی بات جایز نہین نزدیک کسی امام

المسلمين اذ لم يفعل شيئا منها رسول رب العالمين ولا احد من الصحابة والتابعين وسائر ائمة الدين
اہل اسلام کی اسلئی کہ اسمین سی رسول رب العالمین نی کچہہ نہین کیا اور نہ کسی نی صحابہ اور تابعین مین سی اور نہ کسی امام دین نی

ومن المحال ان يكون شئ منها مشروعا وعملا صالحا ويصرف عنه القرون الثلثة التي شهد
اور محال ہی کہ ان تمام مذکورات مین سی کوئی امر جایز اور عمل صالح ہو اور تینون عہد اوس سی خالی گذر جاوین جن عہدون کی صدق

فيهم النبي عليه السلام بالصدق والعدل ويظفر به الخلوف الذين شهد فيهم النبي عليه السلام
اور عدالت پر نبی علیہ السلام نی گواہی دی ہی اور اوس امر کو متاخر لوگ عمل مین لاوین جنکی لئی نبی علیہ السلام نی

بالكذب والفسق فمن كان في شك من هذا فلينظر هل يمكن بشر على وجه الارض ان ياتي
کذب اور فسق کی گواہی دی ہی جسکو اسمین کچہہ شک ہو تو وہ دیکہہ لی آیا ہو سکتا ہی کہ کوئی آدمی روی زمین پر سی

عن احد منهم بنقل صحيح او ضعيف انهم كانوا اذا بدلهم حاجة قصدوا القبور فدعوا عندها وتمسحوا
کسی ایک کا اونمین سی نقل صحیح یا ضعیف لا سکتا ہی کہ وہ لوگ ایسی تہی کہ جب اونکو کوئی کام پیش آتا تو وہ قبرون پر جاکر دعائین مانگتی اور قبر والون کو چہوتی

بها فضلا ان يصلوا عندها او يسئلوا حوائجهم منها كلا لا يمكنهم ذلك بل انما يمكنهم ان ياتوا بكثير
چہ جای کہ قبرون پر وہ نماز پڑہین یا اونسی اپنی حاجتین مانگین ہرگز یہہ نہین ہو سکتا بلکہ یہہ ہو سکتا ہی کہ اکثر

من ذلك عن الخلوف التي خلفت من بعدهم ثم كلما تاخر الزمان وطال العهد كان ذلك اكثر حتى
ان امورات کی سند متاخرین سی لاسکین جو اونکی پیچہی پیدا ہوی ہین پہر جتنا زمانہ ٹہرتا گیا اور مدت دراز ہوتی گئی وہ امور بہی بڑہتی گئی یہان تک

وجدت من ذلك عدة مصنفات ليس فيها عن النبي عليه السلام ولا عن خلفائه الراشدين ولا عن
کہ چند کتابین ایسی ہین کہ جنمین نہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سی اور نہ اونکی خلفاء راشدین سی اور نہ

الصحابة

لصحابته والتابعين حرف واحد بل فيها من خلاف ذلك كثير من الاحاديث المرفوعة التي من جملتها
اور نہ اوس صحابہ سے اور تابعین سے ایک ہی حرف نہیں بلکہ اوس میں اسکی برخلاف بہت حدیثیں مرفوع ہیں جنمیں کی

قوله عليه السلام كنت نهيتكم عن زيارة القبور فمن اراد ان يزور فليزر ولا تقولوا هجرا اي فحشا
ایک یہ حدیث ہی کہ میں نے تمکو منع کیا تھا قبروں کی زیارت سے اب جسکا دل زیارت کو چاہے تو زیارت کرے پر فحش بات مت لاو

واي فحش اعظم من الشرك عندها قولا وفعلا واما الآثار من الصحابة فاكثر من ان يحاط بها فمن جملتها
اور کونسا فحش بڑا ہوگا شرک کرنے سے قبروں کی پاس باعتبار قول وفعل کی اور آثار صحابہ کی تو شمار سے زیادہ ہیں منجملہ اونکی

ما في صحيح البخاري ان عمر بن الخطاب راى انس بن مالك يصلي عند قبر فقال القبر القبر قال ابن
ایک وہ جو صحیح البخاری میں ہی کہ عمر بن الخطاب نے انس بن مالک کو دیکھا کہ قبر کی پاس نماز پڑھتے ہیں عمر نے کہا دیکھو قبر ہی قبر ہی ابن

القيم في اغاثته هذا يدل على انه كان من المستقر عندهم ما نهاهم عنه نبيهم من الصلوة عند
قیم کہتا ہی اپنی کتاب اغاثہ میں اس سے معلوم ہوتا ہی کہ اونکی نزدیک وہ ہی مقرر تھا جو کہ اونکو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر کیں نماز پڑھنے سے منع فرمایا تھا

القبور وفعل انس لا يدل على اعتقاده جوازه اذ يحتمل انه لم يره او لم يعلمه انه قبر او ذهل عنه
اور انس کا نماز پڑھنا اس بات پر نہیں دلالت کرتا کہ اونکی نزدیک جائز تھا اسواسطے کہ شاید کہ انس نے قبر دیکھی ہو یا اونکو معلوم ہو کہ یہاں قبر ہے یا خیال نہ رہا ہو

فلما نبهه عمر تنبه ومنها اتخاذها عيدا كما اتخذ المشركون من اهل الكتاب قبور انبيائهم
جب عمر نے اونکو جتلایا تو خبردار ہوئے اور ایک یہ کہ قبروں کو عید بناتے ہیں جیسے اہل کتاب کی مشرکوں نے اپنے انبیاء

وصلحائهم عيدا فانهم كانوا يجتمعون لزيارتها ويشتغلون باللغو والطرب فيها فنهى النبي عليه
اور صلحاء کی قبروں کو عید بنایا تھا کیونکہ وہ مشرک زیارت کی واسطے جمع ہوکر لہو اور خوشی میں مشغول رہتے تھے سو نبی علیہ

السلام امته عن ذلك كما روي عن ابي هريرة انه عليه السلام قال لا تجعلوا قبري عيدا فصلوا
السلام نے اپنی امت کو اس سے منع کیا چنانچہ ابو ہریرہ سے روایت ہی کہ فرمایا پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے میری قبر کو عید مت بنالینا میری واسطے درود

علي فان صلوتكم تبلغني حيث كنتم فان قبره عليه السلام مع كونه سيد القبور وافضلها
پڑھو کیونکہ تمہاری درود میری پاس پہنچیگی جہاں سے پڑھوگی پس قبر علیہ السلام کو باوجود کہ تمام روی زمین کی قبروں سے بہتر اور افضل ہی

على وجه الارض اذا وقع النهي عن اتخاذه عيدا فقبر غيره كائنا من كان اولى بالنهي ثم انه عليه
جب ممانعت واقع ہوئی عید بنانے سے تو اور قبر چاہے کسی کی ہو اوس کی واسطے ممانعت کی لائق تر ہی پھر پیغمبر علیہ

السلام اشار بقوله فصلوا علي فان صلوتكم تبلغني حيث كنتم الى ان ما ينال من امته من
السلام نے بطور اشارہ کی اس قول سے درود پڑھو میری اور پس درود تمہاری مجھکو پہنچتی ہی جہاں سے پڑھوگی یہ فرمایا کہ امت کی طرف سے

الصلوة والسلام عليه يحصل له مع قربهم من قبره وبعدهم عنه فلا حاجة لهم الى اتخاذه
درود اور سلام آپ کو حاصل ہوتا ہی خواہ قبر سے نزدیک ہوں یا دور ہوں پھر کیا حاجت ہی کہ آپکی قبر کو

عيدا لان في اتخاذ القبور عيدا من المفاسد ما لم يعلمه الا الله تعالى فان غلاة متخذيها
عید بناویں اسواسطے کہ قبروں کو عید بنانے میں وہ فساد ہیں جنکو خدا کی سوا کوئی نہیں جانتا کیونکہ گور پرست جو قبروں کو

عيدا اذا راوها من مكان بعيد تنزلون عن دوابهم ويكشفون رؤسهم ويضعون جباههم على الارض
عید بناتے ہیں جب اوس قبر کو دور سے دیکھتے ہیں تو سواری پر سے پیادہ ہو جاتے ہیں اور ننگے سر ہوکر سجدہ میں گر پڑتے ہیں

ويقبلون الارض ثم اذا وصلوا اليها يصلون عندها ركعتين ثم يسيرون حول القبر
اور زمین چومتے ہیں پھر جب پاس جاتے ہیں تو دو رکعت نفل ادا کرتے ہیں پھر قبر کی گرد پھرا کرتے ہیں

طائفین به تشبیهاً له بالبیت الحرام الذی جعله تعالی مبارکاً وهدی للانام ثم یلحدون
قرکو بیت اللہ کی مانند سمجھ کر جسکو اللہ تعالی نے برکت والا اور خلقت کی لیے ہدایت بنایا ہے پہر

فی التقبیل والاستلام کما یفعل الحجاج فی المسجد الحرام ثم یعفرون جباههم وخدودهم
بوسہ دینا اور چومنا شروع کرتے ہیں جیسے حاجی مسجد الحرام میں کرتے ہیں پہر وہ ملتے ہیں اپنی چہروں اور گالوں کو لگاتے ہیں

ثم یکملون مناسك حج القبر بالحلق والتقصیر ثم یقربون لذلك الوثن القرابین فلا یکون
پہر تمام کرتے حج قبر کی سر منڈا کر اور لٹ کتوا کر پوری کرتے ہیں پہر اوس بت پر قربانیاں ذبح کرتے ہیں پس

صلاتهم ونسکهم وقربانهم وما یراق هناك من العبرات ویرفع من الاصوات ویطلبه من
اونکی نماز یں اور اداب حج اور قربانیاں اور اونکا آنسو بہانا اور چیخ کر رونا اور پکارنا اور حاجتیں

الحاجات ویسئل من تفریج الکربات واغناء ذوی الفاقات ومعافات اولی العاهات والبلیات
مانگنی اور سوالات کشائش سختیوں کی اور غنی کرنا فاقہ کشوں کا اور درگذر کرنی صاحب مصیبت اور بلیات سی

لله تعالی بل للشیطان فان الشیطان لبنی ادم عدو مبین یصدهم بانواع مکائده عن
واسطی اللہ تعالی کی نہیں ہی بلکہ واسطی شیطان کی ہیں بیشک شیطان بنی آدم کا کہلا دشمن ہی طرح طرح کی مکروں سی بنی آدم کو

الطریق المستقیم ومن اعظم مکائده ما نصبه للناس من الانصاب التی هی رجس من عمل
سیدہی راہ سی روکتا ہی اور اوسکا بڑا مکر یہہ ہی کہ واسطی بنی آدم کی بت مقرر کیا ہی جو نجس ہی کام

الشیطن وقد امر الله المؤمنین باجتنابها وعلق فلاحهم بذلك الاجتناب فقال یایها
شیطان کا اور اللہ تعالی نی حکم کیا ہی مؤمنین کو اوس سی بچنی کا اور مراد ملنی اون کی بچنی پر متعلق کی ہی فرمایا ای

الذین امنوا انما الخمر والمیسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشیطن فاجتنبوه
ایمان والو یہہ جو ہی شراب اور جوا اور بت اور پانسی گندی کام ہیں شیطان کی سو اونسی بچتی رہو

لعلکم تفلحون والانصاب جمع نصب بضمتین او جمع نصب بالفتح والسکون وهو کل ما نصب
شاید تمہارا بھلا ہو انصاب نصب کی جمع ہی ساتہ پیش اول اور صاد کی یا جمع نصب کی ساتہ زبر نون اور سکون صاد کی اوسکی معنی ہر چیز کہ

وعبد من دون الله تعالی من شجر او حجر او قبر او غیر ذلك والواجب هدم ذلك کله ومحو اثره
واسطی عبادت کیے سوائی اللہ تعالی کی مقرر کیے گئی درخت ہو یا پتہر یا قبر یا سوائی انکی اور ان سبکی مسمار کر دینا واجب ہی اور اوسکا نشان مٹا دینا

کما ان عمر لما بلغه ان الناس یتناولون الشجرة التی بویع تحتها بالنبی علیه السلام ارسل الیها
جیسی حضرت عمر نی جب سنا کہ لوگ ہر وقت آتی جاتی ہیں اوس درخت پر جسکی نیچی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کی تھی تو آدمی بھیجکر

فقطعها فاذا کان عمر فعل هذا بالشجر التی بایع الصحابة رسول الله علیه السلام تحتها و
کٹوا ڈالا پس جب حضرت عمر نی یہہ حال کیا اوس درخت کا جسکی نیچی صحابہ نی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سی بیعت کی تھی اور

ذکر الله تعالی فی القران حیث قال لقد رضی الله عن المؤمنین اذ یبایعونك تحت الشجرة
اللہ تعالی اوسکو قرآن میں یاد کرتا ہی بیشک اللہ خوش ہوا ایمان والوں سی جب ہاتہ ملاتی لگی تجہسی اوس درخت کی نیچی

فماذا یکون حکمه فیما عداها من هذه الانصاب التی قد عظمت الفتنة بها واشتدت البلیة
پس کیا حکم ہوا چاہئی سوا اوس درخت کی ان انصاب کا حکم جس سی کتنا بڑا فتنہ اور کیسی سخت بلا ہی

بسببها وابلغ من ذلك انه علیه السلام هدم مسجد الضرار ففی هذا دلیل علی هدم ما هو اعظم
درا سی سی بڑھ کر یہہ بات ہی کہ پیغمبر علیہ السلام نی مسجد ضرار کو گروا دیا اسمیں دلیل ہی واسطی گرا دینی اوس کی جسکا بڑا فساد ہو

فسادا منه كالمساجد المبنية على القبور فإن حكم الإسلام فيها أن تهدم كلها حتى تساوى بالأرض
جسکا بڑا فساد ہو جیسی مسجدیں جو قبروں پر بنائی گئی ہیں سو حکم اسلام کا ان بارے میں یہ ہی کہ ان سب کو ڈھا کر زمین سے برابر کر دیں
وكذا القباب التي بنيت على القبور يجب هدمها لأنها أسست على معصية الرسول ومخالفته وكل
اور ایسی ہی گنبد جو قبروں پر بنائی گئی ہیں انکا ڈھا دینا واجب ہے سو واسطے کہ انکی بنا رسول کی نافرمانی اور مخالفت پر ہے اور جو
بناء أسس على معصية الرسول ومخالفته فهو بالهدم أولى من مسجد الضرار لأنه عليه السلام نهى عن البناء
عمارت کہ بنا اسکی رسول کی نافرمانی اور مخالفت پر ہو اوسکا گرا دینا بہتر ہے بہ نسبت مسجد ضرار کی سو واسطے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں پر
على القبور ولعن المتخذين عليها مساجد فيجب المبادرة والمسارعة إلى هدم ما نهى عنه رسول الله صلى الله عليه وسلم
منع فرمایا ہے اور لعنت کی ہے جو قبروں پر مسجدیں بناویں پس واجب ہوا جلدی شتاب گرا دینا عمارت کا جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے
ولعن فاعله وكذلك يجب إزالة كل قنديل وسراج وشمع أوقدت على القبور لأن فاعل ذلك ملعون بلعنة رسول
اور اسکے بنانے والے کو لعنت کی ہے اور ایسی ہی حق ہے دور کرنا قندیل اور چراغ اور شمع کا جو قبروں پر روشن کیا ہے اس واسطے کہ روشنی کرنے والا ملعون ہے رسول اللہ
الله عليه السلام فكل ما لعن فيه رسول الله عليه السلام فهو من الكبائر ولهذا قال العلماء لا يجوز أن ينذر
علیہ السلام کی لعنت سے اور جس امر پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت کی ہے وہ گناہ کبیرہ ہے اسی واسطے علماء کہتے ہیں کہ منت ماننی
للقبور شمع ولا زيت ولا غير ذلك فإنه نذر معصية لا يجوز الوفاء به بل يلزم الكفارة مثل كفارة اليمين
قبروں پر روشنی کی اور تیل کی درست نہیں اس واسطے کہ اسکی نذر گناہ کی ہے اسکا پورا کرنا جائز نہیں بلکہ کفارہ مثل کفارہ قسم کی لازم ہے
ولا أن يوقف عليها شيء من ذلك فإن هذا الوقف لا يصح ولا يحل إثباته وتنفيذه وقال الإمام أبو بكر الطرطوشي
اور نہ وقف کرنا قبروں کی واسطے کچھ اسمیں سے کیونکہ یہ وقف صحیح نہیں اور نہ ثابت رکھنا حلال اور نہ جاری کرنا اور امام ابو بکر طرطوسی کہتے ہیں
انظروا رحمكم الله تعالى أينما وجدتم سدرة يقصدها الناس ويعظمونها ويرجون البرء والشفاء من
خیال کرو تمپر خدا کی رحمت ہو جسجگہ تمکو ایسا درخت معلوم ہو کہ لوگ اوسکی تعظیم کر کی آتے ہیں اور صحت اور شفاء اسکی وسیلہ سے امید رکھتے ہیں
قبلها ويضربون بها المسامير والخرق فهي ذات أنواط فاقطعوها وذات أنواط شجرة للمشركين كانوا
اور اوسمیں میخیں گاڑتے ہیں اور چیتھڑے باندھتے ہیں پس وہ ذات انواط ہے اوسکو کاٹ ڈالو اور ذات انواط مشرکوں کا درخت تھا
يعلقون عليها أسلحتهم وأمتعتهم ويعكفون حولها كما روى البخاري في صحيحه عن أبي واقد الليثي
ہتھیار اپنی اور اسباب لٹکا کر اسکے گرد جلسہ کرتے تھے چنانچہ بخاری اپنی صحیح میں ابو واقد لیثی سے روایت کرتا ہے
أنه قال خرجنا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم قبل حنين ونحن حديث عهد بالإسلام وللمشركين سدرة
کہ وہ کہتا ہے کہ ہم ہمراہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حنین کی طرف چلے اور ہم نئے نئے مسلمان تھے اور مشرکوں کا ایک درخت بیری کا تھا
يعكفون حولها وينوطون بها أسلحتهم وأمتعتهم يقال لها ذات أنواط فمررنا بسدرة فقلنا يا رسول الله
اوسکی گرد جلسہ کیا کرتے تھے اور اوسپر اپنی ہتھیار اور اسباب لٹکاتے تھے اوسکا نام ذات انواط تھا جب ہم اوس درخت پر گذرے تو عرض کیا یا رسول اللہ
اجعل لنا ذات أنواط كما لهم ذات أنواط فقال النبي صلى الله عليه وسلم الله أكبر هذا كما قال بنو إسرائيل اجعل لنا إلها كما لهم
ہماری واسطے بھی ذات انواط مقرر کرو جیسی انکا ذات انواط ہے پس فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ اکبر یہ ایسا ہے جیسے بنی اسرائیل نے کہا تھا ہماری واسطے معبود مقرر کر
آلهة ثم قال إنكم قوم تجهلون لتركبن سنن من كان قبلكم فإذا كان اتخاذ هذه الشجرة لتعليق الأسلحة
جیسے انکی معبود ہیں پھر یہ کہا تم جاہل قوم ہو البتہ اختیار کرو گے تم دستور اپنی اگلوں کی جب مقرر کرنا درخت کا ہتھیار لٹکانے کو
والعكوف حولها اتخاذ إله مع الله تعالى مع أنهم لا يعبدونها ولا يسألونها شيئا فما ظنك بما هو أعظم مما يقصده الناس
اور گرد اوسکی جلسہ کرنا معبود مقرر کرنا ہوا اللہ تعالے کی ساتھ باوجودیکہ وہ اوس درخت کو پوجتے نہ تھے اور کچھ حاجت مانگتے نہ تھے

من شجر او حجر او قبر ويعظمونه ويرجون منه الشفاء ويقولون ان هذا الشجر او هذا الحجر او هذا القبر
درخت ہو یا پتھر یا قبر اور اوسکی تعظیم کرتی ہیں اور امید شفا کی رکہتی ہیں اور کہتی ہیں کہ یہہ درخت یا یہہ پتھر یا یہہ قبر
يقبل النذر الذي هو عبادة وقربة ويتمسحون بذلك النصب ويستلمونه ولقد انكر السلف التمسح بحجر المقام الذي
منتیں قبول کرتی ہیں کہ جو عبادت اور قربت ہیں اور اوسکو ہاتہہ یا لب سی چہوتی ہیں اور منع کیا ہی سلف نی ہاتہہ لگانی سی مقام ابراہیم
امر الله تعالى ان يتخذ منه مصلى كما ذكره الازرقي عن قتادة في قوله تعالى واتخذوا من مقام ابراهيم
کی پتہر پر جسکا اللہ تعالی نی حکم کرتا ہی کہ اوسکو نماز کی جگہ بنائی جاوی چنانچہ ازرقی قتادہ سی روایت کرتا ہی تفسیر میں اس آیت کی اور پکڑو مقام ابراہیم سی
مصلى قال ان الناس امروا ان يصلوا عنده ولم يؤمروا ان يمسحوه بل اتفق العلماء على انه لا يستلم ولا يقبل الا
نماز کی جگہ کہتا ہی کہ لوگوں کو یہہ حکم ہی کہ اوسکی پاس نماز پڑہیں یہہ حکم نہیں ہی کہ اوسپر ہاتہہ ملیں بلکہ علما کا اسپر اتفاق ہی کہ نہ ہاتہہ سی چہوا جاوی اور نہ بوسہ دیا جاوی مگر
الحجر الاسود واما الركن اليماني فالصحيح انه يستلم ولا يقبل وهذا الشيطان في كل حين وزمان ينصب لهم قبر
حجر اسود کو اور رکن یمانی میں صحیح یہہ ہی کہ ہاتہہ سی چہوا جاوی اور بوسہ نہ دیا جاوی اور یہہ شیطان ہمیشہ اونکی لئی کسی بزرگ شخص کی قبر جسکی لوگ
معظم يعظمه الناس ثم يجعله وثنا يعبد من دون الله تعالى ثم يوحي الى اوليائه ان من نهى عن عبادته
تعظیم کرتی ہوں نصب کرتا ہی پہر رفتہ رفتہ اوسکو بت بناکر پرستش کراتا ہی سوای اللہ تعالی کی پہر گور پرستوں کی دلمیں یہہ پیدا کرتا ہی کہ جو شخص گور پرستی سی
وعن اتخاذه عيدا وعن جعله وثنا فقد تنقصه وهضم حقه فيسعى الجاهلون في قتله وعقوبته ويكفرونه
اور گور کو عید سال سی اور بت بنانی سی منع کری وہ بیحرمتی کرتا ہی اور حق تلفی کرتا ہی پہر جاہل لوگ اوسکی قتل اور ایذا میں کوشش کرتی ہیں اور اوسکو کافر کہتی ہیں
وما ذنبه الا انه امر بما امر به الله تعالى ورسوله ونهى عما نهى الله تعالى ورسوله عنه والذي اوقع عباد القبور في
اور سوا اسکی اوسکی کیا خطا ہی کہ اوسنی وہ ہی حکم کیا جو اللہ اور اوسکی رسول نی فرمایا اور اوسی سی منع کیا جو اللہ اور اوسکی رسول نی منع فرمایا اور گور پرستوں کی فتنہ میں
الافتتان بها امور منها الجهل بحقيقة ما بعث الله تعالى به رسوله من تحقيق التوحيد وقطع اسباب
پڑنی کی کئی سبب ہیں ایک تو جہالت حقیقت بعثت کی کہ اللہ تعالی نی اپنی رسول کو واسطی تحقیق توحید کی اور واسطی قطع کرنی اسباب
الشرك فالذين قل نصيبهم من ذلك اذا دعاهم الشيطان الى الفتنة بها ولم يكن لهم ما يبطل دعوته
شرک کی بہیجا ہی پہر جو لوگ کم نصیب ہیں اس سی اونکو شیطان پکارتا ہی گور ول کی فتنہ کی طرف اور اونکو اتنا علم نہیں جس سی شیطانی وسوسہ کو باطل کریں
استجابوا له بحسب ما عندهم من الجهل وعصموا منه بقدر ما معهم من العلم ومنها احاديث مكذوبة
تو اوسکو مان لیتی ہیں اپنی اپنی جہالت کی موافق اور بچ جاتی ہیں اپنی اپنی علم کی موافق اور ایک یہہ سبب ہی کہ جہوٹہی بہت حدیثیں
وضعها على رسول الله صلى الله عليه وسلم اشباه عباد الاصنام من المقابرية وهي تناقض ما جاء به
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بت پرستوں کی مانند گور پرستوں نی وضع کی ہیں اونکا مضمون سراسر دین سی
من دينه كحديث اذا تحيرتم في الامور فاستعينوا من اهل القبور وحديث اذا اعيتكم الامور فعليكم
خلاف ہی جیسی یہہ حدیث جب تم حیران ہو جاؤ کسی امر میں تو مدد چاہو اہل قبور سی اور یہہ حدیث جب تہک جاؤ تم کسی امر میں تو لازم پکڑو
باصحاب القبور وحديث لو حسن احدكم ظنه بحجر نفعه وامثال هذه الاحاديث التي هي مناقضة
اصحاب قبور کو اور یہہ حدیث جو کوئی تم میں سی نیک اعتقاد کری پتہر کی ساتہہ تو فائدہ دیوی اور ایسی ہی اور حدیثیں جو دین اسلام سی سراسر مخالف ہیں
لدين الاسلام وضعها اشباه عباد الاصنام من المقابرية وراجت على الجهال والضلال والله تعالى
یہہ گور پرستوں بت پرستوں کی مانند نی وضع کین ہیں اور جہال اہل ضلال کو اچہی نظر آگئیں اور حال یہہ ہی کہ اللہ تعالی نی
انما بعث رسوله لقتل من حسن ظنه بالاحجار وانه عليه السلام جنب امته من الفتنة بالقبور
اپنی رسول کو واسطی قتل ایسی لوگوں کی بہیجا ہی جو پتہروں اور درختوں کو پوجا کریں کیونکہ علیہ السلام نی اپنی امت کو قبروں کی فتنہ سی ہر طرح سی بچایا ہی

بكل طريق ومنها حكايات حكيت عن اهل تلك القبور ان فلانا استغاث بالقبر الفلاني في شدة فخلص
اور یہہ سبب ہی کہ کہانیان گور پرستون کی مشہور ہین کہ فلانی نی فلانی کی گور سی مدد مانگی سختی کی وقت سو اوس سختی سی نجات پائی
منها وفلانا نزل به ضر فاستدعى صاحب ذلك القبر فكشف ضره وفلان دعاه في حاجة فقضيت حاجته
اور فلانی کو مصیبت پیش آئی تو اوس مصیبت زدہ نی فلانی قبر والی سی استدعا کی سو اوسنی مصیبت دفع کردی اور فلانی کو حاجت کی وقت پکارا سو اوسکی حاجت پوری کی
وعند السدنة والمقابرية بشيء من ذلك يطول ذكره وهم من اكذب خلق الله على الاحياء والاموات و
اور مجاورون اور گور پرستون کی پاس ایسی بہت قصی ہین جنکا ذکر دراز ہی اور تمام خلقت سی یہہ بڑی جہوٹہی ہین زندون پر بہی اور مردون پر بہی اور
النفوس مولعة بقضاء حوائجها وازالة ضروراتها لاسيما من كان مضطرا يتشبث بكل سبب وان كان
طبایع انسان کا واسطی اداء حاجتون کی اور دفع مضرت کی حریص ہوتی ہین خاص کر گہبراہٹ مین تو ہر چیز کا سہارا چاہتا ہی اگرچہ
فيه كراهة ما فاذا سمع احدا ان قبر فلان ترياق مجرب يميل اليه فيذهب فيه ويدعوا عنده بحرقة وذلة و
کسیا ہی مکروہ ہو جب کوئی سنتا ہی کہ فلانی کی قبر آزمودہ تریاق ہی تو اوسکی طرف متوجہ ہوگا پہر وہان جاویگا اور اوسکو ذلت اور خواری اور
انكسار فيجيب الله تعالى دعوته لما قام بقلبه من الذلة والانكسار لا لاجل القبر فانه لو دعا كذلك في الحانة
انکسار سی پس اللہ تعالی اوسکی دعا قبول کرلیتا ہی کیونکہ اوسکی دل مین خواری اور انکسار پیدا ہوتا ہی کچہہ قبر کی جہت سی نہین قبول کرتا کیونکہ اگر یہہ شخص اسی طور دکان
والحمامة والسوق لاجابه فيظن الجاهل ان للقبر تاثيرا في اجابة تلك الدعوة ولا يعلم ان الله تعالى يجيب دعوة
یا حمام یا بازار مین دعا کرتا توبہی قبول کرلیتا پس جاہل آدمی خیال کرتا ہی کہ قبر مین تاثیر ہی واسطی قبولیت اس دعا کی اور یہہ نہین سمجہتا کہ اللہ تعالی بیقرار کی دعا
المضطر ولو كان كافرا فليس كل من اجاب الله تعالى دعاءه يكون راضيا عنه ولا محبا له ولا راضيا لفعله
قبول ہی کرتا ہی اگرچہ وہ کافر ہو یہہ بات نہین ہی کہ اللہ تعالی جسکی دعا قبول کرتا ہی اوس سی راضی ہی ہوتا ہی بلکہ نہ اوسکا دوست ہوتا ہی اور نہ اوسکی کام سی راضی ہوتا ہی
فانه يجيب دعاء البر والفاجر والمؤمن والكافر يسر لنا الله تعالى من الدعاء والعمل ما يكون موافقا لرضائه
بیشک اللہ تعالی دعا قبول کرتا ہی نیک اور بدکار کی اور مومن اور کافر کی خدا تعالی ہمکو آسان کری ایسی دعا اور عمل جو اوسکی رضا کی موافق ہو
بلطفه وكرمه

المجلس الثامن عشر في اقسام البدع واحكامها

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم
اپنی لطف اور کرم سی اٹہارہوین مجلس بدعتون کی اقسام اور اونکی احکام مین فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نی
اما بعد فان خير الحديث كتاب الله وخير الهدى هدى محمد وشر الامور محدثاتها وكل محدث بدعة
پہر بعد حمد کی تحقیق تمام باتون مین اچہی کتاب اللہ کی ہی اور اچہی ہدایت ہدایت محمد کی اور کامون مین بدتر وہ ہیہ جو نئی نکالی ہوئی یعنی بدعتین اور ہر محدث بدعت ہی
وكل بدعة ضلالة هذا الحديث من صحاح المصابيح رواه جابر وفي حديث اخر رواه عرباض بن سارية
اور ہر بدعت گمراہی ہی یہہ حدیث مصابیح کی صحیح حدیثون مین ہی جابر کی روایت سی اور ایک اور حدیث مین عرباض بن ساریہ کی روایت سی ہی
انه عليه السلام قال من يعش منكم بعدي فسيرى اختلافا كثيرا فعليكم بسنتي وسنة الخلفاء
کہ فرمایا پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نی جو شخص جیتا رہی گا میری بعد سو قریب ہی کہ دیکہی گا بہت اختلاف سو لازم پکڑو اپنی اوپر میری سنت اور سنت خلفاء
الراشدين المهديين من بعدي تمسكوا بها وعضوا عليها بالنواجذ اياكم ومحدثات الامور فان كل محدث
راشدین مہدیین کی بعد اوسکی سند کرو اور دانتون سی مضبوط پکڑو اور بچاؤ اپنی تئین نئی باتون سی کیونکہ ہر محدث
بدعة وكل بدعة ضلالة والمراد بالبدعة المذكورة في هذين الحديثين البدعة السيئة التي ليس لها من
بدعت ہی اور ہر بدعت گمراہی ہی اور مراد بدعت سی جو ان دونو حدیثون مین مذکور ہی بدعت سیئہ ہی جسکی اصل
الكتاب والسنة اصل وسند ظاهر او خفي ملفوظ او مستنبط لا البدعة الغير السيئة التي يكون على
اور سند کتاب اور سنت سی نہین نکلتی نہ ظاہر نہ خفی نہ لفظون سی یا مضمون سی سمجہی جاوی بدعت حسنہ مراد نہین ہی جسکی

أصل ويسند ظاهراً وخفي عليهم لا يكون ضلالة بل هي قد تكون مباحة كاستعمال المنخل والمواظبة
اصل اور سند ظاہر نا چیز ہو مخفی ہی کیونکہ ایسی بدعت گمراہی نہیں ہوتی بلکہ ایسی بدعت کبھی مباح ہوتی ہی جیسے استعمال چھلنی کا اور ہمیشہ پیٹ بھر کر

على أكل لب الحنطة والشبع منه وقد تكون مستحبة كبناء المنارة وتصنيف الكتب وقد تكون
روٹی گیہوں کی ہمیشہ کھانا اور کبھی مستحب ہوتی ہی جیسے منارہ کا تعمیر کرنا اور کتابیں تصنیف کرنی اور کبھی واجب ہوتی ہی

واجبة كنظم الدلائل لرد شبه الملاحدة والفرق الضالة لأن البدعة لها معنيان أحدهما لغوي
جیسے آراستہ کرنا دلائل کا واسطے دفع کرنے شبہات ملحدوں اور گمراہ فرقوں کی اسلئے کہ بدعت کی دو معنی ہیں ایک تو معنی لغوی عام ہیں

عام وهو المحدث مطلقاً سواء كان من العادات أو من العبادات والثاني شرعي خاص وهو الزيادة في
یعنی محدث مطلق برابر ہی کہ عادات میں ہو یا عبادات میں ہو اور دوسری معنی شرعی خاص ہیں یعنی دین میں کچھ بڑھانا

الدين أو النقصان منه بعد الصحابة بغير إذن من الشارع لا قولاً ولا فعلاً لا صريحاً ولا إشارة
یا دین میں سی کچھ گھٹانا بعد عہد صحابہ کی بدون اجازت شرعی کی کہ نہ تو قولی ہو اور نہ فعلی نہ صریح اور نہ اشارہ

فالبدعة في الحديث وإن كانت عامة تشمل جميع المحدثات لكن عمومها ليس بحسب معناها اللغوي العام
پس بدعت وہ حدیثوں میں گرچہ عام ہی اور شامل تمام محدثات کو مگر عموم اور شمول باعتبار لغوی معنی کی مقصود نہیں ہی

بل عمومها بحسب معناها الشرعي الخاص فلا تتناول العادات أصلاً بل تقتصر على بعض الاعتقادات
بلکہ عموم باعتبار معنی شرعی خاص کی مراد ہی پھر یہ عادات کو بالکل شامل نہیں ہی بلکہ مخصوص بعض اعتقادات

وبعض صور العبادات لأنه عليه السلام لم يبعث لتعليم أمر الدنيا وإنما بعث لتعليم أمر الدين يدل له
و بعضی صورتیں عبادات کی داخل ہیں کیونکہ نبی علیہ السلام واسطے تعلیم امور دنیا کی نہیں آئی وہ صرف واسطے تعلیم امور دین کی آئی ہیں اس حدیث سی

قوله عليه السلام أنتم أعلم بأمور دنياكم وإذا أمرتكم بشيء من أمر دينكم فخذوا به ثم البدعة في الاعتقاد
سمجھا جاتا ہی کہ تم خوب جانتی ہو اپنی دنیا کی کاروبار جب میں تمکو دین کی بات بتا کروں تو لیلیا کرو پھر بدعتیں اعتقاد کی

بعضها كفر وبعضها ليس بكفر لكنها أكبر من كل كبيرة حتى القتل والزنا وليس فوقها إلا الكفر والبدعة في
بعضی کفر ہیں و بعضی کفر نہیں ہیں مگر تمام گناہوں سی سخت ہیں یہاں تک کہ قتل اور زنا سی بھی اور اوس سی زیادہ درجہ کفر کا ہی اور بدعت

العبادة وإن كانت دونها لكن فعلها عصيان وضلال لا سيما إذا صادمت سنة مؤكدة وأما البدعة
عبادت میں گرچہ اوس سی کمتر ہی پر اسکا عمل کرنا نافرمانی اور گمراہی ہی خاص کر جب کہ سنت مؤکدہ کی مقابل ہو اور بدعت

في العادة فليس في فعلها عصيان وضلال بل ترك الأولى وتركها أولى إذا تقرر هذا فالمنارة عون
عادات کی سکی کرنے میں گناہ نافرمانی اور گمراہی نہیں ہی بلکہ ترک اولی ہی سو اسکا بھی ترک اولی ہی جب یہ ثابت ہو چکا تو منارہ سی مدد ہوتی ہی

لإعلام وقت الصلاة وتصنيف الكتب عون للتعليم والتبليغ ونظم الدلائل لرد شبهة الملاحدة
واسطے خبر دینے وقت نماز کی اور کتابوں کا تصنیف کرنا مددگار ہی واسطے تعلیم و تبلیغ امر معروف کی اور آراستہ کرنا دلائل کا واسطے دفع شبہات ملحدوں

والفرق الضالة نهي عن المنكر وذب عن الدين فكل منها مأذون فيه بل مأمور به لأن البدعة الغير السيئة
و گمراہ فرقوں کی مانع کرنا ہی منکر سی اور دفع کرنا ہی شبہات کا دین سی سو ہر ایک اوس میں رخصت ہی بلکہ تعمیل کا حکم ہی اسلئی کہ بدعت حسنہ

ما لم يحتج إليه الأوائل ثم احتاج إليه الأواخر فرأوه حسناً على سبيل الإجماع بلا اختلاف ولا نزاع
وہ ہی کہ سلفوں کو اوسکی حاجت نہوی پھر متأخرین کی حاجت ہوئی اور اوسکو بلا اختلاف و نزاع کی بہتر سمجھا ولعد

وعند الاستقراء لا توجد تلك البدعة الغير السيئة في العبادات البدنية المحضة كالصوم والصلاة
تلاش کرنی کی بدعت حسنہ عبادات خالص بدنیہ میں نہیں پائی جاتی جیسی روزہ اور نماز

وقراءة القرآن والوظائف كل منها لا تكون البدعة فيها الا سيئة لان عدم وقوع الفعل في الصدر الاول

اور تلاوت قرآن کی اور وظیفے کی تمام عبادتوں بدعت سیئہ ہی ہوں بلکہ ان میں ہر ایک بدعت سیئہ ہی ہوتی ہے سبب یہ کہ نہ ہونا کسی کام کا قرن اول میں

ليس الا لعدم الحاجة اليه او لوجود مانع منه او لعدم التنبه له او للتكاسل عنه او لكراهته وعدم مشروعيته

یا تو سبب نہ ہونے حاجت کی یا سبب موجود ہونے مانع کی یا سبب بے خبری کی یا مارے کاہلی کی یا سبب مکروہ اور ناجائز ہونے کی ہے

والاولان منتفيان في العبادات البدنية المحضة لان الحاجة الى التقرب الى الله تعالى بالعبادة لا ينقطع

دو تو پہلی سبب تو عبادات خالص بدنیہ میں نہیں ہو سکتی سبب یہ کہ حاجت قرب الٰہی کی عبادت سے منقطع نہیں ہوتی

وبعد ظهور الاسلام وغلبة اهله لم يكن منها مانع وكذا عدم التنبه لها والتكاسل عنها منتفيان

اور بعد ظاہر ہونے اسلام اور غلبہ اہل اسلام کی دنیا میں کوئی مانع نہیں تھا اور نہ بے خبری اور کاہلی بھی نہیں ہو سکتی

اذ لا يجوز ان يظن ذلك بالنبي عليه السلام وجميع اصحابه فلم يبق الا كونها بدعة مكروهة غير مشروعة

سو واسطے کہ گمان جائز نہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اور ان کے تمام صحابہ پر ایسا گمان کیا جاوے پس رہ گیا وہ بدعت مکروہ اور ناجائز ہونے کی

وهذا المعنى اراد عبد الله بن مسعود لما اخبر بالجماعة الذين كانوا يجلسون بعد المغرب وفيهم رجل

اور یہی غرض تھی عبد اللہ بن مسعود رضی کی جب ان کو خبر ہوئی ایک جماعت کی جو بعد مغرب کی بیٹھا کرتی تھی اور ان میں ایک شخص

يقول كبروا الله كذا وكذا وسبحوا الله كذا وكذا واحمدوا الله كذا وكذا فيفعلون فحضرهم فلما سمع

کہتا تھا اللہ اکبر کہو اتنی اتنی بار اور سبحان اللہ کہو اتنی اتنی بار اور الحمد للہ کہو اتنی اتنی بار پس وہ لوگ کہتے جاتے سو عبد اللہ بن مسعود ان کے پاس آئے پھر جب سنا

ما يقولون قام وقال انا عبد الله بن مسعود فوالله الذي لا اله غيره لقد جئتم ببدعة ظلماء او لقد

جو کہتے تھے کھڑے ہو کر کہا میں عبد اللہ بن مسعود ہوں قسم ہے اللہ کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں البتہ تم نے بدعت کی ہے اندھیری یا

فضلتم على اصحاب محمد عليه السلام علما يعني ان ما جئتم به اما ان يكون بدعة ظلماء او انكم تداركتم

تم فائق ہو گئے ہو محمد علیہ السلام کی اصحاب پر علم میں مراد ان کی یہ ہے کہ جو تم نے کیا ہے یا تو یہ بدعت تاریک ہے یا تمہیں سوجھی بات جو

على الصحابة ما فاتهم لعدم تنبههم له او لتكاسلهم عنه فعلمتموه من جهة العلم بطريق العبادة

جو صحابہ کی نہ سوجھی تھی ان کی بے خبری یا کاہلی سے تم ایسے عالم ہو گئے ہو طریق عبادت کے علم میں

والثاني منتف فتعين الاول وهو كونه بدعة ظلماء وهكذا يقال لكل من اتى في العبادة البدنية المحضة

اور دوسری بات نہیں ہو سکتی تو پہلی ہی بات یعنی بدعت تاریک مقرر رہی یہی جواب ہو سکتا ہے ہر ایک کو جس نے نئی بات عبادت خالص بدنیہ کی

بصفة لم تكن في زمن الصحابة اذ لو كان وصف العبادة في الفعل المبتدع يقتضي كونه بدعة حسنة

نکالی ہو جو صحابہ کے وقت میں نہیں تھا سو واسطے کہ اگر عبادت کا وصف فعل محدثہ کو بدعت حسنہ بنا دیا کرے

لما وجد في العبادات ما هو بدعة مكروهة وقد وجد فيها البدعة المكروهة على ما صرح العلماء

تو عبادات میں بدعت مکروہ کبھی نہ ہوا کرتی اور حال یہ ہے کہ عبادات میں بدعت مکروہ ہوتی ہے چنانچہ علماء نے

في تصانيفهم مثل صلوة الرغائب والجماعة فيها ومثل التصلية والترضية والتامين في اثناء الخطبة

اپنی تصانیف میں صاف کہا ہے جیسے نماز رغائب کی اور اس میں جماعت اور جیسے صلی اللہ کہنا اور رضی اللہ کہنا اور آمین کہنا خطبہ پڑھتے میں

وانواع التغنيات الواقعة فيها وفي الاذان وقراءة القرآن ومثل الجهر بالذكر امام الجنازة وقدام العروس

اور قسم قسم کے جو اس میں اور اذان میں اور تلاوت قرآن میں کرتے ہیں اور ذکر پکار کر جنازے کے آگے اور دولہن کے آگے

في الطرقات وغير ذلك من البدع المنكرة الواقعة في العبادات وليس لاحد ان يقول انها ليست من قبل

رستہ میں اور سوا اس کے اور بدعتیں جو عبادات میں ہوتی ہیں اور کسی کو طاقت نہیں کہ کہہ سکے کہ یہ امور بدعات سیئہ

البدعة السيئة المكروهة بل هي من قبيل البدعة الحسنة المشروعة بدليل كون بعض الاشياء المحدثة
اور مکروہ نہیں ہیں بلکہ وہ بدعت حسنہ مشروع سے ہی اس دلیل سے کہ بعض چیزیں جو احداث
بعد الصحابة حسنا كبناء المدارس والربط والخانقاهات ونحوها من انواع الخيرات التي لم تعهد في عهد الصحابة
بعد زمانہ صحابہ کی حسن ہیں جیسے مدرسے بنانا اور خانقاہ وسرای اور مانند اسکی انواع خیرات کی جو صحابہ کی وقت میں اونکی رسم نہ تھی
او يقال لما ثبت حسنه بالادلة الشرعية الصحيحة فهو اما ان لا يكون بدعة فيبقى عموم العام في
سو واسطی کہ جواب یہ ہی جس کا حسن دلائل شرعیہ صحیحہ سی ثابت ہو سو وہ یا تو اصلا بدعت نہیں ہی اس عام کا عموم
الحديثين على حاله او يكون مخصوصا من هذه العام والعام الذي خص منه البعض دليل فيما عدا المخصوص
دونوں حدیث میں اپنے حال پر باقی ہی یا مخصوص ہوگا اس عام میں سی اور جو عام کہ اوس سی بعض فرد خاص ہو جاوی وہ دلیل ہوتا ہی بجز ورد مخصوص کی
فمن ادعى ثبوت حسن العبادة المحدثة وكونها مخصوصة من هذا العام يحتاج الى دليل يصلح ان يكون
اسی جو شخص عبادات نواحداث کی حسن کا دعوی کری اور وہ کو مخصوص بتادی اس عام میں سی تو محتاج ہوگا ایسی دلیل کی جو قابل
مخصصا لان عادة اكثر البلاد وقوله كثير من الزهاد والعباد ليس مما يصلح ان يكون معارضا
مخصص کی ہووی اس واسطی کہ چلن اکثر شہروں کا اور اقوال زاہدوں وعابدوں کی اس قابل نہیں ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کلام سی معارض
لكلام الرسول عليه الصلوة والسلام وكذلك الدليل المخصص هو الدليل الشرعي من الكتاب و
ہو سکیں اور ایسی ہی دلیل مخصص وہ دلیل ہوتی ہی جو دلیل شرعی کی اور وہ قرآن سی اور
السنة والاجماع الذي هو مختص باهل الاجتهاد ومن ليس من اهل الاجتهاد من الزهاد والعباد فهو في حكم
سنت اور اجماع سی ہو جو خاص اجتہاد والوں سی ہو اور جو زاہد اور عابد کہ صاحب اجتہاد نہیں ہیں وہ عوام لوگوں میں
العوام لا يعتد بكلامه الا ان يكون موافقا للاصول والكتب المعتبرة وهذه قاعدة دلت عليها السنة
داخل ہیں اونکی بات کا اس باب میں اعتبار نہیں مگر اونکی کلام اصول اور کتب اصول معتبرہ سی مطابق ہو اور یہ وہ قاعدہ ہی کہ سنت
والاجماع مع ان في كتاب الله تعالى ما يدل عليها ايضا وهو انه تعالى قال ام لهم شركاء شرعوا لهم من
او اجماع سی ثابت ہی باوجودیکہ کتاب اللہ میں بھی اس طرف اشارہ ہی وہ یہ آیت ہی فرمایا کیا ونکی اور شریک ہیں جو راہ ڈالی ہی انہوں نی
الدين ما لم يأذن به الله فمن احدث شيئا يتقرب به الى الله تعالى من قول او فعل من غير ان يشرعه
اونکی واسطی دین کی جسکا حکم نہیں دیا اللہ نی سو جو کوئی نئی بات عبادت کی واسطی تقرب کی نکالی قولی ہو یا فعلی بدون مقرر کرنی
الله تعالى فقد شرع في الدين ما لم يأذن به الله تعالى فمن تبعه فقد اتخذه شريكا ومعبودا كما قال
اللہ تعالی کی تو وہی دین میں ایسا طریق نکالا کہ جسکا اللہ تعالی نی حکم نہیں دیا سو جو اوسکا تابع ہوا وہی گویا شریک اور معبود ٹھہرا جیسا کہ
الله تعالى في حق اهل الكتاب اتخذوا احبارهم ورهبانهم اربابا من دون الله فقال عدي بن حاتم
اللہ تعالی نی اہل کتاب کی حق میں کہا ہی ٹھہرایا اپنی عالموں اور درویشوں کو خدا اللہ کو چھوڑ کر تو عدی بن حاتم نی
للنبي عليه السلام ما عبدوهم فقال عليه السلام اطاعوهم فمن اطاع احدا في دين لم يأذن به الله تعالى
نبی علیہ السلام سی عرض کیا انہوں نی عبادت تو نہیں کی آپ نی فرمایا اونکی اطاعت کی اور جو شخص کسی کی اطاعت کری دین امر میں بدون حکم اللہ تعالی کی
فقد عبده واتخذه ربا فعلم من هذا ان كل بدعة في العبادات البدنية المحضة لا تكون الا سيئة و
تو وہی گویا عبادت کی اوسکی اور اوسکو اپنا رب مقرر کیا اس سی معلوم ہوا کہ ہر بدعت عبادات بدنیہ خالص میں سیئہ ہی ہوتی ہی اور
ربما لا يفرق كثير من الناس بين الحسنة والسيئة فيظنون ان كل ما استحسنه نفوسهم ومال اليه
بعضی وقت اکثر لوگ بدعت حسنہ اور سیئہ میں فرق نہیں کرتی وہ یہ سمجھ لیتی ہیں کہ جو بات دلکو پسند آوی اور طبیعت اوسکی طرف متوجہ ہو

طباعهم

لطمعهم أن يكونوا محسنين فيعدون السيئة من الحسنة فقد خبطوا خبط عشواء لا يفرقون بين الطرق
المهلكة والجادة المنجية في سلوكها والضابط في هذا أن يقال الناس لا يحدثون شيئا إلا لأنهم يرونه
مصلحة إذ لو اعتقدوا أنه مفسدة لم يحدثوه فما رآه الناس مصلحة نظر في السبب فإن كان
السبب أمرا قد حدث بعد النبي صلى الله عليه وسلم فهنا قد يجوز إحداث ما تدعو الحاجة إليه لكثير من
الدلائل فإن السبب الداعي إليه ظهور الفرق الضالة فإنهم لما لم يظهروا في عهده عليه السلام
لم يحتج إليه وإن كان المقتضي لفعله موجودا في عصره عليه السلام لكن تركه لعارض زال بموته
فكذلك يجوز إحداثه كجمع القرآن فإن المانع منه في حياته عليه السلام كون الوحي لا يزال ينزل
فيغير الله تعالى ما يشاء فزال ذلك المانع بموته عليه السلام وأما ما كان المقتضي لفعله في عهده عليه السلام
موجودا من غير وجود المانع منه ومع ذلك لم يفعله عليه السلام فإحداثه تغيير لدين الله تعالى
إذ لو كان فيه مصلحة لفعله عليه السلام أو حث عليه ولما لم يفعله عليه السلام ولم يحث عليه
علم أنه ليس فيه مصلحة بل هو بدعة قبيحة سيئة مثاله الأذان في العيدين فإنه لما أحدثه
بعض السلاطين أنكره العلماء وحكموا بكراهته ولو لم يكن كونه بدعة دليلا على كراهته لقيل
هذا ذكر الله تعالى ودعاء الخلق إلى عبادة الله تعالى فيقاس على أذان الجمعة أو يدخل في العمومات
التي من جملتها قوله تعالى وَاذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيرًا وقوله تعالى وَمَنْ أَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَا إِلَى اللّٰهِ
لكن لم يقولوا ذلك بل قالوا كما أن فعل ما فعله عليه السلام كان سنة كذلك ترك ما تركه عليه السلام
مع وجود المقتضي وعدم المانع منه كان سنة أيضا فإنه عليه السلام لما أمر بالأذان في الجمعة

دون العيدين كان ترك الاذان فيهما سنة وليس لاحد ان يزيده ويقول هذا زيادة العمل الصالح
اور عیدین میں یہ فرمایا تو عیدین میں اذان کا ترک کرنا سنت ہوا اور کسیکو لیاقت نہیں کہ اسکو زیادہ کا قائل ہو کر یہہ کہوے یہہ عمل صالح کی افزائش ہی

لا يضر زيادته او يقال له هكذا تغيرت اديان الرسل وتبدلت شرائعهم فان الزيادة في الدين
ایسی زیادتی کا کیا ڈر ہی اس واسطی کہ اسکا یہہ جواب ہی کہ اسیطرح رسولوں کی دین متغیر ہو گئی اور اونکی شریعتیں متبدل ہو گئیں بیشک دین میں اگر بڑھانا جایز ہو

لو جاز لجاز ان يصلي الفجر اربع ركعات والظهر ست ركعات ويقال هذا زيادة عمل صالح لا نقص
تو البتہ جایز ہوتا کہ صبح کی فرض نماز میں چار رکعتیں ادا کیا کریں اور ظہر کی فرض میں چہہ رکعتیں پڑھا کریں اور کہا کریں یہہ عمل صالح کی زیادتی ہی

زيادته لكن ليس لاحد ان يقول ذلك لان ما يبدعه المبتدع من المصلحة والفضيلة ان كان ثابتا
اسمیں کیا نقصان ہی لیکن یہہ بات کوئی نہیں کہہ سکتا اس واسطی کہ جس امر کو بدعتی نیک اور افضل جانتا ہی اگر وہ امر

في عصره عليه السلام ومع هذا لم يفعله عليه السلام فيكون ترك مثل هذا الفعل سنة مقدمة
پیغمبر علیہ السلام کی وقت میں ثابت تہا اور پہر بہی اوسکو نہیں کیا تو ایسی کام کا چہوڑنا ہی سنت تہا ہر عموم

على كل عموم وقياس فمن عمل به مع اعتقاده انه غير مشروع في الدين يكون فاسقا غير مبتدع وان
اور قیاس سی سابق ہی پس جو شخص ایسی امر کو عمل میں لاوی دین کی امر ناجایز اعتقاد کر کر تو وہ فاسق غیر مبتدع ہی اور اگر

عمل به مع اعتقاده انه مشروع في الدين يكون فاسقا ومبتدعا لان الفسق اعم من البدعة فكل
اوسکو عمل میں لاوی دین کی امر جائز جان کر تو وہ فاسق اور بدعتی ہوگا اس واسطی کہ فسق بدعت سی عام ہی پس جو

بدعة فسق من غير عكس وكذلك قيل البدعة شر من الفسق فان من يفعل البدعة فهو ينقض
بدعت ہی وہ فسق ہی بدون عکس کی یعنی بعضی فسق بدعت نہیں ہیں اور ایسی ہی کہتی ہیں کہ بدعت فسق سی بدتر ہی کیونکہ جو شخص بدعت کو عمل میں لاتا ہی تو وہ رسول

الرسول وان كان في زعمه انه يعظمه بالبدعة حيث يزعم انها خير من السنة واولى بالصواب
صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کو نقض کرتا ہی اگرچہ اپنی گمان میں اوس بدعت سی تعظیم سمجہتا ہی کیونکہ اونکا قول ہی کہ یہہ امر سنت سی بہتر ہی اور جواب میں اولی ہی

فيكون منافقا لله ولرسوله لاستحسانه ما كرهه الشرع ونهى عنه وهو الاحداث في الدين وانه تعالى
پس وہ مقابلہ کرتا ہی اللہ اور اوسکی رسول کا اس واسطی کہ نیک جانتا ہی حکم کو شرع نی مکروہ ٹہرایا اور اوس سی منع فرمایا اور وہ یہہ ہی دین میں نئی بدعت نکالنا اور بیشک اللہ تعالی

قد شرع لعباده من العبادات ما فيه كفاية لهم واكمل دينهم واتم عليهم نعمته كما اخبر به في كتابه الكريم
اپنی بندوں کی واسطی ایسی عبادات مقرر کر چکا ہی جسمیں اونکی لئی کفایت ہی اور دین کامل کر چکا اور اپنی نعمت پوری دی چکا چنانچہ اسکی خبر اپنی کتاب کریم میں

وقال اليوم اكملت لكم دينكم واتممت عليكم نعمتي فالزيادة على الكمال نقصان واختلال
دی ہی فرمایا آج میں پورا دی چکا تمکو دین تمہارا اور پورا کیا میں تمپر احسان اپنا پس کامل کی اوپر اور بڑہانا ایسا نقصان اور خلل ہوتا ہی

بمنزلة الاصبع الزائدة وقد تقرر في الاصول ان حسن الافعال وقبحها عند اهل الحق انما يعرفان بالشرع
جیسی چہٹی انگلی اور اصول میں ثابت ہو چکا ہی کہ اہل حق کی نزدیک بہلائی اور برائی صرف شرع سی معلوم ہوتی ہی

لا بالعقل فكل فعل امر به في الشرع فهو حسن وكل فعل نهي عنه في الشرع فهو قبيح وقال الامام الغزالي في
عقل سی نہیں معلوم ہوتی پس جسکام کا شرع نی حکم فرمایا ہی وہ ہی نیک ہی اور جس کام سی شرع میں منع کیا ہی وہ ہی برا ہی امام غزالی

كتاب الاربعين في اصول الدين اياك ان تتصرف بعقلك وتقول كل ما كان خيرا وانفع فهو افضل
کتاب اربعین فی اصول الدین میں کہتی ہیں اس سی بچتی رہنا کہ تو عقل کی پیروی کر کر کہنی لگی جو امر خیر اور انفع رسان ہی وہ ہی افضل ہی

وكل ما كان اكثر كان انفع فان عقلك لا يهتدي الى اسرار الامور الالهية وانما يتعقلها قوة النبي عليه السلام
اور جو امر اکثر ہو تو ویسا ہی وہ نفع رسان ہوتا ہی کیونکہ تیری عقل نہیں جا سکتی ہی طرف بہید امور الہی کی اور اس بہید کو صرف قوت نبی علیہ السلام کی دریافت کرتی ہی

فلعل للاتباع فوائد وخواص لا تدرك بالقياس وانا نرى كيف ندب الى الصلوة وحث عليها

تجھکو بتاع ہی کہ ان میں ایسے خواص ہوں جو قیاس سے نہیں معلوم ہوتی دیکھتا نہیں کہ نماز کی طرف کیسی رغبت دی ہے

في جميع النهار وامرنا بتركها بعد الصبح والعصر وعند الطلوع والغروب والزوال وذلك يفضي الى ترك

تمام دن اور حکم کیا ہمکو اسکی ترک کا بعد صبح و عصر کے وقت طلوع و غروب اور زوال آفتاب کی اور یہ سبب ہے ترک تہائی

ثلث النهار وقال في الاحياء فكما ان العقول تقصر عن ادراك منافع الادوية مع ان التجربة سبيل

دن کا ہوتا ہی اور احیاء میں کہا ہی جیسی عقل قاصر ہی نفع دواؤں کی دریافت کرنی سی باوجودیکہ تجربہ کو دخل ہی

اليها كذلك تقصر عن ادراك ما ينفع في الآخرة مع ان التجربة غير متطرقة اليها وانما يكون ذلك لو رجع

ایسی ہی عقل قاصر ہی دریافت کرنی اُن چیزوں کی سی جو آخرت میں نافع ہوں باوجودیکہ تجربہ کو دوسرے کوئی راہ نہیں ہی یہ حال جب معلوم ہو سکتا ہی کہ

اليها بعض الاموات واخبروا عن الاعمال المقربة الى الله تعالى والمبعدة عنه وذلك مما لا مطمع فيه

بعض مردے لوٹ آویں اور خبر دیں کہ کونسا عمل اللہ تعالی سے نزدیک کرتا ہی اور کونسا دور کرتا ہی سو یہ ہرگز نہیں ہو سکتا

وقال صاحب مجمع البحرين في شرحه ان رجلا يوم العيد في الجبانة اراد ان يصلي قبل صلوة العيد

صاحب مجمع البحرین نے اپنی شرح میں بیان کیا ہی کہ ایک شخص عید کی دن عیدگاہ میں ارادہ کیا کہ عید کی نماز سے پہلے نماز پڑھی

فنهاه علي فقال الرجل يا امير المؤمنين اني اعلم ان الله تعالى لا يعذب على الصلوة فقال علي واني اعلم ان

سو علی نے اسکو منع کیا اس شخص نے کہا امیر المومنین میں خوب جانتا ہوں کہ اللہ تعالی نماز پڑھنی پر عذاب نہیں کرتا سو حضرت علی نے فرمایا میں جانتا ہوں کہ

الله لا يثيب على فعل حتى يفعله رسول الله عليه السلام او يحث عليه فيكون صلاتك عبثا

اللہ تعالی کسی کام پر ثواب نہیں دیتا جبتک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کریں یا اسکو مرغوب نہ فرماویں سو تیری نماز عبث ہوگی

والعبث حرام فلعله تعالى يعذبك به لمخالفتك لسنته وقال صاحب الهداية يكره ان يتنفل بعد

اور عبث حرام ہی پس شاید کہ اللہ تعالی تجھکو عذاب دے بسبب مخالفت نبی علیہ السلام کی اور صاحب ہدایہ کہتی ہیں مکروہ ہی نفل پڑھنی بعد

الفجر اكثر من ركعتي الفجر لانه عليه السلام لم يزد عليهما مع حرصه على الصلوة وانظر كيف جعل عدم

طلوع صبح صادق کی زیادہ دو رکعت سنت کی سو اسلئے کہ نبی علیہ السلام نے ان دو سے زیادہ نہیں پڑھی باوجود محبوب ہونی نماز کی اب دیکھ نبی علیہ السلام کی

فعله عليه السلام في باب العبادات دليلا على الكراهة وقال ابن الهمام ما تردد بين البدعة والسنة يأتي

نہ کرنی کو عبادات میں کیسی دلیل کراہت کی ٹھہرا کر اور ابن ہمام کہتی ہیں جو چیز سنت و بدعت

والذي يأتي به احتياطا وما تردد بين البدعة والسنة تركه لان ترك البدعة لازم واداء السنة

و سنت کی بیچ میں مشکوک ہو اسکو بدعت ہونی کی احتیاط سے ترک کرے کیونکہ ترک بدعت ضروری ہی اور سنت کا ادا کرنا

غير لازم وفي الخلاصة مسئلة تدل على ان البدعة اشد ضررا من ترك الواجب حيث قال

کچھ ضرور نہیں اور خلاصہ میں ایک مسئلہ ہی جس سے معلوم ہوتا ہی کہ بدعت کا ضرر ترک واجب سے بھی بڑھ کر ہی جس جگہ کہا ہی کہ

سئل عن صلاته هل صلاها ام لا والحال ان الوقت باق فعليه ان يعيدها وان خرج الوقت ثم شك

کسی نے اپنی نماز میں شک کیا کہ پڑھی یا نہیں اور وقت باقی ہی تو اسکو دوبارہ پڑھنا چاہیے اور اگر وقت جاتا رہا پھر شک ہو

لا شيء عليه ولو كان الشك في صلوة العصر يقرأ في الركعتين الاوليين والثالثة ولا يقرأ في الثالثة و

تو کچھ اسپر نہیں اور اگر عصر کی نماز میں شک ہو تو دوبارہ پہلی دو رکعت میں قرأت کرے اور تیسری و چوتھی رکعت

الرابعة شيئا لانه ليس للقراءة في الفرض واجب وبدائم تركه بدعة ثم قال وضع النفل بعد العصر

میں قرأت نہ پڑھی کیونکہ فرض میں قرأت واجب نہیں ہی اور دوسری رکعت کا مثل کرنا بدعت ہی پھر کہا کہ نفل کا حکم ہی والعصر کی بعد

وهو بدعة مكروهة وروى عن سفيان الثوري انه كان يقول البدعة احب الى ابليس من كل
کہ یہہ بدعت مکروہہ ہی اور سفیان ثوری سی روایت ہی کہ کہتی تہی کہ ابلیس کو بدعت تمام معاصی سی زیادہ تر محبوب ہی
المعاصي لان المعاصي يتاب عنها والبدعة لا يتاب عنها وسبب ذلك ان صاحب المعاصي يعلم
اسواسطی کہ معاصی سی تو توبہ ہو سکتی ہی اور بدعت سی توبہ نہیں ہوتی ایکا سبب یہہ ہی کہ معاصی کرنیوالا تو جانتا ہی
بكونه مرتكب المعاصي فيرجى له التوبة والاستغفار واما صاحب البدعة فيعتقد انه في طاعة وعبادة
کہ میں بڑا خطا وار ہوں تو اوسی توبہ اور استغفار کی امید ہی اور بدعتی تو یہہ جانتا ہی کہ میں عبادت کرتا ہوں اور طاعت میں ہوں
ولا يتوب ولا يستغفر وهذا ما حكي عن ابليس انه قال قصمت ظهور بني آدم بالمعاصي والاوزار وقصموا
تو یہہ شخص نہ تو توبہ کریگا نہ استغفار اور ابلیس سی حکایت ہی کہ کہتا ہی میں نی پشت بنی آدم کی معاصی اور گناہوں سی توڑی اور بنی آدم نی
ظهري بالتوبة والاستغفار فاحدثت لهم ذنوبا لا يستغفرون منها ولا يتوبون عنها وهي البدع
میری پشت توبہ اور استغفار سی توڑی سو میں اونکی لئی ایسی گناہ نکالی ہیں کہ اوس سی نہ استغفار کریں اور نہ توبہ کریں اور وہ بدعتیں ہیں
في صورة العبادة فان قيل قد اعتاد كثير من الناس ان يستدلوا على عدم كراهة ما اعتادوه
عبادت کی لباس میں اگر کوئی کہی عادت ہی اکثر لوگوں کی کہ استدلال کرتی ہیں بدعات کی جواز پہ جنکی عادت کرلی ہی
من البدعة بحديث شايع بينهم وهو ما راه المسلمون حسنا فهو عند الله حسن وما راه المسلمون
اس حدیث سی جو اونمیں مشہور ہی یہہ کہ جسکو مسلمان نیک جانیں تو وہ اللہ کی نزدیک بہی نیک ہی اور جسکو مسلمان
قبيحا فهو عند الله قبيح وهل يصح هذا الاستدلال منهم ام لا يصح فالجواب على ما ذكره بعض الفضلاء
برا جانیں سو وہ اللہ کی نزدیک بہی قبیح ہی آیا یہہ استدلال اونکا صحیح ہی یا صحیح نہیں پس اسکا جواب موافق بیان بعضی فضلاء کی
ان هذا الاستدلال لا يتم والحديث حجة عليهم لا لهم لانه بعض حديث موقوف على ابن مسعود
یہہ ہی کہ یہہ استدلال صحیح نہیں ہی اور یہہ حدیث اونکی حق میں مضر ہی مفید نہیں کیونکہ یہہ ٹکڑا ایسی حدیث کا ہی جو موقوف ہی ابن مسعود پر
رواه احمد والبزار والطبراني والطيالسي وابو نعيم هكذا ان الله تعالى نظر في قلوب العباد فاختار
روایت کیا اسکو احمد اور بزار اور طبرانی اور طیالسی اور ابو نعیم نی اس طور پر کہ اللہ تعالی نی دیکہا اپنی بندوں کی دلوں کو پہر پسند کیا
محمدا فبعثه برسالته ثم نظر في قلوب العباد فاختار له اصحابا فجعلهم انصار دينه ووزراء نبيه
محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو سو بہیجا اوسکو اپنی رسالت پر پہر دیکہا بندوں کی دلوں کو پہر پسند کئی اونکی لئی اصحاب پہر اونکو مقرر کیا دین کی مددگار اور اپنی نبی کی وزیر
فما راه المؤمنون حسنا فهو عند الله حسن وما راه المسلمون قبيحا فهو عند الله قبيح ولا شك ان
پس جس چیز کو دیکہیں مومن حسن پس وہ اللہ کی نزدیک حسن ہی اور جو چیز دیکہیں اوسکو مسلمان قبیح پس وہ اللہ کی نزدیک قبیح ہی اور بیشک
اللام في المسلمين ليس لمطلق الجنس لان الحديث ح يكون مخالفا لقوله عليه السلام ستفترق امتي
لام مسلمین کی لفظ میں مطلق جنس کی لئی نہیں ہی اسلئی کہ یہہ حدیث اس امر حدیث سی مخالف ہو جاویگی کہ فرمایا ہی کہ میری امت میں
على ثلث وسبعين فرقة كلهم في النار الا واحدة لان كلا من فرق الامة مسلم يرى مذهبه حسنا فيلزم
تہتر فرقی ہو جاوینگی وہ سب دوزخی ہیں سوای ایک کی اسواسطی کہ تمام فرقی امت کی مسلم ہیں اور اپنی اپنی مذہب کو نیک جانتی ہیں اس صورت میں لازم آتا ہی
ان لا يكون فرقة منها في النار وكذا بعض المسلمين يرى شيئا حسنا وبعضهم يراه قبيحا فيلزم ان لا يتميز
کہ کوئی فرقہ بہی دوزخی نہو اور ایسی ہی بعضی مسلمان ایک بات کو نیک جانتی ہیں اور بعضی اوسکو قبیح جانتی ہیں اب یہہ لازم آتا ہی کہ
الحسن من القبيح بل هو اما للعهد والمعهود ما ذكر في قوله فاختار له اصحابا فيكون المراد بالمسلمين
حسن اور قبیح میں تمیز نرہی بلکہ وہ لام یا تو واسطی عہد کی ہی اور معہود مراد وہ لوگ ہیں جو اس قول میں مذکور ہیں اللہ کی واسطی اوسکی اصحاب اب مراد مسلمین کا

الصحابة

الصحابة فقط او للاستغراق خصائص الجنس فيراد بالمسلمين اهل الاجتهاد الذين هم الكاملون في صفة
صحابہ ہیں فقط یا لام واسطے استغراق خصائص جنس کی ہی پہر مراد مسلمین سے اجتہاد والے علماء ہیں جو صفت اسلام میں کامل ہیں
الاسلام صرفا للمطلق الى الكامل لان المطلق عند عدم القرينة ينصرف الى الفرد الكامل وهو المجتهد
واسطے صرف مطلق کی طرف کامل کی اسلئے کہ جب مطلق قرینہ سے خالی ہوتا ہی تو اوسکو فرد کامل کی طرف لیجاتی ہیں اور فرد کامل مجتہد ہی
فيكون المعنى ما رآه الصحابة او اهل الاجتهاد حسنا فهو عند الله حسن وما رآه الصحابة او اهل الاجتهاد
اس صورت میں معنی ہونگی جس بات کو صحابہ یا علماء مجتہدین حسن جانیں سو وہ اللہ کی نزدیک حسن ہی اور جس بات کو صحابہ یا علماء مجتہدین
قبيحا فهو عند الله قبيح ويجوز ان يكون للاستغراق الحقيقي فيكون المعنى ما رآه جميع المسلمين حسنا
قبیح جانیں سو وہ اللہ کی نزدیک قبیح ہی اور وہ لام استغراق حقیقی کا بھی ہو سکتا ہی اس صورت میں معنی ہونگی جس بات کو تمام مسلمان حسن جانیں
فهو عند الله حسن وما رآه جميع المسلمين قبيحا فهو عند الله قبيح وما اختلف فيه فالعبرة للقرون
سو وہ اللہ کی نزدیک حسن ہی اور جس بات کو تمام مسلمان قبیح جانیں سو وہ اللہ کی نزدیک قبیح ہی اور جس بات میں اختلاف ہو تو اعتبار قرنوں ثلثہ کا
المشهود لهم بالخير لا للقرون المشهود لهم بالكذب وعدم الاعتماد في قوله عليه السلام خير القرون قرني
جنکی حق میں شہادت خیر کی ہی باقی قرنوں کا اعتبار ہوگا جنکی حق میں شہادت کذب اور بے اعتباری کی ہی اس حدیث میں سب قرنوں میں بہتر میرا قرن ہی
الذي بعثت فيهم ثم الذين يلونهم ثم الذين يلونهم ثم يفشو الكذب فلا تعتمدوا اقوالهم وافعالهم ولا ريب
جسمیں میں مبعوث ہوا ہوں پہر جو اس سے متصل ہیں پہر جو اس سے متصل ہیں پہر اسکے بعد کذب پہیل جاویگا پہر اونکی اقوال کا اعتماد نکرو اور اونکے افعال کا اور کچھ شک
ان الصحابة والتابعين والائمة المجتهدين كانوا يرون ما جاوز قدر الضرورة من البدع قبيحا فهو عند الله
نہیں کہ صحابہ اور تابعین اور ائمہ مجتہدین جانتے ہیں کہ جو بدعت قدر ضرورت سے بڑہ جاوی وہ قبیح ہی پس وہ اللہ کی نزدیک بھی
قبيح وفي قوله عليه السلام لا تجتمع امتي على الضلالة فان المراد بالامة في هذا الحديث اهل الاجماع
قبیح ہی اور جیسی یہہ حدیث نہیں متفق ہوگی میری امت گمراہی پر بسبب کہ مراد امت سی اس حدیث میں وہ اہل اجماع ہیں
الذي هو كل مجتهد ليس فيه فسق ولا بدعة اصلا لان الفسق يورث التهمة ويسقط العدالة وصاحب
جسمیں ہر ایک ایسا مجتہد ملا ہو کہ اصلا اوسمیں نہ فسق ہو نہ بدعت اسواسطے کہ فسق سے تہمت پیدا ہوتی ہی اور عدالت جاتی رہتی ہی اور
البدعة يدعو الناس الى البدعة ولا يكون من الامة على الاطلاق لان المراد بالامة المطلقة اهل
بدعتی لوگوں کو بدعت کی طرف بلاتا ہی اور مطلق امت مراد نہیں ہی اسواسطے کہ امت مطلقہ سے مراد اہل
السنة والجماعة وهم الذين طريقتهم طريق النبي عليه السلام واصحابه دون اهل البدع والضلال
سنت والجماعت ہیں وہ وہ لوگ ہیں جنکا طریقہ بعینہ طریقہ نبی علیہ السلام اور صحابہ کا ہی اہل بدعت اور اہل ضلال مراد نہیں ہیں
كما قال النبي عليه السلام امتي من استن بسنتي ويصح ان يراد بامتي جميع الامة بناء على ان الاضافة
چنانچہ نبی علیہ السلام فرماتی ہیں میری امت وہ ہی جو طریقہ پکڑی میری سنت کو اور ہو سکتا ہی کہ امت سی تمام امت مراد ہو اسواسطے کہ اضافت
كاللام قد تكون للاستغراق فيكون المعنى لا تجتمع جميع امتي في زمان من الازمنة على الضلالة كما
مثل لام کی کبھی واسطے استغراق کی ہوتی ہی اس صورت میں معنی ہوجاوینگی نہیں متفق ہوگی میری تمام امت کبھی کسی زمانہ میں گمراہی پر جیسی
اذا اجتمع اليهود والنصارى بعد نبيهم على الضلالة فيكون هذا الحديث موافقا لقوله عليه السلام
یہود اور نصارا اپنی نبی کی بعد گمراہی پر متفق ہوگئی ہیں پس یہہ حدیث موافق ہوگی اس حدیث سی
لا يزال طائفة من امتي قائمين بامر الله لا يضرهم من خذلهم ولا من خالفهم حتى ياتي امر الله اذا نفرع
ہمیشہ رہیگی ایک گروہ میری امت کی قائم اوپر امر الٰہی کی نہ ضرر دیگا اونکو جو قطع کری اونکو اور نہ جو اونسی مخالف ہو یہاں تک کہ آجاوی کی ساعت قیامت

هذا فالواجب على كل مسلم في هذا الزمان ان يحذر من الاغترار والميل الى شئ من البدع والمحدثات

تو اس زمانہ میں ہر ہر مسلمان پر واجب ہی کہ پرہیز کرتا رہی فریب میں آنی اور توجہ سی طرف کسی بدعت اور محدثات کی

ويصون دينه عن العوايد التي استانس بها وتربى عليها فانها سم قاتل قل من سلم من افاتها و

اور سوا اس سی اپنی دین کو بچاوی جن سی انس رکھتا ہی اور ان میں پرورش پائی ہی کیونکہ یہہ زہر قاتل ہی اسکی آفت سی آدمی کم بچتا ہی اور

ظهر له الحق معها الا ترى ان قريشا لاجل العوائد التي الفتها نفوسهم انكروا على النبي صلى الله عليه وسلم

اسمیں امر حق کم ظاہر ہوتا ہی کیا معلوم نہیں کہ قریش نی عوائد ہی کی مار جسمیں اونکی دل لگی ہوئی تہی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی احکام سی انکار کیا

ماجاء به من الهدى والبيان وكان ذلك سببا لكفرهم وطغيانهم حتى قالوا في حقه عليه السلام

کہ جو سراسر ہدایت اور بیان تہی اسی سبب سی وہ کافر ہوی اور طاغی ٹہری یہان تک کہ نبی علیہ السلام کی حق میں کہا سو کہا

ماقالوا بسبب ما تربوا عليه وتنشؤا فيه ولذلك كان ابن مسعود يقول اياكم وما يحدث من البدع

واسطی اوس امر کی جسمیں پرورش پائی ہی اور جوان ہوئی تہی اسی لئی ابن مسعود کہا کرتی تہی بچو نواحداث بدعات سی

فان الدين لا يذهب من القلوب بمرة ولكن الشيطان يحدث لكم بدعا حتى يذهب الايمان

کیونکہ دین دلوں کی اندر سی ایک ہی دفعہ نہیں جاتا رہیگا لیکن شیطان تمہاری لئی بدعتیں پیدا کریگا یہاں تک کہ ایمان

من قلوبكم فعلى هذا ينبغي للمؤمن ان لا يغتر ويستدل بقوة تصميمه على شئ وكثرة عبادته به انه

تمہاری دلوں سی نکلجاویگا اس بیان کی موافق مؤمن کو لازم ہی کہ فریب میں نہ آوی کہ استدلال کری انکی قوت تصمیم سی کسی چیز پر اور کثرت عبادت سی کہ

على الحق فان تصميمه عليه وعدم رجوعه عنه ولو نشر بالمناشير لا يدل على كونه على الحق في دينه

میں حق پر ہوں کیونکہ اوسکی تصمیم اور باز نہ آنا اوس چیز سی اگرچہ ذرہ ذرہ ہی کیا جاوی اوس دین کی حقیت پر دلالت نہیں کرتا

لان جزمه وتصميمه عليه ليس من حيث كونه حقا بل من حيث نشاته بين قوم يدينون به و

اسواسطی کہ اسکا جزم اور تصمیم اوس چیز پر حقیت کی جہت سی نہیں ہی بلکہ اس جہت سی ہی کہ وہ ایسی قوم میں پیدا ہوا ہی کہ اوسکو دین سی جانتی ہیں اور

للنشاة والمخالطة اثر عظيم في تصميم شئ حقا كان او باطلا الا ترى ان مثل هذا التصميم يوجد

پیدایش اور صحبت کو اشیاء کی حقیت اور باطل میں بڑا اثر ہوتا ہی کیا معلوم نہیں کہ ایسی تصمیم تمام

عامة من ذوي الجهل المركب كاليهود والنصارى ومن في معناهم فالحذر الحذر من هذا السم القاتل

جہل مرکب میں پائی جاتی ہی جیسی یہود اور نصاری اور جو لوگ انکی مثل کی ہیں پس بچو بچو اس زہر قاتل سی

وكن حائدا الى الحق مستيفضا الخلاص فعليك بالاتباع وترك الابتداع فان الاتباع افضل عمل يعمله

اور متوجہ ہو حق کی طرف واسطی خلاصی اپنی جان کی اتباع کی جبض اور بدعت کی چہوڑنی سی بیشک اتباع سنت کا آدمی کی واسطی

المرء في هذا الزمان لشيوع العمل على خلاف السنة منذ زمان طويل فلا بد لك ان تكون شديد التوقي

اس زمانہ میں تمام اعمال سی بہتر ہی اسواسطی کہ مدت دراز سی عمل بدعت برخلاف سنت پہیل رہا ہی سو تجہکو ضرور ہی کہ بدعات اور محدثات امور سی بہت بچا

من محدثات الامور وان اتفق عليه الجمهور فلا يغرنك اتفاقهم على ما احدث بعد الصحابة بل ينبغي

اگرچہ اس بدعت پر بہت خلقت نی تفاق کیا ہو سو اونکی اتفاق سی بدعات پر جو بعد صحابہ کی نکلی ہیں فریب نہ کہانا بلکہ تجہکو

لك ان تكون حريصا على التفتيش عن احوالهم واعمالهم فان اعلم الناس واقربهم الى الله تعالى اشبههم بهم

یہہ چاہئی ہی کہ اونکی حالات اور اعمال کی تلاش میں رہی کیونکہ سب میں بڑا عالم اور مقرب الہی وہ ہی جو اونسی زیادہ مشابہت رکہتا ہو

واعرفهم بطريقهم اذ منهم اخذ الدين وهم اصول في نقل الشريعة عن صاحب الشرع وقد جاء في الحديث

اور اونکی طریقہ سی زیادہ واقف ہو اسواسطی کہ دین اونہی سی حاصل ہوا ہی اور وہ ہی اصل ہیں شریعت کی نقل میں صاحب شرع سی اور حدیث میں آیا ہی

اذا اختلف الناس فعليكم بالسواد الاعظم والمراد به لزوم الحق واتباعه وان كان المتمسك به قليلا والمخالف

جب آدمیوں میں اختلاف پڑے تو لازم پکڑو اسود کثیرہ کو اور اس سے مراد لازم کرنا حق کا اور اتباع اسکا ہے اگرچہ متمسک بہ قلیل ہو اور مخالف

له كثيرا لان الحق ما كان عليه الجماعة الاولى وهم الصحابة ولا عبرة الى كثرة الباطل بعدهم وقد قال الفضيل بن

کثیر ہو اسواسطے کہ حق وہ ہی ہے جس پر پہلی جماعت یعنی صحابہ تھی اور بعد صحابہ کی اسود باطل کا کچھ اعتبار نہیں ہے اور فضیل بن عیاض نے

عياض ما معناه الزم طرق الهدى ولا يضرك قلة السالكين واياك وطرق الضلالة ولا تغتر بكثرة الهالكين وقال

اس مضمون بیان کیا ہے اختیار کر طریقہ ہدایت کا اور تجھکو کچھ نقصان نہیں ہے کم ہیں سالکین سے اور بچیتا رہ گمراہی کی رستوں سے اور دھوکہ مت کھا ہلاک ہونے والوں کی کثرت سے اور

بعض السلف اذا وافقت الشريعة ولاحظت الحقيقة فلا تبال وان خالف رايك جميع الخليقة وقال ابن

بعض متقدمین نے کہا ہے اگر تو شریعت کی موافق ہے اور حقیقت کو دیکھ چکا تو پھر کچھ پرواہ نہیں ہے اگرچہ تیری رائے کا تمام عالم مخالف ہو اور ابن مسعود نے

مسعود انتم في زمان خيركم المسارع في الامور وسياتي زمان بعدكم خيرهم فيه المتثبت المتوقف لكثرة

کہا ہے تم ایسی زمانہ میں ہو کہ تم میں بہتر وہ ہی جو جلدی کرے کاموں میں اور تمہارے بعد زمانہ آتا ہے اوس زمانہ میں بہتر وہ ہی ثابت رہنے والا توقف کرنے والا ہی بسبب کثرت

الشبهات قال الامام الغزالي ولقد صدق لان من لم يتثبت في هذا الزمان ووافق الجماهير فيما هم فيه وخاض

شبہات کی امام غزالی کہتے ہیں البتہ سچ کہا ہے اسواسطے کہ جو اس زمانہ میں ثابت نہ رہے اور اسوہ کی ساتھ ہوگا جس میں وہ لگی ہوئی ہیں اور اونکی ساتھ

فيما خاضوا فيه يهلك كما هلكوا فان اصل الدين وعمدته وقوامه ليس بكثرة العبادة والتلاوة و

بہانے لگا تو ہلاک ہوگا جیسی وہ ہلاک ہوئی کیونکہ دین کی اصل اور جڑ اور درستی عبادت اور تلاوت کی کثرت سے اور

المجاهدة بالجوع وغيره وانما هو باحترازه من الآفات والعاهات التي تأتي عليه من البدع والمحدثات

بھوک کی مشقت وغیرہ سے نہیں ہی بلکہ دین کی جو بلے آفات اور صدمات سے بچا لینے سے ہی جو اوسپر بدعتوں اور نئی نئی حرکات کرنے سے

فانها لكثرتها وشيوعها صارت كانها من شعائر الدين او من الامور المفروضة علينا فيا ليتنا

البتہ یہ بدعتیں اسکثرت سے پھیلی ہیں کہ گویا دین کا شعار اور نشان ہو گئیں یا ایسی کہ گویا ہماری اوپر فرض ہیں کاشکی ہم

كنا باشرناها على انها بدعة اذ لو كان كذلك لرجي من التوبة والاستغفار ولكنا اخذناها طاعة

یہ بدعات بدعت ہی جان کر عمل میں لاتے اگر ایسا ہوتا تو البتہ ہمیں توبہ اور استغفار کی امید ہوتی پر ہمنے تو بدعات کو طاعت

وعبادة وجعلناها دينا لنا مقتفين في ذلك اثار من سهى او غلط او غفل من بعض من تقدمنا

اور عبادت اور اپنا دین سمجھ لیا ہے اسی امر میں ہمیں پیروی ہے ان اول لوگوں کی کہ جنہوں سہو کیا یا غلطی کہا یا غفلت کی

وجعلناه قدوة في ديننا فاذا جاء احد وانكر علينا ما ارتكبناه من تلك الامور فان كان ممن له توقير

اور ہمنے اونکو اپنی دین کا پیشوا ٹھہرالیا اب اگر کوئی آکر ہم پر ان بدعات کی کرنے پر اعتراض کرے یا برا بتاوے پھر اگر وہ معترض ایسا ہے کہ جسکی ہمارے دلوں

في قلوبنا نقول له هذا جائز ذهب الى جوازه فلان ونذكر له بعض من تقدمنا ممن سهى او غلط

عزت ہی تو اوسکو یہ جواب دینگے صاحب یہ تو جائز ہی فلانا شخص اسکی جواز کا قائل ہوا ہی اور اوسکو اوس کا نام لینگے جو ہم سے پہلی سہو کر چکا ہے یا غلطی کیا ہے

او غفل وان كان ممن لا توقير له في قلوبنا سمع منا ما لا يطيقه ولا يخطر بباله كل ذلك بسبب الجهل

یا غفلت کی ہی اور اگر وہ معترض ایسا ہی کہ ہمارے دلوں میں اسکی عزت نہیں تو ہم سے وہ دھتکار سنے گا کہ جو اوسکی گمان میں بھی نہ ہو یہ سب حال ہمارا بسبب ہمارے جہل

المركب منا لانا لو راينا على انفسنا على ما هي عليه من الجهل لقبلنا جواب من ارشدنا الى الحق ووافقنا

مرکب کے ہی اسواسطے کہ ہم اگر اپنا جہل مرکب جانتے تو حق کی جواب مرشد کو جو ہمکو راہ حق بتلاتا قبول کرتے اور اوس شخص کی بات کو

من سهى او غلط او غفل حجة في ديننا اذ لا يجوز ان يقلد الانسان في دينه الا من هو معصوم وهو صاحب الشريعة

جس نے سہو کیا یا غلطی کہا یا غفلت کی اپنے دین میں حجت نہ ٹھہراتے اسواسطے کہ جائز نہیں کہ آدمی اپنی دین میں تقلید کرے سوای معصوم کی کہ وہ صاحب شریعت کا ہے

او من شهد له صاحب الشريعة بالخير وهم القرون الثلثة الذين اقتضت حكمة الشارع ان

اسکی حق میں صاحب شریعت نے شہادت خیر کی دی ہو اور وہ تینوں قرن ہیں جنہیں کے موافق اقتضا حکمت شارع کے

يختص كل قرن منهم بفضيلة فالقرن الاول خصهم الله بمزية لا سبيل لاحد ان يلحقهم فيها فانه

ہر ہر قرن ایک ایک فضیلت سے مخصوص ہے سو قرن اول کو اللہ تعالی نے خاص کیا ہے ایسی فضیلت سے کہ اوس میں کوئی اونکی برابری نہیں کر سکتا کیونکہ اللہ

تعالى خصهم لرؤية نبيه وبمشاهدة نزول القرآن عليه والهمهم حفظه حتى لا يكون حرف واحد منه

تعالی نے انکو خاص کیا ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے اور نزول قرآن کی مشاہدہ سے اور انکو الہام کیا قرآن کی حفاظت کا یہاں تک کہ اوس میں سے ایک حرف

ضايعا فجمعوه ويسروه لمن بعده فحفظوا احاديث نبيهم في صدورهم واثبتوها على ما ينبغي فحصل لهم

ضائع نہیں ہوا اور اوسکو جمع کرکر پچھلوں پر آسان کیا پھر یاد کیا فرمودہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی دلوں میں اور ثابت رکھا جیسا کہ چاہیے سو اونکی واسطی

في اقامة هذا الدين حظ كبير لا يمكن الاحاطة به ولا يصل احد اليه فجزاهم الله تعالى عن امة نبيهم

اس دین کی قائم رکھنے میں بڑا ہی ثواب حاصل ہوا کہ احاطہ سے باہر ہے اور کوئی اونکی مرتبہ کو نہیں پاسکتا اونکو اللہ تعالی اپنے نبی علیہ السلام کی طرف سے

خير جزاء ثم عقبهم التابعون فجمعوا ما كان من الاحاديث ومسائل الدين متفرقا وانقلوا الاحكام

جزاء نیک عنایت کرے پھر اونکی بعد تابعین پیدا ہوئے اونہوں نے تمام حدیثیں اور دینی مسائل متفرقہ جمع کیے اور احکام دین

والتفسير من الصحابة حتى كان احدهم يرحل في طلب الحديث الواحد والمسئلة الواحدة مسيرة

اور تفسیر صحابہ سے روایت کی یہاں تک کہ بعضا واسطی تلاش ایک حدیث اور ایک مسئلہ کی

شهر او شهرين وضبطوا امر الشريعة اتم ضبط فحصل لهم في اقامة هذا الدين ايضا فضل كبير ثم عقبهم

ایک ایک مہینہ دو دو مہینے کا سفر کرتا تھا اور احکام شریعت کو خوب ہی ضبط کیا انکو بھی دین کی قایم کرنی میں بڑی فضیلت حاصل ہوئی پھر اونکی بعد

تابعوا التابعين الذين ظهر فيهم الفقهاء المرجوع اليهم في النوازل فوجدوا القرآن مجموعا ميسرا و

تابعین کی تابع پیدا ہوئے جنمیں فقہاء ظاہر ہوئے جنکی سامنے حوادثات پیش کیے جاویں اونکو قرآن جمع کرایا آسانی سے ہاتھ آیا اور

وجدوا الاحاديث قد جمعت وضبطت فتفقهوا في القرآن والاحاديث على مقتضى قواعد

احادیث جمع اور ضبط کی ہوئی پائیں سو اونہوں نے احکام موافق اقتضاء قواعد شریعت کی قرآن اور احادیث سے

الشريعة واستنبطوا منهما احكاما على مقتضى الاصول وعينوا وجوه الدلالات ويسروها على الناس

استنباط کیے اور اصول کی موافق بہت احکام نکالے اور دلالت کی طریقے مقرر کیے اور اونکو اور لوگوں پر آسان کر دیا

وانتظم الحال واستقر دين الامة المحمدية بسببهم فحصل لهم في اقامة هذا الدين خصوصية

اور اونکی سبب سے حال منتظم اور دین امت محمدی کا درست ہو گیا سو ان صاحبوں کو بھی اس دین کی قائم سے ایک خصوصیت حاصل ہوئی

ايضا فلما مضوا سبيلهم الى من بعدهم فلم يجدوا وظيفة يقوم بها بل وجد الامر على اكمل الحالات

جب یہ لوگ گذر گئے تو انکی بعد کی خلف پیدا ہوئی تو اونکو ایسا کوئی وظیفہ نہ ملا جسکی درستی میں لگیں بلکہ انکو دین کامل تر حالات پر ملا

فلم يبق له الا ان يحفظ ما استنبطوه ويبينوه ولا يحصل له خير الا باتباعهم وتقليدهم وبقائه في

کہ تب یہی کام رہا کہ جو کچھ لوگ جو احکام وغیرہ نکال گئے ہیں اونکو یاد اور محفوظ رکھیں انکی حق میں بہتر یہی ہے کہ اونکی پیروی کرین اور انکی تقلید اور انکی

مراسمهم وان ظهر لهم بعد غيرهم فهو مردود عليه الا ان يكون مما لم يقع بيانه في زمانهم لا بالفعل

رسم پر رہیں اگر کوئی حکم انکی احکام کی مخالف ظاہر کریں تو وہ مردود ہے ہاں اگر ایسی حادثہ کا ہو کہ جسکا بیان اونکی زمانہ میں نہیں ہوا نہ فعل سے نہ

ولا بالقول فينبغي له ان ينظر فيه على مقتضى قواعدهم في الاحكام الثابتة عنهم واذا كان على مقتضى

قول سے تب مناسب ہے کہ اوس حکم میں اونکی قواعد کی موافق جو احکام میں ثابت کر گئے ہیں غور اور تامل کریں سو اگر وہ حکم اونکی

اصحم

اصولهم يقبل عنه والا فلا لان كل من اتى بعدهم يقول في بدعة انها مستحبة ثم ياتي على ذلك بدليل
قاعدہ اور ضوابط کی موافق ہو تو مقبول اور مستند ہی نہیں تو نہیں سو جو کوئی ان کی بعد پیدا ہوتا ہی بدعت کو مستحسن کہتا ہی پھر اوسپر ایک دلیل دیکی
خارج عن اصولهم فذلك غير مقبول منه لان التقليد والاقتداء بالغير بمجرد حسن الظن انما يجوز
ہو ان کی مخالف قائم کر دیا ہی سو یہ دلیل اوسکی مقبول نہیں ہی سو سمجھ کہ تقلید اور پیروی دوسری کی صرف نیک گمانی سی
لمن كان مجتهدا عدلا لا لمن كان مقلدا لكن لما انقطع الاجتهاد منذ زمان طويل انحصر طريق
مجتہد عادل ہی کی جائز ہی مقلد کی جائز نہیں ہی لیکن چونکہ اجتہاد ایک مدت دراز سی نہیں ہی تو طریقہ
معرفة مذهب المجتهد في نقل كتاب معتبر متداول بين العلماء لمن كان قادرا على تخريجه
مجتہد کی مذہب دریافت کرنیکا بواسطہ نقل معتبر کتاب کی ہی جو علماء میں مستعمل ہو رہی ہو ایسی کی جو اوسکی استخراج پر قادر ہو
او اخبار عدل موثوقا به في علمه وعمله لمن لم يكن قادرا على استخراجه فلا يجوز العمل بكل كتاب
یا بواسطہ بیان عادل کی ہی جسکی علم اور عمل پر اعتماد ہو ہر ایسی کی واسطی جو قدرت استخراج کی نہ رکھتا ہو سو ہر کتاب پر عمل جائز نہیں کہ
اذ ظهر في هذا الزمان كتب جمعها ضعفاء الرجال من غير معرفة بحقيقة الحال ولا بقول كل عالم
اسلیئی کہ اس زمانہ میں بہت کتابیں ایسی ہیں کہ جو ضعیف لوگوں نی بدون دریافت حقیقت حال کی جمع کیں ہیں اور نہ ہر عالم کی کہنی پر عمل جائز ہی
اذ غلب الفسق في الناس بعد القرون الثلثة والمستور في حكم الفاسق فلا بد من العدالة المرجحة
اسواسطی کہ بعد قرون ثلثہ کی لوگوں میں فسق غالب ہو گیا ہی پس مرد مستور الحال بھی فاسق کی مانند ہی پس ضرور ہی کہ عدالت صدق کو غالب کر دالی
لجانب الصدق ثم ههنا قاعدة مقررة لا بد من معرفتها وهي ان المسئلة الفقهية اذا نقلت
موجود ہو پھر یہاں ایک قاعدہ ٹھیرا ہوا ہی اوسکی دریافت کرنا ضرور ہی وہ یہ ہی کہ کوئی مسئلہ فقہی اگر نقل کیا جاوی
ينبغي ان ينظر فيها فان كان ماخذها معلوما مشهورا من الكتاب والسنة والاجماع فلا نزاع
تو اوسمیں نظر کرنی چاہیئی پھر اگر اوسکا اصل اور ماخذ معلوم اور مشہور ہو کتاب اور سنت اور اجماع سی تو اوسمیں کسیکو
فيها لاحد وان لم يكن ماخذها معلوما بل كانت اجتهادية فان كان ناقلها مجتهدا يلزم على من
کچھ خلاف نہیں ہی اور اگر اوسکا ماخذ معلوم نہیں ہی بلکہ وہ مسئلہ اجتہادی ہو پھر اگر اوسکا ناقل مجتہد ہی تو مقلد پر لازم ہی
كان مقلدا ان يتبعه ولا يلزم عليه ان يطلب منه دليلا لان كلام المجتهد دليل له وان لم يكن
کہ اوسکا اتباع کری اور دلیل طلب کرنی لازم نہیں ہی سو لیئی کہ مجتہد کا قول ہی اوسکی دلیل ہی اور اگر
ناقلها مجتهدا بل كان مقلدا فان نقلها من المجتهد واثبت نقله منه يلزم الاتباع فيها ايضا
اوسکا ناقل مجتہد نہیں بلکہ مقلد ہی پھر اگر اوسنی کسی مجتہد سی نقل کیا ہی اور نقل بھی ثابت کر دی تو اوسمیں بھی اتباع لازم ہی
وان لم ينقلها من المجتهد بل نقلها من قبل نفسه او من مقلد اخر او اطلق فان بين فيها دليلا شرعيا
اور اگر مجتہد سی نقل نہیں کیا بلکہ اپنی طرف سی نقل کیا ہی یا اور مقلد سی نقل کیا ہی یا نام کسیکا نہیں لیا پھر اگر اوسمیں کوئی دلیل شرعی
فلا كلام فيها حينئذ وان لم يبين ينظر ان كان كلامه موافقا للاصول والكتب المعتبرة ولم يكن فيها خلاف
بیان کی ہی تو اوسمیں اب بھی کچھ کلام نہیں ہی اور اگر دلیل نہیں بیان کی تو اوسمیں تامل کیا چاہیئی اگر اوسکی کلام اصول اور کتب معتبرہ سی مطابق ہی اور اوسمیں خلاف بھی نہیں
يجوز العمل بها لكن ينبغي للعامل بها ان لا يقف في مقام تقليده بل يطلب منه دليلا على ما نقل وان كان
تو اوسپر بھی عمل جائز ہی لیکن عمل کرنیوالی کو چاہیئی کہ صرف تقلید پر نہ ٹھیرا رہی بلکہ اوس منقول پر اوس سی دلیل طلب کری اور اگر
كلامه مخالفا للاصول والكتب المعتبرة فلا يلتفت اليه اصلا اذ قد صرح العلماء بان ما لا يعلم
اوسکی کلام اصول اور کتب معتبرہ سی مخالف ہو تو اوس طرف کچھ توجہ نہیں ہی اسواسطی کہ علماء صاف کہہ چکی ہیں جس مسئلہ کی صحت نہ معلوم ہو

صحته لا يصح اتباعه وان لم يعلم بطلانه فضلا عما علم بطلانه المجلس التاسع عشر في

اسکی اتباع صحیح نہیں ہی اگرچہ بطلان بہی نہ معلوم ہو چہ جائیکہ اوسکا بطلان معلوم ہو انیسویں مجلس

بيان بدعية صلوة النوافل بالجماعة كالرغائب وغيرها قال رسول الله صلى

اس بیان میں کہ نفلیں جماعت سی ادا کرنی بدعت ہی جیسی صلوة رغایب وغیرہ فرمایا رسول اللہ صلی

الله عليه وسلم في خطبة يوم النحر في حجة الوداع ان الزمان قد استدار كهيئته يوم خلق السموات

اللہ علیہ وسلم نی یوم النحر کو حجۃ الوداع کی خطبہ میں بیشک زمانہ اوسی ہیئت پر پہر کر جس دن پیدا کیا اسنی آسمانوں

والارض السنة اثنا عشر شهرا منها اربعة حرم ثلث متواليات ذو القعدة وذو الحجة والمحرم ورجب

اور زمین کو سال بارہ مہینہ کا ہی اونمیں سی چار مہینی حرام یعنی عزت کی ہین تین تو پی در پی ہیں ذیقعد اور ذو الحجہ اور محرم اور رجب

مضر فرد الذي بين جمادى وشعبان هذا الحديث من صحاح المصابيح رواه ابو بكرة ومعناه ان الزمان

مضر والا اکیلا جو درمیان جمادی الثانی اور شعبان کی ہی یہہ حدیث مصابیح کی صحیح حدیثوں میں ہی ابو بکرہ کی روایت سی اسکی معنی یہہ ہین کہ زمانہ

الذي انقسم الى الشهور والاعوام عاد الى ما كان عليه ورجعت السنة الى اصل الحساب الذي اختاره

جسکی مہینی اور برس ٹہر گئی ہین جیسی کہ اصل میں تہا پہیر ہوگیا اور سال بہی اوسی اصل حساب پر ہوگیا جو اللہ تعالی نی اختیار کیا ہی

الله تعالى يوم خلق السموات والارض وعاد الحج الى ذي الحجة بعد ما كان اهل الجاهلية ازالوه من محله

جس دن کہ آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا تہا اور حج بہی ماہ ذی الحجہ میں ہوگیا بعد اوس کی کہ کفار جاہلیت نی اوسکی محل سی پہیر کر دیا تہا

بالنسيء الذي احدثوه وهو النسيء الذي ذكره الله تعالى في كتابه وقال انما النسيء زيادة في الكفر

نسی کا نیا طریقہ نکال کر یہہ وہی نسی ہی جسکو اللہ تعالی اپنی کتاب میں ذکر کرتا ہی اور فرمایا یہہ جو مہینہ ہٹا دینا ہی سو بڑہائی ہی کفر میں

ومعناه تاخير تحريم شهر الى شهر اخر فانهم في الجاهلية كانوا يعظمون الاشهر الحرم وراثة من ابرهيم

اسکی معنی ہٹا دینا ایک مہینی کی تحریم کا دوسری مہینی پر یہہ کفار جاہلیت میں اشہر حرام کی تعظیم ابراہیم اور اسمعیل علیہما السلام کی عہد سی

واسمعيل عليهما السلام وكانوا يحرمون فيها القتال حتى احدثوا النسيء فغيروا التحريم لانهم بسبب كون

کرتی چلی آتی تہی پشت در پشت اور ان مہینوں میں جنگ وجدال کو حرام جانتی تہی یہان تک کہ اون کفار نی نسی کا طریقہ نکالا اور تحریم کو بدل ڈالا کیونکہ اکثر گذران

عامة معاشهم من الغارة كانوا اصحاب حروب وغارات فاذا جاء شهر حرام وهم في حرب كان يشق عليهم

اور معاش اوکی لوٹ پر ہی اس لئی بڑی لڑنی والی اور لٹیری تہی جب مہینہ حرام آجاتا اور وہ لڑائی پر ہوتی تو انکو اوس لڑائیکا ترک کرنا دشوار ہوتا

ترك الحرب فيحلونه ويحرمون مكانه شهرا اخر حتى رفضوا خصوص الاشهر واعتبروا مجرد العدد وربما

پہر اوس مہینہ کو حلال کر لیتی تہی اور اوسکی جگہ اور مہینہ کو حرام ٹہرا دیتی ہی یہان تک خصوصیت ان مہینوں کی ترک کر دی صرف گنتی کا اعتبار کیا اور بعضی وقت

زادوا في عدد شهور السنة وجعلوها ثلثة عشر واربعة عشر ليتسع لهم الوقت ولذلك ورد التنصيص

گنتی برس دن کی مہینوں کی بڑہا کر ایک برس کو تیرہ مہینہ کا اور چودہ مہینہ کا ٹہرا دیتی تاکہ وقت میں گنجایش ہو جا اسی واسطی حدیث میں کہول کر

على العدد في الحديث فانه عليه السلام بين فيه ان السنة اثنا عشر شهرا وانها في شرعه مقدرة

گنتی کو بیان کیا پس نبی علیہ السلام نی فرمایا کہ برس دن بارہ مہینہ کا ہوتا ہی اور ہماری شرع میں اندازہ

بسير القمر لا بسير الشمس كما يفعله اهل الكتاب ومن هذه الاشهر القمرية اربعة حرم ثلث منها متواليات

چاند کی رفتار کا ہی آفتاب کی رفتار کا نہیں جیسی اہل کتاب کرتی ہیں اور انہیں قمری مہینوں میں سی چار مہینہ حرام ہیں تین اونمیں سی پی در پی ہیں

وهي ذو القعدة وذو الحجة والمحرم وواحد فرد وهو رجب وانما اضيف الى مضر في الحديث لان قبيلته

یعنی متوالی اور ذیقعد اور ذو الحجہ اور محرم اور ایک اکیلا ہی یعنی محرم روزہ اور حدیث میں اس مہینہ کو مضر کی طرف اس لئی نسبت کیا ہی کہ قبیلہ مضر

كانت تريد في تعظيمه واحترامه ولذلك نسب اليهم وقد كان فيه لاهل الجاهلية احكام منها
اسکی تعظیم اور حرمت بہت کرتا تہا اسیواسطی اونکی طرف منسوب ہوگیا اس مہینہ میں اہل جاہلیت کی بہت احکام تہی ایک یہہ حکم تہا
انهم كانوا يحرمون فيه القتال على ما سبق وكان تحريمه جاريا في ابتداء الاسلام واختلف
کہ اسمیں جنگ وجدال کو حرام جانتی تہی جیساکہ اوپر گذرا اور یہہ تحریم ابتداء اسلام میں بہی جاری تہی اور اسکی قائم رہنی میں علماء کو
العلماء في بقائه فذهب الجمهور الى نسخه واستدلوا عليه بان الصحابة اشتغلوا بعد النبي عليه السلام
اختلاف ہی جمہور کی نزدیک منسوخ ہی اس دلیل سی کہ صحابہ رضی اللہ عنہم بعد نبی علیہ السلام کی فتح بلاد میں مشغول رہی
بفتح البلاد ومواصلة القتال والجهاد ولم ينقل عن احد منهم انه توقف على القتال في شئ من الاشهر
اور قتال اور جدال برابر کرتی رہی کسی سی یہہ منقول نہیں ہوا کہ اشہر حرام میں سی کسی مہینی میں جنگ میں توقف کیا ہو
الحرام وهذا يدل على اجماعهم على نسخه ومنها انهم كانوا في الجاهلية يذبحون فيه ذبيحة يسمونها
یہہ دلالت کرتا ہی کہ بالاجماع تحریم منسوخ ہوئی اور ایک یہہ حکم تہا کہ کفار جاہلیت میں اسمیں قربانی ذبح کرتی تہی اسکا نام عتیرہ رکہہ چہوڑا تہا
عتيرة واختلف العلماء في حكمها بعد الاسلام فالاكثرون على ان الاسلام ابطلها لما ثبت في
اوسکی حکم میں بہی بعد اسلام کی علماء نی اختلاف کیا ہی اکثر علماء کا یہہ قول ہی کہ اسلام نی اسکو باطل کردیا جیساکہ
الصحيحين عن ابي هريرة انه عليه السلام قال لا فرع ولا عتيرة والفرع بفتحتين اول ولد تلده الناقة
صحیحین میں ابوہریرہ کی روایت سی ثابت ہی کہ آپ نی فرمایا نہ فرع ہی اور نہ عتیرہ اور فرع ساتہہ زبر فا اور را کی پہلا بچہ جو اونٹنی جنی
وكان اهل الجاهلية يذبحونه لالهتهم في الجاهلية ويتبركون به والعتيرة ذبيحة كانت تذبح
اور اہل جاہلیت اوسکو اپنی بتوں کی نام پر برکت کی واسطی جاہلیت میں ذبح کیا کرتی تہی اور عتیرہ ایک قربانی ہی
في العشر الاول من رجب وتسمى رجبية وكان يتقرب بها اهل الجاهلية في الجاهلية واهل الاسلام
جو رجب کی پہلی دہی میں ذبح کرتی تہی انکا نام رجبیہ تہا اہل جاہلیہ جاہلیت میں اسکو ثواب جانتی تہی اور اہل اسلام بہی
في صدر الاسلام ثم نسخت بحديث لا فرع ولا عتيرة وقد روي عن الحسن انه قال ليس في الاسلام
ابتداء اسلام میں پہر یہہ اس حدیث سی لا فرع ولا عتیرة منسوخ ہوگیا اور حسن سی روایت ہی کہ آپ نی فرمایا اسلام میں عتیرہ نہیں ہی
عتيرة وانما كانت العتيرة في الجاهلية كان احدهم يصوم رجب ويعتر فيه ونسبه الذبح فيه
عتیرہ جاہلیت کا رسم تہا بعضا اونمین سی رجب میں روزہ رکہتا اور عتیرہ ذبح کرتا اور رجب میں ذبح کرنیکو تشبیہ دی ہی
باتخاذه موسما وعيدا وروي عن طاؤس انه قال لا تتخذوا شهرا عيدا ولا يوما عيدا واصل هذا
کہ گویا موسم اور عید بنانا ہی اور طاؤس سی روایت ہی کہ آپ نی فرمایا مت بناؤ کسی مہینہ کو عید اور نہ کسی دن کو عید اور اسکی اصل یہہ ہی
ان المسلمين لا يجوز لهم ان يتخذوا وقتا من الاوقات عيدا الا ما جاءت الشريعة باتخاذه عيدا
کہ مسلمانوں کو جایز نہیں ہی کہ کسی وقت کو وقتوں میں سی عید ٹہرالین سوا اوسکی جو شریعت میں عید ٹہر چکا ہی یعنی ہر ہفتہ میں
وهو في الاسبوع يوم الجمعة وفي العام يوم الفطر ويوم الاضحى وايام التشريق واما ما عدا ذلك
جمعہ کا دن اور ہر سال میں دن عید الفطر کا اور دن نحرہ عید کا اور ایام تشریق کی اور جو ان دنوں کی سوا ہیں
فاتخاذه عيدا وموسما بدعة لا اصل له في الشريعة المحمدية بل من اعياد المشركين وقد كانت لهم
سوا اونکا عید اور موسم ٹہرانا بدعت ہی شریعت محمدی میں اوسکی کچہہ اصل نہیں ہی بلکہ مشرکوں کی عید ہی اور مشرکوں کی
اعياد زمانية واعياد مكانية فلما جاء الاسلام ابطلها الله تعالى وعوض عن اعيادهم الزمانية
بہت عیدیں تہیں زمانی ہی اور عیدیں مکانی ہی پہر جب اسلام آیا تو اللہ تعالی نی سب باطل کردی اور عوض میں اونکی زمانی عید کی

عيد الفطر وعيد النحر وايام التشريق ومن اعيادهم المكانية الكعبة وعرفات والمنى والمزدلفة
عید الفطر اور نحر عید اور ایام تشریق مقرر کردی اور ان کی مکانی عید کی بدل کعبہ اور عرفات اور منی اور مزدلفہ مقرر کیا

وليس من هذه المواسم موسم ولا من هذه الاماكن مكان الا وفيه لله تعالى وظيفة من وظائف
اور ان موسموں میں سی کوئی موسم اور ان مکانوں میں کوئی ایسا مکان کہ جسمیں وظیفہ الٰہی اور وظیفہ طاعت مقرر نہو

طاعاته يتقرب بها اليه ولطيفة من لطائف نفحاته يصيب بها من يشاء من عباده بفضله و
کہ سب سو تقرب کا طرف اللہ تعالی کی اور لطیفہ ہو لطائف خوشبوی دیوی حق کو جا ہی اپنی بندوں میں سی اپنی فضل اور

رحمته فالسعيد من اغتنم هذه المواسم والاماكن وتقرب فيها الى مولاه بما شرع فيها من وظائف
رحمت سی پس نیک بخت وہ شخص ہی جو غنیمت جانی ان موسموں اور مکانوں کو اور تقرب حاصل کری اپنی مولا سی توسل اون وظیفوں

الطاعات حتى يصيبه نفحة من تلك النفحات ويامن بها من عذاب النار وما فيها من اللفحات و
طاعات کی جو ان موسم اور مکانوں میں مشروع ہوئی ہیں یہاں تک کہ ایک لپٹ اون خوشبو کی حاصل ہو اور … آگ کی عذاب سی اور جو اوسکی اندر …

اما الصوم فيه فقد ورد فيه احاديث من جملتها مارواه البيهقي في شعب الايمان عن انس انه عليه السلام
رجب میں روزہ کی نسبت حدیثیں آئی ہیں اونمیں سی ایک یہ حدیث ہی جو بیہقی نے شعب الایمان میں انس سی روایت کی ہی کہ آپ نی فرمایا

قال في الجنة نهر يقال له رجب اشد بياضا من اللبن واحلى من العسل من صام يوما من رجب
جنت کی اندر ایک نہر ہی اوسکا نام رجب ہی دودھ سی زیادہ سپید اور شہد سی زیادہ شیریں جو شخص ماہ رجب میں کسی دن روزہ رکھیگا

سقاه الله تعالى من ذلك النهر هذا في صيام بعضه واما صيام كله فلم يصح فيه بخصوصه شيء
پلاوے گا اللہ تعالی اوس نہر میں سی پانی یہ مسئلہ ہی رجب کی تھوڑی روزوں کی اور روزی تمام ماہ کی سو خاص رجب کی باب میں کوئی مسئلہ

عن النبي عليه السلام ولا عن اصحابه وانما ورد في صيام الاشهر الحرم كلها ورجب احدها فيلزم ان ينهى
نبی علیہ السلام سی اور اصحاب سی ثابت نہیں ہی اور مسئلہ ہی تو تمام اشہر الحرام کی باب میں ہی اونمیں کا ایک رجب بھی ہی لازم یہ ہی کہ رجب کی

عن صومه وقد روى عن ابي قلابة انه قال في الجنة قصر لصوام رجب قال البيهقي ابو قلابة من
روزوں سی ممانعت کیجاوی اور ابی قلابہ سی روایت ہی کہ کہتی تھی جنت میں ایک محل ہی رجب کی روزہ داروں کی لئی بیہقی کہتا ہی ابو قلابہ

كبار التابعين لا يقول مثله الا عن بلاغ عمن فوقه ممن سمع عن النبي عليه السلام نعم قد روي عن
بڑی عمدہ تابعی ہی ایسا شخص ایسی بات بدون سنی اپنی سی عمدہ کا جو اونی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سی سنا ہو نہیں کہہ سکتا ہی ہاں ابن عباس کی روایت ہی

ابن عباس انه كره ان يصام رجب كله وكرهه امام احمد ايضا وقال يفطر منه يوما او يومين وحكى
کہ وہ مکروہ جانتی تھی کہ تمام رجب کی روزہ رکھی جاوین اور مکروہ جانتی امام احمد بھی امام احمد کہتی ہیں کہ ایک یا دو دن افطار کردی اور حکایت ہی

عن ابن عمر وابن عباس لكن يزول كراهة صومه بان يصوم معه شهرا آخر وقد قال الماوردي في الاقناع
ابن عمر اور ابن عباس سی لیکن جاتی رہتی ہی کراہت تمام رجب کی روزوں کی اسطور کہ اسکی ساتھ ایک اور مہینے کی روزی رکھی اور ماوردی اقناع میں کہتا ہی

يستحب صوم رجب وشعبان واما الصلوة فيه فلم يثبت فيه صلوة مخصوصة يختص به نعم هنا
کہ مستحب ہیں روزی رجب اور شعبان کی اور نماز ماہ رجب کی اندر سو کوئی نماز خاص رجب ہی کی ثابت نہیں ہوئی ہی جو رجب سی خصوصیت رکھتی ہو اس جگہ

ينبغي لمن كان له ديانة وادعاء ان لا يلتفت الى ما اكب عليه الناس في هذا الزمان ولا يغتر بشيوعه
سزاوار ہی جسکو اس سی دیانت اور یقین ہوا ہی کہ متوجہ نہووی اوس امر پر کہ جو پڑی ہیں اسپر تمام لوگ اس زمانہ میں اور دھوکہ میں نہ آوی

في دار الاسلام وكثرة وقوعه في البلاد العظام من صلوة الرغائب في ليلة الجمعة الاولى منه
دار الاسلام میں مشہور ہونی سی اور بڑی بڑی شہروں کی اندر عمل کرنی سی یعنی صلوۃ الرغائب جو رجب میں پہلی جمعہ کی شب میں پڑھتی ہیں

المروی انه علیه الصلوة والسلام قال وایاکم ومحدثات الامور فان کل محدث بدعة وکل بدعة ضلالة
اسواسطے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے بچتے رہو تم نئی باتوں سے کیونکہ ہر محدث یعنی نوایجاد بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے
وفی حدیث اٰخر انه علیه السلام قال شر الامور محدثاتها وکل محدث بدعة وکل بدعة ضلالة فکل
اور ایک دوسری حدیث میں ہے کہ آپ نے فرمایا سب کاموں میں بدتر نوایجاد ہیں اور ہر محدث بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے اس
من هذین الحدیثین یدل علی کون تلك الصلوة فی هذه اللیلة بدعة وضلالة لکونها من محدثات
یہہ دونو حدیثیں دلالت کرتی ہیں کہ یہہ نماز اس رات میں بدعت اور گمراہی ہے اسواسطے کہ نوایجاد ہے
الامور لعدم وقوعها فی عصر الصحابة والتابعین ولا فی عهد الائمة المجتهدین بل حدثت بعد
نہ صحابہ کی عہد میں تھی اور نہ تابعین کی زمانہ میں اور نہ ائمہ مجتہدین کی وقت میں بلکہ ہجرت نبوی سے
المائة الرابعة من الهجرة النبویة ولذلك لم یعرفها المتقدمون ولم یتکلموا فیها وقد ذمها العلماء من اعیان
چوتھی صدی کی بعد پیدا ہوئی ہے اسی لئے متقدمین اسکو نہیں جانتے تھے اور نہ اسمیں کچھ کلام کی ہے اور عمدہ علماء
المتاخرین وصرحوا بانه بدعة قبیحة مشتملة علی منکرات وقالوا الاحادیث الواردة فیها موضوعة
متاخرین نے اسکی برائی بیان کی اور صاف کہا ہے کہ یہہ نماز بدعت قبیحہ ہے اسمیں کئی منکرات ہیں اور کہا ہے کہ تمام حدیثیں اس باب کی وضعی ہیں
والمتهم بوضعها ابن جهضم وبعد هذا التصریح لا اعتداد بکونها مذکورة فی بعض الکتب والرسائل لانا نعرف
اور انکا واضع ابن جہضم کو کہتے ہیں اور جب علماء یہہ تصریح کر چکے تو پہر اسکا کیا اعتبار ہے کہ بعضی کتابوں اور رسالوں میں مذکور ہے اسواسطے کہ ہمکو
الدین وحصول الثواب والعقاب من الشارع لعدم استقلال العقل فیه فتلك الصلوة فی هذه اللیلة
دین اور حصول ثواب اور عقاب کا شارع سے معلوم ہوا ہے کیونکہ عقل اسباب میں مستقل نہیں ہے پس یہہ نماز اس رات میں
لم یصلها النبی علیه السلام ولا احد من الصحابة ولم یحث علیها فلا یحصل فیها الثواب بل یکون فعلها
نہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھی ہے اور نہ کسی نے اصحاب میں سے اور نہ کسی اور کو تعلیم کی پس اسمیں ثواب نہیں حاصل ہوگا بلکہ اسکا پڑھنا
عبثا یخشی منه العقاب کما قال صاحب مجمع البحرین فی شرحه ان رجلا یوم العید فی الجبانة اراد
عبث ہوگا اسمیں اندیشہ عقاب کا ہے چنانچہ صاحب مجمع البحرین اپنی شرح میں کہا ہے کہ ایک شخص نے عید کی دن عیدگاہ میں
ان یصلی قبل صلوة العید فنهاه علی فقال الرجل یا امیر المؤمنین انی اعلم ان الله تعالی لا یعذب علی الصلوة
دوگانہ عیدالفطر سے پہلی نماز پڑھنی کا ارادہ کیا سو اسکو حضرت علی نے منع کیا اوس شخص نے کہا یا امیرالمؤمنین میں خوب جانتا ہوں کہ اللہ تعالی نماز پڑھنی پر عذاب
فقال علی وانی اعلم ان الله تعالی لا یثیب علی فعل حتی یفعله رسول الله صلی الله علیه وسلم او یحث علیه
پس علی نے کہا میں یہہ خوب جانتا ہوں کہ اللہ تعالی کسی کام پر ثواب نہیں دیتا جبتک کہ اسکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عمل میں نہ لاویں یا اور کو تعلیم کریں
فیکون صلاتك عبثا والعبث حرام فلعله تعالی یعذبك به وبمخالفتك لرسوله وقال [illegible]
اب تیری نماز عبث ہے اور عبث حرام ہے شاید کہ اللہ تعالی اس نماز پر تجھکو عذاب دے اور تیری اس مخالفت پر اپنے رسول سے [illegible]
تردد من العبادات بین الواجب والبدعة یاتی به احتیاطا وما تردد بین السنة والبدعة یترکه لان ترك
مشکوک ہو درمیان واجب اور بدعت کی تو اوسکو واسطے احتیاط کی ادا کرے اور جو عبادت مشکوک ہو درمیان سنت اور بدعت کی تو اوسکو ترک کرے اسواسطے کی
البدعة لازم واداء السنة غیر لازم فتلك الصلوة مما تردد بین ما دون السنة والبدعة فتعین ترکها ولا
بدعت کا ترک ضروری ہے اور ادا سنت کا ضروری نہیں ہے اب یہہ نماز یعنی صلوة الرغائب ایسی ہے جو مشکوک ہے درمیان میں کمتر کی سنت سے اور بدعت میں واسکو چھوڑنا
یحل لاحد فعلها لا منفردا ولا جماعة لان الجماعة فیها بدعة ایضا اذ ادنی مرتبتها ان یکون [illegible] وقد صرح
چاہئے کسیکو اسکا پڑھنا حلال نہیں ہے نہ اکیلی اور نہ جماعت سے اسواسطے کہ اسمیں جماعت بھی بدعت ہے اسلئے کہ اسکا ادنی مرتبہ یہہ ہے کہ نفل ہو اور کتب معتبرہ میں

فی الکتب المعتبرة کالکافی وغیره ان الفقهاء اتفقوا علی کراهة الجماعة فی النوافل عدا التراویح والکسوف والخسوف
جیسی کافی وغیرہ صاف مذکور ہی کہ فقہا بالاتفاق قائل ہیں کہ سوای تراویح اور صلوۃ کسوف اور خسوف
والاستسقاء اذا کان سوی الامام اربعة وقالوا ان التطوع بالجماعة انما یکره اذا کان علی سبیل التداعی بان
اور استسقاء کی نفلوں کی جماعت مکروہ ہی کہ سوای امام کی چار آدمی ہو جاویں اور کہتی ہیں کہ نوافل جماعت سی جب مکروہ ہیں کہ وہ جماعت بطور اجتماع کی ہو ایسا
یجتمع جماعة فوق الثلثة ویقتدوا بواحد واما لو اقتدی واحد او اثنان بواحد لا یکره وفی الثلثة اختلاف و
کہ تین سی زیادہ جمع ہو کر ایک کو امام کرلیں اور اگر ایک مقتدی ایک امام ہو یا دو مقتدی ایک امام ہو تو مکروہ نہیں ہی اور تین مقتدی ہوں تو اسمیں اختلاف ہی
فی الاربعة یکره اتفاقا وقد ثبت فی الاصول ان الاداء بالجماعة فیما شرعت فیه الجماعة کالمکتوبات والجمعة و
اور چار مقتدی ہوں تو بالاتفاق مکروہ ہی اور اصول میں ثابت ہو چکا ہی کہ ادا کرنا نماز کا جماعت سی جن نمازوں میں جماعت جایز ہی جیسی فرایض پنجگانہ اور نماز جمعہ
العیدین والتراویح والوتر فی رمضان اداء کامل وفی غیرها عیب نقصان بمنزلة الاصبع الزائدة وتلك الصلوة
اور عیدین اور تراویح اور رمضان میں وتر یہ اداء کامل ہی اور انکی سوا اور نمازوں میں جماعت سی عیب اور نقص ہی جیسی چھٹی انگلی اور یہہ نماز
لیست منها فتکون الجماعة فیها عیبا ونقصانا ولو بعد النذر لان التنفل بالجماعة مکروه ومعصیة والنذر
اول نمازوں میں داخل نہیں ہی پس جماعت اس نماز کی عیب اور نقصان ہی اگرچہ منت مانی ہو اسلئی کہ نفلیں جماعت سی مکروہ اور گناہ ہی اور منت کرنی
بالمعصیة لا یجوز ولا یلزم الوفاء به لما ثبت فی صحیح البخاری عن عائشة انه علیه السلام قال من نذر
گناہ کی جایز نہیں ہی اور ادا اسکا ضرور آکرنا بھی لازم نہیں ہی اسواسطی کہ صحیح بخاری میں حضرت عائشہ سی روایت ہی کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نی فرمایا جسنی اطاعت
ان یطیع الله فلیطعه ومن نذر ان یعصی الله فلا یعصه فهذا الحدیث یدل علی ان النذر انما یجب الوفاء به اذا
اللہ کی منت مانی تو لازم ہی کہ پوری کری اور جسنی معصیت کی منت مانی معصیت ہرگز پوری نہ کری تو یہہ حدیث اسپر دلالت کرتی ہی کہ نذر جبھی پوری کرنی واجب ہوتی ہی کہ
کان فی طاعة الله تعالی والمراد بطاعة الله ههنا ما لیس بواجب ولا معصیة لان النذر مفهوم الشرعی ایجاب
طاعت الٰہی کی ہو اور مراد طاعت سی اسجا میں وہ ہی جو واجب نہو اور نہ معصیت ہو اسواسطی کہ شرع میں نذر کی معنی واجب کرلینا
المباح فلا ینعقد فی الواجب ولا فی المعصیة بل ان وقع فی المعصیة یحرم الوفاء به ویلزم الکفارة کما فی الیمین
مباح کا پس امر واجب اور گناہ میں نذر صحیح نہیں آتی بلکہ اگر معصیت کی نذر مانی تو اوسکا پورا کرنا حرام ہی اور کفارہ لازم ہو جاتا ہی جیسی قسم میں
لان حکمه حکم الیمین عند کثیر من العلماء منهم ابو حنیفة واصحابه وحجتهم ما روی عن عائشة انه
اسواسطی کہ نذر اور قسم کا اکثر علماء کی نزدیک ایک حکم ہی امام ابو حنیفہ اور انکی یاروں کا یہی مذہب ہی اور دلیل انکی وہ ہی حدیث ہی عائشہ کی روایت سی
علیه السلام قال لا نذر فی معصیة وکفارته کفارة یمین وفی حدیث اخر رواه ابن عباس انه علیه السلام
کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نی فرمایا نہیں ہی نذر معصیت میں اور اوسکا کفارہ مانند کفارہ قسم کی ہی اور ایک اور حدیث میں ابن عباس کی روایت سی ہی کہ آپ نی فرمایا
قال من نذر نذرا فی معصیة فکفارته کفارة یمین فان قیل صلوة التسبیح اصلها ثابت عن النبی علیه السلام
جسنی کہ کوئی منت گناہ کی مانی تو اوسکا کفارہ کفارہ قسم کا سا ہی اگر کوئی پوچھی صلوۃ التسبیح کی اصل تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سی ثابت ہی
فهل یجوز اداؤها بالجماعة بعد النذر فی هذه اللیلة فالجواب ان الجماعة فی النوافل لما کانت مکروهة کراهة تحریم
پس اسکا بھی جماعت سی ادا کرنا منت کی بعد اسی رات میں جایز ہی یا نہیں اسکا جواب یہہ ہی جب نفلوں میں جماعت مکروہ تحریمی ٹھہری
لکونها بدعة کان النذر بها مکروها ایضا فلا یجوز ارتکابه لا سیما مع وجود تخصیص الوقت بل تجب علی الخلق
اسلئی کہ بدعت ہوئی تو اسکی نذر بھی مکروہ ہی تو اب اسطور پر ادا کرنا جایز نہیں ہی خاص اس حال میں کہ وقت بھی خاص کر رکھا ہو بلکہ خلق کی ذمہ
اتباع الحق وان لم یدرکوا ما فیه من المصالح والاحتراز عن البدع والمحدثات وان لم یفهموا ما فیها من المفاسد
اتباع حق کا ہی اگرچہ اوسکی خوبیوں سی واقف نہوں اور بدعت اور محدثات سی احتراز کرنا واجب ہی اگرچہ اسکی مفاسد کو نہ سمجھتی ہوں

فان

فان مفاسدها كثيرة من جملتها ان كل ما احدث من الاعمال في يوم من الايام او في ليلة من الليالي

کیونکہ اسکی مفاسد بہت ہیں جملہ انہیں سے ایک یہہ ہے کہ ہر بدعت عمل مخصوص کسی دن میں تمام ایام میں سے یا کسی رات میں تمام راتوں میں سے

لا بد ان يكون من يعمل به معتقدا ان ذلك اليوم افضل من سائر الايام والعمل فيه افضل من العمل في سائر

ضرور اسکی عمل کرنیوالیکا یہہ عقیدہ ہوگا کہ یہہ دن تمام دنوں میں افضل ہے اور اسدن میں عمل تمام اعمال سے جو اور دنوں میں ہو افضل ہے

الايام وان تلك الليلة افضل من سائر الليالي والعمل فيها افضل من العمل في سائر الليالي ولولا هذا الاعتقاد لما ادام على تخصيص

اور یہہ رات تمام راتوں میں افضل ہے اور اس رات میں عمل اور راتوں کی عمل سے افضل ہے اسوسطی کہ یہہ عقیدہ اسکی دل میں ہوتا تو کیوں روزہ رکھنیکا خاص

ذلك اليوم بصيام وتلك الليلة بقيام لان النبي نهى عن تخصيص بعض الاوقات بصلوة او صيام ورخص في ذلك اذا لم يكن على وجه التخصيص

کرتا وہ کیوں اس رات کا جاگنا خاص کرتا اسلیے کہ منع کیا ہے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے خاص کرنا بعضی وقت کا واسطے نماز کی یا روزہ کی اور رخصت دی ہے جب کہ خصوصیت کی ساتھ نہ

كما روي عن ابي هريرة انه عليه الصلوة والسلام قال لا تخصوا ليلة الجمعة بقيام من بين الليالي ولا تخصوا

جیسا کہ روایت ہے ابو ہریرہ سے کہ فرمایا نبی علیہ السلام نے کہ جمعہ کی رات کو واسطے جاگنے کی تمام راتوں میں سے مت خاص کرو

يوم الجمعة بصيام من بين الايام الا ان يكون في صوم يصومه احدكم فعلم من هذا ان الفساد انما نشأ من تخصيص

روز جمعہ کو روزہ کے واسطے تمام دنوں میں سے مت خاص کرو مگر یہہ کہ آجاوی جمعہ کی وہ روزہ جسکو رکھا کرتا ہے کوئی تم میں سے پس معلوم ہوا کہ یہہ فساد اسی سے پیدا ہوتا ہے خاص کیا

ما لا اختصاص له في الشرع وهذا المعنى موجود فيما نحن فيه لان الناس انما يخصون تلك الليلة بما

اسی وقت کو جسکی شرع میں کچھ خصوصیت نہیں ہے اور یہہ معنی موجود ہے اس میں جس کا ہم بحث کر رہے ہیں یعنی رغائب سو لوگ اس رات کو اس نماز کی واسطے

يفعلونه فيها لاعتقادهم ان فيما يفعل فيها فضيلة زائدة على ما يفعل في غيرها فلما لم يكن فيه فضيلة منعوا

اسی اعتقاد سے خاص کرتے ہیں کہ اس رات میں جو کچھ کیا جاتا ہے اسکو بڑی فضیلت ہے اور عبادات پر جو اور راتوں میں ادا ہو اور جب اس میں کچھ فضیلت نہیں

عن التخصيص اذ لا يثبت التخصيص الا عن اعتقاد الاختصاص فمن قال اعتقادي ان الصلوة في تلك

تو خصوصیت سے منع کر دیا اسلیے کہ خصوصیت خصوصیت کی اعتقاد سے پیدا ہوتی ہے اب جو شخص کہے کہ میرا اعتقاد نہیں ہے اس رات میں نماز

الليلة والصوم في ذلك اليوم كما في غيرهما ومع ذلك انا اخصهما بالصوم والصلوة فلا بد ان يكون باعثه

اور اس دن میں روزہ ایسا ہی ہے جیسے اور سب دنوں میں اور باوجود اسکے میں دن کو روزہ اور رات کو نماز کے واسطے خاص کرتا ہوں پس ضرور ہے کہ سبب اسکا

اما موافقة اهل الدنيا لحاجته عندهم او خوف اللوم او اتباع العادة او نحو ذلك وفساد الكل ظاهر لان كل ذلك

یا اہل دنیا کی موافقت ہوگی اوسکی کام کے واسطے یا ملامت کا ڈر یا پیروی عادت کی یا ایسا ہی کوئی اور امر ہوگا اور ان سب باتوں کا فساد ظاہر ہے

رياء والرياء بالعبادة حرام مع ان من يعمل ما هو بدعة مع اعتقاده انه غير مشروع في الدين يكون فاسقا

ریا ہے اور عبادت میں ریا کرنی حرام ہے اور یہہ بھی کہ بدعت کا عمل کرنیوالا اس اعتقاد سے کہ یہہ عبادت دین کی اندر جاری نہیں ہے فاسق

غير مبتدع وان عمل به مع اعتقاده انه مشروع في الدين يكون فاسقا ومبتدعا فكثير من اهل الزمان يصلون

غیر بدعتی ہوتا ہے اور اگر عمل کرے اس اعتقاد سے کہ یہہ دین کی اندر جاری ہے تو فاسق اور بدعتی ہوتا ہے پس اس زمانہ کی اکثر آدمی اس نماز

تلك الصلوة في هذه الليلة بجمع كثير مع اعتقادهم انها مشروعة في الدين فلزم ان يكونوا بفعلهم هذا فاسقين

اس شب میں بڑی بڑی جماعت سے ادا کرتے ہیں اس اعتقاد سے کہ دین کی بیچ جاری ہے اسے لازم آتا ہے کہ وہ لوگ اس کام سے فاسق

مبتدعين لفعلهم البدعة مع اعتقادهم انها عبادة مشروعة في الدين وقد كان من عادتهم اذا انكر عليهم

اور بدعتی ہوں اس بدعت کی عمل کرنے پر اس اعتقاد سے کہ یہہ عبادت دین کی اندر جاری ہے اور ان کی یہہ عادت ٹھہری ہوئی ہے کہ جب انکو منع کریں

ان يقولوا هذا خير من الاشتغال بالمعاصي في مثل هذه الليلة فان هؤلاء المساكين لو لم يصلوا تأملوا كلا ايضا

تو کہنے لگتے ہیں یہہ عبادت ایسی رات میں گناہ کرنے سے بہتر ہے بیشک یہہ مساکین اگر نماز نہ پڑھیں

توجد وا هذا العمل اشد ضررا من فعل المعاصي لان من يفعل المعاصي يعلم حرمة ما فعل فربما يستغفر عنه
تو جانتا ہی کہ یہہ عمل معاصی سی ضرر مین سخت تر ہی اسواسطی کہ جو شخص گناہ کرتا ہی تو جانتا ہی کہ جیسی گناہ واقع ہوا تو اکثر اس سی توبہ کر کر مغفرت مانگتا ہی
ويندم عليه ويحصل له الذلة والانكسار بخلاف هؤلاء فانهم باعتقادهم انها قربة وعبادة مشروعة
اور اوسپر شرمندہ ہوتا ہی اور اوسکو ذلت اور انکسار حاصل ہوتا ہی بخلاف اس گروہ کی یہہ گروہ اس اعتقاد کی سبب کہ یہہ ثواب اور عبادت مشروعہ ہی
في الدين لا يستغفرون منها ولا يندمون عليها بل يحصل لهم المباهاة والافتخار وهذا ما يذكر عن ابليس
دین مین سو نہ استغفار کرتی ہین اور نہ اوسپر شرمندہ ہوتی ہین بلکہ اونکو ناز اور افتخار حاصل ہوتا ہی یہہ ہی کہ جو ابلیس سی حکایت کرتی ہین
انه قال قصمت ظهور بني ادم بالمعاصي والاوزار وقصموا ظهري بالتوبة والاستغفار فاحدثت لهم
کہ کہتا ہی میں نی آدم کی پشت معاصی اور گناہ کی بوجہ سی توڑدی اور بنی آدم نی میری پشت توبہ اور استغفار سی توڑدی مین نی اونکی لئی
ذنوبا لا يستغفرون منها ولا يتوبون عنها وهي البدع في صورة العبادة ولذلك قيل البدعة شر من الفسوق
ایسی گناہ تجویز کئی ہین کہ نہ اوس سی استغفار کرین اور نہ اوس سی توبہ کرین یعنی بدعتین ظاہر مین عبادت اسی لئی کہتی ہین کہ بدعت فسق سی بدتر ہی
فان من يفعل البدعة يزعم انه في طاعة وعبادة فيكون شاقا الله تعالى ولرسوله لاستحسانه ما كرهه
کیونکہ بدعتی اپنی تئین طاعت اور عبادت میں مصروف جانتا ہی سو یہہ اللہ تعالی پر اور اوسکی رسول پر دشوار گذرتا ہی کیونکہ یہہ نیک سمجھتا ہی جسکو
الشرع ونهى عنه وهو الاحداث في الدين فانه تعالى قد شرع لعباده من العبادات ما فيه كفاية لهم واكمل
شرع نی برا جانا اور منع کیا یعنی بدعت دین کی باب مین بیشک اللہ تعالی مقرر کرچکا ہی اپنی بندوں کی لئی اتنی عبادات جسمین اونکو کفایت ہی اور کامل کرچکا
دينهم واتم عليهم نعمته كما اخبر به في كتابه اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ فالزيادة
اونکا دین اور پوری کرچکا ہی اونپر اپنی نعمت جیسا کہ اپنی کتاب میں اسکی خبر دی ہی آج کامل کیا مین واسطی تمہاری دین تمہارا اور پوری کی تمپر اپنی نعمت پس کامل پر
على الكمال نقصان واختلال وليس لاحد ان يقول تلك الصلوة وان كانت بدعة الا ان فيها الاذكار وقراءة
کچہہ زیادہ کرنا نقصان ہوتا ہی اور عیب اور یہہ نہین ہوسکتا کہ کوئی یہہ کہی یہہ نماز اگرچہ بدعت ہی مگر اس نماز مین اللہ کا ذکر ہی اور قرآن کی
القران فيرجى الثواب في مقابلة تلك الاذكار والقراءة اذ يقال له ان تلك الصلوة لما كانت بدعة وضلالة كان الاذكار والقراءة
تلاوت ہی پس امید ہی کہ اس ذکر اور تلاوت قرآن کا تو ثواب ہوا اسواسطی کہ جواب اسکا یہہ ہی کہ یہہ نماز جب بدعت اور گمراہی ٹہری تو تمام ذکر اور تلاوت جو
الواقعة فيها من قبيل خلط الطاعات بالمعصية فهو معصية اخرى اشد استقباحا من الاولى فيجب الاحتراز عنها وكذا ليس لاحد ان يقول لا منع من تلك
اوس نماز میں ہی سو اسی قبیل سی ہوا کہ طاعات کو معصیت کی ساتھ ملادی اب یہہ ایک اور معصیت ہی کہ پہلی سی بہی بدتر سو اس سی بہی احتراز کرنا چاہئی ایسی ہی نہیں ہوسکتا کہ کوئی یہہ کہی
الصلوة لقوله تعالى اَرَءَيْتَ الَّذِيْ يَنْهٰى عَبْدًا اِذَا صَلّٰى ولا ان يستدل على خيريتها بما روي انه عليه السلام
اس نماز سی مانع اس آیت کی ممانعت نہیں ہو تو نی دیکھا وہ جو منع کرتا ہی بندی کو جب نماز پڑہی اور یہہ محال کہ کوئی استدلال کری اسکی خوبی پر اس حدیث سی کہ آپ نی
قال الصلوة خير موضوع اذ يقال له ما قلت انما هو في صلوة لا يخالف الشرع بوجه من الوجوه وتلك
فرمایا نماز خوب ہی وضع کی ہوئی اسواسطی کہ یہہ جواب ہی کہ یہہ حدیث ایسی نماز کی حق میں ہی جو کسی وجہ سی شرع کی خلاف نہو اور یہہ
الصلوة مخالفة للشرع من وجوه على ما ذكره العلماء في تصانيفهم منها الاعتماد على الحديث الموضوع
نماز شرع کی خلاف کئی وجہ سی ہی چنانچہ علماء نی اپنی اپنی تصانیف مین ذکر کیا ہی ایک یہہ کہ وضعی حدیث پر اعتماد کیا
فانه اذا ثبت كونه موضوعا يخرج من المشروعية ويكون مستعملة من خدام الشيطان ومنها فعلها
کیونکہ جب اوسکا وضعی ہونا ثابت ہوا تو مشروعیت سی خارج ہوتی اب اوسپر عمل کرنیوالا شیطان کا خادم ہی اور ایک یہہ کہ
بالجماعة فان الجماعة في النوافل مكروهة فكيف فيها ومنها تخصيصها بليلة الجمعة وقد ورد النهي عن تخصيص
جماعت سی ادا کرنا اور جماعت مطلق نفلوں مین مکروہ ہی انہین کیونکر نہو اور ایک یہہ کہ خصوصیت شب جمعہ کی اور حال یہہ کہ نہی آئی خاص کرنی

ليلة الجمعة ليقاموا ويومها ليصاموا ومنها اسراج السرج الكثيرة لاجلها وذلك لا يجوز لكونه تبذيرا
سب جمعہ کی واسطے جاگنے کی اور خاص کرنی دن جمعہ کی کے واسطے روزہ رکھنے اور ایک یہ کہ اسکی لیے روشنی بہت کرتی ہیں اور یہ جایز نہیں ہے کہ اسراف ہے

والتبذير حرام بنص القرآن ومنها اعتقاد العامة انها سنة بل كثير من العوام يعتقدون فرضا
اور اسراف حرام ہے نص قرآن سے ثابت اور ایک یہ کہ عوام اوسکو مسنون سمجھتے ہیں بلکہ اکثر عوام فرض جانتے ہیں

حتى انهم يتركون الفرائض ولا يتركونها بل يعدونها راس جميع الصلوة المفروضة بسبب فعلها وحضورها
یہاں تک کہ وہ لوگ فرض کو ترک کریں اور اس نماز کو نہ چھوڑیں بلکہ اسکو تمام فرض نمازوں کی افضل شمار کرتی ہیں کیونکہ اسکو پڑھتی ہیں اور دیکھیں

بعض من لا كان ممن لا يحضر الجماعة في المكتوبات ومنها اتخاذها طريقة وطرائق الدين وشعيرة من
وہ بعضے لوگ حاضر ہوتی ہیں جو فرائض کی جماعت میں حاضر نہیں ہوتی اور ایک یہ کہ اسکو ایک طریقہ دین کی طریقوں میں سے اور ایک نشان

شعائر المسلمين حتى ان الحكام ينبهون الائمة والمؤذنين ان لا يغفلوا عنها في هذه الليلة بل يظهرون النداء
مسلمانوں کی نشانوں میں سے مقرر کیا ہے یہاں تک کہ حاکم وقت امام اور مؤذن کو خبردار کر دیتے ہیں کہ نماز سے غافل نہ ہوں اس رات میں بلکہ ندا ظاہر کرتی ہیں

بان من لا يصليها يضرب ضربا شديدا ويعزلون الامام الذي يتخلف عنها كما جرى كل ذلك في بعض
کہ جو شخص اس نماز کو نہیں پڑھیگا تو خوب پیٹا جاویگا اور امام کو موقوف کر دیتے ہیں جو اس سے پیچھے رہے جیسا کہ یہ تمام حال بعضی دنوں میں

الاوقات في بعض البلاد فانهم لا يفعلون مثل ذلك في الفرائض والواجبات وهذه هي الفتنة التي قال فيها
بعضی شہروں میں کہ وہاں نہیں کرتے ایسی تاکید فرائض اور واجبات میں کرتی اور یہ وہی فتنہ ہے جسکی بابت میں

ابن مسعود كيف بكم اذا لبستكم فتنة يهرم فيها الكبير ويربو فيها الصغير تجري على الناس يتخذونها سنة
ابن مسعود نے کہا ہے تمہارا کیا حال ہوگا جب فتنہ گھیر لیگا کہ بڈھا ہو جاویگا اوسمیں کبیر اور جوان ہو جاویگا اوسمیں صغیر جاری ہو لوگوں کی کہ پکڑ لیں سنت

اذا غيرت قيل غيرت السنة او هذا منكر وكان يقول ايضا اياكم وما يحدث من البدع فان الدين لا يذهب
جب کوئی بدلا تو کہیں کوئی سنت کو بدل کیا یا یہ بیجا ہے اور ابن مسعود یہ بھی کہتی تھی بچو تم جو احداث ہو بدعتوں سے کیونکہ دین نہیں جاتا ہے

من القلوب بمرة ولكن الشيطان يحدث لكم بدعا حتى يذهب الايمان من قلوبكم فعلى هذا يجب على
دلوں میں سے یکبارگی نکلیگا لیکن شیطان تمہاری لئے بدعتیں پیدا کریگا یہاں تک کہ ایمان تمہاری دلوں میں سے نکل جاویگا پس بیان کی موافق ہر مسلمان پر

كل مسلم ان يحذر من الاغترار والميل الى شيء من البدع والمحدثات ويصون دينه عن الغوايات التي استانس
واجب ہے کہ بچا رہی فریفتگی اور عقل اور توجہ سے طرف تمام بدعات اور محدثات کی اور بچی دین کو عادات سے بچاوی جس میں لوگ

بها وربي عليها وانها شيم قائل قل من سلم من آفاته وظهر له الحق معها لان لها حلاوة في قلوب اهلها
اور بڑے ہوئی اسکی ساتھ ہر حال ہی اسکی آفات سے کم بچتی ہیں اور اسکی ساتھ حق کبھی نہیں ظاہر ہوتا اسلئے کہ اسکا مزہ بدعتوں کی دل میں ایسا آیا ہے

يستحسنها طباعهم فلا يتركونها ولذلك كان هشام بن عروة يقول لا تسئل الناس عما احدثوه فانهم قد
کہ انکی دل اسکو پسند کرتی ہیں سو کبھی نہ چھوڑیں گی اسی لیے ہشام بن عروہ کہتی ہیں کہ لوگوں سے کیا پوچھو جو بدعات کو اسکا جواب ڈھونڈ لی

اعدوا له جوابا لكن اسئلوهم عن السنة فانهم لا يعرفونها يسر الله اليوم العمل بالسنة والاحتراز عن البدع
جواب تیار کر رکھا ہے لیکن ان سے یہ پوچھو سنت کیا ہے یہ سنت کو نہیں جانتے اللہ تعالی ہمکو آج سنت پر عمل آسان کرے اور بدعت سے بچاوے

المجلس العشرون في بيان فضائل حج المبرور وبيان البدعة قال رسول الله صلى الله عليه
بیسویں مجلس بیان میں فضائل حج مبرور کی اور بیان حج کی بدعتوں کا فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم من حج لله فلم يرفث ولم يفسق رجع كيوم ولدته امه هذا الحديث من صحاح المصابيح رواه ابو هريرة
وسلم نے جسنے حج کیا واسطے اللہ کی پھر نہ فحش کام اور نہ بدکاری کی ایسا پاک ہو جاویگا جیسا ماں سے پیدا ہوا یہ حدیث مصابیح کی صحیح حدیثوں میں ہے

ومعناه ان من حج واجتنب جميع ما فيه اثم من القول والفعل غفرت ذنوبه والمراد من الذنوب الصغائر
اسکی معنی یہہ ہیں کہ جسنی حج کیا اور بچا تمام گناہوں قولی اور فعلی سی اوسکی گناہ معاف ہوجاوینگی اور گناہوں سی مراد صغیرہ گناہ ہیں
لان الكبيرة لا يكفرها الا التوبة واما الصغيرة فلها مكفرات كثيرة ورد بها السنة كالصلوات الخمس
اسلئی کہ کبیرہ گناہ کا کفارہ سوای توبہ کی کچھ نہیں ہی اور گناہ صغیرہ کی چھوڑانیوالی بہت چیزیں ہیں یہہ حدیث میں آیا ہی جیسی نماز پنجگانہ
والجمعة وصوم رمضان وغيرها فان كل واحد من مباني الاسلام يكفر الذنوب والخطايا فيهدمها
اور نماز جمعہ اور روزی رمضان کی اور سوا اسکی بیشک ہر ہر اصول اسلام میں سی گناہ اور خطا کا کفارہ ہی کہ سب برابر کردیتا ہی
ككلمة لا اله الا الله لا تبقي ذنبا ولا يسبقها عمل والصلوات الخمس والجمعة الى الجمعة ورمضان الى
جیسی کلمہ لا الہ الا اللہ کوئی گناہ باقی نہیں چھوڑتا اور نہ اس سی کوئی عمل فایق ہی اور نمازیں پنجگانہ اور روز جمعہ سی جمعہ تک اور رمضان سی
رمضان مكفرات لما بينهن ما اجتنب الكبائر والصدقة تطفي الخطيئة كما يطفئ الماء النار والحج
رمضان تک کفارہ ہیں درمیان کی گناہوں سی جبتک کہ کبیرہ سی بچتا رہی اور صدقہ خیرات خطاؤں کو بجھا دیتا ہی جیسی پانی آگ کو بجھاتا ہی اور حج
الذي لا رفث فيه ولا فسق يخرج صاحبه من ذنوبه كيوم ولدته امه لما روي انه عليه السلام قال
جسمیں فحش ہو ساتھ عورتوں کی اور نہ بدکاری تو حاجی گناہوں سی ایسا پاک ہوجاتا ہی جیسی اوسکی ماں نی جنا تھا کیونکہ روایت ہی کہ پیغمبر علیہ السلام نی فرمایا
من قضى نسكه وسلم المسلمون من يده ولسانه غفر ما تقدم من ذنبه وما تاخر وفي الصحيحين انه عليه السلام
کہ جسنی تمام لوازم حج کی ادا کئی اور تمام مسلمان اوسکی ہاتھ اور زبان سی سلامت رہی تو اوسکی تمام گناہ پہلی اور پچھلی معاف ہوئی اور صحیح مسلم اور بخاری میں ہی کہ آپ نی
قال الحج المبرور ليس له جزاء الا الجنة واختلف العلماء في كون الحج المبرور مكفر الكبائر والصحيح انه يكفرها
فرمایا کہ جزاء حج مبرور کی سوا جنت کی کچھ نہیں اور علماء نی اختلاف کیا ہی آیا حج مبرور کبیرہ گناہوں کا کفارہ ہوتا ہی یا نہیں صحیح یہہ ہی کہ کفارہ گناہوں کا ہوتا
ومن قال انه يكفرها ليس مراده انه يسقط عن مرتكبها قضاء ما لزمه من العبادات والديون والمظالم
اور جو قائل ہی کہ کبیرہ کا کفارہ ہوتا ہی تو اوسکی مراد یہہ نہیں ہی کہ مرتکب کبیرہ کی ذمہ سی قضا عبادات اور قرضوں اور حقوق کی جو اوسپر لازم ہیں ساقط ہوجاتی ہی
وانما مراده انه يكفر عنه تاخير قضاء ما لزمه فانه اذا فرغ منه يطالب بفعل ما لزمه فان لم يفعل
اوسکی مراد یہہ ہی کہ جو اوسکی ذمہ ہی اوسکی تاخیر قضا کا کفارہ ہوتا ہی بیشک جب وہ اس سی فارغ ہوچکیگا تو جو اوسکی ذمہ ہی اوسکی ادا کا طالب ہوگا اگر نہ
مع قدرته عليه يكون مرتكبا الكبيرة لان والحج المبرور هو الذي لا يخالطه اثم وقيل هو المقبول وهذا
باوجود قدرت کی ادا کیا تو مرتکب کبیرہ کا اب ہوگا اور حج مبرور وہ ہوتا ہی جسمیں کوئی گناہ نہ ملی اور کہتی ہیں وہ حج مقبول ہوتا ہی اور یہہ
المعنى قريب من الاول وعلامة كون الحج مبرورا ان يترك صاحبه سيئ ما كان عليه من عمله ويتوجه الى
معنی پہلی ہی سی معنی ہیں اور حج مبرور ہونی کی نشانی یہہ ہی کہ حاجی تمام اعمال بد جو کرتا تھا سب ترک کردی اور اپنی رب کی طاعت میں
طاعة ربه ويسعى في اصلاح نفسه وقيل علامة كون حج الانسان مقبولا ان يزداد بعد الحج خيرا ولا يعاود
مصروف ہو رہی اور اپنی اصلاح نفس میں سعی کرتا ہی اور کہتی ہیں کہ حج کی مقبول ہونی کی علامت یہی کہ حج کی بعد نیکوکاری زیادہ ہوجاوی اور گناہ کو چھوڑکر
المعاصي بعد الرجوع ويترك قرناء السوء فان من استلم الحجر فقد بايع الله تعالى ان يجتنب معاصيه
پھر کبھی عمل میں نہ لاوی اور بد ہمنشینوں کو ترک کردی بیشک جسنی حجر اسود کو بوسہ دیا اوسنی اللہ تعالی کی بیعت کی کہ اوسکی نافرمانی نہ کریگا
ويقوم بحقوقه فَمَن نَّكَثَ فَإِنَّمَا يَنكُثُ عَلَىٰ نَفْسِهِ وَمَنْ أَوْفَىٰ بِمَا عَاهَدَ عَلَيْهُ اللَّهَ فَسَيُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا
اور اوسکی تمام حقوق ادا کریگا پھر جو کوئی قول توڑی سو توڑتا ہی اپنی بری کو اور جو کوئی پورا کری جسپر قرار کیا اللہ سی وہ دیگا اوسکو عوض بڑا
يشير الى هذا ما روي عن ابن عباس انه قال الحجر الاسود يمين الله تعالى في الارض فمن استلمه وصافحه فكانما
اسی کی طرف اشارہ کرتی ہی روایت ابن عباس کی کہ فرمایا حجر اسود اللہ تعالی کا زمین میں داہنا ہاتھ ہی جسنی اوسپر بوسہ دیا اور مصافحہ کیا گویا

صافح الله تعالى وقبل يمينه وقال عكرمة الحجر الاسود يمين الله تعالى في الارض فمن لم يدرك بيعة
الله تعالی سے مصافحہ کیا اور اوسکا ہاتھ چوما اور عکرمہ کہتا ہے حجر اسود ایسا ہے جیسے الله تعالی کا داہنا ہاتھ زمین میں جسکو بیعت رسول الله صلی الله علیہ وسلم کی
رسول الله فمسح الركن فقد بايع الله ورسوله وورد في الحديث ان الله تعالى لما استخرج من ظهر آدم
نصیب نہیں ہوئی پھر وہ اس رکن کو ہاتھ سے چھوا تو ویسی ہی ہے جیسے کہ الله اور اوسکے رسول سے بیعت کی اور حدیث میں آیا ہے کہ الله تعالی نے جب آدم کی پشت میں سے
ذريته واخذ عليهم الميثاق كتب ذلك في رق ثم استودعه هذا الحجر الاسود وقيل من حج اذا استلم الحجر فانه
اسکی اولاد کو نکالا اور ان سے عہد لیا اسکو ایک ورق پر لکھ کر اس حجر کے بیچ میں امانت رکھدیا اور کہتے ہیں کہ حاجی جب حجر اسود کو بوسہ دیتا ہے تو گویا
يجدد البيعة ويلتزم الوفاء بالعهد المتقدم فينبغي له اذا رجع من الحج ان يحافظ على ما عاهد الله عليه
بیعت کو تازہ کرتا ہے اور اگلے عہد کا پورا کرنا اپنے ذمہ پر لیتا ہے پس اسے یہی لائق ہے کہ جب حج سے آوے تو اس سے جو عہد الله سے کیا ہے
عند استلام الحجر اذ يقبح هذا الذي كمل مباني الاسلام ان يشرع في نقض مبانيه بالمعاصي فان علامة
بوسہ دینے حجر اسود کی اوسکی محافظت کرے کیونکہ برا ہے کہ مبانی اسلام کی تو پورا کرے پھر مبانی کا نقض معصیت سے شروع کرے کیونکہ نشان
قبول الطاعات ان توصله بطاعة اخرى بعدها وعلامة ردها ان توصل معصية بعدها وما احسن
قبول ہونے کا عبادت کا یہ ہی ہے کہ اوس طاعت کے بعد اور طاعت کر کر ملاتا جاوے اور نشان مردود ہونے کا یہ ہی ہے کہ بعد اسکی معصیت ہونی لگے اور کیا خوب ہے
الحسنة بعد الحسنة وما اقبح السيئة بعد الحسنة فقد قيل ذنب بعد التوبة اقبح من سبعين ذنبا
طاعت بعد طاعت کی اور کیا برا ہے بدی بعد طاعت کی کیونکہ کہتے ہیں ایک گناہ توبہ کی بعد بدتر ہے ستر گناہ سے
قبلها فان النكث صعب من المرض الاول والحاج اذا كان حجه مبرورا يغفر له ولمن استغفر له
توبہ کی پہلی کیونکہ دوبارہ مرض کا عود کرنا اول مرض سے سخت ہوتا ہے پس حاجی کا اگر حج مبرور ہوا ہے تو وہ بخشا جاتا ہے اور جسکے واسطی مغفرت مانگی
واذا رجع يرجع وذنبه مغفور ودعائه مستجاب ولذلك يستحب تلقيه والسلام عليه وطلب الاستغفار
اور جب وہ پھرتا ہے تو اس حال میں کہ اوسکے گناہ معاف اور اوسکی دعا مقبول اسی لئے مستحب ہے کہ اوس سے ملنا اور سلام علیک کرنی اور اوس سے مغفرت کی دعا کرانے
منه لما روي عن ابن عمر انه عليه السلام قال اذا لقيت الحاج فسلم عليه وصافحه ومره ان يستغفر
موافق روایت ابن عمر کی کہ پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا جب تو کسی حاجی سے ملے تو سلام علیک کر اور مصافحہ کر اور عرض کر کہ میری لئے اپنے گھر میں جانے سے پہلے
لك قبل ان يدخل بيته فانه مغفور له وروي عن الحسن انه قال اذا خرج الحاج فشيعوهم وزودوهم الدعاء
مغفرت مانگے کیونکہ وہ بخشا ہوا ہے اور حسن سے روایت ہے کہ کہتے ہیں جب حاجی حج کی لئے روانہ ہوں تو اونکے ساتھ جاکر رخصت کرو اور دعا
واذا قفلوا فالقوهم وصافحوهم قبل ان يخالطوا الذنوب فان البركة في ايديهم لكن من قبل يكون حجه مبرورا
توشہ دو اور جب وہ حج کر کر آویں تو اونسے ملو اور مصافحہ کرو پہلے اس سے کہ وہ گناہوں میں ملا ہوں کیونکہ برکت انکے ہاتھوں میں ہے پر یہ سمجھنا ہے کہ کسکا حج مبرور ہوا
قيل لابن عمر ما اكثر الحاج فقال ما اقلهم وقال ايضا الركب كثير والحاج قليل وانما قال ذلك لظهور البدع
کسی نے ابن عمر سے کہا حاجی کیسی بہت ہیں انہوں نے جواب دیا کہ حاجی بہت تھوڑے ہیں اور یہ بھی کہا سوار تو بہت ہیں پر حاجی تھوڑے ہیں یہ اسی لئے کہا کہ حجاج میں بدعات
والمنكرات الكثيرة بين الحجاج واعظمها فتنة واكثرها مصيبة واقواها بلية ترك اكثرهم الصلوة
اور منکرات بہت ہوئی ہیں پس بڑا فتنہ اور بڑی مصیبت اور بڑی بلا جو اکثر واقع ہوتی ہے یہ ہے کہ اکثر حاجیوں کی نماز چھوٹتی ہے
ومن لم يتركها يضيع وقتها ويجمعها على غير الوجه الشرعي وذلك حرام بالاجماع ومن علم انه اذا خرج
اور جو نماز نہیں ترک کرتا تو وقت کو کھو دیتا ہے اور برخلاف وجہ شرعی کی جمع کر کر پڑھتا ہے اور یہ بالاتفاق حرام ہے اور جو جانتا ہے کہ جب وہ حج کی لئے جاوےگا
الى الحج تفوته صلوة واحدة يحرم عليه الحج رجلا كان او امرأة لان من يترك صلوة واحدة لا يكفرها الف
تو اوسکی ایک نماز فوت ہوگی تو اوسکو حج کو جانا حرام ہے مرد ہو یا عورت اس واسطی کہ جسکی ایک نماز قضا ہوتی ہے تو اوسکا عوض سب حج بھی کم ہیں

من سبعین حجة فیکون کمن ضیّع الف دینار فی طلب درهم واحد فاذا کان کذلك فعلی الحجاج بلازم
نہیں ہوتا پہر یہہ شخص ایسا ہی کہ ایک درہم کی واسطی ہزار دینار خراب کئی جب حال یہہ ہی تو حاجیوں کو ضرور ہی کہ نمازیں

الصلوة فی وقتها بالجماعة عند التیسیر وبالانفراد عند التعسر مع الاحتیاط عن التیمم حال کفایة
وقت پر آسانی میں جماعت سی اور تنگی کی وقت تنہا ادا کیا کریں پر تیمم سی احتیاط کریں اگر پانی علیٰحدہ میں

الماء للوضوء والشرب له ولرفیقه باعتبار غلبة الظن وعن الوضوء بماء نجس وعن الصلوة قبل وقتها
واسطی وضوء اور پینی کی اور اسکی رفیق کی کافی ہو اور احتیاط وضوء کی ناپاک پانی سی اور احتیاط نماز کی وقت کی پہلی سی

ومع الاجتهاد فی امر القبلة فی موضع الاشتباه ومن منکرات الحاج تزیین الجمل بالحلی من الذهب و
اور کوشش کریں سمت قبلہ میں اشتباہ کی مقام میں اور حاجیوں کی بدعات میں سی ہی اونٹ کا سونی اور چاندی کی گہنی سی

الفضة والقلائد والاساور والباس الحریر وتزیین المشاعل بذلك ایضا یفعلون ذلك عند خروجهم
اور قلادہ اور کنگن سی اور حریر پہنا کر سنگار کرنا اور ایسی ہی زیب و زینتوں سی مشعلیں روشن کرتی ہیں اور یہہ سانگ جب اپنی شہر سی رخصت

من بلدهم ورجوعهم الیه وعند دخولهم مکة والمدینة وهم اثمون فی جمیع ذلك ویشارکهم فی الاثم
ہوتی ہیں اور جب بہنکر پہر اپنی شہر میں داخل ہوتی ہیں اور جب مکہ اور مدینہ میں داخل ہوتی ہیں تو کیا کرتی ہیں اور وہ سب ان بدعات کی کرنی پر گنہگار ہوتی ہیں

من یتطاول لرؤیة ذلك ویستحسنه او یسکت عنه ومن منکراتهم ایضا خروج النساء عند ذهابهم
جو دیکہنی کو جاتی ہیں اور اسکو نیک سمجہتی ہیں یا چپ ہو کر منع نہیں کرتی اور حاجیوں کی بدعات میں سی یہہ بہی ہی کہ عورتیں اونکی جاتی وقت

وعند مجیئهم فان الواجب علی المراة قعودها فی بیتها وعدم خروجها من منزلها وعلی الزوج منعها عن
اور آتی وقت ساتہہ نکلتی ہیں کیونکہ عورتوں پر اپنی گہر میں بیٹہی رہنا اور اپنی رہنی کی مقام سی باہر نجانا واجب ہی اور شوہر پر اونکا روکنا نکلنی سی

الخروج ولو اذن لها وخرجت کانا عاصیین والاذن قد یکون بالسکوت فهو کالقول لان النهی عن
واجب ہی اور خاوند نی اگر اسکو اجازت دی اور وہ نکلی تو دونو گنہگار ہونگی اور اجازت کبہی چپ رہنی سی بہی ہوتی ہی وہ ایسی ہی جیسی بانسی کہا اسواسطی کہ بار رکہنا

المنکر فرض وان خرجت بغیر اذن زوجها یلعنها کل ملك فی السماء وکل شئ یمر علیه الا الانس والجن وقد
بری سی فرض ہی اور اگر وہ بغیر اجازت خاوند کی نکلی تو اوسپر تمام فرشتی آسمان کی اور جس جس چیز پر کو گذرتی ہی بجز انسان اور جن کی سب لعنت کرتی ہیں اور

جاء فی الحدیث انه علیه السلام قال ما ترکت بعدی فتنة اضر من النساء فخروج النساء فی هذا الزمان
حدیث میں آیا ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا کہ میں کوئی فتنہ اپنی بعد بدتر عورتوں سی نہیں چہوڑا سو نکلنا عورتوں کا اپنی گہروں میں سی

من بیوتهن من اکثر الفتن لاسیما الخروج المحرم کخروجهن خلف الجنازة ولزیارة القبور وعند خروج الحجاج
اس زمانہ میں بڑا ہی فتنہ ہی جیسے حرام وجہ سی نکلنا بدتر ہی جیسا جانا عورتوں کا جنازہ کی پیچہی اور قبروں کی زیارت کو اور حاجیوں کی رخصت کی وقت

ومجیئهم والخیر لهن قعودهن فی بیوتهن وعدم خروجهن عن منازلهن الا تری انه تعالی امر خیر نساء الدنیا و
اور اونکی آتی وقت اونکی حق میں گہروں کی اندر بیٹہی رہنا ہی اور اپنی منزل سی باہر نہونا ہی بہتر ہی کیا نہیں جانتا کہ اللہ تعالی دنیا میں کی بہترین عورتوں کو

هن ازواج النبی علیه السلام بعدم الخروج من بیوتهن فقال وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وهذا النظم الکریم وان نزل فیهن
کہ وہ ازواج مطہرات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہیں گہروں میں سی نکلنی سی منع کرتا ہی فرمایا اور قرار پکڑو اپنی گہروں میں اور یہہ آیت بزرگ اگرچہ ازواج مطہرات کی حق

الا ان حکمه یعم الجمیع لما تقرر ان خطابات القران تعم الموجودین وقت نزوله ومن سیوجد الی یوم القیمة
پر اسکا حکم سب کی حق میں عام ہی کیونکہ اصول میں ثابت ہو چکا ہی کہ احکام خطابی قرآن شریف کی تمام موجودین کو وقت نزول کی اور اونکو جو قیامت تک پیدا ہونگی

ومن منکراتهم ایضا ان بعض من لا یجب علیهم الحج من الفقراء یخرجون معهم بلا زاد ویقولون نحن متوکلون
اور حاجیوں کی منکرات میں سی یہہ بہی ہی کہ جن بی مقدوروں پر حج فرض نہیں ہی وہ بہی اونکی ساتہہ ہو جاتی ہیں بی توشہ خالی ہاتہہ اور کہتی ہیں کہ ہم توکل کرتی ہیں

فیکونون کلاً علی الناس وثقلا علیهم غیر منفکین عن ابرامهم بالسؤال والسؤال حرام وهم یرتکبون
پہر وہ لوگون پر بہاری بڑتی ہین اور دشوار ہوتی ہین اونکی بہیک مانگنی ہمین چہوٹ تی اور حال یہہ ہی کہ مانگنا حرام ہی اور وہ اس حرام کو اوس واجبی
ذلك الحرام لاداء مالا یجب علیهم بل یترکون کثیرا من الصلوات الخمس ویقعون فی انواع المعاصی فیکون
ادا کی لئی اختیار کرتی ہین بلکہ اکثر اوقات نمازین پنجگانہ مین سی ترک کرتی ہین اور قسم قسم کی معاصی مین گرفتار ہوتی ہین پہر وہ ہی
سبب کمالهم وزیاداتهم سببا لنقصانهم وخسرانهم وقد قال بعض المفسرین یاتی علی الناس زمان یحج اغنیاؤهم
سبب جو اونکی خوبی اور زیادت کا ہی باعث اونکی نقصان اور خسارہ کا ہوجاتا ہی اور بعضی مفسرون نی کہا ہی لوگون پر ایسا زمانہ آویگا جسمین دولتمند لوگ
للتنزه واوساطهم للتجارة وقراؤهم للریاء والسمعة وفقراؤهم للمسئلة ولا یبعد ان یقال وسراقهم للسرقة
حج کرینگی واسطی عیش تن آسانی کی اور درمیانہ لوگ تجارت کی واسطی اور قاری واسطی ریا اور کہلوادی کی اور فقرا واسطی مانگ کہانی کی اور بعید نہین کہ یہہ بہی کہین اور چور
والحاصل ان الحج قد صار فی هذا الزمان فتنة ومحنة لکثیر من الناس حیث لا ینظرون فیما اوجبه الله تعالی
اور حاصل یہہ ہی کہ حج اس زمانہ مین بہت لوگون کی حق مین فتنہ اور محنت ہوگیا ہی اسواسطی کہ وہ یہی نگاہ نہین کرتی کہ اسد تعالی نی اونپر کیا کیا
علیهم فیه من حقوقه وحقوق عباده فانه تعالی اوجب علیهم الحج بشرط الاستطاعة وهی تقتضی
اپنی حق اور اپنی بندون کی حق واجب کئی ہین مثلاً اسد تعالی نی اونپر حج اس شرط سی فرض کیا ہی کہ استطاعت ہو یعنی اتنی
القدرة علی ما یکفی الانسان مما یحتاج الیه مدة ذهابه ومجیئه من ماکول ومشروب ومرکوب
قدرت ہو کہ انسان کو حاجات کی لئی جانی اور آنی کی مدت مین کفایت کرجاوی کہانی کو اور پینی کو اور سواری کو
فمن الناس من یخرج الی الحج بلا زاد وراحلة لفقره فربما یهلك فی الطریق عند حاجته الی الاکل والشرب
پہر بعضی لوگ جو حج کی واسطی نادار یعنی خالی ہاتہہ بی توشہ اور سواری روانہ ہوجاتی ہین تو اکثر راستہ کی اندر کہانی اور پینی
والرکوب فیموت عاصیا لان الله تعالی نهاه عن السفر علی تلك الحالة ومن خرج الی الحج من غیر ان
اور سواری کی محتاج ہو کر تباہ ہوتی ہین پہر گناہگار ہو کر مرتی ہین اسواسطی کہ اسد تعالی نی ایسی حالت مین سفر سی منع کیا ہی اور جو شخص حج کو جاوی بدون
یملك ما یکفیه وقصد فی خروجه ان یسئل الناس ما یحتاج الیه فی وقت ضرورته من اکل وشرب ورکوب
اتنی مقدور کی کہ اوسکی واسطی کافی ہو اور ارادہ کری کہ بہانسی نکلتی ہی لوگون سی حاجت کی چیز کہانا پینا سواری ضرورت کی وقت مانگ لین گی
فقد اساء اکبر اساءة لان الغالب من حال الحجاج ان یتزود کل واحد منهم قدر کفایته لمشقة الحمل وبعد
تو اوسنی بہت ہی برا کیا اسواسطی کہ اکثر حاجیون کا حال یہہ ہی کہ توشہ موافق کفایت اپنی باربرداری اور درازی راہ کی لیکر جاتی ہین
الطریق فمن سافر معهم بلا زاد فانه یضایقهم فی زادهم فیکون سفره هذا اذی لنفسه ولغیره واکثر من
پہر جو خالی ہاتہہ اونکی ساتہہ ہوجاوی تو اونسی اونکی توشہ مین مہمانی مانگی گا پہر اوسکا یہہ سفر وبال ہوگا اوسکو بہی اور اورونکو بہی اور اکثر ایسا کام
یفعل هذا هم الذین لا یعرفون شرائط الدین واحکام الاسلام ولا یقصدون طاعة الله تعالی وطاعة
وہ ہی کرتی ہین جو شرائط دین کی اور احکام اسلام کی نہین جانتی اور نہ اونکو طاعت الہی اور اتباع رسول سی کچہہ غرض ہوتی ہی
رسوله بل یقصدون قضاء ما تشتهیه نفوسهم من رؤیة الاماکن البعیدة الغریبة ورؤیة مکة
بلکہ اپنی دل کی ارمان نکالتی ہین دیکہنا عجیب و غریب دور کی شہرون کا اور دیکہنا مکہ
والمدینة والتفرج علی الناس فی مجامعهم اذ یاتون من کل فج عمیق وان یقال له الحاج لا همة له الا
اور مدینہ کا اور سیر کرنا لوگون کی مجلسون کا اسواسطی کہ وہان دور دور کی لوگ آتی ہین اور حاجی کہلائین اسکی اتنی ہی ہمت ہی
ذلك ومنهم من یزین له الشیطان صحبة الرکب ولا مقصود له الا اخذ اموال الناس من سرقة
اور بعضون کی دلمین شیطان ڈالدیتا ہی اونکا مقصود صرف یہہ ہی ہوتا ہی کہ لوگون کا مال چورا کر

او غصب او کیف یمکن فان الشیطان یجتهد دائما فی ایقاع بنی ادم فی الشر فیفتح له بابا من الخیر لیوقعه
یا چھین کر یا جسطرح بنی لیجی کیونکہ شیطان ہمیشہ یہہ کوشش کرتا رہتا ہی کہ بنی آدم کو برائی مین مبتلا کری پہر اونکی لئی ظاہر مین دروازہ خیر کا کہول کر

فی انواع المعاصی والمحرمات فی السرو من منکراتهم ایضا انهم فی اکثر الاحوال یضیعون حقوق میتهم اذ قد
درپردہ قسم قسم کی معاصی اور حرام اور برائی مین مبتلا کر دیتا ہی اور حاجیون کی منکرات مین سی یہہ بہی ہی کہ وہ اکثر حال مین اپنی مردہ کا حق تلف کر دیتی ہین

یموت واحد من رفقائهم حین کونهم نازلین فلا یغسلونه ولا یکفنونه ولا یصلون علیه بل یرتحلون
جب کوئی اونکا رفیق منزل مین اوترتی ہوئی مرجاتا ہی پہر اوسکو نہ تو نہلا دین اور نہ کفن دین اور نہ اوسپر نماز جنازہ کی پڑہین بلکہ وہ اوسی کوچ کرتی ہین

ویترکونه هنالک ضایعا بلا دفن ویقعون فی الاثام لان کل واحد من هذه الامور من فروض الکفایة التی
اور مردہ کو اوسی جگہہ بی دفن ڈال جاتی ہین اور گناہ مین پہنستی ہین کیونکہ یہہ سب باتین فرض کفایہ ہین اگر کوئی ایک بہی

اذا ترک واحد منها یاثم الکل وقد یموت حین کونهم ذاهبین فی الطریق فیرمونه فی مکان قفر بلا دفن فیاکله
متروک ہو تو سب گنہگار ہون اور بعضی وقت رستہ مین چلتی ہوئی مرجاتا ہی تو پہر اوسکو یونہین جنگل چٹیل مین بی دفن کئی پہینک جاتی ہین اوسکو گیدڑ

السباع وسبب ارتکابهم امثال هذا الجرائم خوفهم ان یاخذ البیت المال ماله ویختارون متاع
بہیڑیی کہا جاتی ہین اور ایسی ایسی یہہ تمام گناہ صرف اس خوف کی ماری کرتی ہین کہ مبادا اوسکا مال بیت المال مین داخل ہوجا سو یہہ لوگ دنیا کی پونجی کو

الدنیا علی الاخرة ویضیعون امثال هذه الفروض ویقعون فی الاثام فکیف یکون حجتهم مبرورا والحاصل
آخرت کی مقابلہ مین پسند کرتی ہین اور ایسی ایسی فرض باتون کو ضائع کرکر گناہ مین مبتلا ہوتی ہین اب کیونکر اونکا حج مبرور ہوگا حاصل یہہ ہی

ان من یرید ان یکون حجه مبرورا یلزمه ان یحج باقامة ارکانه وواجباته وسننه ویحترز فی الاحرام
جو شخص چاہی کہ اوسکا حج مبرور ہووی تو اوسکو لازم ہی کہ حج مین تمام ارکان اور واجبات اور سنن ادا کری اور احرام کی مدت مین تمام

عن محظورات الاحرام وعن سائر المعاصی کلها کبائرها وصغائرها ویتوب قبل الاحرام عن الذنوب کلها
منہیات سی جو احرام مین ہین اور تمام اور معاصی کبایر اور صغایر سی احتراز کری اور احرام سی پہلی تمام گناہو سی توبہ کرکر

باداء الفروض والواجبات وارضاء الخصوم فی حقوق العباد ویکون طعامه وشرابه ولباسه ومرکبه من
فرض اور واجبات ادا کری اور حقوق العباد مین مدعیون کو راضی کری اور اوسکا کہانا اور پینا اور پہرنا اور سواری

الحلال لا من الحرام اذ قد اختلف الفقهاء فیمن یحج بمال حرام هل یصح حجه ام لا فعند الامام احمد لا یصح ویجب
حلال مال مین سی ہو حرام مین سی ہو اسواسطی کہ فقہا نی اختلاف کیا ہی کہ جو شخص حرام مال خرچ کرکر حج کری تو آیا اوسکا حج ادا ہوجاتا ہی یا نہین امام احمد کی نزدیک

علیه ان یحج ثانیا بمال حلال وعند الثلثة یصح حجه ویسقط عنه الفرض ولا یجب علیه الاعادة لکن
اوسکا حج صحیح نہین ہوتا اوسپر واجب ہی کہ حج دوبارہ مال حلال سی کری اور تینون اماموں کی نزدیک اوسکا حج تو صحیح ہی اور اوسکی ذمہ سی فرض ادا ہوگیا اور اوسپر حج دوبارہ بہی واجب نہین

لا یکون حجه مبرورا لان الشرط فی کون الحج مبرورا الاجتناب عن کل ما نهی الله عنه مع اداء الحج بشروطه
اوسکا حج مبرور نہین اسوسطی کہ حج مبرور کی لئی یہہ شرط ہی کہ اللہ کی تمام منہیات سی اجتناب کری اور حج کو تمام شرائط

وارکانه وواجباته وسننه وادابه فشرائطه نوعان شرائط الاداء وشرائط الوجوب اما شرائط الاداء
اور ارکان اور واجبات اور سنن اور اداب کی ساتھہ ادا کری پس اوسکی شرطین دو قسم کی ہین ایک شرط ادا کی ہی اور ایک شرط واجب ہونی کی ہی شرط ادا کی

فهی الزمان والمکان والاحرام وشرائط الوجوب فهی العقل والبلوغ والحریة والاستطاعة وسلامة
تو وقت ہی اور مکان ہی اور احرام ہی اور شرط وجوب کی عقل اور جوانی اور آزادگی اور مقدرت مالی اور صحت

البدن وامن الطریق فلکون امن الطریق من شرائط الوجوب اختلف العلماء فی وجوب الحج فی هذا الزمان
بدنی اور امن رستہ کا پس امن رستہ کا جو شرط وجوب کی ہی اسلئی علما کو اختلاف پیدا ہوا کہ اس زمانہ مین حج فرض ہی یا نہین

لابتداع الا من ظهور القرامطة وغيرهم من الفساق والسراق وقال ابو القاسم الصفاري لا اشك

اسمیں ہے کہ ... قرامطہ وغیرہ فساق اور چوروں کی ... ابو القاسم صفاری کہتے ہیں عورتوں کی ذمہ سے

في سقوط الحج عن النساء في هذا الزمان وانما اشك في سقوطه عن الرجال وقال ايضا لا ارى الحج فرضا منذ عشرين

حج کی ساقط ہونے میں ... اور مردوں پر سے ساقط ہونے میں شک ہے ... یہ بھی کہا ہے کہ میں حج کو فرض نہیں جانتا

سنة منذ خرجت القرامطة والبادية عندي دار الحرب وقال ابو بكر الاسكاف ولا ارى الحج فريضة

بیس برس کی مدت سے جب سے قرامطہ ... اور بادیہ میری نزدیک دار الحرب ہے اور ابو بکر اسکاف کہتے ہیں میں نہیں قائل ہوں کہ

في زماننا هذا في سنة ست وعشرين وثلثمائة وافتى ابو بكر الرازي ان الحج قد سقط عن اهل بغداد

ہمارے وقت میں حج فرض ہے ... سنہ تین سو چھبیس کا ہے اور ابو بکر رازی نے فتوی دیا ہے کہ حج اس زمانہ میں اہل بغداد کی ذمہ سے

في هذا الزمان وبه قال جماعة من المتأخرين قيل وانما قالوا ذلك لان الحاج لا يتوصل الى الحج الا بالرشوة

ساقط ہو گیا ... اور متاخرین کی ایک جماعت بھی ... حاجی قرامطہ وغیرہ کو رشوت دیے بغیر

الى القرامطة وغيرهم فتكون الطاعة سببا للمعصية فمتى صارت الطاعة سببا للمعصية يرتفع

ہر گز حج نہیں کر سکتے ... طاعت سبب معصیت ... تو پھر طاعت نہیں رہتی

الطاعة لكن ذكر في القنية ان من قدر على الحج يجب عليه الحج وان علم انه يؤخذ منه المكس اذ لو سقط

لیکن قنیہ میں ... کہ جسکو حج کی طاقت ہو ... اگرچہ ... اگر ساقط ہو جاوے

الحج به فمن يعمل بقوله تعالى وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ وسئل ابو الحسن الكرخي عمن لا يخرج الى الحج خوفا

حج ساقط ہو جاوے ... تو اس آیت پر کون عمل ... ابو الحسن کرخی ... خوف

من القرامطة فقال ما سلمت البادية عن الآفات يعني ان البادية لا تخلو عن الآفات كقلة الماء وشدة

قرامطہ کی حج کو نہیں جاتا ... آفات سے کبھی خالی نہیں ... پانی کی کمی اور

الحر وهيجان الريح السموم وقال الفقيه ابو الليث ان كان الغالب في الطريق السلامة يجب وان كان

گرمی اور ... فقیہ ابو اللیث کہتے ہیں ... سلامتی کا ہے تو حج فرض ہے ... اگر

الغالب خلاف ذلك لا يجب وعليه الاعتماد وفرائضه الاحرام والوقوف بعرفة وطواف الزيارة فان فات

... اور فرض حج کی ... احرام اور عرفات ... اور طواف زیارہ ... اگر

واحد منها بطل حجه ويجب قضائه في العام القابل وواجباته السعي بين الصفا والمروة والوقوف

... حج باطل ہو جاوے گا ... آئندہ ... واجبات حج کی ... صفا اور مروہ کی بیچ میں دوڑنا اور

بالمزدلفة ورمي الجمار والحلق او التقصير وطواف الصدر للآفاقي فان ترك شيئا منها يجوز حجه و

مزدلفہ میں ٹھہرنا اور ... کنکر مارنی ... بال منڈوانا یا کتروانا اور طواف صدر ... اگر ان میں سے کچھ ترک کیا تو حج ادا

يلزمه الدم وما عدا ذلك سنن وآداب ووقته شوال وذو القعدة وعشر ذي الحجة ويكره الاحرام للحج

... اور ... سنن ... آداب ہیں ... ماہ شوال و ماہ ذی القعدہ ... ذی الحجہ کی ... حج کا احرام

قبل ذلك لان الاحرام ربما يطول فربما يقع في الحرام ولا يكون حجه مبرورا فان من احرم للحج والعمرة وارتكب

مکروہ ہے اس لئے کہ ... احرام ... حرام میں واقع ہو جاتا ہے ... حج مبرور ... حج کا یا عمرہ کا ... کوئی قسم کی

شيئا من محظورات الاحرام فلا يعد يحرم حجه عن ان يكون مبرورا وان تاب الى الله لان التوبة ترفع

... گناہ ... حج مبرور نہیں رہتا ... توبہ کرے ... گناہ معاف ہو جاتا ہے

لا اثم ولا ترفع ما وقع من نقصان ثواب الحج لان الشرط فی کون الحج مبرورا ان لا یقع فی حال الاحرام ذنب
اور جو نقصان حج کی ثواب مین ہو گیا وہ نہیں موقوف ہوتا اسواسطی کہ شرط حج کی مبرور ہونی کی یہہ ہی کہ احرام کی اندر
من الذنوب بلا عذر والاحرام النیة والتلبیة وهما رکنان فی الاحرام لا یصح الاحرام باحدهما دون الاخر
بلا عذر کوئی گناہ کسی طرح کا نہونی پاوی — اور احرام کی دو چیز ہین نیت اور تلبیہ یہہ دونو احرام کی رکن ہین احرام ایک سی بدون دوسری کی
فمن اراد الاحرام یتوضأ او یغتسل والغسل افضل وینزع المخیط ویلبس ثوبین ازارا ورداء جدیدین
صحیح نہیں ہوتا جو شخص احرام باندہی پہلی وضو کری یا نہاوی اور نہانا افضل ہی سیئین کپڑی اوتار ڈالی صرف دو کپڑی پہن لی تہمد اور چادر نئی ہون
او غسیلین والجدید افضل ویقص شاربه ویقلم اظفاره ویحلق عانته ثم یصلی رکعتین و
یا دہوئی ہوئی نئی ہون تو بہتر ہی — مونچہیں کتروادی — اور ناخون ترشوادی — اور موئی زیر ناف مونڈی پہر دو رکعت نماز ادا کری
یقول بعد السلام اللهم انی ارید الحج فیسره لی وتقبله منی ثم یلبی ویقول برفع الصوت لبیك اللهم
پہر بعد سلام کی یہہ پڑہی الٰہی مین حج کیا چاہتا ہون سو تو مجہر آسان کردی اور مجہہ سی قبول کرلی — پہر یہہ تلبیہ پکار کر بلند آواز سی کہی حاضر ہوتا ہون الٰہی
لبیك لبیك لا شریك لك لبیك ان الحمد والنعمة لك والملك لا شریك لك ولا ینقص منها وان زاد
حاضر ہوتا ہون حاضر ہوتا ہون تیرا کوئی شریک نہیں بیشک حمد اور نعمت تیری ہی اور ملک تیرا تیرا کوئی شریک نہیں اس عبارت مین سی کچہہ کم نکری اگر کچہہ بڑہاوی
یجوز فاذا اتی بالنیة والتلبیة فقد احرم وتبقی محظورات احرامه وهی الرفث والفسوق والجدال
تو جائز ہی پہر نیت کرکر تلبیہ پڑہ چکا تو احرام ثابت ہوگیا اب احرام کی ممنوعات سی پرہیز کری اور وہ باتین بیحیائی کی عورتون کی سامنی اور بدکاری — اور لڑائی
وتعرض الصید بالاخذ والاشارة والدلالة والاعانة ولا یلبس المخیط قباء او قمیصا او سراویل او
اور شکار کو چہیڑنا پکڑنا یا اشارہ سی بتانا یا ظاہر بتانا یا مدد کرنی — اور سیا ہوا کپڑا نہ پہنی قبا یا کرتا یا پائجامہ اور
عمامة او قلنسوة او خفا الا ان یقطع الخف اسفل من الکعبین ولا یاخذ شعرا ولا ظفرا ولا یقتل القمل
پگڑی سر باندہی ٹوپی نہ پہنی اور موزہ — ان اگر موزہ ٹخنی کی نیچی تک کتر ڈالی تو ڈر نہیں — یہہ نہ بال کتری — نہ ناخن کتری نہ جون ماری
ولا یغطی راسه ولا وجهه ولا باس بالاستظلال بالبیت او المحمل ولا یحك راسه الا برفق حتی روی
اور نہ سر ڈہکی اور نہ مہہ ڈہکی اور اسکا ڈر نہیں کہ سایہ مین بیٹہی بیت کی یا کجاوی کی — اور سر کو نہ کہجاوی مگر نرمی سی یہان تک
عن ابی حنیفة انه یحکه ببطون الاصابع کیلا یوذی شیئا من هوام راسه ویکثر التلبیة برفع
ابو حنیفہ سی روایت ہی کہ اونگلیون کی پیٹ سی کہجاوی تاکہ کوئی جانور سر مین کا جون وغیرہ ایذا نہ پاوی — اور تلبیہ بار بار جب نماز پڑہی
الصوت متی صلی او علا شرفا او هبط وادیا او لقی رکبا او اسحر واذا دخل مکة یبدأ بالمسجد حین
یا اونچی پر چڑہی — یا نیچی کو اوتری کسی نالہ مین یا سوار ملین — یا صبح ہو پکار کر پڑہا کری اور جب مکہ مین داخل ہو تو پہلی مسجد الحرام مین جاوی
رای البیت یکبر ویهلل ثم یستقبل الحجر مکبرا مهللا رافعا یدیه کما فی الصلوة ویستلمه والاستلام
اور جب بیت کو دیکہی تو الله اکبر کہی اور لا اله الا الله پڑہی پہر حجر اسود کی سامنی تکبیر اور لا اله الا الله کہتا ہوا ہاتہہ اوٹہاتی ہوئی جاوی جیسی نماز مین اور اوسکو چوم لی اور
عند الفقهاء ان یضع کفیه علی الحجر ویقبله بفمه ان قدر بلا ایذاء احد لان الاستلام سنة وترك
فقہاء کی نزدیک استلام کی یہہ وضع ہی کہ دونو ہاتہہ حجر اسود پر رکہہ کر منہہ سی چوم لی اگر کسیکو تکلیف دئی بغیر میسر ہو سکی اسواسطی کہ استلام تو سنت ہی اور
الایذاء واجب فالاتیان بالواجب اولی وان لم یقدر علی ذلك یمسه شیئا فی یده ویقبله وان عجز
ایذا نہ دینی واجب ہی اور واجب کا ادا کرنا اولیٰ ہی — اور اگر اسپر قابو نہو تو حجر اسود کو کسی چیز سی چہوئی پہر اوسکو چوم لی — اور اگر یہہ دونو
عنهما یستقبله رافعا یدیه حذاء منکبیه جاعلا ظاهرهما نحو وجهه وباطنهما نحو الحجر مشیرا
نہو سکین تو حجر اسود کی سامنی کہڑا ہو کر دونو ہاتہہ برابر مونڈہون کی اوٹہاتی ہوئی پشت ہاتہون کی اپنی مونہہ کی طرف اور اندر دونو کی حجر اسود کی طرف اشارہ کرتا ہوا

فهمّا لبيه مكبراً مهللاً حامداً لله تعالى ومصلياً على النبي عليه السلام ويطوف للقدوم وراء الحطيم

طرف حجر کی تکبیر کہتا ہوا لا الہ الا اللہ پڑھتا ہوا اللہ کی حمد کرتا ہوا نبی علیہ السلام پر درود پڑھتا ہوا پھر طواف قدوم کرے حطیم کو طواف کے اندر لیکر

آخذاً عن يمينه مما يلي الباب جاعلاً رداءه تحت ابطه اليمنى ملقياً طرفيه على كتفه اليسرى

اپنی داہنی طرف سے شروع کرکر جو طرف باب سے متصل ہے چادر کو داہنی بغل تلے نکال کر اور اوسکی دونوں کناروں کو بائیں مونڈھے پر ڈال کر

سبعة اشواط يرمل في الثلثة الاول فقط من الحجر الى الحجر وكلما مر بالحجر يفعل به ما ذكر من الاستلام

سات گردش کرکر صرف پہلی تین گردشوں میں حجر سے حجر تک اکڑ کر چلے اور جب حجر کے پاس پہنچے وہی استلام کرے موافق مذکور بالا کے

ويستلم الركن اليماني وهو حسن ولا يستلم غيرهما ويختم الطواف بالاستلام ثم يصلي ركعتين

اور استلام کرے رکن یمانی کو اور یہ بہتر ہے اور سوا ان دونوں کے اور کو استلام نہ کرے اور طواف کو حجر کی استلام پر ختم کردے پھر مقام کے پاس دو رکعت نفل

عند المقام او غيره من المسجد ان منعه الزحام وهذه الصلوة واجبة بعد كل اسبوع ثم

پڑھے یا مسجد میں اور جگہ اگر بھیڑ کی سبب مقام میں نہ پہنچ سکے اور یہ نماز واجب ہے بعد ہر ایک پوری طواف یعنی سات گردش کے پھر

يعود ويستلم الحجر ويخرج من المسجد ويصعد الصفا ويستقبل البيت ويكبر ويهلل ويصلي

لوٹ کر حجر کا استلام کرے اور مسجد سے باہر نکل کر صفا پر چڑھ جاوے اور بیت کا طرف منہ کرکر اللہ اکبر کہے اور لا الہ الا اللہ پڑھے اور نبی علیہ السلام پر

على النبي عليه السلام ويرفع يديه ويدعو ما شاء ثم يمشي نحو المروة على هيئته حتى يصل بطن الوادي

درود پڑھے اور ہاتھ اوٹھا کر جو چاہے دعا مانگے پھر مروہ کی طرف چلے اسی حال میں یعنی بے تکلف یہاں تک کہ بطن وادی میں پہنچے

ثم يسعى بين الميلين الاخضرين فاذا جاوز بطن الوادي يمشي على هيئته حتى يأتي المروة فاذا اتيها

پھر دونوں میلین اخضرین کی بیچ دوڑ کر چلے جب بطن وادی سے نکل جاوے تو وہی حال پر چلنے لگے یہاں تک کہ مروہ پر جا پہنچے وہاں جاکر

يصعد عليها ويفعل ما فعل على الصفا ثم ينزل عنها ويتوجه الى الصفا يفعل هكذا سبعاً يبدأ

اوسکے اوپر چڑھے وہاں جاکر وہی عمل کرے جو صفا پر کیا تھا پھر مروہ سے اوتر کر صفا کی طرف جاوے اسی طرح سات دفعہ کرے صفا سے شروع کرے

بالصفا ويختم بالمروة ثم يسكن بمكة محرماً ويطوف بالبيت نفلاً ما شاء فاذا صلى بمكة الفجر يا من

اور مروہ پر ختم کردے پھر مکہ میں احرام باندھے ہوئے رہنے لگے اور بیت کا طواف نفل کیا کرے جس قدر چاہے جب مکہ میں یوم ترویہ یعنی آٹھویں تاریخ

الشهر يخرج الى منى ويمكث بها الى فجر عرفة ثم يروح الى عرفات وكلها موقف الا بطن عرنة بعد

ذی الحجہ کو صبح کی نماز پڑھ چکے منی کو جاوے وہاں جاکر نویں تاریخ کی فجر تک ٹھہرا رہے پھر عرفات میں جاوے وہ تمام ٹھہرنے کی جگہ ہے سوا بطن عرنہ کے جب

ما صلى الظهر والعصر في وقت الظهر يذهب الى الموقف يغتسل سن وبعد الغروب يأتي الى المزدلفة

نماز ظہر اور عصر کی جمع کرکر ظہر کی وقت میں پڑھ چکے تو غسل مسنون کرکر موقف کو جاوے اور دن چھپے مزدلفہ کو چلا جاوے

وكلها موقف الا وادي محسر وينزل عند جبل قزح ويصلي العشائين باذان واقامة فاذا طلع

وہ تمام ٹھہرنے کی جگہ ہے سوا وادی محسر کے اور جبل قزح کے پاس اوترے وہاں مغرب اور عشا ملاکر ایک اذان اور تکبیر سے پڑھے جب صبح صادق

الفجر يصلي الفجر بغلس وهو ظلمة في آخر الليل ثم يقف ويكبر ويهلل ويلبي ويصلي على النبي عليه السلام

نکل جاوے تو فجر کی نماز اندھیری میں پڑھے غلس اندھیرا ہوا ہے اخیر رات میں پھر ٹھہر کر اللہ اکبر کہے اور لا الہ الا اللہ پڑھے اور لبیک پڑھے اور نبی علیہ السلام پر درود بھیجا کرے

ويدعو فاذا اسفر يأتي منى ويرمي جمرة العقبة من بطن الوادي من اسفله الى اعلاه سبع حصيات

اور دعا مانگے جب خوب روشنی ہو جاوے منی میں آکر جمرہ عقبہ کو مارا کرے بطن وادی کی جانب اسفل سے اعلی کی طرف سات کنکریں انگلی سے اوٹھا کر

حذفاً ويكبر بكل منها فيقول بسم الله والله اكبر رغماً للشيطان وحزبه اللهم اجعل حجي مبروراً وسعيي

اور ہر کنکر پر اللہ اکبر کہتا جاوے اسطور بسم اللہ واللہ اکبر واسطے ذلت اور خواری شیطان اور اوسکی گروہ کی الٰہی تو حج میرا مبرور اور کوشش میری

مشکورا وذنبی مغفورا ویقطع التلبیة باولها ثم یذبح ان شاء ثم یقصر والحلق افضل ویحل له کل شیٔ

مشکور اور گناہ میری معاف کر اور اول رمی پر تلبیہ موقوف کری پہر قربانی کری اگر چاہی پہر بال کترواوی اور سر منڈانا افضل ہی اور اوسکو ممنوعات احرام سی

من محظورات الاحرام الا النساء ثم یطوف للزیارة یوما من ایام النحر سبعة اشواط بلا رمل ولا سعی

سوای جماع کی سب شی حلال ہو جاتی ہین پہر طواف زیارت کسی دن ایام نحر مین سی سات گردشین بدون اکڑ اور سعی کی کری

ان فعل الرمی والسعی قبل والا فبهما وان اخره عن ایام النحر یکره ویجب الدم ثم یاتی منی ویرمی الجمار

اگر رمل اور سعی پہلی کر چکا ہی اور نہین تو اب کری اور اگر طواف زیارت کو ایام نحر سی ٹلا دی تو مکروہ ہی اور ذبح کرنا واجب ہو جاتا ہی پہر منی مین آوی اور

الثلث بعد زوال ثانی النحر یبدأ بما یلی مسجد الخیف ثم بما یلیه ثم بالعقبة سبعا سبعا ویکبر بکل

تینوں جمروں کو بعد دن ڈہلنی دوسری دن نحر کی کنکر ماری شروع اوس جمرہ سی کری جو مسجد خیف سی نزدیک ہی پہر جو اوس سی پاس ہی پہر جمرۃ العقبہ کو سات سات کنکر

حصاة ویقف بعد رمی بعده رمی ویدعو ولا یقف بعد الثالثة ولا بعد رمی یوم النحر ثم غدا کذلك

کی ساتھ ہر کنکر کہتا جاوی اور ٹہری بعد اوس رمی کی کہ جسکی بعد اوسکی رمی ہو اور دعا مانگی اور بعد تیسری کی نہ ٹہری اور نہ بعد رمی یوم نحر کی پہر اگلی دن اسی طور

وبعد غد کذلك ان مکث ویکره ان لا یبیت بمنی لیالی الرمی واذا اراد الرجوع الی وطنه یطوف للصدر

اور بعد اوسکی اگلی دن بہی اگر ٹہرا اور اگر رمی کی شبون مین منی مین شب کو نہ رہی تو مکروہ ہی اور اگر ارادہ مراجعت کا اپنی وطن کو کری تو طواف الصدر

سبعة اشواط بلا رمل ولا سعی ثم یصلی رکعتین ثم یشرب من زمزم ثم یاتی البیت ویقبل العتبة

سات گردشین بدون رمل اور سعی کی کری پہر دو رکعت نماز ادا کری پہر آب زمزم نوش کری پہر بیت کی پاس آوی اور آستانہ بوسی کری

ویضع صدره ووجهه علی الملتزم وهو ما بین الحجر والباب ویتشبث بالاستار ساعة ویدعو مجتهدا

اور اپنا سینہ اور چہرہ ملتزم پر رکہی اور ملتزم حجر اور باب کی بیچ بیچ مین ہی اور ایک ساعت پردہ کعبہ کا پکڑی رہی اور خوب تضرع سی دعا مانگی

ویبکی علی فراق الکعبة ویرجع فهقری حتی یخرج من المسجد والمرأة کالرجل الا انها تلبس المخیط ولا

اور کعبہ کی جدائی پر روئی اور پس پشت ہٹی یہان تک کہ مسجد مین سی نکل آوی اور عورت کا حال بہی مرد کا سا ہی اتنا فرق ہی کہ عورت سیا کپڑا پہنی

تکشف راسها بل تکشف وجهها ولو اسدلت علیه شیأ وجافته عنه یصح ولا ترفع صوتها بالتلبیة

اور اپنا سر نہ کہولی بلکہ منہہ کہولی رکہی اور اگر کسی کپڑا سی کہونگہٹ رکہی اور منہہ سی کپڑی کو الگ رکہی تو بہی صحیح ہی اور تلبیہ مین پکار کر آواز نہ کری

ولا تقرب الحجر الا عند کونه خالیا ولا ترمل فی الطواف ولا تسعی بین المیلین بل یمشی علی هیئتها ولا

اور حجر کی پاس انبوہ مین نہ جاوی اگر جای خالی ہو تو جاوی اور طواف مین رمل نہ کری اور میلین کی بیچ مین نہ دوڑی بلکہ اپنی طرح پر چلی جاوی اور سر

یحلق بل تقصر وان حاضت عند الاحرام تغتسل ویکون هذا الغسل للاحرام لا للصلوة ویفید النظافة

نہ منڈاوی بلکہ لٹ کترواڈالی اور اگر احرام باندہتی وقت حائض ہو جاوی تو نہاوی اور یہہ غسل احرام کی لئی ہی نماز کی واسطی نہین اس سی سواء طواف کی طہارت

لغیر الطواف وهو بعد الرکنین اللذین هما الوقوف بعرفة وطواف الزیارة یسقط طواف الصدر ولا یجب علیها شئ

کا فائدہ ہوگا اور حیض بعد دو رکن کی کہ وہ وقوف عرفات اور طواف الزیارة ہی طواف الصدر کو ساقط کر دیتا ہی اور اوسکی ترک سی اوسپر کچہہ لازم

بترکه ولا بتاخیر طواف الزیارة عن ایام النحر بسبب الحیض ثم ینبغی ان یعلم ان المرأة شابة کانت او عجوزا

نہین آتا اور نہ طواف الزیارت کی تاخیر سی جو ایام نحر سی بسبب حیض کی ہو جا کچہہ لازم آوی پہر جاننی کی بات ہی کہ عورت جوان ہو یا بوڑہی

اذا کان بینها وبین مکة مسیرة سفر لا یثبت لها الاستطاعة الا بمحرم وهو الزوج ومن لا یجوز نکاحها

جب اوسمین اور مکہ مین مسافت سفر کی ہو تو اس عورت کو استطاعت حاصل نہین جسکی حج فرض ہوتا ہی بدون محرم کی اور وہ خاوند ہوتا ہی یا وہ جس سی

علی التابید بنسب او رضاع او صهریة وان لم یکن لها محرم لا یجب علیها ان تتزوج لیحج بها وذکر فی التجنیس

کبہی کسی حال مین نکاح جایز نہین ہی نسب کی یا دودہ کی یا سمدانی کی اور اگر اوس عورت کی ساتہہ محرم نہین تو اوسپر یہہ واجب نہین کہ حج کی واسطی خاوند کری اور تجنیس مین کہا

ان محرمها ان كان فاسقا او مجنونا او صبيا لا يجب عليها الحج ويحرم عليها السفر معه وبشرطها
کہ اگر اوسکا محرم فاسق ہو یا دیوانہ ہو یا بچہ نابالغ ہو تو اوسپر حج واجب نہیں ہی اور ایسی محرم کی ساتھ سفر حرام ہی عورت کی واسطی

ان تكون خالية عن العدة عند خروجها الى الحج حتى لو كانت في العدة لا تخرج الى الحج وكذا لو وجب
یہ بھی شرط ہی کہ حج کو جاتی وقت عدت سی پاک ہو یہانتک کہ اگر عدت میں ہو تو حج کو نہ جاوی اور ایسی ہی اگر اوسپر

لها العدة في الطريق في مصر من الامصار وبينها وبين مكة مسيرة سفر لا تخرج عن ذلك المصر ما لم تنقض
عدت رستہ میں کسی شہر میں واجب ہو جاوی کہ اوسمیں اور مکہ کی بیچمیں مسافت سفر کی ہو تو اوس شہر میں سی عدت کی گذری بغیر نہ جاوی

عدتها يسر الله تعالى اعمالا مطابقا لرضاه بمنه وفضله

المجلس الحادي والعشرون

الٰہی ہمپر آسان کرے وہ عمال جو تیری رضا کی مطابق ہیں بہ احسان اور فضل سی — اکیسویں مجلس

في بيان فضائل الزكوة وغوائل تركها قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ما من
زکوة دینی کی فضائل اور نہ دینی کی سختیوں میں فرمایا رسول اللہ علیہ وسلم نی نہیں کوئی

صاحب ذهب ولا فضة لا يؤدي منها حقها الا اذا كان يوم القيمة صفحت له صفائح من نار
سونی چاندی والا کہ اسمیں سی اوسکا حق یعنی زکوة نہ ادا کرتا ہو مگر جب دن قیامت کا ہوگا تو اوسکی لئی تختی آگ کی بنائی جاوینگی

فاحمي عليها في نار جهنم فيكوى بها جنبه وجبينه وظهره كلما بردت اعيدت له في يوم
پھر اونکو دوزخ کی آگ میں گرم کرکر اوسکی دونوں کروٹیں اور پیشانی اور پشت پر داغ دی جاوی گی جب ٹھنڈی ہوینگی پھر گرم کی جاوینگی اوس روز

كان مقداره خمسين الف سنة حتى يقضى بين العباد فيرى سبيله اما الى الجنة واما الى النار
کہ مقدار اوسکی پچاس ہزار برس کی ہوگا یہانتک کہ تمام خلق کا فیصلہ ہو چکی پھر دیکھی وہ اپنا راہ یا جنت کی طرف یا دوزخ کی طرف

هذا الحديث من صحاح المصابيح رواه ابو هريرة فانه عليه السلام ذكر فيه جنسين من المال وهما
یہہ حدیث مصابیح کی صحیح حدیثوں میں سی ابو ہریرہ کی روایت سی پس نبی علیہ السلام نی مال کی دو جنس بیان فرمائیں

الذهب والفضة ثم افرد الضمير الراجع اليهما فقال لا يؤدي منها حقها نظرا الى المعنى دون اللفظ
سونا اور چاندی پھر ضمیر جو اونکی طرف پھرتی ہی وہ مفرد بیان کی فرمایا کہ نہ ادا کری اوسمیں سی حق اوسکا تو بلحاظ معنی کی لفظ کا لحاظ نہیں کیا

لان المراد بهما دنانير ودراهم وقيل يحتمل ان يراد بهما الاموال لان الحكم عام وتخصيصهما بالذكر لفضلهما
اسواسطی کہ مراد اون دونوں سی دینار اور درہم ہیں اور کوئی کہتا ہی کہ شاید سونی چاندی سی مراد ہر قسم کی مال ہوں اسوسطی کہ حکم تو عام ہی اور خصوصیت چاندی سونی کی

على سائر الاموال من حيث انهما اصل التمول وثمن الاشياء ولهذا ورد قوله تعالى وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ
ذکر میں واسطی فضیلت کی تمام مالوں پر ہی اسلئی کہ اصل مالیت اور قیمت تمام اشیاء کی یہہ ہی دونو ہیں اور ایسی ہی قرآن میں وارد ہوا ہی اور جو لوگ گاڑ رکھتی ہیں

الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ يَوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ
سونا اور روپا اور خرچ نہیں کرتی اللہ کی راہ میں سو اونکو خوشخبری سنا دکھ والی مار کی جس دن آگ دہکاوینگی اوسپر دوزخ کی

فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوْبُهُمْ وَظُهُوْرُهُمْ هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ
پس داغیں گی اوس سی اونکی ماتھی اور کروٹیں اور پیٹھیں یہہ ہی جو تم گاڑتی تہی اپنی واسطی اب چکھو مزہ اپنی گاڑنیکا

والمراد بعدم اداء حقها وبعدم انفاقها في سبيل الله عدم اداء زكوتها فان الذين يجمعون الاموال
اور حق نہ دینی سی اور راہ الٰہی میں خرچ نہ کرنی سی نہ دینا زکوة کا مراد ہی پس جو لوگ مال جمع کرتی ہیں

ويدخرونها ولا يعطون زكوتها يعذبون يوم القيمة بانواع من العذاب فمن جملتها ما ذكر في هذه الآية
اور اوسکو دھر رکھتی ہیں اور اوسکی زکوة ادا نہیں کرتی قیامت کی دن طرح طرح کی عذاب دئی جاوینگی ایک تو یہہ جو اس آیت میں

وهذا الحديث ووجه تخصيص هذه الاعضاء بذلك العذاب ان صاحب المال اذا لم يعوّد نفسه
اور اس حدیث مین مذکور ہی اور وجہ خصوصیت ان اعضا کی ساتھ اس عذاب کی یہہ ہی کہ مال والی آدمی کو جب زکوٰۃ دینی کی عادت نہین ہوتی
اعطاء الزكوة بعد وجوبها بمجيء وقتها فهو اذا راى الفقير الطالب للزكوة يعبس وجهه واذا ساله يعرض
اگرچہ زکوٰۃ واجب ہو اور وقت بہی آپہنچی پس وہ شخص جب فقیر زکوٰۃ طالب کو دیکہتا ہی تو تیوری چڑہاتا ہی اور وہ اگر مانگتا ہی تو اوس سی منہ
عنه ويولي اليه جنبه واذا بالغ في السؤال يقوم من مقامه ويولي اليه ظهره ويذهب ولا يعطيه
پہیر کر کروٹ موڑ لیتا ہی پہر اگر فقیر نی سوال مین زیادتی کی تو اپنی جگہہ سی اوٹہکر اوسکی طرف پشت کر کر چلا جاتا ہی اور زکوٰۃ مین سی جو
شيئا من حقه الذي هو الزكوة فتاذى الفقير بكل واحد من هذه الافعال فيعذبه الله تعالى
اوسکا حق ہی کچہہ نہین دیتا پس فقیر کو اوسکی اس ہر ہر حرکت سی ایذا ہوتی ہی سوئی اللہ تعالی اوسکو
بجعل امواله التي هي الدنانير والدراهم الواحا من نار تكوى بها تلك الاعضاء التي اذى بها الفقير
یہہ عذاب دیتا ہی کہ اوسکی تمام مال کو جو دنانیر اور درہم ہین آگ کی تختی بنا کر ان اعضا کو داغ دیگا جن سی اوسی فقیر کو ایذا دی تہی
وروى عن ابن مسعود انه قال لا يوضع دينار على دينار ولا درهم على درهم ولكن يوسع جلده حتى
اور ابن مسعود سی روایت ہی کہ وہ کہتی ہین کہ دینار پر دینار اور درہم پر درہم نہین رکہا جاویگا ولیکن اوسکی کہال کو فراخ کر کر
يوضع كل دينار ودرهم موضعا على حدة كلما تم ووصل كيها من اولها الى اخرها اعيد ذلك الكي الى
ہر ہر دینار اور درہم الگ الگ جگہہ رکہی جاوینگی جب پوری ہو کر داغ اول کا آخر سی ملجاویگا پہر وہ ہی داغ اول سی آخر تک دوہرا کرینگی
اولها حتى يصل الى اخرها هكذا يستمر هذا النوع من العذاب يوم القيمة حتى يحكم بين العباد
اسیطرح اس قسم کا عذاب قیامت کی روز ہوئی چلا جاگا یہان تک کہ تمام خلق کا فیصلہ ہو چکی
فيرى سبيله اما الى الجنة ان لم يكن له ذنب سواه او كان لكن الله تعالى عفى عنه واما الى النار ان كان
پہر دیکہا جاویگا کہ اوسکا راہ جنت کی طرف ہی اگر اوسکا کوئی اور گناہ نہین ہی یا گناہ تو ہی پر اللہ تعالی نی معاف کر دیا اور یا دوزخ کی طرف ہی اگر اسکا حال
على خلاف ذلك وفي حديث اخر انه عليه السلام قال من اتاه الله مالا فلم يؤد زكوته مثل له ماله
کی خلاف ہو اور ایک اور حدیث مین ہی کہ پیغمبر علیہ السلام نی فرمایا جسکو اللہ تعالی نی مال دیا اور اوسنی زکوٰۃ نہ ادا کی تو قیامت کی دن
يوم القيمة شجاعا اقرع له زبيبتان يطوقه ثم ياخذ بلهزمتيه فيقول انا مالك انا كنزك ثم تلا
اوسکا مال گنجا سانپ جسکی دو داغ ہون بنکر اوسکی گلی مین طوق ہو جاویگا پہر اوسکی دونو جبڑی پکڑ کر کہیگا مین تیرا مال ہون مین تیرا خزانہ ہون پہر آپ نی آیت
وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ يَبْخَلُونَ بِمَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ هُوَ خَيْرًا لَهُمْ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَهُمْ سَيُطَوَّقُونَ مَا بَخِلُوا
پڑہی اور نہ سمجہین جو لوگ بخل کرتی ایک چیز پر کہ اللہ نی اونکو دی ہی اپنی فضل سی کہ یہہ بہتر ہی اونکی حق مین بلکہ یہہ برا ہی اونکی واسطی آگی طوق پڑیگا اونکی جسکی بخل کیا تہا
بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فانه عليه السلام بين في هذا الحديث ان من اعطاه الله تعالى مالا ولم يؤد زكوة ماله
دن قیامت کی سو پیغمبر علیہ السلام نی اس حدیث مین یہہ بیان فرمایا کہ جسکو اللہ تعالی نی مال عنایت کیا اور اوسنی اپنی مال کی زکوٰۃ نہ دی تو اللہ تعالی
يجعل ماله يوم القيمة في صورة الحية التي انحسر شعر راسها من كثرة سمها وطول عمرها ولها فوق
قیامت کی دن ایسی سانپ کی صورت بنادیگا جسکی سر کی بال ماری زہر کی بسبب درازی عمر کی جہڑ گئی ہون اور اوسکی
عينيها نكتتان سوداوان وهي اوحش ما يكون من الحيات وتجعل في عنقه كالطوق ثم ياخذ بشدقيه
دونو آنکہون کی اوپر دو داغ سیاہ ہون یہہ قسم تمام سانپون مین بدتر ہوتی ہی اور اوسکی گردن مین طوق کی مثال ڈالدیا جاویگا پہر وہ اوسکی دونو کلی پکڑ کر
وتلدغه وتقول له انا مالك الذي جمعته ولم تؤد زكوته فلما كان في منع الزكوة مثل هذا التشديد
کاٹیگا اور کہیگا مین تیرا وہ ہی مال ہون کہ جمع کر کر زکوٰۃ نہین دی تہی چونکہ زکوٰۃ کی نہ دینی مین اتنی بڑی سختی ہی

السيد لم يبين رحمه الحكمة في ايجابها وهو الامتحان لان التلفظ بكلمة الشهادة التزام للتوحيد

تو لازم ہوا بیان کرنا کہ اسکی فرض کرنی میں کیا حکمت ہی وہ امتحان ہی اسواسطی کہ کلمہ شہادت کا زبانسی پڑھنا توحید کا ذمہ پر لینا ہی

والشهادة بانفراد المعبود وادعاء المحبة فان من يقول اشهد ان لا اله الا الله يصير كانه قال

اور گواہی ہی معبود کی یکتائی ہونیکی اور محبت کا دعوی ہی اسلئی کہ جو شخص کہتا ہی میں گواہی دیتا ہوں کہ سوی اللہ کی کوئی معبود نہیں ہی گویا یہہ کہتا ہی

رأيت بقلبي وعلمت بعقلي ان لا معبود ولا محبوب الا الله فالزمت عبادته ومحبته ولا اعبد ولا

میں نی دل سی دیکھا اور عقل سی جانا کہ نہ کوئی معبود ہی اور نہ کوئی محبوب سوا اللہ کی سو میں اوسکی عبادت اور اوسکی محبت ہی ذمہ لی نہ میں پرستش کروں

احب الا اياه فلزم الوفاء بما ادعاه من التوحيد في المحبة وتمام الوفاء ان لا يبقى للموحد محبوب

نہ دوست رکھوں سوا اوسکی سو اس دعوی توحید کا پورا کرنا چاہیی یعنی محبت ایک کی اور پورا کام دعوا کا یہ ہی کہ موحد کی واسطی کوئی محبوب

سوى الفرد الواحد لان المحبة لا تقبل الشركة والتوحيد باللسان قليل النفع وانما تظهر درجة

سوا ایک ذات کی باقی نہ رہی اسواسطی کہ محبت میں شرکت نہیں ہوتی اور زبانی توحید کم فائدہ ہوتی ہی اور درجہ محبت کا جب ہی کھلتا ہی

المحبة بمفارقة المحبوبات والاموال محبوبة للخلق لكونها آلة لتمتعهم وقضاء حاجاتهم في الدنيا

جب تمام محبوبات چھوٹ جاویں اور مال وقت خلق کو اسلئی محبوب ہی کہ اوس سی دنیا میں اونکی لئی عیش عشرت اور کار روائی ہوتی ہی

ويستانسون بهذا العالم ويفرون من الموت مع ان فيه لقاء المحبوب فامتحنوا في صدق

اور اوسی کی سبب سی اس عالم کی لذت پکڑ کر موت سی نفرت کرتی ہیں باوجودیکہ موت سی محبوب کی ملاقات ہوگی سو اس مال کی خرچ کرنی سی کہ

دعواهم في المحبة ببذل المال الذي هو معشوقهم وهم في بذله لله اقسام انقسم لا ولهم الذين

اونکا معشوق ہی یہ امتحان ہی کہ محبت کا دعوی راست ہی یا نہیں اور وہ لوگ مال خرچ کرنی میں تین قسم پر ہیں پہلی قسم وہ لوگ ہیں

صدقوا في التوحيد ووفوا بعهد المحبة وبذلوا جميع اموالهم ولم يدخروا لانفسهم شيئا كما فعله ابو بكر الصديق

جو توحید میں سچی ہیں اور محبت کی دعوی میں پوری ہیں اور اپنا تمام مال خرچ کر ڈالا اور اپنی واسطی کچھہ نہ بچا رکھا چنانچہ ابوبکر صدیق نی ایسا ہی کیا

حيث جاء بماله كله الى رسول الله عليه السلام لينفقه في سبيل الله تعالى فقال له رسول الله صلى

اسلئی کہ سارا مال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاس لی آئی تا کہ خدا کی رستہ میں خرچ کر دیں اور جب اونسی رسول اللہ صلی

الله عليه وسلم فما ابقيت لنفسك فقال الله ورسوله فانه وفى بتمام الصدق فلم يبق عنده شيء

اللہ علیہ وسلم نی پوچھا اپنی واسطی کیا رکھا تو یہہ عرض کیا اللہ اور اوسکا رسول سو ابوبکر نی ایسا صدق پورا کیا سوا اوسکی پاس سوا

محبوبه الذي هو الله تعالى ورسوله وهذا جائز لمن كان توكله على الله تعالى تاما كاملا وهذا لما

محبوب کی جو اللہ ہی اور اوسکا رسول کچھہ نہیں رہا یہہ بدل اوسکی لئی جائز ہی جسکا توکل اللہ تعالی پر پورا اور کامل ہو اور اسیلئی جب

سئل رسول الله عليه السلام عن افضل الصدقة قال جهد المقل فانه عليه السلام بين في هذا

کسی نی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سی پوچھا کہ بہتر صدقہ کونسا ہی تو آپ نی فرمایا کہ مفلس کی محنت ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نی اس حدیث

الحديث ان افضل الصدقة ما يتصدقه الفقير مع احتياجه اليه واما من لم يكن توكله تاما كاملا

میں بیان فرمایا کہ بہتر صدقہ وہ ہی جو فقیر اپنی حاجت روک کر دیتا ہی اور لیکن جسکا توکل پورا اور کامل نہ ہو

فلا يندب له ان يترك قوت نفسه وعياله ثم يتصدق ما فضل من ذلك لما روى عن ابي هريرة انه عليه السلام

تو ضروری کھانا اپنا اور اپنی عیال کا کھانا رکھہ لیا کری پہر جو اس کا بچتا رہی وہ خیرات کر دی کیونکہ روایت ہی ابوہریرہ سی کہ نبی علیہ السلام نی

قال خير الصدقة ما كان عن ظهر غنى ولا مخالفة بين هذا الحديث والحديث السابق لان المبين فيها

فرمایا بہتر صدقہ وہ ہی جو تونگری کی ساتھ ہو دیا اور اس حدیث میں اور پہلی حدیث میں کچھہ مخالفت نہیں ہی اسلئی کہ اونکی درجہ کی ہو

غنى المال وغنى النفس وخير الصدقة ماكان عن احد الغنيين اما عن غنى النفس او عن غنى المال اذ
تونگری مال کی اور تونگری دل کی اور اچھا صدقہ وہ ہی جو کسی ایک تونگری سی ہو یا دل کی تونگری سی یا مال کی تونگری سی اسواسطی
لابد للمتصدق فيما يبذله ان يستغني عنه اما بسخاوة نفسه وقوة عزيمته ثقة بالله تعالى كما
کہ ضرور ہی کہ خیرات کرنیوالا جو دیتا ہی اوس سی بی نیاز ہو یا تو اپنی دل کی سخاوت اور قوت عزیمت سی خدا تعالی پر بہروسا کر کر جیسا
فعله ابو بكر الصديق او بماله الذي يبقى في يده بعد البذل اذ لا يجوز لاحد ان يصرف قوت عياله
ابوبکر صدیق نے کیا یا اپنی مال کی سبب جو خرچ کر کر اسکی پاس بچا ہی اسواسطی کہ کسیکو جایز نہین ہی کہ اپنی عیال کا کہانا بہی فقیروں کو
الى الفقراء ويتركهم جياعا الا اذا رضوا به واذنوا له فيه بل لا يجوز له ان يعطي احدا الا ما يفضل
بانٹ دی اور اونکو بہوکا ماری ہان اگر وہ راضی ہوں اور اسکو اجازت دیدین بلکہ اسکو یہہ جایز نہین کہ سواء بچتی ہوئی کی
عن نفسه وعياله كما جاء في حديث اخر انه عليه السلام قال خير الصدقة ما ابقت غنى يعني ان
اپنی اور اپنی عیال کی خرچ سی کسیکو دیوی چنانچہ ایک اور حدیث مین آیا ہی کہ پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا بہتر صدقہ وہ ہی جو دیئی پر بہی غنا باقی رہی یعنی
المتصدق لا بد له فيما يبذله عن احد الامرين اما ان يستغني عنه بماله او يستغني عنه بحاله وهذا
خیرات کرنیوالی کو چاہیی کہ جو خرچ کرتا ہی دو امر مین سی ایک پر ہو یا تو اپنی مال کی باعث سی صدقہ دیکر بی نیاز رہی یا اپنی دل سی مستغنی ہو ان دونو
افضل اليسارين لما روي في الحديث الصحيح انه عم قال ليس الغنى عن كثرة المال انما الغنى عن النفس فان الفقير اذا
استغنا مین سی یہہ افضل ہی اسواسطی کہ حدیث صحیح مین روایت ہی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تونگری مال کی بہتایت سی نہین ہوتی تونگری وہ ہی جو دل سی ہو بیشک
تصدق ما قدر عليه من قوت يومه وصبر على الجوع يكون صدقته افضل اذ لا شك في كون
خیرات کردی جو اوسکو قوت ایک روز کا میسر آتا ہی اور آپ بہوک پر صبر کری تو اوسکا صدقہ بہت اچھا ہی اسواسطی کہ بیشک
الصدقة بالشيء مع الحاجة اليه افضل اذا لم يضر ذلك بدينه من ضعفه عن القيام في الصلوة و
صدقہ ایسی چیز کا جسکی حاجت رکہتا ہو افضل ہی اگر یہہ صدقہ اوسکی دین مین نقصان نکری جیسی نماز پڑہنی سی ضعیف ہو جاوی
كشف العورة وقد مدح الله تعالى الانصار على ذلك وقال وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَة
یا ننگا رہ جاوی اور اللہ تعالی نے اسپر انصار کی تعریف کی ہی اور فرمایا اور اول رکہتی ہین اونکو اپنی جان سی اور اگرچہ ہو اپنی اوپر بہوک
القسم الثاني هم الذين لا يقدرون على هذه المرتبة بل يمسكون اموالهم لمواقيت الحاجة ومواسم الخيرات
دوسری قسم وہ لوگ ہین جو اس مرتبہ تک نہین پہنچتی بلکہ اپنی مالون کو واسطی اوقات حاجت اور مواقع خیرات کی روک رکہتی ہین
وليس قصدهم في الامساك التنعم والتلذذ بل قصدهم فيه الانفاق بقدر الحاجة ثم صرف الفاضل الى
اور اس روکنی سی اونکی غرض عیش وعشرت اور حصول لذت نہین ہوتی بلکہ اونکی یہہ مراد ہوتی ہی کہ بقدر حاجت خرچ کر کر پہر بچتی کو اقسام
وجوه الخيرات مهما ظهرت القسم الثالث هم الذين يقتصرون على اداء ما وجب عليهم فلا يزيدون عليه
خیرات مین جب پیش آوین تو لگا دین تیسری قسم وہ لوگ ہین کہ جو اونپر واجب ہوتا ہی سو ادا کر دیتی ہین نہ اوس سی بڑہتی دین
ولا ينقصون عنه وهذه المرتبة اقل المراتب وعلى هذه المرتبة اقتصر اكثر الناس لبخلهم بالمال وميلهم
نہ اوس سی کچہہ کم دین اور یہہ مرتبہ سب سی کم تر ہی اور اسی مرتبہ پر اکثر لوگ بارے بخل اور مال کی محبت کی
اليه وضعف حبهم للاخرة وليس بعد هذه المرتبة شيء من المحبة بل من ينزل من هذه المرتبة ينزل في
اور کمتر ہونی محبت آخرت کی اکتفا کرتی ہین اور اس مرتبہ کی بعد اصلا کوئی محبت نہین ہی بلکہ جو شخص اس مرتبہ سی اوتر کر ہوتا ہی
الكذب في ادعاء المحبة ويظهر من نفسه ان ادعاه من المحبة كان من لقلقة اللسان فعلى هذا يجب
تو اوسکا دعوی محبت کا جہوٹہا ہی گویا وہ یہہ ظاہر کئی دیتا ہی کہ میرا دعوی محبت کا صرف تیز زبانی سی ہی اس بیان کی موافق واجب ہی

فمن لا يقدر على المرتبة الاولى والثانية ان لا ينزل من المرتبة الثالثة بل ينبغي له ان يسعى في اداء

سو جو شخص پہلے دو مرتبوں پر قدرت نہ رکھے تو تیسرے مرتبہ سے نہ گر جاوے بلکہ اس کو لازم ہے کہ کوشش کرکر

ما وجب عليه على الفور اظهاراً للرغبة في امتثال الامر وايصالاً للسرور الى قلوب الفقراء واحترازاً

واجب کو جلد ادا کرے تاکہ رغبت فرمان برداری کی ظاہر ہووے اور فقیروں کے دلوں کو خوشی پہنچے اور مخالفت کی

عن شبهة الخلاف اذ عند بعض العلماء وجوبها على الفور حتى يأثم بالتأخير ويرد شهادته وهي انما تجب اذا

شبہہ سے بچ جاوے اسواسطے کہ بعض علماء کے نزدیک وجوب زکوۃ کا فوری ہے یعنی تاخیر کرنے سے گنہگار ہوتا ہے اور اسکی شہادت مردود ہے اور زکوۃ

تم الحول على النصاب ولكل احد حول مخصوص بحسب وقت كونه مالكاً للنصاب فاذا تم حوله يجب عليه اخراج

واجب ہوتی ہے جب نصاب پر برس پورا ہو جاوے پھر ہر ایک کا سال جدا جدا ہوتا ہے جس وقت سے وہ نصاب کا مالک ہو اسی حساب سے سو جب اسکا سال پورا ہو جاوے تو زکوۃ کا نکالنا واجب ہو جاتا ہے

زكوته في اي شهر كان وان عجل زكوته قبل حولان الحول يجوز عند جمهور العلماء سواء كان تعجيله لحول

کوئی سا مہینہ ہو اور اگر جلدی کر کر اپنی زکوۃ برس پورا ہونے سے پہلی ادا کر دی تو سب علما کے نزدیک جائز ہے برابر ہے کہ جلدی ایک برس کی ہو

او اكثر من الاوقات التي لا يوجد مثلها عند تمام الحول كشهر رمضان وما قربه من شهر رجب وشعبان

یا زیادہ کی ہو اور ان وقتوں میں کہ اسا وقت برس کے تمام پر نہ ملیگا جیسے رمضان کا مہینہ اور اسکے پاس کے مہینے رجب اور شعبان کا مہینہ

او لوجود الافضل من المصرف بان يكون من الاتقياء المعرضين لتجارة الآخرة فانهم لا يستعينون بما اعطوهم

یا اسکی جلدی اسواسطے ہو کہ کوئی اچھا مصرف ملے کہ کوئی متقی ہو جو سب کاروبار چھوڑ کر آخرت کی تجارت کا مشغول ہو کیونکہ ایسے مرد جو کچھ پاتے ہیں اس سے مدد

على الطاعة فيكون المعطي شريكاً لهم في طاعتهم [illegible] الا عطائهم

طاعت کی حاصل کرتے ہیں پس دینے والا بھی انکی عبادت میں شریک ہو جاتا ہے کیونکہ عبادت میں انکا مددگار ہے یا کوئی عالم موجود ہو کیونکہ علما کی خدمت

معونة لهم على العلم والعلم اشرف العبادات حتى كان بعض السلف لا يصرف زكوته الا الى اهل العلم ويقول لا اعرف

کرنی علم کی مدد ہوتی ہے اور علم سب عبادتوں سے بڑھ کر ہے یہاں تک کہ بعضے اگلے بزرگ اپنی زکوۃ صرف علما کو دیتے تھے اور کہتے تھے کہ

بعد مقام النبوة افضل من مقام العلماء والمراد من اهل العلم هم الذين يطلبون العلم لاجل الآخرة لا لاجل الدنيا فان الذين

میں نبوت کے بعد کوئی مرتبہ علماء کے مرتبہ سے بہتر نہیں جانتا اور علماء سے مراد وہ عالم ہیں جو علم آخرت کے واسطے سیکھیں نہ دنیا کے واسطے کیونکہ جو لوگ

يطلبون العلم لاجل الدنيا لا ينبغي للمتصدق ان يعاونهم بصدقته على عصيانهم حتى لا يكون شريكاً

علم کو دنیا کے واسطے پڑھتے ہیں تو زکوۃ دینے والے کو نہیں چاہیے کہ اپنی زکوۃ سے انکی گناہ کا مددگار ہووے تاکہ مستحق عذاب میں

لهم في استحقاق العقوبة ومن افضل المصارف من يكون ذا عيال او مريضاً او زمناً فان الاعطاء

انکا شریک نہ ہو جاوے اور بہترین مصارف وہ ہیں جو کنبے والا ہو یا عیال دار ہو یا بیمار ہو یا اپاہج ہو کیونکہ اپنی دار کو

الى الاقرب يكون صدقة وصلة ولا يخفى على احد ما في صلة الرحم من الثواب والاصدقاء والاخوان

دینا صدقہ اور صلہ دونو ہوتی ہیں اور سب کو معلوم ہے کہ صلہ رحم کا کیسا بڑا ثواب ہے اور دوست اور دینی بھائی

في الدين يقدمون على المعارف كما يقدم الاقارب على الاجانب لكن ينبغي ان يعلم ان المتصدق

اور مصارف پر مقدم ہوتے ہیں جیسے اپنے رشتہ دار غیروں پر مقدم ہوتے ہیں لیکن یہ بھی سمجھنا چاہیے کہ زکوۃ دینے والے کو

لا بد له ان يحترز عن ابطال صدقته بالمن والاذى اذ قال الله تعالى لا تبطلوا صدقاتكم بالمن

لازم ہے کہ اپنی صدقہ کو احسان جتا کر اور تکلیف دے کر باطل نہ کرے اسواسطے کہ اللہ تعالی فرماتا ہے مت ضائع کرو اپنی خیرات احسان رکھ کر

والاذى وحقيقة المن ان يرى نفسه محسناً الى الفقير منعماً اي نفسه محسناً اليه يتفرع عنه

اور ستا کر اور حقیقت میں احسان کرنا یہ ہوتا ہے کہ اپنے تئیں فقیر کا محسن سمجھے پس جب وہ اپنے تئیں محسن جانا تو اس سے ظاہر وہی سرکات

الى ظاهره افعال ماحية للثواب مثل التحدث به واظهاره وطلب المكافاة منه بالدعاء والثناء
سو ایسے ہونگے جس سے ثواب جاتا رہے جیسی کہتا پھرنا اور ظاہر کرنا اور فقیر سے عوض کا طالب ہونا دعا سے اور تعریف سے

والخدمة والتوقير والتعظيم وكان من حقه ان يرى الفقير محسنا اليه اذ جعل كفه نائبا عن
اور خدمت سے اور توقیر اور تعظیم سے اور حق یہ تھا کہ فقیر کو اپنا محسن جانے اسواسطے کہ اوسنے اپنا ہاتھ واسطے قبض حق اسکی

الله في قبضه حقه الذي به نجاته من النار اذ روى عن ابن عباس انه عليه السلام قال الصدقة
اللہ کا نائب بنایا جس میں اوسکی دوزخ سے نجات ہوتی ہے اسواسطے کہ ابن عباس سے روایت ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خیرات

تقع بيد الله تعالى قبل ان تقع بيد السائل فليتحقق انه مسلم الى الله تعالى حقه والفقير اخذ من
اللہ کے ہاتھ میں اس سے پہلے پہنچتی ہے کہ سائل کے ہاتھ میں پہنچے سو حقیقت میں خیرات اللہ کا حق ہے اوسکی حوالہ ہوا ہے اور فقیر نے اللہ تعالی سے اپنا رزق لیا ہے

الله تعالى رزقه واما الاذى فظاهره التوبيخ والتعيير والتخشين في الكلام وتقطيب الوجه وهتك الستر
اور ایذا دینا سو ظاہر میں جھڑکنا اور شرمانا اور بدزبانی گفتگو میں اور تیوری چڑھانی اور پردہ کی آبرو دری کرنی

بالاظهار وفنون الاستخفاف وباطنه الذي هو منبعه امران احدهما كراهيته اخراج المال عن يده و
اور طرح طرح کی استخفاف اور باطن میں جس سے یہ حالت پیدا ہوتی ہے دو باتیں ہیں ایک تو اپنی مٹھی میں سے مال نکالنی کا برا لگنا اور

شدة ذلك على نفسه والثاني رؤيته انه خير من الفقير وان الفقير بسبب حاجته اخس منه رتبة
اسکی دشواری دوسری یہ سمجھنا کہ میں فقیر سے بہتر ہوں اور فقیر اسکا حاجتمند ہونے کے سبب رتبہ میں بہت کمتر ہے

ومنشأ كل منهما الجهل اما كون كراهية تسليم المال جهلا فلان من كره بذل درهم في مقابلة ما يساوي
اور اصل منشا دونوں کا جہالت ہے یہ مال دینے کی اصلی جہالت کی بات ہے کہ جس شخص کو ایک روپیہ خرچ کرنا ہزار روپیہ کی واسطے دشوار گذری

الفا فهو شديد الحماقة لانه يبذل المال لطلب رضاء الله تعالى والثواب في الدار الاخرة وهو خير من الدنيا
سو بڑا احمق جاہل کون ہے اسواسطے کہ زکوۃ واسطے رضامندی اللہ تعالی کی دی جاتی ہے اور آخرت میں جو اوسکا ثواب حاصل ہوگا وہ تمام دنیا سے

وما فيها واما كون رؤية نفسه خيرا منه جهلا فلانه لو عرف فضل الفقر على الغنى وعرف خطر الاغنياء
اور جو دنیا میں ہے سب سے بہتر ہے اور اپنی تئیں فقیر سے بہتر سمجھنا اسواسطے جہالت کی بات ہے کہ اگر یہ شخص جانتا کہ فقیر کو غنی پر کتنی فضیلت ہے اور جانتا کہ غنی لوگوں کو

في الاخرة لما استحقره بل يتبرك به ويتمنى درجته لان صلحاء الاغنياء يدخلون الجنة بعد الفقراء بخمسمائة
آخرت میں کیا کیا خوف و خطر ہے تو فقیر کو ہرگز حقیر نہ جانتا بلکہ اوس سے برکت لیتا اور اوسکی درجہ کی آرزو کرتا اسلئے کہ تونگر صلحا فقیروں سے پانسو برس پیچھے جنت میں

عام وكيف يستحقره وقد جعل الله تعالى خادما له اذ يكتسب المال بجهده ويستكثره منه ويجتهد في حفظه
داخل ہونگے اور کیونکر فقیر کی حقارت کرتا ہے اور حال یہ ہے کہ اللہ تعالی نے اسکو فقیر کا خادم بنایا ہے اسواسطے کہ محنت اور کوشش کرکر مال پیدا کرتا ہے اور اوسکو بڑھاتا ہے اور اوسکی حفاظت میں

وقد كلف ان يسلم الى الفقير قدر حاجته ويكف عنه الفاضل الذي يضره لو سلم اليه فالغني مستخدم
پھر اوسکو یہ حکم ہے کہ فقیر کو اوسکی حاجت کے موافق حوالہ کردے اور باقی بچتی کو جسکی دینے سے فقیر کا ضرر ہوتا ہے اپنے پاس محفوظ رکھے پس غنی خدمت گذار ہے

للسعي في رزق الفقير وممتحن بالتزام مشاق الاسفار في البراري والبحار وحراسة الفضلات من الدراهم
کیونکہ فقیر کی رزق کی واسطے سعی کرتا ہے اور فقیر سے ممتاز ہے اسمیں کہ جنگلوں اور دریاؤں میں سفر کی مشقت اوٹھاتا ہے اور بچتی درہم

والدنانير الى ان يموت ويأكلها الاغيار مع بقاء ما اكتسبه في تحصيلها عليه من الاوزار يسر الله تعالى لنا
اور دینار کی عمر بھر نگہبانی کرتا رہتا ہے پھر اوسکو یار لوگ کھاتے ہیں اور اوسکی حاصل کرنے میں جو گناہ کئے وہ اوسی کے سر پر رہ جاتے ہیں اللہ ہمکو آسان کرے

استعمال موجبات رضائه بلطفه وكرمه ومنه

وہ عمل جو تیری مرضی کی موافق ہو اپنی لطف اور کرم اور احسان سے

المجلس الثاني والعشرون في بيان فضائل الصوم مطلقا

بائیسویں مجلس مطلق روزہ کی فضیلت میں

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم احصوا هلال شعبان لرمضان هذا الحديث من حسان المصابيح
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا گنتی کرو شعبان کے مہینے کو رمضان کے واسطے یہ حدیث مصابیح کی حسن حدیثوں میں ہے

رواه ابو هريرة قال صوم رمضان لما كان ركنا من اركان الدين وفرضا لازما على المسلمين ولم يعلم مجيئه
ابوہریرہ کی روایت ہے کیونکہ روزہ رمضان کا چونکہ دین کی رکنوں میں سے ایک رکن ہے اور مسلمانوں پر فرض لازم ہے اور اسکا آنا بغیر ضبط کرنے

الا بضبط هلال شعبان امر النبي عليه السلام بضبطه فصار كانه قال اطلبوا هلال شعبان وعدوا ايامه
مہینہ شعبان کی معلوم نہیں ہوتا ہے نبی علیہ السلام نے واسطے ضبط شعبان کی حکم فرمایا تو گویا فرمایا تلاش کرو شعبان کی چاند کو اور اسکی دن گنتی کرو

لتعلموا دخول رمضان ثم ان شعبان لما كان كالمقدمة لرمضان استحب ان يختص له فيه بالصوم وقراءة
تاکہ رمضان کا آنا معلوم ہو پھر ماہ شعبان جب رمضان کا مقدمہ ٹھہرا تو شعبان میں رمضان کی ساری مستحب ہے روزے رکھنی اور قرآن پڑھنی

القرآن حتى يرتاض النفس بذلك على طاعة الله تعالى قبل دخول رمضان فانه عليه السلام كان يصوم
تاکہ نفس کو طاعت الٰہی کی عادت رمضان کی آنے سے پہلی ہوجاوے کیونکہ نبی علیہ السلام شعبان میں بہت روزے رکھتے تھے

في شعبان ما لا يصومه في غيره من الشهور على ما روي عن عائشة انها قالت ما رأيت رسول الله عليه
کہ ویسی اور کسی مہینہ میں نہیں رکھتے تھے موافق روایت عائشہ کی کہ وہ کہتی ہیں نہیں دیکھا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ

السلام استكمل صيام شهر قط الا رمضان وما رأيته في شهر اكثر منه صياما الا في شعبان وفي رواية
وسلم کو کہ کبھی پوری کی ہوں روزے کسی مہینے کی سوائے رمضان کی اور نہیں دیکھا میں نے انکو کسی مہینہ میں زیادہ روزے رکھتے ہوئے سوا شعبان کے اور ایک روایت

كان يصوم شعبان كله وهذه الرواية موافقة لما روي عن ام سلمة انها قالت ما رأيت النبي عليه السلام
میں یہ ہے کہ روزے رکھتے تھے تمام شعبان کی اور یہ روایت ام سلمہ کی روایت سے موافق ہے کہ وہ کہتی ہیں نہیں دیکھا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو

يصوم شهرين متتابعين الا شعبان ورمضان وبهذه الرواية اخذ الفقهاء حتى قال قاضيخان في
کہ روزے رکھتے ہوں دو مہینے کی پے در پے سوا شعبان اور رمضان کی اور فقہا نے اسی روایت کو اخذ کیا ہے یہاں تک کہ قاضیخان نے

فتاواه من صام شعبان ووصله برمضان فهو حسن وذلك لان الصوم فيها كان استحبابه
اپنی فتاوی میں کہا ہے جو شخص شعبان کی روزے رکھے اور اسکو رمضان سے ملاوے تو یہ بہتر ہے اور یہ اسلئے کہ روزہ کبھی استحباب میں

في بعض الاوقات الفاضلة من الشهور والايام ويكون بابا للعبادة كما روي عن ابي الدرداء انه عليه السلام
بعضی نیک وقت میں باعتبار مہینوں اور دنوں کی زیادہ تر والی ہے اور دروازہ عبادت کا ہوجاتا ہے جیسا کہ ابو درداء سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے

قال لكل شيء باب وباب العبادة الصوم ثم انه ربع الايمان بمقتضى ما جاء في الحديثين اللذين روى احدهما
فرمایا ہر شی کا دروازہ ہوتا ہے اور دروازہ عبادت کا روزہ ہے پھر روزہ ایمان کی چوتھائی ہوتا ہے موافق مضمون ان دو حدیثوں کی جو ایک

عن ابي هريرة وهو قوله عليه السلام الصوم نصف الصبر وروى الآخر عن ابن مسعود وهو قوله عليه السلام
ابوہریرہ سے روایت ہے یعنی قول علیہ السلام کا روزہ آدھا صبر ہے اور دوسری ابن مسعود سے روایت ہے یعنی قول علیہ السلام کا

الصبر نصف الايمان فلما كان الصوم نصف الصبر كان ثوابه متجاوزا عن قانون التقدير والحساب
صبر آدھا ایمان ہے جب روزہ آدھا صبر ہوا تو اسکا ثواب بھی اندازہ اور حساب کی قاعدہ سے زیادہ ہوگا

لقوله تعالى إِنَّمَا يُوَفَّى الصَّابِرُونَ أَجْرَهُم بِغَيْرِ حِسَابٍ ثم انه متميز من سائر العبادات بخاصية نسبته
واسطے ارشاد الٰہی کی کہ صبر والوں ہی کو ملتا ہے بے گنتی انکا اجر پھر ہر روزہ کو تمام عبادات پر ایک خصوصیت نسبت کی

الى الله تعالى لقول الله تعالى فانا اجزي به بقوله كل حسنة بعشر امثالها الى سبعمائة ضعف الا الصوم
طرف اللہ تعالی کی ایک طرح کی شرافت ہے اسواسطے کہ اللہ تعالی فرماتا ہے جزا اسکا میں دیتا ہوں اس قول میں کہ ہر نیکی دس گونہ سے لیکر سات سو گونہ تک ہے مگر روزہ کہ

فانه لي وانا اجزي به والكريم اذا اخبر انه يتولى الجزاء بنفسه ولا يكله الى غيره يكون ذلك الجزاء
سو یہ روزہ میری لئے ہی اور میں ہی اوسکی جزا دونگا اور اسلئے کریم جب یہ خبر دیوے کہ میں آپ اوسکی جزا کا ذمہ دار ہوں اور کی حوالہ نہوگا تو اس جزا کا
في غاية العظمة ونهاية الكثرة بحيث لا يكون له حد ولا عد وقد روى عن ابي سعيد الخدري
کیا انتہا ہی نہایت عظیم اور بہت کثیر ہوگی ایسا کہ اوسکی کچھ حد ہی اور نہ کچھ گنتی اور روایت ہی ابو سعید خدری سی
انه عليه السلام قال من صام يوما في سبيل الله بعد الله وجهه عن النار سبعين خريفا
کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا جسنی ایک دن واسطی اسکی روزہ رکھا تو اللہ تعالی اوسکی منہ کو آگ سی ستر برس دور رکھیگا اور ایک
وفي حديث آخر رواه ابو امامة الباهلي انه عليه السلام قال من صام يوما في سبيل الله جعل
اور حدیث میں ہی ابو امامہ باہلی کی روایت سی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا جسنی ایکدن روزہ واسطی اللہ تعالی کی رکہا تو
الله بينه وبين النار خندقا كما بين السماء والارض يعني ان من صام يوما لوجه الله ورضائه
اللہ اوسکی اور دوزخ کی بیچ میں ایسی خندق بناویگا جیسی فرق درمیان آسمان اور زمین کی ہی یعنی بیشک جسنی ایک دن کا روزہ واسطی رضا اللہ کی اور واسطی اوسکی
ينجيه الله من النار عبّر عن التنجية بطريق التمثيل ليكون ابلغ لان من كان بعيدا عن شيء بهذا
رضامندی کی رکہا تو اللہ تعالی اوسکو آگ سی نجات دیگا اس نجات کو بطور تمثیل کی بیان فرمایا تا کہ مبالغہ زیادہ تر ہو سو سطی کہ جو شخص ایک شی سی
المقدار لا يصل اليه البتة وروى عن ابي هريرة انه قال عليه السلام للصائم فرحتان فرحة
اتنی دور ہو تو وہ شی بیشک اوس تک ہرگز نہ پہنچیگی اور ابو ہریرہ سی روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا روزہ دار کو دو خوشیاں ہوتی ہیں ایک خوشی
عند فطره وفرحة عند لقاء ربه فانه عليه السلام بين في هذا الحديث ان للصائم سرورين
جب روزہ کہولتا ہی اور ایک خوشی جب اپنی رب سی ملیگا بیشک نبی علیہ السلام نی اس حدیث میں بیان فرمایا کہ روزہ دار کو خوشی دو مرتبہ ہوتی ہی
احدهما عند افطاره والاخرى عند موته ولقاء ربه اما سروره عند افطاره فبما يتناوله من
ایک تو روزہ کہولتی ہوئی اور دوسری موت کی وقت اپنی رب کی ملاقات پر پہر روزہ دار کا سرور روزہ افطار کرتی وقت تو یہ ہی کہ اوسکو کہانا
الطعام والشراب والجماع لان النفس مجبولة على الميل الى ما يلائمها من المطعم والمشرب والمنكح فاذا
پینا جماع میسر آیا کیونکہ طبیعت انسان کی عادت ہی کہ اپنی مرغوب چیز پر جہکتی ہی کہانا ہو یا پینا ہو یا جماع ہو اور جب
منعت من ذلك في وقت ثم اذن لها في وقت آخر تفرح بذلك طبعا خصوصا عند اشتداد الحاجة
اوسکو ان امور سی ایک وقت ممانعت ہوئی ہو پہر اوسکو دوسری وقت اجازت ملی تو اس سی خود بخود خوش ہوتا ہی خاص کر ایسی وقت کہ ماری بہوک
اليه لتاثير الجوع والعطش فيها وتقاضيها باحد حاجتها يتبين هذا المعنى بما روى عن ابن عمر انه عليه السلام
و پیاس کی نہایت حاجتمند ہو کر اپنی خواہش کا طلبگار ہو یہ مضمون ابن عمر کی روایت سی معلوم ہوتا ہی کہ نبی علیہ السلام
كان اذا افطر قال ذهب الظمأ وابتلت العروق وثبت الاجر ان شاء الله تعالى مع ان له عند افطاره
جب روزہ افطار کرتی تو فرماتی پیاس بجہگئی اور رگیں تر و تازہ ہوئیں اور اجر ثابت ہو چکا ان شاء اللہ تعالی باوجودیکہ روزہ دار کی افطار کی وقت
دعوة مستجابة كما جاء في الحديث ان للصائم عند افطاره دعوة مستجابة بل يكون نومه عبادة
دعا مقبول ہوتی ہی جنانچہ حدیث میں آیا ہی کہ روزہ دار کی افطار کی وقت دعا مقبول ہوتی ہی بلکہ روزہ دار کا سونا بہی عبادت ہی
كما جاء في الحديث نوم الصائم عبادة قال ابو العالية الصائم في العبادة ما لم يغتب وان كان
جنانچہ حدیث میں آیا ہی کہ روزہ دار کی نیند عبادت ہی ابو العالیہ کہتا ہی روزہ دار ہر وقت عبادت میں ہوتا ہی جبتک غیبت نکری اگرچہ
نائما على فراشه فعلى هذا يكون في ليله ونهاره على عبادة واما سروره وفرحه عند موته ولقاء ربه
اپنی بستر پر سوتا ہی اسکی موافق تمام رات اور دن عبادت ہی میں رہتا ہی سو روزہ دار کا سرور اور خوشدلی مرتی وقت اپنی رب کی ملاقات پر

فیما یجده مُدّخرا عند الله تعالی من ثواب صومه فان من ترك لله طعامه وشرابه وشهوته یعوّضه
یہہ ہی کہ اسد کی یہاں اپنی روزہ کا ثواب جمع کیا ہوا ایکبار پاویگا کیونکہ جسنی واسطی خدا کی اپنا کہانا اور پینا اور شہوت موقوف کی تو اسد اوسکو
الله تعالی خیرا من ذلك کما قال الله تعالی وَمَا تُقَدِّمُوا لِأَنْفُسِكُمْ مِنْ خَيْرٍ تَجِدُوهُ عِنْدَ اللهِ هُوَ خَيْرًا
عوض اوسکا اوس سی بہت اچھا عنایت کریگا چنانچہ اسد تعالی فرماتا ہی اور جو آگی بہیجو گی اپنی واسطی کوئی نیکی اوسکو پاؤ گی اسد کی پاس بہتر
وَأَعْظَمَ أَجْرًا وجاء فی الخبر انه علیه السلام قال لرجل انك لن تدع شیئا اتقاء الله تعالی الا اتاك الله
اور ثواب میں زیادہ اور حدیث میں آیا ہی کہ پیغمبر صلی اسد علیہ وسلم نی ایک شخصکو فرمایا بیشک تو کبہی نہیں ترک کریگا کوئی چیز اسد تعالی کی خوف سی مگر تجکو اسد تعالی
خیرا منه وروی ان الصائمین یوضع لهم یوم القیمة مائدة تحت العرش یاکلون علیها والناس فی الحساب
بہتر اوس سی دیگا اور روایت ہی کہ روزہ داروں کی واسطی قیامت کی دن عرش کی تلی دسترخوان چناجاویگا اوسپر تناول کرینگی اور اور خلقت ابہی حساب میں مبتلا
فیقول الناس ما هؤلاء یاکلون ونحن فی الحساب فیقال لهم انهم کانوا یصومون وانتم تفطرون وفی الصحیحین
پہر کہینگی یہہ کیسی لوگ میں کہ بیٹہی کہاتی ہیں اور ہم حساب ہی میں مبتلا ہیں کوئی انکو جواب دیگا یہہ لوگ روزہ رکہتی تہی اور تم روزہ خور تہی اور صحیح بخاری اور
انه علیه السلام قال ان فی الجنة بابا یقال له ریّان لا یدخل منه الا الصائمون والمراد بالصائمین
ہی کہ پیغمبر صلی اسد علیہ وسلم نی فرمایا جنت کی ایک دروازہ کا نام ریان ہی اوس دروازہ میں سی صرف روزہ دار داخل ہونگی اور روزہ داروں سی مراد یہہ ہی
هم الذین یکثرون الصوم فانهم لما تحملوا تعب العطش خصوا بباب فیه الری والامان من العطش قبل تمکنهم
کہ جو لوگ اکثر روزہ رکہتی تہی کیونکہ ان لوگوں نی جو بہوک اور پیاس کی برداشت کی تو ایسی دروازہ سی مخصوص ہوئی جسمین تازگی اور پیاس کا بچاو
من الجنة هذا کله اذا کان صومهم مع الاحتراز عن کل ما یحرم علیهم والا فهم یکونون من الذین
جنت کی اندر جانی سی پہلی کیہہ تمام باتیں جب ہیں کہ انکا روزہ تمام ایسی اعمال سی جو انپر حرام ہیں محفوظ ہو اور نہیں تو وہ روزہ دار ایسی ہیں جنکی حق میں
قال فیهم رسول الله علیه السلام فی حدیث رواه ابو هریرة کم من صائم لیس له من صیامه الا الجوع
رسول اسد صلی اسد علیہ وسلم ایک حدیث میں جو ابو ہریرہ سی روایت ہی فرماتی ہیں بہت روزہ دار ایسی ہیں کہ انکی لئی روزہ میں سی سوای بہوک
والعطش فی حدیث اخر رواه ابو هریرة کم من صائم لیس له من صیامه الا الظمأ وکم من قائم لیس
اور پیاس کی کچہہ نہیں ہی اور ایک اور حدیث میں جو ابو ہریرہ کی روایت سی بہت روزہ دار ایسی ہیں کہ انکی لئی روزہ میں سی سوا پیاس کی کچہہ نہیں بہت رات کی عابد ایسی ہیں
من قیامه الا السهر فان التقرب الی الله تعالی بترك المباحات لا یتم الا بعد التقرب الیه بترك المحرمات
کہ انکی لئی رات کی عبادت میں سی سوا بیداری کی کچہہ نہیں کیونکہ قرب الہی مباح چیزوں کی چہوڑنی سی پورا نہیں ہوتا جبتک محرمات کو چہوڑ کر قرب الہی نہ پیدا کری
کما روی عن ابی هریرة انه علیه السلام قال من لم یترك الکذب والعمل بمقتضاه فلیس لله حاجة فی ان یدع طعامه
چنانچہ ابو ہریرہ سی روایت ہی کہ پیغمبر علیہ السلام نی فرمایا جو شخص کہ جہوٹہ کو اور جہوٹہ کی مناسب کاروبار کو نہیں ترک کرتا تو اسد کو اوسکی کچہہ پرواہ نہیں ہی کہ اپنا کہانا
وشرابه فانه علیه السلام بین فی هذا الحدیث ان من لا یترك الکذب والعمل بمقتضاه لا یقبل الله صومه
پینا بند کری بیشک نبی علیہ السلام نی اس حدیث میں یہہ بیان فرمایا کہ جو شخص جہوٹہ کو اور جہوٹہ کی لایق اعمال کو نہیں چہوڑتا تو اسد تعالی اوسکا روزہ
ولا ینظر الیه لانه امسك عما یحل له ولم یمسك عما حرم علیه والمقصود من الصوم لیس بنفس الجوع و
قبول نہیں کریگا اور نہ اوسپر شفقت کریگا اسواسطی کہ وہ شخص مباحات سی تو بچا اور محرمات سی نہ بچا اور روزہ سی غرض صرف بہوک اور پیاس کا مارنا نہیں ہی
العطش فقط بل المقصود منه کسرة الشهوة وقهر النفس الامارة بالسوء فاذا لم یحصل شیء من ذلك
بلکہ روزہ سی غرض شہوت کا توڑنا اور نفس امارہ کا جو برائی کی طرف لیجاتا ہی مغلوب کرنا ہی جب یہہ غرض کچہہ نہ حاصل ہوئی
فای فائدة فی ترك الطعام والشراب فعلی هذا اذا اراد العبد ان ینال الثواب والفضائل التی ذکرها
تو پہر کہانا پینا بند کرنی سی کیا فائدہ اسکی موافق جب کوئی شخص یہہ چاہی کہ مجکو وہ ثواب اور فضیلت حاصل ہو جسکا نبی صلی اسد علیہ وسلم نی

النبی علیه السلام ینبغی له ان یعرف حرمة الوقت وشرفه ویحفظ فیه بطنه عن الحرام ولسانه عن

ذکر فرمایا ہی لائق اسکو لازم ہی کہ وقت کی حرمت کو پہچانی اور وقت کی خوبی کو دریافت کری اور رکہی اپنی پیٹ کو حرام کہانی سی اور اپنی زبان کو

الکذب والغیبة وقبیح الکلام وجوارحه عن الخطایا والاثام وقلبه عن العجب والکبر وحسد

جہوٹ اور غیبت اور بیہودہ کلام سی اور اپنی ہاتہ پانو اعضا کو خطا اور گناہ سی اور اپنی دل کو خود بینی اور تکبر سی اور خلق کی دشمنی سی

الانام ثم انه اذا فعل ذلک ینبغی له ان یکون خائفا من الله تعالی هل یقبل منه ام لا یقبل ویدعو

بچاوی پہر وہ شخص جب یہ سب کر چکا تو اب اسکو لائق ہی کہ اللہ تعالی سی یہہ خوف کرتا رہی کہ آیا میرا یہہ روزہ قبول کرتا ہی یا نہیں قبول کرتا اور دعا کری

ان یقبل المجلس الثالث والعشرون فی بیان فضیلة صوم شعبان کان رسول الله

کہ قبول کری تیئسوین مجلس فضیلت روزہ ماہ شعبان کی بیان مین تہی رسول اللہ

صلی الله علیه وسلم یصوم شعبان کله الا قلیلا وفی روایة بل کان یصوم شعبان کله هذا الحدیث

صلی اللہ علیہ وسلم کہ تمام شعبان کی روزی رکہا کرتی تہی مگر کچہہ تہوڑا سا افطار کرتی اور ایک روایت مین ہی بلکہ تمام شعبان کی روزی رکہتی تہی

من صحاح المصابیح رواته ام المؤمنین عائشة وهذه الروایة الاخیرة موافقة لما روی عن ام سلمة

یہہ حدیث مصابیح کی صحیح حدیثوں میں ہی حضرت عائشہ ام المؤمنین کی روایت سی یہہ پچہلی روایت اوس روایت کی موافق ہی جو ام سلمہ سی روایت ہی

انها قالت ما رایت النبی علیه السلام یصوم شهرین متتابعین الا شعبان ورمضان فان قیل یلزم

کہ وہ کہتی تہین نہین دیکہا مین نی نبی علیہ السلام کو کہ دو مہینی پوری پی در پی روزی رکہی ہوں سوای شعبان اور رمضان کی اگر کوئی کہی

علی هذه الروایة ان یکون افضل الصیام بعد صوم رمضان صوم شعبان مع انه علیه السلام

کہ اس روایت سی لازم آتا ہی کہ بعد روزہ رمضان کی شعبان کی روزی افضل ہوں اور حال یہہ ہی کہ نبی علیہ السلام نی

قال افضل الصیام بعد شهر رمضان شهر الله المحرم فالجواب ان جماعة من الناس وان اعتقدوا ان

فرمایا ہی اچہی روزی بعد ماہ رمضان کی ماہ الہی محرم کی ہیں سو جواب یہہ ہی کہ بیشک ایک جماعت کا اگرچہ یہہ ہی اعتقاد ہی

صیام المحرم والاشهر الحرم افضل من صیام شعبان لکن الاظهر خلاف ذلک فان صیام شعبان

کہ محرم اور اشہر الحرم کی روزی شعبان کی روزوں سی بہتر ہیں لیکن اسکی خلاف ظاہر تر ہی بیشک شعبان کی روزی

افضل من صیام الاشهر الحرم یدل علی ذلک ما روی عن انس انه علیه السلام سئل ای الصیام افضل

اشہر الحرم کی روزوں سی بہتر ہیں دلیل اسکی وہ ہی جو انس سی روایت ہی کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سی کسی نی پوچہا رمضان کی بعد کونسی

بعد رمضان فقال شعبان تعظیما لرمضان وروی عن اسامة انه کان یصوم اشهر الحرم فقال

روزی افضل ہین آپ نی فرمایا شعبان کی رمضان کی تعظیم کی لئی اور اسامہ سی روایت ہی کہ اسامہ اشہر الحرم کی روزی رکہا کرتی ہی سو

له رسول الله علیه السلام صم شوالا فترک صوم اشهر الحرم وکان یصوم شوالا حتی مات فهذا نص

اسکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نی فرمایا شوال میں روزی رکہا کر پہر اسامہ نی اشہر الحرام کی روزی چہوڑ دی پہر شوال میں روزی رکہا کئی آخر مر گئی سو یہہ روایت

فی تفضیل صیام شوال علی صیام اشهر الحرم فاذا کان صوم شوال افضل من صوم الاشهر الحرم

شوال کی روزوں کی فضیلت پر نص ہی اشہر الحرم کی روزوں سی پہر جب شوال کی روزی اشہر الحرم کی روزوں سی بہتر ہوئی

فکون صوم شعبان افضل من صیام الاشهر الحرم اولی لصیام النبی علیه السلام له دون شوال

تو شعبان کی روزی اشہر الحرم کی روزوں سی زیادہ تر افضل ہوگی اسلئی کہ نبی علیہ السلام روزی شعبان میں رکہتی تہی شوال میں نہین رکہتی تہی

وانما کان کذلک لانهما یلیان من بعده ومن قبله فظهر من هذا ان افضل التطوع من الصیام ما

اور یہہ اس لئی ہی کہ یہہ دونو مہینی یعنی شعبان اور شوال متصل ہین رمضان کی بعد اور رمضان سی پہلی اس سی معلوم ہوا کہ نفل روزوں میں وہ ہی افضل ہی جو

قريبا من رمضان قبله وبعده فيكون منزلته من الصيام بمنزلة السنن الرواتب مع الفرائض

رمضان سی قریب ہوں پہلے اور پیچھے پس ان کا درجہ ایسا ہی جیسے سنن رواتب یعنی مؤکدہ کا فرضوں کا ہی

قبلها وبعدها فان السنن الرواتب كما يلتحق بالفرائض فى الفضل وتكمل به لنقص الفرائض فكذلك

فرضوں سی پہلے اور پیچھے سنتیں رواتب یعنی مؤکدہ جیسی فضیلت میں فرضوں کی ساتھ ہیں اور فرضوں کی نقصان کو پورا کرتی ہیں ایسی ہی

صيام ما قبل رمضان وما بعده فانه ملتحق فى الفضل بصيام رمضان لقربه منه ويكون قوله عليه السلام

نفل روزی رمضان سی پہلے اور پیچھے بھی فضیلت میں رمضان کی روزوں کی ساتھ شامل ہیں کیونکہ رمضان سی متصل ہیں پس معنی اس حدیث کی

افضل الصيام بعد رمضان شهر الله المحرم محمولا على التطوع المطلق واما ما كان قبل رمضان وبعده

کہ اچھی روزی رمضان کی بعد ماہ محرم کی ہیں مطلق نوافل پر محمول ہونگی اور جو روزی کہ رمضان سی پہلی اور پیچھی ہیں

فانه ملتحق به فى الفضل كما ان قوله عليه السلام فى تمام الحديث وافضل الصلوة بعد المكتوبة

وہ فضیلت میں رمضان کی شامل ہیں جیسی رسول علیہ السلام کا تتمہ حدیث میں کہ بہتر نماز بعد فرائض کی

قيام الليل انما اريد به تفضيل قيام الليل على التطوع المطلق دون السنن الرواتب عند جمهور العلماء

رات کی نماز ہی اس سی تمام علماء کی نزدیک فضیلت قیام لیل کی مطلق نوافل پر مراد ہی سنن مؤکدہ پر نہیں کی

وقد ذكر فى صيام النبى عليه السلام لشعبان دون غيره من الشهور معنى حسنا وهو ما روى عن اسامة

اور بابت روزہ رکھنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شعبان کی سوا اور مہینوں کی خوب معنی ذکر کئی ہیں اور وہ یہ ہیں کہ اسامہ سی روایت ہی

انه عليه السلام قال ذلك شهر يغفل الناس عنه بين رجب ورمضان فانه عليه السلام اشار الى

کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا یہ ایسا مہینہ ہی کہ لوگ اس سی غافل ہیں رجب اور رمضان کی بیچ پس نبی علیہ السلام نی یہ اشارہ کیا کہ

انه لما اكتنفه شهران عظيمان الشهر الحرام وشهر الصيام اشتغل الناس بهما عنه فصار

کہ شعبان کو دو بڑی عظمت کی مہینوں نی گھیر رکھا ہی ماہ محرم اور ماہ صیام لوگ شعبان سی ان میں مشغول ہو گئی

مغفولا عنه حتى ظن كثير من الناس ان صيام رجب افضل من صيام شعبان لانه شهر حرام وليس

مغفول ہو گیا یہاں تک کہ اکثر لوگ یہ گمان کرتی ہیں کہ رجب کی روزی شعبان کی روزوں سی افضل ہیں اس لئے کہ رجب ماہ حرام ہی اور

كذلك ما روى عن عائشة انها قالت ذكر لرسول الله عليه السلام قوم يصومون رجبا فقال واين هم

یہ بات نہیں ہی اس واسطے کہ عائشہ سی روایت ہی کہ وہ کہتی ہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سامنی ایک قوم کا ذکر آیا کہ وہ رجب میں روزی رکھتی ہی آپ نی فرمایا

عن شعبان وفيه اشارة الى ان بعض ما اشتهر فضله من الازمان والاماكن والاشخاص قد يكون غيره

وہ لوگ شعبان کو چھوڑ کر کہاں گئی اور اس میں یہ اشارہ ہی کہ بعضی زمانہ اور کوئی وقت بعض مکان یا بعض شخص فضیلت میں مشہور ہوتا ہی کبھی ان کا غیر بھی

افضل منه اما مطلقا او لخصوصية فيه لا يتفطن لها اكثر من الناس فيشتغلون عنه بالمشهور

افضل ہوتا ہی یا تو مطلقا یا کسی خصوصیت سی جو اس میں ہوتی ہی کہ اکثر لوگوں کی خیال میں نہیں آتی تو وہ اوسکو چھوڑ کر مشہور کی طرف مشغول ہوتا ہی

ويفوتون تحصيل فضيلة ما ليس بمشهور عندهم وفيه دليل على استحباب عمارة ازمان غفلة الناس

اور اوسکی فضیلت کی حاصل کرنی سی جو انکی نزدیک مشہور نہیں ہی محروم رہ جاتی ہیں اور اس میں دلیل اس مطلب کی ہی کہ عبادت سی معمور کرنا ایسی وقت کا جسمیں لوگ غافل ہوں

بالطاعة وان ذلك محبوب عند الله تعالى ولذلك كان طائفة من السلف يستحبون احياء ما بين

مستحب ہی اور یہ بات اللہ تعالی کو محبوب پسند ہی اسی واسطے ایک جماعت سلف میں سی مغرب عشا کی درمیان

العشائين بالصلوة ويقولون هى ساعة الغفلة وانه عليه السلام لما خرج على صحابته وهم ينتظرون

نماز پڑھنی کو مستحب سمجھتی اور عشا کی سنت پسند کرتی یہی ہی اور کہتی ہیں کہ یہ غفلت کا وقت ہی پس نبی علیہ السلام جب صحابہ کی پاس آئی اور صحابہ عشا کی نماز کا انتظار کر رہی تھی

صلوة العشاء قال ما ينتظرها احد من اهل الارض غيركم وفي هذا اشارة الى فضيلة التفرد بذكر الله

تو فرمایا اس نماز کا سواء تمہارے روی زمین پر کوئی منتظر نہیں ہی اسمیں اشارہ ہی کہ تنہا ذکر الٰہی میں مشغول رہنا

في وقت من الاوقات لا يوجد فيها ذاكر ولذلك فضل القيام في وسط الليل لشمول الغفلة عن الذكر فيه

تمام وقتوں میں سی ایسی وقت کہ کوئی اوسوقت ذکر نہ کرتا ہو بہت افضل ہی اسیواسطی آدھی رات کی وقت جاگنا بہت افضل ہی اسواسطی کہ اوسوقت اکثر لوگ ذکر الٰہی

لاكثر الناس وفي احياء الوقت المغفول عنه بالطاعة فوائد منها انه يكون اخفى واخفاء النوافل و

غافل ہوتی ہیں اور غفلت کی وقت عبادت کرنی میں بہت فائدی ہیں ایک یہہ کہ یہہ وقت پوشیدہ ہی اور نوافل کا چھپانا اور

اسرارها افضل لا سيما الصيام فانه سر بين العبد وربه لا يطلع عليه غيره تعالى ولهذا قيل لا يكون

پوشیدہ رکھنا افضل ہوتا ہی خاص نفل روزی کیونکہ روزہ درمیان بندہ اور پروردگار کی راز ہوتا ہی اسپر سوای اللہ تعالی کی کسیکو اطلاع نہیں ہوتی اسیواسطی

فيه رياء ومنها انه يكون اشق على النفوس وافضل الاعمال اشقها على النفوس وسبب ذلك ان النفوس

کہتی ہیں کہ روزہ میں ریا نہیں ہوتی اور ایک یہہ کہ روزہ طبیعتوں پر دشوار ہوتا ہی اور اعمال میں افضل وہ ہی ہوتا ہی جو طبیعتوں پر دشوار ہو اور سبب اسکا یہہ ہی کہ طبیعتیں

تتاسى بما تشاهد من احوال ابناء الجنس فاذا كثرت يقظة الناس وطاعتهم يكثر اهل الطاعة لكثرة

ہمجنس کی حالات میں سی جو دیکھتی ہیں وہ ہی عادت اختیار کر لیتی ہیں پس اگر لوگوں کی بیداری اور اونکی عبادت کثرت سی ہونی لگی تو اہل طاعت بہی زیادہ ہونگی

المقتدين بهم فتسهل الطاعات عليهم واذا كثرت الغفلة واهلها تاسى بهم عموم الناس فيشق على

کیونکہ دیکہا دیکہی بہت پیرو ہونگی پہر اونپر عبادت آسان ہو جاوگی اور اگر غفلت اور غفلت والی زیادہ ہونگی تو عام لوگونکی ویسی ہی عادت ہو جاوگی اسواسطی اون لوگوں

نفوس المتيقظين طاعاتهم لقلة من يقتدون بهم فيها ولهذا قال النبي عليه السلام للعامل منهم اجر

عبادت کرنی دشوار ہوگی اسواسطی کہ اسوقت میں ہمراہی کم تر ہیں اسیلئی نبی علیہ السلام نی فرمایا کہ اونمیں سی ایک عمل کرنیوالی کو اجر

خمسين منكم انكم تجدون على الخير اعوانا ولا يجدون وقال عليه السلام العبادة في الهرج كالهجرة

پچاس آدمیوں کا تم میں سی ہی کیونکہ تمکو خیر پر بہت مددگار میسر آتی ہیں اور اونکو نہیں ملتی اور فرمایا علیہ السلام نی فساد کی وقت عبادت کرنی ہجرت کی جیسی

الي فانه عليه السلام بين في هذا الحديث ان ثواب العبادة في وقت الفتنة واختلاف امور الناس

میری طرف ہجرت کی بیشک پیغمبر علیہ السلام نی اسحدیث میں یہہ بیان فرمایا کہ ثواب عبادت کا بروقت آشوب اور ابتری چلن آدمیوں کی اتنا ہی

كثواب الهجرة من مكة الى المدينة في زمانه عليه السلام قبل فتح مكة وسبب ذلك ان الناس في وقت الفتنة

گویا مکہ سی مدینہ کی طرف پیغمبر علیہ السلام کی عہد میں فتح مکہ سی پہلی ہجرت کی اور اسکا سبب یہہ ہی کہ آدمی فتنہ اور آشوب کی وقت

يتبعون اهواءهم ولا يتقيدون بدينهم فيكون حالهم شبيها بحال اهل الجاهلية فاذا انفرد من بينهم من

اپنی ہوا ہوس کی تابع ہو جاتی ہیں اور اپنی دین کی قید میں نہیں رہتی پہر اونکا حال اہل جاہلیت کا سا ہو جاتا ہی پہر اگر اونمیں سی ایک شخص الگ ہو جاوی

يتمسك بدينه ويعبد ربه ويتبع امره ويجتنب نهيه يكون كمن هاجر من بين اهل الجاهلية الى رسول الله صلعم

کہ اپنی دین کو ہاتہ سی نہ دی اور اپنی رب کی عبادت کری اور اوسکی امر کا تابع اور اوسکی نہی سی بچتا رہی تو وہ ایسا ہی کہ اہل جاہلیت میں سی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف

مؤمنا متبعا الاوامره مجتنبا النواهيه وقال عليه السلام بدأ الاسلام غريبا وسيعود غريبا كما بدأ

مومن اور اوامر کا تابع اور منہیات سی مجتنب ہو کر ہجرت کر گیا اور فرمایا علیہ السلام نی شروع ہوا ہی اسلام غریب ہو کر اور پہر غریب ہو جاویگا جیسی شروع ہوا تہا

فطوبى للغرباء يعني ان الاسلام في ابتداء ظهوره كان غريبا لم يوجد الا في احاد من الناس وقلة منهم

سو خوشی ہی غریبوں کو مراد یہہ ہی کہ اسلام ابتداء ظہور میں غربت تہا نہیں پایا جاتا تہا مگر کسی کسی آدمی میں بہت کمتر

ثم انتشر وشاع قويا وبعد ذلك سيلحقه نقص واختلال حتى لا يبقى الا في احاد من الناس وقلة منهم وثم

پہر پہیل گیا اور بہت قوی ہو کر منتشر ہو گیا اور بعد اسکی قریب ہی کہ اوسمیں نقصان اور خلل آجاوی یہان تک کہ باقی نہیں رہیگا مگر کسی کسی آدمی میں بہت کمتر

الغرباء فطوبى لهم وقد جاء تفسيرهم في حديث اخر انهم النزاع من القبائل يعني انهم الذين كانوا فلسيلا

غربا ہین سو اونکو خوشی ہی اور غربا کی تفسیر ایک اور حدیث مین آئی ہی کہ وہ قبائل مین کوئی کوئی ہین یعنی غربا وہ ہین جو تہوڑی ہون

فلا يوجد في كل قبيلة منهم الا الواحد والاثنان بل لا يوجد احد منهم في القبائل والبلدان كما كان كذلك في

ہر قبیلہ مین ایک ایک دو دو سپاہی ہونگی بلکہ قبیلوں اور شہرون مین کوئی نہ ملیگا جیسیکہ ابتداء ظہور اسلام مین

ابتداء ظهور الاسلام وفي حديث اخر انهم الذين يصلحون اذا فسد الناس يعني انهم قوم صالحون عاملون

یہہی حال تہا اور ایک اور حدیث مین ہی کہ غربا وہ ہین جو اصلاح پر عمل کرتی ہین اگر آدمیون مین فساد پیدا ہو مراد یہہ ہی کہ غربا قوم صالح ہی

بالسنة في زمان فساد الناس ومنها ان المنفرد بالطاعة بين اهل الغفلة والمعاصي يدفع به البلاء

فساد کی زمانہ مین سنت پر عمل کرنیوالی اور ایک فائدہ یہہ ہی کہ جو تنہا عبادت کرنیوالا ہی غفلت اور معاصی والون مین اوسکی سبب سی لوگوں کی بلا دفع ہوتی ہی

عن الناس فكانه يحميهم ويدافع عنهم والاثار في هذا المعنى كثيرة جدا وقد ذكر لصومه عليه السلام لشعبان

گویا وہ شخص اونکا حامی ہی اونکی بلا کو دفع کرتا ہی اس باب مین آثار بہت آئی ہین اور واسطی روزی رکہنی پیغمبر علیہ السلام کی ماہ شعبان مین

معنى اخر وهو انه عليه السلام كان يصوم من كل شهر ثلثة ايام وربما اخر ذلك ليقضيه بصوم شعبان

ایک اور وجہ بہی بیان کرتی ہین وجہہ یہ ہی کہ پیغمبر علیہ السلام ہر مہینی مین تین تین روزی رکہتی تہی اور بعضی وقت تاخیر فرما دیتی تاکہ اوسکا عوض شعبان کی روزون

يعني ان صومه عليه السلام ربما كان لا يبلغ ثلثة ايام في بعض الشهور فيكمل ما فاته من ذلك في شعبان اذا

کردین مراد یہہ ہی کہ روزی پیغمبر علیہ السلام کی بعضی دفعہ بعضی مہینون مین تین تین پوری نہین ہوتی تہی سو جسقدر روزی فوت ہوجاتی تہی وہ سب شعبان مین پوری کرتی

كان عمله عليه السلام دائمة فكان اذا دخل عليه شعبان وكان عليه بقية من صيام تطوع لم يصمه

تہی جن روزونکا رکہنا دایمی ہوتا تہا سو آپکا طریقہ یون تہا جب اونکو ماہ شعبان شروع ہوتا اور اوپر کچہہ نوافل روزی باقی ہوتی کہ نہ رکہی ہون

يقضيه في شعبان حتى يكمل نوافله بالصوم قبل دخول رمضان كما كان يقضي ما فاته من سنن الصلوة

تو وہ روزی شعبان مین قضا کر دیتی تہی تاکہ تمام نوافل روزی رمضان کی آنی سی پہلی پوری ہو جائین جیسا کہ نماز مسنون کو جو رہ جاتی تہی قضا کر دیتی تہی

وكما كان يقضي بالنهار ما فاته من قيام الليل وقالت عائشة ربما اردت ان اصوم فلم اطق حتى

اور جیسا کہ قیام لیل مین سی جو رہ جاتا تہا وہ دن مین پورا کر دیتی تہی اور عایشہ کہتی ہین بعضی وقت مین روزہ رکہنی کا ارادہ کرتی سو نہو سکتا

اذا صام النبي عليه السلام في شعبان صمت معه فانها كانت تغتنم فتقضي ما عليها من

یہان تک جب نبی علیہ السلام ماہ شعبان مین روزی رکہتی تو مین بہی اونکی ساتہ روزی رکہتی پس عایشہ اسوقت کو غنیمت جان کر جو جو اونکی ذمہ پہ

صوم رمضان لفطرها فيه بالحيض وكان في غيره من الشهور مشتغلة بالنبي عليه السلام

رمضان کی روزی ہوتی تہی بسبب عارضہ حیض کی سب ادا کر دیتی تہین اور اور باقی کی مہینون مین نبی علیہ السلام کی خدمت مین مشغول رہتی تہین

فان المراة لا تصوم وبعلها شاهد الا باذنه فمن دخل عليها شعبان وقد بقي عليه شيء من

کیونکہ عورت اپنی خاوند کی سامنی بی اجازت روزہ نہین رکہہ سکتی پس جس شخصکو ماہ شعبان آجاوی اور اوسپر کچہہ نوافل روزی باقی ہون

نوافل صيامه يستحب له قضاءه فيه حتى يكمل نوافل صيامه بين رمضان ومن كان عليه شيء

تو اوسکو مستحب ہی کہ شعبان مین ادا کر دی تاکہ اوسکی نوافل روزی دو نون رمضان کی بیچ مین ادا ہو جادین اور جسپر کچہہ

من قضاء رمضان يجب عليه قضاءه قبل رمضان اخر مع القدرة عليه ولا يجوز له تاخيره

قضا رمضان کی باقی ہو تو اوسپر واجب ہی کہ دوسری رمضان سی پہلی اگر قدرت رکہتا ہو تو قضا کر دی اور اوسکو یہہ جایز نہین ہی

الى ما بعد رمضان اخر لغير ضرورة وان كان تاخيره لعذر مستمر بين الرمضانين كان عليه قضاؤه

کہ بی ضرورت دوسری رمضان کی آگی تاخیر کری اور اگر یہہ تاخیر بسبب ایسی عذر کی جو دونو رمضان مین برابر چلا آیا ہی ہو تو اوسپر

بعد الرمضان الثانی ولا شیء علیه مع القضاء وان کان ذلک لغیر عذر قیل یقضی ویطعم مع قضاء
تو دوسری رمضان کی قضا لازم ہوگی اور دوسری سوا قضا کی اور کچھ نہیں ہی اور اگر یہہ تاخیر بلا عذر ہوئی ہی تو کہتی ہیں کہ قضا کری اور ہر ہر روزہ کی بدلہ

کل یوم ستین مسکینا وهو قول الشافعی ومالک واحمد اتباعا للاثار وردت بذلک وقیل یقضی ولا اطعام
ساٹھ مسکین کو کہانا دی یہہ قول شافعی اور مالک اور احمد کا ہی موافق اون آثار کی جو اس باب میں آئی ہیں اور بعضی کہتی ہیں قضا کری اور کہانا

علیه وهو قول ابی حنیفة وقیل یطعم ولا یقضی وهو ضعیف وقیل فی صوم شعبان معنی اخر وهو
کہانا نہیں ہی یہہ قول ابو حنیفہ کا ہی اور بعضی کہتی ہیں کہانا کہلاوی اور قضا نہیں ہی یہہ قول ضعیف ہی اور کہتی ہیں کہ شعبان کی روزوں کی ایک دوسری وجہ

ان صیامه کالتمرین علی صیام رمضان لئلا یدخل فی صیام رمضان علی مشقة وکلفة بل یکون
ہی کہ شعبان کی روزی واسطی مشاقی کی ہیں رمضان کی روزوں کی واسطی تاکہ رمضان کی روزوں میں کچھ مشقت اور تکلیف معلوم ہو بلکہ یہہ حال ہو

قد تمرن علی الصیام واعتاده ووجد بصیام شعبان حلاوة الصیام ولذته فیدخل فی صیام رمضان
کہ روزی کی عادت اور خو پکڑ چکا ہو اور شعبان کی روزوں سی روزوں کی حلاوت اور لذت اوٹھا چکا ہو پہر رمضان کی روزی

برغبة ونشاط یسر الله تعالی عمله بلطفه وتوفیقه المجلس الرابع والعشرون فی بیان فضیلة
اچھی رغبت اور خوشی سی رکہی آسان کرے یہہ عمل اپنی لطف اور توفیق سی چوبیسویں مجلس میں بیان

احیاء لیلة البراءة علی وجه السنة والاحتراز عن البدعة المکروهة قال رسول الله
شب برات کی جاگنی کی فضیلت کا بطور مسنون کی اور احتراز بدعت مکروہ سی رسول اللہ

صلی الله علیه وسلم ان الله ینزل لیلة النصف من شعبان الی السماء الدنیا فیغفر لاکثر من عدد شعر
صلی اللہ علیہ وسلم نی فرمایا بیشک اللہ تعالی ماہ شعبان کی پندرہویں شب کو طرف ورلی آسمان کی نزول فرماتا ہی پہر قبیلہ کلب کی بکریوں کی بالوں کی گنتی سی

غنم کلب هذا الحدیث من حسان المصابیح رونه ام المؤمنین عائشة رض والمراد بلیلة النصف من شعبان
بہت زیادہ بخشدیتا ہی یہہ حدیث مصابیح کی حسن حدیثوں میں سی ہی ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت سی اور مراد شعبان کی ادہی رات سی

لیلة البراءة وانما خص قبیلة کلب بالذکر لانهم اکثر نفرا وغنما من سائر القبائل والمعنی انه تعالی ینتقل فی
شب برات ہی اور خاص قبیلہ کلب کو اسواسطی ذکر کیا ہی کہ وہ سب اور قبیلوں کی باعتبار آدمیوں اور بکریوں کی زیادہ ہی اور معنی یہہ ہیں کہ اللہ تعالی

تلک اللیلة من صفة الجلال المقتضیة لقهر العداوة والانتقام من العصاة الی صفة الجمال المقتضیة
اوس رات میں صفت جلالی سی جو سبب ہی گنہگاروں کی انتقام اور عدوت کا طرف صفت جمال کی جو باعث ہی

للرحمة والمغفرة وانما حمل لفظ الحدیث علی هذا المعنی لان النزول والصعود والحرکة والسکون لما کانت
رحمت اور بخشش کا نقل فرماتا ہی اور حدیث کی الفاظ کو ان معنوں پر اسواسطی حمل کیا ہی کہ اوترنا اور چڑہنا اور حرکت اور سکون چونکہ

من صفات الاجسام المتحیزة وقد ثبت بالقواطع العقلیة والنقلیة انه تعالی منزه عن الجسمیة والتحیز
یہہ سب صفات اجسام متحیزہ کی ہیں اور دلائل قطعی عقلی اور نقلی سی ثابت ہو چکا ہی کہ اللہ تعالی جسمیت اور تحیز وغیرہ صفات اجسام سی

امتنع علیه النزول بمعنی الانتقال من موضع اعلی الی ما هو اخفض منه فیکون المعنی ما ذکره اهل الحق وهو
پاک ہی تو اوسپر نزول بمعنی انتقال مکان بلند سی طرف مکان پست کی محال ہی پہر معنی حدیث کی وہ ہی جو اہل حق نی ذکر کئی ہیں یعنی

نزول رحمته ومزید لطفه ومغفرته علی عباده واجابة دعوتهم وقبول توبتهم کما هو دیدن الملوک الکرماء
رحمت کا اوترنا اور زیادت لطف اور مغفرت اپنی بندوں پر فرمانا اور ان کی دعا کا قبول کرنا اور ان کی توبہ کا جیسا کہ عادت اور رسم کریم بادشاہوں

والسادة الرحماء اذا نزلوا بقرب قوم فقراء محتاجین یحسنون الیهم وهذا المعنی وان کان قد وعد فی سائر
اور رحیم سرداروں کی ہوتی ہی کہ جب وہ فقیر محتاجوں کی پاس گذرتی ہیں تو ان کی ساتھ احسان کرتی ہیں اور یہہ معنی اگرچہ تمام راتوں میں

الليالي نصاً لما روي أنه عليه السلام قال ينزل ربنا تبارك وتعالى كل ليلة إلى السماء الدنيا حين يبقى ثلث
سب وعدہ ہی نہ ہوں پر دلیل ہے کیونکہ آنحضرت علیہ السلام نے فرمایا کہ ظہور فرماتا ہے ہمارا رب تبارک وتعالیٰ ہر رات میں طرف دنیا کے آسمان کی جب تہائی
الليل الآخر يقول من يدعوني فأستجيب له من يستغفرني فأغفر له من يسألني فأعطيه ألا إن
ساعت باقی رہتی ہے فرماتا ہے کون ہے کہ دعا کرے سو لائق ہوں میں کہ اس کی دعا قبول کروں کون ہے کہ مغفرت مانگے تو لائق ہوں میں کہ اس کو بخش دوں کون ہے کہ سائل کہ میں اس کو عطا کروں آگاہ رہو
النزول في سائر الليالي مقيد بوقوعه حين يبقى من كل ليلة ثلثها الآخر وفي ليلة البراءة ليس هذا
سب راتوں میں یہ ظہور اور یہ کلام نزول میں مقید ہے کہ جب تجلی تہائی رات باقی رہے اور شب برات میں یہ قید نہیں ہے
القيد بل المقصود تخصيص هذه الليلة بمزيد الشرف والفضل لكونها ليلة شريفة عظيمة
بلکہ مقصود یہ ہے کہ یہ رات مخصوص ہے شرافت اور فضیلت کی زیادتی سے کیونکہ یہ رات بہت ہی شریف ہے
كما روي عن عطاء بن يسار أنه قال ما من ليلة بعد ليلة القدر أفضل من ليلة نصف شعبان
چنانچہ روایت ہے عطاء بن یسار سے کہ کوئی رات شب قدر کے بعد شب برات سے بہتر نہیں ہے
وقد ورد في فضلها أحاديث أخر متعددة وكان التابعون من أهل الشام كخالد بن معدان ومكحول
اور شب برات کی فضیلت میں اور بھی چند حدیثیں آئی ہیں اور اہل شام میں سے تابعی جیسے خالد بن معدان اور مکحول
ولقمان بن عامر وغيرهم يعظمونها ويجتهدون بالعبادة فيها فلما اشتهر ذلك عنهم في البلدان
اور لقمان بن عامر وغیرہ شب برات کی بہت تعظیم کرتے تھے اور اس رات میں عبادت میں مبالغہ کرتے تھے جب ان کا یہ حال ملکوں میں مشہور ہوا
اختلف الناس في ذلك فمنهم من قبله منهم ووافقهم على تعظيمها لكن أكثر العلماء من أهل الحجاز
تو لوگوں میں اختلاف ہوا بعضوں نے اس کو ان سے مان لیا اور ان کی موافقت کر کے تعظیم کرنے لگے لیکن اکثر علماء اہل حجاز
أنكروا ذلك وقالوا ذلك بدعة والحق أن المؤمن إذا اشتغل في تلك الليلة الخاصة بنفسه بأنواع
نے اس کا انکار کیا اور کہا کہ یہ سب بدعت ہے اور حق یہ ہے کہ مومن اس رات میں اگر اکیلا عبادات میں مشغول ہو کر جیسا کہ پڑھنا
العبادات من الصلاة والتلاوة والذكر والدعاء يجوز ولا يكره وأما الاجتماع فيها في المساجد والجوامع
نماز اور تلاوت کرے اور اللہ کا نام لے اور دعا مانگے تو جائز ہے مکروہ نہیں اور اس رات میں مسجد محلہ یا مسجد جامع میں
للصلاة النافلة بالجماعة الكثيرة كما هو المعتاد في زماننا فمكروه وهذا قول الأوزاعي إمام أهل الشام و
جمع ہونا اور نفلیں پڑھنی جماعت کثیر سے جیسی ہماری زمانہ میں عادت ہو گئی ہے سو یہ مکروہ ہے یہ قول اوزاعی کا ہے جو اہل شام کا پیشوا اور
عالمهم وفقيههم وكذا إسراج السرج الكثيرة في المساجد وإيقاد القناديل الكثيرة في الجوامع في تلك
عالم اور فقیہ ہے اور ایسے ہی مسجدوں میں روشنی کرنی اور قندیل جامع مسجد میں روشن کرنی اس رات میں
الليلة لا يجوز لما ذكر في القنية أن إسراج السرج الكثيرة ليلة البراءة في السكك والأسواق بدعة وكذا
جائز نہیں ہے اس واسطے کہ قنیہ میں یہ مذکور ہے کہ بہت سی چراغ روشن کرنی شب برات کو کوچوں اور بازاروں میں بدعت ہے ویسے ہی
في المساجد ويضمن القيم بل ولو ذكره الواقف وشرطه لا يعتبر ذلك الشرط شرعاً وإن لم يكن من مال الوقف
مسجدوں میں اور متولی ضامن ہوتا ہے بلکہ وقف کرنے والا اگر صریح کر کر شرط کر دی تو بھی شرعاً وہ شرط معتبر نہیں ہے اور اگر مال وقف سے نہیں ہے
بل من غيره يكون ذلك تبذيراً وإضاعة المال والتبذير حرام بنص القرآن وقد نهى النبي عليه السلام عن
بلکہ غیر کا ہو تو یہ خرچ اسراف میں داخل ہے اور مال کا ضائع کرنا ہے اور اسراف حرام ہے نص قرآنی سے اور منع کیا ہے نبی علیہ السلام نے مال تلف کرنے سے
إضاعة المال واعتقاد أن ذلك قربة من أعظم البدع وأقبح السيئات وكذا التنفل في تلك الليلة بالجماعة
منع فرمایا ہے اور یہ اعتقاد کرنا کہ یہ ثواب کی بات ہے بڑی بدعت اور بدتر برائی ہے اور ایسے ہی اس رات کو بڑی جماعت سے نفلیں پڑھنی

الكثيرة بدعة قبيحة يجب الاجتناب عنها لان الفقهاء قد اتفقوا على كراهة الجماعة فی النوافل ما عدا التراويح
بڑی بدعت ہی اس بدعت سی بچنا چاہی اسواسطی کہ فقہاء سب متفق ہین کہ نفلون کی جماعت سوای تراویح
والاستسقاء والكسوف اذا كان سوى الامام اربعة والصلوة التی تصلی فی تلك الليلة بالجماعة الكثيرة و
اور صلوٰۃ استسقاء اور صلوٰۃ کسوف کی اگر سوا امام کی چار آدمی جمع ہون تو مکروہ ہی اور وہ نماز جو اس رات کو بڑی جماعت سے پڑھی جاتی ہی اور
تسمى صلوة البراءة بدعة ايضا لعدم وقوعها فی عصر الصحابة والتابعين بل انما ظهرت بعد المائة
صلوۃ البراءت اوسکا نام رکھ چھوڑا ہی وہ بھی بدعت ہی اسواسطی کہ صحابہ اور تابعین کی عہد مین نہین تھی بلکہ ہجرت نبوی سی چار سو برس کی بعد
الرابعة من الهجرة النبوية فانها حدثت فی المسجد الاقصى سنة ثمان واربعين واربعمائة واصلها على ما
پیدا ہوئی ہی کیونکہ یہہ نماز مسجد اقصا مین سنہ چار سو اڑتالیس مین شروع ہوئی ہی اور اسکی اصل موافق بیان
ذكره الامام الطرطوسی ان رجلا نابلسيا قدم بيت المقدس فقام يصلی ليلة النصف من شعبان فی المسجد الاقصى
امام طرطوسی کی یہہ ہی کہ ایک شخص نابلسیا بیت المقدس مین آیا اور مسجد اقصا کی اندر شب برات کو نماز نفل پڑھنی شروع کی
فاحرم خلفه واحد ثم ثان ثم ثالث ثم رابع فما ختمها الا وهم جمع كثير ثم جاء فی العام الثانی فصلی معه خلق
پھر اوسکی پیچھی ایک مقتدی ہوگیا پھر دوسرا ہوا پھر تیسرا پھر چوتھا ابھی نماز پوری نہ کرنی پایا تھا کہ بڑی جماعت ہوگئی پھر وہ شخص اگلی برس مین آیا تب اوسکی ساتھ
كثير ثم شاعت فی المساجد وانتشرت فی البلاد واستقرت سنة بين العباد وقد ذمها العلماء من
بہت خلق نی نماز پڑھی پھر اور مسجدون مین مشہور ہوگئی اور ملکون مین پھیل گئی اور خلقت نی طریق مسنون ٹھرالیا اور اسکی برائی عمدہ علماء متاخرین نی
اعيان المتاخرين وصرحوا بانها بدعة قبيحة مشتملة على منكرات فعلى هذا ينبغی للعاجز عن تغيير تلك
بیان کی ہی اور صاف کہا ہی کہ یہہ نماز بڑی بدعت ہی اسمین بہت منکرات ہین اس بیان کی موافق لایق ہی کہ جو شخص ان منکرات کو دور
المنكرات ان لا يحضر الجماعة فی تلك الليلة بل يصلی فی بيته ان لم يجد مسجدا سالما من هذه البدع
نہین کرسکتا تو اوس شب مین اس نماز مین شامل ہی نہو بلکہ تنہا اپنی گھر مین نماز پڑھ لی اگر کوئی مسجد ان بدعات سی خالی نہ میسر آوی
لان الصلوة فی المسجد بالجماعة سنة وتكثير سواد اهل البدع منهی عنه وترك المنهی عنه واجب وفعل الواجب متعين
اسلئی کہ مسجد مین جماعت کی نماز تو سنت ہی اور بدعتیون کا انبوہ بڑہانا ممنوع ہی اور امر ممنوع کا ترک کرنا واجب ہی اور واجب پر عمل کرنا متعین ہی
لاسيما لمن كان مشهورا بين الناس بالعلم والزهد فان الواجب عليه ان لا يحضر فی مسجد يشاهد فيه
خاص ایسی شخص کو جسکی علم اور زہد کی دنیا مین شہرت ہو ایسی شخص پر یہہ ہی واجب ہی کہ جس مسجد مین یہہ بدعات منکر دیکھی تو وہان نجاوی
هذه المنكرات لان حضوره مع عدم الانكار يوهم للعامة ان هذه الافعال مباحة او مندوب
اسواسطی کہ اوسکا جانا ناخوشی خاطر عام لوگون کو اس وہم مین مبتلا کریگا کہ یہہ افعال مباح ہین یا مستحب ہین
اليها فيكون حضوره شبهة عظيمة فی ظن العوام ان تلك الافعال مستحسنة شرعا فاذا ترك
اوسکا جانا ہی ایسی مقام مین عام لوگون کی گمان مین بڑا شبہ ڈالیگا کہ یہہ افعال ازروی شرع مستحسن ہین جب وہ شخص
عادته ولم يجیء فی المسجد تلك الليلة وانكر بقلبه لعجزه عن تغييره بيده ولسانه يسلم من الاثم
اپنی یہہ عادت چھوڑدیگا اور اوس شب کو مسجد مین نہیں آویگا اور اپنی دلسی انکار کریگا اگر ہاتھ اور زبان سی نہین روک سکتا تو آپ گناہ سی بچیگا
ولا يغتر به غيره بل يشعر بعض الناس من عدم حضوره ان هذه الافعال غير مرضية عند الله
اور دوسری کو وہم نہین ہوگا بلکہ اوسکی شامل نہونی سی بعضی لوگ یہہ سمجھین گی کہ یہہ افعال خدا تعالی کو پسند نہین ہین
بل هی بدعة لا يسوغها الشرع ولا يرضاها اهل الدين فربما يمتنع بعض الناس عن ذلك فيحصل له الثواب
بلکہ بدعت ہین نہ شرع اسکو جائز رکہتی ہی اور نہ اہل دین پسند کرتی ہین پس کیا عجب ہی کہ بعضی لوگ اس سی باز آوین پھر اسکو ثواب حاصل ہو

فيفعل ما يقدر عليه من الإنكار بالقلب والإمساك عن الحضور والحاصل ان تلك الليلة وان ورد في

اگر حاضر نہ ہو سکے تو انکار قلبی پر قائل ہو سوکر حاصل جملہ یہ ہے کہ شب برات کی فضیلت میں اگرچہ کئی حدیثیں

فضلها احاديث متعددة لكن ليس لاحد ان يعظمها بما زاد على الشرع وهي عنه فان بعض العلماء

آئی ہیں لیکن کسی کو جائز نہیں کہ اوسکی تعظیم ایسی امور میں کرے جسکو شرع نے منع کیا ہو اور بعض علما

قالوا لم يثبت في قيامها شيء عن النبي عليه السلام ولا عن اصحابه فعلى هذا يجب على كل مسلم في هذا

نے کہا ہے کہ اس شب کی نماز کی بابت کچھ ثابت نہیں نبی علیہ السلام سے اور نہ صحابہ سے پس ہر مسلمان کو اس زمانہ میں لازم ہے کہ

الزمان ان يحذر من الاغترار الى شيء من البدع والمحدثات بتصور انه من العوائد التي يشاء

بدعات کی طرف سے محدثات کی طرف سے پرہیز کرے اور ان کو ایسی عادات سمجھ کر

بها ويربي عليها فانها سم قاتل من يسلم من آفاتها وظهر له نحو معصها لان للبدعة حلاوة في

دلیر نہ ہو کیونکہ یہ زہر قاتل ہے جو شخص ان کی آفت سے بچ گیا اور ان کا عیب ظاہر ہو گیا وہ بچا کیونکہ بدعت کا مزہ

قلوب اهلها تستحسنها طباعهم فلا يتركونها وقد روي عن عكرمة وغيره من المفسرين ان الليلة

بدعتیوں کے دل میں ایسا ہوتا ہے کہ طبیعت اسکو نیک جانتی ہے سو ہرگز نہیں چھوڑتے اور عکرمہ وغیرہ مفسرین سے منقول ہے کہ وہ مبارک شب

المباركة الواقعة في سورة الدخان قد فسرت بليلة نصف شعبان كما ذهب اليه الاكثرون فانها ليلة

جسکا ذکر سورہ دخان میں ہے وہ شب برات ہے جیسا کہ اکثر مفسرین نے کہا ہے کیونکہ یہ ایسی شب ہے

يفرق فيها كل امر يكون في تلك السنة لقوله تعالى فيها يُفرَقُ كلُّ امرٍ حكيم وعن عطاء بن يسار

کہ جو کچھ سال میں ہونے والا ہے اس میں سب کو مقدر کیا جاتا ہے اس آیت کی دلیل سے اور عطاء بن یسار سے منقول ہے کہ جب یہ شب آتی ہے

اذا كان ليلة النصف من شعبان يدفع الى ملك الموت صحيفة فيقال له اقبض من في هذه الصحيفة

ملک الموت کو ایک فہرست دیجاتی ہے اور کہا جاتا ہے کہ جن کا نام اس فہرست میں ہے ان کی روح قبض کرلے

فكم من شخص يبني الدور ويشيد القصور ويغرس الاشجار ويجري الانهار ويتزوج النسوان ويشتغل في

سو بہتیرے شخص گھر بناتے ہیں اور محلوں کی گچ کاری کرتے ہیں اور باغ لگاتے ہیں اور نہریں کھودتے ہیں عورتوں سے نکاح کرتے ہیں اور عیاشی میں

المشتهيات وقد كتب عليه الموت ودفع نسخته الى ملك الموت وهو في غفلة ولا يعلم منتهاه فامرؤ

مشغول ہیں اور انکی موت لکھی ہوتی ہے اور وہ کاغذ ملک الموت کو ملا ہوتا ہے اور وہ غفلت میں ہے اور انجام کی خبر نہیں

بطول الامل زمانه مسرور ... لا يوقن ولا يدري متى يفاجئه ملك الاجل وكم

امیدوں کی درازی پر خوش ہے اور نہیں جانتا کہ موت اسکو کب آ گھیرے اور بہتیرے

من مبتغ عن يوم لا يستكمله وكم من مؤمل غدا لا يدركه فان الله تعالى قدر الموت فلا يحومه

ایسے ہیں کہ دن کی تکمیل نہیں کرتے اور بہتیرے کل کی امید رکھتے ہیں کہ اسکو نہیں پاتے

المجلس الخامس والعشرون في لزوم طلب رؤية هلال رمضان قال رسول الله صلى

پچیسویں مجلس رمضان کے چاند کی ضرورت رسول اللہ صلی

الله عليه وسلم لا تصوموا حتى تروا الهلال ولا تفطروا حتى تروا الهلال فان غم عليكم فاقدروا

اللہ علیہ وسلم نے فرمایا روزہ مت رکھو بدون دیکھے ہلال کے اور افطار کرو بدون دیکھے ہلال کے اور اگر ابر ہو جاوے تو اسکو اندازہ کرو

له وفي رواية فاكملوا العدة ثلاثين هذا الحديث من صحاح المصابيح رواه ابن عمر معناه ان السماء

اور ایک روایت میں ہے کہ تیس پوری کرو یہ حدیث مصابیح کی صحیح حدیثوں میں ہے ابن عمر کی روایت ہے اسکے معنی یہ ہیں

اذا كانت مصحية ولم يكن فيها علة فلا تصوموا صوم رمضان حتى تروا هلال رمضان ولا تفطروا
کہ آسمان اگر صاف ہو اور اوسمیں کچھ ابر یا غبار نہو تو روزہ رمضان کا بدون دیکھی ہلال رمضان کی مت رکھو اور نہ عید الفطر کی دن
يوم الفطر حتى تروا هلال الفطر فان غم عليكم الهلال ولم تروه فقدروا عدد الشهر الذي كنتم به
بدون دیکھی ہلال شوال کی افطار کرو پس اگر ہلال ابر میں آجاوی اور تمہاری نظر نہ آوی تو مہینہ حال کی گنتی جسمیں تم موجود ہو
ثلثين يوما ثم صوموا ان كان الشهر المقدر شعبان وافطروا ان كان الشهر المقدر رمضان وذلك
تیس دن کرلو پھر روزہ رکھو اگر وہ ماہ حال جسکی اندازہ کیا ہی شعبان ہو اور افطار کرو اگر وہ ماہ حال جسکو اندازہ کیا ہی ماہ رمضان ہو اور یہہ
لان الاصل في كل ثابت بقاءه الى ان يوجد دليل على عدم بقائه والشهر كان ثابتا بيقين فوقع الشك
بسبب ہی کہ قاعدہ یوں ہی کہ ہر شی ثابت باقی ہی رہتی ہی جبتک کوئی دلیل اوسکی عدم کی نملی اور ماہ حال تو یقینی ثابت ہی پس شک اسمین تہا
في خروجه فلا يخرج الا برؤية الهلال او اكمال العدة ولم يوجد واحد منهما فيكون باقيا نظرا
کہ تمام ہو چکا یا نہیں تو اوسکا تمام ہونا بدون دیکھنی چاند یا پوری کرنی گنتی کی نہیں ہوسکتا اور دونوں میں سی کچھ نہو تو وہ ہی مہینا باقی رہیگا موافق
الى ما روي انه عليه السلام اشار باصابع يديه مكشوفة وقال الشهر هكذا وهكذا وهكذا وعقد بها
اس روایت کی کہ پیغمبر علیہ السلام نی اپنی دونوں ہاتھ کی انگلیاں کہول کر اشارہ کیا فرمایا کہ مہینا اتنا اور اتنا اور اتنا یعنی تین بار اور تیسری دفعہ
في الثالث ثم قال الشهر هكذا وهكذا وهكذا من غير عقد ابهامه فعلم منه ان الشهر قد يكون
انگوٹھا موڑلیا یعنی انتیس دن پھر فرمایا مہینا اتنا اور اتنا اور اتنا ایک بار انگوٹھا بند نکیا یعنی تیس دن اس سی معلوم ہوا کہ مہینا کبھی
تسعة وعشرين يوما وقد يكون ثلثين فيقع الشك في دخول رمضان وخروجه وعلى تقدير عدم
انتیس دن کا ہوتا ہی اور کبھی تیس دن کا اب شبہ رہتا ہی رمضان کی آنی میں اور تمام ہونی میں اور جس صورت میں کہ رمضان
خروجه يحرم الفطر وعلى تقدير عدم دخوله يكره الصوم على قصد انه صوم رمضان اذ يلزم
تمام ہوا ہو تو افطار کرنا حرام ہی اور جس صورت میں کہ رمضان نہ آیا ہو تو روزہ رمضان کی نیت سی مکروہ ہی کیونکہ لازم آتا ہی
ان يؤدى قبل اوانه فهو حرام ولهذا قال عمار بن ياسر من صام يوم الشك فقد عصى ابا القاسم و
کہ وقت سی پہلی ادا ہو جاوی سو یہہ حرام ہی اسیواسطی عمار بن یاسر کہتی ہیں جو شخص شک کی دن روزہ رکہی وہ ابو القاسم صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کرتا ہی
الشك فيه ان يستوي طرفا العلم والجهل بان يقع الغيم في التاسع والعشرين من شعبان ولا يدرى
شک اسمیں یہہ ہوتا ہی کہ دونوں جانب علم اور جہل کی برابر ہوں اسطور کہ شعبان کی انتیسویں تاریخ میں ابر ہو جاوی اور یہہ نہ معلوم ہو
ان الغد من شعبان او من رمضان فعلى هذا ينبغي للناس ان يطلبوا هلال رمضان في التاسع
کہ کل کا دن شعبان ہی کا ہی یا رمضان کا ہی اس صورت میں لائق یہہ ہی کہ لوگ رمضان کا ہلال انتیسویں شعبان کو تلاش کریں
والعشرين من شعبان فان راوه صاموا وان لم يروه اكملوا عدد شعبان ثلثين يوما ثم صاموا
پھر اگر دیکھیں تو صبح کو روزہ رکہیں اور نہ دیکہیں تو گنتی میں شعبان کی تیس دن پوری کریں پھر روزہ رکہیں
لقوله عليه السلام صوموا لرؤيته وافطروا لرؤيته فان غم عليكم الهلال فاكملوا عدة شعبان ثلثين
موافق قول علیہ السلام کی روزہ رکھو چاند دیکھکر اور افطار کرو چاند دیکھکر پس اگر تمہاری نظر سی ہلال ابر میں ہو تو گنتی میں شعبان کی تیس دن پوری کرلو
واما اليوم الذي يشك فيه انه من شعبان او من رمضان فالصحيح ان الصوم فيه غير مكروه
اور وہ دن جسمیں یہہ شک ہی کہ شعبان کا ہی یا رمضان کا ہی صحیح روایت یہہ ہی کہ اوس دن کا روزہ مکروہ نہیں
اذا كان تطوعا لكونه مستثنى من النهي بقوله عليه السلام لا يصام اليوم الذي يشك فيه انه
اگر نفل ہو اسلئی کہ نہی میں سی اسکو جدا کردیا ہی اس حدیث میں کہ شک کی دن میں جسمیں یہہ شک ہو

من

من رمضان الا تطوعا والمراد بالنهي عن الصوم فيه الصوم بنية صوم رمضان لانه يلزم ان يؤدى
کہ رمضان کا ہی یانہین یعنی انتیسوین شعبان کی کوئی روزہ نہ رکہی مگر نفل اور مراد روزہ کی ممانعت سی وہ روزہ ہی جو رمضان کی نیت سی رکہین اسواسطی کہ یہہ لازم آتا ہی
قبل مجيء وقته وقد مر انه حرام لحديث عمار بن ياسر مع ما فيه من التشبه باهل الكتاب في زيادتهم
کہ اپنی وقت سی پہلی ادا ہو جاوی اور گذر چکا ہی کہ موافق حدیث عمار بن یاسر کی حرام ہی باوجودیکہ اسمین اہل کتاب سی تشبیہ لازم آتی ہی کہ وہ مدت اپنی روزوں کی زیادہ کر لیا کرتی تہی
في مدة صومهم فعلى هذا ينبغي للمؤمن ان يصبح في ذلك اليوم منتظرا غير مفطر ولا عازم على الصوم
اسکی موافق مؤمن کو یون چاہئی کہ اوسدن کی صبح کو منتظر رہی نہ تو کچہہ کہاوی اور نہ روزہ کی نیت کری
فان ثبت قبل الضحوة الكبرى انه من رمضان يعزم على الصوم لان النية الى الضحوة الكبرى جائزة
پہر اگر دوپہر دن چڑہی سی پہلی ثابت ہو کہ یہہ دن رمضان کا ہی تو اب نیت روزہ کی کر لی اسلئی کہ نیت دوپہر دن چڑہی تک رمضان کی روزوں مین
في صيام رمضان وفي صيام النفل ايضا وان لم يثبت ان شاء صام تطوعا وان شاء افطر ولكن ان
اور نوافل روزون مین بہی جایز ہی اور اگر نہ ثابت ہو تو پہر اختیار ہی چاہی نفل روزہ رکہی اور چاہی افطار کری لیکن اگر
وافق يوما كان يصومه بان كان يصوم يوم الاثنين والخميس والجمعة فوافق يوم الشك فالصوم افضل
وہ دن شک کا وہی دن ہو جسمین یہہ شخص روزہ رکہا کرتا تہا اسطور کہ ہمیشہ روزہ پیر کا اور جمعرات اور جمعہ کا رکہا کرتا تہا سو انہین مین سی ایکدن وہ شک کا دن آپڑا تو اس
لقوله عليه السلام لا يتقدمن احدكم رمضان بصوم يوم ولا بصوم يومين الا ان يوافق صوما كان
اس حدیث کی موافق رمضان سی پہلی کوئی ہرگز روزہ نہ رکہی نہ ایک دن نہ دو دن مگر اس صورت مین کہ موافق ہو جاوی یوم شک اوس
يصومه وكذا ان كان يصوم شعبان كله او نصفه الاخير او ثلثة ايام من اخر كل شهر وان لم يوافق
دن سی کہ روزہ رکہا کرتا تہا اور ایسا ہی جایز ہی اگر یہہ شخص تمام شعبان کی روزی رکہا کرتا ہی یا اخیر کی آدہی شعبان کی یا ہر مہینہ کی آخر مین تین دن کی اور اگر موافق نہو
يوما كان يصومه فقد قيل الفطر افضل احترازا عن ظاهر النهي وقيل الصوم افضل اقتداء لعائشة
اوس دن سی جو یہہ روزہ رکہا کرتا تہا تو بعضی کہتی ہین افطار افضل ہی واسطی احتراز کی ظاہر نہی سی اور بعضی کہتی ہین روزہ افضل ہی واسطی پیروی بنت عائشہ
وعلي فانهما كانا يصومانه ويقولان لان نصوم يوما من شعبان احب الينا من ان يفطر يوما من رمضان
اور علی کی یہہ دونو اوسدن روزہ رکہا کرتی تہی اور یہہ کہتی تہی شعبان کی ایکدن کا روزہ ہمکو بہت محبوب ہی رمضان مین ایکدن افطار کرنی سی
والمختار ان يصوم الخواص كالمفتي والقاضي تطوعا لانهم يعرفون كيفية النية ولا يخلطون الكراهة فكان
اور بات پسندیدہ یہہ ہی کہ خاص لوگ جیسی مفتی اور قاضی نفل روزہ رکہا کرین کیونکہ ان لوگون کو نیت کی کیفیت معلوم ہی یہہ لوگ کراہت کو نہ ملنی دینگی
اللايق بهم ان يصوموا بانفسهم ويامر العامة بالانتظار الى وقت الزوال ثم بالافطار ان لم يثبت الهلال
ان لوگون کو لایق ہی کہ آپ تو روزہ رکہا کرین اور عوام کو حکم زوال تک انتظار کا دیا کرین پہر زوال کی بعد اگر ہلال ثابت نہو تو افطار کا حکم دیا کرین
وكل من يعرف كيفية النية فهو من الخواص وكيفيتها ان ينوي التطوع ولا يخطر بباله صوم رمضان او
اور جو جو شخص نیت کی کیفیت سی واقف ہون وہ خواص ہین اور نیت کی کیفیت یہہ ہی کہ نفل کی نیت کری اور اوسکی دل مین رمضان کی روزہ کا یا
صوم واجب اخر ولا يتردد فيها فان النية معرفته بقلبه انه يصوم وهي في ذلك اليوم على وجوه احدها
کسی اور واجب کا خطرہ نہ آوی اور اوسمین کچہہ تردد نہ واقع ہو کیونکہ نیت یہہ ہی کہ دل سی جانی کہ مین روزہ رکہتا ہون اور نیت اس دن کی اندر کئی طرح پر ہی ایک یہہ
ان ينوي صوم رمضان وهو مكروه لما مر من حديث عمار بن ياسر مع ما فيه من التشبه باهل الكتاب ثم
کہ رمضان کی روزہ کی نیت کری یہہ تو مکروہ ہی چنانچہ عمار بن یاسر کی حدیث مین گذرا ہی باوجودیکہ اسمین اہل کتاب کی تشبیہ ہی پہر
ان ظهر انه من رمضان يجزئه لانه نوى ان يكون صومه عن رمضان وكان ذلك اليوم من رمضان
اگر معلوم ہو جاوی کہ وہ دن رمضان ہی کا ہی تو یہہ ہی روزہ کافی ہی اسواسطی کہ نیت کر چکا تہا کہ میرا روزہ رمضان کا ہی اور وہ دن بہی رمضان ہی کا تہا

فيقع عن المستحق واصل الكراهة لا يمنع الجواز بل يستلزم عدم الاستحباب بلا عكس لان المباحات
سو حق دار ہی کا ہوگا اور اصل کی کراہت جواز کو نہیں منع کرتی مگر استحباب کو رفع کرتی ہی ۔ بدون عکس کی اسواسطی کہ مباحات
لا يتصف بهما وان ظهر انه من شعبان يكون تطوعا ولو افطر لا قضاء عليه لانه في معنى المظنون حيث
ان دونوں سی خالی ہوتی ہیں اور اگر یہہ ظاہر ہو کہ وہ دن شعبان کا ہی تو نفل ہو دیگا اور اگر افطار کردی تو اوسپر قضا نہیں ہی اسواسطی کہ حقیقت میں مظنون
ظن ان عليه صوما وتبين ان ليس عليه صوم والمظنون لا يقضى لان القضاء منوط بالالتزام او بالالزام
اس لئی یہہ گمان کیا کہ میری ذمہ پر روزہ ہی پہر ظاہر ہوا کہ اوسپر روزہ نہیں تہا اور مظنون کی قضا نہیں آتی اسلئی کہ قضا یا تو اپنی ذمہ پر لیلینی سی آتی ہی یا شرع کی لازم کرنی سی
والثاني ان ينوي عن واجب اخر وهو مكروه ايضا للحديث السابق الا انه ادون في الكراهة لعدم التشبه
دوسری یہہ کہ ایک اور واجب کی نیت کری اور یہہ بہی مکروہ ہی اوسی حدیث سابق کی مضمون سی اتنا فرق ہی کہ اسکی کراہت کمتر ہی اسواسطی کہ اسمین
باهل الكتاب لان التشبه بهم انما يكون اذا صام فيه بنية صوم رمضان ثم ان ظهر انه من رمضان
اہل کتاب کی تشبیہ نہیں ہی اسلئی کہ اہل کتاب سی تشبیہ تو جب ہو کہ اوس دن رمضان کی نیت سی روزہ رکہی ۔ پہر اگر معلوم ہو کہ رمضان کا دن تہی تو وہ روزہ رمضان
يقع عنه لان صوم رمضان يصح من الصحيح المقيم بمطلق النية وبنية النفل وبنية واجب اخر لكون الوقت
ہی کا ہوگا اسواسطی کہ رمضان کا روزہ صحیح اور مقیم سی مطلق روزہ کی نیت سی درست ہو جاتا ہی اور نفل کی نیت سی بہی اور اور واجب کی نیت سی بہی درست ہوتی
متعينا لهذا الصوم فينتفي شرعية غيره فيه والاطلاق في المتعين تعيين وبنية النفل وواجب اخر لغو لان
اسی روزہ کا مقرر ہی سوا اس دن میں اور کوئی روزہ جایز نہیں ہی اور متعین میں مطلق نیت بہی متعین کی ہوتی ہی اور نیت نفل کی اور اور واجب کی نکمی ہوتی اسواسطی
الوقت لا يحتملهما لعدم مشروعيتهما فيه فاذا بطل الوصف بقي نية اصل الصوم فيكون في حكم المطلق
کہ یہہ وقت اون دونوں کا نہیں ہی کیونکہ وہ دونوں اس دن میں جایز نہیں ہیں جب وصف باطل ہوا تو اصل روزہ کی نیت باقی رہتی اب وہ نیت مطلق کی حکم میں ہی
فينصرف الى المشروع في الوقت ونظيره من كان متوحدا في الدار فانه اذا نودي بيا رجل او باسم غير اسمه يراد به
سو اوس روزہ سی متعلق ہوگی جو اوس وقت میں جایز ہی اسکی نظیر یہہ ہی جو کوئی شخص اکیلا گہر میں ہو جب اوسکو کوئی یوں پکار ای شخص یا کسی اور کا نام لیکر پکاری
ذلك وان ظهر انه من شعبان يكون تطوعا ولا يكون عما نوى لان الصوم فيه منهي كيوم العيد فلم يتأد
تو وہی شخص مراد ہوگا اور اگر یہہ معلوم ہو کہ دن شعبان کا ہی تو نفل ہو جاویگا اور جسکی نیت کی تہی وہ نہ ہوگا اسواسطی کہ اوس دن روزہ ممنوع ہی جیسی عید کے دن اسلئی وہ ادا نہ ہوگا
به ما وجب كاملا والصحيح انه يكون عما نوى لانه ادى في يوم يصح فيه النفل بخلاف يوم العيد وان لم يسقط
جو کامل واجب ہوا ہی اور روایت صحیح یہہ ہی کہ جو نیت کی ہی وہی ہوتا ہی اسلئی کہ اسنی ایسی دن روزہ رکہا ہی کہ جسمین نفل جایز ہی عید کے دن کا برخلاف ہی اور
لا يسقط الواجب عن ذمته لاحتمال كونه من رمضان والثالث ان يتردد في وصف النية بان ينوي
تو واجب اوسکی ذمہ سی ساقط نہیں ہوگا کیونکہ احتمال ہی کہ رمضان کا ہو ۔ تیسرا یہہ کہ نیت کی وصف میں تردد کری جیسی اس طور نیت کری
ان كان الغد من رمضان فانا صائم عنه وان كان من شعبان فمن واجب اخر او عن النفل وهو
اگر کل کا دن رمضان کا ہی تو میرا روزہ بہی رمضان کا ہی اور اگر کل کا دن شعبان کا ہی تو روزہ فلانی واجب کا ہی یا نفل کی ۔ یہہ نیت
مكروه ايضا اما الاول فلتردده بين الامرين المكروهين نية صوم رمضان ونية صوم واجب اخر واما
بہی مکروہ ہی ۔ پہلی صورت اسلئی کہ اسکو تردد ہی درمیان دو مکروہ کی نیت رمضان کی روزہ کی اور نیت دوسری واجب روزہ کی اور
الثاني فلكونه ناويا للفرض من وجه ثم ان ظهر انه من رمضان يقع عنه لعدم التردد في اصل النية
دوسری صورت اسلئی کہ ایک وجہ سی فرض کی نیت کی ہی ۔ پہر اگر وہ دن رمضان کا ٹہرا تو روزہ رمضان ہی کا ہوگا اسواسطی کہ اصل نیت میں تردد نہیں تہا
وهو كاف وان ظهر انه من شعبان لا يكون عن واجب اخر بل يكون تطوعا في كلا الوجهين ولو افطر لا قضاء
اور نیت ہی کافی ہی اور اگر معلوم ہو کہ وہ دن شعبان کا ہی تو اوس واجب سی نہیں ہوگا بلکہ دونوں صورت میں نفل ہو جاوےگا اور اگر افطار کر ڈالی تو اوسپر قضا

حقيقه

عليه أما في الأول فلأنه كالمظنون وأما في الثاني فلعدم وجود الالتزام من كل وجه والرابع أن ينوي التطوع

جس میں شک صورت میں تو شک کہ مظنون ہے اور دوسری صورت میں شک کہ ہر طرح سے لازم نہیں ہے اور چوتھی یہ کہ نفل کی نیت کرے

وهذا لا يكره لنص نيته النفل من غير كراهة في الصحيح ثم إن ظهر أنه من رمضان يقع عنه لما مر أنه يصح

اور یہ حکم ان کے نفل کی نیت موافق صحیح روایت کے بلا کراہت صحیح ہے پھر اگر معلوم ہو کہ وہ دن رمضان کا تھا تو رمضان ہی کا ہوگا کیونکہ

بنية النفل وإن ظهر أنه من شعبان يكون تطوعا وإن أفطر يلزمه القضاء لأنه شرع ملتزما بخلاف

نفل کی نیت سے بھی درست ہو جاتا ہے اور اگر معلوم ہو کہ وہ دن شعبان کا ہے تو نفل ہو جاوے گا اور اگر افطار کریگا تو قضا لازم آویگی اسواسطے کہ اس نے لازم کر کے شروع کیا تھا

مسئلة المظنون ثم ينبغي أن يعلم أن رؤية الهلال وإن كان سببا لوجوب الصوم والفطر لقوله عليه السلام

بخلاف مسئلہ مظنون کی پھر سمجھنا چاہیے کہ ہلال کا دیکھنا اگرچہ روزہ کی وجوب اور افطار دونوں کا سبب ہی موافق اس حدیث کی

صوموا لرؤيته وأفطروا لرؤيته لكن العمل به لا يلزم إلا بقضاء القاضي ولهذا يلزم المراجعة إليه ثم إنه إذا

کہ روزہ رکھو ہلال دیکھ کر اور افطار کرو ہلال دیکھ کر مگر بدون حکم قاضی کی عمل نہیں ہو سکتا اسی واسطے قاضی کی سامنے پیش کرنا ضروری ہے پھر اگر

كان في السماء علة سواء كانت غيما أو دخانا أو غبارا أو بخارا أو نحو ذلك يقبل في هلال رمضان خبر عدل

آسمان میں کچھ علت ہو برابر ہے کہ گھٹا ہو یا دھواں ہو یا غبار ہو یا بخار ہو یا اسی کے مانند ہو تو رمضان کی چاند میں خبر ایک عادل

مسلم عاقل بالغ حرا كان أو عبدا ذكرا كان أو أنثى لأنه إخبار بأمر ديني وهو وجوب الصوم على الناس فيقبل

مسلمان کی عاقل بالغ کی آزاد ہو یا غلام مرد ہو یا عورت مقبول ہے اسواسطے کہ یہ دینی خبر ہے یعنی لوگوں پر روزہ واجب ہے سو اسکی خبر مقبول ہوگی

خبره لكن يشترط أن يفسر ويقول رأيته خارج البلد أو بين خلال السحاب وأما بدون التفسير فلا يقبل لمكان

لیکن شرط یہ ہے کہ تفصیل بیان کرے کہ میں نے چاند شہر سے باہر یا ابر کی درز میں دیکھا ہے اور بدون تفصیل کے معتبر نہ ہوگی کیونکہ

التهمة والفاسق إذا أبصر هلال رمضان ينبغي له أن يشهد عند القاضي لاحتمال قبول شهادته لكن

تہمت ہے اور اگر فاسق ہلال رمضان کا دیکھ لے تو اسکو چاہیے کہ قاضی کی روبرو جاکر گواہی دے شاید کہ اسکی گواہی مقبول ہو جاوے لیکن

القاضي يرد شهادته لأن خبر الفاسق في الديانات غير مقبول ويشترط العدالة وقال الطحاوي لا يشترط

قاضی اسکی شہادت کو رد کردے کیونکہ فاسق کی خبر دیانات میں مردود ہوتی ہے مقبول نہیں ہوتی عدالت شرط ہے اور طحاوی نے کہا ہے کہ عدالت

العدالة ومن المشايخ من قال أراد به المستور ولا يشترط الدعوى ولا لفظ الشهادة ويقبل في هلال رمضان شهادة

شرط نہیں ہے اور بعض مشایخ کہتے ہیں کہ اس سے مراد مستور الحال ہے اور دعوی بھی شرط نہیں ہے اور نہ لفظ شہادت کہنا ضروری ہے اور رمضان کی ہلال میں

الواحد على شهادة الواحد ومن رأى هلال رمضان في الرستاق ولم يكن هناك وال ولا قاض فإن كان

ایک شخص کی گواہی ایک شخص کی گواہی پر مقبول ہے اور جس نے رمضان کا ہلال کسی گاؤں میں دیکھا جہاں نہ امیر ہو نہ قاضی تو اگر وہ

الرائي ثقة يصوم الناس بقوله ثم إذا قبل القاضي شهادة الواحد في هلال رمضان وصام الناس ثلثين

دیکھنے والا ثقہ ہے تو لوگ اسکی کہنے سے روزہ رکھیں پھر اگر قاضی نے ایک آدمی کی گواہی رمضان کی ہلال کی قبول کرلی اور اسکی موافق تیس پوری

يوما ولم يروا هلال الفطر لا يفطرون فيما روي عن أبي حنيفة وأبي يوسف لأن الفطر لا يثبت بشهادة الواحد

پوری ہوگئی اور عید کا چاند نظر نہیں آیا تو بھی افطار نہ کریں موافق روایت ابو حنیفہ اور ابو یوسف کی اسواسطے کہ افطار ایک آدمی کی گواہی سے ثابت نہیں ہوتا

وعن محمد أنهم يفطرون ويثبت الفطر في ضمن ثبوت الرمضانية بشهادة الواحد وإن كان لا يثبت ابتداء

اور محمد کی روایت ہے کہ افطار کریں کیونکہ افطار ثبوت رمضان کی ضمن میں ایک آدمی کی گواہی سے ثابت ہو جاتا ہے اگرچہ ابتداءً ثابت نہیں ہوتا

وأما في هلال الفطر إذا كان في السماء علة لا يقبل إلا شهادة حرين أو حر وحرتين لتعلق حق العباد به لأنهم

اور عید کی چاند دیکھنے میں اگر آسمان میں ابر یا غبار ہو تو مقبول نہیں بدون دو آزاد مردوں کی یا ایک مرد آزاد اور دو آزاد عورتوں کی اسواسطے کہ اس میں حق العباد

ينتفعون به فيثبت بما يثبت به سائر حقوقهم بخلاف هلال رمضان فان المتعلق به حق الشرع
اس سی فائدہ مند ہوتی ہین سو اوسی طرح ثابت ہوگا جسطرح اونکی تمام حقوق ثابت ہوتی ہین بخلاف ہلال رمضان کی کیونکہ اوس سی صرف حق شرع کا تعلق

وهو الصوم فيكتفي بخبر الواحد واما اذا لم يكن في السماء علة فلا يقبل شهادة الواحد في هلال رمضان
یعنی روزہ سو ایک آدمی کی گواہی کفایت کرتی ہی اور اگر آسمان صاف ہو تو پہر ایک آدمی کی گواہی رمضان کی ہلال مین مقبول نہین ہوگی

ولا شهادة الاثنين في هلال الفطر وانما يقبل شهادة جمع كثير يقع العلم بخبرهم واختلفوا في مقدار
اور نہ دو کی گواہی عید الفطر کی ہلال مین پہر تو اتنی بڑی جماعت چاہئی جنکی خبر سی یقین حاصل ہوجاوی اور اوس جماعت کی مقدار مین اختلاف

ذلك فقيل لا بد من اهل محلة وقيل لا بد من خمسين رجلا وعن محمد لا بد ان يتواتر الخبر من كل جانب
بعضی کہتی ہین ایک محلہ کی آدمی چاہیین اور بعضی کہتی ہین پچاس آدمی ہون اور امام محمد سی روایت ہی ہر طرف سی پی درپی خبر کا آنا چاہئی

والصحيح انه مفوض الى راي الحاكم لان المراد بالعلم الحاصل بخبرهم هو العلم الشرعي الموجب للعمل وهو غلبة
اور صحیح یہہ ہی کہ حاکم کی رای پر حوالہ ہی اسواسطی کہ مراد علم سی جو اونکی خبر سی حاصل ہو وہ علم شرعی ہی جس سی عمل کرنا واجب ہوجا یعنی ظن غالب

الظن لا العلم بمعنى التيقن وان جاء واحد من خارج المصر فشهد برؤية الهلال ثمه ففي ظاهر الرواية
علم بمعنی یقین نہین ہی اور اگر ایک شخص شہر کی باہر سی آکر گواہی دی کہ وہان چاند دیکہا ہی ظاہر روایت مین اوسکی گواہی مقبول نہین ہوگی

لا يقبل شهادته لقيام التهمة وذكر الطحاوي ان شهادته مقبولة لقلة المانع في خارج المصر وكذا لو شهد
کیونکہ شبہ کا مقام ہی اور طحاوی نی ذکر کیا ہی کہ اوسکی شہادت مقبول ہی اسواسطی کہ شہر سی باہر رکاوٹ کم ہوتی ہی اور ایسی ہی اگر چاند

برؤية الهلال في المصر على مكان مرتفع ومن راى هلال رمضان وحده وشهد ولم يقبل شهادته كان عليه
دیکہتی کی شہر کی اندر اونچی مقام پر سی گواہی دی اور جسنی رمضان کا چاند تنہا دیکہا اور گواہی دی تو مقبول نہوئی تو بہی اوسکو لازم ہی

ان يصوم لقوله عليه السلام صوموا لرؤيته فانه قد راه فيلزمه الصوم وان افطر كان عليه القضاء دون
کہ روزہ رکہی اس حدیث کی موافق روزہ رکہو چاند دیکہہ کر کیونکہ اسی چاند دیکہا ہی سو اسکو روزہ رکہنا لازم ہی اور اگر افطار کر لیگا تو اوسپر قضا لازم ہوگی

الكفارة وان افطر قبل ان ترد شهادته اختلفوا فيه والصحيح ان لا يجب عليه الكفارة والحاكم اذا راى هلال
کفارہ نہین آویگا اور اگر شہادت رد ہونی سی پہلی افطار کر ڈالا تو اس صورت مین اختلاف ہی صحیح یہہ ہی کہ کفارہ واجب نہین اور اگر حاکم نی تنہا رمضان کا

رمضان وحده يصوم ولا يامر الناس بالصوم ولو ان الناس غم عليهم هلال رمضان واكملوا شعبان
چاند دیکہہ لی تو وہ آپ روزہ رکہی اورون کو روزہ کا حکم دی اور اگر لوگون کو رمضان کا چاند بسبب ابر کی نظر نہ آیا اور اونہون نی شعبان کی

ثلثين يوما ثم صاموا رمضان ثمانية وعشرين يوما ثم راوا هلال شوال فانهم ان كانوا عدوا شعبان
تیس دن پوری کر کی رمضان کی روزی اٹہائیس دن رکہی تہی پہر شوال کا چاند نظر آگیا اب اگر اونہون نی گنتی شعبان کی

عن غير رؤية قضوا يومين وان كان عدوه عن رؤية قضوا يوما واحدا فيكون شهر رمضان في تلك
بی چاند دیکہی پوری کی ہی تو دو روزی قضا کریں اور اگر چاند دیکہہ کر گنتی پوری کی تہی تو ایک روزہ قضا کرین اب ماہ رمضان اوس سال مین

السنة تسعة وعشرين يوما حتى انهم لو كانوا راوا هلال شوال بعد ما صاموا رمضان تسعة وعشرين
انتیس دن کا ہوا یہان تک کہ اونہون نی اگر عید کا چاند رمضان کی انتیس روزی رکہہ کر دیکہا

يوما لا يلزمهم شيء ولو ان اهل بلدة راوا هلال رمضان فصاموا تسعة وعشرين يوما فشهد جماعة
تو اونپر کچہہ لازم نہین آتا اور اگر ایک شہر والون نی رمضان کا چاند دیکہہ کر انتیس روزی رکہی پہر ایک جماعت نی قاضی کی پاس

عند القاضي في اليوم التاسع والعشرين ان اهل بلدة كذا راوا هلال رمضان في ليلة كذا قبلكم بيوم
انتیسوین تاریخ مین یہہ گواہی دی کہ فلانی شہر والون نی رمضان کا چاند فلانی رات مین تمسی ایک دن پہلی دیکہہ کر روزی

وصاموا

وصاموا وهذا اليوم يوم الثلاثين من رمضان واهل هذه البلدة لم يروا الهلال في تلك الليلة
رکھے ہیں اور یہ آج رمضان کی تیسویں تاریخ ہے اور اس شہر والوں نے اس رات کو چاند نہیں دیکھا
والسماء مُصحِيَة لا يباح لهم الفطر غدا ولا ترك التراويح في تلك الليلة لان هذه الجماعة لم يشهدوا
اور تمام صاف تھا تو انکو اگلے دن افطار کرنا جائز نہیں ہے اور نہ اوس رات میں تراویح ترک کرنی جائز اسواسطے کہ اس جماعت نے چاند دیکھنے کی گواہی
بالرؤية ولا على شهادة غيرهم وانما حكوا رؤية غيرهم واما لو كانوا شهدوا عند القاضي ان قاضي بلدة
نہیں دی اور نہ غیر کی گواہی پر گواہی دی ہے بلکہ اوروں کے دیکھنے کی خبر نقل کی ہے اور اگر وہ جماعت قاضی کے سامنے یہ گواہی دیتی کہ فلانے شہر کے قاضی کے
كذا شهد عنده شاهدان برؤية الهلال في ليلة كذا وقضى ذلك القاضي بشهادتهما جاز لهذا القاضي
سامنے دو گواہوں نے فلانی رات میں چاند دیکھنے کی گواہی دی ہے اور اوس قاضی نے اونکی گواہی کے موافق حکم دیا ہے تو اب اس قاضی کو جائز ہوتا
ان يقضي بشهادتهما لان قضاء القاضي الاول حجة وهذا على قول من قال لا عبرة باختلاف المطالع
کہ انکی گواہی کے موافق حکم دیتا اسواسطے کہ حکم پہلے قاضی کا حجت ہے اور یہ حکم اوسکے قول کے موافق ہے جو اختلاف مطالع کا اعتبار نہیں کرتا
حتى اذا صام اهل بلدة ثلثين يوما للرؤية واهل بلدة اخرى تسعة وعشرين يوما للرؤية ايضا
یہاں تک کہ اگر ایک شہر والوں نے چاند دیکھکے تیس روزے رکھے اور ایک اور شہر والوں نے چاند ہی دیکھکے انتیس روزے رکھے
فعلى هذا على من صام تسعة وعشرين يوما قضاء يوم والاشبه على ما ذكره الزيلعي ان يعتبر لان
تو اس صورت میں جنھوں نے انتیس روزے رکھے ہیں ان پر ایک روزے کی قضا ہے اور موافق بیان زیلعی کی بہتر یہ ہے کہ اختلاف مطالع معتبر ہو اسلئے
كل قوم مخاطبون بما عندهم والدليل على اعتباره ما روي عن كريب انه قال قدمت الشام واستهل
کہ ہر قوم کو وہی حکم ہے جو اونکے پاس ہے اور یہ دلیل اختلاف مطالع کی اعتبار کی کریب کی روایت ہے کہ وہ کہتا ہے کہ میں شام میں داخل ہوا اور مجھ پر
عليّ شهر رمضان فرأيت الهلال ليلة الجمعة ثم قدمت المدينة في آخر الشهر فسألني عبد الله بن عباس
ماہ رمضان کا چاند نکل گیا سو میں نے شب جمعہ کو چاند دیکھا پھر میں مدینہ شریف میں آخر مہینے میں آیا تو مجھسے عبداللہ بن عباس نے پوچھا
فقال متى رأيتم الهلال فقلت رأيناه ليلة الجمعة فقال نحن رأيناه ليلة السبت فلا نزال نصوم حتى
کہ تم نے رمضان کا چاند کب دیکھا تھا میں نے کہا ہم نے چاند شب جمعہ کو دیکھا تھا عبداللہ بن عباس نے کہا ہم نے ہفتے کی شب کو دیکھا سو ہم روزے رکھے جاوینگے یہاں تک
نكمل ثلثين او نراه فقلت له اولا نكتفي برؤية معاوية وصيامه فقال لا هكذا امرنا رسول الله عليه السلام
کہ تیس دن پورے ہو جاویں یا چاند نظر آجاوے پھر میں نے کہا معاویہ کے دیکھنے اور روزہ رکھنے پر کیوں نہیں اکتفا کرتے کہا نہیں ہمکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم دیا ہے
وذلك لان انفصال الهلال عن شعاع الشمس يختلف باختلاف الاقطار كما ان دخول الوقت وخروجه
اور یہ اسلئے ہے کہ الگ ہونا ہلال کا آفتاب کی شعاع سے بسبب اختلاف مسافت کی مختلف ہوتا ہے جیسے ایک وقت کا آنا اور نکلنا
يختلف باختلاف الاقطار فان الشمس اذا زالت في المشرق لا يلزم منه ان تزول في المغرب بل كلما تحركت
اختلاف مسافت سے مختلف ہو جاتا ہے کیونکہ آفتاب کو اگر مشرق میں زوال ہووے تو لازم نہیں آتا کہ مغرب میں بھی زوال ہو جاتا بلکہ آفتاب جب کوئی درجہ
درجة فتلك طلوع لقوم وغروب لآخرين وبعض ليل لبعض وطلوع فجر لغيرهم وروي ان ابا موسى
قطع کریگا تو وہ ایک کے لئے طلوع ہے اور دوسرے کے واسطے غروب ہے اور کسیکو آدھی رات ہے اور کسیکو طلوع فجر ہے اور روایت ہے کہ ابو موسی
الضرير الفقيه قدم الاسكندرية فسئل عمن صعد المنارة فرأى الشمس بعد غروبها في البلدة بزمان طويل
نابینا فقیہ اسکندریہ میں آئے اوس سے کسی نے حال اس شخص کا پوچھا کہ جس نے اونچے منارہ پر چڑھ کر آفتاب کو دیکھا اور شہر میں بہت دیر پہلے غروب ہو چکا ہے
ايحل له الافطار فقال لا يحل له الافطار ويحل لاهل البلدة لان كل احد مخاطب بما عنده ومن رأى هذا
کیا اسکو افطار کرنا درست ہے تو فقیہ نے جواب دیا کہ اسکو افطار حلال نہیں ہے اور شہر والوں کو درست ہے اسلئے کہ ہر ایک کو وہی حکم ہے جو اسکے پاس ہے اور جیسے ہلال

الفطر وقت العصر فظن انقضاء مدة الصوم وافطر قال فى المحيط اختلفوا فى وجوب الكفارة والاكثر
نظر کا عصر کی وقت دیکھا پہر اس خیال سی کہ مدت روزی کی گذر گئی افطار کر ڈالا محیط میں کہا ہی کہ علما کو درباب وجوب کفارہ کی اختلاف ہی اکثروں کا
على الوجوب وقد ظن بعض الناس ان النهى عن الصوم قبل رمضان بيوم او بيومين يراد به اغتنام
یہہ ہی کہ کفارہ واجب ہی اور بعضی لوگوں کو یہہ گمان ہی کہ روزی کی ممانعت رمضان سی ایک یا دو دن پہلی اس لئی ہی کہ
الاكل والشرب واخذ النفوس شهواتها قبل ان تمنع منها بالصيام وهذا كله خطاء وجهل اذ قد ذكر
کہانا پینا اور نفوس کو اپنی شہوات سی متلذذ ہونا اس سی پہلی کہ روزوں کی سبب ممانعت ہو جاوی غنیمت ہی یہہ تمام خیالات خطا اور جہالت ہی اسلئی کہ ذکر
اصل ذلك متلقى من النصارى فانهم عند قرب صومهم يفعلون كذلك فيلزم التشبه بهم وقد كان
کرتی ہیں کہ یہہ اصل میں نصاری سی لیا ہی کیونکہ نصاری کی جب روزی نزدیک آتی تہی تو ایسا ہی کیا کرتی تہی پہر نصاری سی تشبہ لازم آتی ہی اور
النهى عن الصوم فى ذلك الوقت لمنع التشبه بالكافر فيما لنا منه بد وهو مذموم شرعا لقوله عليه السلام
نہی روزہ کی اوس وقت میں صرف کفار کی مشابہت کی سبب سی تہی جس جگہہ ہمسی مشابہت رفع ہو سکتی ہی اور تشبہ شرعا مذموم ہی واسطی ارشاد رسول علیہ السلام
من تشبه بقوم فهو منهم وربما لا يقتصر بعضهم على الشهوات المباحة بل يتعدى الى المحرمات فمن
جو شخص مشابہ ہوا کسی قوم سی پس وہ اونہی میں سی ہی اور کبہی کبہی بعضا شخص شہوات مباح پر حصر نہیں کرتا بلکہ محرمات میں داخل ہوتا ہی جسکا
كان هذا حاله فالبهائم اعقل منه وله نصيب وافر من قوله تعالى وَلَقَدْ ذَرَأْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيرًا مِّنَ
ایسا حال ہو تو اوس سی ڈنگر ہوشیار ہیں اور اوسکا اس آیت میں بڑا حصہ ہی اور ہمنی پیدا کئی ہیں دوزخ کی واسطی بہت
الْجِنِّ وَالْإِنسِ لَهُمْ قُلُوبٌ لَّا يَفْقَهُونَ بِهَا وَلَهُمْ أَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُونَ بِهَا وَلَهُمْ آذَانٌ لَّا يَسْمَعُونَ بِهَا أُولَٰئِكَ
جن اور آدمی جنکو دل ہیں اون سی سمجہتی نہیں اور آنکہیں ہیں اونسی دیکہتی نہیں اور کان ہیں اونسی سنتی نہیں وہ لوگ
كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ وبعضهم لا يجتنب كبائر الذنوب الا فى رمضان فيطول عليه ويكره صيامه ويشق
جیسی چوپائی بلکہ اونسی زیادہ بیراہ ہیں اور بعضی شخص گناہ کبیرہ سی سوا رمضان کی کبہی نہیں باز آتی سو اوسکو رمضان دوبہر ہو جاتا ہی اور روزی بہی مکروہ معلوم
على نفسه مفارقتها كالوفاتها فيعد الايام والليالى ليعود الى المعاصى وبعضهم لا يصلى الا فى رمضان فيستقل
اور اوسکی دل پر مفارقت کبایر کی دشوار ہو تی ہی جیسی فوت ہو گئی پہر وہ دن رات گنتا ہی تا کہ معاصی پہر حاصل کری اور بعضی سوا رمضان کی نماز نہیں پڑہتی پہر
رمضان لاستثقال العبادات المشروعة فيه من الصلوة والصيام وبعضهم لا يصبر على المعاصى فيواقعها
رمضان اون پر بہاری پڑ جاتا ہی بسبب گرانی عبادات کی جو رمضان میں ہوتی ہیں نماز روزی اور بعضوں کو گناہوں سی صبر نہیں ہوتا پہر وہ رمضان میں
فى رمضان وهذا هو الخسران المبين

المجلس السادس والعشرون فى بيان فضيلة رمضان

بہی مبتلا ہوتا ہی اور یہہ ظاہر ٹوٹا اوٹہانا ہی چہبیسویں مجلس رمضان کی فضیلت میں
ورعاية حقه قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا دخل رمضان فتحت ابواب السماء وفى
اور اوسکی حق کی رعایت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نی فرمایا جب رمضان آتا ہی تو آسمان کی دروازی کہل جاتی ہیں اور ایک
رواية ابواب الجنة وغلقت ابواب جهنم وصفدت الشياطين هذا الحديث من صحاح المصابيح رواه
روایت میں جنت کی دروازی اور دوزخ کی دروازی بند کئی جاتی ہیں اور سب شیاطین قید ہو جاتی ہیں یہہ حدیث مصابیح کی صحیح حدیثوں میں سی ہی
ابو هريرة وهو ان حمل على معناه الظاهر لا يفيد زيادة فائدة لان الانسان مادام فى الدنيا لا يتيسر له الصعود
ابوہریرہ کی روایت سی اس حدیث کی اگر ظاہر معنی مراد لیویں تو کچہہ خوب بڑا فائدہ نہیں ہی اس لئی کہ انسان جبتک دنیا میں ہی تو اوسکو آسمان پر چڑہنا نہیں
الى السماء ولا الدخول فى احدى الدارين فاى فائدة فى فتح الابواب واغلاقها الا ان يقال من مات من
ہو سکتا اور نہ بہشت اور دوزخ میں داخل ہو سکتا ہی پہر دروازوں کی کہلنی اور بند ہونی سی کیا فائدہ ہوا مگر یوں کہیں کہ جو شخص صلحا اہل ایمان والوں میں

صلحاء اهل الایمان اذا فتحت ابواب الجنة بانهم من روحها ونسيمها فوق ما كان يانيهم قبل الفتح و
مرجا پاتی — توجب دروازی جنت کی کھلی ہیں تو ونکو جنت کی ہوا اور خوشبو زیادہ تر آتی ہے بہ نسبت ونکا کہ دروازی کھلنی سی پہلی آتی ہی در
من بان من عصاتهم اذا غلقت ابواب جهنم لا يصيبهم من حرها وسمومها كما كان يصيبهم من حرها
جو گنہگار مرجا تا ہی — تو اگر دروازی دوزخ کی بند ہو لی ہیں تو اونکو دنکی — گرمی اور لپٹ وہی نہیں آتی جیسی گرمی
وسمومها قبل التعليق وهو بعيد لانه انما ذكر لترغيب الناس فيما امروا به من صوم شهر رمضان وتحريضهم
در لپٹ بند ہونی سی پہلی آتی تھی اور یہ معنی بعید ہیں سوسطی کہ یہ مضمون صرف واسطی آدمیوں کی رغبت کی ہی جو ونکو حکم ہوہی ماہ رمضان کی روزوں کا
عليه حتى يسعدوا له ويصير ابواب الجنان كانها فتحت لهم وابواب النيران كانها اغلقت عليهم فلزم
ماکہ وہ اکی واسطی تیار ہوجاویں اور گویا جنت کی دروازی ونکی لیے کھل گئی — اور دوزخ کی دروازی گویا اونکی اوپر بند ہوگئی — اسکو یہ تاویل
الرجوع الى التاويل بان يقال فتح ابواب السماء كناية عن تواتر نزول الرحمة وتوالي صعود الطاعات لان الباب اذا
کرنی ہم یہ کہیں کہ کھلنا آسمان کی دروازوں کا اشارہ ہی پی درپی رحمت کی آنیکا — و پی درپی عبادت کی چڑھنی کا اسوسطی کہ جب دروازہ
فتح يخرج ما في داخله متتابعا ويدخل ما في خارجه متواليا ويؤيد هذا التاويل ما جاء في رواية اخرى فتحت
کھلتا ہی جو اوسکی اندر ہی برابر نکلتا ہی — اور جو باہر ہوتا ہی وہ برابر داخل ہوجاتا ہی — اس تاویل کی تائید وہ ہی جو ایک دوسری میں آتا ہی — کھلجاتی ہیں
ابواب الرحمة وفتح ابواب الجنة كناية عن حصول ما يؤدي الى دخولها من انواع العبادات ولعلو
دروازی رحمت کی — جنت کی دروازوں کا کھلنا اشارہ ہی ان امور کی حاصل ہونیکا جو جنت کی اندر لیجاویں — یعنی ہر قسم کی عبادتیں — و بند ہونا
ابواب جهنم كناية عن انتفاء ما يؤدي الى دخولها من انواع السيئات لان الصائم سيرة عن الكبائر
دوزخ کی دروازوں کا اشارہ ہی دور ہونی ان امور کا جو دوزخ میں داخل کردیں یعنی ہر قسم کی گناہ اسواسطی کہ روزہ دار بڑی گناہوں سی بچتا ہی
التي من جملتها الاصرار على الصغائر ويغفر له ببركة الصوم سائر الذنوب كما جاء في الحديث الصلوات الخمس
جنکی بد — اصرار کرنی صغیرہ گناہوں کی بھی داخل ہی سو روزہ کی برکت سی اوسکی تمام گناہ معاف ہوجاتی ہیں جیسا کہ حدیث میں آتا ہی کہ پانچوں نمازیں
والجمعة الى الجمعة ورمضان الى رمضان مكفرات لما بينهن ان اجتنب الكبائر وتصفيد الشياطين
جمعہ اگلی جمعہ تک و رمضان اگلی رمضان تک بیچ کی گناہوں کو مٹادیتی ہیں اگر کبیرہ گناہوں سی پرہیز کیجاوی اور بند ہونا شیاطین کا
يحتمل ان يكون المراد به ما هو الظاهر من كون الشياطين مقيدة تعظيما للشهر وعلامة ذلك ان اكثر المنهمكين
احتمال ہی کہ اس سی مراد وہی معنی ظاہری ہوں کہ شیاطین واسطی تعظیم اس مہینہ کی قید ہوجاتی ہیں — اسکی نشانی یہ ہی کہ اکثر لوگ گناہوں میں کہنسی ہوئی
في الطغيان يحسون المعاصي ولا يرادون بعد حرصهم عليها ويسرعون في اقامة الصلوة بعد ما كانوا
گناہوں ورسرکشی میں بچی لگتی ہیں باوجود کہ گناہوں کی بڑی حریص ہوتی ہیں — اور نماز پڑہنی شروع کردیتی ہیں باوجود کہ نماز میں
متهاونين بها ويقبلون على استماع النصيحة وتلاوة القران واما ما يرى من بعض الفسقة انهم لا ينفعون
کمال سستی کرتی — تھی — وعظ نصیحت سنی پر — اور قرآن کی تلاوت پر متوجہ ہوجاتی ہیں — ور یہ جو فاسق معلوم ہوتی ہیں کہ اپنی فسق سی دور نہ
عن فسقهم بل ان تركوا نوعا منه ياتون نوعا اخر فذلك من اثر ما بقي في نفوسهم الخبيثة من تسويلات
ہوں آتی — بلکہ اگر ایک قسم ترک کرتی ہیں تو دوسری قسم کرنی شروع کردیتی ہیں سو یہ — اوس خباثت کا اثر ہی جو اونکی دلوں میں وسوسی شیطانی باقی ہیں
الشياطين وقال بعض العلماء لفظ الشياطين وان كان عاما الا ان المراد به رؤساؤهم ويؤيده ما جاء في بعض
اور بعضی علماء کہتی ہیں — لفظ شیاطین کا گو کہ عام ہی پر مراد اس سی شیطانوں کی گروہ کی سردار ہیں — اسکی تائید وہ ہی جو اس حدیث کی بعضی
طرق هذا الحديث وسلسلت مردة الشياطين فيقع الفساد بتسويلات غيرهم من شياطين الانس والجن
روایتوں میں واقع ہوئی کہ سرکش شیطان قید ہوجاتی ہیں — پھر فساد اوروں کی وسوسہ سی — جو شیاطین جن و انسان کی ہیں واقع ہوتا ہی

وقیل هو مجاز عن امتناع نفوس الصائمین عن قبول وساوسهم وذلک لان رمضان اذا دخل یشتغل الناس بالصوم
اور کہتی ہیں کہ یہہ مجاز ہی اصل روزہ داروں کی دل شیطانی وسوسہ قبول کرنی سی باز رہتی ہیں اسواسطی کہ جب رمضان آتا ہی تو آدمی روزہ میں مشغول ہوجاتا ہی
تنکسر قوتهم الحیوانیة التی هی مبدء الشهوة والغضب المتداعیین الی انواع الفسوق والفجور وتنبعث قوتهم
سو اونکی قوت حیوانی ضعیف ہوجاتی ہی جو باعث شہوت اور غصہ کی ہو کر ہر قسم کی فسق اور فجور کی طرف لیجاتی تہی اور اونکی قوت عقلی
العقلیة داعیة الی الطاعات ناهیة عن المنکرات فتجعلهم مقبلین علی وظائف العبادات معرضین عن
پیدا ہوکر طاعات کی طرف لاتی ہی اور منکرات سی منع کرتی ہی پہر اونکو روزمرہ کی مقرری عبادات پر متوجہ اور ہر قسم کی منکرات سی
اصناف المنکرات فیصیرون کانهم فتحت لهم ابواب الجنان وغلقت علیهم ابواب النیران ولم یبق
بیزار کردیتی ہی پہر وہ ایسی ہوجاتی ہیں گویا اونکی لئی بہشت کی دروازی کہل گئی اور دوزخ کی دروازی اون پر بند ہوگئی اور
علیهم للشیطان سلطان وروی عن ابی هریرة انه علیه السلام قال اذا کان اول لیلة من شهر رمضان
اون پر شیطانوں کا اصلا تسلط غلبہ باقی نرہا اور ابو ہریرہ سی روایت ہی کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نی فرمایا جب ماہ رمضان کی پہلی رات ہوتی ہی
صفدت الشیاطین ومردة الجن وغلقت ابواب جهنم فلم یفتح منها باب وفتحت ابواب الجنة فلم
تو شیاطین اور سرکش جن قید ہوجاتی ہیں اور دوزخ کی دروازی بند ہوکر کوئی دروازہ کہلا نہیں رہتا اور دروازی بہشت کی کہل جاتی ہیں سو
یغلق منها باب فینادی منادیا باغی الخیر اقبل ویا باغی الشر اقصر ولله فیه عتقاء من النار وذلک
اونمیں سی کوئی دروازہ بند نہیں رہتا پہر منادی پکارتا ہی ای طالب خیر کی ادہر آؤ اور ای حد سی گزرنی والی شر کی بس کر اور رمضان میں اللہ کی ازاد کی آگ سی بہت ہیں اور یہہ
فی کل لیلة ومعنی هذا الحدیث علم من تاویل الحدیث السابق لکن هنا زیادة لابد من بیان معنی تلک
ہر ہر شب میں ہوتی ہی اور اس حدیث کی معنی پہلی حدیث کی تاویل سی معلوم ہوگئی لیکن اسمیں کچہہ لفظ زیادہ ہیں اونکی معنوں کا بیان کرنا بہی ضرور چاہی
الزیادة وهو ان منادیا ینادی فی لیالی رمضان ویقول یا طالب الخیر تعال اطلب الثواب فانک تعطی
وہ یہہ ہیں کہ منادی رمضان کی راتوں میں پکارتا ہی یہہ کہتا ہی ای خیر کی طالب یہاں آ ثواب لی یہہ ایسا وقت شریف ہی
ثوابا کثیرا بعمل قلیل لشرف الوقت ویا طالب الشر اترک الشر فان عذاب المعصیة فیه اکثر وتب الی الله تعالی
کہ تہوڑی سی کار پر بہت ہی بڑا ثواب عطا ہوگا اور ای شر کی طالب بدی سی باز آ کیونکہ رمضان میں معصیت کا عذاب بڑا سخت ہی اور اللہ تعالی کی طرف
فانه تعالی یعتق کثیرا من عباده الصائمین من النار ویغفر ذنوبهم الماضیة لحرمة الشهر کما جاء فی
رجوع کر کیونکہ اللہ تعالی اپنی بہت بندی روزہ دار آگ سی ازاد کرتا ہی اور اونکی پچہلی گناہ اس مہینی کی برکت سی معاف کرتا ہی چنانچہ ایک اور حدیث میں آیا ہی
حدیث آخر من صام رمضان ایمانا واحتسابا غفر له ما تقدم من ذنبه یعنی ان من صامه مصدقا
جسنی رمضان کی روزہ واسطی ایمان اور ثواب کی رکہی تو اوسکی تمام پچہلی گناہ معاف ہوئی مراد یہہ ہی کہ جسنی رمضان کی روزہ اوسکی حقیقت
بحقیته وفرضیته وطالبا رضاء الله تعالی وثوابه لا خوفا من الناس واستحیاء منهم یغفر له ذنوبه
اور فرضیت تصدیق کرکر اللہ کی مرضی اور ثواب حاصل کرنیکو رکہی نہ کسی شخص کی خوف سی اور نہ کسیکی حیا لاج سی تو اوسکی تمام پچہلی گناہ
المتقدمة وذلک النداء یکون فی کل لیلة من لیالی رمضان وروی عن ابی امامة الباهلی انه علیه السلام
معاف ہونگی اور یہہ ندا رمضان کی راتوں میں سی ہر ہر رات کو ہوتی ہی اور ابو امامہ باہلی سی روایت ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نی فرمایا
قال من صام یوما فی سبیل الله جعل الله بینه وبین النار خندقا کما بین السماء والارض وفی حدیث آخر
جسنی ایک روز واسطی خدا کی روزہ رکہا تو اللہ تعالی دوزخ اور اوس شخص کی بیچ میں ایسی چوڑی خندق کردیگا جیسی بیچ آسمان اور زمین کا اور ایک اور حدیث میں
رواه ابو سعید الخدری انه علیه السلام قال من صام یوما فی سبیل الله بعد الله تعالی وجهه من النار
ابو سعید خدری سی روایت ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نی فرمایا جسنی روزہ ایک دن کا واسطی اللہ کی رکہا تو اللہ اوسکی چہرہ کو آگ سی ستر برس کی راہ پر دور کریگا

جسمیں

سبعین خریفا یعنی ان من صام یوما فی سبیل الله ورضائه ینجیه الله تعالی من النار عبر عن التبعیة

مراد یہہ ہی کہ جسنی ایک دن کا روزہ واسطی اللہ کی اوسکی رضا مندی کی لئی رکہا اوسکو اللہ تعالی آگ سی نجات بخشیگا دوری کو بطور تمثیل کی

بطریق التمثیل لیکون ابلغ لان من کان بعیدا عن شئ بهذا المقدار لا یصل الیه البتة والمراد بالخریف

بیان فرمایا تاکہ ابلغ ہووی اسواسطی کہ جو شخص ایک چیز سی اسقدر دور مسافت پر ہو تو وہ چیز اوس تک ہرگز نہیں پہنچیگی اور خریف سی مراد

السنة ذکر الجزء وارید الکل وانما عبر عنها به دون غیره من الفصول لکونه وقت بلوغ الثمار وحصول

سال ہی جزو کو ذکر کیا اور کل مراد لیا اور فصول وغیرہ کو چھوڑکر خریف کی ساتہہ اسواسطی بیان کیا کہ اس وقت میں پہل پکتی ہیں اور عیش

سعة العیش وروی عن ابی هریرة انه علیه السلام قال کل ابن ادم یضاعف الحسنة بعشر امثالها الی

فراخ ہوتا ہی اور ابو ہریرہ سی روایت ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نی فرمایا تمام بنی آدم کی حسنات دس گونہ بڑہتی ہیں اور دس سی

سبعمائة ضعف قال الله تعالی الا الصوم فانه لی وانا اجزی به یدع شهوته وطعامه وشرابه من اجلی

سات سو گونہ تک اللہ تعالی فرماتا ہی روزہ کی سوا کیونکہ روزہ میری واسطی ہی میں ہی اوسکا بدلہ ہوں کیونکہ اپنی شہوت کہانا پینا میری لئی ترک کرتا ہی

یعنی ان کل طاعة وخیر اذا لم یکن ریاء ونفاقا فاقل ما یعطی لصاحبه من الاجر عشرة لقوله تعالی مَنْ

مراد یہہ ہی کہ ہر یک عبادت اور خیر اگر بدون ریا اور نفاق کی ہو تو کم سی کم اوسکا اجر عابد کو دس گونہ عطا ہوگا اس آیت کی سند سی جو

جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ اَمْثَالِهَا وقد یزاد الی سبعمائة واکثر لقوله تعالی مَثَلُ الَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ

لاوی بہلائی اوسکی واسطی ہی اوس سی دس گونہ اور کبہی سات سو تک یا زیادہ تک نوبت بڑہ جاتی ہی اس سند سی مثال اونکی جو خرچ کرتی ہیں اپنی مال

فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ کَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِیْ کُلِّ سُنْبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ وَاللّٰهُ یُضٰعِفُ لِمَنْ یَّشَآءُ

اللہ کی راہ میں جیسی ایک دانہ اوس سی اوگیں سات خوشہ ہر خوشہ میں سو سو دانی اور اللہ بڑہاتا ہی جسکی واسطی چاہی

واما الصوم فثوابه بغیر حساب لانه لا یتادی الا بالصبر وقد قال الله تعالی اِنَّمَا یُوَفَّی الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ

اور روزہ کی ثواب کا تو کچہہ حساب ہی نہیں کیونکہ روزہ بدون صبر کی پورا نہیں ہوتا اور اللہ تعالی فرماتا ہی صبر کرنیوالوں کو ملتا ہی اونکا اجر

بِغَیْرِ حِسَابٍ ثم الصبر وان کان یوجد فی غیر الصوم من العبادات لکن وجوده فیه لیس کوجوده فی غیره

بی گنت پہر صبر اگرچہ سوا روزہ کی اور عبادات میں بہی ہوتا ہی لیکن صبر روزہ کا ایسا نہیں ہی جو اور عبادات میں ہوتا ہی

لانه ثلثة انواع صبر علی طاعة الله تعالی وصبر علی محارم الله تعالی وصبر علی الالام والشدائد وکلها

کیونکہ صبر تین طرح پر ہی ایک تو صبر اللہ تعالی کی طاعت پر دوسرا صبر اللہ تعالی کی محارم پر تیسرا صبر تکالیف اور سختیوں پر اور روزہ میں

یوجد فی الصوم اذ فیه صبر علی ما وجب علی الصائم من الطاعات وصبر عما حرم علیه من الشهوات

تینوں قسم کا صبر موجود ہی اسواسطی کہ روزی میں صبر ہی اوس طاعات پر جو روزہ دار پر واجب ہیں اور اون شہوات پر صبر ہی جو اوسپر حرام ہیں

وصبر علی ما یصیبه من الم الجوع وحرارة العطش وضعف البدن لان الصائم تعرض بدنه النحول والنقصان

اور اوس الم پر صبر ہی جو بہوک لگتی ہی اور پیاس کی گرمی ہوتی ہی اور بدن ناتوان ہوتا ہی کیونکہ روزہ دار کا بدن دبلا اور کم زور ہوجاتا ہی

والمفضی الی الهلاك طلبا لرضاء الله تعالی واشیر الیه حیث قیل یدع شهوته وطعامه وشرابه من اجلی

اور واسطی طلبگاری مرضی الہی کی ہلاکت میں پڑتا ہی اسی کی طرف اشارہ ہی جو مذکور ہی کہ اپنی شہوت اور کہانا پینا میری خاطر چہوڑ دیتا ہی

وایضا ان الصائم بسبب منع نفسه عن الاکل والشرب والجماع یصیر متخلقا باخلاق الله تعالی لکونه تعالی

اور یہہ بہی ہی کہ روزہ دار اپنی جان کو کہانی اور پینی اور جماع سی روک کر خوگیر صفات الہی کا ہوجاتا ہی کیونکہ اللہ تعالی

منزها عن هذه الاشیاء فلما کان فی الصوم هذه المعانی خصه الله تعالی بذاته وتولی جزاءه بنفسه

ان سب امور سی پاک وصاف ہی اور چونکہ روزہ میں یہہ خوبیاں ہوتی ہیں تو اللہ تعالی نی روزہ کو اپنی ذات پاک سی خاص کیا اور روزہ کی ثواب کا اپنی ذات

ولم يكله الى غيره فاعطى الصائم من عنده اجر البر له حد ولا عد وقيل ان الصوم سر بينه وبين العبد
ذمہ دار ہوا کسی دوسرے پر حوالہ نہ کیا پھر روزہ دار کو اپنی درگاہ سے ایسا اجر عطا کیا کہ جسکی کچھ نہ حد ہے اور نہ شمار نہیں اور بعضے یہہ کہتے ہیں کہ روزہ ایک راز ہے اللہ اور بندہ کی
يفعله خالصا لوجهه وطالبا لرضائه لا يطلع عليه غيره لكونه نية وامساكا حتى قيل ان الحفظة
بیچ میں کہ اوسکو خالص واسطے اسکے اور واسطے اوسکی رضا مندی کی ادا کرتا ہے اوسکی سوا کسیکو معلوم نہیں ہوتا کیونکہ روزہ نام نیت اور رُکنے کا ہے یہانتک کہ کہتے ہیں کہ
لا تطلع عليه ولا تكتبه بخلاف سائر الطاعات فانها مما يطلع عليه غيره تعالى فلما كان هو العالم به دون
کرام کاتبین کو بھی معلوم نہیں ہوتا اور روزہ اوسکو لکھتے ہیں بخلاف اور عبادات کی کیونکہ اور عبادات کو اور بھی سوا اللہ تعالی کی جان جاتی ہیں پس جبکہ روزہ کی خبر
غيره خصه بذاته وتولى جزاءه بنفسه ولم يوكله الى غيره كانه تعالى قال الصوم لي ولا يطلع عليه
سوای اللہ تعالی کی دوسرکو نہیں ہوتی تو اوسکو اللہ تعالی نے اپنی ذات سے خاص کر کر آپ ہی اوسکی ثواب کا ذمہ دار ہوا اور پر حوالہ نکیا گویا اللہ تعالی نے یہہ ارشاد فرمایا روزہ
غيري وحا انا اتولى الجزاء عليه ولا اكله الى غيره والكريم اذا اخبر انه يتولى الجزاء بنفسه يقتضي ان يكون
ثواب میں ہی اوسکی ثواب کا ذمہ دار ہوں اور پر حوالہ نہیں کرتا اور سخی جس وقت یہہ کہے کہ میں آپ اوسکی عوض کا ذمہ دار ہوں تو لازم ہی کہ وہ
ذلك الجزاء في غاية العظمة ونهاية الكثرة بحيث لا يكون له احصاء ولا حساب وروى عن ابي هريرة انه
عوض نہایت عظیم اور نہایت کثیر ہو ایسا کہ گنتی میں آوے اور نہ حساب میں اور ابوہریرہ سے روایت ہی
قال الصائم فرحتان فرحة عند فطره وفرحة عند لقاء ربه يعني ان الصائم له سروران مرتين على العمر
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا روزہ دار کو دو خوشیاں ہوتی ہیں ایک خوشی روزہ کھولتے ہوئے اور ایک خوشی خدا کی دیدار کی وقت مراد یہہ ہی کہ روزہ دار کو دو
مرة من الفرح وهو السرور واما سروره عند لقاء ربه فيما يجده من ثواب الصوم مدخرا عند الله تعالى
فرح سی مشتق ہوئی اور سرور کو کہتی ہیں اور سرور پروردگار کی ملاقات پر اسبات کا ہی کہ ثواب روزہ کا دفعۃً جمع کیا ہوا اللہ تعالی کی پاس پاویگا
فان من ترك طعامه وشرابه وشهوته لله تعالى يعوضه الله تعالى خيرا من ذلك كما قال الله تعالى
اس لیے کہ جسنے کہ کہانا پینا اور شہوت خدا کی واسطے چھوڑی تو خدا تعالی اوسکا عوض اوس سے بہتر عطا کریگا چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہی
وَمَا تُقَدِّمُوا لِأَنفُسِكُم مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوهُ عِندَ اللَّهِ هُوَ خَيْرًا وَأَعْظَمَ أَجْرًا وقال النبي عليه السلام لرجل
اور جو آگے بھیجوگے اپنی واسطے کوئی نیکی اوسکو پاؤگے اللہ کی پاس بہتر اور ثواب میں زیادہ اور فرمایا نبی علیہ السلام نے ایک شخص کو
انك لن تدع شيئا اتقاء الله الا اتاك الله خيرا منه وروى ان الصائمين يوضع لهم يوم القيمة مائدة
تو ہرگز نہیں ترک کریگا کوئی گناہ خدا کی خوف سے مگر عطا کریگا تجکو اللہ تعالی بہتر اوس سے اور روایت ہی کہ روزہ داروں کی واسطے قیامت کی دن دسترخوان
تحت العرش يأكلون عليها والناس في الحساب فيقول الناس ما لهؤلاء يأكلون ونحن في الحساب فيقال انهم كانوا
عرش کی تلی بچھایا جاویگا اوسپر بیٹھی کہاوینگی اور اور لوگ ابہی حساب میں مبتلا ہونگی وہ لوگ دیکھکے یہہ کہینگی یہہ کون لوگ ہیں کہ کہانا کہاتی ہیں اور ہم حساب میں ہیں
يصومون وانتم تفطرون وفي الصحيحين انه عليه السلام قال ان في الجنة بابا يقال له الريان لا يدخل منه
روزہ رکہتی تہی اور تم روزہ خور تہی اور صحیح بخاری اور مسلم میں ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت کی ایک دروازہ کا نام ریان ہی اوس دروازہ سے
الا الصائمون والمراد بالصائمين هم الذين يكثرون الصوم فانهم تحملوا تعب العطش خصوا بباب فيه الري والامان
صرف روزہ دار ہی داخل ہونگی اور روزہ داروں سے مراد وہ لوگ ہیں جو روزہ بہت رکہتی ہیں کیونکہ انہوں نے جو بہوک پیاس کی شدت اوٹہائی تو ایسے دروازہ سے خاص کیا
من العطش قبل تمكنهم من الجنة واما سروره عند افطاره فيما يتناوله من الطعام والشراب والجماع لان النفس
کہ جسمیں تازگی اور پیاس کا بچاؤ جنت میں داخل ہونی سے پہلی ہی اور افطار کی وقت سرور اسلئے ہوتا ہی کہ کہانا پینا جماع سے حاصل ہوتا ہی کیونکہ آدمی کا جی
مجبولة على الميل الى ما يلائمها من المطعم والمشرب والمنكح فاذا منعت من ذلك في وقت من الاوقات ثم اذن
بطور عادت کی اپنی مناسبات کہانی پینی جماع وغیرہ کی طرف متوجہ رہتا ہی جب اوسکو ان باتوں کی کسی وقت میں روک ہوکر پھر دوسری وقت میں

لها وقت أجريهم بذلك طعاما خصوصا عند اشتداد الحاجة إليه لتأثير الجوع والعطش فيها ولقاء
اور بہت اجر دیگا خوش ہوتا ہی خاص کر جب اسکو وہ بہت حاجت ہو دی کیونکہ بھوک لگی ہو اور پیاس کا زور ہو اس وقت کا
باعد حاجتها السعي فيها لما روي عن ابن عمر أنه عليه السلام كان إذا أفطر يقول ذهب الظمأ وابتلت
اسکی حاجت کا بجا لانا ہوتا ہی اس طرح کی روایت سی سے معلوم ہوتا ہی کہ نبی علیہ السلام افطار کی وقت فرمایا کرتی تھی پیاس بجھ گئی اور رگیں تر ہوگئیں
العروق وثبت الأجر إن شاء الله تعالى قال الله تعالى وإن حرم على الصائم في نهار صيامه أن يتناول هذه
اور ثواب ثابت ہو گیا انشاء اللہ تعالی کیونکہ اللہ تعالی نے اگرچہ روزہ دار پر روزہ کی دن میں یہ حرام کردیا کہ ان شہوت کو عمل میں لاوی
الشهوات لكن أذن له أن يتناولها في الليل بل أحب منه تعجيل الفطر في أول الليل وتأخير السحور إلى آخر الليل
لیکن اسکو اجازت دی کہ رات کی وقت عمل میں لاوی بلکہ رات کی آتے ہی جلدی افطار کرنا اور سحر کا دیر کر کر آخر شب میں کھانا مستحب ہی
لما روي عن أبي ذر أنه عليه السلام قال لا تزال أمتي بخير ما أخروا السحور وعجلوا الفطر وروي أن الله تعالى
ابو ذر کی روایت سی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا میری امت ہمیشہ بھلائی پر رہیگی جبتک سحر کھانی میں تاخیر اور افطار کرنی میں جلدی کریں اور روایت ہی کہ اللہ تعالی
وملائكته يصلون على المتسحرين وإن أحب عباده إليه أعجلهم فطرا والحاصل أن الصائم يترك شهواته
اور اسکی فرشتی سحر کھانی والوں پر رحمت بھیجتی ہیں اور بڑی محبوب بندی اللہ کی وہ ہیں جو جلدی افطار کریں حاصل یہ ہی کہ روزہ دار اپنی شہوت
بالنهار تقربا إلى الله تعالى وطاعة له ويتناولها في الليل تقربا إلى الله تعالى وطاعة له فلا يتركها إلا بأمره ولا يعود إليها
دن کو واسطی اللہ تعالی کی طاعت اور قرب کی لیے ترک کرتا ہی اور رات کی وقت اسی شہوت کو واسطی قرب اور طاعت الہی کی عمل میں لاتا ہی سو اللہ تعالی کی حکم سی
إلا بأمره فهو مطيع في الحالين فإن المؤمن الصائم لما علم أن رضى مولاه في ترك شهواته قدم رضى مولاه على هواه فصار التذاذه بترك شهوته لله تعالى
ترک کرتا ہی اور اسی کی حکم سی اختیار کرتا ہی پس وہ دونوں حال میں اللہ تعالی کا فرمانبردار رہی کیونکہ مومن روزہ دار نی جب دیکھا کہ خوشنودی میری صاحب کی شہوت
أعظم من لذته في تناولها ولهذا يكون كراهته تناولها عنده في خلوته أشد من كراهة ألم الضرب لعلمه
بکراهة مولاه لفطره فيكون لذته فيما يرضي مولاه وإن كان مخالفا لهواه ويكون ألمه فيما يكرهه مولاه وإن كان
موافقا لهواه فإذا كان هذا فيما حرم لعارض الصوم من الطعام والشراب والجماع ينبغي أن يتأكد ذلك فيما
حرم على الإطلاق كالربا وشرب الخمر وأخذ أموال الناس بغير حق وكسر أعراضهم فإن كل ذلك مما يسخط
الله تعالى في كل حين ومكان فإذا كان إيمان المرء كاملا يكره ذلك كله أشد من كراهته ألم الضرب فإن
اللہ تعالی السی ہوتی اور ہر جگہ ہر وقت ہوتا ہی جب آدمی کا ایمان کامل ہوتا ہی تو ان سبکو چوٹ کھانی کی تکلیف سی زیادہ برا جانتا ہی
المؤمن في حال صومه لما علم أن له ربا يطلع عليه في خلوته وقد حرم عليه أن يتناول شهواته التي جبل
على الميل إليها طاعة ربه وامتثل أمره واجتنب نهيه خوفا من عقابه وطمعا في ثوابه ولهذا كان نومه
عبادة كما جاء في الحديث نوم الصائم عبادة قال أبو العالية الصائم في العبادة ما لم يغتب وإن كان نائما

على فراشه فعلى هذا يكون في ليله ونهاره على عبادة وروى عن ابي هريرة انه عليه السلام قال لخلوف
سوتا ہو اس قول کی موافق روزہ دار رات دن عبادت ہی میں ہوتا ہی اور ابوہریرہ سی روایت ہی کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نی فرمایا البتہ

فم الصائم اطيب عند الله تعالى من ريح المسك يعني ان الخلوف وهو بضم الخاء رائحة حاصلة في
روزہ دار کی منہ کی بو اللہ تعالی کی نزدیک مشک کی خوشبو سی پسندیدہ تر ہی مراد یہ ہی کہ خلوف خاکی پیش سی اوس بو کو کہتی ہیں جو

فم الصائم من تصاعد الابخرة لخلو المعدة من الطعام والشراب وان كانت عند الناس مستكرهة
روزہ دار کی منہ مین معدہ میں سی بخارات چڑھ کر پیدا ہو جاتی ہی جب معدہ کہانی پینی سی خالی ہوتا ہی اگرچہ وہ لوگ آدمیوں کو ناپسند ہو

لكنها عند الله احب من ريح المسك حيث كانت ناشئة عن طاعة الله تعالى فلذلك ذهب الشافعي الى
پر اللہ تعالی کو مشک کی خوشبو سی زیادہ تر پسند ہی کیونکہ اللہ تعالی کی عبادت سی پیدا ہوتی ہی اسیلیوسطی امام شافعی کی مذہب مین

استحباب ابقائها وكراهة ازالتها بالسواك بخلاف الخلوف الذي يحدث من غير الصوم حيث يلزم
اوس بو کا باقی رکہنا مستحب ہی اور مسواک سی اوسکا دور کرنا مکروہ ہی برخلاف اوس بو کی جو فاقہ میں بدون روزہ کی پیدا ہو جاوی اسواسطی کہ اوسکا

ازالته بالسواك فان من عبد الله تعالى واطاعه وطلب رضاه فنشأ من ذلك العمل آثار مستكرهة للعقول
دور کرنا مسواک سی لازم ہوتا ہی بیشک جو شخص اللہ تعالی کی عبادت کری اور اطاعت بجالاوی اور اوسکی رضامندی طلب کری اسمیں اگرچہ آثار آدمیوں کی خلاف طبع

فتلك الآثار غير مستكرهة عند الله تعالى بل هي محبوبة طيبة عنده ويجعلها في الآخرة اطيب من
ناپسند پیدا ہو جاویں تو وہ آثار اللہ تعالی کو ناپسند نہین ہین بلکہ وہ اللہ تعالی کی ہاں محبوب اور پاکیزہ ہیں اور اللہ تعالی اون آثار کو آخرت مین مشک کی زیادہ تر

ريح المسك فان الصوم لكونه سرًّا بين العبد وربه في الدنيا يظهره الله تعالى في الآخرة ويكون علانية
پاکیزہ کر دیگا کیونکہ روزہ جو درمیان بندہ اور پروردگار کی دنیا مین پوشیدہ تہا تو اللہ تعالی آخرت میں ظاہر کریگا پہر سب پر ظاہر ہو جائیگا اور

ويشتهر اهل الصيام بذلك بين الناس لما روى انس مرفوعا ان الصائمين يخرجون من قبورهم يعرفون بريح
روزہ دار اس سی تمام خلقت میں مشہور ہو جاوینگی چنانچہ انس سی مرفوعا روایت ہی کہ روزہ دار جب اپنی قبروں مین سی اوٹہینگی تو منہ کی خوشبو سی پہچانی جاوینگی

افواههم وان ريح افواههم اطيب من ريح المسك والحاصل انه عليه السلام لما اراد ان يبين فضل الصيام
کیونکہ اونکی منہ کی بو مشک سی زیادہ تر خوشبو ہوگی حاصل یہ ہی کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نی جو ارادہ کیا کہ روزہ کی فضیلت

ودرجة الصائم شبه ما يستكره منه في الطباع البشرية من الرائحة بالطيب ما يرام ويطلب ويستنشق من
اور روزہ دار کا مرتبہ بیان فرماویں تو جو چیز آدمیوں کی طبیعت کو ناپسند ہی یعنی منہ کی بدبو اوسکو اوس پاکیزہ تر خوشبو سی جو مقصود اور مطلوب ہوتی ہی اور

الروائح والمقصود من هذا التشبيه الثناء على الصائم وتطييب قلبه لئلا يمتنع عن المواظبة على الصوم
سونگہی جاتی ہی اور غرض اس تشبیہ سی روزہ دار کی ثنا اور اوسکا دل خوش کرنا ہی تاکہ روزہ کی مداومت سی جس سی منہ مین بو پیدا ہوتی ہی بیٹہ نہ رہی

الجالب للخلوف وحيث فضل ما يستكره منه على الطيب ما يستلذ من جنس الطيب ليقاس عليه ما فوقه من الآثار
اور جب ایک ناپسند چیز کو پاکیزہ تر خوشبو پر فضیلت ہوئی جس سی لذت حاصل ہوتی ہی تو سب عمدہ آثار کو اوس پر قیاس کر لیں باوجودیکہ افطار کی وقت

مع ان له عند الافطار دعوة مستجابة كما جاء في الحديث ان للصائم عند افطاره دعوة مستجابة
روزہ دار کی دعا قبول ہوتی ہی چنانچہ حدیث مین آیا ہی کہ افطار کی وقت روزہ دار کی دعا مقبول ہی

لكن بشرط ان يكون افطاره على حلال فان من صام عما احله الله تعالى وافطر على ما حرمه الله تعالى لا يستجاب
پر اس شرط سی کہ افطار حلال چیز سی ہو کیونکہ جو شخص حلال چیز کہانی سی منہ ہو کر روزہ رکہی اور حرام چیز سی افطار کری تو اوسکی دعا قبول نہیں ہوتی

دعاؤه ولا يقبل صومه لما روي عن ابي هريرة انه عليه السلام قال من لم يدع قول الزور والعمل به فليس لله
اور نہ روزہ قبول ہوتا ہی اسواسطی کہ ابوہریرہ سی روایت ہی کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نی فرمایا جو شخص جہوٹہ بولنا اور اوس پر عمل کرنا ترک نہ کری تو اللہ تعالی کو

حاجة في أن يدع طعامه وشرابه يعني أن من لم يترك الكذب والعمل بمقتضاه لا يقبل الله تعالى
کیا پرواہ ہی اسکی کہ وہ اپنا کھانا اور پینا ترک کردے یعنی مراد یہ ہی جو شخص جھوٹ بولنا اور باطل عمل کو چھوڑیگا تو اللہ تعالی اوسکا روزہ قبول نہیں کرتا
صومه ولا ينظر إليه لأنه أمسك عما أبيح له في غير حال الصوم ولم يمسك عما لا يحل له في جميع الأحوال
اور نہ اوسکی طرف توجہ کرتا ہی کیونکہ جو چیزیں کہ اوسکو روزہ کی سوا مباح تہیں اونسی تو باز رہا اور جو چیزیں اوسکو ہمیشہ کو حرام ہیں اون سی باز نہ آیا
لأن المقصود من الصوم ليس نفس الجوع والعطش فقط بل المقصود منه ما يتبعه من كسر الشهوة
کیونکہ روزہ سی مقصود صرف بھوک پیاس نہیں بلکہ روزہ سی مقصود وہ ہی جو اسکی بعد حاصل ہوتی ہیں شہوت کا توڑنا نفس امارہ کا مغلوب
وقهر النفس الأمارة بالسوء فإذا لم يحصل شيء من ذلك فأي فائدة في ترك الطعام والشراب فعلى هذا
کرنا جب اسمیں سی کچھہ بھی حاصل نہوا تو پہر کھانا چھوڑ دینی سی کیا فائدہ ہی پس اس بنا کی موافق
يكون نفي الحاجة عبارة عن عدم القبول من قبيل نفي السبب وإرادة المسبب وفي حديث آخر أنه
حاجت کی نفی سی مقبول نہونا روزہ کا مراد ہی جیسی سبب کی نفی کرکر مسبب کی نفی مراد لیتی ہیں اور ایک حدیث میں ہی کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے
قال الصيام جنة وإذا كان يوم صوم أحدكم فلا يرفث ولا يصخب فإن سابه أحد أو قاتله فليقل
فرمایا روزہ ڈھال ہی جب کوئی تم میں سی کسی دن روزہ دار ہو تو فحش نہ بکی اور نہ چلاوی پہر اگر اوسکو کوئی گالی دی یا لڑائی کری تو لازم ہی کہ کہدی
إني امرؤ صائم يعني أن الصوم جنة وهي بضم الجيم الترس وإنما جعل الصوم ترسا لأن الصائم يستتر به
میں روزہ دار ہوں مراد یہ ہی کہ روزہ ڈھال ہی اور جنہ جیم کی پیش سی ڈھال کو کہتی ہیں اور روزہ کو اسلیے ڈھال ٹہرایا ہی کہ روزہ دار کو سبب کثرت ثواب کی
عن النار لكثرة ثوابه ويحفظه عن المعاصي ووسوسة الشيطان لأنه يطفئ مجاري الدم التي هي
آگ سی بچالیتا ہی اور روزہ دار روزہ کی سبب گناہوں اور شیطانی وسوسوں سی بچ جاتا ہی اسواسطی کہ مسامات نسوں کی جو شیطان کا رستہ ہوتا ہی
مجاري الشيطان فإن الشيطان يجري من ابن آدم مجرى الدم فينكسر الشهوة ويسكن الغضب لكن ينبغي
بند ہوجاتی ہیں کیونکہ شیطان ابن آدم کی بدن میں خون کی مثال پہرتا ہی اسواسطی شہوت ضعیف ہوجاتی ہی اور غصہ بجہہ جاتا ہی لیکن
أن يعلم أن الجنة كما لا ينتفع بها إلا إذا كانت محكمة من غير اختلال كذا الصوم لا يتحقق به
سمجہنی کی بات ہی کہ ڈھال ہی جیسی کچھہ فائدہ حاصل نہیں ہوتا جبتک وہ پوری اور مضبوط اور بی خلل نہو ایسی ہی روزہ سی وہ حاصل نہیں ہو سکتی
الستر الأعلى حسب كونه محفوظا عن الخطاء والخلل فإن وجد فيه شيء من الخلل بحسبه نقص مقداره
جبتک کہ وہ خطا اور خلل سی صاف محفوظ ہو اگر اوسمیں کچھہ خلل ہوگا تو ویساہی ثواب عمل کا کم ہوجاویگا
ثواب العمل ولهذا قال النبي عليه السلام في هذا الحديث فإذا كان يوم صوم أحدكم فلا يرفث ولا يصخب
اسلیے نبی علیہ السلام نے اس حدیث میں یہہ فرمایا ہی اگر تم میں سی کوئی کسی دن روزہ دار ہو تو فحش نہ بکی اور نہ چلاوی
والرفث الفحش من القول وما يشابهه من التصريح بما يجب أن يكنى عنه من ألفاظ الجماع والصخب بالخاء
اور رفث کی معنی بیہودہ باتیں گالی گلوج وغیرہ اور جو ویسا ہی ہو یعنی جماع کی لفظوں میں سی صاف کہنا اوس لفظ کا جو اشارہ کنایہ کہا جاوی اور صخب خاء
المعجمة الصياح والخصومة والمعنى أن الصائم عند الخصومة يجب عليه أن لا يتكلم بالفحش ولا يرفع
معجمہ سی چیخنا چلانا اور جھگڑا کرنا اور مراد یہ ہی کہ روزہ دار کو لازم ہی کہ جھگڑا کی وقت کلام بیہودہ فحش نہ کہی اور نہ بیہودہ پکار کر بولی
صوته بالهذيان بل يلزمه أن يكون ممسكا عن جميع المناهي لا عن الطعام والشراب فقط فإن شتمه
بلکہ اوسکو لازم ہی کہ تمام مناہی سی باز رہی نہ صرف کہانی اور پینی سی پہر اگر کوئی اوسکو گالی دی
أحد فليقل بلسانه صيانة لصيامه ويفهم شاتمه أني صائم وليجعل هذا القول جوابا له وقيل يقول
تو چاہی کہ واسطی حفاظت روزہ کی اپنی زبانسی گالی دینی والی کو سمجہادی کہ میں روزہ دار ہوں اور اوسکی گالی کا یہی جواب سمجہی اور بعضی کہتی ہیں

ذلك بعلمه بان يتفكر في كونه صائما لم يردع نفسه عن سيء القول ويقوى على كظم الغيظ ولا يكافيه
اور ہی دیتے ہیں کہ سفر کرے دھیان کرے کہ میں روزہ دار ہوں تاکہ اوسکا نفس بری باتوں سے باز رہے اور غصہ کو پی جاوے اور گالی کی مکافات نہ کرے
على شتمه لئلا يحبط ثواب صومه ويكون من الذين قال النبي عليه السلام فيهم كم من صائم ليس من صيامه
تاکہ روزہ کا ثواب سوخت نہ ہووے پھر اون لوگوں میں ہو جاوے کہ جنکی حق میں نبی علیہ السلام نے فرمایا ہے بہت لوگ ایسے روزہ دار ہیں کہ اونکو روزہ سے کچھ
الا الظمأ وكم من قائم ليس من قيامه الا السهر وان التقرب الى الله تعالى بترك المباحات لا يتم الا بعد التقرب
سوا پیاس کے نہیں ہے بہت رات کے جاگنے والے ہیں کہ اونکو رات کی نماز میں کچھ سوا بیداری کے نہیں اور تحقیق کہ خدا کی قربت مباحات کی ترک سے پوری نہیں ہوتی
اليه بترك المحرمات فان من امتثل امره تعالى في ترك الطعام والشراب في نهار صيامه فليمتثل امره فيما
جب تک محرمات کو چھوڑ کر قربت نہ حاصل کرے کیونکہ جو شخص روزہ کے دن کھانا پینا چھوڑ کر خدا کا حکم بجا لاتا تو اوسکو چاہئے کہ محرمات میں بھی
يحرم عليه في كل وقت ولا يحل له بحال من الاحوال ومن لم يمتثل فيما حرم عليه قبل وفاته يعاقب في الآخرة
جو ہمیشہ اوسپر حرام تھا اور کسی حالت میں حلال نہیں ہیں اوسکا حکم بجا لاوے سو جو کوئی حلال کر کے محرمات کو مر گیا تو آخرت میں بیچ عقاب ہوگا کہ اوس آتی سی
بحرمانه وفواته وشاهد هذا قوله عليه السلام من شرب الخمر في الدنيا لم يشربها في الآخرة ومن لبس
محروم رہیگا اس دعوی کا شاہد یہہ حدیث ہے جس نے دنیا میں شراب پی آخرت میں نہیں پیویگا اور جس نے دنیا میں
الحرير في الدنيا لم يلبسه في الآخرة فاتقوا الله يا عباد الله في اقامة حدود الله اذ كثير من الناس في هذا
حریر پہنا آخرت میں نہیں پہنیگا سو اے بندگان الہی اللہ سے ڈرو اوسکی حدود کو قائم رکھو کیونکہ اکثر آدمی اس زمانہ میں
الزمان يمشي على العوائد الشائعة بين الانام لا على ما اقتضاه الايمان

المجلس السابع والعشرون

اوس راہ و رسم پر چلتے ہیں جو خلقت میں مشہور و مستعمل ہیں اوسپر نہیں جو ایمان کی لائق ہے
ستائیسویں مجلس

في بيان كيفية النية بسند عبية الاسلام

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من
بیان نیت کی کیفیت کا مطابق اسلام کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جسنے
صام رمضان ايمانا واحتسابا غفر له ما تقدم من ذنبه ومن قام رمضان ايمانا واحتسابا غفر له ما
رمضان کی روزے واسطے ایمان اور ثواب کی رکھے اوسکی خطائیں معاف ہونگی گزری ہوئیں اور جسنے رمضان میں واسطے ایمان اور ثواب کی شب بیداری کی اوسکی خطائیں
تقدم من ذنبه هذا الحديث من صحاح المصابيح رواه ابو هريرة وقد ذكر فيه نوعان من العبادة اختص
گزری ہوئیں معاف ہونگی یہہ حدیث مصابیح کی صحیح حدیثوں میں ہے ابو ہریرہ کی روایت سے اس حدیث میں دو قسم کی عبادت کا ذکر ہے کہ
كل منهما بشهر رمضان احدهما صيام النهار والآخر قيام الليالي ولا بد من معرفتهما اما الصوم فهو في
دونوں کو ماہ رمضان سے خصوصیت ہے ایک دن کی روزہ اور دوسری راتوں کا جاگنا اب ان دونوں کی معرفت ضرور ہے لیکن صوم لغت میں
اللغة الامساك مطلقا وفي الشرع الامساك عن المفطرات المعهودة التي هي الاكل والشرب والجماع من
مطلق امساک یعنی روکنے کو کہتے ہیں اور شرع میں کہتے ہیں امساک کو مفطرات مقررہ سے یعنی کھانا اور پینا اور جماع سے
الصبح الى غروب الشمس مع النية وهو ثلاثة اقسام فرض وواجب ونفل اما الفرض فصوم رمضان اداء او قضاء
فجر سے لیکر آفتاب کی ڈوبنے تک نیت کی ساتھ اور روزہ کی تین قسم ہیں فرض اور واجب اور نفل سو فرض تو رمضان کی روزے ہیں ادا ہوں یا قضا
وصوم الكفارة واما الواجب فالنذر معينا كان او مطلقا واما النفل فما عداهما ومن شرع فيه قصدا
اور روزہ کفارہ کی اور واجب نذر کی ہوتے ہیں معین ہو یا مطلق ہو اور نفل ان دونوں کی سوا اور جسنے قصداً روزہ رکھا
يلزمه اتمامه وان افسده فعليه قضاؤه ولا يجوز افطاره بلا عذر لانه ابطال العمل وقد قال الله تعالى
تو اوسکا پورا کرنا لازم ہو جاتا ہے اگر توڑ ڈالیگا تو اوسپر قضا لازم آویگی اور اوسکا افطار کرنا بغیر عذر کے درست نہیں ہے کیونکہ عمل کا باطل کرنا ہے اور اللہ تعالی فرماتا ہے

ولا تبطلوا

وَلَا تُبْطِلُوٓا أَعْمَالَكُمْ والضيافة عذر في حق الضيف والمضيف ومن ظن ان عليه صوما فشرع فيه
اور باطل کرو تم اپنی عملوں کو اور مہمانی بھی مہمان اور میزبان کے حق میں ایک عذر ہوتا ہے اور جس نے یہ خیال کیا کہ میرے ذمہ روزہ ہے پھر اس نے شروع کیا

ثم علم عدمه فاكل لا يلزمه شيء لانه ظانّ والمظنون لا يقضى لان القضاء منوط بالالتزام او بالالزام
روزہ رکھنا پھر معلوم ہوا کہ نہیں ہے پس کھا لیا اور پھر کچھ نہیں آتا اسواسطے کہ اسکو گمان تھا اور گمان کی بدلی قضا نہیں دی ہے اسواسطے کہ قضا یا تو لازم کر لینے کی ہے یا لازم کردی گئی · کردی گئی

ولم يوجد واحد منهما واشترط لفرضية صوم رمضان الاسلام والعقل والبلوغ ولفرضية ادائه
سو ان دونوں میں سے ایک بھی نہیں ہے اور رمضان کے روزہ کی فرض ہونے کی شرط اسلام یعنی کافر نہیں اور عقل یعنی دیوانہ نہیں اور بلوغ یعنی بچہ نہیں اور ادا کی

الصحة والاقامة فان المريض والمسافر يجوز لهما الافطار ثم القضاء لكن صوم المسافر افضل ولصحة
شرط صحت یعنی بیمار نہ ہو اور اقامت یعنی مسافر نہ ہو کیونکہ بیمار اور مسافر کو جائز ہے کہ افطار کریں پھر قضا کریں لیکن مسافر کو روزہ رکھنا افضل ہے اور واسطے صحت

ادائه الطهارة عن الحيض والنفاس لا الطهارة عن الجنابة اذ يجوز صوم من اصبح جنبا او نام واحتلم
ادا کی شرط پاک ہونا حیض و نفاس سے ہے فقط جنابت سے پاک ہونا شرط نہیں اسواسطے کہ جنابت میں صبح ہو جاوے یا دن کو سو گیا اور احتلام ہو گیا

واما الحائض والنفساء فلا يجوز صومهما بل يلزمهما الافطار ثم القضاء لكن الحائض تفطر سرا لا جهرا وكذا كل
تو روزہ جائز ہے اور حیض اور نفاس والی عورت کا روزہ جائز نہیں ہے بلکہ لازم ہے کہ افطار کر کے قضا کریں لیکن حیض والی عورت چھپی ہوئی افطار کرے ظاہر کر کے نہیں

من ابيح له الافطار لانه اذا اكل ولم يكن العذر ظاهرا يكون متهما عند الناس بالفسق الذي هو اكل رمضان
جس جس کو افطار کرنا مباح ہے اسواسطے کہ اگر کوئی شخص کھاوے اور اسکا عذر ظاہر نہ ہو تو لوگوں کی نظر میں فسق میں بدنام ہوگا یعنی رمضان میں دن کو کھانا

والاحتراز عن موضع التهم واجب لما روي انه عليه السلام قال من كان يؤمن بالله واليوم الآخر فلا يقفنّ
اور تہمت کی جگہ سے پرہیز کرنا واجب ہے اسواسطے کہ روایت ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان لاوے تو تہمت کی

مواقف التهم وقد ذكر في الدراية ان من اكل في شهر رمضان شهرة عيانا متعمدا يؤمر بقتله لان صنعه
جگہ میں نہ کھڑا ہو اور درایہ میں مذکور ہے کہ جو شخص ماہ رمضان میں تمام مشہور ظاہر قصداً کھانا کھاوے تو اسکو قتل کریں اسواسطے کہ اسکا یہ عمل

دليل الاستحلال ويصح اداؤه بنية من الليل الى الضحوة الكبرى وبنية مطلقة وبنية النفل وبنية واجب آخر
حلال سمجھنے کی دلیل ہے اور رمضان کی ادا کا نیت سے رات سے لیکر ضحوۂ کبری تک نیت کر کے ادا کرنا صحیح ہے اور مطلق نیت سے اور نفل کی نیت سے اور دوسرے واجب کی

ثم عند الاداء من النية لكل يوم والافضل التبييت وهو النية من الليل ليقع اول جزء من الصوم مع النية
نیت سے بھی صحیح ہے پھر ادا کے وقت ہر روز کی نیت ضروری ہے اور نیت افضل ہے یعنی رات سے نیت کر لی تاکہ پہلا جز روزہ کا نیت کے ساتھ ہو

والنية ان يعرف بقلبه انه يصوم ولا عبرة بالنية المتقدمة على الغروب وانما الاعتبار للنية المتأخرة
اور نیت یہ ہے کہ دل میں قصد کرے کہ میں روزہ رکھونگا اور جو نیت کہ غروب آفتاب سے پہلے ہو اعتبار نہیں ہے جو عروب آفتاب کے بعد ہو اس نیت کا اعتبار ہے

عن الغروب حتى لو نوى قبل ان تغيب الشمس ان يكون صائما غدا ثم غفل الى الزوال من الغد لا يجوز صومه
حتی کہ اگر آفتاب کے ڈوبنے سے پہلے نیت کی کہ میں کل روزہ رکھونگا پھر اگلے دن دوپہر تک بھول گیا تو اسکا روزہ جائز نہیں ہے

ولو نوى بعد غروب الشمس يجوز والنذر المطلق لا يصح الا بالنية من الليل واما النذر المعين والنفل فكل
اور اگر آفتاب ڈوبنے کے بعد نیت کی تو روزہ جائز ہے اور نذر مطلق رات سے نیت کئے بغیر جائز نہیں ہے اور نذر معین اور نفل دونو

منهما كاداء صوم رمضان يجوز بالنية من الليل الى الضحوة الكبرى لكن النية من الليل افضل كما مر
مانند ادا روزہ رمضان کی رات سے لیکر دوپہر سے پہلے نیت کرنے سے جائز ہو جاتی ہیں پر رات سے نیت کرنا افضل ہے جیسا کہ گذر چکا ہے

فكل صوم لا يتأدى الا بالنية من الليل اذا نواه مع طلوع الفجر يجوز لان الواجب قران النية بالصوم لا تقديمها
پھر جو روزہ بدون رات کی نیت کے درست نہیں ہوتا اگر صبح صادق کے ساتھ ہی نیت کرلی تو بھی جائز ہو جاتا ہے اسواسطے کہ نیت کا روزہ کے ساتھ ہونا واجب ہے نیت کا روزہ سے

عليه ولو نوى بعد طلوع الفجر عن القضاء لا يقع عن القضاء بل يكون تطوعا حتى لو افطر يلزمه القضاء
پہلی ہو نہ ضرور نہیں ہے اور اگر بعد طلوع صبح صادق کی قضا کی نیت کری تو قضا کا روزہ نہیں ہوتا بلکہ نفل ہو جاتا ہے اگر اب افطار کر لیگا تو اسکی قضا آویگی
واذا وجب على احد قضاء يومين من رمضان واحد واراد ان يقضيهما ينبغي له ان ينوي اول يوم
اور اگر کسی شخص پر ایک رمضان کی دو روزی ذمہ پر ہوں اور وہ شخص انکو قضا کرنا چاہے تو اسکو چاہیے کہ پہلی نیت پہلی دن کی کرے جو اسپر اس رمضان میں سے
وجب عليه من هذا الرمضان وان لم يعين الاول يجوز وكذا لو كانا من رمضانين ينبغي له ان ينوي
واجب ہوا ہے اور اگر اول روز کو نہیں معین کریگا تو بھی جایز ہے اور اگر دو روزی دو رمضان کی ہوں تو اوسکو چاہیے کہ اول نیت
قضاء يوم الرمضان الاول وان لم يعين اختلفوا فيه والمختار انه يجوز ومن افطر عمدا في يوم من رمضان
قضا پہلی رمضان کی روزہ کی کرے اور اگر اوسکو معین نکرے تو اسمیں اختلاف ہے اس اختلاف میں سے مختار یہہ ہے کہ جایز ہے اور جسنے عمدًا رمضان کا ایک روزہ
حتى وجب عليه الكفارة وهو فقير وصام احدى وستين يوما عن القضاء والكفارة ولم يعين
کہا لیا یہاں تک کہ اوسپر کفارہ واجب ہو گیا اور مفلس تہا اور اوسنے اکسٹھ روزی کہ ساتہ قضا اور کفارہ کی رکہی اور قضا کا روزہ کوئی سا معین نکیا
يوم القضاء يجوز ويصير كانه نوى القضاء في اليوم الاول وستين يوما بعده عن الكفارة وتقديم
تو جایز ہو جاتی ہیں اور یون ہو جاتا ہے گویا اوسنے پہلی دن قضا کا روزہ رکہا اور پہر بعد اوسکی ساٹہہ روزی کفارہ کی رکہی اور کفارہ کا مقدم کرنا
الكفارة على القضاء هل يجوز ام لا قال القاضي الامام يجوز والكفارة انما تجب بافساد اداء رمضان
قضا پر آیا جایز ہے یا نہیں قاضی امام کہتی ہیں جایز ہے اور کفارہ ادا رمضان کی فاسد کرنی سی واجب ہوتا ہے
لا بافساد قضائه ولا بافساد اداء غيره او قضائه وهي اعتاق رقبة وان عجز عنه فصيام شهرين
قضا کی فاسد کرنی سی اور ادا کی فاسد کرنی سی یا قضا کی فاسد کرنی سی نہیں ہوتا اور کفارہ یہہ ہے اول غلام آزاد کرنا اگر یہہ نہو سکی تو روزی دو مہینی کی
متتابعين وان عجز عنه فاطعام ستين مسكينا بان يعطي لكل واحد منهم نصف صاع من
پے در پے کی اور اگر یہہ بہی نہو سکی تو ساٹہہ مسکینوں کو کہانا دینا اسطور کہ ہر ہر کو اوس سی آدہا آدہا صاع
بر او صاعا من شعير اذا تقرر هذا فلا بد من معرفة ما يفسد الصوم وما لا يفسده وما يوجب الكفارة
گیہوں کا یا پورا پورا صاع جو کا دیوی جب یہہ بیان ہو چکا تو جان لینا چاہیے کہ روزہ کیونکر فاسد ہو جاتا ہے اور کیونکر فاسد نہیں ہوتا اور کس صورت میں کفارہ واجب
وما لا يوجبها فاعلم ان من جامع او جومع في احد السبيلين في نهار رمضان عمدا يلزمه القضاء والكفارة
ہو جاتا ہے اور کس صورت میں واجب نہیں ہوتا واضح ہو کہ جسنے جماع کیا یا جماع کیا گیا دونوں میں سے کسی رستہ میں رمضان میں دن کو قصدًا تو اوسپر قضا اور کفارہ دونوں لازم ہیں
ولا يشترط الانزال في المحلين اذا توارت الحشفة وكذا لو اكل او شرب غذاء او دواء عمدا يلزمه القضاء
دونوں کی رستوں میں انزال کا ہونا شرط نہیں ہے اگر سر ذکر غائب ہو جاوی اور ایسی ہی اگر کہاوی یا پیوی غذا یا دوا قصدًا تو قضا اور کفارہ دونوں لازم ہیں
والكفارة اما لو اكل او شرب او جامع ناسيا لا يفسد صومه سواء كان فرضا او نفلا ولو ظن ان صومه
ہاں اگر کہاوی یا پیوی یا جماع کری بہول کر تو روزہ فاسد نہیں ہوتا برابر ہے کہ روزہ فرض ہو یا نفل اور اگر کسی نے یہہ گمان کیا کہ روزہ
فسد فاكل عمدا في رمضان يلزمه القضاء دون الكفارة وكذا لو افطر مخطئا بان كان ذاكر الصوم
جاتا رہا پہر اسنی قصدًا رمضان میں کہا لیا تو اب قضا لازم ہوگی کفارہ نہیں آتا اور ایسی ہی اگر خطا سی بی اختیار افطار ہو گیا اسطور کہ روزہ تو یاد تہا
فتمضمض فوصل الماء في جوفه يفسد صومه ويلزمه القضاء دون الكفارة ولو ابتلع البزاق الذي
پہر غرارہ کرتی ہوئی پانی حلق میں اتر گیا تو روزہ جاتا رہیگا اور قضا لازم آویگی کفارہ نہیں آتا اور اگر تہوک جو اوسکی منہہ میں
اجتمع في فيه لا يفسد صومه بل يكره وكذا لو ابتلع المخاط الذي ينزل من راسه الى الفم لا يفسد صومه
جمع ہو رہا تہا نگل گیا تو روزہ نہیں جاتا پر مکروہ ہے اور ایسی ہی اگر بلغم کو جو سر کی طرف سی منہہ میں آتا ہے نگل جاوی تو روزہ نہیں جاتا

وکذا لو بقی فی فیہ بعد المضمضۃ بلل وابتلعہ بالبزاق لایفسد صومہ لتعذر الاحتراز عنہ وکذا اذا اخرج
اور ایسے ہی اگر منہہ کی اندر کلّی کی بعد تراوت پانی کی باقی رہی اور اوسکو ہمراہ تہوک کی نگل گیا تو روزہ فاسد نہیں ہوتا کیونکہ اس سی بچا نہیں جاتا اور ایسے ہی اگر
الدم من بین اسنانہ ودخل فی حلقہ وابتلعہ ان کانت الغلبۃ للبزاق ولم یجد طعمہ لا یفسد صومہ
اوسکی دانتوں میں سی خون نکل کر حلق میں چلا گیا اور وہ شخص اوسکو نگل گیا اگر تہوک زیادہ تہا کہ مزہ خون کا نہ معلوم ہوا تو روزہ فاسد نہیں ہی
وان کانت الغلبۃ للدم یفسد صومہ ویلزمہ القضاء دون الکفارۃ وکذا لو استویا یفسد صومہ
اور اگر خون زیادہ ہی تو روزہ جاتا رہتا ہی اور قضا لازم آتی ہی کفارہ نہیں آتا اور ایسے ہی اگر تہوک اور خون دونو برابر ہوں تو
احتیاطا ولو کان بین اسنانہ شئ فابتلعہ لایفسد صومہ ان کان قلیلا لانہ تبع للریق وان کان
احتیاط کی لئی روزہ جاتا رہتا ہی اور اگر اوسکی دانتوں میں کوئی چیز رہگئی تہی اوسکو نگل گیا تو روزہ نہیں جاتا اگر وہ چیز تہوڑی ہی اسلئی کہ تہوک میں شامل ہی اور اگر کچہہ
کثیرا یفسد صومہ ویلزمہ القضاء دون الکفارۃ وقدر الحمصۃ فمافوقہا کثیر ومادونہا قلیل و
زیادہ ہی تو روزہ جاتا رہتا ہی اور قضا لازم آتی ہی کفارہ نہیں آتا اور چنی کی برابر اور اس سی زیادہ بہت میں داخل ہی اور اس سی کمتر تہوڑا کہلاتا ہی یعنی تہوڑی میں شامل ہی
الدمع وعرق الوجہ اذا دخل فمہ وابتلعہ ان کان قلیلا کالقطرۃ والقطرتین لایفسد صومہ وان کا
اور آنسو اور چہرہ کا پسینہ اگر منہہ میں چلا جاوی اور یہہ نگل جاوی اگر وہ تہوڑا ہی ایک یا دو قطرہ تو روزہ نہیں جاتا اور اگر بہت ہو
کثیرا حتی وجد ملوحتہ فی جمیع فمہ یفسد صومہ ویلزمہ القضاء دون الکفارۃ وکذا لو ادخل الابریسم
یہاں تک کہ اوسکی نمکینی تمام منہہ میں ہوگئی تو روزہ جاتا رہتا ہی اور قضا لازم ہوتی ہی کفارہ نہیں آتا اور ایسے ہی اگر ابریشم رنگین منہہ میں چلا گیا
المصبوغ فی فیہ فخرج لون الصبغ واختلط بالریق وابتلعہ یفسد صومہ ویلزمہ القضاء دون الکفارۃ
اور اوسکا رنگ اوترکر تہوک میں مل گیا اور اوسکو نگل گیا تو روزہ جاتا رہتا ہی اور قضا لازم آتی ہی کفارہ نہیں آتا
وکذا لو ابتلع شیئا مما لایتغذی بہ ولا یتداوی بہ عادۃ کالتراب والحجر ونحوہما یفسد صومہ ویلزمہ
اور ایسے ہی اگر ایسی چیز نگل گیا جو عادت کی موافق نہ غذا ہوتی ہی اور نہ دوا جیسی مٹی اور کنکر اور مانند انکی تو روزہ جاتا رہتا ہی اور قضا لازم
القضاء دون الکفارۃ وذکر فی القنیۃ نقلا عن الفقیہ ابی جعفر ان من افطر فی رمضان مرۃ بعد
آتی ہی کفارہ نہیں آتا اور قنیہ میں فقیہ ابوجعفر سی نقل کرکر ذکر کرتا ہی کہ جو شخص رمضان میں بار بار
اخری بتراب او مدر لاجل المعصیۃ فعلیہ الکفارۃ زجرا لہ وکتب غیرہ نعم والفتوی علی ذلک وبہ اخذ
مٹی یا کنکر سی روزہ توڑ ڈالی گناہ کی راہ سی تو اوسپر دہمکی کی راہ سی کفارہ ہی اور اوروں نی لکہا ہی کہ ہاں اور اسی پر فتوی ہی اور تمام ملک کی
ائمۃ الامصار وذکر فیہا ایضا ان المحترف المحتاج اذا علم انہ لو اشتغل بحرفتہ یلحقہ ضرر مبیح للفطر
علمار کا یہہ ہی مذہب ہی اور اسی میں یہہ ہی مذکور ہی کہ کار بگر محتاج اگر یہہ جانی کہ اپنا پیشہ عمل کرنی سی ایسی ماندگی ہوجاوی گی جس سی افطار کرنا مباح ہی
یحرم علیہ الفطر قبل ان یمرض وذکر فیہا ایضا ان الخباز لایجوز لہ ان یخبز خبزا یوصلہ الی ضعف
تو اوسپر ماندگی سی پہلی افطار کرنا حرام ہی اور یہہ ہی مذکور ہی کہ بہٹیارہ کو جایز نہیں کہ اتنی روٹیاں پکاوی جس سی ضعف ہوکر
مبیح للفطر بل یخبز نصف النہار ویستریح فی النصف وذکر فیہا ایضا ان من اتعب نفسہ فی عمل حتی
افطار مباح ہوجاوی بلکہ آدہی دن روٹی پکاوی اور آدہی دن آرام کری اور اسمیں یہہ ہی مذکور ہی جسنی اپنی جان پر کام کرنی میں اتنی محنت لی
اجہدہ العطش وافطر یلزمہ الکفارۃ لانہ لیس بمسافر ولا مریض بخلاف الامۃ فانہا اذا اصابہا ضعف
کہ اوسکو شدت کی پیاس لگ آئی اور افطار کرڈالا تو اوسپر کفارہ لازم ہی کیونکہ یہہ شخص نہ مسافر ہی اور نہ بیمار ہی بخلاف لونڈی کی کیونکہ لونڈی اگر مولی کا
من عمل السید من الطبخ والخبز وغسل الثیاب وغیرہا وخافت علی نفسہا وافطرت کان علیہ القضاء دون
کاربار کرتی کرتی تہک جاوی سالن روٹی پکاکر اور کپڑی دہوکر اور اور کار بار میں اور اپنی جان پر خوف کر کی روزہ افطار کردی تو اوسپر قضا آویگی

شامل ہی

الکفارة وکذا الزوجة اذا افطرت لذلك کان علیها القضاء دون الکفارة اذ یجب علیها دیانة ان تفعل
کفارہ نہیں آتا اور ایسی ہی بی بی اگر روزہ افطار کردی ایسی ہی کار بار مین تو اوسپر قضا لازم ہی کفارہ نہین آتا اسواسطی کہ از روی دیانت بی بی پر واجب ہی
کل خدمة فی داخل البیت من الطبخ والخبز وغسل الثیاب وغیرها حتی لو لم تفعل شیئا منها تکون اثمة
کہ جو کار بار گہر کی اندر ہوتی ہین پکانا ریندہنا ۔ کپڑی کا دہونا اور سوا اسکی جہاڑو وغیرہ کیا کری یہان تک کہ اگر بی بی کچھ بہی کار نکری تو گنہگار ہوگی
وان لم یجبر علیها وکذا الرقیق او الخادم الذی ذهب بسکر النهر او لکریه او لاصلاح المربض وعلیه
اگرچہ اوسپر جبر نہین ہوسکتا ایسی ہی غلام یا خادم جو واسطی بند کرنی پانی نہر کی یا واسطی کہودنی نہر کی یا واسطی درستی فصیل شہر کی جاری اور
موکل من جانب السلطان واشتد الحر وخاف علی نفسه الهلاك فانه لو افطر کان علیه القضاء دون
سلطان کی طرف سی اوسپر تعینات ہو اور حرارت کی شدت سی جان پر ہلاکت کا خوف ہو تو اگر یہہ شخص افطار کریگا تو اوسپر قضا لازم ہی
الکفارة ومن اکل عمدا حتی لزمته الکفارة ثم مرض تسقط عنه الکفارة وکذا المراة اذا افطرت عمدا
کفارہ نہین ہی اور جسنی قصداً روزہ توڑ دیا ایسا کہ اوسپر کفارہ لازم آیا پہر اوسی سبب بیمار ہوگیا تو اوسپر سی کفارہ ساقط ہوجاتا ہی ایسی ہی اگر عورت قصداً
حتی لزمتها الکفارة ثم حاضت یسقط عنها الکفارة لان الکفارة تسقط لعروض الحیض او المرض ومن
روزہ توڑ ڈالی ایسا کہ اوسپر کفارہ لازم ہوجاوی پہر اوسی دن حائضہ ہوگئی تو اوسکی ذمہ سی کفارہ جاتا رہتا ہی اسلئی کہ کفارہ حیض یا بیماری کی عارضہ سی ساقط
افطر فی اول النهار عمدا حتی لزمته الکفارة ثم سافر باختیاره لا تسقط عنه الکفارة وکذا لو اکرهه السلطان
ہوجاتا ہی اور جس شخص نی اول روز روزہ افطار کیا ایسا کہ اوسپر کفارہ لازم ہوا پہر اوسنی اپنی اختیار سی سفر کیا تو اوسپر سی کفارہ ساقط نہین ہوگا اور ایسی ہی اگر
علی السفر لا تسقط عنه الکفارة فی ظاهر الروایة ومن سافر فی نهار رمضان لا یحل له ان یفطر فی ذلك
بادشاہ نی زبردستی سفر پر روانہ کیا تو ظاہر روایت مین کفارہ ساقط ہوگا اور جس نی رمضان مین دن کو سفر کیا تو اوس روز اوسکو افطار کرنا حلال نہین ہی
الیوم لان الوجوب قد ثبت علیه فلا یسقط بفعل باشره باختیاره ولو افطر کان علیه القضاء لا الکفارة
اسواسطی کہ وجوب اوسپر ثابت ہوچکا ہی تو اب وہ وجوب ایسی کار سی جو اپنی اختیار سی کرتا ہی ساقط نہین ہوگا اور اگر افطار کرڈالیگا تو اوسپر قضا لازم آوےگی
ولو لم یفطر حتی تذکر شیئا نسیه فی منزله فرجع الی منزله فاکل شیئا ثم خرج من منزله کان علیه القضاء
کفارہ نہین ہوگا اور اگر ابہی افطار نہین کیا تہا جو اوسکو کوئی چیز گہر میں بہولی ہوئی یاد آئی یہہ ہٹکر گہر مین آیا اب کچھ کہالیا پہر گہر سی روانہ ہوا تو اوسپر قضا
والکفارة لکونه مقیما عند الاکل حیث رفض سفره بالعود الی منزله واذا علم المسافر انه یدخل فی
اور کفارہ دونو لازم ہین کیونکہ کہاتی وقت مقیم تہا اسواسطی کہ سفر گہر مین آنی سی قطع ہوگیا تہا اور اگر مسافر کو معلوم ہو کہ آج اپنی شہر مین جا پہنچیگا
یومه مصره یکره له الفطر لاجتماع حکم الاقامة والسفر فی هذا الیوم فیترجح جهة الاقامة ومن
تو اوسکو افطار کرنا مکروہ ہی اسواسطی کہ اوس روز حکم سفر اور اقامت کا جمع ہوگیا ہی تو اب اقامت کی جانب غالب ہوگی اور جسکو
غلبه القیء وقاء سواء کان ملا الفم او دونه لا یفسد صومه سواء کان فرضا او نفلا لقوله علیه السلام
خود بخود قی ہوگئی برابر ہی کہ بہر دہن ہو یا کمتر ہو تو روزہ نہین جاتا برابر ہی کہ فرض ہو یا نفل ہو واسطی ارشاد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی
من قاء لا قضاء علیه وان تقیا فان کان ملا الفم یفسد صومه لقوله علیه السلام من تقیا فعلیه القضاء
جسنی قی کی تو قضا نہین ہی اور اگر آپ سی قی کی تو اگر بہر دہن ہوگی تو روزہ جاتا رہیگا واسطی فرمودہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی جس نی آپسی قی کی تو اوسپر قضا ہی
وان لم یکن ملا الفم یفسد صومه ایضا عند محمد لظاهر الحدیث ولا یفسد عند ابی یوسف وینبغی للصائم
اور اگر قی پر دہن نہو تو امام محمد کی نزدیک روزہ جاتا رہیگا واسطی ظاہر معنی حدیث کی اور امام ابو یوسف کی نزدیک روزہ نہین جاتا اور روزہ دار کو چاہی
ان لا یبالغ فی الاستنجاء ولا یتنفس ولا یقوم من مقامه حتی ینشف ذلك الموضع بخرقة لئلا یصل
کہ استنجا کرتی ہوئی مبالغہ نکری کہل کر نہ بیٹھی نہ اوپر کو دم بہری اور اپنی جگہ سی جبتک موضع استنجا کو کپڑی سی نہ پونچہی کہڑا نہ ہوجا تاکہ پانی اندر

الماء الى باطنه فيفسد صومه فان من بالغ في الاستنجاء حتى يبلغ موضع الحقنة يفسد صومه
اندر چلا جاوی پہر روزہ جاتا رہیگا کیونکہ جو استنجا مین مبالغہ کری یہان تک کہ حقنہ کی جگہ پہنچ جاوی تو روزہ جاتا رہیگا

لكن لا يلزم الكفارة هذا حكم الصوم

المجلس الثامن والعشرون في بيان كيفية التراويح وفضيلتها

پر کفارہ نہین آتا یہہ ہین روزہ کی احکام اٹھائیسوین مجلس تراویح کی کیفیت اور فضیلت کی بیان مین

واما القيام في ليالي رمضان فالمراد به احياء لياليه واحياء بعض من كل ليلة
اور قایم رہنا رمضان کی راتون مین اس سی تمام تمام راتون کو جاگنا یا ہر یک رات مین سی تھوڑا تھوڑا جاگنا

باداء التراويح فانه عليه السلام كان يرغب الناس في قيام رمضان من غير ان يامرهم فيه بعزيمة
واسطی ادا تراویح کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کو واسطی قیام رمضان کی رغبت دلاتی تہی لیکن بحکم عزیمت کا نہین فرماتی تہی

فيقول من قام رمضان ايمانا واحتسابا غفر له ما تقدم من ذنبه يعني ان من قام الى الصلوة في
یون ارشاد کرتی جو شخص رمضان مین واسطی ایمان اور ثواب کی جاگتا رہی تو اوسکی تمام گناہ گذری ہوئی معاف ہونگی مراد یہہ ہی جو شخص رمضان کی راتون مین

ليالي رمضان تصديقا بحقيته وسنيته وطلبا لرضاء الله تعالى وثوابه لا خوفا من مذمة الناس
اوسکو حق اور مسنون سمجھکر واسطی رضامندی اللہ تعالی کی اور ثواب کی نماز پڑہتا ہی کچھ خوف لوگون کی برا کہنی کا

واستحياء منه يغفر له ذنوبه المتقدمة وهذان الشرطان لا ينفك عنهما عمل سواء كان فرضا او
اور لوگون کی شرم نہو تو اوسکی تمام پہلی گناہ معاف ہونگی اور یہہ دونو شرطین تمام اعمال مین معتبر ہین کوئی عمل خالی نہین برابر ہی کہ فرض ہو یا

نفلا اذ هما شرطان لقبول كل عمل والله تعالى لا يقبل عملا الا بهما وبعدهما شرط اخر لا بد منه وهو ان
نفل ہو اسواسطی کہ ہر عمل کی مقبول ہونی کی یہہ ہی شرطین ہی اور اللہ تعالی کوئی عمل بدون ان شرطون کی قبول نہین کرتا اور بعد انکی ایک اور بہی شرط ضروری ہی یعنی

يكون العمل موافقا للسنة لان العمل متى كان على خلاف السنة لا يقبله الله تعالى والسنة فيها الجماعة
عمل سنت کی مطابق ہو اسواسطی کہ عمل اگر سنت کی برخلاف ہوگا تو اوسکو اللہ تعالی قبول نہین فرماتا اور تراویح مسجد مین جماعت سی

في المسجد لكن على طريق الكفاية حتى لو تركها اهل مسجد اساؤا وكانوا تاركين للسنة ولو اقامها
ادا کرنی مسنون ہی لیکن بطور فرض کفایہ کی ہی یہان تک کہ اگر کسی مسجد والی تمام جماعت ترک کرین تو سب گنہگار اور تارک سنت ہونگی اور اگر بعضون نی

البعض في المسجد بالجماعة وتخلف البعض وصلاها في بيته فالمتخلف يكون تاركا للفضيلة ولا يكون
مسجد مین جماعت سی ادا کی اور بعض جو نہ شامل ہوئی اپنی گہر مین پڑہ لین سو جو جماعت مین شامل نہوا وہ فضیلت سی محروم رہا گنہگار

مسيئا ولا تاركا للسنة لان بعض الصحابة قد روي عنهم التخلف وعن ابي يوسف ان من قدر
اور سنت کا تارک نہین ہوگا اسلئی کہ بعضی اصحاب سی روایت ہی کہ جماعت مین شریک نہین ہوتی تہی اور ابو یوسف رح سی روایت ہی کہ جو شخص

على ادائها بالجماعة في بيته مع مراعاة السنة فالصلوة في بيته افضل والصحيح ان للجماعة
تراویح کو جماعت سی اپنی گہر مین ادا کر سکتا ہی سنت کی رعایت کر کر تو اوسکو گہر مین پڑہنا افضل ہی اور صحیح یہہ ہی کہ گہر کی اندر

في بيته فضيلة وللجماعة في المسجد فضيلة اخرى فهو حاز احدى الفضيلتين وترك الفضيلة
جماعت کرنی مین ایک فضیلت ہی اور مسجد مین جماعت کرنی مین اور ہی فضیلت ہی سو اوسنی دونو فضیلت مین سی ایک حاصل کی اور فضیلت زائدہ

الزائدة لترك الجماعة في المسجد وقال صاحب الخلاصة وهكذا الجواب في المكتوبات واما نفس التراويح
اسلئی نملی کہ مسجد کی جماعت ترک کی اور خلاصہ والا کہتا ہی یہہ ہی جواب فرایض مین ہی اور لیکن صرف تراویح

فهو سنة مؤكدة على الاعيان للرجال والنساء توارثها الخلف عن السلف من لدن تاريخ رسول الله عم
ہر ہر مرد اور عورت پر سنت موکدہ ہین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عہد سی آج تک پچہلی پہلون سی سنتی چلی آئی ہین

فی یومنا هذا فلا ینبغی ترکها والدلیل علی هذا ماروی ان النبی علیه السلام اتخذ فی المسجد حجرة
سو تراویح کا ترک کرنا سزاوار نہیں اور دلیل اسکی یہہ روایت ہی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نی مسجد میں حصیر یعنی بوریہ کا حجرہ بنایا تہا
من حصیر لیصلی فیها السنن وکان یخرج من الحجرة ویصلی التراویح للناس بالجماعة فعل هکذا ثلث
تاکہ اوسکی اندر سنتین پڑہا کرین اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم حجرہ مین سی باہر آکر تراویح لوگون کی ساتہہ جماعت سی پڑہا کرتی تہی تین رات تک ایسا ہی
لیال فلما کانت اللیلة الرابعة اجتمع ناس کثیر حتی عجز المسجد من اهله فلما رای رغبة الناس دخل الحجرة
اتفاق ہوا جب چوتہی رات آئی تو خلقت بہت جمع ہوگئی کہ مسجد مین تنگی سی جگہہ نہ ملی جب آپنی یہہ انبوہ دیکہا تو فرض پڑہتی ہی حجرہ مین تشریف لیگئی
بعد ما صلی الفریضة ولم یخرج الیهم فما زالوا ینتظرون خروجه وظنوا انه نائم فجعل بعضهم یتنحنح لیخرج الیهم
پہر باہر نہ آئی اور یہہ لوگ تشریف لانی کی منتظر بیٹہی رہی آخر یہہ خیال کیا کہ آپ سوگئی پہر کسینی تو کہانسنا شروع کیا تاکہ جاگکر باہر تشریف لاوین
وبعضهم یقول الصلوة فخرج الیهم فقال ما زال بکم الذی رایت من صنیعکم حتی خشیت ان یکتب
اور کوئی کہتا تہا نماز تیاری ہی پہر آپ باہر تشریف لائی فرمانی لگی کہ مین تمہارا یہہ شوق ہمیشہ دیکہی جاتا ہون یہان تک کہ مجہکو یہہ خوف ہوا کہ تمپر فرض ہوجاوین
علیکم ولو کتب علیکم ما قمتم به فصلوا ایها الناس فی بیوتکم فان افضل صلوة المرء فی بیته الا
اور اگر تمپر فرض ہوجاویگی تو ادا نہ کروگی سو تم ای صاحبو اپنی اپنی گہر مین پڑہو کیونکہ آدمی کی نماز سوا فرایض کی گہر مین افضل ہوتی ہی
الصلوة المکتوبة فتوفی رسول الله علیه السلام والامر علی ذلك ثم کان الامر علی ذلك فی خلافة
پہر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نی وفات کی اور حال یہی رہا پہر حضرت ابو بکر کی خلافت مین بہی حال یون ہی رہا
ابی بکر وصدرا من خلافة عمر ثم ان عمر فی ایام خلافته رای الناس یصلون التراویح فی المسجد
اور ابتدا خلافت مین حضرت عمر کی بہی پہر حضرت عمر نی اپنی ایام خلافت مین لوگون کو دیکہا کہ تراویح مسجد مین الگ الگ پڑہتی ہین
منفردین فامرهم ان یصلوها جماعة وامر ابی بن کعب وتمیم الداری لیصلیا بالناس امامة فصلیاها
تو اونکو یہہ حکم کیا کہ جماعت سی پڑہا کرو اور ابی بن کعب اور تمیم داری کو حکم کیا کہ امام ہوکر لوگون کو نماز پڑہاوین سو اون دونون نی
بالجماعة والصحابة متوافرون منهم عثمان وعلی وابن مسعود والعباس وابنه وطلحة والزبیر ومعاذ
جماعت کرائی اور اصحاب اوسوقت بہت موجود تہی یعنی عثمان اور علی اور ابن مسعود اور عباس اور عبد اللہ بن عباس اور طلحہ اور زبیر اور معاذ
وغیرهم من المهاجرین والانصار وما رد علیه واحد منهم بل ساعدوه ووافقوه وامروه بذلك
اور سوا انکی اور بہت مہاجر اور انصار موجود تہی سو انمین سی کسینی کچہہ اعتراض نکیا بلکہ اونکی مددگار اور شریک ہوئی اور اسکی صلاح دی
وواظبوا علیها حتی ان علیا اثنی علیه ودعا له بالخیر وقال نور الله مضجع عمر کما نور مساجدنا
اور آپ پڑہتی رہی یہان تک کہ حضرت علی نی عمر کی تعریف کی اور نیک دعا دی اور دعا مین فرمایا اللہ عمر کی گور روشن کری جیسی اونہی ہماری مسجدین روشن کرین
وقد قال النبی علیه السلام علیکم بسنتی وسنة خلفاء الراشدین من بعدی وهی عشرون رکعة
اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نی فرمایا میری سنت اپنی ذمہ پر لازم کرلو اور میری بعد خلفاء راشدین کی سنت اور تراویح بیس رکعت ہین
یسمی کل اربع رکعات منها ترویحة مجازا لما فی آخرها من الترویحة التی هی اسم للجلسة وانما سمی بها
ہر چار رکعت کا نام مجازا ترویحہ ہی کیونکہ اوسکی آخر مین ترویحہ ہوتا ہی یعنی آرام کی لئی بیٹہ جاتی ہین ترویحہ نام جلسہ کا ہی اور جلسہ کو ترویحہ
لان الصحابة کانوا یستریحون بین کل اربع رکعات من اجل طول قیامهم فی الصلوة ولکل ترویحة تسلیمتان
اسلئی کہتی ہین کہ صحابہ ہر چار رکعت کی بعد بیٹہہ کر آرام کیا کرتی تہی کیونکہ نماز مین قیام بہت طول دراز کرتی تہی اور ہر ہر ترویحہ مین دو دو سلام ہین
فتکون التسلیمات عشرا والترویحات خمسا والامام والجماعة یاتون بالثناء فی کل تکبیرة الافتتاح ویجلسون
اس لئی سلام دس ہوئی اور ترویحہ پانچ ہوئی اور امام اور مقتدی تکبیر تحریمہ کی بعد سبحانک اللہم آخر تک پڑہا کرین اور ہر دو ترویحہ کی

بين كل الترويحتين قدر ترويحة واحدة وكذا بين الخامسة والوتر لانه المتوارث من زمن الصحابة
یعنی ہر دو ترویحوں کے بیچ میں ایک ترویحہ کی مقدار بیٹھے اور پانچویں ترویحہ اور وتروں کے بیچ میں کیونکہ صحابہ کے وقت سے آج تک یہی چلا آتا ہے
الى يومنا هذا وهم في الانتظار مخيرون ان شاءوا سبحوا وان شاءوا هللوا وان شاءوا سكتوا اي
اور مصلیوں کو سرحت کے وقت میں اختیار ہے چاہیں سبحان اللہ پڑھیں اور چاہیں لا الہ الا اللہ پڑھیں اور چاہیں چپکے بیٹھے رہیں
ذلك فعلوا فهو حسن لقوله عليه السلام المنتظر للصلوة كانه في الصلوة واهل مكة كانوا يطوفون
جو کریں سو ہی بہتر ہے واسطے قول علیہ السلام کے نماز کا منتظر گویا نماز میں ہے اور مکہ والے ہر دو ترویحہ کے
بالبيت بين كل ترويحتين اسبوعا ويصلون ركعتين للطواف واهل المدينة كانوا يصلون
بیچ میں بیت اللہ کا طواف سات سات بار کرتے ہیں اور دو رکعت طواف کی پڑھتے ہیں اور مدینہ والے اوس وقت میں
في ذلك اربع ركعات ثم لا فصل بينها استيعاب اكثر الليل بالصلوة والاستراحة ويستحب
چار رکعت پڑھا کرتے ہیں پھر فصل تراویح میں یہ ہے کہ آدھی سے زیادہ رات سے راحت اور نماز میں صرف کرے اور نماز کی تاخیر
تاخيرها الى انتهاء ثلث الليل ثم الاصح ان وقتها بعد العشاء الى آخر الليل قبل الوتر وبعده لانها
تہائی رات کی تمامی تک مستحب ہے پھر صحیح یہ ہے کہ وقت تراویح کا عشاء کے بعد آخر رات تک وتر سے پہلے اور پیچھے کیونکہ تراویح
نوافل سنة بعد العشاء وهل يحتاج في كل شفع ان ينوي التراويح قال بعضهم يحتاج لان كل شفع
نوافل بعد عشاء کی سنت ہیں اور آیا یہ حاجت ہے کہ تراویح کی ہر ہر شفع میں جدا جدا نیت کرے بعضے کہتے ہیں ہاں حاجت ہے کیونکہ ہر شفع
صلوة علحدة والاصح انه لا يحتاج لان الكل بمنزلة صلوة واحدة وان فاتت لا تقضى اصلا
جداگانہ نماز ہے اور صحیح یہ ہے کہ حاجت نہیں ہے اس واسطے کہ سب کی سب گویا ایک نماز ہے اگر فوت ہو جاویں تو اصلا قضا نہیں ہے
لا بالجماعة ولا بدونها لان القضاء من خواص الفرض ومن صلى العشاء وحده فله ان يصلى
نہ جماعت سے اور نہ بدون جماعت کے سو قضا کرنا خاصہ فرض ہی کا ہے اور جسنے عشاء کی نماز علحدہ پڑھی تو اوسکو جائز ہے کہ تراویح
التراويح بالامام ولو تركوا الجماعة في الفرض لم يصلوا التراويح بالجماعة ومن لم يصل التراويح بالامام
جماعت سے پڑھ لے اور اگر سب لوگ فرض کی جماعت ترک کریں تو پھر تراویح کے لئے جماعت نہ کریں اور جس نے تراویح جماعت سے نہیں پڑھیں
يجوز له ان يصلي الوتر به ولو اموا التراويح بامامين فصلى كل امام تسليمة قال بعضهم يجوز
تو اوسکو جائز ہے کہ وتر جماعت سے پڑھے اور اگر تراویح میں باری باری دو امام کیے ہر ہر امام نے ایک ایک شفعہ پڑھایا تو بعضے کہتے ہیں کہ جائز ہے
والصحيح انه لا يستحب والمستحب ان يصلي كل امام ترويحة واذا جاز امامة التراويح بامامين
اور صحیح یہ ہے کہ مستحب نہیں مستحب یہ ہے کہ ہر ہر امام ایک ایک ترویحہ پڑھا اور جب کہ تراویح کا پڑھانا دو اماموں کے ساتھ
على هذا الوجه يجوز ان يصلي احدهما الفرض والآخر التراويح ويكره للامام في هذا الزمان التطويل
اس طور پر جائز ہوا تو جائز ہے کہ ایک امام فرض پڑھا دے اور دوسرا امام تراویح اور امام کو اس زمانہ میں قرات کو
الزائد عن حد قدر السنة في القراءة والاذكار على وجه يحصل للجماعة ملل لان ذلك سبب للتنفير
حد سنت سے زیادہ دراز کرنا اس طور پر کہ جس سے جماعت کو ملال پیدا ہو مکروہ ہے کیونکہ اسمیں لوگ جماعت سے بھاگیں گے
عن الجماعة والتنفير عن الجماعة مكروه ولكن لا ينبغي له ان ينقص عن مقدار السنة في القراءة
اور جماعت سے بھگانا مکروہ ہے لیکن یہ نہیں چاہیے کہ سنت کی ادنی مقدار سے قرات اور
والتسبيحات للملل لانهم غير معذورين فيه وادنى ما يحصل به السنة في تسبيحات الركوع والسجود
تسبیح میں اونکی ملال کے خوف سے کوتاہی کرے کیونکہ وہ لوگ اسمیں کچھ عذر نہیں ہیں اور کم سے کم جس میں سنت تسبیحات رکوع اور سجود کی حاصل ہو جاتی

ثلث لقوله عليه السلام اذا ركع احدكم فليقل ثلث مرات سبحان ربي العظيم وذلك ادناه و
تین بار ہیں واسطے ارشاد علیہ السلام کی جسوقت رکوع کرے کوئی تمہارا تو چاہیے کہ سبحان ربی العظیم تین بار کہے اور یہہ ادنی عدد ہی اور

اذا سجد فليقل سبحان ربي الاعلى ثلث مرات وذلك ادناه والمراد به ادنى ما يحصل به السنة
جب سجدہ کرے تو چاہیے کہ سبحان ربی الاعلی تین بار کہے اور یہہ ادنی عدد ہی اور مراد اس سے ادنی مرتبہ ہی جسمیں سنت حاصل ہو جاوے

ولذلك يكره النقص عن الثلث وكذا يكره للامام التعجيل على وجه يعجز الجماعة عن اكمال اقل
اسی لئے تین بار سے کم کہنا مکروہ ہی اور ایسی ہی امام کو اتنی جلدی مکروہ ہی کہ جماعت کے لوگ کم سے کم عدد سنتوں کی پورا کرنے سے رکوع

السنة في تسبيحات الركوع والسجود وعن اكمال قراءة التشهد بل يزيد الامام على التشهد ويأتي
اور سجود کی تسبیحات میں اور قرأت تشہد کی پورا کرنے سے عاجز ہو جاویں بلکہ امام تشہد پر کچھ زیادہ کرے اور

بالصلوة على النبي عليه السلام ان علم انها لا تثقل على الجماعة وان علم انها تثقل عليهم لا يأتي بها
نبی علیہ السلام پر درود پڑھے اگر جانے کہ جماعت کے لوگوں پر اتنی دیر دشوار نہیں ہی اور اگر سمجھے کہ یہہ دیر دشوار ہی تو نہ پڑھے

بل يتركها لكن لا جميعها بل يقتصر فيها على قوله اللهم صل على محمد وعلى آل محمد لانها وان كانت
ترک کردے لیکن تمام ترک نہ کرے بلکہ اسمیں اختصار کرکر اتنا پڑھے اللهم صل على محمد وعلى آل محمد اسواسطے کہ درود اگرچہ

سنة عندنا الا انها فرض عند الشافعي وبهذا القدر يأتي القولان ويكره للمقتدي ان يقعد
ہماری مذہب میں سنت ہی پر شافعی کی نزدیک فرض ہی اور اسی کلمات میں دونو قول ادا ہو جاتی ہیں اور مقتدی کو مکروہ ہی کہ تراویح کی وقت بیٹھا رہے

في التراويح حتى اذا اراد الامام ان يركع يقوم ويقتدي لان فيه اظهار التكاسل في الصلوة والتشبه
یہانتک کہ جب امام رکوع میں جاوے تو کھڑا ہو کر نیت کرلے کیونکہ اسمیں نماز کی سستی ظاہر ہوتی ہی اور منافقوں سے

بالمنافقين الذين قال الله تعالى فيهم وَإِذَا قَامُوا إِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوا كُسَالَى يُرَاءُونَ النَّاسَ وكذا اذا
مشابہت آتی ہی جنکی حق میں اللہ تعالی فرماتا ہی اور جب کھڑے ہوں نماز کو تو کھڑے ہوں جی ہارے دکھاتے لوگوں کو اور ایسی ہی اگر

غلب النوم يكره له ان يصلي بالنوم بل ينبغي له ان ينصرف وينام ولا يصلي حتى يستيقظ لان
نیند غالب ہو جاوے تو مکروہ ہی کہ اونگھتا ہوا نماز پڑھے بلکہ اسکو یوں چاہیے کہ جاکر سو رہے اور نماز نہ پڑھے جبتک ہوشیار ہو کیونکہ

في الصلوة مع النوم تهاونا وغفلة وترك التدبر ثم انه ان نام في القعدة كلها فانه اذا انتبه يفرض
اونگھتی ہوئی نماز پڑھنے میں اہانت اور غفلت اور ترک تدبیر ہی پھر اگر مصلی تمام قعدہ میں سو رہا تو جب ہوشیار ہو اوسپر فرض ہی

عليه ان يقعد قدر التشهد وان لم يقعد تفسد صلوته لان ما حصل من افعال الصلوة حالة
کہ تشہد کی مقدار بیٹھا رہے اور اگر اتنی قدر قعود نہیں کریگا تو اوسکی نماز فاسد ہو جاویگی اسواسطے کہ جتنی ارکان نماز کی نیند کی حالت میں

النوم لا تعتبر لصدورها بلا اختيار فيكون وجودها كعدمها وهذه المسئلة بكثر وقوعها لا سيما
ہوتی ہیں اونکا کچھ اعتبار نہیں ہی کیونکہ بے اختیار عمل میں آئے ہیں تو اونکا ہونا نہ ہونا برابر ہی اور یہہ مسئلہ اکثر واقع ہوتا ہی خاص کر

في ليالي الصيف والناس عنها غافلون ثم اختلف المشائخ في مقدار القراءة فقال بعضهم يقرأ
گرمی کی راتوں میں اور لوگ اس مسئلے سے غافل ہیں پھر مشائخ میں اختلاف ہی مقدار قرأت میں سو بعضے یہہ کہتے ہیں

في كل شفع مقدار ما يقرأ في المغرب يعني انه يقرأ من قصار المفصل وهي من سورة لم يكن الذين كفروا
کہ ہر شفع میں اتنا پڑھے جتنا مغرب کی نماز میں پڑھتے ہیں مراد یہہ ہی کہ قصار مفصل میں سے اور وہ سورہ لم یکن سے

الى آخر القرآن لان التطوع اخف من المكتوبة فيعتبر باخف المكتوبات وهي المغرب وهذا القول
آخر قرآن تک ہی اسواسطے کہ نفل فرائض کی نسبت خفیف ہوتی ہیں سو اوسے فرائض میں سے خفیف کا اعتبار ہوگا سو وہی مغرب ہی اور یہہ قول

ليس بصحيح لأن بهذا القدر لا يحصل الختم والختم في الشهر مرة واحدة سنة ولا يترك لكسل الجماعة
صحیح نہیں ہے اس واسطے کہ اتنی قدر سے ختم قرآن نہیں ہو سکتا اور ایک مہینہ میں ایک بار ختم کرنا سنت ہے جماعت والوں کی کسالت کی بابت کہ ترک کرے
حتى لو قرأ الإمام بعض القرآن في سائر الصلوات لئلا تمل الجماعة من طول القراءة في التراويح يكون
یہاں تک کہ اگر امام نے کچھ حصہ قرآن تمام نمازوں میں پڑھا کہ جماعت والے تراویح کی قدر طول قراءت سے ملول ہوں
له ثواب الصلوة ولا يكون له ثواب الختم وقيل الأفضل في زماننا أن يقرأ الإمام على حسب
تو اسکو نماز کا ثواب ہوگا ختم کا ثواب نہیں ہوگا اور کہتے ہیں ہمارے زمانہ میں یہ افضل ہے کہ امام جماعت کی
حال الجماعة من الرغبة والنفرة فيقرأ قدر ما لا يوجب التنفير عن الجماعة لأن تكثير الجماعة
حال کے موافق رغبت اور نفرت کے لحاظ سے پڑھے اتنی قدر پڑھے جس میں جماعت سے نفرت نہ ہو اسواسطے کہ جماعت کا زیادہ ہونا
أفضل من تطويل القراءة لكن لا يقتصر بعد الفاتحة على آية واحدة أو آيتين قصيرتين
تطویل قراءت سے بہتر ہے مگر بعد فاتحہ کے ایک یا دو آیتوں چھوٹی چھوٹی پر اقتصار نہ کرے
لأن قراءة ثلاث آيات أو آية طويلة مع الفاتحة واجبة وذكر في التجنيس أن بعض الناس اعتادوا
اسواسطے کہ تین آیت چھوٹی یا ایک آیت دراز ہمراہ فاتحہ کے پڑھنی واجب ہے اور تجنیس میں مذکور ہے کہ بعضے لوگوں کی عادت ہے
قراءة سورة الفيل إلى آخر القرآن مرتين وهو حسن في هذا الزمان إذ روي عن بعض المشائخ
کہ سورہ فیل سے آخر قرآن تک دوبار پڑھتے ہیں اس زمانہ میں یہ بہت خوب ہے اسواسطے کہ بعضے مشائخ سے روایت ہے
على ما ذكر في فتاوى قاضيخان أن من لم يكن عارفا بأهل زمانه فهو جاهل لأن أكثر الناس في هذا الزمان
جیسا کہ فتاوی قاضیخان میں مذکور ہے کہ جو شخص اپنے عہد کے لوگوں کا حال نہ پہچانے تو وہ جاہل ہے اسلئے کہ اس زمانہ کے اکثر لوگوں کی
طبائعهم جامدة صفته الانقياد إن يروا سبيل الرشد لا يتخذوه سبيلا وإن يروا سبيل الغي يتخذوه
طبیعتیں ایسی ہیں کہ مطیع ہونا دشوار ہے اگر دیکھیں راہ ہدایت کی تو وہ نہ ٹھہراویں راہ اور اگر دیکھیں الٹی ٹھہراویں اسکو
سبيلا وإنهم قد جعلوا التراويح عادة لا عبادة يتقربون بها إلى الله تعالى على ما شرطه رسول الله عم
راہ سو ان لوگوں نے تراویح کو عادت کرلی ہے عبادت نہیں جانتے جس میں قرب الہی ہو جیسی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
فيها من القراءة وغيرها فيجدون صلوتها خلف إمام لا يتم الركوع والسجود والقومة والجلسة
تراویح میں قراءت وغیرہ کی شرط کی ہے سو ایسی امام کی پیچھے نماز شروع کرتے ہیں جو نہ رکوع پورا کرے اور نہ سجدہ پورا کرے اور نہ قومہ اور نہ جلسہ
ولا يرتل القرآن كما أمر الله به بل هو من غاية السرعة يقع في اللحن الجلي بترك بعض حروف الكلمة أو
اور نہ جیسی حکم الہی ہے قرآن ترتیل کی ساتھ پڑھے بلکہ وہ جلدی کا مارا صاف رنگی میں پڑھنے لگتا ہے بعضے کلمات کی حرف یا حرکات رہ جاتی ہیں
حركاتها وقد ذكر في الدراية أن اللحن حرام بلا خلاف وذكر في الفتاوى أن الإمام إذا كان لحانا فالأولى للناس
اور درایہ میں مذکور ہے کہ رنگی میں قرآن کا پڑھنا بالاتفاق حرام ہے اور فتاوی میں مذکور ہے کہ امام اگر رنگی میں پڑھتا ہو تو اگر کوئی شخص
للرجل أن يترك مسجده ويتحول إلى مسجد آخر فإنه لا يأثم بذلك لأنه فضل الصلوة خلف تقي
اپنی مسجد کو چھوڑ کر اور مسجد میں جانے لگے تو کچھ مضائقہ نہیں اس سے گنہگار نہیں ہوتا اسواسطے کہ یہ شخص پرہیزگار کے پیچھے نماز پڑھنا چاہتا ہے
وقد قال النبي عليه السلام من صلى خلف عالم تقي فكأنما صلى خلف نبي من الأنبياء وفيه إشارة
اور نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ جسنے نماز عالم پرہیزگار کے پیچھے پڑھی تو گویا نبیوں میں سے کسی نبی کے پیچھے پڑھی اسمیں یہ اشارہ ہے
إلى أنه لو ترك مسجده بلا عذر يكون آثما فكيف يكون حال الذين يتركون مسجدهم بلا عذر ويسرعون
کہ اگر کوئی بلا عذر اپنی مسجد میں جانا چھوڑ دے تو گنہگار ہوتا ہے تو ان کا کیا حال ہوگا جو اپنی مسجد کو بلا عذر چھوڑ دیتے ہیں اور جلدی سے

الى مسجد يكون فيه انواع من الانغام والالحان ويطلبون اماما لا يتم الركوع والسجود ولا يرتل القران
ایسی مسجد میں جاتی ہیں جہاں طرح طرح کی تغنی اور راگ ہوتی ہیں اور ایسا امام تلاش کرتی ہیں جو نہ رکوع تمام کری اور نہ سجدہ پورا کری اور نہ قرآن کو ترتیل سی پڑہی

بل ربما ينكرون على من يتم الركوع والسجود ويرتل القران وينفرون عنه ويكونون من الذين اتخذوا
بلکہ بعض وقت ایسی امام پر اعتراض کرتی ہیں جو رکوع اور سجدہ پورا کری اور قرآن کو اچھی طرح پڑہی اور اس سی نفرت کرتی ہیں پہر وہ ان لوگوں میں سی ہیں جنہوں نی

دينهم لعبا ولهوا وغرتهم الحيوة الدنيا وهم عن الاخرة غفلون فان من صلى التراويح بترك القومة
دین کو ہنسی کہیل ٹہرایا اور فریب کہایا دنیا کی زندگی کا اور وہ آخرت سی غافل ہیں بیشک جس نی تراویح ایسی طور پر پڑہیں کہ نہ قومہ پورا کیا

والجلسة والطمانية المقدرة بمقدار تسبيحة فيهما يكون عاصيا مستحقا للعذاب بالنار لان هذه
اور نہ جلسہ کیا اور نہ ان میں کی ایک تسبیح کی برابر طمانیت کی تو گنہگار ہوتا ہی اور مستحق آگ کی عذاب کا کیونکہ یہہ

الاشياء فرض عند ابي يوسف والشافعي حتى تبطل الصلوة بتركها وواجب عند ابي حنيفة ومحمد في
سب چیزیں امام ابو یوسف اور شافعی کی نزدیک فرض ہیں انکی ترک سی نماز باطل ہوجاتی ہی اور امام ابو حنیفہ اور امام محمد کی نزدیک ایک روایت میں

رواية حتى يجب اعادة الصلوة بتركها وفي رواية اخرى سنة وعلى هذه الرواية يكون تاركها مستحقا
واجب ہیں یہاں تک انکی ترک سی اعادہ نماز کا واجب ہی اور ایک اور روایت میں سنت ہیں اور اس روایت کی موافق انکا تارک عتاب کا مستحق ہوتا ہی

للعتاب وحرمان الشفاعة فيكون من الذين ضل سعيهم في الحيوة الدنيا وهم يحسبون انهم يحسنون
اور شفاعت سی محروم پہر ان لوگوں میں ہی جنکی دوڑ بہٹک گئی ہی دنیا کی زندگانی میں اور وہ سمجہتی ہیں کہ خوب بناتی ہیں

صنعا ومن الذين بدا لهم من الله ما لم يكونوا يحتسبون وهذا هو الخسران المبين والغبن العظيم ثم
کام اور ان لوگوں میں سی کہ نظر آیا انکو اللہ کی طرف سی جو خیال نہ رکہتی تہی اور یہہ صاف ٹوٹا اور بڑا ہی خسارہ ہی پہر

ان ههنا نكتة لابد من التنبيه عليها حتى يتضح من كان فيه انصاف وميل الى الحق وهي ان التراويح عشرون
یہاں ایک نکتہ ہی اور اسکا بیان بہی ضروری ہی تاکہ جسمیں انصاف اور حق کی طرف رغبت ہی پسند پذیر ہو وہ نکتہ یہہ ہی کہ تراویح بیس رکعتیں ہیں

ركعة وفي كل ركعة قومة وجلسة وطمانيتهما وفي ترك كل منهما ذنب فلو تركت طمانينة احدهما يكون
اور ہر ہر رکعت میں ایک قومہ اور ایک جلسہ ہی اور دونوں میں اطمینان اور دونوں میں سی ہر ایک کا ترک کرنا گناہ ہی پس اگر ایک کی طمانیت ترک ہوئی

عدد الذنوب عشرين ولو تركت طمانيتهما يصير عدد الذنوب اربعين ولو تركت انفسهما ايضا يصير
تو گنتی میں بیس گناہ ہوئی اور اگر دونوں کی طمانیت ترک ہوئی تو گنتی میں چالیس گناہ ہوئی اور اگر وہ دونوں خود بہی ترک ہوئی تو

مجموع الذنوب ثمانين واذا ضم اليه معصية الاظهار يصير مجموعها مائة وستين ذنبا واذا ضم
تمام گناہ اسی ہو جاوینگی اور اگر اسکی ساتہہ معصیت ظاہر کرنی کی ملالین تو تمام گناہ ایک سو ساٹہہ ہوجاوینگی اور اگر اسکی ساتہہ

اليه عدم الاعادة الواجبة يصير المجموع مائة وثمانين ذنبا مع ان ترك هذه المذكورات يكون سببا
اعادہ نکرنا جو واجب تہا ملا یا جاوی تو سب ملکر ایک سو اسی گناہ ہوجاوینگی باوجودیکہ ان مذکورات کی ترک کرنی سی جو جو ذکر انتقالات کی اندر

لاتيان الاذكار المشروعة في الانتقالات بعد تمام الانتقال وفي اتيان الاذكار المشروعة في الانتقالات
مشروع ہیں وہ سب ذکر بعد تمامی انتقالات کی ہوجاتی ہیں اور جو ذکر انتقالات کی اندر مشروع ہیں انکو

بعد تمام الانتقال كراهتان تركها عن موضعها وتحصيلها في غير موضعها فيقع في كل ركعة اربع مكروهات
بعد تمامی انتقال کی لانی میں دو کراہتیں ہیں ایک تو اپنی مقام سی ٹلا دینا اور غیر جگہ رکہدینا ۔ اب ہر ہر رکعت میں چار چار مکروہ ہونگی

فيلزم منه ترك اربع سنن فان من ترك القومة او الطمانينة فيها يقع سمع الله لمن حمده والتكبير حين الانخفاض
اور اس سی ترک کرنا چار سنتوں کا لازم آتا ہی کیونکہ جس نی قومہ یا قومہ کی اندر طمانیت کو ترک کیا تو سمع اللہ لمن حمدہ اور اللہ اکبر جہکتی ہوئی کہنی میں آویگی

بل یقع التکبیر بعد السجدة والسنة ان یقع سمع الله لمن حمده حین رفع الراس من الرکوع والتکبیر حین الانحفاض وکذا

بلکہ اللہ اکبر بعد سجدہ کی کہنی میں آویگا اور طریق مسنون یہ ہی کہ سمع اللہ لمن حمدہ رکوع سی سر اوٹہاتی ہوئی کہی اور اللہ اکبر سجدہ کی طرف جھکتی ہوئی کہی اور ایسی ہی

اذا ترک الجلسة او الطمانینة فیها یقع بعض التکبیر الاول حین الانحفاض بل یقع بعض التکبیر الثانی بعد السجود والسنة ان

اگر جلسہ کو ترک کری یا جلسہ میں طمانیت کو ترک کری تو کچہ لفظ پہلی تکبیر کا جھکتی ہوئی کہنی میں آویگی بلکہ کچہ لفظ دوسری تکبیر کی سجدہ کی بعد کہنی میں آوینگی اور طریق مسنون یہی

التکبیر الاول حین الرفع والثانی حین الانحفاض فیصیر عدد المکروهات فی جمیع الرکعات ثمانین بل لما فیه ترک ثمانین سنة فاذا

کہ پہلی تکبیر سجدہ سی اوٹہتی ہوئی کہی اور دوسری تکبیر جھکتی ہوئی سو ایسی صورت میں مکروہات کی گنتی تمام رکعتوں میں اسی ہوجاویگی اور اس سی اسی سنتیں چھوٹ جاتی ہیں اور جب ال مکروہ آ ملیں

انضم الی ذلک اظهار کل منهما فان اظهار المکروه مکروه ایضا یصیر المجموع مائة وستین مکروها ومائة وستین ترک سنة وهل یعد من العقلاء

اظہار اسمیں شامل کریں کیونکہ مکروہات کا ظاہر کرنا بھی مکروہ ہی تو تمام مکروہات بھی ایک سو ساٹھ ہوجاوینگی اور ایک سو ساٹھ سنتیں ترک ہوگئی سو کیا وہ شخص عاقل گنا جاویگا

یفعل کل لیلة من لیالی رمضان فی اداء التراویح فقط مائة وثمانین اثما ومائة وستین مکروها ومائة وستین ترک سنة فان فی ترک کل

جو رمضان کی راتوں میں سی ہر رات کو صرف تراویح کی ادا کرنی ہوئی ایک سو اسی تو گناہ کری اور ایک سو ساٹھ مکروہ کری اور ایک سو ساٹھ سنت ترک کری کیونکہ ہر سنت کی ترک

سنة عتابا وحرمان الشفاعة فهل یرضی العاقل ان یجعل نفسه محروما من شفاعة رسول رب

کرنیمیں عتاب ہوتا ہی اور شفاعت سی محرومی پہر کیا عاقل یہ پسند کرتا ہی کہ اپنی تئیں رسول رب العالمین کی شفاعت سی محروم کری

العالمین التی یرجوها ویطلبها کل الخلائق حتی الانبیاء والاولیاء والصالحین نسأل الله تعالی ان لا

جسکی تمام خلق امید اور تلاش رکہتی ہی یہاں تک کہ انبیا اور اولیا اور صلحاء ہم اللہ سی چاہتی ہیں کہ ہمکو

یجعلنا من المحرومین

محروم نکری

المجلس التاسع والعشرون فی بیان فضیلة تاخیر السحور وتعجیل الافطار

اونتیسویں مجلس میں بیان سحر کہانی میں تاخیر اور افطار میں تعجیل کی فضیلت کا

قال رسول الله صلی الله علیه وسلم تسحروا فان فی السحور برکة هذا الحدیث من صحاح

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نی فرمایا سحر کہایا کرو کیونکہ سحر میں برکت ہی یہ حدیث مصابیح کی صحیح

المصابیح رواه انس والمحفوظ فیه عند اصحاب الحدیث فتح السین فی السحور وهو اسم لما یوکل فی وقت

حدیثوں میں ہی انس کی روایت ہی اور اس حدیث میں محدثین کی نزدیک سحور کی لفظ میں سین کا زبر محفوظ ہی اور یہ طعام کا نام ہی جو سحر کی وقت کہائی ہیں

السحر الذی هو اخر اللیل ای سدسه الاخیر فیحتاج الی مضاف محذوف تقدیره ان فی اکل السحور برکة

اور سحر آخر شب یعنی چہٹا حصہ پچھلا سو اس کلام میں ایک مضاف محذوف ہی واقع میں یوں ہی کہ سحور کہانی میں برکت ہی

لان البرکة لیست فیما یوکل من الطعام بل فی استعمال السنة ویجوز فیه ضم السین فعلی هذا یکون مصدرا

کیونکہ برکت طعام میں جو کہایا جاتا ہی نہیں ہی بلکہ سنت کی استعمال میں ہی اور اس لفظ میں سین کا پیش بہی جائز ہی اسکی موافق سحور صیغہ مصدر کا ہی

فلا یحتاج الی تقدیر المضاف والمعنی ان فی الاکل وقت السحر برکة والمراد بالبرکة ههنا زیادة القوة علی

اب مضاف پیدا کرنی کی کچہ حاجت نہیں اور معنی یہ ہیں کہ سحر کی وقت کہانا کہانی میں برکت ہی اور یہاں برکت سی مراد زیادتی قوت روزہ رکہنی کی ہی

اداء الصوم بدلیل قوله علیه السلام استعینوا بقائلة النهار علی قیام اللیل وباکل السحور علی صیام

اس دلیل سی کہ حدیث میں آیا ہی دن کی سونی سی نماز کی لئی رات کی جاگنی پر مدد لیلو اور سحر کہانی سی دن کی روزہ پر

النهار ویجوز ان یراد بها زیادة الثواب فی الاخرة وقوله علیه السلام تسحروا امر واقل مرتبة الاستحباب

اور یہ بہی جائز ہی کہ برکت سی مراد آخرت میں زیادتی ثواب کی ہو اور حدیث کا لفظ تسحروا امر کا صیغہ ہی اور کم سی کم مرتبہ امر کا استحباب کا ہی

فیکون السحور وهو الاکل فی وقت السحر مستحبا وقد روی عن عمرو بن العاص انه علیه السلام قال فصل ما بین

اب سحور یعنی سحر کی وقت طعام کہانا مستحب ہوگا اور روایت ہی عمرو بن عاص سی کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نی فرمایا کہ ہماری روزہ میں

صيامنا وصيام اهل الكتاب اكلة السحر الاكلة بالضمة اللقمة والمعنى ان اللقمة التي تؤكل في وقت
اور اہل کتاب کی روزہ میں فرق سحر کہانا کہ ہی اور اکلہ ہمزہ کی پیش سی لقمہ کو کہتی ہین اور معنی حدیث کی یہہ ہین وہ لقمہ جو سحر کی وقت کہایا جاتا ہی
السحر هو الفارق بين صيامنا وصيام اهل الكتاب لان الله تعالى اباح لنا في ليلة الصيام ما حرم عليهم
یہہ ہی فرق ہی ہماری روزی میں اور اہل کتاب کی روزہ مین کیونکہ اللہ تعالی نی ہماری لئی رمضان کی راتوں مین مباح کر دیا ہی جو چیز اونپر حرام کر دیا تہا
فان بني اسرائيل قبل تغير دينهم وتبدل شريعتهم كانوا ليلة صيامهم اذا ناموا كان الطعام والشراب
کیونکہ بنی اسرائیل اپنی دین کی تغیر اور اپنی شریعت کی بدلنی سی پہلی اگر روزوں کی راتوں مین سو جاتی تو اونپر کہانا پینا
والجماع حراما عليهم كما كان الحكم كذلك في ابتداء الاسلام ثم نسخ ذلك الحكم ورخص لنا في هذه الاشياء
جماع سب حرام ہو جاتا تہا چنانچہ ابتدا اسلام مین بہی یہہ ہی حکم تہا پہر یہہ حکم منسوخ ہو گیا اور صبح تک صبح صادق نہو ان اشیا کی ہمکو اجازت ہو گئی
ما لم يطلع الفجر وكان سبب ذلك امران احدهما ما روي عن عمر رض انه جامع امراته بعد النوم ثم ندم على
اور اسکا سبب دو چیز ہوئین ایک تو یہہ جو عمر رضی اللہ عنہ سی روایت ہی کہ انہوں نی اپنی بی بی سی سونی کی بعد جماع کیا پہر اس حرکت سی نادم ہو کر
ما فعل واتى النبي عليه السلام واعتذر اليه فنزل قوله أُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ إِلَىٰ نِسَائِكُمْ وصارت
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئی اور عذر کیا پہر یہہ آیت نازل ہوئی حلال ہوا تمکو روزنکی رات مین بی پردہ ہونا اپنی عورتوں سی اور اونکی لغزش
زلته رحمة في حق جميع الامة والثاني ما روي عن قيس بن صرمة انه صام ولم يجد وقت الافطار شيئا
تمام امت کی حق میں رحمت ہو گئی اور دوسری وہ جو قیس بن صرمہ سی روایت ہی کہ اوسنی روزہ رکہا پہر افطار کی وقت کچہ ایسا نہ ملا جس سی روزہ افطار
يفطر به فذهبت امراته في طلب شئ فغلب عليه النوم فنام وجاءت امراته بطعام بعد ما كان الطعام
کرے پہر اونکی بی بی کچہ کہانی کی تلاش مین گئی اس عرصہ مین اونپر نیند کا غلبہ جو ہوا تو سو گئی اور اونکی بی بی کہانا اوس وقت لائی کہ
عليه حراما فانتبه بعد ما مضى وقت الاكل ولم ياكل شيئا فلما كان نصف النهار من الغد غشي عليه
اونپر حرام ہو چکا تہا پہر ایسی وقت جاگی کہ کہانی کا وقت گذر چکا تہا سو اسی کچہ نہ کہایا جب اگلی دن کا دوپہر ہوا تو اونکو غش آگیا
وقال النبي عليه السلام مالك فقص عليه القصة فنزل قوله تعالى وَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ
نبی علیہ السلام نی پوچہا تیرا کیا حال ہی اوسی تمام قصہ بیان کیا پہر یہہ آیت اوتری اور کہاؤ اور پیؤ جبتک کہ صاف نظر آوی تمکو دہاری
الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ فانه تعالى لما احل لنا في ليلة الصيام هذه الاشياء بعد النوم رغب النبي
سفید جدی دہاری سیاہ سی فجر کی پس اللہ تعالی نی جب یہہ چیزین رمضان کی راتوں مین سونی کی بعد حلال کر دین تو نبی علیہ السلام کو
في اكل السحور قال تسحروا فان في السحور بركة وبين انه فصل بين صيامنا وصيام اهل الكتاب وهذا
سحور کی کہانی میں رغبت ہوئی فرمایا سحر کہایا کرو کیونکہ سحور میں برکت ہی اور بیان کیا کہ ہماری روزہ مین اور اہل کتاب کی روزہ مین سحر کا فرق ہی اور اسی لئی
كان مستحبا ومن كان غير محتاج اليه نستحب له ان ياكل شيئا يسيرا ولو تمرة او تينة او شربة ماء
مستحب ہو گئی اور جسکو سحر کہانی کی حاجت نہو تو اوسکو بہی مستحب ہی کہ کچہ تہوڑا سا کہا لیا کری اگرچہ ایک چہوارہ ہو یا ایک انجیر یا ایک گہونٹ پانی
عملا بسنة رسول الله صلى الله عليه وسلم واغتناما لبركة السحور ويستحب تاخيره ايضا لما روي انه
تاکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل ہو اور سحور کی برکت غنیمت ہو اور تاخیر سحور کی مستحب ہی کیونکہ روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نی
قال ثلث من اخلاق المرسلين تعجيل الافطار وتاخير السحور والسواك فان قيل كيف يكون تاخير السحور
فرمایا کہ تین امر مرسلین کی عادات میں سی ہین افطار مین تعجیل اور سحور مین تاخیر اور مسواک اگر کوئی کہی تاخیر سحور مرسلین کی
من اخلاق المرسلين وهو مخصوص باهل ملتنا فالجواب ان المراد به الاكلة الثانية فانها كانت تجري
اخلاق مین سی کیونکر ہو سکتی ہی حال یہہ ہی کہ سحور صرف اسی امت کی واسطی ہی تو جواب یہہ ہی کہ سحور سی مراد دوبارہ کہانا ہی کیونکہ یہہ اونکی حق مین قایم

مجری السحور فی حقہم وفی حدیث اخر انہ علیہ السلام قال لا یزال امتی بخیر ما اخروا السحور وعجلوا
مقام سحور کی تہا اور ایک اور حدیث میں ہی کہ آپ نے فرمایا کہ میری امت ہمیشہ بہلائی پر رہیگی جبتک سحر میں تاخیر اور افطار میں
الفطر لکن ینبغی ان لا یؤخر علی وجہ یقع الشک فی طلوع الفجر فان من شک فی طلوع الفجر فالافضل لہ
جلدی کرتی رہینگی لیکن لایق یہہ ہی کہ اتنی تاخیر نکری کہ صبح صادق کی کہلنی میں شک پیدا ہوجاوی کیونکہ جسکو صبح صادق میں شک ہو تو اوسکو یہہ ہی افضل ہی
ان یترک الاکل تحرزا عن الوقوع فی المحرم ولو اکل فصومہ تام لان الاصل بقاء اللیل ولا یخرج بالشک وروی
کہ نہ کہاوی ایسا نہو کہ حرام میں واقع ہوجاوی اور اگر اس حال میں کہا لیا تو روزہ پورا ہی اسواسطی کہ اصل تو رات کا باقی رہنا ہی شک سی خارج نہیں ہوتی
عن ابی حنیفة انہ لو کان فی موضع یتبین لہ الفجر لا یلتفت الی الشک ولو کان فی موضع لا یتبین فیہ
اور ابو حنیفہ سی روایت ہی کہ سحر کہاتا ہو اگر ایسی مقام میں ہو کہ فجر منکشف ہوجاتی ہی تو شک کا کچہہ اعتبار نہیں اور اگر ایسی مقام میں ہی جہاں فجر ظاہر
الفجر او کانت اللیلة مقمرة او متغیمة او کان ببصرہ علة تکون مسیئا فی الاکل مع الشک لقولہ عم
نہیں ہوتی یا وہ رات چاندنی ہو یا کہٹا ہو یا یہہ شخص کم سوجہہ ہو تو اب حالت شک میں کہانا اچہا نہیں واسطی ارشاد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی
دع ما یریبک الی ما لا یریبک وان کان اکبر رایہ انہ اکل والفجر طالع فالاحتیاط فیہ ان یقضی ذلک
چہوڑ اوسکو جسمیں شک ہی طرف اوسکی جسمیں تجہکو شک نہیں اور اگر اسکی رای میں احتمال غالب یہہ ہو کہ کہانا کہاتی ہوئی صبح صادق ہوگئی تو احتیاط اسمیں یہہ ہی
الیوم عملا بغالب الرای لان اکبر الرای کالیقین فیما یبنی علی الاحتیاط وعلی ظاہر الروایة لا قضاء علیہ
غالب احتمال پر عمل کرنی کو اسواسطی کہ احتمال غالب یقین کی مانند ہوتا ہی جہان احتیاط کرنی ہوتی ہی اور ظاہر روایت پر اوسپر قضا نہیں ہی
لان الیقین لا یزول الا بمثلہ والاصل بقاء اللیل ولو ظہر ان الفجر قد کان طالعا یلزمہ القضاء
اسواسطی کہ یقین بدون یقین کی نہیں جاتا اور اصل یہہ ہی کہ رات باقی ہو اور اگر یہہ معلوم ہوجاوی کہ فجر بیشک ہوگئی تہی تو اوسپر قضا لازم ہی
ولا کفارة علیہ لانہ بنی الامر علی الاصل الذی ہو بقاء اللیل ہذا کلہ حکم التسحر واما الافطار
اور کفارہ نہیں ہی اسواسطی کہ بناء اوسنی اصل پر کی کہ رات باقی تہی یہہ سب احکام سحر کی تہی اور رہا افطار
فیستحب تعجیلہ قبل طلوع النجوم لما روی عن سہل بن سعد انہ علیہ السلام قال لا یزال الناس
سو اوسکی تعجیل مستحب ہی ایسا کہ ستاری نکلنی نہ پاویں اسواسطی کہ سہل بن سعد سی روایت ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نی فرمایا ہمیشہ خلقت
بخیر ما عجلوا الفطر یعنی ان الناس ما داموا یحفظون ہذہ الخصلة یکونون علی خیر واذا ترکوہا
بہلائی پر رہیگی جبتک افطار میں تعجیل کرینگی مراد یہہ ہی کہ خلقت جبتک اس طریقہ کو نگہ رکہینگی تو بہلائی پر رہینگی اور جب اسکو چہوڑ دینگی
ینقص خیرہم فان السنة ان یعجل الصائم الافطار قبل الصلوٰة اذا تحقق غروب الشمس لان اہل الکتاب
تو اونکی بہلائی میں نقصان آویگا کیونکہ طریق مسنون یہہ ہی کہ روزہ دار افطار میں جلدی کری نماز سی پہلی جبکہ آفتاب کا ڈوبنا معلوم ہوجاوی اسواسطی کہ اہل کتاب
کانوا یؤخرون الافطار الی اشتباک النجوم ثم صار فی ملتنا شعارا لاہل البدعة وسمة لہم وندب
افطار میں اتنی دیر کیا کرتی تہی کہ ستاری خوب روشن ہوجاویں پہر یہہ ہی ہماری امت میں بدعتیوں کی عادت ہوگئی اور طریق ٹہر گیا اور افطار میں تعجیل
تعجیلہ مخالفة لہم وقد روی عن ابی ہریرة انہ علیہ السلام قال قال اللہ تعالیٰ احب عبادی الی اعجلہم
اونکی مخالفت کی لئی مستحب ہی اور ابو ہریرہ سی روایت ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نی فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہی مجہکو محبوب تر وہ بندی ہیں جو افطار میں
فطرا فان من کان اکثر تعجیلا فی الافطار فہو احب الی اللہ تعالیٰ لکونہ متمسکا بشریعة نبیہ ومعرضا
جلدی کرتی ہیں سو جو شخص افطار میں جلدی کریگا وہ ہی اللہ تعالیٰ کا زیادہ محبوب ہوگا کیونکہ اوسکی نبی کی شریعت کو خوب پکڑا اور شریعت کی مخالفت
عما یخالفہا مع انہ اذا افطر قبل الصلوٰة یؤدی الصلوٰة عن حضور القلب وطمانینة النفس فمن کان
بی توجہ کی اور یہہ بہی ہی کہ اگر نماز سی پہلی افطار کریگا تو پہر نماز خوب دلکی حضور اور طبیعت کی قرار سی ادا ہوگی پہر ایسا شخص

بهذه الصفة فهو احب الى الله تعالى ممن لم يكن كذلك وينبغي ان يفطر على تمر او ما يقوم مقامه
اللہ تعالیٰ کا محبوب کیوں نہیں ہوگا بہ نسبت ایسی شخص کی جو ایسا نہو اور لائق ہی کہ چھوارے سی افطار کری یا جو شیرینی میں اوسکی قائم
في الحلاوة كالتين والزبيب وان لم يجده فعلى ماء لما روى عن انس انه عليه السلام كان يفطر قبل
مقام ہو جیسی انجیر یا مویز اور اگر نہ میسر آوی تو پانی اسواسطی کہ انس سی روایت ہی کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نماز سی پہلی
الصلوة على رطبات وان لم يكن فتميرات فان لم يكن حسا حسوات من الماء وقال عليه السلام اذا
تازہ چھوارون سی افطار کرتی اگر نہوتا تو خشک چھوارے اگر یہ بھی نہوتا تو کئی گھونٹ پانی اور فرمایا صلی اللہ علیہ وسلم نی جب
افطر احدكم فليفطر على تمر فانه بركة فان لم يجد فليفطر على ماء فانه طهور ويدعو عند الافطار
کوئی افطار کری تو تمر سی افطار کری کیونکہ یہ برکت ہی اگر نہ پاوی تو پانی سی افطار کری کیونکہ نہایت پاک ہی اور افطار کی وقت
باهم مهماته فانه من مظان الاجابة كما جاء في الحديث ان للصائم عند افطاره دعوة مستجابة
اپنی بڑی سی بڑی مطلب کی دعا مانگی کیونکہ اوسوقت ظن قبولیت کا ہی چنانچہ حدیث میں آیا ہی کہ روزہ دار کی لئی افطار کی وقت دعا مقبول ہی
وروى عن ابن عباس انه عليه السلام كان اذا افطر قال اللهم لك صمت وبك امنت وعلى رزقك
اور عبد اللہ بن عباس سی روایت ہی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم افطار کرتی ہوئی یہ فرماتی اللہم لک صمت الی آخرہ الٰہی تیری واسطی میں نی روزہ رکھا اور تیری اوپر ایمان لایا
افطرت ووقت الافطار ما روى عن عمر بن الخطاب انه عليه السلام قال اذا اقبل الليل من ههنا
تیری روزی سی روزہ کھولا اور وقت افطار کا وہ ہی وقت ہی جو عمر بن الخطاب کی روایت ہی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نی فرمایا جب یہاں سی رات سامنی آوی
وادبر النهار من ههنا وغربت الشمس فقد افطر الصائم فانه عليه السلام اتى باسم الاشارة ههنا في
اور یہاں سی دن چلا جاوی اور آفتاب ڈوب جاوی تو روزہ دار نی افطار کری اس حدیث میں دونو جگہہ لفظ ہہنا اسم اشارہ کا بیان فرمایا ہی
الموضعين واشار بالاول الى جانب المشرق لان ظلمة الليل تظهر اولا من ذلك الجانب والليل عبارة
اول مقام میں اشارہ مشرق کی طرف ہی اسواسطی کہ رات کی تاریکی پہلی ادہی طرف سی ظاہر ہوتی ہی اور رات اوسی
عن ظهور ظلمة الليل من جانب المشرق واشار بالثاني الى جانب المغرب لان ضوء النهار الحاصل
تاریکی کا نام ہی جو مشرق کی طرف سی پیدا ہوتی ہی اور دوسرا مقام میں مغرب کی طرف اشارہ فرمایا اسلئی کہ دن کی روشنی جو
من الشمس يذهب الى ذلك الجانب والنهار عبارة عن بقاء الشمس واذا غربت يذهب النهار وعلى
آفتاب سی ہوتی ہی ادہی طرف کو جاتی ہی اور آفتاب کی باقی رہنی کو دن کہتی ہیں جب آفتاب ڈوب جاتا ہی تو دن جاتا رہتا ہی
هذا يكون غروب الشمس معلوما من قوله وادبر النهار لان الادبار بمعنى الذهاب ولا حاجة الى قوله
اس حال کی موافق آفتاب کا چھپ جانا تو لفظ ادبر النہار سی معلوم ہوچکا تہا اسواسطی کہ ادبار چلی جانی کو کہتی ہیں اب اس لفظ کی
وغربت الشمس لكن اتى به لبيان كمال الغروب حتى لا يظن ان بغروب بعض الشمس يجوز الافطار
وغربت الشمس کی حاجت تہی لیکن پیر بھی یہ لفظ واسطی بیان کمال غروب کی فرمایا کوئی یہ خیال نکری کہ آفتاب کی آدہی تہائی ڈوبنی پر بھی افطار جائز ہی
والمعنى ان غروب الشمس اذا تم وكمل فقد دخل الصائم في وقت الافطار فيجوز له الافطار بل يستحب
مراد یہ ہی کہ آفتاب کا غروب جب خوب پورا ہوچکی تو روزہ دار کو وقت افطار کا آگیا پہر اوسکو افطار جائز ہی بلکہ تعجیل مستحب ہی
تعجيله لكن في يوم الغيم لا يستحب تعجيله ولا يفطر حتى يغلب على ظنه غروب الشمس وان اذن
لیکن ابر کی دن تعجیل مستحب نہیں ہی اور افطار ہرگز نہ کری جبتک کہ اسکی گمان غالب میں آفتاب غروب نہولی اگرچہ موذن
للمغرب وان شك في غروب الشمس لا يحل له الافطار لان الاصل بقاء النهار ولو افطر فعليه القضاء
اذان ہوچکی اور اگر آفتاب کی غروب میں شک ہو تو افطار حلال نہیں ہی اسواسطی کہ اصل دن کا باقی رہنا ہی اور اگر افطار کریگا تو اوسپر قضا ہی

لاسيما اذا افطر واكبر رايه انه افطر قبل الغروب يجب عليه القضاء عملا بالاصل الذي هو بقاء
خاص اسی وقت کہ افطار کری اور اوسکی رای میں احتمال غالب ہو کہ غروب سی پہلی افطار کیا تو اوسپر قضا واجب ہی تاکہ اصل پر ہو جاوی کہ وہ دن کا
النهار بخلاف ما تقدم في اكل السحور لان الاصل فيه بقاء الليل ولو تبين ان الشمس لم تغرب ينبغي ان
باقی رہنا ہی بخلاف گذشتہ کی جو سحور کی حال میں گذرا کیونکہ وہاں اصل رات کا باقی رہنا ہی اور اگر ظاہر ہو جاوی کہ آفتاب نہیں چھپا تو لایق ہی کہ
يجب الكفارة نظرا الى الاصل الذي هو بقاء النهار وكل من افطر خطأ او بنى على ظن يفسد صومه
ملاحظہ اوس اصل کی جو دن کا باقی رہنا ہی کفارہ واجب ہو جاوی اور جسنی روزہ چوک کر ناگہاں سی افطار کیا تو روزہ فاسد ہو جاتا ہی
ويلزمه امساك بقية يومه ويجب عليه القضاء ولا يجب عليه الكفارة ولا اثم اما فساد صومه
اور باقی دن بہر امساک لازم ہوتا ہی اور قضا اوسپر واجب ہی اور اوسپر کفارہ نہیں آتا اور نہ گنہگار ہوتا ہی روزہ تو اسلئی فاسد ہوا
فلانتفاء ركنه بغلط يمكن الاحتراز عنه واما لزوم امساك بقية يومه فلقضاء حق الوقت بالقدر
کہ غلطی سی اوسکا رکن فوت ہوا جس سی احتراز ہو سکتا تھا اور امساک باقی دن کا اسلئی لازم ہی کہ وقت کا حق جتنا ہو سکی ادا کرنا چاہئی
الممكن ولنفي التهمة عن نفسه لانه اذا اكل ولا عذر به يصير متهما عند الناس بالفسق والتحرز
اور تاکہ ذمہ پر تہمت نہ رہی اسلئی کہ اگر بی عذر کہاوی پیویگا تو خلقت کی نزدیک فسق کی تہمت لگیگی اور تہمت کی جگہ سی
عن مواضع التهم واجب لقوله عليه السلام من كان يؤمن بالله واليوم الاخر فلا يقفن مواقف التهم
بچتی رہنا واجب ہی واسطی ارشاد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جو شخص اللہ پر اور قیامت کی دن پر ایمان لاتا ہو تو تہمت کی جگہ ہرگز نہ کھڑا ہو
واما وجوب القضاء فلانه حق مضمون بالمثل شرعا فاذا فات يجب قضاءه واما عدم وجوب الكفارة
اور قضا اسواسطی واجب ہی کہ روزہ ایک حق ہی شرع میں اوسکا بدلہ ویسا ہی چاہئی اگر وہ فوت ہوا تو قضا واجب ہی اور کفارہ اسواسطی واجب نہیں ہی
فلكون الجناية قاصرة غير كاملة لعدم القصد واذا لم يوجد القصد ينتفي الاثم ايضا لما روي عن
کہ خطا کسر ہی پوری نہیں کیونکہ بلا قصد صادر ہوگئی ہی اور جب قصد نہیں ہوتا تو گناہ بہی نہین ہوتا اسواسطی کہ روایت ہی
عمر انه كان جالسا مع اصحابه في رحبة مسجد الكوفة عند غروب الشمس في رمضان فاتي بكاس
عمر سی کہ وہ اپنی یاروں کی ہمراہ مسجد کوفہ کی صحن میں رمضان میں شام کی وقت بیٹھی تہی سو کوئی شخص
من اللبن فشرب هو واصحابه فامر المؤذن ان يؤذن فلما صعد المؤذن المئذنة رأى الشمس فقال
پیالہ دودہ کا لایا سو عمر نی اور اونکی اصحاب نی پیا پہر مؤذن کو اذان کا حکم دیا جب مؤذن سیڑہی پر چڑہا تو دیکھا کیا ہی کہ آفتاب موجود ہی بولا
الشمس يا امير المؤمنين فقال له عمر بعثناك داعيا لا راعيا ما تجانفنا لاثم نقضي يوما مكانه
یا امیر المؤمنین آفتاب ہی عمر نی جواب دیا تجہکو اذان پڑہنی کو بہیجا ہی نہ آفتاب دیکہنی کو ہمنی گناہ کی طرف رغبت نہیں کی ایکدن اسکی بدلی
فقضاء يوم علينا يسير فان هذا الحديث يدل على لزوم القضاء وعدم لزوم الكفارة والاثم
قضا کر دینگی ہمپر ایکدن کی قضا آسان ہی بیشک اس حدیث سی معلوم ہوتا ہی کہ قضا لازم ہی کفارہ اور گناہ کچھ نہین ہی
لان قوله ما تجانفنا لاثم معناه لم نمل الى الاثم وما تعمدنا في ذلك ارتكاب المعصية وكذا كل من
اسواسطی کہ اونکا قول ما تجانفنا لاثم اسکی معنی یہ ہین کہ ہمنی گناہ کی رغبت نہین کی اور ہمنی اس افطار میں عمد معصیت کا نہین کیا اور ایسی ہی جو شخص
كان اهلا للصوم في اخر النهار ولم يكن في اوله كذلك يلزمه امساك بقية يومه كما اذا اسلم الكافر
آخر روز میں روزہ کا اہل ہو اور اول روز میں روزہ کا اہل نہو تو اوسکو امساک باقی دن کا لازم ہی جیسی کہ آخر روز میں کافر مسلمان
وبلغ الصبي وافاق المجنون وقدم المسافر وبرئ المريض وطهرت الحائض والنفساء فان كلا واحد منهم
یا بچہ بالغ یا دیوانہ ہوشیار یا مسافر مقیم یا بیمار چنگا یا حیض نفاس والی عورت پاک ہو جاوی تو ہریک کو اونمیں سی

یلزمه امساك بقیة یومه تشبها بالصائمین والاصل فی هذا ان من کان فی اثناء النهار علی صفة
باقی روز کا امساک روزہ داروں کی طرح لازم ہی اور قاعدہ اسمین یہہ ہی کہ جو شخص درمیانہ روز ایسی حالپر ہو
لو کان علیها فی اوله یلزمه الصوم فعلیه الامساك ومن لم یکن کذلك لا یجب علیه الامساك
کہ اگر اول روز میں ایسا ہوتا تو اوسپر روزہ واجب ہوتا تو ایسی شخص پر امساک لازم ہی اور جو ایسا نہو تو اوسپر امساک واجب نہیں ہی
کمن کان مریضا او مسافرا او حائضا او نفساء فان الامساك لا یجب علیهم لتحقق المانع عنه وهو قیام
جیسی کوئی بیمار ہو یا مسافر ہو یا عورت حیض یا نفاس والی ہو ان لوگوں پر امساک واجب نہیں ہی اسواسطی کہ روزہ کا مانع موجود ہی یعنی
هذه الاعذار فیهم فانها کما تمنع عن الصوم تمنع عن التشبه اما فی الحائض والنفساء فلان الصوم علیهما
ونہیں یہہ عذرات باقی ہیں ان لوگوں پر جیسی روزہ نہیں ہی ایسا ہی روزہ داروں کی مشابہت بہی نہیں حایضہ اور نفاس والی عورت کو تو اسلئی کہ اسپر روزہ
حرام والتشبه بالحرام حرام واما المریض والمسافر فلان الرخصة فی حقهما باعتبار الحرج ولو الزمناهما
حرام ہی اور حرام کی ساتہہ مشابہت بہی حرام ہی اور مریض اور مسافر کو اسلئی کہ انکی حقمیں باعتبار حرج کی اجازت ہی اور اگر ان پر مشابہت لازم کرین
التشبه عاد الحرج ثم الحائض تاکل سرا لا جهرا وکذا اکل من ابیح له الافطار یاکل سرا لا جهرا الا ان یکون
تو وہی حرج کا حرج موجود ہی پہر حایضہ عورت پوشیدہ کہاوی ظاہر نکہاوی اور ایسی ہی جس جس کا افطار کرنا مباح ہی پوشیدہ کہاوی ظاہر نکہاوی ہاں جسکا
العذر ظاهرا کالمرض والسفر والنفاس لانه اذا اکل ولم یکن العذر ظاهرا یصیر عند الناس متهما بالفسق
عذر ظاہر معلوم ہو وہ ظاہر کہاوی جیسی بیماری اور سفر اور نفاس اسواسطی کہ اگر یہہ کہاویگا اور عذر ظاہر نہیں ہوگا تو خلقت کی نزدیک فسق کی تہمت
الذی هو اکل رمضان والاحتراز عن مواضع التهم واجب کما مر ثم ینبغی ان یعلم ان المریض نوعان نوع
لگی کی یعنی رمضان میں دن کو کہاتا ہی اور تہمت کی جگہ سی احتراز کرنا واجب ہی چنانچہ گذرچکا پہر جاننی کی بات ہی کہ بیمار دو طرحکا ہوتا ہی ایک تو ایسا
لا یضره الصوم بل ینفعه ونوع یضره الصوم وهذا هو الذی یبیح الافطار لان الرخصة لا تتعلق بنفس
جسکو روزہ ضرر نہیں کرتا بلکہ فائدہ کرتا ہی اور ایک ایسا کہ روزہ ضرر کرتا ہی ایسی بیمار کو روزہ افطار کرنا مباح ہی اسواسطی کہ اجازت افطار کی مطلق نفس
المرض بل بوجود المشقة فلا بد من معرفته وطریق معرفته قد یکون باجتهاد المریض بان یعلم بنفسه
مرض سی نہیں ہی بلکہ مشقت کا ہونا چاہئی اس مشقت کو سمجہنا چاہئی اور طریقہ اوسکی پہچان کا بعضی دفعہ بیمار کی سمجہہ پر ہی کہ وہ اپنی آپ تجربہ سی
بالتجربة انه ان صام یزداد المه ووجعه بالصوم وقد یکون باخبار طبیب حاذق مسلم عدل
جان لی کہ اگر میں روزہ رکہونگا تو روزہ رکہنی سی میرا دکہہ اور مرض بڑہ جاویگا اور بعضی دفعہ طبیب کی کہنی پر موقوف ہی لیکن طبیب دانا مسلمان عادل ہو
لا فاسق لان خبر الفاسق فی الدیانات مردود غیر مقبول بخلاف السفر فان الرخصة یتعلق بنفسه
فاسق نہو اسواسطی کہ فاسق کی خبر دیانات میں مقبول نہیں ہی مردود ہی بخلاف سفر کی کیونکہ سفر میں اجازت صرف سفر ہی سی متعلق ہی
لانه لا یخلو عن المشقة فاقیم مقامها وادیر الحکم علیه

المجلس الثلثون فی بیان غائلة من افطر یوما من رمضان فیما یجب فیه الکفارة

کیونکہ سفر مشقت سی کبہی خالی نہیں ہوتا سو سفر کو قایم مقام مشقت کی ٹہراکر حکم لگادیا تیسوین مجلس شرا کی بیان مین اوس شخص کی جو ایکدن رمضان کی روزہ توڑ دی جسمین کفارہ واجب ہوتا ہی

قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من افطر یوما من رمضان من غیر رخصة ولا مرض لم یقض عنه صوم الدهر کله هذا الحدیث من حسان
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نی فرمایا جسنی رمضان کا ایک روزہ بی اجازت شرعی اور بدون بیماری کی توڑ ڈالا تو اوسکا عوض تمام عمر کی روزی نہیں ہوسکتی یہہ حدیث مصابیح کی حسن حدیثوں مین
المصابیح رواه ابو هریرة وهو وارد علی طریق الانذار والتخویف بما یلحقه من الاثم ویفوته من الاجر
ہی ابو ہریرہ کی روایت سی اور یہہ حدیث بر سبیل ڈرانی اور خوف دلانی کی وارد ہوئی ہی کہ روزہ توڑنی مین کتنا گناہ ہی اور کتنا ثواب جاتا رہتا ہی

فانه لا یجد فضیلة الصوم المفروض بصوم الدهر کله نافلة ولیس معناه انه لو صام الدهر کله بنیة قضاء

کیونکہ فضیلت فرض روزہ کی ساری عمر کی نفل روزونسی نہین حاصل ہوتی اور یہہ مراد نہین ہی کہ اگر تمام عمر رمضان کی ایک روزہ کی بدلے

یوم من رمضان لا یسقط قضاءہ ذلک فان الاجماع علی انه یجزیه قضاء یوم مکانه اما مع الکفارة

قضاء کی نیت سی روزی رکہا کری تو اوسکی ذمہ سی قضاء اوسدن کی ساقط نہین ہوتی کیونکہ سبکا اتفاق ہوچکاہی کہ اوسکی بدلہ ایکدن کی قضا کافی ہی یا تو مع

ان کان افطاره بما یوجب الکفارة بما هو غذاء او دواء او بغیر الکفارة ان کان افطاره بما لا یوجب الکفارة

کفارہ کی اگر اوسنی افطار ایسی چیز سی کیا جسمین کفارہ واجب ہوتاہی جیسی غذا اور دوا یا بغیر کفارہ کی اگر ایسی چیز سی افطار کیا جسمین کفارہ واجب نہین ہوتا

مما لیس غذاء ولا دواء من المفسدات للصوم فعلی هذا فالدخان الذی ظهر فی هذا الزمان من قبل الکفرة

جیسی نشہ کا ہو اور نہ دوا روزہ فاسد کرنیوالی چیزونمین سی اس بیان پر دہوان یعنی حقہ جو اس زمانہ مین کفار کی طرف سی

العدوة لاهل الایمان وابتلی به کافة الانام من الخواص والعوام هل یفسد الصوم ام لا فالجواب فیه ان قول

جو اہل ایمان کی دشمن ہین پیدا ہوا ہی اور اسمین تمام خلقت خاص وعام مبتلا ہورہی ہین آیا روزہ فاسد کرتا ہی یا نہین سو اسکا جواب یہہ ہی کہ

الفقهاء فی عامة الکتب وان کان نصا علی ان مطلق الدخان اذا دخل الحلق لا یفسد الصوم لکنهم قالوا فی تعلیله

فقہاء کا صحیح قول عام کتابون مین اگرچہ یہہ ہی کہ مطلق دہوان اگر حلق مین داخل ہوجاوی تو روزہ نہین ٹوٹتا لیکن اوسکی علت یہہ بیان کی ہی

لانه لا یمکن الاحتراز عنه فان الصائم لا یجد بدا من فتح فمه عند التکلم فیدخل الدخان حلقه والقیاس

کہ روزہ اسواسطی فاسد نہین ہوتا کہ دہوئین سی بچاؤ نہین ہوسکتا کیونکہ روزہ دار کو اسکا کیا علاج کہ بات کرنی مین منہ کہولی اور دہوان حلق مین چلا جاوی اور قیاس

ان یفسد صومه لوصول المفطر الی جوفه بفعله وکونه مما لا یتغذی لا ینافی الفساد کالتراب والحصاة وهذا

مین یہہ آتاہی کہ روزہ جاتارہی اسواسطی کہ مفطر پیٹ مین اوسکی اختیار سی گیا اور غذا نہونا فساد کی منافی نہین ہی جیسی مٹی اور کنکری سی روزہ فاسد ہوجاتاہی اور یہہ

التعلیل یقتضی ان یکون ذلک الدخان مفسد للصوم لانه یصل الی جوفه بفعله ویدل علیه ما قال قاضیخان

تعلیل چاہتی ہی کہ حقہ کا دہوان روزہ توڑنیوالا ہو کیونکہ یہہ دہوان اختیار سی پیٹ مین جاتا ہی اور قول قاضیخان کا فتاوی مین اسی پر دلالت کرتاہی

فی فتاواه وان صب الماء فی اذنه اختلفوا فیه والصحیح انه هو الفساد لانه وصل الی جوفه بفعله فانظر

اور اگر اوسکی کان مین پانی ڈالین تو اسمین اختلاف ہی صحیح یہہ ہی کہ روزہ جاتا رہتا ہی اسواسطی کہ اسکی اختیار سی اندر جاتا ہی اب دیکہہ لو

کیف اعتبر الوصول الی جوفه بفعله فی فساد صومه فانه لو اغتسل فدخل الماء فی اذنه لا یفسد صومه فعلم

اختیار سی اندر جانی کا روزہ ٹوٹنی مین کیسی اعتبار کیاہی کیونکہ اگر نہاتی ہوئی پانی کان مین چلا جاوی تو روزہ نہین ٹوٹتا اس سی معلوم ہوا

من هذا ان لفعله دخلا فی فساد صومه بل لو نظر الی ما ادعاه مستعملوه من انه دواء یلزم ان یجب الکفارة

کہ روزہ ٹوٹنی مین اختیار کو دخل ہی بلکہ اگر حقہ نوشونکی دعوی کو خیال کرو کہ حقہ دوا ہی تو لازم آتاہی کہ کفارہ بہی واجب ہو

لان الاصل فی وجوبها وصول الغذاء او الدواء الی الجوف من المسلک المعتاد فی نهار رمضان علی وجه التعمد

اسواسطی کہ قاعدہ کفارہ واجب ہونیکا یہہ ہی کہ غذا یا دوا اندر کیطرف عادت کی راہ سی رمضان مین دن کو قصدًا داخل ہو

وهذا المعنی علی تقدیر صدق دعواهم یکون موجودا فیه ثم انه فی غیر حال الصوم حل استعماله ام لا فقد کثر

اور یہہ امر اگر اونکا دعوی سچاہی تو حقہ مین موجود ہی پہر یہہ بات کہ حقہ خالی دنون مین بی روزہ آیا پینا حلال ہی یا نہین تو

فیه الاقاویل والحق الذی علیه التعویل ان الفعل الاختیاری الصادر عن المکلف ان لم یترتب علیه فائدة

اسمین بہت گفتگو ہی اور حق بات جسپر اعتماد ہی یہہ ہی کہ اختیاری کار جو مکلف کی قصد سی صادر ہو تو اگر اوسمین کوئی فائدہ دین کا

دینیة او دنیویة فهو دایر بین العبث واللعب واللهو ولم یفرق بین هذه الثلثة فی کتب اللغة ولا بد من الفرق

یا دنیا کا نہو تو وہ کام یا عبث یا لعب اور لہو ہوتاہی اور لغت کی کتابون کی اندر انمین کچہہ فرق نہین کیا اور فرق ضرور چاہیی

بیان حقہ

فائدہ مفیدہ

لعطف بعضها علی بعض فی القرآن وهو علی ما ذکره بعض الفحول وکان حقیقا بالقبول ان العبث الفعل الذی
اسواسطے کہ قرآن میں ایک کو ایک پر عطف کیا ہی اور وہ فرق موافق بیان بعضی علماء کی جو لایق قبول کرنی کی ہی یہہ ہی کہ عبث وہ کام ہوتا ہی
لیس فیه لذة ولا فائدة واما الذی فیه لذة بلا فائدة فهو لعب ومثله اللهو الا ان فیه زیادة حظ النفس
جسمیں نہ کچھ لذت ہو نہ کوئی فائدہ اور جس کام میں لذت ہو پر بیفائدہ وہ لعب ہوتا ہی اور ایسی ہی لہو ہی پر لہو میں حظ النفس زیادہ ہوتا ہی
بحیث یشتغل به عما یهمها والکل حرام لانها لم تذکر فی القرآن الا علی طریق الذم فلما علم حرمة اللعب واللهو
اسقدر کہ اوسکی شغل میں ادضرورت کو بہول جاتا ہی اور یہہ سبحرام ہیں اسواسطے کہ قرآن میں جہاں انکا ذکر ہی سو ہجو کی طور پر ہی جب لعب اور لہو
والعبث علم حرمة استعمال ذلك الدخان لدخوله اما فی اللعب او اللهو او فی العبث بل هو بالعبث انسب
اور عبث کی حرمت معلوم ہوئی تو حرمت حقہ پینی کی بہی معلوم ہوئی کیونکہ حقہ یا تو لعب ہوگا یا لہو ہوگا یا عبث ہوگا بلکہ حقہ کو عبث سی زیادہ مناسبت ہی
لخلوه عن اللذة التی فی اللعب واللهو اللهم الا ان یستلذه نفوس بعض المستعملین له بتسویل شیطانی فیدخل
کیونکہ لذت سی خالی ہی جو لعب اور لہو میں معتبر ہی ان شاید بعضی حقہ نوشوں کو شیطانی آراستگی سی لذت حاصل ہوگی سو تب
فی اللعب او اللهو لکن لا یکون فیه شیء من الفائدة اصلا لا من الفائدة الدینیة وهو ظاهر ولا من الفائدة
لعب اور لہو میں داخل ہوگا لیکن حقہ میں کوئی فائدہ ہرگز نہیں ہی نہ تو دین کا یہہ تو ظاہر ہی اور نہ کوئی فائدہ
الدنیویة لانه لا یصلح لشیء من الغذاء او الدواء اصلا بل هو مضر لاطباق الاطباء علی ان مطلق الدخان
دنیا کا کیونکہ نہ اسمیں ہرگز امکان غذا کا ہی نہ دوا کا بلکہ وہ ضرر رسان ہی کیونکہ تمام طبیب اسپر متفق ہیں کہ مطلق دہوان
مضر قال ابن سینا لولا الدخان والقتام لعاش ابن ادم الف عام وقال جالینوس اجتنبوا ثلثة وعلیکم باربعة
ضرر کرتا ہی شیخ ابن سینا کہتا ہی اگر دہوان اور غبار نہوتا تو ابن آدم ہزار برس جیا کرتا اور جالینوس کہتا ہی تین چیزوں سی بچنا چاہئی اور چار چیز کا استعمال چاہئی
ولا حاجة لکم الی الطبیب اجتنبوا الدخان والغبار والنتن وعلیکم بالدسم والحلوی والطیب والحمام
پہر طبیب کی کچہہ حاجت نہیں بچتی رہو دہوئیں اور غبار اور بدبوئی اور استعمال کیا کرو چکنائی اور مٹہائی اور خوشبو اور حمام
وذکر فی القانون ان جمیع اصناف الدخان مجفف بجوهره الارضی وفیه ناریة یسیرة قال بعض الفضلاء
اور قانون میں مذکور ہی کہ دہوئیں کی تمام قسمیں باعتبار اپنی جوہر ارضی کی مجفف ہیں اور اسمیں کچہہ ناریت ہوتی ہی بعضی فاضل کہتی ہیں
فاذا کان مجففا یکون مجففا للرطوبات البدنیة فیؤدی الی حصول امراض کثیرة فلا یجوز استعماله لوجوب
جب دہوان مجفف ہوا تو بدن کی رطوبت کو خشک کریگا پہر اس سی بہت سی بیماریاں پیدا ہونگی تو اسکا پینا جایز نہیں ہی اسواسطی کہ
صیانة النفس عن لحوق الضرر وقد ذکر فی نصاب الاحتساب ان استعمال المضر حرام فان قیل بعض الاطباء
ضرر سی جان کا بچانا واجب ہی اور نصاب الاحتساب میں مذکور ہی کہ مضر کا استعمال کرنا حرام ہی اگر کوئی اعتراض کری کہ بعضی دفعہ
قد یعالجون بعض الامراض ببعض اصناف الدخان ویشاهد نفعه فکیف یصح المنع عن استعمال جمیع اصنافه
طبیب بعضی بیماریوں کا علاج بعضی قسم کی دہوئیں سی کرتی ہیں پہر اوسکا فائدہ ظاہر معلوم ہوتا ہی تمام قسم کی دہوئوں سی ممانعت کرنی کیونکر صحیح ہی
فالجواب انهم یعالجون به لحظة یسیرة لا علی الدوام حتی یحصل ما ذکر من التخفیف فان قیل ما ذکر من التجفیف
تو جواب یہہ ہی کہ طبیب دہوئیں سی تہوڑی دیر کی واسطی علاج کرتی ہیں ہمیشہ کی واسطی نہیں کرتی تاکہ خشکی پیدا ہو پہر اگر کوئی یہہ اعتراض کری کہ خشکی جو
لا یضر فی البلغمی لکثرة رطوباته وانتفاعه بتجفیفها فما وجه المنع فالجواب ان حد الانتفاع به مجهول بل لا بد
بلغمی مزاج کو ضرر نہیں کرتی کیونکہ بلغمی میں رطوبات بہت ہوتی ہیں اور خشکی سی بلغمی کو فائدہ ہوتا ہی پہر ممانعت کیوں ہی تو جواب یہہ ہی کہ دہوئیں سی فائدہ لینی کا حد معلوم
فی معرفة ذلك من طبیب حاذق عارف بالامزجة والقدر الذی ینتفع به والا فالاقدام علیه غیر جائز
اب اسکی دریافت کو واسطی چاہئی حاذق طبیب جو آدمی کی مزاجوں سی واقف ہو اور اوس مقدار کو جانی جسسی نفع ہوتا ہو اور نہیں تو عمل کرنا ہرگز جایز نہیں ہی

اصل

اصلا لوقوع التردد بين السلامة وعدمها فان العدول ممن كانوا استعملوه قد اختلفوا فيه فمنهم
اسواسطى كہ سلامتى اور عدم سلامتى مين شک ہى كيونكہ منصف عادل حقہ نوشون كو اسمين اختلاف ہى بعضى اونمين سى
من يقول بضرره ومنهم من يقول بعدم ضرره ومنهم من يشك فيه لكن الفريق الاغلب الذى جانب الحق
ضرر كى قائل ہين اور بعضى كہتى ہين ضرر نہين ہى اور بعضون كو ضرر مين شک ہى ليكن اكثر اشخاص كہ حق بات اونكى طرف
اليه اقرب يقول انه فى ابتدائه يجد شقوة فى الجسم وحدة فى البصر وهضما فى الطعام ونشاطا فى الاعضاء
قريب تر معلوم ہوتى ہى يہہ كہتى ہين كہ حقہ پہلى تو جسم مين قوت پيدا كرتا ہى اور نگاہ مين تيزى اور كہانى كا ہاضمہ اور اعضا مين سرور
فاذا حصلت المداومة يورث غشاوة فى البصر وثقلا فى الاعضاء وامساكا فى الهاضمة وضعفا فى البدن
پہر جب مداومت ہوجاتى ہى تو بينائى پر پردہ پيدا كرتا ہى اور اعضا مين گرانى اور ہاضمہ مين امساک اور بدن مين سستى
وذلك لانه كما قال الاطباء يجفف مع نوع حرارة فيفعل فى ابتدائه ماذكره اولا وفى انتهائه ماذكره ثانيا على انه
اور يہہ اسلئى كہ جيسا طبيب كہتى ہين كہ دہوان خشكى كرتا ہى كچہہ حرارت سى سو پہلى پہل وہ ہى اثر كرتا ہى جو پہلى بيان كيا اور آخر كو وہ كرتا ہى جو پہر بيان كيا علاوہ يہہ كہ
لو تحقق نفعه فبعد النفع يمنع من استعماله لانه ح يكون دواء ولا يجوز استعمال الدواء بعد زوال المرض لانه اذا
اگر فائدہ ثابت بہى ہو تو بعد فائدہ كى استعمال كى ممانعت اسلئى ہى كہ حقہ اب دوا ہوا اور دوا كا استعمال بيمارى جانى كى بعد جائز نہين ہى كيونكہ دوا
لم يجد مرضا يزيله ياخذ من البدن فيؤدى الى الضرر وما يؤدى الى الضرر يمنع من استعماله وان كان فيه
اگر بيمارى كو نہين پاتى كہ جسكو دفع كرى تو پہر بدن مين اثر كرتى ہى پہر اوس سى ضرر ہوتا ہى اور جس چيز مين ضرر ہوتا ہو اوسكا استعمال كرنا منع ہى اگرچہ اوسمين
نفع الا ترى ان الخمر المحرمة بالنص قد اخبر القران بنفعها كما قال الله تعالى يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ
فائدہ بہى ہو كيا معلوم نہين كہ شراب جو صريح آيت سى حرام ہى قرآن مين اوسكى فائدہ كى خبر مذكور ہى چنانچہ اللہ تعالى فرماتا ہى تجہسى پوچہتى ہين حكم شراب اور جوئى كا
قُلْ فِيْهِمَا اِثْمٌ كَبِيْرٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ لكن جانب النفع اذا قابله جانب الضرر يحمى جانب الضرر حتى قال الفقهاء
تو كہہ اسمين گناہ بڑا ہى اور فائدى بہى ہين لوگون كو ليكن نفع كى جانب سى اگر ضرر كى جانب مقابل ہوجاتى ہى تو ضرر كى جانب ملحوظ ہوتى ہى يہان تك كہ فقہا كہتى ہين
لو كان فى شئ وجوه شتى توجب الحل والجواز ووجه واحد يوجب الحرمة وعدم الجواز يرجح جانب الحرمة
اگر ايک چيز مين كئى وجوہ ہون جس سى حلت اور جواز لازم آتا ہو اور ايک وجہ ايسى ہو جس سى حرمت اور عدم جواز لازم آتا ہو تو احتياط كى واسطى
احتياطا فان قيل ان المستعملين له يدعون انهم يجدون عقيب استعماله خفة فى البدن فكيف يصح القول
حرمت كى جانب كو غالب كہينگى اگر كوئى اعتراض كرى كہ حقہ نوش دعوى كرتى ہين كہ حقہ پينى كى بعد بدن مين خفت پيدا ہوتى ہى پہر كيونكر كہتى ہو
بعدم النفع فيه فالجواب على ما ذكره بعض المتناولين لتجربة نفعه وضرره ان المستعملين له يحصل لهم
كہ اسمين فائدہ نہين ہى پس جواب موافق بيان بعضى حقہ نوشون كى جنہون نى اوسكى نفع ضرر كا تجربہ كيا ہى يہہ ہى كہ حقہ نوشونكو حقہ پينى ہوئى
حال استعماله الم شديد فعند فراغهم عنه ينجون من ذلك الالم ويحصل لهم راحة فيظن هؤلاء المساكين
ايک سخت الم ہوتا ہى جب وہ پى چكتى ہين تو تب اوس الم سى نجات ہوتى ہى اور ايک طرح كى راحت ملتى ہى سو يہہ بيچارى يہہ جانتى ہين
ان تلك الراحة حصلت من استعماله ولا يدرون انها انما حصلت من خلاصهم عن استعماله ثم ان
كہ يہہ راحت حقہ پينى سى حاصل ہوئى ہى يہہ نہين سمجہتى كہ يہہ راحت حقہ موقوف كرنى سى ہوتى ہى پہر
لنا فى معرفة حرمة الاشياء واباحتها وجها حسنا يرجع الى الاصول وهو ان الحق فى الاشياء قبل البعثة
ہمارى پاس واسطى دريافت اشيا كى حرمت اور اباحت كى ايک خوب وجہ ہى اصول سى متعلق ہى وہ يہہ ہى كہ حق يون ہى كہ بعثت سى پہلى
ان لا يكون فيها حكم وبعد البعثة اختلف العلماء فيها على ثلثة اقوال الاول انها متصفة بالحرمة الا
اشيا مين كوئى حكم حلت اور حرمت كا نہين تہا اور بعثت كى بعد علما كى تين قول اختلافى ہين اول يہہ كہ تمام اشيا حرام ہين مگر

ما دل دليل الشرع على اباحته والثاني انها متصفة بالاباحة الا ما دل دليل الشرع على حرمته والثالث
جسكو دليل شرعي نے مباح كرديا اور دوسرا قول تمام اشياء مباح مگر جسكو دليل شرعي نے حرام كرديا اور تيسرا قول
وهو الصحيح ان يكون بها تفصيل وهو ان المضار متصفة بالحرمة بمعنى ان الاصل فيها الحرمة وان المنافع
جو صحيح ہے كہ اشياء ميں تفصيل ہے كہ تمام اشياء ضرر رساں تو حرام ہيں يعني اصل اونميں حرمت ہے اور اشياء نفع مند
متصفة بالاباحة لقوله تعالى هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُمْ مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا فانه تعالى ذكره في معرض الامتنان
مباح ہيں واسطے اس آيت كے وہي ہے جسنے بنايا تمہارے واسطے جو كچھہ زمين ميں ہے سب كيونكہ اللہ تعالى نے يہہ آيت منت دہي كي جگہ پر نازل فرمائي ہے
ولا يكون الامتنان الا بالمنافع المباح فكانه قيل هو الذي خلق لاجل نفعكم جميع ما في الارض من المنافع لتنتفعوا
اور منت دہي صرف منفعت مباح كي ہيں ہوسكتي گويا يہہ مطلب ہوا كہ اللہ تعالى وہ ہے جسنے تمہارے فائدہ كے واسطے تمام منفعت كي چيزيں جو زمين ميں ہيں پيدا كيں
بها وعلى هذا القول الثالث الصحيح يخرج حكم هذا الدخان ايضا فانه لو كان نافعا لكان الاصل فيه الاباحة
تاكہ اون سے منفعت لو اسي تيسري قول سے جو صحيح ہے حقہ كا حكم بهي نكلتا ہے بيشك حقہ اگر مفيد ہوتا تو البتہ اصل ميں مباح ہوتا
لكن قد ثبت باخبار الحذاق من الاطباء انه مضر ولو في الآجل فيكون الاصل فيه الحرمة بل لو وقع فيه التشك
ليكن حاذق طبيبوں كي خبر دينے سے ثابت ہوچكا ہے كہ حقہ مضر ہوتا ہے اگرچہ انجام ميں پہر اصل حقہ ميں حرمت ہے بلكہ اگر ضرر كرنے ميں شك ہوتا
لغلب جانب الحرمة كما هو القاعدة الشرعية فانه عليه السلام قال الحلال بين والحرام بين وبينهما مشتبهات
تو بهي حرمت كي جانب غالب ہوتي چنانچہ يہي قاعدہ شرعي ہے كيونكہ پيغمبر صلى اللہ عليہ وسلم نے فرمايا حلال ظاہر ہے اور حرام ظاہر ہے اور دونوں كے بيچ ميں مشتبہات ہيں
لا يعلمهن كثير من الناس فمن اتقى الشبهات فقد استبرأ لدينه وعرضه ومن وقع في الشبهات وقع
جسكو اكثر آدمي نہيں جانتے پہر جو شخص شبہات سے بچتا رہا تو اوسنے اپنا دين اور آبرو بچالي اور جو شبہات ميں پہنس گيا تو حرام ميں واقع ہوا
في الحرام كالراعي يرعى حول الحمى يوشك ان يقع فيه واختلف العلماء في حكم هذه الشبهات فذهب بعضهم
جيسے چوپايہ ميڑ كے گرد چرتا ہے تو ميڑ كے اندر پہنس جاتا ہے اور علماء نے اختلاف كيا ہے ان مشتبہات كے حكم ميں بعضے تو
الى حرمتها لانه عليه السلام قد اخبر في هذا الحديث بان من ترك ما اشتبه عليه حكمه ولم ينكشف
اوسكي حرمت كے قائل ہوئے ہيں اسواسطے كہ پيغمبر صلى اللہ عليہ وسلم نے اس حديث ميں فرمايا ہے جس شخص نے ترك كيا ايسي چيز كو جسكا حكم اوسكو معلوم نہوا اور اوسكا حال
امره يكون دينه سالما مما يفسده او ينقصه ونفسه ناجيا مما يعيبه ويلام عليه ومن لم يتركه بل فعل يقع
كهلا ہو تو اوسكا دين مضرت اور نقصان سے بچا اور اوسكي جان عيب سے اور ملامت سے بچي اور جس نے ترك نكيا بلكہ عمل ميں لايا
في الحرام وهذا الدخان مما اشتبه عليه حكمه ولم ينكشف حقيقة امره فمن تركه ولم يستعمله يكون دينه
تو حرام ميں پہنسا اور حقہ كا بهي حكم صاف معلوم نہيں ہے اور اوسكا حال كهلا ہوا نہيں ہے پہر جسنے اوسكو ترك كيا نہ پيا تو اوسكا دين
سالما من الفساد والنقصان ناجيا من العيب واللوم بين الانام ومن لم يتركه بل استعمله يقع في الحرام وذهب
فساد اور نقصان سے بچا ہوا ہے خلقت كي طرف سے نہ اوسكو كچھہ عيب ہے نہ ملامت اور جسنے ترك نكيا بلكہ پيا حرام ميں پہنسا اور
بعضهم الى كراهتها لما جاء في حديث آخر انه عليه السلام قال الامور ثلثة امر تبين لك رشده فاتبعه وامر تبين
بعضے علماء مشتبہات كي كراہت كے قائل ہوئے ہيں اسواسطے كہ اور حديث ميں آيا ہے كہ آپ نے فرمايا تين چيزيں ہيں ايك وہ جسكي خوبي تجهكو معلوم ہوگئي اوسكي پيروي كر
لك غيه فاجتنبه وامر اختلف فيه فدع ما يريبك الى ما لا يريبك ولا شك ان امر الدخان مما ارتاب واوقع في الاضطراب
عيب جسكو معلوم ہوگيا تو اوس سے پرہيز كر ايك وہ ہے جسميں اختلاف ہے سو اسے چهوڑ مشكوك كو طرف غير مشكوك كے اور شك نہيں كہ حقہ كا حال ايسا ہي ہے جسميں شك اور اضطراب واقع ہے
واقل مراتبه الكراهة ولا يظن انه ينتهي الى درجة الاباحة بتعلل كثير ممن يتعاطاه انه نافع لكل داء والم
اوسكا مرتبہ كم سے كم كراہت كا ہے يہہ خيال ميں نہيں آتا كہ اباحت كے درجہ كو پہنچ جاوے اكثر حقہ نوشوں كي علت بيان كرنے سے كہ حقہ ہر مرض كي دوا ہے

وجد في استعماله دواء لامراضهم لان ذلك من تلبيس ابليس عليهم وتزيينه لهم حتى يولد من نكاله في
سمجھا اونکو یہ کہ یہ بیماریوں کی دوا ہے اسواسطے کہ یہ شیطانی دھوکہ ہے ملمع کی آرایشگی ہے یہاں تک کہ پیدا ہوں حتی آخر کو
عاقبة امره داء لا دواء وان يكرر استعماله ويسود ما يقابله ويولد منه الحرارة فيكون في عاقبة امره داء لا دواء ولانهم يلزم
سی بیماری پیدا ہو جسکی کچھ دوا نہیں ہے کیونکہ حقہ کا بار بار پینا سامنے کی چیز کو سیاہ کر دیتا ہے اور اس سے گرمی پیدا ہوتی ہے تو آخر کو انجام میں ہو جاتی
على دعواهم ان يكون الناس كلهم مرضى وان يكون مرضهم في جميع الفصول الاربعة من نوع واحد وان يكون
جسکی دوا نہیں ہے مگر انکی دعوی کی موافق یہ لازم آتا ہے کہ تمام آدمی بیمار ہوں اور انکی بیماری تمام سال چاروں فصلوں میں ایک ہی قسم کی ہو اور
معالجتهم بشيء واحد على كيفية واحدة وبطلانه غير خفي على احد من العقلاء ثم فيه اضاعة المال
انکا علاج بھی ایک ہی دوا سے ایک ہی طریقہ پر ہو اور اسکا بطلان ہر ایک عاقل پر ظاہر ہے پھر اس میں مال کا تلف کرنا ہے
لانه يشترى بثمن غال فيدخل في الاسراف المحرم مع نتن ريحه واذيته لسائر الذين لا يستعملونه وقد
کیونکہ مہنگی دام سے خریدا جاتا ہے تو اسراف میں جو حرام ہے داخل ہو اور اسمیں بدبو ہے کہ اور لوگوں کی دماغ کو جو نہیں پیتے ہیں بہت تکلیف دیتی ہے اور
روي انه عليه السلام قال كل موذ في النار وقال الكياسي الرائحة المنتنة تحرق الحواس وتصل الى الدماغ
روایت ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایذا دینے والے سب دوزخ میں ہیں اور کیاسی کہتا ہے بدبو ناک کے سوراخوں کو جلا دیتی ہے اور دماغ میں جا کر
وتؤذي الانسان ولذلك قال النبي صلى الله عليه وسلم من اكل من هذه الشجرة فلا يقربن مسجدنا يؤذينا بريحه والمراد من هذه
آدمی کو ایذا دیتی ہے اسی واسطے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے اس درخت میں سے کھایا سو وہ ہماری مسجد کی پاس نہ آوے کہ ہمکو اسکی بو سے ایذا ہوتی ہے اور درخت سے
الشجرة كل ماله رائحة كريهة يتأذى منها الانسان بدليل تعليله عليه السلام والمعنى ان من اكل شيئا فله
علت بیان فرمانے سے ثابت ہے کہ مراد اس درخت سے وہ چیز ہے جسمیں ایسی بدبو موجود ہو کہ اس سے انسان کو تکلیف ہو اور مراد یہ ہے کہ جو شخص ایسی چیز کھاوے
رائحة كريهة يتأذى منها الانسان فلا يقربن مسجدنا لانه يؤذينا برائحته الكريهة وقد ثبت في صحيح مسلم
جسمیں بدبو ہو کہ انسان کو اس سے ایذا ہوتی ہو تو ہماری مسجد کی پاس نہ آوے کیونکہ ہمکو بدبو سے ایذا دیگا اور صحیح مسلم میں ثابت ہو چکا ہے
انه عليه السلام كان اذا وجد من رجل في المسجد ريح البصل والثوم امر به فاخرج الى البقيع ولهذا قال الفقهاء
کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اگر کسی شخص میں مسجد کی اندر بو پیاز اور لہسن کی پاتے تو بقیع کی طرف نکلوا دیتے اسی واسطے فقہا کہتے ہیں
كل من وجد فيه رائحة كريهة يتأذى بها الانسان يلزم اخراجه من المسجد ولو بجره من يده ورجله دون
جسمیں ایسی بدبو ہو کہ جس سے انسان کو تکلیف ہووے تو اسکا مسجد سے نکالدینا لازم ہے گرچہ ہاتھ سے اور پاؤں سے کھینچکر
لحيته وشعر راسه فعلى هذا يلزم اخراج كثير من الائمة والمؤذنين من المسجد في هذا الزمان لوجود رائحة
ڈاڑھی و سر کی بال پکڑکر نہیں اس بنا پر اس زمانہ میں کئی اماموں اور موذنوں کا مسجد میں سے نکالدینا لازم آتا ہے کیونکہ ان میں یہ
الكريهة فيهم بسبب مداومتهم على استعمال الدخان الكريهة الرائحة بل هم قد يستعملونه في داخل المسجد الجامع
بدبو موجود ہوتی ہے کیونکہ ہمیشہ حقہ پیتے رہتے ہیں بلکہ بعضی دفعہ جامع مسجد کی اندر پیتے ہیں
فيكون الكراهة في حقهم اشد واكثر وقد كتب بعض المالكية في الديار الحجازية جوابا عن سؤال يتعلق بالدخان
تو انکی حق میں کراہت بہت سخت اور بدتر ہے اور بعضے علما مالکی مذہب نے ملک حجاز میں ایک سوال کا جو حقہ کی باب میں تھا یہ جواب لکھا ہے
وهو ان استعمال الدخان حرام كاصله لان اصله الحشيشة والنار لكونه اجزاء من الحشب ممزوجة باجزاء
کہ دھوئیں کو استعمال کرنا حرام ہے جیسے اسکی اصل اسواسطے کہ اسکی اصل لکڑی ہے اور آگ کیونکہ دھواں لکڑی کا جز ہوتا ہے کچھ آگ ملی ہوئی سو دھواں
من النار وهو من جنس حرارة النارية التي فيه يحرم استعماله لقوله تعالى ان الذين ياكلون اموال اليتمى
سلگی کہ دھواں کچھ آگ ہوتی ہے استعمال کرنا حرام ہے بسبب قول اللہ تعالی کی جو لوگ کھاتے ہیں مال یتیموں کی

كُلُمَا إِنَّمَا يَأْكُلُوْنَ فِي بُطُوْنِهِمْ نَارًا تدل النص على حرمة النار فيحرم الدخان الحاصل منها وايضا انه تعالى جعله
ناحق وہ جو کہاتی ہیں اپنی پیٹ میں آگ یہہ آیت آگ کی حرمت پر دلالت کرتی ہی سو دہوان بھی جو اس سے پیدا ہوتا ہی حرام ہی اور یہہ بہی ہی کہ اللہ تعالی نے
مما يعذب به حيث قال في حق قوم يونس النبي عليه السلام لَمَّا اٰمَنُوْا كَشَفْنَا عَنْهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا
دہوئیں کو عذاب کی چیزوں میں معذب کیا ہی چنانچہ قوم یونس کی حق میں فرماتا ہی جب یقین لائی کہول دیا ہمنی اونپر سی ذلت کا عذاب دنیا کی حیتی
فالعذاب المكشوف عنهم كان دخانا وقال في اية اخرى فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِيْنٍ يَّغْشَى النَّاسَ
سو عذاب جو اونسی موقوف ہوا تہا دہوان ہی تہا اور ایک اور آیت میں فرماتا ہی سو تو راہ دیکہہ جسدن کہ لاوی آسمان دہوان صریح جو گہیر لی لوگون کو
هٰذَا عَذَابٌ اَلِيْمٌ والمراد بالدخان المذكور في هذه الاية معناه الحقيقي على قول وعلى هذا القول يكون النظم
یہہ ہی دکہہ کی مار اور مراد دخان سی اس آیت میں ایک قول کی موافق حقیقی معنی ہیں اور اس قول کی موافق آیت کی عبارت سی
الكريم صريحا في كون الدخان عذابا اليما وما به التعذيب يحرم استعماله فان الفقهاء قد اتفقوا على وجوب
صاف معلوم ہوتا ہی کہ دہوان دردناک عذاب ہی اور جس چیز سی عذاب واقع ہوتا ہو اوسکا استعمال حرام ہی کیونکہ تمام فقہاء کا اتفاق ہی کہ
الفرار من محل العذاب كبطن محسّر فانه على لفظة اسم الفاعل من التحسير اسم واد اهلك الله تعالى فيه
جس جگہ کسی امت کو عذاب ہوا ہو اوس جگہ سی بہاگنا واجب ہی جیسی بطن محسر کیونکہ اسم فاعل کی وزن پر تحسیر میں سی نام ایک وادی کا ہی جہان اللہ تعالی نی
اصحب الفيل فاذا وجب الفرار من محل العذاب فوجوب الفرار مما به العذاب اولى ثم ان المستعملين له ترى بهم
اصحاب فیل کو ہلاک کیا تہا پہر جب عذاب کی جگہ سی بہاگنا واجب ہوا تو عذاب کی چیز سی بہاگنا بہت ضروری ہی پہر حقہ پینی والون کو تو دیکہتا ہی
انه يخرج من حلوقهم وانوفهم وفيه تشبه باهل النار وبالذين يهلكون في اخر الزمان من الاشرار كما جاء في الحديث
کہ دہوان اونکی حلق میں سی اور ناک میں سی نکلتا ہی اور اس حال میں دوزخیوں کی موافق اور اونکی برابر ہیں جو آخر زمانہ میں شریر لوگ ہلاک ہونگی چنانچہ حدیث میں آیا ہی
انه يكون في اخر الزمان دخان يملأ الارض يقيم على الناس اربعين يوما اما المؤمن فيصيبه كهيئة الزكام واما
کہ آخر زمانہ میں ایسا دہوان پیدا ہوگا کہ تمام روی زمین کو ڈہانپ لیگا اور لوگون پر چالیس دن تک قایم رہیگا پہر مؤمن شخص کو تو ایسا ہوگا جیسی زکام ہوتا ہی اور
الكافر فيخرج من منخريه واذنيه وعينيه حتى يصير راس احدهم كالراس الحنيذ اي المشوي فلا ينبغي للمؤمن
کافر کی دونو نتہنوں میں سی اور دونو کانوں میں سی اور دونو آنکہوں میں سی دہوان نکلیگا ایسا کہ ہریک کا سر ایسا ہو جائیگا جیسی سر بہنا ہوا یعنی مؤمن کو سزاوار نہیں
ان يتشبه باهل العذاب لا ان يستعمل ما هو من نوع العذاب ولا هو من ملابسات اهل العذاب وقد كره جميع
نہیں چاہئی کہ عذاب والون کا سا حال بنالیں اور نہ یہہ چاہئی کہ عذاب کی چیزوں کو استعمال کریں اور نہ عذاب والون کی سی صورت بنا دیں اور تمام علماء نی
من العلماء التختم بالحديد والنحاس لما ثبت في الحديث انهما حلية اهل النار وصح على ما ذكره الهلالي في مختصر الاحياء
لوہی اور تانبی کی انگوٹہی برتنی کو مکروہ کیا ہی کیونکہ حدیث سی ثابت ہوچکا ہی کہ لوہا اور تانبا زیور دوزخیوں کا ہی اور موافق بیان ہلالی کی مختصر الاحیاء میں
انه عليه السلام كان يكره الطعام السخن ويقول ان الله تعالى لم يطعمنا نارا فهذا الدخان اولى بالكراهة لانه مختلط
صحیح ہوا ہی کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم گرم کہانی کو مکروہ جانتی اور فرماتی کہ اللہ تعالی نی ہمکو آگ کہانی کو نہیں دی سو اب یہہ دہوان کراہت میں زیادہ تر ہی اسواسطی کہ اسمیں
باجزاء نارية كما مر فلو لم يكن في استعماله الا تسويد الثياب والابدان وكراهة الرائحة والانتان يكفي زاجرا للعاقل عن
اجزا ناری کی ملی ہوئی ہیں چنانچہ گذر چکا ہی پہر اگر حقہ پینی میں سوای سیاہی کپڑوں اور جسم اور بدبو اور تعفن کی کچہہ نہوتا تو بہی عاقل کی واسطی چہوڑنی کو کافی تہا
استعماله بل لو لم يكن في استعماله الا احياء سنة الكفار الذين اخرجوه واظهروه في بلاد الاسلام توصلا الى اضرار اهل
بلکہ اگر اسکی پینی میں کچہہ نہوتا سوای رواج دینی طریق کفار کی جنہوں نی اسکو نکال کر بلاد اسلام میں پہیلایا ہی اہل اسلام کی ضرر رسانی کی لئی
الاسلام لكان باعثا للعاقل على اجتنابه ومانعا عن ارتكابه لكن اكثر اهل الزمان طبايعهم جامدة صعبة
تو بہی عاقل کی لئی باعث اجتناب کا تہا اور اسکی اختیار کرنی سی مانع آتا لیکن اس زمانہ کی لوگوں کی طبیعتیں ایسی بگڑی ہوئی ہیں کہ اصلا مطیع نہیں ہوتیں

لا انقياد

الانقياد مائلة دائما الى ما لا يعنيهم ان نصحوا لم يقبلوا وان علّموا لم يعلموا وان فهموا لم يفهموا
ہمیشہ بیہودہ امور کی طرف جھکی رہتی ہیں اگر نصیحت کرو تو نہیں مانتی اگر سکھاؤ تو نہیں سیکھتی اگر سمجھاؤ نہیں سمجھتی
وان فهموا تركوا ما فهموا وهم من الذين ان يروا سبيل الرشد لا يتخذوه سبيلا وان يروا سبيل الغي
اور اگر سمجھیں تو سمجھ کر ترک کریں اور وہ ایسے لوگ ہیں کہ اگر دیکھیں راہ سوار کی تو نہ ٹھہراویں راہ اور اگر دیکھیں رہ اونی
يتخذوه سبيلا نسئل الله تعالى ان يوفقنا سبيل الرشد ويبعدنا عن سبيل الغي المجلس الحادي والثلثون
تو سکو ٹھہراویں راہ ہم اللہ تعالی سے سوال کرتے ہیں کہ ہمکو نیک رستہ کی توفیق دے اور ہمکو کجی کی راہ سے دور رکھے اکتیسویں مجلس

في بيان سنة الاعتكاف وطلب ليلة القدر فيه وفضيلته

بیان میں سنت ہونا اعتکاف کی اور لیلۃ القدر کی تلاش اور اوسکی فضیلت میں
قال رسول الله صلى الله عليه وسلم
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
اني اعتكفت العشر الاول اطلب هذه الليلة ثم اعتكفت العشر الاوسط ثم اتيت فقيل لي انها في العشر
میں نے رمضان کی پہلی دہہ میں لیلۃ القدر کی تلاش میں اعتکاف کیا پھر اوسکے بیچ کی دہہ میں اعتکاف کیا پھر میں پاس آیا تو مجھے کہا کہ لیلۃ القدر کو پچھلی عشرہ
الاواخر فمن كان اعتكف معي فليعتكف في العشر الاواخر فقد اريت هذه الليلة ثم انسيتها هذا الحديث من صحاح
میں تلاش کرو جس نے میرے ساتھ اعتکاف کیا ہو تو وہ پچھلی عشرہ میں پھر اعتکاف کرے میں نے لیلۃ القدر کو دیکھا پھر مجھے بھلا دی یہ حدیث مصابیح کی
المصابيح رواه ابو سعيد الخدري واصله على ما في الصحيحين انه عليه السلام اعتكف العشر الاول من
صحیح حدیثوں میں ہے ابو سعید خدری کی روایت سے اور اصل اس حدیث کی جیسے کہ صحیح بخاری اور مسلم میں ہے یوں ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کی پہلی عشرہ میں
رمضان ثم اعتكف العشر الاوسط في قبة تركية ثم اطلع راسه فقال اني اعتكفت العشر الاول اطلب
اعتکاف کیا پھر بیچ کی دہہ میں ترکی خیمہ کے اندر اعتکاف کیا پھر سر مبارک باہر نکال کر فرمایا کہ میں نے پہلی دہہ میں شب قدر کی تلاش میں اعتکاف کیا
هذه الليلة الى آخر الحديث وفيه دليل على ان المقصود من شرعية الاعتكاف طلب ليلة القدر فانها
آخر حدیث تک اور اسمیں یہ دلیل ہے کہ مقصود اعتکاف کی مشروع ہونے سے شب قدر کی تلاش ہے کیونکہ یہ شب موافق مضمون نص
لكونها خيرا من الف شهر بالنص يلزم احياءها باشرف الاعمال اذ فيه تفريغ القلب عن امور الدنيا وتسليم
کی ہزار مہینوں سے بہتر ہے تو اوس شب میں نیک اعمال کی شغل میں جاگتے رہنا لازم ہے کیونکہ اسمیں امور دنیا سے دل کا خالی رکھنا اور
النفس الى المولى والتحصن بحصن حصين وملازمة بيت رب العالمين فيكون كمن احتاج الى عظيم
مولی کو جان کا حوالہ کرنا اور پناہ لینی قلعہ مضبوط میں اور ملازمت پروردگار عالم کی گھر کی ہے پھر یہ ایسا ہے جیسے کوئی ایک بڑا محتاج ہو کر اوسکی
ولازمه حتى قضى مآربه فان قيل اذا كان شرعية الاعتكاف لطلب ليلة القدر فلم لم يخص بالليل والجواب
دروازے پر یہاں تک پڑا رہے کہ اوسکا مطلب روا کردے اگر کوئی اعتراض کرے کہ جب مشروعیت اعتکاف کی واسطے تلاش لیلۃ القدر کی ہے تو پھر رات کی ضرورت سے خاص کیوں
ان الشافعي قد نص على كون الاجتهاد في يومها كالاجتهاد في ليلتها في الاستحباب ذكره النووي في الاذكار
کہ امام شافعی نے صاف کہا ہے کہ سعی دن کے اندر ایسی ہی مستحب ہے جیسی رات کو مستحب ہے یہ نووی نے اذکار میں بیان کیا ہے
وهذا الحديث يقتضيه ايضا لانه عليه السلام اعتكف العشر الاول من رمضان لطلب تلك الليلة
اور اس حدیث سے بھی یہی لازم آتا ہے اسواسطے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کی پہلی عشرہ میں لیلۃ القدر کی تلاش کی لئے اعتکاف کیا
ثم اعتكف العشر الاوسط فلما اتاه آت من الملئكة فقال انها في العشر الاواخر لا في العشر الاول ولا في
پھر بیچ کی عشرہ میں اعتکاف کیا پھر جب اوسکو دور کر چکے تو ایک فرشتہ نے آکر کہا کہ لیلۃ القدر پچھلی عشرہ میں ہے نہ پہلی عشرہ میں ہے اور نہ
العشر الاوسط فعزم عليه السلام على الاعتكاف في العشر الاواخر وحث على اعتكافه وانه عليه السلام كان
بیچ کی عشرہ میں تب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پچھلی عشرہ میں اعتکاف کا عزم کیا اور لوگوں کو رغبت دی سو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم

يعتكف العشر الاواخر من رمضان حتى يتوفاه الله تعالى ثم اعتكف ازواجه من بعده قال الزهري
رمضان کی پچھلی عشرہ میں ہمیشہ اعتکاف کرتے رہے یہاں تک کہ اللہ تعالی نے انکو وفات دی پھر انکی بعد ازواج مطہرات کرتی رہیں زہری کہتا ہے
عجبا من الناس كيف تركوا الاعتكاف ورسول الله عليه السلام كان يفعل الشيء ويتركه ولم يترك الاعتكاف
لوگوں سے تعجب آتا ہے کہ اعتکاف کیسا چھوڑ رکھا ہے اور حال یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کوئی کام کرتے تھے اور چھوڑ بھی دیتے اور اعتکاف
حتى قبض ثم الاعتكاف في اللغة الاقامة على الشيء وحبس النفس عليه وفي الشريعة الاقامة في المسجد واللبث
اخیر دم تک نہیں چھوڑا پھر اعتکاف کے معنی لغت میں ایک شے پر دایم رہنا اور اوس شے پر نفس کو روکنا اور شریعت میں نیت کی ساتھ مسجد میں دیر تک
فيه مع النية ثم اللبث ركنه واما المسجد والنية فشرطه والمعنى اللغوي موجود فيه مع زيادة وصف
رہنا دیر تک کرنے یعنی ٹہرے رہنا تو اعتکاف کا رکن ہے اور مسجد اور نیت اعتکاف کی شرطیں ہیں اور لغوی معنی بھی شرعی معنوں میں زیادتی وصف کی ساتھ
وهو سنة مؤكدة في العشر الاخير من رمضان لانه عليه السلام واظب عليه بعد ما قدم المدينة الى
پائی جاتی ہیں اور اعتکاف سنت مؤکدہ ہے رمضان کی پچھلی عشرہ میں اسواسطے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب سے مدینہ میں تشریف لائے تو اعتکاف ہمیشہ کرتے رہے
ان توفاه الله تعالى فان قيل المواظبة من غير ترك دليل الوجوب فلم لم يجب الاعتكاف فالجواب انه عليه السلام
یہاں تک کہ اللہ نے انکو وفات دی اگر کوئی اعتراض کرے ہمیشگی ایک عمل کی بدون ترک کی وجوب کی دلیل ہوتی ہے پھر اعتکاف واجب کیوں نہیں ہوا تو جواب اسکا
كان في حق الواجب بعد المواظبة عليه ينكر على تاركه ولم ينكر على من ترك الاعتكاف فعلم انه ليس بواجب
کہ نبی علیہ السلام عمل واجب کی باب میں بعد مواظبت کی اوس عمل کی تارک کو برا جانتے تھے اور اعتکاف کی تارک پر کبھی انکار نہیں کیا اس سے معلوم ہوا کہ اعتکاف
بل هو سنة مؤكدة على طريق الكفاية في العشر الاخير من رمضان وفي غيره من الازمنة نفل وانما يجب
واجب نہیں ہے بلکہ سنت مؤکدہ رمضان کی پچھلی عشرہ میں بطور کفایہ کی ہے اور رمضان کی پچھلی عشرہ کی سوا اور دنوں میں نفل ہے اور واجب تب ہوتا ہے
بالنذر والتعليق بالشرط واما ما كان بالشروع فهو تطوع ثم ان اقل الواجب يوم حتى لو نذر اعتكاف يوم
کہ نذر مانے یا کسی شرط سے معلق کرے لیکن جو اعتکاف شروع کرنے سے لازم ہوتا ہے سو وہ تطوع ہے پھر کم سے کم مدت اعتکاف واجب کی ایک دن ہے یہاں تک کہ اگر اعتکاف
يدخل المسجد قبل طلوع الفجر ولا يخرج الا بعد غروب الشمس فان قطعه قبل ذلك او افسده يقضيه
ایک دن کا نذر مانا تو مسجد میں صبح صادق سے پہلے داخل ہو اور بعد غروب آفتاب کی مسجد سے نکلے سو اگر غروب آفتاب سے پہلے اعتکاف کو قطع کیا یا فاسد کر دیا تو اوسکو
ولو نذر اعتكاف يومين واكثر يدخل المسجد في ابتداء شروعه قبل غروب الشمس
... اگر دو دن یا زیادہ کی اعتکاف کی نذر کی تو اعتکاف شروع کرنیکو مسجد میں غروب آفتاب سے پہلے داخل ہو
ولا يخرج عند تمامه الا بعد غروبها ولو مات قبل ان يعتكف يلزمه ان يوصي بان يطعم
اور پورا ہونے کی بعد مسجد سے بعد غروب آفتاب کی نکلے اور اگر اعتکاف کرنے سے پہلے مر جاوے تو لازم ہے کہ وصیت کر دے
عنه لكل يوم نصف صاع من الحنطة ولا تجب ما وجب من الاعتكاف الا بالصوم
کہ ہر روز کی بدلے آدھا صاع گیہوں کا مساکین کو دیدیں اور اعتکاف واجب بدون روزہ کی ادا نہیں ہوتا
حتى لو نذر اعتكاف يوم قد اكل فيه لا يصح نذره ولا يلزمه شيء وكذا
یہاں تک کہ اگر کسی نے کسی دن کا اعتکاف نذر مانا کہ اوسمیں کھا چکا تھا تو اوسکی نذر صحیح نہیں ہے اور اوسکی ذمہ کچھ لازم نہیں ہے اور ایسی ہی
لو نذر اعتكاف ليلة لا يصح لان الليل ليس محلا للصوم واما النفل فالصوم
اگر رات کی اعتکاف کی نذر کی تو صحیح نہیں ہے اسلئے کہ رات کو روزہ نہیں ہوتا اور اعتکاف نفلی میں ظاہر روایت کی موافق روزہ
ليس شرطا فيه في ظاهر الرواية وهو قولهما ايضا فعلى هذه الرواية ليس لاقله تقدير حتى ان من
شرط نہیں ہے اور صاحبین کا بھی یہی قول ہے اب اس روایت کی موافق کم سے کم مدت اعتکاف کی مقرر نہیں ہے یہاں تک کہ جو شخص

جو

يدخل المسجد وينوي الاعتكاف الى ان يخرج يكون معتكفا ما دام فيه ويحصل له ثواب المعتكفين فاذا خرج
مسجد میں آوے اور نکلنے تک کے وقت میں اعتکاف کی نیت کرے تو معتکف ہو جاویگا جبتک مسجد میں رہیگا اور اوسکو اعتکاف والوں کا سا ثواب ملیگا اور جب
منه ينتهي اعتكافه وروى الحسن عن ابي حنيفة ان الصوم شرط الصحة فعلى هذه الرواية اقله يوم ثم الاعتكاف
مسجد سے نکلیگا تو اوسکا اعتکاف پورا ہو جاویگا اور حسن امام ابو حنیفہ سے روایت کرتا ہے کہ روزہ صحت اعتکاف کی شرط ہے اس روایت کے موافق کم سے کم مدت ایک دن
لا يصح الا في مسجد الجماعة له امام ومؤذن يصلى فيه الصلوات الخمس بالجماعة لانه عبادة انتظار الصلوة
سوا مسجد جماعت کے جسکا امام اور مؤذن معین ہو اور اوسمیں پانچوں نمازیں جماعت سے ہوتی ہوں درست نہیں ہوتا اسواسطے کہ نماز کی انتظاری عبادت ہے
فيختص بمكان يصلى فيه ذلك والمرأة تعتكف في مسجد بيتها اي في موضع صلوتها في بيتها ولا يخرج منه
سواوسی جگہ ہونا چاہئے جہاں وہ نمازیں ہوتی ہوں اور عورت اپنے گھر کی مسجد میں اعتکاف کرے یعنی جس جگہ اپنے گھر میں نماز پڑھتی ہے پھر اوس جگہ سے
اذا اعتكفت فيه وليس لها ان تعتكف في غير موضع صلوتها في بيتها وان لم يكن في بيتها موضع الصلوة
اگر اعتکاف کیا تو نہ ٹلے اور عورت کو جائز نہیں ہے کہ اپنے گھر میں سوا نماز کی جگہ کے اور کہیں اعتکاف کرے اور اگر اوسکے گھر میں نماز کی جگہ کوئی معین نہو
لا يجوز لها الاعتكاف فيه ولا يخرج المعتكف من المسجد الا لحاجة شرعية كالجمعة او طبيعية كالبول و
تو اوسکو گھر میں اعتکاف کرنا جائز نہیں ہے اور معتکف مسجد سے بدون حاجت شرعی کے باہر نہ نکلے جیسے نماز جمعہ یا بدون حاجت طبعی کے جیسے پیشاب اور
الغائط واذا خرج لبول او غائط لا يمكث في منزله بعد الفراغ من الطهور ويخرج الى الجمعة حين زوال الشمس
پاخانہ اور اگر واسطے پیشاب یا پاخانہ کے مسجد سے باہر آیا تو طہارت سے فارغ ہو کر گھر میں دیر نہ لگاوے اور نماز جمعہ کے واسطے آفتاب ڈھلنے کے وقت روانہ ہو
ان كان معتكفا قريبا من الجامع بحيث لو انتظر زوال الشمس لا يفوته الخطبة وان كان تفوته الخطبة
اگر مسجد جامع کے نزدیک معتکف ہو ایسا کہ اگر آفتاب ڈھلنے کا انتظار کرے تو خطبہ نہ فوت ہو جاوے اور اگر جانے کہ خطبہ ہو چکیگا
لا ينتظر زوال الشمس بل يخرج في وقت يمكنه ان ياتي الجامع ويصلي اربع ركعات قبل الاذان الذي بين يدي
تو آفتاب ڈھلنے کا انتظار نکرے بلکہ ایسے وقت روانہ ہو کہ مسجد جامع میں جاکر چار رکعتیں نماز کی اوس اذان سے پہلے پڑھ لے جو منبر کے سامنے ہوتی ہے
المنبر وفي رواية ست ركعات ركعتان تحية المسجد واربع سنة وبعد الجمعة يمكث بقدر ما يصلي اربع
اور ایک روایت میں ہے کہ چھہ رکعتیں پڑھ لے دو رکعت تحیۃ المسجد کی اور چار سنتیں اور بعد نماز جمعہ کے اتنا ٹھہرے کہ چار رکعتیں
ركعات او ست ركعات على حسب اختلاف الاخبار الواردة في النافلة بعد الجمعة ولا يمكث اكثر من ذلك
یا چھہ رکعتیں پڑھ لے موافق اختلاف حدیثوں کے کہ جمعہ کے بعد کے نفلوں میں وارد ہوئی ہیں اور اسقدر سے زیادہ دیر نہ لگاوے
وان مكث لا يضره ولو يوما وليلة لكن لا يستحب له ذلك ولا يخرج لعيادة المريض ولا لصلوة الجنازة ولا
اور اگر دیر لگاویگا تو کچھ نقصان نہیں ہے اگرچہ ایک دن رات تک لیکن یہہ خلاف مستحب ہے اور بیمار پرسی کے واسطے نہ جاوے اور نہ واسطے نماز جنازہ کے جاوے اور نہ
لاداء الشهادة وهذا كله قول ابي حنيفة لان الخروج من المسجد بلا عذر ولو ساعة يفسد الاعتكاف عنده
گواہی دینے جاوے یہہ تمام قول امام ابو حنیفہ کا ہے اسواسطے کہ مسجد میں سے بلا عذر نکلنا اگرچہ ایک ساعت کے لئے ہو اونکے نزدیک اعتکاف کو فاسد کر دیتا ہے
وهو القياس لان الخروج ينافي اللبث وما ينافي الشيء يستوي فيه القليل والكثير كالاكل في الصوم والحدث
اور یہہ ہی قابل قیاس کے ہے اسواسطے کہ باہر نکلنا اندر ٹھہرنے کے خلاف ہے اور جو شے کسی شے کے خلاف ہوتی ہے اسمیں تھوڑا بہت سب برابر ہے جیسے روزہ میں کھانا
في الطهارة وكذا اذا خرج ساعة بعذر المرض يبطل لان الخروج بعذر المرض من حيث انه لا يغلب وقوعه لم يكن
اور وضو میں حدث اور ایسے ہی اگر ایک ساعت کے واسطے بیماری کے عذر سے نکلے تو اعتکاف باطل ہو جاتا ہے اسواسطے کہ بیماری کے عذر سے نکلنا باین اعتبار کہ نادر الوقوع ہے
مستثنى عن الايجاب فصار كانه خرج من غير عذر الا انه لا ياثم بالخروج بعذر المرض وكذا اذا خرج بغير عذر
کبھی کبھی ہوتی ہے ایجاب سے مستثنی نہیں ہوئی سو اب گویا بلا عذر باہر نکل آیا ہاں اتنا ہے کہ بیماری کے عذر سے نکلنے میں گنہگار نہیں ہوتا اور ایسے ہی اگر بلا عذر

ما يستأنف اعتكافه وكذا اذا انهدم المسجد وانتقل الى مسجد آخر او اخرجه السلطان كرها او اخرجه
سو ہو کر نکل آوے تو اعتکاف باطل ہو جاتا ہے اور ایسے ہی اگر مسجد ڈھ جاوے اور معتکف دوسری مسجد میں چلا جاوے یا اوسکو حاکم زبردستی نکال دے یا قرض خواہ نکال دے
الغريم او خرج بنفسه وحبسه الغريم ساعة فيبطل اعتكافه وقالا لا يفسد ما لم يخرج اكثر من نصف يوم وهو
یا وہ آپ نکلے اور قرض خواہ ایک ساعت بھر روکے تو بھی اعتکاف باطل ہو جاتا ہے اور صاحبین کہتے ہیں کہ اعتکاف باطل نہیں ہوتا جب تک آدھے دن سے زیادہ نکلا
اوسع للناس اذ لا بد لهم من الخروج لاقامة حوائجهم فلو لم يبح القليل منه لوقعوا في الحرج ولا حرج في الكثير
اس قول میں لوگوں کو بہت گنجایش ہے کیونکہ واسطے اپنے کاروبار ضروری کے نکلنا پڑتا ہے پس اگر تھوڑی مدت مباح نہ ہووے تو البتہ حرج ہووے گا اور اس زیادہ میں
الذي هو اكثر من نصف يوم ويجوز للمعتكف ان ياكل ويشرب وينام ويبيع ويشتري في المسجد من غير
دن سے زیادہ میں کچھ حرج نہیں ہے اور معتکف کو جائز ہے کہ مسجد کے اندر کھاوے اور پیوے اور سووے اور بیچے اور خرید کرے بغیر مسجد میں
احضار السلعة فيه قال بعض العلماء المراد به ما لا بد منه كالطعام ونحوه واما اذا اراد ان يتخذه متجرا
لائے بعض علما کہتے ہیں کہ اس سے مراد ضروری کا ہے جیسے کھانا وغیرہ اور اگر معتکف چاہے کہ مسجد کو دکان تجارت کی بناوے
يكره له ذلك وقال الزيلعي وهذا صحيح لانه منقطع الى الله تعالى ولا ينبغي له ان يشتغل فيه بامور
تو یہ مکروہ ہے زیلعی کہتا ہے کہ یہ قول صحیح ہے کیونکہ خدا کے واسطے الگ ہو بیٹھا ہے تو اب اچھا نہیں ہے کہ مسجد میں امور دنیا میں مشغول ہو
الدنيا ويكره له الصمت والمراد صمت يعتقده عبادة وهو منهي عنه لكونه شريعة منسوخة ويلازم
اور معتکف کو مکروہ ہے چپکا رہنا اور مراد چپکا رہنا عبادت سمجھ کر اور یہ ممنوع ہے اس واسطے کہ یہ طریقہ منسوخ ہے قرآن کی تلاوت
قراءة القرآن والحديث وعلم الدين وسير النبي وقصص الانبياء وحكايات الصالحين وكتابة امور الدين و
کرتا جاوے اور حدیث اور علم دین فقہ وغیرہ اور تاریخ نبی اور احوال انبیا کے اور حکایات صالحین کی پڑھا کرے امور دینی لکھا کرے اور رہی
اما التكلم بما ليس بخير فانه مكروه لغير المعتكف في غير المسجد فما ظنك للمعتكف في المسجد ويحرم عليه
گفتگو بے ہودہ تو دوسروں غیر اعتکاف کی مسجد کے باہر بھی مکروہ ہے پھر معتکف کی واسطے مسجد کے اندر تجھکو کیا خیال ہے اور معتکف پر
الوطء لقوله تعالى وَلَا تُبَاشِرُوهُنَّ وَأَنتُمْ عَاكِفُونَ فِي الْمَسَاجِدِ وكذا دواعيه كاللمس والقبلة ويبطل الاعتكاف
وطی حرام ہے موافق اس آیت کے اور مت لگو ان سے جب اعتکاف بیٹھو مسجدوں میں اور ایسے ہی وطی کے سامان جیسے چھونا اور بوسہ لینا اور وطی سے مطلق اعتکاف
بالوطء مطلقا وبالدواعي ان انزل والا فلا ولو اراد ايجاب الاعتكاف على نفسه ينبغي ان يذكر بلسانه ولا
باطل ہو جاتا ہے اور وطی کے سامان سے اگر انزال ہو گیا تو باطل ہو جاتا ہے ورنہ نہیں باطل ہوتا اور اگر کسی نے اپنے اوپر اعتکاف واجب کرنیکا ارادہ کیا تو چاہئے کہ زبان سے کہے
يكتفي بنية القلب لان النذر عمل اللسان فلا يكون الا به بخلاف النية فانها عمل القلب ولو اعتكف رجل
صرف دل کی نیت پر اکتفا نہ کرے اس واسطے کہ نذر کرنا زبان کا کام ہے سو زبان ہی سے پورا ہوتا ہے بخلاف نیت کے کیونکہ یہ دل کا کام ہے اور اگر کسی شخص نے
من غير ان يوجبه على نفسه ثم خرج لا شيء عليه في ظاهر الرواية المجلس الثاني والثلثون في بيان
بلا واجب کئے اعتکاف شروع کیا پھر اعتکاف سے خارج ہوا تو ظاہر روایت میں اوس پر کچھ نہیں آتا بتیسویں مجلس
صدقة الفطر واحكام العيدين وبيان البدع فيه فرض رسول الله صلى الله عليه وسلم
صدقۃ الفطر کے بیان اور دونوں عید کے احکام میں اور بدعتوں کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زکوۃ فطر کی
زكوة الفطر طهرة للصائم من اللهو والرفث وطعمة للمساكين هذا الحديث من حسان المصابيح
فرض کر دی روزہ دار کی طہارت کے واسطے لہو اور لغو اور رفث سے اور واسطے روزی مساکین کی یہ حدیث مصابیح کی حسن حدیثوں میں ہے
رواه ابن عباس فهو دليل على وجوب صدقة الفطر لان الفرض في اللغة بمعنى التقدير وفي الشرع بمعنى
ابن عباس کی روایت سے اس حدیث سے صدقہ فطر کا واجب معلوم ہوتا ہے اس واسطے کہ لغت میں معنی فرض کی اندازہ کرنیکی ہیں اور شرع میں ایجاب کی

الاجابة بلفظ السائل اذا دار بين المعنى الشرعي والمعنى اللغوي يتعين حمله على معنى الشرعي ما امكن لان
معنی میں و سائل کی کلام اگر درمیان معنی شرعی اور معنی لغوی کی دائر ہوتی ہے تو وہ معنی جہاں تک ہو سکے شرعی معنی پر حمل کی جاتی ہے اسواسطے
الغالب من حال النبي عليه السلام تعريف الاحكام دون اللغات فعلى هذا يكون المعنى ان وجوب صدقة الفطر
کہ اکثر عادت نبی صلی اللہ علیہ وسلم احکام شرعی کو بیان فرمانا ہے نہ لغات کا بیان کرنا پس بنا بر اسکے یہ معنی حدیث کے ہوئے کہ صدقہ فطر کا
على الانسان لفائدتين احديهما كونها كفارة لخطاياه وتطهيرا له مما صدر عنه في حال الصوم من اللهو واللغو
انسان پر دو فائدہ کے واسطے واجب ہوئی ایک تو کفارہ ہے اسکی خطاؤں کا اور اسکی پاکی کرتی ہے اس سے جو صادر ہوا روزہ کی حالت میں لہو و لغو
الذين ليس في واحد منهما فائدة دينية او دنيوية ومن الرفث الذي هو الكلام القبيح وما يشابهه من الفاظ الجماع
جن میں کوئی فائدہ نہیں ہے نہ فائدہ دین کا نہ فائدہ دنیا کا اور رفث سے یعنی کلام بد اور جو اسکے مشابہ ہے الفاظ جماع کے
لان الحسنات يذهبن السيئات والثانية كونها قوة للمساكين حتى يكون الفقير في هذا اليوم كالغني في
نیکیاں گناہوں کو دور کرتی ہیں اور دوسرا فائدہ مساکین کی قوت ہے یہاں تک کہ فقیر اس روز قوت حاصل کرکے غنی کی مانند ہو جاتا ہے
وحصول القوة وعدم الاحتياج الى السؤال لانه عليه السلام قال اغنوهم عن المسئلة في مثل هذا اليوم واشار
اور حاجت سوال کی نہیں رہتی اسواسطے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا انکو سوال کرنے سے ایسے دن میں غنی کرو اور یہ اشارہ ہو
الى ان هذا اليوم انما يكون عيدا للفقراء اذا استغنوا فيه عن السؤال بوصول صدقة الاغنياء اليهم
کہ یہ دن فقیروں کے حق میں عید جب ہی ہے کہ امیروں سے صدقہ لیکر سوال کرنے کی حاجت نہ رہے
لان الاغنياء مكلفون بانفاق المال في سبيل الله وسر ذلك التكليف ان المال محبوب الخلق وهم مامورون
اسواسطے کہ امیروں کو حکم ہے کہ راہ خدا میں مال خرچ کریں اس حکم میں بھید یہ ہے کہ مال تمام خلق کو محبوب ہوتا ہے اور انکو محبت الٰہی کا حکم ہے
بحب الله تعالى وقد ادعوا ذلك بنفس الايمان لان قولهم لا اله الا الله معناه انا قد علمنا واعتقدنا ان
اور وہ یہی صرف ایمان کی رو سے محبت کا دعوی کرتے ہیں اسلیے کہ انکا قول لا اله الا الله اسکے یہ معنی ہیں ہمنے جان لیا اور اعتقاد کیا کہ
لا معبود ولا محبوب الا الله فالتزمنا عبادته ومحبته ولا نعبد ولا نحب الا اياه فجعل بذل المال معيارا
نہ کوئی معبود ہے اور نہ کوئی محبوب ہے سوا اللہ کے سو ہمنے اسکی عبادت اور محبت اپنے ذمہ کر لی نہ ہم اسکے سوا کسیکی عبادت کریں نہ کسیکو محبوب رکھیں سو مال کا خرچ کرنا
لحبهم ومصدقا لصدقهم من حيث ان جميع المحبوبات تبذل في سبيل المحبوب الذي غلب حبه في قلبه
انکی محبت کا اندازہ ہوا اور انکی سچی دعوی کی تصدیق ہے اس لحاظ سے کہ تمام محبوب چیزیں اسی محبوب کی واسطے کہ اوسکی محبت دل میں زیادہ ہے خرچ کر ڈالی
فمن بذل فهو من الذين صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ ومن لم يبذل يكون من الذين يَقُولُونَ بِاَفْوَاهِهِم
سو جسنے مال خرچ کیا وہ ان لوگوں میں سے ہے کہ جنہوں نے جو عہد کیا تھا وہ سچ کر دکھایا اور جسنے مال نہ خرچ کیا وہ ان لوگوں میں ہے جو زبانی وہ باتیں کہتے ہیں
مَا لَيْسَ فِي قُلُوبِهِم بل ممن اتبع هواه وجعله الها لنفسه حتى كانه يعبده فان من يعمل بهوى نفسه لا
جو انکے دلوں میں نہیں ہیں بلکہ وہ ایسوں میں ہیں جو اپنی ہوس کے تابع ہیں اور ہوس کو اپنا معبود بنایا ہے گویا وہی کی عبادت کرتا ہے کیونکہ جو ہوا نفسانی پر عمل کرتا ہے
يهوى نفسه شيئا الا ركبه ويخالف مولاه ولهذا قال النبي عليه السلام ابغض اله عبد في الارض عند
تو جو اسکا نفس چاہتا ہے سو ہی کرتا ہے اور مولی کی مخالفت کرتا ہے اسیواسطے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بدتر معبود کہ زمین کی اوپر پوجا گیا ہے
الله تعالى هو الهوى فعلى هذا يجب على المكلف في هذا العيد عدة اشياء الاول ترك المعاصي فان المعصية
خدا کے نزدیک ہوا نفس ہی اسکی موافق مکلف پر اس عید میں کئی چیزیں واجب ہیں اول معاصی کا ترک کرنا کیونکہ معصیت کا ترک کرنا
وان كان تركها لازما دائما في جميع الازمنة الا ان تركها في بعض الازمان الزم واوجب لقوله تعالى اِنَّ عِدَّةَ
گرچہ ہمیشہ ہر وقت میں لازم اور واجب ہے لیکن بعضی وقت وہ بہت زیادہ لازم اور واجب ہوتا ہے اس دلیل سے مہینوں کی گنتی

الشُّهُورِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ مِنْهَا اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ذٰلِكَ الدِّيْنُ
اسکی پاس بارہ مہینی ہین اللہ کی حکم مین جسدن پیدا کئی آسمان وزمین اونمین چار ہین ادب کی یہہ ہی سیدہا
الْقَيِّمُ فَلَا تَظْلِمُوْا فِيْهِنَّ اَنْفُسَكُمْ يعني ان عدة الشهور القمرية التي عليها يدور كثير من الاحكام الشرعية
دین سو اونمین ظلم نکرو اپنی اوپر یعنی گنتی قمری مہینون کی جس سی بہت سی احکام شرعی موافق حکم الٰہی کی متعلق ہورہی ہین
في حكمه تعالى اثنا عشر شهرا مثبتا في اللوح المحفوظ منذ خلق السموات والارض من تلك الشهور الاثني عشر
وہ تمام بارہ مہینی ہین لوح محفوظ مین ثابت جبسی اللہ تعالی نی آسمان وزمین کو پیدا کیا ہی ان بارہ مہینون مین سی
اربعة حرم وهي ذو القعدة وذو الحجة والمحرم ورجب وكون هذه الشهور الاربعة المعينة حرما هو الدين
چار معزز ہین یعنی ذیقعد خالی اور ذی الحج بقرعید اور محرم ۱۰ اور رجب مریم روزہ اور یہہ چارون معین مہینی جو معزز اور حرم ٹہری ہین یہہ طریق
المستقيم دين ابرهيم واسمعيل عليهما السلام فلا تظلموا فيهن انفسكم بهتك حرمتها وارتكاب المعاصي
راست دین ابراہیم اور اسماعیل علیہما السلام کا ہی سو تم لوگ ان مہینون کی حرمت توڑکر اور انکی اندر عمل بد کرکر اپنی جان پر ظلم مت اتارو
فيها فان العمل الصالح كما انه اعظم اجرا فيهن كذلك المعصية فيهن اعظم وزرا من المعصية في غيرهن
کیونکہ نیک کام جیسی ان مہینون کی اندر ثواب مین زیادہ ہوتا ہی ایسی ہی گناہ ان مہینون کی اندر سزا مین بہ نسبت اور مہینون کی سخت ہوتا ہی
وكذا المعصية في شهر رمضان ويوم الجمعة ويوم عرفة ولياليها وليلة القدر وايام العيدين ولياليهما
اور ایسی ہی گناہ ماہ رمضان میں اور جمعہ کی دن اور عرفہ کی روز اور انکی راتون مین اور شب قدر مین اور دونو عید کی دن اور انکی راتون مین
اكثر وزرا لانه تعالى فضل هذه الازمنة بما خصها من العبادات التي تفعل فيها وجعل ثواب العبادات ونزول
سزا مین زیادہ ہی اسواسطی کہ اللہ تعالی نی ان اوقات کو یہہ فضیلت بخشی ہی کہ ان وقتون میں خاص خاص عبادتین مقرر فرمائیں جو لوگ عمل مین آتی ہیں اور ثواب عبادات کا
الرحمة ووصول المغفرة فيها اكثر من غيرها رحمة لهذه الامة فمن لم يعرف هذه النعمة التي كانت عليه فيها
اور رحمت کا نازل کرنا اور مغفرت کا دینا ان وقتون مین بہ نسبت اور وقت کی واسطی رحمت اس امت کی زیادہ مقرر فرمایا ہی پہر جو شخص اس نعمت کی قدر نسمجہی جو اسکو ان وقتون
بل هتك حرمتها بارتكاب انواع الذنوب فيها فقد استحق ان يكون عذابه اشد وعقابه اعظم فعلى
حاصل ہی بلکہ ان مہینون کی حرمت طرح طرح کی گناہ عمل کرکر خراب کری تو بیشک وہ شخص سخت تر عذاب کا مستحق ہی اور اوسکا عذاب زیادہ تر ہو ہی سو
المؤمن ان يعرف ما انعم عليه ويعظم ما عظمه الله تعالى حتى يكون عند الله عظيما وتعظيم هذه الاوقات
مومن کو لازم ہی کہ جو اوسکو اللہ نی انعام دیا ہی اوسکو پہچانی اور جسکو اللہ نی عظمت دی ہی اوسکی تعظیم کری تا کہ اللہ کی نزدیک اوسکو بہی عظمت ملی اور ان اوقات کی تعظیم
انما يكون بزيادة الاعمال الصلحت فيها فمن عجز عنها فاقل حاله في التعظيم ان يحترز عما يحرم عليه ويكره له
یہی ہی کہ ان وقتون مین صالح اعمال زیادہ تر کیا کری جس سی یہہ نہو سکی تو پہر کم سی کم تعظیم اسکی حق مین یہہ ہی کہ محرمات اور مکروہات سی کنارہ کری سو تمام بدعات
فيترك البدع والمنكرات وما لا ينبغي له فيها من المنهيات وكثير من الناس في بعض هذه الازمان نقدا
اور منکرات اور جو جو بیہودہ کار اسکو ان اوقات مین لایق نہین ہین سب ترک کری اور اس زمانہ کی اکثر لوگون نی ان امور کی برخلاف اختیار کرلیا ہی
اخذ واضد هذا المعنى حيث كانوا يسلعون في ايام العيدين ولياليهما الى اللهو واللعب وغيرهما من انواع
چنانچہ ایام عیدین مین رات ہو یا دن لہو ولعب وغیرہ طرح طرح کی بیجا امور مین
السيات بعضهم بالمباشرة وبعضهم بالمشاهدة مع ان للسيئة الواحدة عشر اشياء من الضرر على ما
چالاکی اور چستی کرتی ہین بعضی تو اپنی ہاتہہ سی کرتی ہین اور بعضی تماشا دیکہتی ہین اور حال یہہ ہی کہ ایک گناہ مین موافق بیان
ذكره الفقيه ابو الليث في تنبيه الغافلين الاول اسخاطه خالقه بمخالفة امره والثاني تفريح ابليس الذي
فقیہ ابو اللیث کی تنبیہ الغافلین مین دس ضرر پیدا ہوتی ہین اول آزردگی اپنی خالق کی حکم کی نافرمانی کرنی سی دوسری ابلیس کا خوش کرنا

هو عدوه وعدو الله تعالی والثالث بعده من الجنة والرابع قربه من جهنم والخامس جفاء من
جو اسکا بھی اور خدا کا دشمن ہی تیسری جنت سی دوری چوتھی دوزخ سی نزدیکی پانچویں اپنی جان پر ظلم کرنا
هو احب الیه وهو نفسه والسادس تنجیس نفسه التی جعلها الله تعالی طاهرة والسابع ایذاء الحفظة
جسکو سب سی زیادہ محبوب رکھتا ہی چھٹی اپنی جان کا ناپاک کرنا جسکو اللہ تعالی نی پاک پیدا کیا ہی ساتویں کرام کاتبین کو ایذا دینی
الذین لا یؤذونه والثامن احزان النبی علیه السلام فی قبره والتاسع اشهاد الارض واللیل والنهار علی نفسه
جو اسکو نہیں ستاتی آٹھویں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو قبر شریف کی اندر غمگین کرنا نویں زمین اور رات دن کو اپنی برائی پر گواہ کرنا
والعاشر خیانته لجمیع الخلائق لان المطر یقل بالذنب فاذا کان حال من فعل سیئة واحدة هذا فماذا
دسویں تمام عالم کی بدخواہی اسواسطی کہ گناہوں کی شامت سی مینہ برسنا بند ہو جاتا ہی جب ایک گناہ میں یہہ حال ہو تو پھر دیکھو
یکون حال من یفعل فنونا من السیئات لا سیما فی هذه الایام المبارکات مع ان الخطباء ینادون علی
اوس شخص کا جو طرح طرح کی گناہ کرتا ہی کیا حال ہوگا خاص کر ان مبارک دنوں میں باوجودیکہ وعاظ نصیحت کرنیوالی منبروں پر پکار پکار کر
المنابر ویقولون لیس العید لمن لبس الجدید انما العید لمن امن الوعید لیس العید لمن تبخر بالعود انما
کہی جاتی ہیں کہ عید اوسکی لئی نہیں ہی جو نئی کپڑی پہن لی عید اوسی کی ہی جو وعید سی پناہ میں رہی عید اوسکی لئی نہیں ہی جو خوشبو میں بسی
العید للتائب الذی لا یعود لیس العید لمن تزین بزینة الدنیا انما العید لمن تزود بزاد التقوی لیس العید
عید اوسی کی ہی کہ توبہ کرکر پھر نہ پھنسی عید اوسکی نہیں ہی جو دنیا کی زینت سی آرائش کری عید اوسی کی ہی جو توشہ تقوی سی آسائش کری عید اوسکی نہیں ہی
لمن رکب المطایا انما العید لمن ترك الخطایا لیس العید لمن بسط البساط انما العید لمن جاوز الصراط وقال
جو اونٹنیوں پر سوار ہو عید اوسی کی ہی جو خطا سی بیزار ہو عید اوسکی نہیں ہی جو فرش فروش بچھاوی عید اوسی کی ہی جو صراط پر سی سلامت گذر جاوی اور
النبی علیه السلام استماع الملاهی معصیة والجلوس علیها فسق والتلذذ بها کفر وروی انه علیه السلام
نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرما چکی ہیں کہ ملاہی کا سننا تو معصیت ہی اور اوسکی عادت کرنا فسق ہی اور اوس سی مزہ لینا کفر ہی اور روایت ہی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نی
ادخل صبعیه فی اذنیه عند سماعه وهم یسمعون امثال تلك الکلمات ولا یلتفتون الیها بل یدعون
ملاہی کی آواز سنکر کانوں میں اونگلیاں دیلیں نہیں اب یہہ لوگ ایسی ایسی کلمات کو سنتی ہیں اور اوس روایت کی طرف توجہ نہیں کرتی بلکہ لئی پر اسلام کا دعوی
الاسلام ومحبة الله ورسوله ومع هذا یخالفونهما فی الاوامر والنواهی فیکون الحال مشکلا والحکام
کرتی ہیں اور اللہ اور رسول کی محبت جتلاتی ہیں اور تمام امر اور نہی میں اللہ رسول کی مخالفت کئی جاتی ہیں اب کیا مشکل کی بات ہی کہ حاکم وقت
یشاهدون امثال تلك المنهیات ولا یمنعون شیئا منها بل یساعدون فیها فمن کان باکیا فلیبك علی
ان تمام منہیات کو دیکھتی ہیں اور اسمیں سی ذرہ منع نہیں کرتی بلکہ اوسمیں اور مدد دیتی ہیں اب جو کوئی روئی تو چاہئی کہ اسلام کی
الاسلام وغربته اذ قد عاد الاسلام غریبا کما بدأ غریبا نعم ان هذه الایام ایام فرح وسرور لکن ینبغی ان
غریبی پر روئی کیونکہ اسلام اب ویسا ہی غریب ہوگیا جیسی غریب شروع ہوا تھا ہاں یہہ دن فرح اور سرور کی ہیں پر یوں چاہئی
یکون اظهار الفرح والسرور فیها بما کان مباحا او مستحبا کالاغتسال والتطیب ولبس احسن الثیاب
کہ خوشی اور سرور ایسی اسباب سامان سی ظاہر کری جو مباح یا مستحب ہووی جیسی نہانا اور خوشبو لگانی اور اچھی اچھی مباح کپڑی پہنی
المباحة التی تکون جدیدة او غسیلة علی ما سیجیء لا بما کان حراما کلبس الحریر والخوض فی الباطل لان العید
کہ وہ نئی ہوں یا دہوئی ہوئی ہوں چنانچہ آگی آتا ہی حرام سامان سی نہ کری جیسی حریر کا پہننا اور باطل باتوں میں گھسنا کیونکہ عید کو
انما سمی عیدا لانه تعالی یعود فیه علی المؤمنین بالمغفرة والاحسان فیجب علیهم ان یجتنبوا المعصیة والطغیان
اسی لئی عید کہتی ہیں کہ اللہ تعالی مؤمنوں پر دوبارہ مغفرت اور احسان کرتا ہی پھر اون پر بھی واجب ہی کہ معصیت اور سرکشی سی کنارہ کریں

حتى يكونوا من اهل السعادة والرضوان لا من اهل الشقاوة والخذلان وقد حكى عن بعض العارفين انه
تاکہ سعادت مند اور لایق رضا مندی کی ہوں بدبخت اور ٹوٹی والوں میں ہوں اور بعضی عارفوں سی حکایت کرتی ہیں کہ وہ
مر يوم العيد بقوم يلعبون ويضحكون فقال ان كان قد تقبل من هؤلاء لزمهم ان يشكروا وليس هذا
عید کی دن ایک قوم پہنچی کہ کھیل رہی تھی اور ہنستی تھی - فرمایا اگر ان لوگوں کی عید مقبول ہوئی ہی تو انکو لازم ہی کہ شکر کریں اور یہ شکر گذاروں کا
فعل الشاكرين وان كان لم تقبل منهم لزمهم ان يخافوا وليس هذا فعل الخائفين ثم ينبغي ان يعلم ان بعض
کام نہیں ہیں اور اگر مقبول نہیں ہوئی تو لازم ہی کہ خدا کا خوف کریں اور یہ ڈرنیوالوں کی کام نہیں ہیں پھر سمجھنی کی بات ہی کہ بعضی لوگ
الناس قد زعموا ان ضرب الدف والغناء يوم العيد جائز لما روى عن عائشة ان ابا بكر رض دخل عليها يوم
کہتی ہیں کہ دف دائرہ بجانا اور گانا عید کی دن جایز ہی اسلئی کہ روایت ہی حضرت عائشہ رض سی کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ اونکی یہاں عید کی
العيد وعندها جاريتان تغنيان بالدف ورسول الله عليه السلام متغش بثوبه فزجرهما ابو بكر فكشف النبي
دن آئی اسوقت اونکی پاس دو لڑکیاں گاتی تھیں اور دف بجاتی تھیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کپڑا اوڑہی ہوئی تھی اون لڑکیوں کو ابوبکر نی منع کیا تو نبی صلی اللہ
وجهه فقال دعهما يا ابا بكر فان لكل قوم عيدا فهذا عيدنا فان هذا الحديث وان كان يدل على ما زعموا
وسلم نی منہ کہولکر فرمایا ابوبکر جانی دی کیونکہ ہر ہر قوم کی عید ہوتی ہی سو یہ ہماری عید ہی اسلیے حدیث اگرچہ اونکی قول پر جو جایز بتاتی ہیں دلالت کرتی ہی
لكن ليس كما زعموا اذ قد ذكر في نصاب الاحتساب ان هذا الحديث متروك غير معمول به لقوله تعالى ومن الناس
پر یوں نہیں ہی جو وہ کہتی ہیں کیونکہ نصاب الاحتساب میں مذکور ہی کہ یہہ حدیث متروک ہی اس حدیث پر عمل نہیں ہی واسطے اس آیت کی ایک لوگ ہیں
من يشتري لهو الحديث وان المراد من لهو الحديث على ما ذكر في معالم التنزيل عن ابن مسعود وابن عباس
کہ خریدار ہیں کہیل کی باتوں کی کیونکہ مراد لہو الحدیث سی بروایت جن ہی موافق بیان معالم التنزیل کی ابن مسعود اور ابن عباس
وعكرمة وسعيد بن جبير الغناء وما في معناه من المعازف والمزامير والمراد من اشتراه اختياره والمعنى ان بعضا
اور عکرمہ اور سعید بن جبیر سی غنا ہی اور جو اسکی مثل ہی گانا اور مزمار بجانا اور اشترا سی مراد ہی پسند کرنا یعنی بعضی ایسی لوگ ہیں
من الناس يختار الغناء وما في معناه من المعازف والمزامير ليضل عن سبيل الله بغير علم ويتخذها هزوا
جو غنا کو پسند کرتی ہیں اور اوسکی مثل کو سرود اور مزمار تا بچلا دیں اللہ کی راہ سی بن سمجھی اور ٹھہرادیں اسکو ہنسی
اولئك لهم عذاب مهين فدلت الاية على تحريم الغناء وما في معناه من الملاهي ويدل على هذا ايضا ان عائشة
وہ جو ہیں اونکو ذلت کی مار ہی یہہ آیت غنا کی حرمت پر دلالت کرتی ہی اور جو اوسکی مثل ہو کہیل کی چیزیں ہیں اور حرمت اس سی بہی معلوم ہوتی ہی کہ
بعد بلوغها لم ينقل عنها الا ذم الغناء والمعازف والثاني مما يجب على المكلف في هذا العيد صدقة الفطر
حضرت عائشہ رض سی بالغ ہوکر غنا اور معازف کی سوای برائی کی کچہہ منقول نہیں ہی اور دوسری خواص عید میں انسان مکلف پر واجب ہی صدقۃ الفطر ہی
وانها تجب على كل مسلم حر غني والغنى الذي هو شرط لوجوبها ان يملك نصابا او ما يكون قيمته نصابا فاضلا
صدقۃ الفطر ہر ہر مسلم آزاد تو انگر پر واجب ہی اور مقدور جو واسطی وجوب صدقہ فطر کی چاہیئی اتنی ہی کہ نصاب کا مالک ہو یا ایسی شی کا مالک ہو کہ اوسکی قیمت نصاب کی
عن حاجته الاصلية ولا يعتبر فيه وصف النماء فمن كانت له دار لا يسكنها فيؤجرها او لا يؤاجرها تعتبر قيمتها
برابر ہو حاجت اصلی سی زیادہ ہو اور نامی ہونا یعنی بڑہنی والی چیز ہونا کچہہ ضرور نہیں جیسے زکوۃ میں معتبر ہی سو جسکی پاس ایک گہر ہو کہ جسمیں رہا نہیں کرتا پہر کرایہ دیتا ہو
في الغنى وكذا اذا سكنها وفضل عن سكناه شئ يعتبر قيمة الفاضل في الغنى لان ما كان من حاجته الاصلية
اوسکی قیمت معتبر ہوگی اور ایسی ہی اگر اوسمیں رہتا ہو اور رہنی سی کوئی طبقہ فاضل ہو تو اوس فاضل کی قیمت امر غنا میں معتبر ہوگی کیونکہ جتنا اوسکی حاجت میں ہی
لا بد ان يكون مشغولا بها لا بما سيحتاج اليه اذ ما من مال الا وقد يقع الحاجة اليه في وقت من الاوقات حتى
چاہیئی کہ وہ اوسکی رہنی میں ہو وہ نہیں ہی جسکی آگی کو حاجت پیدا ہوگی اسواسطی کہ جو مال ہوتا ہی سو اوسکی حاجت کبہی نہ کبہی آہی لگتی ہی یہانتک

لوکان فی دار بکراء فاشتری قطعة ارض بمائتی درهم وبنی فیها دارا لیسکنها فهو غنی بها لانها فاضلة
کہ اگر کرایہ کی گہر مین رہتا ہو اور ایک اور قطعہ زمین کا دوسو درہم کو مول لیکر رہنی کی لئی گہر بنایا تو اب اس گہر کی ملکیت سی غنی ہو دیگا اسلئی کہ یہہ گہر اسوقت اوسکی حاجت سی

عن حاجته الحالیة وانما یحتاج الیها فی المستقبل ومن کان له دار فیها بیتان صیفی وشتوی
فاضل ہی — اگر حاجت ہوگی تو زمانہ آیندہ مین ہوگی — اور جسکی مکان مین دو مقام ہون گرمی کا اور جاڑی کا

لایکون بها غنیا ولو کان فیها ثلثة بیوت یعتبر قیمة الثالث فی الغنی وصاحب الثیاب لایکون
تو اس سی غنی نہین ہوتا اور اگر اوس مکان مین تین مقام ہون تو تیسری مقام کی قیمت غنا کی لئی اعتبار کی جائیگی اور کپڑون کا مالک

غنیا بثلث دستجات احدها للبذلة والثانیة للمحنة والثالثة للجمع والاعیاد وکذا بالفراشین
تین جوڑی کپڑی سی غنی نہین ہوتا ایک روزمرہ کی پہننی کا اور دوسرا کار کرنی کی وقت کا تیسرا جمعہ اور عید کی دنون کا اور ایسی ہی دو بچھونون سی غنی نہین ہوتا

وما زاد علی الدستجات الثلث من الثیاب وعلی الفراشین یعتبر قیمته فی الغنی والغازی بفرسین
اور جسقدر تین جوڑہ اور دو بچھونون سی زیادہ ہوگا تو غنی ہونی مین اوسکی قیمت حساب مین لیجاویگی اور غازی مجاہد دو گہوڑون سی

لایکون غنیا وان کان له ثلثة افراس یعتبر قیمة احدها فی الغنی وما زاد علی الواحد من الدواب
غنی نہین ہوتا اور اگر تین گہوڑی ہونگی تو ایک گہوڑی کی قیمت غنی ہونی مین حساب کیجاویگی اور جسقدر ایک چوپایہ سی زیادہ ہوگا

لغیر الغازی فرساکان او حمار الدهقان او غیره او الخادم الواحد یعتبر قیمته فی الغنی وکذا کتب
سوای غازی کی اور شخص کی پاس گہوڑا ہو یا گدہا رئیس گانو کی لئی یا اور کسیکی یا ایک خادم سی زیادہ تو غنی ہونی کی لئی اوس زائد کی قیمت حساب مین لیجاویگی اور ایسی ہی

التفسیر والحدیث والفقه لاهله ما زاد علی نسخة واحدة من روایة واحدة یعتبر قیمته فی الغنی
تفسیر حدیث فقہ کی کتابین علما کی لئی جو ایک نسخہ سی زیادہ ہونگی تو ایک روایت مین غنی ہونیکی لئی قیمت اوسکی حساب کیجاویگی

وکذا ما زاد علی الواحد من المصاحف لمن یحسن القراءة یعتبر قیمته فی الغنی والزراع بثورین
اور ایسی ہی جو ایک قرآن سی زیادہ قاری کی پاس ہو تو غنا کی باب مین اوسکی قیمت معتبر ہی — اور کسان دو بیلون سی اور کہیتی کی راجہ یل (؟) ناہی کا

لایکون غنیا و ان کان له ثلثة ثیران یعتبر قیمة احدها فی الغنی والبقرة الواحدة یعتبر قیمته فی الغنی
غنی نہین ہوتا اور اگر تین بیل ہونگی تو ایک کی قیمت غنا مین معتبر ہوگی اور ایک ہی بیل ہو تو غنا مین اوسکی قیمت لیجاویگی

والخباز اذا کان له حنطة او ملح یعتبر قیمتها فی الغنی وکذا القصار اذا کان له اشنان او صابون یعتبر
اور نان پز کی پاس اگر گیہون اور نمک ہو تو انکی قیمت واسطی غنا کی معتبر ہوگی اور ایسی ہی دہوبی اگر اوسکی پاس اشنان یا صابون ہوگا تو غنا کی لئی

قیمته فی الغنی ومن کان له قوت سنة یساوی نصابا ففیه کلام والظاهر انه لایعد من الغنی ذکره قاضیخان
قیمت انکی لیجاویگی اور جسکی پاس ایک سال کا کہانا جسکی قیمت نصاب کی برابر ہو تو اسمین اختلاف ہی اور ظاہر یہہ ہی کہ وہ غنی نہین شمار کیا جاتا یہہ قول قاضیخان نی

فی فتاواه والمراة اذا کانت لها جواهر ولآلی تلبسها فی الاعیاد وتتزین بها للزوج یعتبر قیمتها فی الغنی وکذا
فتاوی مین ذکر کیا ہی اور جس عورت کی پاس جواہر اور موتی ہون کہ عید کی روز پہنتی ہو اور خاوند کی لیہا تی کو سنگار کرتی ہو تو غنا کی بابت اسکی قیمت معتبر ہوگی اور

ان کانت لها دار تسکن فیها مع زوجها یعتبر قیمتها فی الغنی ان قدر الزوج علی الاسکان ویتعلق بهذا النصاب
اگر عورت کی ملک مین گہر ہو جسمین خاوند کی ساتہہ رہتی ہی تو اس گہر کی قیمت غنا مین معتبر ہوگی پر اس شرط پر کہ اوسکا خاوند گہر دینی کا مقدور رکہتا ہو اور اسی نصاب سی

حرمة اخذ الزکوة ووجوب صدقة الفطر والاضحیة لان الغنی علی ثلث مراتب غنی یحرم علیه السؤال
زکوة لینی حرام ہوتی ہی اور صدقہ فطر اور قربانی واجب ہو جاتی ہی کیونکہ غنی تین قسم پر ہوتی ہین ایک ایسا غنی ہوتا ہی کہ جسکو سوال کرنا

واخذ الصدقة ویجب علیه صدقة الفطر والاضحیة والزکوة وهو من یملک نصابا کاملا نامیا وغنی
اور صدقہ لینا حرام ہوتا ہی اور اوسپر صدقہ فطر اور قربانی اور زکوة واجب ہوتی ہی ایسا غنی وہ ہی جسکی ملک مین پورا نصاب کامل نامی بڑہتا ہوا ہو اور ایک غنی

يحرم عليه السوال واخذ الصدقة ويجب عليه صدقة الفطر والاضحية دون الزكوة وهو من
ایسا ہوتا ہی جسکو سوال کرنا اور صدقہ لینا حرام ہوتا ہی اور صدقہ فطر اور قربانی واجب ہوتی ہی اور زکوۃ واجب نہیں ہوتی وہ ایسا شخص ہی

يملك ما قيمته نصاب من غير ان يكون فيه نماء وغني يحرم عليه السوال لا اخذ الصدقة ولا يجب
جسکی پاس ایسی چیز ہو جسکی قیمت نصاب کی برابر ہو پر وہ چیز نامی نہو اور ایک ایسا غنی ہوتا ہی جسکو سوال کرنا حرام اور صدقہ لینا جایز اور

عليه شئ مما ذكر من صدقة الفطر والاضحية والزكوة وهو من يملك قوت يومه وما يستر عورته ثم
اسپر جو اوپر مذکور ہوا کچھہ واجب نہیں ہوتا نہ تو صدقہ فطر اور نہ قربانی اور نہ زکوۃ وہ ایسا شخص ہوتا ہی جسکی پاس ایک دنکا کہانا ہو اور بدن ڈہکنی کو کپڑا ہو

الواجب عندنا نصف صاع من بر او صاع من تمر او شعير والصاع ما يسع فيه الف واربعون درهما
پہر ہماری نزدیک گیہوں کا آدہا صاع واجب ہوتا ہی اور پورا صاع چہوارے اور جوکا اور صاع وہ ہوتا ہی جسمیں ایک ہزار چالیس درہم آجاویں

وهو صاع عمر وكان قد فقد واخرجه الحجاج ولذلك سمي حجاجيا والظاهر انه كان صاع رسول الله صلى الله عليه وسلم
یہہ صاع حضرت عمر والا ہی سو یہہ گم ہوگیا تہا اور حجاج نی نکالا اسی لئی صاع حجاجی کہلاتا ہی اور ظاہر یوں ہی کہ یہہ صاع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا

اذ كان عمر لا يخالفه في شئ هذا اذا اعطي صدقة الفطر بالصاع ولو اعطاها بالوزن يجوز ايضا
اسلئی کہ حضرت عمر کسی بات میں اصلا مخالف نہیں کرتی تہی یہہ صاع حب چاہی کہ صدقہ فطر صاع سی ناپ کر ادا کری اور اگر صدقہ فطر تول کر دی تو بہی جایز ہی

لان تقدير الصاع لما كان بالوزن جاز الاعطاء بالوزن والزبيب عند ابي حنيفة كالبر وعندهما كالشعير
اسلئی کہ اندازہ کرنا صاع کا جب وزن سی جایز ہوا تو ادا کرنا بہی وزن سی جایز ہی اور مویز امام ابو حنیفہ کی نزدیک گیہوں میں داخل ہی یعنی آدہا صاع دینا چاہی اور

وذكر في الجامع الصغير ان دقيق البر وسويقه كالبر الا ان العلماء قالوا الاولى ان يراعى فيهما القدر والقيمة
اور جامع صغیر میں مذکور ہی کہ گیہوں کا آٹا اور گیہوں کا ستو گیہوں کی مثال ہی یعنی آدہا صاع دینا چاہی پر علما یوں کہتی ہیں کہ بہتر یہہ ہی کہ آٹی اور ستو میں احتیاطا

احتياطا لضعف الاثار الواردة فيهما والمعتبر في الخبز القيمة ولا يراعى فيه القدر اذ لم يرد فيه اثر والاصل
دونوں کا خیال کرنا چاہی کیونکہ جو آثار کہ باب میں آئی ہیں سو ضعیف ہیں اور روٹی میں قیمت ہی کا اعتبار ہی اسمیں اندازہ کی رعایت نہیں ہی اسواسطی کہ اسمیں کوئی اثر نہیں آیا اور اصل

في هذا الباب ان ما هو منصوص عليه لا يعتبر فيه القيمة وانما يعتبر فيه القدر حتى لو ادى مكان نصف
صدقہ فطر میں وہ ہی جو منصوص ہی یعنی جسکا صاف ذکر ہی اوسمیں قیمت کا اصلا اعتبار نہیں ہی اوسمیں صرف اندازہ ہی کا اعتبار ہی یہاں تک کہ اگر کسی نی گیہوں کی آدہی

صاع من بر نصف صاع من تمر لا يجوز وان كان قيمة التمر اكثر من قيمة البر واما ما ليس بمنصوص عليه فانما
صاع کی جگہ آدہا صاع چہوارے کا ادا کر دیا تو جایز نہیں ہی اگرچہ چہواروں کی قیمت گیہوں سی بہت زیادہ ہی اور جو اناج صاف مذکور نہیں ہی تو وہ

يلحق بالمنصوص عليه باعتبار القيمة لا بالقدر وعن ابي يوسف ان الدقيق اولى من البر لكونه اقرب الى
اوسمیں حکم ذکر آیا ہی قیمت کر کر ملا دیں اور اندازہ کی رو سی نہیں ملاتی اور ابو یوسف سی روایت ہی کہ آٹا گیہوں سی بہتر ہی کیونکہ کہانی میں جلد کام آتا ہی

المقصود والدراهم اولى من الكل لكونها ادفع للحاجة وعلى المكلف الغني ان يودي ما ذكر من القدر او القيمة
اور نقد سب سی بہتر ہی کیونکہ نقد سی بہت خوب حاجتیں پوری ہوتی ہیں اور مکلف غنی پر لازم ہی کہ فطرہ باعتبار اندازہ یا قیمت کی

عن نفسه وعن ولده الصغير ذكرا كان او انثى ان لم يكن للصغير مال حتى لو كان للصغير مال يوديها
اپنی طرف سی اور اپنی اولاد نابالغ کی طرف سی لڑکا ہو یا لڑکی جس صورت میں نابالغ کی ملک میں مال ہو اور اگر یہانتک کہ اگر صغیر نابالغ کی پاس مال ہو تو اوسکو

عنه ابوه او وصيه من ماله ولا يجب عليه صدقة ولده الكبير وان كان في عياله ولا صدقة زوجته
باپ یا وصی اوسکی مال میں سی ادا کردی اور اولاد بالغ کی طرف سی صدقہ فطر باپ پر واجب نہیں ہوتا اگرچہ اوسکی عیال میں داخل ہی اور نہ صدقہ جورو کا واجب ہی

ولو ادى عنهما بغير امرهما يجوز استحسانا لانه ماذون فيه عادة ويعطي عن مملوكه للخدمة ولو مدبرا
اور اگر اون دونکی طرف سی اونکی بی کہی ادا کردی تو استحسانا جایز ہی کیونکہ عادت کی موافق اسمیں اجازت ہوتی ہی اور اپنی غلام کی طرف سی بہی ادا کری جو خدمت کی واسطی

او ام ولد او كافرا ولا يعطي عن عبده للتجارة ولا عن مملوكه الآبق فان عاد مملوكه عن الاباق بعد ما مضى
یا ام ولد ہو یا کافر ہو اور سوداگری کی غلام کی طرف سے دینا لازم نہیں ہے اور بھاگے ہوئے غلام کی طرف سے پھر اگر غلام بھاگا ہوا لوٹ آوے حاضر ہو کر روز فطر گذر کر

يوم الفطر حتى ان من مات من مماليكه واولاده قبله لا يجب صدقته وكذا لو ولد له ولد او ملك عبدا
یہاں تک کہ اگر کوئی غلاموں میں سے یا اولاد میں سے صبح صادق سے پہلے مر جاوے تو اوسکا صدقہ واجب نہیں رہتا اور ایسے ہی اگر لڑکا پیدا ہوا صبح صادق کے پیچھے

بعده لا يجب عليه صدقته ولو ولد له او ملك عبدا قبله كان عليه صدقته وكذا لو صار غنيا قبله
یا کسی غلام کا مالک ہوگیا تو صدقہ واجب نہیں ہوتا اور اگر صبح صادق سے پہلے پیدا ہو یا غلام کا مالک ہو تو اوسکا صدقہ واجب ہوگا اور ایسے ہی اگر پہلے غنی ہوگیا

وبعده لا والمستحب اداؤها قبل صلوة العيد ولا تسقط بتاخيرها وان افتقر وطال المدة لانها
تو واجب ہے اور بعد ہوا تو نہیں اور صدقہ عید کی نماز سے پہلے ادا کرنا مستحب ہے اور دیر کرنے سے ساقط نہیں ہوتا اگرچہ فقیر ہو جاوے اور بہت مدت درنگ گذر جاوے

متعلقة بالذمة دون المال ويجوز تقديمها على وقت وجوبها بلا تفصيل فيه بين مدة ومدة في الصحيح
کیونکہ صدقہ فطر ذمہ پر لازم ہوتا ہے کچھ مال پر نہیں ہے اور صدقہ فطر وقت وجوب کے پہلے دینا صحیح مذہب میں جائز ہے کچھ مدت کم زیادہ کا فرق نہیں ہے

ويجب دفع فطرة كل شخص الى فقير واحد حتى لو فرقت الى فقيرين لا يجوز لان المنصوص عليه الاغناء
اور ہر ایک شخص کا فطرہ ایک ہی فقیر کو دینا واجب ہے یعنی کیہوں کی آدھی صاع سے کم نہ دے اگر دو فقیروں کو آدھا صاع تقسیم کردیگا تو جائز نہیں ہے کیونکہ حدیث کا منشا

لقوله عليه السلام اغنوهم عن المسئلة في مثل هذا اليوم ولا يستغنى بادون ذلك وقيل يجوز دفعها
غنی کر دینا ہے اس حدیث میں کہ ان فقیروں کو سوال کرنے سے آج کے دن غنی کر دو اور اس سے کم میں غنی نہیں ہوتا اور بعضے کہتے ہیں ایک فطرہ

الى فقيرين لكن الاول اولى ويجوز دفع ما وجب على جماعة الى فقير لكن الاولى ان يكون الدفع بدفعات
دو فقیروں کو بھی دینا جائز ہے پر اول مذہب بہتر ہے اور کئی شخصوں کا فطرہ ایک فقیر کو دینا جائز ہے پر اولیٰ یہ ہے کہ کئی بار ایک ایک فطرہ علیحدہ کر کے تاکہ

لا دفعة واحدة لان نصف الصاع من ادنى المقادير يمنع النقصان لا الزيادة فاذا وقع التفريق في
ایک دفعہ ہی نہ دیوے اسواسطے کہ آدھا صاع کم سے کم مقدار ہے سو کمی سے روکتا ہے زیادتی سے نہیں منع کرتا سو جب دینے میں علیحدہ علیحدہ کردیا

الدفع يكون الفقير في الدفعة الثانية في حكم مسكين آخر ولا يجوز دفعها الى اصوله وفروعه ومماليكه
تو گویا وہی فقیر دوسری دفعہ میں اور مسکین ہے اور صدقہ فطر کا دینا اپنے اصل یعنی ماں باپ وغیرہ کو اور اپنے فروع کو یعنی بیٹا بیٹی کو اور اپنے غلاموں وغیرہ کو

وغيرهم ممن لا يجوز دفع الزكوة اليهم ويجوز صرفها الى فقراء اهل الذمة لكن يكره بخلاف الزكوة حيث لا يجوز
دینا جن لوگوں کو زکوٰۃ کا دینا جائز نہیں ہے اور صدقہ فطر ذمی فقیروں کو دینا جائز ہے پر مکروہ ہے بخلاف زکوٰۃ کے کیونکہ زکوٰۃ کا دینا

دفع الزكوة اليهم الثالث ما يجب على المكلف في هذا العيد الصلوة وقبل الصلوة يستحب للرجل السواك
ذمیوں کو ہرگز جائز نہیں ہے تیسرے اس عید میں جو مکلف پر واجب ہے نماز ہے اور نماز سے پہلے مرد کو مستحب ہے مسواک کرنی

والاغتسال والتطيب ولبس احسن الثياب المباحة بان يكون جديدا او غسيلا لا حريرا فانه حرام
اور نہانا اور خوشبو لگانی اور جو کپڑے سب سے اچھے مباح ہوں یعنی نئے ہوں یا دھوئے ہوئے ہوں حریر نہ ہو کیونکہ حریر

على الرجال حتى الصبيان لكن لا اثم على من البسهم والافطار بالحلو واداء صدقة الفطر وصلوة العيد
مردوں پر بچوں تک حرام ہے پر گناہ اوسپر ہے جو انکو پہنا دے اور میٹھا کھانا اور صدقہ فطر ادا کرنا اور نماز صبح کی

في مسجد محلته والتبكير وهو سرعة الانتباه والابتكار وهو المسارعة الى المصلى والتوجه اليه ماشيا
محلہ کی مسجد میں اور سویرے جلد بیدار ہونا اور ابتکار یعنی عیدگاہ کی طرف جلد روانہ ہونا اور پیادہ جانا

والرجوع من طريق آخر والخروج الى الجبانة سنة وان وسعهم الجامع لكن يستخلف الامام من
اور دوسری راہ سے آنا اور جنگل میں جانا مسنون ہے اگرچہ مسجد جامع میں تمام نمازی آسکتے ہوں لیکن امام کسیکو اپنا خلیفہ کر دے

كان عليه صدقة ما مضى ووقت وجوبها طلوع الفجر من يوم الفطر
تو اوسپر صدقہ فطر گذشتہ کا دینا واجب ہے اور صدقہ فطر کے وجوب کا وقت روز فطر کی صبح صادق ہے

يصلي في المصر بالضعفاء والمرضى بناء على ان صلوة العيد في الموضعين جائزة بالاتفاق بخلاف
جو شہر کے اندر ناتوانوں اور بیماروں کو نماز پڑھا دے کیونکہ عید کی نماز ایک شہر میں دو جگہ بالاتفاق جائز ہے بخلاف
الجمعة فانها جامعة للجماعات والتفرق ينافيه ويستحب التكبير في طريق المصلى لكن عند ابي حنيفة لا يجهر
جمعہ کے جو دو جگہ جائز نہیں ہے کیونکہ جمعہ جماعتوں کو جمع کر دیتا ہے اور تفرقہ اسکے خلاف ہے اور عیدگاہ کے رستہ میں تکبیر پڑھتی ہوئی جانا مستحب ہے یعنی اللہ اکبر اللہ اکبر
في هذا العيد وعندهما يجهر به وهو رواية عنه ايضا وعن ابي جعفر انه قال لا ينبغي ان يمنع
عید الفطر میں آہستہ آہستہ پڑھے اور صاحبین کے نزدیک پکار کر پڑھے امام صاحب سے بھی روایت ہے اور ابو جعفر سے روایت ہے کہ عام کو تکبیر سے منع کرنا
العامة عن ذلك لقلة رغبتهم في الخيرات فعلى هذا كان الاولى بهم ان يكبروا لكن لا على هيئة
اچھا نہیں ہے کیونکہ خیرات کی طرف میل ہی انکو توجہ کمتر ہے اس روایت کی موافق سب کو بہتر ہے کہ تکبیر پڑھا کریں یہ سب کو ملکر
الاجماع والاتفاق في الصوت ومراعات الانغام فان ذلك كله حرام بل يكبر كل واحد بنفسه واذا
اور ایک آواز بنا کر راگنی کی تال سم پر نہیں چاہیے کیونکہ یہ تمام طریقے حرام ہیں بلکہ ہر ایک جدا جدا تکبیر پڑھے اور جب
بلغ المصلى قطع التكبير وروي عن ابي موسى الرضا انه يكبر في كل عشر خطوات مرة حتى بلغ الجبانة
عیدگاہ میں جا پہنچے تو تکبیر موقوف کرے اور ابو موسیٰ رضا سے روایت ہے کہ دس دس قدم کے فاصلہ پر ایک بار تکبیر پڑھتے ہوئے عیدگاہ تک پہنچ جاتے تھے
ولو توجه الرستاقي الى المصلى ليلا من فرسخ ونحوه يبدأ بالتكبير اذا طلع الفجر ثم اذا دخل وقت الصلوة
اور اگر کوئی گرد نواح کا رہنے والا رات کو عیدگاہ میں کوس بھر یا کم زیادہ فاصلہ سے آجاوے تو صبح صادق ہوتے ہی تکبیر پڑھنی شروع کرے پھر جب نماز کا وقت
وخرج وقت الكراهة بارتفاع الشمس يصلي الامام بالناس ركعتين بلا اذان ولا اقامة يكبر اولا للافتتاح
آجاوے اور وقت مکروہ آفتاب بلند ہونے سے گذر جاوے تو امام لوگوں کے ساتھ دو رکعت بدون اذان اور تکبیر کے پڑھے پہلی تکبیر تحریمہ کہے
ثم يضع يديه تحت سرته ثم يثني ثم يكبر ثلث تكبيرات يفصل بين كل تكبيرة بقدر ثلث تسبيحات
پھر دونوں ہاتھ ناف کے نیچے باندھ لے پھر سبحانک اللہم پڑھے پھر تین دفعہ تکبیر کہے ہر ہر تکبیر کے بیچ میں بقدر تین تسبیح کے وقفہ رکھے
لانها تقام بجمع عظيم وبالموالاة يشتبه على من كان بعيدا ويرفع يديه عند كل واحدة من تلك
اسواسطے کہ بڑے انبوہ میں اتفاق ہوتا ہے پے در پے بلا فاصلہ کہنے میں دور کے آدمیوں کو شاید سنائی نہ دے اور اپنے دونوں ہاتھ ہر ہر تکبیر کے ساتھ
التكبيرات الثلث ويرسلهما في اثنائهن ثم يضعهما تحت سرته بعد الثالثة ويتعوذ ويسمي ثم يقرأ
تینوں دفعہ کان تک اٹھاوے اور بیچ میں دونوں ہاتھ چھوڑے رکھے پھر بعد تین بار کے ناف کے تلے دستور کے موافق باندھ لے اور اعوذ باللہ آخر تک پڑھے اور بسم اللہ پڑھ کر
الفاتحة وسورة ثم يكبر ويركع فاذا قام الى الركعة الثانية يبدأ بالقراءة ثم يكبر بعدها ثلثا يفصل
سورہ فاتحہ اور ایک اور کوئی سورہ پڑھے پھر اللہ اکبر کہہ کر رکوع کرے پھر جب دوسری رکعت کے واسطے کھڑا ہو تو قراءت قرآن کی شروع کرے پھر بعد قراءت کے تین تکبیر کہے
بينهن بقدر ما ذكرنا ويرفع يديه ويرسلهما عند كل تكبيرة وليس هنا وضع ثم يكبر ويركع فيكون
انکے بیچ میں بھی اسیقدر فاصلہ کرے جو اب ذکر کیا ہے اور دونوں ہاتھ اٹھاوے اور ہر تکبیر پر چھوڑے رکھے اسوقت میں ہاتھ کا باندھنا ثابت نہیں ہے پھر تکبیر کہکر رکوع کرے
الركعتين تسعا ثلث منها اصليات تكبيرة الافتتاح وتكبيرتان الركوع وستة منها زوائد ثلث في الركعة
یہ تکبیریں دونوں رکعت کی نو ہو گئیں تین تو ان میں سے اصلی ہیں یعنی تکبیر تحریمہ اور دو تکبیریں دونوں رکوع کی اور انمیں سے چھ تکبیریں زاید ہیں تین پہلی رکعت میں
الاولى قبل القراءة وثلث في الركعة الثانية بعد القراءة ولو نسي التكبير في الركعة الاولى حتى قرأ بعض
قراءت سے پہلی اور تین دوسری رکعت میں قراءت کے پیچھے اور اگر پہلی رکعت میں تکبیر کہنی بھول گیا اتنے کہ تھوڑی سی
الفاتحة او كلها ثم تذكر يكبر ويعيد الفاتحة وان تذكر بعد قراءة الفاتحة والسورة يكبر ولا يعيد القراءة
یا ساری سورہ فاتحہ پڑھ لی پھر جب یاد آئی تو اب تکبیر کہہ کر فاتحہ کو دوبارہ پڑھے اور فاتحہ اور دوسری سورۃ پڑھ کر یاد آئی تو صرف تکبیریں کہے قراءت کو دوبارہ

لا يتأتى وبعد التمام لا يقبل النقص بالإعادة بخلاف الأول والثاني فإنها لم تتم فيهما فصار كأنه لم يشرع
ہو سکتی کہ مگر سب ادا ہی ہو لیتی اور پوری ہو لی کی بعد نقصان نہیں ہو سکتا برخلاف پہلی صورت اور دوسری صورت کی کیونکہ قرات دونوں صورت میں پوری نہیں
فيها فيعيدها رعاية للترتيب ثم يخطب بعد الصلوة خطبتين يبدأ فيهما بالتكبير ويفصل بينهما
شروع نہیں کی سو قرات کو ترتیب کی واسطی پھر لوٹا دی پھر امام نماز کی بعد دو خطبہ پڑھی دونوں خطبہ تکبیر سی شروع کری اور دونوں خطبوں میں ایک ذرا
بجلسة خفيفة مقدارها أن يستقر كل عضو منه في موضعه ويسن فيهما ما يسن في خطبة الجمعة
جلسہ خفیف کہ وہ کہ ہر عضو بدن کی اپنی اپنی جگہ درست ہو جاوی اور ان خطبہ میں وہ ہی امر مسنون ہی جو جمعہ کی خطبہ میں مسنون ہی
ويكره فيهما ما كره فيها وفي هذه العيد يعلم فيها أحكام صدقة الفطر ومن لم يدرك صلوة العيد مع الإمام
اور وہ ہی امر مکروہ ہی جو جمعہ کی خطبہ میں مکروہ ہی اور اس عید یعنی عید الفطر میں خطبہ کی صدقہ فطرہ کی احکام لوگوں کو سکھا دی اور جسکو عید کی نماز امام کی ساتھ
لا يقضيها ومن أدرك الإمام في الركوع كبر للافتتاح قائما لأن تكبيرة الافتتاح شرع في القيام المحض ثم
نہ ملی آدمی تو دوسری جگہ پڑھ لے اور جس نی امام کو رکوع میں پایا تو وہ حالت قیام میں تکبیر تحریمہ کہی سو واسطی کہ تکبیر تحریمہ صرف حالت قیام ہی میں جاری کی گئی
للعيد إن ظن أنه يدرك الإمام في الركوع لأن المحل الأصلي لتكبيرات العيد القيام المحض وإن خاف فوت
پھر عید کی تکبیریں کہی اگر یہ معلوم ہو کہ تکبیریں عید کی کہہ کر بھی رکوع میں امام کی ساتھ شامل ہو جاوینگا اسلئے کہ اصلی جگہ عید کی تکبیروں کی صرف قیام ہی ہی اور اگر خوف
الركوع مع الإمام يكبر للركوع ويركع ثم يكبر تكبيرات العيد في الركوع لأنها واجبة والاشتغال بها أولى
کہ تکبیریں کہنی میں امام کی ساتھ رکوع نہیں ملیگا تو بعد تکبیر تحریمہ کی تکبیر رکوع کی کہہ کر رکوع میں چلا جاوی پھر رکوع میں جا کر تکبیریں عید کی ادا کری اسلئے کہ عید کی
ويترك تسبيحات الركوع لكونها سنة ولا يرفع يديه في الركوع لأن الرفع سنة ووضع الكف على الركبة سنة
اور تسبیحات رکوع کی ترک کر دی اسو اسطی کہ سنت ہیں اور رکوع میں رفع یدین بھی موقوف رکھی اسو اسطی کہ رفع یدین سنت ہی اور ہاتھوں کا گھٹنوں پر رکھنا بھی سنت
أيضا ولا وجه للاشتغال بسنة فيه يترك سنة أخرى وإذا رفع الإمام رأسه سقط عنه ما بقي من التكبيرات
ہی سکی کوئی وجہ نہیں کہ ایک سنت کو اسی موقع سی چھوڑ کر دوسری سنت ادا کری اور جب امام کھڑا ہو جاوی تو پھر جو کچھ باقی رہی ہو تکبیر عید کی وہ بھی ساقط ہو جاتی
ولا يتمها في الركوع ولا في القومة بل يسارع في متابعة الإمام لأنها فرض ولا يترك للواجب ولو أدرك الإمام
ہیں اور ان تکبیروں کو نہ رکوع میں پوری کری اور نہ قومہ میں بلکہ امام کی متابعت کی لیی جلدی رکوع سی کھڑا ہو جاوی کیونکہ متابعت فرض ہی اور واجب کی واسطی ترک نہیں ہو سکتی اور اگر
في القومة لا يكبر فيها لأنه يقضي تلك الركعة مع التكبيرات ومن فاته ركعة إذا قام إلى قضاء ما سبق بدأ
امام کو قومہ میں پایا تو وہاں تکبیر عید کی نہ کہی کیونکہ اس رکعت کو مع تکبیرات قضا کریگا اور جسکی ایک رکعت فوت ہو جاوی تو جب فائتہ کو قضا کرنی کو کھڑا ہو تو اول قراءت
بالقراءة ثم يكبر بعدها تكبيرات العيد ويركع ولو أدرك الإمام في التشهد وبعد السلام في سجدة السهو فإنه يقوم
شروع کری پھر بعد قرات کی تکبیریں عید کی کہی پھر رکوع میں جاوی اور اگر امام کو تشہد میں پایا یا سلام کی بعد سہو کی سجدہ میں پایا تو اسی کھڑا ہو کر
ويصلي بإتيان التكبير في محلها ويستحب تأخير الصلوة في هذا العيد وتعجيلها في عيد الأضحى وفي
نماز پڑھی اور تکبیریں عید کی اسی ٹھکانی پر کہی اور اس عید کی نماز میں تاخیر کرنی مستحب ہی اور عید الاضحی میں شتابی کرنی مستحب ہی
القنية تقدم صلوة العيد على صلوة الجنازة إذا اجتمعا وصلوة الجنازة على الخطبة وفي الدراية إذا اجتمع
قنیہ میں ہی کہ جنازہ اور عید کی نماز اگر جمع ہو جاویں تو عید کی نماز پہلی پڑھیں پھر جنازہ کی پڑھیں پھر خطبہ عید کا پڑھیں اور درایہ میں ہی کہ اگر عید
العيد والكسوف تقدم العيد لأنه واجب كما تقدم على الجنازة لكون وجوبه عينا ووجوب الجنازة كفاية
اور نماز کسوف جمع ہو جاویں تو عید کی نماز پہلی پڑھیں کیونکہ عید کی نماز واجب ہی جیسا کہ جنازہ کی نماز پر مقدم ہی اسواسطی کہ عید کی نماز واجب عینی ہی اور جنازہ کی نماز
ويكره التنفل في المصلى قبل صلوة العيد وبعدها للإمام وغيره وإن غم هلال الفطر وشهدوا بعد الزوال
واجب کفایہ ہی اور عید گاہ میں جا کر عید کی نماز سی پہلی نفلیں پڑھنی مکروہ ہیں اور بعد نماز عید کی امام وغیرہ خواص کو مکروہ ہیں اور اگر ایسوں کو کھٹا چھپا جاوی اور گواہ آکر

عند الامام برؤية الهلال فانه يصلي بالناس صلوة العيد من الغد لان هذا تاخير بعذر وقد ورد
امام کی پاس چاند کی گواہی دین تو اب امام عید کی نماز لوگون کو کل دن یعنی دوسری تاریخ پڑہا دی کیونکہ دیر کا ہونا عذر سے تاخیر ہوئی اور روایت ہی
ان قوما شهدوا عند رسول الله صلى الله عليه وسلم بعد الزوال برؤية الهلال فامر النبي عليه السلام
کہ ایک قوم نی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین آکر دوپہر ڈہلی چاند کی گواہی دی تہی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نی حکم فرمایا تہا
بالخروج الى المصلى من الغد واما التاخير بغير عذر فلا يجوز وان حدث عذر يمنع من الصلوة بعد
کہ کل یعنی دوسری تاریخ عیدگاہ میں چلین اور بی عذر تاخیر کرنی جائز نہین ہی اور اگر ایسا عذر پیش آوی کہ جسمین اگلی دن بہی نماز نہو سکی
الغد لا يصلي بعده لان الاصل فيها ان لا يصلي في اليوم الثاني ايضا لكون يوم الفطر واحدا لكن قد ورد
تو پہر نماز نہین ہی کیونکہ اصل اسمین یہہ ہی کہ اگلی روز بہی نماز نہ پڑہین کیونکہ یوم فطر ایک ہی ہی لیکن حدیث شریف مین
الحديث بالتاخير الى اليوم الثاني عند العذر فبقي ما وراءه على قضية القياس ثم ينبغي ان يعلم
اگلی دن تک تاخیر عذر کی حالت مین آگئی ہی سو اوسکی بعد قیاس کی مطابق ممنوع ہی پہر سمجہنی کی بات ہی
ان رؤية الهلال وان كان سببا لوجوب الصوم والفطر لقوله عليه السلام صوموا لرؤيته وافطروا
کہ چاند کی دیکہنی سی اگرچہ روزہ رکہنا ہی اور روزہ افطار کرنا بہی واجب ہوجاتا ہی کیونکہ نبی علیہ السلام نی فرمایا ہی روزہ رکہو چاند دیکہ کر اور کہولو
لرؤيته لكن العمل به لا يلزم الا بعد قضاء القاضي ولهذا يلزم المراجعة اليه ثم انه اذا كان في السماء
کر چاند دیکہہ کر پر عمل اس حدیث کی موافق بدون حکم قاضی کی نہین ہوتا اسیلیے قاضی کی پاس مراجعت کرنی چاہی پہر اگر آسمان مین کچہہ
علة سواء كان غيما او دخانا او بخارا او غبارا او نحو ذلك لا يقبل في هلال الفطر الا شهادة رجلين
رکاوٹ ہو برابر ہی کہ ابر ہو یا دہوان ہو یا بخار ہو یا گرد وغبار ہو یا مانند اسکی تو ہلال فطر مین گواہی مقبول نہین ہوگی بدون دو مرد ول
او رجل وامرأتين وكما يشترط فيه العدد يشترط الحرية والعدالة ولفظ الشهادة لتعلق حق العباد به لانهم
یا ایک مرد اور دو عورتون کی اور جیسی سہ عدد شرط ہی ایسی ہی یہہ شرط ہی کہ گواہ ازاد عادل ہون اور لفظ شہادت کا ہو کیونکہ اس سی حق العباد متعلق ہین
ينتفعون به فيثبت بما يثبت به سائر حقوقهم بخلاف هلال رمضان فانه المتعلق به حق الشرع وهو
اسلیے کہ ان کا اسمین نفع ہی سو عید کا چاند اسی طور پر ثابت ہوگا جسطور اونکی تمام حقوق ثابت ہوتی ہین برخلاف چاند رمضان کی کیونکہ اس چاند سی صرف حق شرع کا تعلق ہی
الصوم فيكتفى فيه بخبر الواحد العدل حرا كان او عبدا ذكرا كان او انثى واما اذا لم يكن في السماء علة فلا يقبل
یعنی روزہ سو اسمین ایک شخص عادل کی خبر بہی کافی ہی ازاد ہو یا غلام مرد ہو یا عورت ہاں اگر آسمان صاف ہو کچہہ رکاوٹ نہو تو اب
شهادة الواحد في هلال رمضان ولا شهادة الاثنين في هلال الفطر وانما تقبل شهادة جمع كثير يقع العلم بخبرهم
گواہی ایک شخص کی رمضان کی چاند مین اور گواہی دو شخصون کی عید الفطر کی چاند مین مقبول نہین ہوگی اب گواہی بہت اسقدر لوگون کی مقبول ہوگی کہ جنکی خبر سی یقین آجاوی
واختلفوا في مقدار ذلك فقيل لابد من اهل محلة وقيل لابد من خمسين رجلا وعن محمد لابد ان يتواتر
اور اس انبوہ کی مقدار مین اختلاف ہی بعضی کہتی ہین ایک محلہ والی چاہیین اور بعضی کہتی ہین پچاس مرد چاہیین اور امام محمد سی روایت ہی کہ ہر طرف سی
الخبر من كل جانب والصحيح انه مفوض الى راي الحاكم لان المراد بالعلم الحاصل بخبرهم العلم الشرعي الموجب
خبر کا پی در پی آنا چاہی اور صحیح مذہب یہہ ہی کہ حاکم کی رای پر حوالہ ہی اسواسطی کہ جو علم اونکی خبر سی حاصل ہوتا ہی تو اس سی علم شرعی مراد ہی جس سی عمل
للعمل وهو غلبة الظن لا العلم بمعنى اليقين ومن راى هلال الفطر وحده وشهد عند القاضي ولم يقبل
کرنا واجب ہو جاوی یعنی ظن غالب ہو جاوی علم یقین کی درجہ کا مراد نہین ہی اور اگر کسی نی عید کا چاند کیلی نی دیکہا اور قاضی کی روبرو جاکر گواہی دی پر اوسکی گواہی
شهادته فانه يصوم ولا يفطر وان افطر يقضي ولا كفارة عليه ولو راى الامام هلال الفطر وحده لا يفطر
مقبول ہوئی تو اسکو چاہی کہ روزہ رکہی افطار نکری اور اگر افطار کیا تو قضا کری اور اوسپر کفارہ نہین ہی اور کیلی امام نی اگر عید کا چاند دیکہا تو افطار نکری

ولا يخرج لصلوة العيد ومن راى هلال الفطر وقت العصر وظن انقضاء مدة الصوم وفطر بان في الحنطة جاهلا
اور عید کی نماز کو بھی نکلے اور اگر کسی نے عید کا چاند عصر کے وقت دیکھا اور یہ گمان کیا کہ مدت روزوں کی تمام ہوئی اور افطار کر ڈالا مسئلہ میں ناواقفی سے
في وجوب الكفارة والاكثر على الوجوب ولو ان اهل بلدة راوا هلال رمضان صاموا تسعة وعشرين
کفارہ کے واجب ہونے میں اختلاف ہے اکثر کے نزدیک واجب ہے اور اگر ایک شہر والوں نے رمضان کا چاند دیکھ کر انتیس روزے رکھے
يوما فشهد جماعة عند القاضي في اليوم التاسع والعشرين ان اهل بلدة كذا راوا هلال رمضان في
پھر ایک گروہ نے قاضی کے پاس انتیسویں تاریخ گواہی دی کہ فلانی شہر والوں نے رمضان کا چاند فلانی شب میں ہم سے ایک دن پہلے
ليلة كذا قبلكم بيوم فصاموا وهذا اليوم يوم الثلثين من رمضان واهل هذه البلدة لم يروا الهلال
دیکھ کر روزے رکھے ہیں اور آج رمضان کی تیسویں تاریخ ہے فقط اور حال یہ ہے کہ اس شہر والوں کو اس شب میں چاند نہیں نظر آتا تھا
في تلك الليلة والسماء مصحية لا يباح لهم ان يفطروا غدا ولا يتركوا التراويح لان هذه الجماعة لم يشهدوا بالروية
حالانکہ آسمان صاف تھا تو ان لوگوں کو اگلے دن افطار کرنا مباح نہیں اور تراویح ترک کرنی نہیں کیونکہ اس گروہ نے چاند دیکھنے کی گواہی دی ہے
ولا على شهادة غيرهم وانما حكوا روية غيرهم واما لو كان شهدوا عند القاضي ان قاضي بلدة كذا
اور نہ دوسروں کی گواہی پر گواہی دی ہے صرف اوروں کی رویت کا حال بیان کیا ہاں اگر قاضی کے سامنے یہ گواہی دیتے کہ فلانے شہر کے قاضی کے سامنے
شهد عنده شاهدان برؤية الهلال في ليلة كذا وقضى ذلك القاضي بشهادتهما جاز لهذا القاضي ان
دو گواہوں نے فلانی شب میں چاند دیکھنے کی گواہی دی تھی اور اس قاضی نے ان کی گواہی پر حکم جاری کیا تو اب اس قاضی کو بھی جائز ہوتا کہ انکی گواہی پر
يقضي بشهادتهم لان قضاء القاضي الاول حجة فيجوز العمل به تيسر الله تعالى علينا موافقا لرضائه بلطفه
حکم کرتا اس واسطے کہ پہلے قاضی کا حکم حجت ہے اور اس پر عمل کرنا جاری ہے آسان کرے ہم پر اعمال جو موافق رضا کے ہیں اپنے لطف اور
وكرمه امين يا معين المجلس الثالث والثلثون في بيان فضيلة صوم شوال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم
کرم سے قبول کر اے مددگار تینتیسویں مجلس میں بیان روزہ ماہ شوال کی فضیلت کا فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
من صام رمضان ثم اتبعه ستا من شوال كان كصيام الدهر هذا الحديث من صحاح المصابيح رواه
جس نے رمضان کے روزے رکھے پھر اسکے پیچھے چھ روزے شوال کے رکھے تو ایسا ہے جیسے تمام سال کے روزے یہ حدیث مصابیح کی صحیح حدیثوں میں سے ہے ابو ہریرہ اور
ابو هريرة وابو ايوب الانصاري وانما كان ذلك كصيام الدهر لان الحسنة تضاعف بعشر امثالها
ابو ایوب انصاری کی اور یہ اس سبب سے ہے کہ روزے ہر دن سال کے برابر ہوئے کہ نیکی کا حساب دس گنا ہوتا ہے
فمن صام رمضان بتمامه فكانه صام عشرة اشهر واذا صام بعده ستة ايام من شوال فصار
جس نے رمضان کے روزے رکھے تو گویا دس مہینے کے روزے رکھے پھر اگر بعد اسکے شوال میں چھ روزے رکھے تو
كانه صام شهرين فيكون المجموع كانه صام اثني عشر شهرا فان قيل يفهم من هذا الكلام ان المراد من الدهر
گویا دو مہینے کے روزے رکھے پھر سب ملکر گویا بارہ مہینے کے روزے ہوئے اگر اعتراض کریں کہ اس کلام سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ دہر سے مراد
السنة لكن استعمال الدهر بمعنى السنة غير متعارف في كلامهم بل هو عند اهل اللغة يطلق على الابد
ایک سال ہے اور دہر کا استعمال سال کے معنوں میں عرب کے کلام میں پایا نہیں جاتا بلکہ دہر کے لفظ کو لغت والے زمانہ ابدی پر بولتے ہیں
وقد ذهب ابو حنيفة وصاحباه على ان الدهر المعرف باللام يكون للعمر فالظاهر ان يحمل على مدة العمر
اور امام ابو حنیفہ اور صاحبین اس بات پر متفق ہیں کہ دہر کا لفظ الف لام کے ساتھ یعنی الدہر تمام عمر کے معنوں میں ہے تو ظاہر یوں معلوم ہوتا ہے کہ تمام عمر کے
ولا وجه لحمله على السنة والجواب ان الحمل على السنة هو الحمل على مدة العمر لان المكلف لا بد له ان يصوم
معنی لیں ایک سال کے معنی کی کوئی وجہ نہیں تو جواب یہ ہے کہ سال کے معنی لینے یہی مدت عمر کے ہیں اس واسطے کہ مکلف کو ضرور ہے کہ رمضان کے روزے

رمضان ثم اذا اعتاد ان يصوم بعده ستة ايام من شوال يكون كمن صام مدة عمره فان قيل
رکھی پھر جب یہہ عادت ہوئی کہ بعد اسکی شوال مین چھہ روزی رکھا کری تو ایسا ہی کہ اپنی تمام عمر روزی رکھی اگر کوئی اعتراض کری
من صام شهرا كاملا اي شهر كان ثم صام بعده ستة ايام يكون كصام سنة بمقتضى قوله تعالى
جب کوئی کسی ایک پوری مہینی کی روزی رکھی پھر اوسکی بعد چھہ روزی اور رکھی تو یہہ بھی برابر ایک سال کی ہوگی موافق مضمون اس آیت کی
من جاء بالحسنة فله عشر امثالها فما وجه تخصيص رمضان وشوال بالذكر فالجواب ان شهر
جو کوئی لاویگی ایک نیکی اوسکو ہی اوس سی دس گنا پھر خاص رمضان اور شوال کی ذکر کرنی کی کیا وجہ ہی تو جواب یہہ ہی کہ رمضان کا
رمضان متعين للصوم وشهر شوال لوقوعه عقيبه كان صيامه كصيامه في الفضل وملحقا به في الشرف
مہینہ روزوں کی لئی متعین چلا آتا ہی اور شوال کا مہینا چونکہ اوسکی بعد اوس سی متصل ہی تو شوال کی روزی بھی فضیلت مین رمضان کی مانند ہین اور شرافت مین
حتى قيل صيام ستة ايام من شوال يلتحق بصيام رمضان ويكون لمن صامها مع رمضان كصيام
اوسکی ساتھ ملی ہوئی ہین یہاں تک کہ کہتی ہین چھہ روزی عید کی چاند کی رمضان کی روزوں مین داخل ہین اور جو کوئی شوال کی چھہ روزی ہمراہ رمضان کی ادا کری اوسکو ایسا ہوا
الدهر فرضا فلذلك خص ايامها بالذكر من بين سائر الشهور ثم الافضل ان يكون صومها بعد يوم الفطر
ہی گویا تمام سال کی فرض روزی ادا کئی اس لئی خاص ان دونو مہینوں کا تمام مہینوں میں سی ذکر کیا پھر افضل یہہ ہی کہ روزی شوال مین بعد عید الفطر کی
متوالية وحكي عن بعض العلماء كراهة صومها متصلا به حذرا عن التشبيه باهل الكتاب في زيادتهم
پی در پی ہوں اور بعضی علما سی مذکور ہی کہ متصلا روزی مکروہ ہیں تا کہ اہل کتاب کی مشابہت سی بچی اس باب مین کہ انہوں نی فرض پر بڑہائی ہین
على الفرض لكن لا كراهة فيه في المختار لان الكراهة انما تكون فيما لا يؤمن ان يعد ذلك من رمضان
لیکن مختار مذہب مین کچھہ کراہت نہیں ہی کیونکہ کراہت تب ہی کہ یہہ خوف ہو کہ یہہ روزی رمضان مین شمار کی جائینگی
ويكون تشبيها بالنصارى في زيادتهم على الفرض وقد زال هذا المعنى لانتفاء الاتصال بفصل يوم
اور مشابہت نصاری کی فرض پر بڑہانی مین ہو جائیگی اور یہہ بات کہاں رہی جب کہ عید کا روز بیچ مین آجانی سی اتصال جاتا رہا
الفطر مع ان كلامهم يشير الى ان الكراهة في حق العوام لا في حق اهل العلم وروي عن ابي حنيفة انه
باوجودیکہ فقہا کی کلام مین یہہ اشارہ ہی کہ عوام کی حق مین مکروہ ہی اہل علم کی حق مین مکروہ نہیں ہی اور روایت ہی ابو حنیفہ سی کہ
كرهه متتابعا ومتفرقا والمتأخرون من علماء مذهبه لم يروا به باسا لكنهم اختلفوا في ان الافضل
مکروہ جانتی تھی پی در پی کو اور جدا جدا کو اور متاخر علما ان کی مذہب اسمین کچھہ باک نہیں جانتی پر اسمین اختلاف کرتی ہیں کہ آیا افضل پی در پی ہین
التتابع او التفرق فان فرقها واخرها عن اوائل الشهر يحصل له فضيلة الاتباع ويكون ابعد من شبهة
یا جدا جدا اگر جدا جدا رکہی یا اول ماہ سی گذر کر آخر مہینی مین رکہی تو اوسکو فضیلت اتباع کی ملجاتی ہی اور اختلاف کی شبہ سی بھی الگ رہتا ہی
الاختلاف واما ما قيل هذا شيء وضعه الجهال وكل حديث يروى فيه فهو موضوع فلا ينبغي ان يسمع هذا
اور یہہ جو کہتی ہین کہ یہہ بات جاہلوں کی گہڑت ہی اور جو جو حدیث اس باب مین مروی ہی وہ سب موضوع ہین تو یہہ طعن سننی کی لائق
الطعن لان هذا الحديث ثابت في صحيح مسلم وكل حديث ثبت في احدى الصحيحين لا يسمع طعن الوضع فيه
نہین ہی کیونکہ یہہ حدیث صحیح مسلم مین موجود ہی اور جو حدیث صحیح مسلم یا صحیح بخاری مین موجود ہو اسمین عیب وضعی ہونیکا مسموع نہین
ثم ينبغي ان يعلم ان بعض الناس كانوا لا يرون يمنا في التزوج في شوال ويتطيرون به وهذا من امر الجاهلية
پھر سمجھنی کی بات ہی کہ بعضی آدمی شوال مین نکاح کرنیکو مبارک نہین جانتی اسمین بد فالی لیتی ہین سو یہہ بات جاہلیت کی ہی
وانهم كانوا يتشاءمون بشوال من النكاح فيه وسبب ذلك على ما قيل ان طاعونا وقع في شوال في سنة
جاہلیت والی شوال مین نکاح کرنیکو نحس جانتی تھی اسکا سبب یہہ کہتی ہین کہ ایک سال مین ماہ شوال کی اندر وبا طاعون پیدا ہوئی تھی

من السنين وما فيه كثير من العرس فتشام به اهل الجاهلية وقد ورد في الشرع ابطاله
یعنی سب سے دلہن مرگئی تھیں سو اہل جاہلیت اسکو نحس شمار کیا / شرع میں اسکا بطلان ظاہر موجود ہے

كما روي عن عائشة انها قالت تزوجني رسول الله صلى الله عليه وسلم في شوال وبنى بي في شوال فاي
چنانچہ عائشہ سے روایت ہے کہ وہ کہتی تھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھسے ماہ شوال میں نکاح کیا / اور ماہ شوال میں مجھسے مجامعت کی سو کونسی

نساء رسول الله صلى الله عليه وسلم كان احظى عنده مني قال النووي انها قصدت بهذا رد ما كان عليه
بی بی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجھسے زیادہ / بہرہ مند تھی / نووی کہتا ہے کہ عائشہ کا مقصود اس بات سے رد کرنا اعتقاد

اهل الجاهلية من تطير التزوج في شوال فانهم كانوا يتشاءمون بشهر شوال في النكاح خاصة كما كانوا يتشاءمون
اہل جاہلیت کا ہے یعنی ماہ شوال میں نکاح کرنیکی بدشگونی کیونکہ اہل جاہلیت ماہ شوال میں صرف نکاح کرنیکو نحس جانتے تھے جیسے ماہ صفر کو

بشهر صفر مطلقا ويقولون انه شهر مشؤم وكثير من الناس في هذا الزمان يوافقونهم ويتشاءمون
مطلق سب بات میں منحوس جانتے تھے اور کہتے تھے کہ یہ مہینہ منحوس ہے اور بہت لوگ اس زمانہ میں بھی / انکی ساتھی ہیں کہ ماہ صفر کو منحوس سمجھتے ہیں

بشهر صفر ويتوقفون فيه عن السفر والزوج وغيرهما فان تخصيص الشوم بزمان دون زمان كشهر شوال
اور اس مہینے میں سفر اور نکاح وغیرہ نہیں کرتے / مثلا خصوصیت نحوست کی کہ کسی وقت ہو اور کسی وقت نہو جیسے ماہ شوال

وغيره غير صحيح فان الزمان كله من خلق الله تعالى ويقع فيه افعال العباد فكل زمان شغله العبد بطاعة
وغیرہ میں صحیح نہیں ہے کیونکہ تمام زمانہ اللہ تعالی کا پیدا کیا ہوا ہے جسمیں تمام عباد اللہ کاروبار کرتے ہیں سو جس زمانہ کو آدمی عبادت میں صرف کرے

فهو زمان مبارك عليه وكل زمان شغله العبد بمعصية فهو زمان مشؤم عليه والشوم واليمن
وہ زمانہ اسپر مبارک ہے اور جس زمانہ کو آدمی معصیت میں صرف کرے وہ زمانہ اسکے حق میں نحس ہے / اور نحس اور مبارک

في الحقيقة هو المعصية والطاعة كما قال عدي بن حاتم يمن المرء وشومه بين لحييه يعني لسانه
حقیقت میں معصیت اور طاعت ہے چنانچہ عدی ابن حاتم کہتا ہے / آدمی کی برکت اور نحوست دونو جبڑوں میں ہے مراد زبان ہے

وقال ابن مسعود ان كان الشوم في شيء ففيما بين اللحيين يعني اللسان وما شيء احوج الى طول السجن
اور ابن مسعود کہتے ہیں اگر کسی چیز میں نحوست ہوا کرے تو اسمیں ہوگی جو دونو کلوں میں ہے یعنی زبان اور کوئی چیز سوا زبان کے ایسی نہیں جو قید کی زیادہ محتاج ہو

من اللسان وروي عن عائشة انه عليه السلام قال الشوم سوء الخلق ثم لا شوم في الحقيقة الا المعاصي و
اور حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا نحوست بدخلقی ہوتی ہے سو حقیقت میں نحوست سوای معاصی و

الذنوب فانه يسخط الله تعالى فانه تعالى اذا سخط على عبد يكون ذلك شقيا في الدنيا والآخرة واذا
گناہوں کے کوئی چیز نہیں ہے کیونکہ گناہ سے اللہ تعالی ناراض ہوتا ہے اور اللہ تعالی اگر کسی بندہ سے ناراض ہو تو وہ بندہ دنیا اور آخرت میں بدبخت ہے اور اگر

رضي عن عبد يكون ذلك العبد سعيدا في الدنيا والآخرة وبعض الصالحين قد شكي اليه عن
کسی بندہ سے راضی ہو تو وہ بندہ دنیا اور آخرت میں نیکبخت ہے / اور بعضے صلحا کی پاس عام مصیبت کی جسمیں

بلاء وقع الناس فيه فقال ما ارى ما انتم فيه من البلاء الا شوم الذنوب فعلى هذا يكون
تمام خلق گرفتار ہے شکایت کی جواب دیا جس بلا میں تم گرفتار ہو مجھکو سوا نحوست گناہوں کے معلوم نہیں ہوتی اس حکایت کی موافق

العاصي مشوما على نفسه وعلى غيره فانه لا يؤمن ان ينزل عليه عذاب فيعم الناس
نافرمان بندہ اپنے حق پر اور دوسرے پر منحوس ہے کیا بعید ہے کہ اوسپر عذاب نازل ہو پھر سبکو گھیر لے

خصوصا من لم ينكر عمله فالبعد عنه لازم وكذلك الاماكن التي يفعل فيها المعاصي
خاص ان لوگوں کو جو اوسکے عمل سے انکار نہیں کرتے سو اوس سے دور رہنا لازم ہے ایسے ہی اون مکانوں سے جہاں معاصی عمل میں آتے ہیں

يلزم البعد عنها والهرب منها خشية نزول العذاب على من كان فيها كما قال النبي صلى الله عليه وسلم لاصحابه
دور رہنا اور بہاگنا چاہئی اس خوف کی مارکہ مبادا جو جو اوس مکان میں ہین سب پر عذاب نازل ہو چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نی اپنی یاروں کو
حين مر على ديار ثمود بالحجر لا تدخلوا اماكن هؤلاء المعتدين الا ان تكونوا باكين خشية ان يصيبكم ما اصابهم
منع فرمایا جب وہ حجر مین دیار قوم ثمود پہ گذری کہ ان لوگون حد سی بڑہی ہوونکی مکانون مین داخل نہونا مگر روتی ہوئی اس خوف کی ماری مبادا تمپر بہی وہ عذاب
فان هجران اهل العصيان من جملة الهجرة المامور بها التي سبب لمغفرة الذنوب والخطايا الا ترى ان الذي
جو اونپر آیا تہا آجاوی بیشک اہل عصیان سی ملاپ ترک کرنا ہجرت مین داخل ہی جسکا حکم ہی اور باعث بخشش ذنوب اور خطا کا ہی کیا تجکو معلوم نہین کہ جسنی
قتل مائة نفس من بني اسرائيل سئل عالما من علماءهم هل له توبة فقال له العالم نعم وامره ان ينتقل من
سو آدمی بنی اسرائیل کی قتل کر کر اپنی عالمون مین سی ایک سی پوچہا آیا میری کوئی توبہ ہی عالم نی اوسکو جواب دیا ہان اور اوسکو بتایا کہ مفسد
قرية الفساد الى قرية الصلاح وادركه الموت بينهما واختصم فيه ملئكة الرحمة وملئكة العذاب واوحى
گانون مین سی صالح گانون مین چلا جا پہر وہ دو لوگانون کی بیچمین جاتا ہوا مرگیا اب رحمت اور عذاب کی فرشتون مین جہگڑا ہوا کہ دونون مین سی اسکو کون لی
الله اليهم ان قيسوا ما بينهما والى ايهما كان اقرب الحقوه بها فوجدوه الى القرية الصالحة اقرب برمية الحجر فالحق
اور اللہ تعالی نی اونکو وحی بہیجی کہ پیمایش کر کر دیکہو جدہر نزدیک ہوا ودہر ملا دو پہرا وسکو صالح گانو کی طرف اتنا نزدیک پایا جتنا ڈہیلا پہینکتی ہین
بها برحمة الله تعالى ومغفرته المجلس الرابع والثلثون في بيان فضيلة العشر الاول من ذي
سو اللہ کی رحمت اور مغفرت سی اودہر ہی ملا دیا چونتیسوین مجلس ماہ ذی الحجہ کی پہلی عشرہ کی فضیلت کی بیان مین
الحجة قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ما من ايام العمل الصالح فيهن احب الى الله تعالى من هذه الايام
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نی فرمایا کوئی دن ایسی نہین ہین جنمین عبادت اللہ تعالی کو محبوب تر ہو بہ نسبت ان دنون کی
هذا الحديث من صحاح المصابيح رواه ابن عباس والمراد من هذه الايام العشر الاول من ذي الحجة بدليل قوله عم
یہہ حدیث مصابیح کی صحیح حدیثون مین ہی ابن عباس کی روایت سی اور مراد ہذہ الایام سی ذالحجہ کا پہلا دہا ہی اسواسطی کہ اور حدیث مین ارشاد ہی
في حديث اخر ما من ايام احب الى الله تعالى ان يتعبد له فيها من عشر ذي الحجة يعدل صيام كل يوم منها
کوئی دن نہین ہین کہ اللہ تعالی کو اپنی عبادت اونمین محبوب تر ہو بہ نسبت عشرہ ذالحجہ کی کہ اسمین سی ہر روز کا روزہ برس دن کی روزون کی برابر
بصيام سنة وقيام كل ليلة منها بقيام ليلة القدر وانما كان العمل الصالح في هذه الايام افضل لانها ايام
اور ہر شب کا قیام قیام لیلۃ القدر کی برابر ہوتا ہی اور ان دنون مین عمل صالح اسلئی افضل ہی کہ یہہ دن بیت اللہ
زيارة بيت الله تعالى والمسجد الحرام والبلد الحرام والوقت اذا كان افضل يكون العمل الصالح فيه افضل
اور مسجد حرام اور مکہ کی زیارت کی ہین اور وقت جب افضل ہوتا ہی تو اسمین عمل صالح بہی افضل ہوتا ہی
وروى عن ابي الدرداء انه قال عليكم بصوم ايام العشر واكثار الدعاء والاستغفار والصدقة فيها فاني
اور ابو درداء سی روایت ہی کہ کہتی تہی اپنی اوپر روزی ان دس دن کی اور بہت دعا اور استغفار اور خیرات لازم کرلو کیونکہ مینی
سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم الويل لمن حرم خير ايام العشر وعليكم بصوم اليوم التاسع خاصة فان فيه
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سی سنا ہی افسوس ہی اوس شخص پر جو ان دس دن کی خوبی سی محروم رہا اور اپنی اوپر خاص کر نوین تاریخ کا روزہ لازم کرلو کیونکہ اسمین
من الخيرات اكثر من ان يحصيها العادون وروى انه عليه السلام قال يوم عرفة احتسب على الله تعالى ان يكفر السنة
اسقدر خوبی ہی کہ شمار کرنیوالون کی اندازہ سی بڑہی ہی اور روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا میں ایسا گمان کرتا ہون کہ عرفہ کا دن ایک سال گذشتہ
التي قبلها والسنة التي بعدها يعني ان من صام يوم عرفة ارجو من الله تعالى ان يغفر ذنوبه الصغائر
اور ایک سال آیندہ کا کفارہ ہو جاوی مراد یہہ ہی کہ جسنی تاریخ نوین ذی حجہ کو روزہ رکہا تو امید ہی اللہ تعالی سی کہ اوسکی تمام صغیرہ گناہ

الواقعه

الواقعة في السنة الماضية ويكون في حفظ الله تعالى وكنفه من اقتراف الذنوب في السنة الآتية قال قاضيخان
جو سال کہ گذر گیا ہے اوس میں معاف ہوتے ہیں در سال آئندہ میں اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں ہے کہ گناہ اوس سے تمام سال میں نہ ہوویں گے قاضیخان

في فتاواه ولا بأس بصوم يوم عرفة سواء كان في الحضر او السفر اذا كان يقوى عليه ويكره صوم عرفة بعرفات وكذا
نے فتاوی میں کہا ہے عرفہ کے دن کے روزہ میں کچھ مضائقہ نہیں ہے برابر ہے مقیم ہو یا مسافر ہو اگر روزہ رکھنے کی طاقت رکھتا ہے اور عرفات میں عرفہ کے دن کا روزہ مکروہ ہے اور یہی

يوم التروية لانه يعجز عن اداء افعال الحج فاذا اراد العبد ان ينال الثواب والفضائل التي ذكرها النبي عليه السلام
ذی الحجہ کی آٹھویں تاریخ کا روزہ ہے کیونکہ افعال حج کی ادا کرنے سے عاجز ہو جاتا ہے کہ اگر آدمی بندہ ارادہ کرے کہ ثواب اور فضیلت جو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے ذکر فرمائی ہے حاصل کرے

ينبغي له ان يعرف حرمة الوقت وشرفه ويحفظ لسانه عن الكذب والغيبة وفضول الكلام وجوارحه عن الخطايا
تو اوس کو چاہیے کہ وقت کی عزت و شرف کا لحاظ رکھے اور اپنی زبان کو جھوٹ اور غیبت در بیہودہ کلام سے بند رکھے اور اپنے اعضا آنکھ ہاتھ وغیرہ کو گناہوں سے بچاوے

والآثام وقلبه عن العجب والكبر وعداوة الانام هذا ما نبه النبي عليه السلام من العبادة في يوم عرفة واما الاجتماع
اور اپنے دل کو غرور اور تکبر اور خلقت کی دشمنی سے نگاہ رکھے عرفہ کے دن میں یہ عبادت ہے جو نبی علیہ السلام نے فرمائی ہے اور اس دن میں جمع ہونا

في ذلك اليوم في الجامع او في مكان خارج المصر تشبها بالواقفين فليس بشيء لان الوقوف عبادة مخصوصة بعرفات
مسجد جامع میں یا جنگل میں کسی مکان کی مشابہت کرنا عرفات والوں کی مشابہت کی نیت سے کچھ اصل نہیں ہے کیونکہ وقوف عرفات عبادت مخصوصہ عرفات میں ہے

فلا يكون عبادة في غيرها كسائر المناسك حتى ان احدا طاف حول المسجد سوى الكعبة يخشى عليه الكفر وروي عن
سوا اور کسی جگہ عبادت نہیں ہو سکتی جیسے حج کے اور احکام یہاں تک کہ اگر کوئی شخص کسی مسجد کے گرد طواف کرے سوائے کعبہ کے تو کفر کا خوف ہے اور ام سلمہ سے

ام سلمة انه عليه السلام قال اذا دخل العشر واراد ان يضحي فلا يمس من شعره وبشره شيئا وفي رواية من رأى هلال
روایت ہے کہ پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا جب عشرہ ذی الحجہ کا شروع ہووے اور قربانی کرنے کا ارادہ ہو تو بال اور بدن کو کچھ نہ چھووے اور ایک روایت میں ہے جو شخص ذی الحجہ کا چاند دیکھے

ذي الحجة واراد ان يضحي فلا ياخذ من شعره واظفاره قال في شرح السنة اختلف العلماء في العمل بظاهر هذا الحديث
اور قربانی کرنے کا ارادہ ہو تو بال اور ناخن نہ تراشے شرح السنہ میں مذکور ہے علماء اس حدیث کے ظاہر پر عمل کرنے میں خلاف کرتے ہیں

فذهب قوم الى ان من يريد التضحية لا يجوز له بعد دخول العشر ان ياخذ من شعره وظفره ما لم يذبح وقالوا النهي
ایک گروہ کا یہ مذہب ہے کہ جو شخص قربانی کا ارادہ کرے تو اوس کو ماہ ذی الحجہ شروع ہونے کے بعد قربانی ذبح کرنے سے پہلے بال یا ناخن تراشنے جائز نہیں اور کہتے ہیں کہ ممانعت

فيه للتحريم وكان ابو حنيفة ومالك والشافعي يرون ذلك على الندب والاستحباب قال في شرح المنية يندب لمن
تحریم کی ہے اور امام ابوحنیفہ اور امام مالک اور امام شافعی اسکو مندوب اور مستحب سمجھتے ہیں منیہ کی شرح میں کہا ہے قربانی کرنے والے کو مستحب ہے

اراد ان يضحي تأخير تقليم الاظفار وحلق الرأس الى ان يضحي ولا يجب فان استلزم التاخير الكراهة لا يؤخر وهو ما
کہ قربانی ذبح کرنے تک ناخن نہ تراشے اور سر نہ مونڈے اس میں تاخیر کرے اور واجب نہیں ہے اور اگر تاخیر کرنے میں کراہت لازم آوے تو تاخیر نہ کرے اور کراہت یہ ہے کہ

زاد على الاربعين اذ قد ذكر في القنية ان الافضل للعبد ان يقلم اظفاره ويقص شاربه ويحلق عانته وينظف بدنه
چالیس دن سے زیادہ ہو جاوے اسلئے کہ قنیہ میں مذکور ہے کہ آدمی کو افضل یہ ہے کہ ہر ہفتہ میں ناخن تراشے اور لبیں کترواوے اور حجامت بنوائی ہو موئے زیر ناف مونڈے اور نہا دھو کر بدن کو

بالاغتسال في كل اسبوع فان لم يفعل ففي كل خمسة عشر يوما ولا عذر في تركه وراء الاربعين فالاسبوع هو الافضل
صاف کرے اگر ہر ہفتہ میں نہ ہو سکے تو ہر پندرہ دن کے بعد اور چالیس دن کے بعد ترک کرنے میں کوئی عذر نہیں ہے پس ہفتہ تو افضل ہے

والخمسة عشر الاوسط والاربعون الابعد ولا عذر له فيما وراء الاربعين ويستحق الوعيد ثم ان النهي ليس للتشبه
اور پندرہ دن درمیانہ ہے اور چالیس دن انتہا کی مدت ہے اور چالیس کے بعد کوئی عذر نہیں ہے اور سزاوار وعید کا ہے پھر یہ ممانعت بال مونڈنے کی اس لئے نہیں ہے کہ

بالحجاج المحرمين كما ذهب اليه بعض العلماء اذ لو كان للتشبه لشاع في سائر محظورات الاحرام ولم يختص بالاخذ من اجزاء
حجاج احرام والوں سے مشابہت ہو جیسا کہ بعض علماء کا یہ مذہب ہے کیونکہ اگر ممانعت مشابہت کے لئے ہوتی تو احرام کی تمام ممنوعات میں یہ جاری ہوتی جیسے کہ رومال چھوڑ وغیرہ

البدن بل علة النهي على ماذكره التوربشتي ان المضحي يجعل اضحيته فدية يفتدي بها نفسه من عذاب
بال نہ منڈانے کی علت موافق بیان توربشتی کے یہ ہے کہ قربانی کرنیوالا اپنی قربانی کو قیامت کی عذاب سے اپنی جان کا عوض دیتا ہے اور اس سے قربت الٰہی
يوم القيمة ويزدادبها قربة الى الله تعالى فكان بما اكتسب من السيئات وبما اتى به في حقوق الله تعالى من
زیادہ حاصل ہوتی ہے سو گویا کہ برائیاں کرکر اور حقوق اللہ میں کوتاہی برت کر
التقصيرات راى نفسه مستوجبة لاعظم العقوبات وهو القتل غيرانه اجم عن الاقدام عليه لانه لم يأذن
اپنی جان کو بڑی سے بڑی عذاب یعنی قتل کا سزاوار جانتا ہے پر اپنی جان کی قتل کرنے سے باز رہا کہ شرع میں اسکی اجازت نہیں ہے
له فيه فيجعل قربانه فداء لنفسه فصار كل جزء من قربانه فداء لكل جزء من بدنه فعمت بركة القربان
اس قربانی کو اپنی جان کا بدلہ دیا سو ہر ہر جزو قربانی کا اسکی بدن کی ہر ہر جزو کا بدلہ ہے اب قربانی کی برکت تمام اجزاء بدن کو شامل ہوجاتی ہے
جميع اجزاء البدن فلم يخل منها ذرة ولم يحرم منها شعره فلما كانت هذه الفضيلة ملحقة بالاجزاء المتصلة
کوئی ذرہ بدن کا خالی اور کوئی بال تمام بدن میں سے محروم نہیں رہتا اور یہ فضیلت انہیں اجزا سے خاص ہے جو قربانی کرنیوالے کی بدن سے متصل ہیں
بالمضحي دون المنفصلة عنه راى النبي عليه السلام ان لا يمس شيئا من شعره وبشرته لئلا يفقد من ذلك
اجزاء منفصل سے نہیں ہوتی تو پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا کہ اپنی بال اور بدن کو نہ چھوئے تاکہ کوئی فضیلت نزول رحمت
شئ ما عند نزول الرحمة وفيضان النور الالهي فيتم له الفضائل وينزع عنه النقائص فعلى هذا ينبغي
اور فیضان نور الٰہی کی گم نہو پھر فضائل تمام پوری ہوں اور نقصان کچھ باقی نرہے اب لوگوں کو چاہئے
للناس ان يطلبوا هلال ذي الحجة ويعدوا ايامه ليعلموا وقت ذبح الاضحية ويستعدوا لها لكن ثبوت
کہ ماہ ذی الحجہ کا چاند تلاش کیا کریں اور اوسکی دن گنتی رہیں تاکہ قربانی کی ذبح کا وقت ٹھیک معلوم ہو اور اوسکی تیاری کریں لیکن تقرر
روية الهلال لما توقف على حكم القاضي لزم المراجعة اليه ثم انه اذا كان في السماء علة سواء كان غيما
چاند کا قاضی کی حکم پر موقوف ہے تو قاضی کی پاس رجوع کرنا لازم ہے پھر اگر آسمان میں کچھ رکاوٹ ہو برابر ہے کہ ابر ہو
او دخانا او بخارا او غبارا او نحو ذلك لا يقبل الا شهادة رجلين او رجل وامرأتين في ظاهر الرواية وهو الاصح
یا دھواں یا بخار یا غبار یا اسکے سوا اور کچھ تو ظاہر روایت میں گواہی جب قبول ہوگی کہ دو مرد ہوں یا ایک مرد دو عورتیں اور یہی صحیح ہے
لتعلق حق العباد به بالتوسعة بلحوم الاضاحي ويثبت بما يثبت به سائر حقوقهم وكما يشترط فيه العدد
کیونکہ اسمیں حق العباد علاقہ رکھتی ہے فراخی کی گوشت کی طرح ہوتی ہے چاند اسی طور پر ثابت ہوگا جسطور تمام حقوق ثابت ہوتے ہیں اور جیسے اسمیں عدد کی شرط ہے
يشترط الحرية والعدالة ولفظ الشهادة وان لم يكن في السماء علة لا يقبل الا شهادة جمع كثير يقع العلم بخبرهم
ویسے ہی آزادگی اور عدالت اور شہادت کا لفظ چاہئے اور اگر آسمان میں کوئی رکاوٹ ہو تو پھر اتنی انبوہ کثیر کی گواہی مقبول ہوگی جنکی خبر دینے سے یقین آجاوے
واختلفوا في مقدار ذلك فقيل لا بد من اهل محلة وقيل لا بد من خمسين رجلا وعن محمد لا بد ان يتواتر الخبر
اور اوس انبوہ کی مقدار میں اختلاف ہے بعضی کہتی ہیں ایک محلہ کی لوگ چاہییں اور بعضی کہتی ہیں پچاس مرد چاہییں اور امام محمد سے روایت ہے کہ پے درپے ہر طرف سے
من كل جانب والصحيح انه مفوض الى راى الحاكم لان المراد بالعلم الحاصل بخبرهم العلم الشرعي الموجب للعمل وهو غلبة
خبر کا آنا چاہئے اور صحیح یہ بات ہے کہ حاکم کی رای پر حوالہ ہے اسلئے کہ مراد اس علم سے جو اونکی خبر سے حاصل ہوتا ہے وہ علم شرعی ہے جس سے عمل واجب ہوجاوے یعنی ظن غالب
الظن لا العلم بمعنى التيقن ولو وقع الشك ان هذا اليوم كان من عاشر ذي الحجة او تاسع ذي الحجة فالاحوط
علم یقینی کی معنوں میں نہیں ہے اور اگر یہ شبہ پڑجاوے کہ آجکا دن ذی الحجہ کی دسویں تاریخ ہے یا نویں تاریخ ہے تو اب احتیاط اسمیں ہے
ان يضحي في الغد بعد الزوال ولا يؤخر الذبح بعده الى يوم الثالث لاحتمال ان يقع في غير وقته وان اخر كان
کہ قربانی اگلی دن دوپہر ڈھلی ذبح کرے اور اوسکی بعد ذبح میں تیسری دن تک تاخیر نہ کرے کیونکہ شاید کہ بیوقت ذبح ہوجاوے اور اگر تیسری دن تک تاخیر کریگا

المستحب ان يتصدق بجميع لحمه ولا ياكل منه المجلس الخامس والثلثون في بيان فضيلة

تو بہتر اور مستحب یہی ہے کہ گوشت سارا صدقہ کر دے اور اس میں سے کچھ نہ کھاوے پینتیسویں مجلس بیچ بیان فضیلت قربانی دم کے

اراقة دم القربان في ايام النحر ونوعه وكيفيته قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ما عمل

ایام نحر میں اور اس کی قسم اور کیفیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی عمل ابن آدم کا

ابن ادم من عمل يوم النحر احب الى الله تعالى من اراقة الدم وانه ليأتي يوم القيمة بقرونها واشعارها واظلافها

یوم نحر میں زیادہ محبوب نہیں ہے اللہ تعالی کو خون بہانے سے اور وہ قربانی قیامت کے دن آوے گی مع سینگوں اور بالوں اور سموں کے

وان الدم ليقع من الله تعالى بمكان قبل ان يقع على الارض فطيبوا بها نفسا هذا الحديث من حسان المصابيح

اور البتہ وہ خون اس سے پہلے کہ زمین پر گرے اللہ تعالی کے ہاں قبول ہوتا ہے سو خوش دل ہو یہ حدیث مصابیح کی حسن حدیثوں میں سے ہے

رواه ام المؤمنين عائشة رضـ ومعناه ان افضل العبادات يوم النحر اراقة دم القربان وانه ليأتي يوم القيمة

حضرت ام المومنین عائشہ کی روایت ہے اس کے معنی یہ ہیں کہ عمدہ سے عمدہ عبادت یوم نحر میں قربانی کا خون کرنا ہے اور وہ قربانی قیامت کے دن

كما كان في الدنيا من غير ان ينقص منه شيء ليكون لكل عضو منه اجر ويصير مركبه على الصراط وكل وقت يختص

جیسی دنیا میں تھی ویسے موجود ہو گی کچھ اس میں سے کم نہ ہو گا تاکہ اس کے ہر عضو کا بدلہ حاصل ہو اور پل صراط پر سواری ہو اور ہر وقت میں ایک

بعبادة وهذا اليوم اختص بعبادة فعلها ابرهيم النبي عليه السلام ولو كان شيء افضل منه لما فدي به اسمعيل عليه السلام

عبادت ہوتی ہے اور اس دن میں خاص وہ عبادت ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کی تھی اور اگر کوئی اور عبادت افضل ہوتی تو حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو اس کا فدیہ دیتے

ولهذا قال صاحب الخلاصة شراء الاضحية بعشرة وذبحها افضل من التصدق بالف لان القربة التي تحصل

اسی سبب سے صاحب خلاصہ کہتا ہے کہ قربانی دس روپے کو خرید کر ذبح کرنا ہزار روپے خیرات کرنے سے بہتر ہے کیونکہ جو نزدیکی اللہ تعالی سے حاصل ہوتی ہے

باراقة الدم لا تحصل بالصدقة لكن ينبغي ان نعلم ان اراقة الدم في هذا اليوم وان كانت افضل العبادات

وہ صدقہ سے نہیں حاصل ہوتی لیکن سمجھنا چاہیے کہ خون کا بہانا اس دن میں اگرچہ سب عبادتوں سے افضل ہے

الا ان قوله تعالى لن ينال الله لحومها ولا دماؤها ولكن يناله التقوى منكم يشير الى ان المعتبر ليس مجرد اراقة

پر اس آیت میں اللہ کو نہیں پہنچتے ان کے گوشت اور نہ خون لیکن اس کو پہنچتا ہے تمہارے دل کا ادب اشارہ ہے کہ صرف خون کا بہانا

الدم واطعام اللحوم بل المعتبر تحصيل التقوى التي هي شرط لقبول الطاعات كلها كما قال الله تعالى انما يتقبل الله

اور گوشت کا کھلانا معتبر نہیں ہے بلکہ اصل معتبر تقویٰ ہے جو تمام عبادتوں کی قبولیت کی شرط ہے جیسا کہ اللہ تعالی فرماتا ہے اللہ قبول کرتا ہے

من المتقين والتقوى لا تحصل الا بالاجتناب عن جميع المنهيات والاتيان بجميع المأمورات واذا لم يحصل ذلك فينبغي

پرہیزگاروں سے اور تقوی تبھی حاصل ہوتا ہے کہ تمام منہیات سے بچے اور تمام مامورات کو بجا لاوے اور جب یہ نہ ہو تو

عليهم اراقة الدم والتصدق باللحم وان كرمهم ذلك فعلى هذا يجب على المكلف في هذا العشر عدة اشياء الاول

خون بہانا اور گوشت کا خیرات کرنا بے فائدہ ہے اس بنا پر اس عشرہ میں مکلف پر کئی چیزیں ضروری ہیں اول

ترك المعاصي فان المعصية وان كانت قبيحة في جميع الازمنة الا انها في بعض الازمان تكون اكثر قبحا واكثر جرما

معاصی کا ترک کرنا کیونکہ گناہ اگرچہ ہر وقت میں بُرا ہے مگر بعضے وقت زیادہ بُرا اور سخت جرم ہوتا ہے

لشرف الزمان فيكون تركها الزم واوجب لقوله تعالى ان عدة الشهور عند الله اثنا عشر شهرا في كتاب الله يوم

وقت کے شرف کے سبب سو ان وقتوں میں گناہ کا ترک کرنا بہت لازم ہے کیونکہ اللہ فرماتا ہے مہینوں کی گنتی اللہ کے پاس بارہ مہینے ہیں اللہ کے حکم میں جس دن

خلق السموت والارض منها اربعة حرم ذلك الدين القيم فلا تظلموا فيهن انفسكم حتى ان عدد الشهور القمرية

پیدا کیے آسمان اور زمین ان میں چار ہیں ادب کے یہی ہے سیدھا دین سو ان میں ظلم نہ کرو اپنے اوپر یعنی قمری مہینوں کی گنتی

التي عليها يدور كثير من الاحكام الشرعية في حكمه تعالى اثنا عشر شهرا مثبتا في اللوح المحفوظ منذ خلق السموات
جن پر اکثر شرعی احکام کا مدار ہی حکم الٰہی مین بارہ مہینے ہین لوح محفوظ مین ثابت جب سی اللہ تعالی نی آسمان

والارض من تلك الشهور الاثنى عشر اربعة حرم هي ذو القعدة وذو الحجة والمحرم ورجب وكون هذه الاشهر
اور زمین پیدا کئی ان بارہ مہینون مین سی چار ادب اور عزت کی ہین ذیقعد اور ذی الحجہ اور محرم اور رجب یعنی قال الله تعالی ... اور ان چارون

الاربعة المعينة حرما هو الدين المستقيم دين ابرهيم النبي عليه السلام فلا تظلموا فيهن انفسكم بهتك
معین کا ادب عزت والا ہونا یہہ ہی دین درست دین ابراہیم علیہ السلام کا سو نہین تم اپنی جانون پر ان اوقات کی حرمت کھو کر

حرمها وارتكاب المعاصي فيها فان العمل الصالح كما انه اعظم اجرا فيهن كذلك المعصية فيهن اعظم من
اور انمین معاصی اختیار کر کر ظلم مت اوتارو کیونکہ نیک عمل کا ان مہینون مین جیسی ثواب زیادہ ہوتا ہی ایسی ہی معصیت ان مہینون مین

المعصية في غيرهن وكذلك المعصية في شهر رمضان ويوم الجمعة ويوم عرفة ولياليها وليلة القدر
اور وقت کی معصیت سی بدتر ہی اور ایسی ہی معصیت ماہ رمضان مین اور جمعہ کی دن اور عرفہ کی روز اور انکی راتون مین اور شب قدر مین

وايام العيدين ولياليها اكثر وزرا لانه تعالى فضل هذه الازمنة بما خصها من العبادات التي تفعل
اور دونو عید کی دن اور انکی راتون مین سب سے زیادہ تر ہی اسلیے کہ اللہ تعالی نی ان اوقات کو خاص خاص عبادات سی جو ان اوقات مین عمل کی جاتی ہین فضیلت دی ہی

فيها وجعل ثواب العبادات ونزول الرحمة وحصول المغفرة فيها اكثر من غيرها رحمة لهذه الامة
اور عبادات کا ثواب اور رحمت کا نازل فرمانا ان اوقات مین بہ نسبت اور اوقات کی مقرر فرمایا ہی مرحوم واسطی رحمت کی

المرحومة فمن لم يعرف النعمة التي كانت عليه فيها بل هتك حرمتها بارتكاب انواع الذنوب فيها فقد
مرحومہ پر سبب جو شخص اس نعمت کی قدر جو اسوقت مین اسپر مبذول ہوتی ہی نکالی بلکہ اسوقت کی حرمت اوٹھا کر طرح طرح کی گناہ عمل کر کر تو بیشک

استحق ان يكون عذابه اشد وعقابه اعظم فعلى المسلم ان يعرف النعمة التي كانت عليه ويعظم ما
یہہ شخص سزاوار ہی کہ اسکو سخت عذاب اور بڑا ہی عقاب ہو سو مسلمان کو لازم ہی کہ اس نعمت کی قدر جو اسپر مبذول ہی سمجھی اور جسکو اللہ نی

عظمه الله حتى يكون عند الله تعالى عظيما وتعظيم هذه الازمنة انما يكون بزيادة الاعمال الصالحات
عظمت دی ہی اوسکی تعظیم کری تاکہ اللہ کی نزدیک عزت پاوی اور تعظیم ان اوقات کی یہہ ہی صالح اعمال کی کثرت سی ہوتی ہی

فيها فمن عجز عن ذلك فاقل احواله في التعظيم ان يجتنب عما يحرم عليه ويكره له فيترك البدع والمنكرات
پہر جو شخص اعمال صالح سی عاجز ہو تو کم سی کم اوسکی تعظیم یہہ ہی کہ ان اوقات مین تمام محرمات اور مکروہات سی کنارہ کری پہر تمام بدعات اور منکرات

وما لا ينبغي له فيها من المنهيات وكثير من الناس في بعض هذه الازمنة قد ارتكبوا ضد هذا المعنى حيث
اور جو جو بیہودہ کار اور ممنوع ہین ترک کری اور بعضی لوگ کبہی کبہی ان اوقات مین اسکی خلاف کر بیٹہتی ہین چنانچہ ایام

كانوا يسارعون في ايام العيدين ولياليهما الى اللهو واللعب وغيرهما من انواع السيئات بعضهم بالمباشرة وبعضهم
عیدین مین شب و روز لہو و لعب وغیرہ اقسام منہیات مین معروف رہتی ہین بعضی خود عمل کرتی ہین اور بعضی

بالمشاهدة مع ان للسيئة الواحدة عشرة من الضرر على ما ذكره الفقيه ابو الليث في تنبيه الغافلين الاول اسخاط
تماشا دیکہتی ہین باوجودیکہ ایک گناہ مین موافق بیان فقیہ ابو اللیث کی کتاب تنبیہ الغافلین مین دس ضرر مقرر ہین اول اپنی مالک کو

خالقه عليه بمخالفة امره والثاني تفريح ابليس الذي هو عدوه وعدو الله تعالى والثالث بعده من الجنة والرابع
اپنی خالق پر اوسکی حکم کی مخالفت کر کر آزردہ کرنا دوسری ابلیس کا خوش کرنا کہ وہ اسکا اور اللہ کا بہی دشمن ہی تیسری جنت سی دوری چوتہی

قربه من جهنم والخامس جفاء من هو احب اليه وهو نفسه والسادس تنجيس نفسه التي قد خلقها الله تعالى
دوزخ سی نزدیکی پانچوین اپنی جان پر جفا کرنا جو سب سی زیادہ محبوب ہی چہٹی اپنی جان کو ناپاک کرنا جسکو اللہ تعالی نی پاکیزہ پیدا کیا ہی

طاهرة

طاهرة والسابع ايذاء الحفظة الذين لا يؤذونه والثامن احزان النبي عليه السلام في قبره والتاسع اشهاد الارض

ساتویں کرام کاتبین کو ستانا اور وہ سکو نہیں ستاتے آٹھویں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو قبر شریف کی اندر غمناک کرنا نویں زمین

والليل والنهار على نفسه والعاشر خيانة لجميع الخلائق لان المطر يقل بالذنب فاذا كان حال من فعل سيئة واحدة

اور رات دن کو اپنی گواہ کرنا دسویں تمام خلق اسکی بدخواہی کیونکہ گناہوں کی شامت سے مینہہ کم برستا ہے تو حال اوسکا یہ ہے جسنے ایک گناہ کیا

هذا فماذا تكون حال من يفعل مئين من السيئات سيما في هذه الايام المباركة مع ان الخطاة يسارعون على السيئات

تو قیاس کیا چاہیے اوسکا حال جو سیکڑوں گناہ کرتا ہے خاص ایسی مبارک ایام میں کیا ہوگا باوجودیکہ نصیحت گر مسرور ہو کر گناہ کرتے ہیں

ويقولون ليس العيد لمن لبس الجديد انما العيد لمن امن الوعيد ليس العيد لمن تجر العود انما العيد للتائب الذي

کہ عید اوسکی نہیں ہے جو نئی کپڑے پہنے عید اوسی کی ہے جو عذاب سے محفوظ رہے عید اوسکی نہیں جو خوشبو میں بس جاوے عید اوسی کی ہے جو توبہ کرکر

لا يعود ليس العيد لمن تزين بزينة الدنيا انما العيد لمن تزود بزاد التقوى ليس العيد لمن ركب المطايا انما العيد لمن

پھر نہ پھرے عید اوسکی نہیں ہے جو دنیا کی زیب وزینت کرے عید اوسی کی ہے جو تقوی کا توشہ لیا کرے عید اوسکی نہیں جو اونٹنی پر سوار ہو عید اوسی کی ہے

ترك الخطايا ليس العيد لمن جلس على البساط انما العيد لمن جاوز الصراط وقال النبي عليه السلام استماع الملاهي معصية

جو خطا سے باز رہے عید اوسکی نہیں جو فرش پر بیٹھے عید اوسی کی ہے جو صراط پر کو سلامت گذر جاوے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ملاہی سننا تو معصیت ہے

والجلوس عليها فسق والتلذذ بها كفر وروي انه عليه السلام ادخل اصبعه في اذنيه عند سماعه وهم يسمعون

اور اوسپر بیٹھنا پیشہ کرنا فسق ہے ور لذت اوس سے اوٹھانا کفر ہے اور روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے سماع کی آواز سے اپنی دونوں کانوں میں اونگلیاں ڈالیں ہیں اور یہ لوگ ایسی

امثال تلك الكلمات ولا يلتفتون اليها ثم يدعون الاسلام ومحبة الله تعالى ورسوله ومع هذا يخالفونهما

کلمات سنتے ہیں اور ادھر ہرگز توجہ نہیں کرتی بلکہ اسلام کا اور خدا اور رسول کی محبت کا دعوی کرتی ہیں و پھر بہی اوامر اور نواہی میں

في الاوامر والنواهي فيكون الحال مشكلا والحكام يشاهدون امثال تلك المنهيات ولا يمنعون شيئا منها بل

خدا رسول کی مخالفت کی جاتی ہیں تو کیا مشکل کی بات ہے کہ حاکم وقت بہی ایسی حرکات ممنوعہ کو دیکھتے ہیں اور ذرہ منع نہیں کرتی بلکہ

يساعدون فيها فمن كان باكيا فليبك على الاسلام وغربته اذ قد عاد الاسلام غريبا كما بدأ غريبا نعم ان هذه

اسمیں اور امداد کرتی ہیں تو جو روتا ہے تو چاہیے کہ اسلام اور اوسکی غربت پر روئے کیونکہ اب اسلام غریب ہوگیا ہے جیسے کہ شروع ہوا تھا ہاں یہ دن

الايام ايام فرح وسرور لكن ينبغي ان يكون الفرح والسرور فيها بما كان مستحبا او مباحا كالاغتسال والتطيب

خوشیاں کرنے کی دن ہیں پر یوں چاہیے کہ خوشیاں ایسی وقت میں یا مستحب ہوں یا مباح جیسی نہانا خوشبو لگانی

ولبس احسن الثياب التي تكون جديدة او غسيلة لا بما كان حراما او مكروها كلبس الحرير والخوض في الباطل

اچھی کپڑے بدلنی یعنی نئی ہوں یا دھوئی ہوئی ہوں حرام یا مکروہ نہوں جیسی حریر کا پہنا اور باطل امور میں گھسنا

لان العيد انما سمي عيدا لان الله تعالى يعود فيه على المؤمنين بالمغفرة والاحسان فيجب عليهم ان يجتنبوا المعصية

کیونکہ عید کو اسی لیے عید کہتے ہیں کہ اللہ تعالی مؤمنین پر دوبارہ مغفرت اور احسان فرماتا ہے سو مؤمنین پر واجب ہے کہ معصیت و سرکشی سے

والطغيان حتى يكونوا من اهل السعادة والرضوان لا من اهل الشقاوة والخذلان ثم ينبغي ان نعلم ان بعض الناس

اجتناب کریں تاکہ سعادتمند اور اہل رضوان ہوجاویں بدبخت نہوں ٹوٹا نہ اوٹھاویں پھر سمجھنی کی بات ہے کہ بعضے لوگ کہتے ہیں

قد زعموا ان ضرب الدف والغناء فيه في يوم العيد جائز لما روي عن عائشة ان ابا بكر دخل عليها يوم العيد وعندها

کہ دف کا بجانا اور گانا عید کی روز جائز ہے کیونکہ عائشہ سے روایت ہے کہ ابوبکر عید کے روز اونکی پاس آئے اونکی پاس

جاريتان تغنيان بالدف ورسول الله صلى الله عليه وسلم متغش بثوبه فزجرهما ابو بكر فكشف النبي عليه السلام وجهه

دو لڑکیاں دف لیکر گاتی بجاتی تہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کپڑا اوڑہے ہوئے ہے سو اون لڑکیوں کو ابوبکر نے ڈانٹا پہر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے منہہ کہول کر

ولا يدعي انا ناكرون لكل قوم عيد وهذا عيدنا فان هذا الحديث وان كان يدل على ما زعموا لكن ليس كما زعموا

[illegible]

ادعوا ذكر في نصاب الاحتساب ان هذا الحديث متروك غير معمول به لقوله تعالى وَمِنَ النَّاسِ مَن يَشْتَرِي لَهْوَ

[illegible]

الْحَدِيثِ وان المراد من لهو الحديث على ما ذكر في معالم التنزيل عن ابن مسعود وابن عباس وعكرمة وسعيد بن

كيونكه ... معالم التنزيل ... ابن مسعود ... ابن عباس ... عكرمه اور سعيد بن جبير ... [illegible]

جبير الغناء وفي معناه من المعازف والمراد من الشراء الاستبدال والاختيار والمعنى ان بعض من الناس يختار

[illegible]

الغناء وما في معناه من لهو الحديث لِيُضِلَّ عَن سَبِيلِ اللَّهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَيَتَّخِذَهَا هُزُوًا أُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِينٌ

[illegible]

ودلت الآية على تحريم الغناء وما في معناه من الملاهي ويدل على هذا انكار عائشة بعد ما سمعت ما يفعل عندها الا

[illegible]

دم للغناء والمعازف وثالثها ما نحن في هذا بصدد الاضحية فانها تجب على كل مسلم حر مقيم موسر

[illegible]

[illegible] ... فاضلا عن حاجته الاصلية ... [illegible]

[illegible]

كانت له دار لا يسكنها ... او يواجرها ... وكذا اذا سكنها وفضل عن سكناه ... قيمة نصاب

[illegible]

في الغني لان ما كان من حوائج الاصلية لا بد ان يكون مشغولا بها لا ... ولا يجب ... [illegible]

[illegible]

السنة في وقت من الاوقات حتى لو كان في داره ... او ساري قطعة ارض تساوي دراهم ... لا يسكنها ... [illegible]

[illegible]

لانها فاضلة عن حاجته الاصلية ... [illegible]

[illegible]

ثيابا ان كان فيها ... بقيمة ... في الغني وصاحب الثياب لا يكون غنيا بثلثة دست ثياب

[illegible]

احدها للبذلة والثانية للمهنة والثالثة للجمعة والاعياد وكذا بالفرش ... على الدست ...

[illegible]

من الثياب وعلى الفراشين يعتبر قيمته في الغني والفقير لا يكون غنيا ... وان كان له ثلثة ... [illegible]

[illegible]

قيمة احدهم في الغني ... على الواحد من الدواب لغير الغازي ... وحمار للدهقان وغيره وعلى الخادم

[illegible]

الواحد يعتبر قيمته في الغنى وكذا كتب الفقه والحديث لأهله ما زاد على نسخة واحدة من روايته وجزء

سو یعنی سو سے زائد کی قیمت حساب میں لی جاوے گی اور ایسی ہی فقہ و حدیث کی کتابیں علما کی ایک سے زیادہ ہوں تو ...

يعتبر قيمته في الغنى وكذا ما زاد على الواحد من المصاحف يحسن لقراءته يعتبر قيمته في الغنى والزارع لا تكون

غنا کی ... زائد کی قیمت حساب میں لگائی جاوے گی اور ایسی ہی جو ایک سے زیادہ ... ان کی قیمت غنا کی بابت میں ... معتبر ہوگی اور کسان دو بیلوں

غنيا بثورين وله الحراثين ولو كان له ثلاث بقرات يعتبر قيمة أحدهما في الغنى والمرأة لواحدة يعتبر قيمتها في

اور ... کی ... سے غنی نہیں ہو ... اور ... ہوگی ... ایک ... اور عورت کی قیمت لی جاوے گی

الغنى ومن كان له ثوب يساوي نصابا فلبسه كان دونه لا يعد من الغنى ... في ماوره

جس کے پاس ایک ... کا ... بہ قیمت نصاب کی ہو ... نہ ... غنی میں ... نہ ... کی ... میں گرکیا ہی

والمرأة إن كانت لها جواهر ولآلي تلبسها للأعياد وتتزين للزوج تعتبر قيمتها في الغنى وكذا إن كان لها دار تسكن فيها

اور عورت کی پاس جواہر اور موتی ہوں ... کی ... اور ... تو ان کی قیمت معتبر ہوگی اور ایسی ہی اگر عورت کی ملک میں

مع زوجها تعتبر قيمتها في الغنى إذا كان الزوج قادرا على الإسكان فمع هذا الغنى تثبت حرمة أخذ الزكاة و

گھر ہو ... ساتھ ... معتبر ہوگی ... اور ... صاحب زکوۃ لینی حرام ہوگی

صدقة الفطر والأضحية لأن الغنى على ثلاث مراتب غني يحرم عليه السؤال ويحل له الصدقة وتجب عليه

صدقہ فطر ... کیونکہ غنا کی ... صدقہ لینا ... واجب ... صدقہ

صدقة الفطر والأضحية والزكاة وهو من يملك نصابا كاملا ناميا وغني يحرم عليه السؤال ويحل له الصدقة

فطر ... قربانی ... زکوۃ ... جس کی ملک میں نصاب کامل ... سوال کرنا ... صدقہ

وتجب عليه صدقة الفطر والأضحية دون الزكاة وهو من ملك قيمة نصاب من غير أن يكون فيه نماء

صدقہ فطر ... قربانی ... زکوۃ ... جس کی ملک میں ... مال ... ہو اور ... نصاب کی ...

وغني يحرم عليه السؤال لا تحل له الصدقة ولا تجب عليه شيء مما ذكر من صدقة الفطر والأضحية والزكاة

... صدقہ ... کچھ ... صدقہ فطر ... قربانی ... زکوۃ

وهو من ملك قوت يومه وما يستر عورته ثم المعتبر في الفقر والغنى حين التضحية حالة يوم النحر ولا مال له

جس کی پاس ایک دن کا کھانا ... اور ستر ڈھکنے کو کپڑا ہو ... معتبر ...

ثم استفاد فوق النصاب قبل مضي أيام النحر ولا دين عليه تجب عليه الأضحية ولو كان يوم النحر وهو غني ثم هلك

... نصاب ... قربانی ... ایام نحر ... اور ... قرض نہیں ... واجب ...

ماله أو نقص من النصاب قبل مضي أيام النحر لا تجب عليه الأضحية ومن كان له على الناس ديون مؤجلة ولم يكن

مال بالکل جاتا رہا یا نصاب سے کمی رہ گیا ... قربانی ... اور ... لوگوں پر ... قرض ... کچھ ... نہ ہو

في يده إلا ما لا يتم الأضحية فاشترى به الأضحية لا تجب عليه الأضحية وكذا لو كان له دين على مفلس مقر لا تجب

... قربانی ... واجب نہیں ... اور ایسی ہی اگر کسی کا قرض کسی مفلس پر ... اقرار کرتا ہی ...

عليه الأضحية ما لم يصل إليه الدين وكذا لو كان له دين على مقر ملي وليس في يده ما يمكنه شراء الأضحية لا يلزمه

... جب تک وہ قرض وصول ہو جاوے اور ایسی ہی اگر کسی کا قرض ... اور ... نہیں ... قربانی ... لازم نہیں

أن يستقرض فيضحي ولا قيمتها إذا وصل إليه الدين لكن يلزمه أن يشترى عنه بنية الأضحية إذا قدر على طلبه

کہ قرض لیکر قربانی کری ... قیمت قربانی کی ... جب قرض وصول ہو جاوے ... لازم ... کہ ... قربانی کی ...

[illegible]

يعطيه ولو كان له مال كثير غائب في يد شريكه او مضاربه ومعه ما يشتري به الاضحية من الحجرين
دیگا اور اگر بہت سا مال اسکی قبضہ سی باہر ہو شریک یا مضارب کی قبضہ میں یا اوسکی پاس سونا یا چاندی اتنی ہی کہ قربانی خرید کرلی

او متاع البيت يلزمه الاضحية واول وقتها بعد طلوع الفجر من يوم النحر لكن يشترط تقديم صلوة
یا گہرکا اسباب ہی تو ایسی حال میں قربانی واجب ہی اور اول وقت قربانیکا دسویں تاریخ جسکو یوم نحر کہتی ہیں بعد طلوع فجر کی ہی لیکن شہر کی رہنی والوں کی حق میں

العيد عليها في حق اهل الامصار حتى لا يجوز الذبح لمن كان في المصر الا بعد فراغ الامام من الصلوة ولو
عید کا نماز کرلین یہاں تک کہ شہر میں رہنی والی کو قربانی ذبح کرنی جائز نہیں ہی جبتک امام دوگانہ سی فارغ نہولی اور اگر امام کی نماز سی پہلی ذبح کردی تو درست نہیں

ضحى قبل صلوة الامام لا يصح ولو خرج الامام بطائفة الى الجبانة وامر رجلا ان يصلي بالضعفاء في
یعنی قربانی اوسکی ذمہ رہتی ہی اور اگر امام ہمراہ جماعت کی عیدگاہ کی طرف روانہ ہوا اور کسی شخص کو نایب کیا کہ ناتوانوں کو شہر میں نماز پڑہاوی

المصر وضحى البعض بعد ما صلى احد الفريقين يجوز استحسانا وان كانت بلدة لا يصلى فيها صلوة
اور بعضی جلد بازوں نی قربانی ذبح کردی بعد فراغت نماز ایک شخص امام یا نایب کی تو استحسانا جائز ہی اور اگر ایسا شہر ہی کہ اوسمیں عید کی نماز نہیں ہوتی

العيد اما لعدم الامام او لغلبة اهل الفتنة يجوز التضحية في اليوم الاول بعد الزوال وفي اليوم الثاني و
یا تو اسلئی کہ امام نہیں ہی یا اہل فتنہ کی غلبہ سی تو قربانی پہلی دن یعنی دسویں تاریخ دوپہر ڈہلی جایز ہی اور گیارہویں اور

الثالث يجوز قبل الزوال وبعده وقال بعضهم في ذلك المكان يجوز التضحية في اي وقت كان لوقوع الياس
بارہویں میں دوپہر ڈہلنی سی پہلی بہی اور بعد دوپہر کی بہی جایز ہی اور بعضی کہتی ہیں کہ ایسی جگہ قربانی ہر وقت کردی ہر وقت جایز ہی کیونکہ نماز کی توقع تو نہیں

عن الصلوة وان اخر الامام الصلوة يوم العيد ينبغي للناس ان يؤخروا التضحية الى وقت الزوال ولو خرج
اور اگر امام عید کی روز نماز میں دیر لگادی تو لوگوں کو بہی چاہی کہ قربانی میں دوپہر ڈہلی تک تاخیر کریں اور اگر امام نماز کی لئی

الامام الى الصلوة في الغد او بعد الغد وقد ضحى بعض الناس قبل ان يصلي الامام يجوز لانه فات وقت الصلوة
اگلی دن یا اگلی سی اگلی دن روانہ ہوا اور بعضی لوگوں نی امام کی نماز سی پہلی قربانی ذبح کردی تو جایز ہی اسلئی کہ مسنون وقت نماز کا

على وجه السنة ثم المعتبر مكان المذبوح لا مكان المالك حتى لو كانت الاضحية في المصر وصاحبها في السواد
تو جاتا رہا پہر جو ذبح میں قربانی کی مکان کا اعتبار ہی مالک کی مکان کا اعتبار نہیں ہی یہاں تک کہ اگر قربانی شہر میں ہو اور اوسکا مالک شہر سی دور ہو

فامر رجلا بالذبح فذبح الوكيل قبل الصلوة لا يجوز ولو كانت الاضحية في السواد وصاحبها في المصر وامر
پہر اوس مالک نی کسی شخص کو کہدیا کہ میری قربانی ذبح کردینا اوس شخص نی نماز سی پہلی ذبح کردی تو جایز نہوگی اور اگر قربانی شہر سی دور ہو اور مالک شہر میں ہو اور اوسی

اهله بالذبح فذبح الاهل قبل الصلوة يجوز وكذا لو كان رجل في مصر واهله في مصر آخر وكتب اليهم ان يضحوا عنه
اپنی اہل کو کہدیا کہ ذبح کردینا اور اوسکی اہل نی نماز سی پہلی ذبح کردی تو جایز ہی اور ایسی ہی اگر ایک شخص ایک شہر میں ہو اور اوسکی اہل اور شہر میں ہوں اور اوس شخص نی اپنی اہل کو لکہا

يلزمهم ان يذبحوا عنه بعد صلوة الامام في البلد الذي هم فيه اعتبار المكان الذبيحة ومن اراد ان يتعجل
تو اونکی ذمہ پر لازم ہی کہ اوسکی طرف سی وہاں کی امام کی نماز کی بعد جسمیں وہ آپ رہتی ہیں ذبح کریں کیونکہ اعتبار قربانی کی مکان کا ہی اور جسکی جلدی سی گوشت کہایا چاہا

له اللحم واخرج اضحيته من المصر وذبحها قبل الصلوة قالوا ان اخرجها مقدار ما يباح للمسافر قصر الصلوة
اور قربانی کو شہر سی باہر لیجا کر نماز سی پہلی ذبح کرلی تو علما کہتی ہیں اگر اوسی قربانی کو اتنی دور لیجا کر ذبح کی جس مسافت پر مسافر کو قصر نماز کا

فيه يجوز والا فلا هذا كله في حق اهل الامصار واما اهل السواد والقرى فيجوز لهم الذبح بعد الفجر الثاني من
تو جایز ہی اور نہیں تو جایز نہیں ہی یہہ سب بیان شہر والوں کا تہا اور گرد و نواح اور گانوں کی لوگوں کو دسویں تاریخ ذیحجہ کی صبح صادق کی بعد

اليوم العاشر من ذي الحجة واما اهل البوادي وهم لا يذبحون الا بعد صلوة اقرب الائمة اليهم وآخر وقتها
ذبح کرنا جایز ہی اور جنگل کی رہنی والی بدوں فراغت نماز اپنی سی نزدیک امام کی ذبح نہ کریں اور آخر وقت قربانی کا

وفي الكل قبل غروب الشمس من اليوم الثالث من ايام النحر وافضل اوقات التضحية اليوم الاول وادونها

سب کے حق میں قربانی ذبح کرنے کا وقت تیسرے دن سورج ڈوبنے تک ہے ایام نحر کے یعنی بقر عید کے دنوں میں سے اور قربانی کا افضل وقت پہلا روز ہے یعنی دسویں تاریخ اور کم درجہ

اليوم الآخر ويكره الذبح ليلا وان جاز لاحتمال الغلط في ظلمة الليل ولو وقع الشك ان هذا اليوم كان من

سب سے پچھلا دن ہے اور رات کو ذبح کرنا مکروہ ہے گرچہ جائز ہے اس واسطے کہ رات کی اندھیری میں شبہ کا ذبح ہو اگر شبہ پڑے کہ آج ذی الحجہ کی

عاشر ذي الحجة او تاسع ذي الحجة فالاحوط ان يضحي في الغد بعد الزوال قال قاضيخان في فتاواه في كتاب

دسویں تاریخ ہے یا ذی الحجہ کی نویں ہے تو بہت احتیاط یوں ہے کہ کل دن زوال کے بعد قربانی ذبح کرے قاضیخان اپنی فتاوی کی کتاب الصوم میں کہا ہے

الصوم شهر رمضان اذا جاء يوم الخميس ويوم عرفة جاء يوم الخميس ايضا كان ذلك اليوم يوم عرفة لا

کہ ماہ رمضان کا چاند اگر جمعرات کے دن ہووے پھر عرفہ بھی جمعرات کے روز کا آپڑے تو وہ روز بیشک عرفہ کا ہے یوم النحر یعنی دسویں تاریخ

يوم النحر حتى لا يجوز التضحية في هذا اليوم اعتمادا على قول علي رض يوم نحركم يوم صومكم لان ذلك محتمل

نہیں ہے اس دن قربانی ذبح کرنی جائز نہیں ہے کیونکہ قول حضرت علی کا اس معنی پر کہ دسویں ذی الحجہ کی پہلی رمضان کا ہے سو اس میں احتمال ہے

يحتمل انه اراد به ذلك العام دون الابد ثم لا اضحية انما تجوز من اربعة اصناف من الحيوان الابل والبقر

کہ اس قول میں یہ بھی احتمال ہے کہ یہی اسی سال کا حال ارشاد کیا ہو ہمیشہ کے لیے قاعدہ نہ فرمایا ہو پھر قربانی چار قسم کی حیوانوں کی جائز ہے اونٹ اور گائے

والغنم والمعز ذكورها واناثها الا ان الانثى من الابل والبقر افضل والذكر من الغنم والمعز افضل ثم المعتبر من

اور بکری اور دنبہ نر اور مادہ دونوں برابر ہیں مگر اونٹنی اور گائے کی مادہ افضل ہے اور بکری اور دنبہ سے نر افضل ہے پھر معتبر

هذه الاصناف الاربعة التي هي من الغنم والمعز ما تمت له سنة وطعن في الثانية ومن البقر ما تمت له سنتان

ان چاروں قسم میں سے یہ ہے یعنی تو جو اونٹ بکری اور دنبہ میں وہ ہے جسکو ایک سال پورا ہو کر دوسرا سال شروع ہوا اور گائے میں وہ ہے جسکو دو برس

وطعن في الثالثة ومن الابل ما تمت له خمس سنين وطعن في السادسة ولا يجوز ما دون ذلك من هذه الاصناف

پورے ہو کر تیسرا سال شروع ہو گیا ہو اور اونٹ میں وہ ہے جسکو پانچ برس پورے ہو کر چھٹا شروع ہوا ہو اور اس عمر سے چھوٹا ان قسموں میں سے کوئی جائز نہیں ہے

الا الجذع من الضأن اذا كان عظيما بحيث لو اختلط بالثنايا لم يميز من بعيد وهو ما كان له ستة واتى

مگر جذع دنبہ کا اگر کلاں ہو ایسا کہ اگر ایک برس کی عمر والوں میں ملا دیں تو دور سے پہچانا نہ جاوے اور جذعہ وہ ہوتا ہے کہ جسکی عمر چھ مہینے ہو

عليه ستة اشهر وشئ من الشهر السابع وذكر في الخلاصة ان التضحية بالديك والدجاجة في ايام النحر ممن

چھ مہینے پورے ہو کر کچھ دن ساتویں مہینے کے گذرے ہوں اور خلاصہ میں مذکور ہے کہ مرغ اور مرغی کی ایام نحر میں قربانی کرنی جسکو

لا اضحية عليه لتشبهه بالمضحين مكروه لانه من رسوم المجوس ولو اشترى فقير شاة للاضحية

قربانی واجب نہیں اس سبب سے کہ قربانی کرنے والوں کی مشابہت حاصل کرے سو مکروہ ہے سو اسطے کہ یہ مجوسیوں کی رسم ہے اور اگر کسی فقیر نے قربانی کی واسطے بکری

ولم يضح حتى مضت ايام النحر كان عليه ان يتصدق بتلك الشاة حية او بقيمتها ولو انه ذبحها بعد ايام

خریدی پھر نہ کی یہاں تک کہ ایام نحر نکل گئے اب اس پر لازم ہے کہ وہ بکری جیتی خیرات کر دے یا اسکی قیمت دے دے اور اگر بعد ایام نحر کے ذبح کر کر

النحر وتصدق بلحمها يجوز لكن ان كان قيمتها حية اكثر يلزمه ان يتصدق بالفضل فان اكل منها يغرم

گوشت خیرات کر دیا تو بھی جائز ہے لیکن اگر جیتی کی قیمت گوشت سے زیادہ ہو تو جو بڑھتی قیمت ہے خیرات کرے اور اگر اس میں سے آپ کھالے

قيمته وان لم يفعل شيئا من ذلك حتى جاء يوم النحر من العام القابل فضحى بها عن العام الاول لا يجوز لان كون اراقة

تو اسی کی قیمت ادا کرے اور اگر ان امور میں سے کچھ بھی نہ کیا یہاں تک کہ اگلے سال کا یوم نحر آگیا اب اس پہلے سال کی قضا کی نیت سے ذبح کی تو جائز نہیں ہے

الدم قربة عرف اداء لا قضاء ويجوز الابل والبقر من واحد الى سبعة اذا ارادوا كلهم القربة اتفقت جهة القربة او

کیونکہ خون بہانا عبادت ہے وقت پر ادا ہی معلوم ہے قضا نہیں ہے اور اونٹ اور گائے ایک سے لیکر سات آدمیوں تک جائز ہے اگر وہ سب ثواب کی نیت کریں سب کی قربانی کی طرح کی ہو

اختلفت كالاضحية والقران والمتعة والعقيقة والتقدير بالسبعة يمنع الزيادة لا النقصان حتى يجوز
کئی طرح کی ہو جیسی قربانی اور قران اور متعہ اور عقیقہ اور سات تک کی حد باندھنی سی زیادہ کی مانعت ہوگئی ہی کمتی کی مانعت نہیں ہی یہاں تک

عن ستة وخمسة واربعة وثلثة واثنين ان لم يكن لاحدهم اقل من السبع كما اذا مات رجل وترك ابنا وامرأة
کہ چھ یا پانچ یا چار یا تین یا دو آدمیوں کی طرف سی بھی جایز ہی اگر کسیکا حصہ ساتویں حصہ سی کمتر نہو جیسی ایک شخص مرا اور ایک بیٹا اور بیوی چھوڑ

وبقرة وضحيا بها لا يجوز وكذا لو اشترى ثلثة نفر ودفع احدهم اربعة دنانير والاخر ثلثة دنانير والثالث
اور ایک گای ترکہ میں چھوڑی اونہوں نی وہ گای قربانی کی تو جایز نہیں اور ایسی ہی اگر تین آدمیوں نی ملکر قربانی خریدی ایک نی چار دینار دئی اور دوسری نی تین دینار اور تیسری نی

دينارا واشتروا بقرة على ان يكون البقرة بينهم بقدر اموالهم وضحوا بها لا يجوز ولو اشترك سبعة في بقرة
ایک دینار دیا پھر گای مول لی اس طور پر کہ دیناروں کی حساب پر شرکت ہی اور ذبح کی تو قربانی جایز نہیں ہی اور اگر سات آدمی ایک گای میں شریک ہوئی

ونوى بعض الشركاء التطوع وبعضهم الاضحية لهذه السنة وبعضهم قضاء عن السنة الماضية يجوز
اور کسی نی نیت نفل کی کی اور کسی نی اوسی سال کی قربانی کی نیت کی اور کسی نی پچھلی سال کی قضا کی نیت کی تو سب جایز ہی

الكل لكن يكون تطوعا عمن نوى القضاء عن السنة الماضية فلا يقع عن قضائه بل يلزمه ان يتصدق
لیکن جسی پچھلی سال کی قربانی سی قضا کی نیت کی تہی اوسکی نفل ہو جائیگی اوسکی قضا ذمہ سی ساقط نہوگی بلکہ اوسکو لازم ہی کہ قیمت درمیانہ

بقيمة شاة وسط لما مضى ولو مات احد السبعة وقال ورثته اذبحوها عنه وعنكم يجوز استحسانا
بکری کی بعوض سال گذشتہ کی خیرات کردی اور اگر ساتوں شریک میں سی ایک مرگیا اور اوسکی وارثوں نی کہا کہ اوسکی طرف سی بہی اپنی طرف سی ذبح کرلو تو استحسانا جایز ہی

ولو اشترك سبعة وضحوا بقرة واقتسموا اللحم وزنا يجوز ولو اقتسموه جزافا لا يجوز الا ان يضم الى اللحم شيء
اور اگر سات آدمیوں نی ملکر گای قربانی کی اور گوشت تول کر بانٹا تو جایز ہی اور اگر انکل سی بانٹا تو جایز نہیں ہی ان اگر گوشت کی ساتھ کچھ کچھ

من الاكارع او الجلد سواء كان في كل جانب شيء من اللحم وشيء من الاكارع او كان في كل جانب شيء من اللحم و
پائے یا چمڑا ملالیں تو جایز ہی برابر ہی کہ ہر حصہ پر کچھ گوشت اور کچھ پائے یا ہر حصہ پر کچھ گوشت اور

شيء من الجلد او كان في جانب لحم واكارع وفي اخر لحم وجلد وانما يجوز جزافا للجنس الى خلاف الجنس ولو
کچھ چمڑا یا ایک حصہ پر گوشت اور پائے اور دوسری حصہ پر گوشت اور چمڑا اس صورت میں انکل کی تقسیم اسلئی جایز ہی کہ ہر جنس کا خلاف جنس کی

لم يضموا الى اللحم شيئا وحلل كل واحد منهم لصاحبه الفضل لا يجوز لان تحليل الفضل هبة وهبة المشاع
گوشت کی ساتھ کچھ نہ ملایا یا ہر ایک نی تقسیم کرکی ہر ایک شخص دوسری کو کمی بیشی کی معافی دیکر حلال کردی تو جایز نہیں اسلئی کہ کمی بیشی کا حلال کرنا ہبہ ہوتا ہی اور ہبہ مشاع

فيما يحتمل القسمة لا يجوز وان اقتسموا اللحم وزنا وتصدقوا بالجلد على فقير او وهبوا الغني يجوز ولو جعلوا
تقسیم ہونیوالی چیز میں جایز نہیں ہی اور اگر گوشت تول کر بانٹ لیا اور چمڑا سب نی ملکر ایک فقیر کو دیدیا یا کسی غنی کو بخشدیا تو جایز ہی اور اگر

اللحم والشحم سبعة اسهم وقسموه بينهم جزافا يجوز ويجوز الخصي والجماء التي لا قرن لها والثولاء اي المجنونة
گوشت اور چربی کی سات حصہ یعنی ڈاگر کرکی آپسمیں انکل سی تقسیم کرلیا تو جایز ہی اور بدہیا اور منڈا جسکی سینگ پیدایشی نہوں اور باولی جایز ہی

ولا يجوز العمياء التي ليس لها عينان ولا العوراء التي ليس لها عين واحد ولا العجفاء التي لا مخ في عظمها
اور اندہی جسکی دونو آنکہیں نہوں اور کانے جسکی ایک آنکہ نہو اور ایسی دبلی جسکی ہڈی کی اندر مغز باقی نہو

ولا العرجاء التي تمشي بثلث قوائم ويجاف الرابعة عن الارض وان كانت تضع الرابعة على الارض وضعا
اور لنگڑی جو تین پاؤں پر چلتی ہو اور چوتھی پاؤں کو زمین پر نہ لگاتی ہو جایز نہیں ہی اور اگر چوتھا پاؤں بہی زمین پر ہولی سی رکہکر

خفيفا وتستعين بها الا انها تتمايل عند المشي يجوز ولا يجوز ما ذهب اكثر من ثلث اذنها او اليتها او عينها
مدد لیتی ہی پر اتنا ہی کہ چلتی وقت جہکتی ہی تو جایز ہی اور جسکا تہائی سی زیادہ کان یا چکتی یا آنکہ جاتی رہی ہو تو جایز نہیں ہی

وذنبها

وطريق معرفة ذهاب الثلث من العين أن يشد عينها المعيبة بعد كونها جائعة فيقرب إليها العلف

اور طریقہ دریافت تہائی آنکھ جانی کا یہ ہی کہ اول پھوٹی ہوئی آنکھ بند کر کر بعد بھوک کی حالت میں اوسکو گھاس دکھاویں

فينظر من أي مكان تری العلف ثم يشد عينها الصحيحة ويقرب إليها العلف فينظر من أي مكان تری العلف

پھر خیال رکھیں کتنی دور سی گھاس دیکھ لیتی ہی پھر اچھی آنکھ بند کر کر گھاس دکھاویں اب یہ خیال کریں کہ کتنی دور سی گھاس دیکھ لیتی ہی

ثم ينظر تفاوت ما بين المكانين فإن كان نصفا فالذاهب نصف وإن كان ثلثا فالذاهب ثلث وهكذا

اب دونوں مکان میں فرق دیکھیں کیسا ہی اگر آدہوں آدہ کا فرق ہی تو آدہی آنکھ نہیں ہی اور اگر تہائی ہی تو تہائی آنکھ نہیں ہی اور ایسی ہی تہائی سیر

وشق الأذن والكي لا يمنع جواز الأضحية وكذا كسر القرن إلا إذا بلغ المخ ولو ذهب عينها أو كسرت رجلها في

اور چری ہوئی کان اور داغدار ہونی سی قربانی منع نہیں ہوتی اور ایسی ہی سینگ ٹوٹنی سی الا اگر مغز تک جا پہنچی تو جائز نہیں اور اگر ذبح کرنیکی لئی پچھاڑ لی ہوئی آنکھ

معالجة الذبح فإنه إن لم يرسلها يضحي وإن أرسلها وضحى بها في وقت آخر في ذلك اليوم أو في يوم آخر

گر او سکو نہ چھوڑا اوسوقت ذبح کردیا تو جائز ہی اور اگر اوسوقت چھوڑ رہا اور اور وقت اسیہی دن میں یا ایام نحر کی دوسرا اور دن میں

من أيام النحر اختلفوا فيه وعن أبي يوسف أنه يجوز وبه أخذ الزعفراني ولو ولدت الأضحية كان

ذبح کیا تو اسمیں اختلاف ہی امام ابو یوسف کی نزدیک جائز ہی اور یہی مذہب زعفرانی کا ہی اور اگر قربانی جنی تو

عليه أن يذبح الولد أيضا وإن لم يذبحه حتى مضت أيام النحر فعليه أن يتصدق به حيا والأفضل أن

لازم ہی کہ بچہ کو بھی ذبح کردی اور اگر بچہ کو ذبح نہ کیا اور ایام نحر گذر گئی تو لازم ہی کہ وہ بچہ جیتا خیرات کردی اور افضل یہ ہی

يذبح أضحيته بيده إن قدر لأنه عبادة فالأولى أن يفعلها بنفسه وإن لم يقدر يأمر غيره ولا يأمر

کہ اپنی قربانی اگر ہو سکی تو اپنی ہاتھ سی ذبح کری کیونکہ ذبح کرنا عبادت ہی تو اولی یہی ہی کہ اپنی ذات سی ادا کری اور اگر نہیں ہو سکتا تو اور کو کہدی اور

الكتابي لأنه قربة وهو ليس من أهلها ولو أمره فذبح يجوز لأنه من أهل الذكوة والقربة يحصل بإنابته و

کتابی شخص کو نہ کہی اسواسطی کہ عبادت ہی اور وہ اس کام کا نہیں ہی اور اگر کتابی سی کہدیا اور اوسنی ذبح کردی تو جائز ہی اسلئی کہ ذبح کتابی کا درست ہی اور عبادت

نيته لكن يكره ويستحب إحداد شفرته قبل الإضجاع ويكره بعده لما روي أنه عليه السلام مر على رجل

ہو جاسکی مگر مکروہ ہی اور چھری کا تیز کرنا پچھاڑنی سی پہلی مستحب ہی اور بعد پچھاڑنی کی مکروہ ہی اسواسطی کہ روایت ہی کہ حضرت علیہ السلام ایک شخص کی پاس جا پہنچی

أضجع شاته وهو يحد شفرته وهي تلحظ إليه ببصرها فقال أتريد أن تميتها موتات هلا حددت

کہ وہ بکری پچھاڑ کر چھری تیز کرتا تھا اور بکری اپنی آنکھوں سی ادہر دیکھتی تھی سو آپ نی فرمایا تو چاہتا کہ اسکو کئی موت سی مار دی پچھاڑنی سی پہلی چھری تیز

شفرتك قبل أن تضجعها ويكره جرها برجلها إلى المذبح وترك التوجه إلى القبلة ويكره النخع وهو الذبح

کیوں نہ کرلی اور قربانی کو ٹانگ پکڑ کر مذبح تک کھینچتی ہوئی لیجانا اور قبلہ کی طرف منہ نکرنا مکروہ ہی اور نخع بھی مکروہ ہی یعنی ایسا سخت ذبح کرنا

الشديد حتى يبلغ النخاع ويكره السلخ قبل أن يسكن عن الاضطراب ويستحب أن يحضر الإنسان أضحيته

کہ نخاع تک نوبت جا پہنچی اور چمڑا اچھیلنا ٹھنڈی ہونی سی پہلی مکروہ ہی اور مستحب ہی کہ آدمی اپنی قربانی کی ذبح ہونی ہوئی

عند الذبح ولو وضع صاحب الشاة يده مع يد القصاب في المذبح حتى يكون ذا لجامع القصاب قال الشيخ الإمام

پاس حاضر رہی اور اگر قربانی کی مالک نی بھی اپنا ہاتھ قصائی کی ساتھ چھری پر رکھ لیا تاکہ قصائی کی ہمراہ ذبح میں شریک ہو جاوی تو شیخ امام محمد

محمد بن الفضل تجب على كل واحد منهما التسمية حتى لو ترك أحدهما لا يحل المذبوح لأن شرط حلة التسمية عليه

بن الفضل کہتی ہیں کہ اون دونو پر تکبیر ذبح کی کہنی واجب ہی یہاں تک کہ اگر دونوں میں سی کوئی ایک تکبیر ترک کریگا تو مذبوح مردار ہوگا اسواسطی کہ شرط حلال ہونی کی

لقوله تعالى وَلَا تَأْكُلُوا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ فالذابح إذا تركها عمدا يكون الذبيحة ميتة لا يحل أكلها ولو

موافق اس آیت کی اوراہمیں سی کہاؤ جسپر نام نہ لیا اللہ کا پھر ذبح کرنیوالا اگر تکبیر عمدا ترک کریگا تو ذبیحہ مردار ہی اوسکا کہانا حلال نہیں ہی اور اگر

ذکر مع اسم اللہ تعالی غیرہ ان کان بالعطف مثل ان یقول بسم اللہ ومحمد رسول اللہ یحرم وان کان بغیر

اللہ تعالی کی نام کی ساتھ اور کچھ بھی کہہ یا اگر عطف کی ساتھ کہا اسطور کہا کہ بسم اللہ ومحمد رسول اللہ تو ذبیحہ مردار ہی اور اگر بغیر

العطف لا یحرم بل یکرہ ویکرہ ایضا ان یدعو بشیء بعد التسمیۃ قبل الذبح مثل ان یقول بسم اللہ اللہم

عطف کی کہا تو حرام نہیں ہی بلکہ کروہ ہی اور یہہ کروہ ہی کہ تسمیہ کی بعد ذبح سی پہلی کچھ اور بات زبان پر لاوی مثلا اون کہی کہ بسم اللہ الٰہی

تقبل منی او من فلان واما بعد الذبح فلا باس بہ لما روی انہ علیہ السلام قال بعد الذبح اللہم تقبل ہذہ

مجھسی اور فلانی سی قبول کرلی پہر ذبح کری ان ذبح کی بعد اسکا کچھ مضائقہ نہیں کیونکہ روایت ہی کہ پیغمبر علیہ السلام نی بعد ذبح کی فرمایا الٰہی یہہ قربانی قبول کرلی

عن امۃ محمد ممن شہد لک بالواحدانیۃ ولی بالبلاغ وما تداولتہ الالسن عند الذبح بسم اللہ واللہ اکبر

محمد کی تمام امت کی طرف سی جو جو تیری وحدانیت کی اور میری تبلیغ کی گواہی دیتی ہین اور ذبح کرتی ہوئی جو زبانوں پر بسم اللہ واللہ اکبر رواج آتا ہی

لکن ذکر فی القنیۃ ان المستحب ان یقول بسم اللہ اللہ اکبر بدون الواو ومع الواو یکرہ ولو ذبح رجل اضحیۃ

قنیہ مین مذکور ہی کہ مستحب یہہ ہی کہ بسم اللہ اللہ اکبر بدون واو کی کہی اور واو کی ساتھ کروہ ہی اور اگر کسی شخص نی غیر کی قربانی

غیرہ بغیر اذنہ یجوز استحسانا ولو کان بین الاثنین شاتان فذبحہما عن نسکہما یجوز ویاکل من لحمہا

بی اجازت ذبح کردی تو استحسانا جایز ہی اور اگر دو آدمیوں میں دو بکریاں مشترک ہوں پہر دونوں نی ملا تعین اپنی اپنی طرف سی ذبح کردین تو جایز ہی اور اوسکا

ویوکل غیرہ من الاغنیاء والفقراء ویہب لمن یشاء ولا یعطی اجر الجزار منہا وندب التصدق بثلثہا وندب ترک

اور اور کو کہلادی غنی ہو یا فقیر اور جسکو چاہی عطا کری اور مزدوری میں قصائی کو اوسمین سی نہ دی اور تہائی کا خیرات کردینا مستحب ہی اور

التصدق ایضا الذی عیال توسعۃ علیہم ویجوز الانتفاع بجلدہا بان یتخذہ جرابا او غربالا او بساطا او

صاحب عیال کسوالی کو خیرات نکرنا بہی مستحب ہی تاکہ عیال پر فراغت ہو جاوی اور اوسکی چمڑی سی بانفع اوٹہانا جایز ہی کہ تہلا یا توبرہ یا ڈول یا بچہونا

غیرہا ولہ ان یبدلہ بما ینتفع بہ مع بقاء عینہ کالخف ونحوہ لا بما ینتفع بہ الا باستہلاک عینہ کالخل

وغیرہ بنالی اور اوسکو جایز ہی کہ اوسکی بدلہ مین ایسی چیز لیلی جس سی نفع ہو دی پہ ذات باقی رہی جیسی موزہ اور مانند اسکی ایسی چیز بدلہ مین نہ لیوی جسی بدون ہلاک کی فایدہ

ونحوہ ولا باس ببیعہ بالدراہم لیتصدق بہا علی الفقراء ولیس لہ ان یبیعہ بالدراہم لینفقہا علی نفسہ وعیالہ

وغیرہ اور اسکا ڈر نہین کہ چمڑہ بیچ کر فقیروں کو خیرات دیدی اور یہہ جایز نہین کہ چمڑا بدلہ دراہم کی بیچ کر اپنی اوپر یا اپنی عیال پر خرچ کری

وان فعل ذلک یتصدق بثمنہ ولو اراد ان یبیع لحمہا لیتصدق بثمنہ لیس لہ فی اللحم الا الاکل والاطعام

اور اگر ایسا کیا تو اوسکا ثمن خیرات کردی اور اگر چاہی کہ گوشت بیچ کر اوسکا ثمن خیرات کردی تو اوسکو گوشت میں اتنا ہی تصرف ہی کہ کہالی اور کسیکو دیدی

لیس علی الرجل ان یضحی عن ولدہ الصغیر فی ظاہر الروایۃ وان کان للصغیر مال قال بعض مشائخنا یضحی عنہ

اور ظاہر روایت مین کسیکا یہہ ذمہ نہین ہی کہ نابالغ اولاد کی طرف سی قربانی کری اگرچہ نابالغ اولاد مالدار ہو ہماری حنفی علما صدقہ فطر پر قیاس کرکہتی ہیں

ابوہ او وصیہ من مال الصغیر عند ابی حنیفۃ قیاسا علی صدقۃ الفطر وقال الامام السرخسی زعم بعض المشائخ

کہ بچہ کا باپ یا وصی صغیر کی مال مین سی امام ابو حنیفہ کی نزدیک قربانی کری اور امام سرخسی کہتی ہین کہ بعضی مشائخ یہہ کہتی ہین

ان علی الاب والوصی ان یضحی من مال الصغیر عند ابی حنیفۃ علی قیاس صدقۃ الفطر والاصح انہ لیس لہ

کہ باپ یا وصی کا ذمہ ہی کہ صغیر کی مال مین سی امام ابو حنیفہ کی نزدیک قربانی کری جیسی صدقہ فطر کا حال ہی اور صحیح مذہب یہہ ہی کہ اوسکو

ان یفعل ذلک وان فعل اخذا بقول بعض المشائخ لا یتصدق بشیء منہ بل یاکل منہ الصغیر وما بقی یبدل

قربانی کرنیکا اختیار نہین ہی اور اگر موافق قول بعضی مشائخ کی قربانی کردی تو اوسمیں سی کچھ خیرات نکری بلکہ اوسمین سی وہ صغیر کہاوی اور بچتی کی بدلہ مین

بما ینتفع بہ الصغیر مع بقاء عینہ کالثوب ونحوہ لا بما لا ینتفع بہ الصغیر الا باستہلاک عینہ کالخبز

صغیر کی واسطی ایسی چیز نفع رسان لیدی کہ جسکی ذات باقی رہی جیسی کپڑا وغیرہ ایسی چیز نہ لیدی جیسی صغیر کو بدون ہلاک ذات کی فائدہ حاصل ہو جیسی روٹی

ونحو

ونحوه وذلك لان الواجب اراقة الدم واما التصدق فتبرع والصبي لا يحتمل التبرع وانما جاز التبديل فيما اساء

وغیرہ اسلئے کہ واجب تو صرف ذبح کرنا ہی ہے خیرات کرنا سو وہ احسان ہی اور صغیر کا مال قابل احسان کی نہیں ہی اور تبدیل اسلئے جائز ہی کہ چمڑہ کو آخر تبدیل کر دیا اور

على المحلل فان الجلد يجوز ان ينتفع به وان يبدل بما ينتفع به مع بقاء عينه لان البدل يكون في حكم المبدل فيكون

کیونکہ چمڑی سی فائدہ لینا بھی جائز ہی و بدل لینا نفع رساں چیز کا بھی جائز ہی پر اسکی ذات باقی رہی کیونکہ بدلہ کا حکم اوسی اصل بدل کی حکم میں ہی

كالانتفاع بعينه فلما كان الحكم في الجلد هذا قيسوا عليه اللحم اذا كان للصبي ضرورة والثالث مما يجب على المكلف

گویا اصل ہی سی نفع پایا چمڑہ کا جو یہ حکم تھا اسی پر گوشت کو قیاس کرلیا ہی اگر صغیر کو کچھ ضرورت ہو اور تیسری شی جو مکلف پر

في هذا العيد تكبير التشريق وانه عند ابي حنيفة يجب على الاحرار المقيمين في الامصار عقيب كل فريضة ادت

اس عید میں واجب ہی وہ تکبیر تشریق ہی سو یہ تکبیریں امام ابوحنیفہ کی نزدیک ان لوگوں پر جو شہروں میں موجود ہوں اور مسافر نہوں یعنی ہر فرض نماز کی جو

بجماعة ولا يجب على اهل القرى ولا على المسافر ولا على العبد ولا على المنفرد ولا على المرأة الا اذا اقتدى هؤلاء بمن يجب

جماعت سی ادا ہووے پیچھی واجب ہیں گاؤں کے لوگوں پر واجب نہیں اور نہ مسافر پر اور نہ غلام پر اور نہ منفرد پر جو اکیلا نماز پڑھتا ہی اور نہ عورت پر ہاں اگر یہ لوگ جنکی

عليه التكبير فيكبرون معه تبعا له الا ان المرأة لا ترفع صوتها لان صوتها عورة وغيرها يجهرون به لان

تکبیریں واجب ہیں اونکی اقتدا کریں تو اوسکی ساتھ یہ تکبیریں کہیں گے مگر عورت پکار کر نہ پڑھی اوسکی آواز کا بھی چھپانا چاہئے اور دوسری لوگ

السنة فيه الجهر ولا مانع ولا يجب عقيب صلوة العيد ولا عقيب الوتر ولا عقيب النوافل لان تلك الصلوات ليست بفريضة ويجب

کہیں اور کا پکار کر پڑھنا سنت ہی اور کوئی مانع بھی نہیں اور عید کی نماز کی پیچھی واجب نہیں ہی اور نہ وتر کی اور نہ نفلوں کی کیونکہ یہ سب نمازیں فرض نہیں اور

عقيب صلوة الجمعة لانها فريضة وعندهما يجب على كل من يصلي المكتوبة ولو كان قرويا او مسافرا او عبدا او منفردا

جمعہ کی پیچھی واجب ہی کیونکہ جمعہ کی نماز فرض ہی اور صاحبین کی نزدیک ہر شخص پر جو نماز فرض ادا کرے واجب ہی گرچہ گاؤں میں ہو یا مسافر ہو یا غلام ہو یا اکیلا پڑھتا

او امرأة وابتداؤه من فجر يوم عرفة الى عصر يوم النحر عند ابي حنيفة فيكون التكبير عقيب ثمان صلوات

یا عورت ہو امام ابوحنیفہ کی نزدیک شروع تکبیروں کا نویں تاریخ کی فجر سی ہی دسویں کی عصر تک سو تمام تکبیریں آٹھ نمازوں کی بعد ہوئیں

وعندهما الى عصر اخر ايام التشريق وهو الثالث عشر من ذي الحجة فيكون التكبير عقيب ثلثة وعشرين

اور صاحبین کی نزدیک آخر ایام تشریق کی عصر تک ہی اور وہ تیرھویں ہی یعنی ذی الحجہ کی تیرھویں تاریخ تک تکبیریں تئیس نمازوں کی بعد ہوئیں

صلوة والعمل في هذا الزمان على قولهما احتياطا في باب العبادات وكيفيته ان يقول مرة واحدة بعد السلام

اس زمانہ میں واسطی احتیاط کی باب عبادات میں صاحبین کی قول پر عمل ہی اور اونکی کیفیت یہ ہی کہ ایک دفعہ سلام کی بعد

بلا فصل الكلام الله اكبر الله اكبر لا اله الا الله والله اكبر الله اكبر ولله الحمد واصله ان ابرهيم النبي عليه السلام

بولنے سی پہلی کہی اور اصل اوس کی یہ ہی کہ ابراہیم نبی علیہ السلام نے

لما اضجع ولده اسمعيل النبي عليه السلام للذبح امر الله تعالى جبرئيل عليه السلام ان يذهب بالفداء فلما جاء

جب اسمعیل نبی علیہ السلام کو واسطی ذبح کرنے کی لٹایا تو اللہ تعالی نے جبرئیل علیہ السلام کو حکم فرمایا کہ فدیہ لیجا جب جبرئیل علیہ السلام

جبرئيل عليه السلام بالقربان خاف ان يعجل ابرهيم عليه السلام فقال الله اكبر الله اكبر فلما سمع ابرهيم النبي عليه السلام

قربانی لیکر آئے تو خوف کیا ایسا ہو کہ ابراہیم علیہ السلام ذبح میں جلدی کر بیٹھیں تو جبرئیل نے اللہ اکبر اللہ اکبر کہا جب ابراہیم علیہ السلام نے

صوت جبرئيل عليه السلام وقع في قلبه انه اتاه بالبشارة فهلل وذكر الله تعالى بالوحدانية والكبرياء وقال

جبرئیل کی آواز سنی تو اونکی دل میں یہ خیال آیا کہ جبرئیل کوئی خوشخبری لائی ہیں سو انہوں نے لا اله الا الله پڑھا اور اللہ کو وحدانیت اور بڑائی سی یاد کیا یہ

لا اله الا الله والله اكبر فلما سمع اسمعيل النبي عليه السلام كلامهما نطق بالفداء فحمد الله تعالى وشكره وقال

کلمات کہی لا اله الا الله والله اکبر جب اسمعیل علیہ السلام نے دونوں کی کلام سنی تو سمجھ گئی کہ فدیہ آیا سو اللہ تعالی کی حمد کی اور شکر بجالائے اور کہا

الله اكبر ولله الحمد فصار ذلك منهم ميراثا لنا في هذه الايام وان نسي الامام التكبير وقام وذهب فلم يخرج

اللہ اکبر اللہ الحمد لیے یہ تکبیر ہوئی میراث ہمکو واسطی آج تک چلی آتی ہی اور اگر امام تکبیر کہنی بہول کر کہڑا ہو کر روانہ ہو تو جبتک مسجد ہی سی باہر نہیں نکلا

من المسجد يعود ويكبر وان خرج لا يعود ولا يكبر بل يكبر القوم وحدهم ومن ترك صلوة في هذه الايام وقضها

تو پہر کر تکبیر کہی اور اگر مسجد سی باہر ہوگیا تو نہ پہری اور نہ تکبیر کہی بلکہ مقتدی تنہا کہلیں اور اگر کوئی شخص ان دنوں میں نماز ترک کر کے پہر انہیں دنوں میں قضا کری

فيها يكبر ولو تركها في غيرها وقضها فيها او تركها فيها وقضها في غيرها لا يكبر وكذا لو تركها فيها وقضها فيها في

تو تکبیر کہی اور اگر کبہی کی نماز رہی ہوئی ان دنوں میں قضا کری یا ان دنوں کی نماز رہی ہوئی اور دنوں میں قضا کری تو تکبیر نہ کہی اور ایسی ہی اگر ان دنوں کی نماز رہی ہوئی اگلی سال کی

عام اخر لا يكبر ومن احدث عمدا يسقط عنه التكبير ومن سبقه الحدث يكبر بلا وضوء ولو اجتمع سجود

ایام تشریق میں قضا کری تو تکبیر نہ کہی اور جسنی قصدا وضو توڑ دیا تو تکبیر اوس سی نہیں رہتی اور جسکا وضو بی اختیار ٹوٹ گیا تو وہ بی وضو تکبیر کہی اور اگر سجدہ سہو کا

السهو والتكبير والتلبية يبدا بسجود السهو لانه يودى في تحريمة الصلوة ثم بالتكبير لانه يؤدى بعد الصلوة

اور تکبیر تشریق اور تلبیہ جمع ہو جاوین تو پہلی سجدہ سہو کا ادا کری کیونکہ سجدہ سہو نماز کی اندر ادا ہوتا ہی پہر تکبیر کہی کیونکہ تکبیر نماز کی بعد متصلا ادا ہوتی ہی

متصلا بها ثم بالتلبية لانها يؤدى خارج الصلوة من كل وجه ولو قدم التكبير يسجد لانه لا ينافي الصلوة ولو

پہر تلبیہ کہی کیونکہ تلبیہ ہر صورت نماز سی باہر ادا ہوتا ہی اور اگر اسی تکبیر پہلی ادا کر دی تو سجدہ کر لی کیونکہ تکبیر نماز کی منافی نہیں ہی اور اگر

قدم التلبية يسقط التكبير والسجود لانها كلام فيقطع الوصل والمسبوق يكبر عقيب قضاء ما فاته لا مع الامام

تلبیہ مقدم کیا تو تکبیر اور سجدہ دونو ساقط ہو جاتی ہیں کیونکہ تلبیہ کلام ہی نماز تمام ہو جاتی ہی وصل کو قطع کر دیتا ہی اور مسبوق اپنی نماز فوت کی ہوئی پوری کر کر تکبیر کہی امام کی ساتھ نہ کہی

فانه وان كان يتابع الامام في سجود السهو الا انه لا يتابعه في التكبير والمتطوع اذا اقتدى بالمفترض في ايام

کیونکہ مسبوق اگرچہ سجدہ سہو میں امام کا تابع ہی پر تکبیر میں امام کا تابع نہیں ہی اور نفلیں پڑھنی والا اگر تکبیر کی دنوں میں فرض پڑھنی والی کا مقتدی ہو جاوی

التكبير يكبر معه تبعا له والرابع مما يجب على المكلف في هذا العيد الصلوة وقبل الصلوة يستحب للرجل السواك

تو امام کا تابع ہو کر تکبیر کہی چوتہی جو امر اس عید میں مکلف پر واجب ہی وہ نماز دوگانہ ہی اور نماز سی پہلی مرد کو مستحب ہی مسواک کرے

والاغتسال والتطيب ولبس احسن الثياب المباحة بان يكون جديدا او غسيلا لا حريرا فانه حرام على الرجال

نہانا خوشبو لگانی اچہی کپڑی مباح پہنی نئی ہوں یا دہوئی ہوئی ہوں حریر نہو کیونکہ حریر مردوں کو

حتى الصبيان الا ان الاثم على من البسهم وصلوة الغداة في مسجد حيه والتبكير وهو سرعة الانتباه والابتكار

بچوں تک حرام ہی پر گناہ اوسکو ہوتا ہی جو بچوں کو حریر پہنا دی اور اشراق کی نماز محلہ کی مسجد میں اور تبکیر یعنی صبحدم جلد تیار ہو جانا اور معنی ابتکار کی

وهو المسارعة الى المصلى والتوجه اليه ماشيا والرجوع من طريق اخر ثم الخروج الى المصلى سنة وان وسعهم

جلد ہی عیدگاہ کی طرف متوجہ ہو کر پیادہ پا جانا اور دوسری رستہ سی پہر آنا پہر عیدگاہ میں جانا مسنون ہی اگرچہ جامع مسجد میں

الجامع لكن الامام يستخلف من يصلي في المصر بالضعفاء والمرضى بناء على ان صلوة العيد في الموضعين جائزة

اتنی گنجایش ہو لیکن امام کسیکو اپنا خلیفہ کر دی جو شہر کی اندر ناتوانوں اور بیماروں کو نماز پڑہادی اسلئی کہ عید کی نماز دو جگہ بالاتفاق جائز ہی

بالاتفاق بخلاف الجمعة فانها جامعة للجماعات والتفرق ينافيه ويستحب في هذا العيد تاخير الاكل حتى

برخلاف جمعہ کی کیونکہ جمعہ جماعات کو جمع کرتا ہی اور تفریق اسکی منافی ہی اور اس عید میں کہانی میں دیر کرنی تاکہ عید کی نماز پڑہ لیں

يصلي صلوة العيد قيل هذا في حق من يضحي لياكل من اضحيته اولا لان السنة ان ياكل من كبدها اولا واما

مستحب ہی بعضی کہتی ہیں یہہ تاخیر قربانی کرنیوالی کی لئی ہی تاکہ پہلی اپنی قربانی میں سی کہاوی کیونکہ مسنون ہی کہ پہلی قربانی کی کلیجی کہاوی اور اوروں کی

في حق غيره فلا والاول اصح لما روى ان الصحابة كانوا يمنعون صبيانهم عن الاكل واطفالهم عن الرضاع الى الصلوة

حق میں نہیں چاہئی اول روایت صحیح ہی کیونکہ روایت ہی کہ صحابہ اپنی بچوں کو کہانی سی منع کیا کرتی تہی اور چہوٹی بچوں کو نماز ادا کرنی تک دودہ پینی سی روکتی

ويستحب في هذا العيد ايضا التكبير جهرا في طريق المصلى بالاتفاق لا على هيئة الاجتماع والاتفاق في الصوت
اور اس عید میں یہ بھی بالاتفاق مستحب ہے کہ عیدگاہ کی رستہ میں تکبیر بلند آواز سے کہتا جاوے پر سب کو ملکر اور ایک آواز بنا کر راگنی کی

ومراعاة الانغام فان ذلك كله حرام بل يكبر كل احد بنفسه واذا بلغ الى المصلى يقطع التكبير وروي عن ابي
تال سم پر نہیں چاہیے کیونکہ یہہ سب حرام ہے بلکہ ہر ایک جدا جدا تکبیر پڑھے اور جب عیدگاہ میں جا پہنچے تو تکبیر موقوف کرے اور ابو موسی

موسى الرضا انه كان يكبر في كل عشر خطوات مرة حتى يبلغ الجبانة ولو توجه الرستاقي الى المصلى ليلا
رضا سے روایت ہے کہ وہ دس دس قدم کی فاصلہ سے ایکبار تکبیر پڑھتے ہوئے عیدگاہ تک چلی جاتی تھے اور اگر کوئی گرد نواح کا رہنے والا رات کو

من فرسخ ونحوه يبدأ بالتكبير اذا طلع الفجر ثم اذا دخل وقت الصلوة وخرج وقت الكراهة بارتفاع الشمس
کوس بھر کی فاصلہ سے عیدگاہ میں آجاوے تو صبح ہوتی ہی تکبیر پڑھنی شروع کرے پھر جب نماز کا وقت آجاوے اور آفتاب بلند ہونے سے وقت مکروہ گذر جاوے

يصلي الامام بالناس ركعتين بلا اذان ولا اقامة يكبر اولا للافتتاح ثم يضع يديه تحت سرته ويثني ثم يكبر
تو امام لوگوں کی ساتھ دو رکعت بدون اذان اور اقامت کی پڑھے پہلی تکبیر تحریمہ کہے پھر دونوں ہاتھ ناف کی نیچے باندھ لے پھر سبحانک اللہم پڑھے پھر تین بار

ثلث تكبيرات يفصل بين كل تكبيرتين بقدر ثلث تسبيحات لانها تقام بجمع عظيم بالموالاة يشتبه على من كان
تکبیر کہے ہر ہر تکبیر کی بیچمیں بقدر تین تین تسبیح کی فرق رکھے اسواسطے کہ بڑی انبوہ میں اتفاق ہوتا ہے پے در پے بلا فاصلہ کہنے میں دور کی آدمیوں کو شاید سنائی

بعيدا ويرفع يديه عند كل واحدة من تلك التكبيرات الثلث ويرسلهما في اثنائهن ثم يضعهما تحت سرته
نہ دے اور اپنی دونوں ہاتھ ہر ہر تکبیر کی ساتھ تینوں دفعہ کان تک اوٹھاوے اور بیچمیں دونوں ہاتھ چھوڑے رکھے پھر دونوں ہاتھ بعد تین بار کی ناف کی نیچے

بعد الثالثة ويتعوذ ويسمي ثم يقرأ الفاتحة وسورة ثم يكبر ويركع واذا قام الى الركعة الثانية يبدأ بالقراءة ثم
اور اعوذ باللہ پڑھے اور بسم اللہ پڑھ کر سورہ فاتحہ اور ایک اور کوئی سورۃ پڑھے پھر اللہ اکبر کہہ کر رکوع کرے پھر جب دوسری رکعت کی واسطے کھڑا ہو تو قرارت قرآن

يكبر بعدها ثلثا يفصل بينهن بقدر ما ذكرنا ويرفع يديه ويرسلهما عند كل تكبيرة وليس هناك وضع ثم
بعد قرارت کی تین بار تکبیر کہے اور ان کی بیچمیں اوسیقدر فاصلہ رکھے جواب ذکر کیا ہے اور دونوں ہاتھ اوٹھاوے اور ہر تکبیر پر چھوڑے رکھے اسوقت ہاتھ کا باندھنا ثابت نہیں ہے پھر

يكبر ويركع فيكون تكبيرات الركعتين تسعا ثلث منها اصليات تكبيرة الافتتاح والتكبيرتان للركوع وست
تکبیر کہہ کر رکوع کرے اب تکبیریں دونوں رکعت کی نو ہوگئیں تین تو انمیں سے اصلی ہیں یعنی تکبیر تحریمہ اور دونوں تکبیریں دونوں رکوع کی اور چھہ تکبیریں زائد ہیں

زوائد ثلث في الركعة الاولى قبل القراءة وثلث في الركعة الثانية بعد القراءة ولو نسيت التكبير في الركعة
تین پہلی رکعت میں قرارت سے پہلی اور تین دوسری رکعت میں قرارت کی پیچھے اور اگر پہلی رکعت میں تکبیر کہنی بھول گیا اتنا کہ

الاولى حتى قرأ بعض الفاتحة او كلها ثم يكبر ويعيد الفاتحة وان تذكر بعد قراءة الفاتحة والسورة
تھوڑی سی یا تمام سورہ فاتحہ پڑھ لی تو اب تکبیر کہہ کر سورہ فاتحہ کو دوبارہ پڑھے اور سورہ فاتحہ اور دوسری سورۃ پڑھ کر یاد آوے تو صرف تکبیر کہے

يكبر ولا يعيد القراءة لانها تمت وبعد التمام لا تقبل النقض بالاعادة بخلاف الوجه الاول والثاني فانها لم تتم
قرارت کو نہ ہٹاوے اسواسطے کہ قرارت پوری ہوگئی اور پوری ہونے کی بعد ہٹانے سے نقض نہیں ہوسکتا برخلاف پہلی صورت اور دوسری صورت کی کیونکہ قرارت

فيها فصار كانه لم يشرع فيها فيعيدها رعاية للترتيب ثم يخطب بعد الصلوة خطبتين يبدأ فيهما بالتكبير ويفصل
سو یہہ ایسا ہے گویا قرارت ابھی شروع نہیں ہوئی اب واسطے رعایت ترتیب کی قرارت کو ہٹاوے پھر امام نماز کی بعد دو خطبہ پڑھے دونوں خطبہ تکبیر سے شروع کرے اور دونوں

بينهما بجلسة خفيفة مقدارها ان يستقر كل عضو منه في موضعه والخطبة في العيدين سنة ويسن
خطبوں میں اتنی دیر جلسہ خفیف کرے کہ تمام جوڑ توڑ بدن کی اپنی اپنی جگہ درست ہوجاویں اور خطبہ دونوں عیدوں میں سنت ہے اور اس خطبہ میں

فيها ما يسن في خطبة الجمعة ويكره فيها ما يكره فيها ويعلم في هذا العيد احكام الاضحية وتكبير التشريق ومن
وہ ہی امر مسنون ہے جو جمعہ کی خطبہ میں مسنون ہے اور اسمیں وہ ہی امر مکروہ ہے جو جمعہ کی خطبہ میں مکروہ ہے اس عید میں احکام اور مسائل قربانی اور تکبیرات تشریق کی

لا يدرك صلوة العيد مع الامام لا يقضيها ومن ادرك الامام في الركوع يكبر للافتتاح قائما لان تكبيرة الافتتاح
عید کی نماز امام کی ساتھ اتہہ نہ آوی تو وہ اسپر قضا نہین ہی اور جسنی امام کو رکوع مین پایا تو اول کہڑی ہوی تکبیر تحریمہ کہی اسواسطی کہ تکبیر تحریمہ
شرع في القيام المحض ثم للعيد ان ظن انه يدرك الامام في الركوع لان المحل الاصلي لتكبيرات العيد القيام
صرف حالت قیام مین جایز ہی پہر عید کی تکبیرین کہی اگر یہہ معلوم ہوتا ہو کہ تکبیرین عید کی کہکر امام کو رکوع مین جا لونگا اسلئی کہ اصلی جگہہ عید کی تکبیرونکی صرف
المحض وان خاف فوت الركوع يكبر للركوع ويركع ثم يكبر تكبيرات العيد في الركوع لانها واجبة والاشتغال
قیام ہی ہی اور اگر یہہ خوف ہو کہ تکبیرین کہنی مین رکوع امام کی ساتہہ فوت ہوگا تو بعد تکبیر تحریمہ کی تکبیر رکوع کی کہکر رکوع مین چلا جاوی پہر رکوع مین تکبیرین عید کی لوکہ
بها اولى ويترك تسبيحات الركوع لكونها سنة ولا يرفع يديه في الركوع لان الرفع سنة ووضع الكف على الركبة
اولی ہی اور تسبیحات رکوع کی ترک کردی اسواسطی کہ سنت ہین اور رکوع مین رفع یدین بہی موقوف رکہی اسواسطی کہ رفع یدین سنت ہی اور ہاتہون کا گہٹنون پر رکہنا بہی
سنة ايضا ولا وجه لاتيان سنة فيه ترك سنة اخرى واذا رفع الامام راسه يسقط ما بقي من التكبيرات
سنت ہی اسکی کوئی وجہ نہین کہ ایک سنت کو اپنی موقع سی چہوڑکر دوسری سنت اداکری اور جب امام رکوع سی سر اوٹہادی تو پہر اوسکی ذمہ سی جو تکبیر عید کی باقی ہو ساقط ہو
فلا يتمها في الركوع ولا في القومة بل يسارع في متابعة الامام لانها فرض فلا يترك للواجب ولو ادرك الامام
ایسی تکبیر کو نہ رکوع مین پوری کری اور نہ قومہ مین بلکہ امام کی متابعت مین جلد رکوع سی کہڑا ہو جاوی کیونکہ متابعت فرض ہی سو واجب کی واسطی ترک نہین ہوسکتی اور امام کو
في القومة لا يكبر فيها لانه يقضي تلك الركعة مع التكبيرات ومن فاتته ركعة واحدة اذا قام الى قضاء
قومہ مین پایا تو قومہ مین تکبیر عید کی نہ کہی کیونکہ رکعت معہ تکبیرات قضا کرنی ذمہ ہی اور جسکی ایک رکعت فوت ہو جاوی تو جب فائتہ کو قضا کرنی کہڑا ہو
ما سبق يبدأ بالقراءة ثم يكبر بعدها تكبيرات العيد ويركع ولو ادرك الامام في التشهد او بعد السلام في
تو اول قرارت شروع کری پہر بعد قرارت کی تکبیرین عید کی اداکری پہر رکوع کری اور اگر امام کو التحیات مین پایا یا سلام کی بعد
سجود السهو فانه يقوم ويصلي ويأتي بالتكبيرات في محلها ويستحب تعجيل الصلوة في هذا العيد وتأخيرها
سہو کی سجدہ مین پایا تو اب یہہ کہڑا ہو کر نماز بدستور پڑہی اور تکبیرین عید کی اپنی مکان پر کہی اور اس عید مین نماز کی تعجیل اور عید الفطر مین تاخیر مستحب ہی
في عيد الفطر وفي القنية تقدم صلوة العيد على صلوة الجنازة اذا اجتمعتا وصلوة الجنازة على الخطبة
اور قنیہ مین ہی کہ عید کی نماز جنازہ کی نماز سی پہلی اداکرین اگر دونو جمع ہو جاوین اور نماز جنازہ خطبہ سی پہلی اداکرین
وفي البزازية ان اجتمع العيد والكسوف يقدم العيد لانه واجب كما تقدم على الجنازة لكون وجوبه
اور بزازیہ مین ہی اگر نماز عید اور نماز کسوف جمع ہو جاوین تو عید کی نماز پہلی پڑہین کیونکہ واجب ہی جیسی نماز جنازہ پر مقدم ہی اسواسطی کہ عید کی نماز واجب
عينا ووجوب الجنازة كفاية ويكره التنفل في المصلى قبل صلوة العيد وبعدها للامام وغيره وان وقع
عینی ہی اور جنازہ کی نماز واجب کفایہ ہی اور عیدگاہ مین جاکر عید کی نماز سی پہلی نفلین پڑہنی مکروہ ہین اور بعد نماز عید کی امام وغیرہ خواص کو مکروہ ہی اور اگر
في هذا العيد عذر يمنع من صلوة العيد تصلي من الغد وبعد الغد ولا تصلي بعد ذلك لانها موقتة
اس عید مین کوئی عذر عید کی نماز سی روک دی تو اگلی دن گیارہوین کو پڑہین اور اوس سی اگلی دن بارہوین کو پہر بارہوین کی بعد نہ پڑہین کیونکہ اسکا وقت
بوقت الاضحية فتجوز ما دام وقتها باقيا ولا تجوز بعد خروج وقتها ثم العذر ههنا ليس لنفي الجواز بل لنفي الكراهة
وہ ہی اضحیہ کا وقت ہی سو جب تک ہی جایز ہی کہ قربانی کا وقت باقی ہو پہر قربانیکا وقت نکلی پیچہی جایز نہین پہر اس عید مین عذر کا ہونا واسطی نفی جواز کی نہین ہی بلکہ واسطی
حتى لو كان تاخيرها الى الغد او بعد الغد بغير عذر يجوز الصلوة لكن يلزم الاساءة بخلاف الفطر فان العذر
یہانتک کہ اگر تاخیر اگلی دن تک اور اگلی سی اگلی دن تک بی عذر ہو تو بہی جایز ہی لیکن برائی لازم آتی ہی برخلاف عید الفطر کی کیونکہ اوسمین عذر
فيه لنفي الجواز حتى لو كان تاخيرها الى الغد بغير عذر لا يصح يسرنا الله تعالى عملا موافقا لرضائه بلطفه و
واسطی نفی جواز کی ہی یہان تک کہ اگر اس نماز مین تاخیر اگلی دن تک بی عذر ہو تو صحیح نہین ہی الہی ہمکو آسان کر اعمال موافق اپنی رضا کی اپنی لطف اور

وكرمه المجلس السادس والثلثون في بيان فضيلة شهر الله المحرم وصوم يوم عاشوراء

اور کرم سے چھتیسویں مجلس ماہ اللہ محرم اور صوم عاشوراء کی روزہ کی فضیلت میں

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم افضل الصيام بعد رمضان شهر الله المحرم هذا الحديث من صحاح المصابيح

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا افضل روزے بعد ماہ رمضان کے ماہ اللہ محرم کے ہیں یہ حدیث مصابیح کی صحیح حدیثوں میں سے ہے

رواه ابو هريرة واضاف الشهر الى الله تعالى لتعظيم شان الشهر والمضاف محذوف وتقديره ان افضل الصيام بعد صيام رمضان صيام

ابوہریرہ کی روایت سے اور مہینے کی اضافت اللہ کی طرف واسطے تعظیم مہینے کی ہے اور مضاف محذوف ہے اصل میں عبارت یوں ہے افضل روزے بعد روزوں رمضان کے

شهر الله المحرم وهو صريح في ان افضل ما تطوع به من الصيام بعد رمضان شهر الله المحرم لكن يحتمل ان يراد به انه افضل

کے روزے ماہ اللہ محرم کے ہیں اس عبارت سے صاف یہ معلوم ہوتا ہے کہ افضل نفل روزے بعد رمضان کے ماہ اللہ محرم کے ہیں لیکن یہ بھی احتمال ہے کہ اس سے یہ مراد ہو کہ افضل

شهر تطوع بصيامه كاملا بعد رمضان واما التطوع ببعض الشهر فقد يكون غيره افضل منه كصيام يوم عرفة او عشر

مہینا جسکے پورے روزے نفل رکھے جاویں بعد رمضان کے محرم ہے اور نفل روزے تھوڑے بعضے دنوں کے محرم سے افضل ہوویں جیسے روزہ روز عرفہ کا یا دس روز

ذي الحجة او ستة شوال او نحو ذلك ويشهد لهذا ما روى عن علي ان رجلا اتى النبي صلى الله عليه وسلم فقال يا رسول الله

ذی الحجہ کے یا چھ روزے شوال کے یا مانند اسکے اور اسکی شاہد وہ روایت علی رضی اللہ عنہ سے ہے کہ ایک شخص نبی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوکر پوچھا یا رسول اللہ

اخبرني بشهر اصومه بعد رمضان فقال له النبي عليه السلام ان كنت صائما شهرا بعد رمضان فصم المحرم فانه

بتلا دیجیے بعد رمضان کے کس مہینے میں روزے رکھوں آپ نے فرمایا اگر تو تمام مہینے کی روزے بعد رمضان کی رکھا چاہتا ہے تو محرم میں رکھ کیونکہ وہ

شهر الله فيه يوم تاب الله فيه على قوم ويتوب على آخرين لكن قد كان النبي عليه السلام يصوم شهر شعبان

مہینا اللہ کا ہے اس میں ایک ایسا دن ہے جس میں اللہ تعالی نے ایک قوم کی خطا معاف کی اور اوروں کی خطا معاف کریگا لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم ماہ شعبان میں روزے رکھتے تھے

ولم ينقل عنه انه كان يصوم المحرم وانما كان يصوم منه يوم عاشوراء وقوله عليه السلام في حديث ابن عباس

اور کسی نے نہیں کہا کہ محرم میں روزے رکھتے تھے محرم میں صرف یوم عاشورا کا روزہ رکھتے تھے اور آپ کا ارشاد ابن عباس کی حدیث میں

ان بقيت الى قابل لاصومن التاسع يدل على انه عليه السلام كان لا يصوم التاسع لكن روى انه عليه السلام امر

اگر میں اگلے سال تک جیتا رہا تو البتہ نویں تاریخ روزہ رکھونگا اس سے ثابت ہے کہ نویں تاریخ میں روزہ نہیں رکھتے تھے لیکن روایت ہے کہ آپ نے ایک شخص کو فرمایا

رجلا ان يصوم الاشهر الحرم وافضل صيام الاشهر الحرم صيام شهر الله المحرم وافضل شهر الله المحرم عشرة الاول

کہ اشہر حرم میں روزے رکھے اور اشہر حرم میں سے افضل روزے ماہ اللہ محرم کے ہیں اور ماہ اللہ محرم میں سے افضل روزے پہلی دہی کے ہیں

فلما كان هذا الشهر من بين الشهور مضافا الى الله تعالى ناسب ان يخص بعمل مضاف الى الله تعالى وهو الصوم

اور جب یہ مہینا مہینوں میں سے اللہ کی طرف مضاف ہے تو مناسب یوں ہے کہ اس مہینے میں عمل بھی ایسا ہو جو اللہ کی طرف مضاف ہو سو روزہ عمل ویسا ہی

فان الصوم سر بين العبد وربه يفعله خالصا لوجهه طالبا لرضائه ولا يطلع عليه غيره لكونه نية وامساكا

کیونکہ روزہ بندے میں اور اسکے رب میں بھید ہوتا ہے کہ صرف واسطے خدا کی اسکی رضامندی کی لیے رکھتا ہے اور سوا اللہ تعالی کی کوئی اوس سے خبردار نہیں ہوتا کیونکہ روزہ نیت

حتى قيل ان الحفظة لا تطلع عليه ولا تكتبه بخلاف سائر العبادات فانها مما يطلع غيره تعالى فلكونه هو العالم به

یہاں تک کہا گیا ہے کہ کرام کاتبین کو خبر نہیں ہوتی اور نہ وہ لکھتے ہیں برخلاف تمام اور عبادات کی کہ وہ سوا اللہ تعالی اوروں کو بھی معلوم ہوتی ہیں اور اسی لیے کہ روزہ کا اللہ

دون غيره خصه بذاته وتولى جزاءه بنفسه ولم يكله الى غيره كما روى عن ابي هريرة انه عليه السلام قال كل عمل ابن

اوروں کو نہیں ہوتا اللہ تعالی نے اوسکو اپنی ذات سے خاص کیا اور روزے دار کی جزا اپنے ذمہ لی اور غیر کے حوالے نہ کیا جیسا کہ ابوہریرہ سے روایت ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی کا

آدم يضاعف الحسنة بعشر امثالها الى سبعمائة ضعف قال الله تعالى الا الصوم فانه لي وانا اجزي به

ہر نیک عمل کا ثواب دس گونہ بڑھتا ہے سات سو گونہ تک اللہ تعالی فرماتا ہے سوا روزہ کی کہ روزہ میرے لیے ہے میں ہی اسکی جزا دونگا

يدع شهوته وطعامه وشرابه من اجلي والمعنى ان كل طاعة وخيرا ذا لم يكن رياء فاقل ما يعطى لصاحبه من الاجر

میری لئی اپنی شہوت کہانا پیاس چہوڑ دیتا ہی یعنی ہر طاعت اور نیک عمل جسمین ریا نہو تو کم سی کم بدلا اوسکا ثواب دس گونہ ہی

عشرة لقوله تعالى مَن جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ أَمْثَالِهَا وقد يزاد الى سبعمائة واكثر لقوله تعالى مَثَلُ الَّذِينَ

واسطی فرمانی اللہ تعالی کی جو کوئی لایا نیکی اوسکو ہی اوسکی دس برابر اور کبہی سات سو گونہ اور اس سی زیادہ ہوجاتا ہی واسطی قول اللہ تعالی کی مثال اونکی

يُنفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ أَنبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِي كُلِّ سُنبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ وَاللَّهُ يُضَاعِفُ

جو خرچ کرتی ہین اپنی مال اللہ کی راہ مین جیسی ایک دانہ اوس سی اوگین سات بالین ہر بال مین سو سو دانہ اور اللہ بڑہاتا ہی

لِمَن يَشَاءُ واما الصوم فثوابه بغير حساب لانه لا يتاتى الا بالصبر وقد قال الله تعالى إِنَّمَا يُوَفَّى الصَّابِرُونَ أَجْرَهُم

جسکی واسطی چاہتا ہی اور روزہ کا ثواب بی حساب ہی کیونکہ بدون صبر کی ادا نہیں ہو سکتا اور اللہ تعالی فرماتا ہی صبر کرنیوالون ہی کو ملتا ہی اونکا نیگ

بِغَيْرِ حِسَابٍ ثم الصبر وان كان يوجد في غير الصوم من العبادات لكن وجوده في غيره ليس كوجوده فيه لانه ثلثة

ان گنت پہر صبر اگرچہ سوا روزہ کی تمام عبادات مین بہی ہوتا ہی پر صبر اور عبادات مین اتنا نہین ہوتا جتنا روزہ مین ہوتا ہی

انواع صبر على طاعة الله تعالى وصبر عن محارم الله تعالى وصبر على الالام والشدائد وكلها يوجد في الصوم اذ

قسم پر ہوتا ہی صبر طاعت الہی پر اور صبر اللہ تعالی کی محرمات سی اور صبر رنج اور سختیون پر اور یہہ تینون صبر روزہ مین موجود ہوتی ہین

فيه صبر على ما وجب على الصائم من الطاعات وصبر عما حرم عليه من الشهوات وصبر عما يصيبه من الم الجوع

کیونکہ روزہ مین طاعت پر صبر ہی جو روزہ دار پر واجب ہوتی ہی اور شہوات سی صبر ہی جو روزہ دار پر حرام ہو گئی ہین اور بہوک کی تکلیف پر

وحرارة العطش وضعف البدن فانه يعرض بدنه النحول والنقصان الذي يفضي الى الهلاك طلبا لرضائه ثم

اور پیاس کی گرمی پر صبر ہی اور بدن کی سستی پر کیونکہ روزہ دار کی بدن مین لاغری اور نقصان ایسا آجاتا ہی کہ جسمین ہلاک ہو جاوی بسبب اللہ تعالی کی رضامندی کی

اشير اليه حيث قيل يدع شهوته وطعامه وشرابه لاجلي بخلاف سائر الطاعات ثم انه بسبب منع نفسه عن

اسی طرف اشارہ ہی یہہ جو کہا ہی کہ روزہ دار اپنی شہوت کہانا پینا میری لئی چہوڑ دیتا ہی برخلاف اور طاعات کی پہر روزہ دار اپنی نفس کو کہانی

الاكل والشرب والجماع يصير متخلقا باخلاق الله تعالى لكونه منزها عن هذه الاشياء فلما كان في الصوم

اور پینی اور جماع سی بند کرکر گویا صفات الہی پیدا کر لیتا ہی کیونکہ اللہ تعالی ان تمام صفات سی پاک و صاف ہی پس یہہ اوصاف جو روزہ مین ہوئی

هذه المعاني خصه الله تعالى بذاته وتولى جزاءه بنفسه ولم يكله الى غيره والكريم اذا اخبر انه يتولى الجزاء

اسی نظر سی اللہ تعالی نی روزہ دار کو اپنی ذات پاک سی خاص کیا اور روزہ دار اوسکی ثواب کا آپ ہی والی ہوا دوسری حوالہ نہیں کیا اور ذات کریم جو یہہ خبر دی کہ مین آپ اوسکی عوض کا

بنفسه يقتضي ان يكون ذلك الجزاء في غاية العظمة ونهاية الكثرة بحيث لا يكون له حد ولا عد وقد روي

تو ضرور ہی کہ وہ عوض بہت ہی بڑا اور نہایت کثرت سی ہو کہ اوسکی نہ کچہہ حد ہو اور نہ کچہہ شمار اور

عن ابي امامة الباهلي انه عليه السلام قال من صام يوما في سبيل الله جعل الله بينه وبين النار خندقا كما بين

ابو امامہ باہلی سی روایت ہی کہ پیغمبر علیہ السلام نی فرمایا جسنی ایکدن روزہ واسطی اللہ کی رکہا تو اللہ تعالی درمیان اوسکی اور دوزخ کی ایک خندق ایسی حایل کریگا

السماء والارض وفي حديث اخر رواه ابو سعيد الخدري انه عليه السلام قال من صام يوما في سبيل الله بعد الله وجهه

اور زمین کی ہی اور ایک اور حدیث مین ہی ابو سعید خدری کی روایت ہی کہ پیغمبر علیہ السلام نی فرمایا جسنی ایکروز واسطی اللہ کی روزہ رکہا تو اللہ تعالی اوسکا منہہ

عن النار سبعين خريفا ومعنى الحديث ان من صام يوما لوجهه ورضائه ينجيه الله تعالى من النار عبر عن التنجية

دوزخ سی ستر خریف دور رکہیگا اور معنی حدیث کی یہہ ہین کہ جسنی ایکروز صرف واسطی رضامندی الہی کی روزہ رکہا تو اللہ تعالی اوسکو دوزخ سی نجات دیگا نجات کو

بطريق التمثيل ليكون ابلغ لان من كان بعيدا عن شيء بهذا المقدار لا يصل اليه البتة والمراد بالخريف السنة

بطور تمثیل واسطی مبالغہ کی اس عبارت سی بیان کیا اسواسطی کہ جو شخص کسی شی اتنی دور ہو جاوی تو وہ شی اوس تک ہرگز نہ پہنچی گی اور خریف سی مراد سال ہی

ذکر

ذکر الجزء وارید الکل وانما عبر بہ عنہا دون غیرہ من الفصول لکونہ وقت بلوغ الثمار وسعۃ العیش وروی عن
جز کا ذکر کرکی کل مراد لیا ہی اور خریف خاص کرکی بیان اور فصول کی اسواسطی ذکر کیا کہ یہہ وقت میوون کی پختگی اور عیش کی فراخی کا ہی اور ابوہریرہ
ابی ہریرۃ انہ علیہ السلام قال للصائم فرحتان فرحۃ عند فطرہ وفرحۃ عند لقاء ربہ ومعنی ہذا الحدیث
سی روایت ہی کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نی فرمایا روزہ دار کو دو خوشیان ہوتی ہین ایک خوشی روزہ افطار کرتی ہوئی اور ایک خوشی رب کی ملاقات کی وقت اور اس حدیث کی معنی ہیں
ان للصائم سرورا مرتین علی ان الفرحۃ مرۃ من الفرح وہو السرور واما سرورہ عند لقاء ربہ فیما یجدہ من ثواب الصوم
کہ روزہ دار کو دوبار سرور ہوتا ہی اسواسطی کہ فرحۃ کا لفظ مرت کی واسطی فرح سی مشتق ہوا ہی اور فرح کی معنی سرور کی ہین اب سرور روزہ دار کا رب کی ملاقات پر تو اسلئی کہ روزہ کا اجر
مدخرا عند اللہ تعالی فان من ترک للہ تعالی طعامہ وشرابہ وشہوتہ یعوضہ اللہ تعالی خیرا من ذلک کما قال اللہ تعالی
اللہ تعالی کی ہان یکبارہ ذخیرہ کیا ہوا پاویگا کیونکہ جو شخص اللہ کی واسطی اپنا کہانا پینا شہوت بند رکہیگا تو اللہ تعالی اوسکو عوض اوس سی بہتر عطا فرماویگا چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہی
وَمَا تُقَدِّمُوا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ هُوَ خَيْرًا وَّ اَعْظَمَ اَجْرًا وقال النبی علیہ السلام لرجل انک
اور جو آگی بہیجوگی اپنی واسطی کوئی نیکی اوسکو پاوگی اللہ کی پاس بہتر اور ثواب مین زیادہ اور نبی علیہ السلام نی کسی شخص سی فرمایا
لن تدع شیئا اتقاء للہ تعالی الا اتاک اللہ خیرا منہ وروی ان الصائمین یوضع لہم یوم القیمۃ مائدۃ تحت العرش
تو جب کسی منکر کو خدا کی خوف کا مارا ترک کریگا تب ہی اللہ تعالی تجہکو اوس سی بہتر عنایت کریگا اور روایت ہی کہ روزہ دارون کی واسطی قیامت کی روز عرش کی سایہ مین گا ایک دسترخوان رکہا جاویگا
یاکلون علیہا والناس فی الحساب فیقول الناس ہؤلاء یاکلون ونحن فی الحساب فیقال لہم انہم کانوا یصومون وانتم تفطرون
اوسپر بیٹہی کہاوینگی باقی لوگ ابہی حساب مین ہونگی سو وہ لوگ کہینگی یہہ کون لوگ مین کہ بیٹہی کہاتی ہین اور ہم حساب مین گرفتار ہین سو جواب ملیگا یہہ لوگ روزہ رکہتی تہی اور تم روزہ خورتہی
وفی الصحیحین انہ علیہ السلام قال ان فی الجنۃ بابا یقال لہ ریان لا یدخل منہ الا الصائمون والمراد بالصائمین
اور صحیح بخاری اور مسلم مین ہی کہ پیغمبر علیہ السلام نی فرمایا کہ جنت کا ایک دروازہ ہی اوسکو ریان کہتی ہین اوس دروازہ سی صرف روزہ دارونکا داخل ہونگی اور مراد روزہ دارون سی
ہم الذین یکثرون الصوم فانہم لما تحملوا تعب العطش خصوا بباب فیہ الری والامان من العطش قبل تمکنہم من الجنۃ
وہ لوگ ہین جو اکثر روزہ دار رہتی ہین کیونکہ ان لوگون نی جو پیاس کی شدت اوٹہائی تو انکی لئی ایسا دروازہ خاص کیا گیا جسمین جنت مین جانی سی پہلی سیرابی اور پیاس کا بچاؤ ہو
واما سرورہ عند افطارہ فیما یتناولہ من الطعام والشراب لان النفس مجبولۃ علی المیل الی ما یلائمہا من المطعم والمشرب
اور روزی کا کہولتی وقت اسواسطی خوشی ہوتی ہی کہ کہانی اور پینی کا اختیار ملتا ہی سواسطی کہ نفس کی عادت ہی کہ اپنی لائق اشیاء کہانی اور پینی
والمنکح فاذا منعت من ذلک فی وقت من الاوقات ثم اذن لہا فی وقت آخر تفرح بذلک طبعا خصوصا عند اشتداد
اور نکاح کی طرف متوجہ ہوتا ہی نفس کو اگر کسی وقت ممانعت ہووی پہر اوسکو اور وقت مین اجازت ہوجاویگا تو خود بخود خوش ہوتا ہی خاص ایسی وقت کہ اوسکو ماری بہوک
الحاجۃ الیہ لتاثیر الجوع والعطش فیہا وتقاضیہا باخذ حاجتہا یشعر بہذا ما روی عن ابن عمر انہ علیہ السلام
اور پیاس کی نہایت حاجتمند ہو اور اپنی حاجت کا تقاضا لگ رہا ہو ابن عمر کی روایت سی یہہ مضمون ثابت ہوتا ہی کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم
کان اذا افطر یقول ذہب الظما وابتلت العروق وثبت الاجر ان شاء اللہ تعالی مع ان لہ عند افطارہ دعوۃ
افطار کی وقت یہہ فرمایا کرتی تہی بجہگئی پیاس اور تر ہوگئیں رگین اور ثابت ہوگیا ثواب ان شاء اللہ تعالی یہہ بہی ہی کہ افطار کی وقت دعا
مستجابۃ کما جاء فی الحدیث ان للصائم عند افطارہ دعوۃ مستجابۃ بل یکون نومہ عبادۃ قال ابو العالیۃ
مقبول ہوتی ہی چنانچہ حدیث مین آیا ہی کہ روزہ دار کی لئی افطار کی وقت دعا مقبول ہوتی ہی بلکہ اوسکی خواب بہی عبادت ہی ابو العالیہ کہتا ہی
الصائم فی العبادۃ ما لم یغتب وان کان نائما علی فراشہ فعلی ہذا یکون فی لیلہ ونہارہ علی العبادۃ ثم فی صوم المحرم
کہ روزہ دار ہر وقت عبادت مین ہی جبتک غیبت نکری اگرچہ اپنی بستر پر سوتا رہی اس قول کی موافق روزہ دار شب وروز عبادت مین ہی پہر ماہ محرم کی روزہ مین
معنی آخر وہو ان الاشہر الحرم لما کانت افضل الشہور بعد رمضان وکان صوم کلہا مندوبا لامر النبی علیہ السلام
ایک اور بات ہی یعنی اشہر الحرم چونکہ بعد رمضان کی تمام مہینون مین افضل ہین اور ان سب مہینون کی روزی مستحب ہین موافق ارشاد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی

به وكان بعضها ختام السنة الهلالية وبعضها مفتاحها لزم ان يكون من صام ذي الحجة سوى ايام المحرم فيها
اور ان میں سی بعضا مہینا قمری سال کی تمامی ہی اور بعضا مہینا قمری سال کا ابتدا ہی تو لازم ہی کہ جسنی ذی الحجہ میں سوا چار دن کی جنمیں روزی حرام ہیں

الصيام وصام المحرم قد ختم السنة بالطاعة وافتتحها بالطاعة فيرجى ان يكتب سنة كلها طاعة وعبادة يسر الله تعم
روزی رکہی پہر محرم کی روزی رکہی تو اوسنی سال عبادت ہی میں تمام کیا اور عبادت ہی میں شروع کیا اب امید یہہ ہی کہ سارا سال کا سال عبادت اور طاعت میں لکہا جای الہم

عمله بلطفه وكرمه

المجلس السابع والثلثون في بيان فضيلة يوم عاشوراء وبيان ما يفعل فيه

اعمال اپنی لطف اور کرم سی آسان کری — سینتیسویں مجلس یوم عاشوراء کی فضیلت میں اور اس روز کیا کیا عمل میں آوی

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم صيام يوم عاشوراء احتسب على الله تعالى ان يكفر السنة التي قبلها هذا الحديث من
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نی فرمایا یوم عاشوراء کی روزی گمان غالب ہی کہ اللہ تعالی ایک سال گذشتہ کا کفارہ کردی یہہ حدیث مصابیح کی

صحاح المصابيح رواه ابو قتادة ومعناه ان من صام يوم عاشوراء ارجو من الله تعالى ان يغفر ذنوبه التي وقعت في
صحیح حدیثوں میں ہی ابو قتادہ کی روایت سی اور معنی اس حدیث کی یہہ ہیں جسنی یوم عاشوراء میں روزہ رکہا تو میں اللہ تعالی سی امید کرتا ہوں کہ اسکی گناہ جو کہ

السنة الماضية والمراد من الذنوب الصغائر لان الكبيرة لا يكفرها الا التوبة وفي حديث اخر رواه ابو هريرة انه
سال گذشتہ میں ہوئی ہوں معاف کردی اور گناہوں سی مراد صغیرہ گناہ ہیں اسواسطی کہ گناہ کبیرہ بدون توبہ کی معاف نہیں ہوتی اور ایک اور حدیث میں ابو ہریرہ کی روایت کا

قال افضل الصيام بعد رمضان شهر الله المحرم يعني ان افضل الصيام بعد رمضان صيام شهر الله المحرم وهو
کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نی فرمایا افضل روزی بعد ماہ رمضان کی ماہ الہی محرم کی ہیں مراد یہہ ہی کہ افضل روزی بعد رمضان کی روزی ماہ الہی محرم کی ہیں اور یہہ حدیث

ان كان ظاهرا في تفضيلة صيام شهر الله المحرم بعد صيام رمضان لكن قيل المراد به صيام يوم عاشوراء وانما كان صيام
اگرچہ بظاہر تمام ماہ الہی محرم کی روزوں کی فضیلت میں ہی بعد روزوں ماہ رمضان کی لیکن کہتی ہیں کہ مراد اس سی روزہ یوم عاشوراء کا ہی اور اس دن کا روزہ

ذلك اليوم افضل لكونه فرضا في اوائل الاسلام ثم نسخت فرضيته بوجوب صوم رمضان والعبادة التي نسخت
اسلئی افضل ہی کہ اوائل اسلام میں فرض تہا پہر جب رمضان کی روزی فرض ہوئی تو اوسکی فرضیت منسوخ ہوگئی اور جس عبادت کی فرضیت منسوخ

فرضيتها افضل من العبادة التي لم تكن فرضا اصلا فان قيل قد ذكر في الاصول ان الجواز يزول بنسخ الوجوب فكيف
ہوجاتی ہی تو وہ ایسی عبادت سی جو کبہی فرض نہ ہوئی ہو افضل ہوتی ہی اگر کوئی کہی کہ اصول میں مذکور ہی کہ وجوب کی نسخ سی جواز بہی زائل ہوجاتا ہی پہر

يكون الصيام فيه افضل فالجواب ان ذلك اليوم لما نسخ وجوب الصيام فيه صار كسائر الايام في جواز الصيام فيه
یہہ روزی افضل کیونکر ہوسکتی ہیں سو جواب یہہ ہی کہ اس دن کی اندر وجوب صیام جب منسوخ ہوا تو وہ اور روزوں کی واسطی ایسا ہوگیا جیسی اور سارے دن ہیں

فيكون افضل قال ابن عباس ما رايت رسول الله صلى الله عليه وسلم يتحرى صيام يوم فضله على غيره الا هذا
سو افضل بہی ہوگا ابن عباس کہتی ہیں میں نی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں دیکہا کہ تلاش کرتی ہوں روزہ کسی دن کا جسکو اوپر فضیلت دی ہو سوا اس

اليوم يعني عاشوراء فانه عليه الصلوة والسلام كان يبالغ في تفضيل صومه ما لم يبالغ في تفضيل صوم غيره وقال ابن
دن یعنی یوم عاشوراء کی کیونکہ پیغمبر علیہ السلام یوم عاشوراء کی فضیلت میں جتنا مبالغہ فرماتی تہی جو اور روزی کی فضیلت میں نہیں فرماتی تہی اور ابن

عباس ايضا حين صام رسول الله عليه السلام يوم عاشوراء وامر بصيامه قالوا يا رسول الله انه يوم يعظمه اليهود والنصارى
عباس یہہ بہی کہتی تہی کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نی یوم عاشوراء کا روزہ رکہا اور اور صحابہ کو اس روزہ کا ارشاد کیا تو عرض کیا یا رسول اللہ یہہ دن ہی کہ اسکی یہود و نصاری

فقال النبي عليه السلام ان بقيت الى قابل لاصومن التاسع قيل انما اراد ان يضم اليها يوما اخر ليكون هديه مخالفا
سو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نی فرمایا اگر میں اگلی سال تک جیتا رہا تو بالضرور نویں تاریخ کا بہی روزہ رکہونگا کہتی ہیں ساتہ عاشوراء کی ساتہ ایک اور دن کی ملانی کا اسلئی ارادہ کیا تہا تاکہ

لهدي اهل الكتاب فلم يات العام القابل الا توفي رسول الله عليه السلام نعلم من هذه الاخبار ان يوم عاشوراء
اہل کتاب کی طریق سی الگ رہی سو وہ سال آنی نہ پایا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی اب ان حدیثوں سی معلوم ہوا کہ یوم عاشوراء

يوم مبارك ينبغي للمؤمن ان يصومه لكن المستحب ان يصوم معه التاسع او الحادي عشر مخالفة لليهود والنصارى
روز مبارک ہی مؤمن کو چاہئی کہ اوس روز روزہ رکہا کری پر مستحب یہہ ہی کہ اوسکی ساتہہ یہود و نصاری کی مخالفت کی لئی نوین تاریخ یا گیارہوین تاریخ کا بہی روزہ رکہی

ويتصدق على الفقراء بما قدر واما الصلوة في هذا اليوم لارضاء الخصوم على ما وقع في بعض الكتب وقد ذكر في البزازية
اور اپنی مقدور کی موافق فقراء کو خیرات دی اور اوس روز کی نماز مدعیون کی بر حالی کی لئی جو بعضی کتابون میں آئی ہی تو بزازیہ میں مذکور ہی کہ

انها لا تفيد لان خصمه ان كان عافيا فهو لا يؤاخذ بما عليه يوم القيمة فما الفائدة وان كان لم يعف يأخذ من
کہ اس نماز کا کچہہ فائدہ نہین ہی اسواسطی کہ مدعی اگر معاف کر چکا ہی تو اوس سی قیامت کی دن کچہہ مواخذہ نکریگا پہر اوس کا فائدہ ہوا اور اگر معاف نہیں کیا

حسناته يوم القيمة ان كان له حسنات وان لم يكن له حسنات يؤخذ من سيئات خصمه ويحمل عليه ثم يطرح
تو قیامت کی دن اوسکی حسنات لیلیگا اگر اوسکی پاس حسنات ہونگی اور اگر اوسکی پاس حسنات نہونگی تو اوس مدعی کی گناہ لیکر اوسکی سر رکہہ دینگی پہر آگ مین پہینک دینگی

في النار كما جاء في حديث رواه ابو هريرة انه عليه السلام قال اتدرون من المفلس قالوا المفلس فينا من لا درهم معه
چنانچہ حدیث میں ابو ہریرہ کی روایت سی آیا ہی کہ پیغمبر علیہ السلام نی پوچہا تم جانتی ہو مفلس کون ہوتا ہی عرض کیا ہم میں مفلس وہ ہی جسکی پاس نہ درہم ہو

ولا متاع فقال المفلس من امتي من يأتي يوم القيمة بصلوة وزكوة وصيام ويأتي قد شتم هذا وقذف هذا وضرب
اور نہ کچہہ اسباب ہو آپ نی فرمایا مفلس میری امت مین وہ ہی جو قیامت کی دن نماز اور زکوۃ اور روزون کی لیکر آویگا اور آکر کہ اوسکو گالی دی تہی اور اسکو تہمت لگائی ہی اور اسکو مارا تہا

هذا واكل مال هذا فيعطى هذا من حسناته وهذا من حسناته فان فنيت حسناته قبل ان يقضي ما عليه
اور اسکا مال کہا لیا تہا پہر اوسکی کچہہ حسنات اسکو دی جاوینگی اور کچہہ حسنات اوسکو دی جاوینگی پہر اگر اوسکی حسنات اس سی پہلی کہ حقوق ادا ہوئی ہو چکیں تو اونکی گناہ لیکر

اخذ من خطاياهم فطرحت عليه ثم طرح في النار وفي حديث آخر رواه ابو هريرة ايضا انه عليه السلام قال من
اسکی ذمہ رکہہ کر آگ میں ڈالا جاویگا اور ایک اور حدیث میں بہی ابو ہریرہ کی روایت سی ہی کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نی فرمایا جسکی

كانت عنده مظلمة لاخيه من عرض او مال فليتحلل منه اليوم قبل ان يؤخذ منه يوم لا دينار فيه ولا درهم ان
ذمہ کوئی حق کسی بندہ کا ہو آبرو کا یا مال کا تو آج اوس سی معاف کرالی اس سی پہلی کہ وہ اوسی روز مواخذہ کری کہ وہان نہ دینار ہوگا اور نہ درہم اگر

كان له عمل صالح اخذ منه بقدر مظلمته وان لم يكن له حسنات يؤخذ من سيئات صاحبه فتحمل عليه قيل يؤخذ
اسکی پاس عمل صالح ہوگا تو اوس حق کی موافق لیلیا جاویگا اور اگر حسنات کچہہ نہوں گی تو اوس مدعی کی گناہ اسکی ذمہ رکہی جاوینگی کہتی ہین

بقدر دانق وهو سدس درهم سبعمائة صلوة مقبولة ادیت بجماعة فيعطى للخصم واما خلط الحوائج في هذا اليوم فقد
کہ ایک دانق کی بدلہ کہ چہٹا حصہ درہم کا ہوتا ہی سات سو نماز مقبول جو جماعت سی ادا کی ہو لیکر مدعی کو دینگی اور کرنا سختول کا یعنی عمکین ہونا اس دن میں

ذكر في القنية انه لم يرد فيه اثر قوي لكن لا بأس به بل ربما يثاب عليه وكان الاكتحال فيه سنة لكن لما صار علامة
سو قنیہ میں مذکور ہی کہ اس باب میں کوئی روایت قوی وارد نہین ہی پر اسکا کچہہ مضائقہ نہیں بلکہ کبہی اسپر ثواب ہوتا ہی اور سرمہ لگانا اس دن میں سنت تہا لیکن جب سی یہہ نشانی

لمبغضي اهل البيت وجب تركه وكره فعله حتى قيل لبعض السلف اهو سنة من غير ذلك يوم عاشوراء فقال انه
دشمنان اہل بیت کی ٹہر گئی ہی تو اسکا ترک واجب ہی اور اسکا کرنا مکروہ ہی یہان تک کہ کسی اہل سلف سی پوچہا گیا سرمہ لگانا بغیر بغض اہل بیت کی روز عاشورا میں سنت ہی

سنة المخبثين واما اتخاذه ماتما لاجل قتل الحسين بن علي رض كما يفعله الروافض فهو من عمل الذين ضل سعيهم
یہہ سنت ربالون کی ہی اور اس دن میں ماتم کرنا واسطی شہادت امام حسین بن علی رض کی جیسی رافضی کرتی ہیں سو یہہ اون لوگون کا عمل ہی جنکی جاتی رہی کمائی

في الحيوة الدنيا وهم يحسبون انهم يحسنون صنعا اذ لم يأمر الله ولا رسوله باتخاذ ايام مصائب الانبياء وموتهم
دنیا کی زندگی مین اور وہ سمجہتی ہیں کہ خوب بناتی ہیں کام اسواسطی کہ نہ اللہ نی امر کیا اور نہ اوسکی رسول نی کہ انبیاء علیہم السلام کی ایام مصیبت اور ایام موت کو

ماتما فكيف بما دونهم والقاص الذي يذكر الناس قصة القتل يوم عاشوراء ويخرق ثوبه ويكشف رأسه ويأمرهم
ماتم کیا کرو پہر جو انبیاء سی کمتر ہی اوسکا تو ماتم کہان اور قصہ خوان جو لوگون کی سامنی قصہ شہادت کا یوم عاشورا مین سناتی ہین اور اپنی کپڑی پہاڑتی ہین اور سر ننگا کرتی ہین

بالقيام والتسمع لانشاء على المصيبة يجب على ولاة الدين ان يمنعوهم والمستمعون لا يعذرون في الاستماع

تیار کرکر ... کی حالت میں مصیبت پر کلمات بیہودہ بکتے ہیں دین کی حاکموں پر واجب ہے کہ انکو منع کریں اور سننے والے بھی معذور نہیں ہیں کہ سنا کریں

قال الامام الغزالي وغيره يحرم على الواعظ وغيره رواية مقتل حسين وحكايته وما جرى بين الصحابة من

امام غزالی وغیرہ فرماتے ہیں کہ واعظوں پر حرام ہے بیان کرنا امام حسین کی شہادت کا اور بیان کرنا ان حالات کا جو صحابہ میں

التشاجر والتخاصم فانه يهيج على بغض الصحابة والطعن فيهم وهم اعلام الدين تلقى ائمة الدين عنهم وتلقينا

جھگڑا اور خصومت واقع ہوئی ہیں کیونکہ ایسے کہنا سے صحابہ کا بغض پیدا ہوتا ہے اور ان پر طعن ہوتی ہے اور حال یہ ہے کہ صحابہ دین کی پیشوا ہیں

من الائمة فالطاعن فيهم طاعن في نفسه ودينه وقال الشافعي وغيره من السلف تلك دماء طهر الله تعالى عنها

والے بزرگ ... طعن کرنے والا اپنے نفس اور دین پر طعن کرنے والا ہے اور امام شافعی اور سوا اونکے اور بزرگ سلف کہتے ہیں کہ یہ خون ایسے ہیں کہ اللہ تعالی نے ہمارا ہاتھ ان سے پاک رکھا

ايدينا فلنطهر عنها السنتنا وقد روى عن عبد الله بن مغفل انه عليه السلام قال الله الله في اصحابي لا تتخذوهم غرضا

چاہیے کہ ہم اپنی زبان بھی پاک رکھیں اور عبد اللہ بن مغفل سے روایت ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ سے ڈرو میرے یاروں کے حق میں میرے بعد انکو

من بعدي فمن احبهم فبحبي احبهم ومن ابغضهم فببغضي ابغضهم ومن آذاهم فقد آذاني ومن آذاني فقد آذى

نشانہ مت بناؤ اور جو شخص انکو محبوب رکھیگا سو میری محبت سے محبوب رکھیگا اور جو انکو دشمن رکھیگا سو میری بغض کے مارے دشمن رکھیگا اور جس نے انکو ستایا تو اوس نے مجھکو ستایا اور جس نے مجھکو

الله ومن آذى الله تعالى فيوشك ان ياخذه وفي حديث آخر رواه ابو سعيد الخدري انه عليه السلام قال لا تسبوا

اللہ کو ستایا اور جس نے اسکو ستایا تو قریب ہے کہ اللہ اسکو پکڑے اور ایک حدیث میں آیا ہے ابو سعید خدری کی روایت سے کہ آپ نے فرمایا میرے یاروں کو برا مت کہو

اصحابي فلو ان احدكم لو انفق مثل احد ذهبا ما بلغ مد احدهم ولا نصيفه فعلى هذا يجب على المؤمن تعظيمهم وذكرهم

کیونکہ تم میں سے کوئی احد کے برابر سونا خرچ کرے تو صحابہ میں سے کسی کے مد کے برابر نہ ہوگا اور نہ آدھے مد کے برابر اس واسطے اس حدیث کی رو سے ہر مومن پر انکی تعظیم اور ذکر

بالخير وكف اللسان عن الطعن فيهم اذ بسبب قتل عثمان وقتل حسين جرت فتن كثيرة واكاذيب كثيرة وظهرت

بخیر کرنا اور ان پر طعن وطنز سے زبان بند رکھنا واجب ہے اسلئے کہ بسبب شہادت حضرت عثمان اور شہادت امام حسین کے بڑی بڑی فتنہ کھڑی ہوگئیں اور بہت جھوٹی باتیں مشہور ہوگئیں

اهواء وبدع وقع فيها طوائف من المتقدمين والمتاخرين وصارت الاكاذيب والاهواء والبدع لا تزال تزداد حتى

اور بہت خواہشات باطل اور بدعتیں پیدا ہوگئیں جنمیں بہتری متقدم اور بہتری متاخر مبتلا ہوگئی اور جھوٹی قصے اور باطل مذہب اور بدعتیں بڑھتی چلی جاتی ہیں یہانتک

حدثت امور يطول شرحها فمن جملتها ما ابتدعه كثير من الناس يوم عاشوراء فجعلوه ماتما يظهرون فيه النياحة

کہ ایسی امور پیدا ہوگئی ہیں جنکا بیان دراز ہے چنانچہ اونمیں سے ایک یہ بدعت ہے جو بہت لوگوں نے یوم عاشورا کو ماتم ٹھہرا رکھا ہے اوس دن نوحہ کرتے ہیں

والجزع وتعذيب النفوس وسب من مات من اولياء الله تعالى والكذب على اهل البيت وغير ذلك من المنكرات المنهي عنها

اور رونا پیٹنا اور تکلیف اوٹھانی اور اولیاء اللہ کو جو مر چکے ہیں برا کہنا اور اہل بیت پر جھوٹ بولنا اور سوا اسکے بہت منکرات جو موافق

بكتاب الله تعالى وسنة رسوله واتفاق المسلمين فان الحسين قد اكرمه الله تعالى بالشهادة في ذلك اليوم وهو واخوه الحسن سيدا

کتاب اللہ اور سنت رسول کے ممنوع ہیں اور باتفاق مسلمانوں کے ناجائز ہیں بیشک حضرت امام حسین کو اوس روز اللہ تعالی نے شہادت سے مشرف فرمایا وہ اور اونکے بھائی حسن

شباب اهل الجنة وقتلهما وان كانت مصيبة عظيمة الا انه تعالى شرع للمسلمين عند المصيبة الاسترجاع

جوانان بہشت کے ہیں اور اونکا قتل اگرچہ بڑی مصیبت ہے پر اللہ تعالی نے مسلمانوں کی لیے مصائب کے وقت انا للہ وانا الیہ راجعون کہنا مشروع کیا

بقوله تعالى وبشر الصابرين الذين اذا اصابتهم مصيبة قالوا انا لله وانا اليه راجعون اولئك عليهم صلوات من ربهم

اور خوشی سنا بات صبر والوں کو کہ جب اونکو پہنچی کچھ مصیبت کہیں ہم اللہ کا مال ہیں اور ہمکو اوسیکی طرف پھر جانا ایسے لوگ وہیں جن پر شاباشیاں ہیں رب کی

ورحمة واولئك هم المهتدون وروى عن سعيد بن جبير انه قال لم يعط الاسترجاع لاحد من الامم الا لهذه الامة ولو اعطي لاحد

اور مہربانی اور وہی ہیں سیدھی راہ پر اور سعید بن جبیر سے روایت ہے کہ کہتے تھے کہ استرجاع تمام امتوں میں سے سوا اس امت کے کسیکو عطا نہیں ہوا اور اگر عطا ہوتا

يعقوب بالمعنى الا ترى انه قال في مقام الاسترجاع يا اسفى وفي الصحيحين انه عليه السلام قال ما من مسلم تصيبه مصيبة
تو حضرت یعقوب علیہ السلام کو عطا ہوتا کیا تو نہیں جانتا کہ حضرت یعقوب نے مقام استرجاع میں یا اسفی کہا اور بخاری اور مسلم میں ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں کوئی
فيقول انا لله وانا اليه راجعون اللهم اجرني في مصيبتي واخلف لي خيرا منها الا اجره الله في مصيبته واخلف له خيرا منها وروى
سو وہ کہی ہم ملک اللہ کی ہیں اور ہم طرف اوسکی پھرنے والے ہیں یا الٰہی مجھکو میری مصیبت کا اجر دے اور اوس سے بہتر بدلا دے مگر اللہ تعالی اوسکی مصیبت کا اجر اور اوس سے بہتر بدلا دیتا ہے اور روایت کی
الامام احمد وابن ماجه عن فاطمة بنت الحسين عن ابيه الحسين انه عليه السلام قال ما من مسلم يصاب بمصيبة فيذكرها وان
امام احمد اور ابن ماجہ نے فاطمہ بنت حسین سے روایت کرتی ہیں وہ اپنے باپ حسین سے کہ فرمایا پیغمبر علیہ السلام نے جس مسلمان کو کچھ مصیبت پہنچے پھر یاد کرے اوس مصیبت کو اگرچہ مدت
تقادم عهدها فيحدث لها الاسترجاع الا كتب الله له من الاجر مثلها يوم اصيب وهذا الحديث رواه عن النبي عليه السلام
دراز کی یاد کر کر انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھے تو اللہ تعالی اوسکو ویسا ہی اجر لکھتا ہے کہ جیسا مصیبت کے اول دن لکھا اور یہ حدیث نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے
الحسين وعنه بنته فاطمة التي شهدت مصرعه وقد يشير في علم الله تعالى ان المصيبة بالحسين يذكر مع تقادم
امام حسین نے روایت کی ہے اور اونسے اونکی بیٹی فاطمہ نے جو کہ اونکے مقتل میں ہمراہ موجود تہیں روایت کی ہے اور علم الٰہی میں بات یوں تہا کہ مصیبت حسین کی مدت گذرنے تک یاد رہیگی
العهد فكان من محاسن الاسلام ان يجري هذه السنة كلما ذكرت المصيبة بان يسترجع لها فيكون للمسترجع
سو یہ اسلام کی خوبیوں میں سے ہے کہ یہ طریقہ جاری ہوا کہ جب وہ مصیبت یاد آوے تو اوسکے لئے انا للہ وانا الیہ راجعون کہا جاوے تو اسکو اتنا ہی
من الاجر الذي كان لمن استرجع يوم اصيب المسلمون بها واما من يفعل من تقادم العهد بها ما نهى عنه النبي عند حدثان
ویسا ہی اجر ملے جیسا اوسکو ملا تہا جس نے انا للہ وانا الیہ راجعون کہا تہا جب وہ مصیبت مسلمانوں پر آئی سو جو شخص اس مدت دراز کے بعد وہ منکر کرتا ہے جس سے پیغمبر علیہ السلام نے منع
العهد بها فعقوبته اشد مثل لطم الخدود وشق الجيوب والدعاء بدعوى الجاهلية فكيف اذا انضم الى ذلك ظلم المؤمنين
عہد میں سو اوسکی تو عقوبت بہت سخت ہے جیسے منہ پیٹنا اور گریباں پہاڑنا اور جاہلیت کے عہد کی طرح پکارنا پھر کیا حال ہوگا اگر اوس پر یہ زیادہ کرے کہ مومنوں کو ظلم
ولعنهم وسبهم واعانة اهل الشقاق والالحاد على ما يقصدونه للدين من الفساد وغير ذلك مما لا يحصيه الا الله تعالى
اور اونکو لعنت کرنے اور برا کہے اور اہل نفاق اور ملحدوں کی مدد دین میں فساد کا قصد کرنے میں اور سوا اسکے اور منکرات جنکو اللہ تعالی ہی خوب جانتا ہے
فالواجب على كل مسلم ان يجتنب عن حضور هذه المواضع التي يفعل فيها امثال هذه المعاصي والمحرمات والانكار على مرتكبها
سو ہر مسلمان پر واجب ہے کہ ایسے مقاموں میں جہاں ایسی معاصی اور محرمات عمل میں آتی ہوں جانے سے بچے اور کرنے والے پر انکار کرے
بقدر الاستطاعة يسر الله تعالى لنا الاجتناب عنها

المجلس الثامن والثلاثون في بيان عدم سراية

بقدر طاقت کے اس عمل والوں کو منع کرے اللہ تعالی ہمکو ان معاصی سے بچنا آسان کرے　اڑتیسویں مجلس بیچ بیان اثر نکرنے ایک کی
المرض وعدم جواز الطيرة قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا عدوى ولا صفر ولا غول هذا الحديث
بیماری کا دوسرے میں اور نہ جائز ہونے شگون کے　رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا　نہ بیماری کا لگنا ہے اور نہ صفر کی نحوست اور نہ غول ہے یہ حدیث
من صحاح المصابيح رواه جابر والمراد بالعدوى سراية العلة من صاحبها الى من يقاربه من الاصحاء واختلف العلماء ان المنفي
مصابیح کی صحیح حدیثوں میں ہے جابر کی روایت سے اور عدوی سے بیماری کا پاس بیٹھنے والے چنگے تندرستوں میں اثر کرنا مراد ہے اور علماء کو اختلاف ہے کہ نفی آیا
هل هو عين السراية او اضافتها الى العلة فذهب بعضهم الى ان المنفي نفس السراية وانه عليه السلام اراد نفيها وابطالها
عین سرایت ہے یا سرایت بیماری کی ہے　سو بعضوں کا مذہب ہے کہ نفی عین سرایت ہے کیونکہ پیغمبر علیہ السلام نے سرایت کی نفی کی اور باطل کیا
لتعلقها وجودا وعدما فتخلفها وجودا ولان كثيرا ما يمارس الشخص من هو مجذوم ولا يسري اليه مرضه كما اخبر
واسطے ہونے اثر کے وجود میں اور عدم میں وجود میں اثر کرنا اور یہ بات ہے کہ اکثر اوقات کوئی شخص جذامی یا خارشتی سے ملتا ہے اور نہیں لگتی اوسکو بیماری
الله مما روي عن جابر انه عليه السلام اخذ بيد مجذوم فوضعها معه في القصعة واما تخلفها عدما فلان كثيرا ما
جابر کی روایت میں یہ وارد ہے کہ پیغمبر علیہ السلام نے ایک مجذوم کا ہاتھ پکڑ کر اپنے ساتھ پیالہ میں رکھ دیا　اور اوسکا اثر نکرنا عدم میں یہ بات ہے کہ اکثر اوقات

يعرض هذه الامراض بها لا احتمال فيه للسراية كما اشير اليه فيما روى عن ابى هريرة ان اعرابيا قال للنبى عليه السلام
يہہ بیماریاں ایسی جگہہ پیدا ہوجاتی ہین جہان اصلا احتمال سرایت کا نہین ہی چنانچہ ابی ہریرہ کی روایت مین یہہ ہی اشارہ ہی کہ ایک اعرابی نی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو کہا
ما بال الابل تكون فى الرمل كانها الظباء فيخالطها البعير الاجرب فيجربها فقال النبى عم فمن اعدى الاول فانه عم اشار بهذا
کیا حال ہی اونٹ کا کہ دوڑتا ہی جیسی ہرن پہر اوس سی خارشتی اونٹ ملتا ہی اوسکو بہی خارشتی کر دیتا ہی نبی علیہ السلام نی فرمایا پہلی اونٹ کو کسنی خارشتی کر دیا پس نبی علیہ السلام نی
القول الى ان الجرب فى البعير الاول ان حصل من بعير اخر اجرب يلزم التسلسل الى ما لا نهاية له وهو محال وان لم
فرمایا کہ اگر پہلی اونٹ مین بہی خارش دوسری خارشتی اونٹ سی ہوئی ہی تو تسلسل لازم آویگا جو کہین جاکر نہ ٹوٹی یہہ تو محال ہی اور اگر
يحصل عنه بل بسبب اخر فالذى اوصله الى البعير الاول هو الذى يوصل الى غيره من الاشخاص وهو الله الخالق
دوسری خارشتی اونٹ سی نہین ہوئی بلکہ کسی اور سبب سی ہوئی تو پہر جسنی پہلی اونٹ مین پیدا کر دی ہی وہ ہی پہلی جنگی اچہی اچہی اونٹون مین پیدا کر سکتا ہی وہ اللہ ہر شی کا پیدا کرنیوالا
لكل شئ القادر على كل شئ وذهب بعضهم الى ان المنفى ليس نفس السراية لما روى انه عليه السلام قال لا يورد ممرض
اور تمام اشیا پر قدرت رکہنی والا ہی اور بعضون کا یہہ مذہب ہی کہ منفی عین سرایت نہین ہی کیونکہ روایت ہی کہ پیغمبر علیہ السلام نی فرمایا بیمار اونٹون والا اپنی اونٹ اچہی اچہی
على مصح والممرض صاحب الابل المريضة والمصح صاحب الابل الصحيحة والمراد النهى عن ايراد الابل المريضة على الصحيحة
اونٹون مین یکساں نہ کری اور ممرض کہتی ہین بیمار اونٹون والی کو اور مصح کہتی ہین پہلی جنکی اونٹون والی کو اور مقصود بیمار اونٹون کو اچہی اچہی اونٹون مین ملانی سی منع کرنا ہی
وفى حديث اخر انه عليه السلام قال فر من المجذوم فرارك عن الاسد فعلم من هذين الحديثين ان المنفى ليس نفس
اور ایک اور حدیث مین ہی کہ پیغمبر علیہ السلام نی فرمایا بہاگ مجذوم سی جیسی تو شیر سی بہاگتا ہی اب ان دونو حدیثون سی معلوم ہوا کہ منفی عین سرایت نہین ہی
السراية بل المنفى اضافتها الى العلة وهذا القول الثانى اولى لما فيه من التوفيق بين الاحاديث الواردة فيه مع ما فيه
بلکہ منفی سرایت بہ نسبت بیماری کی ہی اور یہہ دوسرا مذہب اولی ہی کیونکہ اسمین تمام حدیثین جو اسباب مین وارد ہین موافق ہوجاتی ہین
من صيانة الاصول الطبية عن التعطيل بخلاف القول الاول فانه يفضى الى تعطيلها ولم يرد الشرع بتعطيلها بل ورد
اور طبی قاعدی بہی بیکار ہونی سی بچ جاتی ہین برخلاف پہلی مذہب کی کہ اسمین قاعدی طبی بیکار ہوئی جاتی ہین اور شرع نی طب کو بیکار نہین ٹہرایا بلکہ
باثباتها واعتبارها على وجه لا يناقض اصول التوحيد فانه عليه السلام اراد ابطال ما كان اهل الجاهلية يعتقدونه
قواعد طبی کو ایسی طرح پر ثابت کرکر اعتبار کیا ہی کہ اصول توحید کی برخلاف نہو سو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی غرض اہل جاہلیت کی عقاید کا باطل کرنا ہی وہ یون جانتی تہی
من ان العلة تسرى بطبعها فقال لا عدوى وبين بقوله هذا ان الامر ليس كما زعموا بل العلة تحصل بقضاء الله تعالى
کہ بیماری خود بخود اثر کر جاتی ہی سو آپ نی فرمایا کہ عدوی نہین ہی اور شرح کر دی کہ یون نہین ہی جیسی اہل جاہلیت کہتی ہین بلکہ بیماری حکم الہی سی اور اوسکی تقدیر سی ہوتی ہی
وقدره لكن قد تكون المداناة من الاسباب المقدرة لحصول العلة بالنسبة الى بعض الاشخاص ولذلك نهى النبى
پر کبہی نزدیک ہونا یعنی مل جانا ہی بیماری کا پیدا ہونی کی لئی بعضی شخصون مین سبب تقدیری ہوجاتا ہی اور اسی لئی نبی علیہ السلام نی
عن ايراد ممرض على مصح وامر بالفرار عن المجذوم فان ذلك من باب الاجتناب عن الاسباب التى خلقها الله تعالى و
بیمار اونٹون کو اچہی اونٹون مین ملانی سی منع کر دیا اور مجذوم سی دور رہنی کو امر فرمایا کیونکہ اسمین اون اسباب سی جو کہ اللہ تعالی نی پیدا کر کر سبب بلا کا مقرر کیا ہی بچاؤ دیا اور
جعلها اسبابا للبلايا والعبد المامور بالاجتناب عن اسباب البلايا اذا كان فى عافية منها فانه كما يؤمر بعدم
بندہ کو حکم ہی کہ بلا کی اسباب سی جب کہ بندہ اوس بلا سی آرام مین ہی بچا کری جیسی کہ یہہ حکم ہی
القاء نفسه فى الماء او فى النار وبعدم دخوله تحت الهدم ونحوه مما هو من اسباب الهلاك كذلك يؤمر
کہ ڈوب کر نہ مرو یا آگ مین مت جلو یا گرتی ہوئی مکان تلی مت کہسو اور ایسی اور امر جو موت کا سبب ہو سکی ایسی ہی یہہ حکم ہی
بالاجتناب عن مقاربة الاجرب والمجذوم ونحوهما مما هو من العلل المتعدية باذن الله تعالى فان هذه الاسباب
کہ خارشتی اور مجذوم سی اور مانند اسکی اور بیماریون سی جو اللہ تعالی کی حکم سی دوسری مین اثر کر جاتی ہین الگ رہو کیونکہ یہہ امور

اسباب

اسباب للمرض والتلف والله تعالى يخلق المسببات عندها لا بها فانه تعالى هو خالق الاسباب ومسبباتها لا خالق
اور ہلاک کی سبب ہیں اور اللہ تعالیٰ اسی وقت مرض کو جو سبب ہی پیدا کرتا ہے کچھ سبب سے نہیں ہوتا کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی اسباب اور مسبب دونوں کا خالق ہے
سواه لكن الاسباب نوعان النوع الاول اسباب الخير فان النعم لا تضاف الى الاسباب بل انما تضاف الى مسببها و
دوسرا کوئی خالق نہیں ہے لیکن اسباب دو قسم پر ہیں پہلی قسم تو اسباب خیر ہیں سو نعمتوں کو اسباب سے کچھ علاقہ نہیں ہے بلکہ نعمتیں صرف مسبب اور مقدر کی طرف منسوب ہیں
مقدرها فالطريق فيها ان يفرح بها ويستبشر عند ظهورها ولا يسكن اليها بل الى خالقها ومسببها كما قال الله تعالى
سو جو ہم سے ایسی آدمی کو لائق ہے کہ ان سے خوش ہو اور بشارت حاصل کرے اور انکی طرف متوجہ نہ رہے بلکہ خالق اور مسبب کی طرف متوجہ ہو جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے
في امداد المؤمنين بالملئكة وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى وَلِتَطْمَئِنَّ بِهٖ قُلُوْبُكُمْ وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ واكثر الناس
جنگ بدر میں مومنین کی امداد کی / اور یہ تو ہی اسی خوشخبری / اور تاکہ مطمئن ہو جاویں دل تمہارے / اور مدد نہیں مگر اللہ سے / اور اس زمانہ کی اکثر لوگ
في هذا الزمان يركنون بقلوبهم الى الاسباب وينسون مسببها فمن اضاف شيئا من النعم الى غير الله تعالى ان كان مع
اسباب کی طرف تو دل سے متوجہ ہوتے ہیں / اور اصل مسبب کو بھول جاتے ہیں / سو جو شخص نعمت کو سوا اللہ کی دوسری جانب سے سمجھے اگر یہ ہی
اعتقاده انه ليس من الله تعالى فهو شرك حقيقي وان كان مع اعتقاده انه من الله تعالى فهو نوع من شرك خفي والنوع
اعتقاد ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہیں ہے تو حقیقی شرک ہے اور اگر اسباب کو لحاظ کرتا ہے مع عقیدہ اسکے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے تو یہ ایک نوع شرک خفی ہے اور دوسری
الثاني اسباب الشر فان المصائب لا تضاف الا الى الذنوب كما قال الله تعالى وَمَا اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ
قسم اسباب شر سو مصائب نہیں منسوب کی جاتی ہیں سوا گناہوں کے / جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے / اور جو پڑی تم پر کوئی سختی / سو بدلہ ہے اسکا جو کمایا تمہارے ہاتھوں نے
وما ظهر منها يسعى ان يتقى عنها بقدر ما اذن فيه الشرع مثل اتقاء مقاربة الاجرب والمجذوم والقدوم على مكان الطاعون
اور جو اسباب کہ مصائب کے ظاہر ہوں تو ان سے بچنا اس قدر چاہیے کہ جتنا شرع نے اجازت دی ہے جیسے خارشتی اور مجذوم کی ہمسائیگی سے اور وبا کی مکان میں داخل ہونے سے
واما ما خفي منها فلا يشرع اتقاؤها واجتنابها لان ذلك من الطيرة المنهي عنها التي من اعمال الشرك والكفر كما حكاها
اور جو اسباب یا مصائب پوشیدہ ہیں تو ان سے پرہیز کرنا شرع میں ممنوع ہے کیونکہ یہ بدشگونی میں داخل ہے جو بات ممنوع ہے اور شرک اور کفر کا عمل ہے جیسا کہ
الله تعالى عنهم في مواضع من كتابه فانهم كانوا يتطيرون ويتشاءمون بالرسل واتباعهم وسبب تشاؤمهم بهم
اللہ تعالیٰ اسکو ہی کتاب میں کئی جگہ بیان فرماتا ہے کیونکہ وہ لوگ رسل علیہم السلام اور انکی اصحاب سے بدشگونی کرکر نحوست سمجھا کرتے تھے اور نحوست سمجھنے کا سبب یہ تھا
ان الرسل لما دعوهم الى دين غير مالوف لهم استغربوه واستقبحوه ونفرت عنه طباعهم اذ من عادة العوام ان
کہ رسل علیہم السلام نے جب اول لوگوں کو ایسی دین کی دعوت کی تو وہ لوگ عجیب سمجھ کر برا سمجھنے لگے اور انکی طبیعتیں نفرت کرنے لگیں کیونکہ عوام کی یہ عادت ہے
يتيمنوا بكل ما يوافق هواهم وان كان جالبا لكل شر ووبال وان يتشاءموا بكل ما يخالف هواهم وان كان جارا لكل خير
کہ اپنی ہوس کی موافق کو مبارک سمجھا کرتے ہیں اگرچہ اسمیں ہر شر اور وبال ہو اور جو انکی مرضی کی مخالف ہو اسکو نحس جانتے ہیں اگرچہ اسمیں ہر خیر اور برکت ہو
ونوال وقد ثبت انه عليه السلام قال لا طيرة وفي حديث آخر انه عليه السلام قال الطيرة من الشرك والبحث عن
اور ثابت ہو چکا ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بدشگونی بالکل نہیں ہے اور ایک اور حدیث میں ہے کہ آپ نے فرمایا بدشگونی شرک ہے اور گفتگو کرنی
اسباب الشر بالرمل والنظر في النجوم وضرب الحصى والشعير ونحو ذلك هو الطيرة المنهي عنها والباحثون عنها لا
غیب کی باتوں میں تو سلا رمل کی اور ستاروں کی ناسر دیکھ کر اور کنکر کو بولنے اور جو کو ڈال کر وغیرہ سے یہ ہی طیرہ ہے جسکی ممانعت ہوئی ہے اور اسمیں گفتگو کرنے والے
يشتغلون بما يدفع البلاء من الطاعات بل يشتغلون بلزوم البيت وعدم الحركة وهذا لا يمنع نزول القضاء والقدر
وہ کام نہیں کرتے جس سے بلا دفع ہو یعنی عبادات / بلکہ گھر میں گھس کر بیٹھ رہتے ہیں / اور چلنا پھرنا موقوف کرتے ہیں اس سے قضا اور قدر رد نہیں ہوتی
ومنهم من يشتغل بالمعاصي وهذا مما يقوي وقوع البلاء وثبوته والذي جاءت به الشريعة هو ترك البحث عن
اور بعضی لوگ گناہوں میں مشغول ہو جاتے ہیں اور ایسا کام ہی جسمیں حواہ مخواہ بلا آوی اور اثر کرے جو علاج واسطے دفع بلا کی شرع میں آیا ہے وہ یہ ہی کہ اسمیں کچھ گفتگو

ذلك والاعراض عنه والاشتغال بما يدفع البلاء من الدعاء والذكر والصدقة والتوكل على الله تعالى والايمان
اور نہ اس پر توجہ کری اور وہ شغل اختیار کری جسمیں بلا دفع ہو یعنی دعا اور یاد الٰہی اور خیرات اور خدا تعالیٰ پہ بھروسہ اور قضا

بقضائه وقدره فانه عليه السلام عند ظهور اسباب العقوبات السماوية المخوفة كالكسوف والخسوف كان يامر
و قدر کو تسلیم کرنا کیونکہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم بوقت ظاہر ہونے سامان خوفناک عذاب آسمانی کی جیسے سورج گہن اور چاند گہن اوروں کو بھی حکم فرماتی

يشتغل باعمال البر من الصلوة والدعاء حتى ينكشف ذلك عن الناس وهذا كله مما يدل على ان اسباب العذاب اذا
اور تھی نیک اعمال میں مصروف ہونے جیسے نماز نفل اور دعاییں یہاں تک کہ وہ سامان لوگوں پر سے دور ہو جاتا ان تمام روایات سے یہہ معلوم ہوتا ہی کہ جب عذاب کے سامان

ظهرت فالمشروع الاشتغال بما يرجى ان يدفع به العذاب المخوف من اعمال البر والتقوى فان هذه الاشياء
ظاہر ہوں تو موافق شرع کی ایسی عبادت میں مشغول ہو جسمیں امید ہی کہ عذاب خوفناک موقوف ہو جاوی یعنی اعمال نیک اور پرہیزگاری بیشک یہہ تمام اشیاء

كلها من اعظم ما يستدفع به البلاء فانه تعالى يخلق اسبابا للعذاب واسبابا للرحمة اما اسباب العذاب فيخوف
بلا کی دفع کرنی میں بڑی ہی تاثیر رکھتی ہیں بیشک اللہ تعالیٰ سلسلہ عذاب کا اور رحمت کا دونو پیدا کرتا ہی عذاب کی سامان سی تو اللہ تعالیٰ اپنی بندوں کو ڈراتا ہی

الله تعالى بها عباده ليتوبوا اليه ويتضرعوا اليه كالرياح الشديدة فان الريح من روح الله تعالى تاتي بالرحمة
تاکہ اسکی طرف رجوع لاویں اور زار ہو کر روویں جیسے تند ہوائیں بیشک ہوا اللہ تعالیٰ کا فیض ہی کبھی رحمت لاتی ہی

وتاتي بالعذاب وعند اشتدادها امر النبي عليه السلام ان يسئل الله تعالى خيرها وخير ما ارسلت به ويستعيذ
اور کبھی عذاب اور تندی کی وقت نبی علیہ السلام کا حکم ہی کہ اللہ تعالیٰ سی خیر کی دعا کریں اور جو اوس سی آوی وسکی خیر مانگیں اور اوسکی

به تعالى من شرها وشر ما ارسلت به فانه عليه السلام قد كان اذا راى ريحا او غيما تغير وجهه واقبل وادبر فاذا
شر سی اور اوسکی شر سی جو وہ لاتی ہی پناہ مانگیں پس پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم جب آندھی یا ابر دیکھتی تو چہرہ کی حالت بدل جاتی اور کبھی آتی اور کبھی جاتی پھر اگر

امطرت سري عنه ويقول قد عذب قوم بالريح وراى قوم السحاب فقالوا هذا عارض ممطرنا فنزل منه العذاب واما اسباب
مینہ برس جاتا تو خوش ہو جاتی اور فرماتی کہ ایک قوم کو عذاب آندھی کا ہوا تھا اور ایک قوم ابر کو دیکھ کر کہنی لگی یہہ ابر تو ہم پر برسیگا سو اوس میں سی عذاب نازل ہوا اور رحمت کی

الرحمة فيرجي الله تعالى بها عباده كالريح الطيبة والمطر المعتاد عند الحاجة اليه ولهذا يقال عند نزوله اللهم
سامان سی اللہ تعالیٰ اپنی بندوں کو امیدوار کرتا ہی جیسی ہوا نرم ٹھنڈی اور مینہ عادت کی موافق حاجت کی وقت اور اسی واسطی مینہ برستی وقت دعا کہتی ہیں الٰہی

سقيا رحمة لا سقيا عذاب واما من اتقى عن اسباب الضرر بعد ظهورها بالاسباب المنهى عنها فلا ينفعه بل
پلانا رحمت کا نہ پلانا عذاب کا اور جو شخص اسباب ضرر سی بعد ظاہر ہونے کی بطور ممنوع کی بچنا چاہی تو اوسکو کچھ فائدہ نہیں بلکہ

كثيرا ما يقع فيما يخاف منها واما قوله عليه السلام ولا صفر فقد اختلف في تفسيره والقول الاشبه ان المراد به شهر
اکثر اوقات خوفناک امر میں آجاتا ہی اور یہہ ارشاد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کہ صفر نہیں ہی سو اسکی تفصیل میں اختلاف ہی ظاہر حق یوں معلوم ہوتا ہی کہ مراد ماہ صفر ہی

صفر فان اهل الجاهلية كانوا يتشاءمون ويقولون انه شهر مشؤم فابطل النبي عليه السلام ذلك وكثير من الناس
کیونکہ ایام جاہلیت میں اسکو منحوس جانتی تھی اور یوں کہا کرتی تھی کہ صفر برا منحوس ہی سو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نی اسکو باطل کردیا اور بہتیری لوگ

في هذا الزمان يتشاءمون به وربما يمنعون فيه من السفر والتزوج وغيرهما والتشاؤم به من جنس الطيرة المنهى عنها وكذا
اب بھی اوسکو منحوس بتاتی ہیں اور بعضی دفعہ اس مہینہ میں سفر نہیں کرتی اور نہ بیاہ کرتی اور نہ اور کوئی کام اسکی نحوست ماننی بھی بدشگونی کی قسم ہی جسکی ممانعت ہوچکی ہی اور

التشاؤم بيوم من الايام فان تخصيص الشؤم بزمان دون زمان كشهر صفر وغيره غير صحيح لان الزمان عبارة عن مدة
نحوست کسی دن کی تمام ایام میں سی بدشگونی ہی کیونکہ نحوست کی خصوصیت کسی کسی وقت کی جیسی ماہ صفر وغیرہ کی جائز نہیں ہی اسواسطی کہ زمانہ تو ایک مدت دراز کا نام ہی

ممتدة يعرف مقدارها بحركة الافلاك والكواكب وهو في ذاته امر واحد متشابه الاجزاء لا يحصل الا بخلق الله تعالى
جسکا اندازہ افلاک کی حرکت اور ستاروں سی معلوم ہوتا ہی اور وہ اپنی ذات میں ایک متصل چیز ہی اوسکی سب اجزا ایک سی ہیں صرف خدا تعالیٰ کی پیدا کرنی سی ہی

ويقع فيه افعال العباد فلا يكون فيه يمن ولا شوم الا باعتبار افعال العباد فكل زمان شغله العبد بالطاعة فهو

ہوتی ہیں کہ اسمیں افعال عباد ہوتی ہیں سوا اسمیں نہ برکت نہ کچھ نحوست مگر باعتبار کاروبار بندوں کی ہی سو جس زمانکو انسان نی عبادت میں مشغول رکہا تو وہ

زمان مبارك عليه وكل زمان شغله العبد بالمعصية فهو زمان مشئوم عليه واليمن والشوم في الحقيقة هو الطاعة

زمانہ اوسپر مبارک ہی اور جس زمانکو انسان نی گناہوں میں لگادیا تو وہ زمانہ اوسپر منحوس ہی حقیقت میں مبارک اور منحوس عبادت

والمعصية كما قال عدي بن حاتم يمن المرء وشومه بين لحييه يعني لسانه وقال ابن مسعود ان كان الشوم في شيء

اور معصیت ہوتی ہی چنانچہ عدی بن حاتم کہتا ہی آدمی کی برکت اور نحوست دونو جبڑوں میں ہی مراد اوسکی زبان ہی اور ابن مسعود کہتی ہیں اگر بالفرض کسی شی میں نحوست ہوتی

ففيما بين اللحيين يعني اللسان وقال ايضا ما شيء احوج الى طول السجن من اللسان وروي عن عائشة انه عليه السلام

تو دونو جبڑوں میں یعنی زبان میں ہوتی اور یہہ بھی کہا زبان سی زیادہ کوئی شی نہیں قید کی زیادہ حاجتمند ہو اور حضرت عائشہ سی روایت ہی کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نی

قال الشوم سوء الخلق فعلى هذا لا الشوم الا المعاصي والذنوب فانها تسخط الله تعالى فانه اذا سخط على عبد يكون ذلك

فرمایا نحوست بدخلقی ہی اس روایت کی موافق بجز معاصی اور ذنوب کی نحوست کچھہ اور نہیں ہی کیونکہ اسیسی اللہ تعالی بیزار ہوتا ہی سو جس بندی سی اللہ بیزار ہوا تو وہ ہی بندہ

العبد شقيا في الدنيا والاخرة واذا رضي عن عبد يكون ذلك العبد سعيدا في الدنيا والاخرة وبعض الصالحين قد شكي اليه

دنیا اور آخرت میں بدبخت ہی اور جس بندی سی اللہ تعالی راضی ہوا وہ ہی بندہ دنیا اور آخرت میں نیکبخت رہ کسی صالح مرد کی سامنی ایسی مصیبت کا شکوہ ہوا

عن بلاء وقع الناس فيه فقال ما ارى ما انتم فيه من البلاء الا بشوم الذنوب فالعاصي مشئوم على نفسه وعلى غيره اذ لا

جسمیں تمام خلق مبتلا تھی سو اونہوں نی کہا مجکو تمہاری یہہ مصیبت بجز نحوست ذنوب کی معلوم نہیں ہوتی تو گنہگار آدمی اپنی حق میں ہی اور غیر کی حق میں بھی منحوس ہوتا ہی اسلئی

يؤمن ان ينزل عليه العذاب فيعم الناس خصوصا من لم ينكر عمله والبعد عنه لازم وكذلك الاماكن التي يفعل فيها المعاصي

کہ اگر اوسپر عذاب نازل ہووی پہر سب خلق پر پہیل جاوی تو کہاں بچ سکتی ہیں خاص کر اون لوگوں پر جو اوسکی عمل کو برا نجانتی ہوں اور اوس سی دور رہنا ضروری ہی اور ایسی ہی اون مکانات

يلزم البعد عنها والهرب منها خشية نزول العذاب على من يوجد فيها كما روي انه عليه السلام حين مر على ديار ثمود بالحجر

سی بہاگ کر دور رہنا چاہیئی اس خوف سی کہ مبادا جو جو وہاں موجود رہئی سب پر عذاب نازل ہو جاوی چنانچہ روایت ہی کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت بہ راستہ حجر میں دیار ثمود پر پہنچی

قال لاصحابه لا تدخلوا اماكن هؤلاء المعذبين الا ان تكونوا باكين خشية ان يصيبكم ما اصابهم فان هجران اهل

تو اپنی اصحاب سی فرمایا اس قوم عذاب کی ماری ہوئوں کی مکانات میں نہ جانا مگر روتی ہوئی اس خوف سی مبادا کہ تمپر بھی آجاوی جو عذاب اونپر آیا تہا بیشک ترک کرنا اہل

العصيان واماكنهم من جملة الهجرة المامور بها بل العدوى عند التحقيق في مخالطة من يرتكب المعاصي ويحسنها ويزينها

عصیان اور اونکی مکانات کا ہجرت میں داخل ہی جو کہ مامور بہ ہی بلکہ عدوی یعنی اوڑکر لگنا حقیقت میں اوس شخص کی ملاپ میں ہی جو معاصی میں مبتلا ہی اور معاصی کو خوبی کی ساتھ زیب زینت دیکر

ويدعو اليها من شياطين الانس الذين هم اضر من شياطين الجن فان شياطين الجن يستعاذ منه بالله تعالى فينصرف

اوس طرف کو بلاتا ہی یعنی آدمی کی صورت کا شیطان کہ وہ جنی شیطانوں سی زیادہ ضرر کرتا ہی کیونکہ جنی شیاطین تو اللہ تعالی کی پناہ لینی سی دور ہو جاتی ہیں

واما شياطين الانس فلا يبرح حتى يوقعك في المعصية وقد جاء في الحديث انه عليه السلام قال يحشر المرء على دين خليله

اور آدمی کی صورت کی شیاطین کبھی نہیں جاتی آخر تجہکو معصیت میں گرفتار کر چہوڑتی ہیں اور حدیث میں آیا ہی کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نی فرمایا ہی آدمی اپنی اپنی دوستوں کی دین پر اوٹہینگی

فلينظر احدكم من يخالل وفي الحديث الاخر انه عليه السلام قال لا تصحب الا مؤمنا ولا ياكل طعامك الا تقي واما الغول بالضم

اب تمکو خیال کرنا چاہئی کس سی دوستی کرتی ہو اور ایک اور حدیث میں ہی کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ نی فرمایا ہی مؤمن کی سوا کسیکا ہمنشین مت ہو اور سوا پرہیزگار کی کسیکو کہانا مت کہلا اور غول

فهو من زعمات الجاهلية فانهم كانوا يقولون انه نوع من الجن يتراءى للناس في الفلوات باشكال مختلفة ويضلهم

جاہلیت کی اقوال میں اہل جاہلیت کہا کرتی تہی کہ غول ایک قسم جن کی ہی آدمیوں کو جنگل میں طرح طرح کی شکلیں بنا کر دکہایا کرتی ہیں اور رستی سی بہکا کر

عن الطريق ويهلكهم وقوله عليه السلام لا غول يحتمل ان يكون المراد منه نفي وجوده كما هو ظاهر من لفظه لان المتبادر

ہلاک کر دیتی ہیں اور یہہ ارشاد نبی علیہ السلام کا کہ غول نہیں ہی اسمیں یہہ بھی احتمال ہی کہ اس سی مراد نفی اوسکی وجود کی ہو چنانچہ لفظوں سی یہہ ہی ظاہر ہی کیونکہ

من نفي الشيء نفي وجوده لكن قال بعض العلماء ليس المراد به نفي وجوده بل المراد به نفي ما كان تعتقده اهل الجاهلية
کسی شی کی نفی سے یہ ہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ جو موجود نہیں ہے لیکن بعض علما یہ کہتے ہیں کہ نفی اوسکے وجود کی مراد نہیں ہے بلکہ جو جاہلیت کے معتقدات کی نفی مراد ہے
من التشكل باشكال مختلفة والاضلال عن الطريق والاهلاك فيكون المعنى انه لا يستطيع ان يضل احدا عن الطريق
کہ وہ طرح طرح کی شکل بناتے ہیں اور رستہ سے بہکاتے ہیں اور ہلاک کر دیتے ہیں اس حدیث کے یہ معنی ہوے کہ غول کسیکو رستہ سے نہیں بہکا سکتی
ولا ان يفعل شيئا مما ذكر وهذا الوجه اولى الوجهين لورود اخبار تدل على وجوده من جملتها ما روي انه عليه السلام
اور نہ کچھ اور ان مذکورات میں سے کر سکتی ہے یہ معنی دونو معنی میں اولیٰ ہیں کیونکہ ایسی حدیثیں آئی ہیں جو غول کے وجود پر دلالت کرتی ہیں اونہیں میں سے ایک یہ ہے کہ پیغمبر علیہ السلام نے
قال اذا تغولت الغيلان فبادروا بالاذان فانه عليه السلام بين ان شرها يندفع بذكر الله تعالى فعلى المؤمن ان يشتغل
فرمایا جب غول شرارت کریں تو جلدی اذان کہو تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان کر دیا کہ اسکی شرارت ذکر الٰہی سے دفع ہو جاتی ہے سو مومن کو لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول
بطاعة الله تعالى ويتوكل عليه ويترك كل ما شاع بين الانام مما كان مخالفا للدين الاسلام ونهى عنه النبي عليه السلام
رہے اور اسی پر بھروسا کرے اور جو خلقت میں حدوث شرع پھیل رہا ہے اسے ترک کرے یعنی جو دین کی مخالف ہو اور نبی علیہ السلام کا منع فرمایا ہو
يسر الله تعالى عملا موافقا لرضائه بلطفه وكرمه

المجلس التاسع والثلثون في ذم الطيرة والفال المذموم ومدح الفال المسنون وانواعه

نصیب کرے اللہ آسان کرے عمل جو رضا کی موافق ہو اپنے لطف اور کرم سے
انتالیسویں مجلس شگون بد و فال بد کی برائی میں اور مسنون فال کی مدح اور اسکی قسموں میں

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا طيرة وخيرها الفال قالوا وما الفال يا رسول الله قال الكلمة الصالحة يسمعها احدكم هذا الحديث من صحاح المصابيح
فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے طیرہ کی کچھ اصل نہیں ہے اور ان میں بہتر فال ہے پوچھا یا رسول اللہ فال کیا چیز ہے فرمایا اچھی بات جو کوئی سن لے یہ حدیث مصابیح کی صحیح حدیثوں میں ہے
رواه ابو هريرة ومعناه ان الطيرة لا يجوز العمل بها لعدم الخير فيها وانما الخير في الفال الذي هو الكلمة الصالحة
ابو ہریرہ کی روایت ہے اسکے یہ معنی ہیں کہ شگون بد پر عمل کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ اسمیں خیر نہیں ہوتی مگر خیر فال میں ہے جو کہ نیک بات ہوتی ہے جو
يسمعها احدكم وليس معناه ان في الطيرة خيرا والفال خير منها اذ لا خير في الطيرة اصلا وهي مصدر بمعنى
کوئی سن لیوے اور یہ معنی نہیں ہیں کہ شگون بد میں خیر ہے مگر فال اوس سے بہتر ہے اس واسطے کہ شگون بد میں اصلا خیر نہیں ہے اور طیرہ مصدر ہے
التطير ماخوذة من الطير لان العرب في الجاهلية كانوا يتبركون بالسوانح اي بمرورها من مياسرهم الى ميامنهم
تطیر کے معنوں میں طیر سے مشتق ہوا ہے اس لئے کہ عرب کے لوگ ایام جاہلیت میں سوانح کو مبارک جانتے تھے یعنی جو کہ بائیں ہاتھ کی طرف سے داہنی طرف چلا جاوے
ويتشاءمون بالبوارح اي بمرورها من ميامنهم الى مياسرهم اذ كان من عادتهم اذا خرجوا لحاجة فان راوا الطير
اور بوارح کو منحوس سمجھتے تھے یعنی جو کہ داہنے ہاتھ کی طرف سے بائیں طرف چلا جاوے کیونکہ عرب کی یہ عادت تھی جب کسی کام کو نکلتے پھر اگر کسی پرندہ
او الوحش يمر بيمينه يتبركون به ويذهبون في حاجتهم وان راوا الطير او الوحش يمر بيسرة يتشاءمون به ويرجعوا
یا وحشی کو دیکھا کہ داہنی طرف کو گیا تو اوسے مبارک جانکر اپنے کام کو چلے جاتے اور اگر دیکھتے کہ پرندہ یا وحشی جانور بائیں طرف کو گیا تو منحوس جانکر راہ میں سے اپنے گھر ہٹ آتے
الى بيوتهم وربما كانوا ينفرون الطيور والوحوش فيطيرون فان اخذت ذات اليمين يتبركون به ويمضون في سفرهم
اور بعضے وقت پرندہ کو اوڑا کر اور وحشی کو بدکا کر دیکھتے کہ کدھر کو جاتا ہے اگر وہ داہنی طرف کو گیا تو مبارک جانکر سفر کا ارادہ کو چلے جاتے
وحاجتهم وان اخذت ذات الشمال يتشاءمون بها ويرجعون عن سفرهم وحاجتهم والحاصل انهم كانوا يتبركون
اور اگر اوس نے بائیں طرف لی تو اوسکو منحوس سمجھکر اپنے سفر سے اور کام سے ہٹ آتے حاصل یہ ہے کہ سوانح کو
بالسوانح ويتشاءمون بالبوارح والسانح ما يمر من الطير والوحش بين يديك من جهة يسارك الى يمينك والعرب
نیک برکت والا جانتے اور بوارح کو منحوس سمجھتے سانح وہ پرندہ جانور یا وحشی ہوتا ہے جو سامنے سے بائیں طرف سے داہنی طرف کو چلا جاوے عرب کے لوگ

كانوا يتيمنون به لإمكان رميه وصيده من غير الانحراف والبارح ما يمر من الطير والوحش من جهة يمينك

سکو مبارک جانتے تھے کیونکہ اسکو تیر مارنا اور شکار کرنا بدون گردش کے ممکن ہوتا ہے اور بارح وہ پرندہ جانور اور وحشی ہے جو داہنی طرف سے

إلى يسارك والعرب كانوا يتشاءمون به لعدم إمكان رميه وصيده من غير الانحراف فنفى النبي عليه السلام ذلك

بائیں طرف چلا جاوے عرب کے لوگ اسکو منحوس جانتے تھے کیونکہ اسکو تیر مارنا اور شکار کرنا بدون گردش کے ممکن نہ تھا سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو منع کیا

وأبطل وأخبر أنه ليس له تأثير بنفع ولا ضر وهذا معنى قوله لا طيرة فإن الطيرة على وزن عنبة مصدر بمعنى التطير وأصل

اور باطل کیا اور خبر دی کہ اسکی تاثیر نفع یا ضرر میں کچھ نہیں ہے یہی معنی حدیث لا طیرۃ کے ہیں کیونکہ طیرہ جو عنبہ کے وزن پر ہے مصدر ہے تطیر کے معنی میں تطیر کا اصل معنی — در اصل میں

التطير التفاؤل بالطير ثم استعمل في كل ما يتفاءل به ويتشاءم سواء كان طيرا أو غيره وقد روي أنه عليه السلام

تطیر پرندوں سے فال لینے کو کہتے ہیں پھر اسکا استعمال ہر اس چیز میں ہونے لگا جس سے فال لیں یا منحوس جانیں خواہ پرندہ ہو یا سوا اسکے اور کچھ ہو اور روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے

قال الطيرة من الشرك يعني أنها من أعمال أهل الشرك والكفر كما حكاها الله تعالى عنهم في مواضع من كتابه فإنهم كانوا

فرمایا بدشگونی شرک ہے یعنی مراد یہ ہے کہ طیرہ مشرکوں اور کافروں کے اعمال میں سے ہے جیسا کہ اللہ تعالی نے انکا حال کئی جگہ اپنی کتاب میں حکایت کیا ہے کیونکہ وہ کفار

يتشاءمون بالرسل وأتباعهم وسبب تشاؤمهم بهم أن الرسل لما دعوهم إلى دين غير ما ألفوه استغربوه واستقبحوه

رسولوں اور انکے ساتھیوں کو منحوس جانتے تھے اور انکے منحوس سمجھنے کا سبب یہ تھا کہ رسول جو انکو ایسے دین کی طرف بلاتے تھے جو انکی طبع کے خلاف تھا تو اسکو عجیب و غریب جانتے تھے

ونفرت عنه طباعهم إذ من عادة الجهلة أن يتيمنوا بكل ما يوافق هواهم وإن كان جالبا لكل شر ووبال ويتشاءموا

اور انکی طبیعتوں کو اس سے نفرت تھی کیونکہ جاہلوں کی عادت ہے کہ جو بات انکی مرضی کے موافق ہو اسکو مبارک سمجھیں اگرچہ اسمیں تمام خرابیاں موجود ہوں اور جو بات

بما يخالف هواهم وإن كان جالبا لكل خير ونوال ومن عادتهم أيضا التشاؤم ببعض الأيام والشهور كشهر صفر وإن كثيرا

انکی مرضی کے خلاف ہو تو اسکو منحوس سمجھیں اگرچہ اسمیں ہر طرح کی بہتری اور بھلائی حاصل ہو اور انکی یہ بھی عادت ہے کہ بعضی تاریخوں اور بعضی مہینوں کو منحوس جانتے ہیں جیسے صفر کا — مہماسات

من الناس في هذا الزمان يتشاءمون به وربما يمتنعون فيه من السفر والتزوج ونحوهما والتشاؤم به من جنس الطيرة

لوگ اس زمانہ کے بھی اسکو منحوس گنتے ہیں اکثر لوگ اس مہینہ میں سفر اور بیاہ وغیرہ نہیں کرتے یہ بدشگونی بھی ویسی ہی ممنوع ہے جیسی طیرہ

المنهي عنها فإن تخصيص الشؤم بزمان دون زمان غير صحيح لأن الزمان عبارة عن مدة ممتدة تعرف مقدارها

کیونکہ نحوست کی خصوصیت بعضی بعضی وقت سے ہرگز نہیں ہو سکتی اس لئے کہ زمانہ ایک مدت متصل دراز کو کہتے ہیں جسکی مقدار افلاک

بحركة الأفلاك والنجوم وهو في ذاته أمر واحد متشابه الأجزاء يحصل بخلق الله تعالى ويقع فيه أفعال العباد فلا يكون

اور ستاروں کی حرکت سے معلوم ہوتی ہے اور زمانہ اصل میں ایک چیز ہے جسکی ایک طرح کی اجزا ہیں خدا کی پیدائش سے موجود ہے بندوں کی افعال اسمیں واقع ہوتی ہیں

فيه يمن ولا شؤم إلا باعتبار أفعال العباد فكل زمان يشغله العبد بالعبادة فهو زمان مبارك عليه وكل زمان

سو اسمیں نہ کچھ برکت ہے نہ کوئی نحوست مگر باعتبار کردار بندوں کی سو جس وقت کو بندہ نے عبادت میں صرف کیا وہ زمانہ اوسکے حق میں مبارک ہے اور جو وقت

يشغله العبد بالمعصية فهو زمان مشؤوم عليه وفي الحقيقة اليمن هو الطاعة والشؤم هو المعصية كما قال عدي

معصیت میں صرف ہوا وہ زمانہ اوسکے حق میں منحوس ہے اور حقیقت میں برکت عبادت میں ہے اور نحوست گناہ میں ہے جیسا کہ عدی

بن حاتم اليمن والشؤم بين لحييه يعني لسانه وقال ابن مسعود إن كان الشؤم في شيء ففيما بين اللحيين يعني

بن حاتم کہتے ہیں کہ انسان کی برکت اور نحوست دونو جبڑوں میں ہے یعنی زبان میں ہے اور ابن مسعود کہتے ہیں کہ اگر کسی چیز میں نحوست ہو تو وہ اسمیں ہے جو دونو جبڑوں میں ہے

اللسان وروي عن عائشة رضي الله عنها أنه عليه السلام قال الشؤم سوء الخلق فعلى هذا ليس الشؤم إلا المعاصي

یعنی زبان میں اور حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نحوست بدخلقی ہے سو اس حدیث کے موافق منحوس صرف معاصی اور گناہ ہوئے ہیں

والذنوب فإنها تسخط الله تعالى وإنه تعالى إذا سخط على عبد يكون ذلك العبد

جو خدا تعالی کو غصہ دلاتے ہیں کیونکہ جب اللہ تعالی کسی بندہ پر غصہ ناک ہوا تو وہ شخص

شقيا في الدنيا والاخرة واذا رضي عن عبد يكون ذلك العبد سعيدا في الدنيا والاخرة وبعض الصالحين
دنیا اور آخرت مین شقی بدبخت ہوا اور جب بندہ سے اللہ تعالی راضی ہوا تو وہ شخص دنیا اور آخرت مین نیک بخت ہوا کسی نیک بخت کے پاس

قد شكى اليه عن بلاء وقع فيه الناس فقال ما ارى ما انتم فيه من البلاء الا بشوم الذنوب والمعاصي فالعاصي مشوم
لوگون نے ایک بلا مین مبتلا ہو کر شکایت کی اونہون نے جواب دیا کہ مجھکو یہہ ہی معلوم ہوتا ہے کہ تم پر یہہ بلا صرف گناہ اور معاصی کی نحوست سے نازل ہوئی ہے گنہگار

على نفسه وعلى غيره اذ لا يؤمن ان ينزل عليه العذاب فيعم الناس خصوصا من لم ينكر عمله فالبعد عنه لازم و
اوسپر اور غیرون پر بھی ہوتی ہے اسواسطے کہ کہان پناہ ہے کہ اوس گنہگار پر عذاب نازل ہو پہر سب خلق پر پہیل جاوے خاص اون لوگون پر جو اوسکے عمل کو برا نہیں جانتے

كذ الاماكن التي يفعل فيها المعاصي يلزم البعد عنها والهرب منها خشية نزول العذاب على من يوجد فيها فان
ایسے ہی اون مکانات سے الگ رہنا ضرور ہے جہان معاصی عمل مین آتے ہون اس ڈر سے کہ مبادا عذاب اون سب پر نازل ہو جو وہان موجود ہون کیونکہ

هجران اهل العصيان واماكنهم من جملة الهجرة المامور بها ومن عادتهم ايضا البحث عن اسباب الشر بالرمل وضرب
ترک کرنا نافرمانون کا اور اونکی مکانات کا ہجرت مین داخل ہے جسکا حکم ہے اور اونکی عادت مین سے یہہ بھی ہے کہ بوسیلۂ رمل اور

الحصى والشعير والنظر في النجوم وغير ذلك وذلك كله من قبيل الطيرة المنهي عنها ومن قبيل الاستقسام بالازلام
کنکریان اور دانہ جو کے اور ستارون مین نظر کر کے اور سوا اسکے غیب کے حالات مین بحث کرتے ہین یہہ تمام بدشگونی مین داخل ہے جسکی ممانعت ہوئی ہے اور استقسام بالازلام

ومعنى الاستقسام طلب معرفة ما قسم مما لم يقسم والازلام القداح التي كان اهل الجاهلية يكتبون عليها الامر و
اور معنی استقسام کی یہہ ہین کہ طلب کرنا علم شدنی اور ناشدنی کا اور ازلام تیرون کو کہتے ہین جن پر اہل جاہلیت امر اور نہی یعنی ہان یا نہیں لکہتے تہے

النهي يكتبون على بعضها افعل وامرني ربي وعلى بعضها لا تفعل ونهاني ربي ويضعونها في وعاء فاذا اراد احدهم امرا
بعضے پر افعل یعنی کر یا امرنی ربی یعنی اسکا حکم آیا ہے لکہتے تہے اور بعضے پر لاتفعل یعنی مت کر یا نہانی ربی یعنی اللہ کا حکم نہیں لکہتے پہر اونکو ایک باسن مین رکہتے پہر جب کوئی

ادخل يده في ذلك الوعاء واخرج قدحا فان خرج ما فيه الامر مضى لما قصده وان خرج ما فيه النهي كف عما قصده وقال
تو اوس برتن مین ہاتہ ڈالکر ایک تیر نکال لیتا اگر ایسا تیر نکلا جسمین حکم تہا تو وہ اپنے کار کو چلا جاتا اور اگر ایسا تیر نکلتا کہ جسمین ممانعت تہی تو اپنا کام موقوف کرتا اور

سعيد بن جبير كان لاهل الجاهلية حصيات تدام اصنامهم اذا اراد احدهم امرا من السفر وغيره استقسم بها اى
سعید بن جبیر کہتے ہین کہ اہل جاہلیت بتون کے سامنے کنکر رکہتے تہے جب کوئی سفر وغیرہ کا ارادہ کرتا تو استقسام کرتا یعنی علم شدنی اور ناشدنی کا حاصل کرتا کہ یہہ کام کرون

طلب العلم بما قسم له من الاقدام والاحجام وقال ابو اسحق الزجاج وغيره الاستقسام بالازلام حرام لانه دخول في
یا نہ کرون اور ابو اسحاق زجاج وغیرہ کہتے ہین استقسام الازلام حرام ہے اسلئے کہ یہہ علم الہی مین

علمه تعالى وهو غيب عنا ويدخل فيه ما يفعل في زماننا ويسمونه فال القران وفال دانيال ونحوهما فانها ليست من
مداخلت ہوتی ہے حالانکہ وہ ہمسے پوشیدہ ہے اور اسی مین داخل ہے جو اس زمانہ مین کرتے ہین اور اوسکا نام قرآن کی فال اور دانیال کی فال اور مانند اسکی رکہہ چہوڑا ہے کیونکہ

الفال المحمود في الشرع بل هي من قبيل الاستقسام بالازلام فلا يجوز استعمالها ولا اعتقادها حقا لان فيها الخبر عن
طریقہ وہ فال نہین ہے جو شرع مین محمود ہو بلکہ یہہ بہی استقسام بالازلام کی جنس سے ہے سو اسکا عمل کرنا اور حق اعتقاد کرنا جایز نہین ہے کیونکہ اسمین غیب کی خبر

الغيب والتطير بالقران العظيم وانما الفال المحمود في الشرع التيمن والتبرك بالكلمة الموافقة للمراد كالراشد والنجيح على ما
اور قرآن کے ساتہہ تطیر ہے اور فال جو شرع مین محمود ہے وہ یہہ ہے کہ یمن اور برکت کسی کلمہ سے لینی جو مراد کے موافق ہو جیسے راشد یعنی راہ پانیوالا اور نجیح

روى عن انس انه عليه السلام كان يعجبه اذا خرج لحاجة ان يسمع يا راشد يا نجيح وفي حديث اخر انه عليه السلام
چنانچہ انس سے روایت ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو خوش آتا تہا کسی کار کو جاتے ہوئے کہ سن پاوین یا راشد یا یا نجیح اور ایک اور حدیث مین ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم

كان يتفاءل ولا يتطير وفي حديث اخر انه عليه السلام كان يحب الفال ويكره الطيرة قال العلماء انما كان النبي عليه الصلاة والسلام
فال لیا کرتے تہے اور تطیر نہین کیا کرتے تہے اور ایک حدیث مین ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فال کو محبوب رکہتے تہے اور تطیر کو مکروہ جانتے تہے علماء کہتے ہین کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم

يحب التفاؤل ويكره الطيرة لأن الطيرة فيها الحكم على الغيب وسوء الظن بالله تعالى وتوقع البلاء وأما التفاؤل فليس فيه الحكم
فال کو محبوب [رکھتے تھے] اور بدشگونی کو مکروہ جانتے تھے کیونکہ بدشگونی میں غیب کی خبر اور اللہ تعالی کی جناب میں بدگمانی اور توقع بلا کی ہوتی ہے اور فال سو اوس میں غیب کی
على الغيب بل فيه مجرد طلب الخير وحسن الظن بالله تعالى ورجاء حصول المراد فإن الإنسان عند ظهور سبب إذا رجا وأمل
خبر نہیں ہوتی بلکہ اوس میں صرف خیر کی طلب اور اللہ تعالی کی جناب میں نیک گمانی اور امیدواری حصول مراد کی ہے سبب کہ انسان بروقت ظہور کسی سبب قوی یا ضعیف کی اگر اللہ سے امید
من الله تعالى خيرا بعد سبب قوي وضعيف فهو خير له وإذا قطع رجاءه وأمله من الله تعالى فهو شر له لقوله تعالى
خیر کی اور رحمت کی کرے تو اوسکی حق میں بہتر ہے اور اگر اللہ تعالی سے اپنی امید منقطع کرے تو اوسکی حق میں بہتر نہیں کیونکہ اللہ تعالی فرماتا ہے
إِنَّهُ لَا يَيْأَسُ مِنْ رَوْحِ اللَّهِ إِلَّا الْقَوْمُ الْكَافِرُونَ وقد ذكر في نصاب الاحتساب أن الرجل إذا خرج إلى السفر فصاح العقعق
نا امید نہیں ہوتا اللہ کی فیض سے مگر قوم منکر اور نصاب الاحتساب میں مذکور ہے کہ آدمی جب سفر کی لئے روانہ ہو اور کوا بولا پڑے
ورجع من سفره يكفر عند بعض المشائخ وذكر في المحيط أن الهامة إذا صاحت فقال رجل يموت المريض يكفر القائل
اور یہہ شخص سفر موقوف رکھے تو بعضی مشائخ کی نزدیک کافر ہو جاتا ہے اور محیط میں مذکور ہے کہ جغد کی آواز پر اگر کوئی شخص کہے بیمار مر جاویگا تو وہ شخص
عند بعض المشائخ ومثال التفاؤل أن يكون له حاجة فيسمع من يقول يا واجد فيقع في قلبه رجاء الوجدان أو يكون
بعضی مشائخ کی نزدیک کافر ہو جاتا ہے اور فال کی یہہ مثال ہے کہ کسی شخص کو کچھہ مطلب ہے اور وہ سنے کہ کوئی کہتا ہے یا واجد یعنی ای پانیوالے پھر اسکی دل میں توقع اوس مطلب
له مريض فيسمع من يقول يا سالم فيقع في قلبه رجاء السلامة والفرق بين الفال والطيرة مع كون كل واحد منهما
یا کسی شخص کا بیمار ہو اور سنے کہ کوئی کہتا ہے یا سالم یعنی ای سلامت رہنے والے اوسکی دل میں امید سلامتی کی پیدا ہو اور فرق فال اور طیرہ میں باوجودیکہ دونوں میں
استدلالا بالعلامة على عاقبة الأمر ومآله أن الكلمة الحسنة التي تجري على لسان الإنسان تدل لا محالة على المعنى الموافق
کار کی انجام اور مآل پر علامت سے استدلال کرتے ہیں یہہ ہے کہ نیک کلمہ جو انسان کی زبان پر گذرتا ہے البتہ مراد کی موافق معنی پر دلالت کرتا ہے تو اسکا مراد پر
للمراد فيمكن الاستدلال بها على المراد بخلاف طيران الطيور وحركات البهائم وأصواتها فإنها لعدم دلالتها على معنى لا يمكن
استدلال کرنا ممکن ہے بخلاف جانور کی پرواز میں اور وحشیوں کی حرکات و آوازوں میں نہیں ہے وہ کسی معنی پر دلالت نہیں کرتی تو اوس سے
الاستدلال بها على شيء فإن كان أهل الجاهلية جعلوا العبرة فيها تارة بحركاتها وتارة بأصواتها وتارة بألوانها وتارة
کسی بات پر استدلال نہیں ہو سکتا اگرچہ اہل جاہلیت نے اوسمیں کبھی اعتبار ٹھہرایا ہے کبھی اونکی حرکات سے اور کبھی آوازوں سے اور کبھی رنگوں سے اور کبھی
بأسمائها ويتشاءمون ببعضها ويتيمنون ببعضها فإنهم كانوا يتشاءمون بالعقاب على العقوبة وبالغراب على الغربة ويتيمنون بالهدهد على الهدى وكذلك كانوا يتيمنون
ناموں سے اور بعضی کو منحوس لیتے ہیں اور بعضی کو برکت سمجھتے ہیں پس جاہلیت عقاب سے عقوبت یعنی عذاب کی نحوست لیتے تھی اور غراب سے غربت یعنی مسافری کی اور ہدہد سے ہدایت کی برکت لیتے تھی اور
بالسانح ويتشاءمون بالبارح والسانح ما مر من الطير والوحش من جهة يسارك إلى جهة يمينك والعرب كانوا يتيمنون به لإمكان رميه وصيده
اور بارح سے نحوست لیتے تھی اور سانح وہ پرندہ یا وحشی ہے کہ بائیں طرف سے داہنی طرف کو چلا جاوے عرب کے لوگ ایسی جانور کو مبارک سمجھتے تھی کیونکہ اوسکی تیر مارنا اور شکار کرنا
من غير انحراف والبارح ما مر من الطير والوحش من جهة يمينك إلى جهة يسارك والعرب كانوا يتشاءمون به لعدم
بدون گردش کی ممکن ہے اور بارح وہ پرندہ یا وحشی ہوتا ہے جو داہنی طرف سے بائیں طرف چلا جاوے عرب کے لوگ اسکو نحس جانتے تھی
إمكان رميه وصيده من غير انحراف وكان من عادتهم أنهم إذا خرجوا للحاجة ورأوا الطير والوحش يمر يمنة
کیونکہ اسکو تیر مارنا یا شکار کرنا بدون گردش کی نہیں ہو سکتا اور قدیم عرب کی یہہ عادت تھی کہ جب وہ کسی کام کی لئے باہر نکلتے اور کسی پرندہ یا وحشی کو دیکھتے کہ داہنی طرف کو
يتبركون به ويذهبون في حاجتهم وإن رأوا الطير والوحش يمر يسرة يتشاءمون به ويرجعون إلى بيوتهم وربما كانوا
چلا گیا تو اوسکو مبارک جان کر اسی کام کو چلے جاتے اور اگر کسی پرندہ یا وحشی کو دیکھتے کہ بائیں طرف چلا گیا تو اوسکو منحوس جان کر اسی گھر ہٹ آتے اور بعضی وقت
يهيجون الطيور والوحوش فينظرون إليها إن أخذت ذات اليمين يتبركون بها ويذهبون في حاجتهم وإن أخذت ذات الشمال
پرندہ کو اوڑا کر اور وحشی کو بدکا کر دیکھتے رہتے کہ اگر وہ داہنی طرف کو چلا گیا تو اوسکو مبارک سمجھکر اسی کار و بار کو چلے جاتے اور اگر بائیں طرف کو چلا گیا

يتشاءمون بها ويرجعون عن حاجتهم فنهى النبي عليه الصلوة والسلام عن ذلك بقوله اقروا الطير على وكناتها
تو منحوس سمجھکر کاروبار سے رکھی ہٹتا تھا سو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عادت سے روک دیا فرمایا جانور کو گھونسلوں میں بیٹھا رہنی دو

وروي عن معاوية بن حكم انه قال قلت يا رسول الله كنا نتطير قال ذلك شئ يجده احدكم في نفسه فلا يصدنكم
اور معاویہ بن حکم سے روایت ہے کہتا ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم تطیر کیا کرتے تھے آپ نے فرمایا یہ تمہارے دل کی وہمی اعتقاد ہیں سو اسکی تئیں کاروبار سے

يعني ان ذلك شئ يوجد في النفوس من قبل الظنون التي تعتريكم بحكم البشرية من غير ان يكون له تاثير في شئ
مراد یہ ہے کہ یہ ایسی بات ہے جو دلوں میں آتی ہے تو وہمی بشریت کی جہت سے پیدا ہوتی ہے بغیر اس کی تاثیر ہی اسمیں نہ کچھ

من النفع والضر فلا يصدنكم عما تتوجهون اليه من مقاصدكم وقد جاء في حديث اخر انه عليه السلام قال
نفع نہ کوئی ضرر سو یہ وہم تمکو کاروبار مقصود کی طرف سے نہ روک دے اور ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا

من ردته الطيرة عن حاجة فقد اشرك فقيل وما كفارته يا رسول الله فقال ان يقول اللهم لا طير الا طيرك
جسکو کاروبار سے بدشگونی روک رکھے وہ مشرک ہے کسی نے پوچھا یا رسول اللہ اسکا کفارہ کیا ہے آپ نے فرمایا یہ کہنا چاہیے اللہم الی آخرہ نہیں کوئی فال مگر تیری

ولا خير الا خيرك ولا اله غيرك ثم يمضي الى حاجته يعني ان كل ما يصيب الانسان من الخير والشر والنفع والضر
فال کی اور نہیں کوئی خیر سوائے تیری خیر کی اور نہیں کوئی معبود سوا تیرے پھر اپنے کام کو چلا جاوے مراد یہ ہے کہ انسان کو جو بھلائی اور برائی اور نفع اور ضرر

واليمن والشوم لا يصيبه الا بقضائك وتقديرك وحكمك ومشيتك وفي حديث اخر رواه ابن مسعود انه عليه السلام قال
اور برکت اور نحوست پیش آتی ہے بدون تیری قضا اور تقدیر اور تیری حکم اور مرضی کی نہیں ہے اور ایک اور حدیث میں ابن مسعود کی روایت سے ہے کہ نبی علیہ السلام

الطيرة شرك الطيرة شرك قال ثلثا وما منا الا ولكن الله تعالى يذهبه بالتوكل وقيل قول وما منا الا ليس من كلام النبي
نے فرمایا شگون شرک ہے تین بار فرمایا اور کوئی ایسا نہیں جو ایسی خیال سے خالی ہو لیکن اللہ تعالی اسکو توکل کی برکت سے دفع کردیتا ہے اور کہتے ہیں کہ کلمہ ما منا الا کلام نبی صلی اللہ علیہ وسلم

بل هو من كلام ابن مسعود وفيه حذف اختصار ومعناه ليس منا الا من يقع في قلبه عند ذلك شئ من ذلك على ما جرت
بلکہ یہ کلمہ ابن مسعود کا کلام ہے اسمیں ہی واسطے اختصار کی حذف ہوا ہے اسکی یہ معنی ہیں کہ آدمی ایسا ہی جو ہے سوا اسکی دل میں اس وقت کچھ اس قسم کا خیال آجاتا ہے

به العادة لكن لا يستقر فيه بل يحسن اعتقاده بان لا مؤثر الا الله فيساله الخير ويستعيذ به من الشر ويمضي على
چنانچہ ہمیشہ عادت جاری ہے پر وہ خیال جم نہیں جاتا بلکہ اسکا اعتقاد درست ہوتا ہے کہ سوائے اللہ تعالی کے کوئی موثر نہیں سو اسی سے بھلائی طلب کرتا ہے اور بدی سے پناہ مانگتا ہے

مقصوده متوكلا عليه يسر الله تعالى علينا عملا موافقا لرضائه بلطفه وفضله وكرمه المجلس الاربعون في
اور اوسپر بھروسا کرکے مقصود کی طرف چلا جاتا ہے اللہ تعالی اپنی لطف اور فضل اور کرم سے ایسا عمل آسان کرے جو اسکی رضا کی موافق ہے چالیسویں مجلس بیچ

بيان استحسان التاني في عمل الدنيا دون الاخرة قال رسول الله صلى الله عليه وسلم التؤدة
بیان خوبی درنگ کی دنیا کی کاروبار میں سوائے اعمال آخرت کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا درنگ

في كل شئ الا في عمل الاخرة هذا الحديث من حسان المصابيح رواه مصعب بن سعد عن ابيه ومعناه ان
ہر شئ میں چاہیے مگر آخرت کی عمل میں یہ حدیث مصابیح کی حسن حدیثوں میں ہے مصعب بن سعد اپنے باپ سے روایت کرتا ہے اسکی معنی یہ ہیں کہ

التاني مستحسن في جميع الامور الا في عمل الاخرة فان التاني فيه غير مستحسن اذ لا شك في كونه خيرا فلا خير في تاخيره
درنگ ہر عمل تمام امور میں بہتر ہے سوائے اعمال آخرت کی سو اسمیں درنگ اور تامل خوب نہیں ہے اسلئے کہ اسکی خوبی میں شک نہیں ہے سو اسکی تاخیر میں خوبی نہیں

بل المستحسن فيه المسارعة اليه بقوله تعالى وَسَارِعُوْا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اُعِدَّتْ
بلکہ اسمیں جلدی خوب ہوتی ہے اس آیت سے اور دوڑو بخشش پر اپنی رب کی اور جنت پر جسکا پھیلاو ہے آسمان اور زمین طیار ہوئی ہے

لِلْمُتَّقِيْنَ واما امور الدنيا فلا يعلم انها خير فيعمل بها او شر فيحترز عنها فلذلك شرعت المسارعة فيها فان هنم
واسطی پرہیزگاروں کی اور رہی دنیا کی کاروبار سو یہ معلوم نہیں ہوتا کہ نیک ہے کیا چاہیے یا برا ہے اس سے بچا چاہیے سو اسلئے اسمیں جلدی مشروع ہوئی ہے اگر کسی

يستحب له ان يشاور فيه لما روي انه عليه السلام كان يشاور اصحابه في جميع الامور حتى حوائج بيته وروي عن
تو مستحب ہی کہ اوسمیں مشورہ کرلی باعتبار اس روایت کی کہ نبی علیہ السلام اپنی اصحاب سی تمام کاموں میں مشورہ کیا کرتی یہاں تک کہ گھر کی کام میں اور علی سی

علی انه قال ما هلك امرؤ عن المشاورة وقيل لو شاور آدم عليه السلام الملئكة في اكله من الشجرة المنهية لما وقع فيما
روایت ہی کہ آپ نی فرمایا مشورہ کرنی سی کوئی خراب نہیں ہوا اور کہتی ہیں کہ اگر آدم علیہ السلام فرشتوں سی مشورہ کرلیتی گیہوں کہانی میں تو اوس بیر مصیبت سی نہ

وقع وقيل افراد الانسان ثلثة اقسام رجل ونصف رجل ولا شيء فالرجل من له راى صائب ويشاور ونصف الرجل
جو آئی اور کہتی ہیں کہ آدمی تین قسم کی ہیں پورا مرد اور آدھا مرد اور نکما سو پورا مرد وہ ہی جو خود دانا ہو پھر مشورہ کری اور آدھا مرد وہ ہی

من له راى صائب لكن لا يشاور او يشاور لكن ليس له راى صائب ولا شيء من ليس له براى صائب ولا يشاور فباجتماع
جو دانا تو ہو پر مشورہ نکری یا مشورہ تو کری پر خود دانا نہو اور نکما وہ ہی جو نہ خود دانا ہو اور نہ مشورہ کری پس دونوں باتوں کی

الامرين الرجل تام وبانتفاء احدهما نصف وبانتفائهما لا شيء والاحاديث الصحيحة الواردة في المشاورة كثيرة
جمع ہونی سی مرد پورا ہوتا ہی اور ایک بات سی آدھا ہوتا ہی اور جب دونوں بات کم ہوں تو نکما ہی اور صحیح حدیثیں جو مشورہ کی باب میں آئی ہیں بہت ہیں اول سکی

ويغني عن جميعها وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ فانه عليه السلام مع كونه اكمل الخلق ولم يكن احد افطن منه امر
بدلی یہہ آیت کافی ہی اور مشورہ لی اونسی سو نبی علیہ السلام کو باوجودیکہ سب سی زیادہ کامل اور اونکی برابر کوئی فہمیدہ نہیں ہی جب مشورہ کرنی کا حکم ہی

بالمشاورة في هذه الاية فما الظن لغيره لكن من يريد المشاورة لامر يستحب له ان يشاور فيه جماعة من اهل
اس آیت میں پہر اوروں پر تیرا کیا خیال ہی لیکن جو شخص کسی کام میں مشورہ کا ارادہ کری تو اوسکو مستحب ہی کہ مشورہ ایک جماعت اہل بصیرت دانا سی کری

البصيرة يكون اقلهم عشرة ويعلم من حالهم النصيحة والشفقة ويثق بدينهم وصدقهم وورعهم وعلمهم
کم سی کم دس تو ہوں اور اونکی حال عادت سی خیرخواہی اور شفقت معلوم ہوتی ہو اور اونکی دین اور راستی اور پرہیزگاری اور علم پر اعتماد ہو

ويعرفهم مقصوده من ذلك الامر ويبين لهم ما فيه من المصلحة والمفسدة ان علم شيئا من ذلك وان
اور اوس کام میں سی اپنا مقصود اونکو جتلادی اور جو خوبی اور برائی ہو اگر کچھ جانتا ہو تو سب اونکی سامنی بیان کردی اور اگر

لم يجد عنهم الا واحدا يشاور ذلك الواحد عشر مرات وان لم يجد واحدا يرجع الى امراته والى امرأة اخرى يجوز
سوا ایک شخص کی کہ جس سی مشورہ کری کوئی نہ ملی تو اوس ایک شخص ہی سی دس مرتبہ مشورہ کری اور اگر ایک بہی نہ میسر ہو تو اپنی بی بی سی رجوع کری یا کسی اور عورت سی

مكالمته ويشاورها وبعد المشاورة يخالفها وفي مخالفتها خير وبركة وقد روي انه عليه السلام قال
جس سی بات چیت کرنی جایز ہو اور بعد مشورہ کی اوسکا خلاف کری اوسکی خلاف میں خیر اور برکت ہوتی ہی اور روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا

شاوروهن وخالفوهن وحكي ان واحدا من اهل الشام شاور امراته في ايام فتنة يزيد ان يطرح نفسه من
کہ عورتوں سی مشورہ کر اور خلاف کر اور حکایت ہی کہ اہل شام میں سی کسی نی اپنی بی بی سی جس دنوں یزید کا فتنہ برپا تھا یہہ مشورہ کیا کہ میں چھت پرسی نیچی گر پڑوں

السطح فقالت لا تطرح فخالفها وطرح نفسه من السطح فانكسر رجله فلما اصبح جاء اعوان يزيد ليرسلوه
سو بی بی کہا مت گرنا پر وہ شخص اوسکی خلاف کرکر چھت پرسی نیچی گر پڑا اور اوسکی ٹانگ ٹوٹ گئی جب صبح ہوئی تو یزید کی نوکر چاکر آئی تاکہ اوسکو

الى محاربة الحسين فلما راوا حاله تركوه فنجي من شقاوة الدنيا والاخرة ببركة عمله بالحديث لان من اكره
حضرت حسین رض کی مقابلہ پر روانہ کریں جب اوسکا یہہ حال دیکہا تو معاف کیا سو وہ شخص دنیا اور دین کی بدبختی سی بچ گیا اس برکت سی کہ حدیث پر عمل کیا تہا کیونکہ جس پر

بقتل او قطع عضو على قتل مسلم لا يجوز له ان يقتله بل يلزمه ان يصبر حتى يقتل وان قتله يكون اثما اذ
قتل کا یا قطع اعضا کی زبردستی کیجاوی واسطی قتل مسلم کی تو اوسکو جایز نہیں کہ مسلم کو قتل کری بلکہ اوسکو یہہ لازم ہی کہ صبر کری اور اسی حال دی اور اگر اوس مسلم کو قتل کریگا تو گنہگار ہوگا کیونکہ

لا يستباح قتل مسلم بضرورة ما ثم يجب على المستشار بذل الوسع واعمال الفكر في النصيحة وترك الخيانة في
کسی ضرورت میں بہی قتل مسلم کا مباح نہیں ہی پس مشورہ دینی والی پر واجب ہی کہ مقدور کوشش کرکر خیرخواہی کا فکر کری اور مشورہ میں ہرگز خیانت نکری

المشاورة لما روى عن ابى هريرة انه عليه السلام قال المستشار مؤتمن وفي حديث اخرانه عليه السلام
کیونکہ ابوہریرہ رض سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مشورہ دینے والا امین ہوتا ہے اور ایک اور حدیث میں ہے

قال لا يؤمن احدكم حتى يحب لاخيه ما يحب لنفسه وفي حديث اخر قال من اشار الى اخيه بامر يعلم ان
کہ آپ نے فرمایا مومن نہیں ہوتا کوئی تم میں سے جب تک بہتر سمجھے اپنے بھائی کے لئے جو بہتر جانتا ہے اپنے لئے اور ایک اور حدیث میں ہے کہ فرمایا جسنے کسی بھائی کو ایک کام بتایا

الرشد في غيره فقد خانه فانه عليه السلام بين في هذا الحديث ان من استشار اخاه المسلم في امر فقال المستشار
یہ جان کر کہ خوبی دوسری کام میں ہے سو اوسکی اوسکی خیانت کی پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں صاف فرمایا کہ جسنے کسی بھائی مسلمان سے کسی باب میں مشورہ کیا اور مشورہ دینے والے

ان المصلحة في فعله وهو يعلم او يظن ان المصلحة في عدم فعله فقد خانه واذا شاور وظهر كونه مصلحة
کہا اسکے عمل بہتری پر وہ یقین جانتا ہے یا گمان غالب کرتا ہے کہ خوبی اسکے نہ کرنے میں ہے تو اوسنے خیانت کی اور جب اوسنے مشورہ کیا اور اوسکی خوبی معلوم ہوئی

يلزمه ان يقبل ذلك من المستشار لكن بعد ان يستخير الله تعالى في ذلك بالاستخارة التي رواه البخاري في صحيحه
تو لازم ہے کہ مشورہ دینے والے کا مشورہ مان لے پر اول اس باب میں اللہ تعالی کا استخارہ کرے جو کہ امام بخاری نے اپنی صحیح میں

عن جابر انه قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يعلمنا الاستخارة في الامور كلها كما يعلمنا السورة من القرآن فيقول
جابر سے روایت کیا ہے کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمکو تمام امور میں استخارہ سکہاتے تھے جیسے قرآن کی سورت سکہاتے تھے فرماتے تھے

اذا هم احدكم بالامر فليركع ركعتين من غير الفريضة ثم ليقل اللهم اني استخيرك بعلمك واستقدرك بقدرتك و
کہ جب کوئی کسی کام کا ارادہ کرے تو دو رکعت نفل پڑھے پھر یہ دعا پڑھے الہی میں تجھسے خیر طلب کرتا ہوں موافق تیرے علم کے اور قدرت طلب کرتا ہوں تیری قدرت سے اور

اسألك من فضلك العظيم فانك تقدر ولا اقدر وتعلم ولا اعلم وانت علام الغيوب اللهم ان كنت
تجھسے مانگتا ہوں تیرا فضل بڑا کیونکہ تو قدرت والا ہے اور میں ناتوان ہوں اور تو جانتا ہے اور میں بیخبر ہوں اور تو تمام غیب سے آگاہ ہے الہی اگر

تعلم ان هذا الامر خير لي في ديني ومعاشي وعاقبة امري وعاجله وآجله فاقدره لي ويسره لي ثم
تیرے علم میں یہ کام میری حق میں بہتر ہے میری دین میں اور دنیا میں اور انجام کار میں اب بہی اور آگے کو تو اس کام کو میری لئے جاری اور آسان کر پھر

بارك لي فيه وان كنت تعلم ان هذا الامر شر لي في ديني ومعاشي وعاقبة امري وعاجله وآجله فاصرفه
اوس میں مجکو برکت دے اور اگر تو جانتا ہے کہ یہ کام میری حق میں بد ہے میری دین میں اور دنیا میں اور انجام کار میں اب بہی اور آگے کو تو پہیر دے

عني واصرفني عنه واقدر لي الخير حيث كان ثم ارضني به قال العلماء يستحب الاستخارة بالصلوة
اوسکو مجھسے اور مجکو اوس سے اور خیر مقدر کر میری لئے جہاں ہو اور اوس پر مجکو راضی کر دے علما کہتے ہیں کہ استخارہ نماز

والدعاء المذكور في جميع الامور كما صرح به في الحديث المذكور ويكون الصلوة ركعتين من النافلة والظاهر انها
اور دعاء مذکور سے تمام امور میں مستحب ہے چنانچہ حدیث مذکور میں تصریح ہے اور نماز نفل کی دو رکعت ہیں اور ظاہر یوں ہے

تحصل بركعتين من السنن الرواتب وتحية المسجد وغيرها من النوافل ولو تعذرت الصلوة يستخير بالدعاء المذكور
کہ سنت رواتب کی دو رکعت اور تحیۃ المسجد وغیرہ نوافل میں سے بہی کافی ہیں اور اگر نماز متعذر ہو تو صرف دعاء مذکور سے استخارہ کرے

واذا استخار يستخير سبع مرات ثم يمضي بعدها لما ينشرح له صدره لما روي عن انس انه عليه السلام قال له
اور اگر استخارہ کرے تو سات مرتبہ کرے پہر بعد اوسکی وہ ہی عمل میں لاوے جو اوسکی دل کو پسند آوے کیونکہ انس سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے اونسے فرمایا

يا انس اذا هممت بامر فاستخر ربك فيه سبع مرات ثم انظر الى الذي سبق الى قلبك فانه الخير فيه هكذا يكون فعل
ای انس جب تو کسی کام کا قصد کرے تو اوس میں اپنے رب سے سات مرتبہ استخارہ کر پہر خیال کر جو تیرے دل میں ٹہرا ہے اب اوس ہی میں خیر ہے

عباد الله المؤمنين اذا عرض لهم امر من امور الدين والدنيا فيكون الاستخارة في امور الدين كالحج والجهاد وسائر
اللہ کی مومن بندوں کی عمل جب اونکو کوئی کام دین یا دنیا کا پیش آتا ہے تو ایسی ہی ہوتی ہیں سو استخارہ امور دینی میں سے جیسے حج اور جہاد اور تمام

الخیرات علی تعیین الوقت لا علی نفس الفعل وفی امور الدنیا علی نفس الفعل واما الجهلة والفسقة الذین
خیرات واسطے تو اوس وقت کی ہوا ہی نہ فعل کی بابت نہیں ہوتا اور امور دنیاوی میں صرف فعل پہ ہوتا ہی جیسے کر ان لکڑوں اور دوسرے کا ٹھہرانا الگ ہی اور جاہل اور فاسق

ضلوا عن طریق الحق وخرجوا عن سواء السبیل اذا عزم احدهم علی امر یذهب الی صاحب الرمل والحصی والشعیر
جو راہ حق سے بہکی ہیں اور سیدھی راہ سے خارج ہیں جب وہ کسی کار کا عزم کرتے ہیں تو رمال اور کنکریوں والے اور جو والے

والباقلاء فیلعبون بعقله ویزداد سفولهم جهلا وخسارة بصدقهم فیما یقولون له ویعطیهم علی ذلك اجرة
اور باقلا والے پاس جاتا ہی سو وہ لوگ اوسکو بہلا دیتے ہیں اور اوسکی پوچھ کر اور بھی جہل و خسارت زیادہ ہو جاتی ہی کیونکہ اونکی قول کی تصدیق کرتا ہی اور اونکو مزدوری دیتا ہی

ولا یعلم ذلك المسکین انه بذلك ینهدم دینه ودنیاه لما ذکر فی شرح العقائد ان تصدیق الکاهن بما یخبره
اور بیچارہ کو یہ خبر نہیں کہ اس میں دین اور دنیا سب تباہ ہوئی اسلئے کہ شرح عقاید میں مذکور ہی کہ غیب کی خبروں میں کاہن کو سچا سمجھنا کفر ہی

عن الغیب کفر لقوله علیه السلام من اتی کاهنا فصدقه بما یقول فقد کفر بما انزل علی محمد والکاهن هو المخبر
کیونکہ حدیث میں آتا ہی کہ جو شخص کاہن کے پاس جاکر اوسکی قول کو سچا مانے بیشک کافر ہوا اون آیات سے جو محمد پر نازل ہوئی ہیں اور کاہن وہی ہوتا ہی جو غیب کی

عن الغیب سواء کان بالرمل او الحصی والشعیر او غیر ذلك وذلك کله حرام لکونه من قبیل الطیرة المنهی عنها ومن قبیل
خبر بتاتا ہی برابر ہی کہ رمل سے ہو یا کنکریوں سے یا جو سے یا سوا اسکی اور سے یہہ سب حرام ہی کیونکہ یہہ طیرہ کی طرح کا ہی جسکی نہی ہو گئی ہی اور

الاستقسام بالازلام والطیرة مصدر بمعنی التطیر واصل التطیر التفاؤل بالطیر ثم استعمل فی کل ما یتفاول به ویعد
استقسام بالازلام کی مانند ہی اور طیرہ مصدر ہی تطیر کی معنوں میں اصل میں تطیر کی معنی ہیں طیر سے فال لینی پھر ہر ایک فال میں جو منحوس ہوتی ہو مستعمل ہو گیا

شوما سواء کان طیرا او غیره وقد روی انه علیه السلام قال الطیرة شرك یعنی انها من اعمال الشرك کما حکاها
برابر ہی کہ طیر ہو یا کچھ اور ہو اور روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا طیرہ شرک ہی مراد یہہ ہی کہ طیرہ شرک کی اعمال میں داخل ہی جیسا کہ اللہ تعالی

الله تعالی عنهم فی مواضع من کتابه فانهم کانوا استاؤمون بالانبیاء واتباعهم وسبب تشاؤمهم بهم ان الانبیاء
اونکی طرف سے اپنی کتاب میں کئی جگہ حکایت کرتا ہی وہ لوگ انبیاء علیہم السلام اور اونکی اتباع کو منحوس سمجھتی تہی اور سبب منحوس سمجھنے کا یہہ تہا کہ انبیاء اونکو

لما دعوا الی دین غیر مالوف لهم استغربوه واستقبحوه ونفرت عنه طباعهم اذ من عادة الجهلة والفسقة
جب دین سکہاتی تہی تو اوسکو غریب دیکھکر قبیح جانتی تہی اور اونکی طبیعت اوس سے نفرت کرتی تہی کیونکہ جاہلوں اور فاسقوں کی یہہ عادت ہوتی ہی کہ جو اونکی خواہش کی

ان یتیمنوا بکل ما یوافق هواهم وان کان جالبا لکل شر ووبال وان یتشاءموا بکل ما یخالف هواهم وان کان
موافق ہو اوسکو مبارک جانتی ہیں اگرچہ سراسر شر اور وبال ہو اور جو اونکی خواہش کی خلاف ہو اوسکو منحوس سمجھتی ہیں اگرچہ

جاذبا لکل خیر ونوال والاستقسام طلب معرفة ما قسم مما لم یقسم والازلام القداح التی کان اهل الجاهلیة
سراسر خیر برکت ہو اور استقسام کی معنی طلب کاری معلوم کرنی مقسوم کی غیر مقسوم میں سے اور ازلام تیروں کو کہتی ہیں جن پر جاہلیت کی لوگ

یکتبون علیها الامر والنهی او یکتبون علی بعضها افعل او امرنی ربی وعلی بعضها لا تفعل او نهانی ربی ویضعونها فی وعاء
امر اور نہی لکہہ دیتی ہی اور کسی پر افعل یعنی کر یا امرنی ربی یعنی یہہ حکم رب کا ہی اور کسی پر لا تفعل یعنی مت کر یا نہانی ربی یعنی حکم رب کا نہیں لکہدیتی ہی

فاذا اراد احدهم امرا ادخل یده فی ذلك الوعاء واخرج قدحا فان خرج ما فیه الامر مضی لما قصد وان خرج ما فیه
اور ایک برتن میں رکہدیتی تہی پہر جب کوئی کچہہ کام کرنیکو ہوتا تو اوس برتن میں ہاتہہ ڈالکر ایک تیر نکالتا اگر ایسا تیر نکلتا جسپر امر تہا تو اپنا کار شروع کرتا اور اگر ایسا نکلتا

النهی کف عما قصده وقال سعید بن جبیر کان لاهل الجاهلیة حصیات قدام اصنامهم اذا اراد احدهم امرا من السفر
جسمیں ممانعت تہی تو اپنی کار سے باز رہتا اور سعید بن جبیر کہتی ہیں اہل جاہلیت بتوں کی سامنی کنکریں رکہا کرتی تہی جب کوئی شخص سفر وغیرہ کسی کار کا ارادہ کرتا

وغیره استقسم بها ای طلب بها علم ما قسم له من الاقدام والاحجام وقال ابو اسحق الزجاج وغیره الاستقسام
تو استقسام کرتا یعنی اون سے اپنی قسمت کا لکہا خیر اور شر اون کاموں کی کرنی اور نکرنی میں دریافت کرتا اور ابو اسحاق زجاج وغیرہ کہتی ہیں کہ ازلام سے

بالازلام حرام لانه دخول فی علمه تعالی وهو غیب عنا ویدخل فیه مایفعل فی زماننا ویسمونه فال دانیال ونحوها

تیر اور تشسر دریافت کرنا حرام ہی کیونکہ علم الٰہی میں مداخلت ہوتی ہی اور وہ ہم سی پوشیدہ ہی اور اسی میں داخل ہی جو اسی ہمارے زمانہ میں کرتی ہیں اور اوسکا نام فال دانیال رکھتی ہیں

فانها لیست من الفال المحمود فی الشرع بل هی من قبیل الاستقسام بالازلام فلا یجوز استعمالها ولا اعتقادها

اور اوسکی مانند تو ایسی فال شرع میں محمود نہیں ہی بلکہ یہ ایسی ہی ہی جیسی تیر وں سی قسمت کا دریافت کرنا سو اسکا استعمال جایز ہی اور نہ اوسکی حقیقت کا اعتقاد

حقا لان فیها الخبر عن الغیب والتطیر بالقران العظیم وانما الفال المحمود فی الشرع التیمن والتبرک بالکلمة

کیونکہ اسمیں غیب کی خبر ساتی ہیں اور قرآن عظیم سی تطیر کرتی ہیں شرع میں فال محمود وہ ہی جو خیر اور برکت کسی کلمہ سی لیوی کہ مراد کی موافق ہو

الموافقة للمراد کالراشد والنجیح علی ماروی عن انس انه علیه السلام کان یعجبه اذا خرج لحاجة ان یسمع یا راشد

جیسی راشد اور نجیح موافق روایت انس کی کہ نبی علیہ السلام کو پسند آتا تہا جب کسی کار کو تشریف لیجاتی سننا یا راشد یا نجیح کا

یانجیح وفی حدیث اخر انه علیه السلام کان یتفاءل ولا یتطیر وفی حدیث اخر انه علیه السلام کان یحب الفال

اور ایک اور حدیث میں ہی کہ نبی علیہ السلام فال لیا کرتی تہی اور تطیر نہیں کرتی تہی اور ایک اور حدیث میں ہی کہ نبی علیہ السلام فال کو محبوب رکہتی تہی

ویکره الطیرة قال العلماء انما کان النبی علیه السلام یحب التفاؤل ویکره الطیرة لان الطیرة فیها الحکم علی الغیب

اور تطیر کو مکروہ علما کہتی ہیں کہ نبی علیہ السلام اسلئی فال کو محبوب اور طیرہ کو مکروہ جانتی تہی کہ طیرہ میں غیب پر حکم ہوتا ہی

وسوء الظن بالله وتوقع البلاء واما الفال فلیس فیه الحکم علی الغیب بل فیه مجرد طلب الخیر وحسن الظن بالله تعالی

و اللہ کی نسبت بدگمانی اور مصیبت کی توقع ہوتی ہی اور فال میں غیب پر حکم نہیں ہوتا مگر فال میں صرف خیر کی طلب اور اللہ تعالی کی نسبت گمان نیک

ورجاء حصول المراد فان الانسان عند ظهور سبب ادا رجی وامل من الله تعالی خیرا ونعمة فهو خیر له واذا

اور مراد حاصل ہونی کی آرزو ہوتی ہی پس انسان کسی سبب سی اگر اللہ تعالی سی خیر اور نعمت کی آرزو کری اور امیدوار ہو تو یہ اسکی حق میں بہتر ہی اور اگر

قطع رجاءه وامله من الله تعالی فهو شر له لقوله تعالی وَلَا یَایْئَسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْکٰفِرُوْنَ وقد

اللہ تعالی سی اپنی امید قطع کی اور نا امید ہوا تو یہ برا ہی بدلیل اس آیت کی نا امید نہیں ہوتا اللہ کی فیض سی مگر قوم منکر اور

ذکر فی نصاب الاحتساب ان الرجل اذا خرج الی سفر فصاح العقعق ورجع من سفره یکفر عند بعض المشائخ وذکر

نصاب الاحتساب میں مذکور ہی کہ کوئی شخص اگر سفر کی لئی روانہ ہوا اسمیں ناگاہ کوا بول پڑا اور اوسنی سفر موقوف کیا تو بعض مشایخ کی نزدیک کافر ہوجاتا ہی اور

فی المحیط ان الهامة اذا صاحت فقال رجل یموت المریض یکفر القائل عند بعض المشائخ ومثال التفاؤل ان

محیط میں مذکور ہی کہ چغد یا بوم کی بولی پر اگر کوئی کہی بیمار مرجاویگا تو یہ کہنی والا بعض مشایخ کی نزدیک کافر ہوجاتا ہی اور فال کی یہ مثال ہی

یکون له حاجة فیسمع من یقول یا واجد فیقع فی قلبه رجاء الوجدان او یکون له مرض فیسمع من یقول

کسی کو کچھ کار در پیش ہو تو وہ اتفاقاً یہ سنی کہ کوئی کہتا ہی یا واجد تو اوسکی دل میں توقع اسکی کار کی پیدا ہوجاوی یا کوئی بیمار ہو وہ یہ سنی کوئی کہتا ہی

یا سالم فیقع فی قلبه رجاء السلامة والفرق بین الفال والطیرة مع کون کل واحد منهما استدلالا بالعلامة

یا سالم اب اوسکی دل میں توقع صحت سلامتی کی پیدا ہوجاوی اور فرق فال اور طیرہ میں باوجودیکہ دونوں میں علامت اور نشانی سی

علی عاقبة الامر وماله ان الکلمة الحسنة التی تجری علی لسان الانسان لدلالتها علی المعنی الموافق للمراد یمکن

انجام اور مآل کار پر استدلال کرتی ہیں یہ ہی کہ نیک کلمہ جو انسان کی زبان پر آجاتا ہی چونکہ وہ مراد کی موافق معنی پر دلالت کرتا ہی تو اوس سی مراد پر

الاستدلال بها علی المراد بخلاف طیران الطیر وحرکات البهایم واصواتها فانها لعدم دلالتها علی معنی لا یمکن

استدلال ہوسکتا ہی برخلاف جانور کی پرواز اور چارپایوں کی حرکات اور آوازوں کی کیونکہ اسمیں کسیطرح کی دلالت نہیں ہی تو اس سی کسی شی پر

الاستدلال بها علی شیء وان کان اهل الجاهلیة جعلوا العبرة فیها تارة بحرکاتها وتارة باصواتها وتارة بالوانها

استدلال نہیں ہوسکتا اگرچہ اہل جاہلیت نی اسمیں سی معنی مقرر کرلیی ہیں کبہی حرکات سی کبہی آوازوں سی کبہی رنگوں سی

وتارة

وتارة باسمائها ويتشاءمون ببعضها ويتيمنون ببعضها فانهم كانوا يتشاءمون بالغراب على الغربة وبالعقاب
کبھی ناموں سے اور بعضوں کو منحوس جانتے ہیں اور بعضوں کو مبارک سمجھتے ہیں جاہلیت والے عرب سے سفر کی نحوست سمجھتے تھے اور عقاب سے

على العقوبة ويتيمنون بالهدهد على الهدى وكذلك كانوا يتبركون بالسانح ويتشاءمون بالبارح والسانح
عقوبت کی نحوست سمجھتے ہیں اور ہدہد سے ہدایت کی برکت کی فال لیتے اور ایسے ہی سانح کو مبارک اور بارح کو منحوس جانتے تھے اور سانح

ما يمر من الطير او الوحش من جهة يسارك الى جهة يمينك والعرب كانوا يتيمنون به لامكان رميه
وہ پرندہ جانور یا وحشی ہوتا ہے جو بائیں طرف سے داہنی طرف کو چلا جاوے اور عرب اسکو بہت مبارک جانتے تھے کیونکہ اسکا شکار

وصيده من غير انحراف والبارح ما يمر من الطير او الوحش من جهة يمينك الى جهة يسارك والعرب كانوا يتشاءمون
تیر سے بغیر گردش کی ہو سکتا ہے اور بارح وہ جانور اور وحشی ہوتا ہے جو داہنی طرف سے بائیں طرف کو چلا جاوے اور عرب اسی کو منحوس شمار کرتی تھی

به لعدم امكان رميه وصيده من غير الانحراف اذ كان من عادتهم انهم كانوا اذا خرجوا الى الحاجة ورأوا الطير
کیونکہ اسکا شکار تیر سے بدون گردش کی ممکن نہیں ہے کیونکہ انکی یہ عادت ہے کہ جب وہ کسی کام کو نکلتے اور دیکھتے کہ پرندہ

او الوحش يمر بيمينه يتبركون به ويذهبون في حاجتهم وان رأوا الطير او الوحش يمر بيسره يتشاءمون به ويرجعون
یا چوپایہ داہنی طرف کو جاتا ہے تو اسکو مبارک جانتے اور اپنے کام کو چلے جاتے اور اگر دیکھتے کہ پرندہ یا وحشی بائیں طرف کو جاتا ہے اسکو منحوس جانتے اور الٹے اپنے

الى بيوتهم وربما كانوا ينفرون الطيور والوحوش فينظرون انها ان اخذت ذات اليمين فيتبركون بها ويذهبون في
گھر کو آتے اور بعضے وقت جانوروں کو اڑا کر اور چارپایوں کو ہنکا کر دیکھتے کہ وہ اگر داہنی طرف کو چلا تو اسکو مبارک سمجھ کر اپنے کاروبار کو لگتے

حاجتهم وان اخذت ذات الشمال يتشاءمون بها ويرجعون عن حاجتهم فنهى النبي عليه السلام عن ذلك بقوله
اور اگر وہ بائیں طرف کو روانہ ہوا تو منحوس جانکر اپنے کام سے الٹے چلے آتے سو نبی علیہ السلام نے اس سے منع فرمایا

اقروا الطير على وكناتها وروي عن معاوية بن حكم انه قال قلت يا رسول الله كنا نتطير قال ذلك شيء يجده احدكم
کہ جانوروں کو گھونسلہ میں بیٹھا رہنے دو اور معاویہ بن حکم سے روایت ہے کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم تطیر کیا کرتے ہیں آپ نے فرمایا یہ ایک بات ہے جو تمہارے

في نفسه فلا يصدنكم يعني ان ذلك شيء يوجد في النفوس من قبل الظنون التي تقربكم بحكم البشرية من غير
دل میں پیدا ہوتی ہے سو یہ تمکو کام سے نہ روکے مراد یہ ہے کہ یہ وہمی بات ہے لیکن پیدا ہوتی ہے جیسے خیالات بشریت کی جہت سے آجاتے ہیں کسی بات میں

ان يكون له تاثير في شيء من النفع والضرر فلا يصدنكم عما تتوجهون اليه من مقاصدكم وقد جاء في حديث
نفع ضرر کی اسمیں اصلا تاثیر نہیں ہے سو اس خیال کی بابت اپنے مقصود کی توجہ سے بند ہونا نہ چاہئے اور ایک اور حدیث میں آیا ہے

آخر انه عليه السلام قال من ردته الطيرة عن حاجته فقد اشرك فقيل وما كفارته يا رسول الله فقال ان يقول اللهم
کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا جو شخص طیرہ کو مانکر اپنے کام سے باز رہے سو وہ مشرک ہے کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ اسکا کفارہ کیا ہے فرمایا یہ دعا الہی

لا طير الا طيرك ولا خير الا خيرك ولا اله غيرك ثم يمضي الى حاجته يعني ان كل ما يصيب الانسان من الخير و
نہیں کوئی طیر مگر تیری طیر کی اور نہیں کچھ خیر سوائے تیری خیر کی اور نہیں کوئی معبود سوائے تیری یہ پڑھ کر اپنے کام چلا جاوے مراد یہ ہے کہ انسان کو جو پیش آتا ہے خیر اور

الشر والنفع والضرر واليمن والشوم لا يصيبه الا بقضائك وتقديرك وحكمك ومشيتك وفي حديث
شر اور نفع اور نقصان اور برکت اور نحوست وہ بدون تیری قضا اور تیری تقدیر اور تیری حکم اور تیری مرضی کی نہیں اور ایک اور حدیث

آخر رواه ابن مسعود انه عليه السلام قال الطيرة شرك الطيرة شرك قاله ثلثا وما منا الا ولكن الله
میں ابن مسعود کی روایت سے ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا طیرہ شرک ہے طیرہ شرک ہے اسکو تین بار فرمایا اور ہم میں کوئی ایسا نہیں جو خیال نکرے پر اللہ تعالی

يذهبه بالتوكل وقيل قوله وما منا الا ليس من كلام النبي صلى الله عليه وسلم بل هو من كلام ابن مسعود فيه
اسکو توکل سے دفع کرتا ہے کہتے ہیں کہ یہ لفظ وما منا الا حدیث میں کا نہیں ہے بلکہ یہ کلام ابن مسعود کا ہے اسمیں سے

حزن واختصار ومعنا فليس منا الا من يقع في قلبه عند ذلك شيء من ذلك على ما جرت به العادة
کچہ محذوف اور مختصر ہی اسکی یہہ معنی ہین کہ ہم مین ایسا کوئی نہین کہ اوسوقت اوسکی دلمین کچہ وہم وخطرہ آوی کیونکر یہہ بہی عادت پڑی ہوئی ہی

لكن لا يستقر فيه بل يحسن اعتقاده بان لا موثر الا الله. فيسال الله الخير ويستعيذ به من الشر ويمضي
پہر وہ دلمین نہین ٹہرتا ملکہ اعتقاد درست ہوجاتا ہی کہ سوائی اللہ تعالی کی کوئی کچہ اثر نہین کرتا پہر وہ بندہ خدا سی خیر مانگتا ہی اور برائی سی پناہ

على مقصوده متوكلا عليه يسر لنا الله تعالى عملا موافقا لرضائه بلطفه وكرمه وفضله المجلس
اور خدا پر بہروسا کرکر اپنی کار لگتا ہی الہی عمل اپنی مرضی کی موافق اپنی لطف اور کرم اور فضل سی ہمپر آسان کردی

الحادي والاربعون في سبب نزول البليات وسبب دفعها من التوبة والدعوات
اکتالیسوین مجلس مین نزول بلا کی اسباب کا اور اوسکی دفع کی اسباب کا بیان جو توبہ اور استغفار ہی اور دعا

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا فعلت امتي خمس عشرة خصلة حل بها البلاء هذا الحديث
رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نی فرمایا جب میری امت پندرہ عادتین اختیار کریگی تو اوسپر بلا نازل ہوگی یہہ حدیث

من صحاح المصابيح رواه علي بن ابي طالب وعد هذه الخصال وقال اذا اتخذ الفيء دولا والامانة مغنما
مصابیح کی صحیح حدیثون مین سی ہی علی بن ابی طالب کی روایت سی اور وہ عادتین گن دین اور فرمایا جب فی یعنی غنیمت کو دولت سمجہ لین اور امانت کو لوٹ

والزكوة مغرما واطاع الرجل امراته وعق امه وبر صديقه وجفا اباه وظهر الاصوات في المسجد وساد
اور زکوٰۃ کو ڈنڈہ اور مرد جورو کا فرمان بردار ہوجاوی اور ماں سی سرکشی کری اور دوست سی احسان کری اور باپ پر جفا کری اور مسجد مین پکار کرین اور قوم کا سردار

القبيلة فاسقهم وكان زعيم القوم ارذلهم واكرم الرجل مخافة شره وظهرت المغنيات والمعازف و
اونمین سی بدکار ہو اور رئیس قوم کا اونکا ذلیل تر ہو اور مرد کی عزت اوسکی بدی کی خوف سی کرین اور گانی والیاں اور ناچ تنبورہ وغیرہ ظاہر ہوجاوین

شرب الخمر ولبس الحرير ولعن آخر هذه الامة اولها فعند ذلك يكون الناس مستحقين لنزول البلاء عليهم فعلى
اور شراب پینی لگین اور حریر پہنا شروع کرین اور پچہلی امت پہلی امت پر لعنت کرنی لگی تو اوس وقت یہہ لوگ سزاوار ہونگی کہ اونپر بلا نازل ہووی

هذا ما توجه على قوم من البلاء فليس ذلك البلاء الا بسبب ذنوبهم كما قال الله تعالى وَمَا أَصَابَكُمْ مِنْ مُصِيبَةٍ
اس حدیث کی موافق جو جو بلا ومصیبت کسی قوم پر آتی ہی سو صرف وبال اونکی گناہون کا ہی چنانچہ اللہ تعالی فرمایا ہی اور جب پڑی تمپر کوئی سختی

فَبِمَا كَسَبَتْ أَيْدِيكُمْ وفي اية اخرى انه تعالى قال وَمَا كُنَّا مُهْلِكِي الْقُرَى إِلَّا وَأَهْلُهَا ظَالِمُونَ فيلزمهم ان يتركوا ما
سو وہ اوسکا حوکما تمہاری ہاتہوں نی اور ایک آیت مین ہی کہ اللہ تعالی نی فرمایا اور ہم نہین کیا ہی الی بستیون کو مگر جبکہ وہان کی لوگ گنہگار رہوں اب اونکو لازم ہی کہ جو گناہ اختیار کری

ارتكبوه من الاوزار ويشتغلوا بالتوبة والاستغفار ليرفع عنهم ما توجه عليهم من البلاء لما روي عن عبد الله
ہین وہ سب ترک کرین اور توبہ اور استغفار مین مشغول رہین تاکہ اونکی سرسی وہ بلا جو اونپر متوجہ ہوئی ہی رفع ہوجاوی اسلئی کہ عبد اللہ

بن عمر انه عليه السلام قال من لزم الاستغفار جعل الله له من كل ضيق مخرجا ومن كل هم فرجا ورزقه من حيث لا
بن عمر سی روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا کہ جو شخص استغفار کو اپنا خاصہ بنالی تو اللہ اوسکی واسطی ہر تنگی سی جگہ نکالدیگا اور ہر غم سی کشائش پیدا کردیگا اور اوسکو رزق دیگا

يحتسب بل يلزمهم ان يقوموا الى الصلوة في الاوقات الاسحار التي هي اوقات استجابة الدعاء لما روي انه عليه السلام
جہاں سی گمان نہو بلکہ اونکو یہہ لازم ہی کہ ہر صبح اوٹہ کر نماز پڑہا کرین کہ وہ وقت دعا کی قبولیت کا ہی اس لئی کہ روایت ہی کہ نبی علیہ السلام کو

كان اذا احزنه امر فزع الى الصلوة ثم اشتغل بالدعاء لما روي عن عبد الله بن عمر انه عليه السلام قال الدعاء ينفع
اگر کسی کار سی غم پیش آتا تو نماز شروع کردیتی پہر دعا مین مشغول ہوتی اسلئی کہ عبد اللہ بن عمر سی روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا کہ دعا کام دیتی ہی

مما نزل ومما لم ينزل فعليكم عباد الله تعالى بالدعاء فانه عليه السلام بين في هذا الحديث ان الدعاء يرفع
اوس بلا سی جو نازل ہوچکی اور جو ابہی نازل نہین ہوئی سو تم اللہ کی بندو اپنی اوپر دعا لازم کرلو کیونکہ اس حدیث مین بیان ہوچکا کہ دعا اوس بلا کو دفع کرتی ہی

البلاء النازل ویدفع البلاء الذی فی صدد النزول فداوموا یا عباد اللہ بالدعاء فلا تترکوہ فان البلاء ینزل فیلقاہ

جو نازل ہو چکی اور اوس بلا کو دفع کرتی ہی جو نازل ہونی کو ہی سو ای بندو اللہ کی ہمیشہ دعا کرتی رہو دعا کو ہرگز نچھوڑو کیونکہ بلا جب نازل ہوتی ہی تو اوسکو

الدعاء فیعتلجان الی یوم القیمۃ کما جاء فی الحدیث ان الدعاء والبلاء یلتقیان بین السماء والارض فیعتلجان الی یوم

دعا ملتی ہی پھر قیامت تک دونو لڑی جاتی ہین چنانچہ حدیث مین آیا ہی کہ دعا اور بلا زمین اور آسمان کی وسط مین ملتی ہین پھر قیامت تک دونو لڑی جاتی ہین

القیمۃ وفی حدیث اخر رواہ سلمان الفارسی انہ عم قال لا یرد القضاء الا الدعاء فان القضاء وان کان لا مرد لہ لکن

اور ایک اور حدیث مین سلمان فارسی کی روایت سی آیا ہی کہ قضا کو سوا دعا کی کوئی نہین رد کر سکتا بیشک قضا کا اگرچہ کوئی ہٹانیوالا نہیں ہی پر یہ بھی

من جملۃ القضاء رد البلاء بالدعاء فکل بلاء قدر ان یندفع بالدعاء یکون الدعاء سببا لرد ذلک البلاء کالترس الذی

حکم قضا کا ہی کہ دعا سی بلا رد ہوجاتی ہی پھر جو بلا بالفرض دعا سی رفع ہوسکتی ہی تو وہ دعا اوس بلا کی رد ہونیکا سبب ہی جیسی ڈہال کہ

یکون سببا لرد السہم فکما ان الترس یدفع السہم کذلک الدعاء یدفع البلاء وکذا الصدقۃ تدفع البلاء لما روی عن

واسطی رک جانی تیر کی سبب ہوتی ہی پھر جیسی ڈہال تیر کو روک دیتی ہی اسیطرح دعا بلا کو دفع کردیتی ہی اور ایسی ہی خیرات کرنا بلا کو دفع کرتا ہی اسواسطی کہ

علی انہ علیہ السلام قال باکروا بالصدقۃ فان البلاء لا یتخطاہا وفی حدیث اخر انہ علیہ السلام قال لکل یوم نحس

علی رضی اللہ عنہ سی روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا صبح ہوتی ہی صدقہ دو کیونکہ بلا اوس سی آگی قدم نہین بڑہاتی اور ایک اور حدیث مین ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا ہر دن مین نحوست ہوتی ہی

فادفعوا نحس ذلک الیوم بالصدقۃ فان الصدقۃ تمنع وقوع البلاء بعد انعقاد اسبابہ وکذا التسبیح یمنع وقوع البلاء

سو نحوست اوس دن کی صدقہ سی دور کرو بیشک صدقہ آتی بلا کو بعد تیار ہوجانی اسباب کی روک دیتا ہی اور ایسی ہی تسبیح بلا کو بند کردیتی ہی

لما روی عن کعب انہ قال سبحان اللہ یمنع العذاب ویدل علیہ قولہ تعالی فی حق یونس النبی علیہ السلام فَلَوْلَا

اسلئی کہ کعب سی روایت ہی کہ فرمایا سبحان اللہ عذاب کو روک دیتا ہی اور قول اللہ تعالی کا یونس نبی علیہ السلام کی حق مین یہہ ہی دلالت کرتا ہی پھر اگر نہ

اَنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِيْنَ لَلَبِثَ فِيْ بَطْنِهٖٓ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ وکان تسبیحہ ما حکاہ اللہ تعالی بقولہ فَنَادٰى فِي الظُّلُمٰتِ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ

ہوتا کہ وہ تہا یاد کرتا پاک ذات کو تو رہتا اوسکی پیٹ مین جسدن تک مردی جیوین اور تسبیح یونس کی یہہ ہی جسکو اللہ تعالی بیان فرماتا ہی اس آیت مین پھر پکارا اون اندہیروں مین کہ کوئی حاکم نہین

اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ثم انہ تعالی عقیب ذلک قال فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ وَنَجَّيْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ وَكَذٰلِكَ

سوا تیری تو بی عیب ہی میں تہا گنہگاروں مین سی پھر اللہ تعالی نی اوسکی بعد یہہ فرمایا پھر سن لی ہمنی اوسکی پکار اور بچادیا اوسکو گہٹنی سی اور یون ہی ہم

نُـنْجِي الْمُؤْمِنِيْنَ وروی انہ علیہ السلام قال ما من مکروب یدعو بہذا الدعاء الا استجیب لہ وفی روایۃ اخری انہ

بچادیتی ہین ایمان والوں کو اور روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا جو مصیبت زدہ یہہ پڑہ کر دعا مانگی تو قبول ہی ہوتی ہی اور ایک اور روایت مین ہی کہ نبی علیہ السلام نی

قال الا اخبرکم بشیء اذا نزل باحدکم کرب او بلاء فدعا بہ فرج اللہ عنہ قیل بلی یا رسول اللہ قال دعاء ذی النون

فرمایا کہ تمکو ایک دعا بتا دوں اگر کسی پر تم مین سی کچھ سختی یا بلا نازل ہووی پھر اوسکی وسیلہ سی دعا مانگی تو اوسکو اللہ دفع کردی عرض کیا ہان یا رسول اللہ آپ نی فرمایا وہ دعا ذی النون

لا الہ الا انت سبحنک انی کنت من الظلمین وذکر عن بعض الصالحین ان من اعظم الاشیاء الدافعۃ للبلاء کثرۃ

کی ہی نہین کوئی حاکم سوا تیری تو بی عیب ہی مین تہا گنہگاروں مین سی اور بعضی صلحا ذکر کرتی ہین کہ تمام اشیا مین سی بلا کی بڑی دفع کرنیوالی درود کی کثرت ہی

الصلوۃ علی النبی علیہ السلام فان کثرۃ الصلوۃ علی النبی علیہ السلام من الوسائل الی الامن من المخوفات والفوز باعلی الدرجات یدل علی ذلک حدیث ابی

نبی علیہ الصلوۃ والسلام پر بیشک درود کی کثرت نبی علیہ السلام پر واسطی امن کی خوفناک چیزوں سی اور واسطی ترقی بلند درجوں کی ایک بڑا وسیلہ ہی اس مطلب پر حدیث ابی

بن کعب ان رجلا التزم ان یجعل صلوتہ کلہا للنبی علیہ السلام فقال لہ النبی علیہ السلام اذا تکفی ہمک ویغفر ذنوبک والحاصل ان البلاء

بن کعب کی دلالت کرتی ہی کہ ایک شخص نی عہد کیا تہا کہ اپنی تمام وظیفی صرف نبی علیہ السلام پر درود مقرر کرلی سو نبی علیہ السلام نی اوسکو فرمایا اب تیری اندوہ کو کافی ہی اور تیری گناہ معاف ہونگی حاصل یہہ

اذا توجہ فالمشروع الاشتغال بالتوبۃ والاستغفار وبما یرجی ان یدفع بہ البلاء من اعمال البر والتقوی لقولہ تعالی

کہ جب کوئی بلا سامنی آوی تو شروع یہہ ہی کہ توبہ اور استغفار مین مشغول ہو اور اون اعمال مین جن سی توقع ہی کہ بلا دفع ہو حادی کی نیک اعمال نیک اور پرہیزگاری واسطی ارشاد الہی کہ

ومن يتق الله يجعل له مخرجا ويرزقه من حيث لا يحتسب فانه تعالى بين في هذه الآية ان من يتق الله تعالى
اور جو کوئی ڈرتا ہے اللہ سے وہ کر دیگا اوسکا گذارا اور روزی دیگا اوسکو جہاں سے اوسکو خیال نہ ہو اسلئے اللہ تعالی نے اس آیت میں بیان فرمایا کہ جو شخص اللہ تعالی سے ڈرے گا

في كل ما يأتي ويذر يجعل الله تعالى له مخرجا ومخلصا من غموم الدنيا والآخرة وروي انه عليه السلام قال
ہر کام کرنے نہ کرنے میں تو اللہ تعالی اوسکو گذر کی راہ اور رستگاری دنیا اور آخرت کی غموں سے دیگا اور روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا

اني لاعلم آية لو اخذ الناس بها لكفتهم ومن يتق الله فما زال يقرأها ويعيدها وروي ان عوف بن مالك الاشجعي اسر
مجھکو البتہ ایسی آیت معلوم ہے اگر خلقت اوسکو اپنا وسیلہ کرلیں تو کفایت کرے وہ ومن یتق اللہ پھر برابر اوسکو بار بار پڑھتے رہے اور روایت ہے کہ عوف بن مالک اشجعی کا بیٹا

المشركون ابنا له يقال له سالم فاتى النبي عم فقال اسر ابني يا رسول الله وشكى اليه الفاقة فقال له النبي عليه السلام
سالم نام مشرکوں نے گرفتار کرلیا سو آدمی نبی علیہ السلام کی صحبت میں حاضر ہوکر عرض کیا یا رسول اللہ میرا بیٹا پکڑا گیا اور فاقہ کی شکایت کی سو نبی علیہ السلام نے اوسکو فرمایا

اتق الله واكثر لا حول ولا قوة الا بالله العلي العظيم ففعل فبينا هو في بيته اذ قرع ابنه الباب ومعه مائة من الابل
خدا سے ڈرتا رہ اور لا حول ولا قوة آخر تک کثرت سے پڑھا کر سو اوسنے یہی کیا ایکدن وہ اپنے گھر میں تھا کہ ناگاہ اوسکے بیٹے نے دروازہ کھٹکھٹایا اور اوسکے ساتھ سو اونٹ تھے

غفل عنها العدو فاستاقها وعلم من هذا كله ان كل خير وطاعة من اعظم ما يستدفع به البلاء واما الاشتغال
کہ دشمن اوس سے غافل ہوگیا تھا سو اونکو ہانک لایا اس تمام حالات سے صاف معلوم ہوا کہ تمام خیر اور طاعت بلا کی بڑی دفع کرنیوالی ہے اور گناہوں

بالمعاصي والمناهي فلا يمنع نزول البلاء بل يقوي وقوعه لما روي انه عليه السلام قال لا يصيب العبد نكبة فما فوقها
اور منہیات میں مصروف ہونا اس سے آفت بلا ہرگز نہیں تھمتی بلکہ بلا کا آنا اور پکڑ جاتا ہے اسواسطے نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ جو درد انسان کو حاصل ہوتا ہے بہت یا

وما دونها الا بذنب وما يعفو الله عنه اكثر ثم قرأ قوله تعالى وما اصابكم من مصيبة فبما كسبت ايديكم ويعفو عن
تھوڑا بدون گناہ کے نہیں ہوتا اور جو اللہ تعالی معاف کرتا ہے وہ بہت ہی پھر آپ نے یہ آیت پڑھی اور جو پڑتی تم پر کوئی سختی سو بدلہ اوسکا جو کمایا تمہارا ہاتھوں نے اور معاف کرتا

كثير فانه عليه السلام بين في هذا الحديث ان العبد لا تصيبه مشقة في الدنيا الا بسبب ذنب صدر عنه وتكون تلك المصيبة
بہت پس نبی علیہ السلام نے اس حدیث میں بیان فرمایا کہ بندہ کو دنیا میں کوئی مشقت بدون گناہ کے پیش نہیں آتی جو کہ انسان کر بیٹھا ہے اور وہ مصیبت

التي لحقته في الدنيا كفارة لذنبه والذي يعفو الله تعالى عنه من الذنوب من غير ان يجازيه في الدنيا ولا في الآخرة اكثر
جو اوسکو دنیا میں پیش آئی ہے اوسکے گناہ کا عوض ہوجاتا ہے اور وہ گناہ جو اللہ تعالی اوس سے درگذر فرماتا ہے بدون سزا کے نہ دنیا میں اور نہ آخرت میں اوس سے زیادہ

من ذلك وقال علي كرم الله وجهه للمؤمن عند الله خمس عقوبات اولها المرض ثم المصائب فان كانت ذنوبه اكثر من ذلك يعذب في قبره ثم
ہیں اور علی کرم اللہ وجہہ کہتے ہیں مؤمن کی واسطے اللہ کے ہاں پانچ قسم کی عقوبت ہے پہلی تو بیماری ہے پھر مصیبتیں پھر اگر اوسکی گناہ اوس سے بھی زیادہ ہیں تو گور میں عذاب کیا جائیگا پھر

اكثر من ذلك يحبس على الصراط وان كانت اكثر من ذلك يعذب في جهنم على قدر ذنوبه ثم يخرج منها بالتوحيد ان كان
زیادہ ہیں تو صراط پر روکا جائیگا پھر اگر اس سے بھی زیادہ ہیں تو بقدر گناہوں کی دوزخ میں عذاب دیا جاویگا پھر اوسمیں سے توحید کی برکت سے نکلیگا اگر

توحيده صحيحا وان لم يكن توحيده صحيحا لا يخرج منها بل يبقى فيها ابدا لان الناس في الآخرة ينقسم الى عدة
اوسکی توحید صحیح اور درست ہوگی اور اگر اوسکی توحید صحیح نہیں ہے تو دوزخ سے نہیں نکلیگا بلکہ ہمیشہ کو وہیں میں رہیگا اسواسطے کہ آدمیوں کی آخرت میں کئی قسمیں ہونگی

اقسام القسم الاول قسم الفائزين وهم الذين قال الله تعالى فيهم فلا تعلم نفس ما اخفي لهم من قرة اعين
پہلی قسم تو قسم کامیاب ہونگی وہ وہ لوگ ہیں جنکی حق میں اللہ تعالی فرماتا ہے سو کسی جیکو معلوم نہیں جو چھپا دھرا ہے اونکی واسطے جو ٹھنڈک ہے آنکھوں کی

جزاء بما كانوا يعملون وقال النبي عليه السلام اخبارا عن الله تعالى اني اعددت لعبادي الصالحين ما لا عين رأت
بدلا اوسکا جو کرتے تھے اور نبی علیہ السلام اللہ تعالی کی طرف سے خبر دیتے ہیں میں نے اپنی نیک کار بندوں کی واسطے تیار کی ہے وہ راحت کہ نہ کسی آنکھ نے دیکھی

ولا اذن سمعت ولا خطر على قلب بشر والقسم الثاني قسم الهالكين وهم الذين كذبوا بالحق ولم يصدقوا به فان
اور نہ کسی کان نے سنی اور نہ گذری کسی بشر کی دل پر اور دوسری قسم تباہ کاروں کی قسم ہے وہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے حق کی تکذیب کی اور اوسکو سچ نہ سمجھا بیشک

سعادة الآخرة لاتكون الا في القرب من الله تعالى والنظر الى وجهه الكريم وذلك لايحصل الا بالمعرفة التي يعبر عنها
آخرت کی سعادت بدون قرب الٰہی اور مشاہدہ وجہ کریم کی کبھی نہیں ہوتی اور یہہ قرب اور مشاہدہ بدون معرفت کی حاصل نہیں ہو
بالايمان والتصديق وهم لما كذبوا بالحق ولم يصدقوا به كانوا بعيدا عنه وهم عن ربهم يومئذ لمحجوبون وكل محجوب
جسکا نام ایمان اور تصدیق ہی اور ان لوگوں نی حق کی تکذیب کی اور اسکو کچھہ نمانا تو اوس سی دور ہو گئی وہ اپنی رب سی اوس دن روکی جاوینگی اور جو شخص اپنی
عن ربه يكون هالكا محترقا بنار الفراق ونار جهنم ابد الاباد والقسم الثالث قسم المعذبين وهم الذين تحلوا باصل
رب سی محجوب ہوا وہ ہلاک ہوا فراق اور دوزخ کی آگ میں قدیم کو جلتا رہیگا اور تیسری قسم عذاب کی لوگ ہیں یہہ لوگ ہیں جنہیں اصل ایمان تو موجود ہی
الايمان لكنهم قصروا في العمل بمقتضاه فان رأس الايمان هو التوحيد والتوحيد نفي الشرك باعتقاد العبد ان الله تعالى
پر وہوں نی مطابق ایمان کی اعمال میں قصور کیا کیونکہ اصل ایمان تو توحید ہی اور توحید دور کرنا شرک کا ہی جب آدمی یہہ اعتقاد کری کہ اللہ تعالی
واحد في ذاته وصفاته وافعاله فما يظهر شيء في العالم الا بعلمه وارادته وخلقه ولا يستحق العبادة الا هو
ایک ہی اپنی ذات اور صفات اور افعال میں اور کوئی شی عالم کی اندر بدون اوسکی علم اور ارادہ اور پیدا ایش کی پیدا نہیں ہو سکتی اور نہ کوئی سزاوار عبادت کا ہی
تعالى هذا كل من يقول لا اله الا الله يصير كانه يقول اني اعتقد ان الله تعالى واحد في ذاته وصفاته وافعاله
سو ہر کسی اس اعتقاد کی موافق جو شخص یہہ اقرار کرتا ہی کہ نہیں کوئی معبود سوا اللہ کی تو ایسا ہی کہ گویا کہتا ہی مجھکو یقین ہی کہ اللہ تعالی ایک ہی ہی ذات اور صفات اور افعال میں
ولا يظهر في العالم شيء الا بعلمه وارادته وخلقه ولا يستحق العبادة الا هو فاني التزمت عبادته ولا اعبد الا اياه
اور عالم میں کوئی شی بدون اوسکی علم اور ارادہ اور پیدا ایش کی پیدا نہیں ہو سکتی اور سوا اوسکی کوئی سزاوار پرستش کا نہیں سو میں اوسکی عبادت اپنی ذمہ لیتا ہوں اور سوا اوسکی نہ
وبعد هذا الاعتراف كل من اتبع هواه فقد اتخذ الهه هواه فهو موحد بلسانه فقط والتوحيد لا يكمل الا بالاستقا
کسیکی عبادت نکرونگا اور بعد اس اقرار کی جو شخص اپنی ہوا ہوس کا تابع ہوا تو اوسنی اپنی ہوا ہوس کو معبود بنا لیا سو وہ شخص صرف زبانی موحد ہی اور توحید بے استقامت قایم کامل نہیں ہوتی
عليه ومن لم يستقم عليه ولو في امر يسير بل اتبع هواه ولو في فعل قليل يكون خارجا عن سواء السبيل وذلك قادح
اور جو شخص توحید پر قایم نرہا اگرچہ ادنی بات میں بلکہ اپنی ہوس کا تابع ہوا اگرچہ چھوٹی سی کام میں تو وہ سیدھی راہ سی الگ ہی اور اس سی کمال توحید میں
في كمال التوحيد ولعدم خلو بشر عن ذلك قال الله تعالى وان منكم الا واردها فيكون الورود على النار لكل احد
نقصان آتا ہی اور چونکہ اس سی کوئی بشر خالی نہیں ہی تو اسی لئی اللہ تعالی فرماتا ہی اور کوئی نہیں تم میں جو نہ پہنچیگا اوسپر سو ہر ایک کا گذر یقینا آگ پر ہوگا
متيقنا وانما الشك فيمن ينجو منها وفي اي وقت يخرج منها وقد جاء في بعض الاخبار ما يدل على ان اخر من يخرج بعد
شک اوسی میں ہی جو اوس سی نجات پاوینگی اور کس وقت اوسمیں سی باہر آوینگی اور بیشک بعضی احادیث کی مضمون سی معلوم ہوتا ہی کہ سب سی پیچھی نکلنے کا بعد سات ہزار برس کی
سبعة الاف سنة وبعضهم يجوز عنها كبرق خاطف ولا يوجد له فيها لبث نرجو الله تعالى ان يجعلنا منهم بلطفه
نکلیگا اور بعضی اوسپر سی چمکتی بجلی کی طرح جھپٹ جاوینگی اونکی لئی اوسمیں ذرا درنگ نہوگی ہمکو امید ہی کہ اللہ تعالی اپنی لطف اور فضل

وفضله وكرمه

المجلس الثاني والاربعون في بيان دفع الدعاء البلاء حين نزول البلاء

اور کرم سی ہمکو اوسی گروہ میں داخل کری بیالیسویں مجلس اس بیان میں کہ دعا اوترتی بلا کو اور اوتری ہوئی بلا کو دفع کردیتی ہی
وبعد النزول قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان الدعاء ينفع مما نزل ومما لم ينزل فعليكم عباد الله بالدعاء
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نی فرمایا بیشک دعا نفع کرتی ہی اوس بلا کو جو اوتر چکی اور جو نہیں اوتری سو اپنی اوپر اے بندو اللہ کی دعا کو لازم کرلو
هذا الحديث من حسان المصابيح رواه عبد الله بن عمر ومعناه ان الدعاء يدفع البلاء النازل ويدفع البلاء الذي
یہہ حدیث مصابیح کی حسن حدیثوں میں ہی عبد اللہ بن عمر کی روایت سی اسکی معنی یہہ ہیں کہ دعا آئی ہوئی بلا کو دفع کردیتی ہی اور اوس بلا کو بھی
كان في صدد النزول فداوموا يا عباد الله بالدعاء فلا تتركوه فان البلاء ينزل فيلقاه الدعاء فيعتلجان الى يوم القيمة
جو آنی پر تیار ہو دفع کردیتی ہی سو تم اے بندو اللہ کی ہمیشہ دعا کرتی رہا کرو اسکو چھوڑا مت کرو بیشک بلا آتی ہی اور دعا اوسی ملتی ہی پھر قیامت تک دونو لڑتی رہتی ہیں۔

كما جاء في الحديث ان الدعاء والبلاء يلتقيان بين السماء والارض فيعتلجان الى يوم القيمة وقد روى عن سلمان الفارسي

چنانچہ حدیث میں آیا ہی کہ دعا اور بلا آسمان اور زمین کی بیچ میں ملتی ہیں پہر قیامت تک لڑتی جاتی ہیں اور سلمان فارسی سی روایت ہی

انه عليه السلام قال لا يرد القضاء الا الدعاء فان القضاء وان كان مما لا مرد له لكن من جملة القضاء رد البلاء

کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا قضا کو دعا کی سوا کوئی نہیں رد کرتا کیونکہ قضا کا اگرچہ کوئی ہٹانی والا نہیں پر یہہ بہی حکم قضا کا ہی کہ دعا سی بلا رد ہو جاوی

بالدعاء فكل بلاء قدر ان يدفع بالدعاء يكون الدعاء سببا لرد ذلك البلاء كالترس الذي يكون سببا لرد السهم فكما

پہر جو بلا بالعرض دعا سی دفع ہو جاوی تو دعا اوسکی دفع ہونی اور اوس بلا کی سبب ہوویگی مانند ڈہال کی جو سبب تیر ڈال

ان الترس يدفع السهم كذلك الدعاء يدفع البلاء وقد روى عن ابن مسعود انه عليه السلام قال سلوا الله من فضله

دینی کی رکہانی کا سبب ہی تیر کو روک دیتی ہی ایسی ہی دعا بلا کو دفع کرتی ہی اور ابن مسعود سی روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا اسد سی اسکا فضل مانگا کرو

فان الله يحب ان يسال يعني ان الله تعالى كريم قادر على قضاء الحوائج يحب ان يطلب منه قضاء الحوائج فاطلبوا

کیونکہ اسد تعالی سوال کرنیکو محبوب رکہتا ہی مراد یہہ ہی کہ اسد تعالی کریم ہی اور حاجات روا کرنی پر قادر ہی یہہ محبوب رکہتا ہی کہ حاجتیں طلب کریں سو ای ایمان والو

منه قضاء حوائجكم ايها المؤمنون وفي حديث آخر رواه ابو هريرة انه عليه السلام قال من لم يسال الله يغضب عليه

اوس سی اپنی اپنی حاجتیں طلب کرو اور ایک اور حدیث میں کی ابو ہریرہ کی روایت سی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا جو شخص اسد سی سوال نہیں کرتا تو اسد اوسپر غصہ کرتا ہی

لان من لم يطلب منه تعالى حاجة يكون في صورة الاستغناء عنه تعالى ولا يجوز للعبد ان لا يعرض حاجة على الله تعالى

اسلئی کہ جو اسد تعالی سی حاجت طلب نہیں کرتا تو وہ ظاہر میں اسد تعالی سی بی پروا ہوتا ہی اور بندہ کو یہہ جائز نہیں ہی کہ اسد تعالی سی کوئی حاجت پیش نکری بلکہ چاہئی کہ ہمیشہ

ليكون هذا اعترافا بعبوديته وفقره وعجزه واحتياجه الى الله تعالى في قضاء حوائجه فان احب العباد الى الله تعالى

تاکہ یہہ بہی اپنی عبودیت کا اور فقر کا اور عجز کا اور اسد تعالی کی طرف حاجتمندی کا تمام حاجات کی روا کرنی میں اقرار ہو جاوی کیونکہ محبوب تر بندہ اسد تعالی کا

من يساله وابغض العباد اليه من يستغني عنه واحب العباد الى الناس من يستغني عنهم ولا يسالهم شيئا وابغض

وہ ہی جو اوس سی مانگتا رہی اور بدتر بندہ اسکا وہ ہی جو اوس سی بی پروائی کری اور محبوب یعنی پسندیدہ آدمی انسیں وہ ہوتا ہی جو اونسی بی پروا رہی اور انسی کچہہ نہ مانگی اور ناکارہ

العباد اليهم من يسالهم وقد روى عن ابي هريرة انه عليه السلام قال ليس شئ اكرم على الله تعالى من الدعاء يعني ان اكرم

آدمی انمیں وہی جو انسی سوال کیا کری اور ابو ہریرہ سی روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا کوئی شی اسد تعالی پر دعا سی زیادہ تر مکرم نہیں مراد یہہ ہی

العبادات على الله تعالى الدعاء بل جاء في حديث آخر انه عليه السلام قال الدعاء هو العبادة ثم قرا قوله تعالى ادعوني

کہ عبادات میں بڑی معزز اسد تعالی پر دعا ہی بلکہ ایک اور حدیث میں آیا ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا دعا ہی عبادت ہی پہر آیت پڑہی مجکو پکارو

استجب لكم فانه عليه السلام لما حكم في هذا الحديث ان الدعاء هو العبادة استدل عليه بالاية لان في الاية

کہ میں قبول کرونگا تمہاری پکار سو نبی علیہ السلام نی جب اس حدیث میں یہہ ارشاد کیا کہ دعا ہی عبادت ہی تو اوسپر اس آیت سی استدلال کیا اسلئی کہ آیت میں دعا کرنیکا

امر بالدعاء وامتثال الامر عبادة يحصل للداعي في مقابلتها ثواب وان لم يحصل مراده لكن ظاهر عبارته عليه السلام

امر ہوا ہی اور فرمان برداری امر کی عبادت ہوتی ہی سکی مقابلہ میں دعا کرنی والی کو ثواب ملتا ہی اگرچہ اوسکا مطلب نہ ملی لیکن حدیث کی ظاہر عبارت سی یہہ

يدل على ان لا عبادة الا الدعاء وليس كذلك بل معنى الحديث ان الدعاء معظم العبادة لان في الدعاء اظهار العجز والاعتراف

معلوم ہوتا ہی کہ سوای دعا کی اور کچہہ عبادت ہی نہیں اور واقع میں یوں نہیں ہی بلکہ حدیث کی معنی یہہ ہیں کہ دعا عمدہ عبادت ہی اسلئی کہ دعا میں عجز کا اظہار اور فقر کا اقرار ہوتا ہی

بالفقر والاقبال على الله تعالى والرجاء منه والاعراض عما سواه وهذه الاشياء عين العبادة ويقرب من هذا المعنى

اور اسد تعالی کی طرف توجہ اور اسی سی امیدواری اور ما سوا سی بیزاری ہوتی ہی اور یہہ سب باتیں عبادت کی ہیں اور اسی مضمون سی ملتا ہوا ہی

ما روى عن انس انه عليه السلام قال الدعاء مخ العبادة فان مخ الشئ خالصه وروى عن ابي هريرة انه عليه السلام

جو انس روایت کرتی ہیں کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا دعا عبادت کا مغز ہی کیونکہ مغز ہر شی میں سی خالص ہوتا ہی اور ابو ہریرہ سی روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا

قال من سره ان يستجيب الله دعاءه عند الشدائد فليكثر الدعاء عند الرخاء يعني هذا ينبغي للعبد ان يواظب على
فرمایا جسکو یہ بات پسند ہو کہ اللہ تعالی اوسکی دعا سختی مصیبت میں قبول کرے تو چاہیے کہ عیش اور آسانی میں خوب دعا کیا کرے یعنی بندہ کو لائق ہے کہ ہمیشہ ملازمت کرے
الدعاء ويكثره في حالة النعمة والرخاء لينال النجاح في حال الضيق والبلاء فان من يداوم على الدعاء في الرخاء نصر
اور نعمت اور خوشی کی حالت میں زیادہ دعا کیا کرے تاکہ تنگی اور بلا کی وقت خلاصی حاصل ہو بیشک جو شخص عیش میں دعا کی مداومت کرے گا تو وہ
من جند الله تعالى ومن عادة العظماء ان ينصروا خدمهم عند الشدائد ثم انه اذا دعى ينبغي له ان يكون موقنا
اللہ والوں میں داخل ہو جاویگا اور عظماء کی عادت ہے کہ سختی میں اپنی دوستوں کی مدد کرتے ہیں پھر جب بندہ دعا مانگے تو اسکو لائق ہے کہ قبولیت کا یقین کرے اسواسطے
بالاجابة لانه تعالى وعد بالاجابة فقال ادْعُونِي اَسْتَجِبْ لَكُمْ وروى عن ابي هريرة رضي الله عنه انه عليه السلام قال ادعوا الله وانتم
کہ اللہ تعالی قبول کرنے کا وعدہ کر چکا ہے فرمایا مجھکو پکارو کہ میں سنوں تمہاری پکار اور ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا اللہ تعالی سے قبولیت کا یقین کر کے
موقنون بالاجابة فان الداعي اذا لم يكن موقنا بالاجابة لا يكون مستحقا في الرجاء فلا يكون رجاؤه صادقا ولا دعاؤه
دعا مانگو اسلیے کہ دعا مانگنے والا اگر قبولیت کا یقین نہیں کرتا تو مستحق امیدواری کا نہیں ہوتا پھر اوسکی امید صادق نہیں ہوتی اور نہ اوسکی دعا
خالصا لان الرجاء هو الباعث على الطلب فاذا لم يتحقق الرجاء لا يتحقق الطلب فان قيل كيف يمكن للداعي ان يكون موقنا
خالص ہوتی ہے اسواسطے کہ امیدواری ہی طلب کی باعث ہوتی ہے پھر جب امید اسکی نہیں تو طلب بھی نہیں ہوگی اگر کوئی اعتراض کرے کیونکر ہوسکتا ہے کہ دعا مانگنے والا یقین
باجابة دعائه مع وقوع التخلف في الاجابة حيث يرى ان بعض الدعاء مستجابا وبعضه لا يستجاب فالجواب ان الداعي
دعا کی قبولیت کا یقین کرے باوجودیکہ قبولیت میں خلاف واقع ہوتا ہے اسلیے کہ یہ دیکھتا ہے کہ کوئی دعا تو قبول ہو جاتی ہے اور کوئی دعا قبول نہیں ہوتی تو اسکا یہ جواب ہے کہ دعا
لا يكون محروما عن الاجابة البتة فان الاجابة المطلقة حاصلة له حيث ورد الوعد الصدق لكن امرها الى الله تعالى
مانگنے والا ہرگز قبولیت سے محروم نہیں رہتا مطلق حاجت اوسکی بیشک حاصل ہوتی ہے اسواسطے کہ سچا وعدہ ہو چکا ہے لیکن اوسکا حال بسبب الٰہی میں ہے
ان يجعلها ما شاء في اي وقت شاء فان ما سأل الداعي ان كان حصوله مقدرا في الحال يحصل في الحال وان كان
اوسکو جو چاہے اور جس وقت چاہے کر دے کیونکہ سوال دعا مانگنے والے کا اگر تقدیر میں ہی ہو سوال ہی تو فورًا ہو جاتا ہی اور اگر اوس سوال کا ہونا
حصوله مقدرا في وقت آخر يحصل في ذلك وان لم يكن مقدرا يدفع عنه من البلاء مثل ما سأله عوضا عما سأل او
اور وقت پر منحصر ہی تو اوس وقت ہو دیگا اور اگر مقدر نہیں ہو یونہی نہیں تو دوسری کوئی بلا اوسکی بدلے میں سوال کی برابر دفع ہو جاتی ہی یا اوسکو آخرت میں اوس سوال کی بدلے
يحصل له في الآخرة من الثواب عوض ما سأل لان الدعاء عبادة والعابد لا يكون فاعلها محروما من الثواب وقد
ثواب ملیگا اسلیے کہ دعا تو عبادت ہے اور عبادت کرنے والا یعنی عابد تو کبھی محروم نہیں ہوتا
روى عن يزيد الرقاشي انه قال اذا كان يوم القيمة عرض الله تعالى للعبد دعوات دعى بها في الدنيا ولم يستجب له فيقول
اور یزید رقاشی سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا جب قیامت کا دن ہوگا تو اللہ تعالی بندہ کو اوسکی دعائیں دنیا میں مانگی ہوئی جو قبول نہیں ہوئی تھی دکھا دیگا فرما دیگا
عبدي دعوتني يوم كذا وكذا فامسكت عليك دعاءك فمثلها ذخرت لك من الثواب فلا يزال العبد
اے بندہ تو نے مجھسے فلانی فلانی دن یہ دعا مانگی تھی سو میں نے تیری لیے وہ دعائیں جمع کر رکھی ہیں اب تو ان دعاؤں کے عوض سے لے جو میں نے تیری لیے ثواب جمع کر رکھا ہے پھر
يعطى من الثواب حتى يتمنى انه تعالى لم يقض له حاجة قط فاذا كان كذلك يلزم للداعي ان يكون موقنا في اجابة ما
اوسکو ثواب ملی جاویگا آخر کو یہ آرزو کریگا کاشکی اللہ تعالی میری کوئی حاجت کبھی نہ روا کرتا جب دعا کا یہ حال ہے تو دعا مانگنے والے کو لازم ہے کہ بعینہ دعا کی قبولیت کا یقین کرے
ادعى به او بعوضه اما في الدنيا او في الآخرة لما روى انه عليه السلام قال ما من مسلم يدعو بدعوة ليس فيها اثم ولا
یا اوسکی بدلہ کا یا دنیا میں یا آخرت میں کیونکہ روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا نہیں کوئی مسلم جو ایسی دعائیں مانگے جس میں کچھ گناہ ہو اور نہ
قطيعة رحم الا اعطاه الله بها احدى ثلث اما ان يعجل له دعوته واما ان يؤخرها في الآخرة واما ان يصرف عنه من السوء
قطع رحم مگر عطا فرما دیگا اوسکو اللہ تعالی ایک بات تین میں سے یا تو اوسکی دعا بعینہ روا ہوگی یا اوسکو ذخیرہ رکھیگا آخرت میں اور یا اوس سے کوئی مصیبت اوسکی برابر دفع کر دیگا

مثلها وفی لفظ اخرامّا ان یکفر عنه من ذنوبه بقدر ما دعاه وفی حدیث اخرانه علیه السلام قال ما من مسلم
اور دوسری عبارت میں اوس سی دعا کی برابر گناہ معاف ہوجاوینگی اور ایک اور حدیث میں ہی کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا نہیں کوئی مسلم

یدعو بدعاء الا اعطاه الله ما سال اوکف عنه من السوء مثله مالم یدع باثم او قطیعة رحم فالدعاء بالاثم مثل
جو کچھ دعا مانگی مگر اوسکو اللہ تعالی جو طلب کری عطا فرماتا ہی یا اوس سی کوئی مصیبت اوسکی برابر دفع کرتا ہی جبتک کہ گناہ کی یا قطع رحم کی دعا نہ کری پہر گناہ کی دعا ایسی ہی

ان یقول اللهم ارزقنی شرب الخمر او قتل انسان او وطی غلام او غیر ذلک مما یحرم علیه فعله والدعاء بقطیعة الرحم
ہی مثلا کہی الہی مجکو پینا شراب کا یا قتل انسان کا یا وطی غلام کی میسر کر یا اور کچہ سوا اسکی جسکا عمل اوسپر حرام ہی اور دعا قطع رحم کی مثلا

مثل ان یقول اللهم باعد بینی وبین ابی وامی او اخی او غیر ذلک فان الدعاء بهذین الوجهین لا یقبل ثم انه اذا اراد
یوں کہی الہی دور رکہہ مجکو اور میری ماں باپ کو اور ماں کو یا بہائی کو یا اور سوا اوسکی بیشک یہہ دونو طرح کی دعا قبول نہیں ہوتی پہر یہہ شخص جب دعا مانگنے کا قصد کری

ان یدعو ینبغی له ان یتوب اولا عن خطایا والاثام ویرد المظالم وحقوق الانام ثم یتوضأ ویستقبل القبلة ویجثو علی
تو لائق ہی کہ پہلی اپنی گناہوں اور معصیت سی توبہ کری اور مظالم اور خلقت کی حقوق ادا کری پہر وضو کرکی قبلہ کی طرف متوجہ ہوکر دو زانو بیٹھی

رکبتیه ثم یرفع یدیه ویدعو بالخضوع والخشوع ویساله ما دعا به ثلثا لما روی عن ابن مسعود انه علیه السلام
پہر دونو ہاتہہ اوٹہاکر نہایت انکسار اور فروتنی سی دعا مانگی اور جو کچہہ مانگی تین تین بار سوال کری اسواسطی کہ ابن مسعود سی روایت ہی کہ نبی علیہ السلام

کان اذا دعی دعا ثلثا واذا سال سال ثلاثا ویختار فی الدعاء الجوامع والمراد بالجوامع ما کان لفظه قلیلا ومعناه کثیرا
جب دعا مانگتی تو تین تین بار مانگتی اور جب سوال کرتی تین بار سوال کرتی اور دعا میں عبارت جوامع کو پسند فرماتی اور مراد جوامع کا وہ عبارت ہی جسمیں لفظ تہوڑی ہوں

قد جمع خیر الدنیا والاخرة کما فی قوله تعالی رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ویجتنب
اور معانی بہت ہوں جسمیں تمام خوبی دنیا اور آخرت کی آجاوی چنانچہ اس آیت میں ہی ای رب ہمارے دی ہمکو دنیا میں خوبی اور آخرت میں خوبی اور بچا ہمکو دوزخ کی عذاب سی اور دعا میں

الاعتداء فیه وهو التجاوز عن الحد المشروع فالاولی ان لا یتجاوز الدعوات الماثورة کیلا یعتدی فی دعائه ویسال ما لا یلیق به
تعدی سی بچی اور تعدی یہہ ہی کہ شرع کی حد سی باہر ہو جاوی اب اولی یہہ ہی کہ دعوات ماثورہ سی جو حدیثوں میں ہیں تجاوز نہ کری تاکہ دعا کی اندر تعدی نہ واقع ہو ایسا

اذ لیس کل احد یحسن الدعاء وقیل ان العلماء کانوا لا یزیدون فی الدعاء علی سبع کلمات ویشهد هذا اخر سورة البقرة فانه تعالی
اسواسطی کہ ہر ایک شخص اچہی دعا نہیں جان سکتا اور کہتی ہیں کہ اگلی علماء دعا کی اندر سات کلمات سی زیادہ نہیں بڑہاتی تہی اور اسکا گواہ آخر سورہ بقرہ کا ہی سو اللہ تعالی نی

لم یخبر فی موضع من ادعیة عباده اکثر من ذلک حیث بین فیه انهم قالوا رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَّسِیْنَا اَوْ اَخْطَاْنَا رَبَّنَا
کسی مقام میں بندوں کی دعاؤں میں اس سی زیادہ نہیں بڑہایا جہاں یہہ بیان فرمایا ہی کہ اونہوں نی یہہ کہا ای رب ہمارے نہ پکڑ ہمکو اگر ہم بہولیں یا چوکیں ای رب ہمارے

وَلَا تَحْمِلْ عَلَیْنَا اِصْرًا کَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِنَا رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ وَاعْفُ عَنَّا وَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا
اور نہ رکہہ ہمپر بوجہ جیسا رکہا تہا ہمسی اگلوں پر ای رب ہمارے اور نہ اوٹہوا ہمسی جسکی طاقت نہیں ہمکو اور درگذر کر ہمسی اور بخش ہمکو اور رحم کر ہمپر

اَنْتَ مَوْلٰنَا فَانْصُرْنَا عَلَی الْقَوْمِ الْکٰفِرِیْنَ یسرنا الله تعالی عملا موافقا لرضائه بلطفه المجلس الثالث والاربعون
تو ہمارا صاحب ہی تو مدد کر ہماری قوم کافر پر آسان کری اللہ تعالی عمل اپنی رضا کی موافق اپنی لطف سی تینتالیسویں مجلس میں

فی بیان مسنونیة الصلوة عند ظهور الایة المخوفة

بیان نماز مسنون ہونیکا وقت ظاہر ہونی نشان خوفناک کی

قال رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا
رسول اللہ صلی اللہ علیہ نی فرمایا جب تم کوئی

رایتم ایة فاسجدوا هذا الحدیث من حسان المصابیح رواه ابن عباس والمراد بالایة العلامة التی یخوف الله تعالی
خوفناک نشان دیکہو تو نماز پڑہو یہہ حدیث مصابیح کی حسن حدیثوں میں ہی ابن عباس کی روایت سی اور مراد آیت سی وہ علامت ہی جسمین اللہ تعالی اپنی بندوں کو

بها عباده والمراد بالسجود الصلوة کانه علیه السلام قال یا ایها الناس اذا رایتم علامة من العلامات التی یخوف الله تعالی
ڈراتا ہی اور سجود سی مراد نماز ہی گویا نبی علیہ السلام نی فرمایا ای لوگو جب تم کوئی سی علامت دیکہو علامات میں سی جس سی اللہ تعالی اپنی بندوں کو ڈراتا ہی

بها عباده فقوموا الى الصلوة تعني هذا اذا ظهر علامة من العلامات المخوفة كالكسوف والخسوف والزلازل والصواعق
یہی سبب ان کو ڈرانے کا ہے تو تم اس وقت کھڑے ہو جاؤ نماز کی طرف مطلب یہ ہے کہ جب کوئی علامت خوفناک سے ہو ظاہر جیسے سورج گہن چاند گہن اور بھونچال اور بجلی کا گرنا
والامطار الدائمة والرياح الشديدة والظلمة الهائلة بالنهار والضوء الهائل بالليل وعموم الامراض والخوف الغالب
اور ہمیشہ بارش اور سخت ہوا اور دن میں ہولناک اندھیرا اور رات میں ہولناک روشنی اور امراض کا عام ہونا اور غالب خوف
من العدو ونحو ذلك من الاهوال والافزاع ينبغي للناس ان يقوموا الى الصلوة ويصلوا ان شاؤا ركعتين
دشمن کا اور مانند اس کے اور ڈر اور خوف سے تو لوگوں کو مناسب ہے کہ نماز میں مشغول ہو جاویں اور چاہیں دو رکعت پڑھیں
وان شاؤا اربعا لان كل ذلك من الآيات المخوفة التي يخوف الله تعالى به عباده كما قال تعالى وما نرسل
اور چاہیں چار رکعت پڑھیں کیونکہ یہ تمام نشان خوفناک ہیں جن سے اللہ تعالی اپنے بندوں کو ڈراتا ہے جیسا کہ اللہ تعالی فرماتا ہے اور نہیں بھیجتے ہم
بالآيات الا تخويفا وقد روي انه عليه السلام قال اذا رأيتم شيئا من هذه الافزاع فافزعوا الى الصلوة فانه
نشانیاں مگر ڈرانے کو اور مروی ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا جب تم دیکھو کوئی شی خوفناک کی تو دوڑو نماز پڑھنے کو کیونکہ
عليه السلام كان اذا حزبه امر فزع الى الصلوة وعند ظهور علامة من علامات العقوبات كان يأمر
نبی علیہ السلام کو جب کسی بات میں حزن شدید ہوتا تو نماز شروع کر دیتے اور بوقت ظاہر ہونے کسی نشان کی عذاب کی نشانیوں میں سے تو حکم دیتے
بالصلوة والدعاء والاستغفار ويشتغل بها حتى ينكشف ذلك عن الناس لانه تعالى قد يرسل علامة من علامات
اور دعا مانگنے کا توبہ کرنے کا اور آپ بھی اس میں مشغول ہوتے یہاں تک کہ لوگوں کے سر پر سے وہ نشان ٹل جاتا سو یہ کہ اللہ تعالی بعض وقت علامات عذاب میں سے
العذاب ليخوف بها عباده ليتوبوا اليه ويتضرعوا اليه وعلم من هذا كله ان علامة من علامات العذاب اذا
کوئی نشانی بھیجتا ہے تا اپنے بندوں کو اس سے ڈراوے تاکہ اس کی طرف رجوع کر کر گڑگڑا کریں اور تمام بیان سے معلوم ہو کہ علامات عذاب میں سے جب کوئی علامت پیدا ہوئی
ظهرت فالمشروع الاشتغال بالتوبة والاستغفار وبما يرجى ان يرفع به العذاب المخوف من اعمال البر والتقوى
تو توبہ و استغفار میں اور ان اعمال میں مشغول ہونا مشروع ہے جس میں توقع عذاب ہولناک کے دفع ہونے کی ہو یعنی اعمال نیک اور پرہیزگاری
وان كل ذلك من اعظم ما يستدفع به البلاء واما الاشتغال بالمعاصي والملاهي فلا يمنع زوال البلاء بل
بیشک یہ تمام دفع کرنے بلا کی بڑی علاج ہے اور مشغول معاصی اور لہو لعب کا سو اس سے بلا نہیں ٹلتی بلکہ اس کی
يقوي وقوعه كما يدل عليه قوله تعالى وَمَا أَصَابَكُمْ مِنْ مُصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ أَيْدِيكُمْ وقد روي ان بعض
تقویت دیتی ہے جیسا کہ اس آیت سے ثابت ہے اور جو پڑی تم کو کوئی مصیبت سو بدلہ اس کا جو کمایا تمہارے ہاتھوں نے اور روایت ہے کہ ایک
الصالحين قد شكى اليه عن بلاء وقع فيه الناس فقال ما ارى ما انتم فيه من البلاء الا لشوم المعاصي فالعاصي
صالح مرد کی پاس تمام بلا کی شکایت کی جس میں تمام خلقت مبتلا تھی سو اس صالح مرد نے فرمایا میں اس بلا کو مگر نحوست تمہاری گناہوں کی نہیں جانتا پس گناہگار آدمی
مشوم على نفسه وعلى غيره اذ لا يؤمن ان ينزل عليه العذاب فيعم الناس خصوصا من لم ينكر عمله لان النهي
منحوس ہوتا ہے اپنی جان پر اور غیروں پر بھی کہ بے کھٹکا نہیں ہے کہ اس پر عذاب نازل ہو کر سب خلقت پر پھیل جاوے خاص ان لوگوں پر جو اس کے عمل کو نا پسند نہیں کرتے
عن المنكر واجب فاذا تركه الناس يكونوا جميعهم مستحقين للعذاب كما روي عن جرير بن عبد الله رضي الله عنه عليه السلام
سو بیشک کہ برائی کی مخالفت واجب ہے جب سب چھوڑ کر لوگوں نے ترک کیا تو سب کے سب مستحق عذاب کی ہوں گی جیسا کہ جریر بن عبد اللہ سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے
قال ما من رجل يكون في قوم يعمل فيهم بالمعاصي وهم يقدرون على ان يغيروا عليه ولا يغيرون الا اصابهم
فرمایا نہیں ہے کوئی شخص کہ ایک قوم میں رہ کر معاصی کیا کرے اور حال یہ ہے کہ ان کو سب قدرت ہے کہ منع کریں پر منع نہیں کرتے مگر دے ان سب کو
منه بعقاب قبل ان يموتوا وفي حديث آخر انه عليه السلام قال ان الله تعالى لا يعذب العامة بذنب الخاصة
پہنچی عذاب دیگا اور ایک دوسری حدیث میں ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا بیشک اللہ تعالی بعض بعض کی گناہ کے سبب تمام خلقت کو سبب سے نہیں کرتا

حتى يروا المنكر بين اظهرهم وهم قادرون على ان ينكروه فلا ينكرونه فاذا فعلوا ذلك عذب الله العامة
جبتک وہ منکر امر کو اپنی سامنی دیکھیں اور وہ یہ قدرت رکھتی ہیں کہ منع کر دیں پھر منع نکریں جب وہ ایسا کرتی ہیں تو پھر اللہ تعالی عوام
والخاصة فان المنكر اذا ظهر بين الناس يجب على كل من يراه ان يغيره فان لم يغيروا فكلهم عاص بعضهم
وخواص کو عذاب کرتا ہی اسلئی کہ امر بد جب سب کی سامنی ہو لی لگی تو جو دیکھی سب پر واجب ہی کہ منع کری اگر منع نکریگی تو پھر سب کی سب گنہگار ہیں
بفعله وبعضهم برضاه وقد جعل الله تعالى بحكمه وحكمته الراضي بمنزلة العاصي ولهذا قال الله تعالى واتقوا
بعضی تو عمل کرکر اور بعضی پسند کرکر اور اللہ تعالی نی اپنی حکم اور حکمت سی پسند کرنیوالیکو برابر گنہگار کی ٹھرایا ہے اسی لئی اللہ تعالی نی فرمایا ہی اور بچتی رہو
فتنة لا تصيبن الذين ظلموا منكم خاصة قال ابن عباس رض في تفسير هذه الاية امر الله المؤمنين ان لا يقروا
اوس فسادی کہ نہ پڑیگا تم میں سی ظالموں پر چنکر ابن عباس اس آیت کی تفسیر میں کہتی ہیں بیشک اللہ تعالی مؤمنوں کو امر کرتا ہی کہ امر منکر کو
منكرا بين اظهرهم فيعمهم العذاب فانظر الى العاقل ان عاقر الناقة كان واحدا من قوم صالح النبي عليه السلام
اپنی سامنی نہ ہونی دیں پھر سب پر عذاب آویگا سوای عقلمند دیکھ تو حضرت صالح پیغمبر علیہ السلام کی اونٹنی کا کاٹنیوالا تمام قوم میں کی ایک ہی تہا
كما اخبر الله به حيث قال فنادوا صاحبهم فتعاطى فعقر فتبعه ثمانية فكانوا تسعة كما بينه الله حيث قال
چنانچہ اللہ تعالی اسکی خبر اس آیت میں دیتا ہی پھر پکاری اپنی رفیق کو پھر ہاتھ چلایا اور کاٹا پھر اوسکی ساتھ آٹھ آدمی ہوگئی تو وہ کل نو ہو گئی چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہی
وكان في المدينة تسعة رهط يفسدون في الارض ولا يصلحون فانزل الله تعالى العذاب على قوم صالح النبي عليه السلام
اور تہی اوس شہر میں نو شخص خرابی کرتی ملک میں اور سنوار نکرتی پھر اللہ تعالی نی حضرت صالح نبی علیہ السلام کی قوم پر عذاب اوتارکر
واهلكهم وشمل الاصاغر والبهائم من العذاب ما شمل الاكابر حين لم ينهوا عاقر الناقة عن عقرها وكذلك سائر الامم
ہلاک کیا اور بچوں اور جانوروں پر وہ ہی عذاب آیا جو بڑوں پر آیا تہا جب اونہوں نی اونٹنی کی قاتل کو قتل سی منع نکیا اور ایسی ہی تمام امتیں معذب
المهلك شمل العذاب صغارهم وكبارهم ونساءهم وحيواناتهم ولهذا كان الله تعالى يامر الانبياء عليهم السلام ان يخرجوا
کہ اونکی بچوں اور بڑوں اور عورتوں اور جانوروں پر عذاب آگیا اور اسی لئی اللہ تعالی انبیا علیہم السلام کو امر فرماتا ہی کہ مسلمانوں کو ساتھ لیکر
مع المؤمنين من بين قومهم قبل نزول العذاب مع كون القدرة صالحة لانجاءهم وان قعدوا في اماكنهم لكن لا تبديل
اپنی قوم میں سی عذاب کی آنی سی پہلی نہ پہچل جاویں باوجودیکہ اونکی بچا لینی کی قدرت ہی اگرچہ وہ اپنی مکانوں میں بیٹھی رہیں پر عادات الہی میں تبدیل نہیں ہوتی
لسنة الله تعالى وقد كان من قاعدة العذاب انه اذا نزل بقوم يعم المستحق وغيرهم ثم يبعثون على نياتهم كما جاء
اور قاعدہ عذاب کا یوں ہی جاری تہا کہ جب کسی قوم پر نازل ہوتا تو مستحق وغیرہ سب پر عام ہو جاتا پھر اپنی اپنی نیت پر اوٹھینگی چنانچہ
في الصحيحين عن عبد الله بن عمر رض انه عليه السلام قال اذا انزل الله بقوم عذابا اصاب من كان فيهم ثم يبعثون
صحیح بخاری اور مسلم میں عبد اللہ بن عمر رض کی روایت سی آیا ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا جب اللہ تعالی کسی قوم پر عذاب بہیجتا ہی تو جو اونمیں ہوتی ہیں
على نياتهم وروى عن مالك بن دينار رح انه قرأ هذه الاية وكان في المدينة تسعة رهط يفسدون في الارض
سب پر آتا ہی پھر اپنی نیتوں پر اوٹھائی جاتی ہیں اور مالک بن دینار سی روایت ہی کہ اونہوں نی یہ آیت پڑھی اور تہی اوس شہر میں نو شخص خرابی کرتی ملک میں
ولا يصلحون قال فكم اليوم في كل محلة وكل جماعة من يفسد في الارض ولا يصلح مع انه تعالى قال فليحذر الذين يخالفون
اور صلاح نہ کرتی فرمایا آج ہر ہر محلہ اور ہر ہر جماعت میں کتنی ہیں جو ملک میں خرابی کرتی ہیں اور اصلاح نہیں کرتی باوجودیکہ اللہ تعالی فرماتا ہی سو ڈرتی
عن امره ان تصيبهم فتنة او يصيبهم عذاب اليم وقد روى عن ام سلمة رض انها قالت سمعت رسول الله صلى
رہیں جو لوگ خلاف کرتی ہیں اوسکی حکم کا کہ پڑی اونپر کچھ خرابی یا پہنچی اونکو دکھ کی مار اور ام سلمہ رض سی روایت ہی کہ وہ کہتی ہیں کہ میں نی رسول اللہ صلی اللہ علیہ
الله عليه وسلم يقول اذا ظهرت المعاصي في امتي عمهم الله بعذاب من عنده فقلت يا رسول الله اما فيهم
وسلم سی سنا کہ فرماتی تہی جب میری امت میں معاصی ظاہر ہونی لگی تو اللہ تعالی کی پاس سی سب پر عذاب آویگا میں نی عرض کیا یا رسول اللہ کیا اونکی امت میں

أناس صالحون قال بلى قلت كيف يصنعون قال يصيبهم ما أصاب الناس ثم يصيرون إلى

حلی نیکوکار بھی ہوں گے فرمایا ہاں میں نے عرض کیا اونکا کیا حال ہوگا فرمایا وہ بھی مصیبت ہوگی جو سب لوگوں پر پہنچا ہوگا پھر جاویں گے طرف

مغفرة الله ورضوانه والظاهر من هذا الحديث أن المؤمن إذا أنكر بقدر استطاعته ولم يغير

بخشش اللہ کی اور رضامندی کی اس حدیث سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ مرد مومن اگر تا مقدور منع کرے اور منکر کو بند نکرے

المنكر يصيبه العقاب في الدنيا دون الآخرة ويدل عليه أيضا ما روي عن عائشة رضي الله عنها قالت يا رسول الله

تو منکر عذاب اس کو عام ہوگا آخرت میں نہ ہوگا اور اسی پر یہ بھی منقول عائشہ رض کی روایت سے بات ہوتی ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ

إن الله تعالى إذا أنزل سطوته بأهل الأرض وفيهم الصالحون فيهلكون بهلاكهم فقال يا عائشة إن

اللہ تعالی جب اپنا قہر زمین کے باشندوں پر نازل فرماتا ہے تو ان میں نیکوکار بھی ہوتے ہیں کیا وہ بھی ان کے ساتھ ہلاک ہوتے ہیں فرمایا اے عائشہ

الله تعالى إذا أنزل سطوته بأهل نقمته وفيهم الصالحون فيصابون معهم ثم يبعثون على نياتهم والمرء

اللہ تعالی جب اپنا قہر عذاب والوں پر نازل کرتا ہے اور ان میں صلحا بھی ہوتے ہیں تو وہ بھی اونکے ساتھ مصیبت پاتے ہیں پھر اپنی نیتوں پر اوٹھیں گے اور آدمی

لا يسمى صالحا إلا إذا أنكر بقدر وسعه وأما من داهن ولم ينكر مع استطاعته فهو من الفاسقين

صالح جب ہی ہوتا ہے کہ اپنی مقدور تک برائی سے منع کرے اور جس نے سستی کی اور باوجود طاقت کے منع نکیا تو وہ فاسقوں میں داخل ہوتا ہے

لا من الصالحين وقد ضرب رسول الله صلى الله عليه وسلم للمداهن في حدود الله والواقع فيها مثلا

صلحا میں نہیں ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مثال بیان فرمائی ہے حدود الہی میں سستی کرنیوالے کی اور جو حدود الہی میں مبتلا ہے

فقال عليه السلام مثل المداهن في حدود الله تعالى والواقع فيها مثل قوم استهموا سفينة فصار بعضهم

سو فرمایا مثل حدود الہی میں سستی کرنیوالے کی اور جو حدود میں مبتلا ہے ایسی ہے گویا ایک قوم نے کشتی حصہ داری سے بانٹ لی ہو کوئی تو

في أسفلها وصار بعضهم في أعلاها فكان الذي في أسفلها يمر بالماء على الذين في أعلاها فتأذوا به فأخذ فأسا

نیچے کے درجہ میں آیا اور کوئی اوپر کے درجہ میں آیا اور جو کہ نیچے کے حصہ میں تھا وہ اوپر والوں کے پاس پانی لے آتا جاتا تھا اونکو اس سے ایذا ہوئی اب وہ ایک کلہاڑا لیکر

فجعل ينقر السفينة فأتوه فقالوا ما لك فقال تأذيتم بي ولا بد لي من الماء فإن أخذوا على يديه أنجوه ونجوا أنفسهم

کشتی میں چھید کرنا شروع کیا اوپر والے اوسکے پاس گئے پوچھا تو کیا کرتا ہے کہا کہ تم کو مجھسے ایذا ہوتی ہے اور مجھکو پانی کی ضرورت ہے سو اگر اوپر والوں نے اوسکا ہاتھ پکڑ لیا تو اوسکو بچایا اور اپنی

وإن تركوه أهلكوه وأهلكوا أنفسهم فإنه عليه السلام قد أدرج في تمثيله هذا جملة من الفوائد منها أن الدين

جان بھی بچائی اور اگر اوسکو چھوڑ دیا تو اوسکو مار ڈالا اور اپنی جان کو بھی مار ڈالا سو آپ علیہ السلام نے اس تمثیل میں بہت فائدے درج کیے ہیں ایک یہ ہے کہ دین

كالسفينة وإن السفينة كما تكون سبب النجاة في الدنيا كذلك الدين يكون سبب النجاة في الآخرة ومنها أن

مثل جہاز کے ہے سو جہاز جیسے دنیا میں ڈوبنے سے بچاتا ہے ایسے ہی دین آخرت میں بچاتا ہے اور ایک یہ ہے

سكوت أهل السفينة عن ناقب سفينتهم كما يكون سبب هلاكهم في الدنيا كذلك سكوت المسلمين عن الفاسق

کہ کشتی والوں کا چپ رہنا اوسکی بابت جو کشتی میں چھید کیا چاہتا ہے جیسے دنیا میں اونکی ہلاکت کا سبب ہے ایسے ہی چپ رہنا مسلمانوں کا فاسق کے حال پر

وعدم الإنكار عليه يكون سبب هلاكهم في الدنيا والآخرة ومنها أن قول الناقر إنما أنقر فيما يخصني كما لا ينجي

اور اوسپر انکار نکرنا دنیا اور آخرت میں اونکی ہلاکت کا سبب ہے اور ایک یہ ہے کہ سوراخ کرنیوالے کا یہ کہنا کہ میں تو اپنے حصہ میں چھید کرتا ہوں جیسے

من كان في السفينة من الهلاك كذلك لا ينجي المؤمنين من الإثم والعقوبة قول الجاني إنما أجني على ديني لا على

اون لوگوں کو جو کشتی میں ہیں ہلاکت سے نہیں بچاتا ایسے ہی مومنین کو گنہگار کا یہ کہنا گناہ و عقوبت سے نہیں بچا سکتا کہ میں اپنے دین پر گناہ کرتا ہوں تمہارے دین پر نہیں

دينكم عليكم أنفسكم ما تريدون مني لي عملي ولكم عملكم كل شاة تعلق برجلها ونحو هذه الكلمات التي تجري

سو تم اپنی سنبھالو تمہیں مجھسے کیا غرض میرے لیے میرا کیا ہے تمہارے لیے تمہارا کیا ہر ایک بکری اپنے پاؤں سے لٹکتی ہے اور ایسی ایسی اور باتیں جو عوام

على السنة العوام الذين لا يعلمون ان شوم فعله وسوء عاقبته فساده يشمل الجميع ومنها ان قيام اهل السفينة
کی زبان پر گرتی ہین جو یہہ نہین جانتی کہ نحوست اوسکی عمل کی اور انجام برا اوسکی فساد کا سب پہ آتا ہی اور ایک یہہ ہی کہ اہل سفینہ کا کھڑا ہوکر

ومنع من يريد خرقها كما يكون سبب النجاة جميع اهل السفينة من الغرق كذلك قيام اهل الدين ومنع المنكر
کشتی توڑنیوالی کو منع کرنا جیسا تمام اہل سفینہ کو ڈوبنی سی بچاتا ہی ایسی ہی دینداروں کا مستعد ہوکر کھڑا ہونا اور منکر سی روکنا

يكون سبب النجاة جميع المسلمين من الاثم والعقوبة ومنها ان خرق السفينة كما لا يقدم عليه الا من هو احمق
گناہ اور عقوبت سی تمام مسلمانون کی نجات کا سبب ہوتا ہی اور ایک یہہ ہی کہ کشتی کا توڑنا جیسی وہ ہی شخص اختیار کرتا ہی جو ایسا احمق ہو

يستحسن ما هو قبيح في الحقيقة ولا يعلم هلاكه كذلك لا يقدم على المعصية الا من يستحسنها ولا يعلم ما فيها
کہ اچھا بد امور کو نیک سمجھی اور ڈوبنی سی واقف نہو ایسی ہی معصیت کو وہ ہی شخص اختیار کرتا ہی جو اوسکو نیک سمجھی اور یہہ نجانی کہ اسمین

من عظيم الاثم واليم العقاب اذ لو علم يقينا انه بمعصيته يفعل في دينه من الضرر ما يفعله خارق السفينة لما
کتنا بڑا گناہ اور کیسا سخت عذاب ہی کیونکہ اگر یقیناً یہہ جانتا کہ معصیت میری دین کو ایسا نقصان کرتی ہی جیسی کشتی کا توڑنیوالا کرتا ہی تو معصیت کو کبھی

اقدم عليها ابدا ومنها ان واحدا من اهل السفينة اذا انكر على الذي يريد خرقها واعترض عليه واحد منهم
اختیار نکرتا اور ایک یہہ ہی کہ کوئی اہل سفینہ مین سی جب اوس کشتی توڑنیوالی کو تنبیہ کری اب اگر کوئی اور شخص اونمین سی اسپر یہہ اعتراض کری کہ تمنی کیا کیا

فان ذلك المعترض كما ينسب الى الحمق وقلة العقل وعدم العلم بعاقبة هذا الفعل من جهة كون المانع من
تو بیشک یہہ اعتراض کرنیوالا جیسی احمق اور بیوقوف اور اس حرکت کی انجام سی نادان کہلاویگا اوسلئی کہ روکنی والا

الخرق ساعيا في نجاة المعترض وغيره من الهلاك كذلك من يعترض على من يغير المنكر لا يعترض عليه الا
کشتی کی توڑنی سی معترض وغیرہ کو ہلاک ہونی سی بچاتا ہی ایسی ہی جو شخص اوسپر اعتراض کری جو منکرات سی منع کرتا ہی تو وہ اعتراض

من عظيم حمقه وقلة عقله وعدم علمه بعاقبة المعصية وشومها فان من يغير المنكر يكون قائما باسقاط الفرض
بڑی حماقت اور بیوقوفی اور معصیت کی انجام اور نحوست کی نادانی سی ہی بیشک جو شخص منکرات کو روکتا ہی تو وہ واسطی ادا کرنی فرض کی

المتوجه على المعترض وغيره وساعيا في نجاتهم من الاثم وخلاصهم من العقوبة ومنها ان اهل السفينة اذا سكتوا
جو معترض وغیرہ پر آئی کوشش کرتا ہی اور اونکو خطا سی بچانی اور عقاب سی چھوڑانی مین سعی کرتا ہی اور ایک یہہ ہی کہ کشتی والی اگر توڑنیوالی سی

عمن يريد خرقها ولم يمنعوه فانهم كما يكونون سواء في الهلاك معه ولا يميز الخارق من غيره ولا الصالح من الطالح كذلك
چشم پوشی کرینگی اور اوسکو منع نکرینگی تو یہہ سب جس حال مین ہونگی اوسکی ساتھ ڈوبنی مین برابر ہونگی اور یہہ نہ معلوم ہوگا انمین توڑنیوالا کونسا ہی اور نیک کون اور بد کون

اهل الاسلام اذا سكتوا عن تغيير المنكر يعمهم العذاب ولا يميز بين مرتكب الاثم وغيره ولا بين الصالح منهم وغيره
ہی اور یہہ کار کونسا ایسی ہی اہل اسلام جب منکرات کی روکنی میں چشم پوشی کرینگی تو سب پہ عذاب آویگا یہہ پہچان ہوگی منکر کا عمل کرنیوالا کونسا ہی اور صاف کونسا ہی

ولذلك قال النبي عليه السلام لا تزال لا اله الا الله ينفع من قالها وترد عنهم العذاب والنقمة ما لم يستخفوا بحقها
پہچاننیکو کا اور بدکار کی اسیلئی نبی علیہ السلام نی فرمایا کلمہ لا اله الا الله جو اسی کہیگا ہمیشہ فائدہ دیتا رہیگا اور اوسپر سی عذاب اور قہر کو ہٹاتا رہیگا جبتک اوسکی حق کو ضعیف

قالوا يا رسول الله وما الاستخفاف بحقها قال يظهر العمل بمعاصي الله تعالى فلا ينكر ولا يغير فانه عليه الصلوة والسلام
عرض کیا یا رسول اللہ اوسکا حق کیونکر ضعیف ہوتا ہی فرمایا جب اعمال بد ظاہر ہونی لگین پہر نہ کوئی اوسکو ناپسند کری اور نہ کوئی بند کری بیشک نبی علیہ السلام نی

اخبر في هذا الحديث ان ترك الانكار والتغيير يكون استخفافا بكلمة التوحيد فلا يرد العذاب عن الناطقين بها
اس حدیث مین ارشاد فرمایا کہ انکار اور تغیر کی ترک کرنی مین کلمہ توحید کی خفت ہوتی ہی سو کلمہ پڑہنی والون پرسی عذاب کو دفع نہین کریگا

لكن ينبغي ان يعلم ان الفعل الذي يجب انكاره يشترط ان يكون منكرا سواء كان من الصغائر او من الكبائر ان وجوب
پہر یہہ بہی یاد رکہنا چاہئی کہ جس کام سی انکار کرنا واجب ہی تو اسمین شرط یہہ ہی کہ وہ مذموم ہو پہر برابر ہی صغیرہ ہو یا کبیرہ اسواسطی کہ وجوب

الانكار لا يختص بالكبائر بل يعم الصغائر ايضا ولا يشترط في وجوبه كون ركوبه معصية فان من رأى صبيا او

انکار کچھ کبائر ہی کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ صغیرہ میں بھی ہے اور نہیں شرط ہے وجوب انکار میں کہ مرتکب معصیت ہو کیونکہ جو شخص دیکھے کسی لڑکے یا دیوانہ کو

مجنونا يشرب الخمر فعليه ان يريق خمره ويمنعه من الشرب وكذا ان رأى مجنونا يزني بمجنونة او

کہ شراب پیتا ہو تو اوسکو لازم ہے کہ شراب بہا دے اور منع کردے اور ایسے ہی اگر دیکھے کسی دیوانہ کو زنا کرتا ہو

بهيمة فعليه ان يمنعه وليس هذا المنكر كون فعلهما معصية اذ لا معصية في حقهما بل كونه منكرا

تو اوسکو واجب ہے کہ منع کرے اور یہ منکر اس وجہ سے نہیں کہ وہ معصیت ہے کیونکہ دیوانہ اور لڑکے کے حق میں معصیت نہیں ہے بلکہ اسلئے کہ منکر ہے

ولا ينبغي ان يظن ان النهي عن المنكر لا يختص بالحكام ولا يتوقف على اذنهم بل يجب على كل من استطاعه

اور نہ چاہئے کہ کسی کو گمان ہو کہ منع منکر حاکموں ہی کے ساتھ مخصوص ہے یا اونکی اجازت پر موقوف ہے بلکہ ہر شخص پر جسکو طاقت ہو واجب ہے

وان لم يكن ماذونا من جهتهم سواء كان رجلا او امرأة او حرا او عبدا كما عليه الاجماع لما روي عن ابي سعيد الخدري

اگرچہ حاکموں کی طرف سے ماذون نہو برابر ہے کہ مرد ہو یا عورت آزاد ہو یا غلام جیسا کہ اسپر اجماع ہے کیونکہ ابو سعید خدری سے روایت ہے

انه عليه السلام قال من رأى منكم منكرا فليغيره بيده فان لم يستطع فبلسانه وان لم يستطع فبقلبه

کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا جو کوئی تم میں سے منکر کو دیکھے تو چاہئے کہ ہاتھ سے روک دے اور اگر یہ طاقت نہو تو زبان سے روکے اور اگر یہ بھی طاقت نہو تو دل سے برا جانے

وذلك اضعف الايمان فقوله عليه السلام فليغيره امر ايجاب بالاجماع وقوله من رأى منكم عام يشمل الوجوب

اور یہ ضعیف ایمان ہے پس آپ علیہ السلام کا یہ قول کہ چاہئے کہ روک دے امر ایجاب ہے اجماعاً اور آپکا یہ قول کہ جو کوئی تم میں سے دیکھے عام ہے تمام امت پر وجوب ہے

جميع الامة لكن قوله تعالى وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ يدل على

مگر اللہ تعالی کا یہ قول کہ چاہئے کہ تم میں سے ایک جماعت ہو کہ بلاوے نیک کام پر اور حکم کرے اچھی بات کا اور منع کرے بری بات سے دلالت کرتی ہے کہ

انه فرض كفاية وفرض الكفاية اهم من فرض العين والاشتغال به افضل من الاشتغال بفرض العين لان

فرض کفایہ ہے اور فرض کفایہ کا اہتمام فرض عین سے زیادہ ہوتا ہے اور فرض کفایہ میں مشغول ہونا فرض عین کی شغل سے افضل ہوتا ہے اسواسطے

من ترك فرض العين يختص هو بالاثم ومن فعله يختص هو باسقاط الفرض عن نفسه واما فرض الكفاية

کہ جو شخص فرض عین کو ترک کریگا تو وہی ایک گنہگار ہوگا اور جو شخص فرض عین کو ادا کریگا تو وہ صرف اپنے ذمہ کا فرض ادا کریگا اور فرض کفایہ

فلو ترك يأثم الجميع ولو فعل يسقط الاثم عن الجميع ففاعله ساع في صيانة جميع الامة عن الاثم ولا شك ان من قام

کو ترک کریگا تو تمام امت گنہگار ہوگی اور اگر ادا کریگا تو تمام امت سے گناہ ساقط ہوگا پس فرض کفایہ کا ادا کرنیوالا تمام امت کو گناہ سے بچانے میں سعی کرتا ہے اور بیشک جو شخص

مقام جميع المسلمين في اقامة مهم من مهمات الدين يكون افضل ولذلك قال النبي عليه السلام من امر بالمعروف

ضروریات دین کی قائم کرنے میں تمام مسلمانوں کا قائم مقام ہو وہ سب سے بہتر ہے اسی واسطے نبی علیہ السلام نے فرمایا جو شخص نیک کام سکھاوے اور

ونهى عن المنكر فهو خليفة الله تعالى في ارضه وخليفة كتابه ورسوله وانما كان كذلك لان الانبياء ما بعثوا

بد کاری سے روکے پس وہ زمین میں اللہ تعالی کا اور اوسکی کتاب اور رسول کا خلیفہ ہے اور یہ خلافت اسلئے ہے کہ انبیاء علیہم السلام اسی واسطے مبعوث ہوئے ہیں

الا للامر بالمعروف والنهي عن المنكر وذلك وظيفتهم التي جاءوا لها فمن سعى فيها وامر ونهى كان نائبا عنهم في هذا

کہ نیک کام سکھاویں اور بدکاری سے روکیں اور یہی اونکا وظیفہ ہے جسکے لئے آئے ہیں پس جو شخص اسمیں سعی کریگا وہ اونکا نائب ہوگا

الامر العظيم ونال منزلة مرتبتهم في هذا الخطب الجسيم سواء كان حاكما او ماذونا من جهة الحاكم او لم يكن ماذونا لكن من

اس امر عظیم میں اونکا نائب ہوگا اور اوسکا مرتبہ اس کار معظم میں اونکی مرتبہ تک پہنچیگا برابر ہے کہ وہ حاکم ہو یا حاکم کی طرف سے متعین ہو یا غیر متعین مگر جو شخص

كان حاكما او ماذونا من جهته تيسر عليه ذلك ويمكن له من اقامة الحدود والتعزير ما ليس لغيره من المسلمين

حاکم ہو یا حاکم کی طرف سے متعین ہو تو اوسکو یہ سہل ہے اور اوسکو سبب اقامت حدود اور تعزیر کی اسقدر ثواب ہوگا جو اور کسی مسلم کو نہوگا

واذا اهمل فعلى كل مسلم ان يامر بالمعروف وينهى عن المنكر بقدر طاقته ثم ان كان الوالى راضيا به فبها وان لم
اور جب وہ سستی کرے تو پہر ہر ایک مسلمان کو لازم ہے کہ امر بالمعروف اور منکر سے ممانعت اپنی مقدور موافق کیا کرے پہر اگر حاکم اسپر خوش ہو تو کیا بات ہے اور اگر
يكن راضيا بل كان ساخطا فسخطه منكر يجب الانكار عليه لان العلماء قد فهموا من العمومات الواردة فى الامر
راضی نہو بلکہ ناخوش ہو تو اوسکی ناخوشی بہی منکر ہے اس سے بہی انکار چاہیے اسوسطے کہ علماء اون عمومات سے جو در باب امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے وارد ہیں
بالمعروف والنهى عن المنكر دخول الامراء والسلاطين تحت تلك العمومات فكيف يحتاج الى اذنهم فى الانكار عليهم
یہ ہی سمجہتی ہیں کہ امراء اور سلاطین ان عمومات کے تلے داخل ہیں پہر اونکی اجازت اونکی عمل کے بعد کرنے میں کیا حاجت ہے اور سلف کی عادت ہیں
وقد كان من عادات السلف الانكار على الامراء والسلاطين كما روى ان المامون بن هارون الرشيد بلغه ان رجلا
تنبیہ کرنا امراء اور سلاطین کا مقرر تہا چنانچہ روایت ہے کہ مامون بن ہارون رشید نے یہہ سنا کہ ایک شخص
يمشى فى الناس ويامرهم بالمعروف وينهاهم عن المنكر ولم يكن مامورا بذلك من عنده فامر ان يدخل عليه فلما قام بين
لوگوں میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتا پہرتا ہے اور مامون کی طرف سے اوسکو یہہ حکم نہتا سو مامون نے اوسکو طلب کیا جب وہ سامنے آکر کہڑا ہوا
يديه قال بلغنى انك رايت نفسك اهلا للامر بالمعروف والنهى عن المنكر وكان المامون جالسا على كرسيه ينظر
تو مامون نے کہا میں نے سنا ہے تو اپنی تئیں لایق امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی سمجہتا ہے اور مامون کرسی پر بیٹہا ہوا کتاب کا مطالعہ کرتا تہا
فى كتاب فغفل فوقع منه الكتاب فصار تحت قدمه من حيث لا يشعر فقال له الرجل ارفع قدمك عن اسماء الله ثم
سو ایسا ہوا اس ہوا کہ کتاب اوسکی ہاتہ سے گر کر پاؤں کے تلے آگئی ایسا کہ مطلق اوسکو خبر نہوئی تو اوس شخص نے کہا اللہ کے نام پر سے اپنا پاؤں اوٹہالے پہر
قل ما شئت ولم يفهم المامون مراده فقال ماذا تقول حتى اعاده ثلثا ولم يفهم فقال هل ترفع ام تاذن لى حتى ارفع
جو چاہے سو کہنا مامون اوسکی مراد کو نہ سمجہا کہا تو کیا کہتا ہے آخر اوس شخص نے تین بار یہہ ہی کہا پر وہ نہ سمجہا پہر اوس شخص نے کہا کہ کیا تو اوٹہاتا ہے یا مجہی اجازت دیتا ہے کہ میں
فقال اذنت فلما توجه الرجل الى الرفع نظر المامون فراى الكتاب تحت قدمه واخذه وقبله ثم عاد وقال لم تامر بالمعروف
اوٹہادوں مامون نے کہا میں نے اجازت دی جب وہ شخص اوٹہانے کو جہکا تو مامون نے دیکہا کہ کتاب پاؤں تلے آگئی ہے پہر اوسے اوٹہا کر چوم لی پہر وہ ہی کہنے لگا تو کیوں امر بالمعروف
وتنهى عن المنكر وقد جعل الله ذلك الينا ونحن من الذين قال الله تعالى فيهم اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِى الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ
اور نہی عن المنکر کرتا ہے یہہ کار تو اللہ تعالی نے ہمکو دیا ہے اور ہم لوگ ہیں جنکی حق میں اللہ تعالی فرماتا ہے وہ کہ اگر ہم اونکو مقدور دیں ملک میں کہڑی کریں نماز
وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ فقال رجل صدقت يا امير انت كما وصفت نفسك من السلطان والتمكن
اور دیں زکوٰۃ اور حکم کریں بہلے کام کا اور منع کریں بری سے تب اوس شخص نے کہا امیر المومنین تو سچا ہے جیسا اپنا وصف بیان کرتا ہے صاحب سلطنت اور صاحب مکنت پر
غير انا اعوانك واولياءك فيه لا ينكر ذلك الا من لا يعرف كتاب الله تعالى وسنة رسوله اما الكتاب فقوله تعالى
ہم تمہاری امر باب میں مددگار اور ساتہی ہیں اس امر کا وہ ہی انکار کرتا ہے جو اللہ تعالی کی کتاب اور اوسکی رسول کی حدیث کو نہیں جانتا قرآن میں یہہ آیت ہے
وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ واما السنة فقوله عليه السلام
اور ایمان والے مرد اور عورتیں ایک دوسرے کی مددگار ہیں سکہاتے ہیں نیک بات اور منع کرتے ہیں بری سے اور حدیث میں علیہ السلام کا یہہ ارشاد ہے
المؤمن كالبنيان يشد بعضه بعضا وهذا كتاب الله وسنة رسوله فان انقدت لهما شكرت لمن اعانك بجزء منهما
مسلمان مکر مثال عمارت کے ایک دوسری میں گہتی ہوئی ہیں یہہ ہی کتاب اللہ کی اور حدیث اللہ کی رسول کی پس اگر تو ان دونو کا مطیع ہے تو اپنی مددگار کا شکر گذار ہو گا انہیں سے جسقدر
وان لم تنقد لهما لزمك منهما فان الذى اليه امرك وبيده عزك قد شرط ان لا يضيع اجر من احسن عملا فقل الان ما
اور اگر تو ان دونوں کا مطیع نہیں ہے تو ان دونوں کا وبال تیری سر ہے بیشک جسکی طرف تیرا مآل ہے اور جسکی ہاتہ میں تیری عزت ہے اوسنے شرط کی ہے کہ نیکو کار کا اجر ضایع نہیں کرتا اب جو
شئت فتعجب المامون من كلامه وسر به وقال مثلك يليق ان يامر بالمعروف وينهى عن المنكر فامض على ما كنت عليه
چاہو سو کہو پہر مامون کو اوسکی کلام سے تعجب آیا اور اوس سے خوش ہو کر کہا جیسے شخص کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر لایق ہے سو اپنا وہی کام کیے جا

واستمر الرجل على ذلك وقد جرى كثير من ذلك لجماعة من السلف والتابعين فمن مقتضى رحمة اهل المعاصي ترك
سو وہ شخص اسی حال پر رہا اور ایسے بہت لوگ سلف میں گذرے ہیں سو گنہگاروں پر رحمت کا مقتضی یہ نہیں کہ انکو منع نہ کریں
الانكار عليهم وعدم التعرض لهم بل من كمال الرحمة لهم الانكار عليهم وردهم الى المنهج القويم والصراط المستقيم وان المؤمن
اور انکے حال سے تعرض نہ کریں بلکہ انکے حال پر بڑی رحمت یہی ہے کہ انکو منع کرتا رہے اور انکو سیدھے رستہ اور طریق راست پر لاوے کیونکہ کامل ایمان والا
اذا سمع باسير من اسارى المسلمين في ارض العدو يرحمه ويبذل ماله ونفسه في تخليصه وكيف لا يجتهد في تخليص
جب سنتا ہے کہ کوئی شخص مسلمان دشمن کی ملک میں قید ہو گیا ہے تو اوس پر رحمت کرتا ہے اور مال و جان اوسکی چھڑانے میں لگا دیتا ہے پھر بھائی مسلمان کی چھڑانے میں
اخيه المسلم وانقاذه اذا رآه اسير نفسه وشيطانه وهما اعدى عدوه وان اعرض عنه وترك اسيرهما
کیونکر سعی نہ کریگا جب اوسکو نفس و شیطان کا قیدی دیکھتا ہے سو وہ دونوں بڑے دشمن ہیں سو جو اس سے منہ پھیرے اور مسلم کو نفس و شیطان کی قید
وذلك من جهله فان المؤمن بانقاذ اسير من يد عدوه الاصغر يكون ثوابه ما ذكره الله تعالى في كتابه بقوله
میں چھوڑ دے یہ اوسکی جہالت ہے کیونکہ مومن کو چھوٹے دشمن کی ہاتھ سے قیدی کی چھڑانے میں تو یہ ثواب ہوتا ہے جسکا اللہ تعالیٰ نے کتاب میں یہ ذکر کیا ہے
وَمَنْ أَحْيَاهَا فَكَأَنَّمَا أَحْيَا النَّاسَ جَمِيعًا فما ظنك بمن انقذ اسير المعاصي من يد عدوه الاكبر وقد اقام العلماء
جس نے ایک جان کو جلایا تو گویا جلایا سب لوگوں کو پھر خیال کر اوس شخص کی حق میں جو معاصی کی قیدی کو بڑے دشمن کی ہاتھ سے چھڑاتا ہے اور علما نے
الامر بالمعروف والنهي عن المنكر مقام الجهاد لان منع المسلمين من المعاصي التي تفضي الى دخول النار افضل
امر بالمعروف و نہی عن المنکر کو قائم مقام جہاد کا ٹھہرایا ہے اسواسطے کہ مسلمانوں کا معاصی سے روکنا جو دوزخ میں کھینچ لیجاوی کافروں کی قتال سے
من قتال الكفار وكما لا يجوز في الجهاد ان يفر واحد من اثنين كذلك في الامر بالمعروف والنهي عن المنكر من رأى
بہتر ہے اور جیسے جہاد میں نہ چاہیے کہ ایک شخص دو کی مقابلہ سے بھاگ جاوی ایسی ہی امر بالمعروف و نہی عن المنکر میں جو کوئی دو شخصوں کو
رجلين على منكر لا يجوز له ان يتركهما على منكر بل يجب عليه ان يأمر وينهى وان كانوا اكثر وخاف على نفسه
کسی منکر پر دیکھے تو اوسکو جائز نہیں کہ انکو منکر پر چھوڑ دیوی بلکہ اوسکو واجب ہے کہ منع کرے اور اگر زیادہ ہوں اور یہ اپنی جان کا خوف کرے
فهو في سعة من تركهم لكن الانكار اولى وافضل اذ فمن قدر على انكار المعاصي مع الخوف على نفسه كان
تو اوسکو گنجائش ہے کہ چپ ہو رہے پر منع کرنا بہتر ہے اور افضل ہے سو جسکو طاقت ہو منع کرنے کی معاصی کی باوجود اپنی جان کا خوف ہو
انكارها مندوبا اليه ومحثوثا عليه لان المخاطرة بالنفوس في اعزاز الدين مأمور بها كما في قتل الكفار والعا
تو اوسکی ممانعت کرنا بہتر ہے اور ہمت مرغوب کیونکہ دین کی عزت کی واسطے جان کو خطرہ میں ڈالنا بہتر ہے اور ماموربہ ہے جیسے کافروں اور باغیوں کی قتل میں
وقد روي ان رجلا سأل النبي عليه السلام اي الجهاد افضل فقال كلمة حق عند سلطان جائر فانه عليه السلام
اور وارد ہے کہ کسی شخص نے نبی علیہ السلام سے پوچھا کہ کونسا جہاد افضل ہے فرمایا حق بات ظالم حاکم کی سامنے کہنی سو نبی علیہ السلام نے
جعل كلمة حق عند سلطان جائر افضل الجهاد لان قائلها يجود بنفسه لاعلاء كلمة الحق ونصرة الدين مع كف
حق بات کو ظالم حاکم کی سامنے جہاد سے افضل ٹھہرایا سو حق بات کا کہنے والا واسطے بلندی کلمہ حق اور مدد دین کی اپنی جان تک دیدیتا ہے اور ہاتھ روکے رہتا ہے اوسکا
يده عنه بخلاف من يلاقي عدوه في القتال فانه يبسط يده اليه ويرجو ان يغلبه ويقتله فلا يكون بذله
بخلاف اوسکے جو جنگ میں دشمن کا مقابلہ کرتا ہے کیونکہ یہ تو دشمن پر ہاتھ چلاتا ہے اور امید کرتا ہے کہ غالب ہو کر اوسکو مار ڈالے سو جس حالت میں
لنفسه مع رجاء سلامتها كمن يبذلها مع يأسه من سلامتها لكن ينبغي ان يراعي فيه التدريج فيبدأ في الانكار
جان کا دینا بامید سلامتی کی ایسا نہیں جیسا باوجود ناامیدی سلامتی کی جان دینا لیکن لازم ہے کہ آہستگی اور سہولت کی رعایت رکھے پہلی
اولا بالاسهل والارفق فانه يبدأ اولا بالوعظ والنصيحة والتخويف بالله تعالى والنظر الى العاصي بنظر الرحمة
ممانعت بطور سہل نرمی کی ساتھ شروع کرے پہلی وعظ و نصیحت کرنا شروع کرے اور اللہ تعالیٰ سے ڈراوے اور عاصی کی حق میں رحمت کی نظر کرے

ويرى اقدامه على المعصية مصيبة على نفسه لكون المسلمين كنفس واحدة فان امرته بالمعروف ونهيته عن المنكر
اور معصیت میں اوسکا مبتلا ہونا اپنی مصیبت سمجھے کیونکہ مسلمان تمام ایک جان کی ہیں اب جب تو اوسکو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتا ہے
فهو على شفير جهنم واياك ان تدفعه وترمي به في قعر جهنم او تتعلق بك فتقحمه فيها وذلك انك ان امرته
پس وہ دوزخ کی کنارہ پر لگا ہوا ہے سو بچ تو اس بات سے کہ اوسکو دھکا دیکر دوزخ کی تہ میں پھینک دے یا اسواسطے کہ شاید تجھسے لپٹ جاوے سو تو بھی اوسکے ساتھ جاوے اسلئے
بالغلظة والعنف اول مرة فلعله يتعدى عليك بالاذى باليد واللسان فتكون قد زدته شرا على شره فتهلكه
کہ اگر تو پہلی ہی اوسکو سختی اور شدت سے کہیگا تو شاید وہ تجھپر جور کرے ہاتھ سے اور زبان سے ایذا دے اب تو نے برائی پر برائی زیادہ کی سو تو نے اپنی جان ہلاک کر کر
بعد هلاك نفسك واما اذا لم يرجع بالوعظ والنصيحة وعلم منه الاصرار على المعصية فلا بد ان يغلظ له
اوسکو ہلاک کیا ہاں اگر وعظ اور نصیحت سے باز نہ آوے اور معلوم ہو کہ معصیت پر جم رہا ہے اب ناچار ہے کہ سختی سے کہے جاوے
الكلام ويسب من غير فحش مثل ان تقول يا فاسق يا جاهل يا احمق يا ظالم نفسه يا من لا يخاف الله تعالى و
واسطے اوسکے جسمیں فحش نہ ہو مثل ان الفاظ کہے اے فاسق اے جاہل اے بیوقوف اے اپنی جان کے دشمن اے وہ شخص جو خدا سے نہیں ڈرتا
نحو هذا الكلام ويراعى فيه الصدق فان مثل هذا الكلام صدق في الحقيقة اذ كل من يرتكب المنكر فاسق جاهل
ایسی ہی اور لفظ اور اسمیں سچ کی رعایت کرتا ہے بیشک یہ الفاظ حقیقت میں سچے ہیں اسواسطے کہ جو شخص گناہ کو اختیار کرتا ہے فاسق جاہل
احمق لان الاحمق من اتبع نفسه هواها وتمنى على الله تعالى كما ورد في الحديث وليحترز من استرسال الغضب
احمق ہوتا ہے کیونکہ احمق وہی ہے جو اپنی جان کو ہوا کی تابع کرے اور خدا سے آرزوئیں مانگے چنانچہ حدیث میں آیا ہے اور لازم ہے کہ غصہ کی مارے کلام باہر نکلے
وخروج الكلام الى ما لا يجوز مما هو كذب صريح وفحش قبيح ومن لم يمكن من ازالة المنكر الا بضرب فركته
جو کہ صاف جھوٹ ہو اور فحش قبیح اور جس سے دور کرنا منکر کا بدون [illegible] کے نہیں ہو سکتا
فليضرب بيده ورجله ونحو ذلك واذا اندفع المنكر فيجب ان يكف وليحذر مما يفعل كثير من الناس من الاسترسال
تو چاہئے کہ لکڑیاں وغیرہ مارے پھر جب وہ منکر چھوٹ جاوے تو واجب ہے کہ مارنے سے [illegible] جو اکثر لوگ بعد دور ہونے منکر کی مار میں
في الضرب بعد زوال المنكر فان ذلك ليس الا للحاكم ومن لم يستطع ان يغير المنكر بيده ولا بلسانه يكره له تحريما
زیادتی کرتی ہیں یہ مرتبہ حاکم کا ہے اور جو شخص منکر کو دور نہیں کر سکتا ہاتھ سے اور نہ زبان سے تو اوسکو مکروہ تحریمی ہے
ان يذكر مساوي اخيه المسلم لاحد سوى اهل القوة يقدر على منعه لانه اذا لم يطع الله تعالى بازالة المنكر فلا يعصيه
کہ اپنے بھائی مسلمان کی عیب کسی کے سامنے کہتا پھرے سوا ایسی صاحب طاقت کے جو اوسکی روکنے کی طاقت رکھتا ہو اسلئے کہ جب اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری منکر کی دور کرنے میں نہ کی
بغيبة المسلم

المجلس الرابع والاربعون في بيان صلوة الكسوف والخسوف في ظهور الامور المخوفة

ہو تو مسلمان کی غیبت کر کر نافرمانی نہ کرے [illegible] سورج گہن اور چاند گہن کی نماز کا بیان ہر وقت ظاہر ہونی امور ہولناک کی
قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان الشمس والقمر ايتان من ايات الله تعالى لا ينكسفان بموت احد
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک سورج اور چاند اللہ تعالیٰ کی دو نشانیاں ہیں نشانیوں میں سے کسی کی موت
ولا لحيوته فاذا رايتم ذلك فاذكروا الله تعالى هذا الحديث من صحاح المصابيح رواه عبد الله بن عباس
اور حیات کی سبب سے گہن نہیں لگتی جب تم یہ نشان دیکھو تو اللہ کو یاد کرو یہ حدیث مصابیح کی صحیح حدیثوں میں سے ہے عبد اللہ بن عباس کی روایت سے
وسبب وروده على ما جاء في حديث اخر رواه ابو مسعود الانصاري ان الشمس انكسفت يوم مات ابراهيم ابن رسول
اور سبب ارشاد اس حکم کا موافق اوس مضمون کے جو اور حدیث میں ابو مسعود انصاری کی روایت سے آیا ہے یہ ہے کہ جس دن ابراہیم ابن رسول اللہ موا سورج گہن ہوا
الله صلى الله عليه وسلم فقال الناس انكسفت لموته فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان الشمس والقمر ايتان من ايات الله
سو لوگ کہنے لگے ابراہیم کی موت سے سورج گہن ہوا ہے تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک آفتاب اور ماہتاب اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں

لا ينكسفان

لاینکسفان لموت احد ولا لحیوته فاذا رأیتم شیئا من هذه الافزاع فافزعوا الی الصلوة فانه علیه
کسیکی موت اور حیات پر نہیں گہنی جب تم کچہ ایسی ہول اور خوف دیکہو تو نماز پڑہنی شروع کرو پس نبی علیہ السلام نی
السلام قد امر فی هذا الحدیث بالصلوة عند ظهور شیء من هذه الاهوال التی من جملتها کسوف الشمس
اس حدیث میں بروقت ظاہر ہونی ایسی ایسی اہوال کی جنمیں سورج گہن بہی داخل ہی نماز کا حکم فرمایا
وعلم من هذا ان المراد من الامر بذکر الله تعالی فی الحدیث السابق الامر بالصلوة فانه علیه السلام
اور اس سی یہہ معلوم ہوا کہ مراد یاد الٰہی سی جو پہلی حدیث میں مذکور ہی نماز کا حکم ہی کیونکہ نبی علیہ السلام نی
قد صلاها بالجماعة وکان القیاس ان تکون صلوة الکسوف واجبة کما ذهب الیه بعض العلماء
صلوۃ کسوف جماعت سی پڑہی ہی اور قیاس بہی چاہتا ہی کہ صلوۃ کسوف واجب ہو چنانچہ بعض علماء کا یہی مذہب ہی
واختاره صاحب الاسرار لکون الامر للوجوب لکن الجمهور قالوا انها سنة لانها لیست من شعائر
اور صاحب اسرار نی یہی اختیار کیا ہی اسواسطی کہ امر وجوب کی لئی ہوتا ہی پر جمہور علما سنت کہتی ہیں کیونکہ یہہ نماز اسلام کی نشانیوں میں سی نہیں ہی
الاسلام وانما توجد بعروض الکسوف الا انه علیه السلام لما صلاها بالجماعة کانت سنة مشروعة
بلکہ جب ہی ہوتی ہی کہ عارضہ گہن کا ہو مگر ان نبی علیہ السلام نی جو یہہ نماز جماعت سی پڑہی ہی تو سنت ہی جماعت سی بلا کراہت
بالجماعة من غیر کراهة وحملوا الامر علی الندب فعلی هذا ینبغی لامام الجمعة اذا انکسفت الشمس ان یصلی
درست ہی اور علماء نی اس امر کو استحباب کی لئی رکہا اس بیان کی موافق امام جمعہ کو لازم ہی کہ جب سورج گہن ہو دی تو ہمراہ لوگوں کی
بالناس فی الجامع او فی المصلی رکعتین کل رکعة برکوع واحد کهیئة النافلة بلا اذان ولا اقامة ولا
مسجد جامع میں یا عیدگاہ میں دو رکعت پڑہی ہر یک رکعت میں ایک ایک رکوع کری جیسی نفلیں ہوتی ہیں نہ اذان پڑہی اور نہ تکبیر کہی اور نہ
خطبة ویقرأ فیهما ما شاء من القرآن ویخفی القراءة عند ابی حنیفة وعندهما یجهر والافضل تطویل
خطبہ اور دونو رکعت میں جتنا چاہی قرآن پڑہی اور امام ابو حنیفہ کی نزدیک قراءت چپکی سی پڑہی اور صاحبین کی نزدیک پکار کر پڑہی اور دونو رکعت میں
القراءة فیهما لان فیه متابعة النبی علیه السلام اذ قد ثبت ان قیامه علیه السلام کان فی الرکعة الاولی
طول قراءت افضل ہی اسلئی کہ اسمیں نبی علیہ السلام کی متابعت ہی اسواسطی کہ ثابت ہو چکا ہی کہ نبی علیہ السلام کا قیام پہلی رکعت میں
بقدر قراءة سورة البقرة وفی الثانیة بقدر سورة آل عمران ویجوز تخفیفهما لان السنة استیعاب
بقدر قراءت سورۂ بقرہ کی تہا اور دوسری رکعت میں بقدر قراءت سورۂ آل عمران کی تہا اور اسمیں تخفیف بہی جائز ہی اسلئی کہ مسنون نماز
الوقت بالصلوة والدعاء لما روی عن مغیرة بن شعبة انه علیه السلام قال ان الشمس والقمر آیتان
اور دعا میں وقت کا پورا کر دینا ہی اسواسطی کہ مغیرہ بن شعبہ سی روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا کہ سورج اور چاند اللہ تعالی کی نشانیوں میں سی
من آیات الله تعالی لاینکسفان لموت احد ولا لحیوته فاذا رأیتموها فادعوا الله تعالی وصلوا حتی
دو نشانیاں ہیں نہ کسیکی موت پر گہنتی ہیں اور نہ کسیکی حیات پر جب تم اسکو دیکہو تو اللہ تعالی سی دعا مانگو اور اتنی نماز پڑہو
تنجلی الشمس وهذا الحدیث یفید استیعاب الوقت بالصلوة والدعاء فان خفف احدهما یطول الآخر
کہ سورج صاف ہو جاوی اس حدیث سی معلوم ہوتا ہی کہ نماز اور دعا میں وقت کا پورا کرنا چاہئی اگر ایک رکعت چہوٹی کر دی تو دوسری کو بڑہا دی
وبعد الصلوة یدعو حتی تنجلی الشمس لان السنة فی الادعیة تاخیرها عن الصلوة ثم هو فی الدعاء
اور نماز کی بعد اتنی دعا مانگی کہ سورج صاف ہو جاوی اسواسطی کہ طریق مسنون دعاؤں میں دعا نماز کی پیچہی ہی پہر امام کو دعا مانگنی میں
مخیر ان شاء دعا جالسا مستقبل القبلة وان شاء دعا قائما مستقبل الناس بوجهه او مستقبل القبلة
اختیار ہی چاہی بیٹہہ کر رو بقبلہ دعا مانگی اور چاہی کہڑا ہو کر لوگوں کی طرف منہہ کر کر یا رو بقبلہ ہو کر دعا مانگی

والناس قاعدون مستقبلوا القبلة على كل حال وان لم يوجد امام الجمعة يصلي الناس فرادى ان شاؤا

اور لوگ ہر حال رو بقبلہ بیٹھے رہیں اور اگر امام جمعہ موجود نہو تو سب لوگ علیحدہ علیحدہ نماز پڑہیں چاہیں دو رکعت

ركعتين وان شاء واربعا لان هذه الصلوة تطوع والاصل في التطوعات ذلك وكذا في خسوف القمر

اور چاہیں چار رکعت کیونکہ یہہ نماز نفل ہی اور نوافل میں یہی قاعدہ ہی اور ایسی ہی چاند گہن میں

يصلي الناس فرادى وليس فيه جماعة لتعذر الاجتماع بالليل وربما يكون سببا للفتنة بل يصلي كل واحد

تمام لوگ جدا جدا نماز پڑہیں چاند گہن کی نماز میں جماعت نہیں ہی اسلئی کہ رات کی وقت آدمیوں کا جمع ہونا دشوار ہی اور بعض وقت باعث فساد ہو سکتا ہی

بنفسه وكذلك في انتثار الكواكب والضوء الهائل بالليل والظلمة الهائلة بالنهار والرياح الشديدة والامطار

بلکہ ہر ایک اپنی اپنی نماز پڑہ لی اور ایسی ہی ستارہ ٹوٹتی ہیں اور خوفناک روشنی میں رات کو پیدا ہو جاوی اور خوفناک اندہیر میں جو دن کو ہو اور تند ہوائیں

الدائمة والصواعق والزلازل وعموم الامراض والخوف الغالب من العدو ونحو ذلك من الافزاع و

اور متصل بارش میں اور بجلی کرنے میں اور بہونچال میں اور وبائی بیماریوں اور دشمن کی سخت خوف میں اور سوا اسکی اور ہر ہولناک امور

الاهوال يصلي كل واحد بنفسه لعموم قوله عليه السلام فاذا رايتم شيئا من هذه الافزاع فافزعوا

خوفناک اوقات میں ہر ایک اپنی اپنی تنہا نماز پڑہ لی واسطی عموم ارشاد نبی علیہ السلام کی جب تم دیکھو ایسا خوفناک امر تو ڈر کر نماز شروع کرو

الى الصلوة فان كل ذلك من الايات المخوفة التي يخوف الله تعالى بها عباده كما قال الله تعالى وما نرسل بالايات

کیونکہ یہہ سب نشانیاں خوف کی ہیں جس سی اللہ تعالی اپنی بندوں کو ڈراتا ہی جنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہی اور نشانیاں جو ہم بہیجتی ہیں

الا تخويفا وجاء في الحديث انه عليه السلام قال هذه الايات التي يرسل الله تعالى بها لا تكون لموت

سو ڈرانی کو اور حدیث میں آیا ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا یہہ وہ نشانیاں ہیں جو اللہ تعالی بہیجا کرتا ہی یہہ کسیکی موت

احد ولا لحيوته ولكن يخوف بها عباده فاذا رايتم شيئا من ذلك فافزعوا الى ذكر الله تعالى ودعائه

یا کسیکی حیات پر نہیں ہوتی بلکہ اللہ تعالی اپنی بندوں کو ڈراتا ہی جب تم انمیں سی کوئی بات دیکہو تو ڈر کر خدا کی یاد اور دعا اور استغفار کرو

واستغفاره وفي حديث اخر انه عليه الصلوة والسلام قال ان الشمس والقمر ايتان من ايات الله تعالى

اور ایک اور حدیث میں ہی کہ نبی علیہ الصلوة والسلام نی فرمایا بیشک سورج اور چاند اللہ تعالی کی نشانیوں میں سی دو نشانیاں ہیں

لا يخسفان لموت احد ولا لحيوته فاذا رايتم ذلك فادعوا الله وكبروا وصلوا وتصدقوا فان كل خير

کسیکی موت اور کسیکی حیات سی نہیں گہنتی جب تم یہہ حال دیکہو تو اللہ سی دعا مانگو اور بڑائی سی یاد کرو اور نماز پڑہو اور خیرات کرو کیونکہ ہر طرح کی خیر خیرات

في مثل هذه الاهوال والافزاع مامور به لكون الخيرات دافعة للبليات وروى عن ابن عمر انه عليه السلام

ایسی خوف اور ہول کی وقت موافق حکم کی ہی اسلئی کہ خیرات بلیات کو دفع کرتی ہی اور ابن عمر سی روایت ہی کہ نبی علیہ السلام

كان اذا سمع صوت الرعد والصواعق يقول اللهم لا تقتلنا بغضبك ولا تهلكنا بعذابك وعافنا قبل ذلك

جب گرج اور بجلی کی آواز سنتی تو کہتی الہی ہمکو اپنی غضب سی مت قتل کر اور اپنی عذاب سی مت ہلاک کر اور ہمکو اس سی پہلی معاف کر

وروي عن عائشة انه عليه السلام كان اذا بصر سحابا ترك عمله واستقبله وقال اللهم اني اعوذ بك من

اور عائشہ سی روایت ہی کہ نبی علیہ السلام جب ابر دیکہتی تو کام چہوڑ کر اوسکی طرف متوجہ ہوتی اور یہہ کہتی الہی میں تیری پناہ لیتا ہوں

شر ما فيه فان كشفه الله تعالى حمد الله تعالى وان مطر قال اللهم سقيا نافعا وروى عن عائشة ايضا

برائی سی جو اس ابر میں ہی پہر اگر اللہ تعالی اوسکو کہول دیتا تو اللہ کی حمد کرتی اور اگر برستا تو یہہ کہتی الہی بارش فائدہ مند اور حضرت عائشہ سی یہہ بہی روایت ہی

انه عليه السلام كان اذا عصفت الريح قال اللهم اني اسئلك خيرها وخير ما فيها وخير ما ارسلت به واعوذ

کہ جب تند ہوا چلتی تو نبی علیہ السلام کہتی الہی میں تجہسی اسکی بہلائی مانگتا ہوں اور اوسکی بہلائی جو اوسکی اندر ہی اور اوسکی بہلائی جو اسکی ساتہ بہیجا

بك من شرها وشر ما فيها وشر ما ارسلت بها وروى عن ابن عباس ان رجلا لعن الريح عند النبي عليه السلام

اور اسکی برائی سے تیری پناہ لیتا ہوں اور اسکی برائی سے جو اسکے اندر ہے اور اسکی برائی سے جو اسکے ساتھ تو نے بھیجا ہے اور ابن عباس سے روایت ہے کہ ایک شخص نے نبی علیہ السلام کے

فقال له النبي عليه السلام لا تلعن الريح فانها مامورة وانه من لعن شيئا ليس له باهل رجعت اللعنة عليه

سامنے ہوا پر لعنت کی تب نبی علیہ السلام نے فرمایا لعنت مت کر یہ تو مامور ہے اور حال یہ ہے کہ جو شخص کسی شی پر لعنت کرے کہ وہ قابل لعنت کی نہو تو وہ لعنت اوسی پر آتی ہے

وروى عن ابي هريرة انه قال الريح من روح الله تاتي بالرحمة وبالعذاب فلا تسبوها واسئلوا الله خيرها

اور ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا ہوا ایک حکم الہی ہے کبھی رحمت لاتی ہے اور کبھی عذاب سو اسکو برا نکہو اور خدا تعالی سے اسکی بھلائی مانگو

وعوذوا من شرها يعني ان الريح من الاشياء التي تجيء من عند الله تعالى كالمطر والبرودة والحرارة وغير

اور اسکی شر سے خدا کی پناہ لو مراد یہ ہے کہ ہوا وہ شی ہے جو خدا کی طرف سے آتی ہے جیسے مینہہ اور سردی اور گرمی اور سوای

ذلك تجي تارة للرحمة وتارة للعذاب فاذا كان مجيئها بامر الله تعالى فلا يجوز سبها بحصول ضرر منها

اسکی کبھی رحمت کی واسطے اور کبھی عذاب کی واسطے جب اسکا آنا خدا تعالی کی حکم سے ہوا تو اسکو برا کہنا جائز نہیں اگرچہ اوس سے ضرر حاصل ہو

بل سبيل العباد فيما يتوهم منها الالتجاء الى الله والاعتصام بحبله والاستعاذة به من شرها ومن شر

بلکہ بندہ کو جب اسمیں کچھ وہم پیدا ہو تو لازم ہے اللہ تعالی کی طرف التجا کرنا اور اوسکی رسی کو مضبوط پکڑنا اور اوسکی شر سے اور جو اوسکی اندر ہے اوسکی شر سے

ما فيها كما روى عن ابي بن كعب انه عليه السلام قال لا تسبوا الريح فاذا رايتم ما تكرهون فقولوا اللهم

پناہ لینی چنانچہ ابی بن کعب سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا ہوا کو برا مت کہو جب تمکو کچھ مکروہ معلوم ہو تو یہ کہا کرو الہی

انا نسالك خير هذه الريح وخير ما فيها وخير ما امرت به ونعوذ بك من هذه الريح وشر ما فيها وشر

ہم تجھسے اس ہوا کی خوبی مانگتے ہیں اور خوبی اوسکی جو اوسکی اندر ہے اور خوبی اوسکی جو تو نے اوسکو حکم دیا اور اس ہوا سے تیری پناہ لیتے ہیں اور برائی سے جو اسکی اندر ہے اور برائی

ما امرت به وكذا من نزل منزلا يستعيذ بالله تعالى لما روى انه عليه السلام قال من نزل منزلا فقال

جو تو نے اوسکو حکم دیا اور ایسا ہی جو کوئی کسی مکان میں داخل ہو اللہ سے پناہ لے اسواسطے کہ روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا جو شخص مکان کی اندر جا کر یہہ پڑہی

اعوذ بكلمات الله التامات من شر ما خلق لم يضره شيء حتى يرتحل منه منزلا وروى عن ابن عباس انه عليه السلام

کہ پناہ لیتا ہوں بوسیلہ اللہ تعالی کی کلمات پوری کی مخلوق کی برائی سے تو اوسکو کوئی ضرر نہیں ہوتا جبتک کہ وہ اوس سے دوسرا مکان بدلی اور ابن عباس سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام

كان يقول عند الكرب لا اله الا الله العظيم الحليم لا اله الا الله رب العرش العظيم لا اله الا الله رب

سختی کی وقت فرمایا کرتے تھے نہیں کوئی معبود سوا اللہ عظیم بردبار کی نہیں کوئی معبود سوای اللہ رب عرش بزرگ کی نہیں کوئی معبود سوای اللہ پروردگار

السموت السبع ورب الارض ورب العرش الكريم وفهم من هذا الحديث ان ذكر الله تعالى واوصافه العظام

ساتوں آسمان کی اور پروردگار زمین اور پروردگار عرش بزرگ کی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالی کا اور اوسکی بزرگ اوصاف کا یاد کرنا

سبب لزوال الغم وقد روى انه عليه السلام قال الا اخبركم بشيء اذا نزل بكم كرب او بلاء فدعا به فرج الله عنه

عقوبت کو دور کرتا ہے اور روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا سنو میں تمکو ایسی دعا بتاؤں کہ جب تمپر کوئی سختی یا بلا آوے یہ وہ دعا پڑھو تو اللہ تعالی دور کرتا

قيل بلى يا رسول الله قال دعاء ذي النون لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ فَاسْتَجَبْنَا لَهُ وَ

کشایش ہووے کسینے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ فرمایا دعا یونس علیہ السلام کی کوئی حاکم نہیں سوای تیری تو پاک عیب سے میں تھا گنہگاروں سے پھر سن لی ہمنے اوسکی پکار اور

نَجَّيْنَاهُ مِنَ الْغَمِّ وَكَذٰلِكَ نُنْجِي الْمُؤْمِنِينَ وروى انه عليه السلام قال ما من مكروب يدعو بهذا الدعاء

بچا دیا اوس گھٹنے سے اور یوں ہیں ہم بچا دیتے ہیں ایمان والوں کو اور روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا نہیں کوئی مصیبت والا کہ یہہ دعا پڑہے

الا استجيب له يسر الله تعالى دعوة مستجابة بلطفه وكرمه المجلس الخامس والاربعون

مگر قبول نہ ہوگی الہی ہمپر دعا مستجاب اپنی لطف اور کرم سے سہل کیجو بیننا لپنسویں مجلس میں

فی بیان مسنونیۃ صلوٰۃ الاستسقاء عند امساک المطر قال رسول اللہ صلی اللہ
بیان مسنون ہونے نماز استسقا کا جو وقت خشکی بارش کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

علیہ وسلم لیست السنۃ بان لا تمطروا ولکن السنۃ ان تمطروا ولا تنبت الارض شیئا ھذا الحدیث من صحاح
فرمایا کال اس سے نہیں پڑتا کہ مینہ نہ برسے بلکہ کال اس سے پڑتا ہے کہ مینہ تو برسے پر زمین سے کچھ پیدا نہ ہو یہہ حدیث مصابیح کی

المصابیح رواہا ابو ھریرۃ ومعناہ ان القحط لیس بان لا ینزل علیکم المطر بل القحط ان ینزل علیکم المطر
صحیح حدیثوں میں ہے ابو ہریرہ کی روایت سے اور اسکے معنی یہہ ہیں کہ کال یوں نہیں ہوتا کہ تمپر مینہ نہ برسے بلکہ کال یوں پڑتا ہے کہ تمپر مینہ تو برسے

لکن لا ینبت من الارض شیء او ینبت ولکن یھلک ولا یدخل فی ایدیکم شیء فان وقوع الشدۃ بعد توقع
پر زمین میں سے کچھ نہ پیدا ہو یا اوگے تو سہی پر ایسا تباہ ہوجاوے کہ تمہارے ہاتھ کچھ نہ آوے بیشک سختی کا آنا بعد امید فراخی

السعۃ وحصول اسبابھا اقطع مما کان الیاس حاصلا من اول الامر ولیس ھذا نھی عن الاستمطار و
اور حاصل ہونے اسباب فراخی کی بہت ناگوار ہوتا ہے بہ نسبت ناامیدی کی جو پہلی ہی سے حاصل ہو اور یہہ ممانعت نہیں ہے کہ مینہ نہ مانگو و دعا

الاستسقاء بل ھو نھی عن اعتقاد حصول الرزق بالمطر وعدم حصولہ بعدم المطر فاللازم علی العبد ان
استسقا کی دعا کرو بلکہ اس اعتقاد کی ممانعت ہے کہ رزق کا ملنا مینہ پر موقوف ہے اور رزق نہ ملنا مینہ نہ برسنے پر ہے اب بندہ کو لازم یہہ ہے

یسلم نفسہ الی مولاہ ویعتقد ان الخیر لہ فی جمیع ما یجیء الیہ من مولاہ وان کان مخالفا لمرادہ وھواہ فعلی
کہ اپنی جان اپنی صاحب کی حوالہ کردے اور یہہ جانے کہ جو کچھ پیش آتا ہے مولا کی طرف سے وہی سب بہتر اور خیر ہے اگرچہ مراد اور خواہش کی موافق نہ ہو اس صورت کی

ھذا ینبغی للعبد ان یستمطر ویستسقی ویعلم ان الرزق من اللہ تعالی فان الاستمطار والاستسقاء سنۃ
موافق آدمی کو چاہیے کہ مینہ کی دعا مانگے اور استسقا کی دعا کرے اور یہہ سمجھے کہ رزق اللہ کا دیا ملتا ہے اسلئے کہ مینہ مانگنا اور استسقا کی دعا کرنی مسنون ہے

لورود الاخبار والآثار الکثیرۃ فیہ فیستحب للحاکم ان یامر الناس اولا بصیام ثلثۃ ایام ثم یخرج بھم فی الیوم
کیونکہ اس باب میں خبریں اور آثار بہت وارد ہیں سو حاکم کو مستحب ہے کہ پہلے تمام لوگوں سے تین دن کی روزے رکھواوے پھر چوتھے روز سبکو جنگل میں لیجاوے

الرابع الی الصحراء قیل ینبغی لھم ان یخرجوا ثلثۃ ایام متوالیات لانھا مدۃ ضربت لارباب الاعذار ولم ینقل
کہتے ہیں کہ بہتر یوں ہے کہ تین روز برابر پے درپے استسقا کو نکلے جاویں اسواسطے کہ عذر والوں کی لئے یہہ ہی مدت مقرر ہے اس سے زیادہ

اکثر من ذلک ویخرجون مشاۃ فی ثیاب البذلۃ التی تلبس کل یوم لا بثیاب الزینۃ کالعید بل یخرجون
مدت منقول نہیں ہے اور پیادہ پا پہنے پرانی میلی کچیلی کپڑے جو روز مرہ پہنتے ہوں پہن کر جاویں عزت کی کپڑے عید کی دن کی سے پہن کر نہ جاویں

متذللین متواضعین خاشعین للہ تعالی ناکسین رؤوسھم ویقدمون الصدقۃ فی کل یوم قبل خروجھم
بلکہ اس حالت سے انکسار کرتے ہوئے خدا کا خوف مانتے ہوئے سر جھکائے ہوئے جاویں اور ہر روز عید گاہ کی طرف جانے سے پہلے خیرات کیا کریں

الی المصلی فان کل خیر فی مثل ھذہ الاوقات مامور بہ لکون الخیرات دافعۃ للعقوبات ویردون المظالم
کیونکہ ایسے ایسے وقتوں میں خیرات کرنیکا حکم ہے اسواسطے کہ خیرات کرنا عقوبات کو دفع کرتا ہے اور حق حقوق لوگوں کی ادا کریں

ویجددون التوبۃ فان ذلک ھو السبب القریب فی الاجابۃ اذ روی عن کعب الاحبار انہ قال اصاب
اور از سر نو خطا سے توبہ کریں کیونکہ بڑا سبب دعا کی جلد قبولیت کا یہہ ہی ہے اسلئے کہ کعب احبار سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ حضرت موسی نبی

الناس قحط شدید علی عھد موسی النبی علیہ السلام فخرج موسی النبی علیہ السلام ببنی اسرائیل الی الاستسقاء
علیہ السلام کی عہد میں لوگوں پر بڑا ہی سخت کال پڑا پس موسی علیہ السلام استسقا کی واسطے بنی اسرائیل کو لیکر

ثلثۃ ایام فلم یسقوا فاوحی اللہ تعالی الی موسی النبی علیہ السلام انی لا استجیب لکم وفیکم نمام فقال موسی
تین دن تک برابر گئے پر مینہ نہ برسا پھر اللہ تعالی نے موسی نبی کو وحی بھیجی کہ میں تمہاری دعا اسلئے قبول نہیں کرتا کہ تم میں ایک چغل خور ہے پھر کہا

نبی

النبی علیه السلام یا رب من هو حتی نخرجه من بیننا فاوحی الله تعالی الی موسی انی انهاکم عن النمیمة واکون
یا الٰہی وہ کون ہے تاکہ ہم اوسکو اپنے بیچ میں سے نکال دیں پھر اللہ تعالی نے وحی بھیجی اے موسیٰ میں تمکو چغل خوری سے منع کرتا ہوں پھر میں خود
نماما فقال موسی النبی علیه السلام لبنی اسرائیل توبوا اجمعکم من النمیمة فتابوا فارسل الله تعالی علیهم
چغلخوری کروں تو موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے فرمایا تم سب نمیمہ سے توبہ کرو سو وہ لوگ توبہ کی پھر اللہ تعالی نے اونپر
الغیث وروی عن سفیان انه قال بلغنی ان بنی اسرائیل قحطوا سبع سنین حتی اکلوا الجیف والاطفال
مینہ برسایا اور سفیان سے روایت ہے کہ وہ کہتے ہیں مجھکو پہنچا ہے کہ بنی اسرائیل پر سات برس کا قحط پڑا یہاں تک کہ مردار اور بچوں کو کھا گئے
وکانوا یخرجون الی الجبال ویتضرعون الی الله تعالی فاوحی الله الی انبیائهم انی لا اجیب لکم دعاء ولا ارحم
اور وہ پہاڑوں میں جاکر عاجزی انکساری سے دعا کیا کرتے پھر اللہ تعالی نے اونکے نبیوں پر وحی بھیجی میں تمہاری دعا قبول کروں اور رحم
لکم باکیا حتی تردوا المظالم الی اهلها ففعلوا فمطروا وروی ان عیسی النبی علیه السلام خرج مع قومه
تمہارے رونے پر رحم کروں جبتک کہ تم حقداروں کی حقوق ادا کرو سو انہوں نے حق ادا کی تو مینہ برسا اور روایت ہے کہ عیسیٰ نبی علیہ السلام اپنی قوم کو لیکر
یستسقی فلما ضجروا قال لهم عیسی النبی علیه السلام من اصاب منکم ذنبا فلیرجع فرجعوا کلهم
دعاء استسقا کیلئے باہر گئے جب مینہ نہ برسا تو اونسے عیسیٰ علیہ السلام نے کہا تم میں سے جو گنہگار ہو وہ ہٹ جاوے سب کے سب ہٹ گئے
ولم یبق معه الا رجل واحد فقال له عیسی النبی علیه السلام اما لك ذنب فقال والله لا اعلم لی ذنبا
اونکے ساتھ سوای ایک شخص کے کوئی باقی نہ رہا پھر عیسیٰ علیہ السلام نے اوس سے پوچھا تو نے کوئی گناہ نہیں کیا کہا اللہ کی قسم مجھکو اپنا کوئی گناہ معلوم نہیں
غیر انی کنت ذات یوم اصلی فمرت بی امرأة فنظرت الیها بعینی هذه فلما جاوزت ادخلت اصبعی
سوای اسکے کہ میں ایکدن نماز پڑھتا تھا میرے پاس کو ایک عورت آگئی سو میں اوسکی طرف اس آنکھ سے دیکھا جب وہ چلی گئی تو میں نے اپنی انگلی آنکھ
فی عینی فانتزعتها واتبعت المرأة بها فقال له عیسی علیه السلام فادع حتی اؤمن علی دعائك فدعا
میں ڈالکر آنکھ نکال لی اور اوس عورت کی پیچھی پھینک دی سو اوس سے عیسیٰ علیہ السلام نے کہا تو دعا مانگ اور میں تیری دعا پر آمین کہوں پھر اوسنے دعا کی
فتجللت السماء سحابا فسقوا وروی عن عطاء السلمی انه قال منعنا الغیث فخرجنا نستسقی
سو سب آسمان میں گھٹا گھر گئی اور مینہ برسا اور عطا سلمی سے روایت ہے کہتا ہے کہ ہمپر مینہ برسنا بند ہوگیا سو ہم استسقا کی واسطے نکلے
فاذا نحن بسعدون المجنون فی المقابر فنظر الیّ فقال یا عطاء هذا یوم النشور او بعثر ما فی القبور
ناگاہ گورستان میں سعدون دیوانہ مل گیا میری طرف دیکھکر کہنے لگا ای عطا یہ دن حشر کا ہے یا قبروں سے مردوں کی اوٹھنے کا
فقلت لا لکنا منعنا الغیث فخرجنا نستسقی فقال یا عطاء بقلوب سماویة او بقلوب
میں نے کہا نہیں تو پر ہم پر سے مینہ برسنا بند ہوگیا اسلئے استسقا کی واسطے باہر آئے ہیں پھر کہا ای عطا آسمانی دل لیکر آئے ہو یا زمینی دل
ارضیة فقلت بل بقلوب سماویة فقال هیهات یا عطاء قل للمبهرجین لا تبهرجوا فان الناقد
میں نے کہا نہیں بلکہ آسمانی دل لیکر آئے ہیں پھر کہا افسوس ہے ای عطا کھوٹے شخصوں سے کہدے کھوٹے نہیں کیونکہ پرکھنے والا
بصیر ثم نظر الی السماء فقال الهی وسیدی لا تهلك بلادك بذنوب عبادك ولکن بالمکنون
بینا ہے پھر آسمان کی طرف دیکھکر کہا الٰہی و سیدی ای شہروں کو گنہگار بندوں کی بدی میں ہلاک مت کر لیکن اپنی پوشیدہ
من اسمائك وما وارت الحجب من آلائك اسقنا ماء غدقا تحیی به البلاد وتروی به العباد یا من هو علی
ناموں کی برکت سے اور جو کہ تیری نعمتیں پس پردہ ہیں ہمکو پانی کی اتنا پلا جس میں تمام شہر زندہ اور بندے سیراب ہو جاویں ای وہ
کل شیء قدیر قال العطاء فما استتم الکلام حتی ارعدت السماء وابرقت وجاءت بمطر کافواه القرب
جو ہر شیء پر قدرت رکھتا ہے عطا بیان کرتا ہے کہ اوسنے اپنی دعا پوری نہ کی تھی کہ آسمان گرجا اور بجلی چمکی اور مینہ برسنے لگا جیسے مشک منہ کھل جاتا ہے

وروی عن ابن المبارك انه قال قدمت المدينة فی عام شديد القحط فخرج الناس يستسقون وخرجت
اور ابن مبارک سے روایت ہے وہ کہتا ہے کہ میں مدینہ میں ایسی سال میں آیا کہ بڑا سخت کال پڑ رہا تھا سو تمام لوگ واسطے دعاء استسقا کی نکلے اور میں بھی
معهم اذ اقبل غلام اسود عليه قطعتی الخلس قد اتزر باحدهما والقی الاخری علی عاتقه فجلس الی جنبی فسمعته
اونکی ساتھ چلا ناگاہ ایک حبشی لڑکا موٹی کملی کی چیتھڑی لگی ہوئی کہ ایک کا اوسمیں سی تہبند کر رکھا تھا اور دوسرا اپنی مونڈھی پر ڈال رکھا تھا آکر میری برابر بیٹھ گیا پس میں سنا
يقول الهی اخلقت الوجوه عند كثرة الذنوب ومساوی الاعمال وقد احتبس عنا غيث السماء
کہ وہ کہتا تھا الٰہی گناہوں کی کثرت اور اعمال کی برائی سی چہری بگڑ گئی اور ہمپر آسمان سی مینہ برسنا موقوف ہوا
لتؤدب بذلك عبادك فاسئلك يا حليما ذا اناة يا من لا يعرف عباده عنه الا الجميل ان تسقيهم
تاکہ تیری بندی ادب پذیر ہوں سو میں تجھسی سوال کرتا ہوں ای حلیم سخاوت والی ای وہ ذات جسکی بندہ سوائی رحمت کی کچھ نہیں جانتی تو اونکو ابھی سیراب
الساعة فلم يزل يقول الساعة الساعة حتی اكتسب السماء بالغمام واقبل المطر من كل مكان
کردی پھر وہ یہی کہی جاتا تھا ابھی ابھی یہاں تک کہ آسمان میں گہٹا گہر گئی اور ہر طرف سی مینہ برسنا شروع ہوا
فعلی هذا ينبغی للحاكم ان يستسقی بصلحاء الناس وضعفائهم وفقرائهم لاجل الدواب الهائمة
اس بیان کی موافق حاکم کو لازم ہی کہ استسقا کی دعا صلحاء اور ضعیفوں اور فقیروں سی واسطی پیاسی چوپاؤں
والانعام السائمة والاطفال المعجلة لما روی انه عليه السلام قال لولا صبيان رضع وبهائم رتع
اور چرندہ مویشی اور بچوں جلد پانی مانگنی والوں کی واسطی کرای اسواسطی کہ روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا اگر دودھ پیتی بچی اور چرتی ہوئی جانور
وعباد ركع لصب عليكم العذاب صبا ويقول فی دعائه كما قال النبی عليه السلام اللهم اسق عبادك
اور عابد بندی نہوتی تو تم پر عذاب ٹوٹ پڑتا اور دعا اوسی طرح کری جیسی نبی علیہ السلام نی کی ہی الٰہی پانی دی اپنی بندوں کو
وبهائمك وانشر رحمتك واحی بلدك الميت ويستقبل القبلة بالدعاء قائما والناس قاعدون
اور اپنی بہایم کو پانی پلا اور اپنی رحمت پہنچا اور اپنی مردہ شہر زندہ کر اور رو بقبلہ کھڑا ہو کر دعا مانگی اور باقی لوگ رو بقبلہ بیٹھی رہیں
مستقبلين القبلة لما روی انه عليه السلام استقبل القبلة ودعا فاذا دعی يوقن بالاجابة
اسواسطی کہ روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نی رو بقبلہ ہو کر دعا کی تھی اور جب دعا مانگی تو قبولیت کا یقین کری
ويصدق رجاءه لما روی انه عليه السلام قال ادعوا الله وانتم موقنون بالاجابة وقد قال الله تعالی
اور اپنی امید کو ہوئی جانی اسواسطی کہ روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا اللہ سی قبولیت کا یقین کرکی دعا مانگو اور اللہ تعالی نی فرمایا ہی
ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ وقال فی اية اخری وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ أُجِيبُ دَعْوَةَ
مجھکو پکارو کہ پہنچوں تمہاری پکار کو اور ایک اور آیت میں فرمایا ہی اور جب تجھسی پوچھیں بندی میری مجھکو تو میں نزدیک ہوں پہنچتا ہوں پکارنی کی پکار کو
الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ ويجتهد فی الدعاء سرا ويقول اللهم انك امرتنا بدعائك ووعدتنا اجابتك
جس وقت مجھکو پکارتا ہی اور دعا میں خوب مبالغہ کری پوشیدہ یوں کہی الٰہی تو نی ہمکو اپنی سی دعا کرنیکا حکم کیا اور قبولیت کا وعدہ کیا
فقد دعوناك كما امرتنا فاجبنا كما وعدتنا اللهم فامنن علينا بمغفرة ما قارفنا واجابتك فی سقيانا
سو ہمنی تو تیری حکم کی موافق دعا مانگی اب تو اپنی وعدہ کی موافق قبول کر الٰہی ہماری زیادتیاں بخش کر اور اپنی قبولیت سی پانی برسا کر
وسعة رزقنا ويستحب للناس اذا كان فيهم رجل مشهور بالصلاح ان يستسقوا به ويقولوا
اور فراخی رزق کی دی کر ہمپر منت کر اور لوگوں کو مستحب ہی کہ اگر کوئی شخص اونمیں نیکبخت مشہور ہو تو اوس سی استسقا کی دعا کرائیں اور یوں کہیں
اللهم انا نستسقی ونستشفع اليك بعبدك فلان اذ روی فی صحيح البخاری ان عمر بن الخطاب كان
الٰہی ہم تجھسی مینہ مانگتی ہیں اور تیری سامنی تیری فلانی بندہ سی شفاعت کراتی ہیں اسلئی کہ صحیح بخاری میں روایت ہی کہ عمر بن الخطاب

اذا قحطوا يستسقي بالعباس ويقول اللهم انا كنا نتوسل اليك بنبينا محمد عليه السلام فتسقينا وانا
جب قحط ہوتا تو حضرت عباس کی وسیلہ سے دعا استسقا کرتے تھے یوں کہتے تھے کہ ہم تیری سامنے نبی اپنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو وسیلہ کیا کرتے تھے سو تو مینہ برساتا تھا اور ہم
نتوسل اليك بعم نبينا محمد عليه السلام فاسقنا فيسقون وليس في الاستسقاء عند ابي حنيفة رح
تیری سامنے اپنی نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی چچا کو وسیلہ کرتے ہیں سو ہمکو پانی دے پس مینہ برستا تھا اور استسقا میں امام ابو حنیفہ کی نزدیک کوئی
صلوة مسنونة بالجماعة فان صلى الناس وحدانا جاز وانما الاستسقاء عنده دعاء واستغفار
نماز مسنون جماعت سے ثابت نہیں ہے اگر لوگ جدا جدا نماز پڑھ لیں تو جائز ہے امام کی نزدیک استسقا صرف دعا اور استغفار ہے
لقوله تعالى فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا يُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا وَّيُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ
اس دلیل سے تو میں نے کہا گناہ بخشواؤ اپنے رب سے بیشک وہ ہے بخشنے والا چھوڑ دے آسمان کی تمپر دھاریں اور بڑھتی دے تمکو مال اور
وَّبَنِيْنَ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ وَّيَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهٰرًا فهذه الاية وان كانت حكاية لما قال نوح النبي عليه السلام لقومه
بیٹوں سے اور بنادے تمکو باغ اور بنادے تمکو نہریں پس یہ آیت اگرچہ نوح نبی علیہ السلام کی قول کی حکایت ہے جو اپنی قوم کو فرمایا تھا
لكن يصح الاستدلال بها لان شريعة من قبلنا شريعة لنا اذا قصها الله تعالى في كتابه ولم ينكرها ولم يرد
پر اس آیت سے استدلال صحیح ہے اس لئے کہ ہم سے پہلی شریعتیں بھی ہماری لئے شریعت ہیں جب کہ اللہ تعالی انکو اپنی کتاب میں بیان فرماوے اور انکا انکار نہ کرے اور نہ
فيها النسخ كما في هذه الاية فانه تعالى بين فيها ان الاستغفار سبب لارسال السماء وهو المطر اذ روي ان
انکا نسخ وارد ہو جیسے اس آیت میں ہے پس اللہ تعالی اس آیت میں بیان فرمایا کہ استغفار کی سبب سے مینہ برستا ہے اس واسطے کہ روایت ہے
نوح النبي عليه السلام كذبه قومه بعد تكرير الدعوة دهرا طويلا فحبس الله تعالى عنهم المطر واعقم
کہ نوح نبی علیہ السلام کو انکی قوم نے بعد مکرر دعوت کی مدت دراز تک تکذیب کی سو اللہ تعالی نے چالیس برس تک اور بعضے کہتے ہیں
ارحام نسائهم اربعين سنة وقيل سبعين سنة فوعدهم نوح النبي عليه السلام انهم ان استغفروا من
ستر برس تک اوسپر مینہ برسانا بند کیا اور عورتوں کو بانجھ کر دیا پھر نوح نبی علیہ السلام نے اونسے وعدہ کیا کہ اگر وہ اپنی گناہوں سے توبہ کریں تو آخر تکو
ذنوبهم يرزقهم الله تعالى الخصب ويرفع عنهم ما كانوا به فعلم منها ان المسنون في الاستسقاء الدعاء والاستغفار
اللہ تعالی مارنگی اور رزق کی فراخی دی اور جس مصیبت میں مبتلا ہیں وہ دور کردی اس سے معلوم ہوا کہ استسقا میں دعا اور استغفار ہی مسنون ہے
وروي عن انس ان رجلا دخل المسجد يوم الجمعة ورسول الله صلى الله عليه وسلم يخطب فقال يا رسول
اور انس سے روایت ہے کہ ایک شخص جمعہ کی دن مسجد میں آیا اوس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ فرماتے تھے اوسنے عرض کیا یا رسول اللہ
الله صلى الله عليه وسلم هلك المواشي وخشينا الهلاك على انفسنا فادع الله تعالى ان يسقينا فرفع رسول
صلی اللہ علیہ وسلم مواشی تو مر گئے اور ہمکو اپنی جانوں کا خوف ہے سو آپ اللہ تعالی سے دعا کرو کہ ہمکو پانی عنایت کرے پھر رسول
الله صلى الله عليه وسلم يديه وقال اللهم اسقنا غيثا مغيثا مريئا غدقا مطبقا عاجلا غير اجل قال الراوي
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں ہاتھ اوٹھاکر دعا کی الہی ہمپر مینہ برسا اچھا مینہ تازہ کرنیوالا بہت فائدہ مند جلدی نہ دیر سے ہو راوی کہتا ہے
فما كان في السماء قزعة فارتفع السحاب من ههنا وههنا حتى صار كالاكام ثم مطرت سبعا من الجمعة الى الجمعة
کہ آسمان میں کچھ ابر نہ تھا پھر ادھر ادھر سے ابر نمودار ہونے لگا یہاں تک کہ گھٹا گھر گئی پھر سات دن تک اوس جمعہ سے اگلی جمعہ تک برستی گیا
ودخل ذلك الرجل المسجد في الجمعة القابلة ورسول الله عليه السلام يخطب والسماء تسكب فقال يا رسول
پھر وہی شخص اگلی جمعہ کو مسجد میں آیا اوس وقت بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ فرماتے تھے اور مینہ برستا تھا عرض کیا یا رسول
الله تهدم البنيان وانقطعت السبل فادع الله تعالى ان يمسكه فتبسم رسول الله صلى الله عليه وسلم
اللہ گھر گر پڑے اور رستے بند ہو گئے سو دعا کرو کہ اللہ تعالی مینہ کھول دے پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

بجلالة بنی آدم ثم رفع یدیه فقال اللهم حوالینا لا علینا اللهم علی الآکام والظراب وبطون الاودیة ومنابت
سی آدم کی ملالت سی تسلم کیا پہر دونوں ہاتھ اوٹھا کر بہہ دعا کی یعنی ہماری گردونواح پر مینہ برسا نہ ہم پر الہی ٹیلون اور زمین کی پشتون پر اور پہاڑون پر اور نالون کی اندر اور جہان
الشجر قال الراوی فما کان فی السماء خرقا فانجابت السحاب عن المدینة حتی صارت حولها کالاکلیل فالراوی
درخت پیدا ہوتی ہون راوی کہتا ہی آسمان میں کہین ذرہ کہلا ہوا نہ تہا سو مدینہ کی اوپر سی ابر کہل گیا یہان تک کہ اوسکی گرد تاج کی مثال ہوگیا پس راوی نی اس خبر مین
لم یذکر فی هذا الخبر غیر الدعاء فعلم منه ان الصلوة فی الاستسقاء غیر مسنونة وقد ثبت ان عمر
سوا دعا کی اور کچہہ بیان نہین کیا اس سی معلوم ہوا کہ استسقاء مین نماز مسنون نہین ہی اور بیشک ثابت ہوا ہی کہ عمر رضی اللہ عنہ نی
استسقی ولم یصل ولو کانت الصلوة سنة لما ترکها لانه کان اشد الناس اتباعا السنة رسول الله علیه السلام
استسقاء کی دعا کی اور نماز نہین پڑہی اگر نماز مسنون ہوتی تو عمر رضی اللہ عنہ ہرگز نہ چہوڑتی اسلیے کہ عمر کی برابر سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا تابع کوئی نہین تہا
صلی فیه رکعتین کصلوة العید فذلك انما یدل علی الجواز ولیس الکلام فیه بل الکلام فی کونها سنة والسنة
استسقاء مین دو رکعت عید کی سی نماز پڑہی ہو اس سی جواز معلوم ہوتا ہی اور اسمین کلام نہین ہی بلکہ کلام مسنون ہونی مین ہی اور سنت ہونا ایسی حکایات سی
لا تثبت بمثله بل انما تثبت بالمواظبة ولم یوجد المواظبة لانه علیه السلام فعلها مرة وترکها اخری ولم یکن
ثابت نہین ہوتا سنت ہونا مواظبت سی ثابت ہوتا ہی اور مواظبت نہین پائی جاتی اسلیے کہ نبی علیہ السلام نی کبہی اسکو کیا اور کبہی ترک کیا اور عمل کرنا
فعله اکثر من ترکه حتی یکون مواظبة وقالا یصلی الامام بالناس رکعتین کصلوة العید بلا اذان ولا اقامة
ترک کرنی سی زیادہ نہین تہا جسکو مواظبت کہہ سکین اور صاحبین کہتی ہین کہ امام لوگون کو ہمراہ لیکر عید کی طرح دو رکعت بدون اذان اور تکبیر کی پڑہی
مع التکبیرات الزوائد والجهر بالقراءة ثم یخطب خطبتین یفصل بینهما بجلسة خفیفة ویکون الاستغفار
اور تکبیرات زواید ادا کری اور قراءت پکار کر پڑہی پہر دو خطبہ پڑہی دونون کی بیچ مین ہلکا سا جلسہ کری اور استغفار دونو خطبون کا عمدہ مضمون ہو
معظم الخطبتین فاذا فرغ من الخطبة یستقبل القبلة ویحول رداءه فی هذه الساعة تفولا بتحویل الحال
جب خطبہ پڑہ چکی تو روبقبلہ ہوکر اب چادر کو واسطی تفاول بدل جانی حالت کی اولٹی
فیجعل ما علی الیمین علی الشمال وما علی الشمال علی الیمین ثم یدعو ویقول فی دعائه اللهم اسق عبادك وبهائمك
یعنی داہنی طرف کا پلہ بائین طرف کری اور بائین طرف کا پلہ داہنی طرف کری پہر دعا مانگی اور دعا کی اندر یہہ مضمون ادا کری الہی اپنی بندون اور اپنی حیوانات کو پانی دی
وانشر رحمتك واحی بلادك المیت اللهم انك امرتنا بدعائك ووعدتنا اجابتك فقد دعوناك کما امرتنا
اور اپنی رحمت کو وسیع کر اور اپنی مردہ شہر زندہ کر الہی تو نی ہمکو دعا کرنیکا حکم دیا اور قبول کرنیکا وعدہ فرمایا سو ہم تو بیشک تیری حکم کی موافق دعا مانگ چکی
فاجبنا کما وعدتنا اللهم فامنن علینا بمغفرة ما قرطنا واجابتك فی سقیانا وسعة رزقنا اللهم لا تهلك بلادك بذنوب
اب تو اپنی وعدی کی موافق قبول کر الہی ہماری زیادتیان بخش کر اور اپنی قبولیت سی ہمکو پانی دیکر اور رزق کی فراخی کرکر ہمپر منت کر الہی گنہگار بندون کی سلامتی شہرون کو
عبادك ولکن برحمتك الشاملة ونعمتك الکاملة اسقنا ماء غدقا یحیی به البلاد وتروی به العباد انك
ولیکن اپنی رحمت شامل اور نعمت کامل سی ہمکو اتنا بہت پانی دی جس سی شہر زندہ اور تمام بندی سیراب ہوجاوین تو بیشک
علی کل شیء قدیر ربنا آتنا فی الدنیا حسنة وفی الآخرة حسنة وقنا عذاب النار

المجلس السادس والاربعون فی بیان وجوب تعلیم الفرائض والقرآن ولحن الخفی والجلی

ہر شی پر قادر ہی ای رب ہماری ہمکو دنیا مین خوبی اور آخرت مین خوبی دی اور ہمکو دوزخ کی عذاب سی بچا چہیالیسوین
مجلس مین بیان وجوب تعلیم فرایض کا اور قرآن کا اور لحن پوشیدہ اور ظاہر کا
قال رسول الله صلی الله علیه وسلم تعلموا الفرائض والقرآن فانی مقبوض هذا الحدیث من حسان
رسول الله صلی الله علیه وسلم نی فرمایا سیکہو تم فرایض اور قرآن کو کیونکہ مین قبض ہونیوالا ہون یہہ حدیث مصابیح کی

المصابيح رواه ابو هريرة وفيه تحريض للامة على تعلم النوعين من العلم لانهما لاينقطعان المنقول بمعنى

حسن حدیثوں میں ہی ابو ہریرہ کی روایت ہی اور اسمیں امت کی اون دونوں قسم علم کی ترغیب ہی کیونکہ بعد وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اور سی

الاخذ الا منه عليه السلام فانه عليه السلام اذا قبض لا يحصل للناس منهما شئ بعده الا ما تعلموا منه

نہیں حاصل ہوتی منقول کا معنی یہی کی ہیں کیونکہ جب علیہ السلام کی وفات کی تو سب لوگوں کو دونوں میں سی کوئی علم نہیں حاصل ہو سکا مگر وہ ہی جو سیکھ چکے

وهما الفرائض والقرآن اما الفرائض فقد ذهب بعض الناس الى ان المراد بها قسمة المواريث ولا دليل له

اور وہ دونوں علم فرائض اور قرآن ہی جسمیں فرائض سی مراد تو بعضی لوگ ورثے کا تقسیم کرنا سمجھی ہیں اور مرادہ کہ توربشتی کی تخصیص کی دلیل نہیں معلوم ہوتی

فى هذا التخصيص على ما ذكره التوربشتى بل الصحيح ان المراد بها الفرائض التى فرضها الله تعالى على عباده

بلکہ صحیح یہ ہی کہ مراد اس سی وہ امور ضروری ہیں جو اللہ تعالی نی بندوں پر فرض کردی ہیں

واما القرآن على ما ذكر فى الاصول فهو ما كان منقولا بالتواتر كالقراءة السبع المعروفة التى اختارها الائمة

اور قرآن علم اصول کی مضمون کی موافق وہ ہی جو تواتر سی منقول ہی جیسی ساتوں قرائتیں مشہور جسکو وقت کی ساتوں اماموں نی اختیار کر رکھا ہی

السبعة من القراء لا ما كان منقولا بلا تواتر فانه ليس بقرآن بل هو من القراءة الشاذة سواء نقلت بطريق الشهرة

وہ نہیں ہی جو بلا تواتر منقول ہی سو یہ قرآن کی احکام میں داخل نہیں ہی بلکہ وہ قراءت شاذہ ہی برابر ہی کہ بطریق شہرت منقول ہو

او بطريق الاحاد والنقل بالتواتر شرط فى كون المنقول قرآنا سواء كان فى جوهر اللفظ او فى هيئته والمراد من

یا بطریق آحاد اور نقل بالتواتر منقول کی لئی قرآن ہونیمیں شرط ہی برابر ہی کہ جوہر لفظ میں ہو یا اوسکی صورت میں اور جوہر لفظ سی یہہ مراد ہی

جوهر اللفظ ان يختلف خطوط المصاحف فى القرآت السبع نحو مالك يوم الدين وملك يوم الدين والمراد من

کہ خطوط مصاحف کی قراءت سبعہ میں بدل جاوین جیسی مالک یوم الدین اور ملک یوم الدین اور مراد لفظ کی

هيئة اللفظ ان لا يختلف خطوط المصاحف فى القراءة السبع كالتفخيم والامالة ونحوها فاذا كان

ہیئت سی یہہ ہی کہ مصاحف کی خطوط قراءت سبعہ میں نہ بدلیں جیسی مالہ نہ کرنا اور امالہ کرنا اور مانند اسکی اور جب

النقل بالتواتر شرطا فى كون المنقول قرآنا ظهر ان الشاذ سواء نقل بطريق الشهرة او بطريق الاحاد لا يكون له

نقل بالتواتر منقول کی قرآن ٹھہرنی میں شرط ہوئی تو ظاہر ہوا کہ قراءت شاذ برابر ہی کہ نقل بطریق مشہور ہو یا بطریق احاد ہو اسکو

حكم القرآن حتى لا يجوز قراءته فى الصلوة والحاصل ان المشهورين من ائمة القراء هم السبعة المذكورون فى

حکم قرآن کا نہیں ہوگا یہاں تک کہ اوسکو نماز کی اندر پڑھنا جائز نہیں حاصل یہہ ہی کہ قراءت کی مشہور امام وہ ہی ساتوں ہیں جو

التيسير والشاطبى وهم عاصم وحمزة والكسائى هذه الثلثة من الكوفة وابن كثير من مكة ونافع من المدينة

تیسیر اور شاطبی میں مذکور ہیں اور وہ یہہ ہیں عاصم اور حمزہ اور کسائی یہ تینوں تو کوفہ کی ہیں اور ابن کثیر مکہ کا اور نافع مدینہ کا

وابو عمرو من البصرة وابن عامر من الشام وقد ثبت بشيوخ ثلثة آخرون وهم يعقوب بن اسحق ويزيد بن

اور ابو عمرو بصرہ کا اور ابن عامر شام کا اور تین شیخ اور بھی ثابت ہیں وہ یہہ ہیں یعقوب بن اسحاق اور یزید بن

القعقاع وخلف بن هشام والصحيح ان احكام القرآن من جواز الصلوة وغيره جارية فى هذه الثلثة ايضا

قعقاع اور خلف بن ہشام اور صحیح یہہ ہی کہ احکام قرآن کی جیسی نماز کا جائز ہونا اور سوا اسکی ان تینوں میں بھی

كالسبعة واما ما وراءها من القراءة الشاذة مشهورا كان او غير مشهور فلا خلاف فى عدم جواز قراءته فى

ان ساتوں کی مانند جاری ہیں اور جو ہی سوا انکی اور شاذ قراءتیں مشہور ہوں یا غیر مشہور اسمیں خلاف نہیں ہی کہ وہ نماز میں پڑھنی جائز نہیں

الصلوة وانما الخلاف فى فسادها قال الاصفهانى ما لم يتواتر من القرات الشاذة فحكمها فى الصلوة حكم كلام البشر

اور خلاف یہی تو نماز کی فاسد کرنی میں ہی اصفہانی کہتا ہی کہ قراءت شاذہ جبتک متواتر نہو تو اوسکا حکم نماز کی اندر حکم آدمی کی کلام کا سا ہی

واذا لم يكن الشاذ فيه حكم القرآن ولم يجز قراءته في الصلوة فما ظنك بالقراءة التي ليست من القراءات المتواترة

اور جب قرارت شاذ میں حکم قرآن کا نہیں ہی اور اوسکا نماز میں پڑھنا جایز ہی تو پھر تیرا کیا خیال ہی اوس قرارت میں جو قرارت متواترہ سی نہ ہو

ولا من القراءة الشاذة بل هي لحن محض هل يكون له حكم القرآن وهل يجوز قراءته في الصلوة التي هي فرض على الناس

اور نہ قرارت شاذہ سی بلکہ وہ صرف ترنم ہی تو کیا اوسکو حکم قرآن کا ہو سکتا ہی اور کیا اوسکا پڑھنا نماز میں جایز ہوگا جو کہ لوگوں کی ذمہ پر

بعد الايمان واجلّ اركانها قراءة القرآن الذي انزل بافصح اللغات فلا بد ان يقرأ بافصح اللغات ولا يتحقق ذلك

بعد ایمان کی فرض ہی اور اوسکی ارکان میں سی قرارت قرآن کی ہی جو بڑی فصیح زبان میں نازل ہوا ہی اب ضرور ہی کہ اوسکو فصیح زبان سی پڑھیں اور فصاحت

الا بالتجويد فعلى هذا يكون العمل بالتجويد فرضا لازما لانه تعالى انزل القرآن بالتجويد حيث قال ورتل القرآن ترتيلا

بدون تجوید کی نہیں ہوتی پس بیان کی موافق تجوید فرض لازم ہوئی اس لئی کہ اللہ تعالی نی قرآن کو تجوید کی ساتھ اوتارا ہی جیسا کہ فرماتا ہی اور پڑھ ساف ساف اوسکو ٹھہر ٹھہر کر

فقال الترتيل تجويد الحروف ومعرفة الوقوف وليس المراد بالتجويد قراءة تمضيغ اللسان وتقصير الفم وتعويج الفك

سو علی نے فرمایا ترتیل حرفوں کی تجوید ہی اور وقفوں کا معلوم کرنا اور تجوید سی مراد ایسی قرارت نہیں ہی کہ زبان کو چبادی اور منہ کو دبادی اور جبڑی کو ٹیڑھا کری

وترديد الصوت اذ هي قراءة تنفر عنها الطباع ولا تقبلها القلوب والاسماع بل هو قراءة سهلة لطيفة لا مضغ

اور آواز کو گردش دی اسواسطی کہ ایسی قرارت سی طبیعتوں کو نفرت آتی ہی اور دل اور کان پسند کرتی ہیں بلکہ تجوید ایسی قرارت سہل لطیف ہی اور نہیں زبان کا

فيها ولا تعسف ولا تكلف فاذا كان التجويد فرضا يكون ما ينافيه حراما لان القرآن انما كان معجزا بفصاحة

چبانا ہی اور بےراہ آواز کی ہی اور تکلف ہی تب تجوید فرض ہوئی تو اوسکی برخلاف حرام ہوا اسلئی کہ قرآن تو ایسی فصاحت الفاظ اور بلاغت معنی کی بجہ سی

لفظه وبلاغة معناه فقراءته بتجويد قراءة له بالفصاحة واذا لم يقرأ بالفصاحة يكون لحنا واللحن

سو اوسکا تجوید کی ساتھ پڑھنا فصیح ہی اور جب فصاحت کی ساتھ نہ پڑھا تو پھر لحن ہوجاتا ہی اور لحن

في لغة العرب يجيء على معان والمراد به ههنا الخطاء والميل عن الصواب وهو جلي وخفي اما الجلي فهو خطاء يطرأ

لغت عرب میں کئی معنوں میں آتا ہی اور لحن سی مراد یہاں خطا اور راہ صواب سی الگ ہوجانا ہی اور لحن ایک جلی ہی اور ایک خفی لحن جلی جو الفاظ پر آتا ہی

الالفاظ ويخل بالمعنى في بعض المواضع فيفسد الصلوة وهذا اللحن يشترك في معرفته علماء القراءة وغيرهم

تو صرف خطا ہی اور بعضی جگہ معنی بگاڑ دیتا ہی پھر نماز بھی فاسد ہوجاتی ہی یہہ لحن سب علما کو معلوم ہوتا ہی یعنی علماء قرارت اور اور علما سب پہچانتی ہیں

اذ هو قد يكون بتغيير الحركات والسكنات الاعرابية والبنائية وقد يكون بنقص حرف وزيادته وابداله الى حرف

اسواسطی کہ یہہ لحن کبھی تو حرکات اور سکنات اعرابی اور بنائی کی بدلنی سی ہوتا ہی اور کبھی حرف کی کم و بیشی اور ایک حرف سی دوسرا حرف بدلنی سی ہوتا ہی

اخر واما الخفي فهو خلل يطرأ الالفاظ لكن لا يخل بالمعنى ولا تفسد الصلوة بل يخل بالفصاحة ويورث القباحة

اور لحن خفی سو وہ الفاظ کو بگاڑتا ہی پر معنی نہیں بگاڑتا اور نماز بھی نہیں جاتی مگر فصاحت میں خلل اور قباحت پیدا کرتا ہی

ولذا حرم في القرآن كما ذكر في البزازية ان اللحن فيه حرام بلا خلاف اذ قال الله تعالى قرآنا عربيا غير ذي عوج

اسی لئی قرآن کی اندر حرام ہی چنانچہ بزازیہ میں مذکور ہی کہ قرآن میں لحن بلا خلاف حرام ہی اسواسطی کہ اللہ تعالی فرماتا ہی قرآن ہی عربی زبان کا جسمیں کجی نہیں

وهذا اللحن يختص بمعرفة علماء القراءة اذ هو انما يكون بتكرير الراءات وتطنين النونات وتغليظ اللامات وتشريب

اس لحن کو صرف علماء قرارت ہی پہچانتی ہیں اسلئی کہ یہہ لحن صرف حرف را کی بڑھانی سی اور نون کی گنگناٹ سی اور لام کی پر کرنی سی اور غنہ کو اگر

الغنة وغير ذلك من ترك الادغام في محل الادغام وترك الاخفاء في محل الاخفاء وترك الاظهار في محل الاظهار وترك الاقلاب

لیجانی سی ہوتا ہی اور سوا اسکی جیسی ادغام کی جگہہ فک ادغام اور اخفا کی جگہ ترک اخفا اور اظہار کی مقام پر ترک اظہار اور ترک کرنا بدلنی کا

في محل الاقلاب وترك التفخيم في محل التفخيم وترك الترقيق في محل الترقيق فان ذلك كله وان لم يخل بالمعنى

جگہ بدلنی کی اور ترک کرنا پر کرنیکو جگہ پر کرنیکی اور ترک کرنا باریک کرنیکا جگہ باریک کرنیکی کیونکہ یہ تمام باتیں اگرچہ معنی نہیں بگاڑتی

ورتل القرآن ترتيلا: التجويد ... (حاشیہ، ناخوانا)

بل انما يخل باللفظ لفساد رونقه وذهاب حسنه لكن يخل بالفصاحة ولا قائل من اهل الايمان
لفظ کو خراب کرتا ہے کیونکہ لفظ کی رونق اور حسن جاتا رہتا ہے — فصاحت میں خلل پڑتا ہے اور اس بات میں سے کوئی قائل نہیں ہے
بعدم فصاحة القرآن ولذلك حرمت هذه التغييرات كلها في الصلوة وغيرها بيان ذلك ان القرآن
کہ قرآن فصیح نہیں ہے اور اسی لئے ایسی تمام تغیرات نماز کے اندر اور سوائے نماز کے حرام ہیں اسکا بیان یہ ہے
انما انزل بافصح اللغات التي هي لغة العرب العرباء وهي لغة قريش وهذيل وهوازن وطي وثقيف واليمن وبني تميم
کہ قرآن افصح لغات میں نازل ہوا ہے جو خالص عربوں کی بولی ہے اور وہ بولی قریش اور ہذیل اور ہوازن اور طی اور ثقیف اور یمن اور بنو تمیم کی
فلا بد ان يراعى فيه قواعد لغتهم من اخراج الحروف من مخارجها ومحافظة صفاتها من ترقيق المرقق وتفخيم
پس ضروری ہے کہ انکی بولی کے قاعدے کی رعایت کی جاوے یعنی حرفوں کو انکی مخرج سے نکالنا اور نگہبانی انکی صفات کی نرمی کی جگہ نرمی اور پر کی جگہ
المفخم ومد الممدود وقصر المقصور وادغام المدغم واظهار المظهر واخفاء المخفى وغير ذلك مما هو لازم في كلامهم
پر مد کی جگہ مد قصر کی جگہ قصر ادغام کی جگہ ادغام اظہار کی جگہ اظہار اخفا کی جگہ اخفا اور سوائے اسکے جو جو انکے کلام میں ضروری ہے
الذي هو سليقة لهم لا يحسنون غيره فالقاري اذا لم يراع ذلك يصير كانه قرء القرآن بغير لغة العرب وهو
وہ سلیقہ ان کا ہے کہ سوائے اسکے اور نہیں کر سکتے پس قاری اگر ان تمام امور کی رعایت نکرے تو ویسا ہی ہے کہ قرآن کو گویا سوائے عربی کے اور زبان میں پڑھا اور وہ
ان كان قارئا صورة لكنه ليس بقارئ حقيقة بل هو هاذئ وعدم قراءته اولى من قراءته لانه بهذه القراءة
اگرچہ ظاہر میں قاری ہے مگر وہ حقیقت میں قاری نہیں ہے بلکہ وہ جاہل ہے اور ایسی قراءت سے نہ پڑھنا بہتر ہے اسلئے کہ ایسی قراءت سے
ممن يدخل في الذين ضل سعيهم في الحيوة الدنيا وهم يحسبون انهم يحسنون صنعا ولهذا قال الامام ابن الجزري
ان لوگوں میں داخل ہوگا جنکی دوڑ دھوپ بیکار گئی دنیا کی زندگی میں اور وہ سمجھتے ہیں کہ خوب بنا رہے ہیں کام اسی لئے امام ابن الجزری
في كتابه المسمى بالنشر لا شك ان الامة كما هم متعبدون بتصحيح الفاظه واقامة حروفه على الصفة المتلقية
اپنی کتاب میں جسکا نام نشر ہے کہتے ہیں بیشک امت کو جیسے کہ قرآن کی فہم معانی کا حکم ہے ویسے صحت حروف کی قائم رکھنے کا حکم ہے اسطور پر جو قرأ سے کی
من ائمة القراءة المتصلة بالحضرة النبوية الافصحية العربية التي لا تجوز مخالفتها ولا العدول عنها الى
ائمہ سے منقول اور حضرت نبوی سے فصیح عربیہ کی وضع پر متصل ہوا ہے جسکی مخالفت جائز نہیں اور نہ اسکو چھوڑ کر اور وضع اختیار کرنی
غيرها والناس في ذلك بين محسن مأجور ومسيء آثم ومعذور فمن قدر على تصحيح كلام الله تعالى باللفظ
اور اس میں لوگ کئی وضع کے ہیں بعضے محسن قابل ثواب کے اور بعضے ناکارہ گنہگار اور بعضے معذور لاچار اسحسن سے یہ ہو سکتا ہے کہ کلام اللہ کو صحت الفاظ
الصحيح العربي الفصيح وعدل عنه الى اللفظ الفاسد العجمي القبيح فانه مقصر بلا شك وآثم بلا ريب و
فصاحت عرب کی وضع پر درست کر سکتا ہے پھر اس وضع کو چھوڑ کر لفظ فاسد عجمی قبیح اختیار کرے تو بیشک قصوروار اور بلاشبہ گنہگار ہے اور
اما من كان لا يطاوعه لسانه او لا يجد من يهديه الى الصواب فان الله تعالى قال لا يكلف الله نفسا الا
جس شخص کی زبان قابو میں نہیں یا کوئی تجوید سکھانے والا نہیں ملتا تو اللہ تعالی خود فرماتا ہے اللہ تکلیف نہیں دیتا کسی شخص کو مگر
وسعها لكن يجب عليه ان يجتهد جهده لعل الله يحدث بعد ذلك امرا وذكر في فتاوى قاضيخان ان
جو اسکی گنجائش ہے لیکن ایسے شخص کو واجب ہے کہ خوب محنت کرے شاید کہ اللہ تعالی بعد اسکے قدرت عنایت کرے اور فتاوی قاضیخان میں مذکور ہے
الرجل اذا كان لا يحسن بعض الحروف ينبغي له ان يجتهد ولا يعذر في ذلك وان كان لا ينطلق لسانه في
کہ جیسا شخص کہ بعضے حرفوں کو ٹھیک طور نہیں پڑھ سکتا ہے تو اسکو لازم ہے کہ خوب محنت کرے اسمیں وہ معذور نہیں ہے اور اگر اسکی زبان بعضے حروف میں نہیں چلتی
تلك الحروف وان وجد آية ليس فيها تلك الحروف وقرأها في صلوته يجوز عند الكل وان قرأ الآية التي فيها
تو اگر ایسی آیت یاد ہے جسمیں وہ حروف نہیں ہیں اور وہ ہی آیت اسی نماز میں پڑھے تو بالاتفاق جائز ہے اور اگر ایسی آیت پڑھی جسمیں وہ حروف

بفهم معاني القرآن واقامة حدوده متعبدون
قرآن کے معانی سمجھنے اور اسکی حدوں کے قائم کرنے کے مکلف ہیں

تلك الحروف تجوز صلوته لكن لا يؤم غيره وكذا اذا كان الرجل لا يقف موضع الوقف او كان يتنحنح عند القراءة
موجود ہیں تو اسکی نماز جائز ہے ۔ اسکی امامت نکرے اور ایسے ہی جو شخص وقف کی جگہ وقف نکرے یا قراءت میں کھنکھار کرے

لا يؤم غيره

المجلس السابع والاربعون في جواز التغني في القرآن وما لا يجوز فيه وغيره

وہ کسی کی امامت نکرے ۔ سینتالیسویں مجلس قرآن میں تغنی وغیرہ جائز ہونے اور نہ جائز ہونے میں

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ليس منا من لم يتغن بالقرآن هذا الحديث من صحاح
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہم میں سے نہیں ہے جو قرآن میں تغنی نکرے یہہ حدیث مصابیح کی صحیح حدیثوں

المصابيح رواه سعد بن ابي وقاص والمراد بالتغني المذكور فيه ليس هو المشهور المعروف لوجوه الاول
میں سے ہے سعد بن ابی وقاص کی روایت سے اور تغنی سے مراد جو اس حدیث میں مذکور ہے وہ تغنی مشہور و معروف نہیں ہے کئی وجہوں سے پہلی وجہ یہ ہے

ان اول الحديث وهو قوله عليه السلام ليس منا يشعر عنه لكون معناه ليس من اهل ملتنا او من يتبعنا
کہ اول حدیث قول علیہ السلام کا لیس منا اس مراد سے روکتا ہے اسواسطے کہ اسکی معنی یہہ ہیں کہ ہمارے دین میں اور ہماری فرمانبرداروں میں نہیں ہے

في امرنا وهو من قبيل الوعيد ولا خلاف بين الامة ان قارئ القرآن من غير التغني يثاب ماجور فكيف يستحق
تو ایک وعید ہے اور تمام امت میں کسیکو خلاف نہیں ہے کہ بغیر تغنی قرآن پڑھنے والا ثواب دیا جاتا ہے اور ماجور ہے پھر وہ کیونکر سزاوار

الوعيد والثاني ان الفقهاء صرحوا بكون قراءة القرآن بالتغني معصية ويكون التالي والسامع اثمان
وعید کا ہوا دوسری وجہ یہہ ہے کہ فقہا نے صاف کہدیا ہے کہ تغنی کے ساتھ قرآن کا پڑھنا گناہ ہے اور پڑھنے والا اور سننے والا دونوں گنہگار ہوتے ہیں

بل يكون المستحل كافرا وذلك لان التغني حرام في جميع الاديان وكذا اللحن حرام بالاجماع قال البزازي
بلکہ اسکو حلال سمجھنے والا کافر ہوتا ہے اور یہہ اسلئے کہ تغنی تمام دینوں میں حرام ہے اور ایسے ہی لحن بالاتفاق حرام ہے بزازی کہتا ہے

اللحن حرام بلا خلاف وذكر ابو البركات في شرح النافع ان التغني حرام في جميع الاديان وحكى عن ظهير الدين
کہ لحن بلا خلاف حرام ہے اور ابو البرکات نے نافع کی شرح میں یہہ ذکر کیا ہے کہ تغنی تمام دینوں میں حرام ہے اور ظہیر الدین مرغینانی سے

المرغيناني ان من قال لمقرئ زماننا عند قراءته احسنت يكفر ووجه كون التحسين كفرا ان قراءة هذا
حکایت کرتے ہیں کہ جسنے ہمارے وقت کے قاری کو قراءت پڑھتے ہوئے کہا احسنت واہ کیا خوب کافر ہو جاتا ہے اور اچھا کہنا کفر اسلئے ہے کہ قراءت اس

الزمان قلما يخلو قراءتهم في المجالس والمحافل عن التغني والتغني للناس لما كان حراما بالاجماع كان قطعيا
زمانے کی قاریوں کی مجلسوں اور محفلوں میں تغنی سے خالی نہیں ہے اور تغنی لوگوں کے حق میں جو بالاتفاق حرام ہے تو قطعی ہوئی

ولذلك سماه صاحب الذخيرة كبيرة وكذا صاحب الهداية حيث قال فيها ولا تقبل شهادة من يغني للناس
اور اسیلئے صاحب ذخیرہ نے اسکو کبیرہ نام رکھا ہے اور ایسے ہی صاحب ہدایہ نے جس جگہ تغنی کی بات میں کہا ہے کہ اوسکی گواہی مقبول نہیں جو لوگوں کے لئے تغنی کرے

لانه يجمعهم على ارتكاب كبيرة فدل كلامه هذا على ان استماع التغني كبيرة فاذا كان استماع التغني كبيرة
اسواسطے کہ اونکو گناہ کبیرہ پر جمع کرتا ہے اس تقریر سے بھی معلوم ہوا کہ تغنی کا سننا گناہ کبیرہ ہے پس جب تغنی کا سننا گناہ کبیرہ ہوا

فكون التغني كبيرة اولى فالمغني مرتكب لهذه الكبيرة فتحسينه تحليل للحرام القطعي وهو كفر فظهر من هذا
تو تغنی بطریق اولی کبیرہ ہوگی پس مغنی اس کبیرہ کو اختیار کرتا ہے اب اوسکا اچھا کہنا حرام قطعی کو حلال کرنا ہے یہہ کفر ہے اس سے بھی معلوم ہوا

ان من يحضر الجمعة والجماعة في هذا الزمان قلما ينجو عن ارتكاب كبيرة لان كثيرا من الخطباء والقراء
کہ جو شخص جمعہ اور جماعت میں آتے ہیں اس زمانہ میں ارتکاب کبیرہ سے بہت کم خالی ہوتے ہیں اسلئے کہ اکثر خطیب اور قاریوں کی خطبے

قلما يخلو خطبتهم وقراءتهم عن التغني بل هم يأخذون في الخطبة والقرآن ما احدثهم في الشعر والغزل
اور قراءت تغنی سے بہت کم خالی ہیں بلکہ وہ خطبہ اور قرآن میں شعر اور غزل کا روش برتتے ہیں

حتى لا يكاد يفهم ما يقولون وما يقرءون من كثرة النغمات والتقطيعات وكذا حال المؤذنين في التصلية والترضية
یہاں تک کہ سمجھا نہیں جاتا کثرہ نغمات اور تقطیعات سے جو کچھ پڑھتے ہیں اور کہتے ہیں اور یہی حال ہے مؤذنوں کا صلی اللہ علیہ وسلم اور رضی اللہ عنہ
والتأمين وتكثير الاشغالات والسامعون الحاضرون قد يكون لهذه الكثرة وربما يستحسن بعضهم
اور آمین میں اور تکثیر اشغالات میں موذنوں کا حال ہے اور سننے والے جو موجود ہوتے ہیں اس کثرہ سے بیزار کرتے ہیں اور بعضے وقت کوئی کوئی اچھا بھی کہتا ہے
بل هو الاكثر في اكثرهم لغلبة الهوى وعدم مبالاتهم في امر الدين فلزم ان يكفروا على ما حكي عن ظهير الدين المرغيناني
بلکہ اکثر اشخاص میں اکثر یہی ہوتا ہے کیونکہ خواہش نفسانی کا غلبہ ہے اور دین میں بے پروائی بہت ہوگئی ہے سو لازم آتا ہے کہ موافق حکایت ظہیر الدین مرغینانی کی
وكذا من يحضر التراويح في ليالي رمضان لاستماع تسبيحات المؤذنين في الجوامع والمساجد فان اسماء الله
کافر ہو جاتے ہیں اور یہی حال ہے تراویح میں ماہ رمضان کی راتوں کو جوامع اور مساجد میں موذنوں کی تسبیحات سننے کے واسطے جمع ہوتے ہیں کیونکہ جو کچھ
الواقعة فيها مثل يا حنان يا منان يا ذا الجود والاحسان ونحو سبحان ذي الملك والملكوت سبحان ذي
اسماء الہی تسبیحات کی اندر آتی ہیں جیسے یا حنان یا منان یا ذا الجود والاحسان اور جیسے سبحان ذی الملک والملکوت سبحان ذی
العزة والجبروت وغير ذلك من الاسماء الحسنى والصفات العليا بكثرة الالحان ولا لحان يغيرونها ويحرفونها و
العزۃ والجبروت اور سوا اسکی اسمائے حسنی اور صفات علیا کثرت سے یعنی الحان کر کر اسقدر بدل دیتے ہیں اور تحریف کر دیتے ہیں
يخرجونها الى مرتبة لا يمكن تمييزها وتشخيصها مثل قولهم سبحان المالكي الحانان سبحان المالكي المانان
کہ تمیز نہیں کر سکتی اور تعیین ہو سکتی جیسا کہ سبحان الملک الحنان کو یوں پڑھتے ہیں سبحان المالکی الحانان سبحان المالکی المانان
باشباع المد في ضمة السين وفتحة النون والميم وفي كسرة اللام والكاف وغير ذلك وكذا الحان الصوفية مثل
سین کی ضمہ میں اور نون و میم کی فتحہ میں اور لام و کاف کی کسرہ میں خوب مد کھینچ کر اور سوا اسکی اور ایسا ہی صوفیوں کا الحان ہے جیسے
قولهم عقب الطعام زعم السكر الحمد لله الشكر لله بمد الدال والراء والهاء ونحوها فينبغي للمسلم ان يحترز
کھانا کھا کر شکر کی خیال پر کہا کرتے ہیں الحمد لله والشكر لله دال اور را اور لام کو خوب کھینچ کر اور مانند اسکی سو مسلم کو لائق ہے کہ ایسی مجالس میں
عن حضورها وسماعها ولا يظن مستحلا حالا لها انها صورتها عبادة وحقيقتها معصية وكبيرة ولعله
نہ جاوے اور ایسی کلمات نہ سنے اور یہ خیال نہ کرے کہ ایسی حالت کو حلال سمجھ کر کہ ظاہر میں تو عبادت ہے اور حقیقت میں معصیت کبیرہ ہے ایسا ہو
يستحسنها فيهدم دينه وهو لا يشعر والحاصل ان الجهر لا يكون عذرا ولا يظن احد ان المراد بالتغني للناس قراءة
کہ اسکو اچھا کہنے لگے اور دین کی خرابی ہو جاوے اور اسکو خبر نہ ہو حاصل یہ ہے کہ جہل عذر نہیں ہے اور کوئی یہ خیال نہ کرے کہ تغنی لوگوں کی سامنے پڑھنا
الابيات والاشعار بالاصوات الموزونة دون قراءة القرآن والاذكار فانه ظن فاسد بل هو يعم التغني بالقرآن
ابیات اور شعر کو موزوں آواز سے ہے سوا قرآن اور ذکر کے نہیں ہوتی یہ خیال فاسد ہے بلکہ تغنی قرآن وغیرہ میں ہوتی ہے
وغيره لان الفقهاء صرحوا بكون قراءة القرآن بالالحان معصية وبكون التالي والسامع آثمين قال البزازي
کیونکہ فقہا نے صاف کہا ہے کہ قرآن کو الحان سے پڑھنا گناہ ہے اور پڑھنے والا اور سننے والا دونوں گنہگار ہوتے ہیں بزازی کہتا ہے
القرآن بالالحان معصية والتالي والسامع آثمان والوجه الثالث من تلك الوجوه المذكورة ان الحديث المذكور
قرآن الحان سے پڑھنا گناہ ہے اور پڑھنے والا اور سننے والا دونوں گنہگار ہوتے ہیں اور تیسری وجہ وجوہات مذکورہ میں سے یہ ہے کہ یہ حدیث مذکور
يكون معارضا لما اخرجه الترمذي عن حذيفة انه عليه السلام قال اقرءوا القرآن بلحون العرب واصواتها واياكم
اس حدیث سے معارض ہے جو ترمذی نے حذیفہ سے روایت کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ قرآن کو عرب کی لہجہ اور آواز پر پڑھا کرو اور فاسقوں کی
ولحون اهل الفسق ولحون اهل الكتابين فانه سيجيء بعدي قوم يرجعون القرآن ترجيع الغناء والرهبانية والنوح
لحن سے اور یہود اور نصاری کی لحن سے بچو کیونکہ قریب ہے میری بعد ایک قوم ہوگی کہ قرآن میں ترجیع غنا اور راہبوں اور نوحہ گری کی ترجیع کریگی

ولا یجاوز حناجرهم مفتونة قلوبهم وقلوب من یعجبهم شانهم ذکر هذا الحدیث الامام الجعبری
اور قرآن اونکی گلونسی نیچی نہ اوتریگا اونکی دل اور اونکی دل جو اونکی وضع پسند کرتی ہین فتنہ مین ہین اس حدیث کو امام جعبری نی
فی شرح الشاطبی وهو اصل عظیم فی هذا الباب الذی هو جواز التغنی بالقرآن وعدم جوازه وعلیه
شاطبیہ کی شرح مین ذکر کیا ہی اس باب مین یہہ بڑی اصل ہی یعنی قرآن مین تغنی جایز ہونی کی اور نہ جایز ہونی کی اور
یتفرع مسائل هذا الباب ومن لم یقف علی هذا الاصل یغلط کثیرا اذ جعل بعضهم التغنی حراما
اس باب کی مسائل اسی پر مبنی ہین اور جو شخص اس اصل سی واقف نہین ہی بہت غلطی کرتا ہی اسواسطی کہ بعضی تغنی کو جمیع
فی جمیع الادیان فیلزم اکفار مستحله وبعضهم اجازه فی الشریعة المحمدیة وکذا اللحن فتحیر
ادیان مین حرام کہتی ہین اب لازم آتا ہی کہ حلال سمجھنی والا کافر ہووی اور بعضون نی شریعت محمدیہ مین جایز رکہا ہی اور ایسی ہی لحن کا حال ہی
الناظر الی هذه الاقوال فلا بد من معرفة معنی التغنی واللحن وما هو المراد منهما عند القائلین
سو جو کہ ان اقوال کو دیکہتا ہی حیران ہوتا ہی اب تغنی اور لحن کی معنون کا سمجہنا ضرور ہی اور جو ان دونون سی مراد ہی اونکی جو جواز کی قائل ہین
بالجواز والقائلین بعدم الجواز حتی یتخلص من ورطة التحیر والهلاك اما التغنی فهو اما من الغنی بالکسر
اور اونکی جو ناجایز بتاتی ہین تاکہ وہ حیرانی اور ہلاکت کی بہنور سی خلاص ہووی اب تغنی یا تو مشتق ہی غنی سی جو غین کی زیر سی ہی
والقصر او من الغناء بالکسر والمد فان کان من الاول فهو بمعنی الاستغناء وان کان من الثانی فهو
بدون مد کی اور یا غنا سی مشتق ہی غین کی زیر اور مد سی پہر اگر تغنی اول سی مشتق ہی تو اوسکی معنی استغنا یعنی بی نیازی کی ہین اور اگر دوسری سی مشتق ہی تو
بمعنی الترنم والترجیع والتطریب اذ الغناء هو الصوت الموزون الرقیق الحزین والتغنی والترنم والترجیع
اوسکی معنی سرود اور آواز کا بلند اور پست کرنا اور رجہانا اسواسطی کہ غنا یہہ ہی آواز موزون بنی ہووی نرم دلین چبہتی ہووی کو کہتی ہین اور تغنی اور ترنم اور ترجیع
والتطریب استعمال ذلك الصوت الموزون وتردیده فی الحلق بادخاله داخل الحلق مرة واخراجه
اور تطریب اوس آواز موزون کا برسنا اور استعمال کرنا اور اوسکا حلق مین پہرانا کہ ایک بار حلق کی اندر لیجانا اور پہر اوسکا باہر لانا
اخری علی الطریقة المستفادة من الموسیقی وهذا هو المشهور المعروف المراد بالتغنی المحرم فی جمیع
اوس طرز پر جو گوئی کرتی ہین اور یہہ ہی مشہور معروف تغنی سی مراد ہی جو کہ تمام دینون مین حرام ہی
الادیان سواء اقترن بالقرآن او بالاذان او بالخطبة او بالاذکار او بالاشعار او لم یقترن بشیء منها
برابر ہی کہ قرآن مین جاری ہو یا اذان مین یا خطبہ مین یا ذکرون مین یا شعرون مین یا نہین سی کسی مین بہی نہو
ولذلك لما بین صاحب مجمع الفتاوی ان استماع صوت الملاهی کالضرب بالقصب وغیر ذلك
اور یہی لئی چونکہ صاحب مجمع الفتاوی نی بیان کیا کہ بیشک ملاہی کی آواز کا سننا جیسی ڈنکی وغیرہ سی بجانا
هی حرام ومعصیة لقوله استماع الملاهی معصیة والجلوس علیها فسق والتلذذ بها من الکفر ومن سمع
یہہ سب حرام اور معصیت ہی واسطی ارشاد نبی علیہ السلام کی کہ سننا ملاہی کا معصیت ہی اور اوسکو پیشہ کرنا فسق ہی اور اوسی مزہ اوٹہانا کفر ہی اور جسکی کان مین
بغتة فلا اثم علیه لکن یجب ان یجتهد کل الجهد حتی لا یسمع لما روی انه علیه السلام ادخل اصبعیه
ناگاہ آواز آگئی تو اوسپر گناہ نہین لیکن واجب ہی کہ تمام تر کوشش کری کہ وہ آواز کان مین نہ آوی کیونکہ روایت ہی کہ نبی علیہ السلام آواز سنکر اپنی کانون مین
فی اذنیه عند سماعه قال دلت المسئلة علی ان مجرد الغناء والاستماع الیه معصیة وان لم یقترن
اونگلیاں دیلیتی تہی کہا ہی کہ اس مسئلہ سی معلوم ہوتا ہی کہ مطلق غنا اور اوسکا سننا معصیت ہی اگرچہ کسی شئی مین
بشیء من القرآن وغیره ووجه الدلالة ان الحاصل من الملاهی مجرد الصوت الموزون لا غیر فیکون مجرد
قرآن وغیرہ سی جاری نہو اور وجہ دلالت کی یہہ ہی کہ حاصل ملاہی سی نری آواز موزون ہوتی ہی اور کچہہ نہین ہوتا تو اب صرف

برفع الصوت الموزون وخفضه وترديده في الحلق من غير اقتران شيء من القرآن وغيره كما يفعله المختنثون فمعصية

آواز موزون کا بلند کرنا اور پست کرنا اور حلق کی اندر پھرانا بدون اسکی کہ قرآن وغیرہ میں جاری ہو جیسی کہ جو مخنث لوگ پڑھتے ہیں سب گناہ ہی

وكذا اذا اقترن بالقرآن او الأذان او الخطبة او غيرها من الأذكار بل هو أسوء وأشنع لأنه خلط المعصية بالعبادة

اور ایسی ہی جب قرآن اور اذان اور خطبہ اور اذکار میں جاری ہو بلکہ یہ بدتر اور بہت بری اسلئے کہ معصیت کو عبادت میں ملا دیا

وتلعب بالدين وان اعتقد هذا الصنيع الشنيع عبادة فهو معصية أخرى أشد استقباحا من الأولى وأما اللحن

اور دین میں کھیل شروع کیا اور اگر اعتقاد کرتا ہی کہ یہ عمل بد عبادت ہی تو یہ الگ بڑا گناہ پہلی گناہ سی سخت بری اور رہا لحن

فهو على ما فهم من كلام صدر الشريعة في باب الأذان أنه قد يكون بتحريف الكلمات بأن ينقص حرفا من

سو وہ موافق اس مضمون کی جو صدر الشریعۃ کی کلام سی باب اذان میں معلوم ہوتا ہی یہ ہی کہ لحن کبھی کلمات کی تغیر سی ہوتا ہی اسطور کہ کوئی حرف اوسکی حرفوں

حروفها سواء كان حرف مد أو غيره أو بأن يزيد فيها حرفا من حروف المد أو غيرها وقد يكون بتغيير صفات

میں سی کم کردی برابر ہی کہ حرف مد ہو یا کوئی اور سو یا اسطور ہوتا ہی کہ اوسمیں کوئی حرف حروف مد وغیرہ میں سی بڑھا دی اور کبھی حرفوں کی صفات کی بدلنی سی

حروفها بأن ينقص شيئا من كيفيات الحروف أو يزيد كالحركات والسكنات والمدات وغير ذلك من الادغام والاخفاء

ہوتا ہی اسطور کہ کچھ کیفیات حروف کی کم کردی یا زیادہ کردی جیسی حرکات اور سکنات اور مدات اور سوا اوسکی ادغام اور خفی کرنا

واشباع الحركات وترقيق الغنات ونحوها مما يطول تعدادها على ما ذكر في كتب التجويد وقد يستعمل اللحن بمعنى النغم

اور حرکت کا بڑھانا اور غنہ کا پورا کرنا اور مانند اسکی جنکی گنتی بہت ہی جیسا کہ کتب تجوید میں مذکور ہی اور کبھی لحن کو نغمہ کی معنوں میں لیتی ہیں

وقد يطلق كل من هذه الألفاظ ويراد به مجرد حسن الصوت من غير تغيير لفظ فعلى هذا المعنى قيل بجواز قراءة القرآن

اور کبھی ان تمام لفظوں سی صرف حسن آواز بدون تغیر لفظ کی مراد ہوتی ہی پس اس اختلاف کی موافق جب کوئی یوں کہی کہ قرآن کا

بالألحان يراد به حسن الصوت ولحون العرب كما في قوله عم اقرؤا القرآن بلحون العرب والمراد بلحون العرب أصواتهم الطبيعية التي

پڑھنا الحان سی جائز ہی تو حسن آواز اور عرب کا لہجہ مراد ہوگا جیسا کہ اس حدیث میں ہی قرآن کو عرب کی لہجہ پر پڑھو اور مراد عرب کی لہجہ سی عربوں کی اصلی طبعی

هي مد الممدود وقصر المقصور وترقيق المرقق وتفخيم المفخم وادغام المدغم واظهار المظهر واخفاء المخفي وغير ذلك مما هو لازم في

آوازیں ہیں یعنی دراز کرنا ممدود کا اور قصر کرنا مقصور کا اور ہلکا کرنا ہلکی کا اور پر کرنا پر کا اور ادغام کرنا قابل ادغام کا اور ظاہر کرنا قابل اظہار کا اور خفی کرنا قابل اخفا کا اور سوا اسکی جو جو عربوں

كلامهم الذي هو سليقة لهم لا يحسنون غيره ومن قال قراءة القرآن بالألحان حرام يراد به لحون أهل الفسق كما في قوله عم إياكم ولحون

کی کلام میں لوازمات ہیں جو اونکا اصلی طریقہ ہی کہ اوسکی خلاف کو اچھا نہیں سمجھتی اور جب کوئی یہ کہی کہ قرآن کا پڑھنا الحان سی حرام ہی تو لحن فاسقوں کی مراد ہیں جیسی کہ حدیث میں ہی

أهل الفسق والمراد بلحون أهل الفسق الأنغام المستفادة من الموسيقى إذ من يفعلها يكون من أهل الفسق لا تكاد تكسره

فاسقوں کی لحن سی بچتی رہو اور فاسقوں کی لحن سی وہ نغمات مراد ہیں جو گویوں کی طرز پر ہوتی ہیں اسلئے کہ جو شخص یہ نغمی کرتا ہی وہ فاسق ہی کیونکہ کسرہ اختیار کرتا ہی

الا ترى ان ابا حنيفة وغيره من المشائخ يكرهون قراءة القرآن بالألحان على ما ذكر في بعض الفتاوى وعلى تقدير كون المراد بها الأنغام

دیکھتا نہیں کہ امام ابو حنیفہ وغیرہ مشائخ الحان سی قرآن کا پڑھنا مکروہ کہتی ہیں جیسا کہ بعضی فتاووں میں مذکور ہی اور جس صورت میں کہ مراد اس سی وہ نغمات ہوں

المستفادة من الموسيقى كيف يبيحونها مع صريح النهي عنها بقوله عليه السلام إياكم ولحون أهل الفسق وعلى تقدير كون المراد بها حسن

جو علم موسیقی کی طرز پر ہوتی ہیں تو کیونکر مباح کہہ سکتی باوجودیکہ اس حدیث میں صاف منع فرمایا ہی فاسقوں کی لحن سی بچتی رہو اور اگر مراد اوس سی خوش آوازی

الصوت ولحون العرب كيف لا يبيحونها وقد أمر بها النبي عم بقوله اقرؤا القرآن بلحون العرب وقد يقع الغلط على أوهام بعض الناس فيظنون المراد بحسن الصوت المطلوب

اور لہجہ عرب کا ہو تو کیونکر منع کرسکتی باوجودیکہ نبی علیہ السلام نی اس حدیث میں ارشاد کیا ہی قرآن کو عرب کی لہجہ پر پڑھا کرو اور بسبب بعضی لوگوں کی سمجھ پر غلطی پڑ گئی ہی وہ یہ

في قراءة القرآن والخطبة والأذان هو المعنى المعروف المشهور بينهم بالتغني وهم لما ارتكبوا كلا انهم عن هذا المعنى لمعزولون انهم لا يكتفون بما ارتكبوا

جو قرآن کی پڑھنی اور خطبہ اور اذان میں درکار ہی وہ یہی معنی مشہور و معروف ہی افسوس افسوس اونکی سمجھ پر حیف تو یہ ہی کہ وہ ان معنوں سی بہت دور ہیں پھر یہ بھی تو نہیں کہ جو اختیار کر رکھا ہی

بل یقولون فی طعن السلف الصالحین وینسبون الیهم الفعل المحرم فی جمیع الادیان حیث یعتقدون ان الغناء

بلکہ علماء سلف کو طعن دیتے ہیں اور وہ نیز ایسی فعل کی جو تمام مذہبوں میں حرام ہے تہمت لیتے ہیں اسواسطے کہ یہہ اعتقاد کرتے ہیں کہ بیشک یہہ سما

الذی یفعلونه الیوم هذا الذی کان السلف یفعلونه ومعاذ الله ان یظن بهم هذا ومن وقع له ذلک یتعین

کہ جو اب عمل میں آتے ہیں یہہ وہی غنا ہے جو سلف بزرگ استعمال کرتے تھے خدا کی پناہ انکی طرف ایسی گمان سے اور جسکی خیال میں یہہ گزرے تو

علیه ان یتوب عنه ویرجع الی الله تعالی والا فهو من الهالکین الا تری ان حسن الصوت فی الاذان مندوب

تو اسکو یہہ ہی چاہیے کہ اس عقیدہ سے توبہ کرے اور خدا کی طرف رجوع کرے نہیں تو وہ ہلاک ہوا کیا تو نہیں دیکھتا کہ حسن صوت اذان میں مستحب

ومطلوب مع ان التغنی فیه حرام ومکروہ منصوص کراهته فی عامة الکتب من المتون والشروح والفتاوی

اور مقصود ہے باوجودیکہ تغنی اذان میں حرام اور مکروہ ہے اور اسکی کراہت صاف صاف تمام متون اور شروح اور فتاوی میں

معرض بها من التاکید والتهدید وقد صدر الانکار علی فاعله عن النبی علیه السلام وعن الصحابة والتابعین وغیرهم

تاکید اور تہدید سے مذکور ہے اور بیشک برائی تغنی کرنیوالی کی نبی علیہ السلام سے اور صحابہ اور تابعین وغیرہ

من السلف والخلف اذ روی عن ابن عباس رض انه علیه السلام کان له مؤذن یطرب ونهاه عن ذلک وروی ان

اگلی اور پچھلوں سے ثابت ہوتی ہے اسواسطے کہ ابن عباس رض سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام کی ہاں ایک مؤذن مطرب تھا اور مؤذن کو اس سے منع کیا اور روایت ہے کہ

رجلا قال لابن عمر انی احبک فی الله فقال له ابن عمر انی ابغضک فی الله لانک تغنی فی اذانک فظهر من

کہ ایک شخص نے ابن عمر سے کہا میں تمکو اللہ کے واسطے دوست رکھتا ہوں پس ابن عمر نے جواب دیا میں تمکو اللہ کے واسطے برا جانتا ہوں اسلیے کہ تو اذان میں تغنی کرتا ہے

هذه الوجوه کلها ان المراد بالتغنی فی الحدیث المذکور سابقا لیس ما هو المعروف والمشهور بل المراد به الاعلان

اب ان تمام وجوہات سے ظاہر ہوتا ہے کہ تغنی سے جو پہلی حدیث میں آئی ہے وہ ہی تغنی معروف و مشہور مراد نہیں ہے بلکہ تغنی سے قرآن کا ظاہر پڑھنا

بالقران والافصاح به کانه علیه السلام جعل الجهر به تعاملا قرار بتوحید الله تعالی ونبوة انبیاءه فی کونه

اور فصیح زبان سے پڑھنا مراد ہے گویا نبی علیہ السلام نے قرآن بلند آواز سے پڑھنے کو اقرار کی جز ہے واسطے توحید اللہ تعالی کی اور انبیا کی نبوت کی اس بات میں

من شعائر الاسلام کالاعلام بالشهادتین فی صحة الایمان او المراد به الاستغناء بالقران عن الاشعار و

کہ نشان اسلام کا ہے جیسی دونوں شہادت کا ظاہر کرنا واسطے درستی ایمان کی نشان ہے یا تغنی سے مراد نسبت قرآن کی شعروں سے اور

احادیث الناس فقد ورد التغنی بهذا المعنی وان یاتی تفعل بمعنی استفعل قلیلا لکن قلة الاستعمال لا یمنع

لوگوں کی باتوں سے بے نیاز ہونا بیشک تغنی کی یہہ بھی معنی ہیں اگرچہ باب تفعل کا استفعل کی معنوں میں کمتر آتا ہے لیکن قلت استعمال سے احتمال

احتمال الارادة والمراد به التحزین او الترتیل فانه یزین القران لا سیما مع حسن الصوت فان التغنی بمعنی حسن

ارادہ کا منع نہیں ہوتا اور مراد اس سے تحزین یا ترتیل ہے کیونکہ اس سے قرآن کو زینت ہوتی ہے خاص کر خوش آوازی سے تو بیشک تغنی بمعنی خوش آوازی

الصوت مندوب علی ما ذکر فی التاتارخانیة ان التغنی بالقران ان لم یغیر الکلمة عن وضعها بل یحسنه تحسین

مستحب ہے چنانچہ تاتارخانیہ میں یہہ مذکور ہے کہ تغنی قرآن میں اگر کلمات کو اپنی وضع سے نہ بدل دے بلکہ اسکو آراستہ کر دے

الصوت وتزیین القراءة فذلک مستحب عندنا فی الصلوة وخارجها وان کان یغیر الکلمة عن وضعها یوجب

اور قرأت کو زینت دے تو یہہ تغنی ہمارے نزدیک نماز میں اور نماز سے باہر بھی مستحب ہے اور اگر تغنی کلمات کو اپنی وضع سے بدل ڈالے تو نماز کو

فساد الصلوة لان ذلک منهی عنه وقال التورپشتی القراءة علی الوجه الذی یهیج الوجد فی قلوب السامعین

بگاڑتی ہے اسلیے کہ یہہ تغنی ممنوع ہے اور تورپشتی کہتا ہے کہ اس وضع کی قرأت جو سننے والوں کی دلوں میں شور محبت بھڑکا دے

ویورث الحزن ویجلب الدموع مستحبة ما لم یخرجه التغنی عن التجوید ولم یصرفه عن مراعات النظم فی الکلمات

اور اندوہ پیدا کرے اور آنسو بہا دے مستحب ہے جبتک کہ تغنی تجوید سے نہ نکالدے اور اسکو نظم سے جو کلمات اور حروف میں رعایت کی جاتی ہے دور نہ کر دے

الحزم

والحروف فاذا انتهى الى ذلك عاد الاستحباب كراهة اذا تقرر هذا ينبغي ان نعلم ان الفقهاء لما صرحوا بكون التغني
پھر اگر اس نوبت کو پہنچی تو مستحب نہیں مکروہ ہی جب یہہ معلوم ہو چکا تو یہہ بات بھی لائق سمجھنے کی ہی کہ فقہا نے جب تغنی کو

في القرآن حراما وشددوا فيه مع ظواهر بعض الاحاديث الذي توهم جوازه فيه فكونه حراما في غير القرآن من الاذان
قرآن میں حرام کہہ چکی اور اسباب میں تشدد کر چکی باوجودیکہ بعض احادیث کی ظاهر معنوں سی جواز کا وہم پڑتا ہی پھر ایسی یعنی سوا قرآن کی اذان

والخطبة والاذكار وغيرها مع عدم ورود شيء مما يوهم جوازه فيها اصلا من ظواهر الاحاديث واقوال العلماء اولى
اور خطبہ اور اذکار وغیرہ میں باوجودیکہ ہرگز کوئی ایسی روایت بھی نہیں جس سی جواز تغنی کا اذان وغیرہ میں وہم پڑی نہ کوئی ظاهر حدیث نہ قول کسی عالم کا بطریق اولی حرام ہی

لانه بقي على الحظر الاصلي المستفاد من قولهم التغني حرام في جميع الاديان المجلس الثامن والاربعون
اسواسطی کہ وہ خطر اصلی پر باقی ہی جو اونکی اس قول سی مفہوم ہوتا ہی کہ تغنی تمام دینوں میں حرام ہی اڑتالیسویں مجلس میں

في بيان فضيلة المؤذن وبيان سبب وضع الاذان قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا يسمع
بیان مؤذن کی فضیلت کا اور بیان سبب اذان کی مقرر ہونیکا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نی فرمایا نہیں سنیگا

مدى صوت المؤذن جن ولا انس ولا شيء الا شهد له يوم القيمة هذا الحديث من صحاح المصابيح رواه ابو سعيد
انتہا آواز موذن کی جن اور نہ انسان اور نہ کوئی اور شی مگر واسطی موذن کی قیامت کی روز گواہی دیگا یہہ حدیث مصابیح کی صحیح حدیثوں میں سی ہی ابو سعید خدری کی روایت

الخدري وفيه حث على استفراغ الجهد في رفع الصوت بالاذان ليكثر شهوده من الجن والانس وغيرهما من
سی اور اسمیں یہہ ترغیب ہی کہ جہاں تک ہو سکی بتمام قوت اذان میں آواز بلند کری تاکہ گواہ جن و انس و غیرہ حیوانات

الحيوانات والجمادات يوم القيمة فان المؤذن كلما جعل صوته اجهر يكون شهوده يوم القيمة اكثر وانما
اور جمادات قیامت کی روز زیادہ ہو جاویں کیونکہ مؤذن جتنی آواز بلند کریگا اوتنی ہی اوسکی گواہ قیامت کی دن زیادہ ہونگی اور نہیں سنیگا

قال لا يسمع صوته لان مدى الصوت غايته وغاية الصوت تكون اخفى لا محالة فاذا شهد له من بعد عنه
آواز اوسکی اس لئی فرمایا کہ مدی صوت انتہا آواز کا ہوتا ہی اور انتہا آواز کا بالضرور بہت خفی ہو جاتا ہی پھر جب اوسکی گواہی وہ چیزیں دیوین جو اوس سی دور ہیں

ووصل اليه همس صوته فاولى ان يشهد له من قرب منه وسمع مناد صوته والمراد من شهادة الشهود له
اور اوسکی کھسکھساہٹ ہی سنی ہو تو جو پاس کی چیزیں ہیں اور اول آواز سنتی ہیں بطریق اولی گواہی دیگی اور اوسکی حق میں قیامت کی دن گواہوں کی گواہی سی مراد یہہ ہی کہ اوس روز اہل محشر کی مابین

يوم القيمة اشهاده في ذلك اليوم فيما بين اهل المحشر بالفضل وعلو الدرجة فانه تعالى كما يهين قوما
بزرگی اور بلند مرتبہ کی گواہی ہوگی بیشک اللہ تعالی جیسی کسی قوم کو قیامت کی دن اوسکی حق میں گواہ ہوں کی بری گواہی سنکر ذلیل کرتا ہی تاکہ سب کی سامنی خوار و ذلیل

يوم القيمة بشهادة الشهود عليهم تحقيقا لفضوحهم على رءوس الاشهاد وتسويد الوجوههم فكذلك يكرم
اور کالا منہہ ہووی سو ایسا ہی بعضی قوم کو

قوما في ذلك اليوم بشهادة الشهود لهم تكميلا لسرورهم تطييبا لقلوبهم ثم انهم بكثرة شهادة الشهود لهم يزداد
اوس روز گواہوں کی اچھی گواہی اوسکی خوشی پوری اور دل خوش کرنیکی لئی عزت کرتا ہی پھر اوس قوم کی فرح اور سرور بسبب بہت اچھی گواہوں کی بڑہتی جاتی ہی

سرورهم وفرحهم فان قيل الاذان ذكر والاصل في الاذكار الاخفاء لقوله تعالى واذكر ربك في نفسك تضرعا
پھر اگر کوئی یہہ کہی کہ اذان تو ذکر ہی اور تمام ذکروں میں اصل اخفا ہی یعنی چپکی سی بدلیل اس آیت کی اور یاد کرتا رہ اپنی رب کو دلمیں گڑگڑاتا

وخيفة ودون الجهر من القول ولقوله عليه السلام للذي رفع صوته بالذكر لن تدعوا اصم ولا غائبا
اور ڈرتا اور پکار سی کم آواز بولنی میں اور اس لئی کہ نبی علیہ السلام نی اوس شخص کو جو پکار کر ذکر کرتا تہا فرمایا تو ہرگز نہیں پکارتا بہری کو اور غائب کو

فما وجه الجهر فيه فالجواب ان الاذان وان كان ذكرا وكان الاصل في الاذكار الاخفاء الا ان فيه معنى زائد
پھر اذان میں پکارنی کی کیا وجہ ہی تو جواب یہہ ہی کہ اذان اگرچہ ذکر ہی اور اصل بھی ذکروں میں اخفا ہی پر اذان میں ایک اور ملت بڑھتی ہی

يوجب الجهر على خلاف الاصل وهو كونه اعلاما لاوقات الصلوة وهذا المعنى الزائد اوجب فيه حكما عارضا على
جس سے پکار کر کہنا اصل کے برخلاف واجب ہو گیا اور وہ بات یہ ہی کہ نماز کے وقتوں کی خبر دیتی ہی اس ہی بڑھتی بات نے اوسمیں ایک حکم عارضی اصل سے الگ واجب کر دیا ہی

الاصل وهو الجهر لانه لا يصلح ان يكون اعلاما الا بصفة الجهر بيان ان الاذان وان كان ذكرا يوجب الاخفاء
سے پکار کر کہنا اسواسطے کہ اذان سے بدون پکار کر کہنے کے اعلام نہیں ہو سکتا احکا بیان یہ ہی کہ اذان اگرچہ ذکر ہی جسمیں اخفا واجب ہی

الا ان الاخفاء امتنع فيه لمانع قوي هو كونه اعلاما لان الاعلام لا يمكن حصوله الا بصفة الجهر ووجود
پر چونکہ اسمیں اخفا ایک قوی مانع کے سبب سے ممنوع ہی وہ مانع یہہ ہی کہ وہ اعلام ہی اسواسطے کہ اعلام بدون پکار کر کہنے کے حاصل ہونا ممکن نہیں ہی اور ایک

علة توجب حكما على وجه لا يمتنع وجود علة اخرى توجب حكما آخر مخالفا للاول بل اسمه ايضا يدل على
علت سے اوسکا حکم اس طور پر واجب ہوتا ہی کہ اوس سے دوسری ایسی علت کا پیدا ہونا ممنوع نہیں ہوتا جس سے دوسرا حکم اول کے برخلاف واجب ہو جاوی بلکہ اوسکا نام بھی اوپر دلالت

وجوب الجهر فيه لانه في اللغة الاعلام مطلقا وفي الشريعة اعلام مخصوص على وجه مخصوص بالفاظ
کرتا ہی کہ اسمیں جہر واجب ہی اسلئے کہ اذان کے معنی مطلق اعلام کے ہیں اور شریعت میں خاص اعلام کو کہتے ہیں بطور خاص الفاظ مخصوصہ سے

مخصوصة وقد سبق ان الاعلام يمتنع حصوله بدون الجهر بل سببه ايضا يدل على لزوم الجهر فيه وهو انه
اور گذر چکا ہی کہ اعلام بدون جہر کے ہرگز نہیں ہو سکتا بلکہ اذان کی ایجاد کا سبب بھی دلالت کرتا ہی کہ اوسمیں جہر لازم ہی وہ سبب یہہ ہی

عليه السلام لما قدم المدينة وبنى المسجد شاور اصحابه فيما يجعل علامة لمعرفة وقت الصلوة وحضور الجماعة
کہ نبی علیہ السلام جب مدینہ میں تشریف لائے اور مسجد بنائی تو صحابہ سے مشورہ کیا کہ اوقات نماز کی پہچان اور جماعت میں آنے کی کیا علامت مقرر کریں

فذكر له ضرب الناقوس فقال هو من شعائر النصارى فذكر له النفخ في القرن فقال هو من شعائر اليهود فذكر
کسی نے ناقوس کا بجانا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا وہ طریقہ نصاری کا ہی پھر صور پھونکنے کا ذکر کیا پھر آپ نے فرمایا یہ یہود کا طریق ہی پھر کسی نے

له ايقاد النار فقال هو من شعائر المجوس فتفرقوا من غير ان يتفقوا على شيء وكان فيهم عبد الله بن زيد الانصاري
آگ جلانے کا ذکر کیا پھر آپ نے فرمایا یہ طریقہ مجوسیوں کا ہی پھر یہہ ہی اختلاف رہا کسی ایک بات پر متفق نہوئے اور اوس مجمع میں عبد اللہ بن زید انصاری بھی تھے

فاهتم هما شديدا لهم رسول الله عليه السلام فلم ياكل الطعام تلك الليلة فبات مهتما فلما اصبح اتى رسول
سو اونکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فکر سے بڑا سخت فکر لگا کہ اوس رات کو کھانا نہ کھایا اسی فکر میں سو گیا جب صبح ہوئی تو رسول اللہ

الله صلى الله عليه وسلم فقال يا رسول الله اني كنت بين النوم واليقظة اذ رأيت نازلا من السماء عليه
صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ میں کچھ سوتا کچھ جاگتا تھا ناگاہ مجھکو ایک شخص آسمان سے اوترتا نظر آیا

بردان اخضران فقام على جذم حائط واستقبل القبلة وقال الله اكبر الله اكبر الى تمام كلمات الاذان فقال
دو چادر سبز اوڑھی ہوئی پھر وہ کھڑا ہو کر دیوار پر رو بقبلہ کھڑا ہو کر کہنے لگا اللہ اکبر اللہ اکبر اذان کی آخر عبارت تک پس رسول

رسول الله صلى الله عليه وسلم هذه الرؤيا حق فالق ما رايته على بلال فانه امد منك صوتا فالقيته
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہہ خواب حق ہی سو جو تو نے دیکھا ہی بلال کو سکھا دے کیونکہ بلال تجھسے بلند آواز ہی سو میں نے اوسکو سکھا دی

عليه فقام على اعلى سطح فاذن فسمعه عمر بن الخطاب وكان في بيته فخرج يجر رداءه حتى اتى رسول الله
پھر بلال نے ایک اونچی جگہہ پر کھڑے ہو کر اذان کہی پس وہ اذان عمر بن الخطاب نے اپنے گھر میں سنی سو چادر کھینچتے ہوئے گھر سے نکل کر رسول اللہ

صلى الله عليه وسلم فقال يا رسول الله والذي بعثك بالحق لقد رايت مثل ما قال فقال رسول الله صلى الله عليه
صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر عرض کیا یا رسول اللہ قسم ہی اوس اللہ کی جسنے تمکو برحق بھیجا ہی میں نے بھی یہی دیکھا ہی جیسے بلال کہتا ہی تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

فلله الحمد وروي انه راى في المنام تلك الليلة احد عشر رجلا من الصحابة ما رواه عبد الله بن زيد فلما
فرمایا للہ الحمد اور روایت ہی کہ اوس رات کو گیارہ مرد صحابیوں نے خواب میں یہہ ہی دیکھا تھا جو عبد اللہ بن زید نے روایت کی پھر جب

ثم

ثبت شرعية الاذان بهذه الرؤية التي شهد بحقيتها النبي عليه السلام كان من شعائر الاسلام حتى لو

پس اذان کا مشروع ہونا اس خواب سے ثابت ہوا جس کی حقیقت میں نبی علیہ السلام نے گواہی دی وہ اذان اسلام کا شعار ہوئی یہاں تک کہ اگر

اصرّ على تركه اهل مصر او اهل قرية او اهل محلة اجبرهم الامام على الاتيان به وان لم

کسی شہر یا گاؤں والے یا محلہ والے اذان کو چھوڑنے پر اصرار کریں تو امام وقت ان کو اذان کہنے پر مجبور کرے اور اگر وہ نہ

يفعلوا قاتلهم لانه لما كان من اعلام الدين كان الاصرار على تركه استخفافا بالدين فيلزم القتال وقد

مانیں تو ان سے جہاد کرے اس واسطے کہ جب اذان علامات دین سے ہوئی تو اس کے ترک پر اصرار کرنا دین کا استخفاف ہے پس جہاد کرنا لازم ہوا اور

روي عن انس انه عليه السلام كان اذا طلع الفجر كان يستمع الاذان فان سمع الاذان امسك والا اغار

انس سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام کا سفر جہاد میں یہ دستور تھا جب صبح ہوتی تو اذان کی طرف کان لگاتے پھر اگر اذان سنتے تو رک جاتے اور نہیں تو غارت کرتے

يعني انه عليه السلام اذا اراد ان يغير الكفار كان من عادته ان يسير بالليل فاذا وصل الى بلدة لا يعرف

مراد یہ ہے کہ نبی علیہ السلام کفار پر غارت گری کا ارادہ کرتے تو یہ عادت تھی کہ رات کو چلتے پھر جب کسی شہر پہنچتے کہ اس کا حال معلوم نہ ہوتا

حالها ينتظر الصبح ويستمع الاذان ليعلم ان تلك البلدة بلدة المسلمين او بلدة الكفار فان سمع الاذان امسك

تو صبح تک منتظر رہتے اور اذان کی طرف کان لگاتے تاکہ یہ امر معلوم ہو جاوے کہ یہ شہر مسلمانوں کا ہے یا کافروں کا ہے پھر اگر اذان سنتے تو غارت کرنے سے

عن الاغارة وتركها وان لم يسمع الاذان اغار فهذا الحديث دل على كون الاذان من اعلام الدين ومن هذا

باز رہتے اور اس شہر کو چھوڑ دیتے اور اگر اذان نہ سنتے تو غارت کرتے پس یہ حدیث دلالت کرتی ہے کہ اذان علامات دین سے ہے اور اسی سے وجوب سمجھا

يفهم منه كونه واجبا لكن عند عامة المشائخ وهو الصحيح انه سنة مؤكدة وكذا الاقامة سنة مؤكدة للصلوات

جاتا ہے کہ اذان واجب ہے لیکن عام مشائخ کے نزدیک اور یہی صحیح ہے کہ اذان سنت مؤکدہ ہے اور ایسے ہی تکبیر پانچوں نمازوں کی واسطے سنت مؤکدہ ہے

الخمس اذا صليت بالجماعة اداء او قضاء وللجمعة لانها فرض لا للواجبات كصلاة الوتر والعيدين ولا للسنن

جب کہ جماعت سے ہوں وقت پر ادا ہوں یا قضا اور جمعہ کی لیے بھی اس واسطے کہ جمعہ فرض ہے اور واجب کی واسطے نہیں ہے جیسے نماز وتر اور دونوں عید اور نہ سنتوں کی واسطے

كالتراويح ولا للنوافل كصلاة الكسوف والاستسقاء اذا صليت بالجماعة كل واحد من تلك الصلوات وزيد المؤذن

جیسے تراویح اور نہ نفلوں کی واسطے جیسی نماز سورج گہن اور استسقا کی اگرچہ یہ سب نمازیں با جماعت پڑھیں اور مؤذن فجر کی اذان میں

بعد فلاح الاذان في الفجر قوله الصلاة خير من النوم مرتين لما روي ان بلالا جاء الى النبي صلى الله عليه وسلم

بعد حی علی الفلاح کی الصلوۃ خیر من النوم دو بار زیادہ کہے اس واسطے کہ روایت ہے کہ بلال نبی علیہ السلام کی پاس آیا

فوجده نائما فقال الصلاة خير من النوم فقال النبي عليه السلام ما احسن هذا اجعله في اذانك وانما خص

تو آپ کو سوتے پایا پس بلال نے کہا الصلوۃ خیر من النوم پس نبی علیہ السلام نے فرمایا کیا خوب بات ہے اسکو اپنی اذان میں داخل کر لے اور خصوصیت

الفجر به لانه وقت نوم وغفلة فاحتيج الى زيادة الاعلام والاقامة مثل الاذان الا انه يزيد بعد فلاحها قوله

فجر کی اس لیے ہے کہ وہ نیند اور غفلت کا وقت ہوتا ہے سو اس وقت زیادہ خبر کرنے کی حاجت ہے اور تکبیر مثل اذان کی ہے مگر اتنا فرق ہے کہ تکبیر میں بعد حی علی الفلاح کی اتنا لفظ

قد قامت الصلاة مرتين ويترسل في الاذان ويحدر في الاقامة لما روي انه عليه السلام قال لبلال اذا اذنت

قد قامت الصلوۃ یعنی قائم ہوئی نماز دو بار کہے اور اذان میں ٹھہر ٹھہر کر کہے اور تکبیر میں شتاب شتاب کہے کیونکہ روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے بلال سے فرمایا جب تو اذان پڑھے

فترسل واذا اقمت فاحدر والترسل ان يفصل بين كلمات الاذان بسكتة والحدر ان يوصل بين كلمات

تو ٹھہر ٹھہر کر اور جب تکبیر کہے تو جلدی کر اور ترسل یہ ہے کہ اذان کی کلمات میں ایک ایک سکتہ کا فرق کیا جاوے اور حدر یہ ہے کہ تکبیر کی کلمات کو جلد جلد ملایا جاوے

الاقامة بسرعة ويترك الاعراب فيهما لما روي عن ابراهيم النخعي انه قال شيئان مجزومان كانوا لا يعربونهما الاذان

اور اعراب یعنی حرکات کو دونوں میں ترک کرے اس واسطے کہ ابراہیم نخعی سے روایت ہے کہ کہتا تھا دو چیزیں جزم کی ہیں پہلے لوگ انکو اعراب نہیں دیتے تھے اذان

والاقامة قال الزيلعي يعني على الوقف لكن في الاذان حقيقة وفي الاقامة ينوي الوقف قاله الهروي وعوام الناس

اور تکبیر زیلعی کہتا ہے یعنی وقف پر لیکن اذان میں وقف حقیقی ہے اور تکبیر میں وقف کی نیت کرے یہ قول ہروی کا ہے اور عوام لوگ یوں

يقولون الله اكبر الله اكبر بضم الراء الاولى وكان ابو العباس المبرد يفتحها بنقل فتحة همزة اسم الله تعالى اليها

کہتے ہیں الله اکبر الله اکبر پہلی راء کی ضمہ سے اور ابو العباس مبرد اوس پر زبر پڑھتا ہے الله کی الف کا زبر نقل کرکر اوس را کو دیتا ہے

لالتقاء الساكنين كما يفتح الميم في قوله تعالى الم الله لا اله الا هو مع ان الاصل في الحروف المقطعة الاسكان ويرتب بين

واسطے جمع ہونے دو ساکن کی جیسے میم اس آیت میں مفتوح ہوجاتا ہے باوجودیکہ اصل حروف مقطعات میں سکون ہے اور اوسکی کلمات کو ویسے ہی مرتب کہے

كلماتهما كما شرع حتى لو قدم بعضا واخر بعضا فالافضل الاعادة مراعاة للترتيب ولا يتكلم فيهما ويستقبل بهما

جیسے شروع ہوئی ہے یہاں تک کہ اگر کسیکو آگے اور کسیکو پیچھے کردے تو واسطے رعایت ترتیب کی دوہرانا بہتر ہے اور دونو کو پڑہتے ہوئے بیچ میں نبولے اور دونو کو روبقبلہ ہوکر

القبلة ويلتفت في الاذان مع ثبات قدميه في مكانه يمينا عند قوله حي على الصلوة وشمالا عند قوله حي

پڑہے اور اذان میں دونو پانوں جمائے ہوئے اپنی جگہ میں حی علی الصلاح کہتے ہوئے داہنی طرف منہہ پھیرے اور حی علی الفلاح کہتے ہوئے بائیں طرف

على الفلاح لان طرفي الاذان مناجاة ووسطه مناداة ففي المناجاة يستقبل القبلة لان احسن احوال

اسواسطے کہ اذان کی اول اور آخر میں مناجات ہے اور اوسکی بیچ میں منادات یعنی لوگوں کو پکارنا ہے سو مناجات میں روبقبلہ رہے اسواسطے کہ بہتر حال

الذاكرين استقبال القبلة وفي المنادات يلتفت الى من يناديهم لانه خطابهم فيتوجه اليهم واذا كان في

یاد الہی کرنیوالوں کا روبقبلہ رہنا ہے اور پکارنے کے وقت اوس طرف منہہ پھیرے جسکو پکارتا ہے اسلیے کہ اب اونہی کو خطاب ہے سو اودہر ہی کو منہہ پھیرے اور اگر موذن

المنارة ولم يحصل تمام الفائدة بتحويل وجهه مع ثبات قدميه في مكانه يستدير فيها ويجعل اصبعيه في اذنيه

منارہ کے اندر ہووے اور منہہ پھیرنے سے دونو پانو اپنی جگہہ پر رہتے ہوئے پورا فائدہ نہو تو اوسکے اندر گردش کرے اور اپنی دونو اونگلیاں اپنی کانوں میں کرلے

لما روي انه عليه السلام قال لبلال اجعل اصبعيك في اذنيك فانه ارفع لصوتك وان لم يجعل اصبعيه

اسواسطے کہ روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے بلال کو فرمایا اپنی دونو کانوں میں اونگلیاں دے لے اس سے تیری آواز بلند ہووے گی اور اگر وہ اونگلیاں تو نہیں دے

في اذنيه بل جعل يديه على اذنيه فحسن لما روي ان ابا محذورة ضم اصابعه

بلکہ دونو ہاتھ کانوں پر رکھ لے تو بھی بہتر ہے اسواسطے کہ روایت ہے کہ ابو محذورہ نے اپنی چاروں اونگلیاں ملا کر

الاربع ووضعها على اذنيه وعن ابي حنيفة انه قال ان جعل احدى يديه على اذنه فحسن ولا يؤذن لصلوة

کانوں پر رکھ لیں تہیں اور ابو حنیفہ سے روایت ہے کہ فرمایا اگر کوئی سا ایک ہاتھ اپنی کان پر رکھ لے تو بھی اچھا ہے اور کسی نماز کی واسطے

قبل دخول وقتها ويعيد في الوقت ان اذن قبله لان الاذان للاعلام بدخول الوقت فالاذان قبله يكون تجهيلا

وقت آنے سے پہلے اذان نکہے اور وقت ہونے کی بعد دوہرائی جاوے اگر اذان پہلے کہدی ہو اسواسطے کہ اذان وقت کی آنے کی خبر دینے کی واسطے ہے پس اذان وقت سے پہلے بہلا دینا ہے

لا اعلاما وعند ابي يوسف وهو قول الشافعي يجوز للفجر في النصف الاخير من الليل لتوارث اهل الحرمين اهل مكة و

اعلام نہیں ہے اور ابو یوسف کے نزدیک اور یہی قول شافعی کا ہے فجر کے لئے آدہی رات گذرنے کی بعد اذان جایز ہے بسبب عمل درآمد اہل حرمین اہل مکہ اور

اهل المدينة والحجة على الكل قوله عليه السلام لبلال لا تؤذن حتى يستبين لك الفجر هكذا ومد يده عرضا و

اہل مدینہ کی اور سب کی دلیل یہہ حدیث ہے جو آپ نے بلال سے فرمایا اذان مت دینا جبتک تجھکو فجر اسطور پر ظاہر نہووے پھر اپنا ہاتہ عرض میں کہینچا اور

لظهور التواني في الامور الدينية استحسن المتاخرون التثويب بين الاذان والاقامة في الصلوات كلها سوى المغرب

امور دینی میں سستی سو ظاہر ہونے لگی ہے تو متاخرین علماء نے تثویب کو درمیان اذان اور تکبیر کی بجز مغرب کی تمام نمازوں میں پسند کیا ہے

وهو العود الى الاعلام بعد الاعلام بحسب ما تعارفه كل قوم لانه مبالغة في الاعلام فلا يحصل ذلك الا بما تعارفوه

اور تثویب دوبارہ آگاہ کرنا ایک دفعہ آگاہ کرکے موافق تعارف ہریک قوم کے اسواسطے کہ تثویب اعلام میں مبالغہ ہوتا ہے بیعن تعارف قوم کے نہیں ہوسکتا

وابو یوسف خص به من له زیادة اشتغال بامور المسلمین کالامیر والقاضی والمفتی لانهم لا یعرفون وقت

اور امام ابو یوسف ... مگر خاص کرتی ہیں اوس شخص کی واسطی جسکو مسلمانوں کی کاروبار میں لگا رہنا ہو جیسے امیر حاکم اور قاضی اور مفتی اسلئی کہ ان حضرات کو وقت

الحضور ولو حضروا کما سمعوا الاذان ولم یحضر الجماعة یحتاجون الی انتظار فتتعطل مصالح المسلمین و ینبغی

حضور کا دھیان نہیں ہوتا اور اگر یہ لوگ اذان سنتی ہی چلی آیا کریں اور جماعت جمع نہ ہو تو انتظار کرنا پڑیگا پھر مسلمانوں کی کاروبار معطل ملتوی رہینگی اور مؤذن کو لوں چاہئی

للمؤذن ان یفصل بین الاذان والاقامة ویکره وصلهما لان المقصود من الاذان اعلام الناس بدخول

کہ اذان اور اقامت کی بیچ میں کچھ درنگ کیا کری دونوں کا متصل بدون فاصلہ کی کہنا مکروہ ہی اسلئی کہ غرض تو اذان سی لوگوں کا آگاہ کرنا ہی کہ وقت نماز کا آگیا ہی

وقت الصلوة لیتهیؤا لها بالطهارة فیحضروا المسجد لاقامتها وبالوصل ینتفی هذا المقصود وطریق الفصل

تاکہ وہ نماز کی تیاری کریں وضو غسل کر کر مسجد میں نماز کی لئی آئیں اور دونو کی ملا دینی میں یہ غرض فوت ہوتی ہی اور طریق فاصلہ کا یہ ہی

ان الصلوة ان کانت مما یتطوع قبلها یفصل بینهما بصلوة سنة کانت او غیرها لما روی عن عبد الله

کہ اگر نماز ایسی ہی کہ جس سی پہلی نفلیں پڑہی جاتی ہیں تو اونکی بیچ میں نماز پڑہی لگی خواہ سنت ہو خواہ اور کچھ اسواسطی کہ روایت ہی عبد الله

بن مغفل انه علیه السلام قال بین کل اذانین صلوة ثم قال فی الثالثة لمن شاء والمراد

بن مغفل سی کہ نبی علیه السلام نی فرمایا ہر دو اذانوں کی درمیان نماز ہی پھر تیسری دفعہ میں فرمایا جو شخص پڑہنا چاہی اور مراد

بالاذانین الاذان والاقامة علی طریق التغلیب والمراد بالصلوة التطوع سواء کان سنة او غیرها من النوافل

دو اذان سی اذان اور تکبیر ہی بطور تغلیب کی اور نماز سی مراد نماز نفل ہی برابر ہی خواہ سنت ہو یا اور کوئی نفل

لا الفرض بدلیل تخییره علیه السلام فی المرة الثالثة بقوله لمن شاء وهو حسن علی الفصل بین الاذان

فرض مراد نہیں اس دلیل سی کہ نبی علیه السلام نی تیسری بار میں اختیار دیدیا اس لفظ سی لمن شاء اور یہ مضمون اذان اور تکبیر کی بیچ میں نفل پڑہنی کی ترغیب ہی

والاقامة لان الدعاء لا یرد بینهما علی ما روی عن انس انه علیه السلام قال لا یرد الدعاء بین الاذان والاقامة

اسواسطی کہ دعا اذان اور تکبیر کی بیچ میں رد نہیں ہوتی موافق روایت انس کی کہ نبی علیه السلام نی فرمایا کہ دعا درمیان اذان اور تکبیر کی رد نہیں ہی

فاذا کان الدعاء غیر مردود بینهما تکون العبادة بینهما افضل وان لم یتطوع قبلها یفصل

جب اذان اور تکبیر کی بیچ میں دعا مردود نہیں ہوتی تو عبادت اونکی بیچ میں افضل ہی اور اگر ایسی نماز ہو کہ درنگ کری تو اتنی دیر تک

بینهما بجلسة مقدارها ما یمکن فیه قراءة عشرین آیة او مقدار ما یصلی اربع رکعات لحصول المقصود

بیٹھا رہی جتنی دیر میں بیس آیتیں پڑہ سکی یا اتنی دیر تک جسمیں چار رکعت نماز پڑہ سکی کیونکہ اسمیں مقصود پورا ہوتا ہی

وان کانت الصلوة مما لا یتطوع قبلها کصلوة المغرب فعند ابی حنیفة یفصل بینهما قائما بسکتة

اور اگر وہ نماز ایسی ہی جسمیں اوس سی پہلی نفلیں نہیں پڑہی جاتیں جیسی مغرب کی نماز سو امام ابو حنیفہ کی نزدیک اذان اور تکبیر میں اتنی دیر جسکا کھڑا رہی

مقدار ما یمکن فیه من قراءة ثلث آیات قصارا او آیة طویلة وفی روایة عنه مقدار ما یخطو ثلث

جسمیں تین آیتیں چھوٹی یا ایک آیت طویل پڑہ سکی اور ایک روایت میں امام سی اتنی دیر جسمیں تین قدم چلی

خطوات ثم یقیم لان التعجیل مامور به والتاخیر مکروه فیکتفی بادنی الفصل لیکون اقرب الی التعجیل

پھر تکبیر کہی اسواسطی کہ تعجیل کا حکم ہی اور دیر لگانی مکروہ ہی سو ادنی فاصلہ کفایت کرتا ہی تاکہ تعجیل سی قریب رہی

وعندهما یفصل بینهما بجلسة خفیفة لان الفصل مکروه ولا یحصل الفصل بالسکتة لوجودها

اور صاحبین کی نزدیک اول دونوں میں تھوڑی سی نشست کا فاصلہ کری اسلئی کہ ملا دینا مکروہ ہی اور سکتہ کا کچھ فاصلہ نہیں ہی کیونکہ سکتہ تو

بین کلمات الاذان فیجلس مقدار ما یجلس الخطیب فی الخطبتین وتقضی الفائتة باذان واقامة لانهما

اذان کی کلمات میں بھی موجود ہی سو اتنی دیر بیٹھ جاوی جتنی دیر خطیب دونو خطبوں میں بیٹھتا ہی اور نماز فائتہ کی قضا کی لئی اذان اور اقامت دونو چاہیں اسلئی

سنن الصلوة لا من سنن الوقت وان كانت الفائتة واحدة لا تقضى بهما ليكون القضاء على
کہ یہ دونوں نماز کی سنتوں میں ہیں کچھ وقت کی سنتیں نہیں ہیں اور اگر نماز فائتہ ایک ہی ہو تو اذان اور تکبیر دونوں چاہیں تاکہ قضا ادا کی صورت پر
سنن الاداء وقد روى انه عليه السلام قضى صلوة الفجر غداة ليلة التعريس مع الجماعة باذان واقامة
ہو جاوے اور روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے لیلۃ التعریس کی صبح کو فجر کی نماز جماعت کے ساتھ اذان اور تکبیر سے قضا کی
وان كانت متعددة واراد قضاءها متوالية يؤذن ويقيم للاولى منها ويكون مخيرا في الباقي ان شاء
اور اگر وہ نمازیں کئی ہوں اور ایک دفعہ ہی ان کی قضا کیا چاہے تو پہلی نماز کی لئے اذان اور تکبیر دونوں کہے اور باقی نمازوں میں مختار ہے چاہے کہ
اذن واقام ليكون القضاء على حسب الاداء وان شاء اقتصر على الاقامة لما روى انه عليه السلام شغله
اذان اور تکبیر دونوں کہے تاکہ قضا ادا کی صورت پر ہو جاوے اور اگر چاہے اقامت ہی پر اکتفا کرے اسلئے کہ روایت ہے کہ نبی علیہ السلام کو مشرکوں نے
المشركون يوم الخندق عن اربع صلوات سوى الفجر فقضى الاولى مع الجماعة باذان واقامة وما سواها باقامة
جنگ خندق میں سوا فجر کے چار نمازوں کی فرصت نہ دی سو آپ نے پہلی کو مع الجماعت اذان اور تکبیر سے قضا کی اور باقی صرف تکبیر ہی سے
فقط واهل السفر في المفازة يصلونها ويكره لهم تركهما لانهما من سنن الجماعة والسفر لا يسقط الجماعة ولا يسقط
اور مسافر جنگل میں اذان اور تکبیر دونوں سے نماز پڑھیں اور ان کو دونوں کا ترک کرنا مکروہ ہے اسلئے کہ اذان اور تکبیر مطلقا جماعت کی سنتیں ہیں اور سفر سے جماعت
ما هو من سننها ولو اكتفوا بالاقامة وتركوا الاذان لا يكره لان الاذان للاعلام بدخول الوقت لحضور الغائبين
نہیں ساقط ہوتی اور جو جماعت کی سنتیں ہیں اور اگر مسافر صرف تکبیر ہی پر اکتفا کریں اور اذان نہ پڑھیں تو مکروہ نہیں ہے اسلئے کہ اذان وقت آجانے کی خبر دینی ہے تاکہ غائب لوگ
والذين هم في اشغالهم متفرقون والرفقة حاضرون وفي محل نزولهم مجتمعون ولا حاجة الى جمعهم احضارهم
حاضر ہوں اور جو اپنے کاموں میں جابجا لگے ہوئے ہیں وہ آجاویں اور رفیق سفر کے حاضر رہتے ہیں اور اپنی فرودگاہ میں جمع رہتے ہیں تو انکو جمع کرنے کی حاجت نہیں اور
واما الاقامة فهي للاعلام بالشروع في الصلوة وهم اليه محتاجون ويكره اداء المكتوبة مع الجماعة في
رہی تکبیر سو اسکا حکم کی وجہ ہے کہ نماز شروع ہو گئی اور انکو اسکی حاجت ہوتی ہے اور فرض کی جماعت بھی مسجد میں اگر
المسجد بغير اذان واقامة ولا يكره في البيوت والكروم وضياع القرية لان ما كان في المصر والقرية من الاذان
بدون اذان اور تکبیر کی مکروہ ہے اور گھروں اور باغوں میں اور گاؤں سے متصل قریہ میں مکروہ نہیں ہے اسلئے کہ شہر اور قریہ کی اذان اور تکبیر انکو کافی ہے
والاقامة يكفيهم والمقيم في المصر اذا صلى في بيته وحده ينبغي له ان يصلي باذان واقامة ليكون الاداء
اور مقیم شہر کی اندر گھر میں اکیلا نماز پڑھے تو بہتر ہے کہ اذان اور تکبیر کہہ لے تاکہ نماز جماعت کی وضع پر ادا ہو جاوے
على هيئة الجماعة وان تركهما معا لا يكره ان وحده في مسجد محلته لانه وان كان مصليا بغير اذان واقامة
اور اگر دونوں کو ترک کیا تو مکروہ نہیں ہے جس صورت میں کہ محلہ کی مسجد میں ہو اسلئے کہ یہ مصلی اگرچہ حقیقت میں بدون اذان اور تکبیر
حقيقة لكنه مصل بهما حكما لان المؤذن في المحلة نائب عن اهل المحلة في الاذان والاقامة لنصبهم اياه
کی پڑھتا ہے وہ حکما اذان اور تکبیر سے پڑھتا ہے کیونکہ محلہ کا مؤذن اذان اور تکبیر میں اہل محلہ کا نائب ہوتا ہے کیونکہ اہل محلہ نے اسکو اسی لئے مقرر کیا ہے
لذلك فيكون اداءه واقامته كاذان الكل واقامتهم ولهذا حين اراد ابن مسعود ان يصلي في بيته بعلقمة
تو سب کے اذان اور تکبیر کہنے کی حیثیت کی اذان اور تکبیر اسی واسطے جب ابن مسعود نے اپنے گھر میں نماز پڑھنے کا ارادہ کیا تھا ہمراہ علقمہ
والاسود فقيل له الا تؤذن وتقيم فقال اذان الحي يكفينا واما المسافر اذا صلى في المفازة وحده بغير اذان
و اسود کے تو کسی نے ان سے کہا اذان اور تکبیر کیوں نہیں کہتے تو ابن مسعود نے جواب دیا محلہ کی اذان ہمارے کافی ہے اور مسافر اگر جنگل میں اکیلا بدون اذان کے
واقامة يكره له ذلك لكونه مصليا بغير اذان واقامة حقيقة وحكما لان المكان الذي هو فيه ليس فيه
تکبیر کی نماز پڑھے تو اسکو مکروہ ہے اسواسطے کہ وہ حقیقۃ اور حکما بدون اذان اور تکبیر کی نماز پڑھتا ہے اسلئے کہ جس جگہ جہاں وہ ہے وہاں کوئی اور نہیں ہے

احد يؤذن ويقيم لتلك الصلوة اصلا والمصلي في المسجد ان صلى جماعة يصلي باذان واقامة ويكره له
جس نے اس نماز کے لیے اذان اور اقامت کہی ہو اور مصلی مسجد میں اگر جماعت سے نماز پڑھتا ہے تو اذان اور تکبیر کہہ کر نماز پڑھے اور اوسکو
ترك كل منهما وان صلى منفردا فحكمه حكم المصلي في بيته واما القرى فان كان فيها مسجد وكان في ذلك
دونو کا ترک کرنا مکروہ ہے اور اگر تنہا نماز پڑھتا ہے تو اوسکا حال ایسا ہے جیسے اپنے گھر میں نماز پڑھتا ہے اور گاؤں میں اگر اونمیں مسجد ہے اور اوس مسجد میں
المسجد اذان واقامة فحكم من يصلي فيه او في بيته كما مر وان لم يكن فيها مسجد كذلك فحكم المصلي فيها
اذان اور تکبیر بھی ہوتی ہے تو اوسکا حال ویسا ہی ہے جو مسجد میں نماز پڑھے یا اپنے گھر میں چنانچہ گذر چکا اور اگر اوسمیں ایسی مسجد نہیں ہے تو اوسکا حال ایسا ہے
حكم المسافر ثم ينبغي ان يعلم ان السنة في الاذان ان يكون بلا لحن ولا تغن لان المقصود منه دعوة الخلق
جیسے حال مسافر کا پھر سمجھنا چاہیے کہ طریق مسنون اذان میں یوں ہے کہ بدون لحن اور تغنی کے ہوا کرے اسلیے کہ غرض اذان سے نماز کے لیے خلقت کا بلانا ہے
الى الصلوة باعلام دخول وقتها فلا بد ان يكون على وجه يفهم السامع الفاظه حتى يظهر فائدة معنى قوله
یہہ خبر جتلا کر کہ وقت ہو گیا ہے اب ضرور ہے کہ اس وضع پر ہو وے کہ الفاظ کا سننے والا سمجھ لے تاکہ اس قول کے معنوں کا فائدہ ظاہر ہو وے کہ
حي على الصلوة حي على الفلاح فان معناهما اسرعوا الى الصلوة اسرعوا الى ما فيه نجاتكم من النار وبقاؤكم في الجنة
حی علی الصلوۃ حی علی الفلاح کیونکہ معنی انکے یہہ ہیں جلد آؤ واسطے نماز کی جلد آؤ ادہر جسمیں آگ سے تمہاری نجات ہے اور جنت میں ہمیشہ کو رہنا ہے
لكن قد غيرت هذه السنة في هذا الزمان في اكثر البلدان لان اهلها يؤذنون بانواع النغمات والالحان بحيث
لیکن اس طریق مسنون کو اس زمانہ میں اکثر شہروں میں بدل ڈالا ہے کیونکہ اکثر شہری اذان ایسی ایسی نغمات اور الحان سے پڑھتے ہیں کہ
لا يفهم ما يقولون من الفاظ الاذان ولا يسمع منهم الا اصوات ترفع وتخفض كصوت المزمار وهي على ما ذكر في الحل
یہہ نہیں سمجھ میں آتا کہ الفاظ اذان میں سے کیا کہتے ہیں اور کچھ سنی میں نہیں آتا سواے آواز کی کہ کبھی بلند ہوتی ہے اور کبھی پست جیسے آواز مزمار کی اور یہہ طرز موافق بیان مدخل کی
بدعة قبيحة احدثها بعض الامراء في مدرسة بناها ثم سرى ذلك منها الى غيرها ثم انهم لحرصهم على التغني لم يكتفوا
بدعت قبیحہ ہے اسکو بعضے میروں نے اپنے مدرسہ میں جاری کی تہی پہر یہہ وہاں سے ساری میں پہیل گئی پہر انہوں نے تغنی کی حرص کی ماری اذان کی الفاظ پر بس نکیا
بكلمات الاذان بل زادوا عليها بعض الكلمات من الصلوة والتسليم على النبي عليه السلام فان الصلوة والتسليم
بلکہ اذان پر انہوں نے بعضی اور کلمات درود اور تسلیم نبی علیہ السلام کی بڑہا لیے بیشک درود اور تسلیم کا
وان كان مشروعا بنص الكتاب والسنة وكان من اكبر العبادات واجلها لكن اتخاذها عادة في الاذان على المنارة
مشروع ہونا اگرچہ صاف کتاب اور حدیث سے ثابت ہے اور بڑی اور بہتر عبادت میں سے ہے پر اسکا اذان کی اندر منارہ کے اوپر عادت کرنا
لم يكن مشروعا اذ لم يفعلها احد من الصحابة والتابعين ولا غيرهم من ائمة الدين وليس لاحد ان يضع العبادات
مشروع نہیں ہے اسواسطے کہ یہہ کسینے نہیں کیا نہ صحابہ نے اور نہ تابعین نے اور نہ کسی اور پیشوایان دین نے اور کسیکو یہہ اختیار نہیں ہے کہ عبادت کو اور جگہہ رکہے
الا في مواضعها التي وضعها فيها الشرع ومضى عليها السلف الا ترى ان قراءة القرآن مع كونها من اعظم العبادات
سواے اوس مواضع کی جہاں اوسکو شرع نے وضع کیا ہے اور بزرگ متقدم اوسکو کرتے چلی آئے ہیں کیا نظر نہیں آتا کہ تلاوت قرآن کی باوجودیکہ عمدہ ترین عبادات ہے
لا يجوز للمكلف ان يقرأها في الركوع ولا في السجود ولا في القعدة لان كلا منها ليس محلا للتلاوة ثم انظر الى هذه
مکلف کو جایز نہیں کہ رکوع میں قرآن پڑہا کرے اور نہ سجدہ میں اور نہ قاعدہ میں اسواسطے کہ یہہ تینوں مقام تلاوت کی محل نہیں ہیں پہر اس بدعت کو دیکہہ تو
البدعة التي احدثوها في الاذان من النغمات والالحان كيف تعدت الى محرم اخر وهو انهم جعلوها في الصلوة
جو ان لوگوں نے اذان کی اندر نغمات اور الحان پیدا کیے ہیں ایک اور حرام کی طرف کیسے بڑہ گئی ہے وہ یہہ ہے کہ ان لوگوں نے نغمات کو نماز کی اندر تکبیرات انتقالات میں
حال التبليغ في الانتقالات وذلك كلام في الصلوة على طريق العمد فيبطل صلوتهم فاذا بطلت صلوتهم يسري
داخل کیا ہے اور یہہ طرز نماز کی اندر گویا عمدہ کلام ہے سو اونکی نماز باطل ہوجاتی ہے اور جب اونکی نماز باطل ہوئی تو اسے یہہ فساد

ذلك الفساد الی من یقتدی الامام بتسمیعهم التکبیر فی الافتتاح والانتقالات لان المأموم لا یجوز له الاقتداء
واقع ہو مقتدیوں میں آنا جو انکی تکبیر کہنے پر ہے اور تکبیر انتقالات سنکر اقتدا کرتی ہیں اسواسطی کہ مقتدی کا اقتدا نہیں کسی ایک کی

الا باحد اربعة اشیاء فان لم یوجد لا یوجد الاقتداء فی تلك الصلوٰة اولها وهو اعلاها ان یری افعال
چار چیزوں میں سی صحیح نہیں ہی سو اگر ان میں سی کوئی ہوگی تو اوس نماز میں اقتدا نہ ہوگا اول ان سبمیں افضل یہہ ہی کہ مقتدی امام کی افعال کو دیکہتا ہو

الامام فان تعذر فسماع اقواله فان تعذر فروية افعال المأموم فان تعذر فسماع اقواله فهؤلاء لبطلان
پہر اگر یہہ میسر ہو تو اوسکی آواز سنتا ہو پہر اگر یہہ بہی دشوار ہو تو افعال اور مقتدیوں کی دیکہتا ہو پہر اگر یہہ بہی ہو تو مقتدی کی آواز سنتا ہو سو یہہ لوگ جو انکی

صلاتهم بالنغم والالحان لا یکونوا من المأمومین وانتقال المأموم من رکن الی رکن بسماع اصواتهم من غیر
نماز سبب نغمات اور الحان کی باطل ہوگئی ہی تو مقتدی نہیں ہیں اور انتقال کرنا مقتدی کا ایک رکن سی دوسری رکن پر انکی آواز سنکر بدون

رؤية افعال الامام وسماع اقواله لا یصح صلوته وههنا مفسدة اخری وهی ان الامام اذا کبر للصلوٰة ودخل
دیکہنی افعال اور سننی اقوال امام کی اوسکی نماز کو فاسد کرتا ہی اور یہاں ایک اور مفسدہ ہی وہ یہہ ہی کہ امام جب تکبیر کہکر نماز میں داخل ہو جاتا ہی

فیها یکبرون خلفه قبل ان یدخلوا فی الصلوٰة لیسمع الناس تکبیرهم ویدخلوا فی الصلوٰة فمن احرم من الناس بتکبیرهم
تو امام کی پیچہی تکبیر کہتی ہیں اس سی پہلی کہ آپ نماز میں داخل ہوں تا کہ اور لوگ اونکی تکبیر سنکر نماز میں داخل ہو جاویں پہر جو کوئی انکی تکبیر سنکر بدون

من غیر سماع تکبیر الامام یدخل فی صلوته خلل من هذه الوجه ایضا لما تقدم ان الاقتداء لا یصح الا باحد
سنی امام کی تکبیر کی تکبیر تحریمہ کہیگا اوسکی نماز میں اس سبب سی بہی خلل داخل ہوگا اسواسطی کہ اوپر گذر چکا ہی کہ اقتدا بدون ایک کی

اربعة اشیاء وهذا لیس بواحدة منها یسر الله تعالی العمل بالسنة والاجتناب عن البدعة المجلس
چار چیزوں میں سی صحیح نہیں ہوتا اور یہہ ان چاروں میں سی کچہہ بہی نہیں ہی آسان کری اللہ تعالیٰ ہمپر آسان کرے سنت پر عمل کرنا اور بدعت سی احتساب کرنا انچاسویں مجلس

التاسع والاربعون فی بیان فضیلة الجمعة وفی تفضیل یومها علی سائر الایام
بیچ بیان جمعہ کی فضیلت کا اور جمعہ کی روز کی تفضیل تمام ایام پر

قال رسول الله صلی الله علیه وسلم خیر یوم طلعت علیه الشمس یوم الجمعة فیه خلق آدم وفیه ادخل
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نی فرمایا سب دنوں میں بہتر جس پر آفتاب چمکا ہی جمعہ کا دن ہی اسی میں آدم پیدا ہوا اور اسی دن میں

الجنة وفیه اخرج منها ولا تقوم الساعة الا فی یوم الجمعة هذا الحدیث من صحاح المصابیح رواه ابو هریرة
جنت میں داخل ہوا اور وہی روز میں جنت سی نکلا اور قیامت نہیں ہوگی سوا دن جمعہ کی یہہ حدیث مصابیح کی صحیح حدیثوں میں سی ہی ابو ہریرہ کی روایت سی

وقد بین فیه ان یوم الجمعة خیر الایام اذ فیه خلق آدم النبی علیه السلام وفیه ادخل الجنة وفیه اخرج
بیشک اسمیں یہہ بیان فرمایا کہ جمعہ کا دن سب دنوں سی بہتر ہی سو اسواسطی کہ اسی میں آدم نبی علیہ السلام پیدا ہوئی اور اسی میں جنت میں داخل ہوئی اور اسی میں جنت سی نکلی

منها فان قیل دخول آدم النبی علیه السلام الجنة خیر وحسن لکن خروجه منها کیف یکون خیرا وحسنا
سو اگر کوئی کہی آدم نبی علیہ السلام کا جنت میں داخل ہونا تو بہتر ہی اور نیک ہی ہی پر اونکا جنت میں سی نکلنا کیا اچہا اور خوب ہی

فالجواب ان خروجه منها المتضمنة للفوائد الکثیرة والمصالح یکون خیرا وحسنا لانه بواسطة خروجه
تو جواب یہہ ہی کہ اونکا جنت میں سی نکلنا جسمیں بہت سی فائدی اور خوبیاں ہوئی تو نہیں بہت خوب اور بہتر ہی اسواسطی کہ وہ جنت میں سی نکلنی

منها حصل منه علیه السلام اولاد کثیرة وتناسلوا وبعث الله تعالی من نسله علی ذریته الانبیاء وانزل فیهم
تو اونسی بہت سی اولاد پیدا ہوئی اور آگی کو نسل چلی اور اللہ تعالیٰ اونکی نسل میں سی اونکی اولاد پر نبی بہیجی اور کتابیں اوتاریں

الکتب وجعل منهم الاخیار والابرار وظهر منهم عبادات مرضیة وطاعات مرعیة وهذا کله خیر کثیر
اور ان میں سی صلحاء اور ابرار پیدا کئی اور اونسی عبادات پسندیدہ اور طاعات مرغوب عمل میں آئیں یہہ تمام خیر کثیر ہی

بالنسبة الى خروجه من الجنة فعلى هذا يكون يوم الجمعة خير الايام وقد عظم الله تعالى به دين الاسلام
جو سبب کی نکلنے کی ہی جنت سے پس اسکی موافق جمعہ کا دن سب دنوں میں بہتر ہے اور بیشک الله تعالی نے اس دن سے اسلام کو عظمت دی
وخصه المسلمين من بين الايام لما روي عن ابي هريرة انه عليه الصلوة والسلام قال هذا يومهم الذي
اور تمام دنوں میں سے مسلمانوں کے لیے خاص کیا کیونکہ ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ نبی علیہ الصلوة والسلام نے فرمایا یہ وہ دن ہے
فرض عليهم واختلفوا فيه فهدانا الله له والناس لنا تبع اليهود غدا والنصارى بعد غد يعني انه تعالى
جو الله تعالی نے دوسروں پر فرض کیا تھا انہوں نے اس میں اختلاف کیا سو الله تعالی نے اسکی ہمکو ہدایت کی اور لوگ ہمارے پیرو ہیں یہود کل اور نصاری پرسوں یعنی الله تعالی نے
فرض عبادة ان يجتمعوا في يوم الجمعة ويعظموه بالطاعة ولم يعينه لهم بل امرهم ان يعينوه باجتهادهم
کہ الله تعالی نے بندوں کو یہ فرمایا کہ جمعہ کے دن جمع ہوا کریں اور طاعت سے اسکی تعظیم کریں اور ان میں مقرر کر دیا بلکہ ان کو حکم تھا کہ اپنی عقل سے معین کریں
فاختلفوا فيه فقالت اليهود هو يوم السبت لانه تعالى فرغ في هذا اليوم من خلق المخلوقات ونحن نفرغ
سو دونوں نے اس میں اختلاف کیا یہود تو کہنے لگے کہ وہ ہفتہ کا روز ہے اسواسطے کہ الله تعالی ہفتہ کے دن تمام مخلوقات کو پیدا کرکے فارغ ہوا ہے
فيه من الاشغال الدنيوية ونشتغل بالعبادة وقالت النصارى هو يوم الاحد لانه تعالى ابتدأ في
سو ہم بھی دنیا کے کاروبار چھوڑ کر عبادت میں مشغول رہیں اور نصاری کہنے لگے وہ اتوار کا دن ہے اسواسطے کہ الله تعالی نے اس دن میں
هذا اليوم بخلق المخلوقات فهو اولى بالتعظيم فهدى الله تعالى هذه الامة ووفقهم باصابة الحق
مخلوقات کا پیدا کرنا شروع کیا تھا تو یہی دن تعظیم کے لائق ہے پھر الله تعالی نے اس امت کو ہدایت کی اور ٹھیک بات کی توفیق دی یہاں تک
فعينوه وقالوا ان الله تعالى اوجد في سائر الايام ما ينتفع به الانسان وفي يوم الجمعة اوجد نفس الانسان
کہ جمعہ مقرر کر لیا اور دلیل یہ ہے کہ الله تعالی نے تمام ایام میں وہ چیزیں پیدا کیں جس میں انسان کی منفعت ہے اور جمعہ کے دن انسان کو پیدا کیا
والشكر على نعمة الوجود اهم واقدم وقد بين الله تعالى كيفية الشكر في هذا اليوم فقال اذا نودي للصلوة
اور شکر کرنا نعمت وجود کا سب سے زیادہ ضروری اور مقدم ہے اور الله تعالی نے اس دن میں شکر کی کیفیت بیان کی فرمایا جب اذان ہو
من يوم الجمعة فاسعوا الى ذكر الله وذروا البيع فانه تعالى امر اولا بالسعي الى الجمعة ثم امر بترك الاشتغال
دن جمعہ کے تو دوڑو الله کی یاد کو اور چھوڑ دو بیچنا سو الله تعالی نے اول واسطے سعی کی طرف جمعہ کی امر فرمایا پھر شغل ترک کرنے کا
بالامور الدنيوية الصارفة عن السعي الى الجمعة وقد روي عن عبد الله بن عمر انه عليه السلام
دنیاوی جو جمعہ کی طرف جانے سے روکنے والی ہوں حکم کیا عبد الله بن عمر سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا
قال لينتهين اقوام عن تركهم الجمعة او ليختمن الله على قلوبهم ثم ليكونن من الغافلين فانه عليه السلام
البتہ باز رہیں لوگ جمعہ ترک کرنے سے یا البتہ الله تعالی انکے دلوں پر مہر لگا دیگا پھر وہ بیشک غافل ہو جاویں گے اسواسطے کہ نبی علیہ السلام نے
بين في هذا الحديث ان احد الامرين كائن لا محالة اما الانتهاء عن تركهم الجمعة او ختم الله على قلوبهم
اس حدیث میں بیان فرمایا کہ دو باتوں میں سے ایک بالضرور ہونے والی ہے یا جمعہ ترک کرنے سے باز رہیں یا انکے دلوں پر الله کا مہر لگانا
ثم ليكونن من الغافلين لان العبد اذا ترك امرا من اوامر الله تعالى مرة يحصل في قلبه نكتة سوداء
پھر ہو جاویں گے وہ غافلوں میں سے اسواسطے کہ آدمی جب کوئی حکم الله کے حکموں میں سے ایک بار ترک کرتا ہے تو اسکے دل میں ایک داغ سیاہ پیدا ہو جاتا ہے
واذا ترك مرة اخرى يحصل في قلبه نكتة سوداء اخرى ثم كذلك حتى يسود قلبه واذا اسود قلبه تغلب
اور جب اسی دوبارہ ترک کیا تو اسمیں دوسرا داغ سیاہ پڑ جاتا ہے پھر اسی طور پر جب سارا دل سیاہ ہو جاتا ہے پھر جب ان تمام سیاہ ہو گیا
عليه الغفلة وينسى الموت ويكون من اهل الفسوق وينهمك في الفسوق والفجور وان تاب وانتهى عن ترك
تو اس پر غفلت چھا جاتی ہے اور موت کو بھول جاتا ہے اور گنہگاروں میں ہو جاتا ہے اور فسق و فجور میں کمبخت پھنسا رہتا ہے پھر اگر توبہ کی اور جمعہ ترک کرنے سے باز آیا

ما امر به تزول تلك النكتة عن قلبه نكتة نكتة فيعرض عن ارتكاب المنهيات ويشتغل باداء المامور
تو وہ داغ اوسکی دل پر سی ایک ایک دور ہوتی گناہ ہی پھر گناہ کرنی سی پرہیز کرتا ہی اوراداء مامورات میں مشغول ہوتا ہی
التي من جملتها صلوة الجمعة فانها فرض ثبت فرضيتها بالكتاب والسنة واجماع الامة اما الكتاب
جنمین جمعہ کی نماز بھی داخل ہی بیشک یہہ فرض ہی اسکی فرضیت قرآن اور حدیث اوراجماع امت سی ثابت ہی قرآن تو
فقوله تعالى يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ مِن يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ فانه تعالى
یہہ آیت ہی ای ایمان والو جب اذان ہو نماز کی دن جمعہ کی تو دوڑو اللہ کی یادکو بیشک اللہ تعالی نی
امر في هذه الاية بالسعي الى ذكر الله تعالى والامر للوجوب والمراد بذكر الله تعالى الخطبة وهي شرط لجواز
اس آیت میں یہہ امر کیا کہ طرف ذکر الہی کی جلد جاؤ اور امر واسطی وجوب کی ہوتا ہی اور ذکر الہی سی مراد خطبہ ہی اور خطبہ نماز جمعہ کی لئی
صلوة الجمعة فاذا كان السعي الى الخطبة التي هي شرط لجواز صلوة الجمعة واجبا فيكون السعي الى ما هو
صحت کی شرط ہی پھر جب سی خطبہ کی لئی جو نماز جمعہ کی صحت کی واسطی شرط ہی واجب ہوئی تو سعی واسطی مقصود اصلی کی
المقصود الاصلي وهو صلوة اولى واحرى ثم انه تعالى لتاكيد هذا الجواز امر بترك البيع المباح فقال
کہ وہ نماز جمعہ ہی بطریق اولی واجب بلکہ ضروری تر ہوگی پھر اللہ تعالی نی واسطی تاکید اس جواز کی واسطی ترک بیع مباح کی امر کیا فرمایا
وذروا البيع لان ذلك لا يكون الا لامر واجب واما السنة فقوله عليه الصلوة والسلام اعلموا ان الله
اور ترک کرو بیع کو اسواسطی کہ ایسا حکم بدون امر واجب کی نہیں ہوسکتا اور حدیث یہہ ہی قول علیہ الصلوۃ والسلام کا جان لو کہ اللہ تعالی نی
كتب عليكم الجمعة في يومي هذا في شهري هذا في مقامي هذا فمن تركها تهاونا بها واستخفافا
تمپر جمعہ فرض کیا ہی آج اس مہینہ میں اس مقام میں پھر جسنی اسکو ترک کیا حقیر جانکر اور اوسکا حق ہلکا سمجھکر
بحقها وله امام جائر او عادل الا فلا جمع الله شمله الا فلا صلوة له الا فلا زكوة له الا فلا صوم له الا
اور حال یہہ ہی کہ اوسکا امام ہی جائر یا عادل ہو خبردار جمع نہ کریو اللہ اوسکی پریشانی خبردار نہیں ہی اوسکی نماز خبردار نہیں ہی اوسکی زکوۃ خبردار نہیں ہی روزہ اوسکا مگر
ان يتوب فمن تاب تاب الله عليه واما الاجماع فلان الامة قد اجتمعت من لدن رسول الله صلى الله عليه وسلم
اگر توبہ کر لی پھر جسنی توبہ کی اللہ تعالی اوسکی توبہ قبول کرتا ہی اور اجماع امت یہہ ہی کہ تمام امت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عہد سی
الى يومنا هذا على فرضيتها ولم يختلفوا فيها وانما اختلفوا في اصل الفرض هل هو الظهر ام الجمعة واياما
آج تک جمعہ کی فرضیت پر متفق ہی کسیکو اسمیں اختلاف نہیں ہی اور اختلاف ہی تو اصل فرض میں ہی کہ آیا ظہر ہی یا جمعہ ہی اور بہر صورت
كان يسقط الفرض باداء احدهما ولها شروط زائدة على شروط سائر الصلوات وهي اثنا عشر شرطا ستة منها
دونوں میں سی ہر ایک کی ادا کرنی سی فرض ذمہ سی ساقط ہوجاتا ہی اور اوسکی لئی سی شرطین تمام نمازوں کی شرطوں سی زیادہ ہین اور وہ بارہ شرطین ہین چہہ شرطین تو
في المصلي وهي شروط لوجوب صلوة الجمعة لا لادائها ولا لصحتها الاول الذكورة فلا تجب على المراة والثاني
مصلی میں ہین یہہ شرطین تو نماز جمعہ کی وجوب کی ہین یہہ شرطین ادا اور صحت کی نہین ہین پہلی مصلی کا مرد ہونا سو عورت پر واجب نہیں ہی دوسری
الاقامة فلا تجب على المسافر وكل من وجد يوم الجمعة خارج المصر فهو في حكم المسافر والثالث الحرية
مقیم ہونا پس مسافر پر واجب نہیں ہی اور جسکو جمعہ کا دن مصر سی باہر ہو جاوی پس وہ مسافر کی حکم میں ہی تیسری آزادی
فلا تجب على العبد اتفاقا واختلف في المكاتب والماذون والعبد الذي حضر باب الجامع ليحفظ دابة مولاه
سو غلام پر کسیکی نزدیک واجب نہیں ہی اور مکاتب اور ماذون کی باب میں اور اوس غلام کی حق میں جو جامع مسجد کی دروازہ پر میاں کا گھوڑا پکڑی کھڑا ہو
والرابع الصحة فلا تجب على المريض اذا خاف زيادة المرض او بطوء البرء بالذهاب اليها ومثله الشيخ الكبير
چوتھی صحیح وسالم ہونا سو بیمار پر واجب نہیں اگر جمعہ میں جانی سی بیماری بڑھیگا یا دیر میں اچھا ہونیکا خوف ہو اور ایسی ہی پیر فرتوت

لضعيف

الضعف عن السعي والخامس سلامة العينين فلا تجب على الاعمى عند ابي حنيفة وعندهما تجب ان وجد

چلنے میں ناتوان پانچویں آنکھوں والا ہونا پس اندھے پر امام ابو حنیفہ کی نزدیک واجب نہیں اور صاحبین کی نزدیک واجب ہے اگر

قائدا والسادس سلامة الرجلين فلا تجب على المقعد وان وجد من يحمله الى الجمعة والمريض كالمريض على الاصح

ایسا کوئی پاوے جو لے جاوے چھٹی دونوں پاؤں کی سلامتی پس لنگڑے پر واجب نہیں اگرچہ ایسا شخص میسر آوے کہ جو اسکو جمعہ میں لیجاوے اور تیماردار صحیح قول پر مثل بیمار کے ہے

ان بقي المريض ضائعا والتمريض من جملة الاعذار المبيحة للتخلف عن الجمعة وكذا الخوف من ظالم ونحوه و

اگر مریض ضائع ہو جاوے اور بیمار داری ان عذروں میں ہے جن سے جمعہ میں نہ جانا مباح ہو جاتا ہے ایسے ہی ظالم وغیرہ کا خوف

المطر والثلج والوحل ونحوها فهؤلاء الذين لم يستكملوا الشرائط لا تجب عليهم الجمعة لكنهم لو حضروها

اور مینہ اور برف اور کیچڑ وغیرہ پس یہ لوگ جن میں یہ شرطیں پوری نہیں ان پر جمعہ واجب نہیں ہے لیکن یہ لوگ اگر جمعہ میں چلے جاویں

وصلوها يجزيهم عن فرض الوقت وشرط صحتها في غير المصلي وهي شروط لادائها وصحتها الاول

اور پڑھ لیں تو وقتی فرض انسے ادا ہو جاتا ہے اور چھ شرطیں سوائے مصلی کی ہیں اور یہ شرطیں ادا کی اور صحت کی ہیں پہلی

المصر فلا يجوز ادائها في المفازة والقرى لكن ان صليت في القرية وكتب بها للرمك ان يحضرها ويعمل بالقول

شہر کا ہونا پس جمعہ کا ادا کرنا جنگل اور گاؤں میں جائز نہیں ہے لیکن اگر گاؤں کے اندر جمعہ پڑھنے لگیں اور تو وہاں موجود ہو تو تجھکو جمعہ میں جانا اور عمل کی

على انه اتباعك وما يسبق الى القلوب انكاره وان كان عندك عذر فليس كل سامع تكشف تطرق ان يسمعه على عذر

قول پر عمل کرنا لازم ہے بچنا ایسی بات سے جس سے لوگوں کی دلوں میں انکار کا پیدا ہو اگرچہ تجھکو عذر حاصل ہو کیونکہ ہر ایک سامع سے ایسا نہیں ہے کہ تو اسکو سنا عذر سناکے

وقد جاء في الحديث انه عليه السلام قال من كان يؤمن بالله واليوم الاخر فلا يقعد مواقع التهم واختلفوا

اور حدیث میں آیا ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا جو شخص خدا پر اور قیامت کی دن پر ایمان لایا ہے وہ تہمت کی جگہ پر نہ بیٹھا کرے اور مصر کی

في تفسير المصر والصحيح انه الموضع الذي يكون فيه سوق وسكك وسواق وامير وقاض ينفذ الاحكام

تعریف میں اختلاف ہے اور صحیح یہ ہے کہ مصر ایسا موضع ہے جسمیں کوچے ہوں اور کوچے اور بازار ہوں اور حاکم اور قاضی جو احکام جاری

ويقيم الحدود وليس من شرط ادائها المسجد الجامع فيجوز ادائها في فناء المصر وهو ما اتصل به معدا لمصالحه

اور حدود قائم کرے اور شرط ادا میں مسجد جامع کا ہونا داخل نہیں ہے اس واسطے کہ فنائے مصر میں بھی جمعہ جائز ہے اور فناء وہ ہے جو متصل مصر کی واسطے مصالح کی

كركض الخيل وجمع العسكر ودفن الموتى وصلوة الجنازة ونحوها ويجوز للخليفة وامير الحجاج اقامتها

رکھا چھوڑا ہو جیسے گھوڑ دوڑ کا میدان اور لشکر کا جمع کرنا اور مردوں کا دفنانا اور جنازہ کی نماز پڑھنے اور مانند اسکی اور خلیفہ اور امیر حاج کو جمعہ قائم کرنا منی میں موسم کی

في الموسم لانها تكون مصرا في ايام الموسم لاجتماع شرائط المصر فيها من الامير والقاضي والابنية والاسواق

دنوں میں جائز ہے کہ منی موسم کی دنوں میں مصر کی ہو جاتی ہے اس واسطے کہ تمام شرطیں مصر کی اوسمیں جمع ہو جاتی ہیں امیر قاضی اور مکانات اور بازار

الا انها لا تبقى مصرا بعد انقضاء الموسم وبقاءها مصرا ليس بشرط ولا يجوز اقامتها بعرفات لانها ليست

الا اتنا ہے کہ موسم کی گذرنے کی بعد مصر باقی نہیں رہتی اور باقی رہنا مصر کا کچھ شرط نہیں ہے اور عرفات میں جمعہ قائم کرنا جائز نہیں اس واسطے کہ عرفات نہ تو

بمصر ولا من فنائه بل هو فضاء ومفازة وفي ظاهر الرواية عن ابي حنيفة لا يجوز اقامتها في المصر الا في موضع

مصر ہی اور نہ فنا مصر بلکہ وہ ایک میدان اور جنگل ہے اور ظاہر روایت میں امام ابو حنیفہ سے ہے کہ جمعہ قائم کرنا مصر میں سوا ایک مسجد کی

واحد فان اديت في موضعين او اكثر فالجمعة للاولى تحريمة وقيل فراغا وقيل فيهما جميعا وان لم يعلم

جائز نہیں ہے پھر اگر دو جگہ یا دو جگہ سے زیادہ میں جمعہ ادا ہوا تو جمعہ ان لوگوں کا ہے جنہوں نے پہلے تحریمہ باندھی اور بعضے کہتے ہیں جو پہلے فارغ ہو گئے اور بعضے کہتے ہیں دونوں میں اور اگر پہلے

ايهما الاول تبطل صلوة الكل في رواية عنه وهو قول محمد يجوز اقامته في مواضع متعددة وفي رواية

معلوم نہ ہو کہ کون ہے تو سب کی نماز باطل ہے ایک روایت میں ابو حنیفہ سے اور یہی قول امام محمد کا ہے کہ قائم کرنا جمعہ کا کئی جگہ جائز ہے اور امام ابو یوسف کی روایت

ابی یوسف لا یجوز اقامتها فی موضعین الا اذا کان بینهما نهر عظیم کدجلة فی بغداد وفی روایة عنه لا یجوز
میں دو جگہ جمعہ کا ادا کرنا جائز نہیں مگر ایسی دو جگہ کہ دونوں کے بیچ میں بڑی نہر حائل ہو جیسی بغداد میں دجلہ اور ایک روایت میں ابو یوسف کی

اقامتها اذا کان علیه جسر حتی روی عنه انه کان یامر یوم الجمعة برفع الجسر وقت الصلوة لیکون
قایم کرنا جمعہ کا جایز نہیں اگر اوس نہر پر پل ہو یہاں تک کہ روایت ہی کہ امام ابو یوسف جمعہ کی دن نہر کی پل وقت نماز اوٹھوا دیتی تھی تاکہ وہ جگہ

کمصرین فی کل موضع دفع الاشتباه فی صحة الجمعة لتعددها ولوقوع الشك فی المصر اذا اتفق بها اهله ینبغی لهم
دو شہر کی ہو جاوی . جس جگہ صحت جمعہ میں بسبب تعدد کی یا بسبب مصر کی مشکوک ہونی کی یہ شبہ پڑی کہ اگر ہو ایسی تو چاہیے وہاں کی لوگ جمعہ پڑھکے

ان یصلوا بعدها اربع رکعات قائلا کل واحد منهم نویت ان اصلی اخر ظهر ادرکت وقته ولم اصله
تو اوسکو سزاوار ہی کہ بعد اوسکی چار رکعت ادا الگ الگ پڑھیں ہر یک نیت کی وقت یہہ کہی نیت کرتا ہوں کہ ادا کروں پچھلی ظہر جسکا میں نی وقت پایا ہو اب تک پڑھی

بعد واصل هذا علی ما ذکر فی القنیة ان اهل مرو لما ابتلوا باقامة الجمعتین فیها مع اختلاف العلماء فی
نہیں اور اسکی اصل موافق بیان قنیہ کی یہہ ہی کہ مرو کی لوگ جب مرو میں دو جگہ جمعہ پڑھنی لگی باوجود کہ علما میں دو جمعہ کی جواز میں اختلاف تہا

جوازهما امرهم ائمتهم باداء کل واحد منهم اربع رکعات بهذه النیة حتما احتیاطا لان الجمعة التی صلاها
تو اونکو اونکی پیشوا اون نی فتوی دیا کہ ہر یک احتیاط کی واسطے چار چار رکعت اس نیت سی ضرور پڑھا کری کیونکہ یہہ جمعہ جو اوسنی ادا کیا

ان لم یجز یخرج عن عهدة فرض الوقت بیقین وان جازت فان کان علیها ظهر فائتة یسقط عنه ذلك
اگر جایز نہیں ہوا تو فرض وقتی کی ذمہ سی یقینا پاک ہو جاویگا اور اگر جمعہ جایز ہو گیا تو پھر اگر اوسکی ذمہ کوئی ظہر فائتہ ہو گی تو اب وہ فائتہ ادا ہو جاویگی

الفائتة وان لم یکن علیه ظهر فائتة تکون تلك الاربع نفلا فلاحتمال کونها نفلا لابد ان یقرأ فی الاخریین
اور اگر اوسکی ذمہ ظہر فائتہ نہیں ہی تو یہہ چاروں رکعت نفل ہو جاوینگی سو اس احتمال کی لئی کہ شاید نفل ہوں ضرور ہی کہ پچھلی دونوں رکعت میں

بعد الفاتحة سورة لانها ان وقعت فرضا فقراءة السورة لا تضر وان وقعت نفلا فقراءة السورة واجبة والثانی
بعد سورہ فاتحہ کی کوئی سورۃ پڑھی اسواسطی کہ اگر وہ فرض ہوئیں تو سورۃ کی پڑھنی میں کچھ نقصان نہیں ہی اور اگر وہ رکعتیں نفل ہوئیں تو سورۃ کا پڑھنا واجب ہی اور دوسری

من الشروط التی فی غیر المصلی السلطان ونائبه والمتغلب الذی لا منشور له من السلطان یجوز له اقامة
شرط جو غیر مصلی میں ہو سلطان کا یا اوسکی نائب کا ہونا اور جو متغلب کہ سند سلطانی نہیں رکھتا اوسکو قایم کرنا جمعہ کا جایز ہی

الجمعة اذا کان سیرته فی رعیة سیرة الامراء وکان یحکم بینهم بحکم الولایة اذ بذلك یثبت السلطنة
اگر اوسکا معاملہ رعیت سی بطور امراء کی ہو اور رعیت پر حکومت حاکموں کی طور پر کرتا ہو اسواسطی کہ اس سی سلطنت ثابت ہو جاتی ہی

فیتحقق الشرط وللمامور بالجمعة ان یستخلف وان لم یؤذن له فی الاستخلاف ولا فرق فی ذلك بین وجود
پھر شرط موجود ہو جاتی ہی اور جو شخص جمعہ کی لئی مامور ہیں جیسی قاضی وغیرہ اختیار رکھتی ہیں کہ اپنا خلیفہ کر دیں اگرچہ اوسکو خلیفہ کرنی کی اجازت نہو اور اس بات میں کچھ

العذر وعدم وجوده ولا بین الخطبة والصلوة والاذان فی الخطبة اذان فی الصلوة وبالعکس ولیس
نہیں خواہ کچھ عذر ہو یا عذر نہو اور نہ کچھ فرق خطبہ کا ہی اور نہ نماز کا اور خطبہ کی اذان بعینہ نماز کی اذان ہی اور بالعکس اور

للقاضی ان یصلی الجمعة بالناس اذا لم یؤمر بها وکذا صاحب الشرطة لیس له ان یصلیها بهم فان مات
قاضی کو اختیار نہیں کہ لوگوں کو جمعہ پڑھاوی اگر اوسکو سلطان کا حکم نہیں ہی اور ایسا ہی محتسب کو جایز نہیں کہ لوگوں کو جمعہ پڑھاوی اور اگر حاکم شہر کا مر جاوی

والی المصر فقبل اتیان وال اخر لو صلی بهم خلیفته او القاضی او صاحب الشرط یجوز لان امر العامة فوض
تو دوسری حاکم کی مقرر ہونی سی پہلی اگر لوگوں کو خلیفہ یعنی نائب یا قاضی یا محتسب جمعہ پڑھا دی تو جایز ہی اسلئی کہ انتظام عوام کا اونکو سپرد ہی

الیهم وان لم یکن احد من هؤلاء فاجتمع الناس علی احد فصلی بهم یجوز ومع وجود احد منهم لا یجوز
اور اگر انہیں سی کوئی موجود نہو اور لوگوں نی جمع ہو کر ایک کو امام کر لیا اور اوسنی جمعہ پڑھا دیا تو بھی جایز ہی اور اگر انہیں سی کوئی موجود ہو لیکن اوسکی

٨

الا باذنه ولو شرع المامور بها فیها ثم حضر اخر مکانه مضی علیها ولو حضر قبل شروعه لا یصح شروعه
بدون اوسکی اذن کی جایز نہین اور اگر قاضی وغیرہ جسکو جمعہ پڑہانیکی اجازت تہی نماز شروع کرچکا مو پہر اوسکی جگہہ پر دوسرا مقرر ہوکر آگیا تو اوسکو پڑہنی دی اور آگر نماز شروع کرنی سی
والثالث من تلك الشروط الوقت وهو وقت الظهر فلا یجوز قبل الزوال ولا بعد دخول العصر وقت
پہلی آگیا تو شروع کرنا صحیح نہین اور تیسری شرط اون شرطون مین سی وقت کا ہونا اور وہ وقت ظہر کا ہی سو دوپہر ڈہلنی سی پہلی جایز نہین اور نہ بعد آجانی وقت عصر کی اور اگر
خرج الوقت وهو فیها یستأنف الظهر ولا یبنیه علیها لاختلافهما کمیة وشروطا والرابع من تلك
نماز ہی کی اندر وقت ہوچکا تو از سر نو ظہر کو پڑہی اوسیکو بڑہا کر ظہر نہ کرلی کیونکہ جمعہ اور ظہر مقدار اور شرطون مین مختلف ہین اور چوتہی شرط اون
الشروط الخطبة ولها شروط ورکن وواجب وسنة اما شرطها فکونها فی الوقت حتی لو خطب
شرطون مین سی خطبہ ہی اور خطبہ کی بہی شرط اور رکن اور واجب اور سنت ہین خطبہ کی شرط تو یہہ ہی کہ وقت کی اندر ہو وی یہان تک کہ اگر پیش از وقت
قبله لا تصح وکونها بحضرة الجماعة حتی لو خطب وحده ثم حضر الجماعة لا تصح وکونها جهرا
خطبہ پڑہیگا تو صحیح نہین اور جماعت کی سامنی چاہی یہان تک کہ اگر خطبہ تنہا پڑہیگا اور پہر جماعت جمع ہوگی تو صحیح نہین ہی اور اتنا پکار کر پڑہنا چاہی
بحیث یسمعها من یکون عنده اذا لم یکن مانع واما رکنها فمطلق ذکر الله تعالی بنیتها حتی لو قال
کہ جو اوسکی پاس موجود ہون سب سنلین اگر کچہہ مانع نہو اور خطبہ کا رکن مطلق ذکر اللہ تعالی کا خطبہ کی نیت سی ہی یہان تک کہ اگر خطیب نی
الحمد لله او سبحان الله او لا اله الا الله علی قصد الخطبة یجزئ عند ابی حنیفة اما لو قال لعطاس
الحمد للہ یا سبحان اللہ یا لا الہ الا اللہ خطبہ کی نیت سی کہا تو امام ابو حنیفہ کی نزدیک کافی ہی ہان اگر چہینک کر
او تعجب فلا یجزئ وعندهما لا بد من ذکر طویل یسمی خطبة وهو مقدار ثلث آیات وقیل مقدار التشهد
یا تعجب سی کہیگا تو کافی نہین ہی اور صاحبین کی نزدیک اتنا ذکر دراز ضروری ہی جسکو خطبہ کہہ سکین اور وہ تین آیتون کی برابر ہو اور کوئی کہتا ہی کہ تشہد کی برابر ہو
من قوله التحیات لله الی قوله عبده ورسوله لان الخطبة واجبة بالاجماع والتحمیدة الواحدة
لفظ التحیات للہ سی عبدہ ورسولہ تک اسواسطی کہ خطبہ متفق علیہ واجب ہی اور الحمد للہ ایکبار
والتسبیحة الواحدة والتهلیلة الواحدة لا تسمی خطبة واما واجبها فالطهارة والقیام وستر
اور سبحان اللہ ایک بار اور لا الہ الا اللہ ایک بار خطبہ نہین کہلاتا اور خطبہ کی واجبات باوضوء ہونا اور کہڑی رہنی اور عورت کا
العورة واما سننها فکونها خطبتین بجلسة بینهما یشتمل کل منهما علی الحمد والتشهد والصلوة علی
ڈہانپنا اور خطبہ کی سنت دو خطبون کا ہونا بیچ مین ایک جلسہ کی فرق سی اور دونو مین حمد اور تشہد اور درود
النبی صلی الله علیه وسلم والاولی علی تلاوة آیة والوعظ والثانیة علی الدعاء للمؤمنین والمؤمنات
نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ہو اور پہلی خطبہ مین تلاوت آیت کی اور پند ہو اور دوسری مین مسلمان مرد اور عورتون کی حق مین
بدل الوعظ والخامس من تلك الشروط الجماعة واقلهم ثلثة سوی الامام ویشترط کونهم رجالا عاقلین
بدلہ پند کی دعا ہو اور پانچوین شرط اون شرطون مین سی جماعت ہی کم سی کم تین آدمی سوا امام کی ہون بشرطیکہ تینون مرد عاقل بالغ ہون
بالغین فلا ینعقد بالنساء والصبیان والمجانین ولا یشترط کونهم احرارا ومقیمین فتنعقد بالعبید
پس جماعت نری عورتون اور بچون اور دیوانون سی نہین ہوگی اور یہہ شرط نہین ہی کہ آزاد یا مقیم ہون پس جماعت نری غلامون
والمسافرین ویشترط بقاؤهم الی السجدة الاولی عند ابی حنیفة فلو نفروا قبلها او نقصوا عن ثلثة
اور مسافرون سی ہوجاویگی اور امام ابو حنیفہ کی نزدیک یہہ شرط ہی کہ پہلی سجدہ تک سب موجود رہین پس اگر پہلی سجدہ سی پہلی بہاگ گئی یا تین سی کم رہ گئی
یستقبل الظهر وعندهما لو نفروا بعد التحریمة یتم الجمعة والسادس من تلك الشروط الاذن العام
تو ظہر ادا کری اور صاحبین کی نزدیک اگر بعد تکبیر تحریمہ کی چلی جاوین تو جمعہ پورا کرلی اور چہٹی شرط اون شرطون مین سی اذن عام ہی

وهو ان يفتح باب الجامع ويؤذن للناس حتى لو اجتمع في الجامع واغلقوا بابه وصلوا فيه الجمعة لا

اسطور پر کہ مسجد جامع کا دروازہ کہل جاوے اور لوگون کو آنے کی اجازت ملی یہان تک کہ اگر مسجد مین جمع ہوکر پہر دروازہ اوسکا بند کردین اور جمعہ کی نماز مسجد مین پڑہلین

يجوز وكذا السلطان لو اغلق باب قصره وصلى فيه بجنبه لا يجوز لانها من شعائر الاسلام وخصائص

توجائز نہین ہی اور ایسی ہی سلطان اگر اپنی محل کا دروازہ بند کرکر اپنی فوج کی ہمراہ جمعہ کی نماز پڑہ لی تو جائز نہین ہی اسواسطی کہ جمعہ اسلام کی نشانون اور دین کی خاص

الدين فلابد من اقامتها على طريق الاشتهار وان فتح باب قصره واذن للناس بالدخول فيه يجوز سواء

امرون مین سی ہی سواوسکو خواہ مخواہ بطور اشتہار کی قایم کرنا چاہیئی اور اگر بادشاہ اپنی محل کا دروازہ کہول کر لوگون کو اجازت آنی کی دیدیوی تو جائز ہی پہر برابر ہی

دخلوا اولا لكن يكره لعدم قضاء حق المسجد الجامع فاذا وجدت هذه الشروط كلها يجب السعي و

کہ کوئی جاوی یا نہ جاوی پر مکروہ ہی اسواسطی کہ مسجد جامع کا حق ادا نہوا اور جب یہہ تمام شرطین پوری پائی جاوین تو اصح قول پہ سعی اور

ترك البيع بالاذان الاول وهو الذي يكون على المنارة بعد دخول الوقت في الاصح لانه المعتبر في

بیع کا ترک کرنا پہلی اذان پر واجب ہی یعنی وہ اذان جو منارہ پر وقت ہوجانی کی بعد ہوتی ہی موافق اصح قول کی اسواسطی کہ یہی اذان

هذا الزمان وان كان حادثا غير واقع في عهد النبي صلى الله عليه وسلم لما روي انه عليه السلام

اس زمانہ مین معتبر ہی اگرچہ نو احداث ہی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عہد مین نتہی کیونکہ روایت ہی کہ نبی علیہ السلام

والامامين بعده كانوا يصعدون المنبر بعد الزوال قبل النداء فيؤذن المؤذن بين ايديهم فلما كان زمن

اور بعد حضرت کی دونو امام زوال کی بعد اذان سی پہلی منبر پر جاتی تہی پہر مؤذن اونکی سامنی اذان پڑہتا تہا پہر جب زمانہ

خلافة عثمان وكثر الناس راى ان تؤذن المؤذن قبل صعود الامام المنبر لينتهي الصوت اليهم فيحضروا

عثمان کی خلافت کا آیا اور لوگون کی کثرت ہوگئی تو اونکی رای مین یہہ آیا کہ مؤذن امام کی منبر پر جانی سی پہلی اذان کہا کری تاکہ اونکو آواز جاوی اور سنکر آجاوین

وزاد اذانا ثانيا على دار في سوق المدينة بقرب المسجد يقال له زوراء وكان هذا الاذان سنة ايضا

اور دوسری اذان بڑہا دی ایک گہر پر جو مدینہ کی بازار مین مسجد کی پاس تہا اوسکا نام زوراء ہی اور یہہ اذان بہی مسنون ہی

لقوله عليه السلام عليكم بسنتي وسنة الخلفاء الراشدين من بعدي واما النداء الذي يكون في وقت

اس حدیث کی موافق لازم کرو اپنی اوپر میری سنت اور میری بعد خلفاء راشدین کی سنت اور وہ اذان جو چاشت کی وقت ہوتی ہی

الضحى للتنبيه على ان هذا اليوم يوم الجمعة فبدعة احدثه الحجاج كذا ذكر في مجمع الفوائد والحاصل ان كل

اطلاع دینی کو کہ یہہ دن جمعہ کا ہی سو یہہ بدعت ہی اسکو حجاج نی جاری کیا تہا کتاب مجمع الفوائد مین یہہ ذکر کیا ہی مطلب یہہ ہی کہ جو

اذان يكون قبل الزوال فهو غير معتبر بل المعتبر الاذان الاول الذي يكون بعد الزوال اذ به يحصل الاعلام

اذان دوپہر ڈہلی سی پہلی ہووی سو اوسکا کچہ اعتبار نہین ہی بلکہ معتبر پہلی اذان ہی جو دوپہر ڈہلی کی بعد ہوتی ہی اسلئی کہ اس سی اعلام حاصل ہوتا ہی

فان كل من يجب عليه الجمعة اذا اذن هذا الاذان يلزمه السعي الى الجمعة فاذا حضر المسجد الجامع يصلي

بیشک جسپر جمعہ واجب ہی جب یہہ اذان ہوگی اوسکو جلد جمعہ مین دوڑ جانا چاہئی پہر جب وہ مسجد جامع مین پہنچی تو بیٹہنی سی پہلی

قبل القعود ركعتين تحية المسجد ثم اربع ركعات سنة الجمعة واذا توجه الامام الى صعود المنبر يحرم

دو رکعت تحیۃ المسجد کی پہر چار رکعت سنتین جمعہ کی پڑہی پہر جب امام منبر پر جانی کو متوجہ ہو تو امام ابو حنیفہ کی نزدیک

الصلوة والكلام عند ابي حنيفة حتى يتم الخطبة وعندهما لا باس بالكلام قبل الشروع في الخطبة واذا

نماز اور بات چیت سب حرام ہی جبتک خطبہ تمام ہوجاوی اور صاحبین کی نزدیک خطبہ شروع کرنی سی پہلی بولنی کا کچہ مضائقہ نہین اور جب

جلس على المنبر يؤذن المؤذن بين يديه الاذان الثاني واذا تم الاذان يقوم ويخطب خطبتين يفصل بينهما بجلسة

امام منبر پر جا بیٹہی تو مؤذن اوسکی سامنی دوسری اذان پڑہی اور جب یہہ اذان ہوچکی تو امام کہڑا ہوکر دو خطبی پڑہی دونون کی بیچ مین

خفيفة مقدارها ان يستقر كل عضو منه في موضعه ويستحب للقوم ان يستقبلوا الامام عند
ہلکی سی جلسہ کا فاصلہ کری اسقدر کہ بدن کا ہر ہر جوڑ اپنی اپنی جگہہ پر راست ہوجاوی اور قوم کو مستحب یوں ہی کہ خطبہ کی وقت امام کی طرف منہہ کرکے بیٹہیں

الخطبة لكن الرسم الآن انهم يستقبلون القبلة للحرج في تسوية الصفوف لكثرة الزحام كذا ذكر في
پر اب رسم یہہ ہو رہی ہی کہ رو بقبلہ بیٹہی رہتی ہیں اسواسطی کہ صفوں سیدہی کرنی میں بسبب کثرت انبوہ کی حرج ہوتا ہی ہدایہ کی شرح میں یہہ ہی مذکور ہی

شرح الهداية للسروجي واذا فرغ من الخطبة وشرع المؤذن في الاقامة ينزل من المنبر ويصلي
جو سروجی کی ہی اور جب خطبہ پڑہ چکی اور موذن تکبیر کہنی لگی تو امام منبر سی اوتر کر قوم کو دو رکعت نماز جمعہ کی پڑہائی

بالناس ركعتين صلوة الجمعة ولو وقع الاشتباه في صحتها لتعددها او وقوع الشك في المصر
اور اگر جمعہ کی صحت میں کچہہ شبہہ پیدا ہووی کئی جگہہ ہونی کی سبب یا مصر مشکوک ہونی کی

يصلي بعدها كل واحد منهم فرادى اربع ركعات آخر ظهر كما سبق ثم اربع ركعات بنية السنة
تو ہر ایک بعد اوسکی الگ الگ چار رکعت پچہلی ظہر کی پڑہیں جیسی کہ اوپر مذکور ہوچکا پہر چار چار رکعت سنتوں کی نیت سی

عند ابي حنيفة وعندهما ست ركعات ومن ادرك الامام فيها ولو في التشهد او في سجود السهو يصلي
امام ابوحنیفہ کی نزدیک اور پڑہیں اور صاحبین کی نزدیک چہہ رکعت پڑہیں اور جسنی امام کو نماز جمعہ میں پایا اگرچہ تشہد میں یا سجدہ سہو میں تو امام کی ساتھہ

معه ما ادرك ويبني عليه الجمعة وقال محمد ان ادرك في الركوع في الركعة الثانية يبني عليه الجمعة
پڑہ لی جو پایا ہی اور نماز جمعہ پوری کرلی اور امام محمد کہتی ہیں اگر دوسری رکعت کی رکوع میں جاملا تو نماز جمعہ کی پوری کرلی

وان ادرك بعد ما رفع راسه من الركوع في الركعة الثانية يبني عليه الظهر ومن لا عذر له اذا صلى
اور اگر بعد اوسکی ملا کہ امام دوسری رکعت کا رکوع بعد اوٹہا کر کہڑا ہوگیا تو اب ظہر کی نماز پوری کرلی اور جسکو کوئی عذر نہیں ہی اگر وہ ظہر

الظهر قبل ان يصلي الامام الجمعة يصح ظهره لكن يكون عاصيا لترك الجمعة ويكره للمعذورين
پہلی اس سی پڑہ لی کہ امام نماز جمعہ کی پڑہ چکی تو اوسکی ظہر صحیح ہی پر گنہگار ہوگا کیونکہ اوسنی جمعہ ترک کیا اور معذور لوگوں کو

والمسجونين اداء الظهر في المصر بالجماعة سواء كان قبل فراغ الامام من الجمعة او بعده لان الجمعة
اور قیدیوں کو مصر میں ظہر کی نماز جماعت سی پڑہنی مکروہ ہی برابر ہی کہ امام نماز جمعہ سی فارغ ہو یا فارغ ہوگیا ہو اسواسطی کہ جمعہ جمع کرنیوالا

للجماعات وفي اداء الظهر بالجماعة تفريق الجماعة عن الجمعة وتقليلها بخلاف اهل القرى اذ لا جمعة
جماعتوں کا ہی اور ظہر کو جماعت سی پڑہنی میں جمعہ کی جماعت کی تفریق ہوتی ہی اور اوسمیں کمی پڑتی ہی برخلاف گاؤں والوں کی اسواسطی کہ اونپر

عليهم ولا يفضي اداء الظهر بالجماعة الى تفريق الجمعة وتقليلها فيكون ذلك في حقهم كسائر الايام
جمعہ نہیں ہی وہاں ظہر کو جماعت سی پڑہنی میں نہ تفریق جماعت جمعہ کی ہوتی ہی اور نہ کمی پڑتی ہی سو جو کہ ظہر بلاکراہت جماعت سی پڑہنی کو اونکی حق میں اور ایام

في جواز اداء الظهر بالجماعة من غير كراهة ويستحب للمريض ان لا يصلي الظهر قبل فراغ الامام من الجمعة
جیسی تمام اور دنوں میں اور بیمار کو مستحب ہی کہ جبتک امام نماز جمعہ سی فارغ ہو ظہر نہ پڑہی

لرجاء البرء في كل ساعة ومن جاء الى الجمعة ووجد المسجد ملآن واراد ان يتخطى الناس ان كان يؤذيهم
اسواسطی کہ ہر ہر آن میں صحت کی امید ہی اور جو شخص جمعہ میں جاکر دیکہی کہ مسجد بہر چکی اور اوسنی ارادہ کیا کہ صفوں میں گزر جاوی اگر اس طور پر جانی سی ایذا ہو لوگوں کو

بالتخطي لا يتخطى وان كان لا يؤذي احدا بان لا يطأ ثوبا ولا جسدا لا باس بان يتخطى ويدنو من الامام
تو نہ جاوی اور اگر کسیکو کچہہ ایذا نہیں ہوتی اسطور کہ نہ کسیکی کپڑی پر پاؤں رکہی اور نہ کسیکی بدن پر تو چلی جانی کا کچہہ مضائقہ نہیں کہ امام سی نزدیک ہو جاوی

وذكر الفقيه ابو جعفر عن اصحابنا ان التخطي لا باس به ما لم ياخذ الامام في الخطبة ويكره اذا اخذ
اور فقیہ ابوجعفر ہماری اصحاب سی نقل کرتا ہی کہ تخطی کا کچہہ مضائقہ نہیں جب تک امام نی خطبہ نہیں شروع کیا اور اگر خطبہ شروع کرلیا تو مکروہ ہی

فعلى هذا يكون جواز التخطي مشروطا بشرطين احدهما ان لا يؤذي احدا والثاني ان لا يكون الامام في

اس روایت کی موافق تخطی جایز ہونی کی لئی دو شرطین ہین ایک تو یہہ کہ کسیکو ایذا نہو اور دوسری یہہ کہ امام خطبہ نہ پڑھتا ہو

الخطبة يسرنا الله تعالى عملا موافقا لرضائه بلطفه وكرمه المجلس الخمسون في بيان

الٰہی ہمکو آسان کر موافق اپنی رضا کی عمل کرنا اپنی لطف اور کرم سی پچاسوین مجلس مصافحہ کی بیان مین

المصافحة وبيان كيفيتها وفوائدها وبدعيتها في غير محلها قال رسول الله صلى الله عليه وسلم

اور اوسکی کیفیت اور طرز اور فائدی اور اوسکا بدعت ہونا بی محل رسول اللہ صلی اللہ علیہ نی فرمایا

ما من مسلمين يلتقيان فيتصافحان الا غفر لهما قبل ان يتفرقا وفي رواية اذا التقى المسلمان

نہین کوئی دو مسلمان کہ ملین اور مصافحہ کرین مگر دونو جدا ہونی سی پہلی بخشی جاینگی اور ایک روایت مین ہی جب دو مسلمان ملین

فيتصافحان وحمد الله واستغفر الله غفر لهما هذا الحديث من حسان المصابيح رواه البراء بن عازب

اور مصافحہ کرین اور اللہ تعالی کی حمد کرین اور اللہ تعالی سی مغفرت مانگین تو اللہ اون دونون کو بخش دیگا یہہ حدیث مصابیح کی حسن حدیثون مین ہی براء بن عازب کی روایت ہی

والفاء فيه لفظ خاص للتعقيب موجبه تعقيب التصافح الالتقاء والتصافح على ما ذكر في صحاح الجوهري

اور فا اسمین لفظ خاص تعقیب کی واسطی ہی جس سی مصافحہ ملاقات سی پیچھی واجب ہوتا ہی اور تصافح موافق مضمون صحاح جوہری کی مصافحہ ہی

المصافحة فيثبت شرعية المصافحة عند لقاء المسلم لاخيه وتكون من تمام التحية بينهما لما

مصافحہ کا مشروع ہونا بوقت ملاقات ایک مسلم کی بھائی مسلمان سی ثابت ہوتا ہی اور اون دونو مین سلام کی تمامی ہی اوسلئی کہ

روى عن ابي امامة انه عليه الصلوة والسلام قال تمام تحياتكم بينكم المصافحة وهذا الحديث ايضا

ابو امامہ سی روایت ہی کہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام نی فرمایا تمامی تمہاری آپکی سلامون کی مصافحہ ہی یہہ حدیث بھی اسی پر دلالت کرتی ہی

يدل على كون شرعية المصافحة عند الملاقاة لانه عليه السلام جعلها من تمام التحيات والتحيات

کہ مصافحہ ملاقات کی وقت مشروع ہی اوسلئی کہ نبی علیہ السلام نی مصافحہ کو تمامی تحیات کا ٹہرایا اور تحیات

جمع التحية وهي السلام والسلام انما يكون عند الملاقات وكذا ما هو من تمامه فينبغي ان توضع

جمع تحیہ کی ہی سلام کو کہتی ہین اور سلام سواء وقت ملاقات کی نہین ہوتا اور ایسی ہی جو چیز سلام کی تمامی ہی اب سزاوار یہہ ہی کہ

حيث وضعها الشرع ويراعى سننها والسنة فيها ان تكون بكلتا اليدين واما في غير حال الملاقات

مصافحہ اوسی جگہ ہوا کری جہان اوسکو شرع نی قایم کیا ہی اور اوسکی طریقہ مسنون کی رعایت ہو اور مسنون اسطور پر ہی کہ دونو ہاتہون سی ہو اور بدون وقت ملاقات کی

مثل كونها عقيب صلوة الجمعة والعيدين كما هو العادة في زماننا فالحديث ساكت عنه فيبقى

جیسی بعد نماز جمعہ اور عیدین کی جو اس زمانہ مین عادت جاری ہی سو حدیث سی ثابت نہین ہی پس یہہ

بلا دليل وقد تقرر في موضعه ان ما لا دليل عليه فهو مردود ولا يجوز التقليد فيه بل يرده ما روي عن

بلا دلیل ہی اور اپنی جگہہ مین یہہ ثابت ہی کہ جس امر کی کچہہ دلیل نہین ہوتی تو وہ مردود ہوتا ہی اور اسمین تقلید جایز نہین بلکہ یہہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت سی رد ہوتا ہی

عائشة انه عليه السلام قال من احدث في امرنا هذا ما ليس منه فهو رد اي مردود فان الاقتداء

کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا جسنی کچہہ نیا پیدا کیا ہماری اس دین مین جو دین مین سی نہین ہی سو وہ مسترد ہی یعنی مردود ہی کیونکہ پیروی

لا يكون الا بالنبي عليه السلام اذ قال الله تعالى وما آتاكم الرسول فخذوه وما نهاكم عنه فانتهوا

سواء نبی علیہ السلام کی کسیکی نہین ہی اوسلئی کہ اللہ تعالی فرماتا ہی اور جو دی تمکو رسول سو لیلو اور جس سی منع کری سو چھوڑ دو

وقال في آية اخرى فليحذر الذين يخالفون عن امره ان تصيبهم فتنة او يصيبهم عذاب اليم

اور ایک اور آیت مین فرمایا سو ڈرتی رہین جو لوگ خلاف کرتی ہین اوسکی حکم کا کہ پڑی اون پر کچہہ خرابی یا پہنچی اونکو دکہہ کی مار

صلی

على أن الفقهاء من الحنفية والشافعية والمالكية صرحوا بكراهتها وكونها بدعة قال في الملتقط تكره المصافحة
علاوہ اسکے یہ ہے کہ فقہا حنفی اور شافعی اور مالکی مذہب والوں نے اس مصافحہ کو صاف مکروہ کہا ہے اور بدعت بتایا ہے ملتقط میں کہا ہے مصافحہ ہر حال
بعد الصلوة بكل حال لأن الصحابة ما صافحوا بعد الصلوة ولأنها من سنن الروافض وقال ابن حجر من الشافعية ما
بعد نماز کی مکروہ ہے اسواسطے کہ صحابہ رض نے بعد نماز کی مصافحہ نہیں کیا اور اسلئے کہ یہ طریقہ رافضیوں کا ہے اور ابن حجر شافعی مذہب نے کہا ہے یہ
يفعله الناس من المصافحة عقب الصلوات الخمس بدعة مكروهة لا أصل لها في الشريعة المحمدية سنة فاعلها أولا
جو لوگ پنجگانہ نمازوں کی پیچھے مصافحہ کیا کرتے ہیں بدعت مکروہ ہے شریعت محمدی میں اسکی کچھ اصل نہیں مصافحہ کرنیوالی کو پہلی جتلانا چاہیے
بأنها بدعة مكروهة ويعزر ثانيا إن فعلها وقال ابن الحاج من المالكية في المدخل ينبغي أن يمنع الإمام ما أحدثوه
کہ یہ بدعت مکروہ ہے اور اگر پھر کرے تو تعزیر دینی چاہیے اور ابن الحاج مالکی مذہب نے مدخل میں کہا ہے امام کو لازم ہے کہ مصافحہ سے جو بعد نماز صبح کی
من المصافحة بعد صلوة الصبح وبعد صلوة الجمعة وبعد صلوة العصر بل زاد بعضهم فعل ذلك بعد الصلوات الخمس
اور بعد نماز جمعہ کی اور بعد نماز عصر کی نکال کر شروع کیا ہے منع کر دے بلکہ بعضی نے زیادہ کر پنجگانہ نماز کی بعد کرنی لگی ہیں
وذلك كله من البدع وموضع المصافحة في الشرع إنما هو عند لقاء المسلم لأخيه لا في أدبار الصلوات فحيث وضعها الشرع
یہ کام بدعت ہے اور شرع میں مقام مصافحہ کا صرف وقت ملاقات مسلم کا ہے اپنی مسلمان بھائی سے نہ نماز کی بعد نہیں ہے پس جسجگہ شرع نے مقرر کیا ہے
نضعها وينهى عنها ويزجر فاعلها لما أتى من خلاف السنة وهذا التصريح منهم يشعر بالإجماع ولا يجوز المخالفة بل يلزم الاتباع
وہی جگہ قایم رکھنا چاہیے اور مصافحہ سے منع کرنا چاہیے اور مصافحہ کرنیوالے کو جھڑکنا چاہیے کیونکہ خلاف سنت کرنی لگی اور ان کی اس تصریح سے اجماع معلوم ہوتا ہے سو مخالفت جائز نہیں ہے بلکہ اتباع
لقوله تعالى وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّى وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ
لازم ہے واسطے قول اللہ تعالی کی اور جو کوئی مخالفت کرے رسول کی جب کھل چکی اسپر راہ کی بات اور چلے خلاف مسلمانوں کی راہ سے سو ہم دیکو حوالہ کریں جو اسنے پکڑی اور ڈالیں دوزخ میں
وَسَاءَتْ مَصِيرًا وما ذكره النووي في الأذكار وإن كان مشعرا بإباحة المصافحة بعد صلوة الصبح والعصر إلا أنه نص على
اور بہت بری جگہ پہنچا اور جو نووی نے اذکار میں ذکر کیا ہے گرچہ وہ اباحت مصافحہ کی بعد نماز صبح اور عصر کی معلوم ہوتی ہے پر وہیں مصافحہ کا
عدم مشروعيتها لأنه بعد بيان كون المصافحة سنة ومستحبة عند الملاقاة قال وأما ما اعتاده الناس من المصافحة
غیر مشروع ہونا نکلتا ہے اسلئے کہ مصافحہ کو وقت ملاقات کی سنت اور مستحب بیان کر کر پھر یہ کہا ہے اور وہ جو لوگوں نے بعد نماز صبح اور
بعد صلوة الصبح والعصر فلا أصل له في الشرع على هذا الوجه لكن لا بأس به فانظر كيف اعترف بأنه لا أصل له في الشرع وبعد
عصر کی مصافحہ کی عادت کرلی ہے سو شرع میں اس طور پر اسکی کچھ اصل نہیں ہے لیکن اسکا کچھ مضائقہ نہیں ہے سو دیکھو کیسا اقرار کیا کہ شرع میں اسکی کچھ اصل نہیں ہے
هذا الاعتراف لا يفيده ما ذكر بعده من قوله ولكن لا بأس به إلى آخر ما قال ولو لم يصرح الفقهاء بكراهتها بل كانت مباحة
بعد اس اقرار کی کیا فائدہ کرتا ہے آگی جاکر یہ کہنا پر اسکا کچھ مضائقہ نہیں ہے آخر تک جو کہا ہے اور اگر فقہا اس مصافحہ کو صاف مکروہ نہ کہتی بلکہ فی نفسہ مباح
في نفسها لحكمنا في هذا الزمان بكراهتها إذ واظب عليها الناس واعتقدوها سنة لازمة بحيث لا يجيزون تركها حتى وصل
ہوتا تو بھی ہم اس زمانہ میں کراہت کا حکم کرتی اسلئے کہ لوگ اسپر جم گئی ہیں اور ایسی سنت لازمہ جانتی ہیں کہ اسکا ترک کرنا جائز نہیں رکھتی یہاں تک کہ ہمکو
الينا عن بعض من اشتهر بالعلم أنه قال هي من شعائر الإسلام فكيف يتركها من كان من أهل الإيمان فانظروا يا أهل الإنصاف
یہ خبر پہنچی ہے ایک شخص سے جو صاحب علم مشہور ہے کہ وہ کہتا ہے یہ مصافحہ اسلام کی نشانیوں میں سے ہے پھر ایمان والا اسکو کیونکر چھوڑ سکتا ہے اے انصاف والو دیکھو
إذا كان اعتقاد الخواص هكذا فاعتقاد العوام ماذا يكون وكل مباح أدى إلى هذا فهو مكروه حتى أفتى بعض الفقهاء حين
جب خواص کا یہ اعتقاد ہو تو عوام کا اعتقاد کیا ہوگا اور ہر مباح اس نوبت کو پہنچ جاوی سو وہ بھی مکروہ ہے یہاں تک کہ بعضی فقہا نے جب
شاع صوم أيام البيض في زمانه بكراهته لئلا يؤدي إلى اعتقاد الوجوب مع أن صوم أيام البيض مستحب وردت به أحاديث
انکی زمانہ میں ایام بیض کی روزوں کا دستور ہو گیا تو فتوی دیا ہے کہ مکروہ ہے تاکہ ہوتی ہوتی واجب نہ سمجھ لیں باوجودیکہ روزی ایام بیض کی مستحب ہیں ثابت ہیں حدیثوں

كبيرة فما ظنك بالمباح وما ظنك بالمكروه وليس هذا إلا الفتنة التي قال فيها عبد الله بن مسعود كيف أنتم إذا لبستكم فتنة

آتی ہیں اب بیرا کبیرہ خیال ہے مباح میں تو کیا گمان ہے مکروہ میں اور یہ وہی فتنہ ہے جسمیں عبد اللہ بن مسعود کہتے ہیں تمہارا کیا حال ہوگا جب تم پر ایسا فتنہ آویگا

يهرم فيها الكبير ويشب فيها الصغير تجري على الناس بدعة يتخذونها سنة إذا غيرت قيل غيرت السنة أو هذا منكر

جسمیں بوڑھا ہوگا کبیر اور صغیر جوان ہوجاویگا لوگوں میں ایسی بدعت جاری ہوگی کہ اوسکو سنت سمجھ لیں گے اگر تغیر دی جاوے تو کہیں سنت بدل ڈالی یا کہیں یہ برا ہے

قال ابن القيم في إغاثته هذا يدل على أن العمل إذا جرى على خلاف السنة فلا اعتبار به ولا التفات إليه وقد جرى العمل على

ابن القیم اپنی کتاب اغاثہ میں کہتا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عمل جب خلاف سنت ہونے لگتا ہے تو اوسکا کچھ اعتبار نہیں اور نہ اوسکی طرف کچھ التفات ہے اور بیشک عمل

خلاف السنة منذ زمن طويل فلابد لك أن تكون شديد التوقي من محدثات الأمور وإن اتفق عليه الجمهور

برخلاف سنت مدت دراز سی جاری ہو پس اسی سبب تجھکو ضرور ہے کہ محدثات یعنی نئی نئی باتوں سے بہت ہی ڈرتا رہے اگرچہ اوسپر جمہور متفق ہوگئی ہوں

ولا يغرنك إطباقهم على ما أحدث بعد الصحابة بل ينبغي لك أن تكون حريصا على التفتيش عن أحوالهم وأعمالهم فإن أعلم

سو تجھکو اونکا اتفاق نئی امور پر جو بعد صحابہ کے ہوگئی ہیں فریب نہ دیوی بلکہ تجھکو یہ لائق ہے کہ بحرص تمام اونکی احوال اور اعمال کو ڈھونڈتا رہے کیونکہ تمام

الناس وأقربهم إلى الله تعالى أشبههم بهم وأعرفهم بطريقهم إذ منهم أخذ الدين وهم أصول في نقل الشريعة عن صاحب الشرع

لوگوں میں بڑا عالم اور مقرب اللہ تعالی کا وہ ہی جو صحابہ سے بہت مشابہ ہو اور اونکی طریقہ سے خوب واقف ہو کیونکہ دین اونہی سے حاصل ہوا ہے اور نقل شریعت میں

ينبغي لك أن لا تكترث بمخالفتك لأهل عصرك في موافقتك لأهل عصر النبي عليه الصلوة والسلام وقد جاء في الحديث

وہ ہی اصل ہیں سو تجھکو لائق ہے کہ اوسکی کچھ پروا مت کر کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی موافقت سے تیرے اپنی زمانہ کی لوگوں سے مخالفت ہوگی اسواسطے کہ حدیث میں آیا ہے

إذا اختلف الناس فعليكم بالسواد الأعظم قال عبد الرحمن بن إسمعيل المعروف بأبي شامة وحيث جاء الأمر بلزوم الجماعة

جب لوگوں میں اختلاف پڑ جاوی تو بڑی گروہ کی ساتھ رہو عبد الرحمن بن اسمعیل جو ابو شامہ مشہور ہیں کہتے ہیں جسجگہ لزوم جماعت کا حکم ہے

فالمراد به لزوم الحق واتباعه وإن كان المتمسك به قليلا والمخالف له كثيرا لأن الحق ما كان عليه الجماعة الأولى من الصحابة

تو مراد یہ ہی کہ حق کا اتباع لازم کرو اگرچہ اوسکے تابعین تھوڑی لوگ ہوں اور مخالف حق کی بہت ہوں اسواسطے کہ حق وہ ہی ہے جسپر پہلی جماعت یعنی صحابہ رہے ہیں

ولا عبرة بكثرة أهل الباطل بعدهم وقد قال الفضيل بن عياض ما معناه الزم طريق الهدى ولا يضرك قلة السالكين وإياك

اور اونکی بعد اہل باطل کی کثرت کا کچھ اعتبار نہیں ہے اور فضیل بن عیاض نے کہا ہے جسکی یہ معنی ہیں ہدایت کی جانب لگی رہو اور کمی سالکین کی تجھکو کچھ ضرر نہ کریگی اور

وطرق الضلالة ولا تغتر بكثرة الهالكين وقال ابن مسعود أنتم في زمان خيركم فيه المسارع في الأمور وسيأتي زمان

گمراہی کی راہ سی بچتا رہ اور ہالکین کی کثرت سی دھوکا مت کھا اور ابن مسعود کہتے ہیں تم ایسے زمانہ میں ہو کہ تم میں بہتر وہ ہی جو کاموں میں جلدی کریگا اور ایک زمانہ آویگا

يكون خيرهم فيه المتثبت المتوقف لكثرة الشبهات وقال الإمام الغزالي لقد صدق لأن من لم يتثبت في هذا الزمان ووافق الجماهير

تمہارے بیچ بہتر وہ ہی جو ٹھیرا رہی اور توقف کرے بسبب کثرت مشتبہات کی امام غزالی کہتے ہیں یہ سچ کہا ہے اسواسطے کہ جو شخص اس زمانہ میں ثابت نہ رہیگا

فيما هم فيه وخاض فيما خاضوا فيه يهلك كما هلكوا فإن أصل الدين وعمدته وقوامه ليس بكثرة العبادة والتلاوة والمجاهدة

اور جس شغل میں سب لوگ ہیں اوسمیں مشغول ہو جاوی اور اونکی سی بحث کرنی لگی تو ہلاک ہوجاویگا جیسے وہ ہلاک ہوتی ہیں کیونکہ دین کی اصل اور اوسکی ستون اور قیام عبادت کی کثرت اور تلاوت کی زیادت اور

بالجوع وغيره وإنما هو الاحتراز من الآفات والعاهات التي تأتي عليه من البدع والمحدثات التي تؤدي إلى تبديله وتغييره فإنها

بھوک وغیرہ کی مشقت سی نہیں ہی بلکہ یہ ہے کہ دین کو اون تمام آفات اور صدمات سی بچاوی کہ دین پر بدعتیں اور نئی نئی اختراع آتی ہیں جس سی دین میں تبدیل اور تغیر

تكثر تأثيراتها حتى كأنها من شعائر الدين ومن الأمور المفروضة علما وعملا كما أشرنا إلى أنها بدعة ولو كانت

پیدا ہوتا ہی کیونکہ یہ بدعتیں اسقدر کثرت سی پھیل گئی ہیں گویا دین کی نشانیاں ہیں یا ہماری اوپر اونکا علم فرض ہی سو کاش کہ ہم اون بدعات کو بدعات ہی جان کر عمل میں لاتی

كذلك يرجى من التوبة والاستغفار ولكنا أخذناها طاعة وعبادة وجعلناها دينا معتقدين في ذلك أن من نهى عن

اسواسطی کہ اگر ایسا ہوتا تو توبہ اور استغفار کی امید رہتی پر ہمنی تو اون بدعات کو طاعت اور عبادت سمجھ لیا اور دین ٹھیرا لیا ہی اور ہم یہ بھی سمجھی ہیں کہ جو اس سی منع کرے

عمل او غلط من بعض من تقدمنا وجعلناه قدوة في ديننا فاذا علمنا ذلك وانكر علينا احد من تلك الامور
جس کی سہو ہوا یا ادسی غفلت کی یا غلطی کی اور ہمی اوسکو اپنی دین کا پیشوا ٹہرا لیا ہی پہر اگر کوئی آگہی ہمکو اوس بدعت سی جو ہمی اختیار کر رکہی ہی منع کری اور رد کی

وان كان له نوع رفق قلوبنا نقول له هذا اجابة ذهب الى جوازه فلان وبذكر بعض من نقتدي به ممن سهى او عمل او
نور وہ شخص مانع ہماری لیکن عزت والا ہی تو ہم اوسکی جواب دیں کی صاحب یہہ تو جایز ہی فلانا اسکا قائل ہی اور اوسکی رو برو ہم اوسی سہو یا غفلت یا

غلط وان كان ممن لا نوقره في قلوبنا نسمعه ما نسمع من الكلمات المنكرة ولا نرضيه ولا نحفظ باله كل ذلك بسبب حمل المركب
غلطی کرنیوالی کا نام بیان کردینگی اور اگر وہ مانع ایسا ہی کہ ہماری دلمیں اوسکی کچھہ عزت نہیں تو ہم سی ایسی باتیں سنیگا کہ اوسکو گمان ہوگا اور نہ اوسکی دلکی کدر اہوگا یہ تمام ہماری جہل

فينا لا نا لو رأينا انفسنا على ما هي عليه من الجهل لعلمنا جواب من ارشدنا الى الحق وما قتدينا بمن سهى او غلط حجة في ديننا
مرکب ہونیکی خرابی سی کیونکہ اگر ہم اپنی نفس اپنی حالت کا خیال کریں تو اوسکا جواب جو حق کا راستہ بتاتا ہی جسکو جانی ورا وس سہو اور غفلت او غلطی کرنیوالی کو اپنی دین کی حجت

اذ لا يجوز ان نقلد الانسان في دينه الا من هو صاحب الشريعة او من شهد له صاحب الشريعة بالخير كالمشهود له بالكتاب
نہ قایم کرتی سو سطی کہ انسان کو اپنی دین میں صرف صاحب شریعت کی یا جسکی حق میں صاحب شریعت نی بہلائی کی گواہی دی ہی صرف اوسی کی پیروی چاہئی جسکی پیروی کتاب نی

وهي عن لا عمال له لقوله عليه السلام خير القرون قرني الذين بعثت فيهم ثم الذين يلونهم ثم الذين يلونهم ثم يفشوا الكذب
جسکی حق میں صاحب شریعت نی کدب کی گواہی دی ہی اور جسپر سہو ساکری سی منع کیا اسی سبب میں پہر لوگ جو عہد کی میں جنمیں میں مبعوث ہوا ہوں پہر وہ لوگ جو اونسی متصل ہیں پہر

ولا نعتمد والا فالم داوہا ثم ولیس کل من اتی بعدھم یطلق من انہا مستحبہ ثم یاتی علی ذلک بدلیل خارج عن اصولهم
سو بہر وہ مکروہ ہہ اوسکی کہیں مدد کئی ہر کیونکہ لغہ جو ماہی بدعت کو بہہ ہی کہتا ہی ہہ مستحب ہی پہر اوسپر ایک دلیل اونکی اصول سی مخالف قایم کرتا ہی

وذلك غير مقبول منه لان التقليد ولا اقتداء الا في تحرير حسن الظن انما يجوز لمن كان مجتهدا عدلا لا لمن كان مقلدا
سو اسکو کوئی مانتا ہی سو اسطی کہ غیر کی تقلید و پیروی صرف حسن ظن سی اوسی کی جایز ہی جو مجتہد اور عادل ہو اوسکی نہیں جو مرجوح مقلد ہو

لكن لما انقطع الاجتهاد منذ زمان طويل انحصر طريق معرفة مذهب المجتهد في نقل كتاب معتبر متداول بين العلماء واحاد
لیکن مدت دراز ہوئی کہ جب اجتہاد منقطع ہوگیا طریقہ مذہب مجتہد کی معرفت کا صرف یہہ ہی کہ کسی کتاب معتبر سی منقول ہو جو علماء کی زبان میں رہی ہو

عدل موثوق به في علمه وعمله فلا يجوز العمل بكل كتاب ظهر في هذا الزمان كتب جمعها ضعفاء الرجال ولا بقول كل عالم
اور ایسی عادل کی خبر سی جسکی علم اور عمل کا اعتبار ہو سو ہر کتاب پر عمل کرنا جایز نہیں اسو سطی کہ اس زمانہ میں ایسی کتابیں بہت مشہور ہوئی ہیں جنکو ضعیف لوگوں نی جمع کیا

اذ غلب الفسق في الناس بعد القرون الثلثة واكثرهم في حكم الفاسق ولا بد من العدالة المرجحة لجانب الصدق حتى
اور نہ ہر عالم کی قول پر عمل جایز ہی اسلو سطی کہ لوگوں میں بعد قرون ثلثہ کی فسق غالب ہوگیا ہی اور بہت مستور فاسق کی حکم میں ہوتا ہی سو ایسی عدالت کا ہونا ضرور ہی جس کا صدق کی

نعمل بقوله في الديانات يسرنا الله تعالى عملا موافقا لرضائه بلطفه وكرمه المجلس الحادي والخمسون في بيان
کا علیہ ہووی تا کہ اوسکا قول دیانات میں مقبول ہو اللہ تعالی ہمپر عمل موافق اپنی رضا کی اپنی لطف اور کرم سی آسان کری مجلس اکیاونواں بیان میں

فرضية الصلوة بالكتاب والسنة واجماع الامة والوعيد في حق تاركها قال رسول الله
فرضیت نماز کی کتاب اور حدیث اور اجماع امت سی اور وعید تارک الصلوة کی حق میں رسول اللہ

صلى الله عليه وسلم بين العبد والكفر ترك الصلوة هذا الحديث من صحاح المصابيح رواه جابر بن عبد الله ومعناه
صلی اللہ علیہ وسلم نی فرمایا فرق درمیان بندہ اور کفر کی نماز چہوڑنی کا ہی یہہ حدیث مصابیح کی صحیح حدیثوں میں سی ہی جابر بن عبد اللہ کی روایت سی اسکی معنی

ان بين العبد وبين ان يصل الى الكفر ان يترك الصلوة وعلم من هذا ان الصلوة اهم اركان الاسلام واقوى الذرايع في
ہیں کہ فرق درمیان بندہ کی اور اسمیں کہ وہ کافر ہوجاوی یہہ ہی کہ نماز کو ترک کردی اس سی معلوم ہوا کہ نماز بڑا ضروری رکن اسلام کا اور بڑا قوی ذریعہ

دخول دار السلام وهي فريضة على كل مسلم عاقل بالغ سواء كان رجلا او امرأة لا على كافر ولا على مجنون ولا على صبي لا
بہشت میں جانی کا ہی ور وہ نماز ہر ایک مسلمان صاحب عقل جوان پر فرض ہی برابر ہی کہ مرد ہو یا عورت کافر پر نہیں اور نہ دیوانہ پر اور نہ بچی پر لیکن

[illegible]

ان الصبي اذا بلغ سبع سنين يؤمر بها واذا بلغ عشر سنين ولم يصلها يضرب عليها لما روي انه عليه السلام قال
بچہ جب سات برس کا ہو جاوے تو نماز پڑھنی سکھاویں اور جب دس برس کا ہو کر نماز نہ پڑھے تو مار کر پڑھوانا چاہیے اسلیے کہ روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا
مروا اولادكم بالصلوة وهم ابناء سبع سنين واضربوهم عليها وهم ابناء عشر سنين فانهم وان لم يكن الصلوة فرضا
کہا کرو اپنی اولاد کو واسطے نماز کے جب سات برس کی ہوں اور انکو مار کر نماز پڑھاؤ جب وہ دس برس کی ہوں کیونکہ اس عمر میں اگرچہ انپر نماز فرض نہیں ہے
عليهم لانهم عند بلوغهم عشر سنين يستحقون بتركها عقوبة الشرع في الدنيا ليعتادوها ويستانسوا بها في صغرهم
پر جب وہ دس برس کے ہوں تو نماز چھوڑنے پر دنیا میں سزاوار شرعی سزا کے ہیں تاکہ نماز کی خو کر ہو جاویں اور لڑکپن میں اوس سے دل لگا رہے
حتى لا يتركوها في كبرهم وقد ثبت فرضيتها بالكتاب والسنة واجماع الامة اما الكتاب فقوله تعالى ان الصلوة كانت على
تاکہ پھر جوان ہو کر ترک نہ کریں اور بیشک فرضیت نماز کی قرآن اور حدیث اور اجماع امت سے ثابت ہے قرآن تو یہ آیت ہے یہ نماز ہے مسلمانوں پر
المؤمنين كتابا موقوتا اي فرضا موقتا فدل النص على ان الصلوة فرض موقت محدود باوقات لا يجوز اخراجها عنها
وقت باندھا حکم ای فرض وقت بندھا ہوئی سو یہ آیت دلالت کرتی ہے کہ نماز فرض وقت بندھا ہوا ہے حد مقرر کی ہوئی وقتوں کی ہے بلا عذر وقت سے اوسکو
بلا عذر لما روي انه عليه السلام قال من ترك الصلوة حتى مضى وقتها ثم قضى عذب في النار حقبا والحقب ثمانون سنة
ہرگز جایز نہیں اسواسطے کہ روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ جس نے نماز نہ پڑھی اتنی کہ اوسکا وقت نکل گیا پھر قضا کی تو دوزخ میں ایک حقبہ عذاب کیا جاویگا اور حقبہ اسی برس کا ہوتا ہے
والسنة ثلثمائة وستون يوما كل يوم كان مقداره الف سنة والعذر الشرعي المبيح لتاخير الصلوة عن وقتها ستة
اور برس تین سو ساٹھ دن کا ہر ہر دن کی مقدار ہزار ہزار برس کی اور عذر شرعی جس سے نماز کی وقت کا ٹلانا مباح ہوتا ہے چھ
اشياء احدها النسيان والثاني النوم والثالث الاغماء والرابع الجنون والخامس الحيض والسادس النفاس وفيما عدا هذه الاعذار
چیزیں ہیں ایک تو بھول جانا دوسری سو جانا تیسری بیہوش ہو جانا چوتھی دیوانگی پانچویں حیض چھٹی نفاس اور سوای ان عذرات
المذكورة لا يجوز تاخيرها عن وقتها حتى ذكر في الذخيرة ان امرأة اذا خرج راس ولدها وخافت وقت الصلوة تتوضأ
مذکورہ کی نماز میں وقت سے دیر کرنی جایز نہیں ہے یہانتک کہ ذخیرہ میں یہ مذکور ہے کہ حاملہ عورت اگر جنتی ہوئی سر بچہ کا نکل چکا ہو اوسوقت نماز کا وقت گذرنے لگے
ان قدرت والا تيمم وتجعل راس ولدها في قدر او حفيرة وتصلي قاعدة بركوع وسجود فان لم تستطعهما تومي ايماء يعني
تو وضو کرے اگر کر سکے نہیں تو تیمم کرے اور اوس بچے کا سر ہنڈیا میں یا گڑھے میں رکھدے اور نماز بیٹھکر رکوع اور سجدہ سے ادا کرے اور اگر یہ نہو سکے تو اشارہ سے ادا کرے یہی
انها تصلي بحسب طاقتها ولا تترك الصلوة لان الصلوة لا تسقط عنها ما لم تصر نفساء وذلك بخروج اكثر الولد والدم وكذا
کہ اوسوقت میں عورت اپنی قدرت کی موافق نماز ادا کرے اور نماز کو نہ چھوڑے اسواسطے کہ نماز اوسکی ذمہ سے ساقط نہیں ہوتی جبتک وہ صاحب نفاس نہیں ہوتی اور نفاس جب ہوتا ہے
من وقع في البحر على لوح وخاف خروج وقت الصلوة يدخل اعضاء الوضوء في الماء بنية الوضوء ثم يصلي بالايماء ولا يترك
جو دریا کے اندر تختہ پر بیٹھا رہ جاوے اور نماز کا وقت جانے لگے تو اعضاء وضو کو وضو کی نیت سے پانی میں داخل کرے پھر اشارہ سے نماز پڑھ لے اور نماز کو ترک
الصلوة وكذا من شلت يداه ولم يكن معه احد يوضيه او تيممه يمسح وجهه وذراعيه على الحائط بنية التيمم
نہ کرے اور ایسے ہی جسکے دونوں ہاتھ سن ہو جاویں اور اوسکے ساتھ کوئی ایسا نہو جو وضو یا تیمم کرا دے تو اپنا منہ اور ہاتھ کہنیوں تک تیمم کی نیت سے دیوار پر مل لے
ويصلي ولا يجوز له ترك الصلوة ولا تاخيرها عن وقتها فانظر ايها العاقل وتامل في هذه المسائل التي بينها الفقهاء هل
اور نماز پڑھ لے اور اوسکو نماز کا ترک کرنا جایز نہیں اور نہ دیر کرنا وقت سے جایز ہے اب دیکھ تو اے عاقل اور سوچ تو ان مسائل میں جو فقہا نے بیان کئے ہیں کیا
تجد فيها عذرا غير العجز التام لتاخير الصلوة عن وقتها فضلا عن تركها والحاصل ان المكلف لا وسعة له في ترك الصلوة
تجھکو تاخیر نماز کا اوسکے وقت سے سوا عجز تمام کے کوئی عذر ملتا ہے چہ جای کہ ترک کرنا نماز کا حاصل یہ ہے کہ مکلف کو نماز ترک کرنے کی اور نہ وقت سے
ولا في تاخيرها عن وقتها مع امكان ادائها في وقتها باي وجه كان هذا بيان كونها فرضا موقتا واما كونها خمسا فلقوله تعالى
تاخیر کرنے کی باوجود طاقت ادا کی ہرگز گنجایش نہیں ہے کوئی ہی عذر ہو اگرچہ یہ تو استدلال فرض موقت ہونے کا ہے اور پانچگانہ ہونا سو اس آیت سے ثابت ہے

حافظوا على الصلوات والصلوة الوسطى وهذه الاية قاطعة الدلالة على كون الصلوات المفروضات خمسا
حفاظت رکھو نمازوں کی اور بیچ والی نماز کی اور یہہ آیت قطعی دلیل ہی اسکی کہ نماز مفروضہ پانچ ہیں

لانه تعالى فرض جمعا من الصلوة التي معها وسطى واقل جمع صحيح معه وسطى هو الاربع لا الثلث فكان الامر
سو اسطی کہ اللہ تعالی نی نماز کا ایسا مجموعہ فرض کیا ہی جسکی ساتھہ نماز بیچ والی ہو اور کم سی کم جمع سالم جسکی ساتھ درمیانہ ہو چار ہیں نہ تین پس ہی سو امر

بمحافظة الصلوة التي معها وسطى امر بالصلوات الخمس ضرورة وقد قال الله تعالى فسبحان الله حين تمسون
وسطی محافظت نمازوں کی جسکی ساتہہ درمیانہ بھی ہو درحقیقت مری پانچ نماز کا بالضرور اور بیشک اللہ تعالی نی فرمایا ہی سو پاک اللہ کی یاد کی جب شام کرو

وحين تصبحون وله الحمد في السموت والارض وعشيا وحين تظهرون والمراد من الامر بالتسبيح في هذه
اور جب صبح کرو اور اسیکی حمد ہی آسمان اور زمین میں اور پچھلی وقت اور جب دوپہر ہو اور مراد تسبیح سی حوان

الاوقات الامر بالصلوة فيها على طريق ذكر الجزء وارادة الكل كانه قيل صلوا لله في هذه الاوقات وروى عن
وقات میں حکم ہو ہی ان اوقات کی نمازوں کا جیسی جزو کو ذکر کر کی کل مراد لیتی ہیں گویا یہہ امر ہوا خدا کی نمازیں ان اوقات میں ادا کرو اور ابن عباس رض

ابن عباس رض انه قيل له هل تجد ذكر الصلوات الخمس في القران قال نعم وتلا هذه الاية فالمراد بقوله تعالى
سی روایت ہی کہ اونسی کسی نی پوچھا تمکو معلوم ہی ذکر پانچوں نماز کا قرآن میں جواب دیا ہاں اور یہہ آیت پڑھی سو مراد آیت میں

حين تمسون صلوة المغرب والعشاء وبقوله حين تصبحون صلوة الفجر وبقوله عشيا صلوة العصر وبقوله
حین تمسون سی نماز مغرب اور عشا کی ہی اور حین تصبحون سی نماز فجر کی اور عشیا سی نماز عصر کی ہی اور

حين تظهرون صلوة الظهر واما السنة فقوله عليه السلام ان الله تعالى فرض على كل مسلم ومسلمة في كل يوم
حین تظہرون سی نماز ظہر کی ہی اور حدیث میں پنجگانہ ہونا نماز کا اس سی ثابت ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نی فرمایا بیشک اللہ تعالی نی ہر مرد مسلم اور

وليلة خمس صلوات وهذا الحديث من جملة الاحاديث المشهورة التي يثبت بها الاحكام واما اجماع الامة فقد
پانچ نمازیں فرض کیں ہیں اور یہہ حدیث احادیث مشہورہ میں سی ہی جن سی احکام فقہی ثابت ہوا کرتی ہیں اور اجماع سی لوں ثابت ہی کہ

اجمع الامة من لدن رسول الله صلى الله عليه وسلم الى يومنا هذا على فرضية الصلوات الخمس وانما ثبت
تمام امت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عہد سی آج کی دن تک پنجگانہ نماز کی فرضیت پر بلا اختلاف متفق ہی جب فرضیت

فرضيتها بهذه الادلة القطعية لا يجوز تركها وقد ورد وعيدات شديدة ولهذه الاعلى الشاهد لتاركها من جملتها
نماز کی ان دلایل قطعیہ سی ثابت ہو چکی تو اب اوسکا ترک جایز نہیں ہی اور بیشک وعید سخت اور دھمکیاں غلیظ بی نماز کی حق میں آئی ہیں کہ یہہ

ما روى انه عليه السلام قال من ترك الصلوة متعمدا فقد كفر جهارا وفي حديث اخر انه عليه الصلوة والسلام قال
روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا جس شخص نی نماز قصدا ترک کی تو وہ ظاہر کافر ہی اور ایک اور حدیث میں ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا

لا تتركوا الصلوة متعمدا فمن تركها فقد خرج من الملة وفي حديث اخر انه عليه السلام قال الصلوة عماد الدين فمن
قصدا نماز نہ چھوڑو سو جسنی نماز ترک کی تو وہ دین سی باہر ہوا اور ایک اور حدیث میں ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا نماز دین کا ستون ہی جس نی

اقامها فقد اقام الدين ومن تركها فقد هدم الدين فلورود امثال هذه الوعيدات اختلف العلماء في كفر تاركها
نماز قایم رکھی تو دین کو قایم رکھا اور جس نی نماز کو ترک کیا تو دین کو گرا دیا ایسی ایسی وعید جو وارد ہوئی ہیں اسیلئی علما میں اختلاف ہی قصدا بی نماز کی تکفیر

عمدا فذهب جماعة من الصحابة ومن بعدهم الى الكفر اما الصحابة فمنهم عمر وعبد الله بن مسعود وعبد الله
میں سو ایک جماعت صحابہ سی اور اونکی بعد کی لوگ کفر کی قایل ہوئی ہیں صحابہ میں سی یہ قایل ہیں عمر اور عبد اللہ بن مسعود اور عبد اللہ

بن عباس ومعاذ بن جبل وجابر بن عبد الله وابو الدرداء وابو هريرة وعبد الرحمن بن عوف واما غير الصحابة فمنهم
بن عباس اور معاذ بن جبل اور جابر بن عبد اللہ اور ابو الدرداء اور ابو ہریرہ اور عبد الرحمن بن عوف اور سوی صحابہ کی یہہ ہیں

احمد بن حنبل واسحٰق بن راھویہ وعبد اللہ بن المبارک والنخعی والحکم بن عتیبۃ وابو ایوب السختیانی وابوداود
احمد بن حنبل اور اسحاق بن راہویہ اور عبد اللہ بن المبارک اور نخعی اور حکم بن عتیبہ اور ابو ایوب سختیانی اور ابوداود

الطیالسی وابوبکر بن ابی شیبۃ وغیرھم وذھب آخرون الی انہ لا یکفر وحملوا الاحادیث التی تدل علی کفر تارکہا
طیالسی اور ابوبکر بن ابی شیبہ اور سوا انکی اور اور لوگ یہہ کہتی ہین کہ کافر نہین ہوتا اور ان احادیث کی جو بی نماز کی کفر پر دلالت کرتی ہین یہہ تاویل

علی ترکہا جاحدًا او علی الزجر والوعید بمعنی ان المؤمن لا یترکہا ومن ادلتہم علی عدم کفرہ قولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام
کرتی ہین کہ بطور انکار کی ترک کری یا زجر اور وعید پر حمل کرتی ہین یعنی مؤمن شخص نماز نہین ترک کرتا اور انکی دلیلون مین سی ایک دلیل بی نماز کی کافر نہونی پر یہہ قول نبی علیہ السلام

خمس صلوات افترضہن اللہ تعالی من احسن وضوءھن وصلاھن لوقتہن واتم رکوعہن وسجودھن وخشوعہن
کا ہی پانچ نمازین اللہ تعالی نی فرض کی ہین جسنی خوب طرح وضو کیا اور وقت پر ادا کین اور رکوع اور سجود پورے پوری کئی اور خوب انکسار کیا

کان لہ علی اللہ عہد ان یغفر لہ ومن لم یفعل فلیس لہ علی اللہ عہد ان شاء غفر لہ وان شاء عذبہ فقولہ
تو اوسکا یہہ ذمہ ہی اللہ پر کہ اوسکو بخشیگا اور جسنی یہہ نکیا تو اوسکا اللہ پر کچھ ذمہ نہین چاہی اوسکو بخشدی اور چاہی عذاب کری سو اب یہہ قول

علیہ السلام ان شاء غفر لہ دلیل علی عدم کفرہ للاجماع علی ان الکافر لا مغفرۃ لہ وقد قال اللہ تعالی اِنَّ اللّٰہَ لَا
حضرت کا اگر چاہی اوسکو بخشی کافر ہونی کی دلیل ہی کیونکہ سبہ متفق ہین کہ کافر کی مغفرت نہین ہی اور اللہ تعالی نی فرمایا ہی اللہ یہہ نہین

یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ وایضا قد اختلف الفقہاء فی حد تارکہا عمدا بلا عذر فقال حماد
بخشتا کہ اوسکی شریک ٹھہرائی اور اوس سی نیچی بخشتا ہی جسکو چاہی اور یہہ بھی ہی کہ فقہاء نی اختلاف کیا ہی بی نماز کی سزا مین جو عمدا بلا عذر ترک کری سو حماد

بن زید ومکحول والشافعی ومالک واحمد بن حنبل تارکہا عمدا بلا عذر یقتل الا انہ عند احمد یقتل کفرا وعند غیرہ
بن زید اور مکحول اور شافعی اور مالک اور احمد بن حنبل کہتی ہین کہ بی نماز عمدا بلا عذر کو قتل کرین اتنا فرق ہی کہ احمد کی نزدیک کافر سمجھکر قتل کرین اور اورونکی

من ھؤلاء یقتل حدا لا کفرا وحملوا الاحادیث الدالۃ علی کفر تارکہا علی استحقاق جزاء الکفر ولیس للکفر فی الدنیا
نزدیک حد مین قتل کرین کفر کی سبب سی نہین اور اون احادیث کو جو بی نماز کی کفر پر دلالت کرتی ہین حمل کیا ہی ان معنون پر کہ وہ مستوجب کفر کی سزا کا ہی اور کفر کا بدلہ دنیا

جزاء غیر القتل وعند ابی حنیفۃ لا یکفر ولا یقتل بل یحبس ابدا وقیل یضرب ضربا شدیدا حتی یسیل منہ الدم مبالغۃ
مین سوا قتل کی اور کچھ نہین ہی اور امام ابو حنیفہ کی نزدیک کافر نہین ہوتا اور نہ اوسکو قتل کرین بلکہ دایم الحبس کیا جاوی اور کوئی کہتا ہی اوسکو اتنا مارین کہ خون بہنی لگی تاکہ خوب

فی الزجر وقیل یضرب ضربا حتی یصلی او یموت وقیل یعزر باخذ المال لو رأی الحاکم فیہ مصلحۃ لا طمعا اذ قیل فی کیفیتہ
زجر ہووی اور کوئی کہتا ہی اوسکو ماری جاوین آخر یا نماز پڑھی یا مر جاوی بعضی کہتی ہین مال کا ڈنڈ ڈالین اگر حاکم کو اسمین مصلحت معلوم ہو کچھ طمع کی راہ سی نہین اسوسطی کہ کیفیت

انہ یاخذہ فیمسکہ حتی یتوب فاذا تاب یرد علیہ کما فی اموال البغاۃ وان ایس من توبتہ یصرفہ الی ما یری فعلی ھذا
اسکی یہہ بیان کرتی ہین کہ اوسکا مال لیکر دبا رکہی یہان تک کہ وہ توبہ کری تو وہ مال پہیر دی جیسی باغیون کا مال پہیر دیتی ہین اور اگر توبہ کی امید منقطع ہو تو مناسب جگہہ خرچ کری

یجب علی المؤمن ان یحافظ علی اداء الصلوات الخمس فیصلیہا کما امر باحسان وضوئہا ورعایۃ وقتہا واتمام رکوعہا
اس بیان کی موافق مؤمن پر واجب ہی کہ پانچون نماز کی محافظت رکہی پہر اونکو اسیطرح ادا کری جیسی حکم فرمایا اچہی طرح وضو کری اور وقتون کی رعایت رکہی رکوع

وسجودہا وخشوعہا وان غفل عن شیء منہا فلیجتہد فی سننہ ونوافلہ ولا تساھل فیہا حتی یکمل بہا فرضہ
اور سجود پوری پوری کری نہایت فروتنی سی اور اگر اسمین سی کسیطرح کی غفلت ہو جاوی تو چاہی کہ اوسکی سنن اور نوافل مین خوب کوشش کری سستی نکری تاکہ اوسکی فرض کامل ہو جاوین

لما روی انہ علیہ السلام قال اول ما یحاسب بہ العبد یوم القیمۃ صلوتہ فان وجدت تامۃ کتبت تامۃ
اسواسطی کہ روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا پہلی پہل کہ بندہ سی قیامت کی دن حساب لیا جاویگا تو نماز کا اور اگر وہ پوری نکلی تو پوری لکہی جاویگی

وان نقص منہا شیء قال اللہ تعالی انظروا ھل لعبدی من تطوع فان کان لہ تطوع یکمل لہ ما ضیع من فرضہ
اور اگر اوسمین کچہہ نقصان نکلا تو اللہ فرماویگا دیکہو تو اس بندی کی نفلین بہی ہین - پہر اگر اوسکی نفلین ہونگی تو اوسکی فرضون میں جو نقصان تہا

من تطوعه يعني ان من صلى صلوته المفروضة ووقع فيها نقصان يكمل ذلك النقصان بالتطوع ان كان تطوعه ولكن من
نفل سے پورا ہو جائیگا مراد یہ ہے کہ جس فرض کا ادا کرنا ہے اور اس میں کچھ نقصان ہو گیا ہو وہ نقصان نفل سے عوض ہو کر نکل جائیگا اگر نفل ہوں گی مگر حال تو یہ ہے کہ جو
لا يحسن الفرض كيف يحسن النفل بل هو في النقصان اشد لخفة النفل عند الناس وعدم مبالاتهم له وانا شاهدت كثيرا ممن يظن
شخص فرضوں کو درست نہیں کرتا وہ نفلوں کو کیسے درست کرلیگا بلکہ وہ زیادہ تر خراب ہونگی کیونکہ نفلیں لوگوں کی نظروں میں بہت خفیف ہوتی ہیں انکی کچھ پرواہ نہیں کرتے میں نے اکثر ایسے
به العلم انه في نفله بل في فرضه يترك تعديل الاركان وينقر نقر الديك فكيف العوام الذين هم كالهوام لا يعلمون الدين الاسلام
پڑھے لکھے ہیں کہ وہ نفلوں میں تو کیا بلکہ فرضوں میں ارکان کی تعدیل نہیں کرتے اور مرغ کی سی ٹھونگ مار دیتے ہیں اسی عوام کا کیا حال جو کیڑوں کی مثال ہیں یہ دین کو جانتے ہیں نہ اسلام کو کیا جانیں
وان تعديل الاركان عند ابي يوسف والشافعي فرض يبطل الصلوة بتركه وعند ابي حنيفة ومحمد واجب وفي رواية الكرخي
مسئلہ تعدیل ارکان کی ابو یوسف اور شافعی کے نزدیک فرض ہے تعدیل ترک کرنے سے نماز باطل ہو جاتی ہے اور امام ابو حنیفہ اور محمد کے نزدیک واجب ہے اور امام کرخی کی
لا يبطل الصلوة بتركه بل ان ترك سهوا يلزم سجدة السهو وان ترك عمدا يلزم الاثم ويجب الاعادة كما هو الحكم في كل صلوة
روایت میں ہے کہ تعدیل ترک کرنے سے نماز باطل نہیں ہوتی بلکہ اگر سہوا ترک کیا تو سجدہ سہو کا لازم آتا ہے اور اگر عمدا ترک کیا تو گنہگار ہوتا ہے اور اعادہ واجب ہے جیسا حکم تمام ان
اديت مع الكراهة التحريمية وسنة في رواية الجرجاني فعلى هذه الرواية لا يلزم سجدة السهو بتركه سهوا ولا يجب الاعادة
کا ہے جو مکروہ تحریمی ہو جاتی ہیں تعدیل جرجانی کی روایت میں سنت ہے پس اس روایت کی موافق نہ سجدہ سہو کا لازم آتا ہے سہوا چھوڑنے سے اور نہ اعادہ لازم آتا ہے
بتركه عمدا بل يستحب مع استحقاق العتاب وحرمان الشفاعة واذا كان كذلك فمن يصلي النوافل بغير تعديل الاركان
عمدا ترک سے بلکہ مستحب ہے تو بے شبہ ہوگا عتاب اور محرومی شفاعت کا ہے پس جب حال یہ ہے تو جو شخص نفلیں بدون تعدیل ارکان کی پڑھتا ہے
فعلى رواية الوجوب يكون عاصيا مستحقا للعذاب بالنار ويجب عليه اعادتها وان لم يعدها يكون معصية اخرى مثل
تو موافق روایت وجوب اعادہ کی گنہگار مستحق عذاب دوزخ کا ہے اور دوسرا اعادہ واجب ہوتا ہے اور اگر اعادہ نہ کریگا تو یہ دوسرا گناہ ہوگا جیسا
الاولى ولو نزلنا الى السنة يكون مستحقا للعتاب وحرمان الشفاعة واذا كان الحال هذا فكيف يكمل امثال هذه
پہلا ہوا ہے اور اگر ہم مانا کہ تعدیل سنت ہے تو بھی مستحق عتاب اور محرومی شفاعت کا ہے سو جب نفلوں کا یہ حال ہے تو ایسی نفلیں فرضوں کی نقصان کو کیا پورا
النوافل ما نقص من الفرض هيهات هيهات بل لو لم يصل تلك النوافل لم يكن مستحقا للعذاب ولا للعتاب ولا الحرمان
کرینگی ہے ہے بلکہ اگر ایسی نفلیں نہ پڑھتا تو نہ مستحق عذاب کا ہوتا نہ عتاب کا نہ شفاعت سے
الشفاعة وقد روي انه عليه الصلوة والسلام راى رجلا يصلي وهو لا يتم ركوعه وينقر في سجوده فقال لو مات هذا
محروم ہوتا اور روایت ہے کہ نبی علیہ الصلوة والسلام نے ایک شخص کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا کہ وہ رکوع پورا نہ کرتا تھا اور سجدہ میں ٹھونک سی مار دیتا تھا سو آپ نے فرمایا اگر یہ شخص
على حالته هذه مات على غير ملة محمد وقد اغتر بعض الغافلين بكلمة الجواز الواقع في كتب الائمة لمن ترك القومة والجلسة
اس حالت میں مرجاتا تو برخلاف ملت محمدی کے مرتا اور بعضے غافل لوگ بسبب کلمہ جواز کی کہ اکثر ائمہ کی کتابوں میں واقع ہوا ہے اوسکی جس نے قومہ اور جلسہ
والطمانينة فيهما ولم يعرفوا ما ذكر في اصول الفقه من ان الجواز في العبادات بمعنى سقوط فرضية القضاء لا انه يحل ولا
اور انکی بیچ میں طمانینت کو ترک کیا اور یہ نہیں جانتے کہ اصول فقہ میں کیا مذکور ہے یعنی عبادات میں جواز سے یہ مقصود ہے کہ فرضیت قضا کی ذمہ سے ساقط ہو جاتی ہے یہ مراد نہیں
يحصل الاثم كيف وقد صرحوا بكراهة ترك القومة والجلسة والطمانينة فيهما وقال القرطبي في تذكرته نقلا عن سنيه
گناہ نہیں ہوا بھلا یہ کب ہو سکتا ہے حالانکہ صاف کہہ رکھا ہے کہ قومہ اور جلسہ اور اوسکی بیچ کی طمانیت ترک کرنی مکروہ ہے اور قرطبی تذکرہ میں اپنی اوستادوں سے نقل کرتا ہے
ولا اعتبار بقول من قال الواجب من اركان الصلوة اقل ما يطلق عليه الاسم لان من اقتصر على ذلك يصدق عليه ان
کہ کوئی کی اس قول کا کچھ اعتبار نہیں ہے کہ ارکان نماز میں کم سے کم اسقدر واجب ہے کہ اوسکو رکن کہہ سکیں فقط اسواسطے کہ جو نماز اتنی ہی پر اکتفا کریگا تو اوسکو کہہ سکتے ہیں کہ
نقر في الصلوة ويدخل في الذم المرتب على ذلك بقوله عليه السلام تلك صلوة المنافق يجلس يرقب الشمس حتى اذا كانت بين
نماز میں ٹھونک سی ماری اور اوس گناہ میں جو اس فعل پر اس حدیث میں ثابت ہوا ہے داخل ہوگا یہ نماز منافق کی ہے کہ بیٹھا ہوا آفتاب کا منتظر رہتا ہے یہاں تک کہ جب

قرني الشيطان قام فنقرها فاذا كانت الصلوة بهذه الصفة يدخل صاحبها تحت قوله تعالى فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ
شیطان کی سینگوں میں جا پہنچا اوٹھا پہر ٹھونگ مارلی جب نماز کا یہہ حال ہی تو نمازی اس آیت کی مضمون میں داخل ہی پہر اونکی جگہہ ناخلف آئی جنہوں نی
اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا فان جماعة من العلماء قالوا ليس المراد باضاعة الصلوة تركها
گنوائی نماز اور پیچہی پڑی مزوں کی سو آگی ملیگی گمراہی بیشک بہت سی علماء کا یہہ قول ہی کہ نماز ضایع کرنی سی یہہ مراد نہیں ہی کہ نماز ترک کردی
بل هو ان لا يقيم حدودها بعدم رعاية وقتها وطهارتها وعدم اتمام ركوعها وسجودها ونحوها وقد روي عن ابن مسعود
بلکہ یہہ مراد ہی کہ نماز کی حدود کو قایم نرکہی یعنی نہ رعایت وقت اور طہارت کی کری اور نہ رکوع اور سجود وغیرہ کو پورا پورا کری اور ابن مسعود انصاری کا ہی
الانصاري انه عليه السلام قال لا تجزئ صلوة لا يقيم الرجل فيها صلبه في الركوع والسجود والاخبار في هذا المعنى كثيرة
روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا وہ نماز کافی نہیں ہی جسمین نمازی رکوع اور سجود میں کمر سیدہی نہ کری اور اس باب میں ایسی بہت حدیثیں آئی ہین
وهي تبين المراد من قوله تعالى وَاَضَاعُوا الصَّلٰوةَ فان من لم يحافظ على اوقات الصلوة وطهارتها وركوعها وسجودها
کہ وہ اس آیت سی واضاعوا الصلوة معنی مراد کی تفسیر کرتی ہین کیونکہ جو شخص نماز کی اوقات اور وضوء اور رکوع اور سجود کی محافظت نہین
لا يحافظ عليها ومن لم يحافظ فقد ضيعها فهو لما سواه اضيع وقد روي انه عليه السلام قال اذا احسن الرجل الصلوة
کرتا تو وہ نماز کی محافظت نہین کرتا اور جسنی حدود کی محافظت کی تو بیشک نماز کو ضایع کیا مترو اورکو زیادہ ترکہونی والا ہی اور روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نی
فاتم ركوعها وسجودها قالت الصلوة حفظك الله كما حفظتني فترفع واذا اساء الصلوة فلم يتم ركوعها وسجودها
اوسکا رکوع اور سجود پورا کرتا ہی تو نماز یہہ دعا دیتی ہی خدا تیری حفاظت کری جیسی تونی میری حفاظت کی پہر نماز مقبول ہوتی ہی اور اگر نماز بری طرح پڑہی کہ رکوع اور سجود پورا نہ
قالت الصلوة ضيعك الله كما ضيعتني تلف كما يلف الثوب الخلق فيضرب بها وجهه وروي عن ابي هريرة انه عليه السلام
تو نماز کہتی ہی اللہ تجہکو ضایع کری جیسا تونی مجہکو ضایع کیا پہر اوس نماز کو پرانی کپڑی کی طرح لپیٹ کر اوسکی منہہ پر مارتی ہین اور ابو ہریرہ سی روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا
قال ان الرجل ليصلي ستين سنة ولا يقبل له صلوة لعله يتم الركوع ولا يتم السجود او يتم السجود ولا يتم الركوع فمن اراد
کہ بعضا آدمی ساٹہہ برس تک نماز پڑہی جاتا ہی اور اوسکی نماز ایک ہی مقبول نہین ہوتی اسلئی کہ کبہی رکوع پورا کرتا ہی تو سجدہ پورا نہین کرتا یا سجدہ پورا کرتا ہی تو رکوع پورا نہین کرتا
ان يعرف صلوته مقبولة ام لا فلينظر الى قوله تعالى اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ فانه ان كان يصلي الصلوات
معلوم کیا چاہی کہ اوسکی نمازین مقبول ہین یا نہین تو اس آیت میں غور کری بیشک نماز روکتی ہی بیحیائی سی اور بری بات سی کیونکہ یہہ شخص اگرچہ پنجگانہ نماز پڑہتا ہی
الخمس ولم يكن بعد ذلك حسن حال مع ربه بل يقع منه بعض من الفواحش والمنكرات فليعلم ان صلوته غير
اور پہر بہی اوسکا حال رب کی ساتہہ درست نہین ہی بلکہ اوس سی کچہہ کچہہ فواحش اور منکرات عمل مین آتی ہین تو جاننا چاہی کہ اوسکی نمازین
مقبولة بل هي وبال عليه ومبعدة من الله تعالى كما قال ابن مسعود وابن عباس من لم تامره صلوته بالمعروف ولم تنهه
مقبول نہین ہین بلکہ وہ نمازین اوسپر وبال ہین اور خدا سی دور کرتی ہین چنانچہ ابن مسعود اور ابن عباس کہتی ہین کہ جسکو نماز امر بالمعروف پر شوق نہ دی اور منکرات سی
عن المنكر لم يزدد بصلوته من الله الا بعدا وقال الحسن وقتادة من لم تنهه صلوته عن الفحشاء والمنكر فصلوته وبال
منع نکری وہ نماز اللہ سی سوا دوری کی کچہہ نہ بڑہاوی گی اور حسن اور قتادہ کہتی ہین جسکو نماز فحش اور منکر سی بند نکری تو وہ نماز اوسپر وبال ہی
عليه فان من يصلي الصلوات برعاية شرائطها واركانها وواجباتها وسننها وادابها يعصمه الله تعالى عن الفحشاء والمنكر
بیشک جو شخص تمام نمازین شرایط اور ارکان اور واجبات اور سنن اور اداب کی رعایت کر کی پڑہی گا تو اللہ اوسکو فحش اور منکرات سی محفوظ رکہیگا
كما روي عن انس انه قال كان فتى من الانصار يصلي الصلوات الخمس مع رسول الله صلى الله عليه وسلم ثم لم يدع شيئا
چنانچہ انس رضی سی روایت ہی کہ ایک جوان انصاری پنجگانہ نماز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ساتہہ ادا کرتا تہا پہر بہی جو فواحش ہوتا تہا
من الفواحش الا ركبه فوصف ذلك لرسول الله صلى الله عليه وسلم فقال عليه السلام ان صلوته تنهاه يوما فلم يلبث
سو کر بیٹہتا تہا پہر کسینی یہہ حال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سی بیان کیا آپنی فرمایا بیشک اوسکی نماز کسی دن اوسکو روک دیگی پہر کچہہ دیر نلگی

حتى

حتى يأتي وجهه بحاله اللهم حوّل حالنا إلى أحسن الحال المجلس الثاني والخمسون في بيان فرضية
کہ دیکھے توبہ کی درد اوسکا حال سنور گیا الٰہی ہمارا حال نیک تمام کا بدل دے مجلس باونویں بیان فرضیت نماز

الصلوة المفروضة وأركانها تفصيلا قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ما من امرئ مسلم تحضره
مفروضہ کا اور اوسکے ارکان کی تفصیل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں کوئی شخص مسلمان جو آوے اوسپر وقت

صلوة مكتوبة فيحسن وضوءها وخشوعها وركوعها إلا كانت كفارة لما قبلها من الذنوب ما لم يأت
نماز مفروضہ کا پھر وہ اوسکی وضو اور خشوع اور رکوع کو خوب ادا کرے مگر وہ پہلے گناہوں کا بدلہ ہو جاوینگی جب تک

كبيرة وذلك الدهر كله هذا الحديث من صحاح المصابيح رواه عثمان بن عفان وقد بين فيه أن من يصلي الصلوة
کبیرہ گناہ نکیا ہوگا اور یہ کفارہ ہمیشہ کو ہے یہ حدیث مصابیح کی صحیح حدیثوں میں ہے عثمان بن عفان کی روایت سے اس حدیث میں یہہ بیان کیا کہ جو شخص

المفروضة عند دخول وقتها بإحسان وضوءها وخشوعها وركوعها وسائر أركانها تكون كفارة لذنوبه
فرض نماز اول وقت میں اچھی طرح وضو کرکے اور اوسکا خشوع اور رکوع اور تمام ارکان پوری پوری کرکے ادا کریگا تو وہ نماز گذشتہ گناہوں کا

الماضية ما لم يعمل بكبيرة وذلك التكفير يكون في جميع الزمان وإنما اكتفى بذكر الركوع دون سائر الأركان لأن
کفارہ ہو جاویگی جبتک کبیرہ گناہ نکیا ہو اور یہ کفارہ ہمیشہ کو تمام زمانہ میں ہوا کریگا اور اسمیں صرف رکوع کی ذکر پر بدون ذکر تمام اور ارکان کی اکتفی کی

الشارع إذا أمر بإحسان ركن واحد من أركان الصلوة يفهم منه إحسان سائر أركانها فإنها وإن وقعت
کہ شارع نے واسطے درستی کسی ایک رکن کی نماز کی تمام ارکان میں سے امر کیا تو اوسی تمام ارکان کی درستی سمجھی جاتی ہے کیونکہ تمام ارکان اگرچہ قرآن میں

في كتاب الله تعالى متفرقة حيث ثبت فرضية تكبيرة الافتتاح بقوله تعالى في سورة المدثر ﴿وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ﴾
متفرق جگہ مذکور ہیں اسواسطے کہ فرضیت تکبیر تحریمہ کی سورہ مدثر کی اس آیت سے ثابت ہے اور اپنے رب کی بڑائی بول

وفرضية القيام بقوله تعالى في سورة البقرة ﴿وَقُومُوا لِلَّهِ قَانِتِينَ﴾ وفرضية القراءة بقوله تعالى في سورة المزمل ﴿فَاقْرَءُوا مَا تَيَسَّرَ
اور فرضیت قیام کی سورۂ بقرہ میں اس آیت سے ہے اور کھڑے رہو اللہ کے آگے ادب سے اور فرضیت قرأت کی سورۂ مزمل میں اس آیت سے سو پڑھو جتنا

مِنَ الْقُرْآنِ﴾ وفرضية الركوع والسجود بقوله تعالى في سورة الحج ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ارْكَعُوا وَاسْجُدُوا﴾ لكن علم الترتيب
آسان ہو قرآن سے اور فرضیت رکوع اور سجود کی سورہ حج میں اس آیت سے ہے اے ایمان والو رکوع کرو اور سجدہ کرو پر ترتیب ارکان کی

بتعليم النبي عليه الصلوة والسلام تارة بفعله وتارة بقوله على ما بينه العلماء في كتبهم فعلى هذا ينبغي للمؤمن أن
نبی علیہ السلام کی تعلیم سے معلوم ہوئی کبھی فعل سے اور کبھی ارشاد کرنے سے جیسا کہ اسکو علما نے اپنی اپنی کتابوں میں بیان کیا ہے اب اس بیان کے موافق مومن کو

يداوم عليها في أوقاتها بإتمام جميع فرائضها وهو ستة الأولى تكبيرة الافتتاح ولا دخول في الصلوة إلا بها وهي أن
چاہیے کہ نماز کو ہمیشہ وقت پر تمام فرضیں پوری کرکر ادا کرتا رہے اور فرضیں چھہ ہیں اول تکبیر تحریمہ جسکو تکبیر افتتاح بھی کہتے ہیں اور بدون اسکے نماز شروع نہیں ہوتی اور وہ

يقول من يريد الدخول في الصلوة الله أكبر بلا إدخال مد في همزة الله وهمزة أكبر وبائه إذ لو حصل المد في
اس طور پر ہے کہ جو شخص نماز شروع کرے تو کہے اللہ اکبر اللہ کی ہمزہ پر اور اکبر کی ہمزہ پر اور با پر مد نکرے اسواسطے کہ اگر دونو ہمزہ میں سے

إحدى الهمزتين لا يصير داخلا في الصلوة بل يفسد لو وقع في أثنائها ولو تعمده يكفر لأنه يصير استفهاما ومعناه
کسی پر مد واقع ہوگا تو نماز میں داخل نہوگا بلکہ نماز فاسد ہو جاویگی اگر مد نماز کے بیچ میں تکبیر میں آ جاویگا اور اگر قصداً مد کھینچیگا تو کافر ہوگا اسواسطے کہ استفہام

الشك في كبرياء الله وقال محمد بن مقاتل إن كان لا يميز بين المد وعدمه يكون داخلا في الصلوة ولا يفسد لو وقع
شک پیدا ہوتا ہے اللہ کی بڑائی میں اور محمد بن مقاتل کہتا ہے اگر وہ شخص مد اور بے مد میں کچھ تمیز نہیں کرتا تو نماز میں داخل ہو جاتا ہے اور نماز بھی فاسد نہیں ہوتی اگر مد

في أثنائها والاستفهام يحتمل أن يكون للتقرير والأول أصح لأن مثل هذا الجهل لا يصلح أن يكون عذرا والتقرير المستفاد
نماز کے بیچ کی تکبیروں میں آ جاوے اور استفہام میں یہ احتمال ہے کہ واسطے تقریر کے ہو اور مذہب اول صحیح تر ہے اسلئے کہ ایسی جہالت قابل عذر کے نہیں ہے اور استفہام جو تقریر کے

من الاستفهام معناه حمل المخاطب على الاقرار بما يعرف والانسان لا يصلح ان يحمل نفسه على الاقرار بان الله تعالى

تو ادس سی یہہ مراد ہی کہ مخاطب کو اپنی معلومات کا مقر کردی • اور انسان اس کام کا نہیں ہی کہ اپنی آپ کو اس اقرار پر برانگیختہ کری کہ اللہ

اكبر ولو وقع المد في باء اكبر بان يقول اكبار بزيادة الالف الممال بين الباء والراء لا يصير داخلا في الصلوٰة وتفسد

بڑا ہی اور اگر مد اکبر کی بامیں واقع ہو یعنی لفظ اکبار باء اور راء کی بیچ میں الف بڑھا کر کہی تو نماز میں داخل نہیں ہوتا اور نماز فاسد ہو جاتی ہی

لو وقع في اثنائها اذ قيل انه اسم من اسماء الشيطان وقيل لانه جمع كبر بفتحتين وهو الطبل وقيل يصير داخلا في

اگر مد نماز میں بیچ تکبیروں کی آجاوی اسواسطی کہ کہتی ہیں کہ یہہ نام شیطان کی ناموں میں سی ہی اور کوئی کہتا ہی اسلئی کہ اکبار جمع کبر کی ہی وہ بڑی طبل کو کہتی ہیں اور بعضی کہتی ہیں

الصلوٰة ولا تفسد لو وقع في اثنائها لانه اشباع والاول اصح لان الاشباع انما يكون في الاخر لا الوسط ومحل التكبير

نماز میں داخل ہو جاتا ہی اور نماز فاسد نہیں ہوتی اگر مد نماز کی بیچ آجاوی اسواسطی کہ یہہ اشباع ہی اور پہلی روایت صحیح تر ہی اسواسطی کہ اشباع آخر میں ہوتا ہی بیچ میں نہیں ہوتا اور موقع تکبیر کا

القيام المحض حتى لو ادرك الامام في الركوع وكبر حال الانحطاط لا يصير داخلا في الصلوٰة لان شرط الدخول فيها وقوع

صرف قیام ہی یہاں تک کہ اگر امام کو رکوع میں پایا اور جھکتی ہوئی تکبیر کہتا ہوا رکوع میں شامل ہو گیا تو نماز میں داخل نہیں ہوتا اسواسطی کہ نماز میں داخل ہونی کی شرط یہی

التكبير في محض القيام ولو قال في القيام الله وفي الركوع اكبر لا يصير داخلا فيها ايضا والثانية من فرائض الصلوٰة القيام

کہ تکبیر خالص قیام میں واقع ہو اور اگر قیام میں اللہ کہا اور رکوع میں اکبر تو بھی نماز میں داخل نہیں ہوتا اور دوسرا فرض نماز کا قیام ہی

وهو ركن في الفرض والواجب دون النفل ومطلق عن التقدير نظرا الى الدليل وهو قوله تعالى وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ حتى لو كبر

اور قیام فرض اور واجب میں رکن ہی نفل میں نہیں اور اسکی مقدار باعتبار دلیل کی کچھہ معین نہیں ہی دلیل یہہ ہی اور کھڑی رہو اللہ کی آگی ادب سی یہاں تک کہ اگر تکبیر کھڑی

قائما ولم يقف يصير مؤديا فرضي التكبير والقيام جميعا ولا يلزمه التوقف بعده قائما لان قدر ما وجد من القيام يكفيه

ہونی کہی اور پھر توقف نکیا تو فرض تکبیر اور قیام دونو ادا کر چکا اور پھر بعد اوسکی توقف کرنا قیام میں کچھہ ضرور نہیں ہی اسلئی کہ جسقدر اس سی قیام عمل میں آیا سو کافی ہی

ويظهر نفعه في الامي والاخرس ومدرك الامام في الركوع الا ان المتعارف في حق القاري تقديره في الاوليين بالقراءة

اور اسکا فائدہ ناخواندہ اور گونگی میں اور جو شخص کہ امام کو رکوع میں پاوی ظاہر ہوتا ہی اتنا ہی کہ قاری کی حق میں مقدار قیام کی پہلی دو رکعت میں برابر قرارت کی ٹہری ہی اور

وفي الاخريين قول المتقدمين ان شاء قرأ وان شاء سبح وان شاء سكت يشير الى عدم التقدير فيهما

پچھلی دو رکعت میں متقدمین کا جو یہہ قول ہی چاہی کچھہ قرآن پڑھی چاہی سبحان اللہ کہی اور چاہی چپکا رہی اشارہ ہی کہ ان دونوں میں بھی اندازہ قیام کا

ايضا لكن ذكر في القنية انه مقدر بمقدار ثلث تسبيحات سواء سبح او سكت هذا كله عند القدرة على القيام فان

مقرر نہیں ہی لیکن قنیہ میں یوں مذکور ہی کہ قیام کم سی کم برابر تین تسبیحوں کی ہی برابر ہی کہ تسبیح کہی یا چپ رہی یہہ تمام جب ہی کہ قیام پر قادر ہو کیونکہ

المريض اذا قدر على القيام لو صلى قاعدا لا يجوز ولو قدر على بعض قيامه دون كله يلزمه ذلك حتى لو قدر على التكبير

بیمار اگر باوجود طاقت قیام کی بیٹھہ کر نماز پڑھہ لی تو جایز نہیں ہی اور اگر کچھہ تھوڑا کھڑی ہونی کی طاقت ہو پوری قیام کی نہو تو وہنا ہی کھڑا رہنا لازم ہی یہاں تک کہ اگر کھڑی

يكبر قائما ثم يقعد واما المريض الذي عجز عن القيام حقيقة بحيث لو قام لسقط او خاف زيادة مرضه او بطوء برئه

رہکر تکبیر کہنی کی طاقت ہو تو تکبیر کہڑا ہو کر کہی پہر بیٹھہ جاوی اور وہ بیمار جو حقیقت میں قیام سی عاجز ہو ایسا کہ اگر کہڑا ہووی تو گر پڑی یا خوف مرض کی بڑہنی کا یا دیر تک رہنی کا

او كان يجد المًا شديدا فان استطاع القعود يقعد كما يقعد في التشهد وهو قول زفر وعليه الفتوى بانه المعهود في

یا سخت تکلیف ہوتی ہو پہر اگر بیٹہنی کی طاقت ہو تو بیٹھہ جاوی جیسی تشہد میں بیٹھتی ہیں یہہ ہی قول زفر کا ہی اور اسہی پر فتوی ہی کہ نماز میں یہہ طور بیٹھا ہوا ہی

الصلوٰة وفي رواية محمد عن ابي حنيفة يقعد كما ابتداء من التربع وغيره وقيل يقعد فيما عدا التشهد كما يشاء وفي التشهد

اور امام محمد کی روایت میں ابو حنیفہ سی یہہ ہی کہ بیٹھہ جاوی جیسی چاہی مربع وغیرہ سی اور بعضی کہتی ہیں کہ سوا تشہد کی تو جسطرح چاہی بیٹھا رہی اور تشہد میں

كسائر الصلوات والظاهر هو الاول وعند عدم الاستطاعة يقعد بحسب قدرته ويصلي قاعدا

موافق تمام نمازوں کی بیٹھی اور ظاہر اول روایت ہی اور جب طاقت نہو تو پہر جیسی بن آوی اور نماز بیٹھہ کر پڑھتا ہو

بركوع

ركوع وسجود لان الطاعة بحسب الطاقة لقوله تعالى لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا وان لم يستطع الركوع والسجود
رکوع کرے اور سجدہ کرے اسلیے کہ طاعت طاقت کے موافق ہے اس دلیل سے کہ اللہ تعالیٰ نہیں تکلیف دیتا کسی نفس کو مگر جو اوسکی گنجایش ہے اور اگر رکوع اور سجدہ کی طاقت نہیں

يومي برأسه قاعدا ويجعل سجوده اخفض من ركوعه ليتحقق الفرق بينهما ولا يرفع اليه شيئ ليسجد عليه او لو رفع اليه
تو بیٹھا ہوا سر سے اشارہ کرے اور سجدہ کو رکوع کی بہ نسبت زیادہ پست کرے تاکہ دونوں میں فرق ہو جاوے اور یہ نہیں چاہیے کہ کوئی چیز اونچی کر دیں تاکہ وہ سر سجدہ کرے اسلیے کہ اگر

يسجد عليه ان كان خفض رأسه يصح ويكون صلاته بالايماء والا فلا وان لم يستطع القعود يستلقي على ظهره و
اوس پر سجدہ کیا پھر اگر اوسنے سر کو نیچا کیا ہے تو درست ہے اوسکی نماز اشارہ سے ہو گئی اور نہیں تو نہیں ہوئی اور اگر طاقت بیٹھنے کی نہیں تو چت لٹا جاوے اور

يجعل رجليه نحو القبلة ويومي برأسه للركوع والسجود لكن ينبغي ان يوضع تحت رأسه وسادة ليمكنه الايماء بالرأس
اوسکے پانو قبلہ کی طرف کر دیں اور وہ رکوع اور سجود کے لیے سر سے اشارہ کرے پر یہ چاہیے کہ اوسکے سر تلے تکیہ رکھ دیں تاکہ وسکے سر کا اشارہ ہو سکے

لان حقيقة الاستلقاء يمنع الايماء للصحيح فكيف للمريض وان لم يستطع الايماء بالرأس لا يومي بعينه ولا بحاجبه
اسلیے کہ حقیقت میں چت پڑے ہوئے اچھا بھی سر سے اشارہ نہیں ہو سکتا پھر بیمار سے تو کہاں اور اگر سر سے اشارہ کرنے کی بھی طاقت نہیں تو آنکھ کا اشارہ یا ابرو کا

ولا بقلبه بل ان كان يعقل الصلوة في تلك الحالة تؤخر عنه الى زمان القدرة ولا يسقط هو الصحيح على ما ذكر في الهداية لانه
یا دل کا اشارہ نکرے بلکہ اگر نماز کی سمجھ باقی ہے اوس حالت میں تو قدرت کی وقت تک ملتوی رکھی جاوے گی اور نماز ساقط نہیں ہے موافق مسئلہ ہدایہ کی یہ ہی صحیح ہے

يفهم مضمون الخطاب وان كان لا يعقلها اكثر من يوم وليلة تسقط ان لم يفق في المدة وان افاق وكان الافاقة وقت
کہ مضمون حکم کا سمجھتا ہے اور اگر ایک رات دن سے زیادہ غفلت میں رہا تو نماز ساقط ہو جاتی ہے اگر اس مدت کی اندر افاقہ نہوا اور اگر افاقہ ہوا مگر کسی ایک وقت

معلوم مثل ان يفيق عند الصبح قليلا ثم يعود الاغماء فهو افاقة معتبرة فيبطل حكم ما قبلها من الاغماء وان لم يكن
معین مثلا صبح کی وقت تھوڑا افاقہ ہو کر پھر بیہوش ہو جاتا ہے تو ایسا افاقہ ہی واسطے باطل کرنا حکم پہلی بیہوشی کی معتبر ہے اور اگر افاقہ کسی وقت معین پر

الافاقة وقت معلوم بل يفيق بغتة ثم يعود الاغماء فلا اعتبار لهذه الافاقة ومن كان في السفينة الجارية اذا
نہیں ہوا بلکہ ناگاہ کبھی افاقہ ہو کر پھر بیہوش ہو جاتا ہے تو ایسی افاقہ کا اعتبار نہیں ہے اور جو شخص چلتی کشتی میں ہو اگر

صلى الفرض قاعدا بركوع وسجود مع القدرة على القيام لا يجوز عندهما لان القيام ركن فلا يسقط الا لعذر محقق وعند
فرض نماز بیٹھ کر رکوع اور سجود کی ساتھ باوجود طاقت قیام کی پڑھی تو صاحبین کی نزدیک جائز نہیں ہے اسلیے کہ قیام نماز کا رکن ہے سو یہ بدون عذر واقعی کے ساقط

ابي حنيفة يجوز لان دوران الرأس فيها غالب والغالب كالمحقق لكن الافضل القيام واما في المربوطة في الشط فلا يجوز ما
اور امام ابو حنیفہ کی نزدیک جائز ہے اسلیے کہ اسمیں دوران سر اکثر ہوتا ہے اور اکثری بات بمنزلہ ثابت کی ہے لیکن افضل قیام ہی ہے اور جو کشتی کنارہ پر بندھی ہوئی ہو اوسمیں

بالاجماع والثالثة من فرائض الصلوة القراءة وهي فرض في جميع ركعات النفل والوتر والفرض من ذوات الركعتين وليست
بالاجماع جائز نہیں اور تیسرا فرض نماز کی فرائض میں سے قراءت ہے اور قراءت تمام رکعات نفل و وتر میں اور فرض دو رکعت میں فرض ہے اور اول

بفرض في جميع ركعات الفرض من ذوات الاربع والثلث بل في الركعتين من غير تعيين وانما عينت في الاوليين لقوله عليه الصلوة
فرضوں کی تمام رکعات میں فرض نہیں ہے جو چار رکعت یا تین رکعت کی ہیں بلکہ دو دو رکعت میں بلا تعیین فرض ہے اور پہلی دو رکعت میں اسلیے معین ہو گئی کہ نبی علیہ الصلوة

والسلام القراءة في الاوليين قراءة في الاخريين وادنى ما يجزي منها عند ابي حنيفة آية وان كانت من الفاتحة او كانت
والسلام نے فرمایا پہلی دو رکعت میں قراءت گویا پچھلی دو رکعت میں ہے اور کم سے کم قراءت جو کافی ہے تو ابو حنیفہ کی نزدیک ایک آیت ہے اگرچہ سورہ فاتحہ کی ہو یا

قصيرة مركبة من كلمتين كقوله تعالى ثُمَّ نَظَرَ او من كلمات كقوله تعالى فَقُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ والمكتفي بها مسيئ لان قراءة
چھوٹی دو کلموں سے مرکب ہو جیسی یہ آیت ثم نظر یا کئی کلمات سے جیسی یہ آیت فقتل کیف قدر لیکن اس قدر پر اکتفا کرنا اچھا نہیں اسواسطے کہ

الفاتحة وضم سورة او ثلث آيات اليها واجب وفي الاكتفاء بها ترك الواجب واما لو كانت كلمة واحدة كمُدْهَامَّتَانِ او حرفا
الحمد کا پڑھنا اور کسی اور سورہ کا یا تین آیت کا اوسکی ساتھ ملانا واجب ہے اور ایک آیت پر اکتفا کرنے میں ترک واجب ہوتا ہے اور جو آیت ایک کلمہ کی ہی جیسے مدہامتان یا ایک حرف کا

كص وق ون نفقد اختلف فيه والاصح انه لا يجوز عنده ولو قرأ نصف اية طويلة كاية الكرسي واية المداينة
جیسی ص اور ق اور ن سو اسمیں اختلاف ہی اصح یہ ہی کہ ابو حنیفہ کی نزدیک جایز نہیں اور اگر بڑی آیت میں سی جیسی آیۃ الکرسی اور آیۃ مداینہ
في ركعة ونصفها في ركعة اخرى اختلفوا فيه قال بعضهم لا يجوز لانه لم يقرأ اية تامة في كل ركعة وقال عامتهم
آدہی ایک رکعت میں پڑہی اور آدہی دوسری رکعت میں تو اسمیں اختلاف ہی بعضی کہتی ہیں جایز نہیں اسواسطی کہ اسنی ہر رکعت میں پوری آیت نہیں پڑہی اور عام فقہا
يجوز لان بعض هذه الايات يزيد على ثلث ايات قصار او تعدلها فلا تكون ادنى من اية وعندهما ادنى ما يجزى
کہتی ہیں جایز ہی اسواسطی کہ مکڑا ان آیتوں کا چہوٹی چہوٹی تین آیت سی بڑہتی ہی یا برابر ہی بہر صورت ایک سی کم نہیں ہی اور صاحبین کی نزدیک کم سی کم قرارت جو کافی ہو
منها ثلث ايات قصار او اية طويلة تقوم مقامها لان القران معجز وادنى ما يقع به الاعجاز سورة لقوله تعالى
تین آیتین چہوٹی یا ایک آیت بڑی جو اونکی برابر ہو اسواسطی کہ قرآن معجزہ ہی اور کم سی کم جسمیں اعجاز واقع ہو وہ سورۃ ہی واسطی قول اللہ تعالی کی
فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّن مِّثْلِهِ واقل السورة سورة الكوثر وهي ثلث ايات ومن كان اميا ولم يطاوعه لسانه على تعلم
لاؤ کوئی سورۃ ایسی اور سورۃ قرآن میں سب سی چہوٹی سورۃ کوثر ہی سو اسکی تین آیتیں ہیں اور جو شخص امی ہو کہ اوسکی زبان قرآن سیکہنی میں قابو میں ہو
القران ان كان يجتهد اناء الليل واطراف النهار يجوز صلوته وفي اوان ترك الاجتهاد لا تجوز صلوته فعلى هذا
اگر وہ رات دن قرآن پر محنت کرتا ہی تو اوسکی نماز جایز ہی اور جو وہ محنت چہوڑ دیگا نماز جایز نہوگی اس روایت کی موافق
كل من كان في دار الاسلام وترك التعلم وبقي اميا واعتاد ان يصلي صلوة امي لا تجوز صلوته لان الامي انما تجوز
جو شخص دار الاسلام میں ہو کر قرآن نہ سیکہا اور امی رہا اور امیوں کیسی نماز کی عادت کرلی تو اوسکی نماز جایز نہیں ہی اسواسطی کہ امی کی نماز جب ہی جایز ہی
صلوته اذا بلغ او زال جنونه او اسلم وهجم الوقت ولم يتمكن من التعلم واما اذا تمكن من التعلم ولم يتقيد به
کہ جب وہ بالغ ہوا یا جنون سی ہوش میں آوی یا مسلمان ہوا اور ترت وقت نماز کا آجاوی اور فرصت قرآن سیکہنی کی نہ ملی اور جس صورت میں سیکہنی کی فرصت ہوا اور محنت نہ کریگا
ولا تجوز صلوته والرابع من فرائض الصلوة الركوع وهو طأطأة الراس مع انحناء الظهر فمن طأطأ راسه مع
تو اوسکی نماز جایز نہیں اور چوتہا فرض نماز کی فرضوں میں سی رکوع ہی اور وہ سر جہکانا کمر ٹہڑی کرکر پہر جسنی سر کو جہکایا
انحناء الظهر قليلا ان كان الى الركوع اقرب يجوز وان كان الى القيام اقرب بان يوجد طأطأة راسه مع
اور کچہہ تہوڑی کمر ٹہڑی کی اور وہ رکوع کی طرف قریب ہی تو جایز ہی اور اگر قیام سی قریب ہی اسطور کہ سر جہکا یا کچہہ موندہوں کی میلان سی
الميلان في منكبيه ولا يوجد انحناء ظهره لا يجوز لانه بعد قائما لا راكعا ومن كان احدب وبلغت حدوبته
ہر کمر کبہڑی نہیں ہوئی تو جایز نہیں ہی اسلئی کہ اسکو قایم کہتی ہیں راکع نہیں کہلاتا اور جو شخص کبڑا ہو وی اور اوسکا کوب رکوع کی
حد الركوع يخفض راسه في الركوع تحقيقا للانتقال من القيام الى الركوع والخامسة من فرائض الصلوة
نوبت کو جا پہنچی تو وہ رکوع میں سر کو جہکا دی تاکہ قیام سی رکوع کی طرف انتقال پایا جاوی پانچواں نماز کی فرایض میں سی
السجدة وهي وضع الجبهة على الارض او ما يتصل بها والكمال فيها وضع الجبهة والانف واليدين والركبتين
سجدہ ہی اور وہ رکہنا پیشانی کا زمین پر یا جو زمین کی قایم مقام ہو اور کامل سجدہ میں رکہنا پیشانی کا اور ناک کا اور دونوں ہاتہوں کا اور دونو گہٹنوں کا
واطراف القدمين لقوله عليه السلام امرت ان اسجد على سبعة عظام على الجبهة واليدين والركبتين واطراف
اور دونو پانو کی انگلیوں کا واسطی قول علیہ السلام کی مجہکو حکم ہی کہ سات ہڈیوں پر سجدہ کروں پیشانی پر اور دونو ہاتہوں پر اور دونو گہٹنوں پر اور دونو
القدمين والانف داخل في الجبهة لكون عظمهما واحدا ولو وضع جبهته دون انفه يجوز لكن يكره ان كان من
پانو کی انگلیوں پر اور ناک پیشانی میں آگئی اسلئی کہ ہڈی دونو کی ایک ہی اور اگر پیشانی تو رکہدی اور ناک نہ رکہی تو جایز ہی پر مکروہ اگر بیعذر ہی
غير عذر وكذلك لو وضع انفه دون جبهته يجوز عند ابي حنيفة لكن يكره ان كان من غير عذر وعندهما
اور ایسی ہی اگر ناک رکہدی اور پیشانی نہ رکہی تو ابو حنیفہ کی نزدیک جایز ہی پر مکروہ اگر بی عذر ہی اور صاحبین کی نزدیک

لا يجوز الا ان يكون في جبهته عذر يمنع السجود بها ووضع اليدين والركبتين ليس بفرض بل هو سنة واما وضع
جائز نہیں مگر اوس صورت میں کہ اوسکی پیشانی میں ایسا عذر ہو کہ سجدہ نہ کر سکے اور دونوں ہاتھ اور دونوں گھٹنوں کا رکھنا فرض نہیں ہے بلکہ سنت ہے اور رہا دونوں

القدمين فقد ذكر القدوري والكرخي والجصاص انه فرض حتى لو سجد ولم يضع قدميه او احدهما على الارض بل
قدم کا رکھنا سو قدوری اور کرخی اور جصاص کہتے ہیں کہ فرض ہے یہاں تک کہ اگر سجدہ کیا اور دونوں پانو یا ایک پانو زمین پر نہ رکھا بلکہ

رفعهما عن الارض لا يجوز سجوده ولو وضع احدهما يجوز ولكن يكره وذكر التمرتاشي ان وضع اليدين والقدمين
دونوں زمین سے اوٹھا لئے تو اوسکا سجدہ جائز نہیں ہے اور اگر ایک پانو ہی لگا دیا تو جائز ہے پر مکروہ اور تمرتاشی کہتا ہے کہ لگانا دونوں ہاتھوں اور دونوں پانو کا

سواء في عدم الفرضية وقال اكمل الدين في شرح الهداية انه الحق وذكر في شرح المنية انه بعيد عن الحق والمراد بوضع
عدم فرضیت میں برابر ہے اور اکمل الدین شرح ہدایہ میں کہتا ہے کہ حق یہی ہے اور شرح منیہ میں قول مذکور ہے کہ یہہ حق سے بعید ہے اور مراد دونوں پانو کی

القدمين على ما ذكر في الخلاصة وضع اصابعهما والمراد بوضع الاصابع توجيهها نحو القبلة ليكون الاعتماد عليها
رکھنے سے موافق اوس بیان کی جو خلاصہ میں ہے دونوں پانو کی اونگلیوں کا رکھنا ہے اور اونگلیوں کی لگانے سے ونکا قبلہ کی طرف متوجہ کرنا مراد ہے تاکہ اونہیں پر زور پڑے

حتى لو وضع ظهر القدمين ولم يوجه اصابعهما او اصابع احديهما نحو القبلة لا يصح سجوده وهذا مما يجب حفظه
یہاں تک کہ اگر دونوں پانو کی پشت رکھ دی اور دونوں پانو کی یا ایک پانو کی ہی انگلیاں قبلہ کی طرف متوجہ نہ کری تو سجدہ درست نہیں ہے اور اسکا لحاظ واجب ہے

واكثر الناس عنه غافلون ولو كان موضع السجود ارفع من موضع القدمين مقدار نصف ذراع يجوز وان كان اكثر من
اور اکثر لوگ اس سے غافل ہیں اور اگر سجدہ کی جگہ پانو کی جگہہ سے آدہ ہاتھ اونچی ہو تو سجدہ جائز ہے اور اگر اس سے زیادہ بلند ہو

لا يجوز ولو سجد على كور عمامته ان كان كورها متصلا بالجبهة ولم يكن غليظا بحيث يوجد حجم الارض يجوز لكن يكره
تو جائز نہیں ہے اور اگر پگڑی کی پیچ پر سجدہ کیا تو اگر وہ پیچ پیشانی سے متصل ہے اور موٹا نہیں ہے ایسا کہ زمین کی سختی معلوم ہوتی ہے تو جائز ہے پر مکروہ

ولو لم يكن متصلا بالجبهة بل كان فوق الجبهة او كان غليظا لا يوجد حجم الارض لا يجوز وكذلك لا يجوز السجدة على
اور اگر پیشانی سے متصل نہیں ہے بلکہ پیشانی سے اوپر ہو یا ایسا موٹا ہو کہ سختی زمین کی معلوم نہیں ہوتی تو جائز نہیں ہے اور ایسی ہی سجدہ

كل شيء لا يوجد فيه حجم الارض كالقطن المحلوج والثلج والتبن ونحو ذلك لعدم استقرار الجبهة على الارض او ما
ایسی شئی پر جائز نہیں ہے جسمیں سختی زمین کی معلوم ہووے جیسے دہنی ہوئی روئی اور برف اور بہوسا وغیرہ اسواسطے کہ پیشانی زمین پر یا جو

يتصل بها ولو سجد على فاضل ثوبه او بسط خرقة على الارض وسجد عليها فلا كلام في الجواز وانما الكلام في الكراهة
قائم مقام زمین کی ہے نہیں ٹہرتی اور اگر بچتی کپڑی پر سجدہ کیا یا زمین پر کپڑا بچھا کر اوسپر سجدہ کیا تو اوسکی جواز میں کوئی تکرار نہیں ہے اور اگر تکرار ہے تو کراہت میں

والصحيح عدم الكراهة لما روي عن ابي حنيفة انه صلى في المسجد الحرام وسجد على خرقة فقال له رجل لا يجوز هذا
اور صحیح یہہ ہے کہ مکروہ نہیں ہے اسلئے کہ ابوحنیفہ سے روایت ہے کہ اونہوں نے کعبہ میں نماز پڑھی اور سجدہ خرقہ پر کیا کسی شخص نے کہا یہ جائز نہیں ہے

فقال له الامام من اين انت فقال من خوارزم فقال جاء التكبير من وراء نهر يعني انكم تعلمون منا ثم تعلموننا اهل
امام نے پوچھا تو کہاں کا رہنے والا ہے اوسنے کہا خوارزم کا پہر امام نے کہا پیچھے سے تکبیر ہوئی یعنی مقتدی تکبیر کہنے لگی مراد یہہ ہے کہ تم ہم سے سیکھ کر پہر ہمکو سکہاتے ہو کیوں تم

تصلون على البردي في دياركم قال نعم فقال تجوزون الصلوة على الحشيش ولا تجوزونها على الخرقة والسادس من
اپنی ملک میں بردی گہاس پر نماز پڑہتے ہو کہا ہاں پہر امام نے کہا تم گہاس پر نماز جائز رکہتے ہو اور خرقہ پر جائز نہیں رکہتے اور چہٹا فرض

فرائض الصلوة القعدة الاخيرة سواء تقدمها قعدة اخرى او لم يتقدم كما في الثنائية وقدر الفرض فيها مقدار
نماز کی فرائض میں سے قعدہ اخیرہ ہے برابر ہے کہ اوس سے پہلے ہی قعدہ ہو جیسے رباعی نماز میں یا نہو جیسے ثنائی نماز میں اور اسمیں مقدار فرض کی اتنی ہے

ما يمكن فيه من قراءة التشهد الى قوله عبده ورسوله لقوله عليه الصلوة والسلام لابن مسعود حين علمه
جسمیں عبده ورسوله تک تشہد پڑھ لی اسواسطے کہ نبی علیه الصلوة والسلام نے ابن مسعود سے

التشهد اذا قلت هذا او فعلت هذا فقد تمت صلوتك فانه علیه الصلوة والسلام علق التمام بالفعل قرأ او لم
تشہد سکھاتی ہوئی یہہ فرمایا جب تو یہہ پڑھ چکا یا یہہ کر چکا تو نماز تیری بیشک پوری ہوگئی کیونکہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام نی تمامی نماز کو فعل پر موقوف کیا تشہد پڑھی یا نہ
یقرأ لان معنی قوله اذا قلت هذا ای قرأت التشهد وانت قاعد اذ لم یشرع قراءة التشهد الا فی القعود ومعنی قوله
پڑھی اسواسطی کہ معنی اذا قلت ہذا کی یہہ ہین پڑھا تو نی تشہد کو بیٹھ کر اسلئی کہ تشہد کا پڑھنا بجز قعود کی مشروع نہین ہی اور معنی
او فعلت هذا ای قعدت ولم تقرأ شیئا فصار التخییر فی القول لا الفعل لان الفعل ثابت فی الحالین والمعلق بالشرط
او فعلت ہذا کی یہہ ہین کہ تو بیٹھ گیا اور پڑھا کچھہ نہین پس اب اختیار قول مین ہی فعل مین نہین ہی اسواسطی کہ فعل دونو حالتون مین ثابت ہی اور جو امر شرط پر موقوف
لا یوجد قبل وجود الشرط ووجه اخر ان الصلوة متناهیة والتناهی لا یکون الا بالتمام والتمام لا یکون الا بالاتمام
وہ شرط سی پہلی موجود نہین ہوتا اور ایک اور وجہ ہی کہ نماز متناہی ہی اور تناہی بدون تمامی کی نہین ہوتی اور تمامی تمام کئی بدون نہین ہوتی
والاتمام لا یعلم ما لم یبینه الشارع فقد بینه به فیکون فرضا فان قیل الفرضیة لا تثبت بخبر الواحد فما وجه ثبوتها
اور تمام کرنا بدون بتانی شارع کی معلوم نہین ہوتا سو شارع نی قعدہ بتادیا سو فرض ہوگیا اگر کوئی کہی فرضیت خبر واحد سی ثابت نہین ہوتی پہر یہان خبر واحد سی ثبوت
به ههنا فالجواب عدم ثبوتها به لیس علی الاطلاق بل اذا ثبت به ابتداء واما اذا لم یثبت به ابتداء بل بین به المجمل فتثبت
کا کیا وجہ ہی سو جواب یہہ ہی کہ عدم ثبوت فرضیت کا خبر واحد سی یون نہین ہی کہ فرضیت کبہی نہین ثابت ہوتی بلکہ جب خبر واحد سی ابتداءً ثابت کرین اور وہ صورت جو ابتداءً ثابت
بیانه ان نفس الصلوة ثابتة بالکتاب وتمامها منها فیلزم کون تمامها ثابتا به ایضا وهذا الخبر بین کیفیته
اسکی تفصیل یہہ ہی کہ عین نماز تو قرآن سی ثابت ہی اور تمامی نماز کی اسمین داخل ہی پس اتمام کا بہی ثبوت قرآن سی لازم آیا اور اس خبر نی کیفیت اتمام کی بیان کردی
فیکون فرضا ویظهر ثمرة کونها فرضا فی مسائل الاولی من تلك المسائل ان من صلی الظهر او نحوها خمسا بان قید
سو ئی فرض ہوا اور قعدہ کی فرضیت کا فائدہ کئی مسائل مین ظاہر ہوتا ہی اول ان مسائل مین سی یہہ ہی کہ جسنی ظہر کی نماز مین پانچ رکعت پڑہین اور پانچوین رکعت کا سجدہ
الخامسة بالسجدة ولم یقعد علی راس الرابعة تبطل فرضیة صلوته وتتحول نفلا عند ابی حنیفة وابی یوسف و
کرلیا اور چوتہی رکعت پر قعدہ نکیا تو اوسکی نماز فرضیت باطل ہوکر امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف کی نزدیک نفل ہوجاتی ہی
عند محمد تبطل فرضیتها وتخرج من کونها صلوة وکذا لو لم یقعد علی ثالثة المغرب او ثانیة الفجر والثانیة من
امام محمد کی نزدیک فرضیت باطل ہوکر نماز ہی نرہی اور ایسی ہی اگر نماز مغرب مین تیسری رکعت پر یا فجر کی دوسری رکعت پر قعدہ نکیا اور دوسرا ان مسائل
تلك المسائل ان المسافر اذا اقتدی بمقیم فی فائتة غیر ثنائیة لا یصح اقتداؤه لان القعدة الاولی فرض فی حق المسافر
مین سی یہہ ہی کہ مسافر اگر مقیم کا مقتدی بنی قضا نماز مین تو اوسکا اقتدا صحیح نہین ہی اسواسطی کہ پہلا قعدہ مسافر کی حق مین فرض ہی اور
دون المقیم فیکون اقتداؤه به من قبیل اقتداء المفترض بالمتنفل وهو غیر جائز عندنا وانما یجوز اقتداؤه به فی الوقتیة
مقیم کی حق مین فرض نہین اب اوسکا اقتدا ایسا ہوگیا جیسی فرض پڑہنی والا نفل پڑہنی والیکا مقتدی ہوجاوی اور یہہ اقتدا ہماری مذہب مین جایز نہین ہی مسافر کو
لان صلوته یصیر اربعا باقتدائه به فی الوقت لا بعده والثالثة من تلك المسائل ان المصلی بعد القعود قدر التشهد
اسلئی کہ مسافر کی نماز ہی بسبب اقتدا کی وقت مین رباعی ہوجاتی ہی وقت کی بعد نہین ہوتی تیسرا ان مسائل مین سی یہہ ہی کہ مصلی کو بعد قعدہ بقدر تشہد کی
فی اخر الصلوة لو تذکر سجدة التلاوة وسجدها ارتفع القعدة حتی لو لم یقعد قدر التشهد بعد ما سجد سجدة التلاوة
آخر نماز مین اگر سجدہ تلاوت کا یاد آیا اور اوسنی وہ سجدہ کیا تو وہ قعدہ باطل ہوگیا یہان تک کہ اگر بعد سجدہ تلاوت کی بقدر تشہد قعدہ نکریگا
تفسد صلوته لفوات ما هو فرض منها وهو القعدة الاخیرة والرابعة من تلك المسائل ان المصلی اذا نام فی القعدة
تو اوسکی نماز بسبب فوت ہونی ایک رکن نماز یعنی قعدہ اخیرہ کی فاسد ہوجائیگی اور چوتہا ان مسائل مین سی یہہ ہی کہ اگر مصلی تمام قعدہ اخیر مین سوتا رہا
الاخیرة کلها غیر انتباهه یفرض علیه ان یقعد قدر التشهد وان لم یقعد تفسد صلوته لان ما حصل من
تو جب وہ جاگی اوسپر فرض ہی کہ بقدر تشہد کی قعدہ کری اگر نہین کریگا تو نماز فاسد ہوجاویگی اسواسطی کہ جو

الافعال في الصلوة حالة النوم لا تعتبر لصدورها من غير اختيار فيكون وجودها كعدمها وهذه المسئلة يكثر
افعال نماز میں سوتے ہوئے داخل ہیں ان کا اعتبار نہیں ہے کیونکہ وہ بلا اختیار ہوئے ہیں ان کا ہونا نہ ہونا برابر ہے اور یہ مسئلہ اکثر واقع ہوتا ہے خاص کر
وقوعها لا سيما في التراويح وخصوصا في ليالي الصيف لكن الناس عنها غافلون يسر الله تعالى علما موافقا لرضائه
تراویح میں اور وہ بھی علی الخصوص جو گرمیوں کی شب میں ہوتی ہیں لیکن لوگ اس سے غافل ہیں آپ اللہ آسان کرے عمل اپنی رضامندی کی موافق
بلطفه وكرمه

المجلس الثالث والخمسون في بيان فضيلة الصلوة الخمس وكونها كفارة للذنوب

بہ لطف اور کرم سے — ترپنویں مجلس — پنجگانہ نماز کی فضیلت میں اور نماز کا کفارہ ہونا واسطے گناہوں کی

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ارأيتم لو ان نهرا بباب احدكم يغتسل فيه كل يوم
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بتاؤ اگر تم میں سے کسی کے دروازہ کے آگے نہر بہتی ہو وہ ہر روز اس میں
خمسا هل يبقى من درنه شيء قالوا لا قال فذلك مثل الصلوات الخمس يمحو الله بهن الخطايا هذا الحديث من
پانچ دفعہ نہایا کرے کیا اس کے جسم میں باقی رہے گا میل کچھ عرض کیا نہیں آپ نے فرمایا یہی مثل پنجگانہ نمازوں کی ہے اللہ تعالیٰ ان نمازوں سے خطاؤں کو مٹا دیتا ہے یہ حدیث
صحاح المصابيح رواه ابو هريرة وقد ثبت انه من صلى الصلوات الخمس يغفر الله تعالى ذنوبه ببركات تلك الصلوات
مصابیح کی صحیح حدیثوں میں ہے ابوہریرہ کی روایت سے اور ثابت ہو چکا ہے جس نے پنجگانہ نمازیں پڑھیں تو اللہ تعالیٰ اس کے تمام گناہ ان نمازوں کی برکت سے بخش دیتا ہے
فلا بد للمؤمن ان يداوم عليها في اوقاتها باتمام ركوعها وسجودها وسائر ما يفعل فيها فانه تعالى وان امر
سو مومن کو لازم ہے کہ نمازوں کو وقتوں پر رکوع اور سجود کو اور تمام ارکان کو جو نماز کے اندر ہیں پورا پورا کر کے مداومت رکھے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں اگرچہ نماز کا
بها في مواضع من كتابه لكن ذكر اركانها فيها متفرقة حيث بين فرضية تكبيرة الافتتاح بقوله تعالى في سورة المدثر
کئی جگہ امر فرمایا پر اس کے ارکان کو متفرق ذکر کیا ہے چنانچہ تکبیر تحریمہ کی فرضیت سورہ مدثر کی اس آیت میں
وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ وفرضية القيام بقوله تعالى في سورة البقرة وَقُومُوا لِلّٰهِ قَانِتِيْنَ وفرضية القراءة بقوله تعالى في
اور اپنے رب کی بڑائی بول اور قیام کی فرضیت سورہ بقرہ کی اس آیت میں اور کھڑے رہو اللہ کے آگے ادب سے اور قرأت کی فرضیت سورہ
سورة المزمل فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ وفرضية الركوع والسجود بقوله تعالى في سورة الحج يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا
مزمل کی اس آیت میں پس پڑھو جتنا آسان ہو قرآن سے اور رکوع اور سجود کی فرضیت سورہ حج کی اس آیت میں ہے اے ایمان والو
ارْكَعُوْا وَاسْجُدُوْا وانما عرف الترتيب بتعليم النبي عليه السلام تارة بفعله وتارة بقوله على ما بينه العلماء
رکوع کرو اور سجدہ کرو اور ترتیب صرف نبی علیہ السلام کی تعلیم سے معلوم ہوئی ہے کبھی تو آپ کی کرنی سے اور کبھی آپ کی بات سے چنانچہ علماء نے
في كتبهم وقالوا من يريد الدخول في الصلوة يكبر ويقول الله اكبر من غير ادخال المد في همزة الله وهمزة اكبر
بھی اپنی کتابوں میں بیان کیا ہے اور علما کہتے ہیں جو شخص نماز شروع کیا چاہے تکبیر اس طرح کہے اللہ اکبر اللہ کی ہمزہ پر اور اکبر کی ہمزہ اور با پر مد نہ کھینچے
وبائه اذ لو حصل المد في احدى الهمزتين لا يصير شارعا في الصلوة بل لو وقع في اثنائها تفسد صلوته ولو تعمده
اس واسطے کہ اگر دونوں ہمزوں میں سے کسی پر مد پیدا ہو گا تو نماز شروع نہ ہو گی بلکہ اگر مد نماز کے بیچ کسی تکبیر پر آجاوے گا تو نماز فاسد ہو جاوے گی اور اگر جان
يكفر لانه يصير استفهاما ومقتضاه الشك في كبرياء الله تعالى وقيل ان كان لا يميز بين المد وعدمه يكون شارعا
بوجھ کر ہو جاوے گا تو کافر ہو جاوے گا اس واسطے کہ کلام استفہامی ہو جاوے گی اور اس کا حاصل اللہ تعالیٰ کی بڑائی میں شک اور کوئی کہتا ہے اگر وہ مد اور بے مد میں تمیز نہیں رکھتا ہے تو نماز شروع ہو جاوے گی
في الصلوة ولا تفسد ولو وقع في اثنائها والاستفهام يحتمل ان يكون للتقرير لكن الاول اصح لان مثل هذا الجهل لا يصح
اور فاسد نہیں ہوتی اگرچہ بیچ میں آجاوے اور استفہام میں احتمال ہے کہ تقریر کے واسطے ہو لیکن پہلا قول صحیح ہے اس واسطے کہ ایسی جہالت کا عذر ہونا صحیح
ان يكون عذرا والتقرير المستفاد من الاستفهام معناه حمل المخاطب على الاقرار بما دخله وقوله الانسان لا يصلح ان يحمل
نہیں اور تقریر جو استفہام سے حاصل ہوتی ہے اس سے یہ مراد ہے کہ مخاطب کو اپنی معلوم کی اقرار پر برانگیختہ کرے اور انسان میں یہ صلاحیت نہیں کہ

نفسه على الاقرار بان الله تعالى اكبر ولو وقع المد في باء اكبر بان يقول اكبار بزيادة الالف الممال بين الباء والراء
اپنی ذات کو اس اقرار پر برانگیختہ کرے کہ اللہ بڑا ہے اور اگر مد اکبر کی با پر پیدا ہوگا کہ وہ اکبار کہدے الف کو امالہ کر کر درمیان با اور را کی بڑھا کر
لا يصير شارعا في الصلوة ايضا ولو وقع في اثنائها تفسد اذ قيل انه اسم من اسماء الشيطن وقيل انه جمع كبر
تو بھی نماز شروع نہوگی اور اگر بیچ میں آجاویگا تو نماز فاسد ہو جائیگی اسلئے کہ کہتے ہیں کہ یہ نام شیطان کی ناموں میں سے ہے اور کوئی کہتا ہے کہ یہ جمع کبر کی ہے
بفتحتين وهو الطبل وقيل يصير شارعا في الصلوة ولا تفسد لو وقع في اثنائها لانه اشباع والاول اصح لان
دو زبر سے نقارہ کو کہتے ہیں اور بعضے کہتے ہیں نماز شروع ہو جاتی ہے اور فاسد نہیں ہوتی اگرچہ بیچ میں آجاوے اسواسطے کہ یہ اشباع ہے اور روایت اول اصح ہے
الاشباع انما يكون في الاخر لا في الوسط ومحل التكبير القيام المحض حتى لو ادرك الامام في الركوع وكبر حال الانحطاط
اسواسطے کہ اشباع آخر کلمہ میں ہوتا ہے بیچ میں نہیں ہوتا اور تکبیر کہنے کا محل خالص قیام ہے یہاں تک کہ اگر امام کو رکوع میں پایا اور جھکتے ہوئے اللہ اکبر کہتا ہوا رکوع میں آگیا
لا يصير شارعا في الصلوة لان شرط الشروع فيها وقوع التكبير في محض القيام ولو قال في القيام الله وفي الركوع
تو نماز شروع ہوگی اسواسطے کہ شرط نماز شروع ہونے کی یہ ہے کہ تکبیر خالص قیام میں واقع ہو اور اگر کھڑے ہوئے اللہ کہا اور رکوع میں اکبر کہا
اكبر لا يصير شارعا ايضا ورفع اليدين عند التكبير سنة حتى لو ترك رفعهما ادامها من غير عذر ياثم ولا ياثم
تو بھی نماز شروع ہوگی اور تکبیر کی وقت دونوں ہاتھ اوٹھانی سنت ہیں یہاں تک کہ اگر ہاتھ اوٹھانے ہمیشہ بلا عذر چھوڑدے تو گنہگار ہوگا اور گنہگار نہ ہوگا
ان تركه احيانا فعلى هذا ينبغي لمن يريد الشروع في الصلوة ان يرفع يديه حتى يحاذي بابهاميه شحمتي
ترک کرے تو گنہگار نہیں ہوتا اس بیان کی موافق لائق ہے کہ جو نماز شروع کرے اپنی دونوں ہاتھ اتنی اوٹھاوے کہ دونوں انگوٹھے کانوں کی لو کی برابر ہو جاویں
اذنيه بلا ضم اصابعه ولا تفريجها بل تركها على حالها قال قاضيخان ويمس بطرفي ابهاميه شحمتي اذنيه
اور انگلیاں کو آپس میں نہ ملاوے اور نہ کشادہ کرے بلکہ اپنی حال پر چھوڑدے قاضیخان کہتا ہے کہ سری انگوٹھوں کی کانوں کی لو سے لگادے
ويجعل بطن كفيه نحو القبلة اكمالا للاقبال عليها وقال بعضهم يجعل بطن كل كف الى الكف الاخرى ثم يكبر وهو
اور ہتھیلیاں دونوں ہاتھ کی قبلہ کی طرف رکھے تا متوجہ قبلہ کا خوب پورا ہو اور بعضے کہتے ہیں کہ ہتھیلی ہر ایک ہاتھ کی دوسری ہتھیلی کی طرف رکھے پھر اللہ اکبر کہے اور یہ
الاصح لان في فعله معنى النفي وفي قوله الله اكبر معنى الاثبات وهو بفعله الذي هو رفع اليدين ينفي الكبرياء
اصح ہے اسواسطے کہ اسکی عمل میں معنی نفی کی ہیں اور اس قول میں اللہ اکبر معنی اثبات کی ہیں سو مصلی اپنی عمل سے یعنی ہاتھ اوٹھانے سے غیر اللہ سے بڑائی کی نفی کرتا ہے
عن غيره تعالى وبقوله اكبر يثبتها له تعالى والنفي مقدم على الاثبات كما في كلمة التوحيد ولو كبر ولم يرفع يديه
اور اللہ اکبر کہہ کر اللہ کی واسطے بڑائی ثابت کرتا ہے اور نفی اثبات پر مقدم ہوتی ہے چنانچہ کلمۂ توحید میں اور اگر اللہ اکبر کہا اور ہاتھ نہ اوٹھائی
حتى فرغ من التكبير لا يرفعهما لفوات محله وان ذكره في اثناء التكبير يرفعهما لعدم فوات محله وان لم يمكنه رفعهما
یہاں تک کہ تکبیر کہہ چکا تو پھر نہ اوٹھاوے اسواسطے کہ اوسکا محل ہو چکا اور اگر اثناء میں تکبیر کہنی ہوئی یاد آگیا تو اوٹھاوے اسلئے کہ محل باقی ہے اور اگر موضع مسنون تک نہ اٹھا سکے
الى الموضع المسنون يرفعهما قدر ما يمكنه وان امكنه رفع احدهما دون الاخرى يرفعها وحدها لما روي انه عليه السلام
تو جہاں تک ہو سکے اوٹھاوے اور اگر ایک ہاتھ اوٹھا سکتا ہے دوسرا نہیں اوٹھا سکتا تو ایک ہی کو اوٹھاوے اسلئے کہ روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا
قال اذا امرتكم بامر فأتوا منه ما استطعتم وان لم يمكنه رفعهما الا بالزيادة على المسنون يرفعهما لانه ياتي بالمسنون
جب میں تمکو کوئی کام کہوں تو اوسکو اپنی مقدور بھر بجا لاؤ اور اگر اوس سے دونوں ہاتھ نہیں اوٹھ سکتی بدون زیادت کی مقدار مسنون پر تو بھی اوٹھاوے اسواسطے کہ سنت پر عمل
ولا يستطيع ان يمتنع عن الزيادة والمرأة ترفعهما الى منكبيها هو الصحيح لكونه استر لها واذا فرغ من التكبير يضع
کرتا ہے اور یہ طاقت نہیں کہ زیادت سے رک رہے اور عورت اپنی دونوں ہاتھ مونڈھوں تک اوٹھاوے یہی صحیح ہے اسواسطے کہ عورت کی ذات میں یہی حال زیادہ پردہ پوشی کا ہے
بطن كفه اليمنى على ظاهر كفه اليسرى ويحلق بالخنصر والابهام على الرسغ تحت سرته وهذا الوضع سنة في كل
تو پھر داہنی ہتھیلی بائیں ہاتھ کی پشت پر رکھ کر چھنگلی اور انگوٹھی سے پہنچی پر ناف کے نیچے حلقہ باندھ لے اور یہ وضع مسنون ہے حسن حسن

قيام

قیام فیه ذکر مسنون وامّا الذی لیس کذٰلك فالسنة فیه الارسال کما فی قومة الرکوع وتکبیرات العیدین و
قیام میں کہ ذکر مسنون ہوتا ہی اور جو قیام ایسا نہیں ہی سواد سمیں ہاتھ چھوڑ دینا مسنون ہی جیسی کوع کی بعد قومہ میں اور عیدین کی تکبیرات میں اور
المرأة تضعهما علی صدرها لانه استر لها ثم یقول سبحانك اللّٰهم وبحمدك وتبارك اسمك وتعالی جدك ولا اله
عورت دونو ہاتھ اپنی سینہ پر رکھی کیونکہ یہہ ہی پردہ پوش ہی پہر یہہ پڑھی پاکی یاد کرتا ہوں تیری یا الٰہی اور تیری حمد کرتا ہوں بابرکت ہی تیرا نام اور برتر ہی تیری بڑائی اور نہیں کوئی مسعود
غیرك ولا یقول وجل ثناءك لانه لم یذکر فی الاحادیث المشهورة وذکر فی الکافی انه لو سکت عنه لا یؤمر به
سوا تیری اور نہ کہی جل ثناءک اسوسطی کہ احادیث مشہورہ میں وارد نہیں ہوا اور کافی میں یہہ مذکور ہی کہ اس کلمہ کو نہ کہی تو امر نہ کریں
ولو اتی به لا یمنع عنه ثم یقول اعوذ باللّٰه من الشیطٰن الرجیم وهو تبع للقراءة دون الثناء عند ابی حنیفة ومحمد
اور اگر کہی تو منع بھی نہ کریں پہر یہہ پڑھی پناہ مانگتا ہوں اللہ کی شیطان راندہ سی اور یہہ عبارت ہمراہ قرأت کی ہی ثنا کی ساتھ نہیں ہی نزدیک ابو حنیفہ اور محمد
حتی یاتی به المسبوق دون المؤتم ثم یقول بسم اللّٰه الرحمٰن الرحیم وهو سنة فی اول کل رکعة فی روایة ابی یوسف عن ابی حنیفة
یہاں تک کہ مسبوق تو پڑھی مؤتم نہ پڑھی پہر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھی اور بسم اللہ ہر ایک رکعت کی اول میں مسنون ہی ابو یوسف کی روایت میں ابو حنیفہ سی اور اوسکو مقتدی نہ پڑھی
ثم یقرء الفاتحة ویقول فی اٰخرها اٰمین ثم یضم الیها سورة او ثلث اٰیات من ای سورة شاء فان قرا معها اٰیة قصیرة
پہر سورۂ فاتحہ پڑھی اور اوسکی آخر میں آمین کہی پہر اوسکی ساتھ کوئی سورہ ضم کری یا تین آیتیں جس سورت میں سی چاہی پس اگر سورۂ فاتحہ کی ساتھ
او اٰیتین قصیرتین لا یخرج عن الکراهة التحریمیة لترکه الواجب لان الواجب فی الرکعتین الاولیین بعد قراءة
ایک آیت چھوٹی یا دو آیتیں چھوٹی پڑھی تو کراہت تحریمی سی خالی نہیں ہی اسلئی کہ واجب ترک کیا اسوسطی کہ واجب دونو پہلی رکعت میں بعد پڑھنی
الفاتحة ان یضم الیها سورة او ثلث اٰیات قصار او اٰیة طویلة تعدل ثلث اٰیات قصار فهذا یخرج عن الکراهة
سورۂ فاتحہ کی یہہ ہی کہ اوسکی ساتھ کوئی سورۃ یا تین آیتیں چھوٹی یا ایک آیت اتنی بڑی جو چھوٹی تین آیت کی برابر ہو ملا دی سو اتنی مقدار میں کراہت تحریمی سی تو
التحریمیة لکن لا یدخل فی حد السنة بل یدخل فی الکراهة التنزیهیة لانه لا یخلو اما ان یکون فی السفر او الحضر
بچ جاتا ہی پر حد مسنون پر نہیں پہنچتا بلکہ کراہت تنزیہی میں آجاتا ہی اسلئی کہ اس حال سی باہر نہیں کہ وہ مسافر ہوگا یا مقیم
فان کان فی السفر ففی حال الضرورة من خوف او عجلة یقرء بفاتحة الکتاب وای سورة شاء او مقدار سورة
اگر مسافر ہی تو ضرورت کی وقت خوف سی یا شتابی سی سورۂ فاتحہ پڑھی اور ایک اور سورۃ جونسی چاہی یا برابر کسی سورۃ کی
من ای محل تیسر وفی حال الاختیار وعدم الضرورة یقرأ فی صلوٰة الفجر مع الفاتحة سورة البروج ونحوها وفی الظهر
جس جگہہ سی آسان ہو اور اختیار کی وقت جب ضرورت نہو تو فجر کی نماز میں بعد سورۂ فاتحہ کی سورۂ بروج اور اسکی مانند اور ظہر میں بھی
کذٰلك وفی العصر والعشاء دون ذٰلك وفی المغرب یقرأ بالقصار جدا کالعصر والکوثر وان کان فی الحضر وخاف
ایسی ہی اور عصر اور عشاء میں اس سی کچھہ کم اور مغرب میں بہت چھوٹی سورتیں جیسی سورۂ عصر اور کوثر پڑھی اور اگر مقیم ہی اور وقت کی
فوت الوقت یقرأ قدر ما لا یفوته الصلوٰة وان لم یخف فوت الوقت یقرأ فی صلوٰة الفجر فی الرکعتین اربعین اٰیة
گذر جانی کا خوف ہو تو اتنا پڑھی کہ اوسکی نماز فوت نہو جاوی اور اگر وقت کی جانی کا خوف نہیں تو فجر کی نماز کی دونو رکعت میں چالیس آیتیں پڑھی
وهو ادنی السنة او ستین اٰیة وهو اوسطها او مائة وهو اعلاها لما روی انه علیه الصلوٰة والسلام کان یقرأ
اور یہہ ادنی درجہ سنت کا ہی یا ساٹھ آیتیں اور یہہ بیچکا درجہ سنت کا ہی یا سو آیتیں اور یہہ اعلی درجہ سنت کا ہی کیونکہ روایت ہی کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام
فی صلوٰة الفجر اربعین اٰیة او ستین اٰیة او مائة اٰیة واحیانا کان یقرأ والصّٰفّٰت واحیانا کان یقرء سورة
فجر کی نماز میں چالیس آیتیں یا ساٹھ آیتیں یا سو آیتیں پڑھا کرتی تھی اور بعضی دفعہ سورۂ والصافات اور بعضی دفعہ سورۂ ق پڑھتی
قٓ وقد کان ابن عمر قال کان النبی صلی اللّٰه علیه وسلم یامرنا بالتخفیف ویؤمنا بالصافات فعلم من هذا ان
اور ثابت ہو چکا ہی کہ ابن عمر کہتی تھی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہمکو قرأت میں تخفیف کی لئی فرماتی اور امامت کی وقت والصافات پڑھتی تو اس سی معلوم ہوا

ولذة الصلوات من باب التخفيف فاذا فرغ من القرائة يكبر للركوع مع الانحطاط فلو لم يكبر حال الانحطاط
کرولذت صلوات کا پڑہنا تخفیف میں داخل ہی پہر جب مصلی قرارت سی فارغ ہو چکا تو رکوع کی لئی جھکتی ہوئی تکبیر کہی اگر جھکتی ہوئی تکبیر رہ گئی

لا يكبر في الركوع لفوات محله وقد ذكر في المنية ان في اتيان اذكار المشروعة في الانتقالات بعد تمام الانتقال
تو رکوع میں جاکر تکبیر نہ کہی اسواسطی کہ اوسکا محل فوت ہوگیا اور منیہ میں مذکور ہی کہ جو اذکار انتقالات کی اندر مشروع ہیں اونکو بعد انتقالات کی ادا کرنی میں

كراهتين تركها عن موضعها وتحصيلها في غير موضعها وبعد التكبير يضع يديه على ركبتيه مع تفريج اصابعه
دو کراہت ہیں ایک تو اونکو اپنی جگہ سی ٹال دینا اور دوسری بیجگہ ادا کرنا اور تکبیر کی بعد دونو ہاتہ دونو گھٹنوں پر اونگلیاں کشادہ کرکی رکھی

ولا يندب تفريج الاصابع الا في هذه الحالة ويبسط ظهره بحيث لو وضع على ظهره قدح مملو بالماء لاستقر
اور اونگلیوں کا کشادہ کرنا سوا اس جگہ کی کہیں مستحب نہیں ہی اور کمر کو ایسی ہموار کردی کہ اگر اوسکی پیٹہ پر پیالہ پانی کا بہرا ہوا رکہدیں تو ٹہرا رکہا رہی

ويسوي راسه بظهره ولا يرفعه كالحية ولا ينكسه كالخنزير ويقول في ركوعه سبحان ربي العظيم ثلث
اور سر کو کمر کی برابر کردی نہ اونچا کری سانپ کی مانند اور نہ تلی جہکادی سور کی مثال اور رکوع کی اندر سبحان ربی العظیم تین بار کہی

مرات وذلك ادنى كمال السنة ويكره ان ينقص منها وان زاد عليها فهو افضل ان كان منفردا وكان
اور یہ کمال سنت کا ادنی درجہ ہی اس سی کم کرنا مکروہ ہی اور اگر تین بار سی زیادہ کہی تو افضل ہی اگر منفرد یعنی تنہا پڑہتا ہو اور

اتمامه على وتر ثم يرفع راسه قائلا سمع الله لمن حمده واذا استوى قائما يقول في القيام ربنا لك الحمد
عدد طاق پر پورا کری پہر سمع الله لمن حمده کہتا ہوا سر اوٹہاوی اور جب سیدہا کہڑا ہوجاوی تو قیام میں ربنا لک الحمد کہی

ان كان منفردا ثم يكبر للسجود مع الانحطاط وان لم يكبر حال الانحطاط لا يكبر في السجدة لفوات محله ثم
اگر مصلی منفرد ہو پہر سجدہ کی لئی جھکتا ہوا تکبیر کہی اور اگر اتفاقا جھکتی وقت تکبیر رہ گئی تو سجدہ میں جاکر نہ کہی اسواسطی کہ اوسکا محل ہو لیا پہر

يضع يديه على الارض مع ضم اصابعه ولا يندب ضم الاصابع الا في هذه الحالة ثم يضع وجهه بين كفيه
اپنی دونو ہاتہ اونگلیاں ملا کر زمین پر رکہی اور اونگلیوں کا ملانا سوا اس محل کی کہیں مستحب نہیں ہی پہر اپنی پیشانی دونو ہاتہوں کی بیچ میں

بحيث يكون ابهاماه حذاء اذنيه ويبدي ضبعيه الا في الازدحام ويجافي بطنه عن فخذيه ويوجه اصابع
اسطور پر رکہی کہ اوسکی دونو انگوٹہی کانوں کی برابر رہیں اور دونو بیلو کو ظاہر کردی اگر انبوہ نہو اور اپنی پیٹ کو دونو ران سی الگ رکہی اور پانوں کی اونگلیاں

رجليه نحو القبلة ويقول في سجوده سبحان ربي الاعلى ثلث مرات وذلك ادنى كمال السنة حتى يكره
قبلہ کی طرف رکہی اور سجدہ کی اندر سبحان ربی الاعلی تین مرتبہ کہی اور یہ کمال سنت کا ادنی درجہ ہی یہاں تک کہ اس سی کم کرنا مکروہ ہی

ان ينقص منها وان زاد عليها فهو افضل ان كان منفردا وكان اتمامه على وتر والمرأة في السجود كالرجل الا انها
اور اگر اس سی زیادہ کہی تو افضل ہی اگر مصلی منفرد ہو اور اتمام اسکا عدد طاق پر ہو اور عورت سجدہ کرنی میں مثل مرد کی ہی مگر اتنا فرق ہی

لا تبدي ضبعيها ولا تجافي بطنها عن فخذيها بل تلزق بطنها بفخذيها لكونه استر لها وتمام السجدة يكون
کہ عورت اپنی بیلو کو ظاہر نکری اور نہ پیٹ کو ران سی جدا رکہی بلکہ اپنی پیٹ کو ران سی ملا رکہی کیونکہ یہ زیادہ پردہ پوشی ہی اور پورا ہونا سجدہ کا

بوضع الجبهة والانف ويكره باحدهما وكذا يكره السجود على كور عمامته ان كان كورها متصلا بالجبهة
پیشانی اور ناک دونوں کی لگانی پر ہی ایک پر مکروہ ہی اور ایسا ہی سجدہ پگڑی کی پیچ پر مکروہ ہی اگر پیچ پگڑی کا پیشانی پر آیا ہوا ہو

ولم يكن غليظا بحيث يوجد حجم الارض ولو لم يكن متصلا بجبهته بل كان فوق الجبهة او كان غليظا لا يوجد
اور موٹا نہو ایسا کہ زمین کی سختی محسوس ہوتی ہو اور اگر وہ پیچ پیشانی پر نہو بلکہ پیشانی سی اوپر ہو یا اتنا موٹا ہو کہ زمین کی

فيه حجم الارض لا يجوز وكذا لا يجوز السجود على كل شئ لا يوجد فيه حجم الارض كالقطن المحلوج والثلج والدخن
سختی اوسمیں معلوم نہوتی ہو تو سجدہ جایز نہیں ہی اور ایسی ہی سجدہ ایسی ہر شئ پر جایز نہیں ہی جسمیں سختی زمین کی محسوس نہو جیسی دہنی ہوئی روئی اور برف اور جیسا

دخن

ونحو ذلك لعدم استقرار الجبهة على الارض او ما يتصل بها ووضع اليدين والركبتين على الارض في السجدة ليس

اور مانند اسکی کیونکہ پیشانی زمین پر یا جو زمین کی مثل ہو نہیں پہنچتی اور دونوں ہاتھ اور دونوں گھٹنوں کا زمین پر رکھنا سجدہ میں فرض نہیں

بفرض بل هو سنة واما وضع القدمين فقد ذكر القدوری والكرخي والجصاص انه فرض حتى لو سجد ولم يضع قدميه

ہی بلکہ سنت ہی اور دونوں پاؤں کا رکھنا سو قدوری اور کرخی او جصاص کہتی ہیں کہ فرض ہی یہاں تک کہ اگر سجدہ کیا اور دونوں پاؤں

او احدهما على الارض بل رفعهما عن الارض لا يجوز ولو وضع احدهما يجزيه لكن يكره وذكر التمرتاشي ان وضع اليدين

یا ایک پاؤں زمین پر نہ لگایا بلکہ دونوں کو زمین سی اوٹھالیا تو جایز نہیں ہی اور اگر ایک پاؤں ہی لگا دی رکھا تو جایز ہی مگر مکروہ اور تمرتاشی کہتا ہی کہ دونوں ہاتھ کا

والقدمين سواء في عدم الفرضية وقال اكمل الدين في شرح الهداية هو الحق وذكر في شرح المنية انه بعيد عن الحق

و دونوں پاؤں کا فرض نہ ہونی میں برابر ہیں اور اکمل الدین شرح ہدایہ میں کہتا ہی یہ ہی حق ہی اور شرح منیہ میں یوں مذکور ہی کہ حق سی بعید ہی

والمراد بوضع القدمين على ما ذكر في الخلاصة وضع اصابعهما والمراد بوضع الاصابع توجيهها نحو القبلة ليكون الاعتماد

و دونوں پاؤں رکھنی سی موافق بیان خلاصہ کی پاؤں کی انگلیوں کا لگانا مراد ہی اور مراد انگلیوں کی رکھنی سی انگلیوں کا سامنے قبلہ کی رکھنا ہی تاکہ اونپر زور رہی

عليها حتى لو وضع ظهر القدمين ولم يوجه اصابعهما او احدهما نحو القبلة لا يصح سجوده وهذا مما يجب حفظه

یہاں تک کہ اگر پشت دونوں پاؤں کی زمین پر رکھی اور انگلیاں دونوں پاؤں کی یا ایک پاؤں کی قبلہ کی طرف نہ رکھی تو اوسکا سجدہ صحیح نہیں ہی اسکا یاد رکھنا واجب ہی

واكثر الناس عنه غافلون ثم يرفع راسه مكبرا ويقعد ويضع يديه على فخذيه فاذا اطمأن جالسا وسكن

اور اکثر لوگ اس مسئلہ سی غافل ہیں پھر تکبیر کہتا ہوا سر اوٹھاکر بیٹھ جاوے اور دونوں ہاتھ رانوں پر رکھے جب بیٹھنی سی مطمئن ہو جاوے اور سب اعضا کی

اضطراب اعضائه بان يمكث مقدار تسبيحة يكبر ويسجد سجدة ثانية كالسجدة الاولى واختلفوا في مقدار

تاثیر ٹھہر جاوی بایں طور کہ بقدر ایک تسبیح کی زمانہ کے رہ جاوی تو تکبیر کہہ کر دوسرا سجدہ پہلی سجدہ کی طرح کرے اور مقدار میں اختلاف ہی

الرفع من السجدة الاولى للسجدة الثانية والاصح على ما ذكر في الهداية ان كان الى السجدة اقرب لا يجوز لانه لا يعد

کہ پہلی سجدہ سی دوسری سجدہ کی واسطی کسقدر اوٹھی اور اصح روایت موافق بیان ہدایہ کی یہ ہی کہ اگر سجدہ سی قریب ہی تو سجدہ جایز نہیں اسلیے کہ بیٹھنا

جالسا ولا يتحقق السجدة الثانية بل يصير كانه سجد سجدة واحدة وان كان الى الجلوس اقرب يجوز لانه يعد

نہیں شمار کیا جاتا اور دوسرا سجدہ ثابت نہیں ہوا بلکہ ایسا ہی گویا ایک ہی سجدہ کیا ہی اور اگر جلوس سی قریب ہی تو جایز ہی اسلیے کہ بیٹھا ہوا

جالسا فيتحقق السجدة الثانية وقيل اذا رفع راسه مقدار ما يمر الريح بين جبهته والارض يجوز لكن الاقتصار عليه

شمار کیا جاتا ہی اور دوسرا سجدہ ثابت ہو جاتا ہی اور کوئی کہتا ہی اگر مصلی نی اتنا سر اوپر اوٹھایا کہ ہوا اوسکی پیشانی اور زمین کی بیچ میں گذر جاوی تو جایز ہی مگر اسی پر کفایت کرلینا

يكره اشد الكراهة لمخالفته ما واظب النبي عليه الصلوة والسلام مدة حياته واذا فرغ من السجدة الثانية يكبر

سخت مکروہ ہی اسواسطی کہ اسمیں مخالفت ہی اوسکو جو علیہ الصلوة والسلام تمام عمر کرتی رہی اور جب دوسرا سجدہ سی فارغ ہو چکی تو تکبیر کہتا

وينهض مستويا ولا يعتمد بيديه على الارض من غير عذر بل يعتمد على ركبتيه ويفعل في الركعة الثانية كما فعل في

سیدھا کھڑا ہو جاوی اور بدون عذر کی ہاتھوں کا زمین پر سہارا نہ دی بلکہ گھٹنوں پر سہارا کرکر کھڑا ہو جاوی اور دوسری رکعت میں وہ ہی عمل کری جو پہلی

الركعة الاولى الا انه لا يستفتح ولا يتعوذ ولا يرفع يديه فاذا تمها ورفع راسه من سجدتها الثانية يفترش رجله اليسرى

رکعت میں کر چکا ہی اسقدر ہی کہ سبحانک نہ پڑھی اور اعوذ باللہ نہ پڑھی اور دونوں ہاتھ نہ اوٹھاوی جب دوسری رکعت پوری کر چکی اور اوسکی دوسری سجدہ سی سر اوٹھاوی تو بایاں پاؤں بچھاکر

ويجلس عليها وينصب رجله اليمنى ويوجه اصابعه نحو القبلة ويضع يديه على فخذيه ويبسط اصابعه ويوجهها

اوسپر بیٹھ جاوی اور داہنا پاؤں کھڑا رکھی اور اوسکی انگلیاں قبلہ کی طرف رکھی اور دونوں ہاتھ رانوں پر رکھدی اور ہاتھوں کی انگلیوں کو پھیلا کر قبلہ کی طرف کردی

نحو القبلة لان السنة توجيه الاعضاء الى القبلة ما استطاع والمرأة تتورك بان تخرج رجليها من جانب الايمن

اسلیے کہ تمام اعضا کا قبلہ کی طرف جہاں تک ہو سکی متوجہ کرنا طریق مسنون ہی اور عورت سرین پر بیٹھی کہ دونوں پاؤں داہنی طرف کو نکال کر

وتجلس على اليتها اليسرى لانه استر لها ثم يتشهد ويقول التحيات لله والصلوات والطيبات السلام عليك ايها
ائين سرين پر بیٹھ جاوی کیونکہ اوسکی لئی اسمین خوب پردہ ہی پھر تشہد پڑھی یہہ کہی سلام ہی واسطی اللہ کی اور رحمت اور پاکیزگی اور سلام تجہپر اے
النبي ورحمة الله وبركاته السلام علينا وعلى عباد الله الصالحين اشهد ان لا اله الا الله واشهد ان
نبی اور رحمت اللہ کی اور برکتین اوسکی اور سلام ہمپر اور صلحاء بندگان الٰہی پر میں گواہی دیتا ہوں کہ نہین کوئی معبود سوا اللہ کی اور گواہی دیتا ہون
محمدا عبده ورسوله ثم ان كان ما يصلي فرضا زائدا على الركعتين لا يزيد على هذا القدر من التشهد
کہ محمد بندہ اوسکا ہی اور رسول اوسکا پھر اگر وہ نماز فرض دو رکعت سی زیادہ ہی تو اتنی تشہد سی زیادہ قعدۂ اولی میں کچھہ نہ پڑھی
في القعدة الاولى بل يكبر ويقوم الى الركعة الثالثة بلا اعتماد بيديه على الارض ان لم يكن له عذر ثم
بلکہ تکبیر کہہ کر تیسری رکعت کی لئی کھڑا ہو جاوی بی عذر ہاتہہ کا سہارا زمین پر نہ کری پھر
انه في ما بعد الاوليين مخير ان شاء قرء الفاتحة فقط وهو افضل لكون قرائتها فيما بعد الاوليين
اسکو پچھلی رکعتوں میں اختیار اگر چاہی فقط سورۂ فاتحہ پڑھی یہہ تو افضل ہی اسواسطی کہ سورۂ فاتحہ کا پڑھنا پچھلی رکعتوں میں
سنة في ظاهر الرواية حتى لو تركها او ضم اليها سورة سهوا لا يلزمه سجود السهو وان شاء سبح ثلث
سنت ہی ظاہر الروایت میں یہانتک کہ اگر سورۂ فاتحہ کو ترک کری یا اوسکی ساتھہ سہو سی کوئی سورت ملادی تو سجدہ سہو کا نہین آتا اور اگر چاہی تین بار تسبیح کہی
مرات وان شاء سكت مقدارها الا انه ان سكت عمدا يكون مسيئا لترك السنة وان لم يكن ما يصلي
اور اگر چاہی اتنی دیر چپکا کھڑا رہی برا اتنا ہی کہ اگر عمداً چپکا کھڑا رہیگا تو اچھا نہین اسلئی کہ ترک سنت ہوتا ہی اور اگر وہ نماز فرض نہین ہی
فرضا بل كان نفلا او سنة مؤكدة مثل سنة الظهر والجمعة لا يكون مخيرا بين هذه الثلثة بل يتعين عليه
بلکہ نفل ہو یا سنت مؤکدہ ہو جیسی ظہر کی اور جمعہ کی سنتین تو اب ان تینون امر مین اختیار نہین ہی بلکہ اوسپر پڑھنا
قراءة الفاتحة مع ضم سورة اليها لكون القراءة فرضا في جميع ركعات النفل والسنة ثم انه في النفل يزيد على
سورۂ فاتحہ کا مع ملانی کسی سورت کی مقرر ہی اسلئی کہ نفل اور سنتوں کی تمام رکعتوں مین قرات فرض ہی پھر مصلی نفلوں کی قعدۂ اولی مین تشہد پر
التشهد ان يصلي على النبي صلى الله عليه وسلم في القعدة الاولى ويأتي بالثناء والتعوذ اذا قام الى الثالثة لكون
درود زیادہ کردی اور سبحانک اللہم اور اعوذ باللہ بھی پڑھی جب تیسری رکعت پر کھڑا ہو اسواسطی
كل شفع صلوة على حدة واما سنة الظهر والجمعة فلا يكون كل منهما صلوة علىحدة لا يأتي فيها بالثناء والتعوذ
کہ ہر دو دو رکعت الگ الگ نماز ہی اور ظہر اور جمعہ کی سنتین اسلئی کہ دونو نماز علیحدہ مستقل نہین تو سبحانک اللہم اور اعوذ باللہ
اذا قام الى الثالثة ولا يزيد على التشهد في القعدة الاولى حتى ذكر في القنية انه لو صلى على النبي صلى الله عليه وسلم
جب تیسری رکعت پر کھڑا ہو تو نہ پڑھی اور پہلی قعدہ مین تشہد پر کچھہ زیادہ نہ کری یہانتک کہ قنیہ مین مذکور ہی کہ مصلی ظہر کی سنتون کی پہلی
في القعدة الاولى من سنة الظهر ففي وجوب سجود السهو قولان ثم انه يقعد في القعدة الاخيرة كما يقعد في القعدة
قعدہ مین اگر درود پڑھ دی تو سجدہ سہو کی واجب ہونی میں دو قول ہین پھر مصلی قعدۂ اخیرہ مین اسطرح بیٹھ جاوی جیسی پہلی قعدہ مین
الاولى ويتشهد وبعد التشهد يصلي على النبي عليه الصلوة والسلام يقول اللهم صل على محمد وعلى ال محمد كما صليت
بیٹھا تھا اور تشہد پڑھی اور بعد تشہد کی درود پڑھی اسطرح اللہم صل آخر تک الٰہی رحمت نازل کر اوپر محمد اور آل محمد کی جیسی رحمت نازل کی
على ابرهيم وعلى ال ابرهيم انك حميد مجيد ثم يستغفر لنفسه ولوالديه ان كانا مؤمنين ولجميع المؤمنين والمؤمنات
اوپر ابراہیم اور آل ابراہیم کی بیشک تو صاحب حمد اور بزرگی ہی پھر استغفار کرتا ہی اپنی اور اپنی ماں باپ کی واسطی اگر وہ دونو مؤمن ہوں اور تمام مؤمن مرد اور مؤمن عورتوں کی
ويقول اللهم اغفر لي ولوالدي ولجميع المؤمنين والمؤمنات يوم يقوم الحساب ويدعو بالدعوات المأثورة عن
یعنی وہ یوں کہی الٰہی بخشدی مجکو اور میری ماں باپ کو اور تمام مؤمن مردوں اور مؤمن عورتوں کو جس روز حساب قائم ہو اور وہ دعائین پڑھی جو نبی علیہ السلام سی

النبي عليه الصلوة والسلام ومايشبه الفاظ القرآن مثل ان يقول ربنا آتنا في الدنيا حسنة وفي الآخرة
مروی ہیں اور جو کہ قرآن کی الفاظ سی ملتی ہوں جیسی یہہ دعا ای رب ہمارے دے ہمکو دنیا میں خوبی اور آخرت میں
حسنة وقنا عذاب النار ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ هديتنا وهب لنا من لدنك رحمة انك انت
خوبی اور بچا ہمکو دوزخ کی عذاب سی ای رب ہماری دل نہ پھیر جب ہمکو ہدایت دے چکا اور دے ہمکو اپنی پاس سی مہربانی تو ہی سب دینی والا
الوهاب ونحو ذلك فانه اذا قصد بها الدعاء لا القراءة تكون الفاظا مشبهة بالفاظ القرآن ولا يكون
اور مانند اسکی کیونکہ مصلی اگر ان آیات کو دعا کی نیت سی پڑھیگا اور قرأت کا ارادہ نہو تو یہہ الفاظ مشابہ قرآن کی ہونگی قرآن نہونگی
قرآنا حتى يجوز الدعاء بها مع الجنابة والحيض ولا يدعو بما يشبه كلام الناس وهو ما لا يستحيل طلبه منهم
یہاں تک کہ ان الفاظ سی جنابت اور حیض میں دعا مانگنی درست ہی اور ایسی دعا نہ مانگی جو آدمیوں کی گفتگو سی ملتی ہو یعنی جسکا طلب کرنا آدمیوں سی محال نہو
مثل ان يقول اللهم اعطني مالا اللهم ارزقني جارية اللهم زوجني امرأة فانه اذا دعى بها تكون صلوته ناقصة
جیسی یہہ کہنی لگی الہی مجکو مال دے الہی مجکو لونڈی دے الہی عورت سی میرا بیاہ کردے پس مصلی اگر ایسی دعا مانگیگا تو اوسکی نماز ناقص ہوگی
لخروجه منها بدون السلام الذي هو واجب فاذا فرغ من الادعية التي بعد التشهد يسلم اولا عن يمينه وثانيا عن
اسلئی کہ نماز سی بدون سلام کی جو کہ واجب ہے باہر آیا پھر جب اول دعاؤں سی جو تشہد کی بعد ہیں فارغ ہوا تو سلام پھیری پہلی داہنی طرف اور دوسری بار
يساره ويقول في كل واحد منهما السلام عليكم ورحمة الله ولا يقول في واحد منهما وبركاته فانه من عادة الجهال
بائیں طرف اور ہر ایک میں یہہ کہی السلام علیکم ورحمة الله اور برکاته دونوں میں سی کسی میں نہ کہی کیونکہ یہہ جاہلوں کی عادت ہی
ولو سلم عن يساره اولا يسلم عن يمينه ما لم يتكلم ولا يعيد السلام عن يساره ولو سلم تلقاء وجهه يسلم عن يساره
اور اگر بائیں طرف پہلی سلام پھیر دیا تو داہنی طرف بولنی سی پہلی سلام پھیری اور بائیں طرف دوبارہ نہ پھیری اور اگر سلام سامنی چہرہ کی کہا تو دوسرا بائیں طرف پھیری
وهو مروي عن علي كما ذكره الزيلعي في شرح الكنز وينوي المنفرد في خطاب عليكم جميع من معه من الملئكة ولا
یہہ روایت حضرت علی سی ہی زیلعی نی شرح کنز میں مذکور کیا ہی اور منفرد مصلی علیکم کی خطاب میں اپنی ساتھ کی تمام فرشتوں کی نیت کرلی اور
ينوي عددا محصورا فيهم لاختلاف الاخبار في عددهم فقيل مع كل مؤمن خمسة من الملئكة وقيل ستون
کسی عدد معین کی نیت نہ کری اسلئی کہ فرشتوں کی عدد میں مختلف خبریں آئی ہیں کوئی کہتا ہی ہر مومن کی ساتھ پانچ فرشتی ہیں کوئی کہتا ہی ساٹھ ہیں
وقيل مائة وستون وقيل اثنان وقيل غير ذلك واصح الاقاويل انهم خمسة واحد عن يمينه يكتب الحسنات
اور کوئی کہتا ہی ایک سو ساٹھ ہیں کوئی کہتا ہی دو ہیں کوئی کچھ اور کہتا ہی سب میں صحیح قول یہی ہی کہ پانچ ہیں ایک دہنی طرف جو حسنات لکھتا ہی
وواحد عن يساره يكتب السيئات وواحد امامه يلقنه الخيرات وواحد وراءه يرفع عنه المكاره وواحد عند
اور ایک بائیں طرف جو برائیاں لکھتا ہی ایک سامنی جو خیرات کی تلقین کرتا ہی اور ایک پیچھی جو بلا کو دور کرتا ہی اور ایک
ناصيته يكتب ما يصلي على النبي صلى الله عليه وسلم ويبلغه ومما ينبغي للمصلي بطريق الادب ان يكون نظره في حال
پیشانی کی پاس جو درود کو لکھتا ہی اور نبی علیه السلام کی روبرو بھیجتا ہی اور مصلی کو بطور آداب کی لائق یہہ ہی کہ قیام کی حالت میں اپنی نگاہ
قيامه الى موضع سجوده وفي ركوعه الى ظهر قدميه وفي حال سجوده الى ارنبته وفي حالة قعوده الى حجره وهو
سجدہ کی جگہہ پر رکھی اور رکوع کی حالت میں پاؤں کی پشت پر اور سجدہ کی اندر ناک کی بانسے پر اور حالت قعود میں اپنی گود پر جہاں
ما يكون على مجمع فخذيه من ثوبه وعند التسليمة الاولى الى منكبه الايمن وعند التسليمة الثانية الى منكبه
دونوں رانوں کی جوڑ پر کپڑا رہتا ہی اور پہلا سلام پھیرتی ہوئی داہنی مونڈھی پر اور دوسرا سلام پھیرتی ہوئی بائیں مونڈھی پر
الايسر لان المقصود الخشوع وترك التكلف وذلك كله مقتضى الخشوع لان المصلي اذا ترك التكلف تقع بصره في هذه
اسلئی کہ غرض انکسار ہی اور تکلف کا ترک کرنا اور یہہ تمام باتیں انکسار کی ہیں اسواسطی کہ مصلی جب تکلف کو دور کرتا ہی تو اوسکی نگاہ اسی ہی جگہہ

المواضع سواء قصدا ولم یقصد وممّا ینبغی له ایضا ان یکون ما بین قدمیه فی حال القیام قدر اربع اصابع مضمومة
پڑتی ہیں برابر ہی قصد کرے یا نہ کرے اور مصلی کو یہہ بہی چاہئے کہ دونوں پانوں کی بیچمیں قیام کی وقت برابر چار ملی ہوئی انگلیوں کی فرق رکہے

ویکره له التمایل علی یمناه مرة وعلی یسراه اخری لانه من العبث المنافی للخشوع یسّر نا الله عمل الخاشعین
اور مکروہ ہی کہ کبہی داہنی پانو پر جہک جاوی اور کبہی بائیں پر اسواسطے کہ یہہ سبب عبث انکسار کی خلاف ہی آئی ہمپر آسان کر عمل خاشعین کا اسا

المجلس الرابع والخمسون فی بیان فضیلة الجماعة وذکر الوعید فی ترکها قال رسول الله
مجلس چوّن جماعت کی فضیلت میں اور جماعت ترک کرنی کی وعید میں رسول الله

صلی الله علیه وسلم صلوة الجماعة تفضل صلوة الفذ بسبع وعشرین درجة هذا الحدیث من صحاح
صلی الله علیه وسلم نے فرمایا جماعت کی نماز منفرد کی نماز پر ستائیس درجہ بڑہتی ہی یہہ حدیث مصابیح کی

المصابیح رواه ابن عمر ومعناه ان الصلوة مع الجماعة تزید فی الثواب علی صلوة المنفرد بسبع وعشرین درجة
صحیح حدیثوں میں ہی ابن عمر کی روایت سی اسکی یہہ معنی ہیں کہ جماعت کی نماز ثواب میں منفرد کی نماز پر ستائیس درجہ زیادہ ہوتی ہی

فعلی هذا ینبغی للمؤمن ان یداوم علی اداء الصلوات الخمس بالجماعة لینال الثواب الموعود فان الجماعة فیها
اس حدیث کی موافق مؤمن کو لازم ہی کہ ہمیشہ پانچوں نمازیں جماعت کی ساتھہ ادا کیا کری تاکہ ثواب وعدہ کیا ہوا پاوی کیونکہ نماز میں جماعت

سنة مؤکدة غایة التاکید فی قوة الواجب حتی لو ترکها اهل بلدة یجب قتالهم بالسلاح لکونها من شعائر
سنت مؤکدہ بہت تاکید سی قریب واجب کی ہی یہان تک کہ اگر کسی شہر والی جماعت چہوڑ دیں تو اونکو ہتہیار سی قتل کرنا واجب ہی اسواسطی کہ جماعت اسلام کی

الاسلام وخصائصه التی لم تکن فی سائر الادیان وان ترکها بعض منهم بغیر عذر یجب تعزیره ولا یقبل
نشانی اور ایسی خاص عبادت ہی کہ تمام دینوں میں نہیں ہی اور اگر جماعت کو کوئی شخص بلا عذر ترک کردی تو اوسکو تعزیر دینی واجب ہی اور اوسکی گواہی

شهادته ویاثم الجیران بالسکوت عنه والمطر والطین والبرد الشدید والظلمة الشدیدة عذر وتکرار الفقه
معتبر نہیں اور اوسکی ہمسایہ گنہگار ہوتی ہیں اگر چپ کر رہیں اور مینہہ اور کیچڑ کی کثرت اور جاڑی کی شدت اور اندہیری کی زیادت عذر ہی اور فقہ کی بحث

ومطالعة کتبه لیس بعذر وقیل عذر اذا لم یکن عن تکاسل وقلة مبالاة بها ولم یواظب علی ترکها واختلف العلماء
اور فقہ کی کتابوں کا مطالعہ عذر نہیں ہی اور کوئی کہتا ہی عذر ہی اگر سستی کی ماری اور جماعت کی بی پروائی سی نہو اور ترک جماعت کی عادت نکرلی اور علماء گہر کی

فی اقامتها فی البیت والاصح انها کاقامتها فی المسجد الا فی الفضیلة ومن فاتته فی مسجده لا یجب علیه الطلب
اندر جماعت کرنی میں اختلاف کرتے ہیں اصح مذہب یہہ ہی کہ گہر کی اندر جماعت تو ایسی ہی جیسی مسجد میں پر وہ فضیلت نہیں ہی اور جسکو جماعت اوسکی مسجد میں نہ ملی تو اوسپر واجب نہیں

فی مسجد اخر بل ان جاء الی مسجد اخر وصلی مع الجماعة فهو حسن وان صلی فی مسجده فهو حسن وان دخل منزله
اور مسجد میں تلاش کری بلکہ اگر اور مسجد میں گیا اور جماعت کی نماز پڑہی تو بہتر ہی اور اگر اپنی مسجد میں پڑہ لی تو بہی بہتر ہی اور اگر اپنی گہر میں جاکر اپنی

وصلی فیه باهله جماعة فهو حسن واولی الناس بالامامة اعلمهم باحکام الصلوة وان تساووا فی العلم فاقرءهم
اہل کی ساتہہ جماعت سی پڑہی تو بہتر ہی اور امامت کی واسطی وہ شخص اولی جو مسایل نماز کی زیادہ جانتا ہو اور اگر علم مسائل میں سب برابر ہوں تو اچہا قاری

وان تساووا فی العلم والقراءة فاورعهم وان تساووا فی هذه الاوصاف الثلثة فاکبرهم سنا وان تساووا فی هذه الاربعة
اور اگر علم اور قرارت میں برابر ہوں تو بڑا پرہیزگار اور اگر ان تینوں اوصاف میں برابر ہوں تو جو عمر میں بڑا ہو اور اگر ان چاروں اوصاف میں برابر ہوں

فاحسنهم خلقا وان تساووا فی هذه الخمسة فاحسنهم وجها وان تساووا فی هذه الستة فاشرفهم نسبا وان
تو جسکا خلق نیک ہو اور اگر ان پانچوں میں برابر ہوں تو جو خوب صورت ہو اور اگر ان چہوں وصف میں برابر ہوں تو جو نسب میں شریف ہو اور اگر

تساووا فی هذه السبعة فانظفهم ثوبا وان تساووا فی هذه الصفات کلها یقرع او یکون الخیار الی الجماعة ویکره تقدیم
ان ساتوں وصف میں برابر ہوں تو جسکی پوشاک اچہی ہو اور اگر ان تمام اوصاف میں برابر ہوں تو قرعہ ڈالیں یا جماعت والوں کو اختیار ہی اور فاسق کو امام کرنا

الفاسق

الفاسق كراهة تحريم لانه لا يهتم لامر دينه مع ان تقديمه للامامة تعظيم له وقد وجب اهانته شرعا وكذا
مکروہ تحریمی ہی کیونکہ وہ اپنی دین کا اہتمام نہین کرتا باوجودیکہ اوسکا آگی بڑہانا امامت کی لئی اسمین اوسکی تعظیم ہوتی ہی اور شرع مین اوسکی اہانت واجب ہی اور ایسا ہی
يكره تقديم المبتدع وهذا اذا لم يؤد بدعته الى حد الكفر واما اذا ادت اليه فلا كلام في عدم جواز تقديمه
بدعتی کا امام کرنا مکروہ ہی یہہ جبتک ہی کہ اوسکی بدعت حد کفر تک نہ پہنچی ہو اور اگر کفر تک پہنچی تو پہر اوسکی امامت کی ناجایز ہونی مین کچہہ کلام نہین ہی
ومن دخل المسجد وراى ان الجماعة قد قامت فانه يقوم بانقص الجانبين من الصف حتى يصير الامام بحذاء وسط
اور جو شخص مسجد مین آیا دیکہا کہ جماعت کہڑی ہوگئی تو پہر یہہ شخص صف بیچ اودہر جا کہڑا ہو جدہر آدمی کم ہوں تاکہ امام صف کی بیچمین ہوجاوی
الصف فان استويا يقوم في الجانب الايمن والقيام في الصف الاول افضل من الثاني وفي الثاني افضل من الثالث
اور اگر دونو جانب برابر ہوں تو دہنی طرف جا کہڑا ہو اور پہلی صف مین کہڑا ہونا دوسری صف سی افضل ہی اور دوسری مین تیسری کی صف سی
هكذا الى اخر الصفوف لما روى في الاخبار ان الله تعالى اذا نزل الرحمة على الجماعة ينزلها اولا على الامام ثم يتجاوز عنه
ایسی ہی آخر صفوف تک اسلیئی کہ حدیثوں مین روایت ہی کہ اللہ تعالی جب جماعت پر رحمت نازل کرتا ہی تو پہلی امام پر پہر اوسی بڑہ کر اوسپر
الى من بحذائه في الصف الاول ثم الى الميامن ثم الى المياسر ثم الى الصف الثاني وروى انه عليه الصلوة والسلام قال يكتب
جو اوسکی سیدہ پر پہلی صف مین ہی پہر اوسکی دہنی طرف پہر بائین طرف پہر دوسری صف پر اور روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا اوسکی واسطی
للذي خلف الامام بحذائه مائة صلوة وللذي في الجانب الايمن خمس وسبعون وللذي في الجانب الايسر خمسون وللذي
جو امام کی پیچہی سیدہ پر ہوتا ہی سو نمازین لکہی جاتی ہین اور اوسکی لئی جو دہنی طرف ہوتا ہی پچہتر نمازین اور اوسکی لئی جو بائین طرف ہی پچاس نمازین اور اوسکی لئی
في سائر الصفوف خمس وعشرون ومن دخل المسجد وراى ان الصف الاول قد تكامل فانه لا يزاحم فيه لانه ايذاء والقيام
جو اور تمام صفوں مین ہی پچیس نمازین اور جو شخص مسجد مین آیا دیکہا کہ پہلی صف پوری ہوچکی تو یہہ شخص اوسمین ندہسی کیونکہ ایذا رسانی ہی اور
في الصف الثاني خير من الايذاء وان وجد في الصف الاول فرجة دون الثاني يخرق الثاني اذ لا حرمة لهم لتقصيرهم وارتكابهم
دوسری صف مین کہڑا ہونا ایذا دینی سی بہتر ہی اور اگر پہلی صف مین جگہ باقی پاوی اور دوسری مین نہین تو دوسری کو چیر کر چلا جاوی اسواسطی کہ اب اونکی کچہہ عزت نہین
الاثم حيث لم يسدوا الصف الاول فان السنة اتمام الصف الاول ثم الذي يليه فما كان من نقص فليكن في الصف
احتیار کیا کہ صف اول کو پوری نکی کیونکہ طریق مسنون یہہ ہی کہ پہلی صف اول کو پوری بہر لین پہر اوسکی پاس کیکو پہر اگر کچہہ نقصان رہی تو سب سی پچہلی
الاخير لما روى انه عليه السلام قال اتموا الصف المقدم ثم الذي يليه فما كان من نقص فليكن في الصف المؤخر وروى
صف مین اسواسطی کہ روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا پوری کرو اگلی صف کو پہر اوسکی پاس کیکو پہر اگر نقصان باقی رہی تو چاہی پچہلی صف مین ہو اور
عن عائشة انه عليه الصلوة والسلام قال لا يزال قوم يتاخرون عن الصف الاول حتى يؤخرهم الله في النار يعني ان
عائشہ رض سی روایت ہی کہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام نی فرمایا ہمیشہ آدمی صف اول سی پیچہی ہٹتی جاتی ہین یہان تک کہ اونکو ہٹا کر اللہ آگ مین ڈالدیتا ہی مراد یہہ ہی
التاخر عن الصف الاول تاخر عن الخير والثواب فمن تاخر عن الخير والثواب يتاخر عن رحمة الله تعالى وعن دخول
کہ صف اول سی ہٹ رہنا خیر اور ثواب سی ہٹ رہنا ہی پہر جو شخص خیر اور ثواب سی ہٹ رہا وہ رحمت الٰہی اور دخول جنت سی
الجنة فيلزم دخوله في النار الا ان يغفر الله تعالى له والسنة ايضا تسوية الصفوف والتراص فيها والمقاربة بينها
ہٹ رہا اب اوسکا دوزخ مین داخل ہونا لازم آیا یا اللہ اوسکو بخشدی اور صفوں کا سیدہا کرنا اور استوار کرنا اور خوب ملکر کہڑا ہونا طریق مسنون ہی
لما روى عن انس انه عليه الصلوة والسلام قال سووا صفوفكم فان تسوية الصفوف من تمام الصلوة وفي رواية
اسواسطی کہ انس سی روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا برابر کرو اپنی صفوں کو بیشک صفوں کا سیدہا کرنا تمامی نماز سی ہی اور ایک روایت مین
من اقامة الصلوة وعن النعمان بن بشير انه قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يسوي صفوفنا حتى كانما يسوي
ہی نماز کی درستی مین سی ہی اور نعمان بن بشیر سی روایت ہی کہ کہتا تہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہماری صفوں کو سیدہا کیا کرتی تہی یہان تک کہ جیسی

القدامۃ فرای رجلا بادیا صدرہ من الصف فقال عباد اللہ لتسوّن صفوفکم او لیخالفن اللہ بین وجوھکم قیل المراد
تیر سیدھا کرتے ہیں پھر ایک شخص کو دیکھا کہ سینہ صف سے باہر نکالے ہوئے تھا فرمایا اے بندگان الٰہی اپنی صفیں سیدھی کرو نہیں تو اللہ تعالیٰ تمہارے چہرے بگاڑ دیگا بعضے کہتے ہیں
بالوجوہ القلوب بدلیل قولہ علیہ السلام فی حدیث اخر لا تختلفوا فتختلف قلوبکم فان اختلاف القلوب یفضی
چہرے سے مراد دل ہیں اس دلیل سے کہ ایک اور حدیث میں آیا ہے آگے پیچھے نہ ہونا پھر تمہارے دل مختلف ہو جاوینگے بیشک دلوں کی اختلاف سے
الی اختلاف الوجوہ باعراض بعضھم عن بعض لان تقدم الخارج عن الصف تفرق علی الداخل فیہ وتاخر الخارج عنہ
چہرے مختلف ہو جاتے ہیں کیونکہ ہر ایک دوسرے سے منہ پھیرتا ہے اسواسطے کہ صف سے آگے بڑھنے والا صف کی برابر والے سے باہر ہو جاتا ہے اور پیچھے کو ہٹنے والا
ایذاء لمن خلفہ وکلاھما سبب للبغض والعداوۃ فکانہ علیہ الصلوۃ والسلام قال ان لم تتفقوا فی الظاھر عند اقامۃ
اپنے سے پیچھلے کو ایذا دیتا ہے اور یہ دونو باتیں باعث بغض اور عداوت کی ہیں پس گویا نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے یہ ارشاد کیا اگر تم ظاہر میں بر وقت قایم ہونے
الصلوۃ بالجماعۃ ولم تطیعوا امر اللہ تعالی ورسولہ فیما یقع بینکم العداوۃ والبغضاء وروی عن انس انہ علیہ الصلوۃ
جماعت نماز کی اتفاق نہ کروگے اور اسمیں اللہ اور رسول کی حکم کی اطاعت نہ کروگے تو تمہارے بیچمیں عداوت اور دشمنی پیدا ہو جائیگی اور انس سے روایت ہے کہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام
والسلام قال رصّوا صفوفکم وقاربوا بینھا وحاذوا بالاعناق فوالذی نفسی بیدہ انی لاری الشیطان یدخل فی خلل الصف
فرمایا اپنی صفیں اسطرح کرو اور مل کر کھڑا ہوا کرو اور گردنیں برابر رکھا کرو قسم ہے اوسکی جسکی قبضہ میں میری جان ہے بیشک شیطان کو میں دیکھتا ہوں کہ وہ صف کی چیدا میں گھس جاتا ہے
کانھا الحذف والحذف بفتحۃ الحاء المھملۃ والذال المعجمۃ غنم سود صغار من غنم الحجاز فکان الشیطن تبصر لیدخل
گویا سیاہ بکری کا بچہ ہے اور حذف حاء بے نقطہ اور ذال بانقطہ کی زبر سے سیاہ بکریاں چھوٹی چھوٹی حجاز کی بکریوں میں سے گویا شیطان یہہ تاکتا رہتا ہے کہ صف کی
فی خلل الصف ویشوش علی المصلین ویقطع علیھم صلوتھم ومن اتی الجماعۃ یکرہ لہ القیام خلف الصف وحدہ متی وجد
چیدا میں گھسکر نمازیوں کے دل پریشان اور اونکی نماز خراب کردے اور جو شخص جماعت میں ملے تو اوسکو صف کے پیچھے اکیلا کھڑا ہونا مکروہ ہے جبتک صف میں
فی الصف فرجۃ وان لم یجد فی الصف فرجۃ ینتظر الی الرکوع فان جاء واحد یقوم احدھما فی جنب الاخر بحذاء الامام
جگہ ملے اور اگر صف میں جگہ نہ ملے تو رکوع تک منتظر کھڑا رہے اگر کوئی اور آگیا تو دونو برابر برابر امام کی سیدھ پر کھڑے ہو جاویں
والا یجذب واحدا من الصف الی نفسہ فیقف فی جنبہ لکن الاولی فی زماننا القیام وحدہ بحذاء الامام لغلبۃ الجھل
ورنہ تو صف میں سے ایک کو اپنے پاس کھینچکر اوسکی برابر کھڑا ہو جاوے پر اس زمانہ میں اولی یہہ ہے کہ تنہا امام کی سیدھ پر کھڑا ہو جاوے کیونکہ لوگوں پر جہالت غالب ہے
علی الناس فلو جرہ احد یفسد الصلوۃ ومن یصلی مع واحد یقیمہ عن یمینہ ولا یجوز للمقتدی ان یتقدم علی الامام
اگر کسیکو پیچھے کھینچیگا تو وہ نماز فاسد کر دیگا اور جو شخص ایک کے ساتھ نماز پڑھے تو اوسکو اپنی داہنی طرف کھڑا کرے اور مقتدی کو جایز نہیں ہے کہ امام سے آگے بڑھ کر کھڑا ہو
والمعتبر موضع القدم حتی لو کان المقتدی اطول من امامہ بحیث یقع سجودہ قدام الامام لکن قدمہ غیر متقدمۃ
اور اسمیں اعتبار قدم کی جگہ کا ہے یہاں تک کہ اگر مقتدی امام سے اتنا لنبا ہووے کہ اوسکا سجدہ امام سے آگے واقع ہوتا ہو پر اوسکا قدم امام کی قدم سے آگے بڑھا ہوا نہیں ہے
علی قدم الامام یجوز والمعتبر فی القدم العقب حتی لو کان عقب المقتدی غیر متقدم علی عقب الامام لکن قدمہ
تو جایز ہے اور قدم میں ایڑی کا اعتبار ہے یہاں تک کہ اگر مقتدی کی ایڑی امام کی ایڑی سے آگے بڑھی ہوئی نہووے پر قدم مقتدی کا
اطول من قدم الامام بحیث یقع اصابعہ قدام اصابع الامام یجوز وعن محمد یجعل المقتدی الواحد اصابعہ
امام کی قدم سے اتنا دراز ہو کہ اوسکی اونگلیاں امام کی اونگلیوں سے بڑھ جاتی ہیں تو جایز ہے اور امام محمد سے روایت ہے کہ اکیلا مقتدی اپنی اونگلیاں
عند عقب الامام ومن یصلی مع الاثنین یتقدم علیھما وعن ابی یوسف انہ یتوسطھما فلو اقام الواحد خلفہ او عن
امام کی ایڑی کی پاس رکھے اور جو شخص دو مقتدیوں کے ساتھ نماز پڑھے تو اون سے آگے بڑھ کر کھڑا ہو اور ابو یوسف سے روایت ہے کہ دونو کی بیچ میں کھڑا ہو پس اگر ایک مقتدی کو پیچھے
یسارہ یکرہ ولو توسط الاثنین لا یکرہ ولو توسط الاکثر یکرہ ومن دخل المسجد ووجد الامام فی الجھر بالقراءۃ یقتدی
یا بائیں طرف تو مکروہ ہے اور امام دو کی بیچمیں کھڑا ہو جاوے تو مکروہ نہیں ہے اور اگر دو سے زیادہ کی بیچمیں کھڑا ہو تو مکروہ ہے اور جو شخص مسجد میں آکر امام کو قرات جہری پڑھتا پاوے تو حاضر

به بلا تأنٍّ بالثناء بل ليتم وسعت وإن وجده في الركوع يكبر للافتتاح قائماً ثم يركع لكن إن وقع ركوعه بعد رفع الإمام

رأسه لا يكون مدركا لتلك الركعة بل يكون مسبوقا لأن إدراك الركعة إنما يتحقق إذا وجد المشاركة مع الإمام

في الركوع كله أو في مقدار تسبيحة ولم يوجد وإن كبّر حال كونه إلى الركوع أقرب لا يصير شارعا في الصلوة لأن الشرط وقوع

تكبيرة الافتتاح في محض القيام ولم يوجد ومن أتى المسجد ووجد الإمام في السجدة أو القعدة يلزمه أن يكبر للافتتاح

قائما ثم يبادر إلى متابعة الإمام في السجدة أو القعدة وإن لم يكن تلك السجدة وتلك القعدة محسوبة من صلوته

لكن يلزمه أن يكبر للافتتاح قائما ثم يبادر إلى متابعة الإمام في السجدة والقعدة وكثير من الناس لا يفعلون كذلك

بل يجيء أحدهم المسجد ويجد الإمام في السجدة أو في القعدة فيقف منتظرا إياه حتى يرفع من السجدة أو القعدة ويعود

إلى القيام ثم يقتدي به فمن يفعل كذلك فإنه يضيع على نفسه أجرا كثيرا وثوابا كبيرا فاللازم له أن يكبر للافتتاح

قائما ثم يسارع إلى متابعة الإمام في أي حال كان لما روي عن أبي هريرة أنه عليه السلام قال إذا جئتم إلى الصلوة

ونحن سجود فاسجدوا ولا تعدوها شيئا وروي عن ابن مسعود أنه قال في المسبوق المذكور لعله لا يرفع رأسه حتى يغفر

له ويكره للمقتدي أن يسارع إلى الركوع والسجود قبل الإمام وأن يرفع رأسه من الركوع والسجود قبل الإمام لما روي عن

أبي هريرة أنه عليه الصلوة والسلام قال إنما جعل الإمام ليؤتم به فلا تختلفوا عليه فإذا ركع فاركعوا وإذا قال سمع الله لمن حمده

فقولوا ربنا لك الحمد وإذا سجد فاسجدوا وفي حديث آخر أنه عليه الصلوة والسلام قال أما يخشى أحدكم إذا رفع رأسه

من الركوع والسجود قبل الإمام أن يحول الله رأسه رأس حمار أو يجعل صورته صورة حمار وفي هذين الحديثين وعيد شديد

على ما ذكره الكرماني لأن المسخ عقوبة لا تشبه سائر العقوبات فلذلك ضرب به المثل ليتقي هذا الصنع ومن دخل

المسجد ووجد القوم قد شرعوا في الصلوة يكره له أن يدخل في خلال الصف ويصلي السنة مخالطا للصف مخالفا لهم

في القيام والقعود والركوع والسجود بل السنة ان يصلي السنة في بيته وهو افضل او في خارج المسجد او خلف اسطوانة
اور قیام اور قعود اور رکوع اور سجود میں اونکی مخالفت کرنی ہی بلکہ طریق مسنون یہہ ہی کہ سنتیں اپنی گہر میں پڑہی یہہ تو سب سی بہتر ہی یا مسجد سی باہر پڑہی یا ستون کی اوٹ میں

او ما اشبه ذلك في كونه حائلا لان الاتيان بها خلف الصف من غير حائل مكروه وفي خلال الصف اشد كراهة ويكره
یا اسکی مانند کسی اور چیز کی اوٹ میں پڑہی اسلئی کہ سنتوں کا پڑہنا صف کے پیچہی بدون حایل ہونی کسی چیز کی مکروہ ہی اور صف کی اندر ملکر تو بہت ہی مکروہ ہی امام کو مکروہ ہی

للامام ان يثقل على القوم بالطويل الزائد عن حد اقل السنة في القراءة والاذكار على وجه يحصل الملل للقوم لان
کہ قوم پہ قرارت اور اذکار میں کم درجہ مسنون سی زیادہ بڑہا کر اتنا بوجہ ڈالی کہ قوم کو ملالت آنی لگی اسوسطی کہ اس صورت میں جماعت سی نفرت کرنی لگینگی

ذلك سبب للتنفير عن الجماعة والتنفير عن الجماعة يؤدي الى حرمان الثواب الزائد على صلوة الفرد بسبع وعشرين درجة و
اور جماعت سے نفرت کرنی ہیں اور اس ثواب سی محروم ہو جاوینگی جو اکیلی کی نماز پر ستائیس درجہ زیادہ ہوتا ہی اور

يكون مكروها لكن لا ينبغي ان ينقص عن قدر اقل السنة في القراءة والتسبيحات اللهم الا انهم غير معذورين فيه وسنة القراءة
مکروہ ہوویگا لیکن یہہ نہیں چاہئی کہ قرارت اور تسبیحات میں کم درجہ مسنون سی کہٹا وی یا الٰہی شاید اسواسطی کہ اونکو اسمین کوئی عذر نہیں ہی اور فجر کی

في صلوة الفجر في الركعتين ادناها بعد الفاتحة اربعون اية واوسطها ستون اية واعلاها مائة اية لما روي انه عم
نماز میں دو رکعت کی اندر قرارت مسنون ادنی درجہ بعد سورۂ فاتحہ کی چالیس آیتیں اور بیچکا درجہ ساٹھ آیتیں اور اعلی درجہ سو آیتیں ہیں اسواسطی کہ روایت ہی کہ نبی علیہ السلام

كان يقرأ في صلوة الصبح بعد الفاتحة مقدار اربعين اية او ستين اية او مائة اية واحيانا كان يقرأ سورة ق واحيانا
صبح کی نماز میں بعد سورہ فاتحہ کی تخمینا چالیس آیتیں یا ساٹھ آیتیں یا سو آیتیں پڑہا کرتی تہی اور بعضی دفعہ سورۂ ق پڑہتی تہی اور کبہی

كان يقرأ سورة الروم وقد ثبت على ما ذكر في سفر السعادة ان ابن عمر قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يامرنا بالتخفيف
سورۂ روم پڑہتی تہی اور ثابت ہو چکا ہی چنانچہ سفر السعادت میں مذکور ہی کہ ابن عمر کہتا ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمکو تخفیف کی لئی فرمایا کرتی تہی

ويؤمنا بالصافات ويعلم من هذا ان قراءة والصافات من باب التخفيف الذي امر به النبي صلى الله عليه وسلم وادنى ما
اور آپ امامت میں والصافات پڑہتی اس سی معلوم ہوتا ہی کہ والصافات کا پڑہنا تخفیف میں داخل ہی جسکی لئی نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتی ہی اور رکوع

يحصل به السنة في تسبيحات الركوع والسجود ثلث لما روي انه عليه الصلوة والسلام قال اذا ركع احدكم فليقل
اور سجود کی تسبیحات میں ادنی درجہ سنت کا تین بار ہی اسواسطی کہ روایت ہی کہ نبی علیہ السلام فرماتی تہی جب کوئی رکوع کری

ثلث مرات سبحان ربي العظيم وذلك ادناه واذا سجد فليقل سبحان ربي الاعلى ثلث مرات وذلك ادناه والمراد ادنى ما
تو تین بار سبحان ربی العظیم کہی اور یہہ ادنی مرتبہ ہی اور جب سجدہ کری تو تین بار سبحان ربی الاعلی کہی اور یہہ ادنی مرتبہ ہی اور مراد یہہ ہی کہ ادنی درجہ

يحصل به السنة ولذلك يكره النقص عن الثلث وان زاد على الثلث فهو افضل لان الثلث اذا كان الادنى فلا شك
جسمیں سنت ادا ہو جاوی اور اسہی لئی تین بار سی کم کہنا مکروہ ہی اور اگر تین بار سی زیادہ کہی تو افضل ہی اسلئی کہ تین مرتبہ جب ادنی درجہ ٹہرا تو بیشک

ان الزيادة على الادنى تكون افضل لكن الامام لا يزيد على الثلث الا برضى الجماعة فاذا زاد برضاهم فالسنة ان يختم
ادنی مرتبہ پر زیادہ کہنا افضل ہوویگا پر امام تین بار سی زیادہ بدون مرضی جماعت کی نہ بڑہاوی پہر جب اونکی مرضی سی زیادہ بڑہاوی تو پہر مسنون یہہ ہی کہ طاق پر

على وتر وهو اما خمس او سبع لان الثلث لما كان الادنى وكان المستحب الايثار ناسب ان يكون الاوسط خمسا والاكمل
ختم کری اور وہ یا تو پانچ ہی یا سات اسلئی کہ تین مرتبہ جب ادنی ٹہرا اور ایثار بہر حال مستحب ہی تو مناسب ہوا کہ بیچکا درجہ پانچ دفعہ ہو اور کامل مرتبہ

سبعا ويكره للامام ان يعجلهم عن اكمال اقل السنة في تسبيحات الركوع والسجود وقراءة التشهد لكن لو رفع الامام راسه
سات دفعہ اور امام کو مکروہ ہی کہ جلدی کر کر قوم کو ادنی مرتبہ سنت کا رکوع اور سجود کی تسبیحات میں اور تشہد کی پڑہنی میں پورا نکرنی دی لیکن اگر امام رکوع اور سجود میں سی

من الركوع والسجود قبل ان يسبح المقتدي ثلثا فانه يتابع واما لو قام الامام من القعدة الاولى الى الركعة الثالثة قبل ان
اسر سی پہلی سر اوٹہاوی کہ مقتدی تین بار تسبیح کہی تو مقتدی متابعت ہی کری ہاں اگر امام قعدۂ اولی سی تیسرے رکعت کی لئی اسکی پہلی کہڑا ہو جاوی

یتم المقتدی التشہد فانہ یتمہ ثم یقوم وان قام قبل ان یتمہ یجوز وکذا لو سلم الامام فی القعدة الاخیرة قبل ان

کہ مقتدی تشہد پورا کرلی تو اب مقتدی تشہد پورا کری پہر کہڑا ہو اور اگر پورا کرنی سی پہلی کہڑا ہو جاوی تو بہی جایز ہی اور ایسی ہی اگر امام قعدۂ اخیرہ میں اس سی پہلی

یتم المقتدی التشہد فانہ یتمہ ثم یسلم وان سلم قبل ان یتمہ یجوز ولو سلم الامام قبل اتیان المقتدی بالصلوة

سلام پہیر دی کہ مقتدی تشہد پورا کری تو اب مقتدی تشہد پورا کری پہر سلام پہیری اور اگر تشہد پورا کرنی سی پہلی سلام پہیر دی تو بہی جایز ہی اور اگر امام نی سلام اس سی پہلی پہیرا

والدعاء یتابعہ لانہا سنة بخلاف التشہد فانہ واجب المجلس الخامس والخمسون فی بیان صلوة

اور دعا پڑہی تو اب امام کی متابعت ہی کری اسواسطی کہ یہہ سنت ہی برخلاف تشہد کی کہ یہہ واجب ہی مجلس پچپن نماز جنازہ

الجنازة وکیفیتہا قال صلی اللہ علیہ وسلم اذا صلیتم علی المیت فاخلصوا لہ الدعاء ہذا الحدیث من حسان

اور اوسکی کیفیت کی بیان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نی فرمایا جب تم مردہ پر نماز پڑہو تو اوسکی لئی خالص دعا کرو یہہ حدیث مصابیح کی حسن

المصابیح رواہ ابو ہریرة وقد ذکر فیہ الصلوة علی المیت مع اخلاص الدعاء لہ فیہا فلابد من معرفتہا وہی فرض کفایة لقولہ تعالی

حدیثوں میں سی ہی ابو ہریرہ کی روایت سی اور بیشک اسمیں نماز جنازہ کا ذکر ہی کہ اوسمیں مردہ کی واسطی خالص دعا ہو سو اوسکی معرفت ضرور ہی اور وہ دلیل اس آیت کی فرض کفایہ ہی

وَصَلِّ عَلَیْہِمْ اِنَّ صَلٰوتَکَ سَکَنٌ لَّہُمْ فانہ تعالی امر بہا فی ہذہ الایة فتکون فرضا وانما کانت فرضیتہا علی الکفایة

اور نماز پڑہ اون پر بیشک تیری نماز اونکی لئی آسودگی ہی کیونکہ اللہ تعالی نی اوس نماز کا اس آیت میں امر فرمایا تو فرض ہو گئی اور اوسکی فرضیت علی الکفایہ اس لئی ہی

لان فی ایجابہا علی الجمیع استحالة او حرجا فاکتفی بالبعض ولو کان واحدا لکن الافضل ان تکون بالجماعة ویقصد

کہ تمام خلق پر واجب کرنی میں تو بہت دشواری اور حرج ہی لاچار بعض پر اکتفا کیا گیا اگرچہ ایک ہی شخص ہو پر افضل یہہ ہی کہ نماز جنازہ جماعت سی ہو اور جتنی

کثرتہم لما روی عن ابن عباس انہ علیہ الصلوة والسلام قال ما من رجل یموت فیقوم علی جنازتہ اربعون رجلا

زیادہ ہوں سو بہتر اسواسطی کہ ابن عباس کی روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا جو شخص مر جاوی پہر اوسکی جنازہ پر چالیس مرد مؤمن جو

لا یشرکون باللہ شیئا الا شفعہم اللہ فیہ وفی حدیث اخر روایة ام المؤمنین عائشة انہ علیہ الصلوة والسلام

کچہہ شرک نہیں کرتی ہیں کہڑی ہو ں پہر اللہ اونکی شفاعت اوسکی حق میں مان ہی لیتا ہی اور ایک اور حدیث میں ام المؤمنین عائشہ کی روایت سی ہی کہ نبی علیہ الصلوة والسلام نی

قال ما من میت یصلی علیہ امة من المسلمین یبلغون مائة کلہم یشفعون لہ الا شفعہم اللہ فیہ وسبب

فرمایا جو مردہ کہ اوسپر ایک جماعت مسلمانوں کی جو سو تک پہنچ جاوی نماز پڑہی اور وہ سب اوسکی شفاعت کریں تو اونکی شفاعت اوسکی حق میں اللہ قبول کرتا ہی اور وجوب

وجوبہا المیت لاضافتہا الیہ اذ یقال صلوة الجنازة وشرط صحتہا شرائط الصلوة واسلام المیت وطہارتہ

اس نماز کا میت کی لئی اسواسطی ہی کہ میت کی طرف منسوب ہی کیونکہ صلوة الجنازہ کہلاتی ہی اور اسکی صحت کی لئی نماز کی سی شرطیں ہیں اور مردہ کا مسلمان اور پاک

وکونہ امام المصلی ورکنہا القیام عند عدم العذر واربع تکبیرات والدعاء الا ان الامام یتحملہ عن المسبوق

اور نمازیوں کی سامنی ہونا اور اس نماز کا رکن قیام ہی اگر کوئی عذر نہو اور چار تکبیریں اور دعا اتنا ہی کہ امام مسبوق کی طرف سی کافی ہو جاتا ہی

فانہ اذا خشی ان ترفع الجنازة یترک الدعاء ویکتفی بالتکبیرات ولو ترک واحدة من ہذہ التکبیرات لا یجوز

پس جب یہہ خوف ہو کہ جنازہ اوٹہالینگی تو دعا موقوف رکہی اور تکبیرات ہی پر اکتفا کری اور اگر کوئی ان چاروں تکبیرات میں سی ایک کو بہی ترک کر دیگا تو اوسکی نماز

صلوتہ لکون کل تکبیرة منہا قائمة مقام رکعة ولہذا قیل اربع کاربع الظہر ومحل الدعاء ینبغی ان یکون بعد

جایز ہو گی اسواسطی کہ اسمیں ہر ایک تکبیر قایم مقام ایک ایک رکعت کی ہی اور اسہی لئی کہا کرتی ہیں یہہ چاروں جیسی ظہر کی چاروں اور دعا کا محل مناسب یہہ ہی کہ تین تکبیروں

ثلث تکبیرات لکون البدایة بالثناء علی اللہ تعالی ثم بالصلوة علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم سنة الدعاء وارجی

کی بعد ہو اسواسطی کہ اول اللہ تعالی کی ثنا پہر نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود دعا کا طریقہ اور بڑا بہروسا

للقبول فیلزم ان یکون بعد التکبیرة الاولی الثناء علی اللہ تعالی کما فی سائر الصلوات وبعد التکبیرة الثانیة الصلوة

قبولیت کا ہی اس لئی لازم یہہ ہی کہ پہلی تکبیر کی بعد اللہ کی ثنا ہووی چنانچہ تمام نمازوں میں ہوتی ہی اور دوسری تکبیر کی بعد نبی صلی اللہ علیہ پر

على النبي صلى الله عليه وسلم كما في ما بعد التشهد وبعد التكبيرة الثالثة الدعاء لنفسه وللميت ولسائر المؤمنين
درود ہووی جیسی تشہد کی بعد پڑہتی ہین اور تیسری تکبیر کی بعد دعا اپنی حق مین اور مردہ کی لئی اور تمام مؤمنین کی واسطی

وبعد التكبيرة الرابعة التسليم وليس بعدها دعاء سوى السلام لانه اوان التحلل وذلك بالسلام لا غير وينوي
اور چوتھی تکبیر کی بعد سلام اور اسکی بعد سوا سلام کی کوئی دعا نہین ہی اسلئی کہ اب وقت نماز سی فارغ ہوچکا ہی سو فقط سلام سی فارغ ہوتی ہین اور

به الميت مع القوم وصفة الدعاء ان يقول اللهم اغفر لحينا وميتنا وشاهدنا وغائبنا وصغيرنا وكبيرنا
سلام مین قوم سمیت مردہ کی نیت کری اور دعا یہہ پڑہی الٰہی بخشدی ہماری جیتی کو اور مردہ کو اور ہماری حاضر اور غائب کو اور چہوٹی اور بڑی کو

وذكرنا وانثانا اللهم من احييته منا فاحيه على الاسلام ومن توفيته منا فتوفه على الايمان وخص هذا
اور مرد اور عورت کو الٰہی ہم مین سی جسکو تو زندہ رکہی تو اوسکو اسلام پر زندہ رکہہ اور ہم مین سی جسکو تو موت دیوی تو اوسکو ایمان پر موت دی اور اس مردہ کو

الميت بالروح والراحة والرضوان اللهم ان كان محسنا فزد في احسانه وان كان مسيئا فتجاوز عنه
ساتہہ آرام اور راحت اور پسندیدگی کی خاص کر الٰہی اگر یہہ نیکوکار ہی تو اسکی بہلائی زیادہ کردی اور اگر گنہگار ہی تو اسکو معاف کر

ولقنه الامن والبشرى والكرامة والزلفى برحمتك يا ارحم الراحمين ويجوز غيره من الادعية اذ ليس له دعاء
اور اسکو امن اور بشارت اور بزرگی اور قربت اپنی رحمت سی عنایت کر ای سب سی زیادہ مہربان اور سوا اس دعا کی اور بہی دعائین جایز ہین اسلئی کہ آئین کوئی دعا

معين وان كان الميت صبيا او مجنونا لا يستغفر لهما اذ لا ذنب لهما بل يقول بعد قوله ومن توفيته منا
معین نہین ہی اور اگر وہ میت بچہ ہو یا دیوانہ ہو تو اوکی لئی آمرزش کی دعا نہین چاہئی اسواسطی کہ انکی حق مین کوئی گناہ نہین ہی بلکہ اس قول کی بعد ومن توفیتہ منا

فتوفه على الايمان اللهم اجعله لنا فرطا اللهم اجعله لنا اجرا وذخرا اللهم اجعله لنا شافعا ومشفعا برحمتك
فتوفہ علی الایمان یہہ دعا پڑہی الٰہی اسکو ہماری لئی میر منزل بنادی الٰہی ہماری لئی محنت کا پہل اور سامان بنادی الٰہی اسکو ہماری لئی سفارشی اور سفارش قبول کیا ہوا بنادی اپنی

يا ارحم الراحمين ومن جاء بعد ما كبر الامام للافتتاح لا يكبر بل يمكث حتى يكبر الامام الثانية فيكبر معه ويكون
رحمت سی ای سب سی زیادہ مہربان اور جو شخص ایسی وقت آوی کہ امام تکبیر تحریمہ کہہ چکا ہو تو یہہ ابہی تکبیر نہ شروع کری بلکہ اتنی ٹہرا رہی کہ امام دوسری تکبیر کہی پس امام کی ساتہہ تکبیر کہی

هذا التكبير في حقه تكبيرة الافتتاح فيصير مسبوقا بتكبيرة فاذا سلم الامام يقضيها قبل ان ترفع الجنازة و
یہہ تکبیر اسکی حق مین بجای تکبیر تحریمہ کی ہوگی سو یہہ شخص بلحاظ اس تکبیر کی مسبوق ہوگا جب امام سلام پہیری تو اوسکو جنازہ کی اوٹہنی سی پہلی قضا کرلی اور

ان جاء بعد ما كبر الامام تكبيرتين لا يكبر حتى يكبر الامام الثالثة فيكبر معه فيصير مسبوقا بتكبيرتين فاذا سلم
اگر ایسی وقت آیا کہ امام دو تکبیر کہہ چکا ہی تو بہی اتنی تکبیر نہ کہی کہ امام تیسری تکبیر کہی اب اوسکی ساتہہ تکبیر کہی اب دو تکبیروں کا مسبوق ہوویگا پہر جب امام سلام پہیری

الامام يقضيهما قبل ان ترفع الجنازة وان جاء بعد ما كبر الامام ثلثا لا يكبر حتى كبر الامام الرابعة فيكبر معه فيصير
تو دونو تکبیرین جنازہ کی اوٹہنی سی پہلی قضا کرلی اور اگر ایسی وقت آیا کہ امام تین تکبیر سی فارغ ہوچکا تو بہی تکبیر نہ کہی اتنی کہ امام اوچہی تکبیر کہی اب اوسکی ساتہہ تکبیر کہی سو یہہ شخص

مسبوقا بثلث تكبيرات فاذا سلم الامام يقضيهن متوالية بلا دعاء قبل ان ترفع الجنازة اذ لو رفعت قبل
تین تکبیروں کا مسبوق ہوگا پہر جب امام سلام پہیری تو تکبیرین پی در پی بغیر دعا کی جنازہ کی اوٹہنی سی پہلی قضا کرلی اسواسطی کہ اگر جنازہ تکبیرین پوری ہونی سی پہلی

اتمامهن تبطل صلاته وان جاء بعد ما كبر الامام الرابعة فقد فاته صلوة الجنازة بخلاف من كان حاضر
اوٹہالین گی تو اوسکی نماز باطل ہوجاویگی اور اگر ایسی وقت آیا کہ امام چوتہی تکبیر کہہ چکا تو اوسکی لئی جنازہ کی نماز فوت ہوئی برخلاف اوسکی جو حاضر صف مین

قائما بالصف ولم يكبر مع الامام لغفلته او لكونه مشغولا بالنية فانه يكبر ولا ينتظر تكبير الامام لانه
کہڑا ہو مگر امام کی ساتہہ بسبب غفلت کی یا نیت کی مشغول رہنی سی تکبیر نہ کہنی پایا سو یہہ شخص تکبیر کہی امام کی تکبیر کہنی کا منتظر نہ رہی کیونکہ یہہ شخص

بمنزلة المدرك لتلك التكبيرة اذ لا يمكنه ان يكبر معه الا بحرج وان لم يكبر الاولى حتى يكبر الامام الثانية
گویا اس تکبیر کا مدرک ہی اسواسطی کہ یہہ امام کی ساتہہ بدون حرج کی تکبیر نہین کہہ سکتا اور اگر پہلی تکبیر ادہی نہ کہی اتنی کہ امام نی دوسری تکبیر کہدی

يكبر

يكبر مع الإمام ولا يكبر للأولى حتى يسلم الإمام لأنه لو كبر للأولى يكون قضاء والمسبوق لا يشتغل بقضاء ما فاته

تو امام کی ساتھ تکبیر کہے اور تکبیر اولی نہ کہے جب تک کہ امام سلام پھیرے اس لئے کہ اگر تکبیر اولی کہیگا تو قضا ہوگی اور مسبوق کو قضا میں امام کی فراغت سے

قبل فراغ الإمام وإن لم يكبر حتى كبر الإمام الرابعة يكبر هو للافتتاح قبل أن يسلم الإمام وإذا سلم الإمام يكبر ثلاثا

پہلے مشغول ہونا جائز نہیں اور اگر تکبیر نہ کہی یہاں تک کہ امام نے چاروں پوری کر دیں تو یہ شخص امام کی سلام سے پہلی تکبیر افتتاح کہے اور جب امام سلام پھیرے تو تینوں تکبیریں

متتابعا بلا دعاء قبل أن ترفع الجنازة وإن كبر مع الإمام التكبيرة الأولى ولم يكبر الثانية والثالثة يكبرهما ثم يكبر

بلا دعا پے در پے کہے جنازہ کے اٹھنے سے پہلے اور اگر امام کی ساتھ پہلی تکبیر کہی اور دوسری اور تیسری تکبیر نہ کہی تو پہلے ان دونوں تکبیروں کو کہے پھر امام کی ساتھ

مع الإمام الرابعة وقال أبو يوسف من جاء بعد ما كبر الإمام يكبر للافتتاح كما جاء ولا ينتظر التكبيرة الثانية

چوتھی تکبیر کہے اور امام ابو یوسف کہتے ہیں جو شخص ایسے وقت آیا کہ امام تکبیر کہہ چکا ہو تو وہ تکبیر کہہ کر شامل ہو جاوے دوسری تکبیر کا منتظر نہ رہے

قال إبراهيم الحلبي في شرح المنية وبقوله نأخذ وإن جاء بعد ما كبر الإمام الرابعة يكبر للافتتاح قبل أن يسلم

ابراہیم حلبی منیہ کی شرح میں کہتے ہیں اور ہم بھی اسی قول کو لیتے ہیں اور اگر ایسے وقت آیا کہ امام چوتھی تکبیر کہہ چکا تو امام کی سلام سے پہلی تکبیر افتتاح کہے

الإمام وإذا سلم يقضي ثلاث تكبيرات عنده قال إبراهيم الحلبي وعليه الفتوى ومن دفن قبل أن يصلى عليه يصلى

اور جب امام سلام پھیرے تو تینوں تکبیریں قضا کرے امام ابو یوسف کے نزدیک ابراہیم حلبی کہتے ہیں اور اسی پر فتوی ہے اور جو مردہ نماز جنازہ سے پہلے دفن ہو گیا ہو تو اسکی

على قبره ما لم يتفسخ إقامة للواجب بقدر الإمكان والمعتبر في معرفة عدم تفسخه أكبر الرأي على الصحيح لأنه

قبر پر نماز پڑھیں جب تک کہ پھٹا نہ ہو تاکہ بقدر امکان واجب ادا ہو جاوے اور پھٹنے اور نہ پھٹنے کی بات میں صحیح مذہب پر غالب رائے معتبر ہے اس لئے کہ یہ حالت

يختلف باختلاف الأزمان من الحر والبرد وباختلاف حال الميت من السمن والهزال وأولى الناس بالإمامة في الصلاة

باعتبار اختلاف زمانہ گرمی اور جاڑے کی اور باعتبار اختلاف حال مردہ کی موٹا پے اور دبلے پن میں یکساں نہیں ہوتی اور نماز جنازہ کی امامت کی

عليه السلطان إن حضر ثم القاضي ثم إمام الحي ثم الولي على ترتيب العصبات في الإرث وإن سبب العصوبة

سلطان ہی اگر وہ موجود ہو پھر قاضی پھر امام قوم کا پھر ولی ترتیب عصبات ورثہ کی عصبات میں سبب عصوبت کا اس میں

أولا البنوة ثم الأبوة ثم الأخوة ثم العمومة وإذا انتهى الحق إليه يجوز له أن يأذن لغيره أن يصلي عليه وليس لغيره

اول بیٹا ہی پھر باپ پھر بھائی پھر چچا اور جب امامت کا حق اسکو پہنچ چکی تو اسکو اختیار ہی کہ میت کی نماز کی اوروں کو اجازت دیدی اور دوسری کسی کو

أن يصلي بغير إذنه وإن صلى غيره بغير إذنه فله أن يعيد إن شاء ولا يعيد ما صلى عليه هو ومن كان مقدما عليه من

یہ جائز نہیں کہ اسکی بے اجازت نماز پڑھا دی اور اگر غیر شخص بے اجازت نماز پڑھا دی تو ولی کو جائز ہی اگر چاہی تو پھر پڑھ لی اور اگر ولی یا جو ولی سی

السلطان أو غيره لا يصلي عليه غيره إذ الصلاة ممن هو أولى تأدى حق الميت ويسقط فرض صلاة الجنازة فلو صلى عليه غيره

سلطان وغیرہ نماز پڑھ چکا ہو تو پھر کسی کو جنازہ کا اعادہ جائز نہیں اس لئے کہ جو اولی ہی اسکی نماز پڑھنے سے میت کا حق ادا ہو گیا اور فرض نماز جنازہ کا ادا ہو چکا سو

بعده يكون نفلا والتنفل بها غير مشروع وهذا من صلى عليه مرة قبل إذن الولي لا يصلي عليه مرة أخرى مع الولي ولو

بعد اسکی اگر کوئی نماز پڑھیگا تو نفل ہوگی اور نفل نماز جنازہ کی شرع میں نہیں اور اسی لئے جو شخص ایک بار بدوں اجازت ولی کی نماز جنازہ پڑھ چکا ہو تو دوسری بار ولی کی

أوصى بأن يصلي عليه فلان فالوصية باطلة وليس له أن يصلي عليه إلا برضى وليه وإن لم يكن له ولي فالجيران أولى

اور اگر مردہ نے وصیت کی ہو کہ میری نماز جنازہ فلانا شخص پڑھاوے تو یہ وصیت باطل ہے اور اسکو بدوں رضا مندی ولی کی جنازہ پڑھانا جائز نہیں اور اگر میت کا کوئی ولی نہیں ہی تو ہمسایہ

ويقوم الإمام بحذاء صدر الميت ذكرا كان الميت أو أنثى لأن الصدر أشرف الأعضاء في البدن لكونه معدن العلم الذي

اور امام میت کی سینہ کی مقابل کھڑا ہو مردہ مرد ہو یا عورت ہو اس لئے کہ سینہ بدن میں سب اعضا سے اشرف ہی اس واسطے کہ سینہ علم و دل ہی

هو نور الإيمان ويكون القيام بإزائه إشارة إلى أن الشفاعة له إنما تكون لأجل إيمانه لا بعصوبته عن عصيانه

جسمیں ایمان کا نور ہوتا ہی سو اسکی مقابل کھڑے ہونے میں یہ اشارہ ہی کہ شفاعت اس مردہ کی اس ایمان کی وجہ سے ہی تاکہ اسکی خطاؤں سی پروردگار درگذر کری

ولو وضعوا رأس الميت فتمايل بياد الامام يجوز لكن لو تعمدوه يكونون مسيئين ويستحب ان يصفوا ثلثة صفوف
اور اگر قوم نے میت کا سر امام کی بائیں جانب کی متصل کر دیا تو جائز ہے اگر جان بوجھ کر قصداً ایسا کیا تو سب خطاوار ہیں اور مستحب ہے کہ تین صفیں بنا دیں

حتى لو كانوا سبعة يتقدم احدهم للامامة ويقف ثلثة وراءه واثنان وراءهم وواحد وراءهما وافضل
یہاں تک کہ اگر لوگ سات ہوں تو ایک شخص امامت کے لئے آگے بڑھے اور تین آدمی اس کے پیچھے کھڑے ہوں اور دو ان کے پیچھے اور ایک ان دو کے پیچھے اور

الصفوف في صلوة الجنازة اخرها وفي سائر الصلوات اولها ولو حضر الميت صبيحة يوم الجمعة يكره تاخيره الى
نماز جنازہ کی تمام صفوں میں افضل پچھلی صف ہوتی ہے اور باقی تمام نمازوں میں پہلی صف افضل ہے اور اگر جنازہ جمعہ کے دن صبح کی وقت تیار ہو گیا تو پھر جمعہ کی وقت تک تاخیر

وقت الجمعة ليصلي عليه جمع عظيم بعد الجمعة ولا يجوز الصلوة عليه عند طلوع الشمس وعند استوائها
تاکہ بعد جمعہ کی جماعت کثیر نماز پڑھے یہی مکروہ ہے اور نماز جنازہ طلوع آفتاب کے وقت اور زوال کے وقت

وعند غروبها ان حضر قبل هذه الاوقات وان حضر فيها يجوز من غير كراهة لانها تودى كما وجبت لان
اور غروب کے وقت جائز نہیں ہے اگر جنازہ ان اوقات سے پہلے موجود ہو چکا ہو اور اگر انہی اوقات میں آیا ہو تو بلا کراہت جائز ہے اسلئے کہ جیسی واجب ہوئی ویسے ادا ہوئی

الوجوب بالحضور وهو افضل والتاخير مكروه لقوله عليه السلام لا تؤخرن وذكر منها الجنازة ولو حضر بعد
کیونکہ جنازہ کی موجودگی ہی سے نماز واجب ہوتی ہے یہی افضل ہے اور تاخیر مکروہ ہے واسطے ارشاد نبی علیہ السلام کے دیر نہ کرنا اور ان میں جنازہ کو ذکر فرمایا اور اگر جنازہ بعد

غروب الشمس بدأ بالمغرب ثم بصلوة الجنازة ثم بسنة المغرب وقيل يقدم سنة المغرب ايضا ويكره الصلوة على
غروب آفتاب کی موجود ہوا تو پہلی مغرب کے فرض پڑھیں پھر جنازہ کی نماز پڑھیں پھر مغرب کی سنتیں پڑھیں اور کوئی کہتا ہے کہ مغرب کی سنتیں بھی پہلی پڑھیں اور جنازہ کی نماز مسجد میں

الجنازة في المسجد ان كانت الجنازة فيه وان كانت الجنازة والامام وبعض القوم خارج المسجد والباقي فيه
مکروہ ہے اگر جنازہ مسجد کے اندر ہو اور اگر جنازہ اور امام اور کچھ لوگ مسجد سے باہر ہوں اور باقی مسجد میں ہوں

لا يكره ولو كان الامام على غير طهارة والقوم على طهارة تعاد الصلوة لعدم صحتها واما لو كان الامام على طهارة
تو مکروہ نہیں ہے اور اگر امام بے وضو ہو اور تمام قوم باوضو ہو تو نماز دوبارہ پڑھیں اسلئے کہ وہ نماز صحیح نہیں ہوئی اور اگر امام باوضو ہو

والقوم على غير طهارة فلا تعاد لان صلوة الامام صحيحة وبها يتم حق الميت ويسقط فرض صلوة الجنازة لعدم
اور قوم تمام بے وضو ہوں تو اعادہ نہیں ہے اسلئے کہ امام کی نماز صحیح ہو گئی ہے اور اسی میں میت کا حق ادا ہو گیا اور فرضیت نماز جنازہ کی ذمہ سے ساقط ہو گئی

كون الجماعة شرطا فيها وان لم يوجد من يصلي عليه من الرجال وصلت عليه النساء وحدهن جماعة يجوز
کیونکہ اس نماز میں جماعت شرط نہیں ہے اور اگر مردوں میں سے کوئی نماز پڑھنے والا میسر نہ ہوا اور نری عورتوں نے جماعت کر کر نماز پڑھی تو جائز ہے

وان امت المرأة الرجال فيها لا تعاد لان صلوة الرجال وان كانت فاسدة لكن صلوتها صحيحة وبها يتم حق الميت
اور اگر عورت نے نماز جنازہ میں مردوں کی امامت کی تو اعادہ نہیں ہے اسلئے کہ مردوں کی نماز اگرچہ فاسد ہوئی پر اس عورت کی نماز تو صحیح ہوئی اور اسی میں میت کا حق ادا ہو گیا

ويتادى فرض صلوة الجنازة فلا تعاد لان تكرارها غير مشروع عندنا ومن ولد وظهر منه عند ولادته
اور نماز جنازہ کی فرضیت ادا ہو گئی پھر اعادہ نہ ہوگا اسلئے کہ اس کا تکرار شرع میں ہمارے نزدیک جائز نہیں ہے اور جو بچہ پیدا ہووے اور پیدا ہوتے ہوئے

ما يدل على حيوته من رفع صوت او تحريك عضو يسمى ويغسل ويصلى عليه وان لم يظهر منه عند ولادته
کوئی نشان زندگی کا معلوم ہووے جیسے رونے کی آواز یا کسی عضو کا ہلانا تو اس کا نام مقرر کریں گے اور نہلا دیں گے اور نماز جنازہ پڑھیں گے اور اگر پیدا ہوتے ہوئے

ما يدل على حيوته لا يصلى عليه واختلف في تسميته وغسله والمختار انه يسمى ويغسل ويدرج في خرقة
کوئی نشان زندگی کا ظاہر نہ ہوا تو اس پر نماز جنازہ نہیں پڑھیں گے اور اس کا نام معین کرنے اور نہلانے میں اختلاف ہے اور مختار یہ ہے کہ نام رکھیں اور نہلا دیں اور کپڑے میں لپیٹ کر

ويدفن تكريما لبني ادم ولو سبي صبي ومات ان لم يسب معه احد ابويه يصلى عليه لكونه تبعا للسابي
واسطے تعظیم بنی آدم کی دفن کر دیں اور اگر لوٹ میں بچہ پکڑا آوے اور مر جائے تو اگر اس کے ساتھ اس کا ماں باپ کوئی نہ پکڑا آیا ہو تو اس پر نماز پڑھیں کیونکہ اب پکڑ کر لانے والے کا

والدار وان سبي مع احد ابويه لا يصلي عليه لكونه كافرا تبعا لمن سبي معه من احد ابويه الا ان يقر هو بالاسلام وهو
یا اُس کا تابع ہے اور اگر وہ کسی ماں یا باپ کے ساتھ گرفتار ہوا ہی تو نماز نہ پڑہیں کیونکہ وہ ماں باپ میں سے جس کے ساتھ گرفتار ہوا ہے اوسکی تبعیت میں کافر ہے ہاں اگر وہ بچہ اسلام کا اقرار کرے اور وہ
يعقل صفته المذكورة في قوله عليه الصلوة والسلام لجبرئيل عليه السلام حين سأله عن الايمان ان تؤمن بالله وملئكته وكتبه و
اسلام کی صفت جو اس حدیث میں مذکور ہے جانتا ہو کہ نبی علیہ السلام نے جبرئیل علیہ السلام سے جب ونہوں نے نبی علیہ السلام سے صفت ایمان کی پوچھی تو فرمایا کہ یقین کرے تو اللہ کا اور اوسکی
رسله واليوم الآخر وبالقدر خيره وشره او يسلم من سبي معه من احد ابويه فحينئذ يصلي عليه اذ قد جاء فيه الخبر ان الولد
رسولوں کا اور قیامت کے دن کا اور نیک و بد کی اندازہ کرنیکا یا اوسکا ماں یا باپ جسکی ساتھ وہ گرفتار ہوا ہی مسلمان ہو جاوے تو اب وسپر نماز پڑہیں اسلئے کہ اس باب میں حدیث ہی کہ بچہ
يتبع خير الابوين دينا وان مات في دار الاسلام بعد موت ابيه فيها لا يصلي عليه لتقرر التبعية بموت ابيه ومن مات في السفينة
ماں باپ میں سے باعتبار دین کے جو اچھی کا تابع ہوتا ہی اور اگر وہ بچہ دار الاسلام میں بعد مرنے اپنی باپ کے دار الاسلام میں مر جاوے تو اوسپر نماز نہ پڑہیں کیونکہ باپ کی موت سے اوسکی تبعیت قرار پاگئی اور جو شخص جہاز میں مر جاوے
ولم يكن في قربها ارض يغسل ويكفن ويصلي عليه ويلقى في البحر ومن قتل في حد او قصاص يغسل ويصلي عليه لما روي ان ماعزا
اور کہیں قریب جوار میں زمین نہ ملی تو غسل دیکر اور کفنا کر اور نماز پڑہ کر دریا میں ڈالدیں اور جو شخص حد یا قصاص میں مارا جاوے تو اوسکو نہلا دیں اور اوسپر نماز پڑہیں کیونکہ روایت ہی کہ ماعز کو
لما رجم جاء عمه الى النبي صلى الله عليه وسلم فقال يا رسول الله قتل ماعز كما يقتل الكلاب فما تأمرني اصنع به فقال النبي عليه الصلوة
جب رجم کیا تو اوسکے چچا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر پوچھا کہا یا رسول اللہ ماعز کتے کی موت مارا گیا اب جو حکم ہو سو کروں پس نبی علیہ الصلوة
والسلام لا تقل هذا لانه تاب توبة لو قسمت على اهل الارض لوسعتهم اذهب فاغسله وكفنه وصل عليه ومن يقتل من
والسلام نے فرمایا یہ مت کہہ کیونکہ اوسنے تو ایسی توبہ کی ہی اگر تمام روی زمین کی باشندوں پر تقسیم ہو تو سب کو کافی ہو جا اوسکو نہلا اور کفن دے اور نماز پڑہ اور جو شخص
البغاة وقطاع الطريق لا يغسل ولا يصلي عليه لما روي ان عليا رضي الله عنه لم يغسل البغاة ولم يصل عليهم فقيل له اهم
باغیوں میں سے یا رہزنوں میں سے مارا جاوے تو نہ غسل دیں اور نہ اوسپر نماز پڑہیں کیونکہ روایت ہی کہ علی رضی اللہ عنہ نے نہ باغیوں کو غسل دیا اور نہ نماز پڑہی پہر کسی نے اونسے پوچھا کیا
كفار فقال لا بل هم بغوا علينا اشار الى انه انما ترك غسلهم والصلوة عليهم لبغيهم ليكون عقوبة لهم وزجرا لغيرهم قيل هذا
یہ لوگ کافر ہیں جواب دیا نہیں بلکہ یہ ہم سے باغی ہیں یہہ اشارہ ہی کہ انکا غسل اور نماز بغاوت کے لئے ترک ہوئی ہی تاکہ انکو سزا اور اوروں کو خوف ہو کوئی کہتا ہے کہ
في حق من يقتل في حال المحاربة قبل ان تضع الحرب اوزارها لا لمن يقتل بعد ثبوت يد الامام عليه فانه يغسل ويصلي عليه قال
یہہ سزا اوس باغی کی حق میں ہی جو عین جنگ میں لڑائی موقوف ہونے سے پہلے مارا جاوے اوسکی سزا نہیں ہی جو بعد قابض ہونے امام کے مارا جاوے ایسی کو غسل بہی دیں اور نماز بہی پڑہیں زیلعی
الزيلعي هذا التفصيل حسن اخذ به الكبار من المشائخ ومشائخنا جعلوا حكم المقتولين بالعصبية حكم اهل البغي وكذلك حكم
کہتا ہی یہہ فرق خوب ہی اسکو بڑی بڑی مشایخ نے اختیار کیا ہے اور ہماری مشایخ نے معصیت کے مقتولوں کو ف باغیوں میں داخل کیا ہی اور ایسے ہی جو شخص
الواقفين الناظرين اليهم اذا اصابهم حجر او سهم وماتوا في تلك الحالة لا يصلي عليهم وان ماتوا بعد تفرقهم يصلي عليهم ومن يقتل
کہڑی رہکر باغیوں کا تماشا دیکہی اگر اوسکو پتہر یا تیر لگی اور اسی حالت میں مر جاوے تو اوسپر بہی نماز نہ پڑہیں اور اگر بعد چلی جانیکے مری تو اوسپر نماز پڑہیں اور جو شخص اپنے
نفسه عمدا يصلي عليه عند ابي حنيفة ومحمد وهو الاصح لانه وان كان باغيا على نفسه الا انه غير ساع في الارض بالفساد
تئیں عمداً قتل کرے طرفین کی نزدیک اوسپر نماز پڑہیں اور یہی اصح ہی اسواسطے کہ اگرچہ یہ شخص اپنی جان پر باغی ہے پر اسنے ملک میں کچہہ فساد نہیں پہیلایا
بل هو فاسق كسائر فساق المسلمين ومن يقتله السبع او يحترق بالنار او يتردى من الجبل او يموت تحت هدم يغسل ويصلى عليه
بلکہ فاسق ہی جیسے اور مسلمان فاسق ہوتی ہیں اور جسکو درندہ پہاڑ ڈالے یا آگ میں جل جاوے یا پہاڑ پر سے گر کر ہلاک ہووے یا مکان تلی دب مرے تو اوسکو نہلاویں نماز پڑہیں
ومن يقتله اهل الحرب او اهل البغي او قطاع الطريق ولم يكن جنبا لا يغسل لكونه شهيدا بل يصلي عليه ويدفن بدمه وثيابه التي
اور جسکو حربی لوگ یا باغی یا رہزن مار ڈالیں اور وہ جنب نہو تو اوسکو غسل نہ دیں اسلئے کہ وہ شہید ہے بلکہ اوسکو نماز پڑہکر خون آلودہ انہیں کپڑوں میں جن کپڑوں میں
قتل فيها الا ما ليس من جنس الكفن كالفرو والحشو والخف والقلنسوة فان كان ما عليه من الثياب ناقصا عن كفن السنة يزاد عليه
جنہیں قتل ہوا ہی دفن کریں بجز اوسکی جو کفن کی قسم کا نہو جیسے پوستین اور روئیدار کپڑا اور موزہ اور ٹوپی اور اگر اوسکے بدن کی کپڑی مقدار کفن مسنون سے کمتر ہوں تو زیادہ کر دیں

وان کان زائدا ینقص منه مراعاة للسنة ولا یصلی علی عضو الا اذا کان فی حکم الکل بان یوجد اکثر المیت او
اور اگر بڑہی ہوئی ہون تو واسطی رعایت سنت کی کم کردین اور مقتول کی عضو پر نماز نہین ہوتی جب ہی کہ وہ عضو کل کی حکم مین ہو اسطور کہ آدہی سی زیادہ ہو یا
نصفه مع راسه بخلاف ما لو وجد نصفه او نصفه مشقوقا بالطول فانه لا یغسل ولا یصلی علیه والمصلوب
سر سمیت آدہا ہو برخلاف اوس مقتول کی جسکا فقط سر ہی یا آدہی یا آدہا طول کی جانب سی چرا ہوا ہو ایسیکی نہ غسل ہی اور نہ نماز اور سولی دیا ہوا
یترك علی خشبته ثلثة ایام عقوبة له وزجرا لغیره ثم اذا تم له ثلثة ایام یخلی بینه وبین اهله لیدفنوه ولو
تین دن تک سولی پر لٹکا رہی اوسکی یہی سزا ہی اور اوروں کی لئی خوف پہر جب تین دن پوری ہو جاوین تو اوسکی وارثون کو اجازت دین تاکہ اوسکو دفن کرین اور اگر
مات کافر ولم یکن له ولی من الکفار وله قریب مسلم یغسله القریب المسلم ویدفنه لما روی ان علیا لما مات ابوه
کوئی کافر مر جاوی اور اوسکا کوئی کافر وارث نہو اور اوسکا سگا مسلمان ہو تو وہی مسلمان اوسکو غسل دیکر دب دی کیونکہ روایت ہی کہ علی جب اونکا باپ مر گیا
جاء الی النبی صلی الله علیه وسلم فقال یا رسول الله ان عمك الضال قد مات فقال له النبی صلی الله علیه وسلم
تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پاس آئی عرض کیا یا رسول اللہ آپکا چچا گمراہ مر گیا آپ نی فرمایا
اذهب فاغسله وکفنه وواره لکن لا یغسل کغسل المسلم بل یصب علیه الماء ویغسل غسل الثوب النجس من
جا اوسکو نہلا اور کفنا کر داب دی پر اوسکو مسلمانون کی طرح نہ نہلا وین بلکہ اوسپر پانی بہا دین جیسی گندہ کپڑی کو دہوتی ہین
غیر وضوء ولا بدایة من الیامن ویلف فی خرقة من غیر مراعاة سنة الکفن ویحفر حفرة من غیر لحد ویلقی فیها
نہ تو وضو کرائین اور نہ داہنی طرف سی شروع کرین پہر کپڑی مین لپیٹین کفن مین کچہہ رعایت سنت کی نہ کرین اور گڑہا بدون لحد کی کہود کر ڈالدین
ولا یوضع ویجوز دفعه الی اهل دینه وان کان له ولی من الکفار لا ینبغی للمسلم ان یتولی امره بل یخلی بینه وبینهم
اور مردہ کی طرح نہ اوتارین اور جایز ہی کہ اوسکا لاشہ اوسکی ملت والون کو حوالہ کردین اور اگر کفار مین سی کوئی اوسکا وارث ہو تو اب مسلمان کو نہین چاہئی کہ اوسکی کاروبار کا ذمہ دار
لیصنعوا به ما یصنعون بموتاهم هذا اذا لم یکن کفره بالارتداد واما اذا کان کفره بالارتداد فلا یدفع الی اهل
جو طور اپنی مردون کو کرتی ہون سو اوسکو کرین یہہ جب ہی کہ اوسکا کفر ارتداد کا نہو اور اگر وہ مرتد ہو کر کافر ہوا ہی تو اوسکی ملت والون کو جنکی دین مین
الدین الذی انتقل الیه بل یلقی فی حفرة کالکلب بلا غسل ولا کفن یسر الله تعالی النجاة من زوال الایمان بلطفه وکرمه
ملگیا ہی نہ دین بلکہ کتی کی مثال بی غسل اور بی کفن کہڑی مین ڈالدین الٰہی ہمکو زوال ایمان سی بچا اپنی لطف وکرم سی آسان کر

المجلس السادس والخمسون فی بیان قوله علیه السلام من کان اخر کلامه

مجلس چہپن اس حدیث کی بیان مین جسکی آخر کلام

لا اله الا الله دخل الجنة قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من کان اخر کلامه لا اله الا الله

لا الہ الا اللہ ہی وہ جنتی ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نی فرمایا جسکا پچھلا بول لا الہ الا اللہ ہو

دخل الجنة هذا الحدیث من حسان المصابیح رواه معاذ بن جبل ومعناه ان کل من کان اخر کلامه عند الموت
وہ جنتی ہی یہہ حدیث مصابیح کی حسن حدیثون مین ہی معاذ بن جبل کی روایت سی معنی یہہ ہین کہ جسکا آخر کلام مرتی وقت کلمہ توحید ہو
کلمة التوحید یدخل الجنة اما قبل ان یعذب بعفو ذنوبه او بعد ان یعذب بقدر ذنوبه فعلی هذا کل من
وہ جنت مین داخل ہوگا یا تو بی عذاب اگر خطائین معاف ہوئین یا گناہون کی برابر عذاب بہگت کر اس بیان کی موافق
یئس من حیاته ینبغی له ان یکثر الاستغفار ویتوب عن ذنوبه ویستحضر فی ذهنه ان هذا اخر اوقاته
جسکو توقع زیست کی نرہی تو اوسکو چاہئی کہ استغفار بہت کیا کری اور اپنی گناہون سی توبہ کری اور اپنی دہیان مین یہی خیال رکہی کہ دنیا مین سی میرا یہہ ہی وقت آخر ہی
من الدنیا ویجتهد ان یختمها بخیر ویسارع فی قضاء دینه لئلا یبقی فی قبره مرتهنا بدینه کما اخبر به النبی علیه الصلوة والسلام
اور یہہ ہمت کری کہ اوس وقت کو خیر پر تمام کری اور جلدی سی اپنا قرض ادا کر دی تاکہ قبر کی اندر قرض مین الجہا نہ پڑا رہی چنانچہ حدیث مین آیا ہی

وقال

وقال نفس المؤمن معلقة بدينه حتى يقضى عنه ويبادر في اداء سائر الحقوق الى اهلها من رد المظالم والودايع والعواري
فرمایا مؤمن کی جان قرض میں الجھی رہتی ہی جبتک قرض خواہ راضی ہووی اور جلدی سی تمام حقداروں کی حق ادا کردی ناحق لیا ہوا پہیر دی اور امانتیں اور مانگی ہوئی چیزیں شادی
واستحلال اهله من زوجته ووالديه واولاده وغلمانه وجيرانه واصدقائه وكل من كان معه معاملة او صحبة
اور اپنی اہل سی یعنی اپنی بیوی . اور ماں باپ اور اولاد اور غلاموں اور ہمسایوں اور دوستوں سی اور جسکی ساتھ کچھ معاملہ ہوتا ہو یا ہمنشینی ہو معاف کرالی
ويوصي بما لا يتمكن من ادائه في الحال حتى لو كان عليه حق من حقوق الله تعالى كالصلوة والزكوة والصوم والحج
اور جو حق کہ فی الحال ادا نہ ہو سکتا اوسکی وصیت کردی یہاں تک کہ اگر اوسکی ذمہ حقوق اللہ ہوں جیسی نماز اور زکوۃ اور روزی اور حج وغیرہ
وغيرها يجب عليه ان يوصي لهذه الحقوق بثلث ماله ان احتيج اليه وان لم يكن عليه حق من هذه الحقوق لا
تو اسپر واجب ہی کہ واسطی ادائی ان حقوق کی تہائی مال میں سی وصیت کردی اگر مال کی حاجت ہووی اور اگر اوسکی ذمہ ایسی حقوق نہین ہیں تو اوسپر اوسکی
يجب عليه الوصية بل ينبغي له ان ينظر الى حال الورثة فانهم ان كانوا صغارا فالافضل له ترك الوصية وكذلك
کوئی وصیت واجب نہین ہی بلکہ اوسکو یہہ چاہئی کہ وارثوں کی حال کا لحاظ کری کیونکہ اگر وارث بچی ہیں تو افضل یہہ ہی کہ وصیت نکری اور ایسی ہی
لو كانوا كبارا وهم فقراء ولا يستغنون بحصتهم من التركة كان ترك الوصية افضل له وان كانوا اغنياء او يستغنون
اگر بالغ ہوں لیکن ایسی محتاج کہ ترکہ میں سی اپنا اپنا حصہ لیکر بھی غنی ہوویں تو بھی وصیت نکری افضل ہی اور اگر غنی ہوں یا ترکہ میں سی
بحصتهم من التركة فالافضل له ان يوصي باقل من الثلث فيما هو طاعة لا معصية فيه فيبدأ بمن ليس بوارث من اهل قرابته
اپنا اپنا حصہ لیکر غنی ہو جاویں تو سب سی افضل یہہ ہی کہ تہائی مال سی کم کی ایسی وصیت کری جو طاعت ہو اوسمیں کوئی معصیت نہو پہر اپنی قرابتیوں میں سی ایسی سی شروع کری
ان كانوا فقراء وان لم يكونوا فقراء بل كانوا اغنياء فبالجيران وقدر الاستغناء عند ابي حنيفة على ما ذكر في قضايا الخلاصة والبزازية ان يبقى
اگر وہ محتاج ہوں اور اگر محتاج نہ ہوں بلکہ غنی ہوں تو ہمسایوں سی شروع کری اور مقدار استغنا کی امام ابو حنیفہ کی نزدیک موافق اوسکی جو خلاصہ اور بزازیہ کی وصایا میں مذکور ہی
لكل وارث بعد الوصية اربعة آلاف وعن الفضلي عشرة آلاف وبعد الوصية ينبغي له ان يحسن
کہ وصیت ادا کرکر چار ہزار ہر ایک وارث کی لئی بچ رہیں اور فضلی سی یہہ روایت ہی کہ دس ہزار بچتی رہیں اور وصیت کرنی کی بعد چاہئی کہ اپنا گمان
ظنه بالله تعالى بانه يرحمه ويغفر ذنوبه ويستحضر في ذهنه انه حقير في مخلوقاته تعالى
جناب الٰہی میں درست کری کہ مجھپر اللہ رحمت ہی کریگا اور میری گناہ معاف ہی کریگا اور اپنی دلمین یہہ خیال کری کہ اوسکی مخلوقات میں سب سی کمینہ ہوں
وانه تعالى غني عن عذابه وطاعته وينبغي له ان يكون مشغولا بقراءة آيات من القرآن العظيم في الرجاء
اور اللہ تعالی کو میری عذاب اور طاعت کی کچھ پرواہ نہین ہی اور چاہئی کہ قرآن شریف کی وہ آیات ضمن رجا اور امیدواری ہی پڑہی
او يقرأها غيره عنده وهو يسمع وكذلك يستقرئ احاديث الرجاء او يقرأ غيرها عنده و
یا اسکی پاس اور لوگ پڑہیں یہہ سنتا رہی اور ایسی ہی رجا کی حدیثیں پڑہی یا اور لوگ اسکی پاس پڑہیں اور
هو يسمع وحكايات الصالحين وآثارهم عند الموت وينبغي له ان يحافظ على الصلوات الخمس و
یہہ سنتا رہی اور صلحا کی قصی اور اونکی مرتی دم کی حالات سنی اور اوسکو چاہئی کہ پنجگانہ نماز کی اور
غيرها من وظائف الدين بقدر طاقته فانه اذا عجز عن القيام في الصلوة يصلي
سوای اوسکی اور وظائف دین کی طاقت کی موافق محافظت کئی جاوی بیشک اگر وہ نماز میں قیام سی تھک رہی
قاعدا بركوع وسجود وان لم يقدر على الركوع والسجود يصلي بالايماء قاعدا ويجعل سجوده
تو بیٹھکر رکوع اور سجود کی ساتھہ پڑہی اور اگر رکوع اور سجود کی قدرت نہو تو بیٹھکر اشارہ سی پڑہی اس سجدہ کو رکوع کی
اخفض من ركوعه ليحصل الفرق بينهما وان لم يقدر على القعود يصلي بالايماء
پست کری تاکہ دونوں میں فرق رہی اور گر بیٹھنی کی قدرت نہو تو کروٹ سی پڑا ہوا اشارہ سی پڑہی

مضطجعا او مستلقیا لان الطاعة بحسب الطاقة لقوله تعالی لا یکلف الله نفسا الا وسعها ویجتنب النجاسات ما استطاع
بابت لیکر یا چت لیٹکر کہ طاعت بقدر طاقت ہوتی ہی اس آیت سی تکلیف نہین دیتا اسد کسی کو مگر جو اوسکی گنجایش ہے اور گندگی سی جہانتک ہو سکی بچی
حتی اذا عجز عن استعمال الماء یصلی بالتیمم واذا کان علی بدنه او ثوبه او موضع صلوته نجاسة وعجز عن ازالتها یصلی معها
یہانتک کہ پانی استعمال نکر سکے تو تیمم سی نماز پڑہی اور اگر اوسکی بدن پر یا کپڑی پر یا نماز کی جگہہ پر گندگی ہو اور پاک نکر سکے تو ویسی ہی نماز پڑہ لے
ولا یترك الصلوة ولا یؤخرها عن وقتها ما دام عقله ثابتا خوفا من حضور اجل بغتة وقد حصل منه التقصیر فی اتیان
نہ تو نماز کو بالکل قضا کری اور نہ وقت سی تاخیر کری جب تک کہ اوسکی عقل قایم ہو کیونکہ یہہ خوف ہی کہ موت ایسی وقت نا جاوی کہ بقدر طاقت
ما وجب علیه بقدر استطاعته ولیحذر من التساهل فی ذلك اذ من اقبح القبائح ان یکون اخر عهده من الدنیا التی
واجبات کی ادا کرنی سی قاصر ہو اور اسوقت مین سستی سی حذر کری کیونکہ یہہ بڑی قباحت ہی کہ دنیا مین جو
هی مزرعة الاخرة التفریط فیما وجب علیه او ندب الیه ولیجتهد فی ختم عمره باکمل الحالات ویوصی اهله واصحابه
آخرت کا کہیت ہی اسکی آخری وقت مین واجبات یا مستحبات کی ادا کی کوتاہی پائی جاوے اور چاہیے کہ اپنی عمر کو اچہی سی اچہی حالت پر تمام کری اور اپنی اہل اور اصحاب کو
بالصبر والاحتمال علی ما یصدر منه فی مرضه ویوصیهم بالصبر وترك البکاء علیه ویقول لهم قد صح انه علیه الصلوة
اون حرکات پر جو اوس سی بیماری مین واقع ہوں صبر و تحمل کی وصیت کرے اور وصیت کری کہ صبر کرنا رونا پیٹنا نہین اور اسطور بیان کری کہ صحیح روایت ہی کہ نبی علیہ السلام
والسلام قال المیت یعذب ببکاء اهله علیه فایاکم یا احبائی والسعی فی اسباب عذابی ویوصیهم ایضا باجتناب
نی فرمایا ہی میت کو اوسکی اہل کی رونی سی عذاب ہوتا ہی سو یارو میری عذاب مین سعی کرنی سی بچیو اور یہہ وصیت کری کہ ماتم مین
ما جرت به العادة من البدع فی الجنائز ویؤکد علیهم ذلك وینبغی له ان یقول فی وقت بعد وقت متی رایتم منی تقصیرا
جو جو بدعات رسم ہو رہی ہین ہرگز نکرنی چاہیین اور خوب تاکید کردی اور چاہیے کہ دم بہ دم یہہ سمجہاتا رہی جب تمکو میری کوئی قصور
فی شیء فنبهونی علیه برفق فانی معرض للغفلة والکسل والاهمال واذا قصرت فنشطونی وعاونونی علی اهبة سفری
معلوم ہو تو مجہکو نرمی سی جتا دیا کرو کیونکہ مین اب غفلت اور کاہلی اور سستی مین مبتلا ہوں اور جب مجہسی کوئی قصور ہو تو مجکو بچاؤ اور اس سفر کی سامان پر مدد کرو
هذا فاذا احضر الموت یوجه نحو القبلة علی شقه الایمن قال الزیلعی والمختار فی زماننا ان یلقی علی قفاه وقدماه
پہر جب دم نکلنے لگے تو داہنے کروٹ پر اوسکا مونہہ قبلہ کی طرف پہیر دین زیلعی کہتا ہی مختار اس زمانہ مین یہہ ہی کہ چت لٹا کر اوسکے پانو
الی القبلة ویرفع راسه قلیلا لیکون وجهه الی القبلة دون السماء وانما اختیر ذلك وان کان الاول سنة لکونه
قبلہ کی طرف کرکر کچہہ تہوڑا سا اوسکا سر اوٹہا دین تاکہ اوسکا منہہ قبلہ کیطرف ہو جاوے آسمان کی طرف نرہی یہہ اسلئی مختار ٹہیرا ہے اگرچہ صورت اول مسنون ہی کہ
ایسر لخروج الروح ویلقن الشهادة لانه موضع یتعرض الشیطان فیه لافساد اعتقاده فیحتاج الی مذکر ومنبه علی
واسطی نزع روح کی آسان ہی اور کلمہ شہادت تلقین کرین کیونکہ اسوقت شیطان اوسکا اعتقاد خراب کرنیکو لپٹا رہتا ہے سواب توحید یاد دلانی والے کی
التوحید وکیفیة التلقین ان یذکر عنده کلمة التوحید ولا یؤمر بها مخافة ان یضجر ویردها لکون الحال صعبا
حاجت ہی اور تلقین کا طریقہ یہہ ہے کہ اوسکو سنا کر کلمہ توحید پڑہین اوسکو نہ کہین کہ کلمہ پڑہ یہہ خوف ہی کہ دل تنگ ہو کر رد کردی کیونکہ اوس پر مشکل ہی
علیه واذا قالها مرة لا تعاد علیه الا ان یتکلم بکلام اخر فحینئذ یلقن مرة اخری حتی یکون اخر کلامه کلمة التوحید
وقت ہی اور جب وہ ایک بار بہی پڑہ لی تو پہر اوسپر اعادہ نکرین ہاں اگر اوسکی بعد اور بات چیت ہو تو اب دوبارہ تلقین کرین تاکہ اوسکے آخر کلام کلمہ توحید ہو
واما التلقین بعد الموت فقد اختلفوا فیه فقیل یلقن لظاهر ما روی عن ابی سعید الخدری انه علیه الصلوة والسلام
اور بعد موت کی جو تلقین کرتی ہین اوسمین اختلاف ہی کوئی کہتا ہی تلقین کرنا چاہیی باعتبار ظاہر معنون کی ایک روایت ابو سعید خدری کے کہ نبی علیہ السلام نے
قال لقنوا موتاکم لا اله الا الله وقیل لا یلقن لعدم الفائدة فیه بعد الموت لانه ان مات مؤمنا لا یحتاج الی التلقین
فرمایا اپنی موتا کو لا اله الا الله تلقین کیا کرو اور کوئی کہتا ہی تلقین نکرین کیونکہ بعد موت کے اس مین کچہہ فایدہ نہین اسلئے کہ اگر وہ ایمان سی مرا تو اب تلقین کی کیا حاجت ہے

وان مات کافرا لایفید التلقین وما ذکر من الحدیث فالجواب عنه ان المراد بالموتی هم الذین حضرهم الموت وقربوا
اور اگر کافر مرا ہی تو اوسکو تلقین سی کیا فائدہ اور یہہ حدیث جو مذکور ہوئی تو اوسکا جواب یہہ ہی کہ موتا سی مراد وہ آدمی ہیں جو نزع کی حالت میں ہیں اور کوئی
یومئذ ولا ینہی عنه واذا مات یغمض عیناه ویشد لحیاه بعصابة عریضة من فوق راسه لان فیه تحسینا اذ لو ترك علی
کہتا ہی نہ تو تلقین کرنیکو امر کریں اور نہ منع کریں اور جب مر جاوے تو دونوں آنکہیں اوسکی بند کردیں اور دونوں جبڑے چوڑی پٹی سے سر پر باندہ دیں کیونکہ اسمیں خوبصورتی ہے اسلئی کہ اگر اوسکو
حاله یبقی فظیع المنظر ولا یؤمن من دخول الهوام فی جوفه والماء عند غسله ویلین اطرافه ویوضع علی بطنه حدید
اپنی حالت پر چھوڑ دیں تو بد صورت ہو جاوے اور خوف ہے کہ اوسکے پیٹ میں کیڑا اور پانی نہلاتے ہوئے نہ چلا جاوے اور اوسکے ہاتھ پاؤں نرم کر دیں اور پیٹ پر لوہا رکھ دیں
لئلا ینتفخ ویقول مغمضه بسم الله وعلی ملة رسول الله اللهم یسر علیه امره وسهل علیه ما بعده واسعده بلقائك واجعل
تاکہ پہول نہ جاوے اور آنکہیں بند کرنیوالا یہہ پڑہے بسم الله وعلی ملة رسول الله اور رسول کے دین پر الٰہی اسپر اسکا حال آسان کر اور سہل کر اسکا مابعد اور اسکو اپنی دیدار سے خوش کر اور اسکے
ما خرج الیه خیرا مما خرج عنه ویکره قراءة القران عنده حتی یغسل ثم ان غسله شریعة قدیمة لما روی ان ادم النبی علیه
لئی وہ منزل جہاں جاتا ہے اوس منزل سی کہ جہاں سے نکلتا ہے بہتر کر دے اور اوسکے پاس قرآن پڑہنا مکروہ ہے جبتک نہلا چکیں پھر نہلانا قدیمی طریقہ ہے اسواسطی کہ روایت ہے کہ آدم نبی
الصلوة والسلام لما قبض نزل جبریل علیه السلام بالملئکة وغسلوه وقالوا لولده هذا سنة موتاکم والمراد بالسنة المذکورة
علیه السلام جب موے تو جبریل علیه السلام فرشتوں کو لیکر آیا اور اونکو نہلا کر اونکی بیٹی سی کہا یہہ تمہارے موتا کی سنت ہے اور سنت سے اسجگہہ
ههنا الطریقة لان غسله واجب عملا بکلمة علی فی قوله علیه الصلوة والسلام للمسلم علی المسلم ستة حقوق ومن
طریقہ مراد ہی نہیں تو میت کا غسل واجب ہے بلحاظ حرف علی کے جو اس حدیث میں واقع ہوا ہے مسلمان کی حقوق مسلمان پر چھہ ہیں اونمیں سے
جملتها ان یغسله بعد موته لکن اذا قام به البعض سقط عن الباقین لحصول المقصود فاذا ارید غسله یوضع علی سریر
ایک یہہ ہی کہ اوسکو مرنی کی پیچھی نہلاوی پر اس میں جب کوئی لگجاتا ہی تو باقی کی ذمہ سے ساقط ہو جاتا ہے کیونکہ مقصود جو تہا سو ہو چکا پھر جب اوسکے نہلانی کا ارادہ کریں تو تختہ پر
لینصب عنه الماء ویجمر سریره وترا تعظیما للمیت وازالة للرائحة الکریهة عنه وکیفیة التجمیر ان یدار المجمر حول السریر
لٹاویں تاکہ اوس سی پانی بہ جاوے اور اوس تختہ کو طاق یعنی تین بار یا پانچ بار خوشبو کی دہونی دیں اسمیں میت کی تعظیم ہے اور بدبو دور ہو جاتی ہے اور دہونی کا یہہ طریقہ ہی کہ مجمر کو دہونی کے ساتہہ
بالبخور مرة او ثلثا او خمسا قال الزیلعی ولا یزاد علیها ویخلع ثیابه ویستر عورته لان سترها واجب والنظر الیها حرام لقوله علیه السلام
تختہ کی گرد ایک بار یا تین بار یا پانچ بار گہماویں زیلعی کہتا ہی اس سی زیادہ نہ پہراویں پہر اوسکی کپڑے اوتار دیں اور ستر ڈھانپ دیں کیونکہ ستر عورت واجب ہے اور اسکا دیکہنا حرام ہے اسواسطے کہ
لعلی لا تنظر الی فخذ حی ومیت ویوضأ بلا مضمضة ولا استنشاق لان الوضوء سنة الغسل لکن فی المیت یترك المضمضة
علی کو فرمایا کسیے زندہ اور مردہ کی ران پر نگاہ مت کر پہر وضو کرا دیں بدون کلی اور ناک کے پانی کے اسواسطے کہ وضو غسل میں مسنون ہے لیکن میت کے غسل میں کلی
والاستنشاق لتعذر اخراج الماء منه فیبدأ بغسل وجهه لا بغسل یدیه ولا یؤخر غسل قدمیه واختلف فی استنجاءه و
اور ناک کا پانی ترک ہے اسلئے کہ پھر پانی کا نکالنا دشوار ہی پہر پہلے منہہ دہوویں پہلی ہاتہہ نہ دہوویں اور پاؤں کا دہونا پیچھے پر نہ رکہیں اور میت کے استنجا اور
مسح راسه والصحیح انه یستنجی ویمسح راسه لکن الغاسل لا یمس عورته لان مس العورة حرام بل
سر کی مسح میں اختلاف ہے صحیح یہہ ہے کہ استنجا اور سر کا مسح ہی کریں پر نہلانی والا اوسکی عورت کو نہ چہووی اسلئے کہ عورت کا چہونا حرام ہے بلکہ
یلف خرقة علی یده ویغسل المخرج حتی یطهر ثم یفاض علیه الماء مغلی بسدر او حرض وان لم یوجد ماء
اپنی ہاتہہ پر کپڑا لپیٹ کر مخرج کو اتنا دہووے کہ پاک ہو جاوے پھر اوسپر بیری کی پتوں کا یا اشنان کا جوش دیا ہوا پانی بہا دیں اور اگر ایسا پانی نہ ملے
کذلك یغسل بالماء القراح وهو الخالص لان المقصود الذی هو الطهارة یحصل به واما اذا وجد فالترتیب
تو خالص پانی سی نہلا دیں کیونکہ اصل مقصود یعنی طہارت اس میں سے حاصل ہے ہاں اگر میسر آوی تو پہر ترتیب موافق
علی ما ذکر فی مبسوط شیخ الاسلام وهو مروی عن ابن مسعود رض ان یبدأ بالماء القراح حتی یبتل ما علی
بیان شیخ الاسلام کے جو مبسوط میں ہی اور وہ روایت ہی ابن مسعود سے یوں ہے کہ اول غسل خالص پانی سی تاکہ جو کچھ بدن پر

البدن من الدرن والنجاسة ثم بماء السدر او الحرض ليزول ما على البدن لكونه ابلغ في التنظيف ثم بماء فيه
میل کچیل نجاست ہی سو پہلے کر بیری یا اشنان کی جوش دی ہوئی پانی سی تاکہ جو بدن پر ہی سو چھوٹ جاوی کیونکہ اسمین نظافت خوب ہوتی ہی پہر کافور

كافور ان وجد تطييبا لبدن الميت ثم يغسل راسه ولحيته بالخطمي لانه ابلغ في استخراج الوسخ لكونه مثل الصابون في التنظيف
ملی ہوئی پانی سی اگر میسر ہو تاکہ میت کا بدن خوشبو ہو جاوی پہر اوسکا سر اور ڈاڑھی گل خیرو سی دہو دین کیونکہ اسمین میل خوب چھوٹتا ہی اسلئی کہ خطمی صابون کی مانند صاف کرتا ہی

وان لم يوجد فبالصابون ثم يضجع على يساره ويغسل حتى يصل الماء الى ما يلي التخت منه ولا يكب على وجهه ليغسل ظهره
اور اگر یہہ نملی تو صرف صابون سی پہر بائین کروٹ پر لٹا کر اتنا نہلا دین کہ پانی نیچی کی طرف تختہ تک پہونچ جاوی اور پیٹھ دہونی کی لئی منہہ کی بل اوندھا نہ کر دین

ثم يجلسه الغاسل ويسنده اليه ويمسح بطنه برفق وان خرج منه شيء يغسله ولا يعيد غسله ولا وضوءه لان غسله
پہر اوسکو نہلانیوالا اپنی سہارے سی بیٹھا کر نرم نرم پیٹ کو ملدی اور اگر پیٹ میں سی کچہہ نکلی تو دہو ڈالی نہ غسل کا اعادہ ہی اور نہ وضو کا اسواسطی کہ اوسکا غسل

عرف بالنص وهو قوله عليه الصلوة والسلام للمسلم على المسلم ستة حقوق وذكر منها غسله بعد موته وقد حصل مرة فلا يعاد
جو نص کی اس حدیث میں ثابت ہوا ہی کہ واسطی مسلمان کی مسلمان پر چہہ حق ہیں اونمیں غسل میت کو بہی ذکر فرمایا سو ایکبار ہو لیا پہر اعادہ نہین ہی

ثم ينشف بثوب لئلا يبتل اكفانه ويجعل على راسه ولحيته الحنوط وهو عطر مركب من اشياء طيبة ولا باس بسائر انواع الطيب
پہر کپڑی سی پونچہہ دیں تاکہ کفن تر نہو جاوی اور اوسکی سر اور ڈاڑھی پر اگر خوشبو مرکب لگا دین حنوط خوشبو ہی کئی خوشبو چیزوں سی مرکب ہوتی ہی اور سب قسم کی خوشبوؤنکا

غير الزعفران والورس فانهما يكرهان في حق الرجال دون النساء ويجعل الكافور على مساجده وهي جبهته وانفه ويداه و
سوا زعفران اور ورس کی کچہہ ڈر نہین ہی یہہ دونو مردوں کی حق میں مکروہ ہین عورتوں کی لئی مکروہ نہین اور مساجد پر کافور لگا دین اور مساجد اوسکی پیشانی ہی اور ناک اور دونوں ہاتہہ

ركبتاه وقدماه لانه كان يسجد بهذه الاعضاء فكانت اولى بزيادة الكرامة ولا يسرح شعره ولحيته ولا يقص ظفره
اور دونو گہٹنی اور دونو قدم اسلئی کہ ان اعضا پر سجدہ کرتا تہا تو اسواسطی زیادتی تعظیم کی یہہ ہی اعضا لایق ترہین اور بالوں میں اور ڈاڑھی مین کنگہی نہ کریں اور نہ ناخن تراشیں

وشعره لان هذه الاشياء انما تفعل للزينة وقد استغنى عنها وما روى انه عليه الصلوة والسلام قال اصنعوا بموتاكم
نہ بال کتریں کیونکہ یہہ سامان زینت کی ہیں سو اسکی کچہہ حاجت نہین رہی اور یہہ جو روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا سنگار کرو اپنی موتا کا

كما تصنعون بعروسكم محمول على التطييب والتطهر لا على التقصيص وازالة الجزء لكون ذلك غير مسنون في الميت وروى
جیسی سنگار کرتی ہو اپنی دلہنوں کا سو محمول ہی خوشبو اور طہارت پر ناقص کرنی پر اور جزو کی دور کرنی پر نہین کیونکہ یہہ امور میت کی حق مین غیر مسنون ہین اور

عن ابي حنيفة وابي يوسف ان الظفر ان كان منكسرا فلا باس باخذه ومن مات ولم يوجد ماء ليغسل يتيمم ويصلى عليه ثم
حنیفہ اور ابو یوسف سی روایت ہی کہ ناخن اگر ٹوٹا ہو تو اوسکی کتر دینیکا کچہہ مضائقہ نہین اور اگر کوئی شخص مر جاوی اور پانی غسل کو ہاتہہ نہ آوی تو اوسکو تیمم کرا دیں اور نماز پڑہ لیں پہر

ان وجد ماء يغسل وتعاد صلوته وقيل لا تعاد وان جرى الماء على الميت او اصابه مطر عن ابي يوسف انه لا ينوب عن الغسل
اگر پانی ملجاوی تو نہلا دین اور نماز دوبارہ پڑہیں اور کوئی کہتا ہی کہ پہر نہ پڑہیں اور اگر میت پر خود بخود پانی بہہ گیا یا مینہہ میں بہیگ گیا تو ابو یوسف سی روایت ہی کہ قایم مقام غسل کا نہ ہوگا

لانا امرنا بالغسل وجريان الماء واصابة المطر ليس بغسل والغريق يغسل ثلاثا في قول ابي يوسف وعند محمد في رواية ان
کیونکہ ہمکو حکم غسل دینی کا ہی اور پانیکا بہنا اور مینہہ میں بہیگنا کچہہ غسل نہیں ہی اور ڈوبی ہوئی کو ابو یوسف کی قول پر تین بار غسل دین اور محمد کی قول کی موافق ایک روایت

نوى الغسل عند الاخراج من الماء يغسل مرتين وان لم ينو يغسل ثلاثا وفي رواية عنه يغسل مرة واحدة وغاسل الميت
میں سی نکالتی ہوئی غسل کی نیت کی ہو تو پہر دو بار نہلا دین اور اگر نیت غسل کی نہیں کی تو تین بار نہلا دیں اور ایک روایت میں اونسی کہ ایک ہی دفعہ نہلا دین اور میت کا نہلانیوالا

ينبغي ان يكون على طهارة وان يكون اقرب الناس اليه وان لم يوجد فاهل الورع والصلاح واذا تم غسله يكفن وكل واحد
باوضو ہو اور میت کا سب سی زیادہ تر قریب ہو اور اگر ایسا شخص موجود نہو تو کوئی خداترس اور پرہیزگار ہو اور جب نہلا چکیں تو کفن پہنا دیں اور ہر ایک

من الرجل والمراة كفن السنة وكفن الكفاية وكفن الضرورة في حقهما ما يوجد وكفن السنة للرجل قميص وازار ولفافة
عورت ہو یا مرد ان کی لئی تو کفن سنت ہی اور ایک کفن کفایت ہی اور ایک ضرورت کا دونو کی لئی وہ ہی جو میسر آجاوی اور کفن سنت مرد کا قمیص یعنی کفنی اور تہبند اور چادر

لفافه

والقميص من المنكب الى القدمين بلا دخريص ولا جيب ولا كمّين وكل واحد من الازار واللفافة من القرن الى

اور قمیص مونڈھوں سے پاؤں تک بغیر کلی اور گریبان اور آستینوں کے اور ہر ایک تہبند اور لپیٹ کی چادر سر سے

القدم واذا اريد تكفينه تبسط اللفافة اولا ثم الازار ثم القميص ثم يوضع الميت فيه ويقمص ثم يعطف

پاؤں تک اور جب کفن پہنانا چاہیں تو پہلے لپیٹ کی چادر بچھاویں پھر تہبند پھر کفنی پھر میت کو اس پر رکھیں اور کرتا پہناویں پھر تہبند

الازار من جهة اليسار ثم من جهة اليمين ثم اللفافة كذلك وان خيف انتشار الكفن يعقد بخرقة عن

بائیں طرف سے لپیٹیں پھر داہنی طرف سے پھر لپیٹ کی چادر اسی طور پر اور اگر کفن کے کھل جانے کا خوف ہو تو گرہ لگاویں تاکہ

الكشف وكفن الكفاية له ازار ولفافة ويكره اقل من ذلك الا عند الضرورة وكفن السنة للمرأة درع وخمار

کھل نہ جاوے اور کفن کفایت مرد کے واسطے تہبند اور لپیٹ کی چادر ہے اور اس سے کم مکروہ ہے مگر لاچاری کو اور کفن سنت عورت کی کفنی سر بند اور اوڑھنی

وازار ولفافة وخرقة تربط على ثدييها فاذا ألبس الدرع اولا ثم يجعل شعرها ضفيرتين على صدرها فوق الدرع

اور تہبند اور لپیٹ کی چادر اور سینہ بند جس سے اس کی چھاتیاں باندھیں پس عورت کو پہلے کرتا پہناویں پھر اس کے بالوں کو دو لٹ کر کے سینہ پر کرتے کے اوپر رکھ دیں

ثم يوضع الخمار على راسها مستورة كالمقنعة فوق ذلك ثم يعطف الازار واللفافة كما ذكر في حق الرجال ثم تربط الخرقة

پھر اوڑھنی اس کے سر پر مقنع کی طور پر رکھیں اور پھیلا کر اوڑھا دیں پھر تہبند اور لفافہ کو ویسا ہی لپیٹیں جو مردوں کے حق میں مذکور ہوا پھر سینہ بند

فوق الاكفان وعرضها ما بين الثدي الى السرة وكفن الكفاية لها ازار ولفافة وخمار ويكره اقل من ذلك الا عند

کفنوں کے اوپر باندھیں اس کا عرض چھاتی سے ناف تک چاہئے اور کفن کفایت عورت کا تہبند اور لپیٹ کی چادر اور اوڑھنی ہے اس سے کم مکروہ ہے مگر

الضرورة ويجمر الاكفان قبل ان يدرج فيها الميت وترا ولا يزاد على خمس على ما ذكره الزيلعي وقال المرغيناني على ما ذكر

لاچاری کو اور کفنوں کو میت کے لپیٹنے سے پہلے طاق بار دھونی دیں اور پانچ بار سے زیادہ نہ دیں جیسا زیلعی نے ذکر کیا اور مرغینانی نے کہا جیسا

في شرح المنية ان كان في المال كثرة وفي الورثة قلة فكفن السنة اولى والا فكفن الكفاية اولى مع جواز كفن

شرح میں مذکور ہے کہ اگر مال بہت ہو اور وارث کم ہوں تو کفن سنت اولی ہے ورنہ کفن کفایت اولی ہے گو کفن سنت بھی

السنة والمراهق في الكفن بمنزلة البالغ والطفل الذي لم يبلغ حد الشهوة فالاحسن ان يكفن فيما يكفن البالغ وان

جائز ہے اور مراہق کفن کی بابت بمنزلہ بالغ کے ہے اور وہ لڑکا جو ابھی حد شہوت کو نہیں پہنچا تو بہتر یہ ہے کہ اس کو کفن بالغ کا دیں اور اگر

كفن في ثوب واحد يجوز وبعد تكفينه يصلى عليه والصلوة عليه فرض كفاية ان اداها البعض ولو رجلا واحدا

اس کو ایک ہی کپڑے کا کفن دیں تو بھی جائز ہے اور کفنا کر اس پر نماز پڑھیں اور نماز جنازہ فرض کفایہ ہے اگر کوئی بھی ادا کر دے اگرچہ ایک ہی مرد یا

او امرأة واحدة تسقط عن الناس والا اثم الكل واذا حمل على سريره فالسنة ان يحمله اربعة نفر من جوانبه الاربعة

ایک ہی عورت ہو تو سب کے ذمہ سے ساقط ہو جاتی ہے اور نہیں تو سب گنہگار ہوتے ہیں اور جب اس کو جنازہ پر اٹھا لے چلیں تو سنت یہ ہے کہ چار آدمی چاروں طرف سے اوٹھاویں

لان فيه تخفيفا للحاملين وصيانة للميت عن السقوط والانقلاب وتكثير الجماعة حتى لو لم يتبعه احد يكون هؤلاء

کیونکہ اس میں اوٹھانے والوں کو تخفیف ہے اور میت کی گرنے اور الٹ پلٹنے سے حفاظت ہے اور جماعت کثیر ہو جاتی ہے یہاں تک کہ اگر اور کوئی ساتھ نہ چلے تو یہی

جماعة ويسرعون به في المشي بلا خبب وعند كثرة الناس يتناوبون في حمله فيستحب لكل من يحمله ان يحمله من كل جانب

جماعت ہے اور چلنے میں جلدی کریں دوڑیں نہیں اور کثرت انبوہ میں اگر باری باری اوس کو لے چلیں تو ہر ایک کو چاروں طرف سے

عشر خطوات لقوله عليه الصلوة والسلام من حمل جنازة اربعين خطوة كفرت عنه اربعين كبيرة وكيفية حمله

دس دس قدم لے چلنا مستحب ہے واسطے ارشاد نبی علیہ السلام کی جو کوئی جنازہ چالیس قدم لے چلے تو اوس کے چالیس کبیرہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور لے چلنے کی کیفیت

ان يبدأ بالمقدم الايمن ويضعه على عاتقه الايمن ثم بالمؤخر الايمن ويضعه على عاتقه الايمن ثم بالمقدم الايسر

یہ ہے کہ پہلی اگلی داہنی جانب اوٹھا کر اپنے داہنے مونڈھے پر رکھے پھر پچھلے داہنے جانب اپنے داہنے مونڈھے پر رکھے پھر اگلی بائیں جانب اپنے

ويضعه على عاتقه الايسر ثم بالمؤخر الايسر ويضعه على عاتقه الايسر فالافضل لبقية الناس مشيهم خلفه لانه اسنع

اپنے مونڈھے پر رکھے پھر پچھلے بائیں جانب اپنے بائیں مونڈھے پر رکھے اور باقی لوگوں کو یہہ افضل ہے کہ جنازہ کے پیچھے پیچھے چلیں کیونکہ عبرت دینے

فى الاتعاظ واذا بلغوا قبره يكره لهم الجلوس قبل وضعه على الارض ولا يكره بعد وضعه هذا فى حق من يمشى مع الجنازة

کو بہت خوب ہے اور جب قبر کے پاس پہنچیں تو ان کو مکروہ ہے کہ جنازہ زمین پر اوتارنے سے پہلے بیٹھ جاویں اور جب زمین پر اوتار لیں تو مکروہ نہیں یہہ ان کے حق میں ہے جو جنازہ کے ساتھ آویں

واما لو ذهب قوم الى المصلى وجلسوا ينتظرونها فجئ بها فالصحيح انهم لا يقومون قبل الوضع وكذا من كان قاعدا على

اور اگر ایک قوم آگے جاکر نمازگاہ میں اوسکی منتظر بیٹھے ہوں پھر اوس جنازہ کو وہاں لیکر آویں تو صحیح یہہ ہے کہ یہہ قوم جنازہ زمین پر رکھنے سے پہلے کھڑی نہ ہووے اور ایسے ہی جو شخص رستہ پر بیٹھا ہو

الطريق فمرت به الجنازة الا اذا اراد ان يتبعها وما ورد فى الاحاديث من القيام لها منسوخ ولا ينبغى لمن يتبعها

اور وہاں کو جنازہ آجاوے ہاں اگر جنازہ کے ساتھ جانیکا ارادہ کرے تو کھڑا ہوجاوے اور وہ جو حدیثوں میں جنازہ کی لئے کھڑا ہونا آیا ہے سو منسوخ ہے اور ساتھ جانیوالوں کو نہیں چاہئے

ان يرجع قبل ان يصلى عليها وبعد ان يصلى عليها قالوا لا يرجع الا باذن اهلها وذكر فى المحيط ان الرفيق يسعه الرجوع

کہ نماز جنازہ سے پہلے پھر چلے آویں اور بعد نماز کے بھی کہتے ہیں کہ بدون اجازت اہل میت کے نہ جاویں اور محیط میں لکھا ہے کہ رفیق کو مضایقہ نہیں کہ بے اجازت

بغير اذنهم وهو الاوجه والاولى على ما ذكر فى شرح المنية ويحفر القبر واختلف فى مقدار عمقه فقيل قدر نصف القامة

ولی میت کی چلا جاوے اور موافق مذکور شرح منیہ کے یہہ ہی ٹھیک اور اولی ہے اور قبر کھودیں اور اوسکے گہراو میں اختلاف ہے کوئی کہتا ہے قد نیم قد آدم

وقيل الى الصدر وان زادوا الى القامة فهو افضل واحسن ثم الافضل فيه اللحد وهو ان يحفر فى جانب القبلة منه

اور کوئی کہتا ہے سینہ تک اور اگر برابر قد آدم گہری کریں تو افضل اور احسن ہے پھر اوس میں اگر لحد بنایا جاوے تو بہت افضل ہے لحد یہہ ہوتا ہے کہ قبر کی اندر قبلہ کی طرف گڑھا

حفيرة ويوضع الميت فيها وان كانت الارض رخوة فلا باس بالشق وهو ان يحفر فى وسط الارض حفيرة كالنهر ويبنى جانبا

کھود کر اوسکی اندر مردہ کو رکھدیں اور اگر زمین بہت پولی ہو تو شق کا کچھ مضایقہ نہیں شق یہہ ہے کہ قبر کی بیچ نالی کی شکل پر گڑھا کھودیں اور اوسکی دونوں جانب

باللبن ثم يوضع الميت فيها وتسقف باللبن ولا يمس السقف الميت والسنة ان يوضع الميت فى قبره من جانب القبلة

کچی اینٹ سی چن کر اوسکی اندر مردہ کو رکھیں اور کچی اینٹ سے چھاپیں اور چھت میت سے نہ ملے اور طریق مسنون یہہ ہے کہ میت کو قبر میں قبلہ کی طرف سے اوتاریں

ولا تعيين فى عدد الواضعين بل المعتبر حصول الكفاية وترا كانوا او شفعا ويقول جميعهم عند الوضع بسم الله و

اور اوتارنے والوں کی گنتی مقرر نہیں ہے بلکہ یہہ ہی معتبر ہے کہ جسقدر کفایت کریں طاق ہوں یا جفت اور اوتارتے وقت سب یہہ پڑہیں بسم الله و

على ملة رسول الله ويوجه الى القبلة ولا يلقى على ظهره وتحل العقدة لانها كانت لخوف انتشار الكفن وقد حصل

علی ملة رسول الله اور میت کا منہ قبلہ کیطرف پھیریں چت نہ لٹاویں اور گرہ کھول دیں کیونکہ گرہ تو اسلئے تھی کہ کفن نہ کھل جاوے سو وہ

الامن منه ويسوى اللبن والقصب على اللحد ويكره الاجر والخشب لانهما لاحكام البناء والقبر موضع البلاء والفناء وذو

ڈر نہیں رہا ہے اور لحد پر کچی اینٹ یا بانس بچھادیں اور پکی اینٹ اور لکڑیاں مکروہ ہیں کیونکہ یہہ دونوں چیزیں مضبوطی کے واسطے ہیں اور قبر کہنہ ہونے اور فنا کی جگہ ہے اور

الرحم المحرم اولى بوضع المراة فان لم يكن فاهل الصلاح من الاجانب ويسجى قبرها بثوب حال الوضع حتى يجعل اللبن

عورت کو اوتارنے کی لئے محرم شخص لائق ہے اگر موجود ہو تو ورنہ پرہیزگار اور عورت کی قبر پر اوتارتے ہوئے جب تک لحد کو نہ چھپائیں کپڑا ڈھکے رہیں

ونحوه على اللحد لان مبنى حالهن على الستر ولا يسجى قبر الرجل لان مبنى حالهم على الكشف ثم يهال عليه التراب ويسنم القبر

پردہ کئے رہیں اصلی کہ عورتوں کی حال کی بنا پردہ ہے اور مرد کی قبر پر پردہ نہیں کیا جاوے اسلئے کہ مردوں کے حال کی بنا کھلنے پر مناسب ہے پھر اوس پر مٹی ڈالیں اور قبر کو بالشت بھر اونچی

قدر شبر ولا يسطح ولا يزاد على التراب الذى خرج عن القبر ولا باس برش الماء عليه كيلا ينتشر التراب بالريح ويكره ان يبنى

اونٹ کی سی کوہان جیسی بنادیں اور چوکور نہ کریں اور اوپر سی مٹی سوائے قبر کی کہدی ہوی کی نہ ڈالیں اور اوس پر پانی چھڑکنے کا کچھ مضایقہ نہیں تاکہ مٹی ہوا سے نہ اوڑ جاوے اور مکروہ ہے کہ اوس پر مکان

عليه بيت او قبة او نحو ذلك وكذا يكره وطؤه والجلوس عليه والنوم لديه والصلوة اليه لما روى عن مرثد الغنوى

یا گنبد وغیرہ بنادیں اور ایسے ہی پامال کرنا اور اوس پر بیٹھنا اور اوسکے پاس سونا اور اوسکی طرف کو نماز پڑہنی مکروہ ہے کیونکہ روایت ہے مرثد غنوی سے

انه عليه الصلوة والسلام قال لا تجلسوا على القبور ولا تصلوا اليها ويكره الذبح عندها لما روى عن انس انه عليه الصلوة
کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ قبروں پر مت بیٹھو اور دیکھئے طرف انکی نماز پڑھو اور قبر کے پاس ذبح کرنا مکروہ ہے کیونکہ انس سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام
والسلام قال لا عقر في الاسلام وهو الذي كان يعقر عند القبر بقرة او شاة ويكره اتخاذ الضيافة من اهل الميت لكن
فرمایا کہ اسلام میں عقر نہیں ہے عقر وہ گائی یا بکری ہے جو قبر پر لیجا کر ذبح کرتی تھی اور میت کی طرف سے مہمانی کا بنانا مکروہ ہے لیکن
يستحب لجيران الميت والاقرباء الاباعد تهيئة الطعام لهم والحاحهم في الاكل لما روى عن ابن مسعود انه عم
میت کی ہمسایوں و دور کی قرابت والوں کو کھانا تیار کرنا ان کے واسطے اور انکو بہت کھلانا مستحب ہے اسواسطے کہ ابن مسعود سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام
لما جاءه نعي جعفر بن ابي طالب قال اصنعوا لآل جعفر طعاما فقد اتاهم ما يشغلهم وتستحب التعزية لما روى عن ابن مسعود
جب خبر مرگ جعفر بن ابی طالب کے پہنچی تو فرمایا واسطے عیال جعفر کے کھانا تیار کرو کہ انکو ایسی خبر پہنچی ہے جس میں مشغول ہیں اور تعزیت مستحب ہے کیونکہ ابن مسعود سے روایت ہے
انه عليه الصلوة والسلام قال من عزى مصابا فله مثل اجره وكيفية التعزية ان يقال لمن مات له قريب اعظم الله
کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا جسنے مصیبت زدہ کی تعزیت کی تو اسکو ویسا ہی اجر ہے اور کیفیت تعزیت کی یہ ہے کہ جس کسی کا قریب مرگیا ہو اسکو کہے بڑا کرے اللہ
اجرك واحسن عزاءك وغفر لميتك ان كان الميت مكلفا والا لا يقول وغفر لميتك ومن مات ولم يدفن ايا ما لا يوضع
ثواب کو اور بہتر کرے صبر کو تیرے اور بخشے میت کو تیری اگر میت مکلف ہو ورنہ نہ کہے بخشے میت کو تیری اور جو شخص مرجاوے اور چند روز مدفون نہ ہو تو نہ رکھا
في التابوت ليحمل من مصر الى مصر آخر فما لم يدفن لا يسئل لان السؤال لا يكون الا فيما يستقر فيه الميت حتى لو اكله
تابوت میں کہ اسکو ایک شہر سے دوسرے شہر میں لیجاویں جب تک دفن نہ ہوگا سوال منکر نکیر کا نہ ہوگا کیونکہ سوال وہاں ہوتا ہے جہاں میت قرار پکڑے یہاں تک کہ اگر اسکو
السبع يكون السؤال في بطنه وهو لكل ذي روح من بني آدم حتى الرضيع فانه يسئل فيلهمه الله الجواب وهل للانبياء
درندہ کھا جاوے تو سوال اسکے پیٹ میں ہوگا اور سوال ہر آدمی کو ہوگا یہاں تک کہ شیرخوار کو بھی ہوگا اللہ تعالی اسکو جواب سکھلاوے گا اور کیا انبیا کے
في القبر سؤال قد ذكر في الظهيرية ان الزاهد الصفار قال ليس في هذا نص ولا خبر ودليل يعني ذلك عنهم واضح بيانا
واسطے قبر میں سوال ہے سو ظہیریہ میں لکھا ہے کہ زاہد صفار نے کہا ہے کہ اس میں کوئی نص نہیں اور نہ کوئی خبر ہے مگر یہی دلیل ظاہر ہے
لله تعالى حسن الخاتمة عند الممات

المجلس السابع والخمسون في بيان جواز زيارة القبور وعدم جوازها

ساتواں مجلس ... باب قبور کے جواز اور عدم جواز کے بیان میں

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم نهيتكم عن زيارة القبور فزوروها هذا الحديث من صحاح المصابيح رواه بريدة
فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ منع کیا تھا میں نے تمکو قبروں کی زیارت سے پس اب زیارت کیا کرو یہ حدیث مصابیح کی صحیح حدیثوں میں ہے بریدہ کی روایت سے
وفيه تصريح بوقوع النهي في اوائل الاسلام عن زيارة القبور لكونها مبدأ عبادة الاصنام وكان ابتداء ذلك
اور اس میں تصریح ہے کہ اول اسلام میں زیارت قبور سے منع ہوئی تھی کیونکہ یہی بت پرستی کی جڑ ہے اور پہلے پہل یہ سخت مرض
الداء العضال في قوم نوح النبي عليه السلام كما اخبر الله تعالى في كتابه وقال نوح رب انهم عصوني واتبعوا من
نوح نبی علیہ السلام کی قوم میں پیدا ہوا تھا جیسا کہ اللہ تعالی نے اپنی کتاب میں خبر دی ہے کہا نوح نے اے رب میرے انہوں نے میرا کہا نہ مانا اور مانا ایسے کا
لم يزده ماله وولده الا خسارا ومكروا مكرا كبارا وقالوا لا تذرن آلهتكم ولا تذرن ودا ولا سواعا ولا يغوث
جسکو اسکے مال و اولاد نے اور زیادہ ٹوٹا دیا اور داؤ کیا ہے بڑا داؤ اور بولے نہ چھوڑیو اپنے ٹھاکروں کو اور نہ چھوڑیو ود کو اور سواع کو اور یغوث
ويعوق ونسرا قال ابن عباس وغيره من السلف كان هؤلاء قوما صالحين في قوم نوح النبي عليه السلام فلما ماتوا عكف
و یعوق اور نسر کو ابن عباس وغیرہ سلف کہتے ہیں کہ یہ لوگ نوح نبی علیہ السلام کی امت میں صلحا تھے جب وہ مرگئے تو
الناس على قبورهم ثم صوروا تماثيلهم ثم طال عليهم الامد فعبدوهم فلما كان منشأ عبادة الاصنام من جهة القبور
لوگوں نے انکی قبروں پر مجاور ہو کر انکی صورت کی تصویریں بنالیں پھر جب عرصہ دراز گذر گیا انکو پوجنے لگے جس صورت بت پرستی کا منشا قبروں سے پیدا ہوا

نهی النبی علیه الصلوة والسلام اصحابه فی اوائل الاسلام عن زیارة القبور سدًّا لذریعة الشرک لکونهم حدیث العهد

توبی علیہ الصلوۃ والسلام نے اپنے یاروں کو اوائل اسلام میں زیارت قبور سے منع کر دیا تاکہ شرک کا وسیلہ بند ہو جاوے کیونکہ انکو کفر چھوڑے تھوڑی مدت ہوئی تھی

بالکفر ثم لما تمکن التوحید فی قلوبهم اذن لهم فی زیارتها وعلمهم کیفیتها تارة بفعله وتارة بقوله وذلک فی الاحادیث

پھر جب توحید انکے دلوں میں جم گئی تو انکو زیارت قبور کی اجازت دی اور اسکی کیفیت سکھائی کبھی کر کے کبھی کہہ کر اور یہ مضمون بہت حدیثوں میں

الکثیرة بعضها فی الاذن وبعضها فی التعلیم وفی ضمنها بیان الفائدة اما التی فی الاذن فمنها ماروی عن ابی سعید

ہے بعضی درباب اذن ہیں اور بعضی درباب تعلیم اور اسکے ضمن میں فوائد کا بیان ہے پھر جو کہ درباب اذن ہیں ان میں سے ایک یہ ہے ابو سعید سے روایت ہے

انه علیه الصلوة والسلام قال انی کنت نهیتکم عن زیارة القبور فزوروها فان فیها عبرة ومنها ماروی عن علی ابن

کہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا میں نے تمکو زیارت قبور سے منع کیا تھا سو تم زیارت کیا کرو کیونکہ اسمیں عبرت ہے اور ایک یہ ہے علی ابن ابی طالب سے

ابی طالب انه علیه الصلوة والسلام قال انی کنت نهیتکم عن زیارة القبور فزوروها فانها تذکرکم الاخرة ومنها ماروی

روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا میں نے تمکو زیارت قبور سے منع کیا تھا سو تم زیارت کیا کرو کیونکہ تمکو آخرت یاد دلاتی ہے اور ایک یہ ہے

عن ابن مسعود انه علیه الصلوة والسلام قال کنت نهیتکم عن زیارة القبور فزوروها فانها تزهد فی الدنیا ومنها

ابن مسعود سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا میں نے تمکو زیارت قبور سے منع کیا تھا سو تم زیارت کیا کرو کیونکہ بے رغبت دنیا سے کراتی ہے اور ایک یہ ہے

ماروی عن ابی هریرة انه علیه الصلوة والسلام قال زوروا القبور فانها تذکر الموت ومنها ماروی عن بریدة انه علیه السلام

ابی ہریرہ کی روایت ہے کہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا قبور کی زیارت کیا کرو کیونکہ موت یاد دلاتی ہے اور ایک یہ ہے بریدہ سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا

قال کنت نهیتکم عن زیارة القبور فمن اراد ان یزور فلیزر ولا تقولوا هجرا واما التی فی التعلیم فمنها ماروی عن بریدة

میں نے تمکو زیارت قبور سے منع کیا تھا اب جو شخص زیارت قبور کا ارادہ کرے تو زیارت کرے اور بیہودہ مت کہا کرو اور وہ حدیثیں جو تعلیم کے باب میں ہیں سو ایک یہ ہے بریدہ کی روایت ہے

انه علیه الصلوة والسلام کان یعلمهم اذا خرجوا الی المقابر ان یقولوا السلام علیکم یا اهل الدیار من المؤمنین والمسلمین

کہ نبی علیہ السلام سکھا دیتے تھے جب کوئی مقابر پر جاتا کہ کہو السلام علیکم اے اہل قبور مومنین اور مسلمین

وانا ان شاء الله بکم لاحقون انتم لنا سلف ونحن لکم تبع نسئل الله لنا ولکم العافیة ومنها ماروی عن ام المؤمنین

اور ہم انشاء اللہ تمہارے پاس آتے ہیں تم ہمارے پیشوا ہو اور ہم تمہارے تابع ہیں ہم اللہ سے اپنی اور تمہاری عافیت مانگتے ہیں اور ایک یہ ہے ام المومنین

عائشة انها قالت لرسول الله صلی الله علیه وسلم کیف اقول یا رسول الله فی زیارة القبور قال قولی السلام علی

عائشہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ یا رسول اللہ میں زیارت قبور میں کیا کہا کروں آپ نے فرمایا کہہ سلام

اهل الدیار من المؤمنین والمسلمین ویرحم الله المستقدمین منا ومنکم والمستاخرین وانا ان شاء الله بکم لاحقون ومنها

اہل دیار پر مومنین اور مسلمین میں سے اور اللہ رحمت کرے اگلوں پر ہم میں سے اور تم میں سے اور پچھلوں پر اور ہم انشاء اللہ تمہارے پاس آتے ہیں اور ایک یہ ہے

ماروی عن ابی هریرة انه علیه الصلوة والسلام خرج الی المقبرة فقال السلام علیکم دار قوم مؤمنین وانا ان شاء الله

ابوہریرہ کی روایت ہے کہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام مقبرہ کو تشریف لے گئے سو آپ نے فرمایا سلام تمپر اے دار قوم مومنین اور ہم انشاء اللہ

عن قریب منکم لاحقون ومنها ماروی عن ابن عباس رض انه علیه الصلوة والسلام مر بقبور المدینة فاقبل علیهم فقال

جلد تم سے ملنے والے ہیں اور ایک یہ ہے ابن عباس کی روایت ہے کہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام مدینہ شریف کے مقابر پر کو گئے سو ادھر متوجہ ہو کر فرمایا

السلام علیکم یا اهل القبور یغفر الله لنا ولکم انتم سلفنا ونحن بالاثر فانه علیه الصلوة والسلام بین فی هذه الاحادیث

سلام تمپر اے اہل قبور بخشے ہمکو اور تمکو تم ہمارے اگلے ہو اور ہم تمہارے پیچھے ہیں بیشک نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے ان حادیثوں میں

فائدة زیارة القبور وهی احسان الزائر الی نفسه والی اهل القبور اما احسانه الی نفسه فتذکر الموت والاخرة والزهد

زیارت قبور کا فائدہ بیان فرمایا اور وہ زیارت کرنیوالے کی حق میں اور اہل قبور کی حق میں بھلائی ہے اپنی حق میں تو یہ بھلائی ہے موت کا اور آخرت کا یاد کرنا اور بے رغبتی دنیا

في الدنيا والانبساط والاستبشار وأما احسانه الى اهل القبور فالسلام عليهم والدعاء لهم بالرحمة والمغفرة وسؤال التخفيف
دنیا کی وسعت کی اور خوشی اور اہل قبور کی طرف بھلائی سو یہی ہے ان پر سلام بھیجنا اور اون کے لئے رحمت اور مغفرت کی دعا کرنی اور عذاب تخفیف کا سوال کرنا
قال عامة العلماء هذا في حق الرجال وأما النساء فلا يحل لهن ان يخرجن الى المقابر لما روي عن ابي هريرة انه عليه الصلوة والسلام
عام علماء کہتے ہیں یہ مردوں کے حق میں ہے اور رہی عورتیں سو اونکو حلال نہیں کہ مقابر میں جایا کریں کیونکہ ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے
لعن زوارات القبور وذكر في نصاب الاحتساب ان القاضي سئل عن جواز خروج المرأة الى المقابر فقال لا تسأل
قبروں میں جانے والی عورتوں پر لعنت کی ہے اور نصاب الاحتساب میں ذکر ہے کہ قاضی سے کسی نے پوچھا کہ عورتوں کو مقابر میں جانا جائز ہے قاضی نے جواب دیا کہ ایسی امر کے
عن الجواز في مثل هذا وانما تسأل عن مقدار ما يلحقها من اللعن فانها لما نوت الخروج كانت في لعنة الله تعالى
جواز کو کیا پوچھتا ہے یہ پوچھ کہ عورتوں پر کتنی لعنت پڑتی ہے جب عورت جانے کی نیت کرتی ہے تو خدا تعالیٰ کی اور اوسکے
وملائكته واذا خرجت تحفها الشياطين واذا اتت القبر تلعنها روح الميت واذا رجعت تكون في لعنة الله تعالى
فرشتوں کی لعنت میں داخل ہوتی ہے اور جب نکلتی ہے تو شیاطین اوسکو گھیر لیتے ہیں اور جب قبر پر جاتی ہے تو میت کی روح لعنت کرتی ہے اور جب پھرتی ہے تو خدا اور فرشتوں کی لعنت میں
وملائكته حتى تعود الى منزلها وقد روي في الخبر ايما امرأة خرجت الى مقبرة تلعنها ملائكة السموات السبع والارضين
رہتی ہے جب تک اپنے گھر میں آوے اور روایت ہے حدیث میں جو عورت مقبرہ کو جاتی ہے تو اوس پر ساتوں آسمان اور ساتوں زمین کے فرشتے لعنت
السبع وايما امرأة دعت للميت بخير ولم تخرج من بيتها يعطيها الله تعالى ثواب حجة وعمرة وروي عن سلمان وابي هريرة
کرتے ہیں اور جو عورت میت کے لئے گھر میں بیٹھی ہوئی خیر کرتی ہے اوسکو اللہ تعالیٰ ثواب ایک حج و عمرہ کا دیتا ہے اور سلمان اور ابو ہریرہ سے روایت ہے
انه عليه الصلوة والسلام ذات يوم خرج من المسجد فوقف على باب داره فاتت بنته فاطمة رض فقال لها من
کہ نبی علیہ الصلوٰة والسلام ایک دن مسجد سے باہر آکر اپنے گھر کے دروازہ پر ٹھہر گئے اس دن حضرت کی بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا آگئیں آپ نے پوچھا کہاں
اين جئت فقالت خرجت الى منزل فلانة التي ماتت فقال هل ذهبت قبرها فقالت معاذ الله ان افعل شيئا بعد
آئی ہے عرض کیا فلانی عورت کے گھر گئی تھی جو مر گئی ہے فرمایا کیا اوسکی قبر پر گئی تھی عرض کیا خدا کی پناہ میں کبھی ایسا کام کروں بعد
ما سمعت منك ما سمعت فقال لو ذهبت قبرها لم ترحي رائحة الجنة فعلى هذا كل من يريد ان يزور القبور من الرجال
سننے اوس حکم کے جو آپ سے سنا ہے آپ نے فرمایا اگر تو قبر پر جاتی تو جنت کی خوشبو نہ پاتی اس بیان کی مطابق جو کوئی زیارت قبور کا ارادہ کرے
ينبغي ان لا يكون حظه من زيارته لها الطواف عليها كالبهائم بل ينبغي له اذا جاءها ان يسلم على اهلها ويخاطبهم
اوسکو چاہئے کہ اوسکا حصہ زیارت قبور میں بہائم کی طرح قبروں کا طواف ہی نہ ہو بلکہ چاہئے کہ جب قبر پر آوے تو مقبور پر سلام بھیجے اور حاضروں کے
خطاب الحاضرين ويسأل لهم الرحمة والمغفرة والعافية كما تقدم في الاحاديث ثم يعتبر بمن كان تحت التراب وانقطع
خطاب کرے اور اون کے لئے خدا سے رحمت و مغفرت اور عافیت مانگے جیسا کہ اوپر حدیثوں میں ہے پھر اوسکے حال سے جو مٹی میں دب کر اہل و احباب سے
عن الاهل والاحباب وانه حين دخل القبر وابتلي بالسؤال هل اصاب في الجواب وكان قبره روضة من رياض الجنة
جدا ہو گیا ہے عبرت پکڑے کہ یہ جو قبر میں داخل ہو کر سوال جواب میں گرفتار ہوا آیا اچھا جواب پایا کہ اوسکی قبر بہشت کی باغ کا ایک چمن ہو گئی ہو
او اخطأ في الجواب فكان قبره حفرة من حفر النار ثم يجعل نفسه كانه مات ودخل القبر وذهب عنه ماله واهله و
یا جواب میں چوک گیا کہ اوسکی قبر ایک گڑھا دوزخ کے گڑھوں میں سے ہو گئی سو پھر اپنے کو یہ تصور کرے کہ گویا میں مر گیا اور قبر میں داخل ہوا اور تمام مال اور اہل اور
ولده ومعارفه وبقي وحيدا فريدا وهو الان يسأل فماذا يجيب وماذا يكون حاله ويكون مشغولا بهذا الاعتبار ما دام
لڑکا اور دوست چھوٹ گئے اور میں اکیلا بیچارہ رہ گیا اور اب مجھ سے سوال ہو رہا ہے کیا جواب دوں اور میرا کیا حال ہوگا اسی عبرت میں مشغول رہے جب تک
هناك ويتعلق بمولاه في الخلاص من هذه الامور الخطيرة العظيمة ويلجأ اليه وأما قراءة القرآن هناك فجوزها بعض
وہاں رہے اور اپنے مولیٰ سے ان امور ہائلہ سے جو وہاں کے پیش آنے والی ہیں خلاصی کی التجا کرے اور قبر پر قرآن پڑھنا بعض علماء جائز رکھتے ہیں

العلماء ومنها البعض الاخر وقالوا لابد للزائر ان یکون مشغولا بالاعتبار وقراءة القران یحتاج صاحبها الی التدبر
اور بعض منع کرتی ہیں یہی کہتی ہیں زائر کو چاہیے کہ عبرت میں لگا رہے اور قرآن پڑھنے والے کو اوس میں غور اور
واحضار الفکر فیما یتعلق والاعتبار والفکر لا یجتمعان فی قلب واحد فی زمان واحد فان قال قائل انی اعتبر فی وقت
فکر لگانا چاہیے جو پڑھتا ہی اور عبرت اور فکر دونو ایک دل کی اندر ایک وقت خاص میں جمع نہیں ہوتے اگر کوئی معترض کہی کہ میں ایک وقت عبرت پکڑوں
واقرأ فی وقت اخر والقران اذا قرئ ینزل الرحمة فیرجی ان یلحق باهل القبور من تلک الرحمة شئ ینفعهم فالجواب عنه
اور دوسرے وقت قرآن پڑھتا ہوں اور حال یہہ ہے کہ قرآن پڑھتی وقت اللہ کے رحمت اترتی ہی امید ہی کہ اوس رحمت میں سی کچھ اہل قبور کو پہنچکر فائدہ بخشی تو اسکے جواب کئے
من وجوه الاول ان قراءة القران وان کانت عبادة لکن کون الزائر مشغولا بما تقدم من الفکر والاعتبار فی الموت وسوال
ہیں اول یہہ کہ قرآن کا پڑھنا اگرچہ عبادت ہی پر زائر کا اوس وقت سوچ میں اور موت کی خوف میں اور منکر نکیر کے سوال وغیرہ میں
الملکین وغیر ذلک عبادة ایضا والوقت لیس محلا الا لهذه العبادة فقط فلا یخرج من عبادة الی عبادة اخری لا سیما
مشغول رہنا بھی عبادت ہی اور یہہ وقت صرف اسی ہی عبادت کا ہے سو ایک عبادت کو چھوڑ کر دوسرے میں نہ لگنا چاہیے خاص کر
لاجل الغیر والثانی انه لو قرأ فی بیته واهدی ثوابها الیهم بان قال بلسانه بعد فراغه من قراءته اللهم اجعل ثواب ما
دوسری کی واسطے دوسرا جواب یہہ ہے کہ زائر اگر اپنی گھر میں قرآن پڑھکر ثواب اہل قبور کو ہدیہ کر دے اسطور کہ قرآن پڑھنے سے فارغ ہوکر زبان سے کہے الٰہی اس قراءت کا ثواب
قراته لاهل القبور لوصل الیهم ان هذا دعاء بوصول الثواب الیهم والدعاء یصل بلا خلاف فلا یحتاج ان یقرأ علی قبورهم
اہل قبور کو پہونچا دی تو البتہ یہہ ثواب ونکو ملیگا کیونکہ اہل قبور کو ثواب ملنے کی دعا ہی اور دعا بلا خلاف پہونچتی ہے سو پھر کیا حاجت ہی کہ قرآن قبر پر پڑھا جاوے
والثالث ان قراءته علی قبورهم قد یکون سبب العذاب بعضهم اذ کلما مرت ایة لم یعمل بها یقال له اما قرأتها اما سمعتها
تیسرا جواب یہہ ہی کہ قبروں پر قرآن پڑھنی سی کبھی کسی مردہ کو عذاب بھی ہونے لگتا ہے اسواسطے کہ جب ایسی آیت آویگی کہ اوسپر عمل نہیں کیا تو اوسکو کہیں گے کیا یہہ آیت تو نے
فکیف خالفتها ولم تعمل بها فیعذب لاجل مخالفته بها والرابع ان السنة لم ترد بها وکفی بها منعا فاذا کان کذلک فلا
نہیں پڑھی یا سنی تھی پھر اوسکا خلاف کیوں کیا اور اوسپر عمل کیوں نہ کیا سو اسی مخالفت کی باعث عذاب ہوتا اور چوتھا جواب یہہ ہے کہ حدیث میں نہیں آیا اور منع کرنے کو یہی کافی ہے جب یہہ بات ہوئی تو زائر کو
بالزائر ان یتبع السنة ویقف عند ما شرع له ولا یتعداه لیکون محسنا الی نفسه والی اهل القبور لان زیارة القبور
لائق ہی کہ سنت کا تابع رہی اور جتنے رسم پر توقف کرے تجاوز نکرے تاکہ اپنا اور اہل قبور کا محسن ہو دے اسلئی کہ زیارت قبور کے
نوعان زیارة شرعیة وزیارة بدعیة اما الزیارة الشرعیة التی اذن فیها رسول الله صلی الله علیه وسلم فالمقصود
دو طرح ہیں زیارت شرعی اور زیارت بدعی زیارت شرعی تو وہی ہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اجازت دی ہے پس مقصود
منها شیئان احدهما راجع الی الزائر وهو الاتعاظ والاعتبار والثانی راجع الی اهل القبور وهو ان یسلم علیهم الزائر ویدعو
اوس سی دو باتیں ہیں ایک تو فائدہ زائر کا ہے یعنی پند پذیری اور عبرت اور دوسرے فائدہ اہل قبور کا یعنی زائر اونکو سلام پہونچا دے اور اونکی لئے مانگے
لهم واما الزیارة البدعیة فهی زیارة القبور لاجل الصلوة عندها والطواف بها وتقبیلها واستلامها وتعفیر الخدود
کرے اور زیارت بدعی یہہ ہے کہ قبروں میں نماز پڑھنے کو جاوے اور اونکی طواف کرنیکو اور قبروں کی بوسے اور چومنی کو اور منہ قبروں پر
علیها واخذ ترابها ودعاء اصحابها والاستغاثة بهم وسوالهم النصر والرزق والعافیة والولد وقضاء الدین وتفریج
ملنے کو اور وہاں کی مٹی لینے کو اور اہل قبور کو پکار کر اون سی مدد مانگنے کو اور اونسے یاری اور رزق اور عافیت اور اولاد اور ادای قرض اور کھلنا
الکربات واغاثة اللهفان وغیر ذلک من الحاجات التی کان عباد الاصنام یسألون من اصنامهم فان اصل
سختیوں کا اور امداد بیچاروں کے اور سوا اسکے اور اور حاجتیں جو بت پرست اپنی بتوں سی مانگتی ہیں بیشک اصل اس
هذه الزیارة البدعیة الشرکیة ماخوذ منهم ولیس شئ من ذلک مشروعا باتفاق علماء المسلمین اذ لم یفعله رسول الله
زیارت بدعی شرک کی بت پرستوں سی لی ہوئی ہی اور کوئی امر ان میں سے باتفاق تمام علماء مسلمین کے جائز نہیں ہے اسواسطے کہ نہ تو یہہ رسول اللہ

العلمين ولا احد من الصحابة والتابعين وسائر ائمة الدين بل قد انكر الصحابة ما هو دون ذلك بكثير كما روى عن

عالمین نے کیا اور نہ کسی نے صحابہ و تابعین میں سے اور نہ کسی نے تمام ائمہ دین سے بلکہ صحابہ نے کم اس سے کہ یہ تھا اس سے انکار کیا ہے جیسا کہ

المعرور بن سويد ان عمر صلى صلوة الصبح في طريق مكة ثم راى الناس يذهبون مذهبا فقال اين يذهب هؤلاء

معرور بن سوید سے روایت ہے کہ عمر نے صبح کی نماز مکہ کے رستہ میں پڑھی پھر لوگوں کو دیکھا کہ ایک طرف کو جاتے ہیں پوچھا یہ لوگ کہاں جاتے ہیں

فقيل مسجد اصلى فيه رسول الله صلى الله عليه وسلم فهم يصلون فيه فقال انما اهلك من كان قبلكم بمثل

کسی نے جواب دیا کہ اس مسجد میں جہاں رسول اللہ صلعم نے نماز پڑھی ہے سو یہ لوگ بھی وہاں نماز پڑھیں گے پس فرمایا کہ ہلاک ہوئے اگلے لوگ ایسی ہی باتوں سے کہ

هذا كانوا يتبعون آثار انبيائهم ويتخذونها كنائس وبيعا فمن ادركته الصلوة في هذه المساجد فليصل فيها ومن

وہ پیغمبروں کے آثار کے پیچھے پڑے رہتے تھے اور اونکو کنیسہ اور عبادتگاہ بنا لیتے تھے جسکو وقت نماز کا ان مسجدوں میں ہو جاوے وہیں پڑھ لے اور جسکو

لا فليمض ولا يتعمدها وكذلك لما بلغه ان الناس ينتابون الشجرة التي بويع تحتها النبي عليه الصلوة والسلام ارسل اليها فقطعها

وقت نماز کا نہ ہو چلا جاوے اور قصد کر کے وہاں نہ جاوے اور ایسے ہی جب عمرؓ نے سنا کہ لوگ اس درخت کے پاس جاتے ہیں جسکے تلے نبی علیہ السلام کی بیعت لی تھی آدمی بھیجکر اوسکو کٹوا ڈالا

فاذا كان عمر فعل هذا بالشجرة التي بايع الصحابة تحتها رسول الله صلى الله عليه وسلم وذكرها الله تعالى في القرآن حيث

پس جبکہ عمرؓ نے اوس درخت کا یہ حال کیا ہو جسکے تلے صحابہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کی تھی اور اللہ تعالیٰ نے اوسکا ذکر قرآن میں کیا ہے جہاں

قال لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فما ذا يكون حكمه فيما عداها ولقد جرد السلف الصالح

کہا کہ البتہ خوش ہوا اللہ ایمان والوں سے جب بیعت کرنے لگے تجھ سے اوس درخت کے نیچے تو ورکی لوگوں کا حکم کیا ہوگا اور بیشک سلف صالح نے توحید کو جیسا

التوحيد وحموا جانبه حتى كانت الصحابة والتابعون حين كانت الحجرة النبوية منفصلة عن المسجد الى زمن الوليد

صاف کیا ہے اور توحید کی جانب کو بچایا ہے یہاں تک کہ صحابہ اور تابعین جب تک حجرہ نبوی علیہ السلام مسجد سے الگ تھا ولید بن عبد الملک کے عہد تک

بن عبد الملك لا يدخل فيها احد لا لصلوة ولا لدعاء ولا لشيء آخر مما هو من جنس العبادة بل كانوا يفعلون جميع

کوئی اوس حجرہ میں نہیں گھستا تھا نہ تو واسطے نماز کے اور نہ واسطے دعا کے اور کسی اور کام کو جو عبادت کی جنس کا ہو بلکہ وہ لوگ یہ تمام عبادت

ذلك في المسجد وكان احدهم اذا سلم على النبي عليه السلام واراد الدعاء استقبل القبلة وجعل ظهره الى جدار القبر

مسجد میں کیا کرتے تھے اور ہر ایک کا یہ حال تھا کہ جب نبی علیہ السلام پر درود پڑھکر دعا مانگتا تو قبلہ کیطرف متوجہ ہوتا اور اپنی پشت قبر شریف کی دیوار کے طرف کرتا

ثم دعا وهذا مما لا نزاع فيه بين العلماء وانما نزاعهم في وقت السلام عليه قال ابو حنيفة يستقبل القبلة عند السلام

دعا مانگتا اور یہ وہ بات ہے کہ اس میں علماء کو کچھ بحث نہیں ہے بحث اس میں ہے کہ درود پڑھنے کے وقت کیا کرے امام ابو حنیفہ کہتے ہیں کہ وقت درود کے بھی قبلہ کیطرف متوجہ ہو

ايضا ولا يستقبل القبر وقال غيره لا يستقبل القبر عند الدعاء بل قالوا انه يستقبل القبلة وقت الدعاء ولا يستقبل

اور قبر کی طرف متوجہ نہ ہو اور اوروں نے کہا ہے کہ دعا میں استقبال قبر کا نہ کرے بلکہ کہتے ہیں کہ وقت دعا کے قبلہ کیطرف متوجہ ہونا چاہیے اور قبر کی طرف

القبر حتى لا يكون الدعاء عند القبر فان الدعاء عبادة كما ثبت بالحديث المرفوع ان الدعاء هو العبادة والسلف الصالح

متوجہ نہ ہو تاکہ دعا قبر کی طرف واقع ہو کیونکہ دعا عبادت ہوتی ہے جیسا کہ حدیث مرفوع سے ثابت ہے کہ دعا عبادت ہے اور سلف صالح

من الصحابة والتابعين جعلوا العبادة خالصة لله تعالى ولم يفعلوا عند القبور شيئا منها الا ما اذن فيه النبي عليه

یعنی صحابہ و تابعین نے عبادت کو خاص واسطے اللہ کے ٹھیرا لیا ہے اور انہوں نے عبادت میں سے قبروں پر جا کر کچھ نہیں کیا مگر وہی جسکی نبی علیہ السلام

الصلوة والسلام من السلام على اصحابها وسؤال الرحمة والمغفرة والعافية من الله لهم وسبب ذلك ان الميت قد انقطع

نے اجازت دی ہے یعنی اہل قبور پر سلام اور اونکے واسطے اللہ کی رحمت اور مغفرت اور عافیت مانگنا اور سبب اسکا یہ ہے کہ میت کے اعمال تو منقطع

عمله وهو محتاج الى من يدعو له ويشفع لاجله ولهذا شرع في الصلوة عليه من الدعاء له وجوبا او ندبا ما لم يشرع

ہو چکے ہیں اور اوسکو یہ حاجت ہے کہ کوئی اوسکے لیے دعا مانگے اور شفاعت کرے اور اسی لیے میت کے واسطے وہ دعا وجوبا یا ندبا ثابت ہے کہ اوس قسم کے

مثله في الدعاء للحي فانا لما كنا اذا قمنا الى جنازة ندعو له ونشفع لاجله فبعد الدفن اولى ان ندعو له ونشفع لانه
دعا زندہ کی واسطی جائز نہیں سو ہم لوگ جب ویسے جنازہ پر کھڑے ہو کر اوسکے واسطے دعا مانگتی ہیں اور اوسکی شفاعت کرتی ہوں تو دفن کے بعد بہت خوب ہے کہ اوسکے لئے دعا مانگیں اور شفاعت
في قبره بعد الدفن اشد احتياجا الى الدعاء له منه على نعشه لانه حينئذ معرض للسوال وغيره على ما روى عن عثمان
قبر کی اندر بعد دفن کے دعا کا بہت ہی محتاج ہے کہ اتنا نعش پر نہیں تھا کیونکہ اب اوسکو سوال وغیرہ در پیش ہے جیسے کہ روایت عثمان
بن عفان انه عليه الصلوة والسلام كان اذا فرغ من دفن الميت وقف عليه وقال استغفروا لاخيكم واسألوا له
بن عفان کی کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم جب میت کو دفنا کر فارغ ہوتی تو اوسی جگہ توقف کر کر فرماتے مغفرت مانگو اپنی بھائی کی اور دعا کرو
التثبيت فانه الان يسئل وروي عن سفيان الثوري انه قال اذا سئل الميت من ربك يترأى له الشيطان في صورة
کہ وہ ثابت رہے کیونکہ اب اوس سے سوال ہوتا ہے، اور سفیان ثوری سے روایت ہے کہ وہ کہتا تھا جب میت سے یہ سوال ہوتا ہے تیرا رب کون ہے تو اوسکو شیطان صورت بنا کر
ويشير الى نفسه اني انا ربك قال الترمذي هذه فتنة عظيمة ولذلك كان النبي عليه الصلوة والسلام يدعو بالثبات
نظر آتا ہے اور اپنی طرف اشارہ کرتا ہے کہ تیرا رب میں ہوں ترمذی کہتا ہے یہ بڑا فتنہ ہے اسی لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ثبات کی دعا مانگا کرتی تھی کہ
اللهم ثبت عند المسئلة منطقه وافتح ابواب السماء لروحه وكانوا يستحبون اذا وضع الميت في اللحد ان يقال اللهم
الٰہی سوال کے وقت اوسکی بات کو ثابت رکھیو اور اوسکی روح پر آسمان کے دروازہ کھول دے اور بہت نیک جانتی تھی کہ میت کو لحد کے اندر رکھ کر یہ دعا مانگیں الٰہی
اعذه من الشيطان الرجيم فهذه سنة رسول الله صلى الله عليه وسلم في اهل القبور بضعا وعشرين سنة
اوسکو شیطان راندہ سے بچا بس یہی طریق رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا اہل قبور کے حق میں کئی اوپر بیس سال رہا
وهذه سنة الخلفاء الراشدين وطريقة جميع الصحابة والتابعين فبدل اهل البدع والضلال قولا غير الذي قيل
اور یہی طریق خلفاء راشدین اور طریقہ تمام صحابہ اور تابعین کا ہے پھر گمراہ بدعتیوں نے وہ بات جو اون سے کہی گئی تھی بدل ڈالی
لهم فانهم قصدوا بالزيارة التي شرعها رسول الله صلى الله عليه وسلم احسانا الى الميت والى الزائر سوالهم بالميت و
انکی مراد زیارت سے جسکو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے میت اور زائر کی حق میں نیک سمجھ کر جاری کیا ہے یہ ہے کہ میت سے سوال
الاستعانة به وليس هذا الا الفتنة التي قال فيها عبد الله بن مسعود رض كيف اذا لبستكم فتنة يهرم فيها الكبير
اور استعانت کرنا اور یہ وہی فتنہ ہے جسمیں عبد اللہ بن مسعود نے کہا ہے کیا حال ہوگا جب تمکو فتنہ ڈھانپ لیگا جسمیں بڑا بڈھا ہو جاوے
وينشأ فيه الصغير تجري على الناس يتخذونها سنة اذا غيرت قيل غيرت السنة قال ابن القيم في اغاثته هذا يدل
اور بچہ جوان ہو جاوے لوگوں پر جو گذرے گا اوسکو سنت ٹھہرا لینگے اگر اوسکو بدلیں تو یہ کہیں سنت بدل ڈالی ابن قیم اغاثہ میں کہتا ہے ابن مسعود
على ان العمل اذا جرى على خلاف السنة فلا اعتبار ولا التفات اليه وقد جرى العمل على خلاف السنة منذ زمن طويل
اس قول سے معلوم ہوتا ہے کہ جب عمل طریق سنت کے خلاف ہونے لگی تو اوسکا کچھ اعتبار نہیں لغو ہے اوسپر کچھ توجہ ہے اور مدت دراز سے عمل بخلاف سنت ہوتا ہے،
فاذن لا بد ان تكون شديد التوقي من محدثات الامور وان اتفق عليه الجمهور فلا يغرنك اطباقهم على ما حدث
سواب خواہ مخواہ محدثات امور یعنی بدعات سے بہت ہی بچا چاہیے اگرچہ اوسپر جمہور متفق ہوں اونکی اتفاق پر مت بھولنا کہ بدعات پر جو
بعد الصحابة بل ينبغي لك ان تكون حريصا على التفتيش عن احوالهم واعمالهم فان اعلم الناس واقربهم الى الله اشبههم
بعد صحابہ کی پیدا ہوئی ہیں کر رکھا ہے بلکہ تجھکو لائق ہے کہ اونکی احوال اور اعمال کی خوب تفتیش کرتا رہے کیونکہ سب میں بڑا عالم اور اللہ تعالی کا بڑا مقرب وہی ہے جو اونکی ساتھ
واعلمهم بطريقتهم اذ منهم اخذ الدين وهم اصول في نقل الشريعة من صاحب الشرع فلا بد لك ان لا تكترث بخلافك
خوب ملتا ہو اور انکی طریقہ سے خوب واقف ہو اسواسطے کہ دین اونہی سے حاصل ہوا ہے اور وہی صاحب شرع سے شریعت نقل کرنیمیں اصل ہیں سو تجھکو لازم ہے کہ اپنی اہل عصر کی مخالفت کا
لاهل عصرك في موافقتك لاهل عصر النبي عليه السلام اذ قد جاء في الحديث اذا اختلف الناس فعليكم بالسواد الاعظم
صحابہ کی موافقت میں کچھ فکر نہ کرے کیونکہ حدیث میں آیا ہے کہ جب آدمیوں میں دو راہ ہو جاویں تو بڑی انبوہ کو لو

قال

قال عبد الرحمن بن اسمعيل المعروف بابي شامة حيث جاء الامر بلزوم الجماعة فالمراد به لزوم الحق واتباعه وان كان
عبد الرحمن بن اسمعیل جو ابو شامہ مشہور ہیں کہتا ہی جس جگہ لزوم جماعت کا حکم ہے تو مراد اوس سے لزوم حق کی ہے اور حق کا اتباع ہی اگرچہ
المتمسك به قليلا والمخالف له كثيرا لان الحق ما كان عليه الجماعة الاولى وهم الصحابة ولا عبرة الى كثرة الباطل
حق والی تھوڑی اور اوسکی مخالف بہت ہوں یاد رہی حق وہ ہے جس پر جماعت اول رہی ہے یعنی صحابہ اور اونکی بعد جو باطل بہت پھیل گیا اونکا
بعدهم وقد قال الفضيل بن عياض ما معناه الزم طرق الهدى ولا يضرك قلة السالكين واياك وطرق الضلالة
کچھ اعتبار نہیں اور فضیل بن عیاض نے ایسی بات کہی ہی کہ معنی اوسکی یہ ہیں راہ ہدایت پر لگا رہ اوسکی چلنے والوں کی کمی سے تجھکو کچھ خلل ہوگا اور گمراہی کی رستوں سے بچتا رہ
ولا تغتر بكثرة الهالكين وقال ابن مسعود انتم في زمان خيركم فيه المتسارع في الامور وسياتي زمان بعدكم
اور ہلاکین کی کثرت سے دھوکہ میں نہ آنا اور ابن مسعود کہتا ہی تم ایسے زمانہ میں ہو جسمیں بہتر وہ شخص ہے جو عمل میں جلدی کرے اور تمہارے بعد ہی زمانہ آتا ہی
خيركم فيه المتثبت المتوقف لكثرة الشبهات قال الامام الغزالي لقد صدق لان من لم يتثبت في هذا الزمان بل
کہ بہتر اوسمیں وہ شخص ہوگا جو ثابت رہے اور توقف کرے اسلئے کہ کثرت شبہات کے امام غزالی کہتی ہیں کہ ابن مسعود سچ کہتا ہی اسلئے کہ جو شخص اس زمانہ میں ثابت نہ رہے بلکہ
وافق الجماهير فيما هم فيه وخاض فيما خاضوا فيه يهلك كما هلكوا فان اصل الدين وعمدته وقوامه ليس بكثرة
جمہور کا ساتھ دی جو وہ کر رہے ہیں اونکے فکرات میں غور کرنے لگے تو ہلاک ہوگا جیسے وہ ہلاک ہوئے کیونکہ دین کی اصل اور عمدگی اور استواری
العبادة والتلاوة والمجاهدة بالجوع وغيره وانما هو باحترازه من الآفات والعاهات التي يأتي عليه من البدع و
عبادت اور تلاوت کی کثرت سے اور بھوک سے مجاہدہ کرنے سے نہیں ہے دین کی استواری صرف اون آفات اور صدمات کے بچنے سے ہے جو اوسپر بدعت
المحدثات التي تؤدي الى تبديله وتغيره كما تبدل وتغير اديان الرسل عليهم السلام من قبل بسبب ذلك فعلى هذا
کی سی باتیں گذرتی ہیں جسمیں دین تمام بدل بدل جاتا ہی جیسے پہلی رسل علیہم السلام کی دین انہی سببوں سے بدل گئے ہیں اسی بنا پر موافق
ينبغي للمؤمن ان لا يغتر ويستدل بقوة تصميمه على شئ وكثرة عبادته انه على الحق فان تصميمه علىه لم يرجع عنه
مومن شخص کو چاہیئے کہ فریب میں آکر یہی قوت تصمیم سے کسی شی پر اور اپنی کثرت عبادت سے یہ استدلال نکرے کہ وہ حق پر ہے کیونکہ اوسکا تصمیم کسی بات پر اور اوس سے رجوع نکرنا
ولو تيسر بالمناسبة لا يدل على كونه على الحق فيه لان جزمه وتصميمه عليه ليس من حيث كونه حقا بل من حيث
اگر چہ دوسروں میں سہل ہو اور مناسبت سے یہ دلالت نہیں کرتا کہ اوس بات میں حق پر ہی کیونکہ اوسکا جزم اور تصمیم اوس پر اسلئے نہیں ہے کہ وہ حق ہی بلکہ اس حیثیت سے ہی ہے
نشأ به بين قوم يدينون به وللنشأة والمخالطة اثر عظيم في تصميم شئ حقا كان او باطلا الا ترى ان مثل هذا
کہ وہ ایسی قوم میں پیدا ہوا ہی کہ وہ اوس امر کو دینیات سے جانتی ہیں اور پیدائش اور میل جول کو ہر شی کی تصمیم میں خواہ حق ہو یا باطل بڑا اثر ہوتا ہی کیا دیکھتا نہیں کہ ایسی ہی
التصميم يوجد عامة من ذوي الجهل المركب كاليهود والنصارى ومن في معناهم وان كان كذلك فالواجب على كل
تصمیم تمام عام لوگ جہل مرکب میں جیسے یہود اور نصاری اور جو انکی مثال میں سے ہیں موجود ہی جب یہ حال ہے تو ہر ہر مسلم پر اس زمانہ میں
مسلم في هذا الزمان ان يحترز عن الاغترار والميل الى شئ من البدع والمحدثات ويصون دينه من العوائد التي
واجب ہی کہ ایسے شبہات اور بدعات اور حدثات کی رغبت سے محتاط رہے اور اپنی دین کو عادات سے حفظ
استانس بها وربي عليها فانها سم قاتل قل من سلم من آفاتها وظهر له الحق معها الا ترى ان فرسان الجاهلية العوائد التي الفتها
مالوف ہوکر اور اسی میں پرورش پائی بچا دے کیونکہ یہ سم قاتل ہی اوس کی آفت سے کم کوئی بچا اور رجال میں حق کا ظاہر ہوتا ہی کیا دیکھتا نہیں کہ قریش نے انہیں عادات کے مارے جسکی عادت تھی
نفوسهم انكروا على النبي صلى الله عليه وسلم ما جاء به من الهدى والبيان وكان ذلك سبب كفرهم وطغيانهم ولذلك
اونکی جان لگی ہوئی تھی نبی علیہ الصلوۃ والسلام اور اونکی ہدایت اور بیان کو نہ مانا اور اسی سبب سے کافر ہوگئے اور سرکشی کی اور اسی لئے
كان ابن مسعود يقول اياكم وما يحدث من البدع فان الدين لا يذهب من القلوب بمرة بل الشيطان يحدث لكم
ابن مسعود کہا کرتے تھے نئی بدعات سے بچو کیونکہ دین ایکبارگی دلوں میں سے نہیں جاتا بلکہ شیطان تمہارے لئے بدعتیں نکالتا جاتا ہی کا

بدعا حتى يذهب الايمان من قلوبكم نسئل الله تعالى ان يرينا الحق حقا ويرزقنا اتباعه ويرينا الباطل باطلا و

آخر ہوتی ہوتی تمہارے دلوں میں سے ایمان نکل جاویگا ہم خدا سے چاہتے ہیں کہ ہم پر حق کو حق ظاہر کردے اور اوسکا اتباع نصیب کرے اور ہم پر باطل کو

يرزقنا اجتنابه المجلس الثامن والخمسون في بيان ذكر الموت ولزوم الاستعداد له قال رسول

باطل ظاہر کردے اور اوس سے اجتناب نصیب کرے اٹھاون مجلس موت کی یادگاری اور اوسکی تیاری کی لزوم میں رسول الله

الله صلى الله عليه وسلم اكثروا ذكر هاذم اللذات الموت هذا الحديث من حسان المصابيح رواه ابو هريرة

صلے الله علیه وسلم نے فرمایا بہت کیا کرو یادگاری شی لذت شکن کی یعنی موت کی یہ حدیث مصابیح کی حسن حدیثوں میں سے ابو ہریرہ کی روایت

ومعناه ان الموت يكسر كل لذة فاكثروا ذكره حتى تستعدوا له فان قوله عليه الصلوة والسلام اكثروا ذكر

سے اسکی یہ معنے ہیں کہ موت ہر لذت کو توڑ دیتی ہے سو اسکو ہر وقت یاد رکھو تاکہ اوسکی سامان میں لگو بیشک قول علیہ السلام کا کہ اکثر ذکر رکھو

هاذم اللذات كلام وجيز مختصر لكن جمع فيها جميع المواعظ فان من ذكر الموت حقيقة ينقص عليه لذة الحاضرة

لذات توڑنی والیکا کلام نہایت مختصر ہے پر اسمیں تمام مواعظ بھر دئے ہیں کیونکہ جو شخص حقیقت میں موت کو یاد رکھیگا تو اوسپر لذت حالیہ

ويمنعه من تمنيها في المستقبل ويزهده فيما كان يؤمله منها لكن النفوس الراكدة والقلوب الغافلة تحتاج الى تكثير

کم ہوجاویگی اور اوسکو آئندہ کی آرزو سے بند کردیگی اور جو امیدیں لگا تا ہوگا سب چھڑا دیگی پر نفوس بستہ اور غافل دلونکو بہت حاجت ہے

اللفظ وتطويل الوعظ والا ففي قوله عليه الصلوة والسلام اكثروا ذكر هاذم اللذات الموت مع قوله تعالى كل نفس ذائقة

کہ عبارت دراز اور وعظ طویل ہو نہیں تو حدیث کی اس جملہ میں زیادہ کرو یادگاری لذات توڑنی والیکی جو موت ہی ہمراہ اس آیت کے

الموت ما يكفي السامع له والناظر فيه لان ذكر الموت يورث استشعار الانزعاج عن هذه الدار الفانية والتوجه في كل

ہر جان چکھنی والی ہی موت کو اسقدر مضمون ہی کہ سمجھنے والیکو اور غور کرنے والی کو کافی ہے اسلئے کہ موت کی یاد کرنے سے اس دار فانی سے اٹھ جانیکے اور

لحظة الى الدار الباقية اذ قد قال العلماء الموت ليس بعدم محض وفناء صرف وانما هو انقطاع تعلق الروح بالبدن ومفارقة

ہر لحظہ دار باقی کیطرف متوجہ رہنی کی عقل پیدا ہوتی ہی اسواسطے کہ علما کہتے ہیں کہ موت نرا عدم اور صرف فنا ہی نہیں ہی بلکہ موت کیا ہی

عنه وتبدل من حال الى حال وانتقال من دار الى دار وهو من اعظم المصائب وقد سماه الله تعالى مصيبة حيث قال

تعلق روح کا بدن سے چھوٹ جانا اور روح کا بدن سے جدا ہونا اور ایک حال کا دوسری حال پر بدل جانا اور ایک گھر سے دوسری گھر میں چلا جانا اور موت سب سے

فاصابتكم مصيبة الموت فالموت هو المصيبة العظمى واعظم منه الغفلة عنه وعدم ذكره وقلة التفكر فيه مع

بڑی مصیبت ہی اور الله تعالی نے بھی اسکا نام مصیبت رکھا ہی جہاں فرمایا پھر آپڑی تم پر مصیبت موت کی پس موت ہی بڑی مصیبت ہی اور اوس سے بڑھ کر موت سے غفلت

ان فيه وحده لعبرة لمن اعتبر وقد قال القرطبي في تذكرته ان الامة اجتمعت على ان الموت ليس له سن معلوم ولا زمن

یاد نہ کرنا اور اوسمیں فکر نہ لگانا باوجودیکہ صرف اوسمیں عبرت پانی والیکو بڑی عبرت ہے اور قرطبی نے اپنی تذکرہ میں کہا ہے کہ تمام امت بالاتفاق جانتی ہے کہ موت کا کوئی سال معین نہیں اور نہ

معلوم ولا مرض معلوم وانما كان كذلك ليكون المرء على هيبة منه مستعدا له لكن من غلب عليه حب الدنيا والانهماك

زمانہ معلوم اور نہ کوئی مرض مقرر اور یہ اسلئے ہی تاکہ آدمی ہر دم اوس سے ڈرتا اور سامان کرتا رہے لیکن جسپر دنیا کی محبت غالب ہوگئی ہو اور اوسکی لذتوں میں

في لذاتها لا محالة يغفل عن ذكره ولا يذكره بل اذا ذكر عنده يكرهه وينفر عنه طبعه لان غلبة حب الدنيا في قلبه

کھپ گیا ہی بیشک اوسکی یاد سے غافل ہے کبھی یاد نہیں کرتا بلکہ اوسکے پاس اگر موت کا ذکر کیا جاتا ہی تو برا مانتا ہی اور اوسکی طبیعت کو نفرت ہوتی ہی اسلئے کہ اوسکے دل میں دنیا کی

ورسوخ علائقها فيه يمنع عن التفكر في الموت الذي هو سبب مفارقتها ولا يحب ذكره وان ذكره يذكره للتاسف على الدنيا

محبت کا غلبہ اور دنیا کی مضبوط علاقے موت کی فکر سے روک دیتی ہیں جو کہ سبب دنیا کی مفارقت کا ہی اور اوسکا ذکر اچھا نہیں لگتا اور اگر موت کو یاد بھی کرتا ہی تو دنیا کی تاسف پر

ويشتغل بذمه وبذكره يزيده ذكره بعدا من الله تعالى اذ قد ورد في الحديث ان من كره لقاء الله تعالى كره الله لقاءه ومع هذا

موت کی برائیاں کرتا ہی اور موت کا ایسا ذکر الله تعالی سے اوسے بہی دور کردیتا ہی سو جسطرح کہ حدیث میں آیا ہی کہ جو کوئی الله تعالی کی ملاقات کو مکروہ جانتا ہے الله تعالی اوسکی ملاقات کو مکروہ رکھتا ہے

فتذكره للموت خيرله لان تذكر الموت ينقص عليه نعيمه ويكدر عليه صفوة لذته فكل مايكدر على الانسان لذته وينقص
گرو وہ کہتا ہی تیسری موت کا یاد کرنا بہتر ہی اسلئی کہ موت کو یاد رکھنی سی دنیا کا عیش ناقص او رصاف لذت مکدر ہو جاتی ہی ہر جو چیز انسان کی لذت کو مکدر اور شہوت کو ناقص
عليه شهوته فهو من اسباب سعادته ولذا قال النبي عليه الصلوة والسلام اكثروا ذكر هازم اللذات لان الانسان لاينفك
کردے وہ ہی اسباب سعادت مین سی ہی اسی لئے نبی علیہ السلام نے فرمایا ہی بہت یاد کرو توڑنے والی لذت کو اسلئے کہ انسان دو حالت سے خالی
عن حالتين اما في ضيق ومحنة او في سعة ونعمة فان كان في ضيق ومحنة فذكر الموت يسهل عليه ماهو فيه بانه
نہین ہوتا یا تنگی اور محنت مین یا فراخی اور نعمت مین پس اگر شخص تنگی اور محنت مین ہی تو موت کا یاد کرنا اسپر تنگی اور محنت کو آسان کرتا ہی
يزول ولايدوم والموت اصعب منه وان كان في سعة ونعمة فذكر الموت يمنعه عن الاغترار بها والسكون اليها كما
کہ یہ سب فنا ہونیوالا ہی ہمیشہ کو نہین ہے اور موت اوس سے سخت ہی اور اگر فراخی اور نعمت مین ہے تو موت کا یاد کرنا اوسکو دنیا کی فریفتگی سی اور دل لگانی سی باز رکھتا ہی چنانچہ
روى انه عليه الصلوة والسلام قال كفى بالموت واعظا وقال اللفاف من اكثر ذكر الموت اكرم بثلثة اشياء تعجيل
روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا موت نصیحت کرنیکو کفایت کرتی ہی لفاف کہتا ہی جو شخص موت کو بہت یاد رکھیگا تو اوسکو تین باتین حاصل ہونگی جلدی
التوبة وقناعة القلب ونشاط العبادة ومن نسي الموت عوقب بثلثة اشياء تسويف التوبة والحرص على الدنيا
توبہ اور دل مین قناعت اور عبادت مین سرور اور جو موت کو بھولا رہیگا تو وہ تین باتو مین مبتلا رہیگا توبہ کی تاخیر دنیا کا لالچ
والتكاسل في العبادة وقالت ام المؤمنين عائشة رض يارسول الله هل يحشر مع الشهداء احد قال نعم من يذكر الموت
عبادت مین سستی ام المومنین عائشہ رض نے پوچھا یا رسول اللہ کوئی شہداء کے ساتھ بہی اوٹھیگا فرمایا ہان جو ہر روز
في اليوم والليلة عشرين مرة وسبب النيل الى هذه الفضيلة ان ذكر الموت يوجب التجافي عن الدنيا والاستعداد
رات دن مین موت کو بیس دفعہ یاد کرلی اور سبب حصول اس درجہ کا یہ ہے کہ موت کی یادگاری دنیاسی الگ کردیتی ہی اور آخرت کے سامان مین لگاتی ہے
للاخرة والغفلة عنه تدعو الى الانهماك في شهوات الدنيا ولذاتها ونسيان الاخرة وقد قال النبي عليه الصلوة و
اور موت کی غفلت دنیا کی شہوات اور لذات مین ڈبودیتی ہے اور آخرت کو بہلا دیتی ہے اور بیشک نبی علیہ السلام نے
السلام لابن عمر كن في الدنيا كانك غريب او عابر سبيل فكانه عليه الصلوة والسلام قال له انك مسافر ستسافر الى
ابن عمر کو فرمایا دنیا مین ایسا رہ جیسی مسافر یا رستہ چلتا پس گویا نبی علیہ السلام نے اوس سے یہہ کہا تو مسافر ہی تجھے جلد آخرت کا
الاخرة فلا تتخذ الدنيا وطنا ولا تميل الى حظوظها وحطامها واغتنم صحتك واصرفها في طاعة الله تعالى و
سفر کرنا ہی سو دنیا کو وطن مت بنا اور دنیا کی لذات اور مال و اسباب پر رغبت مت کر اور اپنی صحت کو غنیمت سمجھکر اللہ تعالی کی طاعت مین صرف کر
اجتهد ان تقدم في حياتك ماتقربه عينك يوم الجزاء وذلك انما يحصل بذكر الموت فلذلك كان ذكر الموت
اور کوشش کر کی اپنی زندگی مین پہلے ایسی اعمال کرلی جسین قیامت کی دن تیرے آنکھین ٹھنڈی رہے اور یہ حالت بدون یادگاری موت کی حاصل نہین ہوتی اسلئی موت کا یاد کرنا
افضل وانفع وغفلة الناس عنه لقلة فكرهم فيه وعدم ذكرهم له ومن يذكره لايذكره بقلب فارغ بل بقلب
بہت افضل اور نافع ہی اور لوگون کی غفلت صرف کوتاہی فکر اور موت کو یاد نکرنی سی ہے اور جو یاد کرتا ہی تو صفائی دلسی یاد نہین کرتا بلکہ دل مین
مشغول باشغال الدنيا فلا ينفع ذكره في قلبه مع ان الواجب على العبد ان يفرغ قلبه عن كل شئ الا عن ذكر الموت
دنیا کی خیالات بہری ہوتی ہین تو ایسے ولیکن موت کا ایسا یاد کرنا فائدہ نہین کرتا باوجودیکہ انسان پر واجب ہی کہ اپنی دلکو سب خیالات سی سوائی ذکر موت کے
الذي هو بين يديه فانه اذا ذكره بقلب فارغ يوشك ان يؤثر فيه وعند ذلك يقل فرحه وسروره بالدنيا وينكسر قلبه
جو سامنی کہڑی ہی خالی کردے بیشک انسان اگر فارغ دل ہو کر موت کو یاد کریگا تو اوسمین تاثیر جلدی معلوم ہوگی اور اب دنیا کی فرحت اور سرور کمتی ہوتا جاویگا اور دل ٹوٹ جاویگا
فان من كان اسير النفس مصرا على الذنوب يجب عليه ان يجتهد في اصلاح نفسه بمداواة قلبه فان مداوات
پس جو شخص نفس کا مقید گناہون پر ڈٹا ہوا ہی اوسکو واجب ہے کہ اپنی دل کی علاج کی واسطی اصلاح نفس کے مشقت اختیار کری کیونکہ دلون کی دوا کرنے واجب ہے

القلوب واجبة لاسيما اذا كان قاسية فعلاجها باربعة اشياء اذ قد قال العلماء اذا كانت القلوب قاسية

کیونکہ دلونکی دوا کرنی واجب ہے خاص ایسے وقت مین کہ وہ سخت ہوجاوین پہر اونکا علاج چار چیزسی ہی اسلئی کہ علما کہتی ہین کہ جب دل سخت ہوجاوین تو ایسی

فعلى اصحابها ان يلتزموا باربعة الاول حضور مجالس العلم التي يكثر فيها دعوة الخلق من الدنيا الى الاخرة ومن

لوگون کو چاہئی کہ چار چیزونکو لازم کرلین اول علم کی ایسی مجلسوں میں حاضر ہونا جسمین خلق کی رہنمائی دنیا سی آخرت کی طرف اور

المعصية الى الطاعة فان ذلك مما تلين القلوب ويخشع فيها والثاني ذكر الموت الذي هو هازم اللذات ومفرق

معصیت سی طاعت کی طرف بہت ہوتی ہو کیونکہ اس سی دلوں مین نرمی اور درد پیدا ہوتا ہی اور دوسرا موت کا یاد رکہنا جو کہ لذتوں کو توڑنے والی ہی اور

للجماعات وموتم للبنين والبنات والثالث مشاهدة المحتضرين فان النظر الى المحتضر ومشاهدة سكراته ونزعاته

جماعات کو پراگندہ کرتی ہی اور بیٹا بیٹی کو چہوڑا رہتی ہی اور تیسری مرتی ہوونکا حالت نزع مین دیکہنا کیونکہ مشاہدہ سکرات کا اور دیکہنا اوسکے ہچکیون اور نزع کا

وتامل صورته بعد موته يقطع عن النفوس لذاتها وعن القلوب مسراتها ويمنع الاجفان من النوم والابدان

اور غور کرنا اوسکی صورت کا بعد موت کے نفوس کو لذات سی اور قلوب کو مسرات سی اور پلکون کو نیند سے اور بدن کو

من الراحة ويبعث على الطاعات فهذه ثلثة امور ينبغي لمن كان قاسي القلب واسير النفس مصرا على الذنوب

آرام سی الگ کر دیتا ہی اور طاعات پر اوبہارتا ہی سو یہ تین طریقہ ہین چاہئیے کہ سخت دل آدمی نفس کا مغلوب گناہوں پر لگا ہوا ان سی

ان يستعين بها على دوائه فان انتفع بها فذاك وان عظم عليه ذين القلوب واستحكمت دواعي الذنوب

اپنے دل کا علاج کرے پہر اگر نفع ہوا تو بس اور کیا چاہئی اور اگر دل کے عیب جسم گئی اور اسباب گناہونکی جڑ پکڑ گئے

فزيارة القبور يؤثر في ذلك ما لم يؤثر الاول والثاني ولذلك قال النبي عليه الصلوة والسلام زوروا القبور

تو پہر اسمین قبور کی زیارت ایسا اثر کرتی ہی جو کہ اول اور ثانی اثر نہین کرتا اور اسیواسطی نبی علیه الصلوۃ والسلام نے فرمایا قبروںکی زیارت کیا کرو

فانها تذكر الموت والاخرة وتزهد في الدنيا فان الاول سماع بالاذن والثاني اخبار بالقلب بما اليه المصير

کیونکہ اس سے موت اور آخرت یاد آتی ہی اور دنیا چہوٹتی ہے کیونکہ اول طریقہ کانونسی سننے کا ہی اور دوسرا طریقہ دل سی انجام کی سمجہ کا ہی اور

في مشاهدة من احتضر وزيارة من قبر معاينة ولذلك كانا ابلغ من الاول والثاني وقد قال النبي صلى الله عليه وسلم

سسکتی کو دیکہنی مین اور قبر کے زیارت مین انجام کا معاینہ ہوتا ہی اور اسی لئی یہہ دونو اول اور ثانی سی بہت نافع ہین چنانچہ جناب صلی الله علیه وسلم فرمایا

ليس الخبر كالمعاينة لكن الاعتبار والاتعاظ بحال المحتضر غير ممكن في كل وقت من الاوقات ولا يتفق لمن يريد علاج

سنا ہوا دیکہی ہوئی کی برابر نہین ہوتا پر عبرت اور پند پذیری سسکتے کی حال سی ہر وقت میسر ہونا ممکن نہین ہے اور جو اپنی دل کا علاج

قلبه في ساعة من الساعات واما زيارة القبور فوجودها اسرع والانتفاع بها اوسع لكن ينبغي لمن يقصد زيارة

کیا چاہی تو گہری گہری اوسکو نہین ملتا ہی زیارت قبور کی تو اسکا ہاتھ آنا جلد ہوسکتا ہی اور منفعت اسکی بہت ہے پر لایق یون ہی کہ قبور کی زیارت کری

القبور ان يحترز من الزيارة البدعية التي يقصدها اكثر الناس في هذا الزمان وهي زيارة قبور بعض المتبركين

تو زیارت بدعے سی پرہیز رکہی جو کہ اس زمانہ مین اکثر لوگون کو مقصود ہی یعنے متبرک لوگون کی قبر پہ جاکر

لاجل الصلوة عندها والطواف بها وتقبيلها واستلامها وتعفير الخدود عليها واخذ ترابها ودعاء اصحابها

نماز پڑہنا اور قبرون پر طواف کرنا اور چومنا اور بوسہ دینا اور اوسپر گال رگڑنے اور وہان کی مٹی لینی اور مردونسی دعا مانگنی

والاستغاثة بهم وسوالهم النصر والرزق والولد والعافية وقضاء الديون وتفريج الكربات واغاثة اللهفان وغير

اور اونسے بہروسہ کرنا اور اون سی امداد اور رزق اور اولاد اور آرام اور قرضونکا ادا اور سختیونکی کشایش اور ناتوانون کی مدد مانگنے اور

ذلك من الحاجات التي كان عباد الاوثان يسئلونها من اوثانهم اذ ليس شئ منها مشروعا باتفاق علماء المسلمين

سوا اسکی اور حاجتین جو بت پرست لوگ اپنے بتونسی مانگا کرتے ہین اسواسطی کہ اسمین سے کوئی بات بہی تمام علماء اہل اسلام کی نزدیک جائز نہین ہے

إذ لم يفعله رسول رب العالمين ولا أحد من الصحابة والتابعين وسائر أئمة الدين بل يستحب بآدابها ويكون حاضر

کیونکہ تو یہ رسول رب العالمین نے کیا نہ کسی صحابہ نے اور نہ تابعین نے اور نہ کسی ائمہ دین نے بلکہ طریقے سے زیارت قبور کی مستحب کر کے حضور دل سے

القلب في إتيانها ولا يكون حظه منها الطواف عليها فقط لأنه حالة يشاركه فيها البهائم بل يقصد بزيارته وجه الله تعالى

ادا کرے ایسا ہو کہ زیارت قبور میں اسکا حصہ صرف طواف ہی ہو کیونکہ یہ بات تو چوپایوں کی بھی ہے بلکہ زیارت سے مقصود وجہ اللہ تعالی کا ہو

وإصلاح نفسه ودواء قلبه ويجتنب المشي على المقابر والجلوس عليها ويخلع نعليه إن دخلها كما جاء في الحديث

اور درستی ہی حال کی علاج ہی دل کا اور قبروں کی اوپر سے نہ گذرے اور نہ اس پر بیٹھے اور قبروں میں داخل ہووے جوتی اوتار لے جیسا کہ حدیث میں آیا ہے

ويسلم على أهلها ويخاطبهم خطاب الحاضرين ويقول السلام عليكم دار قوم مؤمنين فإنه عليه الصلوة والسلام

اور مردوں پر سلام بھیجے اور ان سے مخاطب ہو کر کلام کرے یہ کہے سلام تم پر ای دار قوم مومنین کے کیونکہ آپ علیہ الصلوة والسلام

كان يقول كذلك وإذا وصل إلى ميت يستحب له أن يأتيه من تلقاء وجهه ويسلم عليه أيضا لكن إذا أراد أن يدعو

یہ ہی کہا کرتے تھے اور جب کسی مردہ کی پاس جاوے تو چاہیے کہ اوسکی منہ کی سامنے ہی جاوے اور وسپر بھی سلام علیک کہے لیکن اگر دعا مانگنی کا قصد کرے

يدعو قائما مستقبل القبلة وكذلك الكلام في زيارة النبي عليه الصلوة والسلام ثم يعتبر من كان تحت التراب

تو دعا کھڑا ہو کر قبلہ رو مانگے اور ایسی ہی گفتگو ہے علیہ السلام کے زیارت میں سے پھر اوسکی حال سے جو مٹی تلی دب گیا

وانقطع عن الأهل والأحباب بعد أن قاد الجيوش والعساكر وجمع الأموال والذخائر وجاءه الموت في وقت لم يحتسبه

اور اہل عیال دوستوں سے جدا ہو گیا عبرت پکڑے کہ لشکر کا سردار تھا اور گروہوں کا مالک تھا اور مال اور ذخیرہ جمع کرتا تھا اور اوسکو ایسی وقت موت آگئی جو گمان نہ تھا

وفي حال لم يرتقبه فإنه حين دخل القبر وابتلي بالسؤال هل أصاب في الجواب وكان قبره روضة من رياض الجنة

اور ایسی حال میں جو توقع نہ کرتا تھا پھر یہ سوچے کہ جب قبر میں گیا اور سوال میں مبتلا ہوا تو جواب میں ٹھیک اترا کہ اوسکی قبر بہشت کا چمن ہو گئی ہو

أو أخطأ في الجواب وكان قبره حفرة من حفر النيران ثم يجعل نفسه كأنه مات ودخل القبر وذهب عنه أهله وولده

یا جواب میں چوکا اور اوسکی قبر دوزخ کا گڑھا ہو گیا ہو پھر اپنی آپ کو تصور کرے گویا مر گیا اور گور میں داخل ہوا اور اہل اور اولاد

ومعارفه وبقي وحيدا فريدا وهو الآن يسأل فماذا يجيب وماذا يكون حاله ثم يتأمل حال من مضى من إخوانه وأقرانه

اور جان پہچان والے چلے گئے اور اکیلا تنہا رہ گیا اب مجھ سے سوال ہو رہا ہے کیا جواب دوں اور کیا حال ہوگا پھر اپنے گذشتہ بھائیوں اور ہمسروں کی حالت میں تامل کرے

الذين أملوا الآمال وجمعوا الأموال كيف انقطعت آمالهم ولم تغن عنهم أموالهم وغير التراب محاسن وجوههم وافترقت

جو کہ بڑی بڑی امیدیں رکھتے تھے اور جو مال جمع کیا تھا کیونکر اونکی امیدیں ٹوٹ گئیں اور مال نے کچھ فائدہ نہ دیا اور مٹی نے اونکی اچھی اچھی صورتیں بگاڑ دیں اور

في القبور أجزاؤهم وأرملت بعدهم نساؤهم وشمل اليتم أولادهم واقتسم غيرهم أموالهم وليتذكر ميله إلى الدنيا كميلهم

گوروں میں اونکی اجزا بکھر گئے اور اونکی جوروئیں بیوہ ہو گئیں اور اونکی اولاد میں یتیمی پھیل گئی اور اونکا مال اوروں نے بانٹ لیا اور یوں یاد کرے کہ میری رغبت دنیا میں بھی ایسی ہی ہے

وغفلته كغفلتهم وأنه لا بد صائر إلى مصيرهم وليتحقق أن حاله كحالهم وأن الموت القطع والهلاك السريع بين يديه

اور میری غفلت اون کی سی غفلت ہے میں بھی ضرور اسی جگہ جاؤں گا جہاں وہ گئے ہیں اور میرا حال بھی اونکا سا حال ہونے والا ہے اور موت ناگوار اور ہلاک سریع سامنے موجود ہے

وعند هذه التذكر والاعتبار يلين قلبه ويخشع جوارحه ويزول عنه جميع الأعراض الدنيوية ويقبل على الأعمال الأخروية

اس طرح کی یاد اور اعتبار سے البتہ دل نرم ہو جاوے گا اور اعضا میں عاجزی آ جاوے گی اور دنیا کی تمام رابطے جاتے رہیں گے اور اعمال آخرت پر متوجہ ہووے گا

ويترك هواه ويتوجه إلى طاعة مولاه ثم ينبغي له في كل حين ويراعي أن يكون ذاكرا أقرانه وأمثاله الذين مضوا قبله

اور ہوا و ہوس ترک کر کر مولی کی طاعت اختیار کریگا پھر اسکو چاہیے کہ ہر دم یاد رکھے اپنے اقران اور امثال کا جو کہ اس سے پہلے مر گئے ہیں ذکر کیا کرے

سرورهم ونشاطهم وعيشهم وعشرتهم وطول آمالهم واعتمادهم إلى القوة والشباب وميلهم إلى الضحك واللعب

اور اونکی سرور اور نشاط اور اونکی عیش اور عشرت اور لمبی لمبی امیدیں اور اونکا بھروسہ قوت اور جوانی کا اور رغبت ہنسی اور کھیل کی یاد کیا کرے

نسيا كيف كانت حالهم وخلت منهم مجالستهم وديارهم وانقطعت آثارهم وضاعت اموالهم ثم ينظر فی نفسه فانه
پھر یہ سوچے کیسا اونکا حال تھا اور اوٹکی مجلس اور گھر بار بیکس خالی رہگئی اور اون کا اثر مٹ گیا اور اونکا مال تباہ ہوگئے پھر اپنی طرف خیال کرے کہ میرا بھی
سيكون عاقبة امره كعاقبة امرهم فيسعى فی اصلاح نفسه باسقاط ما فی ذمته من الفرائض والواجبات والاجتناب
انجام یہی ہونے والا ہی جو اونکا ہوا پھر اپنے حال کو درست کرے جو جو اسکی ذمہ پر فرائض اور واجبات باقی ہیں ادا کرے
عن المحرمات والمكروهات والتوبة عن الذنوب والسيئات يسرنا الله التوبة والاستغفار آناء الليل واطراف النهار
اور حرام اور مکروہات سی بچے اور گناہوں اور بری کار سے توبہ کرے اللہ ہمسکو رات کو اور صبح شام توبہ اور استغفار کی توفیق دے

المجلس التاسع والخمسون فی بيان ماهية الطاعون وعدم التقدم عليه وعدم الفرار منه

اونسٹھویں مجلس وبا کی حقیقت میں اور نہ اوسکے اندر جانا اور نہ وہاں سے بھاگنا

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم الطاعون رجز ارسل على طائفة من بنی اسرائيل فاذا سمعتم به بارض فلا
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا طاعون یعنے وبا عذاب ہی جو بنی اسرائیل کے ایک گروہ پر نازل ہوا تھا جب تم کسی سرزمین میں وبا سنو تو
تقدموا عليه واذا وقع وانتم فيه فلا تخرجوا منها فرارا منه هذا الحديث من صحاح المصابيح رواه اسامة بن زيد
اوسمیں نجاؤ اور جب وبا آجاوے اور تم وہاں ہو تو اوس وبا کی ڈر کی مارے مت نکلو یہہ حدیث مصابیح کی صحیح حدیثوں میں سی ہی اسامہ بن زید کی روایت سے
والمراد بالطائفة المذكورة هم الذين امرهم الله تعالى ان يدخلوا الباب سجدا ويقولوا حطة فدخلوا الباب قائلين
اور مراد گروہ مذکورہ سی وہ قوم ہے جبکو اللہ تعالی کا حکم ہوا تھا کہ دروازہ میں سجدہ کرتے ہوئے اور حطہ یعنی معاف کیجئے ہوئے چلی جاؤ سو وہ لوگ دروازہ میں
حنطة فخالفوا امر الله تعالى فارسل الله تعالى عليهم الطاعون فمات منهم فی ساعة واحدة اربعة وعشرون الفا من
حنطہ کہتی ہوئی داخل ہوئی اونہوں نی امر الہی کی جو خلاف کیا تو اللہ تعالی نی اون پر وبا بھیجی سو اون میں سی گھڑی بھر کی عرصہ میں چوبیس ہزار
شيوخهم وكبرائهم فدل الحديث على ان سبب ظهور الطاعون هو المخالفة لامر الله تعالى وقد وقع فيه النهی عن
بڑھی بڑے آدمی مرگئی اب اس حدیث سی معلوم ہوا کہ سبب طاعون وبا پڑنیکا وہ امر الہی کی مخالفت ہے اور اس حدیث میں وہاں یعنی وبا کی جگہہ میں جانی کی ممانعت
القدوم عليه وعن الفرار عنه فالنهی الاول لبيان لزوم الحذر عن التعرض للتلف اذ لا يجوز للعبد ان يلقی نفسه الى
اور وہاں سی بھاگنی کی بھی ممانعت ہی تو اول یعنی پہلی ممانعت تلف میں پڑنی سی بچنی کی واسطی ہے اسلئے کہ بندہ کو جائز نہیں ہے کہ اپنی جان کو ہلاکت میں ڈالے
التهلكة لقوله تعالى وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ والنهی الثانی لبيان لزوم التوكل والرضاء بقضاء الله تعالى وقدره
اسلئے کہ آیت سی اور نہ ڈالو اپنی جان کو ہلاکت میں اور دوسری ممانعت واسطے بیان لزوم توکل کی ہی اور تقدیر الہی پر رضا
ولبيان ان العذاب الواقع بسبب المعصية لا يدفعه الفرار وانما يدفعه التوبة والاستغفار واختلف فی هذا النهی
اور اس بیان کی واسطے کہ جو عذاب سبب گناہوں کی نازل ہوتا ہی وہ بھاگنے سے نہیں دفع ہوتا اوسکو تو فقط توبہ اور استغفار ہی دفع کرتی ہی اور اس نہی میں اختلاف
فقال القاضی تاج الدين السبكی مذهبنا هو الذی عليه الاكثرون ان النهی عن الفرار منه للتحريم وقال بعض العلماء
سو قاضی تاج الدین سبکی کہتا ہی ہمارا مذہب وہ ہی جسپر اکثر علماء ہیں کہ وہاں سے بھاگنی کی نہی تحریمی ہی اور بعض علماء کہتے ہیں
هو للتنزيه واتفقوا على جواز الخروج لشغل عرض غير الفرار لقوله عليه السلام فی آخر الحديث ولا تخرجوا منها فرارا منه
کہ نہی تنزیہی ہی اور بالاتفاق کہتی ہیں کہ وہاں سی چلا جانا واسطی کسی کام کی سوائی بھاگنے کے جائز ہی اس دلیل سی کہ نبی علیہ السلام آخر حدیث میں فرماتی ہیں وہاں سی نکلو
ويدل على التحريم ما روی عن ام المؤمنين عائشة رض انه عليه السلام قال الفار من الطاعون كالفار من الزحف واخرج
اور حضرت ام المؤمنین عائشہ کی روایت سے ثابت ہوتی ہی کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ وبا سی بھاگنی والا ایسا ہی جیسے لڑائی سی بھاگنی والا اور
ابن خزيمة فی صحيحه ان الفرار منه من الكبائر والله تعالى يعاقب عليه ان لم يعف واختلف العلماء فی حكمة ذلك النهی
ابن خزیمہ نی اپنی صحیح میں نقل کیا ہی کہ وبا سی بھاگنا گناہ کبیرہ ہی اور اللہ تعالی اسپر عذاب کریگا اگر نہ معاف کیا اور علماء کو اس ممانعت کی حکمت میں اختلاف ہے

دليل

فقيل هو تعبدي لا يعقل معناه لان الفرار من المهالك مامور به وقد وقع النهي عنه وفيه سر لا يعلمه الا الله تعالى
کوئی کہتا ہی اسمین بندگی ہی یعنی سمجھہ مین نہین آتی اسلئی کہ ہلاکت کے مقام سی بہاگ جانیکا حکم ہی اور اسمین ممانعت آئی ہی تو اسمین کوئی ایسی پوشیدہ بات ہی کہ اللہ سوا کوئی

وقيل هو معلل بان الطاعون اذا وقع في بلد يعم من كان فيه بمداخلة سببه فلا يفيد الفرار منه بل ان كان اجله حضر
اور کوئی کہتا ہی اوسکی یہہ علت ہے کہ وبا جب کسی ملک مین پڑتی ہی تو جو وہان ہوتا ہی سب پر پہیل جاتی ہی کیونکہ سبب کو دخل ہوتا ہی پہر وبا سی بہاگنی سی کچھہ فائدہ نہین ہی بلکہ اگر

فالطاعون سبب موته سواء اقام او رحل فلما تعين المفسدة ولا انفكاك عنها تعين الاقامة لما في الخروج من العبث
اوسکی موت آ لگی ہی تو وبا ہی اوسکی موت کا سبب ہے برابر کہ وہ شخص وہان رہے یا چلا جاوے پہر جب فساد معین ہوا کہ بچنا اوس سی ممکن نہین ہے تو پہر اقامت ہی معین ہی اسلئی کہ چلی جانی مین ایسی بیفائدہ حرکت ہے

الذي لا يليق بالعقلاء مع ان فيه الفرار من حكم قدره الله تعالى وامر بالصبر عليه وجعل لمن يموت به اجر الشهيد بل
جو عقلا کی حال سی مناسب نہین ہے باوجودیکہ اسمین تقدیر الٰہی سی بہاگنا ہی حال یہہ ہے کہ اسپر صبر کرنے کا حکم ہی اور اوسمین مرنی والی کی واسطے اجر شہید کا مقرر کیا بلکہ

جعل للمقيم فيه صابرا اجر الشهيد ولو لم يمت بالطاعون والفرار من مثل هذا الاجر خسارة عظيمة مع انه لا يعلم
اسمین صبر سی قایم رہنی والی کی واسطے اجر شہید کا ہی اگرچہ وبا مین جیتا ہی اور بہاگنا ایسے اجر سے بڑی ہی ٹوٹی کی بات ہی باوجودیکہ یہہ خبر نہین

ان الموت الذي فر منه هل يسلم منه ام لا ونقل ابو الحسن المدائني عن ابيه قال قلما فر احد من الطاعون فسلم قال
کہ جس موت سی بہاگتا ہون اسی سلامت بچونگا یا نہین اور ابو الحسن مدائنی اپنی باپ سے نقل کرتا ہی کہ وبا سے بہاگنے والا کم بچتا ہے

تاج الدين السبكي والذي حكاه مجرب وليس ببعيد ان يجعل الله الفرار منه سببا لقصر العمر وقد جاء في الكتاب الكريم
تاج الدین سبکی کہتا ہی یہہ بات آزمودہ ہی اور کیا بعید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس بہاگنی کی باعث سی اوسکی عمر کوتاہ کردی چنانچہ کتاب کریم سی یہہ مضمون حاصل ہوتا ہی

ما يوخذ منه ان الفرار من الجهاد سبب لقصر العمر وهو قوله تعالى قُلْ لَنْ يَنْفَعَكُمُ الْفِرَارُ إِنْ فَرَرْتُمْ مِنَ الْمَوْتِ أَوِ الْقَتْلِ
کہ جہاد مین سی بہاگنا عمر کو کوتاہ کر دیتا ہے اور وہ یہہ آیت ہی تو کہہ ہرگز نہ فائدہ دیویگا تمکو بہاگنا اگر بہاگو تم مرنے سے یا مارے جانے سے

وَإِذًا لَا تُمَتَّعُونَ إِلَّا قَلِيلًا وحكى ان والده استنبط ذلك من هذه الاية وقال اهل التفسير في قوله تعالى أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ خَرَجُوا
اور اب نہ پہل پاؤگے مگر تہوڑے دنون اور نقل کرتا ہی کہ میرے باپ نے یہہ مضمون اسی آیت سے نکالا ہی اور مفسرین اس آیت مین تو نے نہ دیکھی وہ لوگ جو نکلے

مِنْ دِيَارِهِمْ وَهُمْ أُلُوفٌ حَذَرَ الْمَوْتِ ان اهل قرية وقع فيهم فخرجوا منها هاربين فاماتهم الله تعالى ثم احياهم ليعتبروا ويعلموا
اپنے گہرون سی اور وہ ہزارون تہی موت کی ڈر سی یہہ کہتی ہین کہ ایک قریہ مین وبا پڑی سو وہ لوگ وہان سے بہاگی پہر اللہ تعالیٰ نی اونکو مار دیا پہر زندہ کیا تاکہ عبرت پکڑین اور جانین

ان لا ينفر من قضاء الله تعالى وقدره وقد ورد في الحديث انه وخز اعدائنا من الجن على ما روي عن ابي موسى الاشعري
کہ تقدیر الٰہی سی نہین بہاگا جاتا اور حدیث مین آیا ہی کہ وبا ہماری دشمنون جنات کی نیزہ زنی ہی موافق روایت ابو موسے اشعری کے

انه عليه السلام قال فناء امتي بالطعن والطاعون قيل يا رسول الله هذا الطعن قد عرفناه فما الطاعون قال وخز اعدائكم
کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا میری امت کی موت طعن اور طاعون سی ہی کسی نی عرض کیا یارسول اللہ اس طعن کو تو ہم جانتی ہین پر طاعون کیا ہی فرمایا نیزہ زنی ہی تمہاری دشمنون

يعني الجن وفي كل منهما شهادة قال ابن القيم في كون الطاعون وخز اعدائنا من الجن حكمة بالغة وهي ان اعدائنا منهم
یعنے جن کی اور ان دونون مین شہادت ہی ابن القیم کہتا ہی کہ طاعون جو ہمارے دشمنون جنات کی نیزہ زنی ہی اسمین بڑے حکمت ہی وہ یہہ ہے کہ انمین سے شیاطین ہمارے دشمن ہین

شياطينهم واما اهل الطاعة منهم فهم اخواننا في الدين وقد امرنا الله تعالى بمعاداة اعدائنا من الجن والانس وان
اور جو اونمین اہل طاعت ہین سو وہ ہمارے دینی بہائی ہین اور ہمکو حکم الٰہی ہے کہ اپنے دشمنونکی انسان ہون یا جن دشمنی کرین اور وسنے

نحاربهم طلبا لمرضاته وابى اكثر الناس الا مسالمتهم وموالاتهم فسلطهم الله تعالى عليهم عقوبة لهم لانهم لما استجابوا لهم حين اغروهم
واسطی طلب رضامندی اللہ کے لڑین اور اکثر لوگ اس حکم سی پہر کر اونکی محبت کے طلبگار ہو گئے سوئی اونکو اللہ تعالیٰ اونپر عقوبت کی لئی غالب کر دیا کیونکہ اونہون نے جب اونکو

وامروهم بالفسق والفجور واطاعوهم في الفساد والشرور اقتضت الحكمة الالهية ان يسلطوا عليهم بالطعن فيهم
فسق و فجور کیطرف بلایا تو مان گئے اور فساد اور شرور مین مطیع ہو گئی تو حکمت الٰہی نی چاہا کہ یہہ اونپر غالب آکر اون مین طعن قایم کرین

كما يسلط عليهم اعداءهم من الانس حين افسدوا في الارض ونبذوا كتاب الله تعالى وراءهم فهذه المحاربة طعنة من
جیسے کہ اونپر اونکی دشمن انسان غالب ہو جاتی ہین جب وہ ملک مین فساد برپا کرتے ہین اور کتاب اللہ کو پس پشت ڈالتی ہین بس یہہ محاربت صف جنگ
الانس والطاعون طعنة من الجن وكل منهما يسلط عليهم بتقدير العزيز الحكيم عقوبة لهم لمن يستحق العقوبة وشهادة
انسان کی ہی اور طاعون صف جنگ جنات کی ہی اور یہہ دونوں اونپر اللہ عزیز حکمت والی کی تقدیر سے وہی عذاب مستحق عذاب کے اور وہی شہادت مستحق
لمن هو اهل لها فهذه سنة الله تعالى في العقوبات التي يقع عامة فيكون طهر اللمتقين وعذابا للفاجرين وقد ثبت
شہادت کے مسلط ہو جاتی ہین پس اس عقوبات مین جو عام نازل ہوتی ہین عادت الٰہی یہہ ہی جاری ہی سو متقیون کی واسطی طہارت اور بدکارونکی لئی عذاب ہی اور حدیث
في الحديث ان سبب وقوع الطاعون ظهور الفاحشة واعلان المنكرات على ما روى عن ابن عمر انه عليه السلام قال لن يظهر
مین ثابت ہو چکا ہی کہ وبا پڑنیکا سبب ہے فاحشہ کا ظاہر ہونا اور منکرات کا برملا عمل مین آنا موافق روایت ابن عمر کے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا یہہ کبھی نہوگا
الفاحشة في قوم قط حتى يعلنوها الا فشى فيهم الطاعون واخرج مالك عن ابن عباس موقوفا والطبراني مرفوعا ما فشا
کہ کسی قوم مین فاحشہ تو ایسا ظاہر ہو کہ برملا ہونے لگی اور وبا نہ پڑی اور مالک نے ابن عباس سے موقوفا اور طبرانی نی مرفوعا نقل کیا ہی نہین ظاہر ہوا
الزنا في قوم قط الا كثر فيهم الموت قال ابن حجر الحكمة في ذلك ان حد الزنا في المحصن ازهاق الروح بصفة مخصوصة وهي
زنا کبھی کسی قوم مین مگر اونمین مرنیکی کثرت ہوئی ہے ابن حجر کہتا ہی حکمت اسمین یہہ ہے کہ زنا کی حد محصن کے حق مین جان کا نکالدینا ہی بطور خاص یعنے
الرجم فاذا لم يقم فيه الحد يسلط عليهم الجن ليقتلوهم قال السيوطي ومن تتمة ذلك ان الزنا لما كان في غالب الاحوال
سنگسار کرکر پھر جب اوسمین یہہ حد قایم نہ ہوئی تو جن اونپر تعینات ہوئے تاکہ اونکو قتل کرین سیوطی کہتا ہی اسکا تتمہ یہہ ہے کہ زنا چونکہ اکثر اوقات
يقع سرا يسلط الله عليهم عدوا يقتلهم سرا من حيث لا يرونه وقاعدة العذاب انه اذا نزل بقوم يعم المستحق وغيره
پوشیدہ واقع ہوتا ہی تو اللہ تعالی بھی اونپر ایسا دشمن تعینات کرتا ہی کہ پوشیدہ مارڈالے ایسا کہ کسیکو معلوم نہو اور عذاب کا قاعدہ یہہ ہے کہ جب کسی قوم پر نازل ہوتو مستحق و غیر مستحق سب کو
ثم يبعثون على نياتهم كما روى عن عبد الله بن عمر انه عليه السلام قال اذا انزل الله بقوم عذابا اصاب العذاب من كان فيهم
پھر وہ اپنی اپنی نیتون کی موافق مبعوث ہوتی ہین چنانچہ عبد اللہ بن عمر سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ جب اللہ تعالی کسی قوم پر عذاب نازل فرماتا ہی تو جو وہاں ہوتا ہی سب کو پہنچتا ہی
ثم يبعثون على نياتهم قال العلماء انما يصيب العذاب جميع الناس لظهور المنكرات والاعلان بها لان انكارها وتغيرها
پھر وہ اپنی نیت پر مبعوث ہوتی ہین علماء کہتی ہین کہ تمام لوگونکو عذاب اسلئے پہنچتا ہی کہ منکرات ظاہر اور برملا عمل میں آتی ہین اور منکرات کا منع کرنا اور بدلنا
يصير واجبا عليهم فمن راى ولم ينكر صار كمن فعل في استحقاق العقوبة كما روى عن ابن عباس انه قيل يا رسول الله
اونپر واجب ہو جاتا ہی پھر جو دیکھی اور اونکو منع نکری تو وہ استحقاق عقوبت مین ایسا ہے گویا کہ عمل کرتا ہی چنانچہ روایت ہے ابن عباس سے کہ کسی نی عرض کیا یا رسول اللہ
اتهلك القرية وفيها الصالحون قال نعم قيل بم يا رسول الله قال بتهاونهم وسكوتهم عن معاصي الله تعالى فتران
کیا تمام گانو ہلاک ہو جاتا ہی اور اوسمین صلحا ہوتی ہین فرمایا ہاں عرض کیا کس خطا پر یا رسول اللہ فرمایا خدا کی نافرمانی پر اونکی سستی اور چپ رہنی سے پھر بیشک وہ
الطاعون وان كان يقع عذابا لهم بسبب سكوتهم عن المنكرات عند ظهورها لكن لما جعل لهم كفارة وطهرة كان لهم
وبا اگرچہ اونکی لئے منکرات کی ظہور پر چپ رہنی کی سزا مین عذاب آتا ہی پر چونکہ اونکی لئی کفارہ اور طہارت ہے تو اونکی حق مین
رحمة كما روى عن ام المؤمنين عائشة رض انه عليه الصلوة والسلام قال اذا كثر ذنوب العبد ولم يكن له ما يكفرها ابتلاه
رحمت ہے چنانچہ ام المؤمنین عائشہ سے روایت ہی کہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا جب بندہ کی گناہ بہت ہو جاتی ہین اور کفارہ اوسکا کچھ نہین ہوتا
الله تعالى بالحزن ليكفرها ويجوز ان يكون في حق من لم يقصر فيما وجب عليه من الامر بالمعروف والنهي عن المنكر لزيادة
تو اللہ تعالی کفارہ کیواسطی اوسکو غم مین مبتلا کردیتا ہی اور احتمال ہی کہ اوسکی حق مین جو تمام واجبات یعنی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر مین قصور نکری واسطے افزایش
حسناته كما جاء في الحديث ان الرجل لتكون له عند الله تعالى منزلة فما يبلغها بعمله فما يزال الله يبتليه بما يكرهه
حسنات کی ہو چنانچہ حدیث مین آیا ہی کوئی شخص تقدیر الٰہی مین ایک مرتبہ کی لائق ہوتا ہی کہ اوسکو عمل کی برکت سی نہین حاصل کرسکتا تو اللہ تعالی اوسکو ہمیشہ مکروہات مین مبتلا کرتا

حتى يبلغه إياه وقد ورد في الحديث أن الطاعون شهادة للمؤمنين ورحمة لهم ورجز على الكافرين وهو صريح في أن

آخر وہ دین پر پہنچ جاتا ہے اور بیشک حدیث میں آیا ہے کہ طاعون مومنین کے حق میں شہادت اور رحمت ہے اور کافروں کے لئے عذاب ہے اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ

كونه شهادة ورحمة خاصة بالمؤمنين وإذا وقع في الكافر فإنما هو عذاب عجل عليه في الدنيا وله في الآخرة أشد

طاعون مومن کے لئے شہادت اور رحمت ہے اور جب کافر پر پڑے تو وہ عذاب ہے کہ اوس پر جلدی سے دنیا میں آگیا اور آخرت میں اوسکے لئے

العذاب وأما العاصي المرتكب الكبيرة من هذه الأمة إذا كان مصرا عليها ولم يتب عنها فكون الطاعون شهادة

سخت عذاب ہے اور رہا گنہگار کبیرہ کرنے والا اس امت میں سے گناہ کبیرہ پر اڑا ہوا اور توبہ نہیں کی ہو تو اوسکے حق میں طاعون کا شہادت ہونا

له محل نظر إذ يحتمل أن يقال إنه لا ينال درجة الشهادة لشؤم ما كان متلبسا به من الذنوب وقد قال الله تعالى

محل نظر ہے اس واسطے کہ ہو سکتا ہے کہ کہا جائے کہ وہ شخص ان گناہوں کی وبال کی نحوست میں مبتلا تھا شہادت کا درجہ نہیں پا سکتا اور بیشک اللہ تعالی فرماتا ہے

أم حسب الذين اجترحوا السيئات أن نجعلهم كالذين آمنوا وعملوا الصالحات والصواب أن الطاعون

کیا خیال کیے ہیں جنہوں نے کمائی ہیں برائیاں کہ ہم کر دینگے اونکو برابر انکی جو یقین لائے ہیں اور کیے ہیں بھلے کام اور یہ بھی کہ طاعون

ينشأ عن ظهور الفاحشة ويقع عقوبة بسبب المعصية فكيف يكون شهادة ويحتمل أن يقال بل تحصل له درجة الشهادة لعموم الأخبار الواردة

فاحشہ کے ظاہر ہونے سے پیدا ہوتی ہے اور گناہ کے سبب سے عقوبت ہوتی ہے پھر شہادت کیونکر ہو سکتی ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ کہا جائے کہ شہادت کا درجہ پا لیگا

ولا سيما الحديث الوارد عن أنس أنه عليه الصلاة والسلام قال الطاعون شهادة لكل مسلم فإنه صريح في العموم وبالقياس

سو اس لئے کہ حدیثوں میں حکم عام ہے خاص کر اس حدیث میں جو انس روایت کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام فرماتا ہے طاعون ہر مسلم کے لئے شہادت ہے اسکا مضمون صاف علی العموم ہے

على شهيد المعركة أن يحكم له بالشهادة ولو كان له ذنوب كبيرة لم يتب عنها لا سيما للحديث الوارد

اور معرکہ جنگ کے شہید پر قیاس کر کر جسکو شہادت کا حکم دیا جاتا ہے اگرچہ اوس پر کبیرہ گناہ ہوں اور توبہ نہ کی ہو خاص کر اس حدیث کی دلیل سے کہ

أن الشهيد يغفر له كل ذنب إلا الدين وسائر التبعات في معنى الدين ولا يلزم من حصول درجة الشهادة لمن اكتسب السيئات

شہید کی تمام گناہ بخش دیے جاتے ہیں مگر قرض اور تمام حقوق قرض کے معنی میں ہیں اور یہ لازم نہیں آتا کہ ایک شخص جو گناہ کرتا رہا شہادت کا درجہ پا کر

أن يساوي المؤمن الكامل في المنزلة لأن درجات الشهداء متفاوتة نعم يستفاد من الحديث أن الشهادة لا تكفر

مومن کامل کے درجہ میں برابر ہو جاوے اس واسطے کہ شہیدوں کے مرتبے کمتی بڑھتی ہوتے ہیں البتہ حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ شہادت حقوق

التبعات لكن التبعات لا تمنع الشهادة إذ ليس للشهادة معنى إلا أنها إذا حصلت لشخص يثيبه الله تعالى ثوابا مخصوصا

کو نہیں مٹاتی لیکن حقوق مانع نہیں ہیں شہادت سے اس واسطے کہ شہادت کے یہی معنی ہیں کہ جب کسی کو نصیب ہو تو اوسکو اللہ تعالی ثواب خاص دیتا ہے

ويغفر له ذنوبه غير التبعات ثم إن كان له أعمال صالحة فهي تنفعه في موازنة ما عليه من التبعات وتبقى له درجة الشهادة

اور سوائے حقوق کے اوسکے تمام گناہ بخش دیتا ہے پھر اگر اوسکی نیکیاں ہیں تو وہ حقوق کے مقابلہ میں فائدہ دینگی اور درجہ شہادت کا اوسکے لئے بچا رہیگا

وإن لم يكن له أعمال صالحة فالشهادة تكفر أعماله السيئة غير التبعات وهو في حق التبعات في مشيئة الله تعالى

اور اگر کچھ اعمال صالحہ نہیں تو شہادت اوسکی گناہوں کو سوائے حقوق کے تو محو کر دیگی اور باقی حقوق اللہ تعالی کی مشیت میں رہینگے

وإنه تعالى إذا أراد أن لا يعذبه يرضي عنه خصمه كما روي أنه عليه الصلاة والسلام بينما هو جالس إذ ضحك حتى

بیشک اللہ تعالی اگر چاہے کہ اوس پر عذاب نہ ہو تو اوسکے خصم کو راضی کر دیگا جیسا کہ روایت ہے کہ نبی علیہ السلام ایک وقت بیٹھے ہوئے تھے ایسے ہنسے

بدت ثناياه فقيل له لم تضحك يا رسول الله قال رجلان من أمتي جثيا بين يدي رب العزة فيقول أحدهما يا رب خذ

کہ دندان مبارک نظر آنے لگے پھر کسی نے پوچھا یا رسول اللہ آپ کیوں ہنسے فرمایا میری امت کے دو شخص رب العزت کے سامنے آئے ایک کہتا ہے اے رب میری مراد

لي مظلمتي من هذا الأخ فيقول الله تعالى أعط أخاك مظلمته فيقول يا رب لم يبق من حسناتي شيء فيقول الله تعالى

اس بھائی سے دلوادے پھر اللہ تعالی فرماتا ہے اپنے بھائی کا حق ادا کر دے وہ جواب دیتا ہے کہ میری پاس تو کوئی بھلائی باقی نہیں رہی پھر اللہ تعالی مدعی سے کہتا ہے

للطالب ما تصنع باخیك لم یبق من حسناته شیء فیقول یا رب فلیحمل عنی اوزاری ففاضت عینا رسول الله
طالب مدعی سی کہیگا اب تو اپنی بہائی سی کیا معاملہ کریگا اسکی پاس تو کوئی حسنہ باقی نہیں رہا پہر وہ کہیگا یارب پہر وہ میرا بوجہ یعنی گناہ اوٹہالی بس دونوں آنکہیں رسول الله
صلی الله علیه وسلم وقال ان ذلك الیوم لیوم عظیم یحتاج الناس فیه ان یحمل عنهم اوزارهم ثم قال فیقول الله تعالی
صلی الله علیه وسلم کی ٹپک پڑین اور فرمایا بیشک وہ دن بڑا سخت ہے لوگ اسکی حاجت ہوگی کہ اونکی گناہ اوروں پر پڑ جاوین پہر آپ نے فرمایا پہر الله تعالی
للطالب حقه ارفع بصرك فانظر الی الجنان فیرفع بصره فیری مدائن من فضة وقصورا من ذهب مکللة باللؤلؤ فیقول
مدعی سی فرماویگا نگاہ اوٹہا کر جنت کی طرف تو دیکہ پہر وہ آنکہ اوٹہا کر دیکہتا ہی شہر کی شہر چاندی کی اور محل کے محل سونے کی تمام موتی جڑی ہوئے پہر عرض کریگا
لمن هذا یا رب فیقول الله تعالی هذا لمن یعطی ثمنه فیقول فمن یملك ثمنه یا رب فیقول الله تعالی انت تملکه فیقول
الٰہی یہ کسکی ہین پہر الله تعالی فرماویگا جو کوئی اسکی قیمت ادا کرے پہر عرض کریگا اسکی قیمت کسکی پاس ہے پہر الله تعالی فرماویگا اسکی قیمت تیری پاس ہے پہر عرض کریگا
بماذا یا رب فیقول الله تعالی بعفوك عن اخیك فیقول یا رب قد عفوت عنه فیقول الله تعالی خذ بید اخیك وادخله
کس چیز کی بدلے پہر الله تعالی فرماویگا تیری اس بہائی کی معافی کی بدلے پہر عرض کریگا الٰہی مین نے بیشک اوسکو معاف کیا پہر الله تعالی فرماویگا اپنی بہائی کا ہاتہ پکڑ اور جنت مین لیجا
الجنة ثم قال رسول الله صلی الله علیه وسلم فاتقوا الله واصلحوا ذات بینکم فان الله تعالی یصلح بین المؤمنین
پہر رسول الله صلی الله علیه وسلم نے فرمایا الله سے ڈرو اور آپسمین ملاپ رکہو کیونکہ الله تعالی قیامت کے روز مومنون مین
یوم القیمة قال القرطبی نقلا عن شیخه هذا لبعض الناس ممن اراد الله تعالی ان لا یعذب به وکذا ما روی عنه علیه الصلوة
ملاپ کرویگا قرطبی اپنی اوستاد سی نقل کرتا ہی یہہ حال کسی کسی کا ہی جسکو الله تعالی عذاب سی بچانا چاہے اور ایسی ہی وہ جو نبی علیه الصلوة
والسلام ان منادیا ینادی یوم القیمة من تحت العرش یا امة محمد اما ما کان لی قبلکم فقد وهبته لکم فبقیت التبعات
والسلام سے روایت ہی کہ ایک منادی قیامت کی دن عرش کے تلی سی آواز دیگا ای امت محمد کی جو میرا حق تمہاری ذمہ تہا مین نے تمکو بخشدیا اب حقوق عباد باقی رہی
فتواهبوا وادخلوا الجنة برحمتی هذا ایضا لبعض الناس اذ لو کان فی جمیعهم لما دخل احد النار وقد ورد اخبار صحیحة
سو ہر ایک دوسرے کو معاف کرکی میری رحمت سے جنت مین چلی جاؤ یہہ بہی کسی کسی کی واسطی ہی کیونکہ اگر سب کے لئی یہہ ہو تو کوئی بہی دوزخ مین نہ جاوی اور بیشک صحیح حدیثین
نقلها ثقات ولا بد من الایمان بها ان من کان من اهل الایمان لا یبقی فی النار بسبب العصیان بل یخرج منها ولو بعد حین
جو ثقات کی روایت سے آئی ہین اونپر بہی ایمان لانا ضرور ہی کہ کوئی ایماندار گناہوں کی سبب سے دوزخ مین ہمیشہ نہین پڑا رہیگا نکالدیا جاویگا اگرچہ بعد زمانہ طویل
وزمان والخروج منها لا یکون الا بعد الدخول فیها عصمنا الله تعالی عن الدخول فیها المجلس الستون فی بیان فضیلة الصبر فی
یا زمانہ دراز کی اور دوزخ سے باہر آنا بدون دخول ہوئی نہین ہو سکتا الٰہی ہمکو دوزخ مین جانے سی بچائیو ساٹہویں مجلس صبر کی فضیلت کا بیان
موضع الطاعون وعدم جواز الدعاء لرفعه قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لیس من احد یقع الطاعون فیمکث
موضع طاعون مین اور اوسکی دفع کے لئی دعا کا نہ جائز ہونا رسول الله صلی الله علیه وسلم نے فرمایا ایسا کوئی نہین کہ طاعون واقع ہو پہر
فی بلده صابرا محتسبا یعلم انه لا یصیبه الا ما کتب الله له الا کان له مثل اجر الشهید هذا الحدیث من صحاح المصابیح
اوس شہر مین صبر کرکر ثواب کے لئی بیٹہا رہی کہ جو الله تعالی نے لکہہ چکا ہی مگر اوسکی واسطی برابر اجر شہید کے ہوگا یہہ حدیث مصابیح کی صحیح حدیثونمین سی
رویٰه ام المؤمنین عائشة رض قال ابن حجر مقتضی هذا الحدیث ان اجر الشهید یکون لمن لا یخرج من البلد الذی
ام المؤمنین عائشہ کی روایت سی ابن حجر کہتا ہی مقتضی اس حدیث کا یہہ ہی کہ شہید کا اجر اوسکو ہوتا ہی جو اوس شہر مین سی جہاں
وقع فیه الطاعون ویکون فی حال اقامته قاصدا ثواب الله تعالی راجیا موعده عارفا بان ما یقع له فهو بتقدیر الله تعالی
طاعون واقع ہوا ہی چلا نجاوی اور وہاں ٹہرا ہوا اوس سی ثواب کا ارادہ کرے اور اوسکے وعدہ کا امیدوار رہی یہہ سمجہکر کہ مجہپر جو گذریگا سو تقدیر الٰہی سی ہے
وما یصرف عنه فهو بتقدیر الله تعالی غیر متضجر بوقوعه معتمدا علی ربه فی کل حال فمن اتصف بهذه الصفات فهو
اور جو ٹل جاویگا سو تقدیر الٰہی سی ہے اوسکی واقع ہونی سی دل تنگ نہو اپنی رب پر ہر حال مین بہروسہ رکہی سو جس شخص مین یہہ صفات موجود ہون پہر وہ

بعد الطاعون فظاهر الحديث ان اجر الشهيد يحصل له وتؤيده رواية من مات في الطاعون فهو شهيد الحديث حسب ليعمل الطاعون
طاعون سے نہ مری تو بھی موسم طاعون کے ظاہر حدیث کی اسکو شہید کا ثواب ملتا ہی اور یہ بات تائید اس روایت کرتی ہی جو شخص طاعون میں مر جائے وہ شہید ہے اگر حدیث کی
ثم قال لو وجد في شخص هذه الصفات ثم مات بعد انقضاء زمن الطاعون فظاهر الحديث انه يكون شهيدا و
پھر کہا اس شخص میں یہ صفتیں موجود ہوں پھر وہ بعد گذرنے موسم طاعون کی مری تو ظاہر حدیث سے معلوم ہوتا ہی کہ وہ شہید ہے اور
نية المؤمن خير من عمله ثم قال ومما يستفاد من هذا الحديث ان الصابر في الطاعون المتصف بالصفات المذكورة
مومن کی نیت عمل سے بہتر ہوتی ہی پھر کہا اور اس حدیث سے یہی نکلتا ہے کہ طاعون میں صبر کرنے والا جو ان صفات مذکورہ سے موصوف ہو
يأمن فتنة القبر لانه نظير المرابط في سبيل الله تعالى وقد صح ذلك في المرابط كما في حديث مسلم وغيره ثم
تو فتنہ قبر سے محفوظ رہیگا اسلئے کہ گویا گھوڑا الله کی راہ میں جہاد میں تیار ہی اور یہ ثواب مرابط کے حق میں ثابت ہو چکا ہی جیسا کہ حدیث مسلم وغیرہ میں موجود ہے
قال واما من لم يتصف بالصفات المذكورة بل يشتد ضجره ويشتغل بوجوه من الحيل في دفعه بانواع الاشياء
اور جس شخص میں صفات مذکورہ موجود نہوں بلکہ نہایت دل تنگ ہو جاتا ہی اور دفع کرنیکو اس قسم کی حیلے طرح طرح کی باتیں جو دوا کی دور کرنیکو
التي يقال انها تدفعه كالرقى والخواتيم والتعويذات التي تعلق في الرؤس وتكتب على الابواب وتتسامح بانواع الطرق
مشہور ہیں کیے جاتے ہیں جیسے منتر اور نقوش اور تعوید جو گلے میں ڈالتے ہیں اور دروازوں پر لکھتے ہیں وسکون ایسا قسم کی فال سے
التي نهى الشارع عنها ويحيل امره على الهوى والماء من غير نظر الى سببه الحقيقي الذي هو ظهور الفاحشة واعلان المنكرات
جو شرع میں ممنوع ہیں اور جو یہ کہ اسکے حال کا آب وہوا اور حقیقی سبب کا کچھ خیال نہیں جو ظاہر ہونا فحش کا اور برملا ہونا منکرات کا ہے
ويحبس عن عيادة المرضى وحضور الجنائز التي ترقق القلوب وتستجلب الدموع وتورث الخشية والخشوع واكثرهم
اور بیماروں کی عیادت اور جنازہ پر جانا ترک کرتا ہی جسے دل نرم ہوتے ہیں اور آنسو ٹپکتے ہیں اور خوف اور انکسار پیدا ہوتا ہی اور اکثر لوگ
يموتون في زمن الطاعون بالطاعون وغيره فيفوتهم درجة الشهادة بسبب عدم امتثالهم بالامر بالصبر عليه
طاعون کی موسم میں طاعون وغیرہ سے مر جاتے ہیں سو انکو درجہ شہادت کا نہیں ملتا کیونکہ انہوں نے حکم کے طاعون پر صبر کیا
عند وقوعه وقد يموت بعض منهم فيزعمون انه يقوم بعد موته ويخرج من قبره ليلا ويدور بيوت الناس و
اور ان میں کوئی مر جاتا ہی تو یہ کہتے ہیں کہ موت کی بعد اٹھتا ہی اور رات کو قبر میں سے نکل کر لوگوں کے گھروں میں پھرتا ہے
يدعو بعض اصحابها ويموت من دعاه وهذا الزعم يشقون قبره وينبشونه ثم يصابهم جرحه ويحرقونه كما يفعله
اور ان میں کسی کسی کو پکارتا ہی پھر جسکو وہ پکارتا ہی مر جاتا ہی اسی گمان سے قبر اسکی کھودتے ہیں اور بدن کو جلا دیتے ہیں
كفار الهند معكون هذه الافعال كلها مما ورد النهي عنها في الشرع المحمدي وانما يرتكبونها لفرارهم عن الطاعون وكراهتهم
کفار ہند ہی کرتے ہیں باوجودیکہ یہ تمام حرکات دین محمدی میں سراسر ممنوع ہیں اور یہ حرکات اسی لئے کرتے ہیں کہ طاعون سے گھبراتے ہیں اور مکروہ سمجھتے ہیں
له وقد ثبت انه عليه السلام دعا لامته وقال اللهم اجعل فناء امتي بالطعن والطاعون وبعضهم وان استشكل
اور مشکل بات جو نکلتی ہے کہ نبی علیہ السلام نے امت کیلئے اسکی دعا کی ہی فرمایا ہی الہی میری امت کی موت طعن اور طاعون سے دیجیے اور بعضوں نے اگرچہ اس حدیث پر
هذا الحديث بان اكثر الامة يموتون بغيرهما لكن اجيب بانهما الغالب على فناء الامة وهو صحيح بلا شك اذ لو استقرئ
یہ اعتراض کیا ہی کہ موت اکثر امت کی تو بغیر طعن اور طاعون کی ہوتی ہی لیکن جواب ہے کہ اکثر یہی دو ہیں امت کے موت کے لئے ہوتی ہیں اور یہ بات مسلک صحیح ہی کیونکہ اگر تحقیق
الامر لوجد العدد الذي مات في الطاعون اكثر من العدد الذي مات بما سواه وبين الطاعون الذي قبله فكيف اذا انضم
تلاش کرو تو گنتی طاعون کے مردوں کی اور مردوں سے زیادہ ہوگی جو دوسرے اسباب سے طاعون کے پہلے طاعون کے مرے پھر اگر مقتولین کو شامل
اليه القتل الحاصل في الجهاد وفي الفتن فان قيل كيف دعا على امته بالهلاك فالجواب ان المقصود من هذا الدعاء ليس
کریں جو جہاد یا فتنہ میں قتل ہوئے ہیں تو کیونکہ زیادہ ہوگی پھر اگر کوئی یہ کہے کہ امت کی ہلاک کی کیوں دعا کی تو جواب یہ ہے کہ اس دعا سے ہلاک کا کوسنا مقصود نہیں ہے

دعاء علیهم بالهلاك وان كان من لوازمه الهلاك بل المراد منه حصول الشهادة لهم بكل من الامرین لان الموت

اگرچہ ہلاکت اوسکی لوازم سے ہی بلکہ مطلب دعا سے یہ ہے کہ ان دونو اسباب کے اونکے لئے شہادت مطلوب ہی کیونکہ موت تو ایسے سببوں سے ہو گی جو

امر لازم لا خلاص منه فكان محط الدعاء علی جعل كل منهما سببا للموت الذی قدره الله تعالی ولا مفر منه حتی

کہ اوس سے اصلا مخلصی نہیں ہے پس مطلب دعا کا یہہ ہی کہ طعن اور طاعون ہی موت آ جاوے جو اللہ تعالی نے مقرر کی ہی اور اوس سی کوئی بچاؤ نہیں ہے

یحصل بكل منهما الشهادة اما حصولها بالطعن الذی هو القتل الحاصل فی الجهاد والفتن فظاهر واما حصولها

تاکہ ان دونوں سے شہادت ہو اگر یہ پھر حصول شہادت طعن سے جو کہ جہاد میں یا فتنہ میں مارے جاتے ہیں ظاہر ہے رہا حصول شہادت کا

بالطاعون فلما ثبت بالحدیث انه وخز اعدائنا من الجن فیكون شهادة بلا ریب ولهذا كان الدعاء برفعه غیر

طاعون سے سو اسلئے کہ حدیث سے ثابت ہوا ہی کہ طاعون کوچا ہماری دشمنوں جنات کا ہے پس بیشک شہادت ہے اور اسی لئی اوسکے رفع کی دعا جایز نہیں ہے

مشروع قال المنبجی یكره لان معاذا امتنع منه واعتل بان الطاعون شهادة ورحمة ودعوة نبینا محمد علیه السلام

منبجی کہتا ہی کہ مکروہ ہی اسلئے کہ معاذ رضہ نے دعا نکی اور یہہ حجت کی کہ طاعون شہادت اور رحمت ہے اور ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا

علی ما روی عن عبد الله بن رافع ان اباعبیدة بن الجراح لما اصیب فی طاعون عمواس استخلف معاذا واشتد الامر

موافق روایت عبد اللہ بن رافع کے کہ ابوعبیدہ بن جراح جب طاعون عمواس میں مبتلا ہوکر فوت ہوا معاذ رضی اللہ عنہ کو اپنا نائب کیا اور ایسی شدت ہوئی

فقال الناس لمعاذ ادع الله یرفع هذا الرجز فقال انه لیس برجز ولكنه دعوة نبیكم وموت صالحین قبلكم وشهادة

معاذ سے کہا کہ اللہ سے دعا مانگو کہ یہہ عذاب دور ہو جاوے معاذ نے کہا یہہ عذاب نہیں ہے بلکہ یہہ تمہارے نبی کی دعا ہی اور اگلے صلحا کی موت اور شہادت ہی

یخص الله تعالی بها من یشاء منكم اللهم آت آل معاذ نصیبهم الاوفر من هذه الرحمة فهذا القول من معاذ صریح بان

تم میں سی جسکو چاہے اللہ عطا فرماوی الٰہی معاذ کی آل کو بڑا حصہ اس رحمت میں سی عطا کر اور معاذ کی یہہ تقریر صریح ہے کہ

الدعاء برفعه غیر مشروع وقد صح ان معاذا اعلم الامة بالحلال والحرام وانه امام الفقهاء یوم القیامة فلو كان مشروعا

اسکے دور ہونیکی دعا جایز نہیں ہی اور تحقیق ہو چکا ہے کہ معاذ تمام امت میں حلال اور حرام کو خوب جانتا تھا اور قیامت کی روز تمام فقہا کا پیشوا ہوگا اگر دعا

لما احوجهم ان یسئلوه بل كان یفعل من تلقاء نفسه بل لو كان مباحا لبادر بفعله عند سؤال الرعیة عنه لما ظنوا

جایز ہوتی تو لوگوں کی کہنے کی کیا حاجت تھی بلکہ وہ خود بخود دعا کرتا بلکہ اگر دعا مباح ہوتی تو فورا کرتا جب لوگوں نی اوس سے عرض کیا تھا اس خیال سے کہ ہمارے حق میں

انه مصلحة لهم وقد صرح الحنابلة المسئلة وقال صاحب الفروع منهم لا یقنت له لانه لم یثبت القنوت فی طاعون

بہتر ہے اور حنبلیوں نے اس مسئلہ کو صراحت سے بیان کیا ہی اور صاحب فروع اونمیں سی کہتا ہی اسکی دعا نکریں اسلئے کہ طاعون عمواس میں دعا ثابت نہیں ہوئی

عمواس وغیره وابن الحجر وان مال الی مشروعیته فرادی الا انه منع الاجتماع له وقال واما الاجتماع للدعاء برفعه كما فی

اور ابن حجر اگرچہ پسند کرتا ہی کہ الگ الگ جایز ہی مگر اجتماع کو وہ بھی منع کرتا ہے اور کہتا ہی کہ جماعت کرنی رفع کی دعا کی لئی جیسے

الاستسقاء فبدعة حدثت بدمشق فی الطاعون الكبیر سنة تسع واربعین وسبعمائة ولم یفد شیئا بل ازداد الامر

نماز استسقا میں ہوتی ہی سو بدعت ہی دمشق میں جاری ہوئی تھی بڑے طاعون ۷۴۹ھ سات سو انچاس میں اور کچھ فائدہ بھی نہوا بلکہ حال اور بھی

شدة ثم قال ولو انه كان مشروعا لم یخف علی السلف ولا علی فقهاء الامصار واتباعهم فی الاعصار الماضیة فلم یبلغنا

تباہ ہو گیا پھر کہا اور اگر دعا جایز ہوتی تو سلف پر پوشیدہ نرہتی اور نہ ملک کی فقہا پر اور نہ اونکی تلامذہ پر زمانہ گذشتہ میں سو اس باب میں ہمکو نہ کوئی روایت پہنچی

فی ذلك خبر ولا اثر عن المحدثین ولا فرع مسطور عن احد من الفقهاء وائمة الدین وقد تمسك قوم علی مشروعیته بقول

اور نہ محدثین سی کوئی اثر اور نہ کوئی جزئی کسی فقیہ اور دین کی امام کی لکھی ہوئی ہے اور ایک قوم نے جواز دعا پر بعضے فقہا کے

بعض الفقهاء ان القنوت فی الصلوات كلها مشروع عند النوازل وان الاجتماع والدعاء لعموم الامراض جائز وقالوا ان تصریح

اس قول سی تمسک کیا ہی کہ دعا قنوت تمام نمازوں میں بوقت نزول حوادث کی مشروع ہے اور جماعت کرنی اور دعا مانگنی عموم امراض کی واسطے جایز ہے اور قوم نے تصریح

بالرفع

بالمرض العام ثم أراد التصريح بالوباء الذي يسمى الطاعون وهو أيضاً من أشد النوازل والجواب أن كلاً من الوباء والنوازل
عموم امراض کا نام لیا پھر نام لیا وبا کی جس کا نام طاعون ہی ہے اور یہ بھی سخت حادثہ ہے جواب یہ ہے کہ عام وبا اور حوادث
وإن كان عاماً يسمى الطاعون وغيره إلا أن الطاعون أخص بكونه شهادة ورحمة ودعوة نبينا محمد عليه الصلاة والسلام بخلاف
گو یہ عام ہیں کہ طاعون وغیرہ سب کو شامل ہیں مگر طاعون میں خاص کر شہادت ہوتی ہے اور رحمت ہے اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا ہے برخلاف
الوباء والنوازل ولهذا شرع الدعاء برفعها ولم يشرع برفع الطاعون ويؤيد ذلك ورود النهي عن الفرار منه دون الوباء و
وبا و حوادث کی واسطے اسی کے وبا و نوازل کی رفع کی دعا جاری ہے اور طاعون کے دفع کی جاری نہیں اسی کی تائید کرتی ہے طاعون سے بھاگنے کی ممانعت سوا وبا و
سائر النوازل فإنه قد وقع في العرب الأول مرات متعددة والصحابة يومئذ متوافرون وأكابرهم موجودون ولم ينقل عن
اور تمام حوادث کے کیونکہ طاعون عرب اول میں کئی بار ہوا اور صحابہ اس وقت بہت تھے اور بڑے بڑے موجود تھے کسی ایک سے منقول نہیں
واحد منهم أنه فعل شيئاً من ذلك أو أمر به والمراد من قول معاذ دعوة نبيكم حديث اللهم اجعل فناء أمتي بالطعن و
کہ کسی نے ایسا کیا ہو یا اس کا حکم دیا ہو اور معاذ کا قول تمہارے نبی کی دعا اس سے مراد یہ حدیث ہے الٰہی کر دے فنا میری امت کی طعن اور
الطاعون والمراد بالصالحين قبلكم وقد تكلم عليه الكلاباذي فقال يحتمل أن يكون المراد بهم بني إسرائيل فإن الطاعون
طاعون سے اور صالحین سے مراد پہلے لوگ ہیں کلاباذی نے گفتگو کی ہے اس میں کہتے ہیں کہ احتمال ہے کہ مراد ان لوگوں سے بنی اسرائیل ہوں کیونکہ طاعون
وإن كان قد وقع عذاباً لهم بسبب سكوتهم عن المنكر عند ظهوره إلا أنه قد جعل كفارة لهم وطهرة لما كان منهم
گرچہ اوپر عذاب [illegible] واقع ہوا تھا برائی پر چپ رہنے کے سبب مگر وہ ان کا کفارہ ہو گیا اور ان کا گناہ سے پاک کرنے والا ہے
من السكوت كما كان قتل بعضهم بعضاً كفارة لمن كان منهم عبد العجل فإنهم تائبون صالحون مسلمون وقد علم من
جیسے بعض کا بعض کو قتل کرنا کفارہ ہوا گوسالہ پرستی کا [illegible] کیونکہ وہ تائب اور صالح اور مسلم تھے اس سے معلوم ہوا
هذا أن الواجب على كل مسلم أن يسعى في إصلاح نفسه بإسقاط ما في ذمته من الفرائض والواجبات والاجتناب عن
کہ ہر مسلمان پر واجب ہے کہ اپنی اصلاح میں کوشش کرے اور جو فرض اور واجب ذمہ میں ہوں ادا کرے
المحرمات والمكروهات والتوبة عن الذنوب والسيئات والمبادرة إلى رد المظالم والتخلص من التبعات وهو مطلوب في كل
اور محرمات و مکروہات سے بچے اور گناہوں سے توبہ کرے اور حقوق کی ادائی اور مظالم کے رد میں جلدی کرے اور یہ ہر
وقت ويتأكد ذلك عند وقوع الوباء عموماً ولمن وقع به الطاعون خصوصاً لا سيما الوصية من غير تبع فيها خصيف لقوله عليه السلام
وقت مطلوب ہے اور وبا کے موسم میں عموماً تاکید ہے اور جو طاعون میں مبتلا ہو اس کو زیادہ خصوصاً وصیت [illegible] کیونکہ حدیث میں ہے نبی علیہ السلام نے
ما حق امرئ مسلم له شيء يوصي فيه يبيت ليلتين إلا ووصيته مكتوبة عنده فإن معناه إذا كان لامرئ مسلم شيء يريد أن يوصي فيه
[illegible] کسی مسلمان کا جس کے پاس کچھ مال ہو وصیت کے لائق کہ دو راتیں گزارے مگر وصیت اس کی لکھی ہو اس کے پاس اس کے معنی یہ ہیں کہ جب کسی مرد مسلمان کے پاس کچھ ہو کہ وصیت کرنا چاہے
فحقه ليس إلا أن يكون وصيته مكتوبة عنده لأنه لا يدري متى يوافيه منيته ويحول بينه وبين ما يريده وقيد الليلتين
تو حق اس کا یہی ہے کہ اس کی وصیت لکھی ہوئی اس کے پاس ہو کیونکہ کیا جانے کب اس کی موت آ جائے اور اس کے ارادہ کو روک دے اور دو رات کی قید
غير مقصود بل هو تنبيه على أنه لا ينبغي أن يمضي عليه زمان وإن كان قليلاً إلا ووصيته مكتوبة عنده لا سيما إذا كان عليه
کچھ مقصود نہیں بلکہ یہ تنبیہ ہے کہ یوں نہیں چاہیے کہ اس پر کچھ زمانہ گزرے گو تھوڑا ہو مگر اس کی وصیت لکھی ہو اس کے پاس خاص اس وقت کہ اس پر
دين أو وديعة أو غير ذلك من الحقوق في ذمته الوصية ويستحب تعجيلها لأنه لا يأمن أن يفجأه مرضه فيشغل السالة
دین یا امانت یا اور کچھ حقوق ہوں تو وصیت ضروری ہے اور جلدی اس لیے مستحب ہے کہ کیا خبر ہے کہ مرض اچانک آ جائے
فيموت بغير وصية فيكون آثماً بترك ما وجب عليه إن كانت الوصية واجبة عليه بأن كان عليه حق من حقوق الله تعالى
اور بغیر وصیت مر جاوے تب اس واجب کے ترک کرنے سے گنہگار ہوگا اگر وصیت اس پر واجب ہے کہ اس کے ذمہ کوئی حق اللہ کا ہو

وحقوق الناس وان لم یکن علیه من هذین الحقین بشیء لا یجب الوصیة بل یستحب ومحلها لمن کان له مال ولم یکن له

یا کوئی حق العباد باقی ہو اور اگر اوسکی ذمہ ان دونوں میں سی کچھ نہیں ہی تو وصیت واجب نہیں ہوتی بلکہ مستحب ہے اور محل وصیت کا اوسکی حق میں جسکی پاس مال ہو اور

وارث جمیع المال وان کان له وارث فثلث المال ویستوفیه فی الوصیة الواجبة ان احتیج الیه وینقص منه فی الوصیة

پر وارث نہیں تمام مال ہی اور اگر وارث ہی تو پھر تہائی مال اور تہائی مال میں سی واجب میں اگر حاجت پڑی تو پورا کردی اور وصیت مستحب میں تہائی سی کم

المستحبة وطریقها ان یذکرها بلسانه عند عدلین ویبین قدرها وجنسها وصفتها وان کتبها وقراها علیهما واشهدهما

اور طریقہ وصیت کا یہہ ہی کہ اپنی زبان سی دو عادل کی سامنی ذکر کری مقدار اوسکی اور جنس اور صفت بیان کردی اگر وصیت لکھ کر دو گواہ کر کے سنا دے اور انکو

علیها کان اولی لکن ینبغی له ان یحترز غایة الحذر ان یخص وارثا من ورثته بشیء علی وجه التملیك والاقرار فیکون خاتمة

گواہ کردی تو بہت بہتر ہی لیکن چاہیئے کہ ایسا ہرگز نکری کہ خاص ایک وارث کو کوئی چیز معین کر کی مالک کردی یا اوسکی لیے اقرار کردی پھر اوسکی خاتمہ کا

شر لا خاتمة خیر لان الله تعالی تولی قسمة المواریث بنفسه واعطی کل ذی حق حقه وعینه له فی کتابه الذی انزل علی

برا انجام ہی اچھا نہیں اسلئے کہ اللہ تعالی نے بذات خود قسمت میراث کا ذمہ دار ہوا ہی اور ہر ایک حقدار کی لئی اپنی کتاب میں جو اپنی رسول پر نازل کی ہی

رسوله وتوعد من عصاه وبدل حکمه بدخول النار والخلود فیها فقال فی اخر ایات المواریث ومن یعص الله ورسوله ویتعد

حصہ معین کر چکا ہی اور نافرمان کی حق میں جو اوسکی حکم کو تبدیل کرے دوزخ میں جانے کا ہمیشہ کی واسطے وعید فرمایا ہی چنانچہ مواریث کی اخیر آیات میں کہا ہی جو کوئی اللہ کی اور اسکی رسول کی بے حکمی کری

حدوده یدخله نارا خالدا فیها وله عذاب مهین وروی عن ابی هریرة رض انه علیه الصلوة والسلام قال ان الرجل والمراة

اور بڑھ جاوے اوسکی حدوں سے اوسکو داخل کریگا آگ میں ہمیشہ رہیگا اوسمیں اور اوسکو ذلت کا عذاب ہی اور ابو ہریرہ رض سے روایت ہے کہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا بیشک بعضی مرد اور عورت

لیعمل بطاعة الله ستین سنة ثم یحضرهما الموت فیضاران فی الوصیة فتجب لهما النار ثم قرا ابو هریرة قوله تعالی من بعد وصیة

ساٹھ برس تک اللہ کی عبادت کرتی رہتی ہیں پھر جب اونکی موت آتی ہی تو وصیت میں بے اعتدالی کرتے ہیں تو اونکی لئی دوزخ واجب ہو جاتا ہی پھر ابو ہریرہ نے یہ آیت پڑھی بعد وصیت

یُوصِیْ بِهَا اَوْ دَیْنٍ غَیْرَ مُضَارٍّ الی اخر الایة یسر لنا الله تعالی من الاعمال ما یوافق رضاه

المجلس الحادی والستون فی بیان

جو ہو چکے ہے یا قرض کی جب اوروں کا نقصان نکیا ہو آخر تک الہی ہمیں اعمال موافق اپنی رضا کی آسان کر

اکسٹھویں مجلس صبر کی بزرگی میں

فضیلة الصبر عند البلاء والمصائب وفضیلة الاسترجاع عندها

قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لا یزال البلاء بالمؤمن

بلیات اور مصائب پر اور اوس وقت انا للہ وانا الیہ راجعون کی پڑھنی کی فضیلت میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہمیشہ بلا مومن مرد

والمؤمنة فی نفسه وماله وولده حتی یلقی الله تعالی وما علیه من خطیئة هذا الحدیث من حسان المصابیح رواه ابو

اور عورت کی جان اور مال اور اولاد پر اوترتی رہتی ہی حتی کہ ایسا صاف ہو کر مرتا ہی کہ اوسپر کوئی گناہ نہیں رہتا یہہ حدیث مصابیح کی حسن حدیثوں میں ہی ابو ہریرہ کی روایت سے

هریرة ومعناه ان البلاء لا یزال یلحق بالمؤمن فی نفسه وماله وولده حتی یموت ولا یبقی له ذنب بل یکون ذنوبه

اسکی معنی یہہ ہیں کہ بلا ہمیشہ مومن کی جان اور مال اور اولاد پر آتی رہتی ہی آخر وہ مرجاتا ہی اور اوسکی ذمہ کوئی گناہ نہیں رہتا بلکہ اوسکی تمام گناہ

کلها زائلة عنه بسبب ما اصابه من البلایا والمحن وقد روی عن ام المؤمنین عائشة انه علیه الصلوة والسلام

اسلئے محو ہو جاتی ہیں کہ بلا اور محنتیں اوٹھاتا ہے اور ام المؤمنین عائشہ رض سے روایت ہی کہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے

قال اذا کثر ذنوب العبد ولم یکن له ما یکفرها ابتلاه الله تعالی بالحزن لیکفرها وروی عن ابی موسی الاشعری انه علیه

فرمایا جب کسی بندہ کی گناہ بہت ہو جاتی ہیں اور اونکا کچھ کفارہ نہیں ہوتا تو اللہ تعالی اوسکو غم میں مبتلا کر دیتا ہی کہ کفارہ ہو جاوے اور ابو موسی اشعری سی روایت ہے

الصلوة والسلام قال لا یصیب العبد نکبة فما فوقها او دونها الا بذنب وما یعفو الله تعالی عنه اکثر وقرا قوله تعالی

کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا بندہ پر کوئی گزند بہت یا تھوڑا ابدون گناہ کی نہیں آتا اور اکثر اللہ معاف کر دیتا ہے سو بہت ہیں اور یہ آیت پڑھی

وَمَا اَصَابَکُمْ مِّنْ مُّصِیْبَةٍ فَبِمَا کَسَبَتْ اَیْدِیْکُمْ وَیَعْفُوْ عَنْ کَثِیْرٍ یعنی ان ما اصابکم من مصیبة ای مصیبة کانت

جو پڑی تمکو کوئی سختی سو بدلا اوسکا جو کمایا تمہاری ہاتھوں نے اور معاف کرتا ہے بہت یعنی تمپر جو مصیبت آتی ہی کیسی ہی ہووے

ھی

فهي بسبب معاصيكم التي اكتسبتموها والله تعالى يعفو عن كثير من الذنوب فلا يعاقب عليها في الدنيا وقال علي المؤمن
سو وہ تمہاری نافرمانی کی شامت سے ہے جو تم کرچکے ہو اور اللہ تعالی بہتیرے گناہ معاف کردیتا ہے اونکی سزا دنیا میں نہیں دیتا اور علی رض کہتے ہیں مومن کیلئے
عند الله تعالى خمس عقوبات فاولها المرض ثم المصائب فان كان ذنوبه اكثر يعذب في قبره فان كان اكثر من ذلك
اللہ تعالی کی جانب سے پانچ عقوبتیں ہیں پہلی بیماری پھر مصیبتیں پھر اگر اوسکے گناہ زیادہ ہوتے ہیں تو قبر میں عذاب ہوتا ہے پھر اگر اس سے زیادہ ہوتے ہیں
يحبس على الصراط وان كانت اكثر من ذلك يعذب في جهنم على قدر ذنوبه ثم يخرج منها وهذا كله مختص بالمجرمين واما
تو صراط پر رکتا ہے اور اگر اس سے زیادہ ہوتے ہیں تو گناہوں کی موافق دوزخ میں عذاب ہوتا ہے پھر اوسمیں سے نکلیگا یہ تمام حال گنہگاروں کا ہے اور جو
غير المجرمين من المؤمنين فانما يصيبهم المصائب في الدنيا ليرفع درجاتهم في العقبى كما جاء في الحديث ان الرجل ليكون
بے گناہ مومن اونپر مصایب دنیا میں اسیلئے آتی ہے کہ اونکے درجات عقبے میں بلند کیجاویں جیساکہ حدیث میں آیا ہے کہ بعضے شخص کا ایک مرتبہ
له عند الله منزلة فما يبلغها بعمله فما يزال الله تعالى يبتليه بما يكره حتى يبلغها اياها والاحاديث في هذا المعنى
اللہ کے نزدیک مقرر ہوتا ہے سو وہ عمل کی برکت سے حاصل نہیں کرسکتا اس واسطے اللہ تعالی اوسکو مکروہات میں اتنا مبتلا رکھتا ہے کہ وہ مرتبہ پالیتا ہے اور اس باب میں حدیثیں
كثيرة لكن ينبغي ان يعلم ان الثواب الوارد لاهل البلاء في هذه الاحاديث وغيرها منوط بالصبر لا على نفس المصيبة
بہت ہیں لیکن سمجھنے کی بات ہے کہ ثواب اہل بلا کا جو ان حدیثوں میں اور اور جگہہ آیا ہے اوسکا مدار صبر پر ہے عین مصیبت پر نہیں ہے
على ما روي عن سفيان الثوري انه قال انما الاجر على قدر الصبر والصبر خلق كسبي يتخلق به الانسان ويختص به ولا
موافق روایت سفیان ثوری کی وہ کہتا ہے کہ اجر برابر صبر کے ہوتا ہے اور صبر ایسی سیرت کسبی ہے جسکو صرف انسان ہی حاصل کرسکتا ہے انسان ہی سے خاص ہے
يتصور في الملائكة والبهائم وهو ثبات القلب على احكام القدر والشرع وحبس النفس عن الجزع واللسان عن الشكوى
فرشتے اور جانوروں میں نہیں ہوسکتا یعنی تقدیر اور شرع کی احکام پر دل کا قایم رکھنا اور نفس کو بیصبری سے اور زبان کو شکوہ شکایت سے
والجوارح عن فعل ما لا ينبغي قال الشيخ الامام عز الدين بن عبد السلام قد ظن بعض الناس ان المصاب ماجور على مصيبته
اور اعضا کو بیہودہ کاروبار سے بند رکھنا شیخ امام عز الدین بن عبد السلام کہتا ہے بعضے لوگوں کا یہہ گمان ہے کہ شخص مصیبت زدہ مصیبت پر ماجور ہوتا ہے
وهذا خطاء لان المصائب ليس من كسبه اصلا لا مباشرة ولا تسببا وقد قال الله تعالى انما تجزون ما كنتم تعملون
اور یہہ گمان غلط ہے اسلئے کہ مصیبت انسان کی اختیاری ہرگز نہیں ہے نہ باعتبار عمل کے اور نہ باعتبار سبب کے اور بیشک اللہ تعالی فرماتا ہے وہی بدلہ پاؤ گے جو کرتے تھے
فمن مات ولده وتلف ماله واصيب ببلاء في بدنه فهذه المصائب ليست من كسبه ولا من تسببه حتى يوجر
پس جسکا بیٹا مرجاوے اور مال لٹ جاوے اور بدن پر آفت آجاوے تو یہہ مصیبتیں اوسکی اختیار سے نہیں ہیں اور نہ اسکے سبب پیدا کرنے سے تاکہ اسپر ثواب ملے
عليها بل ان صبر عليها يكون له اجر الصابرين وان رضي بها يكون له اجر الراضين لكن قد ورد في الحديث انما الصبر
بلکہ اسپر صبر کریگا تو اوسکو صابرین کا سا ثواب ملیگا اور اگر اسپر رضامند ہوا تو رضامندوں کا اجر ملیگا لیکن حدیث میں بیشک یہہ آیا ہے کہ صبر
عند الصدمة الاولى كما روي عن انس انه عليه السلام مر بامرأة تبكي عند قبر فقال لها اتقي الله واصبري فقالت اليك
پہلے صدمہ پر ہوا کرتا ہے چنانچہ انس سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام ایک عورت کے پاس کہ قبر پر روتی تہی گئے آپنے فرمایا ای عورت خدا سے ڈر اور صبر کر جواب دیا الگ رہ تجہپر
عني فانك لم تصب بمصيبتي ولم تعرفه فقيل لها انه النبي عليه السلام فاتت النبي عليه السلام فقالت لم اعرفك يا رسول
ایسی مصیبت نہیں پڑی ہے اور آپکو اوسنے نہ پہچانا کسیتے کہدیا کہ یہہ نبی علیہ السلام ہیں پہر وہ نبے علیہ الصلوۃ والسلام کی خدمت میں گئی اور عرض کیا میں نے آپکو یا رسول اللہ
الله فقال النبي عليه السلام انما الصبر عند الصدمة الاولى وانما قال كذلك لان بعد ما مضى عليه زمان يحصل الصبر
پہچانا نہیں تہا پہر نبی علیہ السلام نے فرمایا صبر پہلے صدمہ پر ہوتا ہے اور یہہ اسلئے فرمایا کہ جب دیر کچہہ دیر گذر جاتی ہے تو ہر مصیبت زدہ کو خود بخود صبر آجاتا ہے
لكل مصاب شاء ام ابى وقال ابن مبارك المصيبة واحدة فان جزع صاحبها صارت اثنين احدهما المصيبة نفسها
چاہے یا نہ چاہے اور ابن المبارک کہتا ہے پہلے مصیبت ایک ہوتی ہے پہر اگر وہ بیصبری کرتا ہے تو دو مصیبتیں ہوجاتی ہیں ایک تو وہی مصیبت

والاخرى ذهاب اجرها وهو اعظم من المصيبة نفسها فان الجزع لا يرد ما فات ولا يرفع الحزن بل يبطل ثواب المصيبة
دوسرے ثواب کا فوت ہو جانا اور یہ اوس پہلی بلا میں مصیبت سی سخت ہی کیونکہ بیصبری گذشتہ بات کو نہیں پھیر لاتی اور غم کو دور کرتی ہی بلکہ مصیبت کا ثواب باطل کر دیتی
لان من يجزع على المصيبة فهو انما يستكثر به ويريد ان يرد قضاؤه وقد ورد في الحديث ان الميت ليعذب ببكاء
اسلئے کہ مصیبت پر بیصبری کرنیوالا پروردگار کی شکایت کرتا ہی   چاہتا ہی کہ قضا پھیر جاوے   اور بیشک حدیث میں آیا ہی کہ میت کو بیشک اہل و عیال کے رونے سی
اهله عليه وذلك اذا كان على طريق النوح وكان الميت راضيا به قبل موته واما اذا لم يكن كذلك فلا باس بالبكاء
عذاب ہوتا ہی . لیکن یہ عذاب جب ہی کہ بطور نوحہ کی ہو اور میت بھی زندگی میں پسند کرتا ہو   اور گر یہ دونوں امر نہوں تو پھر اوسپر
عليه رحمة له وشفقة عليه لما هو فيه من السوال المحتوم والعقاب الموهوم فان النبي عليه السلام حين مات
بطور رحمت اور شفقت کی رونے کا کیا ڈر اسپر   کہ وہ سوال جواب ضروری اور عقوبت موہوم میں مبتلا ہوتا ہی   کیونکہ نبی علیہ السلام جب آپ کا
ابنه ابرهيم بكى وقال له عبد الرحمن بن عوف وانت تبكي يا رسول الله فقال النبي عليه السلام يا ابن عوف انها رحمة
بیٹا ابراہیم مرگیا تھا تو روتی تھی اور عبد الرحمن بن عوف نے عرض کیا آپ روتی ہیں یا رسول اللہ تب نبی علیہ السلام فرمایا ای ابن عوف بیشک رحمت ہے
جعلها الله تعالى في قلوب عباده فانما يرحم الله من عباده الرحماء وفي حديث اخر انه عليه السلام قال القلب يحزن
کہ اللہ تعالی نے اپنی بندوں کی دلوں میں رکھدی ہی اور اللہ اپنی رحیم بندوں ہی پر رحمت کرتا ہی   اور ایک اور حدیث میں ہی کہ نبی علیہ السلام فرمایا دل غمگین ہوتا
والعين تدمع ولا نقول ما يسخط الرب وفي رواية ولا نقول الا ما يرضى ربنا وفي حديث اخر انه عليه السلام قال ان
اور آنکھیں روتی ہیں اور ہم وہ کلمہ نہیں کہتے کہ پروردگار ناخوش ہو اور ایک روایت میں ہم وہ کہتے ہیں جس سی پروردگار راضی ہو اور ایک اور حدیث میں ہی کہ نبی علیہ السلام فرمایا بیشک
الله لا يعذب بدمع العين ولا بحزن القلب ولكن يعذب بهذا واشار الى لسانه وفي حديث اخر انه عليه السلام
اللہ تعالی آنکھ کی آنسو سی عذاب نہیں کرتا ہی اور دل کی غم سی بھی پر اس سے عذاب کرتا ہی اور زبان کی طرف اشارہ کیا   اور ایک حدیث میں ہی کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا
قال ليس منا من ضرب الخدود وشق الجيوب ودعى بدعوى الجاهلية والمراد بدعوى الجاهلية قولهم واويلاه واثبوراه واكاسباه وانا صراه
ہمارے ساتھ نہیں ہی جو شخص منہ کو پیٹے اور گریبان چیرے   اور جاہلیت کیسی باتیں کرے اور جاہلیت کی باتوں سی یہ قول مراد ہیں ہائی ہائی ہائی [illegible]
ونحو ذلك وروي انه عليه السلام قال الضرب على الفخذ عند المصيبة يحبط الاجر ولهذا اندبت التعزية وهي الحمل
اور مانند اسکی اور روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا   ران کا پیٹنا مصیبت کی وقت   ثواب کو کھو دیتا ہی اور اسی لئے تعزیت مستحب ہو گئی ہی یعنے
على العزاء وهو الصبر بوعد الاجر والدعاء للميت والمصاب بالمغفرة قال الزيلعي لا باس بتعزية اهل الميت وترغيبهم
صبر کا تسلیم کرنا   واسطے ثواب موعود کے   اور دعا خیر واسطے مردہ کی اور دعا مغفرت سے اسیر زدہ کی   زیلعی کہتا ہی اہل میت کی تعزیت میں اور صبر کے رغبت دلانی میں
في الصبر لقوله عليه السلام من عزى مصابا فله مثل اجره وكيفية التعزية ان يقال لمن اصابته المصيبة
کچھ ڈر نہیں   واسطے ارشاد نبی علیہ السلام کی   جسنے مصیبت رسیدہ کی تعزیت کی تو اوسکی لئی برابر کا ثواب ہے اور طریقہ تعزیت کا یہ ہے کہ مصیبت رسیدہ کو کہی
عظم الله اجرك واحسن عزاك وغفر لميتك وقال الفقيه ابو الليث ان العبد لا يدرك منزلة الاخيار الا بالصبر
خدا تمکو بڑا اجر عنایت کری اور تیرا صبر نیک کری اور تیرے مردہ کو بخشدی   اور فقیہ ابو اللیث کہتا ہی   کہ انسان کو درجہ اخیار کا نہیں ملتا جب تک سختی اور
على الشدة والاذى وقد امر الله تعالى نبيه بالصبر فقال فاصبر كما صبر اولو العزم من الرسل فالامر للنبي امر لامته
تکلیف پر صبر نکرے   اور اللہ تعالی اپنی نبی سے صبر کو فرماتا ہے   چنانچہ یہ کہا سو تو ٹھہرا رہ جیسی ٹھہرے رہی ہیں ہمت والی رسول   پس نبی کی کہنا گویا امت سے کہنا ہی
فيجب على من كان من الامة ان يقتدي بنبيه ويصبر على ما يصيبه من الالم ويعلم ان ما دفعه الله تعالى عنه
سو جو امت میں داخل ہی اوسپر واجب ہے کہ اپنی نبی کی پیروی کرکر مصیبت الم وغیرہ پر صبر کری اور یقین کری کہ جو جو بلا اللہ تعالی ان بندہ پرسی دفع کی ہیں
من البلاء اكثر مما اصابه ويحمد الله تعالى على ذلك اذ روي انه عليه السلام قال اذا مات ولد العبد يقول الله تعالى
وہ زیادہ ہیں اون سی جو اوسکو پہنچی ہیں اور اوسپر اللہ تعالی کا شکر بجا لانا چاہئی کیونکہ روایت ہی کہ نبی علیہ السلام فرمایا جب بندہ کا بچہ مرتا ہی تو اللہ تعالی

للملئكة اقبضتم ولد عبدي فيقولون نعم فيقول اقبضتم ثمرة قلبه فيقولون نعم فيقول ماذا قال عبدي
فرشتوں سے پوچھتا ہے کیا تمنے میرے بندہ کی بچہ کی جان نکال لی وہ عرض کرتے ہیں ہاں پھر فرماتا ہے کیا تمنے لی اوسکے دل کی ثمرہ کو وہ عرض کرتے ہیں ہاں پھر پوچھتا ہے میرے بندہ نے کیا کہا
حمدك واسترجع فيقول الله تعالى ابنوا لعبدي بيتا في الجنة وسموه بيت الحمد وقد ذكر ان اهل الاعمال
پھر وہ عرض کرتے ہیں تیری حمد کی اور انا للہ وانا الیہ راجعون کہا پھر اللہ تعالی فرماتا ہے میرے بندہ کی لیے جنت میں گھر بناکر بیت الحمد نام رکھدو اور مذکور ہے کہ نماز سے
من الصلوة والزكوة والصوم والحج يؤتى بهم يوم القيمة فيوفي اليهم اجورهم بالميزان ثم يؤتى باهل البلاء فلا ينصب
اور زکوۃ دینے والے اور روزہ دار اور حاجی جب قیامت کے دن حاضر کئے جاوینگے تو اونکا ثواب میزان سے تول کر پورا کیا جاویگا پھر مصیبت زدہ لوگ
لهم الميزان ولا ينشر لهم الديوان بل يصب الاجر صبا فيود اهل العافية لو ان جلودهم كانت قرضت في الدنيا
لائے جاوینگے سوانکے لیے نہ ترازو کھڑی ہوگی اور نہ کچھ دفتر موجود ہوگا بلکہ انکا اجر بے اندازہ برسایا جاویگا پھر عافیت والے آرزو کرینگے کاشکے دنیا میں ہمارے کہال قینچیوں سے کتری
بالمقاريض يرون ما يعطى لاهل البلاء من الثواب بغير حساب وذلك قوله تعالى اِنَّمَا يُوَفَّى الصَّابِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ
جاتے کیونکر دیکھینگے کہ اہل بلا کو کتنا بے حساب ثواب عطا ہوا یہہ ہے قول اللہ تعالی کا ٹھیرنے والوں ہی کو ملتا ہے اونکا نیگ
حِسَابٍ ولهذا كان السلف الصالح يفرحون بالبلاء في الدنيا لما تحققوا ان في الصبر عليه اجرا جزيلا لا نهاية فان
الا گنت اور اسی لیے متقدمین سلحاء دنیا میں بلا پر خوش ہوتے تھے کیونکہ اونکو یقین تہا کہ بلا پر صبر کرنے میں بڑا ہی ثواب جید ہے اگر کوئی
قيل ان كان المراد بالصبر على البلاء الرضى به وعدم الكراهة فلا قدرة للادمي عليه وان كان المراد به الفرح بوجوده
اعتراض کرے کہ بلا پر صبر کرنے سے اگر یہہ مراد ہے کہ بلا پر راضی ہو اور ناخوش نہ آدمی تو یہہ آدمی کی اختیار میں نہیں ہے اور اگر اوس سے یہہ مراد ہے کہ بلا پر خوش ہو
فهو ابعد من الاول فالجواب ان الشارع لم ينه عن شئ لا يدخل تحت الوسع وانما نهى عن المكتسب كشق الجيوب وضرب
تو یہہ اوس سے بھی بعید تر معلوم ہوتا ہے تو جواب یہہ ہے کہ شارع نے ایسی شی سے کہیں منع نہیں جو اوسکی اختیار میں نہو ممانعت اوس سے ہی جسکو کر سکتا ہی جیسی گریبان چیرنا
الخدود والقول باللسان كالندب والنياحة واما ما ذكر من فرح الصالحين به فذلك فرح شرعي مكتسب من قوة الايمان
گلے پیٹنے اور زبان سے بکنا جیسے چیخنا اور نوحہ کرنا اور وہ جو مذکور ہے یعنی بلا پر سلحا کی فرحت سو یہ فرح شرعی ہے ایمان اور یقین کی قوت سے
واليقين مثاله مثال رجل قال له الملك كلما اضربك سوطا اعطيك مائة دينار فان ذلك الرجل كما يفرح بكثرة ضرب
حاصل ہوتی ہے اوسکی مثال ایسی ہی کہ کسی شخص کو بادشاہ کہے میں تیرے جب کوڑا ماروں تو ہر کوڑہ کی بدلہ سو اشرفی دونگا سو یہہ شخص باوجود الم کی جیسا
الملك له مع وجود الم الضرب لما يرجو من جزيل العطاء فكذلك الصالحون لما سمعوا قوله تعالى انما يوفى الصبرون اجرهم
بادشاہ کی کثرت ضرب سے خوش ہوتا ہے کیونکہ بڑی بخشش کا امید وار ہے تو ایسی نے جب یہہ آیت سنے ٹھیرنے والوں ہی کو ملتا ہے اونکا نیگ
بغير حساب وقوله تعالى وَجَزٰىهُمْ بِمَا صَبَرُوْا جَنَّةً وَّحَرِيْرًا وتيقنوا بحصول جزيل الثواب هان عليهم ما اصابهم في
الا گنت اور بدلہ دیا اونکو اسپر کہ وہ ٹھیرے رہے باغ اور پوشاک ریشمی اور یقین لائے بڑی ثواب ملنے کا تو اوپر دنیا میں جو
الدنيا من المصائب كما حكي عن بعض النساء الصالحات انها عثرت يوما فانقطع ظفرها فضحكت فقيل لها اما تجدين
مصیبت گذری سب آسان ہوگئی چنانچہ کسی صالحہ عورت کا قصہ ہے کہ ایک روز پہسلکر گر پڑی تو اوسکا ناخن ٹوٹ گیا تو وہ ہنسی لگی کسی نے کہا کیا تجکو
مرارة الوجع فقالت ان لذة الثواب الحاصل من الله تعالى بالصبر والرضى ازالت عني مرارة الوجع قال العلماء حقيقة الرضى
اسمیں دکھہ نہیں ہوتا جواب دیا ثواب کی لذت نے جو اللہ تعالی سے صبر اور رضا پر ملیگا دکھہ کی تلخی کو میری دلسی دور کردیا ہی علما کہتے ہیں حقیقت رضا کی
ما علمنه الله تعالى ان نقوله عند المصيبة انا لله وانا اليه راجعون وهذا استرجاع باللسان فلابد للعاقل عند اتيانه
وہ ہی جو اللہ تعالی نے ہمکو تعلیم کی ہی کہ مصیبت کی وقت پر کہا کریں ہم مال اللہ کا ہیں اور ہمکو اوسکی طرف پھر جانا ہے اور یہہ تو استرجاع زبانی ہوا پھر عاقل کو لازم ہی اسکو زبان سے کہتے ہوے
به ان يتفكر في ثواب المصيبة ليسهل عليه المصيبة فان ثواب المصيبة اذا استقبله يوم القيمة يود لو ان جميع اولاده
مصیبت کی ثواب کو تصور کرے تاکہ اوسپر مصیبت آسان ہوجاوے بیشک مصیبت کا ثواب جب قیامت کے روز سامنے آویگا تو یہہ آرزو کریگا کاشکی میرے سارے اولاد

واثابهم ما قوا قبله في الدنيا لينال ثواب مصيبتهم وقد وعد الله تعالى في المصيبة ثوابا عظيما حيث قال ولنبلونكم
اور تمام نا بتی دار دنیا مین جیکر سامنی ہو جاتی تاکہ اوسکی مصیبت کا ثواب ملتا اور بیشک اللہ تعالے نے مصیبت مین بڑی ثواب کا وعدہ فرمایا ہے چنانچہ کہتا ہی اور البتہ ہم آزمائینگے تمکو
بشيء من الخوف والجوع ونقص من الاموال والانفس والثمرات وبشر الصبرين الذين اذا اصابتهم مصيبة قالوا انا لله و
کچھ ایک ڈر سی اور بہوک سے اور نقصان سی مالونکی اور جانونکے اور میوونکی اور خوشی سنا تا بہنی والون کو کہ جب انکو پہنچے کچھہ مصیبت کہین ہم اللہ کا مال ہین اور
انا اليه رجعون اولئك عليهم صلوت من ربهم ورحمة واولئك هم المهتدون يعني ان كل من اصابه مصيبة في ماله او ولده
ہمکو اوسکے طرف پہر جانا ایسے لوگ اونہین پر شاباشین ہین رب کے اور مہربانی اور وہی ہین راہ پر مراد یہہ ہی کہ جسکو کچھہ مصیبت پہنچی مال مین یا اولاد مین
ونفسه او عرضه كالكلمة القبيحة التي يسمعها في حقه او الهم الذي يهمه او الغم الذي يغمه من ضيق معيشته او
یا جان مین یا آبرو مین جیسے عیب کی بات اپنی حق مین سن پاوی یا ایسا اندوہ پہنچے جو سوچ لگا دی یا غم پہنچے جسنے فکر مین ڈال رکہا ہو تنگی معیشت کا
قلة قوته او تعذر كسبه او عدم نبات ذرعه او غير ذلك فانه اذا صبر واحتسب ثواب مصيبته التي اصيب بها يعطيه
یا قلت روزی کا یا پیشہ نچلنے کا یا کہیتی ماری جاویگا یا کچھہ اور سوا اسکے اسپر جو صبر کریگا اور مصیبت کی ثواب کا جو اسپر گذری امیدوار ہوگا تو اللہ تعالی
الله تعالى ما وعده في كتابه من الصلوة والرحمة والهداية لانه تعالى لا يخلف الميعاد وروى عن عكرمة انه عليه السلام
وہی عطا کریگا جو اوسکی لئی اپنی کتاب مین وعدہ کیا ہی شاباش اور رحمت اور ہدایت کیونکہ اللہ تعالی وعدہ کے خلاف نہین کرتا اور عکرمہ سی روایت ہی کہ نبی علیہ السلام کا
طفي سراجه فقال انا لله وانا اليه راجعون فقيل له امصيبة هي يا رسول الله فقال نعم كل شيء يؤذي المؤمن فهو له
چراغ بجھگیا تہا سو آپنے فرمایا ہم اللہ کا مال ہین اور ہمکو اوسکی طرف پہر جانا ہے کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا یہہ مصیبت ہی بس فرمایا ہان جس شی سی مومن کو ایذا ہو سو وہی اسکی
مصيبة وفي حديث اخر انه عليه السلام قال اذا انقطع شسع احدكم فليسترجع فانها من المصائب وروى عن ام سلمة
مصیبت ہی اور ایک حدیث مین ہی کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا جب کسیکی جوتی کا تسمہ ٹوٹ جاوے تو انا للہ پڑہی کیونکہ یہہ بہی مصیبت ہی اور ام سلمہ سی روایت ہی
انه عليه السلام قال ما من مسلم يصيبه مصيبة فيقول انا لله وانا اليه راجعون اللهم اجرني في مصيبتي واخلف
کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا جس مسلم پر کچھہ مصیبت گذری پہر وہ کہے ہم اللہ کا مال ہین اور ہمکو اوسی کے طرف پہر جانا الہی مجھکو میری مصیبت کا اجر دی اور مجھکو اوس کے
خيرا منها الا اجره الله في مصيبته واخلف له خيرا منها وروى عن ابن عباس انه عليه السلام قال من استرجع عند المصيبة
بہتر عوض دی تو اللہ تعالے اوسکو اوسکی مصیبت کا اجر اور اوس سے بہتر عوض دیگا اور ابن عباس سی روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا جسنے مصیبت پر انا للہ پڑہا
جبر الله مصيبته واحسن عقباه وجعل له خلفا صالحا يرضاه وروى عن الحسين انه عليه السلام قال ما من مسلم يصاب
تو اللہ تعالی اوسکی مصیبت کو سنبہالی اور اوسکا انجام نیک کریگا اور اوسکا اچہا بدلا اوسکی پسند کا دیگا اور حسین علیہ السلام سی روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا نہین کوئی مسلم کہ اوسپر
بمصيبة فيذكرها وان قدم عهدها فيحدث لها استرجاعا الا كتب الله له مثلها من الاجر يعني انه تعالى يعطيه من الاجر
مصیبت گذری پہر وہ اوسکو یاد کری اگرچہ مدت گذر گئی ہو پہر دوبارہ سر نو انا للہ پڑہے مگر اللہ تعالے اوسکی لئی ویسا ہی اجر مقرر کریگا مراد یہہ ہی کہ اللہ تعالی اوسکو اجر
مثل الاجر الذي اعطاه يوم اصيبها وروى عن سعيد بن جبير ان الاسترجاع لم يعط الامة من الامم الا لهذه الامة ولو اعطي
برابر اوس اجر کے جو مصیبت کے روز عطا کیا تہا عنایت کریگا اور سعید ابن جبیر سی روایت ہی کہ استرجاع سوا اس امت کی اور کسی امت کو عطا نہین ہوا اگر کسیکو ملتا
لاحد لاعطي يعقوب النبي عليه السلام الا ترى انه حين اصابه لم يسترجع بل قال يا اسفى على يوسف وروى عن ابن عباس
تو البتہ یعقوب علیہ السلام کو ملتا کیا دیکہتا نہین کہ یعقوب علیہ السلام نے مصیبت کے وقت انا للہ نہین پڑہا بلکہ یہہ کہا کہ ای افسوس یوسف پر اور ابن عباس سے روایت ہے
انه نعي اليه ابنة له وهو في السفر فاسترجع ثم نزل فصلى ركعتين ثم قال قد صنعنا ما امرنا الله تعالى فانه تعالى قال استعينوا
کہ اونکو سفر مین بیٹی کی سنا ونی آئی تو انا للہ پڑہا پہر اوترکر دو رکعت پڑہین پہر کہا ہمکو اللہ کا حکم تہا سو کر چکے کیونکہ اللہ تعالی نی فرمایا ہی قوت پکڑو
بالصبر والصلوة فينبغي للمؤمن ان يفعل كذلك فانه عليه السلام كان اذا حزنه امر فزع الى الصلوة لكونها ام العبادات
ثابت رہنی سے اور نماز سی اب مومن کو لازم ہی کہ یہہ ہی کیا کری کیونکہ نبی علیہ السلام اگر کسے بات سی غمگین ہوتے تو نماز شروع کر دیتی اسلئے کہ نماز سب عبادت کی اصل

ومعراج المؤمنين ومناجاة رب العالمين وقال عليه السلام ان اعظم الجزاء مع عظم البلاء وان الله تعالى اذا

اور مومن کے لیے معراج اور پروردگار سے سرگوشی ہے نبی علیہ السلام نے فرمایا بیشک بڑا ثواب بڑی بلا پر ہوتا ہی اور بیشک اللہ تعالی جب

احب قوما ابتلاهم فمن رضي فله الرضي ومن سخط فله السخط يعني ان كثرة الثواب يحصل بحصول كثرة

کسی قوم کو محبوب کرتا ہی تو ان کو بلا میں گرفتار کرتا ہے پھر جو کہ اس پر راضی ہوا تو اوسکے لیے رضامندی ہے اور جو بیزار ہوا تو اوسکے لیے بیزاری ہے یعنی بڑے ثواب کے ملنے کو بڑی بلا کی کثرت سے

البلاء فمن رضي به وصبر عليه يحصل له رضاء الله تعالى ومن كره البلاء وجزع ولم يرض بحكمه تعالى يحصل

حاصل ہوتی ہی پھر جو راضی ہوا اور اوس پر صبر کیا تو اوسکے لیے اللہ کی رضامندی ہی اور جس نے بلا کو مکروہ جانا اور واویلا کیا اور اللہ کے حکم پر راضی نہ ہوا تو اسکی لیے

له سخط الله وغضبه لكن ينبغي ان نعلم ان الرضي والسخط محلهما القلب وهما يتعلقان به لا باللسان فلهذا ترى

اللہ کی بیزاری اور غضب ہے لیکن سمجھنا چاہیے کہ رضامندی اور بیزاری کا ٹھکانا دل ہے یہ دونوں دل سے علاقہ رکھتی ہیں زبان سے علاقہ نہیں رکھتی ہیں اسلیے

كثيرا من الناس يكون له انين من وجع او شدة المرض مع ان في قلبه الرضي والتسليم بالله تعالى فعلى هذا كل من

کہ لوگوں کو دیکھتے ہو کہ درد کی ماری یا بیماری کی شدت سے آہ اف تو کرتے ہیں مگر اونکے دل میں اللہ تعالی کی رضا اور تسلیم ہوتی ہی اس بیان کی موافق جس کسی کو آہ

سمع منه انين لا يجوز ان يقال في حقه انه غير صابر وغير راض بحكم الله تعالى اذ لا يطلع احد على قلب احد

کرتے سنیں اسکو یہ نہیں کہنا چاہیے کہ صبر نہیں کرتا اور اللہ کے حکم پر راضی نہیں ہی اسلیے کہ کسیکو کسیکے دل کی کیا خبر ہے

وروي عن عامر الرامي انه عليه السلام قال ان المؤمن اذا اصابه السقم ثم عافاه الله تعالى كان كفارة لما مضى من

اور عامر رامی سے روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ مومن اگر بیمار ہو جاتا ہی پھر اوسکو اللہ تعالی عافیت دیتا ہی تو گذشتہ گناہوں کا کفارہ

ذنوبه وموعظة له فيما يستقبل وان المنافق اذا مرض ثم اعفي كان كالبعير الذي عقله اهله ثم ارسلوه فلم يعلم

اور آئندہ کی واسطے نصیحت اور بیشک منافق اگر بیمار ہو کر صحت پاتا ہی تو ایسا ہی جیسے اونٹ کہ پہلے اوسکو مالکوں نے باندہ دیا پھر اوسکو چھوڑ دیا

لم عقلوه ولم ارسلوه فعلم من هذا انه تعالى انما يبتلي عبده المؤمن ليمحو سيئاته او لرفع درجاته التي لم يبلغها

تو اوسکو معلوم نہیں ہوتا کہ کیوں باندہا تہا اور کیوں چھوڑ دیا اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالی جو مومن بندہ کو بلا میں مبتلا کرتا ہی کہ اوسکے گناہ محو ہوں اور وہ درجات کہ جن تک نہیں پہنچا

الا بانواع البلايا فانه تعالى يرسل عليه في الدنيا شدائدها ومحنها حمية له عن الافتتان بها وتزهيدا له عنها

بلاؤں کے سوا اللہ تعالی اوسپر دنیا میں سختیاں اور محنتیں دنیا کی فتنہ سے بچانے کو اور دنیا سے چھوڑانے کو ڈالتا ہی

لئلا تطمئن اليها ويالف محبتها فيقطعه ذلك عن منازل الاخرة لانه متى ابتلي يضعف سورة نفسه ويذهب

تاکہ دنیا پر اطمینان کر کر اوسکی الفت میں نہ پھنس جاوے پھر دنیا کی محبت سے اخروی مراتب سے محروم رہ جاوے کیونکہ جب بلا میں اوسکی نفس کی تیزی سست اور بشری

صفات بشريته وينقطع عنه مواد الهوى ولذة الدنيا فيتوجه في كل حال في السراء والضراء الى مولاه ويالف الاقبال عليه

عادات جاتی رہینگے اور ہوا و ہوس اور دنیا کی لذت اوسکے دل سے دور ہونگی پھر ہر حال راحت اور رنج میں اپنے مولی کی طرف متوجہ رہیگا اور ادہر لگا رہے

ويستوطن بالصبر والرضي بين يديه الى ان يرفعه الى درجات الاحباب والاولياء وهذا معنى ما روي عن انس انه عليه السلام

گا اور صبر اور رضا کو اسی سامنے قایم رکہیگا آخر اوسکو درجہ دوستوں اور اولیا کا حاصل ہو جاویگا اور انس سے جو روایت ہے یہہ معنی ہیں کہ نبی علیہ السلام

قال ان الله تعالى اذا اراد بعبد خيرا واراد ان يصافيه صب عليه البلاء صبا ومن جملة ما يصب عليه من البلاء

نے فرمایا کہ بیشک اللہ تعالی جب کسیکی خیر اور اوسکو پاک کیا چاہتا ہی تو اوسپر بہت بلا ڈال دیتا ہی اور بعضے بلا میں اس قسم کی ہیں کہ

انه تعالى يقيض له ويسلط عليه من بعض خلقه من يقصده بالاذى حتى لو اختفى في جحر ضب او فارة قيض الله تعالى

کہ اللہ تعالی اپنی مخلوق میں سے کسی کو اوسپر مقرر کر کر غالب کر دیتا ہی کہ اوسکو ہر وقت ستاتا رہے یہاں تک کہ اگر گوہ یا چوہے کی بل میں جا کر چھپے تو اللہ تعالی

له من يؤذيه كما روي عن علي انه عليه السلام قال لو كان المؤمن في جحر ضب ليقيض الله تعالى له فيه من يؤذيه وروي

اوسہی جگہ ایذا رساں کو بہیجتا ہی چنانچہ علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر مومن گوہ کی بل میں ہو گا تو وہاں بہی ایذا دینے والا موجود ہوتا ہی اور انس سے ہے

مثله عن انس بلفظ لو ان المؤمن كان في حجر فارة لقيض له فيه من يؤذيه والحكمة في ذالك ان البلاء يسبك صفات

اس سے ملتی روایت ہی انس سے کہ اگر مومن جوہی کی بھٹ میں ہوگا تو اسمیں بھی ایسا کوئی جو اسکو ایذا دے موجود ہوتا ہی اور اسمین حکمت ہی کہ بلا صفات بشریہ کو گلا کر صاف کرتی ہی

العبد فكانه تعالى يسبك نفس عبده المؤمن بنار المحنة والبلاء ليصفيه من كدورات اخلاق لشرية ليصلح للولاية

گویا اللہ تعالی اپنے مومن بندہ کی نفس کو محنت اور بلا کی آگ میں گلا کر صاف کرتا ہی تاکہ عادات بشریکی کدورت سے صاف ہوکر ولایت اور محبت کے لائق ہو جاوے

ومحبته

المجلس الثالث والستون في بيان تحقيق قوله عليه السلام اغتنم خمسا قبل خمس

تریسٹھویں مجلس اس حدیث کے تحقیق میں کہ غنیمت جان پانچ کو پہلے پانچ سے آخر حدیث تک

الحديث وما يتفرع عليه قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لرجل يعظه اغتنم خمسا قبل خمس شبابك

اور جو اس سے متعلق ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص سے پند دیتے ہوئے فرمایا غنیمت جان پانچ کو پہلے پانچ کی جوانی کو

قبل هرمك وصحتك قبل سقمك وغناك قبل فقرك وفراغك قبل شغلك وحياتك قبل موتك هذا الحديث

پہلے بڑھاپے سے اور صحت کو پہلے بیماری سے اور تونگری کو پہلے فقر سے اور فرصت کو پہلے دھندے سے اور زندگی کو پہلے موت سے یہہ حدیث

من حسان المصابيح رواه ميمون بن مهران فانه عليه السلام بين فيه ان الانسان في حال شبابه يقدر على

مصابیح کی حسن حدیثوں میں سے ہے میمون بن مہران کی روایت سے بیشک نبی علیہ السلام نے اس حدیث میں یہہ فرمایا کہ آدمی اپنی جوانی میں وہ کام کر سکتا ہے

الاعمال التي لا يقدر عليها في حال هرمه فلابد له ان يغتنم الفرصة ويشتغل بالطاعات في حال شبابه قبل هرمه لانه

جو حالت پیری میں نہیں کر سکتا سو اوسکو لازم ہی کہ فرصت کو غنیمت جانے اور عہد جوانی میں پیری سے پہلے عبادت میں مشغول رہے کیونکہ

في حال شبابه ان ترك العمل واتبع هواه وتعود بالمعصية لا يقدر على تركها في حال هرمه فينبغي له ان يترك

جوانی میں اگر عمل خیر ترک کر کر ہوا وہوس میں پھنسا اور معصیت کی عادت کرلے تو پھر کیا طاقت ہی کہ بڑھاپے میں چھوڑ دے تو لایق یہہ ہی کہ معاصی کو

المعاصي في حال شبابه ويعود نفسه باعمال الخير حتى يسهل عليه في حال هرمه وبين ايضا انه في حال صحته يقدر

جوانی میں ترک کرے اور اعمال خیر کی عادت ڈالے تاکہ پیری میں جا کر آسانی رہے اور یہہ بھی بیان فرمایا کہ انسان اپنی صحت میں اپنی

على كسب الخيرات بماله وبدنه فينبغي له ان يغتنم صحته ويجتهد في كسب الخيرات بماله وبدنه لانه اذا مرض يضعف

مال اور بدن سے ثواب حاصل کر سکتا ہی پھر اوسکو لازم ہی کہ اپنی صحت کو غنیمت جانکر اپنے مال اور بدن سے کسب خیرات میں کوشش کرے کیونکہ بیمار ہوکر بدن ناتوان ہو جاتا ہی

بدنه فلا يقدر على الطاعات ببدنه ويقصر يده عن ماله فيما زاد على الثلث فلا يقدر على التصرف في ماله الا في مقدار

پھر بدن میں طاعات کی طاقت کہاں رہتی ہی اور ہاتھ بھی تہائی مال کی زیادہ سے تنگ ہو جاتا ہی پھر یہہ قدرت نہیں کہ تہائی مال سے زیادہ خرچ کرے

ثلثه وبين ايضا انه في حال غناءه وفي حال فراغه يقدر على الطاعات بلا مانع فاذا بدل الغنى بالفقر والفراغ بالشغل

اور یہہ بھی بیان فرمایا کہ آدمی تونگری اور فرصت میں بلا مانع طاعات کر سکتا ہی اور جب تونگری کی بدل فقر آیا اور فرصت کی جگہ دھندا لگا

يظهر الموانع فلا يقدر على الطاعات بل يكون مشتغلا بامر المعاش فينبغي له ان يغتنم غناه وفراغه في تحصيل الاعمال

تو پھر موانع پیدا ہو جاتے ہیں پھر طاعات کی فرصت کہاں بلکہ اپنی معاش کی فکر میں لگا رہتا ہے سو لایق یہہ ہی کہ تونگری اور فرصت کو صالح اعمال کی لئے غنیمت سمجھے

الصالحات لان الغنى يعقبه الفقر والفراغ يعقبه الشغل وبين ايضا انه في حال حيوته يقدر على العمل فاذا مات

اسلئے کہ غنا کے پیچھے فقر اور فرصت کی پیچھے دھندا لگا ہوا ہے اور یہہ بھی بیان فرمایا کہ آدمی اپنی زندگی میں عمل کر سکتا ہی اور جب مرا

ينقطع عن العمل فينبغي له ان يغتنم حياته ولا يضيع عمره فيما لا يعنيه فان كل نفس من انفاس العمر جوهرة نفيسة لا

تو عمل تمام ہوئے پس لازم یہہ ہی کہ اپنی زندگی کو غنیمت جانکر نکمے باتوں میں عمر نہ کھووے کیونکہ عمر کا ایک ایک دم ایک نفیس بیبہا جوہر ہے

قيمة لها اذ يمكن ان يشترى بها كنز من كنوز الجنة التي لا يتناهى نعيمها ابد الاباد فاضاعة تلك الانفاس واشتراء ما

اسلیے کہ اس سے ایک خزانہ جنت کی خزانوں میں سے مول لے سکتا ہی جسکی نعمتیں کبھی تمام نہونگے پھر ایسی انفاس کو ضایع کھونا اور ایسی چیز کا خریدنا

بما يكون سببا لهلاكه باتباع هواه غاية الخسران ونهاية الخذلان فان من يتبع هواه يفعل ما يضره ويهلكه

کہ ہوا وہوس میں پہنسا کر ہلاک کر ڈالے بڑا ہی زیان اور نہایت نقصان ہی سو جو شخص ہوا وہوس میں لگا ہوا ہی تو وہ وہی کام کرتا ہی جس میں

حالا او مآلا وهو لا يشعر او يشعر لكن لخفة عقله يرجح اللذة الحاضرة التي لا بقاء لها على العقوبات الاخروية

حال اور مآل کا ضرر اور تباہی ہو پر وہ بے خبر ہی یا جانتا ہی پر بے وقوفی سی حال کی نا پائدار لذت کو اخروی عقوبات سے جنکی

التي لا نهاية لها ويظن لعمى بصيرته وتناهي حماقته انه ظفر بشيء من اللذائذ ولا يعلم ذلك لاحمقيته

کچہہ انتہا نہیں ہے بہتر سمجہتا ہی اور اندہا ہوکر کمال بے وقوفی سے خیال کرتا ہی کہ کچہہ عیش اوڑایا اور احمق پنے سے نہیں سمجہتا کہ دنیا سے

يخرج من الدنيا ويرى انه لم يظفر بشيء من اللذائذ اصلا لا من لذائذ الدنيا لانها عنه تزول ولا من لذائذ

ابہی نکلکر دیکہہ لیگا کہ کچہہ بہی عیش نکیا نہ تو دنیا کی عیش ولذت کیونکہ سب چہوٹ جاوینگی اور نہ

الاخرة اذ ليس له اليها الوصول فيبقى في حسرة وندامة حين لا ينفعه الندم وقد روي انه عليه السلام قال

آخرت کی عیش کی لذت کیونکہ وہ کہاں تک پہنچ سکتے ہیں پہر حسرت اور ندامت میں مبتلا ہوگی اوس وقت ندامت سی کچہہ فائدہ نہوگا اور روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا

ما من احد يموت الا ندم قالوا وماذا ندامته يا رسول الله قال ان كان محسنا ندم ان لا يكون ازداد وان كان

جب کوئی مرتا ہی سو نادم ہوتا ہی عرض کیا یا رسول الله ندامت کیوں ہوتی ہی فرمایا اگر نیکو کار رہتا ہی تو یہہ ندامت ہوتی ہی کہ عمل زیادہ کیوں کئی اور اگر

مسيئا ندم ان لا يكون نزع فيا ايها الغافل لا تضيع عمرك في الغفلة واجتهد في تحصيل منفعة الاخرة قبل

بدکار رہتا ہی تو یہہ ندامت کیوں نہ باز آیا سو او غافل اپنے عمر غفلت میں کیوں کہوتا ہے آخرت کی سامان حاصل کرنے میں کوشش اس سے پہلے کر

ان يجيء يوم لا تقدر على تحصيلها في ذلك اليوم فانك عن قريب تعاين ذلك اليوم فتندم على

کہ ایسا دن آجاوے کہ اوس روز تو ہرگز حاصل نہ کر سکے بیشک تو اوس دن کو جلد دیکہہ لیگا پہر تو گذشتہ عمر پر

ما فات من عمرك في غير طاعة ربك ولا ينفعك الندم فان العبد اذا كان في شغل من اشغال الدنيا و

بدون عبادت پروردگار کی نادم ہوگا اور ندامت سی کچہہ فائدہ نہوگا کیونکہ آدمی جب تک دنیا کے کاروبار میں لگا رہتا ہے

كان شغله يمنعه من العمل احال ذلك العمل على فراغه وقال اذا فرغت عملت فذلك من حماقته من

اور وہ شغل اوسکو عمل نیک سی باز رکہتا ہی تو اوس عمل نیک کو فرصت کی وقت پر ٹال رکہتا ہی کہتا ہے فرصت ملیگی تو کرونگا سو یہہ صرف بیوقوفی ہی

وجهين احدهما ايثار الدنيا على الاخرة وليس هذا من شان العاقل وقد قال الله تعالى بل تؤثرون

دو وجہ سی ایک تو دنیا کو آخرت پر پسند کرتا اور یہہ عاقل کا کام نہیں ہے اور بیشک الله تعالی فرماتا ہی بلکہ تم پسند

الحيوة الدنيا والاخرة خير وابقى والثاني تسويفه العمل الى اوان فراغه فانه قد لا يجد مهلة بل يختطفه

رکہتی ہو دنیا کا جینا اور پچہلا گہر بہتر ہے اور رہنی والا اور دوسری وجہ عمل کو فرصت کی وقت پر ٹال رکہنا کیونکہ بعضے وقت مہلت نہیں ملتی بلکہ

الموت قبل فراغه او يزداد شغله لان اشغال الدنيا يستلزم بعضها بعضا فيبقى بلا زاد ليوم المعاد فالواجب

موت فرصت کی وقت سی پہلی آپکڑتی ہی یا وہ دنیا کا دہندا بڑہتا چلا جاتا ہی کیونکہ دنیا کی کام کا سلسلہ ایک سی ایک لگا ہوا ہی پہر آخرت کے توشہ سی خالی رہجاتا ہے

على العبد ان يبادر الى الاعمال الصالحات على اي حال كان قبل وصول الموت وحصول الفوت لقوله

سو آدمی پر یہہ واجب ہے کہ جلدی سی اعمال صالح کو کسی حال میں ہو موت سی پہلی اور فوت سی پیشتر اختیار کری اس آیت کے

تعالى سارعوا الى مغفرة من ربكم وجنة عرضها السموات والارض اعدت للمتقين فان من تعلق قلبه

مطابق اور دوڑو بخشش پر اپنی رب کی اور جنت پر جسکا پہیلاو ہی آسمان اور زمین تیار ہوی ہی واسطی پرہیزگاروں کی بیشک جسکا دل

بالدنيا واخذ منها القدر الزائد على حاجته من الطعام والشراب واللباس يكون مضرة عليه الا ان يستعين

دنیا پر لگا ہوا ہی اور دنیا میں سی کچہہ مقدار حاجت سی بڑہکے کہانا اور پینا اور پوشاک حاصل کرتا ہی تو اوسکی حق میں مضر ہی ہاں اگر اوس سے طاعت الہی میں مدد لیوے

على طاعة الله تعالى لان كل ما احبه الانسان وظفر به لابد ان يفارقه فان كان احبه لغير الله يعذب به
اسلئے کہ آدمی جس چیز کو محبت کی راہ سے چاہتا ہے اور اوسکو پا لیتا ہے ضرور ہے کہ اوس سے جدا ہو جائیگا پھر اگر اوسکی محبت بواسطہ غیر اللہ کے تھی تو اوسکے سبب
بفواته ان يحصل له من الالم قدر ما تعلق به قلبه ولهذا قال بعض السلف من احب الدنيا فليوطن نفسه على
سے دل پکڑیگا اور اتنا ہی الم پیدا ہو جائیگا جسقدر اوس سے دل متعلق تھا اسی لئے بعض متقدمین کا قول ہے کہ جو شخص دنیا کی محبت کرے تو چاہیئے کہ اپنی جان کو
تحمل المصائب فان محبها لا ينفك عن ثلث مصائب هم لازم وتعب دائم وحسرة لا تنقضي فلو لم يكن لمحبها
مصیبت کا خوگر بنا لے کیونکہ دنیا کے محب میں تین مصیبتیں حاصل ہوتی ہیں فکر دائمی اور رنج ہمیشہ کا اور ارمان بے انتہا اور اگر دنیا اور اگر نہ ہوتی کوئی
العذاب لعاجل الا هذا لكفى له مصيبة فكيف اذا حيل بينه وبين محبوباته ولذاته كلها بالموت وصار
عذاب سوا اسکے پھر تو یہ مصیبت ہی اوسکی لئے کفایت کرتی ہے پھر تو کیا حال ہوگا جب موت اوسمیں اور اوسکی محبوبات اور لذات کی بیچ میں حائل ہو جاوے اور آخرت میں
معذبا بنفس ما كان متلذذا به على قدر لذته التي شغلته عن سعيه في طلب زاده ليوم معاده اذ لو كان
عذاب میں وہ جا پڑے جس سے مزا اوڑاتا تھا موافق اوس لذت کے جسکے باعث قیامت کی زاد راہ کی کچھ سعی نکی اسلئے اگر کسیکی
لاحد الف محبوب يزول به عند الموت في وقت واحد الف مصيبة لانه كان يحب جميعها ويسلب
ہزار محبوب ہوں تو موت کے آتے ہی اوسپر ہزار مصیبت ایکبارگی پڑ جاتے ہیں اسلئے کہ اسکو سب سے محبت تھی اور وہ سب یکایک
عنه في لحظة واحدة كلها ويبقى في حسرة وندامة بعد موته وهذا اول ما يلقاه عقيب موته من الالم فضلا
ایکدم بھر میں جاتی رہتی ہیں اور مرتے ہی حسرت اور ندامت میں رہ جاتا ہے اور یہ تو پہلا الم ہے جو مرتے ہی پیش آویگا
عما اعده الله تعالى للذين استحبوا الحيوة الدنيا ورضوا بها من عذاب الاخرة والحاصل ان من احب
اوسکو تو کیا کہیے جو اللہ نے انکے لئے جو دنیا کو پسند کر کے آخرت کا عذاب تیار کر رکھا ہے اور حاصل یہ ہے کہ جو شخص
شيئا سوى الله تعالى ولم يكن محبته له لله تعالى ولا لكونه معينا على طاعة الله تعالى يحصل له به
سوا اللہ تعالی کے اور چیز کی محبت پیدا کرلی اور وہ محبت نہ خدا کے واسطے ہو اور نہ طاعت الہی پر مددگار ہو تو اوسکے حق میں
الضرر سواء ظفر به او لم يظفر فانه ان لم يظفر به يعيش بحسرته ولا يستريح من التعب وان ظفر به يكون
مضر ہی برابر ہے کہ وہ شے اوسکو حاصل ہو یا نہو کیونکہ اگر نہ حاصل ہوئی تو اوسکے غم میں لگا رہتا ہی رنج سے آرام نہیں پاتا اور اگر حاصل ہوئی تو وہ الم
ما حصل له من الالم قبل حصوله ومن الحسرة عليه بعد فواته اضعافا اضعاف ما حصل له من اللذة
کہ حصول سے پہلے دیکھا وہ کا وہ اور اوسپر فوت ہونے کے بعد چند در چند اوس لذت سے زیادہ دل کے حسرت
ولو نال العبد كل حظ من حظوظ الدنيا وكل لذة من لذاتها ومضى عمره عليها ولم يسع في تحصيل
اور اگر آدمی کو دنیا کے تمام عیش اور آرام اور ساری لذتیں عمر بھر حاصل رہیں اور اوسنے آخرت کی سعادت میں
السعادة في الاخرة يصير عند الموت كانه لم يظفر بشيء من حظوظها ولذاتها وتعود تلك الحظوظ
کچھ سعی نکی تو وہ مرتے ہی ایسا ہوگا کہ دنیا میں کچھ بھی مزا اور آرام نہ پایا اور وہی عیش اور آرام
واللذة عذابا له ويصير معذبا بنفس ما كان متنعما به من جهتين من جهة فوته مع شدة تعلق
اوسکے حق میں عذاب ہو جاوینگی اور وہ جس عیش کی چیزیں دو وجہ سے عذاب کا سبب ہو جاوینگے ایک تو اونکا چھوٹنا اور تعلق
قلبه به ومن جهة عدم حصول ما هو له انفع وادوم فالمحبوب الحاصل يفوت عنه والمحبوب الاعظم
دل اونمیں لگا ہوا ہوگا دوسرے حاصل نہ ہونا جو اوسکے لئے ہمیشہ کو مفید ہوتا اب حاصل کا محبوب تو ہاتھ سے جاتا رہیگا اور محبوب اعظم
لا يحصل له وهذا اول ما يلحقه من العذاب قبل عذاب النار اذ قد قال العلماء ليس الموت بعدم محض
اوسکو میسر نہوگا اور یہ تو وہ عذاب ہی جو دوزخ کے عذاب سی پہلے اوسپر گذریگا اسواسطے کہ علما کہتے ہیں کہ موت عدم محض

ولا فناء صرف وانما هو انقطاع تعلق الروح بالبدن ومفارقته عنه وتبدل من حال الى حال وانتقال من
اور صرف فنا ہی نہیں ہے بلکہ موت کیا ہے روح کا علاقہ بدن سے چھوٹ جانا اور بدن سے الگ ہونا اور ایک حال سے دوسرا حال بدل جانا اور ایک جگہ سے
دار الى دار وهو اعظم المصائب وقد سماه الله تعالى مصيبة حيث قال فاصابتكم مصيبة الموت
دوسری جگہ نقل کرنا اور یہہ بڑی مصیبت ہے اور بیشک اللہ تعالی نے موت کا نام مصیبت رکھا ہے چنانچہ فرمایا ہے پھر پہنچے تم پر مصیبت موت کی
والموت هو المصيبة العظمى واعظم منه الغفلة عنه وعدم ذكره وقلة التفكر فيه وترك العمل له واتباع
سو موت ہی بڑی مصیبت ہے اور اوس سے بڑھکر غافل رہنا ہے اوسکو یاد نہ رکھنا اور نہ اوسکا کچھ فکر کرنا اور نہ اوسکے لئے کچھ عمل کرنا اور
الهوى فان اتباع الهوى سم من سموم الدين يفضي الى الهلاك يوم الدين ثم ان المؤمن بنفس الايمان
ہوا ہوس میں پڑا رہنا بیشک ہوا ہوس کی اطاعت دین کے حق میں ایک زہر ہے کہ قیامت کے روز ہلاک کر ڈالیگا پھر بیشک مومن صرف بواسطہ ایمان کے
قد عاهد الله تعالى ان لا يعصيه وذلك لان الايمان قبول الالتزام فمن يقول لا اله الا الله يصير كانه
اللہ تعالی سے یہہ عہد کر لیتا ہے کہ نافرمانی نکرونگا اور یہہ اسلئے کہ ایمان قبول اور ماننے کو کہتے ہیں پھر جو شخص لا الہ الا اللہ کہتا ہے گویا وہ یہہ کہتا ہے
يقول اني علمت واعتقدت انه تعالى واحد في ذاته وصفاته وافعاله ولا يظهر في العالم شيء الا
کہ میں نے یقین کیا اور اعتقاد لایا کہ اللہ تعالی اپنی ذات اور صفات اور افعال میں یکتا ہے اور عالم میں کوئی شی اوسکے علم اور ارادہ اور
بعلمه وارادته وخلقه ولا يستحق العبادة الا هو واني التزمت عبادته ولا اعبد الا اياه فبعد هذه
پیدائش کی بدون ظاہر نہیں ہو سکتی اور کوئی سوا اوسکے مستحق بندگی کا نہیں اور میں نے اوسکی بندگی اپنے ذمہ لی اور اوسکے سوا کسیکی عبادت نکرونگا اب اس
المعاهدة يحرم عليه ان يعصيه في شيء من اوامره ونواهيه حتى اذا دعته نفسه الى نقض عهد مولاه
عہد کے بعد اوسکو نافرمانی کرنی حرام ہے کوئی بات ہو حکم یا ممانعت یہاں تک کہ اگر اوسکے جی میں مولی کی عہد توڑنے کا خیال آوے
يلزمه ان يقول لها كما قال يوسف النبي عليه السلام لامرأة العزيز حين دعته الى نفسها معاذ الله
تو اوسکو لازم ہے کہ دل سے یہہ کہے جیسے یوسف نبی علیہ السلام نے عزیز کی جورو سے کہا تھا جب اوسنے اپنی طرف طلب کیا خدا کی پناہ
انه ربي احسن مثواي انه لا يفلح الظالمون فان من امسك نفسه الى ما تشتهيه وتركه مع قدرته عليه
وہ عزیز مالک ہے میرا اچھی طرح رکھا ہے مجھکو البتہ بھلا نہیں پاتے جو لوگ بے انصاف ہیں بیشک جسکا دل چاہے پھر ٹوٹ گیا ہے اور شہوت کو قدرت ہوتے ہوئے
في موضع لا يطلع عليه الا الله تعالى يكون دليلا على صحة معاهدته مع ربه في ايمانه فان المؤمن اذا علم
ایسے مقام میں کہ سوا اللہ تعالی کے کوئی مطلع ہو سکے ترک کرے تو یہہ دلیل ہے کہ اوسنے اپنی ایمانی عہد کو رب کے ساتھہ پورا کیا بیشک مومن جب یہہ سمجھتا ہے
ان رضى مولاه في ترك هواه يقدم رضى مولاه على هواه ويكون لذته وصفاه فيما يرضي مولاه وان كان مخالفا
کہ مولی کے خوشی ہوا ہوس کے ترک میں ہی تو اپنی مولی کی خوشی اپنی خواہش پر مقدم رکھتا ہے اور اوسکی لذت اور صفائی مولی کی رضامندی میں ہوتی ہے اگرچہ خواہش کے خلاف
هواه ويكون المه وجفاه فيما لا يرضي مولاه وان كان موافقا لهواه بل يكون لذته في ترك شهواته لله تعالى
اور اوسکا الم اور جفا مولی کی ناخوشی میں ہوتا ہے اگرچہ خواہش کے موافق ہو بلکہ اوسکو ترک شہوات میں لذت اس سے زیادہ ہوتی ہے کہ اس لذت کو
اعظم من لذته في نيلها بل يكون كراهة نيلها عنده في خلوته اشد من كراهة الم الضرب و
حاصل کرے بلکہ اوسے لذت کی بیزاری عین خلوت میں مار اور قید کے الم سے زیادہ ہوتی ہے
الحبس الا ترى ان يوسف النبي عليه السلام حين قالت امرأة العزيز في حقه وان لم يفعل ما آمره ليسجنن
کیا معلوم نہیں کہ یوسف نبی علیہ السلام کے لئے جب زلیخا عزیز کی جورو نے یہہ کہا اور اگر نکریگا جو اوسکو میں کہتی ہوں البتہ قید پڑیگا
وليكونا من الصاغرين كيف قال رب السجن احب الي مما يدعونني اليه فان امرأة العزيز لما كان قلبها
اور ہوگا بے عزت تو یوسف علیہ السلام کیسے یہہ ہی کہا اے رب مجھکو قید پسند ہے اس بات سے جسطرف مجھکو بلاتیاں ہیں کیونکہ زلیخا عزیز کی ہوئی کہ دل

خاليا عن الايمان مالت الى السوء والفحشاء مع كونها ذات زوج ويوسف النبي عليه السلام لما كان
چونکہ ایمان سے خالی تہا تو بدی اور فحش بے کی طرف جہکی باوجودیکہ شوہر والی تہی اور یوسف نبی علیہ السلام کے
قلبه غالبا بالايمان اعرض عما ارادت منه مع كونه شابا عزبا فان من يعمل بمقتضى الايمان يكون له
دل پر چونکہ ایمان غالب تہا تو اوسکا کہا نمانا باوجودیکہ جوان اور مجرد تہے بیشک جو شخص ایمان کی مطابق عمل کرتا ہے تو اوسکو
في الصبر عما يميل اليه نفسه اذا كان فيه سخط الله تعالى ويتقيد بمحاسبة نفسه ليكون الحساب عليه
نفس کی آرزو پر اگر اوس میں غصہ خدا کا ہوتا ہے تو مزا صبر میں آتا ہے اور اپنی ذات کے حساب میں لگا رہتا ہی تاکہ کل کو اوس پر حساب
اهون غدا وطريق المحاسبة ان ينظر في احواله هل لبه من حقوق الله تعالى وحقوق الناس شئ
آسان ہو جاوے اور طریق حساب لینی کا یہ ہی کہ اپنی حال کو دیکہتا رہی کہ اوس پر کوئی حق الله تعالی یا حقوق عباد میں سی کچہہ باقی ہے
ام لا فيتدارك ما فاته من فرايض الله تعالى فيقضيها ويرد المظالم حبة حبة ويستحل كل من تعرض له
یا نہیں پہر اگر فرایض الہی سی کچہہ قضا ہوا ہو تو اوسکو ادا کر کے عوض کر دے اور دانہ دانہ دعوی کا چکا دیوی اور جسکو
بيده ولسانه ويطيب قلوبهم بالاحسان اليهم حتى اذا مات لا يبقى عليه فريضة ولا مظلمة و
ہاتہہ یا زبان سی ستایا ہو تو معاف کرالی اور احسان کر کر اونکا دل خوش کر دی آخر جب مری تو اوس پر کوئی فریضہ اور دعوی باقی نہو اور
يدخل الجنة بغير حساب لانه ان مات قبل رد المظالم يحيط به خصماؤه ويتشبثون فيه بمخالبهم فهذا
بے حساب و کتاب بہشت میں چلا جاوی کیونکہ اگر حقوق ادا کئے بغیر مر گیا تو اوسکے مدعی گہیر کر نوچینگے یہہ
يقول ضربتني وهذا يقول شتمتني وهذا يقول استخدمني وهذا يقول اخذت مالي وهذا يقول وجدتني
کہیگا تونی مجہکو مارا تہا وہ کہیگا مجہکو گالی دی تہی کوئی کہیگا مجہسے کام لیا تہا کوئی کہیگا میرا مال چہین لیا تہا کوئی کہیگا تونے مجہکو
مظلوما وكنت قادرا على دفع الظلم فما دفعت عني الظلم وهذا يقول رايتني على منكر فما نهيتني
مظلوم پایا اور تجہکو یہہ قدرت تہی کہ ظلم سے بچا دیتا پر تو نی مجہکو نہ بچایا اور کوئی کہیگا تونے مجہکو گناہ میں پہنسا دیکہا اور مجہکو منع نکیا
عنه فبينما هو كذلك مبهوت متحير من كثرة الخصماء وقد ضعف عن مقاومتهم ومد عنق الرجا الى
اب وہ اس حال میں مدعیوں کی کثرت سی بحواس اور حیران ہو کر اونکی جواب دینے اور مقابلہ سے تہک کر
المولى الغفار لعله ينجيه من ايديهم اذ يقرع سمعه نداء الجبار اليوم تجزى كل نفس بما كسبت لا ظلم
مولی غفار کی طرف امیدوار ہوویگا شاید کہ اونکی ہاتہہ سی بچالیوی ناگاہ اوسکی کانمیں آواز آویگی آج بدلا پاویگا ہر جی جیسا کمایا ظلم نہیں
اليوم فعند ذلك ينخلع قلبه ويوقن بهلاك نفسه فتفكر ايها الغافل ما انزل الله تعالى في كتابه
آج اب اوسکا دل چہوٹ جاویگا اور یقین کر لیگا کہ مر لیا اب سوچ تو او غافل الله تعالی نے اپنی کتاب میں کیا نازل کیا ہے
حيث قال ولا تحسبن الله غافلا عما يعمل الظالمون ولا تتبع وسوسة الشيطان لانه عدو
جہان فرمایا ہی اور مت خیال کر کہ الله بے خبر ہے ان کاموں سی جو کرتے ہیں بے انصاف اور شیطان کی وسوسہ کی پیروی مت کر کیونکہ شیطان تو بنی آدم کا
لبني ادم يريد اضلالهم ليجرهم مع نفسه الى النار فيجب على المومن ان يدفع وسوسته ويتخذه
دشمن ہے راہ سے بہکانا چاہتا ہے تاکہ اپنے ساتہہ دوزخ میں کہینچ لیجاوی اب مومن پر واجب ہی کہ اوسکا خیال دور کرے اور اوسکو دشمن سمجہے
عدوا كما قال الله تعالى ان الشيطان لكم عدو فاتخذوه عدوا وذكر الفقيه ابو الليث في التنبيه
چنانچہ الله تعالی فرماتا ہی تحقیق شیطان تمہارا دشمن ہے سو تم سمجہو اوسکو دشمن اور فقیہ ابو اللیث نے تنبیہ میں کہا ہے
ان لك اربعة من الاعداء ويحتاج ان تجاهد مع كل واحد منهم احدهم الدنيا وهي غدارة مكارة
کہ تیرے چار دشمن ہیں اون میں سی ہر ایک کے ساتہہ لڑنا ضرور ہی ایک تو دنیا کہ عہد شکن اور فریب باز ہے

فلذلك قال الله تعالى فلا تغرنكم الحيوة الدنيا والثاني نفسك وهي شر الاعداء لما روي عن ابن عباس عنه عليه السلام
اسی لیے اللہ تعالی فرماتا ہے سو تمکو نہ دھوکا دیوے دنیا کا جینا اور دوسرا دشمن تیرا نفس ہے اور سب سے بدتر ہے دشمنوں میں واسطے اس کے جو روایت ہے ابن عباس سے کہ نبی علیہ السلام نے
قال اعدى عدوك نفسك التي بين جنبيك وقد اخبر الله تعالى انها بذاتها امارة بالسوء حيث قال
فرمایا سب سے بڑا دشمن تیرا نفس ہے جو تیری دونوں پسلیوں میں ہے اور بیشک اللہ تعالی نے خبر دی ہے کہ نفس خود بخود بری بات کا حکم کرنے والا ہے چنانچہ فرمایا ہے بیشک
النفس لامارة بالسوء والامر بالسوء دابها وعادتها لانها خلقت ظالمة جاهلة والعلم والعدل طار عليها
نفس تو سکھاتا ہے برائی اور برائی کا حکم دینا اسکا طریق اور عادت ہے اسلئے کہ اصل میں پیدا ہوا ہے ظالم اور جاہل اور علم اور عدل اسمیں عارضی ہوتے ہیں
وان لم يتداركها رحمة الله تعالى وفضله بقي على جهلها وظلمها ويكون من حزب الشيطان ويخرجها عن طاعتها
اور اگر تدارک نہ کرے اسکا رحمت اللہ کی اور فضل خدا کا تو جاہل اور ظالم رہتا ہے اور شیطان کی جماعت میں سے ہوتا ہے اور بھی فرمانبرداری سے نکال کر
الى العصيان ومخالفة الرحمن لانها تجري بطبعها في ميدان المخالفة والعبد مجهدة بمنعها عن سوء المطالبة
گناہوں میں اور رحمان کی مخالفت پر لگاتا ہے کیونکہ نفس بالطبع مخالفت کے میدان میں چلتا ہے اور بندہ اسکو روک کر مواخذہ کی خوف سے منع کرتا ہے
فمن اطلق عنانها فهو شريكها في فسادها والثالث شيطان الجن فاستعذ بالله تعالى منه والرابع شيطان
پھر جسنے اسکی باگ ڈھیلی چھوڑ دی تو فساد میں اسکا شریک ہے اور تیسرا دشمن شیطان جنی ہے سو اس سے خدا کی پناہ مانگا کر اور چوتھا دشمن
الانس فاحذره فانه اشد عليك من شيطان الجن لان شيطان الجن يكون اغواءه بالوسوسة واما شيطان
شیطان انسی ہے سو اس سے بچا رہ کیونکہ شیطان جنی سے زیادہ سخت ہے اسلئے کہ جنی شیطان کا بہکانا صرف خیالات سے ہوتا ہے اور انسی شیطان
الانس فهو رفيقك السوء يكون اغواؤه بالمعاينة والمواجهة لا يزال يطلب عليك ويجاهر بذلك عما كنت عليه
برا رفیق ہے اسکا بہکانا ظاہر کھلم کھلا ہوتا ہے ہمیشہ تاک میں رہتا ہے کہ کسطرح تجھکو بری وضع سے ڈگادے
كما قال بعض السلف انك تستعيذ بالله من الشيطان الرجيم فينصرف واما شيطان الانس فلا يبرح حتى يوقعك في
چنانچہ بعضے سلف کا قول ہے کہ جب تو شیطان رجیم سے خدا کی پناہ لیتا ہے تو وہ ٹل جاتا ہے اور انسی شیطان نہیں ٹلتا جب تک تجھکو معصیت میں نہ ڈالے
المعصية ولهذا قال النبي عليه السلام لا تصحب الا مؤمنا ولا ياكل طعامك الا تقي فانه عليه السلام حذر في هذا
اسی لیے نبی علیہ السلام نے فرمایا سوی مومن کے کسیکی پاس مت بیٹھ اور تیرا کھانا سوی پرہیزگار کے کوئی نہ کھاوے بیشک نبی علیہ السلام نے اس حدیث میں
الحديث عن مصاحبة من ليس بتقي وعن مخالطته لان الصحبة والمخالطة توجب الالفة والمحبة في القلب فيلزم
بدکار کی ہمنشینی اور میل جول سے منع فرمایا ہے کیونکہ ہمنشینی اور میل جول سے دلمیں الفت و محبت پیدا ہوتی ہے پھر ضرور ہے کہ ہو جاوے
ان يكون كما قال النبي عليه السلام يحشر المرء على دين خليله فلينظر احدكم من يخالل وقد قال الله تعالى الاخلاء
جیسا نبی علیہ السلام نے فرمایا ہے آدمی اپنے دوست کے دین پر اٹھیگا سو ہر ایک کو غور کرنا چاہیے کس سے دوستی کرتا ہے اور اللہ تعالی فرما چکا ہے جتنے دوست ہیں
يومئذ بعضهم لبعض عدو الا المتقين وان كل واحد من الاخلاء غير المتقين يقول يوم القيمة يا ويلتى ليتني لم
اس دن دشمن ہونگے مگر جو ہیں ڈروالے بیشک جو دوست پرہیزگار نہیں ہیں وہ قیامت کی روز یہ کہینگے اے خرابی میری کسی طرح
اتخذ فلانا خليلا لتنبيه وبذلك يعلم المتقين تخلل الانسان ويجتنبه من يسعى في عمارة آخرته وان كان فيه
نہ پکڑتا فلانے کو دوستی کی اسیطرح معلوم ہوا کہ ڈرنے والے انسان کی دوستی اور بچنا چاہیے اس سے جو آخرت کی بنا میں سعی کرے گرچہ اسمیں
ضرر للدنيا وعدوه من يسعى في خسارة آخرته وان كان فيه نفع للدنيا فعلى هذا ينبغي للمؤمن ان لا يتخذ
دنیا کا ضرر ہو اور دشمن وہ ہے جو آخرت کو خراب کرے گرچہ اسمیں دنیا کا فائدہ ہو اس بنا کی مطابق مومن کو لازم ہے کہ دوستی نہ کرے
خليلا الا من يثق بدينه وامانته ويعرف صلاحه وتقواه لان المرء يكون يوم القيمة مع من احب لما روي عنه عليه السلام
کسیکی جز اس کے جسکی دین اور امانت پر اعتماد ہو اور اسکی صلاحیت و تقوی معلوم ہو اسلئے کہ آدمی قیامت کی دن محبوب کی ساتھ ہوگا اسلئے اس حدیث کی جو روایت ہے

قال المرء مع من احب قال الحسن البصري لا يغرنكم ظاهر قوله عليه السلام المرء مع من احب فانكم لم تلحقوا
کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا آدمی ساتھ محبوب کی ہوویگا حسن بصری کہتے ہیں اس حدیث کی ظاہر پر مغرور نہ ہونا کہ آدمی ساتھ محبوب کی ہوویگا بیشک تم بدون عملوں کی

الابرار الا باعمالكم فان اليهود والنصرى يحبون انبياءهم ولا يكونون معهم يوم القيمة وهذا القول منه
ابرار سے نہیں مل سکتی کیونکہ یہود اور نصاری اپنی انبیاء کو محبوب رکھتے ہیں اور قیامت کے دن اونکی ساتھ نہونگی اوسکی اس بات میں یہہ

يشير الى ان مجرد المحبة من غير الموافقة في العمل لا ينفع فان تعظيم الانبياء والعلماء والصلحاء ومحبتهم انما
اشارہ ہے کہ نری محبت بدون موافقت اعمال کے مفید نہیں ہے کیونکہ انبیاء اور علماء اور صلحاء کی تعظیم اور محبت جب ہوتی ہے

يكون باتباعهم فيما دعوا اليه من العلم النافع والعمل الصالح واقتفاء اثارهم وسلوك طريقتهم لان من اتبعهم
کہ اونکی اطاعت کرے جدہر وہ بلاتے ہیں یعنی طرف علم نافع اور عمل صالح کی اور اونکی پیروی کرے اور اونکا سا طریق اختیار کرے اسلئے کہ جو شخص

اقتفى اثارهم فيكون سببا لتكثير اجورهم بمقتضى قوله عليه السلام من دعى الى هدى كان له من الاجر مثل اجور
اونکی اطاعت اور پیروی کریگا تو باعث اونکی بڑہتی ثواب کا موافق ارشاد علیہ السلام کے جو شخص ہدایت کرے تو اوسکو برابر ہدایت ہونے والوں کی ثواب ہوویگا

من تبعه لا ينقص ذلك من اجورهم شيئا واما من لم يتبعهم ولم يقتف اثارهم بل خالفهم في العمل واشتغل بتقبيل
اور اونکی ثواب میں سے کچھ کم ہوویگا اور جسنے اطاعت نکی اور نہ اونکی پیروی کی بلکہ عمل میں تو اونسے مخالف اور اونکی ہاتھ پاؤں چومتا

ايديهم وتقبيل نعالهم والتملق بين ايديهم والقيام عند رؤيتهم فليس ذلك من التعظيم والمحبة لانه جعلهم
اور جوتیاں سیدہی کرتا اور سامنے خوشامد اور دیکہہ کی تعظیم کی لئے کہڑا ہوتا رہا تو یہہ کچھہ تعظیم اور محبت نہیں ہے کیونکہ اپنی ساتھ

مع نفسه محروما من الاجر فاي تعظيم ومحبة في ذلك المجلس الثالث والستون في بيان محاسبة
اونکو بھی ثواب سے محروم کرکیا پھر اسمیں کیا تعظیم اور محبت ہوئی تریسٹہویں مجلس بندہ کی محاسبہ کے بیان میں

العبد يوم القيمة والمناقشة في الحساب قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا تزول
قیامت کے دن اور حساب کی مناقشہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں ہلسکتی دونوں

قدما عبد يوم القيمة حتى يسئل عن اربع خصال عن عمره فيما افناه وعن جسده فيما ابلاه وعن
پاؤں کسی آدمی کی قیامت کی روز جب تک پوچھا جاوے چار چیزوں سے عمر کو کہونکر کہوئی اور بدن سے کیونکر پرانا کیا اور

ماله من اين اكتسبه وفيما انفقه وعن علمه ما عمل فيه هذا الحديث من حسان المصابيح رواه ابن
مال سے کہانسے کمایا اور کہان خرچ کیا اور علم سے اوسپر کیا عمل کیا یہہ حدیث مصابیح کی حسن حدیثوں میں ہے ابن مسعود کی

مسعود والعبد المذكور فيه وان كان عاما لكونه نكرة في سياق النفي لكنه مخصوص بقوله عليه السلام
روایت سے اور عبد جو اس حدیث میں آیا ہے اگرچہ عام ہے کہ نکرہ نیچے نفی کی پڑا ہے پر بیان خاص ہے بدلیل اس حدیث کی

يدخل الجنة من امتي سبعون الفا بغير حساب فعلى هذا يكون السؤال المذكور فيه لغير هؤلاء السبعين
میری امت میں سے ستر ہزار بے حساب جنت میں جاوینگے اس حدیث کی موافق یہہ چاروں سوال سوا ان ستر ہزار کی اوروں سے ہونگی

الفا فلا بد لكل من يؤمن بالله واليوم الاخر ان يعلم انه يسئل يوم القيمة ويناقش في الحساب ويطالب
سو ہر ایک کو جو اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان لایا ہے ضرور ہے کہ جان رکہے کہ قیامت کے دن سوال ہوگا اور حساب میں جہگڑا پہیلیگا اور ذرہ ذرہ

بمثاقيل الذر من الخطرات واللحظات ويتحقق انه لا ينجيه من هذه الاخطار الا لزوم محاسبة النفس
سے خطرہ اور نگاہ کا مواخذہ ہوویگا اور ثابت ہے کہ ان خطرات سے بدون لازم کرنے حساب نفس کے نجات نہیں ہو سکتی

في تجارتها لاخرتها ومطالبتها في انفاسها ولحظاتها وحركاتها وسكناتها فان من حاسب نفسه قبل ان
اوسکی تجارت کا حساب آخرت کے واسطے اور اوسکا مطالبہ حرکات اور سکنات میں دم دم اور گہڑی گہڑی کا بیشک جسنے حساب دیئے سے پہلے اپنا حساب

يحاسب

يحاسب يخفف عليه يوم القيمة حسابه ويحضره عند السؤال جوابه ويحسن منقلبه ومآبه ومن لم
درست کیا تو وہ سیر در قیامت کو حساب دنیا سہل ہوویگا اور سوال ہوتی ہی جواب سیدھا ہو جاویگا اور اوسکا مآل اور انجام نیک ہوویگا اور جسنی حساب
يحاسبها دام حسراته ويطول في عرصات القيمة وقفاته ويعود الى الخزي والمقت سيئاته فاذن
درست کیا تو ہمیشہ کو ارمان رہیگا اور مدت دراز تک قیامت کی میدان مین کہڑا رہیگا اور اوسکی تمام گناہوں کا انجام رسوائی اور ہلاکت ہی سو اب
لابد للمؤمن ان لا يغفل في تجارته لآخرته عن مراقبة نفسه في حركاتها وسكناتها ولحظاتها وخطراتها
مؤمن کو ضرور ہی کہ آخرت کی تجارت میں اپنی نفس کی نگہبانی سی غفلت نکری اوسکی حرکات اور سکنات اور لحظات اور خطرات کو نگہبانی
لان هذه التجارة ربحها الفردوس الاعلى وبلوغ سدرة المنتهى مع النبيين والصديقين والشهداء فتدقيق
کیونکہ اس تجارت کا فائدہ فردوس اعلی اور مقام سدرة المنتہی انبیاء اور صدیقین اور شہداء کی ساتھ ہی سو اس تجارت کی
الحساب في هذه التجارة اهم من تدقيقه في تجارة الدنيا لان ارباح تجارة الدنيا بالقياس الى النعيم المقيم في
حساب کی صفائی بہ نسبت دنیا کی تجارت کی بہت ضروری اسلئی کہ دنیا کی تجارت کا فائدہ بہ نسبت دائمی نعمتوں اخروی کی کمتر ناپائدار ہی
العقبى قليلة سريعة الزوال ولا خير في خير لا يدوم بل شر لا يدوم خير من خير لا يدوم لان الشر الذي لا يدوم اذا
در عقبی ناپائدار میں کچہ خوبی نہین ہی بلکہ تکلیف ناپائدار عیش ناپائدار سی بہتر ہی اسلئی کہ تکلیف ناپائدار جب ہو چکی
زال بقي الفرح دائما والخير الذي لا يدوم اذا زال بقي الاسف دائما فعلى هذا ينبغي للمؤمن اذا صلى وفرغ
تو پہر دائمی فرحت رہیگی اور عیش ناپائدار جب ہو چکا تو ہمیشہ کو افسوس باقی رہیگا پس اس کی موافق مؤمن کو لازم ہی کہ صبح ہوتی ہی
من فريضة الصبح ان يفرغ قلبه ساعة فيقول لنفسه يا نفس ليس لي بضاعة الا العمر فاذا فني فقد فني
فجر کی نماز سی فارغ ہوکر ایک دم اپنی دل کو خالی کرکر اپنی نفس سی یہہ کہی ای نفس میری پاس سوای عمر کی کوئی سرمایہ نہیں ہی جب یہہ ہی ہو چکی تو
راس المال ويقع الياس عن التجارة وطلب الربح وهذا اليوم يوم جديد قد امهلني الله تعالى فيه و
راس المال ہو چکا پہر تجارت اور حصول منفعت کی امید نہیں ہی اور آجکا دن نیا دن ہی کہ الله تعالی نی مجھکو اسمیں مہلت عطا کی ہی اور
اخر في اجلي ولو كان توفاني لكنت اتمنى ان يرجعني الى الدنيا يوما واحدا حتى اعمل فيه صالحا فاحسب
اجل میں تاخیر کردی ہی اگر وفات دیدیتا تو یہی آرزو کرتا رہتا کہ ایکدن کی لئی مجھکو پہر دنیا میں بہیجدی تاکہ اوسدن نیک عمل کرلون ای نفس تو یہی سمجہہ لی
يا نفس انك توفيت ثم رددت الى الدنيا فاياك ثم اياك ان تضيع هذا اليوم فان كل ساعة من ساعات العمر بل
کہ مرکر پہر دنیا میں آیا ہی سو خبردار پہر خبردار یہہ دن ضائع ہو جاوی بیشک عمر کی ایک ایک ساعت بلکہ عمر کا
كل نفس من انفاسه جوهرة نفيسة لا بدل لها يمكن ان يشترى بها كنز من كنوز الجنة لا يتناهى نعيمها ابد
ایک ایک دم ایسا جوہر نفیس بی نظیر ہی کہ اوسکی بدلی جنت کا ایک خزانہ مول لی سکتی ہیں جسکی نعمتیں کبہی تمام نہوں گی سو ایسی انفاس کا
الآباد فانقضاء هذه الانفاس ضائعة او مصروفة الى المعاصي غاية الخسران ونهاية الخذلان فان عمر الانسان
بیکار گذرنا یا معاصی میں لگا رہنا بڑا ہی خسارہ اور نہایت بی بختی ہی کیونکہ انسان کی زندگی
زمان للاعمال الصالحة المقربة له الى الله تعالى والموجبة له جزيل الثواب في يوم الحساب وهذه هي
اعمال صالحہ کی واسطی ہی جس سی الله تعالی کا قرب حاصل ہو اور قیامت کی دن بڑا ہی ثواب ملی اور یہی ہی
السعادة التي ينبغي للانسان ان يسعى في تحصيلها اذ ليس له منها الا ما سعى كما قال الله تعالى وان ليس
سعادت ہی جسکی لئی انسان کو ضرور سعی کرنی چاہئی اسواسطی کہ انسان کو وہی ملیگا جو آپ کر جائیگا چنانچہ الله تعالی فرماتا ہی اور یہہ
للانسان الا ما سعى فكل جزء يفوت من العمر خاليا من عمل صالح يفوت من سعادة الآخرة بقدره وهذا
کہ آدمی کو وہی ملتا ہی جو کمایا پہر عمر کا جو دم عمل صالح سی خالی کٹتا ہی ویسی ہی سعادت اخروی گہٹتی ہی اور اسیی لئی

عظمت مراعاة السلف لانفاسهم ولحظاتهم وبادروا الى اغتنام ساعاتهم واوقاتهم ولم يضيعوا اعمارهم في
متقدمین اپنی انفاس اور لحظہ لحظہ کی بہت ہی حرداری کرتی تھی اور ہر دم اپنی ساعات اور اوقات کو غنیمت سمجھتی تھی اپنی عمر کو
البطالة والتقصير قال الحسن البصري ادركت قوما كانوا على ساعاتهم اشفق منكم على دنانيركم ودراهمكم
بیکار اور تقصیر میں نہ کھوتی تھی حسن بصری کہتی ہیں میں نے ایک قوم کو دیکھا ہی کہ وہ اپنی ساعات کو اس سی زیادہ سنبھالتی تھی کہ تم اپنی اشرفی روپیہ کو سنبھالتی ہو
فان واحدا منكم كما لا يحب ان يخرج منه درهم واحد الا فيما يعود اليه نفعه وهم كذلك كانوا لا يحبون
کیونکہ جیسی تم میں کسی کو خوش نہیں ہوتا کہ روپیہ ایسی کام میں خرچ ہو جاوی کہ جسمیں فائدہ ہو وہ لوگ بھی ایسی ہی خوش ہوتی تھی کہ اونکی عمر میں سی ایک ساعت
ان يخرج من اعمارهم ساعة الا فيما يعود اليهم نفعه فان اليوم والليلة اربع وعشرون ساعة وقد ورد
بیفائدہ گذر جاوی بیشک دن رات چوبیس ساعت کا ہوتا ہی اور حدیث میں آیا ہی جیسا کہ امام غزالی احیاء میں بیان کرتی ہیں کہ
في الخبر على ما ذكره الامام الغزالي في الاحياء ان العبد يعرض عليه يوم القيمة لكل يوم وليلة اربع وعشرون
آدمی کو قیامت کی دن ہر ہر دن رات کی چوبیس چوبیس
خزانة مصفوفة فيفتح له منها خزانة فيراها مملوة نورا من حسناته التي عملها في تلك الساعة فيناله
خزانی کی قطار پیش آویگی پھر اوسکی لئی اونمیں سی ایک خزانہ کھولیگی تو دیکھیگا کہ حسنات کی نور سی بھری ہی جو جو اوس ساعت میں کیا تھا پھر اوسکو
من الفرح والسرور ما لو وزع على اهل النار لادهشهم ذلك الفرح والسرور عن احساس الم النار ويفتح له
اتنا فرحت اور سرور حاصل ہوگا کہ اگر وہ دوزخیوں پر تقسیم کردیں تو لی جاوی سی دوزخ کی الم کا ادراک نہ کرسکیں پھر اوسکی لئی اور خزانہ کھلیگا
خزانة اخرى فيراها سوداء مظلمة يفوح نتنها ويتغشاه ظلمتها وهي الساعة التي عصى الله تعالى فيها
اوسکو سیاہ تاریک دیکھیگا کہ بدبو پھیل رہی ہی اور اندھیرا چھا رہا ہی یہ وہ ساعت ہوگی جسمیں اسنے اللہ تعالی کی نافرمانی کی ہی
فيناله من الحزن والغم ما لو قسم على اهل الجنة لتنغص عليهم نعيمها ويفتح له خزانة اخرى فيراها فارغة
پھر اوسکو اتنا غم اور ملال پیدا ہوگا کہ اگر جنتیوں پر تقسیم کردیں تو اونپر جنت کی تمام نعمتیں بدمزہ ہو جاویں پھر ایک اور خزانہ کھلیگا اوسکو خالی پاویگا
ليس فيها ما يسره وما يسوءه وهي الساعة التي نام فيها او اشتغل بشيء من مباحات الدنيا فيتحسر على خلوها
نہ اوسمیں کچھ خوشی ہی اور نہ کوئی غم یہ وہ ساعت ہوگی جسمیں سو رہا یا دنیا کی کسی مباح چیز میں مشغول ہوگیا پھر اسکی خالی ہونی پر
ويناله من الالم ما يناله من قدر على الربح الكثير والملك الكبير واهمله وتساهل فيه حتى فاته وهكذا يعرض
اتنا ملال کر کر الم اوٹھاویگا جیسی کسیکو بڑی فائدہ اور بڑا ملک ہاتھ آسکتا تھا مگر اسنے سستی اور دیر کی کہ وہ ہاتھ سی جاتا رہا اسی طرح خزانی
عليه خزائن اوقاته طول عمره فينبغي له ان يجتهد في تعميرها ولا يدعها فارغة عن الكنوز التي هي اسباب
عمر کی ساعات کی پیش آتی جاوینگی اب اوسکو سزاوار ہی کہ اوقات عمر کو آباد کری اور خزانوں سی خالی نہ چھوڑی جو کہ باعث اسکی سعادت اور ملک کا ہیں
سعادته وملكه ويسعى في حفظ جوارحه السبعة التي هي العين والاذن واللسان والبطن والفرج واليد
اور ساتوں اعضاء کی حفاظت کری کہ وہ آنکھ ہی اور کان اور زبان اور پیٹ اور شرمگاہ اور ہاتھ
والرجل لانه ان فعل بواحد منها معصية يكون كافر النعمة الله تعالى في جميع الاسباب التي لابد له منها
اور پاؤں کیونکہ اونمیں سی اگر کسی سی بھی گناہ کریگا تو اللہ کی نعمتوں کا تمام اسباب میں منکر ٹھیریگا جن اسباب کی عمل کرنیمیں ضرورت ہوتی ہی اسکو
في اقدامه على العمل لان المراد من خلق الدنيا وما فيها ان يستعين الانسان على الوصول الى طاعة الله تعالى
کہ مقصود دنیا اور دنیا کی سامان کی پیدائش سی یہی ہی کہ انسان اللہ تعالی کی طاعت پر مدد حاصل کری
ولا يمكن الوصول الى طاعة الله تعالى الا بدوام البدن ولا يبقى البدن الا بالغذاء ولا يحصل الغذاء الا بالماء
اور طاعت الہی کا میسر ہونا بدون قیام بدن کی ممکن نہیں ہی اور بدن بدون غذا کی قایم نہیں رہتا اور غذا بدون پانی

والهواء ولا يتم ذلك إلا بخلق الأرض والسماء فمن استعمل شيئا من أعضائه في غير طاعة الله تعالى يكون كافرا
اور ہوا کی ساتھ ہوتی ہے اور یہ سب بدون پیدائش زمین اور آسمان کی پورا نہیں ہوتا پھر جس کسی نے اپنے اعضا میں سے کسی عضو کو غیر طاعت کے کسی کام میں لگایا تو وہ خدا کی نعمتوں کا
لنعمة الله تعالى في جميع ذلك ولا بد من حفظ الجوارح لأن حفظها هو رأس المال والربح بعد ذلك فمن لم يكن له رأس
منکر ہے حفاظت اعضا کی ضروری ہے کیونکہ انکی حفاظت بجای اصل مال کی ہے اور فائدہ اسکے بعد ہوگا پھر جسکے پاس اصل مال ہی نہیں
المال كيف يحصل له الربح وهذه الجوارح السبعة له الهلاك والنجاة فمن يهلك يهلك بإهمالها وعدم حفظها
تو وہ فائدہ کیونکر اٹھا سکتا ہے اور یہ ساتوں اعضا ہی آدمی کی ہلاکت ہوتے ہیں اور نجات بھی پس جو ہلاک ہوتا ہے تو انکو چھوڑ دینے اور حفاظت نکرنی سے
ومن ينجو ينجو بحفظها وعدم إرسالها فحفظها أساس كل خير وإهمالها أساس كل شر ولهم سبعة أبواب
اور جو نجات پاتا ہے تو انکی حفاظت اور نہ چھوڑنے سے غرض اعضا کی حفاظت تمام خوبی کی جڑ ہے اور چھوڑ دینا تمام بدی کی جڑ ہے اور دوزخ کی سات دروازے ہیں
وإنما سميت تلك الأبواب لمن عصى الله تعالى بتلك الجوارح فلزم حفظها عن معاصيها أما العين فيحفظها
وہ دروازے انہیں ہاتھ پاؤں کی واسطے اور اعضا کی نام سے مقرر ہیں تو تمام اعضا کا معاصی سے بچانا ضرور ہے ہر ایک کو حرام کی طرف نگاہ کرنی سے
عن النظر إلى ما حرم نظره بل عن كل فضول مستغن عنه لأن الله تعالى يسأل العبد عن فضول النظر كما يسأله عن
بچاوی بلکہ ہر زائد سے کیونکہ اللہ تعالی بندے سے فضول نگاہ کا بھی مواخذہ کریگا جیسی بیہودہ کلام سے مواخذہ کریگا
فضول الكلام فإذا حفظها عنه لا يقنع به بل يصرفها إلى ما خلق له من النظر إلى عجائب صنع الله تعالى ليستدل
جب نگاہ کو گناہ سے محفوظ رکھا تو اسی پر بس نہ کری بلکہ نظر سے نظر کا کام لی یعنی عجائب صنائع الہی کو دیکھ کر انکی
به على وجوده ودوامه ووحدانيته وقدرته وإرادته وعلمه وحكمته والنظر في كتابه وسنة رسوله وسائر
وجود اور دوام اور وحدت اور قدرت اور ارادہ اور علم اور حکمت پر استدلال کری اور انکی کتاب اور انکی رسول کی سنت اور تمام
كتب الدين ليعلم أمور دينه ويشغل وهكذا يفعل في كل عضو لا سيما ما هو رأس الأعضاء وهو القلب الذي يلزمه
کتب دین کو دیکھی تاکہ امور دین سیکھی اور اسی طرح ہر ہر عضو کو کام میں لاوی خصوصا تمام اعضا کی رئیس کو یعنی دل جسکا
تطهيره من الأخلاق الذميمة وتزيينه بالأخلاق الحميدة وتكميله بالعلم المقرون بالعمل فإن من علم مسألة
عادات بدی سے پاک رکھنا اور نیک خصلتوں سے آراستہ کرنا اور علم باعمل سے کامل بنانا ضرور ہے کیونکہ جو کوئی
من مسائل الدين ينبغي له أن يكون عاملا بها ولا يسأل يوم القيمة عنها لدلالة عليه قوله عليه السلام وعن علمه ما
مسائل دینی میں سے کوئی مسئلہ سیکھے چاہیے کہ اوسپر عمل کری ورنہ قیامت کی دن اسکا مواخذہ ہوگا حدیث سے معلوم ہوتا ہے اور انکی علم سے پوچھینگی
عمل فيه فإنه محقق لأنه عليه السلام لم يقل وما قال فيه فليتفطن العبد فيما علم هل عمل به وكان من الصادقين الذين سمى
کہ اوسپر کیا عمل کیا بیشک یہ حق ہے کیونکہ آپ علیہ السلام نے یہ نہیں فرمایا ... اس کو غور کرنا چاہیے کہ علم میں ما پر عمل کیا تاکہ صادقین
الله تعالى عليهم بقوله أولئك الذين صدقوا أو خالف علمه بعمله ودخل في قوله عليه السلام أشد الناس عذابا
میں داخل ہو جنکی اللہ تعالی نے ستائش کی ہے یا وہ لوگ جو جھوٹے ہیں علم کی برخلاف کرکے اس حدیث کی مصداق میں داخل ہوا سخت ترعذاب
يوم القيمة عالم لم ينفعه الله بعلمه وروي عن ابن مسعود أنه قال ما منكم من أحد إلا سيخلو الله به كما يخلو أحدكم
قیامت کی دن عالم کو ہی جسکی علم سے اللہ تعالی نے نفع نہ دیا اور ابن مسعود سے روایت ہے کہ کوئی بھی تم میں سے ایسا نہیں کہ اللہ اسکو تنہائی میں دیکھی جیسے تم دیکھتے ہو
بالقمر ليلة البدر ثم يقول ما غرك بي يا ابن آدم ما عملت بما علمت يا ابن آدم ماذا أجبت المرسلين يا ابن آدم ألم أكن رقيبا
چودھویں شب کی چاند کو پھر فرماویگا کہ ای شخص میری حق میں کس چیز نے دھوکا دیا ای شخص تو نے اپنے علم پر کیا عمل کیا ای شخص تو نے مرسلین کا کیا جواب دیا ای شخص کیا میں تیری
على عينك وأنت تنظر بها إلى ما لا يحل لك ألم أكن رقيبا على أذنك وهكذا على سائر الأعضاء فتفكر يا مسكين في عظم
آنکھ کا نگہبان نہ تھا اور تو آنکھ سے حرام کی طرف نظر کرتا تھا کیا میں تیری کان کا نگہبان نہیں تھا اسی طرح تمام اعضا پر بہ سرح ... ای مسکین اس بڑی خطا

خيانتك اذا ذكرك الله تعالى ذنوبك شفاها اذ يقول لك يا عبدي اما استحييت مني فبادرتني بالقبيح
جب اللہ تعالیٰ تیری خطاؤں کو منہ در منہ یاد دلاویگا جب فرماویگا ای شخص کیا تونی مجہسی حیا نکی جلدی سی خطا کر بیٹہا
واستحييت من خلقي واظهرت لهم الجميل اكنت اهون عليك من سائر عبادي استخففت بنظري
اور میری خلقت سی حیا کرکر اونکی سامنی اپنی نیکوکاری ظاہر کی کیا میں تیری نظروں میں تمام مخلوقات سی ہلکا تہا میری نگہبانی کو ہلکا سمجہ کر تجہہ پروا نکی
اليك ولم تكترث به واستعظمت نظر غيري فكيف يكون حالك وخجالتك اذا عدّ عليك
اور اوروں کی نظر کو بہت بڑا سمجہا اوسوقت تیرا کیا حال ہوگا اور کیسی شرمساری ہوگی جب تجہہ پر اونکی
نعماءه ومعاصيك والاءه ومساويك فان انكرت شيئا يشهد عليك جوارحك فتفتضح على ملأ
نعمتیں اور تیری گناہ اور اوسکی خوبیاں اور تیری خطا شمار ہونگی پہر اگر تو کچہہ انکار کریگا تو تیری اعضا اتپہ بات کو گواہی دینگی پہر تو تمام خلق اللہ کی سامنی
الخلائق بشهادة الاعضاء الا ان الله تعالى وعد المؤمن ان يستر عليه ذنبه ولا يطلع عليه غيره
اعضاء کی گواہی کا رسوا ہوویگا ہاں بیشک اللہ تعالیٰ نی مومن سی وعدہ کیا ہی کہ اوسکی خطا چہپاوی اور غیر کو اوسپر خبردار نکری
كما روى عن ابي هريرة رض انه عليه السلام قال يدني الله العبد منه يوم القيمة ويضع عليه كنفه
جیسی ابو ہریرہ سی روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا اللہ تعالیٰ قیامت کی دن بندہ کو پاس بلاویگا اور اوسپر پردہ ڈالکر
ويستره من الخلائق كلها ويدفع اليه كتابه في ذلك الستر فيقول له اقرأ كتابك فيمر بالحسنة فيبيض لها
تمام خلائق سی چہپالیگا پہر اوس پردہ کی اندر اوسکو نامۂ اعمال دیکر فرماویگا اسکو پڑہ تو سہی پہر یہہ حسنات کو دیکہہ کر خوشی سی کہل جاویگا
وجهه ويمر بالسيئة فيسود بها وجهه فيقول الله له اتعرف يا عبدي فيقول نعم يا رب اعرف فيقول اني اعرف
اور گناہوں کو دیکہہ کر چہرہ سیاہ ہو جاویگا پہر اللہ تعالیٰ فرماویگا کچہہ جانتا بہی ہی عرض کریگا ہاں ای پروردگار میں تو جانتا ہوں
بها منك قد غفرتها لك فلا يزال يمر بحسنة تقبل فيسجد وسيئة تغفر فيسجد فلا ترى الخلائق منه
پہر اللہ فرماویگا میں تجہسی زیادہ جانتا ہوں کہ تجہکو معاف کرچکا ہوں پہر یہی حال رہیگا کہ حسنات کو مقبول دیکہیگا پس سجدہ کریگا اور خطا کو معاف پاویگا پہر سجدہ کریگا سو خلقت کو
الا ذلك حتى ينادي الخلائق بعضها بعضا طوبى لهذا العبد الذي لم يعص قط ولا يدرون ما جرى بينه
اسکا یہی حال نظر آویگا یہاں تک کہ آپسمیں ایک دوسری سی کہیگا یہہ شخص کیا خوش نصیب ہی اسنی گناہ کبہی نہیں کیا اور یہہ معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ میں
وبين الله تعالى فيما وقفه عليه والاخبار بهذا المعنى كثيرة وذلك بفضل منه فانه يخاطبه خطاب
اور اوسمیں وہاں کہڑی کہڑی کیا معاملہ گذر گیا اور اس مضمون کی حدیثیں بہت ہیں اور یہہ اوسکا فضل ہی فضل ہی کہ اوسکو نرمی سی مخاطب ہوکر فرماویگا
الملاطفة فيقول له هل تعرف عبدي فيقول اعرف يا ربي ويقول ممتنا عليه ومظهرا فضله لديه
ای شخص جانتا بہی ہی عرض کریگا پروردگار میں جانتا ہوں پہر مست رکہکر اور اوسپر اپنا فضل ظاہر کرکر فرماویگا
فاني سترتها عليك في الدنيا ولم افضحك بها وانا اغفرها لك اليوم قيل هذه ذنوب تاب عنها كما ذكر ابو نعيم
میں نی دنیا میں تیری پردہ پوشی کی اور عزت رکہلی آج بہی تجہکو معاف کرتا ہوں بعضی کہتی ہیں یہہ گناہ توبہ کی ہوئی ہونگی چنانچہ ابو نعیم
عن الاوزاعي عن هلال بن سعد ان الله تعالى يغفر الذنوب لكن لا يمحوها عن الصحيفة حتى يوقفه عليها يوم
اوزاعی سی اور وہ ہلال بن سعد سی روایت کرتا ہی کہ اللہ تعالیٰ گناہ تو معاف کر دیتا ہی پر نامۂ اعمال سی نہیں مٹاتا تاکہ قیامت کی روز اوس سی آگاہ کر دی
القيمة وان تاب عنها قال القرطبي في تذكرته نقلا عن شيخه ولا يعارض هذا ما في التنزيل والحديث من
اگرچہ توبہ کر چکا ہو قرطبی اپنی تذکرہ میں اپنی استاد سی نقل کرتا ہی اور یہہ روایت قرآن اور حدیث کی مضمون سی مخالف نہیں ہی
ان السيئات تبدل بالتوبة حسنات فلعل ذلك بعد ما يوقفه عليها ويدل على هذا ما روى عن ابن مسعود
یعنی خطائیں بعد توبہ کی حسنات ہو جاتی ہیں شاید کہ تبدیل آگاہ کرنیکی بعد ہوتی ہو اور ابن مسعود کی روایت سی ایسا ہی معلوم ہوتا ہی

انه قال ينظر الانسان يوم القيمة في كتابه فيرى في اوله المعاصي وفي آخرها حسنات فلما رجع في اوله

کہ وہ کہتی ہیں کہ انسان قیامت کی دن اپنی نامہ اعمال میں نگاہ کریگا تو اول معاصی نظر آوینگی اور آخر میں حسنات پہر جب ابتداء نامہ پڑہیگا

رای کل حسنات وروی عن ابن عباس انه قال اذا تاب العبد تاب الله عليه وانسى الحفظة ما كانوا علموا من مساوي

تو کیا دیکہتا ہی کہ سراسر حسنات ہیں اور ابن عباس سی روایت ہی کہ کہتی ہیں جب بندہ توبہ کرتا ہی تو اللہ بہی اوسپر رحمت کرتا ہی اور کراما کاتبین کو بہلا دیتا ہی جو اوسکی گناہ

عمله وانسى جوارحه ما عملت من الخطايا وانسى مقامه من الارض وانه من السماء ليجيء يوم القيمة وليس

دیکہہ چکی ہی اور اوسکی اعضا کو بہلا دیتا ہی جو جو خطا کی ہی اور زمین پر کا ٹہور ٹہکانا اور آسمان کی بہی کس جگہہ سب بہلا دیگا آخر قیامت کی دن ایسا آویگا

من المخلوقات شيء يشهد عليه بشيء قيل هي ذنوب كانت بينه وبين الله تعالى واما ما كان بينه وبين العباد فلا بد

کہ مخلوقات میں سی کوئی اوسکا برائی سی گواہ نہوگا بعضی کہتی ہیں یہہ وہ گناہ ہیں جو صرف حقوق اللہ میں تہی وہ گناہ جو حقوق العباد ہیں سو اونمیں ضرور ہی

فيها من القصاص بالحسنات لما روي عن ابي هريرة انه عليه السلام قال من كانت عنده مظلمة لاخيه من

کہ حسنات میں سی بدلہ ہووی چنانچہ ابوہریرہ سی روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا جسکی ذمہ کوئی حق کسیکا ہو آبرو کا

عرض او مال فليتحلله منه اليوم قبل ان يؤخذ منه يوم لا دينار فيه ولا درهم ان كان له عمل صالح اخذ

یا مال کا تو لازم ہی کہ آج اوس روز کی مواخذہ سی پہلی کہ نہ دینار ہوگا اور نہ درہم معاف کرالی اگر اوسکی پاس عمل صالح ہونگی

منه بقدر مظلمته وان لم يكن له حسنات اخذ من سيئات صاحبه فحمل عليه وروي عن ابي هريرة رض

تو بقدر حقوق کی لیلینگی اور اگر اوسکی پاس حسنات نہوئی تو مدعی کی گناہ لیکر اوسپر ڈالی جاوینگی اور ابوہریرہ سی بہی روایت ہی

ايضا انه عليه السلام قال اتدرون من المفلس قالوا المفلس فينا من لا درهم معه ولا متاع قال ان المفلس من

کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا جانتی ہو مفلس کون ہوتا ہی عرض کیا مفلس ہم میں وہ ہوتا ہی جسکی پاس نہ درہم ہو اور نہ کچہہ سامان فرمایا مفلس میری امت میں

امتي من ياتي يوم القيمة بصلوة وزكوة ويأتي قد شتم هذا وقذف هذا وضرب هذا واكل مال هذا فيعطى

وہ ہوگا جو قیامت کی روز نماز اور زکوۃ لاویگا پہر کوئی آویگا کہ اوسکو برا کہا تہا اور اوسکو گالی دی ہی اور اوسکو مارا تہا اور اوسکا مال کہا گیا تہا

هذا من حسناته وهذا من حسناته فان فنيت حسناته قبل ان يقضي ما عليه اخذ من خطاياهم

پہر نیکیاں کچہہ اوسکو دی جاوینگی اور کچہہ اوسکو پس اگر اوسکی حسنات ادا حقوق سی پہلی ہو چکیں تو اونکی گناہ لیکر اوسکی ذمہ پڑینگی

فطرحت عليه ثم طرح في النار فاذا تقرر هذا يجب على كل مسلم المبادرة الى تدارك حاله فينظر هل عليه من

پہر اوسکو دوزخ میں پہینکدینگی جب یہہ بات ہوئی تو ہر ایک مسلمان پر واجب ہی کہ جلد اپنی حال کا تدارک کری غور کری کہ میری ذمہ حق اللہ

حقوق الله تعالى وحقوق الناس شيء ام لا فيتدارك ما فاته من فرائض الله تعالى فيقضيها ويرد المظالم

یا حق العباد کچہہ ہی یا نہیں پہر اوسکا عوض کردی جو فرائض الہی میں سی فوت ہوا ہو ادا کردی اور تمام حقوق دانہ دانہ واپس کری

حبة حبة ويستحل من تعرض له بيده ولسانه وسائر جوارحه ويطيب قلوبهم حتى يموت ولم يبق عليه

اور جسکو ہاتہہ سی یا زبان سی یا اور اعضا سی ستایا ہو اوس سی معاف کرالی اور اونکا دل خوش رکہی آخر مری تو ایسا کہ اوسکی ذمہ نہ کوئی

فريضة ولا مظلمة ويدخل الجنة بغير حساب لانه ان مات قبل رد المظالم يحيط به خصمائه ويتشبثون

فریضہ ہو اور نہ کوئی حق اور بہشت میں بی حساب چلا جاوی اسلئی کہ اگر حقوق ادا کرنی سی پہلی مرگیا تو مدعی گہیر کر ناخن سی نوچینگی

فيه بمخالبهم فهذا يقول ضربتني وهذا يقول استخدمتني وهذا يقول شتمتني وهذا يقول استهزأتني

ایک کہیگا مجہکو مارا تہا کوئی کہیگا مجہسی خدمت لی ہی یہہ کہیگا مجہکو گالی دی ہی وہ کہیگا مجہسی چہل کی ہی

وهذا يقول اغتبتني وهذا يقول اخذت مالي وهذا يقول بايعتني واخفيت عني عيب متاعك وهذا

کوئی کہیگا میری غیبت کی تہی کوئی کہیگا تو نی میرا مال چہینا تہا کوئی کہیگا تو نی میری ہاتہہ مال بیچا اور اوسکا عیب ظاہر نکیا کوئی

يقول لكن بعتني في سرهتا علي وهذا يقول وجدني مظلوما وكنت قادرا على دفع الظلم فما دفعت عني الظلم
کہیگا مال کی بابت تونی مجسے جھوٹ بولا اور کوئی کہیگا تونی مجہپر ظلم ہوتی دیکہا اور تو دفع کرسکتا تہا پر تونی مجکو ظلم سی نہ بچایا

وهذا يقول رايتني على منكر فما نهيتني عنه فبينما هو كذلك مبهوت متحير من كثرة الخصماء اذ لم يبق في عمره
اور کوئی کہیگا مجکو تونی گناہ مین مبتلا دیکہا پر مجکو منع نکیا پس وہ اوسی حالت میں مدعیوں کی کثرت سی حیران پریشان ہوگا اسواسطی کہ کوئی باقی نرہیگا

احد من عامله بدرهم او جالسه في مجلس الا وقد استحق عليه مظلمة بغيبة او استهزاء او خيانة او نظر
تمام عمر میں جس سی کچہہ معاملہ کیا ہو درہم سی یا بیٹہا ہو مجلس میں مگر وہ مستحق ہوگا اوسپر کسی دعوی کا غیبت کا یا خوش طبعی کا یا خیانت کا یا

بعين حقارة وقد عجز عن مقاومتهم ومد عنق الرجاء الى المولى الغفار لعله يخلصه من ايديهم اذ يقرع
حقارت سی دیکہنی کا اور بیشک اونکی مقابلہ سی تہک رہیگا اور مولی غفار کی طرف امیدوار ہوکر سر اوٹہا دیگا کہ شاید وہی اوسکی ہاتہہ سی بچادی کہ اسکی

سمعه نداء الجبار اليوم تجزى كل نفس بما كسبت لا ظلم اليوم فعند ذلك ينخلع قلبه ويوقن بهلاكه فتذكر
کان مین یہ آواز آویگی آج بدلا پاویگا ہر جی جیسا کمایا ظلم نہین آج اسوقت ہی دل چہوٹ جاویگا اور یقین کریگا کہ مرلیا سو ای غافل

ايها الغافل ما انذرك الله به في كتابه حيث قال ولا تحسبن الله غافلا عما يعمل الظلمون فما اشد فرحك
یادکر جو اللہ تعالی نی اپنی کتاب مین ڈرایا ہی کہ فرمایا اور مت خیال کر کہ اللہ بی خبر ہی ان کاموں سی جو کرتی ہین بی انصاف سو جب تو لوگون کی

اليوم بكسر اعراض الناس وتناول اموالهم وما اشد حسرتك في ذلك اليوم اذا وقفت على بساط العدل وشوفهت
آبرو بگاڑکر اور اونکا مال چہین کر کیسا خوش ہوتا ہی اور تجہکو اوس روز کسقدر حسرت ہوگی جب تو عدالت کی فرش پر کہڑا ہوگا اور سیاست کا

بخطاب السياسة وانت مفلس فقير عاجز لا تقدر ان ترد حقا او تظهر عذرا فعند ذلك تؤخذ من حسناتك
حکم سنیگا اور تو مفلس فقیر ہوگا طاقت ہوگی حق ادا کرنیکی یا عذر پیش لانیکی سو اوسوقت تیری حسنات تمام عمر بہر کی لیکر

التي صرفت فيها عمرك وتعطى الى خصمائك عوضا عن حقوقهم كما ورد في الاحاديث فانظر الى مصيبتك
حقوق کی بدلے مین تیری مدعیوں کو دیجاویگی چنانچہ حدیثوں مین آیا ہی سو اپنی مصیبت کو

في مثل ذلك اليوم اذ قلما يوجد لك حسنة سلمت من افات الرياء ومكائد الشيطان وان سلمت حسنة
ایسی دن مین غور کر اسلیئی کہ بہت کم ہوگا نیک عمل کہ ریا کی آفت اور شیطان کی مکر سی سلامت بچا ہو اور اگر مدت دراز مین

واحدة في مدة طويلة يبتدرها خصمائك ويأخذونها وقد قيل لو كان لرجل ثواب سبعين نبيا وكان له خصم واحد
کوئی ایک آدہا بچا ہی تو مدعی تُرت چہین جہپٹ لینگی اور کہتی ہین اگر کسی شخص کی پاس ثواب ستر نبیوں کی برابر ہووی اور اوسکا ایک ہی مدعی

بنصف دانق لا يدخل الجنة حتى يرضى خصمه وقيل يؤخذ بدانق قسط سبعمائة صلوة مقبولة فتعطى
نیم دانگ کا ہو بی رضامندی مدعی کی جنت مین نہین جاسکتا اور کہتی ہین کہ لیکر ایک کی بدلے سات سو نمازوں مقبول کا ثواب لیکر مدعی کو دیا جاویگا

للخصم ذكره القشيري في التحبير وقال الامام الغزالي في الاحياء ولعلك حاسبت نفسك وانت مواظب على قيام
یہ بیان قشیری کا ہی تحبیر مین اور امام غزالی احیاء مین کہتی ہین اور کاشکی تو اپنی ذات کا حساب کیا کری اور رات کی قیام

الليل وصيام النهار لعلمت انه لا ينقضي عليك يوم الا ويجري على لسانك من غيبة المسلمين ما يستوفي جميع
اور دن کی صیام پر مداومت کرتا ہی تب تو بیشک معلوم کرلیگا کہ تجہہ پر کوئی دن ایسا نہین گذرتا کہ تیری زبان پر مسلمان کی غیبت نہ آتی ہو جو کہ تمام

حسناتك فكيف ببقية السيئات من اكل الحرام والشبهات والتقصير في العبادات وكيف الخلاص من المظالم
حسنات کو پورا کرلیتی ہی پہر باقی گناہوں سی کیونکر بچیگی کہ مال حرام یا مشتبہہ کہایا ہو اور عبادت مین کوتاہی کی ہو اور حقوق سی کیونکر رستگاری ہوگی

يوم يقتص فيه للجماء من القرناء ويقول الكافر يليتني كنت ترابا فاتق الله ايها المسكين في مظالم العباد فان
جس روز منڈلی جانور کا سینگ والی سی بدلا لیا جاویگا اور کہیگا کافر کسیطرح مین مٹی ہوتا سو ای مسکین حقوق العباد مین خدا کا خوف کر کیونکہ

ما كان بينك وبين الله تعالى خاصة فالمغفرة إليه أسرع وأما ما كان …

جو کہ صرف حقوق الٰہی میں تو اوسکی مغفرت جلد ہو سکتی ہی اور جو بخیر حقوق العباد …

استحلال أربابها فمن عسر عليه الاستحلال فعليه أن يكثر ما قدر عليه …

معاف کرانا چاہیی اور جسکو معاف کرانا دشوار ہو تو حسب طاقت اعمال صالح زیادہ اور اپنی مظلوم مؤمن …

لمن ظلمه من المؤمنين والمؤمنات في عامة الأوقات فإنه إذا فعل كذلك يرجى …

مغفرت کیا کری سک اگر یہہ مدبر کرلگا تو اللہ کی فضل وکرم سی …

أن يرضي خصمه يوم القيمة لما روي عن أبي هريرة أنه عليه السلام بينما هو جالس إذ ضحك …

کہ قیامت کی دن اوسکی مدعی کو راضی کردی کیونکہ ابوہریرہ سی روایت ہی کہ نبی علیہ السلام اسکو قت بیٹھی ہوئی ناگاہ …

ثناياه فقيل له مم تضحك يا رسول الله فقال رجلان من أمتي جثيا بين يدي رب العزة فقال أحدهما

ظاہر ہوگئی کسی نی پوچھا یارسول اللہ آپ کیوں ہنستی ہیں فرمایا میری امت کی دو شخص رب العزت کی سامنی حاضر ہوتی …

يا رب خذ مظلمتي من هذا الأخ فيقول الله تعالى أعط أخاك مظلمته فيقول يا رب ما بقي من حسناتي

یا الٰہی میرا حق اس بھائی سی دلادی اللہ تعالی نی فرمایا اپنی بھائی کا حق ادا کردی عرض کیا الٰہی میری پاس کوئی حسنہ باقی …

شيء فيقول الله تعالى ما تصنع بأخيك لم يبق من حسناته شيء فيقول يا رب فليحمل عني من

پھر اللہ تعالی نی فرمایا اب تو اپنی بھائی سی کیا معاملہ کریگا اسکی پاس تو کوئی حسنہ باقی نہیں ہی عرض کیا یہہ میری گناہ ہی اوسپر رکھی جاوین

ففاضت عينا رسول الله صلى الله عليه وسلم ثم قال إن ذلك اليوم ليوم يحتاج الناس فيه أن يحمل عنهم

پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رو پڑی پھر فرمایا وہ ایسا دن ہوگا کہ لوگوں کو یہہ حاجت ہوگی کہ ہماری گناہ اوروں پر پڑجاوین

من أوزارهم ثم قال فيقول الله تعالى للطالب حقه ارفع بصرك إلى الجنان فيرفع بصره فيرى ما أعجبه

پھر فرمایا پھر اللہ تعالی نی حقدار سی کہا دیکھ تو جنت کی طرف وہ آنکھ اوٹھا لی ہی کیا دیکھتا ہی کہ عجب طرح کی خیر اور نعمت

من الخير والنعمة فيقول لمن هذا يا رب فيقول الله تعالى هذا لمن يعطيني ثمنه فيقول ومن يملك ثمنه

موجود ہی پوچھا الٰہی یہہ کسکا ہی اللہ فرماویگا یہہ اوسکا جو اسکی قیمت ادا کری عرض کیا الٰہی اسکی قیمت کون دی سکتا ہی

يا رب فيقول أنت فيقول بماذا يا رب فيقول بعفوك عن أخيك فيقول قد عفوت عنه يا رب فيقول

اللہ فرماویگا تو دی سکتا ہی عرض کریگا الٰہی کہاں سی اللہ فرماویگا اپنی بھائی کو معاف کردی عرض کیا الٰہی میں نی اوسکو معاف کیا پھر اللہ تعالی

الله تعالى خذ بيد أخيك وادخل الجنة ثم قال رسول الله عليه السلام فاتقوا الله وأصلحوا ذات بينكم

فرماویگا اپنی بھائی کا ہاتھ پکڑ کر جنت میں لیجا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نی فرمایا اب تم اللہ سی ڈرو اور آپسمیں صلح رکھو

فإن الله تعالى يصلح بين المؤمنين يوم القيمة قال القرطبي في تذكرته نقلا عن شيخه هذا لبعض الناس

بیشک اللہ تعالی قیامت کی روز مسلمانوں میں صلح کراویگا قرطبی اپنی تذکرہ میں شیخ سی نقل کرتا ہی ایسی وہ لوگ ہیں

ممن أراد الله تعالى أن لا يعذبه بل أراد أن يعفو عنه ويغفر له ويرضي خصمه وكذلك ما روي عنه عليه السلام

جنکو اللہ تعالی کو عذاب کرنا منظور نہیں ہی بلکہ یہہ مرضی ہی کہ اوسکو معاف کر کر بخشدی اور مدعی کو راضی کردی اور ایسی ہی یہہ حدیث

أن مناديا ينادي من تحت العرش يوم القيمة يا أمة محمد أما ما كان لي قبلكم فقد وهبته لكم فبقيت التبعات

کہ منادی قیامت کی دن عرش کی تلی سی آواز دیگا ای امت محمد کی میرا حق جو تمہاری ذمہ پر باقی تھا سو میں نی معاف کیا اب حقوق عباد باقی ہیں

فتواهبوا وادخلوا الجنة برحمتي فإنه أيضا لبعض الناس لا لكل أحد إذ لو كان ذلك لكل أحد لما دخل أحد النار

سو تم معاف کر کر میری رحمت سی جنت میں چلی جاؤ یہہ بھی بعضی شخصوں کی لئی ہی ہر ایک کی لئی نہیں ہی کیونکہ اگر ہر ایک کی لئی ہوتا تو کوئی بھی دوزخ میں نہ جاتا

وقد ورد اخبار صحیحة نقلها ثقات ولابد من الایمان بها ان من کان من اهل الایمان لایبقی فی النار
اور بیشک صحیح حدیثیں ثقات نے نقل کی ہیں اون پر ایمان لانا ضروری ہے کہ جو ایمان والا ہوگا سو گناہوں کی شامت سے دوزخ میں ہمیشہ نہ رہیگا
بکسبه الاوزار بل یخرج منها والخروج منها لایکون الابعد الدخول فیها قال القرطبی فی تذکرته وقد ظن بعض
بلکہ دوزخ سے نکلیگا اور دوزخ میں سے نکلنا بدون داخل ہوئے نہیں ہوسکتا قرطبی اپنی تذکرہ میں کہتی ہیں بعضے علما یہہ گمان کرتے ہیں
العلماء ان الصیام یختص بعامله موفر له اجره ولایوخذ منه شئ لمظلمة ظلمها متمسکا بما قال الله تعالی
کہ روزہ صرف روزہ دار کی کام آئیگا اوسکی ثواب کو بڑہادیگا اسمیں سے کسیکی حق کی بدلے میں کچھہ نہ لیا جاویگا اس دلیل سے کہ اللہ تعالی نے
فی الحدیث القدسی الصوم لی وانا اجزی به لکن احادیث القصاص یرد هذا الظن فان الحقوق توخذ
حدیث قدسی میں فرمایا ہے کہ روزہ میری لئے ہے اور میں ہی اوسکی جزا دونگا لیکن بدلہ لینی کی حدیثیں اس گمان کو غلط کرتی ہیں کیونکہ حقوق تمام
من جمیع الاعمال صوما کان او غیره وقیل الصوم سر بین العبد وربه لایطلع علیه احد سواه لکون نیته وترک
اعمال میں سے اداکئی جاوینگے روزہ ہو یا کچھہ اور ہو اور کوئی کہتا ہے روزہ درمیان بندہ اور پروردگار کی بھید ہے اوسپر سوای اوسکی کوئی مطلع نہیں ہوتا کیونکہ روزہ
المفطرات والملئکة الکتبة لایطلعون علی ما لا علم لهم فیه فاذا لم یکن معلوما لاحد ولامکتوبا فی الصحیفة
نیت اور مفطرات سے بچنا اور فرشتے کرام کاتبین وہی جانا کرتے ہیں جسکا اونکو علم ہو پھر جب روزہ کسیکو معلوم نہوا اور نہ اعمال نامہ میں مندرج ہوا
یستره الله تعالی ویخبوه حتی یکون له جنة من النار فانهم یطرحون علیه سیاتهم تذهب عنهم فلا
تو اللہ تعالی اوسکو چھپا رکھتا ہے تاکہ دوزخ کی ڈہال بنجاوے بیشک ہر حقدار اپنے گناہ ڈالینگے سوا اونسے اوتر جاویگی کچھ
تضرهم لزوالها عنهم ولایضره ایضا لکون الصوم جنة له قال القاضی ابوبکر بن العربی فی سراج المریدین
ضرر نکرینگی کیونکہ اونکی سر سے موقوف ہوچکے اور اسکو بھی ضرر نکرینگی اسلئے کہ روزہ اسکی لئے ڈہال موجود ہے قاضی ابوبکر بن عربی سراج المریدین میں کہتے ہیں
هذا تاویل حسن ان شاء الله تعالی ولاتعارض والحمد لله المجلس الرابع والستون فی بیان لزوم
یہہ خوب تاویل ہے ان شاء اللہ تعالی اسکی مقابلہ پر کچھہ نہیں ہے اور حمد اللہ کی ہے چوسٹہویں مجلس اس بیان میں
محاسبة العبد نفسه قبل ان یحاسب ویناقش فیهلک قال رسول الله صلی الله
کہ بندہ کو محاسبہ کرنا اپنی ذات کا پہلے حساب دینے سے ضروری ہے کہ مناقشہ میں ہلاک نہو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
علیه وسلم لیس احد یحاسب یوم القیمة الاهلک وهذا الحدیث فی صحاح المصابیح رونه ام المؤمنین عائشة
فرمایا ہے نہیں کوئی جسے قیامت کی دن حساب طلب ہووے مگر ہلاک ہوجائیگا یہہ حدیث مصابیح کی صحیح حدیثوں میں ہے ام المؤمنین عائشہ کی روایت
فانها المسمعته قالت ولیس یقول الله تعالی فسوف یحاسب حسابا یسیرا فقال النبی علیه السلام فذلک العرض
سے عائشہ رض نے یہہ سنی ہے عرض کیا کیا اللہ تعالی ایسا نہیں فرماتا تو اوسی حساب لینا ہے آسان حساب پس نبی علیہ السلام نے فرمایا یہہ پیشی ہے
ولکن من نوقش فی الحساب یهلک والمناقشة فی الحساب ان یستقصی فیه بحیث لایترک قلیل ولاکثیر ولا
ولیکن جسکی حساب میں مناقشہ ہوا وہ ہلاک ہوا اور حساب میں مناقشہ یہہ ہوتا ہے کہ حساب ورا کیا جاوے کوئی بات تھوڑی نہ بہت
صغیر ولاکبیر الا یسئل عنه واما العرض فهو ان یعرض علی العبد عمله ولایستقصی فی حسابه والحدیث یحتمل
چھوٹی نہ بڑی باقی نرہے کہ اوس سے سوال نہو اور عرض اتنا ہی ہوتا ہے کہ بندہ کی سامنے اوسکی اعمال کردیں اور پورا پورا حساب نہو اور حدیث کی دو معنی ہوسکتے ہیں
معنیین احدهما ان یکون نفس المناقشة هلاکا لما فیها من التوبیخ وثانیهما ان تفضی الی الهلاک فاذا اثبت
ایک یہہ کہ عین مناقشہ ہی ہلاکت ہووے کیونکہ اوسمیں زجر و توبیخ ہوتی ہے اور دوسری یہہ کہ انجام کو ہلاکت پر پہنچادے جب یہہ امر ثابت ہوا
ان العبد یسئل یوم القیمة عن کل شئ حتی عن سمعه وبصره وفواده کما قال الله تعالی ان السمع والبصر
کہ آدمی سے قیامت کی دن ہر شے کا سوال ہوگا یہاں تک کہ کان اور آنکھہ اور دل سے چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہے بیشک کان اور آنکھہ

والفؤاد كل اولئك كان عنه مسئولا فيجب عليه ان يحاسب نفسه قبل ان يأتي في الحساب لانه هو تاجر
اور دل سب سے پوچھی جاوینگی تب آدمی پر واجب ہے کہ اپنی حال کو حساب کی ساعت سے پہلے پرتال رہے کیونکہ آدمی عمر کی

في طريق الآخرة وبضاعته عمره وربحه صرف عمره في الطاعات والعبادات وخسرانه صرفه في المعاصي والسيئات ونفسه
رستہ کا سوداگر ہوتا ہے اور اسکا مال عمر ہے اور عمر کو طاعات اور عبادات میں صرف کرنا اوس تجارت کا فائدہ ہے اور عمر کا معاصی اور سیئات میں تلف کرنا

شريكه في هذه التجارة وهي وان كانت تصلح للخير والشر لكنها للمعاصي اقبل والى الشهوات اميل فلابد له من مراقبتها ومحاسبتها
خسارہ ہے اور اس تجارت میں نفس اوسکا ساجھی ہے و نفس میں اگرچہ صلاحیت نیکی بدی دونوں کی ہے مگر وہ معاصی کیطرف بہت متوجہ اور شہوات کی طرف بہت جھکتا ہے

لانه ان اهملها لحظة تسرع في الخيانة وان تمادى في الاهمال تمادت في الخيانة حتى يذهب راس المال كله
سو آدمی کو لازم ہے کہ اوسکی حفاظت اور محاسبہ کرتا رہے کیونکہ اگر دم بھر بھی حفاظت نہ کریگا تو وہ خیانت کریگا اور اگر مدت دراز تک چھوڑ رکھا تو تمام جمع پونجی جاتی رہیگی

واما من لم يهملها بل راقبها وحاسبها يتبين له الربح والخسران والزيادة والنقصان
سرمایہ اصل مال تمام ہوجائیگا اور جس نے مطلق العنان نہ چھوڑا بلکہ دیکھتا رہا اور حساب لیتا رہا تو اوسکو نفع نقصان اور گھٹنا بڑھنا معلوم ہوتا رہیگا

ودليل وجوب محاسبتها قوله تعالى يا ايها الذين آمنوا اتقوا الله ولتنظر نفس ما
اور محاسبہ واجب ہونے کی دلیل یہ ہے کہ حق تعالی فرماتا ہے اے ایمان والو ڈرتے رہو اللہ سے اور چاہیے کہ دیکھ لے ہر جی کیا

قدمت لغد ففي هذه الآية اشارة الى لزوم محاسبة النفس على ما مضى من الاعمال فكانه تعالى قال لينظر احدكم
بھیجا ہے کل کیواسطے سو اس آیت میں یہ اشارہ ہے کہ گذری ہوئی اعمال پر نفس کا محاسبہ لازم ہے گویا اللہ تعالی یہ فرماتا ہے کہ ہر ایک تم میں سے نگاہ کرتا رہے

ما يقدم ليوم القيامة من الاعمال اهي من الصالحات التي تنجيه ام من الطالحات التي ترديه وان الحساب يوم القيامة
کہ قیامت کی دن کیلیے کیا عمل کر رکھا ہے آیا وہ عمل نیک ہے جس سے نجات ہووے یا وہ عمل بد ہے کہ ہلاک کر ڈالے بیشک قیامت کی دن حساب

انما يخف على من حاسب نفسه في الدنيا وانما يشق على من اهملها ولا يحاسبها فان من يحاسب نفسه في الرخاء
اوسی شخص پر آسان ہووے گا جو اپنی نفس کا حساب دنیا میں لیتا رہتا ہے اور دشوار ہوگا جس نے نفس کو چھوڑ رکھا ہے اور حساب نہیں لیتا کیونکہ جو شخص نفس کا حساب آرام کی وقت

قبل حساب الشدة يعود امره الى الرضاء والغبطة ومن اهملها ولا يحاسبها يعود امره الى الندامة والحسرة فان
سختی کی حساب سے پہلے لیتا ہے تو اوسکا انجام رضامندی اور رشک ہے و جو چھوڑ رکھتا ہے اور اوسکا حساب نہیں لیتا تو اوسکا انجام ندامت اور حسرت ہے کیونکہ

الانسان اذا مات ينكشف له بالموت ما لم يكن له مكشوفا في حياته كما ينكشف للمستيقظ ما لم يكن مكشوفا في نومه
جب انسان کو مرتے ہی موت کی وہ سب باتیں معلوم ہوجاتی ہیں جو زندگی میں معلوم نہیں ہیں جیسے بیدار ہوجاتا ہے تو وہ معلوم ہونے لگتا ہے جو سوتے میں

والناس نيام فاذا ماتوا انتبهوا فينكشف له اولا ما يعظم من حسناته وما يصغر من سيئاته فلا ينظر الى سيئة الا
معلوم نہ تھا اور آدمی اب سوتے ہیں مرینگے تو جاگینگے پھر اوسکو پہلے نیکیاں نفع رسان اور بدیاں ضرر رسان معلوم ہونگی سو بدیوں کی طرف کمال حسرت سے

يتحسر عليها تحسرا يكاد ان يخوض غمرة النار للخلاص منها فانه ما دام في الدنيا كان يشغله شواغل الدنيا عن
دیکھ کر یہ قصد کریگا کہ آگ کی دریا میں ڈوبوں کسطرح مخلصی ہو کیونکہ جبتک دنیا میں رہا تو دنیا کی کاروبار میں اسکی خبر نہ لی

الاطلاع عليها فبالموت ينقطع الشواغل وينكشف له جميع اعماله عند انقطاع النفس قبل الدفن ويشتعل فيه
اب موت سے وہ کاروبار چھوٹے تو اوسپر تمام اعمال نفس کے منقطع ہوتے ہی دفن سے پہلے ظاہر ہونگے و جدائی کی آگ دنیا فانی کی لذتوں سے

نار الفرقة عما كان يطمئن اليه من لذائذ الدنيا الفانية وهذا نوع من العذاب يهجم عليه قبل الدفن وبعد
جن پر جی لگائے بیٹھا تھا اوس کی آگ بھڑک اوٹھیگی اور یہ بھی ایک طرح کا عذاب ہے جو دفن سے پہلے ہجوم کریگا اور دفن کے بعد

الدفن ترد روحه الى جسده لنوع آخر من العذاب وتكون حاله كحال من سعي بها الى دار ملك من الملوك
ایک اور طرح کی عذاب کے واسطے اوسکی بدن میں پھر جان ڈالی جاویگی اور اوسکا حال ایسا ہوگا جیسے کوئی چوری کرکے ایک بادشاہ کی گھر میں

عند غيبته اعتمادا على ان الملك يتساهل في امره او لا يدري ما يتعاطاه من قبيح افعاله فاخذه الملك يوما بغتة
اوسکے پیچہا اس پر دوسرے پر عیش اوڑانی لگا کہ بادشاہ اس باب میں درگذر کریگا یا یہہ نہیں سمجہتا کہ کیا بد معاملہ کر رہا ہی پہر اوسکو بادشاہ نی ایک روز ناگہاں

وعرض عليه جريدة قد دونت فيها جميع فواحشه وخياناته ذرة ذرة وخطوة خطوة والملك قاهر غيور
گرفتار کرکی اوسکی عمل کی فرد پیش کی جسمین اوسکی تمام بدیان اور چوریاں ذرہ ذرہ اور قدم قدم کی لکہی ہوئی تہین اور بادشاہ بڑا زبردست اور صاحب غیرت ہی

على حرمه منتقم من الجناة على ملكه غير ملتفت الى من يتشفع اليه من العصاة عليه فتفكر في امر هذا الشخص
اپنی سلطنت میں خطاوار کا سزا دینی والا اور گنہگار سفارشی پر توجہ نہیں کرتا اب خیال تو کر اس شخص کی حق میں کہ بادشاہ کی عذاب کرنی سی پہلی

ما يكون له حاله قبل وقوع عذاب الملك عليه من الخوف والخجالة والالم والندامة وهكذا يكون حال الميت
اوسی خوف اور خجالت اور الم اور ندامت کی کیا کیا گذرتا ہوگا یہہ ہی حال میت کا جو دنیا کی لذتوں پر

المغتر بلذائذ الدنيا المطمئن اليها قبل نزول عذاب القبر عند موته واما من احترز عن شهوات الدنيا واشتغل
اطمینان سی بہولا ہوا تہا عذاب قبر سی پہلی موت کی وقت ہوگا اور جو شخص دنیا کی شہوات سی الگ اور طاعات میں مصروف رہتا تہا

بالطاعات ولم يكن له انس الا بذكر الله تعالى فيكون حاله كحال من كان محبوسا في مكان ضيق مظلم ففتح له
اور اوسکو سوا یاد الٰہی کی کوئی انس نہ تہا سو اوسکا حال ایسا ہوگا جیسی کوئی تنگ تاریک مکان میں قید ہو پہر اوسکی لئی ایک دروازہ کہل جاوی

باب فخرج منه الى بستان واسع لا يرى منتهاه وفيه انواع الاشجار والازهار والطيور والثمار والحياض
اوسمین سی ایک بڑی وسیع باغ میں چلا جاوی جسکی کچہہ اور نظر نہ آتی ہو اور اوسمین قسم قسم کی درخت اور پہول اور پرند اور میوی اور حوضین

والانهار فعلى هذا ينبغي للعاقل ان يقبل على نفسه ويقول لها يا نفس اما تعرفي ان بين يديك الجنة والنار
اور نہرین ہوں اس صورت میں عاقل کو لازم ہی کہ متوجہ ہو کر نفس سی کہی ای نفس کیا تجہکو خبر نہیں کہ تیری آگی بہشت ہی اور دوزخ

وانت ذاهب الى احدهما عن قريب فما لك لا تستعد للموت وهو اقرب اليك من كل قريب فانك وان تراه
اور تو انمیں سی کسی ایک میں جلدی جانیوالا ہی پہر تجہکو کیا ہوا کہ موت کا سامان نہیں کرتا اور وہ ہر نزدیک شی سی نزدیک تر ہی اور تو اوسکو گنتا ہی

بعيدا لكن الله تعالى يراه قريبا اذ قال ان الموت الذي تفرون منه فانه ملاقيكم وعسى ان يختطفك
دور سمجہہ پر اللہ کی علم میں بہت پاس ہی کیونکہ فرماتا ہی بیشک موت جس سی تم بہاگتی ہو سو وہ تمسی ملنی ہی اور شاید تجہکو آج آدبادی یا کل

اليوم او غدا فانه اذا جاء يجيء بغتة من غير تقديم رسول اذ ليس لمجيئه سن معين ولا وقت معلوم لا في
سو یہہ جب آئیگی ناگاہ آئیگی پہلی کوئی ایلچی نہ آئیگا کیونکہ اوسکی آمد کا نہ کوئی سال مقرر ہی اور نہ کوئی وقت معلوم ہی اور نہ موسم گرمی کا

الصيف ولا في الشتاء ولا في الليل ولا في النهار ولا في الصبي ولا في الشاب بل كل نفس من انفاسك يمكن ان يجيء
جاڑی کا اور نہ رات اور نہ دن اور نہ لڑکپن میں اور نہ جوانی بلکہ ہر وقت تیری اوقات میں سی ممکن ہی کہ ناگاہ

فيه فجأة ولو لم يجيء الموت فيه فجأة وهو يفضي الى الموت فما اعجب غفلتك عنه اما تتامل قوله تعالى اقترب للناس
موت آجاوی اور اگر موت ناگاہ نہ آوی تو مرض ناگاہ پیدا ہو جاوی رہی تو بہی تنگ لیجاوی اسمین تجہکو عجب غفلت ہی کیا تو اس آیت میں غور نہیں کرتا نزدیک

حسابهم وهم في غفلة معرضون وما اعجب حالك انك تدعي الايمان بلسانك واثر النفاق ظاهر عليك فان
آگئی ہی لوگوں کو حساب کا وقت اور وہ بی خبر ٹلا رہی ہیں اور تیرا عجب حال ہی کہ زبانی تو ایمان کا دعوی کرتا ہی اور نفاق کا نشان تیری حال سی ظاہر ہی کیونکہ تیرا

سيدك ومولاك قد تكفل لك في امر الدنيا حيث قال وما من دابة في الارض الا على الله رزقها وانت تكذبه
سید اور مولی دنیا کی خرچ برچ کا ذمہ دار ہو چکا ہی کیونکہ فرماتا ہی اور کوئی نہیں پانو چلنی والا زمین پر مگر اللہ پر ہی اوسکی روزی اور تو اوسکو

بافعالك وتتكالب عليه تكالب المدهوش المستهتر او كل امر الآخرة الى سعيك حيث قال وان ليس للانسان الا
اپنی حرکات سی جہٹلاتا ہی اور اوسپر دیوانہ بنا جاتا ہی جیسی مدہوش چہل باز اور اوسی آخرت کی معاملہ کو تیری سعی پر حوالہ کیا ہی کیونکہ فرماتا ہی اور یہہ کہ آدمی کو دی

ما سعى وتبت تعرض عنها اعراض المغرور المستحقر وليس هذا من علامات الايمان فلو كان الايمان باللسان
جو کمایا اور تو آنکھیں ایسی پھیر لیتا ہے جیسے مغرور حقارت کرنے والا اس سے منہ پھیر لیتا ہے اور یہ ایمان کی علامت نہیں ہے پس اگر ایمان کو زبانی ہونا

يكفي فلما ذا يكون المنافقون في الدرك الاسفل من النار فما اجرأتك على معصية الله تعالى ان كان مع اعتقاد
کفایت کرتا تو منافق لوگ دوزخ کی تہ میں کیوں ہوتے پس خدا تعالی کی معصیت پر تیری کیا ہی جرأت ہے اگر تو یہ اعتقاد کرتا ہے

انه تعالى لا يراك فما اعظم كفرك وان كان مع علمك بانه تعالى يراك فما اشنع وقاحتك وما اشد حماقتك
کہ اللہ تعالی تجھکو نہیں دیکھتا تو بڑا کفر کرتا ہے اور اگر تو یہ جانتا ہے کہ اللہ تعالی دیکھتا ہے تو بڑی کیا ہی بڑی قباحت ہے اور کیسی سخت حماقت ہے

فاى جسارة تتعرض لمقته وغضبه وشديد عقابه والم عذابه افتظن انك تطيق عذابه وعقابه
پس تو کس دلیری پر خدا کی نفرت اور غضب اور عقاب شدید اور دردناک عذاب کے سامنے آتا ہے کیا تو یوں جانتا ہے کہ اوسکی عذاب اور عقاب کو

هيهات هيهات كانك لا تؤمن بيوم الحساب فان يهوديا لو اخبرك في الذ اطعمتك انه يضرك في مرضك
سہیگا نہیں افسوس تو تو گویا قیامت کے دن پر ایمان ہی نہیں لاتا کیونکہ ایک یہودی اگر کسی مرغوب سے مرغوب طعام کو کہدے کہ اس مرض میں یہ تجھکو نقصان

لصبرت عنه وتركته افكان قول الله تعالى في كتبه المنزلة وقول الانبياء المؤيدين بالمعجزة اقل عندك
کرتا تو البتہ تو صبر کرے اور کھانا چھوڑ دے پس گویا اللہ تعالی کا فرمودہ منزل کتابوں میں اور انبیا کا ارشاد جنکو معجزے سے تائید ہوئی ہے تیرے نزدیک

تاثيرا من قول يهودي يخبرك عن ظن وتخمين مع نقصان عقل ودين بل لو اخبرك طفل من الاطفال بان
یہودی کی قول سے بھی جو گمان اور اٹکل سے کہتا ہے تاثیر میں کمتر ہے باوجودیکہ اوسکی عقل ودین میں نقصان ہے اور بلکہ اگر تجھے ایک بچہ بھی کہدے کہ

في ثوبك عقربا لرميت ثوبك في الحال من غير توقف ولا سؤال افكان قول الانبياء والعلماء اقل عندك من
تیرے کپڑے میں بچھو ہے تو تو فی الحال اپنے کپڑے پھینک دے نہ سوچے نہ پوچھے اب انبیا اور علما کا قول تیرے نزدیک بچے کے قول سے بھی کمتر ہے

قول صبي وصار نار جهنم واغلالها وانواعها وعقاربها احقر عندك من عقرب لا تحس بالمه الا يوما
یا دوزخ کی آگ اور زنجیریں اور سانپ اور بچھو تیرے نزدیک ایسے بچھو سے بھی حقیر جسکی لدغ ایک دن

واقل منه فان كنت تعرف جميع ذلك وتؤمن به فما بالك تشتغل بالشهوات وتسوف العمل والموت لك بالمرصاد
یا کمتر ہوتی ہے اگر تو یہ تمام باتیں جانتا ہے اور یقین کرتا ہے پھر تجھکو کیا ہوا کہ شہوات میں مشغول رہتا ہے اور نیک عمل میں تاخیر کرتا ہے اور موت تیری

ولعله يختطفك من غير مهل فما ذا امنت من ان يستعجله وكم من مستقبل يوما لم يستكمله وكم من مؤمل غدا لم
گھات میں ہے شاید کہ وہ تجھکو اچانک لے جاوے پھر تجھکو اسکی جلدی کا کیا ڈر نہیں سو اکثر صبح کرنیوالے دن پورا نہیں کرنے پاتے اور اکثر کل کی امید وار وہ

يبلغه وعلى تقدير انك وعدت بالامهال مائة سنة واخرت العمل الى اخرها فما ظنك ان من لم يطعم الدابة
کل نہیں پہنچ سکتے اور مانا کہ تجھکو سو برس کی عمر کا وعدہ دیا ہے اور تو آخر تک عمل میں تاخیر کرتا ہے اب لوگ کہتا ہے کہ جو شخص اپنے ٹٹو کو کھانا نہ دے

الا في حضيض العقبة هل يقدر على قطع العقبة بها وهل المانع عن المبادرة والباعث على التسويف غير
کبھی ... سوا ... چوٹی ... کہ ... ٹٹو پر ... اور ... عمل کرنے سے مانع رہیگا اور آج کل کرتی رہیگا اور کیا سبب ہے

عجزك عن مخالفة هواك لما في ذلك من التعب والمشقة وهل يجيء يوما يأتيك ولا تعسر فيه مخالفة الهوى هذا يوم
کہ تو اسی خواہش کی خلاف نہیں کرسکتا کیونکہ اسمیں دشواری اور مشقت ہوتی ہے کیا تجھکو کوئی ایسا دن معلوم ہے جسمیں ہوا نفس کی مخالفت دشوار نہوگی ایسا دن تو

لم يخلقه الله تعالى ولا يخلقه الا في الجنة والجنة محفوفة بالمكاره والمكاره لا تكون خفيفة على النفوس
اللہ تعالی نے کوئی نہیں پیدا کیا اور نہ پیدا کریگا سوائے جنت کی اور جنت کی چار طرف مکارہ ہیں اور مکارہ نفس کو کبھی خوش نہیں آتی

قط هذا محال وجوده فان كنت لا تفهم هذه الامور الجلية وتركن الى التسويف فاي حماقة تزيد على هذه
یہ محال ہی ہرگز نہیں ہوسکتا سو اگر تو ایسی ظاہر مقدمات کو نہیں سمجھتا اور عمل میں درنگ کیا چاہتا ہے اسکو ایسی نادانی اس بار ایسی زیادہ ہوگی اور اگر

الحماقة وان كنت تعتمد على كرم الله تعالى وفضله فما بالك لا تعتمد على كرمه وفضله في امور دنياك اما
تجھکو اسکی کرم اور فضل پر بھروسہ ہی تو کیا وجہ ہی کہ دنیا کی کاروبار میں اللہ تعالی کی کرم اور فضل پر بھروسا نہیں کرتا بھلا

تستعد للشتاء بقدر طول مدته فتجمع له القوت والحطب والكسوة وغيرها من اللوازم ولا تتكل على فضل الله و
کیا تو جاڑی کی لئی بقدر موسم کی تیاری نہیں کرتا کھانا اور ایندھن اور پوشاک وغیرہ ضروریات جمع کرتا ہی اور اللہ تعالی کی کرم اور فضل پر بھروسہ

كرمه حتى يدفع عنك برد الشتاء من غير جبة ونحوها فانه قادر على ذلك افتظن ان برد زمهرير جهنم
نہیں کرتا تاکہ اللہ تعالی یونہی جاڑی کی سردی بغیر جبہ وغیرہ کی دفع کردی کیونکہ اللہ تعالی کو یہ بھی قدرت ہی کیا تجھکو یہ خیال ہی کہ خنکی زمہریر کی جاڑی کی

اخف بردا واقل مدة من برد زمهرير الشتاء ام تظن انك تنجو منها من غير سعي هيهات هيهات فان برد الشتاء
سردی ہلکی ہی اور تھوڑی دنوں ہوگی یا تجھکو یہ خیال ہی کہ اوس سی بے محنت بچ رہی گا کبھی نہیں کبھی نہیں بیشک جاڑی کی ٹھنڈ

كما لا يندفع عنك الا بالجبة والحطب وسائر اللوازم كذا لا يندفع عنك حر نار جهنم وبرد زمهريرها الا بالتحصن
جیسی بدون جبہ اور ایندھن وغیرہ لوازم کی دفع نہیں ہوتی ایسی ہی دوزخ کی گرمی اور زمہریر کی ٹھنڈ ہرگز نہیں جاتی بدون پناہ لینی

بحصن الطاعات والعبادات مع ترك المنكرات وانما كرم الله تعالى وفضله في ان يعرفك طريق التحصن لا في ان يدفع
طاعات اور عبادات کی منکرات کو چھوڑکر اور اللہ تعالی کا کرم اور فضل یہ ہی کہ تجھکو طریقہ پناہ کا بتادیا یہ نہیں ہی کہ اوسکی تکلیف

عنك العذاب بدون التحصن فان كرم الله تعالى وفضله في دفع برد الشتاء عنك ان يخلق لك النار و
بدون پناہ کی دور کردی بیشک اللہ تعالی کا کرم اور فضل جاڑا دفع کرنی کی باب میں یہ ہی کہ تیری لئی آگ پیدا کردی اور

يهديك طريق استخراجه من بين الحجر والحديد حتى تدفع عن نفسك برد الشتاء فكما ان شرى الجبة والحطب
اوسکو چقماق سی نکالنی کا طریقہ ہدایت کردیا کہ اپنی جان سی ٹھنکی جاڑی کی دفع کری پر جیسی جبہ اور ایندھن

وسائر اللوازم مما يستغني عنه خالقك ومولاك وانما تشتريه لنفسك اذ جعله سببا لاستراحتك كذلك
اور اور تمام لوازم کی تیری خالق اور مولی کو کچھ پرواہ اور نیاز مندی نہیں ہی صرف تو ہی اپنی جان کی فائدہ کو خرید لیتا ہی کیونکہ اوسمیں تیرا آرام ہی ایسی ہی

طاعتك ومجاهدتك مما يستغني عنها خالقك ومولاك وانما هي طريق نجاتك من عذاب اليم ووصلتك
تیری طاعت اور عبادت کی تیری خالق اور مولی کو پروا نہیں ہی عذاب الیم سی نجات کا یہ ہی طریقہ ہی اور عیش دائمی کا وسیلہ

الى النعيم المقيم فمن احسن فلنفسه ومن اساء فعليها والله غني عن العلمين ولعلك تقول لا يمنعني
جسنی بھلائی کی سو اپنی جان کی لئی اور جسنی برا کیا سو اپنی نقصان کو اور اللہ بی پرواہ عالمین سی اور شاید تو کہی گی مجھکو راہ راست سی

عن الاستقامة الا الحرص على لذة الشهوات وقلة صبري على الآلام والمشقات فان كنت صادقا في ذلك
بجز حرص مزہ داری شہوات کی اور سوای بی صبری الم اور مشقت کی اور کوئی نہیں روکتا اب اگر تو اسمیں سچا ہی تو تیری کتنی بڑی

فما اشد حمقك وما اقبح عذرك فان شهوات الدنيا فانية سريعة الزوال غير خالية عن الكدورات في
نادانی ہی اور کیا برا عذر ہی کیونکہ دنیا کی شہوات تو فانی ہیں ابھی ہوچکیں گی اور کبھی کسی وقت میں کدورت سی خالی نہیں دنیا

حال من الاحوال فما بالك لا تطلب الدخول في الجنة للتنعم فيها بالشهوات الباقية الدائمة الصافية عن
اب تیرا کیا عجب حال ہی کہ جنت میں جانا طلب نہیں کرتا تاکہ اوسمیں عیش کیا کری شہوات باقیہ دائمی ہر طرح کی کدورت سی ہمیشہ کو صاف

الكدورات في جميع الاحوال فان الآخرة خير وابقى فاستعد للآخرة على قدر بقائك فيها فان بضاعتك
کیونکہ آخرت بہتر اور رہنی والی ہی اب تو آخرت کا سامان جبتک کہ تو وہاں رہی تیار کر بیشک تیرا سرمایہ

ايام عمرك وقد ضيعت اكثرها وما بقي منها الا ايام معدودة فلان اتجرت فيما بقي ربحت وان ضيعت الباقية
زندگی کی گھڑیاں ہیں سو تو اکثر کو کھو چکا ہی اوسمیں سی چند روز باقی رہ گئی ہیں پھر اوس بقیہ میں اگر تجارت کریگا تو فائدہ ہوگا اور اگر باقی کو بھی کھو دیا

والسير

واستمر بنعل على عادتك القديم خسر خسرانا مبينا فانتبه يا مسكين من نوم الغفلة فان الموت موعدك
اور اپنی قدیم عادت پر چلتا رہا تو خوب ظاہر ٹوٹا ہوویگا پس اے مسکین غفلت کی نیند سی آنکہیں کہول بیشک موت تیرا وعدہ ہی

والقبر بيتك والتراب فراشك والفزع الاكبر امامك وعسكر الموتى في خارج البلد ينتظر وفدك وكلهم
اور گور تیرا گہر ہی اور مٹی تیرا بچہونا ہی اور بڑا خوف تیری سامنی ہی اور مردوں کا لشکر شہر سی باہر تیرا منتظر ہی وہ سب

آلوا بالايمان المغلظة ان لا يرجعوا من مكانهم حتى يأخذوك ويضموك الى انفسهم اما تعلم انهم يتمنون
سخت سخت قسمیں کہائی ہوئی ہیں کہ تجکو بہی لے کر اسی جگہ سی نہ ٹلینگی اور تجکو اپنی ساتھ ملا دینگی کیا تجہی خبر نہیں کہ وہ ایک دن کیواسطی دنیا میں آنیکی آرزو کرتی ہیں

الرجعة الى الدنيا يوما ليشتغلوا فيه بتدارك ما فرط منهم وانت تضيع ايامك وتظن انهم دعوا الى الآخرة
تاکہ اپنی تقصیر کا عوض ادا کریں اور تو اپنی اوقات ضایع کرتا ہی تو یہہ خیال کرتا ہی کہ وہ تو آخرت میں بلائی گئی ہیں

وانت من المخلدين هيهات هيهات فانك في هدم عمرك منذ خرجت من بطن امك تبني على ظهر الارض
اور تو ہمیشہ یہاں رہیگا کبہی نہیں کبہی نہیں کیونکہ تو اپنی عمر جب سی ماں کی پیٹ سی پیدا ہوا ہی برباد کئی جاتا ہی زمین پر محل چنواتا ہی

قصرك وعن قريب يكون بطنها قبرك تفرح كل يوم بزيادة مالك ولا تحزن بنقصان عمرك تعرض عن الآخرة
اور عنقریب زمین کا گڑہا تیری قبر ہوویگی ہر روز مال بڑہنی سی خوش ہوتا ہی اور عمر گہٹنی کا تجکو کچہ غم نہیں ہی آخرت سی منہہ پہیرتا ہی

وهي مقبلة عليك وتقبل على الدنيا وهي معرضة عنك فما اعجب حالك انك مع كونك مرتكبا لانواع
اور وہ سامنی چلی آتی ہی اور تو دنیا پر متوجہ ہوتا ہی اور وہ تجہسی الگ ہوئی جاتی ہی تیرا بہی عجب حال ہی باوجودیکہ سب قسم کی گناہ کئی جاتا ہی

الخطايا لا تجتهد في عمارة آخرتك بل تشتغل بعمارة دنياك كانك غير مرتحل عنها فاحذر يا مسكين
آخرت کی درستی میں ذرہ کوشش نہیں کی بلکہ دنیا کی درستی میں ایسا لگا ہوا ہی گویا کبہی نہیں مریگا سو ڈر اپنی حال پر اے مسکین

يوما آلى الله تعالى على نفسه ان لا يترك فيه عبدا امره في الدنيا ونهاه فيها حتى يسئله عن عمله قليله و
اوس دن سی کہ جاویگا تو خدا کی طرف کہ وہ اوس دن کسی آدم مکلف کو باقی نہ چہوڑیگا یہاں تک کہ اوسکی تمام اعمال کی پرسش کریگا تہوڑا ہو

كثيره دقيقه وجليله خفيه وجليه فانظر ايها الغافل باي قلب تقف بين يديه وباي لسان تجيب
یا بہت ادنی ہو یا اعلی پوشیدہ ہو یا ظاہر سو دیکہ تو اے غافل کیسا دل لیکر سامنی کہڑا ہوگا اور کس زبان سی اوسکی سوال کا

عن سؤاله واعدّ للسؤال جوابا وللجواب صوابا واصرف بقية عمرك الى العمل الصالح في ايام قصار لايام
جواب دیگا سوال کا جواب تیار کر رکہ جواب باصواب اور بچی عمر چہوٹی چہوٹی دنوں میں بڑی بڑی دنوں کی

طوال في دار الفناء لدار البقاء فان قلت ان نفسي لا تطاوعني على المجاهدة والمواظبة على الطاعات فما سبيل
واسطی دار فنا میں دار بقا کی واسطی اچہی نیک کام میں صرف کر اگر تو یہہ کہی کہ میرا نفس مجاہدہ کو اور دائمی طاعات کو نہیں مانتا پہر اسکا

معالجتها فاعلم ان انفع اسباب علاجها على ما ذكره الامام الغزالي في الاحياء ان تختار صحبة عبد يجاهد
کیا علاج تو سمجہہ لی کہ اسکا بڑا مفید علاج تو موافق بیان امام غزالی کی احیاء العلوم میں یہہ ہی کہ تو صحبت ایسی شخص کی اختیار کری جو طاعت الہی میں مجاہدہ

في طاعة الله تعالى ويلاحظ احواله وتقتدي به لكن هذا العلاج متعذر في هذا الزمان لفقد من يجتهد
کرتا ہو اور اوسکی حالات کو ملاحظہ کر کر اوسکی پیروی کری پر یہہ علاج اس زمانہ میں دشوار ہی کیونکہ ایسا شخص

في العبادة اجتهاد الاولين فلا علاج انفع لك في هذا الزمان من سماع احوالهم ومطالعة اخبارهم وما كانوا
جو سلف کی وضع پر عبادت میں مجاہدہ کرتا ہو نہیں ملتا سو اب تیری لئی مفید علاج اس زمانہ میں اونکی حالات سننی کی برابر اور اخبار دریافت کرنی کی برابر کوئی نہیں ہی

فيه من الجهد الجهيد فقد انقضى تعبهم وبقي ثوابهم ونعيمهم لا ينقطع ابد الآباد وما اشد حسرة من لا يقتدي
کہ وہ کیسا کیسا دشوار مجاہدہ کرتی ہی اور بیشک اونکی محنت تو ہو چکی اور ثواب اور عیش باقی رہگیا جو کبہی تمام نہوگا اور کتنی بڑی حسرت اوسکا ہوگا جو اونکی پیروی نہیں کرتا

بهم فيمنع نفسه اياما قلائل تشهوات مكدرة ثم ياتيه الموت ويحال بينه وبين ما يشتهيه فعليك ان تطالع
کہ اپنی نفس کو چند روز مکدر شہوات سی باز رکہی پہر اوسکو موت شہوات سی روک دیگی سو تجہکو صحابہ

احوال الصحابة والتابعين ومن بعدهم من المجاهدين وبالوقوف على احوالهم يستبين لك بعدك وبعد
اور تابعین اور اونکی بعد کی مجاہدین کی احوال کا مطالعہ ضرور ہی اور انکا حال دیکہکر تجہپر یہہ کہل جاویگا کہ تو اور تیری زمانہ کی لوگ

اهل عصرك عن اهل الدين فان حدثتك نفسك وقالت انما تيسر الخير فى ذلك الزمان لكثرة الاعوان
دینداروں سی کتنا الگ ہیں پہر تیرا نفس اگر وسوسہ سی یہہ کہی کہ خیر اور عبادت اوسی زمانہ میں ہو سکتی تہی کیونکہ اسباب بہت تہا

واما فى هذا الزمان فان خالفت اهل عصرك يسخرون بك ويقولون انه مجنون فوافقهم فيما هم فيه فلا
اور رہا یہہ زمانہ اب اگر تو اہل عصر کی خلاف کریگا تو وہ مسخرہ بناکر باؤلا کہدینگی سو اونکی موافق جو وہ کرتی ہیں کئی جا

يجرى عليك الا ما يجرى عليهم والبلية اذا عمت طابت فاياك ان تتدلى بحبل غرورها وتتخدع
جو اونکا حال سو تیرا حال مرگ با انبوہ جشنی ہوتا ہی سو تو بچتی رہنا مبادا اسکی حیلہ اور فریب اور مکر اور دہوکہ میں آجاوی

بتدويرها وقل لها ارايت لو هجم سيل يغرق كل من صادفه وثبت اهل البلد على مكانهم ولم ياخذوا حذرهم
تو اوسکو یہہ جواب دی کہ اگر بالفرض ایسی زور چڑہاؤ آوی کہ جو سامنی آوی سو ڈبو لی اور ایک گانو والی اپنی جگہہ پر بیٹہی رہیں اور اپنا بچاؤ نکریں

وانت تقدر على ان تفارقهم وتركب سفينة وتخلص بها من الغرق فهل يختلج فى قلبك ان المصيبة
اور تجہکو اتنی قدرت ہووی کہ اونسی الگ ہوکر کشتی پر سوار ہوکر ڈوبنی سی بچ جاوی اب بہی تیری دلمیں یہہ خدشہ آویگا کہ مرگ با انبوہ جشن ہوتا ہی

اذا عمت طابت ام تترك موافقتهم وتستجهلهم فى صنيعهم وتاخذ حذرك مما دهاك فاذا كنت لا تترك موافقتهم خوفا
یا اونکا ساتہہ چہوڑکر اس حرکت سی اونکو نادان بتاویگا اور اوس روسی اپنا بچاؤ کرلیگا پہر اگر تو ڈوبنی کا مارا اونکا ساتہہ چہوڑتا ہی

من الغرق وعذاب الغرق لا يتمادى الا ساعة من ليل او نهار فكيف لا تهرب من عذاب الابد وانت متعرض له فى كل
اور حال یہہ ہی کہ ڈوبنی کی تکلیف رات یا دن میں بجز ایک ساعت کی زیادہ نہیں ہوتی پہر دائمی عذاب سی کیوں نہیں بچتا اور تو ہر وقت اوسکی سامنی چلا آتا ہی

حال ومن اين تطيب المصيبة اذا عمت فان الكفار لم يهلكوا الا بموافقة اهل زمانهم حيث قالوا
اور مرگ با انبوہ کبہی جشن ہوتا ہی بیشک کفار اہل زمانہ کی موافقت ہی سی ہلاک ہوئی ہیں کیونکہ یہی کہتی تہی

انا وجدنا اباءنا على امة وانا على اثارهم مقتدون فاياك ثم اياك ان تنظر الى اهل عصرك ومن مضى
ہمنی اپنی باپ دادی ایک راہ پہ پائی اور ہم اونہیں کی قدموں پر چلتی ہیں سو بچنا پہر بچنا اہل زمانہ پر اور جو پہلی گذر گئی ہیں نگاہ کرنا

قبلك فانك ان تطع اكثر من فى الارض يضلوك عن سبيل الله نسال الله ان يعصمنا من الضلال
بیشک اگر تو اکثر زمین کی باشندوں کی اطاعت کریگا تو اللہ کی راہ سی بہکا دینگی خدا سی دعا ہی کہ ہمکو گمراہی سی بچا دی

المجلس الخامس والستون فى بيان حث الامة على التوبة ووجوبها على الفور وتحقيقها
پینسٹہویں مجلس امت کو توبہ پر رغبت دلانی میں اور واجب ہونا توبہ کا فی الفور اور توبہ کی تحقیق

بالمعانى الثلثة قال رسول الله صلى الله عليه وسلم يا ايها الناس توبوا الى الله فانى اتوب اليه
باعتبار تینوں معانی کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نی فرمایا ای لوگو اللہ کیطرف توبہ کرو کیونکہ میں طرف اللہ کی

فى اليوم مائة مرة هذا الحديث من صحاح المصابيح رواه الاغر المزنى وفيه حث الامة على التوبة لانه عليه السلام
ہر روز سو بار توبہ کرتا ہوں یہہ حدیث مصابیح کی صحیح حدیثوں میں ہی * اغر مزنی کی روایت سی اور اسمیں امت کو توبہ پر ترغیب ہی اسلئی کہ نبی علیہ السلام

اذا كان يتوب فى اليوم مائة مرة مع عظم شانه وكونه معصوما فكيف لا يشتغل بالتوبة ليلا ونهارا
ہر روز سو بار توبہ کرتی تہی باوجود اس شوکت کی معصوم ہوکر پہر کیونکر رات دن توبہ نکرتا رہی

من دنس جريدة اعماله بالذنب مرة بعد اخرى لكن ينبغي ان يعلم ان التوبة لا يتحقق الا بثلثة امور
جسکا نامۂ اعمال پی درپی گناہوں سی سیاہ ہوتا رہتا ہی لیکن سمجھنی کی بات ہی کہ توبہ بدون ان تین امور مرتبہ کی نہیں ہو سکتی ہی
مرتبة علم وحال وعمل فالعلم اول والحال ثان والعمل ثالث وذلك لان العبد اذا عرف عظم ضرر الذنوب
علم اور حال اور عمل اول مرتبہ علم ہی دوسرا مرتبہ حال ہی تیسرا مرتبہ عمل ہی اور یہہ اسلئی کہ آدمی جب یہہ معلوم کرتا ہی کہ گناہ سی بڑا
وكونها حجابا بينه وبين محبوبه في الآخرة يحصل من هذه المعرفة في قلبه تألم وسمي تألمه هذا ندما
نقصان ہوتا ہی اور گناہ آخرت میں میری اور محبوب کی بیچ میں مثال پردہ کی ہو جاویگا تو اس معرفت سی اوسکی دل میں الم پیدا ہوتا ہی اور اس الم کو ندامت کہتی ہیں
فالمعرفة علم والندم حال حصل من العلم فاذا غلب هذا الندم على القلب يحصل منه فيه قصد الى فعل له
پس یہہ معرفت تو علم ہی اور یہہ ندامت حال ہی کہ اس معرفت سی پیدا ہوا ہی پھر یہہ ندامت جب دل پر غالب ہو جاتی ہی تو دل میں ایسی کام کا ارادہ آتا ہی
تعلق بالحال والاستقبال والماضي اما تعلقه بالحال فبترك الذنوب واما تعلقه بالاستقبال فبالعزم
جسکو زمانہ حال اور استقبال اور گذشتہ سی لگاؤ ہوتا ہی پھر زمانہ حال سی یہہ علاقہ ہوتا ہی کہ گناہ سی باز رہتا ہی اور استقبال سی یہہ علاقہ ہی کہ عزم کرتا ہی
على تركها الى آخر العمر واما تعلقه بالماضي فبتدارك ما فات بالجبر والقضاء ان كان قابلا للجبر والقضاء
کہ عمر بھر پھر گناہ نکرونگا اور زمانہ ماضی سی یہہ علاقہ ہی کہ جو بات فوت ہو گئی ہی اوسکا عوض اور قضا کری اگر قابل عوض اور قضا کی ہو
وهذا الفعل عمل حصل من الندم الحاصل من العلم والمراد من العلم ههنا الايمان واليقين بان الذنوب سموم
اسکا یہہ فعل عمل ہی جو ندامت سی حاصل ہوا اور وہ ندامت علم سی پیدا ہوئی تھی اور یہاں علم سی مراد ایمان اور یقین ہی کہ گناہ آخرت میں زہر قاتل ہوتی ہیں
مهلكة في الآخرة ونور هذا الايمان اذا اشرق على القلب يثمر نار الندم لانه يبصر باشراق نور الايمان عليه انه
اور اس ایمان کا نور جب دل پر چمکتا ہی تو ندامت کی آگ بھڑک اوٹھتی ہی کیونکہ ایمان کی نور سی جو اوسپر چمکتا ہی ظاہر دیکھتا ہی کہ اپنی محبوب سی الگ ہو گیا
صار محجوبا عن محبوبه فيشتعل نار المحنة فيه فينبعث بتلك النار ارادة وقصد الى الفعل المتعلق بما ذكر
اب محبت کی حرارت سی دل جلتا ہی کہ اس حرارت کی رو سی اس فعل کا ارادہ پیدا ہوتا ہی جو اوقات مذکورہ حال اور استقبال اور ماضی سی
من الحال والاستقبال والماضي فالعلم والندم والقصد الى الفعل المذكور ثلثة معان يطلق اسم التوبة على مجموعها
متعلق ہی سو علم اور ندامت اور ارادہ فعل مذکور کا یہہ تین امور ہیں اس مجموعہ کو توبہ کہتی ہیں
فاذا تحققت هذه المعاني الثلثة تحقق التوبة وكثيرا ما تطلق اسم التوبة على الندم وحده وتجعل العلم كالمقدمة
جب یہہ تینوں امر موجود ہوتی ہیں تو توبہ متحقق ہوتی ہی اور اکثر اوقات توبہ صرف ندامت کو کہدیتی ہیں اور علم کو اوسکا مقدمہ ٹھہراتی ہیں
والفعل المذكور كالثمرة وبهذا الاعتبار قال النبي عليه السلام الندم توبة اذ لا يخلو الندم عن علم يوجبه ويثمره
اور فعل مذکور کو ثمرہ جانتی ہیں اور اسی اعتبار سی نبی علیہ السلام نی فرمایا ہی ندامت ہی توبہ ہی اسلئی کہ ندامت بدون علم کی کہ باعث اور موجد ہی اور
وعن عزم يتبعه ويتلوه فيكون الندم محفوفا بطرفيه احدهما ثمرته والآخر مثمره ثم ان التوبة واجبة على جميع
بغیر عزم کی کہ اوسکی پیچھی لازم ہوتا ہی نہیں ہوتی سو اب ندامت دونو طرف سی گھری ہوتی ہی ایک طرف ثمرہ اور دوسری طرف باعث اور موجد ہوتا ہی پھر بیشک توبہ تمام
المؤمنين على الفور اما وجوبها على الجميع فلقوله تعالى وتوبوا الى الله جميعا ايها المؤمنون ولقوله تعالى يا ايها الذين
مسلمانوں پر فی الفور ترت واجب ہی وجوب توسکی اوپر اس آیت سی ثابت ہی اور توبہ کرو اللہ کی طرف سب ملکر ای ایمان والو اور اس آیت سی ای ایمان والو
آمنوا توبوا الى الله توبة نصوحا وظاهر هاتين الآيتين يدل على ان التوبة واجبة على كل احد من المؤمنين
توبہ کرو اللہ کی آگی صاف دل کی توبہ اور ظاہر معنی ان دونوں آیتوں کی یہہ ہی دلالت کرتی ہیں کہ توبہ ہر ہر شخص مؤمن پر واجب ہی
لورود الامر فيهما على العموم ونور البصيرة ايضا ارشد الى ذلك لان معنى التوبة الرجوع عما لا يرضاه الله تعالى
کیونکہ امر ان دونو آیتوں میں سبکو عام ہی اور دل کی روشنی بھی یہہ ہی گواہی دیتی ہی اسواسطی کہ توبہ کی معنی اللہ تعالی کی ناراضامندی کا سی

الى ما يرضاه وذلك لا يتصور الا من العاقل والعقل لا يكمل الا بعد كمال الشهوة والغضب وسائر الصفات المذمومة
رضامندی کی طرف رجوع کرنا اور یہ امر صرف عاقل ہی سے ہو سکتا ہے اور عقل کامل نہیں ہوتی سوا ان کامل ہونے قوت شہوانی اور غضبی اور تمام اوصاف بد کی
التي هي وسائل الشيطان الى اغواء الانسان فان الشهوة من جنود الشيطان والعقل من جنود الملئكة وليس
جو واسطے بہکانے انسان کی شیطان کی وسیلے ہیں کیونکہ شہوت شیطان کا لشکر ہے اور عقل فرشتوں کا لشکر ہے اور ایسا
في الوجود انسان الا وشهوته التي هي عدة الشيطان متقدمة على عقله الذي هو عدة الملئكة فيكون الرجوع
انسان کوئی نہیں ہے جسکی شہوت جو شیطانی سامان ہے عقل پر کہ فرشتوں کا سامان ہے مقدم نہو سو واسطے اور سابقہ سے جو شہوت کی
عما سبق من مساعدة الشهوات ضروريا في كل انسان بعد البلوغ لان من بلغ كافرا جاهلا الدين الاسلام يجب
مددگاری میں باز رہنا ہر انسان کو بلاغت کی دنوں میں ضروری ہے اسلئے کہ جو شخص حالت کفر میں اسلام سے ناواقف بالغ ہو گیا تو اوسپر
عليه التوبة عن كفره وجهله بتعلم ما يحصل به الاسلام ومن بلغ مسلما تبعا لابويه غافلا عن حقيقة الاسلام
تو اپنی کفر اور جہالت سے واجب ہے کہ وہ باتیں سیکھے جس سے اسلام حاصل ہو دے اور جو شخص ماں باپ کی ساتھ حالت اسلام میں بالغ ہوا لیکن اسلام کی حقیقت سے
يجب عليه التوبة عن غفلته بفهم معنى الاسلام اذ بعد البلوغ لا يفيده اسلام ابويه شيئا ما لم يسلم بنفسه
تو اوسپر توبہ اس غفلت سے واجب ہے کہ اسلام کی معنی خوب سمجھے اسلئے کہ بالغ ہو کر ماں باپ کا اسلام اسکی حق میں کچھ مفید نہیں ہے جبتک خود مسلمان ہو وے
فاذا فهم معنى الاسلام بعد البلوغ يجب عليه الرجوع عن عادته والفه بالاسترسال في الشهوات والعادات وهو اشق
پھر جب بالغ ہو کر معنی اسلام کی سمجھ چکا تو اوسپر باز آنا اپنی عادات اور الفت سے کہ شہوت وغیرہ عادات میں بے مہار ہو رہا ہے واجب ہے اور اس قسم کی توبہ
ابواب التوبة وفيه هلك اكثر الخلق لعجزهم عنه لان الشهوة تكمل في الصبى قبل البلوغ وكمال العقل فيكون
سب قسموں کی سب دشوار ہے اسمیں اکثر خلقت عاجز ہو کر ہلاک ہو گئی ہے اسلئے کہ شہوت لڑکپن میں بلاغت اور کمال عقل سے پہلے مستحکم ہو جاتی ہے سو
جند الشيطان في الابتداء مستوليا على مملكة القلب ويقع للقلب انس والف بمقتضيات الشهوات والعادات
شیطانی لشکر پہلی ہی دلکی ولایت کو مغلوب کر لیتا ہے اور دل کی اندر شہوات اور عادات کی محبت اور الفت پیدا ہو کر پالسی جاتی ہے
ويغلب فيه ذلك ويعسر عليه النزوع عنه ثم يلوح العقل الذي هو من حزب الله تعالى وجنده فان كان كاملا
اور اوس حالت سے اوسکو نکلنا دشوار ہوتا ہے پھر عقل کہ اللہ تعالی کا جتھا اور لشکر ہے ظاہر ہوتی ہے پھر اگر وہ کامل
قويا ينتهض لانقاذ عباد الله تعالى من ايدي اعدائه شيئا فشيئا على التدريج فيكون اول شغله قمع جنود
اور قوی ہے تو وہ سلطنت چھڑانے عباد الہی کی دشمنوں کی ہاتھوں سے آہستہ آہستہ بتدریج تیار ہوتی ہے پھر شیطانی لشکر کا دکھانا شہوتوں کو توڑ کر
الشيطان بكسر الشهوات ومفارقة العادات ورد الطبع على سبيل القهر الى العبادات ولا معنى للتوبة الا هذا وان لم يكن
اور عادات کو چھوڑنا اور طبعیت کو برور جبر کر عبادات پر لگانا اوسکا اول شغل ہے اور توبہ کی معنی سوا اسکی اور کچھ نہیں ہیں اور اگر وہ عقل کامل
كاملا قويا تسلم مملكة القلب للشيطان وينجز اللعين وعده حيث قال لئن اخرتن الى يوم القيمة لاحتنكن ذريته
اور قوی نہو وے تو دلکی مملکت شیطان کی حوالہ کر دیتی ہے اور وہ ملعون اپنا وعدہ پورا کرتا ہے چنانچہ کہتا ہے اگر تو مجکو ڈھیل دے قیامت کی دن تک تو اوسکی اولاد کو ڈاڑھی دے
الا قليلا والمعنى انك ان اخرتني حيا الى يوم القيمة لاقودنهم حيث ما شئت
مگر تھوڑے سے اور مراد یہ ہے کہ اگر تو مجکو جیتا چھوڑیگا قیامت تک تو بیشک اونکو جدہر چاہونگا کھینچ لیجاؤنگا
ولاستولين عليهم استيلاء قويا الا قليلا منهم وهم المخلصون من عباد الله الصلحين
اور بیشک اونپر غالب رہونگا مگر اونمیں سے تھوڑوں پر کہ وہ مخلص بندے اللہ کے اور صلحا ہیں
وهذا كقول اللعين لازينن لهم في الارض ولاغوينهم اجمعين وانما عرف اللعين حصول ذلك المطلب مع انه لا
اور یہ ایسا ہے جیسا چنانچہ وہ ملعون کہتا ہے البتہ میں اونکو پیاری دکھاؤنگا زمین میں اور راہ سے کھو دونگا اونسبکو اور ملعون نے حصول اس مطلب کا باوجودیکہ غیب دان نہیں ہے

بعلم

يعلم العبد اسبابه الا بما رأى انهم من كون مدعو الشر معددا ومدعو الخير واحدا في نفس الانسان قوة بهيمية
اس دلیل سے سمجھ گیا کہ وہ یہ دیکھا کہ آدمیوں کی اندر بدی کی اسباب تو بہت ہیں اور بھلائی کا سبب ایک ہی ہے کیونکہ انسان کی اندر تین قوت بہیمیہ

شهوانية وقوة سبعية غضبية وقوة وهمية شيطانية وهذه الثلاثة مستولية عليه من اول الخلقة داعية
شہوانی اور قوت سبعی غضبی اور قوت وہمیہ شیطانی ہے اور تینوں قوتیں ابتداء پیدائش سے انسان پر غالب ہوتی ہیں شر کی طرف

له الى الشر وبعد هذه الثلاثة ثمة قوة عقلية ملكية وهي وان كانت داعية الى الخير لكنها انما تكمل بعد استيلاء
متوجہ کرتی ہیں اور ان تین قوتوں کی بعد چوتھی قوت عقلی ملکی ہوتی ہے اور یہ اگرچہ آدمی کو خیر کی طرف بلاتی ہے پر یہ قوت جب کامل ہوتی ہے کہ

الثلاثة الاول على القلب فلما رأى اللعين ثمة ذلك علم ان ما يريده يمكن حصوله فعلى هذا تكون التوبة فرض عين
وہ پہلی تینوں قوتیں دل پر غالب ہو جاویں جب شیطان ملعون نے انسان میں یہ دیکھا تو جان گیا کہ میرا ارادہ ہو سکتا ہے پس اس بیان کی موافق ہر ہر شخص پر توبہ

على كل شخص ولا يتصور ان يستغني عنها احد من افراد البشر واما وجوبها على الفور فلما في تاخيرها من الاصرار
فرض عین ہے اور معلوم نہیں ہوتا کہ افراد انسان میں سے کوئی ہی ایسا ہو اور توبہ کا فی الحال واجب ہونا سو اسلئے کہ تاخیر کرنے میں اصرار

المحرم الذي يضاعف الذنوب به اذ كلما يؤخرها لحظة زاد اخرى واصل التوبة حق فالواجب بتاخير التوبة
حرام لازم آتا ہے یعنی مثلا کسی نے گناہ کیا اور توبہ میں ایک دم بھی تاخیر کری تو ایک اور گناہ واجب التوبہ پیدا ہو جاتا ہے

عن كبيرة زمانا واحدا كبيرتان الاولى وترك التوبة عنها وفي الزمان الثاني اربع كبائر الاوليان وترك التوبة عن كل منهما
سو اگر کبیرہ گناہ کی توبہ میں ایک دم بھی تاخیر کرے تو دو کبیرہ ہو جاتی ہیں ایک وہ پہلا دوسرا توبہ نہ کرنی اور دوسرے دم میں چار کبیرہ ہو جاتی ہیں دو پہلی اور دو ان کی توبہ نہ کرنی

وفي الثالثة ثماني كبائر وفي الرابعة ستة عشر كبيرة وخمسة ازمنة اثنان وثلاثون كبيرة وهكذا
اور تیسرے دم میں آٹھ کبیرہ ہو جاتی ہیں اور چوتھے دم میں سولہ کبیرہ ہو جاتی ہیں اور پانچویں دم میں بتیس کبیرہ ہو جاتی ہیں اسی طرح گناہ بڑھتے جاوینگے

يتضاعف الذنوب بمرور الازمان فحق ما ذكرنا من ان العلم بكون الذنوب سموما مهلكة من نفس الايمان فلانه
بے شمار حاصل ہوتی جاوینگی اور یہ جو مذکور ہوا کہ گناہ کو زہر قاتل سمجھنا عین ایمان ہے سو یہ بات سچ ہے

ان هذا العلم من نفس الايمان يلزم ان يكون الايمان باعثا على ترك الذنوب فمن لم يتركها فهو فاقد هذا الجزء من الايمان
کہ یہ علم عین ایمان ہے تو لازم آتا ہے کہ ایمان واسطے ترک ذنوب کی باعث ہو پس جو شخص گناہ کو ترک نہیں کرتا تو اوس ایمان کا یہ جز نہیں ہے

وبهذا قال النبي عليه السلام لا يزني الزاني حين يزني وهو مؤمن فانه عليه السلام ما اراد به نفي الايمان الذي هو العلم
اسی لیے نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ زانی زنا نہیں کرتا کہ زنا کرتے وقت مسلمان ہو پس نبی علیہ السلام کی مراد یہ نہیں ہے کہ وہ ایمان جو خدا کا پہچاننا

بالله وملائكته وكتبه ورسله فان ذلك الايمان لا ينافيه الزنى وسائر الذنوب بل اراد به نفي الايمان الذي هو العلم
اور اوسکی فرشتوں کا اور کتابوں اور رسولوں کا جاتا رہا کیونکہ زنا اس ایمان کا منافی نہیں ہے اور نہ اور تمام گناہ بلکہ مراد یہ ہے کہ وہ ایمان جس سے سمجھنا

بكون الزنى مبعدا من الله تعالى وموجبا للمقت فعلى هذا لا يكون المصر على المعاصي كاملا في ايمانه بل يكون ناقصا فيه
کہ زنا خدا سے دور کرتا ہے اور ہلاک کر ڈالتا ہے باقی نہیں رہتا پس بیان کی موافق جو شخص معاصی پر جما ہو ہے ایمان کامل نہیں رکھتا بلکہ ایمان کی باب میں ناقص ہوتا ہے

وذلك لان ترك الذنوب لا يتصور الا بالصبر والصبر لا يتيسر الا بالخوف والخوف لا يحصل الا بالعلم بعظم ضرر الذنوب
اسلئے کہ ترک ذنوب بدون صبر کی خیال میں نہیں آتا اور صبر بدون خوف کی میسر نہیں ہوتا اور خوف بدون علم نہیں ہوتا کہ گناہوں کا بڑا ہی ضرر ہے

والعلم بعظم ضرر الذنوب لا يحصل الا بتصديق الله تعالى ورسوله فمن لم يترك الذنوب فكانه غير مصدق لله
اور گناہوں کی ضرر کا علم بدون تصدیق خدا اور رسول کی نہیں ہوتا پس جو شخص گناہوں پر جما ہی ہے تو گویا وہ خدا اور رسول کی بات کو

الله تعالى ورسوله فيخاف عليه امر عظيم عند الموت اذ ربما يكون موته على الاصرار فيسلب الايمان به نعوذ بالله منه
سچ نہیں جانتا تو اوسپر مرتے دم بڑا ہی خوف ہے سبب یہ کہ ہو سکتا ہے کہ اوسکی موت اسی پر ہو پس ایمان کو ڈبکا دوے پھر اوسکا انجام

الخاتمة ويبقى في جهنم ابد الاباد وان لم يختم له بسوء الخاتمة بل مات على الايمان يكون في مشية الله تعالى ان
خاتمہ برے ہوئی اور ہمیشہ کے دوزخ میں پڑا رہے اور اگر انجام خاتمہ برے نہوا بلکہ ایمان پر مرا تو سب تابع مرضی الٰہی کا ہے چاہے اوسکو دوزخ میں ڈالکر
شاء يدخله جهنم ويعذبه فيها بقدر ذنوبه ثم يخرجه منها ويدخله الجنة ولو بعد حين وان شاء يعفو عنه
بمقدار معاصی کی عذاب دیکر پہر اوس میں سے نکال کر جنت میں داخل کرے اگرچہ بعد عرصہ کے ہو اور چاہے اوسکو معاف کرکے
ويدخله الجنة بلا عذاب اذ لا يستحيل ان يشمله عموم العفو بسبب خفي حتى لا يطلع عليه احد غير الله تعالى
اور بلا عذاب جنت میں داخل کردے اسلئے کہ کیا محال ہے کہ اوسکی عنایت عام اوسپر بہی ہوجاوے کسی پوشیدہ سبب سے جسکو بجز اللہ تعالیٰ کے کوئی نہ جانتا ہو
كما لا يستحيل ان يدخل احد خربا لطلب كنز فاتفق ان يجده لكن من خرب بيته وضيع ماله وترك نفسه وعياله
جیسے ممکن ہے کہ کوئی اجاڑ کی اندر خزانے کی تلاش میں جاوے پہر اتفاقاً خزانہ پالیوے لیکن جسنے اپنا گہر خراب کردیا اور مال تلف کرکر اپنی جان کو اور اولاد کو
جياعا يزعم انه ينتظر من فضل الله تعالى ان يرزقه كنزا تحت الارض في بيته فانه كما يعد من الحمقى المغرورين وان
بہوکا مارا کہ میں اللہ کی اس فضل کا منتظر ہوں کہ میری گہر کی اندر زمین میں سے خزانہ عنایت کرے سو یہہ شخص احمق اور بیوقوف سمجہا جاویگا اگرچہ اوسکی خواہش
كان ما ينتظره غير مستحيل في قدرة الله تعالى وفضله كذلك من ينتظر المغفرة من فضل الله تعالى مع كونه مصرا
کچھ قدرت اور فضل الٰہی کی کچھ محال نہیں ہے ہوسکتی ہے ایسے ہی جو شخص بخشش کا امیدوار ہے اللہ تعالیٰ کی فضل سے باوجودیکہ
على الذنوب غير سالك طريق المغفرة يعد من المعتوهين فبعض من هؤلاء الحمقى المغرورين يروج حماقته بكلام حسن
گناہوں پر جم رہا ہے اور بخشش کی راہ نہیں چلتا بیوقوف کہلاویگا پہر بعضی انہیں سے احمق ہولی اپنی حماقت کی ساتھہ اس خوبی سے کلام کرتے ہیں
ويقول ان الله كريم لا تضيق جنته عن مثلي ولا تضره معصيتي ثم ترى ذلك الاحمق يركب البحار ويختار مشاق الاسفار
اللہ تعالیٰ بیشک کریم ہے اوسکی جنت مجہہ سوال سے تنگ نہیں ہوجاویگی اور میری معصیت سے اوسکا کیا ضرر ہے پہر تم اوس احمق کو دیکہتے ہو کہ دریا کا سفر کرتا ہے اور
في طلب الدرهم والدينار واذا قيل له ان الله تعالى كريم وخزائن دراهمه ودنانيره لا يقصر عن مثلك ولا يضره كسلك
واسطے طلب روپیہ اشرفی کی سفر کی مشقت کہینچتا ہے اور اگر یہہ کہئے کہ اللہ تعالیٰ بیشک کریم ہے اور اوسکی خزانی میں روپیہ اشرفی کی تجہہ سوال کی لئے کچھ کمی نہیں ہے اور تجارت میں تیری
بترك التجارة فاجلس في بيتك عساه ان يرزقك من حيث لا تحتسب فانه يستحمق من يقول هكذا ويستهزء
سستی سے اوسکا کیا نقصان سو تو اپنی گہر بیٹہہ ابہی تجہکو روزی دیویگا جہانسے تیرا گمان ہو اب اس تقریر والی کو احمق بتاتا ہے اور ٹہٹہول کی راہ سے کہتا ہے
به ويقول ما هذا الهوس فان السماء لا تمطر ذهبا ولا فضة وانما يحصل ذلك بالكسب هكذا جرت عادة
یہہ کیا واہیات ہے آسمان سے اشرفی روپیہ کبہی نہیں برستا یہہ تو بدون محنت کسی کو حاصل نہیں ہوتا اسیطرح اللہ کی عادت
الله تعالى وسنته ولا تبديل لسنة الله ولا يعلم هذا الاحمق ان رب الدنيا والاخرة واحد ولا تبديل
اور قاعدہ جاری ہے اللہ کی ان قاعدے نہیں بدلتی اب یہہ احمق نہیں سمجہتا کہ پروردگار دین دنیا کا تو ایک ہی سو اوسکی قاعدی دونو
لسنته فيهما جميعا وقد اخبر ان ليس للانسان الا ما سعى فكيف يعتقد بكونه كريما في الاخرة ولا يعتقد بكونه
جہانمیں نہیں بدلتی اور بیشک یہہ فرمایا ہے اور نہیں ہے واسطے انسان کی مگر جو کمایا اب کیونکر اوسکو آخرت کی لئے تو کریم جانتا ہے اور دنیا کی باب میں
كريما في الدنيا فان من يخاف من الهلاك في هذه الدنيا الفانية اذا كان يجب عليه الاحتراز عن السموم وما
کریم نہیں سمجہتا بیشک جو شخص اس دار فانی میں ہلاکت سے ڈرتا ہو جب اوسپر یہہ واجب ہے کہ زہر وغیرہ مضر اور مہلک اشیا سے
يضره من المهلكات في كل حال فالخائف من الهلاك الابدي اولى ان يجب عليه الاحتراز عن المعاصي التي هي سموم
ہر وقت احتراز کیا کرے پس جو شخص ہلاک ابدی کا اندیشہ کرتا ہو اوسپر اولی تر واجب ہے کہ جملہ معاصی سے جو دین کی حق میں زہر ہیں احتراز کرتا رہے
الدين فان المخوف من هذه السموم فوات الاخرة الباقية التي ليست اضعاف اعمار الدنيا عشر عشير نهاية
کیونکہ اس زہر سے خوف آخرت باقیہ کی فوت کا ہے جسکی برابر دنیا کی چند در چند عمر سوین حصہ کو نہیں پہنچتی کیونکہ

ليس

المجلس السادس الا لم العبد والتحية في مواهبها العظيمة والملك المنة النعمة وفيها ولا نهاية لها غاية ليس لذنبها

بلک حاصل ہیں مجلس ... اور جس کی عطا کی ... کی عطا اور ... اور نہ انتہا ہے جس کی ... کا

والستون في بيان قوله عليه السلام ان الله يقبل توبة العبد ما لم يغرغر عن رسول الله صلعم ان الله يقبل توبة العبد

ما لم يغرغر هذا الحديث من حسان المصابيح رواه ابن عمر الغرغرة تردد الشيء في الحلق ويستعمل في تردد الروح

جب تک کہ جان گلے میں نہ آوے یہ حدیث مصابیح کی حسن حدیثوں میں سے ہے ابن عمر کی روایت سے ہے ... کسی چیز کا حلق میں ... اور حلق میں روح کی ... کا رد

وهو المراد هنا والمعنى ان توبة المذنب مقبولة ما لم يبلغ الروح الحلقوم اذ بعد الغرغرة وبلوغ الروح الحلقوم

استعمال کیا جاتا ہے اور یہاں یہی مراد ہے تو معنی یہ ہیں کہ گنہگار کی توبہ مقبول ہوتی ہے جب تک کہ روح گلے میں نہ آوے کیونکہ غرغرہ کے وقت جب روح حلق میں آتی ہے

يعاين ما يصير اليه من رحمة او هوان ولا ينفعه حينئذ توبة ولا ايمان كما قال الله تعالى فيما انزله من القرآن

تو وہ انجام کو ظاہر دیکھ لیتا ہے رحمت یا خواری اس وقت توبہ نفع نہیں دیتی اور ایمان چنانچہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے

فلم يك ينفعهم ايمانهم لما رأوا بأسنا وقال في آية اخرى وليست التوبة للذين يعملون السيئات حتى اذا حضر

پس نہ ہوا کہ کام دیوے ان کو ایمان لانا ان کا جب دیکھ چکے ہمارا عذاب اور ایک اور آیت میں فرمایا اور ایسوں کی توبہ نہیں جو کرتے جاتے ہیں برے کام یہاں تک کہ جب سامنے آوے

احدهم الموت قال اني تبت الآن لان من شرط التوبة العزم على ترك الذنب الذي تاب عنه وعدم المعاودة

کسی کو موت کہنے لگا میں نے توبہ کی اب اس واسطے کہ توبہ میں عزم کرنا ترک گناہ کا جس سے توبہ کی ہے اور دوبارہ اس کو نہ کرنا شرط ہے اور یہ عزم

عليه وذلك انما يتحقق اذا امكن التائب منه وبقي اوان الاختيار فما لم يبلغ الروح الحلقوم لا ينقطع الرجاء فيصح

جبھی ہو سکتا ہے کہ اس بات کی قدرت ہو اور اختیار کا وقت باقی ہو سو جب تک روح حلق میں نہیں آتی امید منقطع نہیں ہوتی اس تائب کی

منه الندم والعزم على ترك الذنب فعلم من هذا ان التوبة مبسوطة للعبد حتى يعاين قابض الارواح وذلك

ندامت اور عزم ترک گناہ کا صحیح ہے اس سے معلوم ہوا کہ بندہ کے لیے توبہ کا وقت فراخ ہے جب تک کہ قابض الارواح کو دیکھے اور یہ وقت ہے

عند الغرغرة وبلوغ الروح الحلقوم فعلى هذا يجب على العبد ان يتوب عما كان عليه من المعاصي قبل المعاينة

کہ دم اٹکنے لگے اور روح حلق میں آجاوے اس بیان کے موافق بندہ پر واجب ہے کہ جن کاموں معاصی سے معاینہ اور غرغرہ سے پہلے توبہ کرے

والغرغرة ولا ييأس من رحمة الله تعالى لانه تعالى قال لا ييأس من روح الله الا القوم الكافرون وقال في آية اخرى

اور اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید نہ ہووے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ناامید نہیں اللہ کے فیض سے مگر وہی لوگ جو منکر ہیں اور ایک اور آیت میں فرمایا

وهو الذي يقبل التوبة عن عباده ويعفو عن السيئات فينبغي للعاقل ان يتوب في كل وقت ولا يكون مصرا على

اور وہ ہے جو قبول کرتا ہے توبہ اپنے بندوں سے اور معاف کرتا ہے برائیاں سو عاقل کو لازم ہے کہ ہر وقت توبہ کیا کرے اور گناہ پر مصر نہ ہووے

الذنب فان التائب من الذنب لا يكون مصرا وان عاد في اليوم سبعين مرة وقد جاء في الحديث انه عليه السلام

کیونکہ گناہ سے توبہ کرنے والا گناہ کا مصر نہیں ہوتا اگرچہ دن میں ستر بار گناہ کرے اور حدیث میں آیا ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا

قال من لزم الاستغفار جعل الله له من كل ضيق مخرجا ومن كل هم فرجا ورزقه من حيث لا يحتسب وفي

کہ جو شخص استغفار کو لازم کر لے تو اللہ تعالیٰ اس کو ہر تنگی سے رستگاری دیتا ہے اور ہر غم سے کشادگی اور روزی دیتا ہے جہاں سے گمان نہ ہو اور

حديث آخر انه عليه السلام قال كل بني آدم خطاء وخير الخطائين التوابون وروي انه عليه السلام قال والله

ایک اور حدیث میں ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا تمام بنی آدم خطاوار ہیں اور بہتر خطاواروں میں جو توبہ کرتے ہیں اور روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا قسم اللہ کی

اني لاستغفر الله واتوب اليه في اليوم اكثر من سبعين مرة وفي حديث آخر انه عليه السلام قال يا ايها الناس

کہ میں استغفار اور توبہ ستر مرتبہ سے زیادہ کرتا ہوں اور ایک اور حدیث میں ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا اے لوگو

توبوا الى الله فاني اتوب اليه في اليوم مائة مرة فانظروا يا اهل الانصاف اذا كان النبي عليه السلام يستغفر و
اسکی آگے توبہ کرو بیشک میں اسکی آگے ہر روز سو بار توبہ کرتا ہوں سبحان اللہ دیکھو ای انصاف والو جب نبی علیہ السلام استغفار اور

يتوب وقد غفر الله له ما تقدم من ذنبه وما تأخر فالذي لم يظهر حاله اغفر له ام لا كيف لا يتوب الى الله
توبہ کرتی ہوں باوجودیکہ اللہ تعالی اونکی تمام گناہ یعنی اگلی اور پچھلی سب معاف کر چکا ہی پھر جسکا حال کچھ معلوم نہیں کہ معاف ہوا ہی یا نہیں وہ اللہ کی سامنی

في كل وقت وكيف لا يجعل لسانه ابدا مشغولا بالاستغفار وقد روي عن ابن عباس انه عليه السلام قال هلك
ہر وقت کیونکر توبہ نکری اور کیونکر ہمیشہ اپنی زبان کو استغفار میں مشغول نہ رکھی اور بیشک روایت کیا ابن عباس نی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا ہلاک ہو گئی

المسوفون والمسوف من يقول سوف اتوب وهو هالك لانه يبني الامر على البقاء الذي ليس مفوضا اليه فلعله لا يبقى
ٹالمٹول کرنیوالی اور مسوف وہ ہوتا ہی جو کہی اب توبہ کرونگا اور وہ ہلاک ہوا جاتا ہی اسلئی کہ بقا پر بھروسہ رکھتا ہی جو کہ اسکی حوالہ نہیں کیا پھر شاید کہ جیتا نہ بچی

فان بقي فانه كما لا يقدر على ترك الذنب اليوم لا يقدر على تركه غدا لان عجزه عن الترك في الحال ليس الا
اور اگر بچا بھی تو جیسی اب گناہ نہیں چھوڑ سکتا آگی کو بھی نہ چھوڑ سکیگا کیونکہ فی الحال اسکا مانع ترک معصیت سی بجز غلبہ شہوت کی کوئی نہیں

لغلبة الشهوة عليه والشهوة لا تفارقه غدا بل تتضاعف وتتأكد بالاعتياد فليست الشهوة التي اكدها
اور شہوت تو اگلی روز بھی ساتھ ہی بلکہ باعتبار عادت کی پہلی سی زیادہ اور مضبوط سو جس شہوت کو آدمی نی عادت کر کر

الانسان بالاعتياد كالتي لم يؤكدها وعن هذا هلك المسوفون فانهم يظنون ان بين المتماثلين فرقا ولا يدرون
قوت بخشی ہی وہ ایسی ضعیف نہیں ہوتی جسکی عادت نہیں کی اسی میں درنگ کرنیوالی مارے گئی کیونکہ وہ یہ خیال کرتی ہیں کہ دو متماثل میں فرق ہوتا ہی یہ نہیں جانتی

ان الايام متشابهة في كون ترك الشهوة شاقا فيها وليس مثال المسوف الا مثال من يحتاج الى قلع شجرة فيراها
کہ ان سب ایک سی ہیں ترک شہوت ہمیشہ دشوار ہی اور مسوف یعنی توبہ میں دیر لگانیوالی کی مثال ایسی ہی کہ کسیکو ضرورت درخت اوکھاڑنی کی لگی سو اوسکو دیکھا

قوية لا تنقطع الا بمشقة شديدة فيقول اؤخرها سنة ثم اعود اليها فاقلعها ومن المعلوم قطعا ان الشجر
تو مضبوط پایا کہ بلا مشقت شدید کی نہیں اوکھڑ سکتا اب وہ کہی کہ ایک برس بھر اور کھڑا رہنی دوں پھر آ کر اسکو اکھاڑوں گا اور یہ بات یقینی معلوم ہی کہ درخت

كلما بقيت في الارض ازداد رسوخها فلا حماقة في الدنيا اعظم من حماقته لانه عجز عن قلعها قبل ازدياد
جتنا زمین میں کھڑا رہیگا مضبوط اور زور ہوتا جاویگا اب دنیا میں اس سی بڑا احمق کوئی نہیں ہی کیونکہ اس سی جب تو اکھڑ نہیں سکتا کہ ابھی خوب نہیں ہوا

رسوخها ثم اخذ ينتظر القدرة على قلعها بعد ازدياد رسوخها اذا تحقق هذا فلا بد للمؤمن ان لا يفرغ من التوبة
پھر یہ ایسی قوت کا منتظر رہا کہ بعد خوب مضبوط ہونیکی اکھاڑ ڈالی جب یہ بات ثابت ہو چکی تو مومن کو ضرور ہی کہ توبہ سی کبھی کسیوقت فارغ نہ رہی

في وقت من الاوقات حتى يأتيه الموت وهو تائب فان التوبة فرض على جميع المؤمنين باتفاق المسلمين لقوله تعالى
اتنا کہ اگر موت آوی تو یہ شخص تائب ہوا ہو بیشک توبہ تمام مومنوں پر فرض ہی سب مسلمانوں کی اتفاق سی بدلیل اس آیت کی

وتوبوا الى الله جميعا ايها المؤمنون وقوله تعالى يا ايها الذين امنوا توبوا الى الله توبة نصوحا فانظر الى رحمة الله تعالى
اور سب توبہ کرو اللہ کی آگی سب ملکر ای ایمان والو اور بدلیل اس آیت کی ای ایمان والو توبہ کرو آگی اللہ کی صاف دلکی توبہ ۔ تو اللہ تعالی کی رحمت

ورأفته على عباده كيف دعاهم الى التوبة وامرهم بها وسماهم مؤمنين بعد ما اذنبوا ثم بين ما لهم من الكرامة في التوبة فقال
اور مہربانی بندوں کی حال پر دیکھو کس طور اونکو توبہ تعلیم کی اور توبہ کا ارشاد کیا اور اونکا نام گناہ کر چکنی بعد بھی مومن رکھا پھر توبہ میں جو اونکو عزت ہوگی بیان کیا فرمایا

عسى ربكم ان يكفر عنكم سيئاتكم ويدخلكم جنات تجري من تحتها الانهار واخبر انه غفار للذنوب وقال و
شاید تمہارا رب اوتاری تمسی تمہاری برائیاں اور داخل کری تمکو باغوں میں جنکی نیچی بہتی ہیں نہریں اور جتا دیا کہ میں گناہ کا بڑا بخشنی والا ہوں اور فرمایا اور

الذين اذا فعلوا فاحشة او ظلموا انفسهم ذكروا الله فاستغفروا لذنوبهم ومن يغفر الذنوب الا الله ولم يصروا
وہ لوگ جب کر بیٹھیں کھلا گناہ یا برا کریں اپنی حق میں تو یاد کریں اللہ کو اور بخشش مانگیں اپنی گناہوں کی اور کون ہی گناہ بخشتا سوا اللہ کی اور نہ اڑی رہیں

على ما فعلوا وهم يعلمون اولئك جزاؤهم مغفرة من ربهم وجنت تجري من تحتها الانهر خلدين فيها ونعم اجر
اپنی کئی پر جانتی ہوئی اونکی جزا ہی بخشش اونکی رب کی اور باغ جنکی نیچی بہتی نہرین رہ پڑینگی اونمین اور خوب مزدوری ہی

العملين ونص على انه يحبهم بعد التوبة فقال ان الله يحب التوابين ويحب المتطهرين واشار الى ان التوبة طهارة
کام کرنیوالون کی اور کہول کر فرما دیا کہ بعد توبہ کی اونکو محبوب رکہتا ہون سو فرمایا اللہ کو خوش آتی ہین توبہ کرنیوالی اور خوش آتی ہین ستہرائی والی اور یہہ اشارہ کیا کہ توبہ لوگو

لهم عن انجاس الاوزار فلابد للمؤمن من التوبة لكن لها اربعة شروط ان اختل شرط منها لا يتحقق التوبة الاول الندم
پاک کرتی ہی گناہون کی نجاست سی اسی مؤمن کو توبہ کرنی ضرور چاہیی لیکن توبہ کی واسطی چار شرطین ہین اگر اونمین سی ایک بہی کم ہو دیگی تو توبہ ٹہیک نہوگی اول یہہ کہ گذشتہ کی

بالقلب على ما فعل من الذنوب في الماضي ومعنى الندم تحزن وتوجع على ما فعل وتمنى كونه لم يفعل والثاني ترك
گناہ پر دل سی نادم ہونا اور ندامت سی مراد ہی اپنی کئی ہوئی پر غمگین اور دردمند ہونا اور آرزو کرنا کاشکی یہہ نکرتا اور دوسری شرط معصیت کا

المعصية في الحال والثالث العزم على ان لا يعود الى مثلها في الاستقبال والرابع ان يكون ذلك خوفا من الله تعالى
فی الفور ترک کرنا تیسری شرط نیت کرنی کہ ایسا کار آیندہ کو پہر کبہی نکرونگا اور چوتہی شرط یہہ اور اللہ تعالی خوف سی ہوں کوئی

لا لامر آخر فان من ندم على شرب الخمر وتركه لما فيه من الصداع وزوال العقل والخلل بالمال والعرض لا يكون تائبا
اور وجہ نہو بیشک جو شخص شراب پینی پر نادم ہو کر اسلئی چہوڑ دوی کہ اوسمین درد سر ہوتا ہی اور بہکتا ہی اور مال خرچ ہوتا ہی اور آبرو بگڑتی ہی تو ایسا شخص موافق شرع کی

شرعا وكذلك من قال بلسانه استغفر الله وقلبه مصر على المعصية فاستغفاره ذلك يحتاج الى استغفار
تائب نہین ہی اور ایسی ہی جو شخص زبان سی تو استغفر اللہ کہا کری اور اوسکا دل معصیت پر جما ہوا ہو تو ایسی توبہ سی بہی توبہ کرنی چاہیی جو ندامت کی ساتہہ ہو

مقارن بالندم لما روى عن على انه راى رجلا قد فرغ من صلاته وقال اللهم انى استغفرك واتوب اليك سريعا فقال
کیونکہ حضرت علی سی روایت ہی کہ اونہون نی ایک شخص کو دیکہا کہ نماز سی سلام پہیر تی ہی جلد یسی کہنی لگا الہی مین تجہسی مغفرت مانگتا ہون تیری آگی توبہ کرتا ہون حضرت

على يا هذا ان سرعة اللسان بالاستغفار توبة الكذابين فتوبتك تحتاج الى توبة وعن الحسن البصرى انه قال
علی نی کہا ای شخص زبانی جلد یسی استغفار کرنی جہوٹہونکی توبہ ہوتی ہی تیری یہہ توبہ قابل توبہ کی ہی اور حسن بصری سی روایت ہی کہ وہ کہتی تہی

استغفارنا يحتاج الى استغفار قال القرطبي هذا قوله في زمانه فكيف في زماننا هذا الذي يرى فيه الانسان مكبا
ہماری توبہ قابل توبہ کی ہی قرطبی کہتی ہین حسن بصری کا یہہ قول اونکی زمانہ میں ہی ہماری زمانہ کا تو کیا حال ہی جسمین تمام انسان ظلم پر اوندہی پڑی ہوئی ہین

على الظلم حريصا عليه لا ينقلع عنه والسبحة في يده يزعم انه يستغفر منه وذلك استهزاء منه واستخفاف لما روى
ایسی حریص کہ ذرہ نہین بچتی اور ہاتہو نسی تسبیح بہاتی ہین باین خیال کہ ہم توبہ کرتی ہین اور یہہ اسکی چہل بازی اور استخفاف ہی کیونکہ روایت ہی

انه عليه السلام قال المستغفر باللسان المصر على الذنب كالمستهزئ بربه وانما التوبة ان يستغفر بلسانه وينوى
کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا زبانی توبہ کرنیوالا دل سی گناہ پر اڑا ہوا گویا اپنی رب سی چہل کرتا ہی توبہ وہ ہی جو زبانسی استغفار کر کر دل سی یہہ نیت کری

بقلبه ان لا يعود الى الذنب اصلا فاذا فعل ذلك يغفر الله له ذنبه وان كان عظيما اذ ليس ذنب اعظم من الكفر
کہ پہر ہرگز گناہ نکرونگا جب ایسا کرتا ہی تو اللہ اوسکی گناہ معاف کر دیتا ہی کتنا ہی بڑا ہو کیونکہ کفر سی بڑا کوئی گناہ نہین ہی

وقد قال الله تعالى لنبيه في حق اهل الكفر قل للذين كفروا ان ينتهوا يغفر لهم ما قد سلف فما ظنك فيما دونه من المعاصي
اور اللہ تعالی اپنی نبی سی کفار کی حق مین فرماتا ہی تو کہدی کافرونکو اگر باز آوین تو معاف ہو اونکو جو ہو چکا پہر تجہکو معاصی کی نسبت کفر سی کمتر مین کیا خیال ہی؟

وقد روى انه عليه السلام قال لو اخطا احدكم حتى ملا ما بين السماء والارض ثم تاب تاب الله عليه وفي حديث
اور روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا اگر کوئی تم مین سی اتنی خطائین کری کہ آسمان اور زمین کا بیچ بہر جاوی پہر وہ توبہ کری تو اللہ اوسکی توبہ قبول کرتا ہی اور ایک اور حدیث مین

آخر انه عليه السلام قال ان العبد اذا اعترف ثم تاب تاب الله عليه يعنى انه اذا اقر بكونه مذنبا ثم تاب وندم
ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا کہ آدمی جب اپنی گناہ کا اقرار کر کر توبہ کرتا ہی تو اللہ بہی اوسکی توبہ قبول کرتا ہی مراد یہہ ہی کہ جب وہ اپنی خطاوار ہونیکا اقرار کری پہر توبہ کر کر

على ما فعل من الذنوب واكتسب من السيات وعزم ان لا يعود الى مثله بقبل الله تعالى توبته ويتجاوز عن
کئی ہوئی گناہ اور کمائی ہوئی برائیوں سی نادم ہو اور نیت کری کہ ایسا کام پھر نکرونگا تو اللہ تعالی اوسکی توبہ قبول کرتا ہی اور اوسکی گناہوں سی درگذر فرماتا ہی

سیاته لكن ينبغي ان يعلم ان الذنوب على نوعين ذنب فيما بينك وبين الله تعالى وذنب فيما بينك وبين العباد
لیکن سمجھنی کی بات ہی کہ گناہ بھی دو قسم کی ہیں ایک گناہ تیری اور خدا کی بیچ میں یعنی حق اللہ ہی اور ایک گناہ تیری اور بندی کی درمیان ہیں یعنی حق العباد ہی

فالذنب الذى بينك وبين الله تعالى يكفي فيه الاستغفار باللسان والندم بالقلب والعزم على ان لا يعود
پھر جو گناہ صرف حق اللہ ہی تو اسمیں صرف زبان سی استغفار اور دل سی ندامت اور پھر نکرنی کی نیت کافی ہی

فاذا فعل ذلك لا يبرح من مكانه حتى يغفر له ذنبه الا ان يكون شيئا من الفرائض فان الشرع لا يكتفي فيه
جب یہ حال ہوتا یا تو ابھی اپنی جگہ سی نہین ٹلتی پاتا کہ اوسکی گناہ معاف ہو جاتی ہین مگر کوئی فریضہ ترک ہوا ہو کیونکہ شرع نی اسباب میں فقط توبہ پر اکتفا نہیں کیا

بمجرد التوبة بل اضاف الى ذلك في البعض قضاء كالصلوة والصوم وغيرهما وفي البعض كفارة ايضا واما حقوق
بلکہ اوس توبہ کی ساتھ بعضی جگہ قضا لگا رکھی ہی جیسی نماز اور روزہ وغیرہ اور بعضی جگہ کفارہ بھی لگا رکھا ہی اور رہا حقوق

الادميين فلا بد من ايصالها الى مستحقيها فان لم يوجدوا يلزم تصدقها عنهم بنية ان تكون وديعة
العباد سو انکا پہونچانا حقوق کا مالکوں کی پاس ضروری ہی پھر اگر وہ لوگ نملین تو دیتا اونکی طرف سی اوس نیت سی خیرات کردی کہ اللہ تعالی کی یہاں ودیعت

عند الله تعالى يوصلها الى اصحابها يوم القيمة فمن لم يجد السبيل لخروجه عما عليه من التبعات لاعساره
رہی قیامت کی روز مالکوں کی حوالہ کری پھر جسکو داری مفلسی کی حقوق ادا کرنیکی کوئی راہ نملی تو اوسکو

فعليه ان يكثر من الاعمال الصالحات ويستغفر لمن ظلمه من المؤمنين والمؤمنات في اكثر الاوقات فانه اذا فعل
یہ لازم ہی کہ اعمال صالحہ بہت کیا کری اور اپنی مومن مظلوموں کی حق میں اکثر اوقات استغفار کیا کری بیشک جب یہ عمل کریگا

كذلك يرجى من فضل الله تعالى ان يرضي خصماؤه يوم القيمة قيل لبعض العلماء هل للتائب من علامة يعرف بها
تو اللہ تعالی کی فضل سی امید ہی کہ قیامت کی دن اسکی مدعیوں کو راضی کردی کسی نی ایک عالم سی پوچھا آیا تائب کی واسطی کوئی ایسی علامت ہی جس سی معلوم ہو

قبول توبته قال نعم علامته اربعة اشياء الاول ان ينقطع عن اصحاب السوء والثاني ان يكون معرضا عن
کہ توبہ قبول ہوئی کہا ہاں اسکی چار علامتیں ہیں اول یہ کہ بدکاروں سی بیزار ہو جائی اور دوسری یہ کہ ہر گناہ سی نفرت کری

كل ذنب مقبلا على الطاعات والثالث ان يذهب من قلبه فرح الدنيا ويرى حزن الاخرة دائما في قلبه والرابع
اور طاعات کی طرف متوجہ ہووی اور تیسری یہ کہ اوسکی دل میں دنیا کی فرحت نرہی اور آخرت کا فکر دل میں ہمیشہ لگا رہی اور چوتھی یہ

ان يرى نفسه فارغا عما ضمن الله له من امر الرزق ويكون مشغولا بما امر به فاذا وجد فيه هذه العلامات
کہ اپنی جان کو ایسی چیزوں کی فکر سی جسکا اللہ تعالی ذمہ دار ہو چکا ہی فارغ پاوی جیسی رزق اور احکام الہی کی بجالانی میں مشغول رہا کری اور جس میں یہ علامتیں موجود ہوتی ہین

يكرمه الله تعالى باربع كرامات احدها ان يخرجه من الذنوب كانه لم يذنب قط والثاني ان يحبه والثالث ان
تو اوسکو اللہ تعالی چار کرامتیں عنایت کرتا ہی ایک یہ کہ گناہوں سی اس طرح صاف کردیتا ہی گویا کبھی کوئی گناہ نہیں کیا اور دوسری یہ کہ اوسکو دوست رکھتا ہی تیسری یہ

يحفظه من الشيطان ولا يسلطه عليه والرابع ان يؤمنه من الخوف قبل ان يخرج من الدنيا لانه تعالى قال
کہ اوسکو شیطان سی محفوظ رکھتا ہی شیطان کو اوسپر تسلط نہیں دیتا چوتھی یہ کہ خوف سی امن رہتا ہی اس سی پہلی کہ دنیا میں سی روانہ ہو کیونکہ اللہ تعالی فرماتا ہی

تتنزل عليهم الملئكة الا تخافوا ولا تحزنوا وابشروا بالجنة التي كنتم توعدون ويجب له على الناس اربعة اشياء
اون پر اوترتی ہیں فرشتی کہ تم نہ ڈرو اور نہ غم کھاؤ اور خوشی سنو اوس بہشت کی جسکا تمکو وعدہ تھا اور اور لوگوں پر اوسکا چار حق واجب ہو جاتی ہین

اولها ان يحبوه لانه تعالى قد احبه والثاني ان يدعوا له بالثبات على التوبة لان الثبات على التوبة اشد من
اول یہ کہ اوس سی محبت کیا کریں کیونکہ اللہ تعالی اوس سی محبت کرتا ہی دوسری یہ کہ اوسکی حق میں توبہ پر قایم رہنی کی دعا کیا کریں اسلئی کہ توبہ پر قایم رہنا توبہ کرنی سی

التوبة والثالث ان يجالسوه ويذكروه ويعاودوه والرابع ان لا يعيّروه بما سلف عن ذنوبه لانه تعالى قال حكاية

دشوار تر ہی تیسری یہہ کہ اوسکی پاس بیٹھ کر یاد الٰہی اور امداد کیا کریں چوتھی یہہ کہ ماسبق گناہوں کا طعنہ نہ دیا کریں اسلیے کہ اللہ تعالی حضرت یوسف

عن يوسف عليه السلام لا تثريب عليكم اليوم قال الفقيه ابو الليث وذلك ان المؤمن ليس من شأنه ان يقع في الذنب

علیہ السلام کی طرف سے حکایت کرتا ہے کچھ الزام نہیں تمپر آج فقیہ ابو اللیث کہتے ہیں یہہ اسلیے ہے کہ مؤمن کی شان سے نہیں ہے کہ گناہ میں مبتلا ہووے

ولا يتعمده كما دل عليه قوله تعالى وَكَرَّهَ اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ فانه تعالى قد اخبر انه ابغض على المؤمنين

ور عمداً کیا کرے جیسا کہ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے اور برا لگایا تمکو کفر اور گناہ اور بیحکمی کیونکہ اللہ تعالی نے خبر دی ہے کہ ہمنے مومنوں پر معصیت کو ناپسند

المعصية وقد يقع المؤمن فيها اذا كان ايمانه حقيقيا لا لسانيا الا في حال الغفلة فاذا تاب عنها لا يجوز ان يعيّر بها قال

کردیا ہے سو مؤمن گناہ میں نہیں پڑتا اگر اوسکا ایمان حقیقی ہو صرف زبانی ہی نہو مگر غفلت میں پہر جب اوسی گناہ سے توبہ کی تو جائز نہیں ہے کہ طعنہ دیا کریں

رسول الله صلى الله عليه وسلم الكيّس من دان نفسه وعمل لما بعد الموت والعاجز من اتبع نفسه هواها وتمنى على الله

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہوشیار وہ ہے کہ اپنی حال کو ذلیل رکھے اور آخرت کی واسطے عمل کیا کرے اور احمق وہ ہے کہ اپنی حال کو ہوا ہوس کی پیچھے لگادے اور اللہ سے آرزوئیں

هذا الحديث من حسان المصابيح رواه شداد بن اوس ومعناه ان العاقل من غلب على نفسه وقهرها وحاسبها

طلب کرے یہہ حدیث مصابیح کی حسن حدیثوں میں ہے شداد ابن اوس کی روایت سے اسکی یہہ معنی ہیں کہ عاقل وہ ہے جو نفس پر غالب آکر اوسکو دبالی اور محاسبہ لیکر

ونظر ما عملت لآخرتها فان وجدها عملت خيرا حمد الله تعالى ويسعى في الازدياد فيه وان وجدها عملت شرا اشتغل

دیکھے کہ آخرت کی لیے کیا عمل کیا ہے اگر جانے کہ نیک عمل کیا ہے تو خدا کا شکر گذار ہو اور زیادہ کوشش کرے اور اگر جانے کہ برا کام کیا ہے تو توبہ اور استغفار کرکر

بالتوبة والاستغفار واصلاح الحال بالتوجه الى الطاعات المنجية عن العقبات في العرصات والموصلة الى الدرجات

حال کو درست بنادے طاعات کی طرف متوجہ ہو جو قیامت کی عذاب سے نجات دے اور موت کی بعد بلند درجوں پر پہنچادے

بعد الممات والعاجز من غلبت عليه نفسه وصار تابعا لها واعطاها ما ارادت من المحرمات والمنهيات

اور بیوقوف وہ ہے جسپر نفس غالب آگیا اور اوسکو اپنا تابع کرلیا اور جو چاہے سو محرمات اور منہیات میں سے اوسکو دیوے

وتمنى على الله ان يغفر له ويدخل الجنة من غير التوبة والاستغفار واصلاح الحال وهذا هو الغرور والغرور على

ور اللہ سے یہہ تمنا کرے کہ خدا بخشدے اور بلا توبہ اور بلا استغفار اور بلا درستی حال جنت میں داخل کردے اور یہہ ہی غرور کہلاتا ہے اور غرور جیسی

ما ذكره الامام الغزالي في الاحياء هو سكون النفس الى ما يوافق الهوى ويميل اليه الطبع عن شبهة وخدعة من

امام غزالی نے احیاء العلوم میں ذکر کیا ہے نفس کا اطمینان اور موافق ہوا ہوس کی طبع کا میلان شبہہ سے اور شیطانی مکر کی سے

الشيطان فمن اعتقد انه على خير اما في العاجل او في الآجل عن شبهة فاسدة فهو مغرور واكثر الناس يظنون في

سو جو شخص اپنی حالت کو فی الحال یا آخر کو شبہہ فاسد کی راہ سے بہتر سمجھتا ہے پس وہ دہوکہ میں گرفتار ہے اور اکثر لوگ اپنی دلمیں اپنی حال کو

انفسهم خيرا مع كونهم مخطئين آثمين فهؤلاء مغرورون وان اختلفت اصناف غرورهم وتفاوت درجاتهم حتى

بہتر سمجھتے ہیں باوجودیکہ خطادار اور گنہگار ہوتے ہیں اب وہ دہوکہ میں ہیں اگرچہ جہات اور طریقے دہوکے کی مختلف اور اونکی درجے کم و زیادہ ہوں یہاں تک

كان غرور بعضهم اظهر واكثر من بعض فمنهم من غرتهم الحيوة الدنيا ومنهم من غرهم بالله الغرور اما الذين غرتهم

کہ ہر ایک کا دہوکہ ایک سے واضح اور بہت بڑہتی ہو پہر بعضے تو دنیا کی دہوکہ میں ہیں اور بعضے اللہ کی ساتھ دہوکہ میں ہیں یہہ جو شخص دنیا کی

الحيوة الدنيا فهم الذين قالوا النقد خير من النسيئة والدنيا نقد والآخرة نسيئة فاذن الدنيا خير فلا بد من ايثارها

زندگی کی دہوکہ میں ہیں سو وہی شخص ہیں جو کہتے ہیں نقد اودہار سے بہتر ہے اور دنیا تو نقد ہے اور آخرت اودہار ہے سو اب دنیا بہتر ہے پس دنیا کا اختیار کرنا ضرور ہے

وهذا القياس فاسد يشبه قياس ابليس حيث قال في حق آدم النبي عليه السلام انا خير منه خلقتني من نار

اور یہہ استدلال فاسد ابلیس کا سا قیاس ہے کہ اوسنے آدم علیہ السلام کی حق میں کہا تھا میں اوس سے بہتر ہوں مجکو تو نے بنایا آگ سے

المجلس السابع والستون في بيان الكيس والاحمق

وخلقته من طين وإلى هؤلاء الإشارة بقوله تعالى الذين اشتروا الحيوٰة الدنيا بالآخرة فلا يخفف عنهم العذاب
اور اسکو بنایا خاک سے اور انہی طرف اشارہ ہی اس آیت میں جنہوں نی خرید کی دنیا کی زندگی آخرت دیکر سو نہ ہلکا ہوگا ان پر عذاب
ولا هم ينصرون وعلاج هذا الغرور إما التصديق بمجرد الإيمان وإما التصديق بالبرهان أما التصديق بمجرد الإيمان
او نہ انکو مدد پہنچی گی اور اس دہوکہ کا علاج یا تصدیق نری ایمان سی ہی یا تصدیق برہان سی پہر کری تصدیق ایمان کی
فهو أن يصدق الآيات الواقعة في القرآن من جملتها قوله تعالى ما عندكم ينفد وما عند الله باق وقوله تعالى
تو یہہ ہی کہ آیات کی جو کہ قرآن میں آئی ہیں تصدیق کری جنمیں سی ایک یہہ آیت ہی جو تم پاس ہی نپڑجاویگا اور جو اسکے پاس ہی سو رہتا ہی اور ایک یہہ آیت
والآخرة خير وأبقى وقوله تعالى وما الحيوٰة الدنيا إلا متاع الغرور فإنه عليه السلام فأخبر بذلك طوائف
او پچھلا گہر بہتر ہی اور رہنی والا اور یہہ آیت اور دنیا کا جینا یہی ہی حسن دغا کی بیشک نبی علیہ السلام نی بہت کفار کو اسکی خبر سنائی
من الكفار فصدقوه وآمنوا به ولم يطالبوه بالبرهان وهذا إيمان يخرج العامة من الغرور وأما التصديق
پس انہوں نی سچ جانا اور ایمان لائی اور کوئی برہان آپ سی طلب نکی یہہ ایسا ایمان ہی کہ عوام لوگ دہوکہ سی بچ جاتی ہیں اور تصدیق برہانی
بالبرهان فهو أن يعرف وجه فساد هذا القياس الذي نظمه إبليس في قلبه فإن كل مغرور فلغروره سبب و
یہہ ہی کہ اس قیاس کی فساد کو معلوم کری جو کہ ابلیس نی اپنی دلیں مرتب کیا تہا کیونکہ جو شخص دہوکہ میں آتا ہی تو اوسکا کوئی سبب ہوتا ہی اور
ذلك السبب هو دليله وكل دليل نوع قياس يقع في القلب ويورث السكون إليه وإن كان صاحبه لا يشعر به
وہی سبب اوسکی دلیل ہوتی ہی اور ہر دلیل ایک طرح کا قیاس ہوتا ہی جو دلیں پیدا ہوکر دلکو تسکین دیتا ہی اگرچہ قیاس والی کو اسکی خبر ہو
ولا يقدر على نظمه بألفاظ العلماء فالقياس الذي نظمه الشيطان في قلب المغرور مركب من أصلين أحدهما
اور نہ اتنی استعداد ہو کہ علماء کی طور پر عبارت مرتب کر لی پس وہ قیاس جو شیطان نی سکی موتی کی دلیں مرتب کیا تہا دو اصل سی مرکب ہی ایک تو یہہ
الدنيا نقد والآخرة نسيئة وهذا صحيح والثاني النقد خير من النسيئة وهذا محل التلبيس إذ ليس الأمر كذلك مطلقا
کہ دنیا نقد ہی اور آخرت ادہار ہی یہہ تو صحیح ہی اور دوسرا یہہ کہ نقد بہتر ہوتا ہی ادہار سی یہیں تک دہوکہ ہی کیونکہ کلیہ یوں نہیں ہی
بل إذا كان النقد مثل النسيئة في المقدار والمقصود فهو خير منها وأما إذا كان أقل من النسيئة فالنسيئة خير منه
بلکہ نقد اور ادہار دونو اگر مقدار اور مقصود میں برابر ہوں تب تو نقد بہتر ہی اور اگر نقد مقدار میں ادہار سی کمتر ہو تو پہر نقد سی ادہار بہتر ہوتا ہی
فإن هذا المغرور يبذل في تجارته درهما نقدا ليأخذ عشرة نسيئة ولا يقول النقد خير من النسيئة وكذا إذا
کیونکہ یہہ مغرور ہی اپنی تجارت میں ایک روپیہ نقد خرچ کرتا ہی تا کہ دس روپیہ ادہار یعنی انجام کو حاصل کری اسوقت نہیں کہتا کہ نقد بہتر ہی ادہار سی اور ایسی ہی اگر
حذره الطبيب من الفواكه ولذائذ الأطعمة يترك ذلك في الحال خوفا من ألم المرض في الاستقبال والتجار كلهم
طبیب میوی اور لذیذ کہانوں سی منع کردی تو آیندہ کو مرض کی تکلیف کی خوف کا مارا فورًا چہوڑ دیتا ہی اور تمام تجارت پیشہ
يركبون البحار ويختارون مشاق الأسفار في الحال لأجل الربح والراحة واللذة في الاستقبال فإذا كانت العشرة في
دریا کا سفر اور سفر کی مشقتیں بالفعل گوارا کرلیتی ہیں آیندہ کی منفعت اور آرام اور لذت کی واسطی پہر جب آیندہ کی دس
الاستقبال خيرا من الواحد في الحال وكذا إذا كان الربح والراحة واللذة في الاستقبال خيرا من الألم والمشقة في
حال کی ایک سی اور ایسی ہی آیندہ کی منفعت اور راحت اور لذت حال کی الم اور مشقت سی بہتر ہوئی تو
الحال فقس لذة الدنيا وراحتها من حيث مدتها بالنسبة إلى مدة الآخرة فإن أقصى عمر الإنسان مائة سنة
پس دنیا کی لذت اور راحت کو باعتبار دنیا کی مدت کی آخرت کی مدت کی نسبت قیاس کرلی کیونکہ انسان کی بڑی سی بڑی عمر سو برس کی ہوتی ہی
قلما يتجاوز عنها وهو ليس عشر عشير من جزء من ألف جزء من مدة الآخرة فكأنه ترك واحدا ليأخذ ألف ألف
اس سی بہت کم بڑہنی پاتا ہی سو یہہ ہزار حصہ میں کا ایک حصہ بہی نہیں ہی ہزار دیں حصہ میں کا آخرت کی مدت میں سی گویا اسی ایک کو دس لاکہ لینی کی واسطی ترک کیا

لا يباح فلا نهاية له هذا من حيث المدة واما من حيث النوع فلذات الدنيا مكدرة مشوبة بانواع الآلام
ملکی نہایت کی واسطی یہہ فرق ایسی تو باعتبار مدت کی ہی اور باعتبار جوہری قسم کی سو دنیا کی لذتیں طرح طرح کی الم سی مکدر اور سختیوں سی آلودہ ہیں
والشدائد ولذات الآخرة صافية غير مكدرة فاذن يظهر غلطه في قوله النقد خير من النسيئة وعند ذلك
اور آخرت کی لذتیں صاف اور مصفا اب اوسکی غلطی صاف ظاہر ہوتی ہی کہ نقد بہتر ہوتا ہی اودہار سی اور اوسوقت
يرجع الشيطان الى قياس آخر وهو ان اليقين خير من الشك والدنيا يقين والآخرة شك فلا نترك اليقين وهذا
شیطان ایک اور قیاس منتظم کرتا ہی اور وہ یہہ ہی یقین بہتر ہوتا ہی شک سی اور دنیا تو یقینی ہی اور آخرت میں شک ہی سو یقین کو ترک نہیں کرسکتی اور یہہ
القياس اكثر فسادا من الاول لكون كل من اصليه باطلا لان كون اليقين خيرا ليس الا اذا كان مثله لا مطلقا
قیاس پہلی قیاس سی خراب تر ہی کیونکہ اسکی دونوں اصل غلط ہیں پہلی کہ یقین جب ہی بہتر ہوتا ہی کہ شک کی مثل ہووی کچھ کلیہ نہیں ہی
الا ترى ان التاجر في تعبه على يقين وفي حصول ربحه على شك وكذا المريض بشرب الدواء البشيع الكريه وهو في
کیا تو نہیں دیکہتا کہ سوداگر اپنی مشقت کو یقینی جانتا ہی اور فائدہ ہونی میں شک رہی اور ایسی بیمار کڑوی بدمزہ دوا پیتا ہی تلخی دوا کی تو یقینی ہی
مرارة الدواء على يقين وفي حصول الشفاء على شك لكن يقول الم مرارة الدواء قليل بالنسبة الى الم امتداد المرض المؤدي
اور صحت ہونی میں شک ہی پر وہ یہہ کہتا ہی کہ الم کڑوی دوا کا بہ نسبت الم زیادتی مرض کی کمتر ہی جس میں
الى الهلاك فمن كان على شك في امر الآخرة يجب عليه ان يقول الصبر في ايام قلائل وهو منتهى الامر قليل بالنسبة
مرجاتی ہیں پھر جسکو آخرت کی بات میں شک ہو تو اوسپر یہہ لازم واجب ہی کہ صبر کرنا چند روز کا یعنی آخر حیات تک بہ نسبت
الى ما يقابله من امر الآخرة فان كان ما يقال فيه كذبا فما يفوتني الا التنعم ايام حياتي وقد كنت في العدم من الازل
اوس مقابل یعنی آخرت کی کمتر ہی کیونکہ آخرت کا حال جو مشہور ہی اگر جھوٹ نکلا تو میرا سوا عیش زندگانی کی کیا جاتا رہیگا اور میں شک میں ازل سی
الى الآن واحسب اني بقيت في العدم ولم اتنعم وان كان ما يقال فيه صدقا ابقى في النار دهرا طويلا وهذا مما
اب تک معدوم ہی تہا سو میں سمجہونگا معدوم ہی رہا عیش حاصل ہوا اور اگر یہہ مشہور سچ ہوا تو میں زمانہ دراز تک آگ میں جلونگا اور مصیبت کی طاقت
لا يطاق به وكذلك قال علي لبعض الملحدين المنكرين للآخرة ان كان ما قلتم حقا تخلصتم وتخلصنا وان كان
ہرگز نہیں ہی ایسا ہی علی رضی اللہ عنہ نی ایک ملحد سی جو آخرت کا منکر تہا جواب میں یہہ فرمایا جو تو کہتا ہی اگر سچ ہوا تو تم بہی بچی اور ہم بہی بچی اور اگر
ما قلنا حقا تخلصنا وهلكتم وليس هذا القول منه على شك في الآخرة بل كلم الملحد على قدر عقله وبين له
ہمارا قول حق ہوا تو ہم بچی اور تم ماری گئی اور یہہ قول علی کا آخرت میں کچھ شک کی راہ سی نہ تہا بلکہ ملحد سی اوسکی عقل کی موافق کلام کیا اور اوسکو ظاہر کردیا
انه وان لم يكن متيقنا فهو مغرور واما الاصل الثاني الذي هو ان الآخرة شك فهو باطل ايضا لان ذلك يقين
کہ اگر وہ نہیں یقین رکہتا تو وہ دہوکہ میں ہی اور اس قیاس کی دوسری اصل یعنی آخرت مشکوک ہی یہہ بہی باطل ہی اس لئی کہ مؤمن کی نزدیک
عند المؤمن وايمانه يدفع غرور الشيطان الا انه اذا ترك اوامر الله تعالى وضيع الاعمال الصالحة ولابس المعاصي
یقینی بات ہی اور اوسکا ایمان شیطان کی فریب کو دفع کردیتا ہی پر اتنا ہی کہ اسنی جب احکام الٰہی کو ترک اور اعمال صالحہ کو ضایع کیا اور معاصی
والمنكرات يكون مشاركا للكفار في هذا الغرور لانه وان كان معترفا بكون الآخرة خيرا من الدنيا لكنه مال
اور منکرات میں مبتلا ہوا تو اس دہوکہ میں کفار کا شریک ہوگا اسواسطی کہ اگرچہ آخرت کو دنیا سی بہتر جانتا ہی اور اقرار کرتا ہی پر دنیا کی طرف راغب ہوکر
الى الدنيا وآثرها على الآخرة واستحق ان يكون من اهل النار كالكفار الا ان امره يكون اخف لان اصل الايمان
دنیا کو آخرت پر پسند کرلیا ہی اور سزاوار ہی کہ کفار کی طرح ناری ہووی لیکن اسکا حال بہ نسبت کفار کی خفیف تر ہی کیونکہ اصل ایمان
ينجيه من العذاب الابدي ويخرجه من النار ولو بعد حين وهذا هو فائدة مجرد الايمان وحده واما
ابدی عذاب سی بچا کر دوزخ میں سی نکال دیگا اگرچہ کچھ مدت کی بعد اتنا تو فائدہ فقط ایمان کا ہی اور رہا

الفوز بالمقصود فلا يكفي له مجرد الايمان وحده بل لابد من ضم العمل الصالح اليه كما يدل عليه آيات القران

حاصل کرنا درجات مقصود کا سو ہمین نرا ایمان کافی نہین ہی ملکہ اوسکی ساتھ عمل صالح بہی چاہئی چنانچہ قرآن کی آیات سی معلوم ہوتا ہی

من جملتها قوله تعالى وَإِنِّي لَغَفَّارٌ لِمَنْ تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدَى وقوله تعالى إِنَّ رَحْمَتَ اللَّهِ قَرِيبٌ

اونہین سی ایک یہہ آیت ہی اور میری بخشش ہی اوسپر جو توبہ کری اور یقین لاوی اور کری بہلا کام بہر راہ پر رہی اور یہہ آیت بیشک مہر اللہ کی نزدیک ہی نیکی والونکی

وقوله تعالى وَالْعَصْرِ إِنَّ الْإِنْسَانَ لَفِي خُسْرٍ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فوعد المغفرة في كتاب الله تعالى منوط

اور یہہ آیت قسم ہی دن کی مقرر انسان ٹوٹی مین ہی مگر جو یقین لائی اور کئی بہلی کام پس کتاب اللہ مین بخشش کا وعدہ ایمان

بالايمان والعمل الصالح جميعا لا بالايمان وحده فمن اقر بلسانه ان الاخرة خير وابقى ثم ترك العمل واشتغل بالمعاصي

اور عمل صالح دونو پر موقوف ہی نری ایمان پر نہین پہر جسنی زبانسی یہہ اقرار کیا کہ آخرت بہتر اور رہنی والی ہی پہر عمل خیر ترک کرکر معاصی مین مشغول ہوا

فهو من المغرورين بالدنيا والمسرورين بها والمحبين لها والكارهين للموت خيفة فوات لذاتها لا خيفة فوات لذات

تو وہ دنیا کی دہوکہ مین آیا ہوا ہی دنیا پر خوش ہوتا ہی اور اوسکی محبت مین موت سی ڈرتا ہی مبادا دنیا کی لذت فوت ہو جاوی یہہ خوف نہین ہی کہ آخرت کی لذت

الاخرة وحصول عقابها فهؤلاء هم الذين غرتهم الحيوة الدنيا وهم عن الاخرة هم غفلون والذين غرهم بالله الغرور

فوت ہوکر عذاب ہونی لگی سو یہہ وہ لوگ ہین جنکو دہوکہ دیا دنیا کی زندگی نی اور وہ آخرت سی بی خبر ہین اور جنکو دہوکہ مین ڈالا اللہ کی نام سی غرور نی

فهم الذين يهملون الاعمال ويشتغلون بالمنكرات ويقولون ان الله كريم رحيم نرجو رحمته ومغفرته وهذا

وہ وہی لوگ ہین جو اعمال مین سستی کرتی ہین اور منکرات مین مشغول رہتی ہین اور کہتی ہین کہ اللہ کریم اور رحیم ہی اوسکی رحمت اور مغفرت کی امید ہی یہہ

الكلام وان كان صحيحا في نفسه مقبولا في القلب الا ان الشيطان لا يغوي الانسان الا بكلام مقبول الظاهر

بات اگرچہ حقیقت مین راست ہی دل مانتی ہین پر انسان کو شیطان ایسی ہی بات سی بہکاتا ہی جو ظاہر مین مقبول ہو

مردود الباطن ولولا حسن ظاهره لما انخدعت به القلوب لكن النبي عليه السلام كشف عن ذلك بقوله الكيس

در باطن مین مردود اور اگر ظاہر مین پسندیدہ نہووی تو اوسکی بات پر دل ہرگز فریب نکہا دین لیکن نبی علیہ السلام نی اسکو ظاہر کردیا یہہ فرمایا کہ ہوشیار

من دان نفسه وعمل لما بعد الموت والعاجز من اتبع نفسه هويها وتمنى على الله وهذا التمني هو الغرور الذي غير

وہ ہی کہ اپنی آپ کو حقیر سمجہی اور آخرت کی لئی عمل کری اور احمق وہ ہی کہ ہوا ہوس کی پیچہی لگا ہی اور اللہ پر آرزوئین کری یہہ آرزو نکالی ہی دہوکا ہی جسکا شیطان نی بدلکر

الشيطان اسمه وسماه رجاء حتى خدع به كثيرا من الناس وقد شرح الله الرجاء بقوله الَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا

رجا نام رکہا ہی یہان تک کہ بہت لوگون کو اس فریب مین آپ کردیا ہی اور رجا کی شرح اللہ تعالی نی اس آیت مین کی لیا ہی جو لوگ ایمان لائی اور ہجرت کی

وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أُولَئِكَ يَرْجُونَ رَحْمَتَ اللَّهِ وقيل للحسن قوم يقولون نرجو الله ويضيعون العمل فقال

اور لڑی اللہ کی راہ مین وہ امیدوار ہین اللہ کی مہر کی کسینی حسن سی کہا ایک لوگ یہہ کہتی ہین ہمکو اللہ سی امید ہی اور عمل خیر ضایع کرتی ہین حسن نی کہا

هيهات هيهات تلك امانيهم يترددون فيها من رجا شيئا طلبه ومن خاف شيئا هرب منه وكما لا ينبت في الدنيا

افسوس افسوس یہہ آرزوئین ہین انکی فکر مین پڑ رہی ہین جو شخص کسیکی آرزو کرتا ہی تو اوسکو طلب کرتا ہی اور جو کسی بات سی ڈرتا ہی تو اوس سی بہاگتا ہی اور جیسی دنیا مین

زرع الا بالحراثة كذلك لا يحصل في الاخرة اجر وثواب الا بالايمان والعمل وكما كان معتوها من رجا ولدا ولم ينكح

کہیتی بدون بوئی نہین اگتی ایسی ہی آخرت مین اجر اور ثواب بدون ایمان اور عمل کی نہین ملتا اور جیسی نادان کہلاتا ہی جو شخص اولاد کی آرزو کری اور نکاح نکری

او نكح ولم يجامع او جامع ولم ينزل كذلك يكون معتوها من رجا رحمة الله تعالى ولم يؤمن او امن ولم يعمل

یا نکاح تو کری پر صحبت نکری یا جماع بہی کری پر منزل نہووی ایسی ہی نادان کہلاتا ہی جو شخص رحمت الٰہی کی امید رکہی اور ایمان نہ لاوی یا ایمان لاوی پر عمل صالح

الصالحات او عمل الصالحات ولم يترك السيات وكما ان من نكح وجامع وانزل ينبغي له ان يرجو حصول الولد

نکری یا اعمال صالح بہی کری پر برائیان نچہوڑی اور جیسی جو شخص نکاح کری پہر جماع کری اور منزل ہووی تو اوسکو لایق ہی کہ اولاد کی آرزو کری

وان يخاف عدم حصوله كذلك ان من امن وعمل الصالحات وترك السيئات ينبغي له ان يرجو حصول
اور اوسکے نہ ملنے کا بھی خوف کرے ایسے ہی جو شخص ایمان لایا اعمال نیک کیے اور برائیاں چھوڑ دیں تو اوسکو لائق ہے کہ اجر اور ثواب کا

الاجر والثواب وان يخاف عدم حصوله فالواجب على المؤمن ان يتوب عن السيئات ويداوم على الطاعات
متوقع ہووے اور محرومی سے ڈرتا رہے پس مومن پر یہ واجب ہے کہ برائیوں سے توبہ کرے اور ہمیشہ طاعات کرتا رہے

ثم يكون بين الخوف والرجاء ولا يقنط من رحمة الله تعالى ولا يأمن من عذاب الله تعالى فان المنهمك في المعاصي
پھر خوف اور رجا دونو رکھے اور اللہ کی رحمت سے ناامید اور عذاب الٰہی سے بیخوف ہو بیشک جو شخص گناہوں میں مبتلا ہے

قد يخطر له التوبة فيقول له الشيطان انى يقبل توبتك مع ارتكابك امثال تلك الذنوب فيجب عند
اوسکے دل میں کبھی توبہ کا خیال آتا ہے پر اوسکو شیطان دل میں بہکاتا ہے تیری توبہ کب قبول ہوتی ہے تو ایسے ایسے گناہوں میں گرفتار ہے پس ایسی حالت میں واجب ہے

ذلك قمع القنوط بالرجاء ويقول ان الله كريم رحيم يغفر ذنوب التائبين لانه تعالى قال واني لغفار لمن
کہ ناامیدی کو دفع کرکر امیدوار رہنا چاہیے اور کہے کہ بیشک اللہ کریم اور رحیم ہے توبہ کرنے والوں کی گناہ معاف کرتا ہے اسلئے کہ اللہ تعالی فرماتا ہے کہ البتہ بخشنے والا ہوں جو

تاب ووعد قبول التوبة وقال وهو الذي يقبل التوبة عن عباده فان التوبة طاعة تكفر الذنوب كلها
توبہ کرے اور توبہ قبول کرنیکا وعدہ کیا فرمایا اور وہ ہی ہے جو قبول کرتا ہے توبہ اپنے بندوں سے بیشک توبہ ایسی عبادت ہے کہ گناہ صغیرہ ہوں یا کبیرہ سب اوتار

صغيرها وكبيرها حتى الكفر بخلاف سائر الطاعات فانها لا تكفر الا الصغائر فمن توقع المغفرة مع التوبة فهو
دیتی ہے یہاں تک کہ کفر کو بخلاف تمام اور عبادات کی سو اور عبادات صرف گناہ صغیرہ کو اوتار دیتی ہیں پھر جو شخص توبہ کرکر بخشش کا امیدوار ہو تو وہ

راج وتوقع المغفرة مع الاصرار فهو مغرور وكل توقع يورث التوبة والتشمر على العبادة فهو رجاء وكل توقع
راجی ہے اور گناہ پر اڑا ہوا بخشش کی توقع کرے تو وہ مغرور ہے جس توقع میں توبہ اور عبادت کا عزم حاصل ہووے وہ ہی رجا ہے اور جس توقع میں

يوجب الفتور في العبادة والركون الى البطالة فهو غرور وان من خطر له ان يترك الذنوب ويشتغل بالعبادة
عبادت میں قصور اور بیہودگی کی طرف رغبت آوے وہ ہی غرور ہے کیونکہ جسکے دل میں یہ خیال آوے کہ گناہوں سے نکلوں اور عبادت کروں

يقول الشيطان له مالك تؤذي نفسك وتعذبها ولك رب كريم غفور رحيم فيغتر بذلك عن التوبة والعبادة
تو شیطان اوسکو یہ وسوسہ دیتا ہے تجھکو کیا ہوا اپنی جان کو تکلیف اور عذاب دیتا ہے تیرا پروردگار تو کریم اور غفور اور رحیم ہے سو اس فریب میں آکر توبہ اور عبادت سے باز رہتا ہے

فهذا غرور وعند ذلك يجب على العبد ان يستعمل الخوف ويخوف نفسه بغضب الله تعالى وعظيم عقابه
سو یہ ہی غرور ہے ایسے حال میں ضرور ہے کہ آدمی خوف کرے اور اپنے نفس کو غضب الٰہی اور اوسکی بڑی عذاب سے ڈراوے اور اوسکو یہ سمجھاوے

ويقول لها ان الله تعالى كما كان غافر الذنوب وقابل التوب فهو شديد العقاب ايضا وانه مع كونه كريما
کہ اللہ تعالی جیسے گناہ معاف اور توبہ قبول کرتا ہے پس وہ عذاب بھی سب سے بڑا کرتا ہے اور کریم اور رحیم ہوکر

رحيما خلد الكفار في النار ابد الآباد مع ان كفرهم لا يضره بل يسلط العذاب والمحن والامراض والعلل والفقر
کفار کو دوزخ میں قدیم کی لئے ڈال رکھا ہے باوجودیکہ اونکی کفر سے اوسکا کچھ ضرر نہ تھا بلکہ دنیا کی امر اپنے بندوں پر عذاب محنت اور دکھ اور بیماری اور فقیری

والجوع على عباده في الدنيا مع كونه كريما رحيما قادرا على ازالتها فمن كان سنته في عباده كذلك كيف يغتر به
اور بھوک مسلط کردیتا ہے حال یہ کہ کریم اور رحیم ہے قدرت والا سب تکلیفیں دور کرسکتا ہے پھر جسکا بندوں کی حق میں یہ طریقہ ہو تو آدمی کب فریفتہ

العبد ولا يخافه وقد خوفه عقابه ورجاء اكثر الخلق في هذا الزمان هو سبب فتورهم عن العمل واقبالهم على الدنيا
ہوسکتا ہے کہ اوسکا خوف نہ رکھے اور وہ بیشک اپنی عقاب سے ڈراتا ہے اور اس زمانہ میں اکثر خلق کو جو امید ہے کہ عمل میں سست دنیا پر متوجہ

واعراضهم عن طاعة الله تعالى واهمالهم السعي للآخرة وهم لا يعلمون انه غرور وليس برجاء وقد اخبر النبي عليه السلام
طاعت الٰہی سے بے پرواہ آخرت کی سعی میں جسکو ضعیف کردیے اونکا شبہ نہیں سمجھتے کہ یہ شیطانی دہوکہ ہے رجا نہیں ہے اور بیشک نبی علیہ السلام خبردی

ان الغرور سيغلب على اخر هذه الامة قال الامام الغزالي قد كان ما اخبر به النبي عليه السلام فان الناس في الزمان
کہی ہیں کہ غرور آخر کو اس امت کے جلد زور پکڑ جاویگا - امام غزالی کہتی ہیں کہ نبی علیہ السلام نے جو خبر دی تہی وہ ہو گئی کیونکہ اول زمانہ میں لوگ ہمیشہ
الاول كانوا يواظبون على الطاعات والعبادات ويبالغون في الاحتراز عن الشبهات والشهوات ومع ذلك كانوا
طاعت اور عبادت میں مشغول رہتی تہی اور شبہات اور شہوات سی خوب بچتی تہی اور پہر بہی اپنی حال پر
يخافون على انفسهم ويبكون في الخلوات واما الان فترى الخلق آمنين فرحين غير خائفين مع اصرارهم على
ڈرتی رہتی تہی اور تنہائی میں رویا کرتی تہی اور اب اس زمانہ میں دیکہتی ہو کہ خلقت امن کی اندر خوش وخرم بلا خوف وہراس معاصی پر اڑی ہوئی
المعاصي وانهماكهم في الدنيا واعراضهم عن طاعة الله تعالى ويزعمون انهم واثقون بكرم الله تعالى وفضله و
اور دنیا میں کہبی ہوئی طاعت الٰہی سی بیپرواہی اور کہتی ہیں ہمکو الله کی کرم اور فضل پر بڑا بہروسہ ہی اور اوسکی
راجون لعفوه ومغفرته ويقولون ان نعمته واسعة ورحمته شاملة واين معاصي العباد في بحار مغفرته ويسمون
درگذر اور بخشش کی امید ہی اور کہتی ہیں کہ اوسکی نعمت فراخ ہی اور رحمت عام اور بندون کی معاصی کی اوسکی دریای مغفرت میں کیا اصل ہی اور اس تمنی
تمنيهم واغترارهم رجاء ويقولون ان الرجاء مقام محمود في الدين فكانهم يزعمون انهم عرفوا من كرم الله تعالى و
اور اعتراز کا نام رجا رکہ چہوڑا ہی اور کہتی ہین کہ رجا دین مین پسندیدہ مقام ہی سو گویا یہہ کہتی ہین کہ ہم اللہ کا کرم اور فضل
فضله ما لم يعرفه الانبياء والصحابة والسلف الصالح المجلس الثامن والستون في بيان فضيلة التقوى
ایسا جانتی ہین کہ انبیا اور صحابہ اور صلحا پیشین نہیں جانتی تہی اڑسٹہویں مجلس تقوی اور حسن خلق کی فضیلت مین اور ایسی دونو کی حقیقت کا
قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اتدرون ما اكثر ما يدخل الناس الجنة تقوى الله وحسن الخلق هذا الحديث
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نی فرمایا تم جانتی ہو کیا چیز ہی جو جنت مین لوگون کو زیادہ لیجاویگی پرہیزگاری اور عادت نیک یہہ حدیث
من حسان المصابيح رواه ابو هريرة ومعناه ان اكثر اسباب السعادة الابدية انما يحصل بالجمع بين هاتين الخصلتين
مصابیح کی حسن حدیثون مین ہی ابو ہریرہ کی روایت سی اسکی معنی یہہ ہین کہ اکثر سبب سعادت ابدی کا بدون جمع کرنی ان دونو خصلتون کی حاصل نہین ہو سکتا
فان التقوى اشارة الى حسن المعاملة مع الخالق وحسن الخلق اشارة الى حسن المعاملة مع الخلق فعلى هذا ينبغي
کیونکہ تقوی سی اشارہ طرف نیک معاملہ کی ہی ساتہہ خالق کی اور حسن خلق اشارہ طرف نیک معاملہ کی خلقت سی اسکی موافق لائق ہی
لمن علم ان سعادة الدنيا فانية وان سعادة الاخرة باقية ان يختار سعادة الاخرة على سعادة الدنيا وسعادة
اسکو جو یہہ جانتا ہی کہ سعادت دنیوی فنا ہونیوالی ہی اور سعادت اخروی رہنی والی کہ سعادت اخروی کو سعادت دنیوی پر پسند کری اور سعادت
الاخرة لا تحصل الا بتقوى الله تعالى لان حسن الخلق وان ذكر معها هنا ما بشانه الا انه داخل فيها لانها عبارة عن
اخروی بدون تقوی الٰہی کی حاصل نہین ہوتی کیونکہ حسن خلق اگرچہ اوسکی ساتہہ عظمت شان کی لئی مذکور ہی پر وہ تقوی ہی مین داخل ہی اسلئی کہ تقوی نام ہی
اجتناب المنكرات والمنهي عنها واتيان المعروفات والمامور بها وبها تحصل خيرات الدنيا والاخرة اما الخيرات الدنيوية
منکرات اور ممنوعات سی بچنا اور امور حسنہ اور خدا کی فرمود کو بجالانا اور اسکی مین دنیا اور آخرت کی خوبیان موجود ہین پہر خوبیان دنیا کی
فمنها الحفظ والحراسة كما قال الله تعالى وان تصبروا وتتقوا لا يضركم كيدهم شيئا ومنها النجاة من الشدائد والرزق من
ایک اونمین سی حفاظت ونگہبانی ہی چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہی اور اگر تم ٹہری رہو اور بچتی رہو کچہہ نہ بگڑیگا تمہارا اونکی فریب سی اور انمین سی سختیون سی نجات پانی اور حلال روزی
الحلال كما قال الله تعالى ومن يتق الله يجعل له مخرجا ويرزقه من حيث لا يحتسب واما الخيرات الاخروية
چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہی اور جو کوئی ڈرتا ہی اللہ سی وہ کردی اوسکا گذارہ اور روزی دی اوسکو جہان سی اوسکو خیال نہو اور آخرت کی خوبیون سی یہہ ہی
فمنها اصلاح العمل كما قال الله تعالى يا ايها الذين امنوا اتقوا الله وقولوا قولا سديدا يصلح لكم اعمالكم ومنها
درستی عمل کی چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہی ای ایمان والو ڈرتی رہو اللہ سی اور کہو بات سیدہی کہ سنوار دی تمکو تمہاری کام اور انمین سی

قبول العمل كما قال الله تعالى انما يتقبل الله من المتقين ومنها الاكرام والاعزاز كما قال الله تعالى ان اكرمكم
قبولیت عمل کی چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہی اللہ قبول کرتا ہی ڈرنے والوں سی اور انہیں سی اکرام اور عزت چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہی بیشک عزت اللہ کی ہاں
عند الله اتقىكم ومنها البشارة كما قال الله تعالى الذين امنوا وكانوا يتقون لهم البشرى في الحيوة الدنيا
اسی کو بڑی جسکو ادب زیادہ اور انہیں سی مژدہ چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہی جو لوگ یقین لائی اور رہی پرہیزگاری کرتی اونکو ہی خوشخبری دنیا کی جیتی
وفي الاخرة ومنها النجاة من النار كما قال الله تعالى ثم ننجي الذين اتقوا ونذر الظلمين فيها جثيا ومنها الخلود
اور آخرت میں اور انہیں سی دوزخ سی نجات چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہی پھر بچا لینگی ہم اونکو جو ڈرتی رہی اور چھوڑ دینگی گنہگاروں کو اوسمیں اوندھی پڑی اور انہیں سی جنت
في الجنة كما قال الله تعالى لكن الذين اتقوا ربهم لهم جنت تجري من تحتها الانهر خلدين فيها ومنها الدرجة
میں ہمیشہ کو رہنا چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہی لیکن جو لوگ ڈرتی رہی اپنی رب سی اونکو باغ ہیں جنکی نیچی بہتی ندیاں رہ پڑی اوسمیں اور انہیں سی درجہ بلند
العليا والمرتبة القصوى التي هي محبة الله تعالى كما قال الله تعالى ان الله يحب المتقين ولو لم يكن في
اور انتہا کا مرتبہ یعنی محبت الہی چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہی اللہ کو خوش آتی ہیں احتیاط والی اور اگر تقوی میں
التقوى سوى هذه الخصلة لكفت فكيف لا يسعى العبد في تحصيلها مع ان لها فضائل كثيرة سواها و
سوای اسکی کوئی خصلت ہوتی تو یہی کافی تھی پھر آدمی کیونکر نہ سعی کرکر اوسکو حاصل کری باوجودیکہ اوسمیں اسکی سوای بہت فضیلتیں ہیں اور
القران مملو بذكر فضائلها فانه تعالى قال في اية الله ولي المتقين وقال في اية اخرى والعاقبة للمتقين
قرآن اسکی فضائل سی بھرا ہی بیشک اللہ تعالی ایک آیت میں فرماتا ہی اللہ رفیق ہی ڈرنے والوں کا اور دوسری آیت میں فرمایا اور آخر بھلا ہی ڈرنے والوں کا
وقال في اية اخرى وازلفت الجنة للمتقين وغيرها الايات الدالة على فضيلة التقوى فانه تعالى قد وصى
اور ایک اور آیت میں فرمایا اور نزدیک لائی گئی بہشت ڈرنے والوں کی اور سوا اسکی اور آیتیں جو تقوی کی فضیلت پر دلالت کرتی ہیں اور اللہ تعالی نی بیشک
بها الاولين والاخرين من حيث قال ولقد وصينا الذين اوتوا الكتب من قبلكم واياكم ان اتقوا الله وحاصله
پہلوں اور پچھلوں کو وصیت کی ہی چنانچہ فرماتا ہی اور یہی کہہ رکھا ہی پہلی کتاب والوں کو اور تمکو کہ ڈرتی رہو اللہ سی حاصل یہہ ہی
انها اجماع كل خير وهي في اللغة فرط الصيانة وفي عرف الشرع عبارة عن التوقي عما يضره في الاخرة من فعل او
کہ اسمیں تمام خوبیاں جمع ہیں اور تقوی لغت میں خوب احتیاط کرنی اور عرف شرع میں ایسی اعمال سی بچنی کو کہتی ہیں جو کرنی سی چھوڑنی سی آخرت میں ضرر
ترك فيلزم اجتناب الكبائر بالاتفاق في تحصيلها وعند البعض يلزم اجتناب الصغائر ايضا
پہنچاوی سو واسطی حصول تقوی کی کبائر سی بچتی رہنا بالاتفاق لازم ہی اور بعض کی نزدیک تقوی کی لئی صغائر سی بھی بچنا ضرور ہی
في تحصيلها وهو الحق وقيل لا يلزم اجتنابها لانها مكفرة عن مجتنب الكبائر
اور یہی قول حق ہی اور کوئی کہتا ہی صغائر سی اجتناب ضروری نہیں کیونکہ صغائر اوسکی اوتر جاتی ہیں جو کبائر سی بچتا ہی
فلا يستحق العبد بها العقوبة لقوله تعالى ان تجتنبوا كبائر ما تنهون عنه نكفر عنكم سياتكم لكن هذا خطا
سو بندہ صغائر کی بدلہ سزا اور عقوبت کا نہیں ہوتا اس آیت سی اگر تم بچتی رہو گی بڑی چیزوں سی جو تمکو منع ہوئیں تو ہم اوتار دینگی تمسی تقصیریں تمہاری لیکن یہہ رائی
مخالف لقواعد اهل السنة لان العقاب على الصغيرة جائز عندهم ولو مع اجتناب الكبائر لان بعض المفسرين
خطا اور اہل سنت کی قواعد سی خلاف ہی کیونکہ اہل سنت کی نزدیک صغیرہ پر بھی عذاب کرنا جائز ہی اگرچہ کبائر سی بچتا ہی کہ بعض مفسرین نی اس آیت میں کبائر سی مراد
حملوا الكبائر في الاية على انواع الشرك كشرك اليهود والنصارى والمجوس وغيرهم لان المطلق عند عدم القرينة
اقسام شرک لئی ہیں جیسی یہود اور نصاری اور مجوس وغیرہ کا شرک کیونکہ مطلق سی بدون قرینہ کی فرد کامل مراد ہوتا ہی اور
ينصرف الى الكامل وهو الشرك وباجتنابه لا يتعين تكفير غيره بل يبقى في مشية الله تعالى لقوله تعالى ان الله لا يغفر ان
فرد کامل شرک ہی اور شرک سی بچنی میں اور گناہ کا اوترنا مقرر نہیں ہوتا بلکہ مشیت الہی میں رہتا ہی اس آیت سی بیشک اللہ نہیں بخشتا

يُشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَاءُ مع ان الاصرار على الصغائر كبيرة ولا يكون مكفرة بل لابد من اجتنابها

کہ اوسکا شریک ٹھیرایا جاوے اور اوس سے نیچی بخشتا ہے جسکو چاہے باوجودیکہ صغایر پر جمے رہنا کبیرہ ہوتا ہے پھر کفارہ کب ہوسکیگا ملکہ اوس سے اجتناب ضروری ہے

وقد روی عن عطية انه عليه السلام قال لا يبلغ العبد ان يكون من المتقين حتى يدع ما لا باس به حذرا

عطیہ سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا آدمی درجہ تقوی کا نہیں پاتا جبتک لاباس کو نچھوڑے خوف اپنا اوس دلدکی

عما به باس وهذا الحديث نص في لزوم اجتناب الصغائر في تحصيل التقوى لانها على تقدير كونها مكفرة عن مجتنب

اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ اجتناب صغائر سے واسطے حصول درجہ تقوی کی ضروری ہے کیونکہ صغائر کو مانا کہ کبایر کی بچنے والے سے اوترجاتی ہیں

الكبائر يكون مما لا باس به فيلزم اجتنابها مع ان المعنى اللغوي الذي هو فرط الصيانة يقتضي اجتناب الكبائر و

پر لاباس میں تو داخل ہیں پس صغائر سے اجتناب لازم ہے باوجود یکہ لغوی معنی کی رعایت یعنی خوب احتیاط کرنی تقاضا یہہ ہے کہ کبائر سے اور

الشبهات ايضا لكن الاحتراز عن جميع الشبهات لا يمكن في هذا الزمان كما قال قاضيخان في فتاوٰه ليس زماننا زمان

شبہات سے بھی بچے لیکن اس زمانہ میں تمامی شبہات سے احتراز نہیں ہوسکتا چنانچہ قاضیخان اپنی فتاوی میں کہتے ہیں ہمارا زمانہ شبہات کا زمانہ نہیں ہے

الشبهات وعلى المسلم ان يتقي الحرام المعائن وكذا قال صاحب الهداية في التجنيس وزمانهما قبل ستمائة سنة وقد بلغ

مسلم کا یہی ذمہ ہے کہ حرام ظاہر سے پرہیز رکھے اور ایسا ہی ہدایہ والا تجنیس میں کہتا ہے اور ان دونو کا زمانہ چھہ سو برس سے پہلی ہے اور اب تو

التاريخ الان ما بلغ ولا شك ان الفساد والتغير يزيدان بزيادة بعد الزمان عن عهد النبوة والسبب في عدم امكان

زمانہ کا حال یہی سو ہے اور اسمیں کچھہ شک نہیں ہے کہ عہد نبوت سی زمانہ جتنا دور ہوتا جاتا ہے فساد اور تغیر بڑھتی جاتی ہیں اور اس زمانہ میں شبہات سے

الاحتراز عن الشبهات في هذا الزمان عدة امور الاول ان قوام البدن وانتظام المعاش ليس الا بالنقود والحبوب ونحوها

احتراز نہوسکنے کی کئی سبب ہیں اول یہہ کہ بدن کی تندرستی اور گذران کا انتظام بدون نقود اور دانہ وغیرہ کی

مما يخرج من الارض والغالب المستعمل في النقود والفسوخ ليس الا الدراهم وقد صغروها بحيث لا يعلم كم منها يبلغ قدر

جو زمین سے پیدا ہوتا ہے نہیں ہوتا اور اکثر معاملات کی کرنی اور توڑنی میں چلن سوای دراہم کے نہیں ہے سو انکو اتنا کم کر ڈالا ہے کہ اصلا معلوم نہیں ہوتا کہ انمیں سے کی

وزن درهم واحد شرعي بل الطامعون من اخساء الفسقة والكفرة لا يزالون يقطعونها حتى صار المقطوع في الدراهم

درہم برابر ایک درہم شرعی کی ہوسکتی ہیں بلکہ لالچی فرومایہ فاسق اور کفار ہمیشہ دراہم کو کترتی جاتی ہیں یہاں تک کہ کترا ہوا بھی سے زیادہ

غالبا على غيره وسبب ذلك تركوا وزنها وجعلوها من المعدودات في التبائع والاستقراض والفضة وزنية ابدا

ہوگیا ہے اسکا باعث یہہ ہوا ہے کہ دراہم کو تولنا چھوڑ دیا ہے اور اوسکو بیع اور قرض وغیرہ میں معدود ٹھیرا رکھا ہے اور چاندی ہمیشہ کی لئی وزنی ہے

لنص الشارع عليه فلا يتبدل بالعرف لان شرط اعتباره عدم النص وهذا مذهب ابي حنيفة ومحمد ورواية ظاهرة

شارع اوسکو صاف فرما چکا ہے سو عرف کی سبب سے بدل نہیں سکتی اسلئے کہ عرف وہاں معتبر ہوتا ہے جہاں نص موجود نہو اور یہی مذہب ہے ابو حنیفہ اور محمد کا اور یہی ہی

عن ابي يوسف وفي رواية ضعيفة عنه يعتبر العرف مطلقا فاذا كانت الفضة وزنيته ابدا يلزم بيان وزنها في

ظاہر روایت ابو یوسف سے ہے اور ایک ضعیف روایت ابو یوسف سے یہہ ہے کہ عرف مطلق معتبر ہوتا ہے پھر جب چاندی ہمیشہ کو وزنی ہے تو اوسکا وزن بیان کردینا بیع

التبايع والاستقراض لان بيان مقدار الثمن شرط صحة البيع ونحوه ومقدار الوزن لا يعلم بالعد كما لا يعلم

اور قرض میں ضرور ہوا اسلئے کہ ثمن کی مقدار بیان کرنی بیع وغیرہ کی صحت کی لئی شرط ہے اور وزن کی مقدار گنتی سے معلوم نہیں ہوتی جیسے تول سے

مقدار العددي بالوزن فاذا لم يبين وزنه يفسد البيع والاجارة والقرض ونحوها فيكون ما اشتري بالبيع الفاسد

گنتی معلوم نہیں ہوتی پھر جب اوسکا وزن معلوم نہوا تو بیع اور اجارہ اور قرض وغیرہ سب فاسد ہوئی پس جو چیز بوسیلہ بیع فاسد کی خریدا

من الطعام والجارية مليكا للمشتري بعد القبض لكن لا يحل له اكل الطعام ولا وطئ الجارية ولا مخلص منه و

کہانا یا لونڈی یہہ سب بعد قبض کی خریدار کی ملک ہونگی پر اوسکو نہ تناول کہانی کا حلال ہے اور نہ صحبت لونڈی کی اور اس سے کوئی مخلص نہیں ہے

قوله اللغوی ای المعنی اللغوی وهو فرط الصیانة

لاحيلة

ولا حيلة فيه إلا التمسك بالرواية الضعيفة عن أبي يوسف لتعسر الجمع بين العدد والوزن خصوصا
اور اسمیں کوئی حیلہ نہیں مگر تمسک اسی ضعیف روایت کی جو ابو یوسف سے ہے کیونکہ گنتی اور تول کا جمع کرنا بہت دشوار ہے خاص کر

في حق الفقراء وقد تقرر أن الضرورات تبيح المحظورات والثاني غلبة الطمع على الناس بحيث ترى كثيرا
فقراء کے حق میں اور یہ مسئلہ ٹھہر چکا ہے کہ ضرورت میں ممنوع چیز مباح ہو جاتی ہے اور دوسرا سبب لوگوں پر طمع کا غالب ہو جانا چنانچہ تو اکثر لوگوں کو دیکھتا ہے

منهم لا يرضون بحقوقهم ولا يقنعون بحظوظهم بل يتجاوزون إلى الحرام والثالث غلبة الظلم بين الخلق
کہ اپنے حق پر راضی نہیں ہوتے اور اپنے حصہ پر قناعت نہیں کرتے بلکہ حرام تک بڑھ جاتے ہیں اور تیسری خلقت میں ظلم کا پھیلنا

من الغصب والسرقة والخيانة والتزوير ونحوها والرابع غلبة الجهل على التجار والصناع والأجراء والشركاء
چھین لینا چورانا خیانت کرنی دغا کرنی اور مانند اسکی چوتھی اصل باعث میں جہالت کا غلبہ سوداگروں اور کاریگروں اور مزدوروں اور شرکاء پر

في الأصل والعلة فلا يراعون شرائط الشرع في معاملاتهم فإذن معاملاتهم لا تخلو إما أن تبطل فيكون
سو یہ لوگ شرعی شرطوں کی رعایت اپنی کاروبار معاملہ میں نہیں کرتے پس اب اونکی معاملات اس سے خالی نہیں یا باطل ہونگی سو ہو

مكسوبهم حراما أو تفسد فتكره فتكون مكسوبهم خبيثا والحرام لا يكون ملكا بالقبض بل إن أمكن الرد
اونکی کمائی حرام ہوگی یا فاسد ہو کر مکروہ ہوں گی اب اونکی کمائی خبیث مشکوک ہوگی اور حرام چیز قبضہ کرنے سے ملک نہیں ہو جاتی بلکہ اگر اوسکی مالک تک

إلى صاحبه يجب الرد إليه ويحصل الإثم بغيره ولا يجوز لأحد أخذه بشراء أو إجارة أو هبة أو صدقة أو
پھیر دینا ممکن ہو تو پھیر دینا واجب ہوتا ہے اور بدوں اسکے گنہگار ہوتا ہے اور کسیکو اوسکا لینا جائز نہیں خرید کر یا اجارہ سے یا ہبہ سے یا صدقہ سے یا

نحوها إذ لا يصير بها حلالا وإن تعذر الرد إلى صاحبه فسبيله التصدق لا غير والخبيث وإن كان ملكا
کسی دوسری مانند اسکی کیونکہ کوئی وجہ حلت کی نہیں ہے اور اگر مالک تک پہنچانا دشوار ہو تو اوسکی راہ بجز صدقہ دینے کی کوئی نہیں اور خبیث مشکوک اگرچہ قبضہ کرنے سے ملک

بالقبض لكن يجب على مالكه التصدق ويأثم بغيره ولا يجوز لأحد أخذه إلا أن يتصدق عليه وهو فقير فإذا
ہو جاتی ہے مگر مالک کو واجب ہے کہ صدقہ دیدے اور سوا صدقہ کے گنہگار ہوتا ہے اور کسیکو اوسکا لینا جائز نہیں ہے مگر جسکو صدقہ دیدے اور وہ فقیر ہو جب

كان كذلك فكيف يمكن المعاملة بالناس في هذا الزمان مع الاحتراز عن الشبهات فإن أكثر ما في أيديهم
حال یہ ہے تو اس زمانہ میں لوگوں سے شبہات سے بچکر معاملہ کرنا کیونکر ممکن ہو سکتا ہے کیونکہ اکثر مال جو اونکی قبضہ میں ہیں

من الأموال إما حرام أو خبيث بسبب ظلم بعضهم بعضا بالغصب والسرقة والخيانة والتزوير ونحوها
یا حرام ہیں یا خبیث مشکوک آپس کی ظلم سے بسبب غصب یا چوری یا خیانت یا دغابازی وغیرہ کی

أو بسبب عدم مراعاة شرائط الشرع في معاملاتهم فالأخذ بالقول الأحوط والاحتراز عن الشبهات في هذا
یا اپنی معاملات میں شرعی شرائط کی رعایت نکرنے سے پس محتاط قول کو لینا اور شبہات سے بچنا اس

الزمان يستدعي أن لا يعامل مع الناس ويقتضي العزلة عنهم والفرار إلى الجبال وسكنى المغارات وبطون الأودية
زمانہ میں یہ چاہتا ہے کہ لوگوں کی ساتھ کوئی معاملہ نکیجئے اور لوگوں سے بالکل الگ ہوکر پہاڑوں میں بھاگ جائیے اور غاروں اور نالوں کی اندر رہا کریے

ورعي العشب والكلاء وفي هذا حرج عظيم وتكليف بما لا يطاق وكلاهما منفيان في الشرع بالنص لأن الإنسان
اور گھاس سوکھی کھایا کریں اور اسمیں بڑا ہی حرج اور طاقت سے زیادہ تکلیف ہے اور شرع کی اندر یہ دونو بدلالت نص نہیں ہیں کیونکہ انسان کی طبیعت

مدني بالطبع لا يمكنه أن يعيش وحده بل لا بد له أن يعيش مع الناس فيتعين في هذا الزمان لا محالة الأخذ
ملنسار ہے یہ کب ہو سکتا ہے کہ اکیلا گذران کرے بلکہ بالضرور اوسکی گذران آدمیوں میں ہوگی پس اس زمانہ میں بالضرور اسی روایت ہی لینی چاہئے

بما قال محمد ومن تبعه من المشائخ من جواز أخذ مال الغير بإذنه ورضائه بعوض وبغير عوض ما لم يعلم كونه
جو امام محمد کہتے ہیں اور اونکے تلمیذ بعضی مشائخ کہ غیر کا مال اوسکی اجازت اور خوشی سے لینا بدلہ میں اور بلا بدلہ جب تک صاف حرام معلوم ہو

حراما بعينه تمسكا باصول مقررة في الشرع من ان اليد دليل الملك وان الاصل في الاشياء الاباحة وان

جائز بتاتی ہین قواعد مقررہ شرع سی تمسک کرکر کہ قبضہ دلیل ملک ہوتاہی اور اصل اشیاء مین اباحت ہی اور

اليقين لا يزول بالشك وانما يزول بيقين مثله وان الثمن في العقود والفسخ اذا كان من النقود لا يتعين

یقین شک سی دفع نہین ہوتا یقین حسی ہی جاتاہی جب ویساہی یقین ہو اور ثمن عقود اور فسوخ مین اگر نقد روپیہ ہوتاہی تو تعین کرنی سی

بالتعيين بل يثبت بالذمة حتى لو اشير الى الثمن النقد ودفع غيره يجوز بخلاف المبيع فانه يتعين بالعقد حتى

متعین نہین ہوتا بلکہ ذمہ پر لازم ہوتاہی یہان تک اگر ثمن نقد کو اشارہ سی متعین کری اور وہ اور روپیہ دیدی تو جائز ہی برخلاف مبیع کی پس مبیع عقد کرنی سی متعین ہوجاتاہی

لا يجوز استبداله باخر واقامته مقامه الا بالفسخ وتكرار العقد كما قال الكرخي وقد صرحوا بكون الفتوى عليه

یہانتک کہ اوسکو اور مبیع کی بدل دینا اور بدلہ کو اوسکی جگہہ ٹہرادینا جائز نہین ہی جبتک پہلا فسخ اور دوبارہ عقد نکیا جاوی اور تمسک کرکے تا امام کرخی کی قول سی کر فتوی کہہ چکی مین

في هذا الزمان ان المشتري بحرام بعينه حلال طيب الا ان يشار اليه حين العقد ثم سلم فحينئذ يكون ملكا خبيثا

کہ اس زمانہ مین فتوی اسی پر ہی کہ جو شی خریدی ہوئی ثمن معین حرام سی حلال پاکیزہ ہوتی ہی مگر اس صورت مین کہ عقد کرتی ہوئی اوس ثمن حرام کی طرف اشارہ کرین پہر وہی دیدین

واجب التصدق وبما ذهب اليه ابو حنيفة من ان الخلط الرافع للتميز استهلاك موجب للتملك والضمان وبما روي

وہ شی ملک خبیث ہوگی اوسکا تصدق کردینا واجب ہی اور تمسک کرنا امام ابو حنیفہ کی مذہب سی کہ ملادینا دو چیز کا جسمین امتیاز باقی نرہی ہلاک کردینا ہی اسمین ملک حاصل ہوجاتی ہی اور ضمان

عنه ان سبب الخبث وجوب الضمان لا اداؤه نعم ما لا يدرك كله لا يترك كله فان الاحتراز عن جميع الشبهات لما

اور تمسک کرنا جواونسی مروی ہی کہ سبب علت کا وہی ضمان کا لازم آناہی اوسکا ادا کرنا نہین ان جو چیز سراسر میسر نہ آوی تو سراسر چھوڑ نہ چاہئی بیشک احتراز تمام شبہات سی چونکہ

لم يكن ممكنا في هذا الزمان لزم الاحتراز عن الشبهات التي يمكن الاحتراز عنها في تحقق التقوى لان الطاعة

اس زمانہ مین ممکن نہین ہی تو احتراز کرنا ایسی شبہات سی جو کہ سہل ہین واسطی ثبوت تقوی کی لازم ہی اسواسطی کہ طاعت موافق طاقت کی ہوتی ہی

بحسب الطاقة فمن اتقى عما في وسعه من الشبهات يرجى من فضل الله تعالى ان يعفو عنه ما ليس في وسعه

پہر جو شخص اپنی مقدور بہر شبہات سی بچتارہا تو اسکی فضل سی امید ہی کہ اوسکو وہ معاف کردی جو اوسکی طاقت سی باہر ہی

ويجعل له ثواب المتقين واما طعام اهل الوظائف من الاوقاف او بيت المال فهو كسائر المكاسب فان الكسب

اور اوسکو ثواب متقیون کا عنایت کری اور رہا کہانا وظیفہ دارون کا اوقاف مین سی یا بیت المال مین سی سو وہ ایسا ہی جیسی اور تمام کمائی کیونکہ فائدہ لینا

بالبيع والاجارة ونحوهما اذا روعي فيها شرائط الشرع كما يكون حلالا طيبا كذلك الوقف اذا صح وروعي فيه شرائط

بیع اور اجارہ وغیرہ سی اگر اوسمین شرطین شرعی رعایت کی جاوین جیسی حلال طیب ہوتاہی ایسی ہی وقف اگر صحیح ہو اور شرطین وقف کی اوسمین

الواقف يكون حلالا طيبا وكذا بيت المال يحل لمن كان مصرفا له واخذه بقدر الكفاية وتفصيل الكفاية على ما

رعایت کی جاوین تو حلال طیب ہوتاہی اور ایسی ہی بیت المال حلال ہوتاہی اگر اوسکی قابل ہو اور بقدر کفایت لیا کری اور تفصیل کفایت کی موافق بیان

في الاحياء وغيره من الكتب في السلوك ولا فرق بين الوقف وبين بيت المال وبين غيرهما من المكاسب في كون

احیاء وغیرہ کتب کی سلوک مین اور درمیان وقف اور بیت المال وغیرہ آمدنیون کی اسباب مین کچہہ فرق نہین ہی

كل منها حلالا طيبا اذا روعي فيه شرائط الشرع وفي عدم كونه حلالا اذا لم يراع فيه شرائط الشرع ذكر في الواقعات

کہ سب حلال طیب ہین اگر انمین شرائط شرعی رعایت کیجاوین اور حرام خبیث ہوتی ہین اگر انمین شرائط شرعی رعایت نہووین اور واقعات مین مذکور ہی

ان الذين يقضون ويفتون ويشتغلون بالتعليم وياكلون من بيت المال فانهم ليسوا عاملين بالاجرة بل هم عاملون

کہ جو لوگ حکم کرتی ہین اور فتوی دیتی ہین اور درس تدریس مین مصروف رہتی ہین اور بیت المال مین سی کہاتی ہین سو یہ لوگ یعنی قاضی مفتی مدرس مزدور نہین ہین

لله تعالى واجرهم على الله تعالى وكذلك ما يعطيه الامراء والسلاطين من اموالهم الى رجل حلال ما لم يعلم انه حرام

بلکہ یہ کار بار کرتی ہین اور انکا اجر خدا پر ہی اور ایسی ہی جو کہ امراء اور سلاطین اپنی مال مین سی کسیکو کچہہ دیتی ہین سب حلال ہی جبتک معلوم نہو کہ وہ شی اوسی حرام ہی

بعينه

بعينه نعم درجات الحلال كثيرة عالية بعضها اعلى من بعض لكن في زماننا لا يمكن الاخذ بالقول الاحوط في
ہاں مرتبہ حلال کی بہت ہیں ایک سی ایک بالا پر ہماری زمانہ میں تقوی کی باب میں احتیاط کامل پر عمل کرنا ممکن نہیں ہی
التقوى لان الاستقصاء البالغ في الحلال على قانون الورع الاعلى في زماننا مما يفضي الى الحرج وهو مدفوع في الدين
کیونکہ حلال کی باب میں نہایت درجہ کا مبالغہ کرنی سی موافق قواعد اعلی تقوی کی پرہیز کی ہماری زمانہ میں بڑا حرج ہوتا ہی اور دین کی اندر حرج نہیں ہی
بل الشرع هو الميزان المستقيم فما لا اثمه الشرع فهو حلال رحمة من الله تعالى على عباده فاذا تمسك احد بالشرع
بلکہ شرع سیدہی ترازو ہی جسکو شرع امر کہی وہ سب حلال ہی یہہ اللہ کی طرف سی بندونکی حال پر کمال رحمت ہی اور جب کوئی شریعت سی سند لاوی
فليس لاحد ان ينكر عليه لان الانكار عليه استخفاف بالشريعة ومن استخف بالشريعة يخاف عليه زوال الايمان
پہر کسیکا مقدور نہی کہ اوسی انکار کری کیونکہ اسپر انکار کرنا شریعت کی تحقیر ہی اور جو شخص شرع کی تحقیر کری اوسپر کفر کا خوف ہی
اذا تحقق هذا فالورع والتقوى في هذا الزمان ان يجعل ما في يد كل انسان ملكا له ما لم يتيقن انه بعينه مغصوب
جب یہہ امر ثابت ہوا تو ورع اور تقوی اس زمانہ میں یہہ ہی کہ جو چیز جس شخص کی قبضہ میں ہی اوسی کی ملک مانی جاوی جبتک یقینی معلوم ہو کہ یہہ خاص چیز چھینی ہوئی
او مسروق وان علم يقينا ان في ماله حراما اذ قد قال قاضيخان في فتاواه رجل دخل على سلطان فقدم اليه شيء
یا چوری ہوئی ہی اگرچہ یہہ بات یقینی معلوم ہو کہ اسکی مال میں حرام ہی ملا ہوا ہی اسلئی کہ قاضیخان اپنی فتاوی میں کہتا ہی کہ ایک شخص حاکم کی پاس گیا حاکم نی اوسی کوئی چیز
من المأكول ان لم يعلم انه بعينه غصب يحل له ان يأكل لانه لم يعلم بالحرمة والاصل في الاشياء الاباحة
کہانی کو دی اگر یہہ معلوم ہو کہ یہہ ہی خاص غصب کی ہوئی ہی تو اوسکو کہانا حلال ہی اسلئی کہ اوسکی حرمت معلوم نہیں ہی اور اصل چیزوں میں اباحت ہی
وان علم انه بعينه حرام لا يحل له ان يأكل منه لانه علم بالحرمة وسئل ابو بكر البلخي عن الفقير انه لو اخذ
اور اگر معلوم ہو کہ یہہ خاص چیز حرام ہی تو کہانا حلال نہیں ہی کیونکہ حرمت معلوم ہوگئی کسی ابوبکر بلخی سی فقیر کا حال پوچہا کہ اوسی اگر
جائزة السلطان مع علمه ان السلطان اخذها غصبا ايحل له ذلك قال ان السلطان ان خلط الدراهم
عطیہ سلطان کا مغصوب جانکر لیلیا تو کیا اوسکو یہہ حلال ہی جواب دیا اگر سلطان نی دراہم ایک قسم کی دوسری
بعضها ببعض فلا بأس بأخذه وان دفع اليه عين الغصب من غير خلط لا يحل له اخذه قال الفقيه ابو الليث
قسم میں ملادئی ہوں تو لینی میں کچہہ حرج نہیں ہی اور اگر اوسکو مغصوب درہم وہ کی وہ ہی بدون ملانی کی دیدئی تو لینا جائز نہیں ہی فقیہ ابو اللیث کہتی ہیں
هذا الجواب يستقيم على قول ابي حنيفة لان عنده من غصب الدراهم من قوم وخلط بعضها ببعض ملكها الغاصب
یہہ جواب ابوحنیفہ کی قول پر درست ہوتا ہی اسلئی کہ امام کی نزدیک اگر کسیی دراہم کسی سی چہین کر ایک کو دوسری میں ملادئی تو غاصب مالک
ويكون مديونا لهم وذكر في بستان العارفين ان الناس اختلفوا في اخذ جائزة السلطان قال بعضهم يجوز ما
اور اوسکا قرضدار ہوجاتا ہی اور بستان العارفین میں مذکور ہی کہ فقہا میں درباب قبول کرنی عطیہ سلطان کی اختلاف ہی کوئی کہتا ہی جائز ہی
لم يعلم انه يعطيه من الحرام وقال بعضهم لا يجوز اما من اجازه فقد ذهب الى ما روي عن علي بن ابي طالب
جبتک یہہ معلوم ہو کہ یہہ حرام کا مال دیتا ہی اور کوئی کہتا ہی جائز نہیں ہی پہر جو شخص جائز کہتا ہی تو اوسی وہ اختیار کیا ہی جو علی بن ابی طالب سی روایت ہی
انه قال السلطان يصيب من الحلال والحرام فما يعطيك فخذه فانما يعطيك من الحلال وروي عن عمر انه عليه السلام
کہ فرمایا سلطان کی پاس حلال اور حرام سب آتا ہی پہر جو تجکو دیتا ہی سو لیلی کیونکہ تجکو حلال ہی دیتا ہی اور عمر سی روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نی
قال من اعطي شيئا من غير مسئلة فليأخذه فانما هو رزق رزقه الله تعالى وروي عن حبيب بن ابي ثابت انه قال
فرمایا جسکو کوئی شخص بی مانگی کچہہ دلوی تو لی لینا چاہئی کیونکہ وہ اللہ تعالی نی رزق بہیجا ہی اور حبیب بن ابی ثابت سی روایت ہی کہ کہتا ہی
رايت ابن عمر وابن عباس يأتيهما هدايا المختار فيقبلانها مع كونه مشهورا بالظلم وروي محمد بن الحسن عن ابي حنيفة
کہ میں نی ابن عمر اور ابن عباس دونوکو دیکہا ہی کہ اونکی پاس ہدیہ مختار کا آتا اور وہ دونو لیلیتی باوجودیکہ مختار ظالم مشہور تہا اور محمد بن الحسن ابوحنیفہ سی اور وہ حماد سی

عن حماد ان ابرهیم النخعی خرج الی زهیر ابن عبد الله الازدی وکان عاملا علی حلوان یطلب جائزته هو وابو زر
روایت کرتی ہین کہ ابراہیم نخعی زہیر بن عبداللہ ازدی کی پاس جب وہ حلوان کا عامل تہا اپنا جائزہ لینی گئی وہ اور ابوزر ہمدانی دونو
الهمدانی قال محمد وبه ناخذ مالم تعرف شیئا من عطائه حراما بعینه وهذا قول ابی حنیفة المجلس التاسع والستون
محمد کہتا ہی ہماری یہہ ہی سند ہی جبتک نہ معلوم ہو کہ کوئی عطیہ ہی عطیہ مین بعینہ حرام ہی اور یہہ ہی قول ابو حنیفہ کا ہی انہترویں مجلس
فی بیان لزوم طلب کسب الحلال وای اطیب من المکاسب واقبح منها قال رسول الله صلی الله علیه وسلم
بیان مین تلاش حلال کمائی کی اور کونسی کمائی پاک ہی اور کونسی بری ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نی فرمایا
ان اطیب ما اکلتم من کسبکم وان اولادکم من کسبکم هذا الحدیث من حسان المصابیح روته ام المؤمنین
بیشک پاکیزہ تر تمہارا کہانا تمہاری کمائی کا ہی اور تمہاری اولاد ہی تمہاری کمائی ہی یہہ حدیث مصابیح کی حسن حدیثون مین سی ہی ام المؤمنین عائشہ کی
عائشة وفیه تحریض علی الکسب الحلال لان المراد بالطیب ههنا الحلال ومعنی الکسب الطلب والسعی فی تحصیل
روایت سی اسمین کسب حلال کی ترغیب ہی واسطی کہ طیب سی مراد یہاں حلال ہی اور کسب کی معنی تلاش اور کوشش رزق کی واسطی
الرزق وانما جعل الولد کسبا لان الوالد یطلبه ویسعی فی تحصیله فیکون من جملة اکسابه فیجوز له ان یاکل
اور اولاد کو کمائی اسواسطی ٹہرایا کہ اولاد کی طلب ہوتی ہی اور اوسکی لئی سعی کرتی ہین پس تو اولاد اوسکی کمائی مین داخل ہی اب اوسکو جایز ہی کہ اگر
من کسبه اذا کان محتاجا والا فلا الا ان یطیب به نفسه قال الفقیه ابو اللیث فی بستان العارفین کره
محتاج ہو وی تو اولاد کی کمائی مین سی کہالی اور نہین تو نہ کہاوی ہان اگر وہ دل سی خوش ہوتا ہو فقیہ ابو اللیث بستان العارفین مین کہتا ہی بعضی لوگ
بعض الناس الاشتغال بالکسب وقالوا الواجب علی کل انسان الاشتغال بعبادة الله والتوکل علیه وحجتهم
کسب اختیار کرنیکو مکروہ کہتی ہین وہ لوگ یہہ کہتی ہین کہ ہر شخص پر شغل عبادت الہی کا اور اوسپر بہروسا کرنا واجب ہی اور اونکی دلیل
قوله تعالی وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون وقال النبی علیه السلام ما اوحی الی ان اجمع المال واکن من التاجرین
یہہ آیت ہی اور نہین پیدا کیا جن اور آدمی سوا اپنی بندگی کو اور یہہ حدیث نبی صلی اللہ علیہ وسلم نی فرمایا مجہپر یہہ وحی نہین آئی کہ مال جمع کر کر تجارت کرنیوالون
ولکن اوحی الی ان سبح بحمد ربك وکن من الساجدین واعبد ربك حتی یاتیك الیقین وقال عامة اهل العلم الکسب
لیکن یہہ وحی آئی ہی کہ تو یاد کر حمد سیاں اپنی رب کی اور رہ سجدہ کرنیوالون مین اور بندگی کر اپنی رب کی جب تک پہنچی تجہکو موت اور عام اہل علم کہتی ہین کہ اتنی مزدوری
بمقدار ما یکفیه ولعیاله واجب فان زاد علی ذلك فهو مباح ولا یکون الاشتغال بطلب الزیادة حراما اذا لم یرد
کہ اوسکو اور اوسکی عیال کو کافی ہو واجب ہی اگر اس سی زیادہ ہووی تو مباح ہی اور زیادہ کی تلاش اگر فخر اور ریا منظور نہو تو حرام نہین ہی
به الفخر والریاء وحجتهم انه تعالی قد فرض الفرائض ولا یتاتی اداؤها الا بستر العورة وقوة البدن ولا یحصل ستر العورة
ان لوگون کی یہہ دلیل ہی کہ اللہ تعالی نی بیشک فرایض ذمہ پر مقرر کئی ہین اور وہ فرایض بدون ستر عورت اور قوت بدن کی ادا نہین ہو سکتی اور ستر عورت
الا باللباس ولا قوة البدن الا بالقوت اذ قال الله تعالی وما جعلناهم جسدا لا یاکلون الطعام وتحصیل القوة واللباس
بدون پوشاک کی اور بدن کی قوت بغیر کہانی پینی نہین ہو سکتی کیونکہ اللہ تعالی فرماتا ہی اور ایسی بدن نہ بنائی تہی کہ کہانا نہ کہاوین اور میسر آنا قوت اور لباس کا
لا یکون فی الغالب الا بالکسب وما ذکر فی انکار ذلك من الحجة فالجواب عنه ان یقال ان التجارة اما ان یکون
اکثر اوقات بدون کسب کی نہین ہوتا اور جو دلیل کہ اسکی انکار مین مذکور ہوئی ہی تو اوسکا یہہ جواب ہی کہ کہین تجارت یا تو واسطی طلب کفایت کی ہوتی ہی
لطلب الکفایة او لطلب الزیادة علی الکفایة فان کانت لطلب الکفایة فهی واجبة ماجور فاعلها فیکون الاشتغال
یا واسطی طلب زیادت کی قدر کفایت پر پہر اگر واسطی طلب کفایت کی ہی تو واجب ہی ایسا شخص ثواب دیا جاتا ہی پہر تو یہہ دہندا
بها اشتغالا بالعبادة وان کانت لطلب الزیادة فان کان طلب تلك الزیادة لاستکثار المال وادخاره لا للصرف
بجای خود عبادت ہی اور اگر تجارت واسطی طلب زیادت کی ہی پہر اگر وہ زیادت واسطی کثرت مال اور خزانہ کی ہو کہ خیرات اور حسنات مین کام نہ آوی

الی الخیرات والحسنات فہو اقبال علی الدنیا التی حبہا راس کل خطیئۃ فلا یکون الاشتغال بہا اشتغالا بالعبادۃ
تو یہ توجہ دنیا کی ہی جسکی محبت تمام گناہوں کی سردار ہی پس یہ دہندا شغل عبادت کا نہیں ہی
بل ان وجد فیہا تلبس وخیانۃ یکون فسقا وظلما وان کان طلبہا لیواسی بہا الفقراء والضعفاء فہی افضل
بلکہ اسمین اگر کچھ فریب اور خیانت ہوویگی تو فسق اور ظلم ہی اور اگر یہ طلب اسلئی ہی کہ اس مال سی فقرا اور ضعفا کی ساتھ مروت عمل میں آوی
من الاشتغال بالنوافل من العبادات البدنیۃ فکیف لا یکون الاشتغال بہا اشتغالا بالعبادۃ وقد ذکر فی الاحیاء
تو یہ شغل عبادت بدنیہ میں سی نفلوں کی پڑہنی سی افضل ہی پہر یہ شغل کیونکر عبادت کا شغل نہوویگا حالانکہ یہ مسئلہ احیاء میں مذکور ہی
ان الرسل علیہم السلام کانوا یکتسبون ویاکلون من کسبہم فادم النبی علیہ السلام زرع الحنطۃ وسقاہا وحصدہا
کہ رسول علیہم السلام اپنا کام کرکر اپنی کمائی سی کہاتی ہی پس آدم نبی علیہ السلام نی گیہوں بوئی پہر اوسکو پانی دیا پہر کاٹی
وداسہا وطحنہا وعجنہا وخبزہا واکلہا ونوح النبی علیہ السلام کان نجارا وابرہیم علیہ السلام کان بزازا وداود
پہر گاہا پہر پیسا پہر خمیر بنایا اور پکا کر کہایا اور نوح نبی علیہ السلام کہاتی کا پیشہ کرتی ہی اور ابراہیم نبی علیہ السلام بزاری کرتی ہی اور داود
النبی علیہ السلام کان یصنع الدرع وسلیمن النبی علیہ السلام کان یصنع المکتل من الخوص ونبینا محمد علیہ السلام
نبی علیہ السلام درع بنایا کرتی ہی اور سلیمان نبی علیہ السلام برگ خرما کی زنبیل بنایا کرتی ہی اور ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم نی
رعی الغنم وذکر فی الاحیاء ان اصحاب رسول اللہ علیہ السلام کانوا یتجرون فی البر والبحر ویعملون فی نخیلہم
بکریاں چرائی ہین اور احیاء العلوم میں مذکور ہی کہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خشکی اور دریا میں تجارت اور اپنی باغوں کی اندر کام کیا کرتی ہی
وہم القدوۃ فیلزم الاقتداء بہم ولا یلتفت الی جماعۃ انکروا ذلک وقعدوا فی المساجد وعیونہم طامحۃ الی ما
اور یہ لوگ پیشوا ہیں انکی پیروی ضرور چاہیئی اور کیا اعتبار ہی اون لوگوں کا جو اسی انکار کرکر مسجدوں میں جا بیٹہی ہین اور اونکی آنکہیں لوگوں کی مال کو تک رہی ہین
فی ایدی الناس فیسمون انفسہم متوکلین ولیسوا کذلک بل خرجوا عن حدود الشرع فانہم قد تمسکوا بقولہ تعالی
اور اپنا نام متوکل رکہہ چہوڑا ہی اور حقیقت میں متوکل نہیں ہیں بلکہ یہی لوگ حد شرع سی باہر نکل گئی ہین انکی سند یہ آیت ہی
وفی السماء رزقکم وما توعدون لکنہم بمعناہ وتاویلہ جاہلون فان المراد بہ المطر الذی ہو سبب انبات
اور آسمان میں ہی روزی تمہاری اور جو کچہ تمسی وعدہ کیا پر اونکو اس آیت کی معنی اور تاویل معلوم نہیں ہی کیونکہ اس سی مراد مینہ ہی جس سی رزق پیدا ہوتا ہی
الرزق فلو کان الرزق ینزل من السماء بغیر کسب لما امرنا بالاکتساب والسعی فی الاسباب وقد قال اللہ تعالی فاذا
اور اگر رزق ہمپر آسمان پر سی بی محنت اترا کرتا تو ہمکو کسب اور سعی کرنیکا حکم ہرگز ہوتا اور اللہ فرماتا ہی پہر جب
قضیت الصلوۃ فانتشروا فی الارض وابتغوا من فضل اللہ وقال فی ایۃ اخری لیس علیکم جناح ان تبتغوا فضلا
تمام ہو چکی نماز تو پہیل پڑو زمین میں اور ڈہونڈہو فضل اللہ کا اور ایک اور آیت میں ہی کچہ گناہ نہیں تمپر کہ تلاش کرو فضل
من ربکم وروی عن ابی ہریرۃ انہ علیہ السلام قال من الذنوب ذنوب لا یکفرہا الا الہم فی طلب المعیشۃ وسئل
اپنی رب کا اور ابو ہریرہ سی روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا گناہوں میں سی بعضی گناہ ایسی ہیں کہ اونکا کچہ کفارہ نہیں سوای مشقت طلب معیشت کی اور ابراہیم سی
ابرہیم عن التاجر الصدوق اہو احب الیک ام المتفرغ للعبادۃ فقال التاجر الصدوق احب الی لانہ فی جہاد
کسی حال سچی تاجر کا پوچہا آیا وہ تمکو محبوب ہی یا فراغ عابد جواب دیا مجکو سچا تاجر محبوب ہی اسلئی کہ وہ جہاد کرتا ہی
یاتیہ الشیطان من طریق الکیل والمیزان ومن قبل الاخذ والاعطاء فیجاہدہ وقال ابو قلابۃ لرجل لان اراک
اوسکی پاس شیطان وسوسہ کو آتا ہی پیمانہ اور ترازو کی راہ سی اور لینی اور دینی کی طرف سی سو یہ تاجر اوسپر جہاد کرتا ہی اور ابو قلابہ نی ایک شخص کو کہا اگر
تطلب معاشک احب الی من ان اراک فی زاویۃ المسجد لکن لا ینبغی للتاجر ان یشغلہ معاشہ عن معادہ فیکون عمرہ
میں تجہکو معاش کی طلب میں دیکہوں تو بہت بہتر ہی کہ تجہکو مسجد کی کونہ میں دیکہوں مگر تاجر کو یہ نہیں چاہیئی کہ معاش کی دہندی میں معاد کو بہول جاوی پہر تو اوسکی عمر

ضائعا وصفقته خاسرة لان مايفوته من الربح فی الآخرة لا يفی به ماينا له فی الدنيا فيكون ممن اشترى

برباد ہوئی اور تجارت میں ٹوٹا آیا کیونکہ جتنا آخرت فائدہ اسکا تلف ہوگا اوسکا عوض جو دنیا میں پیدا کیا نہیں ہوسکتا پس وہ ان میں سی ہوگا کہ دنیا کی

الحيوة الدنيا بالآخرة بل ينبغی له ان يشفق علی نفسه فی تجارته ولا ينسی نصيبه من الدنيا للآخرة كما

زندگی بعوض آخرت کی مول لی بلکہ اوسکو یوں چاہیے کہ تجارت میں اپنی جان کی غمخواری کرے اور نہ بھولے اپنا حصہ دنیا میں کا آخرت کی لئے جیسا

قال الله تعالی وَلَا تَنسَ نَصِيبَكَ مِنَ الدُّنْيَا فان الدنيا مزرعة الآخرة وفيها تكتسب الحسنات والمسجد

کہ فرمایا اللہ تعالی نے اور نہ بھول اپنا حصہ دنیا میں سے ف کیونکہ دنیا آخرت کی کھیتی ہے اسی میں حسنات حاصل ہوسکتی ہیں اور مسجد

والبيت والسوق له حكم واحد وانما النجاة بالتقوی وهی تحقق فی جميع الاحوال وقد روی عن ابی ذر انه عليه السلام

اور گھر اور بازار سب کا حال ایک سا ہے اور نجات تقوی ہی سے ہوتی ہے اور تقوی ہر حال میں متحقق ہوتا ہے اور ابوذر سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا

قال اتق الله حيث ما كنت فان وظيفة التقوی لا تنقطع عن المجردين للدين كيف ما تقلبت بهم الاحوال

اللہ سے ڈرتا رہ جہاں رہے بیشک لوازم تقوی کی دین کی عزلت نشینوں سے کبھی دور نہیں ہوتی اونکا حال کیسا ہی بدلتا رہے

اذ فيها يرون نجاتهم وربحهم وبها يكون حياتهم وعيشهم وانما يتم شفقته علی نفسه فی تجارته بمراعاة

کیونکہ وہ لوگ اوسی میں اپنی نجات اور فائدہ دیکھتے ہیں اور اوسی میں اونکی زندگی اور آرام ہے اور تجارت کی اندر غمخواری اپنی جان کی کئی امور کی لحاظ سے پوری ہوتی ہے

عدة امور الاول ان ينوی بما اكتسبه الاستعفاف عن السوال وكف الطمع عن الناس واستعانة علی

اول یہہ کہ اس نیت سے تجارت کرے کہ مانگنے سے بچتا رہے اور لوگوں کی طرف طمع نہ کرے اور دین کی مدد کرے

الدين وقياما بكفاية عياله ليكون من المجاهدين لما روی عن ابی هريرة انه عليه السلام قال من سعی

اور اپنی عیال کی ذمہ داری بجالاوے تاکہ مجاہدوں میں داخل ہووے کیونکہ ابوہریرہ سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا جو شخص اپنی عیال کی

علی عياله من حله فهو كالمجاهد فی سبيل الله فاذا اضمر فی قلبه هذه النيات يكون عاملا فی طريق الآخرة

خبر حلال مال سے لے پس وہ ایسا ہے جیسے اللہ کی راہ میں مجاہد جب اپنی دل میں یہہ نیتیں کریگا تو آخرت کی راہ کا سالک ہوویگا

فان استفاد مالا فقد ربحه فی الدنيا والآخرة وان لم يستفد مالا ربح فی الآخرة والثانی ان يقصد فی صنعته

پھر اگر اوسکو مال ہاتھ آیا تو اوسنے فائدہ دنیا اور آخرت دونوں کا پیدا کیا اور اگر مال حاصل نہ ہوا تو آخرت ہی کا فائدہ ہوا دوسرا یہہ کہ اپنی پیشی

وتجارته القيام بفرض من الفروض الكفايات اذ لو تركت الصناعات والتجارات كلها لبطلت المعائش وهلك

در تجارت سے یہہ قصد کرے کہ فرض کفایہ ادا کرتا ہے اسلئے کہ اگر تمام پیشے اور تجارتیں ترک کردیں تو گذران مشکل پڑجاوے اور خلقت

الخلق لان انتظام امر الكل بتعاون الكل وتكفل كل فريق بعمل اذ لو اقبل كلهم علی صنعة واحدة لتعطلت البواقی

مرجاوے کیونکہ سب کی حال کی درستی سب کی امداد سے ہوتی ہے اور ہر فریق کی ذمہ داری سے جدی جدی عمل پر اسلئے کہ اگر سب انسان ایک ہی پیشہ کرنے لگیں تو باقی کے پیشے بیکار

وهلكوا لكن الصناعات منهم ما هو مهم ومنها ما هو مستغنی عنه لرجوعه الی طلب التنعم والتزين فی الدنيا فينبغی

ہوجاویں اور مرجاویں لیکن بعضی پیشے تو بہت ضرور ہوتے ہیں اور بعضوں کی چنداں ضرورت نہیں ہوتی اونکا کام عیش طلبی ہے اور دنیا کا سنگار اور آرائش ہے اسلئے

له ان يشتغل بصناعة مهمة ليكون فی قيامه بها كافيا عن المسلمين فی مهم فی الدين ولا يشتغل بصناعة

ہے کہ ضروری پیشہ کو اختیار کرے تاکہ اوس پیشے سے ضروریات دین میں سب مسلمانوں کا حاجت روا ہو اور نقاشی اور زرگری وغیرہ

النقش والصياغة وجميع ما تزخرف به الدنيا وذكر فی الاختيار ان افضل اسباب الكسب التجارة ثم الزراعة

اور تمام ویسی پیشوں سے جو دنیا کی زیب و زینت ہیں اختیار نہ کرے اور اختیار میں مذکور ہے کہ عمدہ اسباب کمائی کا تجارت ہے پھر کھیتی

ثم الصناعة لما روی انه عليه السلام قال الحرفة امان من الفقر وبعضهم من فضل الزراعة علی التجارة لكونها

پھر ہاتھ کی کاریگری کیونکہ روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ حرفہ فقیری سے بچاتا ہے اور بعضی تجارت سے کھیتی کو بہتر کہتے ہیں کیونکہ اسکا

ف کیونکہ دنیا میں سے کی ہیں

اعلم بعد ما قد روي انه عليه السلام قال ما من مسلم زرع زرعا او غرس شجرة فتناول منها انسان او دابة

تجھے معلوم ہونا چاہئے کہ روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا جو مسلمان کھیتی کرتا ہے یا درخت لگاتا ہے پھر اس میں سے کوئی انسان یا چوپایہ

او طير الا كانت له صدقة وكان ينبغي ان لا يمنعه سوق الدنيا عن سوق الآخرة وهو المسجد فينبغي له ان

یا پرندہ کھاوے تو اسکے لئے صدقہ ہوگا اور مناسب ہے کہ دنیا کا بازار اسکو آخرت کے بازار سے نہ روک دے کہ وہ مسجد ہے سو اسکو چاہئے کہ

يجعل اول النهار الى وقت دخول السوق لآخرته فيلازم المسجد في ذلك الوقت ويواظب على الاذكار والاوراد

اول روز یعنی صبح کے وقت سے بازار جانے کے وقت تک کو آخرت کے لئے مقرر کرے اور اس وقت میں مسجد کی ملازمت کرے اور ذکر و وظیفوں میں مشغول رہے

ليكون من الذين قال الله تعالى فيهم في بيوت اذن الله ان ترفع ويذكر فيها اسمه يسبح له فيها بالغدو و

تاکہ ان لوگوں میں داخل ہو جنکے حق میں اللہ تعالی فرماتا ہے ان گھروں میں کہ اللہ نے حکم دیا انکو بلند کرنے کا اور وہاں اسکا نام پڑھنے کا یاد کرتے ہیں اسکی وہاں صبح و

الآصال رجال لا تلهيهم تجارة ولا بيع عن ذكر الله ثم انه مهما سمع الاذان للظهر والعصر ينبغي له ان يفرغ

شام وہ مرد کہ نہیں غافل ہوتے سوداگری میں نہ بیچنے میں اللہ کی یاد سے پھر جب وہ ظہر اور عصر کی اذان سنا کرے تو لائق ہے کہ دنیا سے فارغ ہو کر

عن شغله وينزعج من مكانه ويدع كل ما كان فيه لان ما يفوته من فضيلة التكبير مع الامام في اول الوقت

اپنی جگہ سے کھڑا ہو جاوے اور سب کاروبار چھوڑ دے اسلئے کہ اول وقت میں امام کے ساتھ تکبیر اولی کا ثواب جو فوت ہو جاوے گا

لا توازيها الدنيا بما فيها وقد جاء في تفسير قوله تعالى رجال لا تلهيهم تجارة ولا بيع عن ذكر الله انهم كانوا

اسکی برابر دنیا اور جو دنیا میں ہے کچھ نہیں ہوسکتا اور اس آیت کی تفسیر میں آیا ہے وہ مرد غافل نہیں ہوتے سوداگری میں نہ بیچنے میں اللہ کی یاد سے کہ وہ لوگ

حدادين وخرازين وكان احدهم اذا رفع المطرقة او غرز الاشفى فسمع الاذان لم يخرج الاشفى ولم يوقع المطرقة

اور موچی تھے اور ہر ایک کا یہ حال تھا کہ اگر ہتوڑا اوٹھاتا یا سوا گاڑ دیتا پھر اذان سن پاتا تو سوا نہ نکالتا اور وہ ہتوڑا نہ مارتا لوہار

بل رمى بها وقام الى الصلوة وهكذا يكون تجارة من يتجر لطلب الكفاية لا للتنعم في الدنيا فان مثله يتحرى الاتيان

بلکہ سب پھینک پھانک کر نماز کو چلے جاتے جو لوگ کفایت کی طالب ہوتے ہیں اور عیش دنیا کا مقصود نہیں رکھتے انکی یہی تجارت ہوتی ہے کیونکہ ایسے لوگ دنیا کی تجارت کرنے میں

ولا يصعد به في تجارته لعلمه بان ربح الآخرة اولى بالطلب من ربح الدنيا فان من يطلب الدنيا للاستعانة

وہ تجارت میں دین صالح نہیں ہونا اسلئے کہ جانتے ہیں کہ آخرت کا فائدہ طلب کرنا دنیا کے فائدہ سے بہتر ہے سو جو شخص دنیا آخرت کی امداد کی واسطے حاصل کرتا ہے

بها على الآخرة كيف يدع ربح الآخرة بل ينبغي له ان لا يكون شديد الحرص على السوق والتجارة بان يكون اول داخل

وہ آخرت کا فائدہ کیونکر چھوڑ دیگا بلکہ اوسکو لازم ہے کہ بازار اور تجارت پر بہت لالچ نہ کرے کہ بازار میں سب سے پہلے جایا کرے

فيها وآخر خارج منها اذ روي عن معاذ بن جبل وعبد الله بن عمر ان ابليس يقول لولده زلنبور سر بكتائبك فأت

اور سب سے پیچھے آیا کرے کیونکہ معاذ بن جبل اور عبد اللہ بن عمر سے روایت ہے کہ ابلیس اپنے بیٹے زلنبور سے کہا کرتا ہے کہ اپنے لشکر لیکر بازار میں جا

الاسواق وزين لهم الحلف والكذب والخديعة والمكر والخيانة وكن مع اول من يدخل فيها وآخر من يخرج منها

اور انکو بہلا پھسلا کر دکھا حلف اور جھوٹ اور فریب اور مکر اور چوری اور انکے ساتھ رہو جو بازار میں سب سے پہلے آوے اور سب سے پیچھے جاوے

وفي الخبر ان شر البقاع الاسواق وشر اهلها اولهم دخولا وآخرهم خروجا وطريق الاحتراز عنه ان يراقب

اور حدیث میں ہے کہ سب سے بری جگہ بازار ہیں اور سب سے برے وہ بازاری جو پہلے آوے اور پیچھے جاوے اور طریقہ احتراز کا یہ ہے کہ اپنی کفایت کی وقت کو دیکھتا رہے

وقت كفايته فاذا حصل له كفاية وقته انصرف واشتغل بتجارة الآخرة هكذا كان يفعل صلحاء السلف

جب اتنا حاصل ہو جاوے تو چلا آوے اور آخرت کی تجارت میں لگے صلحاء پہلے زمانہ کے یوں ہی کیا کرتے تھے

فمنهم من كان ينصرف بعد الظهر ومنهم من كان ينصرف بعد العصر ومنهم من كان لا يعمل في الاسبوع الا

سو ان میں سے بعضے ایسے تھے کہ ظہر کے بعد چلے آتے تھے اور کوئی ایسا تھا کہ عصر کے بعد چلا آتا تھا اور کوئی ایسا تھا کہ ہفتہ بھر میں

يوما او يومين وكانوا يكتفون بذلك ثم ينبغي للمكتسب ان يراعي في معاملته العدل ويجتنب الظلم لان

ایک دو دن یا دو روز کام کرتا اور سب اوسی پر اکتفا کرتی پھر پیشہ ور کو لازم ہی کہ اپنی معاملہ میں عدالت برتی اور ظلم سی بچتا رہی اسلئی

المعاملة قد تجري على وجه يحكم المفتي بصحتها وانعقادها لكنها تشتمل على ظلم يتعرض به العامل لسخط

کہ بعضی وقت معاملہ ایسی طور پر ہوسکت جاتا ہی کہ مفتی اوسکو جائز بتادی اور عقد کو ٹھیک کہی پر اوسمین ایسا ظلم ہوجاتا ہی جس سی اہل معاملہ پر غضب

الله تعالى اذ ليس كل نهي مقتضيا لفساد العقد والمراد من الظلم ما يستضر به الغير فكل ما يستضر به الغير

الٰہی آجاوی کیونکہ ہر نہی ایسی نہیں ہوتی کہ عقد کو فاسد کر دیا کری اور مراد ظلم سی یہہ ہی کہ جسمیں غیر کا نقصان ہوجاوی پھر جسمین غیر کا نقصان ہوتا ہو

فهو ظلم وانما العدل ان لا يصدر عنه ضرر لاخر والضابط فيه ان لا يحب لاحد الا ما يحب لنفسه فكل ما

وہی ظلم ہی اور عدل وہ ہی جسمیں کسیکا کچہہ نقصان نہو اور قاعدہ کلیہ اسمین یہہ ہی کہ ہر یک کی لئی وہ ہی بات پسند کری جو اپنی لئی پسند کرتا ہی پھر جو

عومل به لو كان يشق عليه ويثقل على قلبه ينبغي له ان لا يعامل به غيره بل ينبغي له ان يستوي عنده درهم

معاملہ اسپر دشوار اور اوسکی دل پر بہاری گذرتا ہو تو چاہئی کہ ویسا معاملہ غیر سی نکری بلکہ یوں لازم ہی کہ اسکی نزدیک اپنا اور پرایا روپیہ یکساں ہووی

ودرهم غيره هذا هو الاجمال واما التفصيل ففي عدة امور الاول ان لا يثني على السلعة فانه ان وصفها

یہہ تو قاعدہ مجمل ہی اور رہی تفصیل سو کئی باتوں میں ہی اول یہہ کہ کسی کی چیز کی تعریف نکیا کری کیونکہ اگر ایسی تعریف کی

بما ليس فيها فان لم يقبله منه فهو كذب محض وان قبل منه فهو مع كونه كذبا تلبيس وظلم وان وصفها

جو اوسمین نہیں ہی اگر خریدار نی نہ لیا تو نرا جھوٹھ ہی اور اگر خریدار نی مال لیا تو اب وہ جھوٹ کا جھوٹ اور دہوکا اور ظلم ہی اور اگر اوسکی ایسی تعریف

بما فيها فان علم به المشتري فهو هذيان وتكلم بما لا يعنيه ويحاسب عليه لان كل كلمة تصدر عن الانسان

کی جو اوسمین ہی یعنی سچی پہر اگر خریدار کو معلوم ہی تو یہہ تعریف بیہودہ بک ہی اور نکمی بات اور اسکا حساب لیا جاویگا اسلئی کہ جو بات انسان کی منہہ سی نکلتی ہی

فانه يحاسب عليها لقوله تعالى ما يلفظ من قول الا لديه رقيب عتيد وان لم يعلم به المشتري ما لم يذكر

اوسپر محاسبہ ہونیوالا ہی اس دلیل سی نہیں بولتا ایک بات جو نہیں اوس پاس راہ رکہتا منتظر اور اگر خریدار کو وصف معلوم ہو جبتک یہہ ذکر نکری

فلا باس بذكر القدر الموجود فيه من غير مبالغة واطناب ويكون قصده منه ان تعرفه اخوه المسلم

تو جتنا ہو وتنا کہنی میں کچہہ ڈر نہیں ہی مبالغہ نکری بات نہ پہلاوی اور اس بیان سی غرض یہہ ہو کہ برادر مسلمان کو معلوم ہوجاوی تو رغبت سی خریدی

فيرغب فيه ويحصل حاجته ولا ينبغي له ان يحلف عليه البتة لانه ان كان كاذبا فقد اتى باليمين الغموس

اور اوسکا کام بن جاوی اور ہرگز لایق نہیں ہی کہ اوسپر قسم کہاوی اسلئی کہ اگر جہوٹہ ہوا تو اسنی یمین غموس کہائی

وهي من الكبائر التي تذر الديار بلاقع وان كان صادقا فقد جعل اسم الله تعالى عرضة لايمانه واساء فيه

اور یہہ ایسا کبیرہ گناہ ہی کہ ملک کو اوجاڑ دیتی ہی اور اگر سچا ہی تو اسنی اللہ تعالی کی نام کو اپنی قسموں کا نشانہ بنایا اور برا کیا

لان الدنيا اخس من ان يقصد ترويجها بذكر اسم الله تعالى من غير ضرورة والثاني ان لا يكتم من عيوبها وخفايا

اسلئی کہ دنیا اس مرتبہ سی کمتر ہی کہ بلا ضرورت اللہ تعالی کا نام لیکر اوسکو رواج دی جاوی دوسری یہہ ہی کہ اوسکی عیبوں پوشیدہ کری اور نہ

صفاتها شيئا اصلا بل يجب عليه ان يظهر جميع عيوبها خفيها وجليها لانه ان اخفى شيئا منها يكون ظالما غاشا

ہرگز کوئی اور بات چہپی ہوئی چھپاوی بلکہ اوسپر یہہ واجب ہی کہ اوسکی تمام عیب چھپی اور ظاہر بیان کردی کیونکہ اگر کوئی عیب اوسمیں سی چھپا دیگا تو ظالم اور خائن ٹہریگا

تاركا للنصح والغش حرام والنصح واجب ومهما اظهر احسن وجهي الثوب واخفى الوجه الاخر يكون غاشا وكذلك

خیر خواہ نہوگا اور خیانت کرنی حرام ہی اور خیر خواہی واجب اور اگر تہان کا اچھا پلا دکہلادی اور دوسرا پلا چھپا لیوی تو خائن ہوتا ہی اور ایسی

اذا عرض احسن فردي الخف او النعل وامثاله وكذلك اذا عرض المتاع في موضع مظلم والحاصل ان الغش

اگر موزہ کا اچھا فرد پیش کردی اور جوتی کی اچھی پرانی اور مانند اسکی اور ایسی ہی اگر اسباب کو اندہیری میں سامنی کری حاصل یہہ ہی کہ دغا

حرام في البيوع والصنائع جميعا فلا ينبغي للصانع ان يتهاون بعمله على وجه لو عامله به غيره لا يرتضيه بل ينبغي له
تمام بیوع اور صناعت میں حرام ہی　سو کاریگر کو نہیں چاہیے کہ اپنے کام میں ایسی سستی کرے کہ اگر کوئی اور اوسکے ساتھ ویسا معاملہ کرے تو کبھی پسند نکرے بلکہ لازم یہہ ہی
ان يحسن الصنعة ويحكمها وان وقع فيها عيب يبين عيبها وبه يتخلص من الغش الحرام ومن كونه ظالما لانما
کہ اپنا کام بہت درست اور مضبوط بناوے اور اگر اتفاق عیب دار ہو جاوے تو عیب بیان کردے جس میں دغا سے جو حرام ہی اور ظلم کرنے سے بچ جاتا ہی
ومن هذا القبيل ما روي عن امام احمد انه سئل عن الرفو بحيث لا يتبين فقال لا يجوز لمن يبيعه ويخفيه و
اور اسی قسم کی امام احمد سے یہہ روایت ہی کہ اون سے کسی نے　ایسی رفو کا مسئلہ پوچھا کہ ہرگز معلوم نہو پس جواب دیا بیچنے والے کو جایز نہیں ہی کہ کپڑا بیچدے اور رفو چھپاوے
انما يحل اذا علم انه يظهره ولا يخفيه او لا يريد بيعه ويدل على تحريم الغش انه عليه السلام مر برجل يبيع الطعام
اور حلال جب ہوتا ہی کہ معلوم ہو جاوے کہ یہہ بیان کردیگا چھپاویگا نہیں یا بیچیگا نہیں اور دغا کی حرمت پر یہہ روایت دلیل ہی کہ نبی علیہ السلام ایک شخص کی پاس گئی کہ وہ گیہوں بیچتا تہا
فاعجبه فادخل يده فنالت اصابعه بللا فقال ما هذا يا صاحب الطعام فقال اصابته السماء يا رسول
سو آپکو پسند آئی پہر آپ نے اوسکی اندر ہاتہہ ڈالا تو اونگلیاں بہیگ گئیں فرمایا یہہ کیا ای گیہوں والی　عرض کیا یا رسول اللہ مینہہ برس پڑ گئیں ہیں
الله فقال النبي صلى الله عليه وسلم هلا جعلته فوق الطعام حتى يراه الناس من غشنا فليس منا ويدل
پہر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا　اسکو اوپر کی طرح کیوں نکر دیا　تاکہ اسکو سب لوگ دیکہتے　جو کوئی ہمکو دغا دیوی سو ہم میں سی نہیں اور خیر خواہی
على وجوب النصح باظهار العيوب انه عليه السلام لما بايع جريرا على الاسلام واراد ان ينصرف جذبه و
کی وجوب پر عیوب کی اظہار سی یہہ دلیل ہی کہ نبی علیہ السلام نے　جب جریر سی اسلام پر بیعت لی　اور اوسنے روانگی کا ارادہ کیا تو نبی نے اوسکو کہینچکر
اشترط عليه النصح لكل مسلم وكان جرير اذا قام الى السلعة ليبيعها بصر عيوبها ثم يخيره ويقول له
یہہ شرط کی کہ مسلمانوں کی خیر خواہی کرتے رہنا اور جریر کا یہہ حال تہا جب اسباب بیچنے کہڑا ہوتا تو اوسکا عیب دکہا دیتا اور خریدار کو مختار کر دیتا پہر خریدار سے یہہ کہدیتا
ان شئت فخذ وان شئت فاترك وكان واثلة بن الاسقع واقفا فباع رجل ناقة له بثلثمائة درهم وغفل
چاہو لو　اور چاہو مت لو　اور واثلہ بن الاسقع　کہڑے تہے　کہ ایک شخص نے اپنی اونٹنی تین سو درہم کو بیچڈالی اور واثلہ کو خبر نہو
واثلة وذهب المشتري بالناقة فسعى وراءه وصاح به قال يا هذا اشتريتها للظهر او اللحم فقال بل للظهر فقال ان
خریدار اونٹنی لیکر چلتا ہوا　پہر واثلہ نے پیچہے سے دوڑ کر پکار کر کہا　ای شخص یہہ اونٹنی تو نے سواری کی لئی لی ہی یا ذبح کرنیکو جواب دیا سواری کی واسطی پہر واثلہ نے کہا
بخفها نقبا قد رأيته وانها لا تتابع السير فعاد فردها فنقصه البائع مائة درهم وقال لواثلة رحمك الله قد
اسکی تلوی میں زخم　ہی میں نے دیکہا ہی پہر چل نہیں سکیگی بس وہ پہر کر پہیر لے گیا پہر بایع نے سو درہم قیمت کی کم کردئی　اور واثلہ سے کہا　اللہ تجہپر رحم کری تو نے
افسدت علي بيعي فقال والله انا بايعنا رسول الله صلعم على النصح لكل مسلم وسمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم
میری بیع بگاڑ دی　واثلہ نے کہا ہمنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہر مسلم کی خیر خواہی پر بیعت کی ہی اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہی
يقول لا يحل لاحد ان يبيع بيعا الا بين ما فيه ولا لمن يعلم ذلك الا تبيينه وقد تبين من هذا انهم قد فهموا النصح
کہ فرماتے تہے حلال نہیں ہی کسیکو کہ کوئی شئی بیچے مگر بیان کردے جو اوسمیں ہی اور عیب کی جاننے والے کو حلال نہیں ہی مگر کہ بیان کردے اور بیشک اس سے ظاہر ہوا کہ وہ لوگ یہہ سمجہے ہیں کہ
من الشروط الداخلة تحت بيعتهم له عليه السلام على الاسلام وهو ان لا يرضى لاخيه المسلم الا ما يرضى لنفسه
وہ شرط ہی کہ اونکی بیعت اسلام میں داخل ہی کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوئی　اور نصح یہہ ہی کہ پسند نکرے اپنے برادر مسلم کیواسطے مگر وہ بات جو اپنے لئی پسند کرتا ہی
وهذا امر يشق على اكثر الخلق ولن يتيسر على احد الا بان يعتقد امرين احدهما ان تلبيسه العيوب و
اور یہہ بات کثر خلق پر دشوار گذرتی ہی اور بدون اعتقاد دو بات کی کسیکو میسر نہیں ہو سکتی　ایک تو یہہ کہ عیوب کو چہپانا　اور
ترويجه السلع لا يزيد في رزقه بل يمحقه ويذهب بركته وما يجمعه من متفرقات التلبيس يهلكه الله تعالى
اسباب کو رواج دینا رزق نہیں بڑہاتا بلکہ اوسکو نیست نابود کردیتا ہی اور برکت کہو دیتا ہی اور جو مال طرح طرح کی ملمع سازی سے جمع کرتا ہی وہ اوسکو اللہ تعالی ہلاک کرتا ہی

دفعة واحدة اما بالاحراق او بالاغراق او باخذ اللصوص والظلمة او الكفرة والثاني ان يعلم ان ربح الاخرة خير
تلف کر دیتا ہی یا جلا دیتا ہی یا ڈبو دیتا ہی یا چور لیجاتی ہیں یا ظالم اور کفار چھین لیتی ہیں اور دوسرا یہ یقین کری کہ آخرت کا فائدہ

من ربح الدنيا وان فوائد اموال الدنيا ينقضي بانقضاء العمر ويبقى مظالمها واوزارها فكيف يختار العاقل ان يستبدل
دنیا کی فائدہ سی بہتر ہی اور مال کی دنیاوی فائدی جب عمر ہو چکتی ہی سب ہو چکتی ہیں اور اسکا وبال اور بوجھ سر پر رہ جاتا ہی پہر عاقل آدمی کو کیسے آتا ہی کہ ادنی چیز کو

الذي هو ادنى بالذي هو خير فان قيل مما وجب على التجار ان يذكر عيوب متاعه لايتم له المعاملة فما الطريق فيها
اعلی شی سی بدل لیوی اگر کوئی کہی جب بیچنی والی پر یہ واجب ہوا کہ مبیع کی عیب کہدیا کری تو معاملہ کبھی پورا نہوگا پہر اسمیں کونسی راہ ہی

فالجواب انه اذا التزم ان لايشتري الا الجيد بحيث لو امسك لنفسه يرتضيه فانه اذا باعه وقنع بربح يسير
تو جواب یہہ ہی کہ تاجر جب یہہ عہد کر لی کہ سوای عمدہ شی کی مول نلیا کری ایسی کہ اپنی لئی اگر بچا رکھی تو مقبول و پسندیدہ ہو دی سو تاجر جب اسکو بیچی اور تھوڑی سی نفع پر قناعت

يبارك له فيه لايحتاج الى تلبيس فمن تعود هذا لايشتري المعيب فان وقع في يده نادرا يذكر عيبه ويقنع
کری تو اوسمیں برکت ہوویگی دغا فریب کی کچھ حاجت نہیں ہی پہر جسکی یہہ عادت ہو جاویگی تو عیب دار چیز مول نلیگا پہر اگر اتفاقا عیب دار اوسکی ہاتھ آجاوی تو اوسکی عیب ظاہر

بقيمته وانما يتعذر هذا على التجار لانهم لايقنعون بربح يسير بل يطلبون ربح كثير ولايحصل ذلك الا بتلبيس
کر دی اور اوسکی قیمت ہی پر قناعت کری اور یہہ بات تجار پر اسلئی دشوار گذرتی ہی کہ وہ تھوڑی نفع پر قناعت نہیں کرتی بلکہ بڑی فائدہ کی طالب ہوتی ہیں یہہ جب ہی آتا ہی

وامامن يقنع بربح يسير فيسهل له ذلك وقد حكي عن السلف الصالح كثير من ذلك من جملتها ان ابن سيرين باع
اور جو تھوڑی نفع پر قناعت کرتا ہی اوسپر آسان ہی اور متقدمین صلحاء کی ایسی باتیں بہت مشہور ہیں اونمیں سی ایک یہہ ہی کہ ابن سیرین نی ایک بکری

شاة وقال للمشتري ابين لك ما فيها من العيب انها تقلب العلف برجلها وباع الحسن بن صالح جارية وقال
بیچی اور خریدار سی کہا میں اسکا عیب تجھسی بیان کر دوں یہہ بکری گہاس کو پاؤں سی روند کر خراب کر دیتی ہی اور حسن بن صالح نی لونڈی بیچی اور

للمشتري انها تنخمت عندنا مرة دما وهكذا ينبغي ان يكون اهل الدين فمن لايقدر عليه فليترك المعاملة او
خریدار سی کہا کہ ایک بار ہمارے پاس ایک دفعہ ہو کا لہو تھوکا اور دیندار کو ایسا ہی ہونا جسسی اتنا نہو سکی تو وہ معاملہ چھوڑ دی یا

ليوطن نفسه على عذاب النار والثالث ان لايجوز في المقدار وذلك بتعديل المكيال والميزان والاحتياط فيهما
دوزخ کی عذاب کو اپنا گھر بنا دی اور تیسری یہہ کہ مقدار میں کمی بیشی نکری یہہ ہر پیمانہ اور ترازو کی درستی سی ہوتا ہی اور دونوں میں احتیاط سی

اذ قال الله تعالى ويل للمطففين الذين اذا اكتالوا على الناس يستوفون واذا كالوهم او وزنوهم يخسرون ولا
کیونکہ اللہ تعالی فرماتا ہی خرابی ہی گھٹانی والوں کی وہ کہ جب ماپ لیں لوگوں سی پورا بھر لیں اور جب ماپ دیں اونکو یا تول دیں تو گھٹا کر دیں

مخلص من هذا الا بان يزيد اذا اعطى وينقص اذا اخذ لان العدل الحقيقي قلما يتصور فان من يستقصي في
اسکا بچاؤ جب ہی کہ دیتی ہوئی کچھ بڑھا دیوی اور لیتی ہوئی کچھ کم لی اسلئی کہ ٹھیک پورا پورا بہت کم ہوتا ہی بیشک جو شخص اپنا حق خوب پورا لیوی

اخذ حقه بكماله يوشك ان يتعداه ولذلك لما اشترى رسول الله صلى الله عليه وسلم شيئا قال للذي يزن
تو عجب نہیں کہ حق سی بڑھ جاوی اسیلئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کوئی شی خریدتی تو ثمن ادا کرنیوالی سی فرماتی

الثمن زن وارجح وكان بعض السلف يقول لا اشتري الويل بحبة وكان اذا اخذ نقص حبة واذا اعطى زاد حبة
ثمن تول دی اور کچھ زیادہ دی اور بعضی متقدمین کہا کرتی تھی ہم ویل کو بعوض دانہ کی نہیں خریدتی پہر اگر کچھ آپ لیتی تو بمقدار دانہ کی کم لیتی اور اگر اور کو دیتی تو بمقدار

وكان يقول ثمن يبيع بحبة جنة عرضها السموات والارض فكل من خلط بالبر ترابا او تبنا ثم كاله يكون
اور کہتی افسوس ہی جو جنت کو بعوض دانہ کی دیدی جسکا پہیلاؤ ہی آسمان اور زمین پس جو شخص گیہوں میں مٹی یا بہس ملا کر ماپ دیوی تو وہ

من المطففين في الكيل وكل قصاب وزن مع اللحم عظما او شيئا لم يجر به العادة يكون من المطففين في الوزن
پیمانہ کا گھٹانیوالا ہی اور جو قصائی گوشت کی ساتھ ہڈی یا اور کچھ خلاف رسم جیسی اوجھڑی تولدی تو وہ وزن کا گھٹانیوالا ہی

وقس على هذا سائر التقديرات حتى في الذراع الذي يتعاطاه البزاز فانه في وقت الذرع ان ارسل الثوب ولم يمده
اور اسی پر تمام تقدیرات یعنی اندازہ کی چیزیں قیاس کر لو یہاں تک کہ گز گت جس سی بزاز لین دین کرتا ہی یعنی بیشک بزاز گز کرتی ہوئی اگر کپڑا ڈھیلا کر دی اور

اذا اشتراه ومده ولم يرسله اذا باعه فكل ذلك يكون من التطفيف الذي يعرض صاحبه للويل والرابع ان يصدق
جب آپ خریدی اور کھینچی اور ڈھیلا نکری جب بیچی تو یہہ سب وہ ہی تطفیف ہی جس سی ویل میں آویگا اور چوتھی ہی ہے کہ بھاؤ کو سچ سچ

في سعر الوقت اذ لا يجوز لاحد ان يلبس على البايع او المشتري سعر الوقت ويغتنم الفرصة ويخفي عن البايع غلاء السعر
کہا کری اسلئے کہ کسیکو یہہ جایز نہیں ہی کہ بایع سی یا خریدار سی بھاؤ وقت کا چھپا لیوی اور فرصت کو غنیمت سمجھکر بایع سی بھاؤ کی گرانی

او عن المشتري انحطاطه فان من يفعل هذا يكون من الظالمين التاركين للنصح الواجب وقد امر الله تعالى بالعدل و
یا خریدار سی ارزانی پوشیدہ کرلی بیشک جو ایسا کریگا وہ ظالم ہی نصح واجب کا تارک اور بیشک اللہ تعالی کا حکم ہی واسطی عدل اور

الاحسان جميعا قال ان الله يامر بالعدل والاحسان والعدل سبب للنجاة فقط وهو يجري مجرى سلامة راس
احسان کی ساتھ یہہ فرماتا ہی بیشک اللہ تعالی حکم کرتا ہی انصاف کو اور بھلائی کو اور عدل سبب نجات کا ہوتا ہی فقط اور وہ قائم ہی مقام سلامت رہنی اصل

المال والاحسان سبب الفوز ونيل السعادة وهو يجري مجرى الربح فكما لا يعد من العقلاء من يقنع في معاملات
مال کی اور احسان سبب مراد پانی اور حصول سعادت کا ہی اور قائم ہی مقام منفعت کی پھر جیسی کہ عاقل نہیں شمار کیا جاتا جو شخص معاملات دنیا میں

الدنيا براس ماله كذلك في معاملة الآخرة فلا ينبغي للمؤمن ان يقتصر على العدل ويدع باب الاحسان مع انه تعالى
اپنی اصل مال پر قناعت کرتا ہی ایسی ہی معاملات آخرت میں سو مؤمن کو لائق نہیں ہی کہ صرف عدل پر اکتفا کر کر احسان کا باب بند کردی باوجودیکہ اللہ تعالی

قال واحسن كما احسن الله اليك وقال في اية اخرى ان رحمت الله قريب من المحسنين والمراد من الاحسان فيما
فرماتا ہی اور بھلائی کر جیسی بھلائی کی اللہ نی تجھسی اور ایک اور آیت میں فرماتا ہی بیشک مہر اللہ کی نزدیک ہی نیکی والوں سی اور احسان سی مراد یہاں یہہ ہی

نحن فيه ما ينتفع به في المعاملة وهو غير واجب بل هو تفضل وانما الواجب العدل وترك الظلم وينال العامل رتبة الاحسان
کہ معاملہ میں جس بات سی منفعت ہو اگرچہ وہ واجب نہیں بلکہ جو بات ہی واجب صرف عدل ہی اور ظلم کا نکرنا اور احسان کا درجہ پاتا ہی

بواحد من ستة امور الاول في الغبن فينبغي له ان لا يغبن صاحبه بما لا يتغابن به في العادة حتى لو بذل المشتري
جو کوئی ان چھ امور میں سی کوئی سا عمل میں لاوی پہلی غبن میں تو لازم ہی کہ مالک کو اسا نقصان نہ دیوی کہ عادت کی موافق وہ سامنہ نہ ہوں یہاں تک کہ اگر مشتری

زيادة على الربح المعتاد لشدة حاجته ينبغي للبائع ان يمتنع عن قبوله لان اخذ الزيادة اذا لم يكن فيه تلبيس
بسی ضرورت کا مارا فایدہ مروج سی زیادہ دینی لگی تو بایع کو چاہئی کہ نہ لیوی اس لئے کہ بڑھتی لینی میں اگرچہ دغابازی کی ہو وی

وان لم يكن ظلما لكنه ترك للاحسان مع ان من يقنع بربح قليل يكثر معاملاته ويستفيد من تكررها ربحا
اگرچہ ظلم نہیں ہی پر احسان ترک ہوتا ہی باوجودیکہ جو کوئی تھوڑی نفع پر قناعت کرتا ہی تو اسکی بکری بہت ہوتی لگتی ہی اور اسطرح کی بکری میں بہت فایدہ ہو

كثيرا وبه يظهر البركة والثاني في احتمال الغبن فان من يشتري طعاما او متاعا من فقير ويحتمل الغبن ويتساهل
رہتا ہی اور اسیمیں برکت ہوتی ہی اور دوسری نقصان اوٹھانی میں بیشک جو شخص غلہ یا اور مال فقیر سی خریدی اور نقصان اوٹھالی اور آسانی کرکر

فيه فانه يكون محسنا داخلا في قوله عليه السلام رحم الله امرأ سهل البيع والشراء واما من يشتري من غني
تو وہ محسن ہوتا ہی اس روایت میں داخل کہ رحم کری اللہ اوسپر جو آسان کری بیع اور شرا کو اور جو شخص غنی سی سودا کرکر خریدی

تاجر يطلب زيادة على الربح المعتاد فاحتمال الغبن منه ليس بمحمود بل هو تضييع المال من غير فائدة في الدنيا
جو فایدہ مروج سی زیادہ طلب کرتا ہو پس ایسی موقع پر نقصان اوٹھانا قابل تعریف کی نہیں ہی بلکہ بی فایدہ مال کا ضایع کرنا ہی نہ فایدہ دنیا کا نہ آخرت کا

والآخرة وقد ورد في الحديث ان المغبون لا محمود ولا ماجور والكمال ان لا تغبن ولا تغبن وقد كان جماعة السلف
اور بیشک حدیث میں آتا ہی کہ مغبون کی نہ تعریف ہی نہ ثواب کمال کی بات یہہ ہی کہ نہ کسیکو نقصان دی اور نہ آپ نقصان اوٹھاوی اور عمدہ لوگ

يستقصون في الشراء ثم يهبون كثيرا من المال وقيل لبعضهم تستقصي في شرائك على اليسير ثم تهب الكثير
خریدنے میں خوب پورا حق لیا کرتے تھے پھر اکثر مال عطا کرتے تھے کسی نے کسی سے پوچھا خریدنے کے وقت تھوڑی چیز کو خوب پورا کرتے ہو پھر اکثر بخش دیتے ہو

فلا تبالي فقال لان الواهب يعطي فضله والمغبون يضيع عقله والثالث في استيفاء الثمن وسائر الديون
تو کچھ پروا نہیں کرتے جواب دیا بخشنے والا اپنا فضل عطا کرتا ہے اور مغبون اپنی عقل ضائع کرتا ہے اور تیسری قسم ثمن اور قرض پورا لینے میں

والاحسان فيه يكون تارة بالمسامحة وتارة بالامهال والتاخير وتارة بالمساهلة في طلب جودة النقد وكل
اسمیں احسان کبھی تو درگذر کرنے میں ہے اور کبھی دیر لگا اور مہلت کرنیمیں اور کبھی سہولت کرنی میں کھرا روپیہ لینے میں اور یہ تمام امور

ذلك مندوب اليه محثوث عليه لقوله عليه السلام رحم الله امرأ سهل البيع سهل القضاء سهل الاقتضاء
محبوب اور مرغوب ہیں دلیل اس حدیث کی رحم کرے اللہ اوس شخص پر جو آسانی برتے بیع میں آسانی برتے ادا میں آسانی برتے تقاضے میں

فينبغي له ان يغتنم دعاء رسول الله صلى الله عليه وسلم وفي حديث آخر انه عليه السلام قال اسمح يسمح لك
اوسکو چاہیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کو غنیمت سمجھے اور ایک اور حدیث میں ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا درگذر کر درگذر ہوگی تجھسے

وفي حديث انه عليه السلام قال من انظر معسرا او ترك له حاسبه الله حسابا يسيرا وفي لفظ آخر اظله
اور ایک حدیث میں ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا جس نے مہلت دی مفلس کو یا اوسکو معاف کیا تو اوس سے اللہ تعالی آسانی سے حساب لیگا اور ایک روایت میں ہے کہ

الله تحت ظل عرشه يوم لا ظل الا ظله فهذه طرف التجارات في السلف وقد اندرست فمن قام بها في هذا
اللہ تعالی اپنے عرش کا سایہ دیگا جس روز کہ سوا اوسکے کوئی سایہ نہ ہوگا سلف میں تجارات کا یہی طریقہ تھا جو اب پرانا ہوگیا جو شخص اس زمانہ میں

الزمان يكون ممن احيى هذه السنة ويرجى له من فضل الله تعالى مزيد الرحمة

المجلس السبعون

اوسکو پھر قائم کرے تو اوس نے یہ سنت زندہ کی اسکو فضل الٰہی سے رحمت کی بڑی امید ہے ستروین مجلس میں

في بيان حرمة الاحتكار وسائر ما يتعلق به من الاحكام الشرعية قال رسول الله
بیان احتکار کی حرمت کا اور تمام احکام شرعی جو اس سے متعلق ہیں رسول اللہ

صلى الله عليه وسلم من احتكر فهو خاطئ هذا الحديث من صحاح المصابيح رواه معمر بن عبد الله ومعناه
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے احتکار کیا پس وہ خطاوار ہے یہ حدیث مصابیح کی صحیح حدیثوں میں سے ہے معمر بن عبد اللہ کی روایت سے اسکی

ان من يجمع الطعام الذي يجلب الى البلد ويحبسه ليبيعه وقت الغلاء فهو آثم لتعلق حق العامة به و
جو شخص غلہ جمع کرلے جو کہ شہر کی طرف رسد آتی ہے اور اوسکو روک رکھے اسلیے کہ گران کرکے بیچے تو وہ گنہگار ہے کیونکہ اوسمیں سب عوام کا حق ہے اور

هو بالحبس والامتناع عن البيع يريد ابطال حقهم وتضييق الامر عليهم وهو ظلم عام وصاحبه ملعون لما
محتکر اوسکو روک کر بیچنے سے انکا حق باطل اور اونکا حال تنگ کیا چاہتا ہے اور یہ ظلم عام ہے اور ایسا شخص ملعون ہے کیونکہ

روي انه عليه السلام قال الجالب مرزوق والمحتكر ملعون فانه عليه السلام بين في هذا الحديث ان التاجر
روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا غلہ لانیوالا رزق دیا جاتا ہے اور محتکر پر لعنت ہے بیشک نبی علیہ السلام نے اس حدیث میں فرمایا کہ جو شخص

يجلب الامتعة والاقوات ليبيعها لتحصيل الربح يحصل له الربح ولا اثم عليه لان الناس ينتفعون به فيناله بركة
اسباب اور قوت لا کر واسطے تحصیل فائدہ کی بیچتا ہے تو اوسکو نفع ہوتا ہے اور کچھ اوسپر گناہ نہیں ہے اسلیے کہ سب خلقت اوس سے فائدہ لیتی ہے

دعائهم والذي يشتري الطعام الذي يجيء الى البلد ويحبسه ليبيعه وقت الغلاء فهو ملعون بعيد عن رحمة
بسبب ہے اونکی دعا سے فائدہ ہوتا ہے اور جو شخص تمام غلہ شہر کی رسد کا خرید کر روک رکھتا ہے تاکہ مہنگا کرکے بیچے سو وہ ملعون ہے اور اللہ کی رحمت سے دور

الله تعالى ولا يحصل له البركة فان دام في ذلك الفعل فاذا رفع امره الى القاضي يامره القاضي ببيع ما يفضل
ہوتا ہے اور اوسکو کبھی برکت نہیں ہوتی جبتک یہ کام کرتا رہے پھر اگر اوسکی فریاد قاضی تک جاوے تو اوسکو قاضی حکم دے کہ غلہ جو اوسکی حاجت سے زیادہ ہو

من قوته وقوت عياله على السعة بمثل القيمة بان يقول له بعه كما يبيع الناس ولا يسعر لقوله عليه السلام
عیال کی فراغت کی ساتھ کہانی سی بڑہی ہمت برابر سی بیچنی کا حکم دی اسطور کہدی کہ اسکو بیچڈال جیسی لوگ بیچتی ہیں اور بہاؤ نہ ٹہرادی بدلیل اس حدیث کی

لا تسعروا فان الله هو المسعر القابض الباسط الرازق وفي هذا الحديث مبالغة في النهي عن التسعير
نرخ مت ٹہراؤ بیشک بہاؤ وہی مقرر کرتا ہی جو تنگ کرتا ہی اور فراخ اور روزی دیتا ہی اور اس حدیث میں بہاؤ ٹہرانی کی بڑی ممانعت ہی

اذ بين فيه ان التسعير مما يتولاه الله تعالى بنفسه ولم يكله الى غيره من عباده فليس لهم ان يتكلفوا فيه
اسلئے کہ اسمیں یہہ بیان ہی کہ بہاؤ کا متولی اللہ تعالی بذات خود ہی اسکو کسی اور پر اپنی بندوں میں سی حوالہ نہیں کیا سو انکو نہیں چاہئی کہ اسمیں تکلف کریں

وان فعلوا لا يحصل لهم الا الضيق وشدة عقوبة لهم على معارضتهم له تعالى في قضاياه فعلى هذا ينبغي للقاضي
اور اگر کرینگی تو اونکی لئی بجز تنگی اور سختی عذاب کی کچھ نہوگا کیونکہ مقابلہ کرتی ہیں احکام الٰہی میں اس بنا کی موافق قاضی کو چاہئی

ان لا يتعرض لحقه الا اذا كان فيه ضرر للعامة بان يتعدى ارباب الاموال عن قيمتها تعديا فاحشا بان
کہ اوسکی حق میں دخل نہ دیوی ہاں اگر عوام کا ضرر ہوتا ہو اسطور کہ مال والی اوسکی قیمت میں تعدی فاحش کرتی ہوں

يبيعوها بضعف قيمتها فح يسعر القاضي بمشورة اهل الرأي والبصيرة صيانة لحقوق الناس ثم ان من
کہ دوچند قیمت کو بیچنی لگیں تب اسوقت قاضی اہل رائی اور بصیرت کی صلاح سی عوام کا حق بچانیکی لئی بہاؤ مقرر کردی پہر اگر کسینی

باع منهم بما قدره القاضي وان صح بيعه لكونه غير مكره على البيع لكن ان كان اذا نقص يخاف ان يعزره
اون میں سی قاضی کی بہاؤ پر بیچا اگرچہ بیع جایز ہی کیونکہ بیع پر زبردستی نہیں ہوئی تہی لیکن اگر ایسا حال ہو کہ اگر وہ بہاؤ سی کم کری تو خوف قاضی کی

القاضي لا يحل للمشتري ما باعه البائع لانه في معنى المكره فيلزم للمشتري ان يقول له عند الشراء بعني ما تحب
مار کا ہی تو مشتری کو بائع کا بیچا ہوا حلال نہیں ہی کیونکہ یہہ بہی گویا زبردستی کی بیع ہی پس مشتری کو یوں چاہئی کہ خریدنی وقت یہہ لفظ کہدی میری ہاتھ

فح باي شيء تبيعه يحل فعلى هذا يلزم للقاضي اذا رفع اليه امر المحتكر ان لا يعجل بالعقوبة ولا التسعير بل ينهاه
اپنی مرضی کی موافق بیچدی اسوقت جسی کو بیچیگا حلال ہو جائیگا اسطور پر قاضی کو لازم ہی کہ جب اوسکی پاس محتکر کی فریاد آوی تو عقوبت میں جلدی نہ کری اور نہ بہاؤ مقرر کری

عن الاحتكار ويزجره عنه ويامره بالبيع وان لم يمتثل يعظه ويهدده وان امتنع ولو يبع يحبسه ويعزره
منع اور ملامت کردی اور کہدی کہ بیچڈال اور اگر نہ مانی تو سمجہاوی اور دہمکاوی اور اگر پہر بہی نہ مانی اور نہ بیچی تو اوسکو قید کری اور تعزیر دی

حتى يمتنع عن سوء عمله لانه بارتكاب ما لا يحل له استحق العقوبة وليس فيه حد مقدر فيعزر دفعا للضرر
یہاں تک کہ اپنی فعل قبیح سی باز آوی کیونکہ ممنوع بات اختیار کرکر عقوبت کا سزاوار ہوگیا ہی اور اسمین کوئی حد تو مقرر نہیں ہی لاچار واسطی دفع ضرر عوام کی تعزیر

عن الناس بل الصحيح انه ان امتنع عن البيع يبيعه القاضي اتفاقا وهذا فيما يضر حبسه عند الحاجة اليه
دیا جاوی بلکہ صحیح یہہ ہی کہ اگر وہ آپ نہ بیچی تو سب فقہا کی نزدیک قاضی بیچ ڈالی یہہ حکم اوس مبیع کا ہی جسکا بند کر رکہنا حاجت کی وقت ضرر کرتا ہی

مما هو قوت البشر والبهائم كالبر والشعير والتمر والتبن والزبيب وقال ابو يوسف كل ما يضر بالناس حبسه سواء
جیسی قوت آدمیوں کا اور چارپایوں کا جیسی گیہوں اور جو اور چھوارا اور بہوسا اور منقی اور امام ابو یوسف کہتی ہیں جس چیز کا روک رکہنا عوام کو ضرر کری برابر ہی

كان ماكولا وغير ماكول فهو احتكار لا يجوز حبسه وان كان ثوبا او ذهبا او فضة ومدة الحبس قيل اربعون
کہ خوردنی ہو یا نہ خوردنی وہ سب احتکار ہوتا ہی اوسکا روکنا جائز نہیں ہی اگرچہ کپڑا ہو یا سونا یا چاندی اور مدت روک رکہنی کی یعنی احتکار کی کوئی کہتا ہی

يوما لما روي انه عليه السلام قال من احتكر اربعين يوما فقد برئ من الله وبرئ الله منه وفي حديث
چالیس دن ہیں کیونکہ روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا جسنی احتکار کیا چالیس دن بیشک بیزار ہوا اللہ سی اور اللہ بیزار ہوا اوس سی اور ایک اور حدیث میں ہی

اخر انه عليه السلام قال من احتكر اربعين يوما ثم تصدق به لم تكن صدقته كفارة لاحتكاره وقيل شهر
کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا جسنی چالیس روز احتکار کیا پہر اوسی وہ شی صدقہ کردی تو یہہ صدقہ کفارہ احتکار کا نہیں ہو سکتا اور کوئی کہتا ہی کہ مہینہ ہی

وهذا في حق المعاقبة في الدنيا واما الاثم فهو حاصل وان قلت المدة ومن حبس غلة ارضه لا يكون محتكرا لانه
اور یہ مدت واسطی سزا دنیاوی کی ہی اور لیکن گناہ وہ ہر صورت ہوتا ہی اگرچہ مدت کم ہو اور جس شخص نی اپنی زمین کا غلہ جمع کر رکھا تو محتکر نہیں ہوتا اسواسطی

خالص حقه لم يتعلق به حق العامة لكن لو كان للناس اليه حاجة فالافضل له ان يبيعه ولو امتنع عن
کہ یہ اوسکا خالص حق ہی اس سی حق عوام کا متعلق نہیں ہی لیکن اگر عوام کو اوسکی حاجت ہووی تو بہتر افضل یہی ہی کہ بیچ ڈالی اور اگر بیچی

البيع يكون مسيئا لسوء نيته وقلة شفقته على المسلمين واما ما جلبه من بلد اخر ففيه اختلاف والاحتياط
تو برا کرتا ہی کیونکہ اوسکی نیت بری اور مسلمانون پر شفقت نہیں ہی اور جو غلہ وغیرہ بہر کر اور شہر سی لاوی سو اوسمین اختلاف ہی احتیاط اسمین ہی

في بيعه بسعر يومه حتى ينال الثواب الموعود بقوله عليه السلام من جلب طعاما فباعه بسعر يومه فكانما
کہ اوسی روز کی بہاؤ سی بیچ ڈالی تاکہ وہ ثواب پاوی جسکا اس حدیث میں وعدہ ہی جو شہر میں لاوی اور اوسی روز کی بہاؤ سی بیچ ڈالی تو گویا

تصدق به وفي لفظ اخر فكانما اعتق رقبة وقد حكي عن بعض السلف انه كان بواسط فجهز سفينة حنطة
اوسنی وہ تمام صدقہ کر دیا اور ایک اور روایت میں ہی گویا اوسنی غلام آزاد کر دیا کسی بزرگ کی حکایت ہی کہ واسط میں تہا اوسنی ایک کشتی گیہون کی بصرہ کو روانہ کی

الى البصرة وكتب الى وكيله بع هذا الطعام يوم يدخل البصرة ولا تؤخره الى غد فوافق سعة في السعر فقال له
اور گماشتہ کو لکہہ بہیجا اس غلہ کو بصرہ میں پہونچتی ہی بیچ دینا اگلی دن تک نہ رکہنا پہر کشتی پہنچی تو بہاؤ ارزان ہو گیا تاجرون نی

التجار ان اخرته جمعة ربحت فيه اضعافه فاخره جمعة فربح امثاله فكتب الى صاحبه بذلك فكتب اليه صاحبه
کہا اگر جمعہ تک اسے تہام لو تو کئی گونہ فائدہ ہو جاوی اوسنی جمعہ تک تہام لیا تو چوگنا فائدہ ہوا اور مالک کو اوسکی خبر لکہہ بہیجی مالک نی گماشتہ کو پہر لکہا

يا هذا انا كنا قنعنا بربح يسير مع سلامة ديننا وانك قد خالفت فاذا وصل اليك كتابي هذا فخذ المال كله فتصدق
ای شخص ہمنی تو تہوڑی سی نفع پر دین کی سلامتی کی لئی قناعت کی تہی اور تونی اوسکی خلاف کیا اس خط کی پہنچتی ہی وہ سب مال بصرہ کی فقرا کو صدقہ دینا

به على فقراء البصرة لعلي انجو من اثم الاحتكار راسا براس فقد علم من هذا ان الاحتكار لا يخلو عن الكراهة
کاش کی مجہکو احتکار کی گناہ سی نجات ملی برابر برابر اس سی معلوم ہوتا ہی کہ احتکار کراہت سی خالی نہیں ہی

وان اتسعت الاطعمة وكثرت الاقوات واستغنى الناس عنها ولم يرغبوا فيها وذلك لان المحتكر ينتظر مبادي
اگرچہ غلہ بہت موجود ہو اور کہانا کثرت سی ملتا ہو اور عوام کو اوسکی پروا نہ ہو اور نہ اوسمین کچہ رغبت ہو اور یہ اسلئی کہ محتکر کو اسباب ضرر رسانی پر

الاضرار التي هي ارتفاع الاسعار وانتظار مبادي الاضرار محظور كانتظار عينه لكنه دونه والحاصل ان التجارة في
نظر رہتی ہی کہ وہ گران ہو جانا بہاؤ کا ہی اور اسباب ضرر پر نگاہ رکہنی ایسی ممنوع ہی جیسی نظر رکہنی عین ضرر پر گو وہ اس سی کم ہی حاصل یہ ہی کہ تجارت

الاطعمة والاقوات لطلب الربح مما لا يستحب بل ينبغي طلب الربح في شيء اخر وفي حكم الاحتكار على هذا التفصيل تلقي
غلہ وغیرہ قوت کی منفعت کی واسطی اچہی نہیں ہی بلکہ منفعت اور شی مین حاصل چاہئی اور احتکار ہی مین داخل ہی اسی تفصیل سی بڑہ کر

الجلب وهو بفتحتين ما يجلب من بلد الى بلد فانه اذا قرب الى البلد يكره استقباله واشتراؤه ثمه لتعلق حق
جا لینا جلب کا اور جلب جیم اور لام کی زبر سی بہرتی یعنی رسد ایک شہر سی دوسری شہر کی طرف سو وہ رسد جب شہر کی پاس آپہنچی تو پہر آگی بڑہ کر وہان جا خریدنا مکروہ ہی کیونکہ اوس سی

العامة به والمتلقي يريد ابطال حقهم وتضييق الامر عليهم وقد نهى النبي عليه السلام عن تلقي الجلب وقال لا تلقوا
عوام کا حق متعلق ہو جاتا ہی اور آگی بڑہ کی لینی والا اونکا حق باطل اور اونکو تنگ کیا چاہتا ہی اور بیشک نبی علیہ السلام نی تلقی جلب سی منع فرمایا ہی رسد کو آگی بڑہ کر

الجلب وفي حديث اخر انه عليه السلام قال لا تلقوا السلع حتى يهبط بها الى السوق وهذا اذا لم يلبس السعر على الواردين
لیکر خریدو اور ایک اور حدیث مین ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا مت جاؤ خرید اسباب کو جبتک بازار میں نہ اوتری اور یہ حکم جبہی کہ بہاؤ شہر والون کو معلوم ہو

واما اذا لبس عليهم السعر واشترى منهم متاعهم باقل من قيمته فيتعدد الكراهة ويتاكد الحرمة لان هذا الصنع
اور اگر اونکو بہاؤ معلوم نہو اور اونکی متاع اوسکی قیمت کم کر خرید لی تو کئی کراہت جمع ہونگی اور حرمت سخت ہو جاویگی اسلئی کہ یہ عمل

من الغش الحرام المضاد للنصح الواجب المفسر بان لا يرضى لاخيه ما لا يرضى لنفسه بل هو من الظلم لان كل ما يتضرر
غش خیانت حرام مین داخل ہی اور نصح واجب کی برخلاف جسکی یہہ تفسیر ہی پسند نکری اپنی بہائی کی واسطی جو اپنی واسطی پسند نکری بلکہ یہہ ظلم ہی اسواسطی کہ جسمین کسی
به المسلم فهو ظلم وانما العدل ان لا يضر احد لاخيه المسلم ولا يحب له الا ما يحب لنفسه لما روى انه عليه السلام
مسلم کا نقصان ہوتا ہو وہ سب ظلم ہی اور عدل وہ ہی کہ کوئی اپنی برادر مسلم کو نقصان ندی اور پسند نکری اوسکی حق مین سوا اوسکی کہ پسند کری اپنی واسطی کیونکہ روایت ہی کہ نبی علیہ السلام
قال لا يؤمن احدكم حتى يحب لاخيه ما يحب لنفسه قال بعض العلماء من باع شيئا بدرهم فانه لو كان لا يشتريه
نی فرمایا مؤمن نہین ہوتا کوئی تم مین سی یہان تک کہ محبوب جانی واسطی اپنی بہائی کی جو محبوب رکہی واسطی اپنی بعضی علما کہتی ہین جس شخص کو ئی شی ایک روپیہ کو بیچی اور اگر وہ شی اوسکی
الا بنصف درهم فهو يكون ممن ترك النصح المامور به ولم يحب لاخيه ما احب لنفسه وقد حكى ان يونس بن
ہوتی تو آپ آدہی سی زیادہ کو ہرگز نہ لیتا پس وہ شخص نصح مامور بہ کا تارک ہی اور دوست اپنی بہائی کی لئی وہ بات پسند نکی جو اپنی لئی پسند کرتا ہی حکایت کرتی ہین کہ یونس بن
عبيد الله انه كان عنده حلل مختلفة الاثمان قيمة بعضها اربعمائة وقيمة بعضها مائتان فذهب الى الصلوة
عبید اللہ کی پاس چادرین مختلف قیمت کی تہین کوئی چار سو کی تہی اور کوئی دو سو کی پہر یونس اپنی بہتیجی کو
وترك ابن اخيه في الدكان فجاء اعرابي وطلب حلة باربعمائة فعرض عليه من حلل المائتين فاستحسنها واشتراها
دکان مین بٹہا کر نماز کو چلا گیا پہر ایک اعرابی نی آکر چادر چار سو درہم کی مانگی اوس لڑکی نی دو سو والی اوسکی سامنی کردی اوسنی پسند کرکی چار سو کو خرید کر
منه باربعمائة وذهب فاستقبله يونس ورأى حلته في يده وعرفها فقال بكم اشتريتها فقال باربعمائة
چلا تو اوسکی سامنی سی یونس آگیا وہ چادر اوسکی ہاتہ مین دیکہہ کر پہچان لی پوچہا کتنی کو لی جواب دیا چار سو کو
فقال لا تساوي اكثر من مائتين فارجع حتى تردها قال هذه تساوي ببلدنا خمسمائة درهم وانا ارتضيها ولا
یونس نی کہا یہہ چادر دو سو سی زیادہ کی نہین ہی چل پہیر دی اوسنی جواب دیا یہہ چادر ہماری شہر مین پانسو روپیہ کی ہی مینی پسند کرلی ہی مین
اردها فقال له يونس انك وان رضيتها لكن النصح في الدين خير من الدنيا بما فيها فرده الى الدكان ورد عليه
نہین پہیرتا پہر یونس نی کہا اگرچہ تو نی پسند کرلی ہی لیکن دین کی خیر خواہی بہتر ہی دنیا اور مافیہا کی خیر خواہی سی پہر اوسکو دکان پر پہیر لایا اور سو روپیہ پہیر دئی
مائة درهم ثم توجه الى ابن اخيه وقال له اما خشيت الله تعالى حتى ربحت مثل الثمن وتركت النصح
پہر بہتیجی کی طرف متوجہ ہو کر کہا تجہکو خدا کا خوف نہ آیا کہ ثمن کی برابر تو نی نفع لیا اور مسلمانون کی خیر خواہی ترک کردی
للمسلمين فقال له ابن اخيه والله ما اخذها الا وهو راض بها قال فهلا رضيت له ما ترضى لنفسك وابلغ من
بہتیجی نی جواب دیا خدا کی قسم اوسنی تو خوب پسند کرکی لی تہی یونس نی کہا پہر تو نی اوسکی لئی وہ کیون نکیا جو اپنی لئی پسند کرتا ہی اور اس سی بڑہ کر
ذلك ما حكي عن رجل من التابعين انه كان بالبصرة وله غلام بالسوس يجهز اليه السكر فكتب اليه غلامه
ایک شخص تابعی کی حکایت ہی کہ وہ بصرہ مین تہا اور اوسکا غلام سوس مین تہا اوسکی پاس شکر بہیجا کرتا تہا پہر اوسکی غلام نی لکہا
ان قصب السكر قد اصابه آفة في هذه السنة فاشتر السكر فانه يربح كثيرا فاشترى من رجل سكرا كثيرا
کہ اس سال مین ایکہہ ماری گئی ہین شکر خرید لینا اسمین خوب نفع ہو دیگا سو اوسنی ایک شخص سی بہت سی شکر خرید لی
فلما جاء وقته باعه وربح فيه ثلثين الف درهم فانصرف الى بيته فتفكر ليلته فقال ربحت ثلثين الفا و
پہر جب وقت آیا تو وہ بیچی اور تیس ہزار درہم نفع ہوا پس وہ اپنی گہر چلا گیا پہر تمام شب دل مین سوچتا رہا کہ مینی تیس ہزار درہم نفع لیا اور
تركت نصح رجل من المسلمين فلما اصبح غدا اليه فدفع اليه ثلثين الفا فقال بارك الله لك فيها فقال و
خیر خواہی ایک مرد مسلمان کی ترک کی جب فجر ہوئی تو صبح دم اوسکی پاس جا کر تیس ہزار درہم اوسکو دیدئی اور کہا تیری لئی خدا اسمین برکت دی اوسنی کہا
من اين صارت هذه لي فقال اني كتمتك حقيقة الحال وكان السكر قد غلا في ذلك الوقت فقال رحمك
یہہ درہم میری کیونکر ہوگئی جواب دیا مینی تجہسی اصل حال چہپا لیا تہا شکر اوسوقت مہنگی ہوگئی تہی اوسنی کہا خدا تجہہ پر رحم کری

فلا علمتني الان وقد طبتها لك فرجع الى بيته فتفكر وقال ما نصحته لعله استحيى منه فتركها الى فبكر اليه
مجکو اب جتا دیا میں سمجھی کر حلال کی وہ پہر اپنی گہر چلا آیا پہر سوچ کر کہا یہہ خیر خواہی ہوئی شاید اوسنی شرم کی ماری مجکو دیدی ہون پہر صبح ہم اوسکی پاس
فقال عفاك الله خذ مالك فهو اطيب لقلبي فاخذ منه ثلثين الفا وعلم من هذا ان ليس لاحد ان
چلکر کہا خدا تجکو معاف کری اپنا مال لی میری دل کو یہہ ہی پسند آتا ہی پہر اوسکی تیس ہزار درہم لی لئی اس سی معلوم ہوتا ہی کہ کسیکو یون بچاہی
ينتهض الفرصة ويخفي من البايع غلاء السعر ومن المشتري انحطاطه فان من يفعل ذلك يكون ظالما
کہ فرصت کو غنیمت سمجہکر بایع سی گرانی بہاؤ کی اور خریدار سی ارزانی چہپا لیا کری بیشک جو ایسا عمل کریگا وہ ظالم اور خائن
غاشا تاركا للنصح الواجب فان المعاملة قد تجري على وجه يفتي المفتي بصحتها وانعقادها لكنها تشتمل على ظلم
اور نصح واجب کا تارک ہی کیونکہ معاملہ بعضی وقت ایسی طور سی ہہکت جاتا ہی کہ مفتی اوسکو درست اور منعقد بتادیوی پر اوسمین ایسا ظلم ہو جاتا ہی
يتعرض به العامل لسخط الله تعالى اذ ليس كل نهي مقتضيا لفساد العقد كالبيع عند الاذان الاول للجمعة فانه
کہ اوسکا کرنیوالا نشانہ غضب الٰہی کا ہو جاتا ہی اسلئی کہ ہر نہی تو عقد کو فاسد نہیں کردیتی جیسی بیع جمعہ کی روز پہلی اذان کی ہوتی ہوی یہہ بیع
وان كان جائزا لكنه مكروه لان فيه اخلالا بواجب السعي هذا اذا قعدا او وقفا فتبايعا اذ قد قال الله تعالى اذا
اگرچہ جایز ہی پر مکروہ ہی اسلئی کہ اسمین سعی واجب مین دیر ہوتی ہی یہہ اوس صورت مین کہ بایع اور مشتری بیٹہ جاوین یا کہڑی رہکر بیع کرین کیونکہ اللہ تعالی فرماتا ہی
نودي للصلوة من يوم الجمعة فاسعوا الى ذكر الله وذروا البيع واما اذا تبايعا حال مشيهما فلا كراهة فيه
جب اذان ہو نماز کی دن جمعہ کی تو دوڑو اللہ کی یاد کو اور چہوڑ دو بیچنا ہان اگر وہ دونو چلتی چلتی بیع کرلین تو اسمین کچہہ کراہت نہیں ہی
وكذا يكره النجش وهو ان يزيد في الثمن من لا يريد الشراء بعد ما بلغت السلعة قيمتها ليرغب غيره فيها وانما
اور ایسی ہی نجش مکروہ ہوتا ہی نجش یہہ ہی کہ قیمت مبیع کی ایسا شخص بڑہا دیوی جسکو خریداری منظور نہو حالانکہ وہ سودا اپنی قیمت پر آچکا ہو تاکہ غیر کو اسمین رغبت پیدا ہو اور
كره ذلك لانه تغرير للمسلم وظلم له مع انه عليه السلام نهى عن النجش وقال لا تناجشوا هذا اذا بلغت السلعة
مکروہ اسلئی ہی کہ اسمین ایک مسلم کی ساتہہ دہوکہ اور ظلم ہوتا ہی باوجودیکہ نبی علیہ السلام نی نجش سی منع فرمایا ہی کہ نجش مت کرو یہہ اس صورت مین کہ مبیع
قيمتها واما اذا لم تبلغ قيمتها وزاد في الثمن من لا يريد الشراء الى ان تبلغ السلعة تمام قيمتها لا يكره وكذا يكره
اپنی قیمت پر آچکی ہو اور اگر اپنی قیمت پر نہیں آئی اور کسی نی ثمن بدون ارادہ خریداری کی بڑہا دیا تاکہ مبیع کی قیمت پوری ہو جاوی تو مکروہ نہین ہی اور ایسا ہی مکروہ ہی
السوم على سوم غيره بعد رضائهما بثمن لقوله عليه السلام لا يسوم الرجل على سوم اخيه وهو نفي بصيغة
ثمن ٹہرانا ارادہ خرید کی دوسری کی خریداری پر جب کہ وہ دونو رضامند ہو چکی ہون اسلئی کہ نبی علیہ السلام کا ارشاد ہی اپنی بہائی کی خرید پر کوئی اپنی خرید کا ارادہ نکری اور
النفي فيكون ابلغ واما اذا لم يركن احدهما الى الآخر فلا باس للغير ان يساومه ويشتريه لانه بيع من يزيد ولا
لاسوم بہی بہ صورت نفی پس اسمین بڑا مبالغہ ہی ہان اگر ابہی ایک دوسری کی طرف مایل نہیں ہی تو غیر کو کچہہ مضائقہ نہیں کہ قیمت ٹہرا کر خرید لی کیونکہ یہہ بیع من یزید ہی
كراهة فيه لورود الاثر فيه وهو ما روي عن انس انه عليه السلام باع قدحا وحلسا ببيع من يزيد وكذا يكره
اسمین کچہہ کراہت نہیں ہی کیونکہ اسمین آثار آئی ہین ایک یہہ کہ انس سی روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نی ایک پیالہ اور ٹاٹ بطور بیع من یزید کی بیچا اور ایسی ہی
بيع الحاضر للبادي لقوله عليه السلام لا يبيع الحاضر البادي وهذا اذا كان اهل البلد في قحط وهو يبيع من
بیع شہر والی کی صحرا نشین سی مکروہ ہی واسطی ارشاد نبی علیہ السلام کی شہر والا جنگلی کی ہاتہہ نہ بیچا کری یہہ اس صورت مین ہی کہ شہر کی اندر قحط ہو اور بایع گران قیمت کی لالچ سی
اهل البدو طمعا الثمن الغالي لما فيه من الاضرار بهم واما اذا لم يكن كذلك فلا باس به لانعدام الضرر وقيل
صحرا نشین لوگون کی ہاتہہ بیچی کیونکہ اسمین شہر والون کو ضرر ہوتا ہی اور ایسا حال یعنی قحط نہو تو کچہہ مضائقہ نہین کیونکہ کوئی ضرر نہیں ہی اور بعضی
صورته ان يجيء البادي بسلعة الى مصر فيقول له الحاضر دع سلعتك عندي لابيعها لك بثمن غال ويحبسه
کہتی ہین اسکی صورت یون ہی کہ کوئی صحرا نشین شہر مین سودا لیکر آوی سو کوئی شہری اوسکو کہی اپنا مال میری پاس چہوڑ جا مین گران قیمت سی بیچ رکہونگا پہر اپنی پاس اوسکو

عنده الی ان یغالی فی الثمن وهذا مکروه فی ایام العسرة ثم ینبغی ان یعلم ان البیع عند الحنفیة کما ینعقد بالقول و
اتنی دنون رکھہ چھوڑی کہ مہنگا ہوجاوی اور ایسا معاملہ تنگی کی دنون مین مکروہ ہی پھر سمجھنی کی بات ہی کہ بیع حنفیون کی نزدیک جیسی لفظ یعنی بولنی سی ہوجاتی ہی اور

رکنه الایجاب والقبول کذلك ینعقد بالفعل ورکنه التعاطی فلا بد فیه من الاعطاء من الجانبین عند
اوسکا رکن ایجاب وقبول ہی ایسی ہی ہاتھ کی حرکت سی پوری ہوجاتی ہی اور اسکا رکن لین دین ہی اس بیع مین بایع اور مشتری دونو کی طرف سی ثمن اور مبیع کا حوالہ کرنا

البعض وعند البعض یکفی الاعطاء من احد الجانبین اذا بین الثمن او کان معلوما کما لو قال رجل لمن یبیع الحنطة
ضرور ہی اور بعضون کی نزدیک صرف ایکطرف سی حوالہ کردینا کفایت کرتا ہی اگر ثمن مقرر ہوچکا ہو یا کسی طور سی معلوم ہو جیسی کوئی شخص گیہون بیچنی والی سی پوچھی

کیف تبیع الحنطة فقال قفیزا بدرهم فقال کل لی خمسة اقفزة وکال فذهب بها فهذا بیع وعلیه خمسة دراهم
تو گیہون کیا بھاؤ بیچتا ہی وہ کہی بارہ صاع ایک درہم کی پھر وہ ہی خریدار کہی پانچ قفیز میری لئی ناپ دی اور وہ ناپ دی اور وہ لی گیا سو یہہ بیع پوری ہی اور اوسکی

وکذا لو قال البایع للمشتری بعت هذا منك بدرهم فقبضه المشتری ولم یقل شیئا ینعقد البیع وعلیه درهم
اور ایسی ہی اگر بایع مشتری سی کہی مین نی یہہ سودا تیری ہاتہہ ایک درہم کو بیچا پھر مشتری اوس شی کو قبضہ کرلی اور کچہہ نہ بولی تو یہہ بیع بھی پوری ہی اور اوسکی ذمہ ایک درہم

وکذا لو اشتری وقرا من الحطب بثمانیة ثم قال ائت بوقر اخر والقه ههنا ففعل یکون ذلك بیعا ولیطلب
اور ایسی ہی اگر ایک گٹھہ لکڑی کا آٹھہ پیسی کو مول لیا پھر کہا ایک گٹھہ اور لا کر یہان ڈالدی اور اوسنی لا ڈالا تو یہہ بیع پوری ہی اور وہ آٹھہ پیسی

الثمانیة وکذا لو کان لرجل علی اخر الف درهم وقال المدیون للدائن اعطیك لدینك دنانیر ولم یقع بینهما بیع
مانگ لی اور ایسی ہی اگر ایک شخص کی دوسری کی ذمہ ہزار درہم قرض آتی ہون اور مدیون یعنی قرضدار قرض خواہ سی کہی مین تیری قرضہ کی بابت اشرفیان لا دیتا

بل فارقه ثم اتی بالدنانیر ودفعها الیه یکون فی تلك الساعة بیعا بالتعاطی واما لو اشتری رجل من اخر وسائد
بلکہ وہ چلا گیا پھر اشرفیان لاکر اوسکی حوالہ کردین تو اب اسوقت تعاطی سی بیع پوری ہوجاوی گی اور اگر ایک شخص نی دوسری سی تکیی اور فرش

وطنافس وهی غیر منسوجة بعد ولم یضرب اجلا حتی یصیر سلما فلا یجوز ولو نسج الوسائد والطنافس وسلمها الیه لا یصح
خریدی اور وہ بنی ہوئی ابھی تیار نہون اور مدت بھی نہ ٹہرا دین تاکہ بیع سلم ہی ہوجاوی تو یہہ بیع جایز نہین ہی اور اگر تکیی اور فرش تیار کرکر اوسکو حوالہ کردی تو بھی بیع

ایضا لان التعاطی انما یکون بیعا اذا لم یکن مبنیا علی بیع فاسد او باطل واما اذا کان مبنیا علیه فلا فعلی هذا
جایز نہین ہی اسلیئی کہ طرفین سی لین دین کی بیع جب جایز ہوتی ہی کہ اوسکی بنیاد بیع فاسد یا باطل پر نہو اور اگر اوسکی بنیاد بیع فاسد یا باطل پر ہوگی تو جایز نہین ہوتی اس

ما یفعله اکثر الناس فی هذا الزمان من اخذ ما ارادوا من صاحبه من الماکولات وغیرها من غیر عقد صحیح
اس زمانہ مین جو اکثر لوگونکا عمل ہی کہ جو چاہتی ہین سو دوکان دار سی کہانی پینی کا سامان اور سوا اوسکی بدون عقد صحیح کی لیلیتی ہین

ولا معاطاة ولا بیان الثمن الی وقت المحاسبة فذلك حرام وکل من یاکل منه او ینتفع به مع العلم به فهو متعمد
اور نہ تو طرفین سی لین دین کرتی ہین اور نہ حساب کی وقت تک ثمن بیان کرتی ہین سو یہہ سب حرام ہی اور جو شخص اوسمین سی کہاتا ہی یا جان بوجہہ کر فائدہ لیتا ہی سو وہ عمدًا

لاکل الحرام والانتفاع به ومرتکب للاثم اذ فیما سوی الخبز واللحم لا بد من بیان الثمن لیکون بیعا بالتعاطی ثم
حرام خوری کرتا ہی اور نفع حرام لیتا ہی اور گناہ اختیار کرتا ہی اسلیئی کہ بجز روٹی اور گوشت کی سب سودی مین ثمن مقرر کرنا ضرور ہی تاکہ بیع تعاطی کی ہوجاوی پھر

ینبغی ان یعلم ان البیع الذی لا یجوز ثلثة انواع فاسد وباطل وموقوف اما الفاسد فهو منعقد لکن لا یفید الملك
یاد رکھنا چاہیی کہ بیع جو جایز نہین ہوتی تین قسم پر ہی فاسد اور باطل اور موقوف بیع فاسد منعقد تو ہوجاتی ہی پر صرف عقد سی ملک کا فائدہ نہین دیتی

بمجرد العقد بل انما یفید بعد قبض المشتری المبیع باذن البایع صریحا او دلالة فانه اذا قبضه فی مجلس العقد
بلکہ مفید جب ہوتی ہی کہ خریدار بایع کی صاف اجازت سی یا قرینہ سی مبیع پر قبضہ کرلی پس جب خریدار مجلس عقد مین بایع کی سامنی مبیع پر قبضہ کرلی

بحضرة البایع ولم ینهه البایع یملکه ملکا خبیثا ولهذا قیل لا یحل له ان یتصرف فیه بتملیك او انتفاع حتی لو
اور بایع اوسکو منع نکری تو خریدار ملک مردار سی اوسکا مالک ہوجاتا ہی اسی لئی کہتی ہین کہ خریدار کو اوسمین تصرف کرنا حلال نہین ہی کسیکو مالک کرنیکا یا برتنی کا یہانتک

كان طعاما لا يحل له اكله ولو كان جارية لا يحل له وطيها بل يجب على كل واحد من البائع والمشتري فسخ العقد
طعام ہو تو اوسکا کہانا حلال نہیں ہی اور اگر لونڈی ہی تو اوس سی صحبت حلال نہیں بلکہ ہر ایک بائع اور مشتری پر واسطی دفع فساد کی عقد کا فسخ کرنا

دفعا للفساد وان لم يفسخاه بل باع المشتري ما قبضه بالشراء الفاسد بعقد صحيح ينفذ بيعه لانه لما ملكه ملك
واجب ہی اور اگر دونوں فسخ عقد نکیا بلکہ مشتری نی شراء فاسد سی قبضہ کرکر بطور عقد صحیح کی اوسکو اپنی بیچڈالا تو اوسکی بیع پوری ہو جاوی گی اسلئی

تمليكه لغيره بالبيع وغيره فلا يتصور بعده الفسخ لتعلق حق العبد به ووجوب الفسخ سابقا كان لحق الشرع
کہ جب مبیع کا مالک ہوا تو اوسکی تملیک کا بہی بطور بیع وغیرہ کی مالک ہی پہر بعد اوسکی فسخ نہیں ہو سکتا کیونکہ اب اوس سی حق عبد متعلق ہو گیا اور پہلی درجہ میں فسخ عقد جو واجب تہا

واذا اجتمع حق الشرع وحق العبد يقدم حق العبد لحاجته نعم كان الاولى للمشتري ان يتنزه عن شرائه
وہ واسطی حق شرع کی تہا اور جب حق شرع اور حق عبد جمع ہو جاتی ہیں تو حق عبد کو مقدم رکہتی ہیں اسلئی کہ عبد حاجتمند ہی ہاں مشتری ثانی کی حق میں بہتر یہ تہا کہ اوسکی

اذ قيل من غلب على ظنه ان اكثر معاملة اهل السوق على الفساد ينبغي له ان يتنزه عن شراء شيء منهم ومع هذا لو
کیونکہ کہتی ہیں جسکو یوں معلوم ہو کہ اکثر معاملات اس بازار والوں کی فساد سی خالی نہیں ہیں تو اوسکو چاہئی کہ اون سی کوئی شی مول نہ لیوی اور پہر بہی اگر اون سی

اشترى منهم شيئا يحل له الانتفاع به اذ كان العقد الاخير صحيحا ومما ينبغي ان يتعلم ان من اشترى متاعا بالف درهم
کوئی شی مول لیلیویگا تو اوسکو برتنا حلال ہی اگرچہ پچہلا عقد صحیح واقع ہوا ہو اور معلوم رکہنا چاہئی کہ اگر کسی نی ہزار روپیہ کا مال شراء فاسد سی مول لیکر قبضہ کر لیا

شراء فاسدا وقبضه ثم باعه وربح فيه لا يحل له الربح بل يجب عليه ان يتصدق به ومن باع متاعا بالف درهم
پہر اوسکو فائدہ سی بیچڈالا تو اوسکو وہ فائدہ حلال نہیں ہی بلکہ اوسپر واجب ہی کہ خیرات کر دی اور اگر کسی نی ہزار روپیہ کا مال بیع

بيعا فاسدا وقبض الثمن ثم اشترى به شيئا وباعه وربح فيه يحل له الربح ولا يجب عليه ان يتصدق به والفرق
فاسد سی بیچا اور قیمت لی لی پہر اوس روپیہ سی اور مال مول لیا اور اوسکو فائدہ سی بیچا تو اوسکو یہ فائدہ حلال ہی اوسپر خیرات کرنا واجب نہیں ہی اور فرق

بينهما على ما ذكر في الهداية ان المتاع مما يتعين بالتعيين فيتعلق العقد به فيتمكن الخبث في الربح والدراهم والدنانير
ان دونوں صورتوں میں موافق بیان صاحب ہدایہ کی یہہ ہی کہ اسباب تعیین کرنی سی متعین ہو جاتا ہی سو عقد اوسکا عین سی متعلق ہو جاتا ہی پس خباثت فائدہ میں اثر کر جاتی

لا تتعينان في العقود والفسوخ بل يثبت الثمن في ذمة المشتري فلا يتعلق العقد الثاني بعينها فلا يتمكن
عقود اور فسوخ میں متعین نہیں ہوتی بلکہ مشتری کی ذمہ مطلق ثمن ثابت ہو جاتا ہی سو دوسرا عقد اوس دراہم اور دنانیر خاص سی متعلق نہیں ہوتا

الخبث في الربح الا ان يشير اليها وينقد منها فيتعلق سلامة الشراء بها لوقوعها ثمنا فيكون ملكا خبيثا ويجب التصدق
اسلئی خباثت فائدہ میں اثر نہیں کرتی ہاں اگر اونہی کی طرف اشارہ کری پہر اونہی میں سی کچہ دیوی تو اوسخریداری اونہی سی متعلق ہو گی کیونکہ وہی ثمن ہوا اب ملک حرام ہو گی خیرات کرنا

واما الباطل فهو غير منعقد ولا يفيد الملك اصلا ولهذا قيل من غلب على ظنه ان اكثر معاملة اهل السوق على
اور بیع باطل سرے سی منعقد نہیں ہوتی ہوئی فائدہ ملک کا ہرگز نہیں دیتی اسی لئی کہتی ہیں جسکو یوں معلوم ہو کہ اکثر معاملات اس بازار والوں کی باطل ہوتی ہیں

البطلان ليس له ان يشتري منهم شيئا ولا يحل له ما اشتراه منهم واما الموقوف فهو بيع مال الغير بغير اذنه فانه
تو اوسکو کوئی چیز اون سی مول لینی جائز نہیں ہی اور اون سی جو مول لیگا حلال نہیں ہوگا اور بیع موقوف غیر کی مال کا بلا اجازت بیچڈالنا ہی یہ بیع اگرچہ منعقد ہو جاتی ہی

وان كان منعقدا ومفيد الملك على سبيل التوقف على اجازة مالكه لكن لا يفيد تمام الملك لتعلق حق الغير به
اور فائدہ ملک کا بطور موقوف دیتی ہی یعنی اگر مالک جائز رکہے لی لیکن اجازت مالک بغیر پوری نہیں ہوتی اسلئی کہ غیر کا حق اوسمیں باقی ہی

وجميع المعاملات الجارية في جميع المغصوبات والغارات الواقعة في هذا الزمان من هذا القبيل ولهذا قال
اور تمام معاملات جو اس زمانہ میں تمام چہینی اور لوٹی ہوئی اشیا میں جاری ہیں سب اسی طرح کی ہیں اور اسی لئی

صاحب البزازية في ايام غارة المسلمين لا يشتري من العسكر شيء لانه حرام ملك الغير ثم ينبغي للتاجران
صاحب بزازیہ کہتا ہی مسلمانوں کی غارت گری کی عہد میں لشکریوں سی کوئی شی مول نہ لیجاوی اسلئی کہ حرام غیر کی ملک ہی سوداگروں کو لائق ہی

يراعي في معاملته العدل ويجتنب الظلم والمراد بالظلم ان يتضرر به الغير فكلما تضرر به الغير فهو ظلم وانما
کہ ہی معاملہ میں عدل کا لحاظ رکھی اور ظلم سی بچی اور ظلم سی مراد یہہ ہی کہ جسمیں غیر کا نقصان ہووی سو جسمیں غیر کا نقصان ہووا ہو وہ سب ظلم ہی

العدل ان لا يتضرر به احد بشيء ولا يتصور ذلك الا بالاحتراز عن عدة امور احدها ان لا يخون في
عدل وہ ہی کہ جسمیں کسیکا کچھہ نقصان ہووگی اور یہہ امر خیال میں نہیں آتا جبتک کئی باتوںسی احتراز نکری ایک یہہ کہ مقدار میں تفاوت

المقدار وذلك بتعديل المكيال والميزان والاحتياط لانه تعالى قال ويل للمطففين الذين اذا اكتالوا
نکری اور یہہ پیمانہ اور ترازو پوری پوری اور احتیاط رکھنی سی ہوتا ہی کیونکہ اللہ تعالی فرماتا ہی خرابی ہی گھٹا نیوالوں کی وہ کہ جب ماپ لیں

على الناس يستوفون واذا كالوهم او وزنوهم يخسرون ولا ينجو من هذا الا من يزيد اذا اعطى وينقص اذا
لوگوںسی پورا بھر لیں اور جب ماپ دیں اونکو یا تول کر دیں تو گھٹا کر دیں اور اس سی وہ ہی بچتا ہی جو دیتی وقت کچھہ زیادہ دیوی اور لیتی ہوئی کچھہ کم لیوی

اخذ لان العدل الحقيقي قلما يتصور فان من يستقصي في اخذ حقه بكماله يوشك ان يتعداه ولذلك
اسلئی کہ عدل حقیقی بہت ہی کم خیال میں آتا ہی سیسک جو شخص اپنا حق پورا پورا لینا چاہی تو غالب ہی کہ اوس سی بڑھ کر بیٹھی اور اسیلئی

كان رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا اشترى شيئا يقول للوزان زن وارجح وكان بعض السلف يقول
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کچھہ مول لیتی تو قیمت ادا کرنیوالی سی فرماتی تول دی اور کچھہ زیادہ دی اور بعضی متقدم کہتی ہی

لا اشتري الويل بحبة وكان اذا اخذ نقص حبة واذا اعطى زاد حبة ويقول ويل لمن باع بحبة جنة عرضها
کہ میں ایک دانہ کی بدلہ عذاب نہیں لیتی اور اگر کچھہ مول لیتی تو کچھہ دانہ کم لیتی اور اگر دیتی تو کچھہ دانہ زیادہ دیتی اور کہتی افسوس ہی جو دانہ کی بدلہ جنت دیڈالی جسکا پہلاؤ

السموات والارض والثاني مما يجب الاحتراز عنها ان لا يمدح السلعة فانه ان وصفها بما ليس فيها فان لم
آسمان اور زمین ہی اور دوسرا امر جس سی احتراز چاہئی یہہ ہی کہ مال کی تعریف نکیا کری کیونکہ اگر ایسی تعریف کی جو اوسمیں نہیں ہی پہر خریدار نی اسکا قول اگر

يقبل قوله فهو كذب محض وان قبل فهو مع كونه كذبا تلبيس وظلم وان وصفها بما فيها فان علم به المشتري
نمانا تو یہہ صرف جھوٹہہ ہی جھوٹہہ ہی اور اگر مان لیا تو جھوٹہہ کا جھوٹہہ اور دغا بازی اور ظلم ہی اور اگر سچی تعریف کی تو پہر اگر خریدار یہی جانتا ہی

فهو هذيان وتكلم بما لا يعنيه فيحاسب عليه لان كل كلمة تصدر عن الانسان فانه يحاسب عليها الا قوله تعالى
تو وہ بیہودہ بک ہی اور کلام بی فائدہ اس پر بہی حساب ہوویگا کیونکہ انسان کی زبان سی جو کلمہ نکلتا ہی اوسہی پر حساب ہوویگا مگر دلیل اس آیت کی

ما يلفظ من قول الا لديه رقيب عتيد وان لم يعرف المشتري ما فيها فالم يذكر فلا باس بذكر القدر الموجود فيها من
نہیں بولتا ایک بات جو نہیں اوس پاس راہ دیکھتا مار اور اگر خریدار نہیں جانتا جبتک بیان نکرو تو پہر جسقدر اوسمیں ہی بیان کریں

غير مبالغة واطناب ولا يحلف البتة لانه ان كان كذبا يكون يمينه غموسا وهو من الكبائر التي تذر الديار
بدون مبالغہ اور تطویل کی کچھہ مضائقہ نہیں اور قسم ہرگز نہ کہاوی اسلئی کہ اگر جھوٹہی ہی تو یمین غموس ہو گی اور یہہ قسم ایسی کبیرہ ہی کہ ملک کو اجاڑ دیتی ہی

بلاقع وان كان صادقا فقد جعل اسم الله تعالى عرضة لايمانه واساء فيه لان الدنيا احقر من ان يقصد
اور اگر سچی ہی تو بیشک اللہ کی نام کو اپنی قسموں کا نشانہ بنایا اور اسمیں برا کیا اسلئی کہ دنیا اس درجہ کی نہیں ہی کہ اوسکو بلا ضرورت

ترويجها بذكر اسم الله تعالى من غير ضرورة حتى قال الفقهاء يكره للتاجر ان يذكر اسم الله تعالى او يصلي على النبي صلى
اللہ کی نام سی رونق دیجاوی یہاں تک کہ فقہا کہتی ہیں تاجر کو مکروہ ہی کہ اپنا مال کہولتی ہوئی ترویج کی نیت سی بسم اللہ یا سبحان اللہ یا صلی اللہ علیہ وسلم پڑہی یا درود

الله عليه وسلم عند فتح متاعه على قصد ترويجه بان يقول اللهم صل على محمد ما اجود هذا والثالث مما
پڑہا کری اسطور پر کہ کہی سبحان اللہ کیا مال ہی یا اللہم صل علی محمد کیا خوب مال ہی اور تیسرا امر جس سی احتراز کرنا چاہئی

يجب الاحتراز عنها ان لا يكتم شيئا من عيوب السلعة بل يجب عليه ان يظهر جميع عيوبها خفيها وجليها لانه
یہہ ہی کہ مال کا کوئی عیب چھپا رکہی بلکہ بایع پر واجب ہی کہ اوسکی تمام عیب ظاہر و باطن جتنی ہووی کیونکہ

اذا اخفى شيئا منها يكون غاشا تاركا للنصح الواجب فمن اظهر احسن وجهي الثوب او عرضه في الموضع المظلم
اگر کچہہ بھی عیب چھپا رکھیگا تو خیانت پیشہ نصح واجب کا تارک ہوگا پہر جس نے تھان کا اچہا پلہ دیکہا دیا یا اندہیری کی جگہ سامنے کیا
او عرض احسن فردي الخف او النعل ونحوهما يكون غاشا والغش حرام في البيوع والصنايع جميعا فلا ينبغي للصانع
یا موزہ یا جوتی کی اچہی پائی دیکہا دی تو یہہ شخص خائن ہی اور تمام بیوع اور کاریگریوں میں خیانت کرنی حرام ہی سو کاریگر کو لائق نہیں کہ
ان يتهاون بعمله على وجه لو عامله به غيره لا يرتضيه بل ينبغي له ان يحسن الصنعة ويحكمها ثم يبين عيبها
اپنی کار میں ایسی سستی کیا کری کہ اگر اوسکی ساتہہ کوئی اور کری تو پسند نکری بلکہ یوں چاہیی کہ کار کو اچہی صورت اور مضبوط بنایا کری پہر اوسکا عیب بیان کردی
ان وقع فيها عيب فان قيل اذا وجب على التاجران يذكر عيوب متاعه لا يتم له المعاملة فما الطريق فيها فاعلم ان
اگر اتفاقا عیب واقع ہوگیا ہو اور اگر کوئی یہہ اعتراض کری کہ جب تاجر پر مال کا عیب بیان کرنا واجب ہوا تو اوسکا معاملہ کہیں پورا نہ ہوویگا پہر اسکا کونسا راہ ہی تو سمجہہ لی
التاجر اذا اشترط على نفسه ان لا يشتري للبيع الا الجيد ويقنع بربح يسير يبارك له فيه ولا يحتاج الى التلبيس فمن
کہ تاجر جب اپنی اوپر یہہ شرط کرلی کہ بیچنی کی لئی سوا مال جید کی کبہی نہ لونگا اور تہوڑی سی نفع پر قناعت کری تو اوسہی میں برکت ہوگی دغابازی کی کچہہ حاجت نہیں ہی
تعود هذا لا يشتري معيبا وان وقع في يده نادرا يذكر عيبه ويقنع بقيمته وانما يتعذر هذا على التجار لانهم
پہر جسکی یہہ عادت پڑجاتی ہی تو عیب دار مال نہیں لیتا پہر اگر اتفاقا اوسکی ہاتہہ آہی جاوی تو اوسکا عیب بیان کردی اور اوسکی اصل قیمت پر قناعت کری اور تجار کو یہہ
لا يقنعون بربح يسير بل يطلبون ربحا كثيرا ولا يحصل ذلك الا بالتلبيس والتلبيس حرام فلا يجوز للبايع ولا المشتري
دشوار رہتا ہی کہ تہوڑی نفع پر قناعت نہیں کرتی بلکہ بڑی فایدہ کی طالب ہوتی ہیں اور بڑا فایدہ بدون دغابازی کی نہیں ہوتا اور دغابازی حرام ہی سو جایز نہیں ہی
ان يلبس احدهما الاخر لان من يفعل هذا يكون ظالما تاركا للنصح على المسلمين وقد روي انه عليه السلام قال
کہ ایک دوسری سی فریب کیا کری اسلئی کہ جو ایسا کری گنہگار وہ ظالم ہی اور مسلمانوں کی خیرخواہی ترک کی اور روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا
البيعان اذا صدقا ونصحا بورك لهما في بيعهما واذا كذبا وكتما نزعت بركة بيعهما ومن لم يعرف الزيادة والنقصان
بایع اور مشتری دونو اگر سچہ بولیں اور خیرخواہی کریں تو انکی لئی بیع میں برکت ہوویگی اور اگر جہوٹہہ بولیں اور عیب چہپالیں تو بیع کی برکت نکل جاویگی اور جو شخص گہٹتی
الا بالمكيال والميزان لا يصدق هذا الحديث ولا يعرف ان الدرهم الواحد قد يبارك فيه ويكون سبب السعادة
بدوں پیمانہ اور ترازو کی نہیں جانتا تو اسی حدیث کی تصدیق نہیں کرتا اور وہ یہہ نہیں جانتا کہ ایک درہم میں کبہی ایسی برکت ہوتی ہی جسمیں سعادت دین اور دنیا کی حاصل ہوتی
في الدين والدنيا بان يصرفه فيما يجب عليه من امر دينه او دنياه وان الالاف المؤلفة قد ينزع عنها البركة وتكون
بطور کہ اوسکو اپنی واجبات دینی اور دنیوی میں صرف کری اور بیشک ہزاروں جمع کی ہوئی میں سی کبہی برکت نکل جاتی ہی وہ ہی اوسکو
سبب الهلاكه في الدنيا والاخرة اما في الدنيا فكما يشاهد في هذا الزمان من تسلط الظلمة عليه واخذ ماله بانواع
دین اور دنیا میں لی ڈوبتا ہی چنانچہ اس زمانہ میں دیکہتی ہیں کہ ظالم لوگ غالب ہوکر اوسکی تمام مال متاع طرح طرح کی عذابوں کی کر
العقوبات واما في الاخرة فبان يصرفها في المحرمات والمنكرات لاسيما في الرشوة التي يكون بها كل واحد من الراشي
چہین لیتی ہیں اور رہا آخرت میں سو اس وضع سی کہ مال کو حرام اور ممنوعات میں خرچ کرتا ہی خاص کر رشوت میں جسکی باعث سی ہر ایک رشوت دینی والا
والمرتشي والساعي بينهما ملعونا بلعن رسول الله صلى الله عليه وسلم فمن اراد ان يتيسر عليه النصح للمسلمين فلا بد له
اور رشوت لینی والا اور بیچکا دلال ملعون ہوجاتا ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اوسپر لعنت پڑتی ہی اور جسکا یہہ ارادہ ہو کہ اوسکو نصیحت اہل اسلام کی
من امرين احدهما ان يعلم ويعتقد ان تلبيسه لا يزيد في رزقه بل يمحقه ويذهب بركته فان ما يجمعه من
میسر ہووی تو اوسکو دو باتیں لازم ہیں ایک تو یہہ سمجہی اور یقین کری کہ فریب اور مکر سی روزی نہیں بڑہتی بلکہ تلف ہوجاتی ہی اور برکت جاتی رہتی ہی بیشک جتنا مال
متفرقات التلبيسات قد يهلكه الله تعالى دفعة واحدة اما بالاغراق او بالاحراق او باخذ اللصوص والظلمة
طرح طرح کی فریب و حیلہ سی جمع کرتا ہی اوسکو بعضی دفعہ تو اللہ تعالی ایکبار ہی تلف کردیتا ہی یا ڈبوکر یا جلا کر یا چور چرا لیتی ہیں یا ظالم

الكفرة والأماني أن نعلم ونعتقد أن ربح الآخرة خير من ربح الدنيا وأن فوائد أموال الدنيا تنقضي بانقضاء
اور کافر لوگ چھین لیتے ہیں اور دوسرے یہہ سمجھیں اور یقین کریں کہ آخرت کا فائدہ دنیا کے فائدہ سے بہتر ہے اور بیشک دنیا کے مالوں کا فائدہ ختم ہو جاتے ہیں جب زندگی ہو لیتی ہے
العمر وتبقى مظالمها وأوزارها فكيف يرضى العاقل أن يستبدل الذي هو أدنى بالذي هو خير والخير كله في
اور اوسکا وبال اور بوجھ سر پر رہتا ہے عاقل آدمی کب پسند کرتا ہے کہ ادنی چیز کو اعلی چیز سے بدل لیوے در حقیقت سب بہتر
سلامة الدين يسر الله سلامة الدين

المجلس الحادي والسبعون في بيان أي تاجر يحشر يوم القيامة فاجرا وأي صادقا

دین کی سلامتی میں ہے الہی ہمکو دین کی سلامتی نصیب کر اکہترویں مجلس اس بیان میں کہ کونسا تاجر قیامت کی دن فاجر ہو کر اوٹھیگا اور کونسا صادق ہو کر

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم التجار يحشرون يوم القيامة فجارا
رسول الله صلی الله علیہ وسلم نے فرمایا تاجر لوگ قیامت کی دن فاجر ہو کر اوٹھینگے
إلا من اتقى وبر وصدق هذا الحديث من حسان المصابيح رواه عبيد بن رفاعة عن أبيه والأصل في الفجور الميل
مگر جو کہ متقی ہے اور نیکوکار اور سچا یہہ حدیث مصابیح کی حسن حدیثوں میں ہے عبید بن رفاعہ اپنے باپ سے روایت کرتا ہے اور اصل میں فجور ٹل جانا
عن القصد ومنه يقال للكاذب فاجر وعلى هذا المعنى سمى التجار في الحديث فجارا لما من عادتهم في تجارتهم
رستے اور میانہ روی سے اسی جگہ سے جھوٹے کو فاجر کہتے ہیں اور اسی اعتبار سے سوداگروں کو حدیث شریف میں فجار نام کیا کیونکہ تجارت میں
غالبا التدليس والتهالك على ترويج السلع بما يسر لهم من الأيمان الكاذبة ونحوها وهذا حكم عليهم في الحديث
عیب کا چھپانا اور سامان کی رواج دینے پر کوشش کرنا اکثر اونکی عادت ہوتی ہے جس طور سے ہو سکے جھوٹی قسموں سے یا مانند اوسکی اسی لیئے حدیث میں اونکی حق میں حکم ہوا
بأنهم يحشرون يوم القيامة في زمرة الكذابين الذين كثر منهم الكذب إلا من اتقى الكذب وبر في يمينه وصدق
کہ تاجر قیامت کی دن ایسے جھوٹوں میں داخل ہوں کی جنکا جھوٹ کثرت سے ہے مگر وہ تاجر جو جھوٹ سے بچتا رہا اور قسم میں پکا اور بات میں سچا رہا
في حديثه فإنه لا يحشر معهم بل يحشر مع الأبرار كما روي عن أبي سعيد أنه قال التاجر الصدوق الأمين يحشر
سو ایسا تاجر جھوٹوں میں داخل نہیں ہوویگا بلکہ ابرار کی ساتھ اوٹھیگا جیسا کہ ابو سعید خدری سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا سچا اور امانت دار تاجر
مع النبيين والصديقين والشهداء فعلم من هذا أن اللازم للتاجر في معاملته أن يستعمل الصدق والأمانة
نبیوں اور صدیقوں اور شہیدوں کی ہمراہ ہوویگا اس سے معلوم ہوا کہ تاجر کو لازم ہے کہ اپنی معاملے میں صداقت اور امانت سے کام کرے
ويجتنب الكذب والخيانة حتى يحشر مع الأبرار ولا يحشر مع الفجار بل الواجب عليه أن يراعي في تجارته
اور جھوٹ اور خیانت سے بچتا رہے تاکہ ابرار میں داخل ہووے اور فجار میں نہ مل جاوے بلکہ تاجر پر یہہ واجب ہے کہ تجارت میں عدل اور انصاف کا
العدل والإنصاف ويجانب الظلم والاعتساف لأن المعاملة قد تجري على وجه يحكم المفتي بصحتها وانعقادها
لحاظ رکھے اور ظلم اور بے راہی سے بچے اسلئے کہ معاملہ بعضی دفعہ ایسی طور پر ہو سکتا ہے کہ مفتی اوسکو درست اور منعقد بتادے
لكنها تشتمل على ظلم يتعرض به المعامل لسخط الله تعالى إذ ليس كل نهي مقتضيا لفساد العقد والمراد من الظلم ما
پر اوسمیں ایسا ظلم ہو جاتا ہے جس سے وہ شخص لائق غضب الہی کا بن جاتا ہے کیونکہ ہر نہی سے عقد فاسد نہیں ہو جاتا اور ظلم سے مراد وہ عمل ہے جسمیں
يتضرر به الغير فكل ما يتضرر به الغير فهو ظلم وإنما العدل أن لا يتضرر منه أحد بشيء ولا يتصور ذلك إلا بالاحتراز
غیر کا نقصان ہو جاوے سو جس عمل میں غیر کا نقصان ہو سو وہ ہی ظلم ہے اور عدل وہ ہی ہے کہ جسمیں کسیکا کچھ نقصان نہ ہووے اور عدل جب ہو سکتا ہے کہ چند باتوں سے
عن عدة أمور الأول ترويج الزيوف من النقود فإنه ظلم عام يتضرر به الناس لأن من يروج يتسبب منها إلى غيره
احتراز کرے اول کھوٹی نقود کی رواج دینی بیشک یہہ ظلم عام ہے اسمیں سبکا نقصان ہے اسلئے کہ جو شخص کوئی کھوٹا لیوے اور کو دیویگا
وكذلك الغير إن لم يعرف أنه زيف فهو يتضرر به وإن عرف أنه زيف فهو يروجه إلى غيره وغيره إلى غيره وهكذا
پھر اوسے اگر یہہ نہ جانا کہ وہ کھوٹا ہے تو وہ نقصان پاویگا اور اگر پہچانا کہ یہہ کھوٹا ہے تو وہ اور کو دیویگا اور وہ اور کو دیوے گا اور اسیطرح

لا يزال يتردد في ايدي الناس ويعظم ضرره ويشيع فساده ويكون وبال الكل من حين ترويجه الى وقت انقراضه راجعا

لوگوں کے ہاتھوں میں پھرتا رہیگا اور سب کا نقصان ہوتا رہیگا اور فساد پھیلتا جاویگا اور سب کا وبال جب سے اسی دیا تھا اوسکی کٹنی تک اسکی سر پڑیگا

اليه بمقتضى قوله عليه السلام من سن سنة سيئة فعمل بها من بعده كان عليه وزرها ووزر من عمل بها لا

بدلیل اس حدیث کی جس نے برا طریقہ نکالا پھر اوسپر اوروں نے بعد اوسکے عمل کیا تو اوسکا اور جو جو اوسپر عمل کرینگے سب کا بوجھ اسپر ہوویگا

ينقص من اوزارهم شيء ولهذا قال بعض السلف انفاق درهم واحد من الزيوف اشد من سرقة مائة درهم

اور انکے گناہ میں کچھ کم نہ کریگی اسیلیے بعضے متقدمین کا قول ہے کہ کھوٹی ایک درہم کا چلانا چوری سو درہم کی جو اچھے ہوں سخت تر ہے

من الجياد لان سرقة المائة معصية واحدة منقضية واما انفاق زيف فهو معصية مستمرة يعمل بها ما دام

اسلیے کہ چورانا سو درہم کا ایک گناہ ہے کہ ہو چکا اور کھوٹی روپیہ کا گناہ جاری ہے عمل میں آتی جاتی ہے جبتک وہ کھوٹا

ذلك الزيف يدور في ايدي الناس فيكون عليه في حياته وبعد مماته اثم ما افسد ونقص من اموال الناس بسببه

روپیہ لوگوں کے ہاتھ میں پھرتا رہتا ہے سو اوسکی زندگی بھر اور بعد موت کے گناہ باقی رہیگا جسقدر لوگوں کا مال اوسکی سبب سے خراب اور تلف ہوویگا

الى خروج ذلك الزيف وانقراضه فطوبى لمن يموت ويموت معه ذنوبه وويل لمن يموت ويبقى بعده ذنوبه

جبتک وہ کھوٹا روپیہ نکلکر فنا ہو جاوے سو مژدہ ہے اوسکو جو مر جاوے اور اوسکے تمام گناہ ہو چکیں اور افسوس ہے اوسکے لیے جو مر جاوے اور بعد اوسکے گناہ قایم رہیں

وقد قيل انفاق الدرهم الردي على من يعلمه اكبر ذنبا من انفاقه على من لا يعلمه لان الاول متعمد والثاني

اور کوئی کہتا ہے کہ جان کار کو کھوٹی روپیہ کا دینا بڑا گناہ ہے انجان کو دینے سے اسلیے کہ اول تو متعمد ہے اور دوسرا خطا وار ہے لیکن خطا بندوں کے حق میں

مخطي لكن الخطاء في حق العباد غير موضوع فعلى هذا يجب على التاجر ان يتعلم احوال النقود ليميز الزيف من غيره

معاف نہیں ہوتا اسکی موافق تاجر کو واجب ہے کہ روپیہ کا پرکھنا سیکھے تاکہ کھوٹا کھرا پہچان لیا کرے

لا ليستقصي لنفسه بل لئلا يسلمه الى غيره بعدم علمه فيكون اثما لتقصيره في تعلم ما يلزمه في معاملته فلكل

نہ اسواسطے کہ اپنا حق پورا لیا کرے بلکہ اس نیت سے کہ انجان پنے سے دوسرے کو نہ دیدے پھر گنہگار ہوگا اسلیے کہ معاملت کی لوازم کے سیکھنے میں جو قصور کیا کیونکہ ہر

عمل علم يجب تحصيله لمن يباشره كيلا يقع في الاثم ولهذا كان السلف يتعلمون احوال النقود نظرا لدينهم لا لدنياهم

کام کے لیے علم ہوتا ہے کہ اوس کام والے کو اوسکا سیکھنا واجب ہوتا ہے تاکہ گناہ میں نہ پہنچ جاوے اور اسیواسطے متقدمین نقود کا پرکھنا واسطے لحاظ دین کی سیکھا کرتے تھے نہ دنیا کی

فان من يقع في يده شيء من الزيف ينبغي له ان يجتهد في اعدامه وافنائه ومجاوزته ولا يسعى في ترويجه لانه

بیشک جسکے ہاتھ کوئی کھوٹا روپیہ پیسا آجاوے تو اوسکو لایق ہے کہ اوسکی کھوئی اور فنا کرنے میں اور اوسکا نشان مٹانے میں کوشش کرے اوسکی چلانے میں سعی نکرے کیونکہ

ان روجه الى من لا يعرفه يكون اثما لايصاله اليه الضرر وان روجه الى من يعرفه يكون اثما ايضا لان من

اگر انجان کو دیدیا تو اسلیے گنہگار ہوگا کہ اوسکا نقصان کیا اور اگر جان کار کی حوالہ کیا تو تو بھی گنہگار ہوگا اسلیے

يأخذه لا يأخذه غالبا الا ليروجه الى غيره اذ لو لم يكن قصده ذلك لكان لا يرغب في اخذه اصلا فيكون

کہ لینے والا اکثر اسی لیے لیتا ہے کہ اور کو دیدے کیونکہ اگر اوسکی ایسی نیت ہوتی تو ہرگز ہی نہ لیتا تو اسے اسلیے

بتسليمه اليه مسلطا له على الفساد واعانة له على الشر ومشاركا معه في الاثم واما من يأخذه ليكون من الذين

کھوٹا روپیہ دیکر اوسکو فساد پر قایم کیا اور بدی پر امداد کی اور گناہ میں شریک ہوا اور رہا وہ شخص جو اسواسطے لیتا ہے کہ اون لوگوں میں

دعا لهم رسول الله صلى الله عليه وسلم بقوله رحم الله امرأ سهل البيع سهل الشراء سهل القضاء سهل الاقتضاء فله

داخل ہووے جنکے حق میں رسول الله صلى الله عليه وسلم نے دعا فرمائی ہے اسی حدیث میں رحم کرے الله اوس شخص پر جو آسانی سے بیچے آسانی سے خریدے آسانی سے ادا کرے مانگے

ان يأخذه على قصد اعدامه وافنائه ومجاوزته لا على قصد ترويجه في معاملته اذ لو كان قصده كذلك

اوسکو درست ہے کہ اس نیت سے لیوے کہ اوسکو کھوئی اور فنا کردے اور نشان مٹادے نہ اس نیت سے کہ اوسکو معاملات میں جاری کرے اگر اوسکی یہ نیت ہے

ذلك

یکون داخلا فی سر رواج الشیطان الیه فی معرض الخیر والمراد بالزیف من الدراهم والدنانیر ما لیس فیه فضة
تو وہ اس برائی میں داخل ہے جسکو شیطان نے خوب صورت بنا کر دکھایا ہے اور کھوٹے درہم اور دینار سے وہ مراد ہے جس میں کچھ چاندی ہو

ولا ذهب اصلا بل هو مموه واما ما فیه فضة وذهب فالعبرة فیه للغالب ان کان الغالب علی الدراهم
اور نہ سونا بلکہ صرف ملمع ہو اور جس میں چاندی اور سونا ہو تو اوس میں اکثر کا اعتبار ہے اگر درہم میں چاندی زیادہ ہو

الفضة فهی فضة وان کان الغالب علی الدنانیر الذهب فهی ذهب لان النقود لا تخلو عن قلیل غش
تو وہ چاندی ہے اور دینار میں اگر سونا زیادہ ہووے تو وہ سونا ہے کیونکہ نقود ایسی کم ہوتی ہیں جس میں کچھ نہ کچھ ملونی ہو

اما خلقة کما فی الردی من الفضة او الذهب او عادة بسبب انها تنقش ولا تنطبع بدون الغش وانما
یا تو اصلی ہوتی ہے جیسے ردی چاندی اور کم درجہ کا سونا یا عادت کی موافق اس سبب سے کہ اوسکو کوٹتی ہیں اور بدون ملونی کی کٹا نہیں جاتا

تنطبع بخلط الغش بها فعلی هذا نعتبر الغالب لان المغلوب فی مقابلة الغالب کالمعدوم واذا کان الغالب
بلکہ ملونی ہی سے جاتا ہے کہ اوس میں ملائی جاتی ہے پس اس حال کی موافق اکثر کا اعتبار ہوا ہے کیونکہ غالب کی سامنے مغلوب کی کچھ ہستی نہیں ہوتی پس تو اگر دراہم میں چاندی

علی الدراهم الفضة وعلی الدنانیر الذهب فهما فی حکم الفضة والذهب وان کان الغالب علیهما الغش فان کانتا
غالب ہو اور دینار میں سونا پھر وہ دونو چاندی اور سونے میں داخل ہیں اور اگر اونکی ملونی بڑھی ہو تو پھر اگر اونکا

نقد البلد فما دام رواجهما باقیا فهما ثمن لا یتعلق العقد بعینهما بل انما یتعلق بجنسهما وان انقطع رواجهما
چلن جاری ہے تو جب تک اونکا چلن باقی رہیگا تب تک وہ ثمن ہی ہیں عقد اونکی تعیین سے متعلق نہیں ہوتا بلکہ اوس سکہ کی درہم و دینار سے متعلق ہوگا اور اگر اونکا چلن اور

فهما سلعة یتعلق العقد بعینهما ان علم المتعاقدان حالهما وعلم کل واحد منهما ان صاحبه یعلم حالهما وان لم یعلما
تو پھر وہ دونوں اسباب میں داخل ہیں عقد میں معین ہو جاسکینگے اگر اونکا حال بائع اور مشتری کو معلوم ہو اور دونو میں سے ہر ایک یہ بھی جانتا ہو کہ دوسرا بھی جانتا ہے اور اگر دراہم و دینار کا

او لم یعلم احدهما او علما لکن لم یعلم کل واحد منهما ان صاحبه یعلم فالعقد لا یتعلق بعینهما بل انما یتعلق بالرائج
دونوں کو معلوم نہیں یا ایک کو معلوم نہیں یا دونوں کو معلوم ہے مگر یہ معلوم نہیں کہ دوسرا بھی جانتا ہے تو عقد ان دراہم و دنانیر سے متعلق نہیں رہتا بلکہ چلن بازاری

فی البلد وان لم ینقطع رواجهما بالکلیة بل کانا یختلف بقبولهما البعض دون البعض فهما کالزیوف لا یتعلق العقد
سے متعلق رہتا ہے اور اگر اونکا چلن بالکل موقوف نہیں ہوا بلکہ ایسا ہے کوئی لیتا ہے کوئی نہیں لیتا تو اب وہ دراہم و دنانیر کھوٹوں میں داخل ہیں عقد

بعینهما بل انما یتعلق بجنسهما من الزیوف ان کان البائع یعلم حالهما لتحقق الرضی منه بجنس الزیوف وان کان
معین نہیں ہوگی بلکہ عقد اوس سکہ کی کھوٹے درہم اور دینار سے ہوگی اگر بائع کو اونکا حال معلوم تھا کیونکہ بائع اوس سکہ کی کھوٹوں پر رضی ہو چکا ہے اور اگر

البائع لا یعلم حالهما لا یتعلق العقد لا بجنسهما من الجیاد لعدم ثبوت الرضی منه بجنس الزیوف والثانی مما
بائع کو اونکی حال کی اطلاع نہیں تھی تو پھر عقد اوس سکہ کی کھری سے ہوگی کیونکہ بائع کی رضا اوس قسم کی کھوٹوں پر ثابت نہیں ہے اور دوسرا امر جس سے

یجب الاحتراز عنه مدح السلعة فان من یصفها بما لیس فیها ولم یقبل قوله فهو کذب وان قبل قوله فهو
احتراز کرنا واجب ہے اسباب کی تعریف کرنی ہے پس جو شخص اسباب کی ایسی تعریف کرے جو اوسمیں موجود نہیں ہے اور وہ مال بھی نہیں لیا تو وہ صرف جھوٹ ہے اور اگر اوسکا

مع کونه کذبا تلبیس وظلم وان وصفها بما فیها فان کان المشتری یعلم به فهو هذیان وتکلم بما لا یعنیه ویحاسب
کہا مان لیا تو وہ جھوٹ کا جھوٹ اور دغا بازی اور ظلم ہے اور اگر ایسی تعریف کی جو اوسمیں ہے یعنی سچی پھر اگر مشتری کو وہ معلوم ہے تو مفت کی بک اور بے فائدہ کلام ہے اسپر محاسبہ

علیه اذ ما من کلمة تصدر عن الانسان الا ویحاسب علیها لقوله تعالی ما یلفظ من قول الا لدیه رقیب
ہوگا کیونکہ جو بات انسان کی زبان سے نکلتی ہے سو ہی محاسبہ طلب ہے بدلیل اس آیت کی نہیں بولتا ایک بات جو نہیں اوس پاس ایک راہ دیکھتا

عتید وان کان المشتری لا یعلم ما فیها فذکر القدر الموجود فیها من غیر مبالغة وافراط ویکون
تیار اور اگر مشتری کو معلوم نہیں ہے تو اوسکا مضائقہ نہیں ہے کہ جتنے بات اوس میں واقع ہو بے مبالغہ کی کم و کاست کہدے اس نیت سے

لنفسه وأما من يكون حياته في المرابحة والتولية فلا بد له من معرفتهما حتى يمكن له الاحتراز عنهما

جو من ہو ہی جس سے بیع کرنا ہو اور جو شخص بیع مرابحہ کرنا ہو دونوں کا سمجھنا چاہئے تاکہ ان سے بچ سکے

أما المرابحة فهي بيع ما ملكه بمثل ما قام عليه بزيادة ربحه وأما التولية فهو بيع ما ملكه بمثل ما قام عليه

مرابحہ تو بیچنا مال کا جتنے پر اسکو پڑا ہو اس پر کچھ نفع لیکر اور تولیہ بیچنا مال کا جتنے کو اسکو پڑا ہو

بدون زيادة ربح وكل منهما إنما يصح إذا كان رأس المال مثليا لأن مبناهما على الأمانة والاحتراز

بدون نفع لئے یعنی اسی دام کو اور یہ دونوں بیع جب صحیح ہوتی ہیں کہ راس المال مثلی یعنی ذوات الامثال سے ہو کیونکہ ان دونوں کی بنیاد امانت اور خیانت سے

عن الخيانة وشبهها فإن الغبي الذي لا يهتدي في التجارة يعتمد على فعل الذكي الذي يهتدي فيها و

اور خیانت کی شبہ سے بچنے پر ہے کیونکہ بھولا آدمی جو تجارت کی ڈھنگ نہیں جانتا وہ بھروسہ کرتا ہے اس ہوشیار کے کام پر جو تجارت کا مشاق ہو اور

تطيب نفسه بمثل ما اشتراه بزيادة ربح في المرابحة وبدونها في التولية وإن لم يكن رأس المال مثليا

اسی جی میں خوش ہوتا ہے خریدنے کی جتنے کو خریدا فائدہ بڑھا کر مرابحہ میں اور بدون فائدہ کے تولیہ میں اور اگر راس المال ذوات الامثال سے نہ ہو

بل كان قيميا يكون قدره مجهولا لا يعلم إلا بالظن والتخمين فيمكن شبهة الخيانة فلا يتحقق المرابحة

بلکہ ذوات القیم سے ہو تو اسکی مقدار مجہول ہوتی کہ معلوم نہ ہو مگر گمان اور اٹکل سے تو شبہ خیانت کا ہوسکتا ہے پھر مرابحہ اور تولیہ درست نہ ہوگا

والتولية إلا أن يكون المشتري مرابحة وتولية ممن ملك ذلك البدل بوجه من الوجوه فيمكن للبائع أن

مگر جب کہ خریدنے والا بیع مرابحہ اور تولیہ کی اس میں سے ہو کہ مالک ہوگیا ہو اسی بدل کا کسی طرح سے تو بائع کو ممکن ہے کہ جو شخص

يبيعه بما اشتراه بذلك البدل وربح معلوم في المرابحة أو بدونه في التولية ومن اشترى متاعا

بیچے مال کو اسی بدل کے عوض جس سے خریدا تھا اور نفع معلوم کی بیع مرابحہ میں یا بدون نفع کی بیع تولیہ میں اور جس شخص نے کوئی مال

بالنقود يجوز له أن يضم إلى الثمن أجرة القصار والصباغ والحمال وغير ذلك مما يزيد في عين المبيع أو

نقدوں کے عوض خریدا تو اسکو جائز ہے کہ ثمن میں ملا دے دھوبی اور رنگریز اور بوجھ اٹھانے والے وغیرہ کی اجرت جو عین مبیع یا

قيمته كسوق الغنم فإنه يزيد في قيمتها كما يزيد الحمل في قيمة المتاع لأن القيمة تختلف باختلاف المكان ويقول

قیمت مبیع بڑھا دے جیسے بکریاں ہانک لانا اس سے بھی بکری کی قیمت بڑھتی ہے جیسے لادنے سے مال کی قیمت بڑھتی ہے اسواسطے کہ مکان کے بدلنے سے قیمت بدل جاتی ہے اور یوں کہے

قام علي بكذا ولا يقول اشتريت بكذا تحرزا عن الكذب وإن فعل شيئا من هذه المذكورات بنفسه لا يضمه

کہ مجھکو اتنے میں پڑی ہے یہ نہ کہے کہ میں نے اتنے کو خریدی ہے تاکہ جھوٹ سے بچ جاوے اور اگر کوئی کام ان مذکورات سے خود اپنے آپ کرلیا ہو تو اسکی مزدوری ثمن میں نہ ملاوے

وكذا لا يضم نفقة نفسه ولا أجرة الحفظ ولا أجر الطبيب والمعلم والراعي والدلال لأن

اور ایسے ہی اپنی ذات کا خرچ اور نگہبانی کی اجرت اور مکان کا کرایہ اور طبیب اور معلم اور چرواہے اور دلال کی اجرت نہ ملاوے کیونکہ

هذه المذكورات لا تزيد في المبيع شيئا ومن اشترى ثوبا بعشرين وقبضه ثم باعه مرابحة بثلاثين فقابضا

ان اخراجات سے مبیع میں کچھ نہیں بڑھتا اور اگر کسی نے ایک تھان کپڑے کا بیس روپیہ کو لیکر قبضہ کرلیا پھر اسکو بطور مرابحہ تیس روپیہ کو بیچکر دونوں نے قبضہ کرلیا

ثم اشتراه من مشتريه بعشرين وأراد أن يبيعه مرابحة يطرح الربح ويبيعه على عشرة ويقول قام علي

پھر اسی دوبارہ وہ اپنا تھان اپنے خریدار سے بیس روپیہ کو خرید لیا اب اگر اسکو بطور مرابحہ بیچے تو اول کا نفع کم کرکے دس روپیہ پر بیچے اور یوں بیان کرے کہ یہ مال مجھکو

بعشرة ولو كان اشتراه بعشرين وباعه بعشرين ثم اشتراه بعشرين لا يبيعه مرابحة أصلا لأنه قبل الشراء

دس روپیہ کو پڑا ہے اور اگر اول کپڑے کو بیس روپیہ کو لیکر چالیس کو بیچا ہو پھر اسکو دوبارہ بیس کو لیا ہو تو اس صورت میں مرابحہ کرنا نہیں بیچے اسلئے کہ دوبارہ خریدنے کی پہلی

ثانيا يحتمل أن يرد عليه بعيب ويسقط الربح الذي ربحه فلما اشتراه ثانيا تأكد ذلك الربح الذي كان

شاید کہ وہ مال بواسطہ عیب کی پھر جاتا تو جس قدر اس نے نفع لیا ہے یعنی بیس روپیہ وہ جاتا رہتا جب اسی دوبارہ خرید لیا تو وہ نفع جو ساقط ہوسکتا تھا قائم

او حرق نار يجوز له ان يبيعه مرابحة او تولية بلا بيان حدوث العيب عنده او وطئ وكران لا وصاف تابعة
لا يقابلها شئ من الثمن وان تكسر بفعله او وطئها لا يجوز له ان يبيعه مرابحة او تولية بلا بيان لانه صار
مقصودا بالاتلاف ومن اشترى دارا او دابة واصاب من غلتها شيئا يجوز له ان يبيعها مرابحة او تولية بلا
بيان لان الغلة ليست متولدة من العين بل هي استيفاء منفعة واستيفاء المنفعة لا يمنع بيع المرابحة والتولية
بخلاف ما لو اشترى شاة واصاب من لبنها وصوفها فانه اذا باعها مرابحة او تولية يطرح من راس المال قدر
ما اصاب منها ولو اشترى جارية او شاة او نخلا فولدت الجارية والشاة او اثمر النخل يبيع الاصل مع الزيادة
مرابحة او تولية ولو استهلك الزيادة لا يبيع الاصل مرابحة او تولية حتى يبين ما استهلك منها ولو اشترى شيئا
بثمن ثم زاد في الثمن او حط البائع عنه او زاد في المبيع يلتحق كل من الزيادة والحط باصل العقد ويظهر حكم الالتحاق
في المرابحة والتولية حتى اذا اراد ان يبيع ذلك الشئ مرابحة او تولية لا يبيعه الا بما بقي من الثمن بعد الحط في صورة
الحط وبما زاد على اصل الثمن او على اصل المبيع في صورة الزيادة ومن اشترى شيئا بالف درهم نسيئة وباعه بربح
مائة ولم يبين للمشتري ذلك فعلم المشتري فهو بالخيار ان شاء رده وان شاء قبله بالف ومائة لان للاجل شبها بالمبيع
الا يرى انه يزاد في الثمن لاجل الاجل والشبهة في هذا الباب ملحقة بالحقيقة فصار كانه اشترى شيئين وباع احدهما
بثمنهما مرابحة والمرابحة توجب الاحتراز عن مثل هذه الخيانة يسر الله تعالى الاحتراز عن جميع الشبهات والخيانات

المجلس الثاني والسبعون في تحريض التاجر على ملازمة الصدق والامانة في جميع اقواله

وافعاله قال رسول الله صلى الله عليه وسلم التاجر الصدوق الامين مع النبيين والصديقين والشهداء
الحديث من حسان المصابيح رواه ابو سعيد وفيه تحريض التاجر على ملازمة الصدق والامانة في جميع اقواله

النیۃ ویحمل لفظ المضارع علی الحال وکذا ینعقد البیع بکل ما یدل علی معنی بعت واشتریت کما اذا قال البایع
نیت ہو اور اوس لفظ مضارع سی حال کی معنی لیلینگی اور ایسی ہی بیع ہر لفظ سی جسمین لفظ بعت اور شریت کی سی معنی ہون منعقد ہو جاتی ہی جیسی بایع مشتری سی کہی
للمشتری بعت منک ہذا بکذا وقال المشتری قبلت او قال المشتری للبایع اشتریت منک ہذا بکذا وقال البایع
میں یہہ شی تیری ہاتہہ اتنی کو بیچی اور مشتری کہی میں نی قبول کی یا مشتری بایع سی کہی میں نی تجہسی فلانی چیز اتنی کو مول لی اور بایع کہی
خذہ ینعقد البیع فی کلتا الصورتین اما فی الصورۃ الاولی فظاہر واما فی الصورۃ الثانیہ فلانہ لما امرہ ان
لیلی تو بیع دونو صورتون میں منعقد ہو جاوی گی پہلی صورت میں تو ظاہر ہی اور رہی دوسری صورت سو اسلئی کہ جب بایع نی اوسکو
یاخذہ بالبدل وہو لا یکون الا بالبیع صار کانہ قال بعتہ منک بہ فخذہ فیقدر البیع اقتضاء فیثبت العقد
بعوض بدل کی لیلینی کی اجازت دی تو یہہ بدلہ بدون بیع کی نہین ہوتا تو انجام اسکا یہہ ہوا گویا بایع نی کہا میں نی تیری ہاتہ اتنی کو بیچی سو تو لیلی پس بیع
باعتبارہ لا بلفظین احدہما امر حتی ینافی ما سبق لان المعنی ہو المعتبر فی ہذہ العقود وہذا ینعقد البیع بالتعاطی
باعتبار اقتضاء کی مقدر ہو گی پس انعقاد بیع کا اس اعتبار سی ہوگا اور بیع منعقد نہین ہوتی ایسی دو لفظ سی کہ انمین سی ایک امر ہو کہ منافی ہیان سابق کی ہو اسلئی کہ ان عقود
فی الخسیس والنفیس ہو الصحیح لتحقق المرضیات لکن لا بد فیہ من الاعطاء من الجانبین عند البعض وعند البعض
مبیع کم بہا ہو یا بیش بہا یہی مذہب صحیح ہی کیونکہ رضامندی ہو جاتی ہی لیکن اس صورت میں بعضون کی نزدیک ضرور ہی کہ دونو طرف سی ثمن اور مبیع بہگتا دین اور بعضون کی نزدیک
یکفی الاعطاء من جانب واحد فان محمدا اشار فی الجامع الصغیر الی ان تسلیم المبیع یکفی فی تحقق البیع ہذا
ایک طرف سی ادا کرنا ہی کفایت کرتا ہی کیونکہ امام محمد رح نی جامع صغیر میں یہہ اشارہ کیا ہی کہ مبیع کا حوالہ کر دینا واسطی ثبوت بیع کی کافی ہی یہہ اس صورت مین
اذا بین الثمن او کان معلوما کما اذا قال رجل لبایع الحنطۃ بکم تبیع الحنطۃ فقال قفیز بدرہم فقال کلنی
ہی کہ ثمن بیان کر دین یا کسیطرح سی معلوم ہو جیسی کوئی گیہون بیچنی والی سی پوچہی گیہون کیا بہاؤ بیچتا ہی اوسنی کہا فی روپیہ ایک پیمانہ پہر اوسنی کہا مجکو پانچ
خمسۃ اقفزۃ فکالہ فذہب بہا فہذا بیع فعلیہ خمسۃ دراہم وکذا لو اشتری وقرا من الحطب بثمانیۃ ثم
قفیز ناپ دی پہر اوسنی ناپ دئی پہر وہ لیکر چلا گیا یہہ بیع پوری ہی اور اوسکی ذمہ پانچ روپیہ ہین اور ایسی ہی اگر ایک بہار لکڑی کا آٹہہ پیسی کو خریدا پہر
قال ائت بوقر آخر والقہ ہہنا ففعل فہذا بیع ولہ ان یطلب الثمانیۃ ولو قال لبایع الحطب بکم تبیع ہذا الوقر
کہا ایک بہار اور لا کر یہان ڈالدی اوسنی لا ڈالا تو یہہ بیع پوری ہی اور اوسکو مطالبہ آٹہہ پیسی کا پہنچتا ہی اور اگر لکڑہارہ سی کہا یہہ گٹہا لکڑی کا کتنی کو
من الحطب فقال بثمانیۃ فقال سق الحمار فساقہ اختلفوا فیہ قال بعضہم لا یکون بیعا ما لم یسلم الحطب ولم ینقد
بیچتا ہی اوسنی کہا آٹہہ پیسی کو پہر اوسنی کہا گدہا ہانک لا پہر وہ ہانک لیگیا اسمین اختلاف کرتی ہین بعضی کہتی ہین بیع پوری نہین ہوتی جبتک لکڑیان حوالہ نکر دی
الثمن وقال بعضہم یکون بیعا لانہما تراضیا علی التملیک والتملک والتراضی ہو المعتبر فی الباب الا انہ لما کان
اور پیسی نہ لیلی اور بعضی کہتی ہین بیع ہو گئی کیونکہ دونو لینی دینی پر راضی ہین اور تملیک اور دونو کی رضامندی ہی بیوع مین معتبر ہی اتنا ہی کہ دلکی رضامندی
باطنا اقیم الایجاب والقبول مقامہ لدلالتہما علیہ فاذا اوجب احد العاقدین بایعا کان او مشتریا کما اذا قال البایع
امر مخفی ہی ایجاب قبول کو اوسکی جگہ ٹہرا دیا ہی اس سی رضا معلوم ہو جاتی ہی پہر جب ایک نی ایجاب کیا بایع ہو یا مشتری جیسی کہ بایع مشتری سی کہی
للمشتری بعت منک ہذا بکذا او قال المشتری للبایع اشتریت منک ہذا بکذا فالآخر یخیر ان شاء قبل
مین نی تیری ہاتہہ فلانی شی اتنی کو بیچی یا مشتری بایع سی کہی میں نی تجہسی اتنی کو مول لی اب دوسری کو اختیار ہی چاہی اوس مجلس میں قبول کری عقد کو
العقد فی المجلس وان شاء ردہ وہذا الخیار یسمی خیار القبول ویمتد الی آخر المجلس ولا یبطل بالتاخیر الیہ و
اور چاہی رد کری اور اس اختیار کو خیار قبول کہتی ہین اور یہہ اختیار آخر مجلس تک باقی رہتا ہی مجلس تک تاخیر سی باطل نہین ہوتا
ان طال ما لم یظہر ما یبطلہ اذ یحتاج الیہ المرء للتردید ولیس لہ ان یقبل العقد فی البعض دون البعض اذ فیہ
اگرچہ مجلس دراز ہو جاوی جبتک ایسی حرکت ظاہر نہو جس سی خیار باطل ہو جاوی کیونکہ آدمی کو مہلت کی حاجت تدبر کرنیکی لئی ہوتی ہی اور اوسکو یہہ اختیار نہین ہی کہ مبیع کو

تفريق الصفقة فيتضرر به احد العاقدين لان المبيعان كان واحدا يلزمه ضرر الشركة وان كان متعددا فالعادة
صفقہ یعنی عقد پورا نہیں رہتا پھر دونوں میں سی کسی ایک کا نقصان ہوگا کیونکہ مبیع اگر ایک شی ہی تو نقصان شرکت کا لازم آتا ہی اور اگر کئی ہیں تو عادت یوں پڑی گئی ہی
ضم الجيد الى الردي ونقص ثمن الجيد لترويج الردي فلو ثبت له خيار القبول في البعض يقبل الجيد ويترك
کہ عمدہ کو ناقص کی ساتھ ملا کر ناقص کی نکاسی کی لیے عمدہ کی قیمت کچھ کم کردیتی ہیں اب اگر اوسکو یہہ اختیار رہوے کہ جونسی چاہی چھانٹ لی تو وہ عمدہ کو لیلیوےگا اور
الردي فيزول الجيد عن يد البايع باقل من ثمنه وفيه ضرر له الا اذا كرر العقد وبين ثمن كل واحد بان
ناقص کو نہ لیگا تو بایع کی ہاتہ سی عمدہ مبیع کم قیمت کو جاتی رہی گی اور اسمیں بایع کا بڑا ضرر ہی ہاں اگر دوبارہ عقد کرے اور ہر ایک کا ثمن جدا جدا بیان کردے
قال بعت هذا بكذا وهذا بكذا فحينئذ ينتفي الضرر عنه فما لم يحصل القبول يبطل الايجاب بقيام واحد منهما
اسطور کہ میں نی یہہ اتنی کو اور یہہ اتنی کو بیچا اب اوسکا کچھ ضرر نہیں ہی پھر جبتک قبول نہووے تو ایجاب دونوں میں سی ایک کی کھڑی ہونی
ايهما كان ولا يبقى لواحد منهما ولاية القبول بعده لان القيام دليل الرجوع وكذا لو قال البايع للمشتري بعت
کوئی سی کھڑا ہوجاوی باطل ہوجاویگا تو نہیں سی کسکو اختیار قبول کا باقی نہیں رہتا کیونکہ کھڑا ہوجانا رجوع کی دلیل ہی اور ایسی ہی اگر بایع نی مشتری سی کہا میں نی تیری ہاتہ بیچی
منك هذا بكذا ولم يقل المشتري شيئا حتى كلم البايع انسانا في حاجة لبطل الايجاب واذا حصل الايجاب
اتنی کو یہہ ابہی مشتری نی کچھ جواب نہیں دیا کہ بایع اور شخص سی کچھ بات چیت کرنی لگا تو ایجاب باطل ہوجاوے گا اور جب ایجاب قبول دونوں ہوچکی
والقبول يتم العقد ولا يكون لواحد منهما خيار اصلا لا في المجلس ولا بعده الا من عيب او عدم رؤية
ہیں تو عقد پورا ہوجاتا ہی اب دونوں میں سی ہرگز کسیکو کچھ اختیار پھیر دینیکا نہیں ہی نہ مجلس میں نہ بعد مجلس کی مگر بسبب عیب کی یا نہ دیکھنی کی
وفي العوض المشار اليه مبيعا كان او ثمنا يكفي الاشارة في صحة البيع بلا علم بقدره ووصفه وفي غير
اور عوض میں جو سامنی موجود ہو مبیع ہو یا ثمن واسطی صحت بیع کی بدون دریافت مقدار اور وصف کی اشارہ کفایت کرتا ہی اور جو سامنی نہو
المشار اليه لا بد من علم بقدره ووصفه لان التسليم واجب بالعقد ويمتنع حصوله بالجهالة المفضية
تو اوسکی مقدار اور وصف کا علم ضرور چاہئی اسلئی کہ بعد عقد کی تسلیم واجب ہوگی اور بسبب جہالت کی جس سی جھگڑا پیدا ہوتا ہی ہرگز نہیں ہوسکتی
الى النزاع ويصح البيع بثمن حال وثمن مؤجل لاطلاق قوله تعالى واحل الله البيع ولما روي انه عليه السلام
اور بیع ثمن حالی یعنی نقد اور ثمن مؤجل یعنی اودہار دونوں صحیح ہوجاتی ہی کیونکہ آیت میں کوئی قید نہیں ہی اور حلال کی اللہ نی بیع کو اور اسلئی کہ روایت ہی کہ
اشترى من يهودي طعاما الى اجل ورهن درعه لكن لا بد ان يكون الاجل معلوما اذ لو لم يكن معلوما بل
ایک یہودی سی ایک مدت پر اودہار غلہ مول لیا اور زرہ گروی رکہدی لیکن مدت کا معلوم ہونا ضرور چاہئی اسواسطی کہ اگر مدت معلوم نہوگی بلکہ
كان مجهولا كالبيع الى قدوم الحاج او الى الحصاد او الى الدياس او الى القطاف او الى الجزاز كانت جهالته مانعة من
مجہول ہوگی جیسی بیچنا بشرط اوداری ثمن حاجیوں کی آنی پر یا کہیتی کٹنی پر یا پھیر اونٹنی پر یا انگور توڑنی پر یا اون کترنی پر تو یہہ جہالت بیشک تسلیم ثمن سی
التسليم الواجب بالعقد لان هذه الاوقات تتقدم تارة وتتاخر اخرى فربما يطالبه البايع في قريب المدة و
مانع ہوگی جو عقد سی واجب ہوگئی ہی اسلئی کہ یہہ اوقات کہیں اگیتی ہوتی ہیں اور کہیں پچھیتی سو کبہی بایع اول وقت میں مطالبہ کریگا اور
المشتري يؤخره الى بعيدها ويقع بينهما التنازع الموجب لفساد العقد ولو انهما تبايعا الى هذه الآجال ثم تراضيا
مشتری پچھیتی وقت تک ٹالویگا پھر دونوں میں جھگڑا پڑیگا جس سی عقد فاسد ہوجاتا ہی اور اگر دونوں نی بیع انہی اوقات مذکورہ پر کی پھر دونوں راضی ہوکر
باسقاط الاجل قبل قدوم الحاج وشروع الناس في الحصاد والدياس وغيرهما ينقلب البيع صحيحا لارتفاع المفسد
حاجیوں کی آنی سی اور کہیتی کی کاٹنی سی اور پھیر کی اودہانی وغیرہ سی پہلی مدت موقوف کی تو وہ ہی بیع صحیح ہوجاویگی کیونکہ مفسد پہلی
قبل تقرره ولو وقع بينهما البيع مطلقا ثم اجل الثمن الى هذه الاوقات يجوز لان هذا تاجيل الدين والجهالة
جاتا رہا اور اگر دونوں میں بیع بلا شرط واقع ہوئی پھر بعد اسکی ثمن کی یہہ ہی اوقات مقرر کردی تو جائز ہی اسلئی کہ یہہ دین کی مدت ہی اور تہوڑی سی

اليسيرة متحملة فيه لان كل دين اذا اجله صاحبه الى اجل معلوم او الى اجل مجهول جهالة يسيرة كالتاجيل
جہالت کی اسمین گنجایش ہو سکتی ہی کیونکہ کوئی دین ہو جب قرض خواہ اوسکی مدت معین معلوم یا مدت کچھہ مجہول مقرر کر دیتا ہی جیسی مدت
الى هذه الاوقات يصير ذلك الدين مؤجلا ويكون تاجيله لازما الا القرض فان تاجيله لا يكون لازما
ان اوقات مذکورہ کی تو وہ دین مؤجل ہو جاتا ہی اور اوسکی مدت لازم ہو جاتی ہی سوا قرض نقد کی بیشک اوسکی مدت لازم نہین ہوتی
بل يجوز ابطاله لكونه من التبرعات ولا جبر فيها كما في الاعارة ولو اريد ان يكون تاجيله لازما فطريقه ان يحيل
بلکہ اوسکا ابطال جایز ہی کیونکہ یہہ قرض صرف احسان ہوتا ہی اسمین کوئی زبردستی نہین چلتی جیسی عاریت مین اور اگر چاہو کہ قرض نقد کی مدت لازم ہو جاوی تو اوسکا طریقہ یہ ہی
المستقرض المقرض على رجل بدينه فيؤجل المقرض ذلك الرجل مدة معلومة فحينئذ يكون التاجيل لازما
کہ قرضدار قرض خواہ کو اپنی دین کا حوالہ اور شخص پہ کردی پہر قرض خواہ اوس شخص کی لئی مدت معلومہ مقرر کردی پس اب مدت لازم ہو جاویگی
حتى لو اراد المقرض ان يطالبه قبل تلك المدة ليس له ذلك ومن اشترى شيئا مما ينقل لا يجوز له ان يبيعه حتى
یہانتک کہ اگر قرض خواہ اوس مدت سی پہلی طلب کرنا چاہی تو اوسکو اختیار نہین ہی اور جسنی کوئی شی منقول مول لی تو اوسکو قبضہ کرنی سی پہلی بیچ ڈالنا جایز نہین ہی
يقبضه لما روي انه عليه الصلوة والسلام نهى عن بيع ما لم يقبض لما فيه من غرر انفساخ العقد على تقدير
اسواسطی کہ روایت ہی کہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام نی منع فرمایا ہی بی قبضہ کی ہوئی بیع سی کیونکہ اسمین احتمال عقد لوٹنی کا ہوتا ہی اگر مبیع
هلاكه فانه لو هلك قبل قبضه ينفسخ العقد ويعود الى قديم ملك البايع فيكون المشتري بايعا ملك غيره
تلف ہو جاوی بیشک اگر مبیع قبض سی پہلی ہلاک ہو جاوی تو عقد ٹوٹ جاتا ہی اور مبیع بایع کی اصلی ملک مین داخل ہو جاتا ہی تو اب مشتری گویا غیر کا مال
واما اذا قبضه فحينئذ يتم البيع فيكون بايعا ملك نفسه فلما كان قبل القبض لا يدري ان البيع يتم فيكون
بیچتا ہی اور اگر مشتری قبضہ کر چکا تو اب بیع پوری ہو چکی اب اپنا مال بیچتا ہی اور چونکہ قبض سی پہلی نہین معلوم کہ آیا بیع پوری ہو گی کہ اپنا مال بیچتا ہی
بايعا ملك نفسه او ينفسخ فيكون بايعا ملك غيره حكم بعدم الجواز بخلاف بيع العقار قبل قبضه فانه يجوز
یا ٹوٹ جاویگی کہ بیگانہ مال بیچتا ہی تو اسلئی حکم عدم جواز کا ہی برخلاف بیع زمین وغیرہ کی قبضہ سی پہلی کہ یہہ بیع جایز ہی
لعدم المانع فيه وهو غرر انفساخ العقد على تقدير الهلاك لان الهلاك في العقار نادر ويجوز التصرف في الثمن
کیونکہ اسمین وہ مانع یعنی شبہ عقد ٹوٹ جانیکا بشرط ہلاک مبیع کی نہین ہی اسلئی کہ زمین کم ہلاک ہوتی ہی اور ثمن مین قبضہ سی پہلی تصرف جایز
قبل قبضه سواء كان مما لا يتعين كالنقود او مما يتعين كالمكيل والموزون حتى لو باع متاعا بدراهم او بكر حنطة
ہی برابر ہی کہ غیر معین ہو جیسی نقود یا متعین ہو جیسی مکیل اور موزون یہانتک کہ اگر کچھہ مال بعوض دراہم یا گون گیہون کی
يجوز له ان ياخذ بدلهما شيئا اخر لوجود المجوز وهو الملك وانتفاء المانع وهو غرر الانفساخ بالهلاك لان الثمن
بیچا تو بایع کو جایز ہی کہ اونکی بدلہ کوئی اور چیز مشتری سی لیلیوی کیونکہ جایز کرنیوالی یعنی ملک موجود ہی اور مانع نہین ہی یعنی شبہ عقد ٹوٹنی کا ہلاک ہونی سی کیونکہ ثمن
يثبت في الذمة ولا يتعين بالتعيين والمكيل والموزون وان كان مبيعا من وجه لكنه ثمن من وجه فلا ينفسخ
ذمہ پر ثابت ہو جاتا ہی اور تعین کرنی سی معین نہین ہوتا اور مکیل اور موزون اگرچہ ایک وجہ سی مبیع ہین پر ایک وجہ سی ثمن ہین سو بیع انکی ہلاک ہونی سی
البيع بهلاكه والمراد بجواز التصرف في الثمن قبل قبضه جواز تمليكه ممن عليه الدين ولو بعوض لا جواز تمليكه من
نہین ٹوٹیگی اور ثمن مین تصرف قبل قبض جو جایز ہی اس سی یہہ مراد ہی کہ جسکی ذمہ پر ثمن ہوتا ہی اوسکو مالک کردی تو جایز ہی اگرچہ بدلہ مین یہہ مراد نہین ہی
غير من عليه الدين لان تمليك الدين من غير من عليه الدين ليس بمشروع ويجوز بيع الحنطة وغيرها من
کہ سوا اوسکی یعنی ذمہ دار کی اور کو مالک کرنا جایز ہی اسلئی کہ دین کا مالک کرنا اور کو سوا دین دار کی جایز نہین ہی اور بیچنا گیہون وغیرہ دانہ کا
الحبوب مكائلة ومجازفة وباناء لا يعرف قدره ولا ينكبس بالكبس واما اذا كان ينكبس بالكبس كالزنبيل ونحوه فلا يجوز
پیمانہ سی اور تخمین سی یعنی ڈہیری اور ایک ایسی پیمانہ سی ناپ کر جسکی مقدار معلوم نہو اور کہینچنی سی نہ بڑہتا ہو جایز ہی اور ہان اگر کہینچی سی بڑہتا ہو جیسی زنبیل وغیرہ

ثمن

فمن اشترى كيليا مجازفة يجوز له ان يبيعه او ياكله قبل ان يكيله لان البيع يقع على المشار اليه لا على مقدار
اور جس نے کیلی شے کی ڈھیری اٹکل سے مول لی تو اوسکو جائز ہے کہ بے کیل کئے بیچ ڈالے یا کھا لیوے اسواسطے کہ اس صورت میں بیع موجود کی ہوتی ہے مقدار معین کی نہیں ہوتی
معين فيكون الكل له وان اشتراه بشرط الكيل لا يبيعه ولا ياكله حتى يكيله لاحتمال ان يزيد على المشروط
وہ سبکا سب اوسی کا ہے اور اگر ڈھیری بشرط کیل کے مول لی تو بغیر کیل کئے نہ بیچے اور نہ کھاوے اسواسطے کہ شاید مقدار مشروط سے کچھ بڑھ جاوے
وهو للبايع والتصرف في مال الغير حرام يجب الاحتراز عنه ويكفي كيل البايع بعد بيعه بحضرة المشتري في الصحيح لان
اور وہ بایع کا مال ہوگا اور غیر کے مال میں تصرف حرام ہے اس سے بچنا ضرور چاہیے اور بیچنے کے بعد مشتری کے سامنے بایع کا کیل کرنا صحیح مذہب میں کفایت کرتا ہے کیونکہ
المبيع يصير به معلوما ويتحقق معنى التسليم ولا اعتبار بكيله قبل البيع ولو بحضرة المشتري لان الشرط كيل
مبیع اس سے ہی معلوم ہو جاتا ہے اور تسلیم ثابت ہو جاتی ہے اور بیچنے سے پہلے بایع کی کیل کا کچھ اعتبار نہیں ہے اگرچہ مشتری کے سامنے ہو اسلئے کہ شرط کیل
البايع او المشتري وهو ليس بواحد منهما ولا بكيل بعد البيع بغيبة المشتري لان الكيل من باب التسليم اذ به يصير
بایع کا ہے یا مشتری کا اور قبل البیع وہ کوئی بھی نہیں ہے نہ بایع بایع ہے اور نہ مشتری مشتری اور نہ بعد بیع کے کیل کا کچھ اعتبار مشتری کی غیبت میں کیونکہ کیل قسم تسلیم
المبيع معلوما ولا تسليم الا بحضرته وكذا لو اشترى ما يوزن او يعد بشرط الوزن او العد لا يبيعه ولا ياكله حتى
مبیع معلوم ہوتا ہے اور تسلیم مشتری کی موجودگی بغیر نہیں ہوتی اور ایسی ہی اگر تول کی شے یا گنتی کی شے بشرط تولنے یا شمار کی مول لی تو بدون تولے یا گنے نہ بیچے اور نہ کھاوے
يزنه او يعده الا ان البايع لو وزنه او عده بعد البيع بحضرة المشتري يكفي ولو اشترى ما يذرع بشرط الذرع
جبتک کہ تول لے یا گن لے اور اگر بایع بیع کی بعد مشتری کے سامنے تول دے یا گن دے تو کفایت کرتا ہے اور اگر گز کی شے بشرط گز کی مول لی
يجوز له ان يبيعه قبل الذرع لان الذرع وصف لا يقابله شيء من الثمن فيكون الكل له قال الزيلعي هذا اذا لم يسم
تو جائز ہے کہ ناپنے سے پہلے بیچ ڈالے اسلئے کہ گز گز ناپنا وصف ہے کہ اوسکے مقابلہ میں ثمن کچھ نہیں ہوتا وہ سب اوسیکا ہے زیلعی کہتا ہے یہ اوس صورت میں ہے
البايع لكل ذراع ثمنا واما اذا سمى وقال كل ذراع بكذا فلا يحل للمشتري ان يتصرف فيه حتى يذرعه ومن باع
کہ بایع فی ذرع ثمن نہ ٹھیراوے اور اگر فی ذرع ثمن معین کردے مثلا چار آنہ گز تو مشتری کو حلال نہیں ہے کہ گز گز کئے بغیر اوس میں تصرف کرے اور اگر کسی
صبرة كل قفيز بكذا ولم يذكر عدد قفزانها لا يجوز البيع عند ابي حنيفة الا في قفيز واحد لتعذر صرف العقد الى
اناج کا ڈھیر بیچا ہر پیمانہ اتنے کو اور بیان نہ کیا کتنے پیمانے ہیں تو امام ابی حنیفہ کے نزدیک بیع جایز نہیں ہے بجز ایک پیمانہ کی کیونکہ عقد تمام ڈھیر پر نہیں پڑتا
الكل لجهالة المبيع والثمن جهالة تفضي الى النزاع لان البايع يطلب الثمن اولا بموجب العقد والمشتري لا يدفعه
اسلئے کہ مبیع اور ثمن دونو ایسے مجہول ہیں جسکے سبب جھگڑا ہو جاوے اسواسطے کہ بایع موافق تقاضاء عقد کے ثمن پہلے طلب کریگا اور مشتری نہیں دیویگا
لكونه غير معلوم لكون المبيع غير معلوم واذا تعذر صرفه الى الكل يصرف الى الواحد وهو معلوم ولو زالت
کیونکہ ثمن کی مقدار معلوم نہیں ہے اسلئے کہ مبیع معلوم نہیں ہے اور جو نکہ عقد کو تمام مبیع پر صرف نہیں کر سکتے تو ایک پیمانہ پر لگا دینگے اور ایک تو معلوم ہے اور اگر
الجهالة في المجلس بالكيل او بذكر جميع القفزان يجوز البيع في جميعها لكن يكون المشتري مخيرا وهكذا الحكم
مجلس کے اندر جہالت دفع ہو جاوے کیل کرنے سے یا تمام پیمانے بیان کردینے سے تو بیع تمام ڈھیر کی جایز ہو جاویگی لیکن مشتری کو لینے نہ لینے کا اختیار ہوگا اور تمام
في جميع الموزونات والمعدودات المتقاربة ولو باع قطيع غنم كل شاة بكذا ولم يذكر عددها لا يجوز البيع في جميعها
موزونات اور معدودات میں جو ایک سے ہوں ایسا ہی حکم ہے اور اگر ریوڑ بکریوں کا اسطور بیچا کہ ہر ایک راس اتنے کو اور گنتی بیان نہ کی تو امام ابو حنیفہ کے نزدیک
عند ابي حنيفة كما ذكر ان العقد يصرف الى الواحد وهو متفاوت لكون افراد الشاة متفاوتة وتفاوت الافراد
بیع سراسر جایز نہیں ہے چنانچہ ذکر ہو چکا ہے کہ عقد ایک عدد پر مصروف ہوتا ہے اور وہ متفاوت ہے اسلئے کہ راس بکریوں کی ایک سی نہیں ہوتی اور تفاوت افراد کا
يقتضي الجهالة المفضية الى النزاع وكذا الحكم في كل معدود متفاوت اذا باع عدل الثياب كل ثوب بكذا ولم يذكر
ایسی جہالت ہوتی ہے کہ جسمیں جھگڑا کھڑا ہو جاوے اور ہر ایک معدود متفاوت کا ایسا ہی حکم ہے اگر گٹھڑی تھان کی اسطور بیچی کہ ہر ایک تھان اتنے کو اور گنتی بیان

عددها لا یجوز البیع فی جمیعها للجهالة المفضیة الی النزاع وعندهما یجوز البیع فی جمیع ذلك وقد ذکر فی
بکری تو بیع سراسر جائز ہوگی بسبب جہالت کی جو جھگڑا اگر ڈالدیتی ہی اور صاحبین کی نزدیک بیع تمام کی جائز ہی اور فتاوی قاضیخان میں
فتاوی قاضیخان ان الفتوی علی قولهما تیسیرا علی الناس ولو ذکر عددها وقال المشتری بعت منك هذا
مذکور ہی کہ لوگوں پر آسانی کی واسطی صاحبین کی قول پر فتوی ہی اور اگر بائع نی گنتی بیان کر کر مشتری سی کہا میں نی تیری ہاتہ یہہ ریوڑ
القطیع علی انه مائة شاة او هذا العدل علی انه مائة ثوب بكذا یصح البیع لکون کل من المبیع والثمن معلوما
کہ سو بکریاں ہیں اور یہہ گٹھڑی کہ سو تہان ہیں اتنی کو بیچا تو بیع صحیح ہی اسواسطی کہ مبیع اور ثمن نام لینی سی دونوں معلوم ہوگئی ہیں
بالتسمیة لکن ان وجده المشتری اقل او اکثر یفسد البیع اما فساده اذا وجده اکثر فلعدم دخول الزوائد
لیکن اگر مشتری کم یا زیادہ پائی تو بیع فاسد ہو جاوی گی پہر فساد بیع کا زیادتی کی صورت میں اسواسطی ہی کہ زوائد عقد کی
تحت العقد فیجب رده وهو مجهول لکون افراد الشاة او الثوب متفاوتة واما فساده اذا وجده اقل فلوجوب
تلی نہیں آیا تو اوسکا پہیر دینا واجب ہی اور وہ معلوم نہیں کیونکہ بکریوں کی یا تہان کپڑی کی ایک سی نہیں ہیں اور فساد بیع کا کمی کی حالت میں اسلئی ہی کہ
سقوط حصة الناقص من الثمن عن ذمته وهی مجهولة اذ لا یدری ان الناقص کان جیدا او وسطا او ردیا ولو
مقدار قیمت کسی فرد کی متعلقہ ثمن کی اوسکی ذمہ سی کم کرنی چاہیی اور وہ معلوم نہیں کیونکہ معلوم نہیں ہی کہ کمی کا تہان یا راس عمدہ ہی یا درمیانہ ہی یا کہٹیل ہی اور اگر
بین لکل منها ثمنا وقال کل شاة او کل ثوب بكذا یصح البیع فی الاقل لکن یکون المشتری مخیرا ان شاء اخذ الموجود
بائع نی ہر ایک کا ثمن بیان کر دیا کہ ہر ایک راس اور ہر ایک تہان اتنی کو تو بیع کمی کی صورت میں صحیح ہی لیکن مشتری کو اختیار ہی چاہی موجود کو حصہ رسد
بحصته من الثمن لکونه معلوما وان شاء ترکه ویفسد فی الاکثر لجهالة المبیع ومن قال لغیره بعت منك کر من
ثمن میں سی مول لیلی کیونکہ معلوم ہی اور چاہی نہ لیوی اور زیادتی کی صورت میں فاسد ہی کیونکہ مبیع مجہول ہی اور جس نی دوسری سی کہا میں نی تیری ہاتہ یہہ پیمانہ
الحنطة التی فی هذا الانبار او من هذا الکدس ثم اعطاه حنطة من موضع آخر لا یجوز لان ما سوی النقود تتعین
گیہوں کا اس ڈہیر میں سی یا اس حرمن میں سی بیچا پہر اوسکو گیہوں اور جگہ سی حوالہ کئی تو جائز نہیں ہی اسلئی کہ سب شئی سوای نقود کی تعین کرنی ہی
بالتعیین ولا یجوز استبداله واقامة الآخر مقامه الا بالفسخ وتکرار العقد ومن باع شیئا وقال المشتری بعته منك
معین ہو جاتی ہی پس اوسکا بدلنا اور دوسری کا اوسکی جگہ قایم کرنا جایز نہیں ہی الا وہ عقد توڑ کر دوبارہ عقد کری تو جایز ہی اور جس نی کوئی شئی بیچی اور مشتری سی کہا میں نی تیری ہاتہ یہہ شئی بیچی ۱۱۴
بغیر ثمن یکون البیع باطلا لان الثمن اذا نفی ینتفی رکن البیع فلا یکون بیعا ولو باعه وسکت عن ثمنه لا یبطل البیع
بغیر ثمن کی بیچی تو یہہ بیع باطل ہی کیونکہ جب ثمن نہیں ہوا تو بیع کا رکن نہیں ہوا تو بیع کب ہوگی اور اگر کوئی شئی بیچی اور ثمن سی چپ کر رہا تو بیع باطل نہیں ہوتی
بل یفسد لان مطلق البیع یقتضی المعاوضة واذا سکت عن الثمن یکون عوضه القیمة ویصیر کانه باعه
بلکہ فاسد ہوتی ہی اسلئی کہ مطلق بیع معاوضہ کو چاہتی ہی اور جب اوسنی ثمن بیان نکیا تو اوسکی عوض قیمت لیسکی ہی اسکا انجام یہہ ہی کہ گویا قیمت کو بیچا
بقیمته وبیع الشیء بقیمته فاسد لا باطل والحاصل ان البیع اذا لم یکن صحیحا فهو قد یکون باطلا وقد یکون
اور شئی کو قیمت سی بیچنا فاسد ہوتا ہی باطل نہیں ہوتا اور حاصل یہہ ہی کہ بیع اگر صحیح نہیں ہوتی تو پہر وہ بعضی دفعہ باطل ہوتی ہی اور کبہی
فاسدا فلا بد من بیان کل منهما لیمکن الاحتراز عنهما فالبیع الباطل ما لا یصح باصله ووصفه ولا یفید الملك اصلا
فاسد اسی ہر ایک کا بیان کرنا ضرور ہوا تا کہ ان دونوں سی بچ سکیں سو بیع باطل تو وہ ہی کہ نہ اصل اور وصف میں صحیح ہو اور ہرگز فائدہ ملک کا نہیں دیتی
ولهذا قیل من غلب علی ظنه ان اکثر معاملة اهل السوق علی البطلان لیس له ان یشتری منهم شیئا ولا یحل له ما
اسیہی لئی کہتی ہیں جسکو گمان غالب ہو کہ اکثر معاملات ان بازار والوں کی باطل ہوتی ہیں تو اوسکو جایز نہیں ہی کہ اونسی کوئی چیز مول لی اور جو مال اونسی لیکا
اشتراه منهم والبیع الفاسد ما یصح باصله لا بوصفه ویفید الملك فی المبیع بعد قبض المشتری ایاه لکن لا علی
حلال ہوگا اور بیع فاسد وہ ہی جو اصل میں صحیح ہو وصف میں غیر صحیح اور مبیع پر جب مشتری قبضہ کر لیتا ہی تو فائدہ ملک کا دیتی ہی لیکن پاکیزگی کی

وجه الطيب بل على وجه الخبث ولهذا قيل لا يحل له ان يتصرف فيه بتمليك او انتفاع حتى لو كان طعاما
راہ سی نہیں بلکہ خباثت کی راہ سی اسی واسطی کہتی ہیں کہ ایسی مبیع میں تصرف یعنی کسیکو مالک کرنا یا نفع لینا حلال نہیں ہی یہان تک کہ اگر طعام ہو
لا يحل له اكله ولو كان جارية لا يحل له وطيها بل يجب على كل واحد من البائع والمشتري فسخ العقد دفعا للفساد
تو کہانا حلال نہیں ہی اور اگر لونڈی ہی تو صحبت حلال نہیں ہی بلکہ ہریک بایع اور مشتری پر واسطی اوٹہانی فساد کی عقد کو توڑنا واجب ہی
وان لم يفسخا بل باع المشتري ما قبضه بالشراء الفاسد بعقد صحيح ينفذ بيعه لانه لما ملكه ملك تمليكه لغيره
اور اگر دونوں ملکر بیع نہ توڑیں بلکہ مشتری نی وہی مبیع بیع فاسد کا قبضہ میں لیکر اوسکو ساتھ عقد صحیح کی بیچ ڈالا تو اوسکی بیع قایم رہیگی کیونکہ جب مبیع کا مالک ہوا تو
بالبيع وغيره فلا يتصور بعده الفسخ لتعلق حق العبد به لان وجوب الفسخ سابقا كان لحق الشرع واذا اجتمع
بطور بیع کی یا دوسری طرح پر بیچ ڈالنی کا بہی مالک ہوا اب بعد اسکی فسخ نہیں ہو سکتا کیونکہ اب بندہ کا حق متعلق ہو گیا اسلئی کہ پہلی تو وہ اسلئی حق شرع کی فسخ واجب تہا اور جب حق عبد اور حق شرع
حق العبد مع حق الشرع يقدم حق العبد لحاجته ثم كان الاولى للمشتري ان يتنزه عن شرائه اذ قيل من ظن
جمع ہو جاتی ہیں تو حق بندہ کا مقدم رکہتی ہیں کیونکہ بندہ حاجتمند ہی اور مشتری کو اولی یہہ تہا کہ اوسکو مول نہ لیتا کیونکہ کہتی ہیں جسکو یون معلوم ہو
ان اكثر معاملات اهل السوق على الفساد ينبغي له ان يتنزه عن شراء شيء منهم ومع هذا لو اشترى منهم شيئا
کہ اکثر معاملات بازار والوں کی فاسد ہوتی ہیں تو بہتر یہہ ہی کہ اونسی کوئی چیز مول نہ لیوی اور تو بہی اگر اونسی کوئی چیز مول لیلیگا
يحل له الانتفاع به اذا كان العقد الاخير صحيحا وذلك لان البيع ركنه مبادلة المال بالمال فكل بيع يوجد خلل
تو اوسی نفع اوٹہانا حلال ہوگا اگر یہہ عقد اخیر کا صحیح ہی اسلئی کہ بیع کا رکن یہہ ہی بدلنا مال کا بعوض مال کی ہی پہر جس بیع کی رکن میں
في ركنه فهو باطل وكل بيع لا يوجد خلل في ركنه بل في غيره كالتسليم والتسلم الواجبين به والانتفاع المقصود منه
خلل ہوتا ہی تو وہ باطل ہوتی ہی اور جس بیع کی رکن میں خلل نہیں ہوتا بلکہ وصف میں ہو دی جیسی تسلیم اور تسلم جو عقد سی واجب ہوتی ہیں اور انتفاع جو مبیع سی
وغير ذلك فهو فاسد فحينئذ البيع بالدم والميتة التي ماتت حتف انفها ونحوهما باطل لانه لا يصح باصله ووصفه
مقصود ہوتا ہی اور سوا اسکی تو وہ بیع فاسد ہوتی ہی پس اب بیع بعوض لوہو اور مردار یعنی خود بخود مری ہوئی جانور کی اور مانند انکی باطل ہی اسلئی کہ اپنی اصل اور وصف دونو میں
لعدم وجود ركنه الذي هو مبادلة المال بالمال لان صفة المالية للشيء انما تثبت بتمول كل الناس او بعضهم
صحیح نہیں ہی کیونکہ اسکا رکن یعنی بدلنا مال کا مال سی موجود نہیں ہی اسواسطی کہ شی میں وصف مالیت کا جب ہوتا ہی کہ تمام لوگ یا بعضی لوگ اوسکو مال سمجہیں
اياه وهذه الاشياء لا تعد مالا عند احد ممن له دين سماوي والبيع بالخمر والخنزير ونحوهما يكون فاسدا لانه يصح
اور یہہ چیزیں یعنی لوہو اور مردار کوئی شخص دین سماوی والا مال نہیں سمجہتا اور بیع بعوض شراب و سور کی اور مانند انکی فاسد ہوتی ہی اسلئی کہ اصل میں
باصله لوجود ركنه الذي هو مبادلة المال بالمال لان هذه الاشياء تعد مالا عند بعض اهل الكفر ولا يصح بوصفه
صحیح ہی اوسکا رکن موجود ہی یعنی مبادلہ مال کا مال سی اسلئی کہ یہہ چیزیں یعنی کفار کی نزدیک مال ہوتی ہیں اور وصف میں صحیح نہیں ہی
لعدم تقومها لان التقوم للشيء انما يثبت باباحة الانتفاع به شرعا والشرع قد ابطل الانتفاع بهما في حق المسلمين
اسلئی کہ یہہ چیزیں قیمتی نہیں ہیں کیونکہ کوئی شی صاحب قیمت جب ہوتی ہی کہ شرع میں اوسکا برتنا مباح ہو وی اور شرع نی ان دونو کا برتنا مسلمانون کی حق میں باطل
ومن باع كرا من الحنطة ولم يكن في ملكه حنطة يبطل البيع لعدم وجود ركنه الذي هو مبادلة المال بالمال
اور جس نی ایک پیمانہ گیہون کا بیچا جبکہ اوسکی ملک میں گیہون نہیں ہیں تو بیع باطل ہوگی کیونکہ اوسکا رکن موجود نہیں ہی یعنی مبادلہ مال کا مال سی
لان المال موجود يميل اليه الطبع ويجري فيه البذل والمنع والمعدوم ليس بمال ولو كانت في ملكه حنطة لكن كانت اقل
اسلئی کہ مال موجود ہوتا ہی کہ اوسکی طرف طبیعت راغب ہو اور اوسکو چاہی خرچ کری چاہی روک رکہی اور شی معدوم مال نہیں ہوتی اور اگر اوسکی ملک میں گیہوں تو ہوتی پر مقدار
مما سماه يبطل البيع في المعدوم ويفسد في الموجود ولا يجوز بيع زيت على ان يوزن بظرفه ويطرح عنه بازاء الظرف
مقرری مبیع سی کمتی تو معدوم میں بیع باطل اور موجود میں بیع فاسد ہوتی اور جایز نہیں ہی بیچنا تیل کا باین شرط کہ برتن سمیت تولی کر بعوض وزن برتن کی

لكن شرطا لا يقتضيه العقد وانما فيه ان يطرح عنه وزن الظرف واذا شرط ان يطرح عنه

ن ظرف سمیت تولے اس شرط پر کہ ... ظرف کا وزن ... کر کے حساب لیں جو دی دبا کہا جاوے اور جب شرط ہو کہ ظرف میں

كذا رطلا يكون شرطا مخالفا لمقتضى العقد لجواز ان يكون وزن الظرف اقل من ذلك او اكثر فيؤدي الى جهالة

کمی کریں تو یہ شرط مقتضا عقد کی ... وزن کو ... کہ ... ظرف کا ... مقدار کمی ... تو مبیع مجہول رہ جاتا ہے

المبيع ووقوع بعض الريب فيه بين او بعض الثمن بمقابلة ما لم يكن موجودا من الزيت وان شرط ان يطرح عنه

دوسرے کا حصہ بل معین جاتا ... کچھ ... کی ... پڑتا ہے ... اگر یہ شرط کریں کہ حساب میں ظرف کا وزن کا

وزن الظرف يجوز لانه يوافق مقتضى العقد وما يوافق مقتضى العقد لا يفسد العقد بل يؤكده وكذا لا يجوز بيع

دینا کم کریں تو جائز ہے کیونکہ مقتضا عقد کی ... ہے ... جو شرط موافق مقتضی عقد کی ہو عقد کو فاسد نہیں کرتی بلکہ عقد مقرر کر دیتی ہے اور ایسی ہی دریا میں

السمك في الماء لانه قبل الاصطياد غير مملوك فيكون عدم الجواز بمعنى البطلان وبعد الاصطياد والقائه

مچھلی کی بیع جائز نہیں ہے کیونکہ شکار کی بعد مملوک نہیں ہوتی پس یہ عدم جواز بطلان کی معنوں میں ہے اور شکار کر کر جو اسکو حوض میں

في الحظيرة ان كانت الحظيرة كبيرة لا يمكن اخذه منها الا بتكلف واحتيال فهو غير مقدور التسليم فيكون عدم

چھوڑ دیں اگر وہ حوض ایسا بڑا ہووے کہ وہ مچھلی بدون تکلف و حیلہ نہیں نکل و غیرہ کی ... آ نہ سکے تو اسکی تسلیم قابو میں نہیں ... عدم

الجواز بمعنى الفساد وان كانت الحظيرة صغيرة يمكن اخذه منها بلا تكلف واحتيال يجوز بيعه لانه مقدور التسليم

جواز بیع کی فساد مراد ہوئیگا اور اگر حوض ایسا چھوٹا ہے کہ بلا تکلف و بلا حیلہ مچھلی ہاتھ آسکتی ہے تو اس صورت میں بیع جائز ہے کیونکہ حوالہ کر سکتا ہے

لكن اذا سلم الى المشتري فله خيار الرؤية وان رآه قبل ذلك في الماء لان السمك يتفاوت خارج الماء وكذا لا يجوز

لیکن جب مشتری کو دی جاوے تو مشتری کو خیار رویت حاصل ہے اگرچہ پہلی پانی کی اندر دیکھ چکا ہو اسلئے کہ مچھلی پانی سے باہر آ کر متفاوت ہو جاتی ہے اور ایسی ہی

بيع الطير في الهواء لانه قبل الاخذ به غير مملوك فيكون عدم الجواز بمعنى البطلان وبعد الاخذ به وارساله

بیع اڑتی ہوئی جانور کی جائز نہیں ہے اسلئے کہ پکڑنے سے پہلے مملوک نہیں ہوتا اس سے عدم جواز بطلان کی معنوں میں ہے اور جب اسکو پکڑ کر ہاتھ سے چھوڑ دیا

من يده ان كان لا يرجع اليه فهو غير مقدور التسليم فيكون عدم الجواز بمعنى الفساد وان كان يرجع اليه كالحمام

اگر ایسا ہے کہ ... پس عدم جواز سے فاسد مراد ہے اور اگر اسکے پاس چلا آتا ہے جیسے کبوتر

يجوز بيعه لانه مقدور التسليم وكذا لا يجوز بيع اللبن في الضرع لانه مشكوك الوجود لاحتمال كونه انتفاخا ولانه

تو اسکی بیع جائز ہے کیونکہ تسلیم کر سکتا ہے اور ایسی ہی دودھ کا تھنوں کی اندر بیع کرنا جائز نہیں ہے اسلئے کہ وہاں شک ہوتا ہے شاید کہ باؤ ہو اور پھر وہ

مالا فعلى هذا بطل البيع اولانه يزداد شيئا فشيئا والبيع لا يتناول الزيادة لعدم وجودها عند العقد فيختلط المبيع

وہ کچھ مال ہو گا پس اب بیع باطل ہو گی یا یہ کہ دودھ تھوڑا تھوڑا بڑھتا جاتا ہے اور عقد بیع میں بڑھتی مال داخل نہیں ہوتا کیونکہ وہ عقد کی وقت موجود نہیں ہوتا پس بیع

بغيره على وجه يتعذر تمييزه فعلى هذا يفسد البيع وكذا لا يجوز بيع الصوف على ظهر الغنم لوجهين احدهما متصل بالحيوان

میں ملاوٹ ایسی ہو گی کہ تمیز نہ ہو سکیگی سو اب بیع فاسد ہوگی اور ایسی ہی اون کی بیع بکری کی کمر پر لگی ہوئی جائز نہیں ہے دو وجہ سے ایک یہ کہ اون حیوان سے

فهو له وصف محض كاليد او ما هو متصل بالشجر فانه ليس بمال مقصود من وجه فيجوز بيعه والوجه الثاني انه ينمو من

لگی ہوئی تو وہ حیوان کا ایک وصف ہی ... بخلاف ... جو درخت میں لگا رہتا ہے ... مال مقصود ہوتا ہے اسکی بیع صحیح ہے دوسری وجہ یہ ہے کہ

اسفله فيختلط المبيع بغيره بخلاف القوائم المتصلة بالشجر فانها تزداد من اعلاها فلا يختلط المبيع بغيره ويعلم ان

اون نیچے کی طرف سے بڑھتی ہے تو مبیع غیر کی مال میں مل جاتی ... بخلاف ٹہنیوں کی ... کہ اوپر سے بڑھتی ہیں ... مبیع غیر کی ساتھ نہیں ملتی ...

الصوف على ظهر الغنم اذا احصيت يعني تحصل بعد ايام على راسه لا من اصله واما القوائم فلو ربط خيط في اعلاها

معلوم ہو کہ اون کو ... ابتدا ... اس کی ... ہوتی ہے ... اوپر کی طرف ... اور ٹہنیوں میں اگر سرے پر ... باندھ کر

يبقى ذلك الخيط بعد ايام اسفل مما هو راسها الان ولا على ملك المشتري وما يحدث من الزيادة يحدث في ملكه و
بعد چند روز کی مرسی جواب ہی بیچی کی طرف رہ جاتا ہی اور اوپر کی جانب ملک خریدار کی ہی اور جو بڑھیگا سو اوسکی ملک میں بڑھیگا اور
كذا لا يجوز بيع جلد الميتة قبل ان يدبغ لكونه غير منتفع به لنجاسته وقد قال النبي عليه السلام لا تنتفعوا من
ایسے ہی مردار کی کہال کا بیچنا بدون دباغت کی جایز نہیں ہی کیونکہ ناپاکی کے سبب اوس سے نفع نہیں لے سکتی اور بیشک نبی علیہ السلام نی فرمایا ہی مردار کی چمڑی کو مت برتو
الميتة باهاب وهو اسم لغير المدبوغ وبعد الدباغ يجوز بيعه والانتفاع به لطهارته بالدباغ فان قيل نجاسته
اور اہاب ایسی چمڑی کو کہتی ہیں جو دباغت نہوا ہو اور دباغت کر کر بیچنا اور برتنا اب جایز ہی اسلیے کہ دباغت سے پاک ہو جاتا ہی پہر اگر کوئی اعتراض کری کہ
باتصال الدسومات به وذلك لا يمنع جواز البيع كالثوب النجس فالجواب ان الدسومات في الجلد خلقية فما لم تزل بالدباغ
کہ نجاست تو چکنائی کی ملنی سی ہوتی ہی اس سی بیع ممتنع نہیں ہوتی جیسے ناپاک کپڑا تو جواب یہہ ہی کہ جلد میں چکنائی پیدائشی ہوتی ہی جب تک نہ دور کی جاوے دباغت سی
تكون كعين الجلد وبهذا الاعتبار يكون الجلد محرم العين بخلاف النجاسة في الثوب فانها ليست خلقية بل جاورته
تو گویا عین جلد ہی اور اسی اعتبار سی چمڑی کی ذات حرام ہوتی ہی برخلاف ناپاک کپڑے کی سو یہہ پیدائشی نہیں ہوتی بلکہ کپڑے سی لگ جاتی ہی
بعد ما لم تكن متصلة به فلا تغير حكمه من جواز بيعه والانتفاع به فكما يجوز بيع جلد الميتة والانتفاع به بعد
بعد اسکی کہ وہ پاک ہوتا ہی سو اسکا حکم جواز بیع اور برتنی کا بدل نہیں سکتا پہر جیسی کہ دباغت کی بعد مردار کا چمڑا بیچنا اور برتنا جایز ہی
الدباغ كذلك يجوز بيع عظمها وقرنها وعصبها وصوفها وشعرها ووبرها والانتفاع بها اذا لم تكن عليها دسومة
ایسی ہی مردار کی ہڈیاں اور سینگ اور پٹھی اور گوسپند کی پشم اور بال اور اونٹ کی اون بیچنی اور برتنی جایز ہی جب ان پر چربی نہووی
لانها طاهرة لا يحلها الموت لعدم الحيوة فيها بل فيها النمو كالنبات واما اذا كانت عليها دسومة فهو نجسة لا يجوز بيعها
کیونکہ یہہ سب پاک ہوتی ہیں انمیں موت کا اثر نہیں ہوتا اسلیے کہ انمیں جان نہیں ہوتی بلکہ انمیں صرف بڑھنا ہوتا ہی جیسی گہانس پہونس اور اگر ان پر چربی ہوگی تو ناپاک ہوگی
ولا الانتفاع بها وكذا لا يجوز بيع الجذع في السقف والذراع في الثوب اذ لا يمكن تسليمه الا بضرر لا يوجبه العقد
اور نہ استعمال اور ایسی بیچنا شہتیر چہت میں جڑی ہوئیکا اور ایک گز کا کپڑی میں سی جایز نہیں اسلیے کہ بی نقصان اوسکا تسلیم نہیں کر سکتا اور عقد ضرر کو نہیں چاہتا
لو قلع البايع الجذع او قطع الذراع قبل ان يفسخ المشتري العقد يعود البيع صحيحا لزوال المفسد الذي هو الضرر
اور اگر بایع نی شہتیر کو اوکہاڑ لیا اور گز بہر کپڑا پہاڑ دیا کہ ابہی مشتری نی عقد کو نہیں توڑا تو بیع ہی صحیح ہو جائیگی کیونکہ مفسد یعنی ضرر تقرر سی پہلی دفع ہو گیا
قبل تقرره هذا اذا كان الجذع معينا والثوب مما يضره التبعيض كالقميص ونحوه اذ لو لم يكن الثوب مما يضره التبعيض
یہہ اوس صورت میں ہی کہ شہتیر معین ہو اور کپڑا ایسا ہو جسکی پہاڑنی سی نقصان ہوتا ہو جیسی کرتہ وغیرہ اسواسطی کہ اگر کپڑا ایسا نہو جسکی پہاڑنی سی نقصان ہوتا ہو
كالكرباس يجوز البيع ولو لم يكن الجذع معينا لا يعود البيع صحيحا للجهالة فان قيل اذا باع جلد الشاة المعينة قبل
جیسی تہان تو بیع جایز ہی اور اگر شہتیر معین نہوگا تو بہی بیع جہالت کی سبب درست نہیں ہی اگر کوئی یہہ اعتراض کری کہ اگر ایک بکری کا چمڑا ذبح کرنی سی پہلی
الذبح لا يجوز ولو ذبح الشاة وسلخ جلدها وسلمه الى المشتري لا ينقلب البيع صحيحا وان كان الجلد عينا موجودا كالجذع
بیچ ڈالی تو جایز نہیں ہی پہر اگر بکری کو ذبح کر کر اور چمڑا ادھیڑ کر مشتری کی حوالہ کری تو بیع درست نہیں ہو جاتی اگرچہ چمڑا اسمیں موجود ہی جیسی شہتیر
في السقف وكذا لو باع كرشها او اكارعها ثم ذبحها وسلم ما باع منها فالجواب ان الجلد وان كانت عينا موجودا لكنه
چہت کی اندر موجود ہی اور ایسی ہی اگر بکری کا پیٹا اور پایہ بیچدی پہر ذبح کر کر جو بیچا تہا حوالہ کر دی تو جواب یہہ ہی کہ چمڑا اگرچہ عین موجود ہی پر وہ غیر مبیع کی ساتھ
متصل بغير المبيع خلقة فيكون تابعا له فيكون العجز عن التسليم معنى اصليا لا حكميا بخلاف الجذع فانه
پیدائشی متصل ہی سو اسی کا تابع ہی پہر تسلیم میں عجز اصلی ثابت ہی کچہہ عجز حکمی نہیں ہی برخلاف شہتیر کی کہ وہ
عين مال في نفسه وانما ثبت الاتصال بينه وبين غيره بعارض فعل العباد والعجز عن التسليم حكمي
بذات خود جداگانہ مال ہی اور غیر کی ساتہہ تو اپنی متصل ہو گیا ہی تو یہہ آدمیوں کا کام ہی یہاں تسلیم میں حکما عجز ہی

لما فيه من افساد بناء غير مستحق بالعقد فاذا قلعه والتزم الضرر بزوال المانع فيجوز ومن باع جارية ثم
کیونکہ اسمیں ایک مکان خراب ہوتا ہے جسکو عقد میں جانا چاہیے پھر اگر اوسکو اکھاڑ ڈالا ضرر قبول کیا تو مانع جاتا رہا پس بیع جایز ہوگئی اور جو شخص لونڈی کو بیچکر
انكر بيعها لا يحل له وطيها ما لم يترك المشتري الخصومة فاذا تركها وسمع البايع انه تركها يحل له وطيها ومن
مکر جاوے تو اوس سے صحبت کرنی حلال نہیں ہے جبتک مشتری دعوی چھوڑ دے جب مشتری دعوی چھوڑ دے اور بایع سن لے کہ دعوی ترک کیا تب صحبت حلال ہوگی اور جو شخص
اشترى جارية ثم انكر شراءها لا يحل للبايع ان يطأها ما لم يعزم على ترك الخصومة لان البيع لا ينفسخ بمجرد
لونڈی خریدکر مکر جاوے تو بھی بایع کو صحبت کرنی حلال نہیں ہے جبتک پکا قصد ترک خصومت کا نکرے اسلیے کہ بیع مشتری کی انکار کرتے ہی نہیں
جحود المشتري ما لم يعزم البايع على ترك الخصومة فاذا عزم على تركها يتم الفسخ بتراضيهما فيحل له وطيها كما
ٹوٹ جاتی جبتک بایع دعوی ترک کرے پھر جب بایع نے بھی قصد ترک کی تو دونوں کی رضامندی سے فسخ کامل ہوگیا پھر صحبت حلال ہے جیسی
اذا اشترى جارية على انه بالخيار ثلثة ايام وقبضها ثم رد على البايع في ايام الخيار جارية وقال هي
کہ کسی ایک لونڈی تین دن تک کی اختیار پر خریدکر قبضہ کرلیا پھر خیار کی مدت کی اندر اور لونڈی بایع کو پھیر دی اور یوں کہا یہ وہی لونڈی ہے
التي اشتريتها وقبضتها كان القول قوله لانه انكر قبض غيرها فان رضي البايع بها يحل له وطيها لان المشتري
جو میں مول لی تھا تو اسی کا قول معتبر ہوگا اسلیے کہ دوسری لونڈی کی قبضہ کا انکار کرتا ہے پھر اگر بایع اسپر راضی ہوگیا تو اوسکو اوس سے صحبت حلال ہے اسلیے کہ
لما رد غير ما اشتراها فقد رضي بتملك البايع اياها بالاولى فاذا رضي البايع بها يتم البيع بينهما بطريق التعاطي
جب اور لونڈی پھیر دی تو بایع کی ملکیت پر اس لونڈی کی حق میں پہلی کی بدلہ راضی ہوا پھر اگر بایع بھی اوس لونڈی پر راضی ہوا تو اون دونوں میں تعاطی کی بیع ہوگئی
وكذا القصار اذا رد على صاحب الثوب ثوبا غير ثوبه ورضي به صاحب الثوب ومن اشترى شيئا مما يتسارع اليه
اور ایسی ہی دھوبی کہ کپڑے کی مالک کو بدل کر اور کپڑا ایسی مالک کا دیدوے اور وہ راضی ہوکر لیلیوے اور اگر کسی نے ایسی چیز جو جلد بگڑ کر بس جاتی ہو
الفساد كاللحم والسمك ونحوهما ولم يقبضه بل ذهب الى بيته ليجيء بالثمن وطال مكثه وخاف البايع ان يفسد
جیسی گوشت اور مچھلی یا ایسی اور چیز مول لی اور قبضہ نکیا بلکہ اپنے گھر چلا گیا تاکہ ثمن لادیوے اسمیں دیر لگ گئی اور بایع کو یہ خوف ہوا کہ مبیع
ذلك الشيء يجوز له ان يبيعه من غيره استحسانا وللمشتري الثاني ان يشتريه منه وان كان يعلم بذلك
بگڑ جاوے تو بایع کو استحسانا جایز ہے کہ اوسکو اور کسی کے ہاتھ بیچ ڈالے اور اس دوسرے مشتری کو بھی خریدنا جایز ہے اگرچہ پہلی بیع کو جانتا ہو
لان البايع رضي بالفسخ وكذا المشتري الاول ظاهرا ثم ان كان الثمن الثاني اكثر الاول كان عليه ان يتصدق
اسلیے کہ بایع اور ایسی پہلا مشتری بظاہر حال فسخ پر راضی ہے پھر اگر دوسری دفعہ میں پہلی دفعہ سے زیادہ ثمن آیا تو اوسکو لازم ہے کہ زیادتی کو خیرات کردے
بالزيادة وان كان اقل كان النقصان عليه لا على المشتري الاول ولو جاء صبي الى البقال بفلس او خبز وطلب
اور اگر کمتر ہے تو یہ نقصان بایع کا ہے مشتری اول پر نہیں پڑیگا اور اگر کوئی لڑکا بنیے کے پاس پیسا یا روٹی لیکر دوکاندار پاس آیا اور کوئی ایسی چیز
منه شيئا مما ينتفع به في البيت كالملح والاشنان ونحوهما يجوز له ان يبيعه منه وان طلب منه جوزا او فستقا
مانگی جو گھروں میں کام آتی ہے جیسی نمک اور اشنان یا اونکی مانند تو جایز ہے کہ اوسکی ہاتھ بیچے اور اگر جوز یا پستہ
او نحو ذلك مما يشتريه الصبي لنفسه لا يبيعه منه لانه في الوجه الاول مأذون ظاهرا وفي الوجه الثاني لا ومن دفع
یا اسکی مثل مانگی جو لڑکے اپنی واسطے لیا کرتے ہیں تو اوسکی ہاتھ نہ بیچے اسلیے کہ پہلی صورت میں وہ لڑکا بظاہر حال ماذون ہے اور دوسری صورت میں ماذون نہیں ہے اور اگر کسی نے
الى خباز دراهم وقال له اشتريت منك بهذه الدراهم كذا منا من الخبز وجعل يأخذ كل يوم منه خمسة امناء
نانبائی کو درہم حوالہ کئے اور کہا میں نے تجھسے اس نقد کی بدلہ اتنی سیر روٹی خریدی اور ہر روز بعوض ایک ایک درہم کی پانچ سیر روٹیاں لینی شروع کی
بدرهم فالبيع فاسد وما ياكله ياكله بعقد فاسد فهو مكروه واما لو اعطاه دراهم ولم يقل اشتريت منك
تو بیع فاسد ہے اور جو کہاتا ہے عقد فاسد سے کہاتا ہے سو وہ مکروہ ہے ہاں اگر اوسکو دراہم حوالہ کئے اور یہ نکہا کہ میں تجھسے

كذا منا من الخبز وجعل ياخذ كل يوم منه خمسة امنا بدرهم فالبيع جائز وما ياكله حلال وان كان نيته
اتنی سیر روٹیاں مول لیجیگا اور ہر روز پانچ سیر روٹیاں ایک ایک درہم کی لینی شروع کیں تو بیع جایز ہی اور جو کہاتا ہی حلال ہی اگرچہ خریدار کی نیت
عند الدفع الشراء اذ لمجرد النية لا ينعقد البيع وانما ينعقد عند الاخذ وعند الاخذ كل من المبيع والثمن معلوم
دیتے وقت خریداری کی ہو دی اسواسطے کہ نری نیت سی بیع نہیں ہو جاتی بیع جب ہی ہوتی ہی جب لیوے اور لیتے وقت مبیع اور ثمن دونوں معلوم ہیں
ويصح بيع الثمر على الشجر سواء بدء صلاحه او لم يبد لانه مال متقوم لكونه منتفعا به في الحال او في المآل و
اور بیع پہل درخت پر لگی ہوئی کی جایز ہی برابر ہی کہ کام کی لایق ہوا ہو یا نہیں اسلیے کہ وہ مال قیمت دار ہی اوس سی اب یا آگی کو فایدہ ہو سکتا ہی
على المشتري قطعه في الحال تفريغا لملك البايع وهذا اذا اشتريه مطلقا او بشرط القطع واما اذا اشتريه بشرط
لیکن مشتری کو لازم ہی کہ تر ت توڑ کر بایع کا درخت خالی کر دی اور یہ اوس صورت میں ہی کہ مطلقا خرید کیا ہو یا توڑ لینے کی شرط کر لی ہو اور اگر درخت پر چہوڑنی کی
تركه على الشجر فيفسد البيع لانه شرط لا يقتضيه العقد وفيه نفع لاحد العاقدين اذ يحصل فيه للمشتري زيادة
شرط کر لی ہو تو بیع فاسد ہی اسلیے کہ یہ شرط عقد سی خارج ہی اور اسمیں مشتری کا فایدہ ہی اسواسطے کہ مشتری کا پہل اب خوب تیار
جودة وطراوة ولو اشتريه مطلقا وتركه على الشجر باذن البايع يطيب له الفضل وان تركه بغير اذنه يتصدق
اور تر و تازہ ہو ویگا اور اگر پہل کو مطلق خرید کر کر بایع کی اجازت سی درخت پر لگی رہنی دیا تو فضل یعنی فایدہ حلال ہی اور اگر بی اجازت درخت پر رکہا
بما زاد في ذاته لحصوله بجهة محظورة وهي حصوله بقوة الارض المغصوبة وهذا اذا تركه قبل ان يتناهى
تو جتنا فایدہ پہل کی اندر پیدا ہوا ہی وہ خیرات کر دی کیونکہ بطور ممنوع حاصل ہوا ہی یعنی زمین مغصوب کی قوت سی اور یہ اوس صورت میں ہی کہ پہل جتنا بڑہتا ہی اوس سی
عظمه واما اذا تركه بعد ان يتناهى عظمه فلا يتصدق بشيء منه لان هذا تغير حال من النيء الى النضج لا
پہلی خرید کر درخت پر رکہا اور اگر جتنا بڑہنا تہا بڑہ لیا پہر بی اجازت درخت پر رکہا تو اسمیں سی کچہ خیرات کرنا لازم نہیں ہی کیونکہ اب صرف تغیر حال کا ہی کچا تہا پک گیا
زيادة في جسمه فان الثمر اذا بلغ ذلك المبلغ لا يزيد فيه شيء من ملك البايع بل يكون نضجه من الشمس بلونه
کچہ مادہ جسم کا نہیں بڑہتا کیونکہ پہل جب اپنی مقدار کو پہنچ جاتا ہی تو پہر اوسمیں بایع کی ملک میں سی کچہ نہیں بڑہتا بلکہ آفتاب کی گرمی سی پکتا ہی اور چاند کی
من القمر وطعمه من الكواكب فلا يوجد فيه الا عمل الشمس والقمر والكواكب وذلك بتقدير العزيز الحكيم المجلس
تاثیر سی رنگت پکڑتا ہی تاروں کی اثر سی مزہ دار ہوتا ہی پہر اوسمیں بجز تاثیر سورج اور چاند اور تاروں کی کچہ نہیں ہی یہ تقدیر عزیز حکیم کی ہی

الثالث والسبعون في بيان حقيقة الربوا واحكام غوائله قال رسول الله صلى الله
تہترویں مجلس ربو کی حقیقت اور اوسکی انجام بد کی بیان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نی

عليه وسلم لياتين على الناس زمان لا يبقى منهم احد الا اكل الربوا فان لم ياكله اصابه من غباره وفي رواية
فرمایا البتہ لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آویگا کہ اونمیں کوئی بہی سود کہانی سی نہ بچیگا اگر سود نہ کہاویگا تو اوسکو سود کا غبار ہی پہنچیگا اور ایک روایت میں
من بخاره هذا الحديث من حسان المصابيح رواه ابو هريرة وقد بين فيه ان الناس ليأتي عليهم زمان يكثر
اوسکا بخار یہ حدیث مصابیح کی حسن حدیثوں میں سی ہی ابو ہریرہ کی روایت سی اسمیں یہ بیان ہی کہ لوگوں پر ایسا وقت آویگا جسمیں سود کی کثرت ہوگی
فيه الربوا ولا يبقى فيه منهم احد الا ياكله فان لم ياكله يصيبه من غباره او بخاره والبخار ما يرتفع من الماء
اور وقت اونمیں سی کوئی سود کہانی بغیر نہ رہیگا اگر صاف نہ کہاویگا تو اوسکو سود کا غبار یا بہاپ پہنچیگی اور بخار وہ ہی جو پانی میں سی جوش کہاتی ہوئی
عند غليانه كالدخان والماء لا يغلي الا بالنار التي توقد تحته والربوا لكونه يوم القيمة نارا يغلي منه دماغ آكله
دہوئیں کی مثال اوٹہتا ہی اور پانی کو بدون آگ کی جو اوسکی تلی اوسکا نی جاوی جوش نہیں آتا اور سود قیامت کی دن جو آگ بن جاویگا کہانی والی کا دماغ اوسکی
ويخرج منه بخار ناسب ان ينسب البخار اليه وكذا الغبار اذ الارض تقع بنشر في الجو فيصيب كل من كان
جوش کریگا اور اوسمیں سی بہاپ نکلیگی اس مناسبت سی سود کی طرف بخار کو نسبت دی اور ایسی ہی غبار اور گرد زمین آسمان کی درمیان میں پہیلتا ہی پہر جو لوگ وہاں ہیں

منه فعلى هذا يكون معنى الحديث سيأتي زمان ان الربوا يكثر تعاطيه وينتقل عن المعامل من يد
یعنی حدیث کے معنی یہ ہیں کہ ایک زمانہ ایسا آئیگا کہ سود بہت پھیل جائیگا اور ایک ہاتھ سے دوسرے میں منتقل ہوکر
الى يد فيختلط باموال الناس فيأكلونه من غير قصد منهم ولا يسلم احد من اثمه وضرره وان سلم من تناوله
تمام لوگوں کے مال میں مل جاویگا پھر بے قصد لوگ کھاویں گے اور کوئی اس کے گناہ اور ضرر سے نہ بچیگا اگر کھانے سے بچ بھی گیا
وتعاطيه ويسبب ذلك شيوع الجهل وعدم العلم باحكام البيع والشراء فقلما يوجد من يحترز مما اجراه الشيطان
اور اسکا سبب یہی جہالت کا پھیلنا اور بیع و شرا کے احکام کا نہ جاننا ہی ہے کہ ایسا شخص بہت کم پایا جائیگا کہ حدیث کے معنی یہ ہیں
ويمكن ان يحمل الحديث على ان يأكل الربوا وهو لا يعلم انه ربوا فيكون انما التقصير في امره فان من يبيع ويشتري من غير
دوسرے یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آدمی بے خبر سود کھائے اور نہ جانے کہ یہ سود ہے سو وہ بھی گنہگار ہوگا کیونکہ اس کی بات میں تقصیر کی ہے جو شخص مسائل
ان يعلم احكام البيع والشراء يأكل الربوا شاء او ابى ولهذا كان عمر يطوف السوق ويضرب التجار بالدرة ويقول لا يبيع في
اور احکام بیع و شرا کے سیکھے بدون تجارت کرے تو وہ سود کھاویگا چاہے یا انکار کرے اور اسی لئے عمر رضی بازاروں میں پھرتے اور سوداگروں کو کوڑے مارتے اور کہتے ہماری
سوقنا من لم يتفقه في الدين والا اكل الربوا شاء ام ابى فعلى هذا يجب على المؤمن ان يتعلم احكام البيع والشراء حتى يكون
بازار میں جو شخص مسائل دین نہ جانتا ہو سودا نہ کیا کرے ورنہ تو وہ سود کھاویگا چاہے یا نہ چاہے پس اس بنا پر مومن پر واجب ہے کہ بیع و شرا کے مسائل سیکھے تاکہ
له الاحتراز عن الربوا لان الربوا حرام حرمه الله تعالى في كتابه وشدد الامر فيه بآيات من جملتها قوله تعالى الذين
سود سے بچ سکے کیونکہ سود حرام ہے سود کو اللہ تعالی نے اپنی کتاب میں حرام کیا ہے اور اس میں بہت سخت تاکید کی ہے جن میں سے ایک یہ ہے جو لوگ
يَأْكُلُونَ الرِّبٰوا لَا يَقُومُونَ إِلَّا كَمَا يَقُومُ الَّذِي يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ فانه تعالى قد اخبر في هذه الآية ان الذين
کھاتے ہیں سود نہ اٹھیں گے مگر جس طرح وہ شخص اٹھتا ہے جس کے حواس کھو دیے جن نے لپٹ کر پس اللہ تعالی نے اس آیت میں یہ خبر دی ہے کہ جو لوگ
يأكلون الربوا لا يقومون من قبورهم اذا بعثوا الا كقيام المصروع من الجنون الذي يكون فيهم بسبب اكلهم الربوا
سود کھاتے ہیں وہ قبروں میں سے جب نکالے جاویں گے تو ایسے نکلیں گے جیسے مرگی والا اور یہ مرض ان میں جو دیکھی گئی سود کھانے سے پیدا ہوگی
فيكون قيامهم وسقوطهم كالمصروع لكن لا لاختلال عقولهم بل لان الله تعالى اربى في بطونهم ما اكلوه من الربوا
پھر ان کا اٹھنا اور گرنا مرگی والے کا سا ہوگا مگر اس لئے نہیں کہ ان کی عقل میں فتور ہوگا بلکہ اس واسطے کہ اللہ تعالی نے ان کے پیٹ میں سود کو بڑھا دیا تو ان کا بوجھ
فثقلهم فيصيرون كلما يقومون تارة ويسقطون اخرى وهذه العقوبة سيماهم يوم القيامة يعرفون بها عند
بوجھ کی ماری حالت کس طرح کبھی اٹھیں گے اور کبھی گر پڑیں گے اور یہی عذاب قیامت کے دن ان کو نشان کا ٹیکا ہوگا کہ اسی سے اہل محشر کو معلوم ہو جاویں گے
اهل المحشر فان كل احد من اهل الموقف يعرف انهم اكلة الربوا وقد روي انه عليه السلام قال لما اسري بي مررت بقوم
بیشک ہر ہر شخص اہل موقف میں سمجھ جاویگا کہ یہ سود خور ہیں اور روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ معراج کی شب کو میں ایک قوم پر پہنچا
بطونهم كالبيوت فيها حيات وعقارب ترى من ظاهر بطونهم فقلت يا جبرئيل من هؤلاء فقال اكلة الربوا فعلى هذا
کہ ان کے پیٹ اسی طرح ہیں جیسے گھر کہ ان میں سانپ اور بچھو بھرے ہیں باہر سے نظر آتے ہیں میں نے پوچھا اے جبرئیل یہ کون لوگ ہیں جواب دیا سود خور اس بنا پر
ينبغي لمن يتجر ان يتعلم من العلم مقدار ما يحتاج اليه في تجارته ليسلم من اكل الربوا فان الربوا من الكبائر وهو في
تاجر کو لازم ہے کہ یہ مسائل جتنی تجارت کی اندر حاجت پڑتی ہے ضرور سیکھ لے تاکہ سود کھانے سے بچے کیونکہ وہ کبیرہ گناہ ہے اور سود
اللغة مطلق الفضل وفي الشريعة فضل خال عن عوض شرط لاحد العاقدين وهو نوعان ربوا الفضل وربوا
اصل لغت میں مطلق زیادت کو کہتے ہیں اور اصطلاح شرع میں وہ زیادت جس کا بدلہ احد العاقدین میں مشروط ہو اور سود کی دو قسم ہیں ایک سود زیادت کا
النسيئة اما ربوا الفضل فشرطه ان يكون العوضان من جنس واحد وان يكونا من جنس المكيل او الموزون وان يكونا
اور ایک سود ادھار کا سو زیادت میں تو یہ شرط ہے کہ دونوں عوض ایک جنس کے ہوں اور یہ شرط کہ دونوں جنس مکیل ہی ہوں یا جنس موزون اور یہ شرط کہ دونوں

مما دخل تحت المعيار الشرعي وهو الكيل في المكيلات والوزن في الموزونات ويعبر عنهما بالقدر فعلى هذا فضل
ایسی ہوں کہ مقدار شرعی کی تلی داخل ہوں کہ وہ مکیلات میں کیل ہی اور موزونات میں وزن ہی اور ان دونوں کو قدر کہتی ہیں اب اس بیان کی موافق زیادت

قفيزي شعير على قفيز لا يكون ربوا لعدم كونهما من جنس واحد وفضل ذراع على ذراع كفضل ذراعي
دو پیمانہ جو کی ایک پیمانہ گیہوں پر سود نہ ہوویگا کیونکہ دونوں ایک جنس نہیں ہیں اور زیادت گز گت کی گز گت پر جیسی زیادت دو گز کپڑی کی

ثوب على ذراع منه وفضل معدود كفضل بيضتين على بيضة لا يكون ربوا لعدم كونهما من جنس المكيل
ایک گز کپڑی پر اور زیادت معدود کی جیسی زیادت دو انڈوں کی ایک انڈی پر سود نہیں ہی کیونکہ یہ دونوں جنس مکیل میں

او الموزون وفضل حفنتي حنطة على حفنة منها لا يكون ربوا لعدم دخولهما تحت المعيار الشرعي لان
اور جنس موزون اور زیادت دو مٹھی گیہوں کی ایک مٹھی گیہوں پر سود نہیں ہی اسلئی کہ یہ دونوں قدر شرعی کی تلی داخل نہیں ہی

المعتبر في تقدير المكيلات في الشرع نصف الصاع لا ما دونه وفضل كري بر وكري شعير على كر بر وكر
ہو اسلئی کہ شرع میں تقدیر مکیلات میں معتبر آدھا صاع ہی اس سی کمتی نہیں اور زیادت دو پیمانہ گیہوں اور دو پیمانہ جو کی اوپر ایک پیمانہ گیہوں اور ایک

شعير لا يكون ربوا لان الاول وان كان فاضلا على الثاني الا انه غير خال عن العوض بصرف الجنس الى خلاف
جو کی سود نہیں ہی اسلئی کہ اول اگرچہ دوسری سی زیادہ ہی لیکن بدلہ سی خالی نہیں ہی سب لگادینی ایک جنس کی بدلہ خلاف جنس کی

الجنس وان الجنس اذا قوبل بالجنس يقابل كل جزء من احدهما بكل جزء من الاخر فان وجد في احدهما فضل يصير
کیونکہ جب ایک جنس اپنی جنس کی ساتھ مقابل ہوتی ہی تو ہر ہر جز ایک کا دوسری کی ہر ہر جز کی مقابل ہوتا ہی پھر اگر ایک جنس میں زیادت ہوتی ہی تو وہ زیادت

ذلك الفضل تاويا على مالكه فلصيانة اموال الناس عن التوى اوجب الشارع فيها المماثلة بالقدر واذا قابل
مالک سی مفت جاتی ہی سو لوگوں کا مال تلف ہونی سی بچانی کو شارع نی اوسمیں مماثلت قدر کی واجب کردی ہی اور جب ایک جنس خلاف

الجنس بغير الجنس لا يتصور مقابلة جزء بجزء حتى يتحقق التوى لان التوى انما يتحقق عند مقابلة الجنس
جنس کی مقابلہ ہووی تو پھر مقابلہ جز کا جز سی متصور نہیں تاکہ مفت جانا ثابت ہووی اسلئی کہ مفت جانا جب ہی ثابت ہوتا ہی کہ جنس کا مقابلہ

بالجنس مع وجود الفضل في احدهما واما ربوا النسيئة فشرطه ان يكون الجنس او القدر متحدا في العوضين
جنس سی ہو اور ایک میں زیادتی ہو اور ربا سود اودہار کا سو اوسمیں یہ شرط ہی کہ دونوں عوض میں جنس یا قدر ایک ہی ہووی

لان علة الربوا عند العلماء الحنفية الكيل مع الجنس او الوزن مع الجنس فاذا وجد الوصفان اي الجنس والمعنى
اسلئی کہ علت سود کی علماء حنفیہ کی نزدیک کیل مع الجنس ہی یا وزن مع الجنس ہی پس جب دونوں وصف یعنی جنس اور اوسکی ساتھ لگی ہوئی معنی یعنی کیل

المضموم اليه من الكيل والوزن يحرم الفضل والنساء لوجود العلة المحرمة لهما واذا عدما يحل الفضل والنساء
اور وزن موجود ہوں تو زیادت اور اودہار دونوں حرام ہوتی ہیں اسلئی کہ علت دونوں کی حرام کرنیوالی موجود ہی اور جب یہ دونو وصف نہوں تو زیادت اور اودہار

لعدم العلة المحرمة لهما واذا وجد احدهما وعدم الاخر يحل الفضل ويحرم النساء لان جزء العلة وان
دونو حلال ہیں کیونکہ علت دونوں کی حرام کرنیوالی نہیں ہی اور جب ایک وصف ہو اور دوسرا نہو تو زیادت حلال ہی اور اودہار حرام اسلئی کہ علت کا جز اگرچہ

كان لا يوجد الحكم لكنه يورث الشبهة وهي في باب الربوا ملحقة بالحقيقة وان كانت ادنى منها فلا بد من
حکم کو پیدا نہیں کرسکتا پر شبہ کو پیدا کرسکتا ہی اور سود کی باب میں شبہ حقیقت کی ساتھ شمار ہوا ہی اگرچہ شبہ حقیقت سی کم رتبہ ہی پس

اعتبار الطرفين ففي النسيئة احد البدلين معدوم وبيع المعدوم لا يجوز فيصير هذا المعنى مرجحا لتلك
اعتبار دونو طرف کا ضرور ہی سو اودہار میں احد البدلین معدوم ہوتا ہی اور بیع معدوم کی جایز نہیں ہی پھر یہ بات شبہ کو قوی کردیتی ہی

الشبهة وفي غير النسيئة هذه الشبهة لا تعتبر لكونها ادنى من الحقيقة والحاصل ان حرمة الفضل بوجود الوصفين
اور بدون اودہار کی اس شبہ کا کچھ اعتبار نہیں ہی کیونکہ شبہ حقیقت کی سامنی ادنی حقیقت ہوتا ہی حاصل یہ ہی کہ حرمت ربا سی کی دونو وصف کی ہونی پر ہی

وحرمة النساء بوجود احدهما ای القدر او الجنس فعلی هذا لزم بیان ما کان من جنس واحد وما لم یکن من جنس واحد
اور حرمت ادہار کی ایک وصف کے پائے جانے سے یا قدر ہو یا جنس ہو اسکی موافق لازم ہوا بیان کرنا ایک جنس کا اور جو ایک جنس نہیں ہیں
فالعنب جنس واحد وان اختلفت الوانه واسماؤه وکذا الزبیب حتی لا یجوز بیع بعضها بالبعض الا متساویا وکذا
سو انگور سب ایک جنس ہیں اگرچہ انکی رنگ اور نام جدی جدی ہوں اور ایسی ہی مویز یہاں تک کہ ایک قسم کی بیع دوسری قسم سے جایز نہیں مگر برابر برابر اور ایسی ہی
ثمار النخل کلها جنس واحد وان اختلفت انواعها حتی لا یجوز بیع بعضها بالبعض الا متساویا وکذا کل نوع من
چھوارے تمام ایک جنس ہیں اگرچہ انکی قسمیں مختلف ہیں یہاں تک کہ ایک قسم کی بیع دوسری قسم سے برابر برابر کی جایز نہیں اور ایسی ہی پہل ہر ایک
الشجر کالکمثری وغیرہ جنس واحد لا یجوز بیع نوع منه بنوعه الا متساویا وکذا البقر والجوامیس جنس واحد لا یجوز
درخت کا جیسی امرود وغیرہ ایک ہی جنس ہی ایک قسم کی بیع دوسری نوع سی کمتی بڑہتی جایز نہیں اور ایسی ہی گای اور بہیس ایک جنس ہی ایک کا گوشت
بیع لحم احدهما بلحم الآخر الا متساویا وکذا الابل عرابها وبخاتیها جنس واحد لا یجوز بیع لحم احدهما بلحم الآخر الا متساویا
دوسری کی گوشت سی کم وزیادہ بیچنا جایز نہیں اور ایسی ہی اونٹ عربی ہو یا بختی ایک جنس ہیں ایک کا گوشت دوسری کی گوشت سی کم وزیادہ بیچنا جایز نہیں
وکذا الغنم ضانها ومعزها جنس واحد لا یجوز بیع لحم احدهما بلحم الآخر الا متساویا ولحم الابل والبقر والغنم والبانها اجناس
اور ایسی ہی گوسپند میں بہیڑ اور بکری ایک جنس ہیں ایک کا گوشت دوسری کی گوشت سی کم وزیادہ بیچنا جایز نہیں اور اونٹ اور گای اور بکری کا گوشت اور انکا دودہ
مختلفة وکذا الالیة واللحم وشحم البطن اجناس مختلفة وکذا الحدید والرصاص والنحاس والصفر اجناس مختلفة حتی
مختلف جنس ہیں اور ایسی ہی چکتی اور گوشت اور پیٹ کی چربی مختلف جنسیں ہیں اور ایسی ہی لوہا اور رانگ اور تانبا اور کانسی مختلف جنس ہیں یہاں تک
یجوز بیع بعض هذه الاجناس ببعض الآخر متساویا ومتفاضلا لا نسیئة لوجود احد جزئی العلة وهو الوزن فی
کہ بیع ہر ایک کی انمیں سی دوسری جنس سی برابر برابر اور کمتی بڑہتی دونو طرح جایز ہی اور ادہار نہیں جایز ہی کہ ان سب میں علت کا ایک جز موجود ہی یعنی وزن
جمیعها والاصل فیه قوله علیه السلام الذهب بالذهب والفضة بالفضة والبر بالبر والشعیر بالشعیر والتمر
اور اصل انمیں یہہ حدیث ہی سونا بدلہ سونے کی اور چاندی بدلہ چاندی کی اور گیہوں بدلہ گیہوں کی اور جو بدلہ جو کی اور چھوارا
بالتمر والملح بالملح مثلا بمثل یدا بید فمن زاد واستزاد فقد اربی الآخذ والمعطی سواء وهو حدیث مشهور تلقاه
بدلہ چھوارے کی اور نمک بدلہ نمک کی برابر برابر دست بدست سو جسنے زیادہ دیا اور زیادہ لیا بیشک سود لیا لینے والا اور دینے والا دونو برابر ہیں اور یہہ حدیث مشہور ہی
بالقبول واتفقوا علی ان الحکم لیس مقصورا علی هذه الاشیاء الستة بل النص معلول وعلته عند الحنفیة فی الذهب
اسکو علما نے قبول کر کر اسپر متفق ہوئے ہیں کہ حکم انہی چہ اشیا پر حصر نہیں ہی بلکہ یہہ نص معلول ہی اور اسکی علت علماء حنفیہ کی نزدیک سونے
والفضة الوزن مع الجنس فیتعدی الی کل موزون کالحدید ونحوہ وفی الاربعة الباقیة الکیل مع الجنس فیتعدی
اور چاندی میں وزن مع الجنس ہی سو اسکا اثر ہر ایک موزون میں پہنچا ہی جیسی لوہا وغیرہ اور باقی کی چاروں میں کیل مع الجنس ہی اسکا اثر
الی کل مکیل کالجص ونحوه لان المراد بالمثل المذکور فی الحدیث الکیل فی المکیلات والوزن فی الموزونات کما جاء
ہر مکیل میں پہنچا ہی جیسی چونہ وغیرہ اسلئے کہ مراد لفظ مثل سی جو حدیث میں آیا ہی مکیلات میں کیل اور موزونات میں وزن ہی جیسا کہ
فی روایة اخری وزنا بوزن وکیلا بکیل مکان قوله مثلا بمثل وروی الحدیث بروایتین بالنصب والرفع اما النصب
ایک اور روایت میں وزنا بوزن وکیلا بکیل آیا ہی یعنی وزن اور کیل میں برابر بجای مثلا بمثل کی اور اس حدیث کی دو روایت ہیں زبر اور پیش زبر کی صورت میں
فتقدیره بیعوا الذهب بالذهب فیکون الکلام امرا واما الرفع فتقدیره یباع الذهب بالذهب فیکون الکلام
تقدیر کلام کی یہہ ہی بیچو تم سونے کو سونے سی تو یہہ امر ہوا اور رہا پیش اس صورت میں تقدیر کلام یہہ ہی بیچا جاوی سونا سونے سی اب یہہ
خبرا وخبر الرسول امر فلما کان الامر للوجوب مع کون البیع مباحا صرف الوجوب الی رعایة المماثلة والمراد بالمماثلة
خبر ہوئی اور خبر رسول کی بجای امر کی ہوتی ہی اور چونکہ امر وجوب کی لئی ہوتا ہی اور بیع اصل میں مباح ہی تو اس وجوب کو رعایت مماثلت پر لگا دیا اور مراد مماثلت سی

المماثلة في القدر لا في الوصف لما روى عن عبادة بن الصامت انه عليه الصلوة والسلام قال جيدها
قدر کی مماثلت ہی وصف کی مماثلت نہیں ہی کیونکہ عبادہ بن الصامت سی روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا عمدہ
ورديها سواء وكلام الرسول يفسر بعضه بعضا فكل ما ورد فيه النص من الشارع انه يباع بالكيل كالبر والشعير
اور ناقص برابر ہیں اور ایک حدیث دوسری حدیث کی تفسیر کیا کرتی ہی پھر جس چیز میں شارع کی طرف سی یہہ نص آئی ہی کہ کیل سی بیچی جاوی جیسی گیہوں اور جو
والتمر والملح فهو كيلي ابدا وان ترك الناس فيه الكيل وكل ما ورد فيه النص من الشارع انه يباع بالوزن كالذهب
اور چھوہارے اور نمک سو وہ ہمیشہ کیلی ہی اگرچہ لوگ اوسمیں کیل کو ترک کردیں اور جس چیز میں شارع سی یہہ نص آئی ہی وزن سی بیچی جاوی جیسی سونا
والفضة فهو وزني ابدا وان ترك الناس فيه الوزن وكل ما لم يرد فيه النص من الشارع انه يباع بالكيل
اور چاندی سو وہ ہمیشہ وزنی ہی اگرچہ آدمی اوسمیں وزن کرنا چھوڑدیں اور جس چیز میں شارع کی طرف سی کچھ نص نہیں ہی کہ اوسکو کیل سی بیچو
او الوزن فهو محمول على عرف الناس وعاداتهم فلو بيع الحنطة بجنسها متساويا في الوزن او بيع الذهب بجنسه
یا وزن سی تو اوسکو لوگوں کی رسم اور عادت پر قیاس کرینگی پھر اگر گیہوں گیہوں سی وزن میں برابر کرکر اور سونا سونی سی کیل میں برابر کرکر
متساويا في الكيل لا يجوز لتوهم الفضل على ما هو المعيار الشرعي في كل واحد منهما وهو الكيل في الحنطة والوزن
بیچا جاوی تو جائز نہیں ہی اسلئے شاید معیار شرعی میں جو دونوں کی بابت میں معتبر ہی کمی بیادتی ہو اور وہ کیل ہی گیہوں میں اور وزن ہی
في الذهب وكذا لو بيع الحنطة بجنسها او الذهب بجنسه مجازفة لا يجوز اذا لم يعرف العاقدان القدر في
سونی میں اور ایسی ہی اگر گیہوں کو گیہوں سی یا سونی کو سونی سا اٹکل سی بیچیں تو جائز نہیں ہی اگر بائع اور مشتری کو مقدار
الحنطة والذهب وان كانت في الواقع الحنطة متساوية بجنسها في الكيل والذهب متساويا بجنسه في الوزن
گیہوں اور سونی کی معلوم نہو اگرچہ واقع میں گیہوں گیہوں سی کیل میں اور سونا سونی سی وزن میں برابر بھی ہو
لان العلم بالتساوي وقت العقد شرط لصحة العقد حتى لو بايعا الحنطة بالحنطة والذهب بالذهب مجازفة وتقابضا
اسلئے کہ برابری کا معلوم ہونا وقت عقد کی واسطے صحت عقد کی شرط ہی یہاں تک کہ اگر دونوں گیہوں گیہوں سی اور سونا سونی سی اٹکل کرکر بیچا اور قبضہ ہی کرلیا
ثم علما التساوي بكيل الحنطة ووزن الذهب لا ينقلب العقد جائزا فعلى هذا يكون معنى الحديث اذا بيع شيء من
پھر گیہوں کیل کرنی سی اور سونا تولنی سی معلوم ہوا کہ برابر ہیں تو عقد صحیح نہیں ہوجاویگا اس بیان کی موافق حدیث کی معنی یہہ ہیں اگر کوئی سی
الموزونات او المكيلات بجنسه يجب ان يباع وزنا بوزن وكيلا بكيل فان بيع متفاضلا يكون حراما لانه
وزنی یا کیلی ہم جنس سی بیچی جاوی تو واجب ہی کہ وزن میں اور کیل میں برابر ہو اور اگر کم و زیادہ بیچیں تو حرام ہی اسواسطے کہ نبی
عليه الصلوة والسلام اخبر في هذا الحديث ان من اعطى الزيادة او اخذها فانه يدخل في الربوا والمعطي والاخذ
علیہ الصلوة والسلام نی اس حدیث میں فرمایا ہی کہ جسنی زیادہ دیا یا زیادہ لیا وہ سب سودی ہی اور دینی والا اور لینی والا
سواء في الاثم واللعن الذي جاء في حديث رواه جابر انه عليه الصلوة والسلام لعن اكل الربوا وموكله وكذا يجب
گناہ اور لعنت میں دونوں برابر ہیں جو کہ جابر کی حدیث میں وارد ہی کہ نبی علیہ الصلوة والسلام نی سود کھانی والی پر اور کھلانی والی پر لعنت کی ہی اور ایسی ہی
ان يباع يدا بيد لكن المعتبر في غير الصرف مما يجري فيه الربوا تعيين البدلين في مجلس العقد لا تقابضهما فيه حتى لو
کہ ہاتھ سی ہاتھ ہو لیکن سوا بیع صرف کی جن چیزوں میں سود ہوسکتا ہی اونمیں بدلین کا مجلس عقد میں معین کرنا معتبر ہی طرفین کا قبضہ ضروری نہیں ہی یہاں تک
باع حنطة بحنطة بعينها وتفرقا قبل القبض يجوز البيع لان المراد من قوله عليه الصلوة والسلام يدا بيد عينا بعين
کہ اگر گیہوں بدلے گیہوں کی متعین کرکر بیچی پھر وہ دونوں قبضہ سی پہلی جدی ہوگئی تو بیع جائز ہی اسلئی کہ لفظ یدا بید سی جو حدیث میں ہی مراد عینا بعین ہی یعنی دونوں طرف معین
بدليل ان عبادة بن الصامت رواه هكذا عينا بعين بخلاف الصرف فانه نوع من البيع يكون كل واحد من عوضيه من
اسکی دلیل یہہ ہی کہ عبادہ بن الصامت یوں روایت کرتی ہیں کہ عینا بعین برخلاف بیع صرف کی کیونکہ یہہ اس قسم کی بیع ہی کہ اسمیں دونوں عوض

جنس الاثمان وهي النقود فاذا بيع منها الجنس بجنسه كما اذا بيع الذهب بالذهب او الفضة بالفضة
جنس میں سے ہوتی ہیں یعنی نقود اسمیں اگر ایک جنس کو اپنی جنس سے بیچیں جیسے سونا سونے سے یا چاندی چاندی سے تو وزن میں برابر ہونا

بشرط التساوي في الوزن والتقابض قبل الافتراق بالابدان واذا بيع منها الجنس بغير جنسه كما اذا بيع الذهب
شرط ہے اور افتراق جسمانی سے پہلے قبضہ بھی شرط ہے اور اگر ایک جنس دوسری جنس سے بیچیں جیسے سونا

بالفضة او الفضة بالذهب لا يشترط التساوي في الوزن بل يجوز التفاضل والمجازفة لكن يشترط التقابض
چاندی سے یا چاندی سونے سے تو وزن میں برابر ہونا شرط نہیں بلکہ کمی زیادتی اور انکل سے بھی جائز ہے لیکن قبضہ طرفین کا

قبل الافتراق بالابدان لقوله عليه الصلوة والسلام الفضة بالفضة هاء وهاء وفي حديث آخر انه عليه الصلوة
افتراق جسمانی سے پہلے شرط ہے واسطے ارشاد نبی علیہ السلام کی چاندی بعوض چاندی کی ادہر لی ادہر دی اور ایک اور حدیث میں ہے کہ نبی علیہ الصلوۃ

والسلام قال الذهب بالورق هاء وهاء وهو بالمد وفتح الهمزة صوت بمعنى خذ والمراد به التقابض قبل الافتراق
والسلام نے فرمایا سونا بعوض چاندی کی ادہر لی ادہر دی اور ہاء مد اور ہمزہ کی زبر سے آواز ہے بمعنی لے اس سے مراد ہے دونو کا قبضہ جسمانی افتراق سے

بالابدان لان المعنى ان كل واحد من المتعاقدين يقول لصاحبه هاء فيتقابضان قبل الافتراق بالابدان وان
پہلے کیونکہ معنی یہ ہیں کہ بایع اور مشتری ہر ایک دوسرے سے کہے لے تاکہ دونو کا قبضہ افتراق بدنی سے پہلے ہوجاوے اور اگر

كانا يمشيان معا في جهة واحدة حتى لو مشيا فرسخا ثم تقابضا قبل الافتراق يصح لقول ابن عمر رضي الله عنه
وہ دونو ایک طرف کو ہمراہ چلے جاتے ہوں یہاں تک کہ اگر کوس بھر جاکر پھر قبضہ کریں افتراق سے پہلے تو درست ہے کیونکہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کا قول ہے

وان وثب من سطح فثب معه وليس المراد من هذا الكلام الامر بالوثبة المهلكة بل المراد منه المبالغة في ترك
اگر وہ چھت سے کود پڑے تو یہ بھی اوسکے ساتھ کود پڑ اور اس کلام سے مراد کود پڑنے کا حکم نہیں ہے جو ہلاک کردیتا ہے بلکہ مراد مبالغہ ہے کہ قبضہ سے پہلے ساتھ ہرگز

الافتراق قبل القبض ولا يشترط وجود العوضين في ملكهما وقت العقد حتى لو باع احدهما من الآخر دينارا
نہ چھوڑے اور یہ شرط نہیں ہے کہ عقد کے وقت دونو عوض طرفین کی ملک میں ہوں یہاں تک کہ اگر ایک نے دوسرے کے ہاتھ ایک دینار

بعشرة دراهم ولم يكن في ملكهما شيء من العوضين واستقرض كل منهما ما وجب عليه اداؤه من الدين
بعوض دس درہم کے بیچا اور نہ ایک پاس دینار ہے اور نہ دوسرے پاس دراہم پھر دونو نے اپنا اپنا دین واجب الادا ایک نے دینار اور دوسرے نے دراہم

ودفعه الى صاحبه قبل الافتراق يجوز فعلى هذا يكون من الربوا ما يفعله كثير من الناس في هذا الزمان
قرض لیکر افتراق سے پہلے ادا کردیا تو جائز ہے اس بیان کی موافق جو اکثر لوگ اس زمانہ میں عمل کرتے ہیں سب سود میں داخل ہے

وهو ان احدهم يذهب الى واحد من اهل السوق فيعطيه دينارا او قرشا فيقول له اعطني به دراهم فيعطيه
یعنی ایک شخص بازار میں دکاندار پاس جاکر ایک دینار یا قرش اوسکو دیکر کہتا ہے اسکے عوض دراہم دیدے پھر وہ اوسکو

بعضا من الدراهم او لا يعطيه شيئا بل يقول له ليس عندي دراهم فات بعد ساعة فاعطيك دراهمك فيذهب
کبھی تو تھوڑے سے دراہم دیدیتا ہے اور بعضی دفعہ کچھ بھی نہیں دیتا بلکہ اوس سے کہتا ہے اسوقت دراہم میرے پاس نہیں ہیں پھر گھڑی بھر کے بعد آجانا تمہارے دراہم حوالہ کردونگا

من غير قبض جميع الدراهم وهذا باطل داخل في الربوا لوجود الافتراق قبل القبض الواجب في الصرف وعلى تقدير
پھر وہ دراہم لئے بغیر چلا جاتا ہے یہ سب باطل سود میں داخل ہے کیونکہ افتراق قبضہ سے پہلے جو صرف میں واجب ہے ہوجاتا ہے اور بالفرض تمام دراہم پر

قبض الدراهم كلها قبل الافتراق يقبضها بالعدد لا بالوزن وهو وان كان جائزا في الدينار لعدم وجوب الوزن عند اختلاف
قبل الافتراق قبضہ بھی کرلیتا ہے تو گنکر قبضہ کرتا ہے وزن کرکے نہیں کرتا ایسا قبضہ اگرچہ دینار میں جائز ہے کیونکہ جب جنس بدل جاتی ہے تو وزن واجب نہیں

الجنس لكن لا يجوز في القرش لوجوب الوزن عند اتحاد الجنس حتى يعلم التساوي في الوزن والظاهر ان القرش
ہوتا لیکن قرش میں جائز نہیں ہے اسلئے کہ جب جنس متحد ہووے تو وزن واجب ہوتا ہے تاکہ برابری وزن میں معلوم ہوجاوے اور ظاہر یہ ہے کہ قرش

اكثر وزنا من الدراهم المعدودة فيكون ربوا وطريق الخلاص من الربوا اذا بيع بلا وزن الفضة الكثيرة بالفضة
دراہم معدودہ سی وزن میں زیادہ ہوتا ہی پھر سود ہی ہوویگا اور حیلہ سود سی بچنی کا اگر بی وزن بہت چاندی تھوڑی چاندی سی بیچیں تو یہہ ہی
القليلة ان يجعل في قليلها وزنا شئ من خلاف الجنس مماله قيمة اذ لو لم يكن له قيمة كحفنة من التراب لا يصح البيع
کہ وزن میں تھوڑی چاندی کی ساتھ کچھ اور چیز قیمت دار خلاف جنس ملا دیں اسلئی کہ اگر بی قیمت شی ہوگی جیسی ایک مٹھی مٹی تو بیع جایز نہوگی
واقل ما يكون قيمته مشروطة لجواز البيع فلس ثم قيمة الخلاف ان كانت مثل قيمة الزيادة يجوز البيع ولا يكره
اور کم سی کم قیمت دار شی جسمیں بیع درست ہو جاوی پیسا ہی پھر اگر قیمت اوس شی مخالف کی برابر ادھر کی زیادتی چاندی کی ہو تو بلا کراہت بیع جایز ہی
وان كانت شيئا قليلا يجوز البيع لكن يكره كذا روي عن محمد فقيل له كيف تجده في قلبك قال مثل الجبل ولو
اور اگر وہ تھوڑی ہووی تو بیع جایز ہی پر مکروہ امام محمد سی یہہ ہی روایت ہی کسی نی اونسی پوچھا تمہاری دلمیں کیسی معلوم ہوتی ہی کہا جیسا پہاڑ اور اگر
بعث رجل الى الصيرفي مع الرسول دينارا ليصرف له لا يصح لوجوب التقابض قبل الافتراق بالابدان وقبض الرسول وتسليمه
کسی شخص صراف کی پاس رسول کی ہاتھ دینار بھیجا تاکہ بھنا لاوی تو جایز نہیں ہی کیونکہ قبضہ افتراق جسمانی سی پہلی واجب ہی اور رسول کا قبضہ اور تسلیم کا
لا يعتبر فينبغي ان يوكله لان الوكيل يقوم مقام الموكل فيعتبر قبضه وتسليمه فيوجد التقابض قبل الافتراق
کچھ اعتبار نہیں ہی اب یوں لازم ہی کہ اوسکو وکیل کردی اسلئی کہ وکیل موکل کی حکم میں ہوتا ہی اوسکا دیا لیا معتبر ہی اب طرفین کا قبضہ افتراق جسمانی سی پہلی
بالابدان ولا يجوز التصرف في ثمن الصرف قبل قبضه فان من باع دينارا بعشرة دراهم ولم يقبض الدراهم بل
ہو جاویگا اور بیع صرف میں قبضہ سی پہلی ثمن میں تصرف جایز نہیں ہی بیشک اگر کسی ایک دینار دس درہم کو بیچا اور درہم پر ابھی قبضہ نہیں کیا کہ درہم کا
اشترى بها ثوبا يفسد البيع في الثوب لفوات القبض الواجب بالعقد حقا لله تعالى والقياس كان يقتضي جوازه
ایک تھان مول لیلیا تو کپڑی کی بیع فاسد ہی کیونکہ قبضہ جو سبب عقد کی حق اللہ واجب ہوا تھا فوت ہو گیا اور قیاس چاہتا ہی کہ جایز ہووی
لان الدراهم والدنانير لا تتعين فتنصرف العقد الى مطلقها وانما لم يجز لان الصرف بيع ولا بد فيه من مبيع وليس
اسلئی کہ دراہم اور دنانیر متعین نہیں ہوتی تو یہہ عقد مطلق ثمن کی طرف لگ جاوی اور جایز اسواسطی نہیں کہ صرف بیع ہی اسمیں مبیع کا ہونا ضرور ہی اور
فيه سوى الثمنين وليس احدهما اولى بكونه مبيعا من الاخر فيجعل كل واحد منهما مبيعا من وجه وثمنا من
اسمیں بجز دونوں ثمن کی کچھ نہیں ہوتا اور ایک کو دوسری پر کچھ فوقیت نہیں ہی جو مبیع ٹھہرایا جاوی اب لاچار ہر ایک ایک وجہ سی مبیع ہی اور ایک وجہ سی ثمن
وجه وان كانا ثمنين خلقة والثمن في باب الصرف مبيع من وجه وبيع المبيع قبل القبض لا يجوز وليس من ضرورة
ہی اگرچہ خلقی یعنی اصل میں دونوں ثمن ہیں اور ثمن باب صرف میں ایک وجہ سی مبیع ہوتا ہی اور مبیع کی بیع قبضہ سی پہلی جایز نہیں ہی اور مبیع ہونی سی یہہ ضرور
كونه مبيعا ان يكون متعينا فان المسلم فيه ليس بمتعين مع كونه مبيعا في السلم يسر الله تعالى عملا موافقا
نہیں ہی کہ متعین ہی ہو جاوی کیونکہ سلم میں مسلم فیہ یعنی مدینی کی چیز مبیع ہو کر متعین نہیں ہوتی الہی ہمارا اعمال موافق اپنی رضامندی کی

لرضائه المجلس الرابع والسبعون في بيان حقيقة السلم واحكامه وغيره من انواع

آسان کری چوہترویں مجلس حقیقت بیع سلم کی بیان میں اور اوسکی احکام اور سوا اوسکی اور اقسام
العقود قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من سلف في شئ فليسلف في كيل معلوم ووزن معلوم
عقود کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نی فرمایا جو شخص کسی شی میں مدینی دینی تو چاہیی کہ کیل معلوم ہوی اور وزن معلوم ہو
الى اجل معلوم هذا الحديث من صحاح المصابيح رواه ابن عباس مع ذكر سببه وهو انه عليه الصلوة والسلام
اور مدت معلوم ہو یہہ حدیث مصابیح کی صحیح حدیثوں میں ہی ابن عباس کی روایت سی اسکی ساتھ سبب ہی بیان کیا وہ یہہ ہی کہ نبی علیہ السلام
قدم المدينة وهم يسلفون في الثمار السنة والسنتين والثلث اي يعطون الثمن في الحال ويشترون الثمار
مدینہ میں تشریف لائی تو وہاں کی لوگ ثمر درخت میں مدینی کیا کرتی تھی ایک سال کی اور دو سال کی اور تین سال کی یعنی ثمن اسی دم دیتی اور پہل ایک سال کا یا زیادہ کا خریدتی

الى

الی سنة او اکثر فقال النبی صلی الله علیه وسلم من اسلف فی شئ فلیسلف فی کیل معلوم ووزن معلوم
لتی تک ہی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص بدہنی کسی شئی میں کری تو چاہئی کہ بدہنی کیل معلوم اور وزن معلوم میں مدت معلوم تک
الی اجل معلوم فانه علیه الصلوة والسلام امرہم ان یبینوا قدر الکیلی بالکیل وقدر الوزنی بالوزن
کری پس ہی علیہ الصلوة والسلام نی اونکو فرمادیا کہ کیلی کی مقدار کیل سی کہول لیا کریں اور وزنی کی مقدار وزن سی کہول لیا کریں
اذا اشتروا شیئا منهما بطریق السلف وهو بفتحتین وان کان له معنیان احدهما القرض والاخر السلم
جب ان دونو قسم سی کسی چیز میں بدہنی کریں اور سلف کی معنی دونوں زبر سی اگرچہ دو ہیں ایک قرض اور دوسری بیع سلم
الا ان المراد به ههنا السلم الذی هو نوع من البیع ویکون المبیع فیه دینا علی البایع ویسمی المبیع مسلما فیه
پر یہاں مراد سلم ہی ہی کہ وہ ایک قسم کی بیع ہی اور اسمیں مبیع بایع کی ذمہ پر دین ہوا کرتا ہی اور مبیع کو مسلم فیہ کہتی ہیں
والبایع مسلما الیه والثمن راس المال والمشتری رب السلم ویجوز فی کل ما یعلم قدره ووصفه کالمکیلات
اور بایع کو مسلم الیہ اور ثمن کو راس المال اور مشتری کو رب السلم اور ہر ایک شئی میں جسکی مقدار اور وصف معلوم ہو سکتا ہو جایز ہی جیسی اشیاء کیلی
والموزونات والمذروعات والمعدودات المتقاربة التی لا یتفاوت احادها تفاوتا فاحشا کالجوز والبیض فان
اور وزنی اور گز گت اور گنتی کی جو ایک سی ہوں اور اوسکی احاد میں فرق ظاہر ہوتا ہو جیسی جوز اور انڈی کیونکہ
الکبیر والصغیر منهما سواء لاصطلاح الناس علی اهدار التفاوت فیهما اذ لا یباع جوز بفلس واخر بفلسین و
انمیں بڑا اور چہوٹا برابر ہوتا ہی اسلئی کہ اس تفاوت کی چہوڑنی پر سب لوگ متفق ہیں یہ نہیں کہ ایک جوز ایک پیسی کو بکی اور دوسرا دو پیسی کو اور
کذلك البیض بخلاف البطیخ والرمان فان احادهما متفاوتة تفاوتا فاحشا ویتفاوت احادهما فی المالیة
ایسی ہی انڈی بخلاف خربزہ اور انار کی بیشک انکی احاد میں ظاہر فرق ہوتا ہی اور انکی احاد کی مالیت مختلف ہوتی ہی
تعرف کونهما من العددی المتفاوت لا من العدد المتقارب لان الضابط فی معرفتهما تفاوت احادهما فی المالیة
معلوم ہوتا ہی کہ یہ عددی متفاوت ہیں عددی متقارب نہیں ہیں کیونکہ انکی پہچان کا یہی قاعدہ ہی کہ انکی احاد مالیت میں الگ الگ ہوں
وهذا هو المروی عن ابی یوسف ویؤیده ما روی عن ابی حنیفة ان السلم لا یجوز فی بیض النعامة لتفاوت احادها
یہہ تقریر امام ابو یوسف سی روایت ہی اور اسکی تائید ہی جو کہ روایت امام ابو حنیفہ سی ہی کہ بیع سلم شترمرغ کی انڈوں میں جایز نہیں ہی اوسکی احاد مالیت میں
فی المالیة ثم انه فی المعدودات المتقاربة کما یجوز عددا یجوز کیلا لان المقدار یعرف بالعدد تارة وبالکیل اخری
مختلف ہوتی ہیں پہر بیع سلم معدودات متقاربہ میں جیسی گنتی کر کر جایز ہی کیل سی بہی جایز ہی اسلئی کہ مقدار کبہی گنتی سی معلوم ہوتی ہی اور کبہی کیل سی
ولا یجوز فی کل ما لا یعلم قدره ووصفه کالحیوانات واطرافها ولحومها وجلودها وکذا لا یجوز فیما لا یوجد من
اور جسکی مقدار اور وصف معلوم ہوتی ہو وہیں سلم جایز نہیں ہی جیسی حیوانات اور انکی اطراف اور گوشت اور چمڑی اور ایسی ہی اوس شئی میں جو عقد کی وقت سی
حین العقد الی حلول الاجل بان ینقطع عند العقد او عند حلول الاجل او فیما بینهما وحد الانقطاع ان لا یوجد
آخر مدت مقرری تک موجود رہی جایز نہیں ایسا کہ بوقت عقد کی وقت نہو یا مدت گذرنی پر باقی رہی یا ان دونوں کی بیچ میں ہو جکی اور انقطاع کی حد یہ ہی کہ بازار میں جاوہ
فی السوق الذی یباع فیه ولا عبرة بوجوده فی البیوت لعدم امکان تحصیله بالاکتساب وتسلیمه الی صاحبه وکذا
سی آسکتی ہی نہ ملی ور گہر وں میں اگر ہووی تو اسکا اعتبار نہیں ہی کیونکہ ممکن نہیں کہ کسی وسیلہ سی پیدا کر کر رب السلم کی حوالہ کردی اور ایسی ہی
لا یجوز فی طعام قریة بعینها وثمرة نخلة بعینها لاحتمال الانقطاع بعروض الافة فینتفی القدرة علی التسلیم وکذا
کسی خاص گانو کی غلہ میں اور کسی خاص درخت کی پہل میں جایز نہیں ہی شاید کہ وہ کسی آفت سی فنا ہو جاوی پہر کیا لیسی دی سکیگا اور ایسی ہی
لا یجوز بمکیال رجل بعینه او ذراع رجل بعینه اذا لم یعلم مقداره لان التسلیم یتاخر فیه فیحتمل ان یضیع ذلك
ایک شخص خاص کی پیمانہ سی یا کسی شخص کی گز سی جایز نہیں ہی اگر اوسکی مقدار معلوم نہو کیونکہ اس صورت میں تسلیم کو دیر لگی گی سو احتمال ہی اس میں شاید کہ وہ پیمانہ

المكيال او ذلك الذراع فيفضي الى المنازعة والحاصل ان السلم لا يصح عند ابي حنيفة الا بسبع شرائط وهي
یا وہ دراع جاتا رہا ہے پھر جھگڑا ہو گا خلاصہ یہ ہی کہ بیع سلم امام ابو حنیفہ کی نزدیک درست نہیں مگر سات شرطوں سے وہ یہ ہیں ایک تو

بيان جنسه كبر او شعير وبيان نوعه كسقي او بخسي وبيان وصفه كجيد او ردي وبيان قدره كعشرة
بیان جنس جیسے گیہوں یا جو اور بیان نوع جیسے سیچی یا بارانی اور بیان وصف جیسے عمدہ یا کہٹیل اور بیان مقدار جیسے دس

اكرار او ثلاثين رطلا وبيان اجله واقله شهر في الاصح وبيان راس ماله ان كان كيليا او وزنيا او عدديا وبيان
پیمانہ یا تیس رطل اور بیان مدت اور سب سے کم اصح قول میں ایک مہینہ ہی اور بیان راس المال کا اگر وہ کیلی ہو یا وزنی ہو یا عددی ہو اور بیان

مكان ايفائه ان كان لحمله مؤنة يحتاج الى ظهر واجرة وان لم يكن لحمله مؤنة كالمسك والعنبر يوفيه حيث
مکان کا جہاں وہ شی ادا کی جاوی اگر اوسکی اوٹہانے میں ایسا حرج ہوتا ہو کہ حاجت بار برداری اور مزدوری کی پڑتی ہو اور اگر اوسکی اوٹہانے میں کچھ حرج نہ ہوتا ہو جیسے مشک اور عنبر

شاء واما قبض راس المال قبل الافتراق بالابدان فليس بشرط لصحته بل هو شرط لبقائه على الصحة فانه ينعقد
تو جہاں چاہی ادا کری اور راس المال کا قبضہ افتراق جسمانی کی پہلی سو یہ صحت عقد کی شرط نہیں ہی بلکہ یہ شرط ہی واسطی باقی رہنی عقد کی صحت پر چنانچہ یہ عقد

صحيحا ثم يبطل بالافتراق قبل القبض وحد الافتراق ان يتوارى كل واحد منهما عن عين صاحبه حتى لو اسلم
صحیح ہوا کرتا ہی پھر افتراق قبل قبض سی باطل ہو جاتا ہی اور افتراق کی حد یہ ہی کہ ہر ایک ایک دوسری کی نظر سی چھپ جاوی یہاں تک کہ اگر کسی نے دراہم کا

رجل عشرة دراهم في كر بر ولم يكن عنده الدراهم ودخل بيته ليخرج الدراهم وتوارى عن عين صاحبه
گیہوں کی ایک پیمانہ میں عقد سلم کیا اور اوسکی پاس دراہم نہیں تھی وہ دراہم لانیکی واسطی گھر میں گیا اور مسلم الیہ کی نظر سی غائب ہو گیا

يبطل السلم وان لم يتوار لا يبطل بل يبقى على الصحة وكذا لو سارا ميلا او اكثر ولم يفترقا الا بعد القبض لا يبطل
تو سلم باطل ہو جاویگی اور اگر غائب نہ ہوا تو باطل نہ ہو گی بلکہ درست رہیگی اور ایسی ہی اگر دونو کوس بھر یا زیادہ چلی گئی اور بدون قبض کی جدا نہ ہوئی تو سلم باطل نہیں ہوتی۔

السلم بل يبقى على الصحة ومن اسلم الى رجل دينا له عليه وافترقا قبل النقد لا يجوز وان نقد قبل الافتراق يجوز
بلکہ درست رہتی ہی اور اگر کسی نے ایک شخص سی قرض کی بدلے جو اوسکی ذمہ تہا سلم کی اور پہر نقد دینی سی پہلی جدا ہو گئی تو جایز نہیں ہی اور اگر افتراق سی پہلی نقد کر دی

ولا يجوز التصرف في راس المال والمسلم فيه قبل القبض اما عدم جواز التصرف في راس المال فلان فيه تفويت القبض
تو جایز ہی اور راس المال اور مسلم فیہ میں قبضہ سی پہلی تصرف جایز نہیں ہی راس المال میں تو تصرف اس واسطی جایز نہیں ہی کہ اس میں قبضہ فوت ہوتا ہی جو

الواجب بالعقد واما عدم جواز التصرف في المسلم فيه فلانه مبيع والتصرف فيه قبل القبض لا يجوز وكذا لا يجوز فيه
عقد سی واجب ہوا تہا اور مسلم فیہ میں تصرف اسواسطی جایز نہیں ہی کہ وہ مبیع ہی اور مبیع میں تصرف قبضہ سی پہلی جایز نہیں ہی اور ایسی ہی مسلم فیہ میں

قبل القبض الشركة والتولية ونحوهما لانه تصرف فيه قبل القبض وصورة الشركة ان يقول رب السلم لرجل اعطني نصف
قبضہ سی پہلی شرکت جایز نہیں اور تولیہ وغیرہ کیونکہ یہ بھی قبل القبض تصرف ہی اور شرکت کی صورت یہ ہی کہ رب السلم کسی سی یہ کہی کہ مجھکو آدہا راس المال

راس المال ليكون نصف المسلم فيه لك وصورة التولية ان يقول رب السلم لرجل اعطني جميع راس المال ليكون
دیدی آدہا مسلم فیہ تیرا ہو گا اور تولیہ کی صورت یہ ہی کہ رب السلم کسی کو کہی کہ تمام راس المال مجھکو دیدی تمام مسلم فیہ تیرا ہو گیا

جميع المسلم فيه لك ومن اسلم في كر بر فلما حل الاجل اشترى المسلم اليه من رجل كرا وامر رب السلم ان يقبضه
اور اگر کسی نے گیہوں کی پیمانہ میں سلم کی پہر جب کہ مدت پوری ہوئی تو مسلم الیہ نے کسی شخص سی پیمانہ گیہوں کا مول لیکر رب السلم سی کہا کہ اوس سی گیہوں اپنی حق کی

قضاء لحقه وقبضه لا يكون قضاء لحقه حتى لو هلك المقبوض في يد رب السلم يهلك من مال المسلم اليه ولو
لیلی اور اوسنی لیلئی تو اوسکا حق نہیں ادا ہو گا یہاں تک کہ اگر وہ مقبوض رب السلم کی قبضہ میں تلف ہو جاوی تو مسلم الیہ کا جاویگا اور اگر اوسکو

امره ان يقبضه له ثم لنفسه فاكتاله له ثم لنفسه يجوز لاجتماع الصفقتين بشرط الكيل فلا بد من الكيل مرتين
یوں کہی کہ وہ گیہوں پہلی میری لئی قبضہ کر پہر اپنی لئی پہر اوسنی پہلی اوسکی لئی کیل کی پہر اپنی لئی کیل کی تو جایز ہی سبب جمع ہونی دو عقد کی شرط کیل کی سو دو دفعہ کیل کرنی ضرور ہی

نعمی

لنهي النبي عليه الصلوة والسلام عن بيع الطعام حتى يجري فيه صاعان ومن اسلم في كر فلما حل الاجل دفع
کیونکہ نبی علیہ السلام نے منع کیا ہے کھانے کی بیع سے جب تک کہ اسمیں دو بار پیمانہ جاری نہ ہوئے اور اگر کسی نے گیہوں کی پیمانہ میں سلم کی جب مدت گذر گئی

الى المسلم اليه غرائر وامره ان يكيل المسلم فيه فيها ففعل وهو غائب ولم يكن في الغرائر من جنس المسلم فيه شيء لا يكون
تو دیا مسلم الیہ کو بوریاں اور حکم کیا کہ مسلم فیہ یعنی مبیع ان میں ناپ دے مسلم الیہ نے ایسا ہی کیا کہ اور وہ غائب ہے اور حال یہ ہے کہ ان بوروں میں مسلم فیہ کی جنس کا کچھ نہ تھا

قضاء حتى لو هلك يهلك من مال المسلم اليه لان امره لم يصادف ملكه لكون حقه في الدين لا في العين وصار
تو قبضہ نہ ہوگا یہاں تک کہ اگر تلف ہو جاویں تو مسلم الیہ کا مال تلف ہوگا کیونکہ اوسکا امر اوسکی ملک سے متصل نہیں ہوا کیونکہ اوسکا حق تو دین میں ہے عین میں نہیں ہے اور ہو گیا

المسلم اليه كانه استعار الغرائر وجعل ملكه فيها ولو اجتمع الدين والعين بان اسلم رجل في كر فلما حل
گویا مسلم الیہ نے عاریت لیں بوریاں اور اپنا مال ان میں بھر دیا اور اگر دین اور عین جمع ہو جاویں اسطرح کہ کسی شخص نے ایک کر گیہوں میں بیع سلم کی جب مدت تمام ہوئی

الاجل اشترى من المسلم اليه كرا اخر معينا ودفع اليه غرائر ليجعل فيها الكر العين والكر الدين فان جعل العين
تو رب السلم نے مسلم الیہ سے ایک کر اور معین خریدا اور اسکو بوریاں دیں تاکہ دونوں کر ان میں بھر دے اور اگر گیہوں خرید حال کی

فيها اولا يصير المشتري قابضا لهما جميعا اما العين فلصحة امره فيه لمصادفته ملكه لانه ملكه بالشراء فيكون
ان میں پہلے بھر دیے تو مشتری ان دونوں کا قابض ہوگا عین کا تو اسلئے کہ اوسکا حکم درست ہے کہ اوسکی ملک میں واقع ہوا کیونکہ خرید کر مالک ہو چکا ہے

فعل المامور كفعل الامر واما الدين فلاتصاله بملكه برضاه وبالاتصال بالملك بالرضى يثبت القبض وان جعل
عمل مامور کا بجای عمل امر کے ہے اور دین یعنی مسلم فیہ سو اسلئے کہ اوسکی ملک میں مل گیا اور رضامندی کی ساتھ ملک میں ملجانی سے قبضہ ثابت ہوتا ہے اور اگر

الدين فيها اولا لا يصير المشتري قابضا لشيء منهما اما الدين فلعدم صحة امره فيه لعدم مصادفته ملكه لان حقه
مسلم فیہ کو پہلے بھر دیا تو مشتری کسی کا قابض نہیں ہوگا مسلم فیہ کا تو اسلئے کہ اسمیں اوسکا حکم درست نہیں ہے کیونکہ اوسکی ملک پر نہیں آیا کہ اوسکا

في الدين لا في العين وهذا عين فيكون المامور بجعله في الغرائر متصرفا في ملك نفسه ولا يكون فعله كفعل الامر
حق تو دین میں ہے عین میں نہیں ہے اور یہ عین ہے تو مامور یعنی مسلم الیہ جو گیہوں بوروں میں بھر دیتا ہے تو اپنی ملک میں تصرف کرتا ہے سو اسکا کام امر کا سا نہیں ہے

واما العين فلانه خلطه بملكه قبل التسليم وهو استهلاك عند ابي حنيفة فينفسخ البيع وههنا نوع اخر من البيع
اور عین سو اسلئے کہ بائع نے تسلیم سے پہلے اپنی ملک میں ملا لیا اور یہ امام ابو حنیفہ کے نزدیک ہلاک کر دینا ہے سو بیع فسخ ہو جاوے گی اور یہاں ایک اور قسم کی بیع ہے

يسمى استصناعا وهو ان يقول رجل لصانع اصنع لي من مالك شيئا صورته كذا وقدره كذا بكذا درهما بلا ذكر
اوسکو استصناع کہتے ہیں وہ یہ ہے کہ ایک شخص کاریگر سے کہے میرے لیے اپنے مال سے فلانی چیز اس صورت کی اور اتنی بڑی اتنے روپے کو بنا دے مدت کا تعین ذکر نہیں کیا

اجل معلوم فان كان ذلك الشيء مما جرى فيه التعامل كالخف والطست والقمقمة ونحوها يصح استحسانا
سو اگر وہ شی ایسی ہو جسمیں لوگوں کا عمل درآمد جاری ہے جیسی موزہ اور لگن اور قمقمہ وغیرہ تو استحسانا درست ہے

للاجماع الثابت بالتعامل من زمن النبي عليه السلام الى يومنا هذا ويكون بيعا لا عدة حتى يجبر الصانع على تحصيله
کیونکہ اجماع کی سبب سے نبی علیہ السلام کی عہد سے آج تک جاری چلا آتا ہے اور یہ بیع ہی ہوگی نہ کہ وعدہ یہاں تک کہ کاریگر پر بنا دینے کی لیے جبر کیا جاوے گا

ولا رجوع للامر عنه ولو كان عدة لكان للامر الرجوع ولم يجبر الصانع والمبيع هو العين لا عمل حتى لو جاء بما
اور امر اوس سے رجوع نہیں کر سکتا اگر وعدہ ہی ہوتا تو امر رجوع کر سکتا اور کاریگر پر جبر نہ کیا جاتا اور مبیع وہ شی یعنی موزہ وغیرہ ہوتی ہے عمل نہیں ہوتا یہاں تک کہ اگر وہ

صنعه قبل العقد او صنعه غيره يصح ولو كان المبيع عمله لما صح ولا يتعين المبيع للامر بلا اختياره حتى يصح
عقد سے پہلے کا بنا ہوا یا اور کاریگر کا بنا ہوا دیدے تو جائز ہے اور اگر مبیع عمل ہی ہوتا تو کیونکر جائز ہوتا اور مبیع امر کے لئے بغیر اوسکی پسند کے متعین نہیں ہو جاتی یہاں تک کہ

للصانع بيعه قبل رؤية الامر ولو تعين له لما صح بيعه وللامر الخيار عند الرؤية لانه اشترى ما لم يره فيكون له خيار
کاریگر کو اختیار ہے کہ امر کے دیکھنے سے پہلے بیچ ڈالے اور اگر متعین ہو جاتی تو بیع نہ جائز ہوتی اور دیکھنے کے بعد امر کو اختیار ہے کیونکہ اوسنے بن دیکھی خریدی ہے

الرؤية وان لم يكن ذلك الشئ ما جرى فيه التعامل كالثياب ونحوها لا يجوز الا اذا ذكر فيه اجل معلوم وبين
صحت حاصل ہی اور اگر وہ شئ ایسی نہیں ہی جسمیں لوگون کا عمل درآمد اور رواج ہو جیسی کپڑا وغیرہ تو جایز نہیں ہی جبتک کہ اوسمین مدت نہ ٹہری اور ساتون شرطین سلم کی
شرائط السلم فحينئذ يصح بطريق السلم لا بطريق الاستصناع ثم لما كان احد معنى السلف القرض ناسب بيانه
نہ بیان ہون سو بطور بیع سلم کی جایز ہوگی بطور استصناع کی نہین پہر چونکہ ایک معنی سلف کی قرض کی ہی تو بیان اوسکا ہی بیان مناسب معلوم ہوا
ههنا وان لم يكن مرادا به لان الشرع قد اذن فيه واجمع الامة على جوازه وهو ما تقطيه غيرك من المال لتقضاه
اگرچہ مراد نہین ہی کیونکہ شرع نی اسمین اجازت دی ہی اور اسکی جواز پر امت کا اجماع ہی اور قرض یہہ ہی کہ تو لینا مال غیر کو دیوی تاکہ وہ اوسکو پہر ادا کری
ويجري في كل كيلي ووزني وعددي متقارب لا فيما كان متفاوتا كالحيوان والثوب والخشب والاصل فيه ان
اور قرض ہر ایک کیلی اور وزنی اور عددی متقارب مین جایز ہی عددی متفاوت مین جایز نہین ہی جیسی حیوان اور کپڑا اور لکڑی اور قاعدہ کلیہ یہہ ہی
كل ما كان من ذوات الامثال ويكون عند الاستهلاك مضمونا بالمثل لا بالقيمة يجوز استقراضه وكل ما لم يكن
کہ جو شئ ذوات الامثال سی ہی اور ہلاک ہونی پر اسکا ضمان بالمثل ہوتا ہی ضمان بالقیمت نہین ہوتا تو اوسکا قرض لینا جایز ہی اور جو شئ
من ذوات الامثال ولا يكون عند الاستهلاك مضمونا بالمثل بل بالقيمة لا يجوز استقراضه حتى لو استقرض
ذوات الامثال سی نہین ہی اور ہلاک ہونی پر ضمان بالمثل نہین آتا بلکہ ضمان بالقیمت آتا ہی تو اوسکا قرض لینا جایز نہین ہی یہان تک کہ اگر کسی شخص نی
رجل من اخر عبدا او حيوانا اخر فقضى به دينه يضمن قيمته لان قرض الحيوان فاسد والقرض الفاسد
دوسری سی غلام یا اور حیوان اودہار لیکر اپنا قرض ادا کیا تو اوسکی قیمت کا ضامن ہوگا اسواسطی کہ حیوان کا قرض لینا فاسد ہی اور قرض فاسد قبضہ کی بعد
يفيد الملك بالقبض ويكون عند الاستهلاك مضمونا بالقيمة كالبيع الفاسد ومن دفع الى غيره مالا و
ملک مین آجاتا ہی اور ہلاک ہونی پر اوسکی قیمت ذمہ پر آجاتی ہی جیسی بیع فاسد مین اور اگر کسی نی دوسری کو مال دیکر
قال له خذ هذا المال واصرفه الى حوائجك يكون ذلك المال قرضا لا هبة لان هذا القول وان كان
کہا یہہ مال لی اور اپنی کاروبار مین لگالی تو یہہ مال قرض ہوویگا ہبہ نہین ہوویگا اسلئی کہ اس قول مین اگرچہ
يحتملهما الا ان الثابت به لا يكون هبة بل يكون قرضا لكونه ادناهما ولو دفع اليه ثوبا وقال له اكتس به
دونو مراد ہو سکتی ہین پر اس سی ہبہ بالخصوص ثابت نہین ہوتا بلکہ قرض ثابت ہوتا ہی کیونکہ قرض دونو مین کمتر ہی اور اگر کپڑا دیکر کہا کہ لی اس ہی کو اوڑہا کر
لا يكون قرضا لكون قرض الثوب فاسدا بل يكون هبة تصحيحا لتصرفه ومن اخذ من القصاب لحما
تو قرض نہین ہوگا کیونکہ کپڑا کا اودہار فاسد ہی بلکہ ہبہ ہوویگا تاکہ اوسکا تصرف درست رہی اور اگر کسی نی قصائی سی گوشت لیا
ولم يذكر انه قرض او شراء يكون قرضا فاسدا يملكه بالقبض ولا يحل له اكله وذكر في المنتقى ان اللحم
اور یہہ نہ کہا کہ اودہار لیتا ہون یا مول تو یہہ قرض فاسد ہوگا قبضہ کی بعد مالک ہو جاویگا اور کہانا حلال نہوویگا اور منتقی مین مذکور ہی کہ گوشت کا
يجوز استقراضه وزنا عند اصحابنا وذلك لانه على ما ذكر في نوادر ابن رستم عن محمد مثلي يضمن بالمثل
قرض لینا وزنا ہماری اصحاب کی نزدیک جایز ہی اسلئی کہ گوشت موافق بیان نوادر ابن رستم کی امام محمد سی مثلی ہی اسکا ضمان بالمثل ہی
وذكر في الجامع الكبير انه يضمن بالقيمة وقال الاسبيجابي هذا محمول على ما اذا انقطع عن ايدي الناس
اور جامع کبیر مین مذکور ہی کہ گوشت کا ضمان بالقیمت آتا ہی اور اسبیجابی کہتا ہی کہ ضمان بالقیمت اسصورت مین ہی کہ لوگون کی ہاتہو مین نرہی
وفي شرح الطحاوي ان كل موزون مثلي وهذا يقتضي ان يكون اللحم مثليا وكذا يقتضي ان يكون العنب والغزل
اور شرح طحاوی مین ہی کہ وزنی چیزین سب مثلی ہین اس سی لازم آتا ہی کہ گوشت مثلی ہووی اور ایسی ہی لازم آتا ہی کہ انگور اور سوت
مثليا ويجوز استقراض الكاغذ عددا لانه عددي متقارب ومن اتلف دبس غيره يضمن قيمته لان
مثلی ہووی اور اودہار کرنا کاغذ کا گنکر جایز ہی اسلئی کہ عددی متقارب ہی اور اگر کسی نی شیرہ خرما وغیرہ تلف کردیا تو قیمت دیویگا اسلئی

مكان

ما كان من صنع العباد لا يمكنهم مراعاة المماثلة فيه لتفاوتهم في الحذاقة فعلى هذا كان ينبغي أن لا يجوز

کہ جو چیز آدمیوں کی بنائی ہوئی ہوتی ہے ان میں مماثلت ممکن نہیں ہے کیونکہ کاریگری میں سب مختلف ہوتے ہیں پس اس تقریر کی بنا پر چاہیے کہ کاغذ کا

استقراضه لكن قيل يجوز استقراضه لكونه مثليا على قولهما والعصير مثلي وكذا إذا صار دبسا بغير نار

قرض لینا جائز نہ ہووے لیکن کہتے ہیں کہ قرض لینا جائز ہے کیونکہ صاحبین کے قول پر مثلی ہے اور شیرہ انگور کا مثلی ہے اور ایسے ہی اگر بغیر آگ کے دوشاب ہو جاوی

والدبس والخمر قيمي فعلى هذا كان ينبغي أن لا يجوز استقراضهما لكن ذكر في فتاوى قاضيخان أن استقراض الدبس

اور گاڑھا اور دوشاب قیمی ہے اسکی موافق قول جانبین ہے کہ ان دونوں کا قرض لینا جائز نہ ہووے لیکن فتاوی قاضیخان میں مذکور ہے کہ دوشاب کا قرض لینا

يجوز وزنا وكيلا وكذا يجوز استقراض الخبز وزنا وعددا عند محمد وعند أبي يوسف يجوز وزنا لا عددا وعليه

وزن اور کیل کر کر جائز ہے اور ایسے ہی روٹی کا قرض لینا وزن سے یا گنکر امام محمد کی نزدیک جائز ہے اور امام ابو یوسف کی نزدیک وزن کر کر ہوتا ہے گنکر نہیں جائز

الفتوى ولو استقرض جماعة من رجل دراهم وأمروه أن يدفعها إلى واحد منهم ودفعها إليه ليس له أن يطالب منه

فتوی ہے اور اگر ایک جماعت نے ملکر ایک شخص سے درہم قرض مانگے اور کہا کہ ہم میں سے فلانی شخص کو دیدینا اور اسی کو حوالہ کر دی اب اسکو اختیار نہیں

إلا حصته فقط والتوكيل بقبض القرض صحيح كما إذا قال لرجل اقرضني كذا درهما ثم وكل رجلا بقبضه يصح

کہ سوائے اسکی حصہ کی طلب کرے اور وکالت واسطے قبضہ قرض کی درست ہے جیسے کوئی شخص کسی سے کہے کہ مجھکو اسی درہم قرض دیدے پھر کسی کو قبضہ کی لئے وکیل کر دے تو صحیح ہوگا

ولا يصح التوكيل بالاستقراض حتى لا يثبت الملك للموكل فيما استقرض له لأنه تفويض التصرف في ملك الغير

و قرض لینے کا وکیل کرنا صحیح نہیں ہے یہاں تک کہ وہ جو قرض لیکر آوے اسمیں موکل کی ملک ثابت نہ ہوگی کیونکہ غیر کی ملک میں تصرف کا حوالہ کرنا ہے

فلا يجوز بخلاف الرسالة فإنها صحيحة إذ ليس فيها تفويض التصرف لكون الرسول سفيرا محضا لأنه يقول أرسلني

سو جائز نہیں ہے برخلاف رسالت کی کہ صحیح ہے کیونکہ اسمیں حوالہ کرنا تصرف کا غیر کی ملک میں نہیں ہے کیونکہ رسول صرف واسطہ ہوتا ہے کیونکہ جاکر یہ ہی کہیگا

إليك فلان ويستقرض منك كذا فحينئذ يثبت الملك للمرسل والتوكيل بالاقراض صحيح لأنه تفويض التصرف في

مجھکو فلانی نے تیری پاس بھیجا ہے اور اتنے درہم تجھ سے قرض مانگتا ہے تب ملک بھیجنے والے کی ثابت ہوگی اور وکالت قرض دینے میں درست ہے کیونکہ اپنی ملک میں تصرف

ملك نفسه ومن كان له على رجل حنطة وباعها منه بدراهم إلى أجل لا يجوز لأنه بيع الدين بالدين وقد نهى

اسکی حوالہ کرنا ہے اور اگر کسی کی گیہوں دوسری کی ذمہ تھی سو اس نے وہ اسی کے ہاتھ درہموں کے بدلے مدت پر بیچڈالی تو جائز نہیں ہے کیونکہ یہ بیع دین کی دین سے ہے اور اس سے

النبي عليه السلام وطريق الجواز أن يشتري منه ثوبا ويقبضه ثم يبيعه منه بدراهم إلى أجل وهذا

نبی علیہ السلام نے منع کیا ہے اور حیلہ جواز کا یوں ہے کہ اسی سے عوض گیہوں کی کپڑا خرید کر قبضہ کر لے پھر اسکو عوض درہم کی مدت پر بیچڈالے اور

مما يحفظ في هذا الزمان لأن بعض الناس يستقرض حنطة أو شعيرا أو غير ذلك مما يجوز استقراضه

یہ اس زمانہ میں اسکی حفاظت واجب ہے اس لیے کہ بعضے آدمی گیہوں یا جو وغیرہ جو بطور استقراض کی لینا درست ہے قرض لیکر کھا جاتے ہیں

ويأكلها ثم يطالبه المالك بها ويعجز عن أدائها ويشتريها منه بدراهم إلى أجل وهو فاسد لا يجوز ثم ينبغي أن يعلم

پھر مالک تقاضا کرتا ہے تو ادا نہیں کر سکتی اور اسکو مدت پر بدلہ دراہم کی خرید لیتا ہے یہ بیع فاسد ہے جائز نہیں ہے اور یاد رکھنی کی بات ہے

أن كل دين حال إذا أجله صاحبه يصير ذلك الدين مؤجلا ويكون التأجيل لازما إلا القرض فإن تأجيله

جو دین بلا مدت ہووی اگر مالک اسمیں مدت ٹہرا دی تو وہ دین موجل ہے اور مدت لازم ہو جاتی ہے مگر قرض کی کہ اسمیں مدت

لا يكون لازما بل يجوز للمقرض طلبه متى شاء لأنه في الابتداء إعارة وبهذا الاعتبار لا يلزم فيه التأجيل لكونه

لازم نہیں ہوتی بلکہ قرض دینے والا جب چاہے طلب کرے کیونکہ قرض ابتدا میں عاریت ہوتی ہی اس اعتبار سے اسکی مدت لازم نہیں ہوتی

[illegible] كما في [illegible] لا يصح فيه التأجيل لكونه

کہ صرف احسان ہی [illegible] اور آخر کو ادلا بدلا ہو جاتا ہی اس اعتبار سے مدت درست نہیں [illegible]

بیع الدراهم بالدراهم نسیئة وهو ربوا وهذا یقتضی ان لا یجوز القرض وانما جوز نظرا الی ابتدائه لکن بلا
کہ یہ بیع درہم کی درہم سے ادہار دینی ہی اور یہ سود ہوتا ہی اور اس سے لازم آتا ہی کہ قرض بھی جایز نہو سو جایز صرف بلحاظ ابتدا کی ہی لیکن
لزوم الاجل فیه ولو امر بد کون الاجل لازما فیه فطریقه ان یحیل المستقرض المقرض علی رجل بدینه علیه ویؤجل
اسمین مدت لازم نہیں ہی اور اگر اسمین مدت کی ضرورت پڑے تو یون کرے کہ قرضدار قرضخواہ کو کسی اور پر حوالہ کردے اب قرضخواہ
المقرض ذلک الرجل مدة معلومة فحینئذ یکون الاجل لازما حتی لا یکون للمقرض ان یطالب ذلک الرجل قبل تمام
اوسکی بابت مدت معین مقرر کردے اب مدت لازم ہو جاویگی یہان تک کہ قرضخواہ کو اختیار نہین ہی کہ اوس شخص سے تمام مدت سے
تلک المدة

المجلس الخامس والسبعون فی بیان السوال الحرام والوعید فیه وفی ای موضع

پہلی مانگی — پچہترویں مجلس سوال حرام کی بیان میں اور اسمین کیا وعید ہی اور کس موقع پر

یجوز قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ما یزال الرجل یسئل الناس حتی یاتی یوم القیمة لیس فی وجهه
جایز ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آدمی ہمیشہ سوال کرتا رہتا ہی آخر قیامت کو آویگا اوسکی چہرے پر گوشت
مزعة لحم هذا الحدیث من صحاح المصابیح رواه ابن عمر والمزعة بضم المیم وسکون الزاء المعجمة وبالعین المهملة
نہین ہوگا یہہ حدیث مصابیح کی صحیح حدیثون میں سے ہی ابن عمر کی روایت سے اور مزعہ میم کی پیش اور زاء نقطہ دار کی سکون اور عین بی نقطہ سے
قطعة لحم والمراد بعدمها یوم القیمة فی وجه السائل ما یلحقه فی الاخرة من الفضاحة والهوان لان السوال
گوشت کی ٹکڑے کو کہتے ہین اور قیامت کے دن سائل کی منہ پر گوشت نہولنے سے یہہ مراد ہی کہ آخرت مین وہ نہایت فضیحت اور خوار ہوویگا اسلیے کہ سوال اصل مین
حرام فی الاصل ولا یباح الا عند الضرورة وانما کان الاصل فیه الحرمة لانه لا ینفک عن عدة امور محرمة
حرام ہی اور بدون ضرورت کے مباح نہین ہی اور سوال اصل مین حرام اسلیے ہی کہ سوال بدون کئی حرام باتون کی نہین ہوسکتا
الاول اظهار الشکوی من الله تعالی فکما ان العبد المملوک اذا سئل یکون سواله تشنیعا علی مولاه فکذلک
اول یہ کہ اللہ تعالی کی شکایت ظاہر کرنی سو جیسے غلام مملوک اگر بھیک مانگنے لگے تو اوسکا مانگنا مولی پر دشوار کرتا ہی ایسے ہی
سوال العبد یکون تشنیعا علی الله تعالی وهذا یقتضی ان یحرم السوال ولا یحل الا عند الضرورة والثانی اذلال
بندہ کا سوال اللہ کو برا لگتا ہی اس سے لازم آتا ہی کہ سوال حرام ہو اور بلا ضرورت کبھی حلال ہووے جیسے مردار کہ بلا ضرورت حلال نہین ہوتا اور
فی نفسه لغیر الله تعالی ولیس للمؤمن ان یذل نفسه لغیر الله تعالی بل الواجب علیه ان یذل نفسه لله تعالی
اپنی تئین سوا اللہ تعالی کی اور کے سامنے خوار کرنا اور مومن کو نہین چاہیے کہ آپ کو غیر اللہ کے سامنے ذلیل کرے بلکہ واجب یہہ ہی کہ اپنی جان کو خدا کے سامنے خوار کرے
اذ فیه عزه وشرفه فی الدنیا والاخرة والثالث ایذاء للمسئول غالبا لانه ربما لا یسمح نفسه بالبذل ویستحیی
کیونکہ اسمین دنیا اور آخرت کی عزت اور شرافت ہی اور تیسری مسئول کو اکثر حال مین ستانا اسلیے کہ بعضی اوقات دینی کو دل نہین چاہتا اور حیا آتی ہی
ان یری بالمنع فی صورة البخلاء ففی البذل نقصان ماله وفی المنع نقصان جاهه وبکل منهما یحصل له الایذاء
کہ دینی سی بخیل کی صورت بنتا ہی سو دینے مین تو مال کا نقصان ہی اور نہ دینے مین عزت کا نقصان اور دونو بات سے رنجیدہ ہوتا ہی اور ایذا دیتا ہی
والایذاء حرام لا یحل الا عند الضرورة ثم انه ان بذل لا یبذل الا حیاء او ریاء فیحرم علی الاخذ اخذه اذا
اور تکلیف دینی حرام ہی بلا ضرورت حلال نہین ہی پھر اگر دیگا بھی تو شرم کا مارا یا ریا کی واسطے دیگا سو ایسا مال لینی والی پر بھی لینا حرام ہی جب
فهمت هذه المحظورات فهمت قوله علیه السلام مسئلة الناس من الفواحش ما احل من الفواحش
تونی یہہ خرابیان سمجھ لیں تو اس حدیث کی معنی بھی تجھکو آگئی سوال کرنا آدمیون سے فواحش ہی فواحش مین سے سوا اوسکی کوئی حلال نہین ہی
غیرها فانظر کیف سماها فاحشة ولا خفاء ان الفاحشة لا تباح الا عند الضرورة واختلف العلماء فی ان
دیکھ تو کیسی اوسکا نام فاحشہ رکھا ہی اور ظاہر ہی کہ فاحشہ بلا ضرورت کبھی مباح نہین ہوتا اور علما کو اسمین اختلاف ہی کہ سوال کس

وقت يحل السؤال فقال بعضهم من وجد غداء يومه وعشاء ليلته لا يحل له السؤال وقال بعضهم من قدر
وقت حلال ہوتا ہے بعضے کہتے ہیں جسکے پاس ایک دن رات کا کھانا موجود ہے اوسکو سوال کرنا حلال نہیں ہے اور بعضے کہتے ہیں جو شخص کما سکتا ہو اسکو

على الكسب ليس له ان يسأل الا اذا استغرق اوقاته لطلب العلم وقال بعضهم ليس لها وضع المقادير بل يستدرك
سوال کرنا نہ چاہئے مگر وقت کہ جسکا سارا وقت علم کی تحصیل میں مشغول ہو اور بعضے کہتے ہیں اسکو حساب نہیں کہ مقدار ٹھہرا دیں بلکہ اسکا علم

ذلك بالتوقيف وقد ورد في الحديث انه عليه السلام قال استغنوا بغناء الله تعالى قالوا وما هو يا رسول الله
نص پر موقوف ہے اور ایک حدیث میں آیا ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا غنی ہو ساتھ اللہ کی عطا کے صحابہ نے پوچھا وہ کیا ہے یارسول اللہ

قال غداء يوم وعشاء ليلة وفي حديث آخر انه عليه الصلوة والسلام قال من سأل وله خمسون درهما
فرمایا کھانا صبح کا اور کھانا شب کا اور ایک اور حدیث میں ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا جو شخص مانگے اور اوسکے پاس پچاس درہم

او عدلها من الذهب فقد سأل الحافا وفي لفظ اربعون درهما فمهما اختلف الروايات في التقدير انه يلزم
یا اسکے برابر سونا ہو تو اسکا سوال لجاجت کا ہے اور ایک روایت میں چالیس درہم آئی ہیں پس جب تقدیرات کی رو میں مختلف ہوئیں تو لازم ہے

ان يحمل على احوال مختلفة فما يحتاج اليه السائل في الحال من طعام يومه وليلته ولباس يلبسه ومأوى يسكنه
کہ احادیث احوال پر اس کو رکھا جاوے پس جس چیز کا سائل فی الحال محتاج ہووے مثلاً دن اور رات کی کھانا اسکا اور کپڑے کی پہننے کا اور رہنے کی گھر کا

فلا بأس فيه واما سؤاله للمستقبل فله فيه ثلث درجات احدها ما يحتاج اليه غدا والثانية ما يحتاج اليه
تو اسکی جواز میں کچھ ڈر نہیں ہے اور سوال کرنا آئندہ کی لئے اسمیں سائل کی تین درجے ہیں ایک درجہ یہ ہے کہ اگلی دن اسکا حاجتمند ہو اور دوسرے یہ کہ

بعد اربعين يوما او خمسين يوما والثالثة ما يحتاج اليه في السنة فيقطع ان من معه ما يكفيه ولعياله سنة
بعد چالیس یا پچاس دن کی اوسکا محتاج ہووے تیسرے یہ کہ سال بھر میں محتاج ہو سو ہمکو یقین ہے کہ جسکی پاس اتنا کچھ ہو کہ اوسکو اور اسکی عیال کو سال بھر

فسؤاله حرام لان ذلك غاية الغناء فان كان يحتاج اليه قبل السنة لكن يقدر على السؤال في ذلك الوقت ولا
کفایت کرے تو اوسکو مانگنا حرام ہے کیونکہ یہ بڑی ہی غنا ہے پھر اگر سال تمام ہونے سے پہلے حاجتمند ہووے لیکن اوس وقت حاجت رہے سوال کر سکتا ہے

تفوته فرصة السؤال لا يحل له السؤال لانه مستغن عن السؤال في الحال وربما لا يعيش الى الغد فيكون قد
فرصت سوال کی اسے نہیں جاتی ہو اوسکو سوال کرنا حلال نہیں کیونکہ فی الحال سوال کی حاجت نہیں ہے اور بعضے وقت اگلی دن تک جیتا نہیں رہتا

سأل ما لا يحتاج اليه او يجد غدا ما يكفيه من غداء يومه وليلته وان كان تفوته فرصة السؤال ولا
تو اس صورت میں ناحق سوال کیا سیکھے کہ اوسکی پاس اتنا تھا جو صبح و شام کی کھانے کو کفایت کرے اور اگر ایسا حال ہے کہ فرصت ایسے جاتی ہے

يجد من يعطيه لو اخرت السؤال ساغ له السؤال لان البقاء الى السنة غير بعيد وهو بتأخير السؤال يخاف ان
گر سوال پیچھے کرے کسی نہ دیوے والا نہ ملیگا تو سوال کرنا مباح ہے کیونکہ برس بھر جینا کچھ بعید نہیں ہے اور سوال دیر کرنے میں خوف ہے

يبقى مضطرا عاجزا عما يعينه والمدة التي يحتاج فيها الى السؤال لا تقبل الضبط وهو منوط باجتهاده ونظره
کہ مضطر عاجز لاچار رہ جاوے اور مقرر کرنا اس مدت کا جسمیں حاجت سوال کی پڑجاوے قابل ضبط کی نہیں ہے وہ صرف اسکی قیاس و بحث پر

لنفسه فيستفتي قلبه ويعمل به ولا يصغي الى تخويف الشيطان لانه يعد الفقر ويأمر بالفحشاء التي ابيحت للضرورة
اور حال کی حد جانی پر موقوف ہے سو یہ شخص اپنی دل سی فتوی لیوے اور اوسپر عمل کرے اور شیطان کی ڈرانی پر کان نہ دھرے وہ تو فقر کا وعدہ اور فحشا کا امر کیا کرتا ہے

فان من عجز عن الكسب واشتد جوعه وخاف على نفسه يلزمه السؤال لان السؤال نوع اكتساب لما روي انه
پس جو شخص کمانے سے لاچار ہو اور بھوک کا مرنے لگے اور جان کا خوف ہو تو اوسکو سوال کرنا چاہئے کیونکہ سوال بھی ایک طرح کا کمائی ہے اسلئے کہ روایت ہے کہ نبی

عليه الصلوة والسلام قال السؤال آخر الكسب فان ترك السؤال في تلك الحالة حتى مات يأثم لانه القى نفسه
علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ سوال لاچاری کی کمائی ہے پھر اگر ایسی حالت میں سوال نہ کیا آخر مر گیا تو گنہگار ہوگا کیونکہ اپنی جان کو ہلاک کیا

ای سوال لاچاری کی کمائی ہے ۱۲ والسؤال آخر المكاسب ۱۲

الى التهلكة اذ كان السؤال يوصله الى ما يقوم به نفسه في تلك الحالة كالكسب ولا ذل في السؤال في تلك

اسواسطی کہ سوال ہی وہ چیز میسر ہوتی ہی جس سی اوسکی جان ایسی حالت میں بچ جاتی جیسی کمائی سی اور ایسی حالت میں سوال سی کچھ ذلت نہیں ہوتی

الحالة وانما الذل اذا سأل من غير حاجة فان من له قوت يومه لا يحل له السؤال لانه يذل نفسه من

ذلت تو جب ہی کہ بلا ضرورت مانگی بیشک جسکی پاس ایکدن کا کہانا ہووی اوسکو سوال کرنا حلال نہیں ہی اسلئی کہ اپنی تئین بی ضرورت

غير ضرورة وهو حرام لما روي انه عليه السلام قال لا يحل للمسلم ان يذل نفسه وان عجز عن طلب القوت

ذلیل کرتا ہی اور یہہ حرام ہی کیونکہ روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا کہ مسلم کو حلال نہیں ہی کہ اپنی تئین ذلیل کری اور اگر وہ اپنی کہانی اور کمائی سی عاجز ہو

لنفسه نفترض على كل من علم حاله ان يطعمه او يدل عليه من يطعمه صونا له عن الهلاك وان امتنعوا

تو ہر واقف حال پر یہہ فرض ہی کہ اوسکو کہانا دیوی یا ایسی کو جتلا دی کہ وہ اوسکو کہانا دیوی تاکہ وہ مرنی سی بچی اور اگر اسمیں سی کسی نی نہ دیا

من ذلك حتى مات يشتركون في الاثم وان اطعمه واحد يسقط الاثم عن الباقين قال الحسن البصري وابو

آخر وہ مر گیا تو گناہ میں سب شریک ہیں اور اگر کسی ایک نی بہی کہلا دیا تو سب سی گناہ جاتا رہا حسن بصری اور ابو عبید

عبيد من كان له اربعين درهما فهو غني وذهب الثوري وابن المبارك واحمد بن حنبل وطائفة من

کہتی ہیں جسکی پاس چالیس درہم ہوں تو وہ غنی ہی اور ثوری اور ابن مبارک اور احمد بن حنبل اور ایک جماعت علماء کا یہہ مذہب ہی

العلماء الى ان من كان له خمسون درهما او قيمتها من الذهب لا يدفع اليه شيء من الزكوة وقالت الحنفية

جسکی پاس پچاس درہم ہوں یا اوس قیمت کا سونا تو ایسی کو زکوة نہ دینی چاہئی اور علماء حنفیہ کہتی ہیں

يجوز دفع الزكوة الى من يملك دون النصاب وان كان صحيحا مكتسبا مع قولهم من كان له قوت يومه

ایسی شخص کو زکوة دینی درست ہی جو مالک پوری نصاب کا نہو اگرچہ بہلا چنگا کہانی کمانی والا ہو باوجودیکہ یہہ بہی کہتی ہیں جسکی پاس ایک روز کا قوت ہووی

لا يحل له السؤال وذكر في الخانية القدرة على الغداء والعشاء يحرم سؤال الغداء والعشاء ويجوز معها سؤال

اوسکو سوال حلال نہیں ہی اور خانیہ میں مذکور ہی کہ صبح شام کی کہانی کی قدرت صبح شام کا کہانا مانگنا حرام کر دیتی ہی تسپر مانگا کرتا

الجبة والكساء وقال الزيلعي وكذا الفقير القوي يحرم عليه السؤال وروي ان عمر سمع سائلا يسئل بعد

اور چادر کا جائز ہی اور زیلعی کہتا ہی اور ایسی ہی ہٹی کٹی فقیر کو سوال کرنا حرام ہی اور روایت ہی کہ عمر رض نی سائل کو بعد مغرب کی مانگتی ہوئی سنا

المغرب فقال لواحد من خدامه عش الرجل فقام وعشاه ثم سمعه ثانيا يسئل فقال لخادمه الم اقل لك

سو اپنی ایک خادم سی کہا شام کی خوراک اس سائل کو دیدی وہ اوٹہا اور دیدی پہر اوسکو دوبارہ سنا کہ مانگتا ہی پہر خادم سی کہا میں نی تجہسی کہا نہیں تہا

عش الرجل فقال قد عشيته يا امير المؤمنين فنظر عمر فاذا تحت ابطه مخلاة مملوة خبزا فقال انك لست

کہ اوسکو شام کی خوراک دیدی عرض کیا یا امیر المؤمنین میں نی دیدی پہر عمر نی دیکہا تو بغل میں تہیلا روٹیوں سی بہرا ہوا ہی فرمایا تو پہر تو سائل نہیں ہی

بسائل بل انك تاجر ثم اخذ مخلاته ونثرها بين يدي ابل الصدقة وضرب بالدرة فلو لم يكن سواله

بلکہ تو سوداگر ہی پہر اوسکا تہیلا لیکر جو اوسمیں تہا خیرات کی اونٹوں کی آگی بکہیر دیا اور اوسکو دُرّی سی تعزیر دی اب اوسکا اگر سوال کرنا حرام ہوتا

حراما لما ضربه ولما اخذ مخلاته ونثرها بين يدي الابل اما ضربه فكان للتاديب فيجوز تاديب السائل

تو اوسکو کیوں مارتی اور اوسکا تہیلا لیکر اونٹوں کی آگی کیوں ڈالدیتی البتہ اوسکا مارنا تادیب کی لئی تہا سائل کی تادیب اور دہمکا

وزجره اذا كان سؤاله على غير وجه الشرع واما اخذ ماله فانه رآه مستغنيا عن السؤال وعلم ان ما اعطاه

دہمکانا جب سوال برخلاف شرع کرتا ہو تو جائز ہی اور رہا اوسکی مال کا لیلینا سو اسلئی کہ اوسکو سوال سی غنی دیکہا اور جانا کہ جیسی اوسکو دیا ہی

الناس انما اعطاه على اعتقاد انه محتاج وقد كان كاذبا في اظهار الحاجة ولم يدخل في ملكه باخذه مع التلبيس

محتاج سمجہ کر دیا ہی اور یہہ سائل بیشک حاجتمندی ظاہر کرنی میں جہوٹہا تہا سو اوسکی ملک میں نہیں آیا مکر سی جو لیا ہی

وعسر تمییزه ورده الی اصحابه اذ لا یعرف اصحابه باعیانهم فبقی مالا لا مالک له فوجب صرفه الی مصالح
اور اب اوسکی تمیز دشوار ہی کہ ویسکی مالک پر رد کیا جاوی جب کہ اوسکا مالک معلوم ہی کسی کسی وہ ایسا مال بلا مالک ہو گیا اب اوسکو مصالح مسلمین میں صرف کرنا

المسلمین وابل الصدقة وعلیها من مصالح المسلمین صرفه الیها وعلم من فعل عمران السائل اذا تجاوز حد
واجب ہی اور صدقہ کی اونٹ اور اونکا کھانا مصالح مسلمین سے ہی تو اوسکی آگی ڈالدیا حضرت عمر کی اس فعل سے معلوم ہوا کہ سائل اگر حد سے تجاوز کرے

الشرع یجوز زجره وتادیبه واما قوله تعالی واما السائل فلا تنهر فهذا فی حق السائل لحاجة فان من کان
تو اوسکو جھڑکنا اور تادیب جایز ہی اور یہی یہ آیت اور جو مانگتا ہو اوسکو جھڑک سو یہہ حاجتمند سائل کی حق میں ہی مسکہ جو شخص

یسئل لفاقة وحاجة وکان سواله علی وجه الشرع یکون زجره معصیة لکونه یرید الاخرة علی ما قال ابرهیم النخعی
فاقہ اور حاجت کا مارا مانگتا ہو اور اوسکا سوال موافق شرع کی ہو تو اسکی کا جھڑکنا گناہ ہی کیونکہ وہ آخرت کا طالب ہی موافق قول ابراہیم نخعی کی

ان السائل یرید الاخرة الی باب احدکم اسعون شیئا الی اهلکم وقال ابرهیم بن ادهم نعم القوم السؤال یحملون
کہ بیشک سائل آخرت کا طالب ہوتا ہی جو تمہاری دروازی پر آکر کہتا ہی کہا دیتی ہو کچھہ ہی اہل کو اور ابراہیم بن ادہم کہتی ہیں کیا خوب لوگ ہیں مانگنی والی ہمارا

زادنا الی الاخرة فاذا کان کذلک لا ینبغی ان یرد محروما بل ینبغی ان یعطی له شیئا ولو کان قلیلا حقیرا ان یکون
توشہ آخرت میں اوٹھا لیجاتی ہیں جب حال یہہ ہی تو لائق نہیں ہی کہ سائل محروم چلا جاوی بلکہ اوسکو کچھہ نہ کچھہ دیا جاسے اگرچہ تھوڑا سا ہو دین اس خوف سے شاید کہ

صادقا فی اظهار الحاجة فیهلک من برده محروما اذا قدر علی اعطائه شیئا واما اذا لم یقدر علی اعطائه شیئا فیسع
کہ اپنی حاجت سچ بیان کرتا ہو پھر اوسکی خرابی ہی جو محروم ہٹادیوی اگر کچھہ دے سکتا ہی اگر کچھہ دینی کا مقدور نہیں تو لائق یون ہی کہ اچھی نرم بات کہکر

له ان یرده برد جمیل من القول ولا یزجره ولا یغلظ له القول الا اذا الح علیه فحینئذ یجوز زجره ویغلظ القول
ہٹادی نہ جھڑکی ورنہ سخت بات کہی ہاں اگر وہ الحاح کئی جاوی تو جھڑکنا اور سخت کہنا جایز ہی

علیه کما قال بعض العلماء اذا سئل فقیر من انسان شیئا فرده برد جمیل من القول ثم الح علیه الفقیر یجوز ان
جیسا کہ بعضی علماء کہتی ہیں جب فقیر کسی شخص سی کچھہ مانگی پھر وہ اوسکو اچھی بات سی ٹالدوی پھر فقیر وہیں گڑگڑاتی جاوی تو جھڑک دینا

یزجره ویغلظ علیه القول بان یقول له ما هذا الالحاح حفظ الله تعالی ولا تؤذ الناس بالحاحک فان الالحاح
اور سخت کہنا جایز ہی کہ اسطور کہی یہہ کیا الحاح ہی خدا سی ڈر اپنی الحاح سی لوگوں کو کیوں ستاتا ہی مسکہ الحاح

ممنوع وکذا السائل الذی یسئل فی المسجد ویؤذی الناس بتخطی رقابهم لا ینبغی ان یتصدق علیه لانه اعانة
ممنوع ہی اور ایسی ہی جو سائل مسجد میں مانگتا ہو اور نمازیوں کو ستا کر گردنوں پر کود کر جاتا ہو تو ایسی کو دینا اچھا نہیں اسلئی کہ یہہ مسجد میں گناہ کی

له علی الاثم فی المسجد کما قال قاضیخان فی فتاواه لا ینبغی ان یتصدق علی السائل فی المسجد الجامع لان ذلک
مدد ہی چنانچہ قاضیخان اپنی فتاوی میں کہتا ہی بہتر نہیں کہ مسجد جامع کی سائل کو خیرات دیجاوی کیونکہ نمازیوں کی ستانی کی

اعانة له علی اذی الناس وعن ابی نصر العیاضی انه قال من اخرج السؤال من الجامع ارجوان یغفر الله له
امداد ہی اور ابی نصر عیاضی سی روایت ہی کہ کہتا ہی جو شخص سائل کو مسجد جامع سی باہر کردی مجھکو امید ہی کہ خدا اوسکو بخشدیگا

باخراجهم من المسجد وعن خلف بن ایوب انه قال لو کنت قاضیا لم اقبل شهادة من یتصدق علی السائل فی
اونکو جو مسجد میں سی نکالدیا اور خلف بن ایوب سی روایت ہی کہ کہا تھا اگر میں قاضی ہوتا تو مسجد کی سائل کو خیرات دینی والی کی گواہی قبول نکرتا

المسجد وعن ابی بکر ابن اسمعیل انه قال هذا فلس واحد یحتاج الی سبعین فلسا لیکون تلک السبعین کفارة لذلک
اور ابی بکر بن اسماعیل سی روایت ہی کہ کہا تھا یہہ ایک پیسہ ہی اس ایک پیسی کی واسطی ستر پیسی چاہئیں تاکہ وہ ستر اس ایک پیسی کی کفارہ ہوں

الفلس الواحد وعن ابی مطیع البلخی انه قال لا یحل للرجل ان یعطی سؤال المساجد لما فیه من الوعید فان کان
اور ابو مطیع بلخی سی روایت ہی کہ کہا تھا کہ مسجدوں کی سائلوں کو دینا کسیکو حلال نہیں ہی کیونکہ اسمیں وعید آئی ہی پس اگر سائل

السائل لا يتخطى رقاب الناس ولا يمر بين يدي المصلي ويسئل لامر لابد منه ولا يسئل الحافا فلا باس بالسوال والتصدق
لوگون کی گردنوں پر نہ جاتا ہو اور نہ نمازیوں کی سامنے کو پھرتا ہو اور امر ضروری میں سوال کرتا ہو اور الحاح نکرتا ہو تو کچھ مضائقہ نہیں مانگنی کا اور دینی کا
عليه لما روى ان السوال كانوا يسئلون على عهد رسول الله عليه الصلوة والسلام في المسجد حتى روى ان عليا
کیونکہ روایت ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عہد میں بہا مسکین مسجد میں مانگا کرتی تھی یہان تک کہ روایت ہی کہ علی نی
تصدق بخاتمه وهو في الركوع فمدحه الله تعالى بقوله ويؤتون الزكوة وهم راكعون وذكر في نصاب الاحتساب
عین رکوع کی اندر اپنی انگوٹھی دیدی اور اللہ تعالی اس آیت مین اونکی مدح کرتا ہی اور دیتی ہین زکوة اور وہ رکوع کرتی ہین اور نصاب الاحتساب مین مذکور ہی
ان القاضي سئل عن التصدق على سوال المسجد الجامع في وقت الخطبة وقبلها هل يجوز ام لا فقال اما في الخطبة
کہ قاضی سی کسی نی حال صدقہ کا پوچہا مسجد جامع کی مانگنی والون پر عین خطبہ کی وقت اور خطبہ سی پہلی آیا جایز ہی یا نہین قاضی نی جواب دیا
فلا يجوز التصدق بحال من الاحوال وان خيف الهلاك على السائل لان في وقت الخطبة لا يجوز الصلوة التي هي
خطبہ کی وقت تصدق کسی حالت مین جایز نہین ہی اگرچہ سائل مری لگی اسلئی کہ خطبہ کی وقت نماز ہی جایز نہین ہی جو تمام عبادات مین
راس العبادات واساسها ولا التسبيح والتهليل وقراءة القران فضلا عن التصدق واما قبل الخطبة فهي على
عمدہ اور عبادات کی بنیاد ہی اور نہ سبحان اللہ پڑہنا اور نہ لا الہ الا اللہ پڑہنا اور نہ تلاوت قرآن صدقہ کی تو کیا اصل ہی اور اخطبہ سی پہلی اسکی
وجهين ان كان السائل يلزم مكانه ولا يدور من صف الى صف ولا يتخطى رقاب الناس فالتصدق عليه يجوز
دو حال ہین اگر سائل اپنی جگہ بیٹھا ہوا ہی صفون کو چیرتا نہین پہرتا اور نہ نمازیون کی گردنون پر کو جاتا ہی تو ایسی کو دیدینا جایز ہی
ويثاب عليه واما اذا كان يتخطى رقاب الناس فالتصدق عليه حرام ومن تصدق عليه يشاركه في وزره
اور ثواب ہی اور وہ سائل جو نمازیون کی گردنون پر کو جاوی سو ایسی کو دینا حرام ہی اور جو شخص ایسی کو دیگا تو اوس سائل کی گناہ مین
الذي يعتريه من المرور بين يدي المصلي وتشوش في القراءة وتخطى رقاب الناس وروى انه عليه الصلوة والسلام
جو اوسپر مصلیون کی سامنی پہرنی سی اور قرات مین خیال بٹانی سی اور نمازیون کی گردنون پر کو چلنی سی گناہ ہوتا ہی اوسمین شریک ہوگا اور روایت ہی کہ آنحضرت نی
قال اذا كان يوم القيمة ينادي مناد ليقم اعداء الله فلا يقوم الا سوال المساجد لان المساجد انما بنيت
فرمایا جب قیامت کا روز ہوگا تو منادی آواز دیگا سو خدا کی دشمن کہڑی ہو جاویں سو بجز مسجد کی منگتونکی کوئی نہ کہڑا ہوگا کیونکہ مسجدین صرف نماز
للصلوة والذكر لا للسوال والشكاية من الله تعالى فان الانسان اذا جاء دار ملك وهو جالس مع اصدقائه
اور یاد الہی کی واسطی بنی ہین مانگنی اور اللہ تعالی کی شکوہ شکایت کی واسطی نہین ہین بیشک کوئی انسان جب بادشاہ کی دربار مین جاوی اور وہ اپنی دوستون مین بیٹہا ہو
فشكى منه بين يدي اصدقائه فانه يغضب عليه لا محالة فكذلك ههنا فعلى هذا كان القياس ان لا يجوز
پہر اوسکی شکایت اوسکی دوستون کی سامنی کرنی لگی تو وہ بادشاہ بیشک اوسپر غصہ کریگا ایسی ہی یہان اسکی موافق قیاس مین یون آتا ہی کہ مسجد کی
التصدق على سوال المساجد اصلا لما ذكر من المنقول والمعقول لكن استحسن في السائل الذي يسئل لحاجة
منگتون کو صدقہ دینا ہرگز جایز نہو ان دلائل عقلی اور نقلی سی جو مذکور ہو چکی ہین لیکن ایسی سائل کی لئی جو حاجتمند ہووی
ولا يتخطى رقاب الناس ولا يسئل الحافا بالنصوص العامة في التصدق وفي حق السائل والحاصل ان السوال
اور نمازیون کی گردنون پر کو نہ جاتا ہو اور لپٹ کر سوال نہ کرتا ہو استحسانا جایز ہی کیونکہ نصوص صدقہ دینی مین اور سائل کی حق مین عام ہین خلاصہ یہ ہی کہ سوال مین
قد ورد فيه ما يدل على جوازه وما يدل على عدم جوازه فيكون قسمين احدهما جائز فيجوز الاعطاء لاجله
دونو طرح کی روایات ہین بعضی سی جواز معلوم ہوتا ہی اور بعضی سی عدم جواز سو سوال دو قسم کا ہوا ایک تو جایز سو اوسمین دینا بہی جایز ہی
والاخر غير جائز فلا يجوز الاعطاء لاجله واذا لم يعلم حال السائل هل يسئل عن حاجة
اور دوسرا ممنوع اوسمین دینا بہی جایز نہین اور اگر سائل کا حال معلوم نہو کہ آیا حاجتمند ہی

(عن) أو غير حاجة ولو يظهر منه ما يخالف الشرع ينبغي للمؤمن أن لا يرده
یا غنی ہی اور کوئی حرکت اوس سی خلاف شرع ظاہر ہوئی تو مؤمن کو لازم ہی کہ کسی کو محروم نہ

محروما إذا قدر على إعطائه شيئا لاحتمال أن يكون محتاجا ولا يعطي من يرده
ٹالی دی اگر کچھ دینی کی مقدور رکھتا ہی شاید وہ محتاج ہو نہ محروم کیا چاہیں ہی

محروما إذا قدر على إعطائه شيئا وقد حكي عن بعض الفقراء أنه ضعف من الجوع فقيل له لم لا تسأل والسؤال
اگر کچھ دینی کی مقدور رکھتا ہو اور کسی فقیر کی حکایت ہی کہ وہ ماری بھوک کی ناتوان ہوگیا کسی کہا تو مانگ کیوں نہیں لیتا تجھکو

حلال عليك لأن فقال أخاف أن أسأل الناس فيردوني محروما مع قدرتهم على الإعطاء فيهلكهم الله تعالى
تو اس حالت میں سوال کرنا حلال ہی اوسنی کہا مجھکو یہہ ڈر ہی کہ میں لوگوں سی مانگوں پھر وہ مجھکو باوجود مقدور کی محروم رکھیں اور پھر ونکو اللہ تعالی ہلاک کر ڈالی

ثم ينبغي أن يعلم أن العلماء إذا سألوا في مجلس علمهم شيئا من الناس لا يحل لهم ذلك لكون ذلك اكتسابا بالعلم
پھر سمجھنی کی بات ہی کہ اگر علماء وعظ یا درس مدرسی کی مجلس میں لوگوں سی کوئی شی طلب کریں تو یہہ ونکو حلال نہیں ہی کیونکہ علم اور طاعت سی کمائی ہی

والطاعة سواء سألوا لأنفسهم أو لغيرهم ومن السؤال المذموم أيضا ما يفعل لأجل كسر كما يفعل في دعوة العرس
برابر ہی کہ اپنی لئی طلب کریں یا غیر کی واسطی اور ایک ڈھنگ سوال بد ہی کہ تھوڑا کچھ دیکر بہت سا لیا چاہی عرس اور ختنوں کی دعوت

والختان وإيجاد النعم لأجل نيل الزيادة يدل عليه قوله تعالى ولا تمنن تستكثر يعني أن نعطي صاحبه عليه السلام
میں ہوتا ہی اور نعمت دینا بھی واسطی حصول نسل کی کیونکہ کہتی ہیں کہ یہ آیت اسی باب میں نازل ہوئی ہی ورنہ کر احسان کہ وہ زیادہ دی پھر سی زیادہ لیا چاہی کہ

وقال لأبي بكر رضي الله عنه لا تسأل أحدا شيئا وإن سقط سوطك وكان أبو بكر لو يأتي بيده لأن يسقط منه
ابوبکر رضی اللہ عنہ سی فرمایا کسی سی کچھ نہ مانگنا اگرچہ تیرا کوڑا گر پڑی اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کا یہ حال تھا کہ اگر انکا کوڑا لوگوں کی

سوطه في ازدحام ما يكون من الناس ولا يقول للناس عنده ناولنيه فدل هذا على أن حرمة السؤال لا تقتصر
مجمع میں ہاتھ سی گر پڑتا تو مرکر اوٹھاتی کسی پاس کی سادہ پاس نہ کہتی ذرا کوڑا پکڑا دینا اس سی معلوم ہوا کہ سوال کی حرمت کچھ مال پر منحصر نہیں ہی

على سؤال المال بل تعم الاستخدام وسؤال الخدمة ممن لا حاجة له فيه خصوصا إن كان صبيا أو مملوكا للغير
بلکہ خدمت لینی کو بھی شامل ہی اور سوال خدمت کو بھی ایسی شخص سی کہ اوسمیں حصہ نہیں خاص کر اگرچہ نابالغ ہو یا غیر کا غلام ہو

إلا أن يعلم فيجوز استخدامه لسيده وبإذنه وكذلك يجوز استخدام مملوكه وأجيره وزوجته في مصالح
ہاں اگر ایسا ہو تو اوس سی خدمت لینی واسطی ... اور اسی طرح اپنی غلام کی اور مزدور سی خدمت لینی جائز ہی اور بی بی کی

داخل بيته وتلميذه بإذنه إن كان بالغا وبإذن وليه إن كان صبيا يسر الله تعالى عملا موافقا لرضاته
گھر کی اندر کی کاروبار میں اور اپنی شاگرد سی اوسکی اجازت اگر بالغ ہو ورنہ اجازت ولی کی اگر نابالغ ہو الٰہی ہمیں عمل موافق اپنی رضا کی آسان کر

المجلس السادس والسبعون في بيان حقوق المماليك على المولى وغيره من

چھہترویں مجلس غلاموں کی حقوق میں مولی پر اور سوا اوسکی

الأحكام قال رسول الله صلى الله عليه وسلم للمملوك طعامه وكسوته ولا يكلف من العمل إلا ما يطيق
اور احکام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نی فرمایا واسطی غلام کی ہی اوسکا کھانا اور پہنا اور طاقت سی زیادہ کام کی تکلیف نہ دیا جاوی

هذا الحديث من صحاح المصابيح رواه أبو هريرة ومعناه أن المملوك عبدا كان أو أمة يجب على مولاه من
یہ حدیث مصابیح کی صحیح حدیثوں میں ہی ابوہریرہ کی روایت سی اسکی معنی یہہ ہیں کہ مملوک کی غلام ہو یا لونڈی خرچ نفقہ کفایت

نفقته قدر ما يكفيه وكسوته قدر ما يحتاج إليه وليس له أن يكلفه من العمل إلا ما يطيقه كما في كتاب
اور کپڑا موافق حاجت کی مولی پر واجب ہی اور مولی کو نہیں چاہی کہ کار بار میں ایسی تکلیف دی جو طاقت نہ رکھتا ہو اسواسطی کہ

لأن الله تعالى لم يكلف عباده إلا طاقتهم

الکریم لا یکلف اللہ نفسا الا وسعها وقد روی عن علی بن ابی طالب انه علیه السلام قال فی خطبته یا ایها الناس
پہر کتاب کریم میں فرماتا ہی اللہ تکلیف نہیں دیتا کسی شخص کو مگر موافق گنجایش کی اور بیشک علی بن ابی طالب سی روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نے خطبہ میں فرمایا ای لوگو
اللہ اللہ فیما ملکت ایمانکم فاطعموهم مما تاکلون والبسوهم مما تلبسون ولا تکلفوهم ما لا یطیقون فانه لحم ودم
ڈرو اللہ سی اپنی غلام لونڈیوں کی حق میں انکو کہلاؤ جو تم کہاتی ہو اور انکو پہناؤ جو تم پہنتی ہو اور وہ تکلیف نہ دو جو انسی ہو سکی کیونکہ وہ بہی گوشت اور خون ہیں
وخلق امثالکم فمن ظلمهم فانا خصمهم یوم القیمة والله حاکمهم وفی حدیث اخر انه علیه السلام قال اخوانکم
تمہاری مثل پیدا ہوئی ہیں پہر جو انپر ظلم کریگا تو قیامت کو میں انکا دشمن ہونگا اور اللہ انکا حاکم ہوگا اور ایک اور حدیث میں ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا تمہاری
جعلهم الله تعالی تحت ایدیکم فمن جعل الله تعالی اخاه تحت یدیه فلیطعمه مما یاکل ولیلبسه مما یلبس ولا
خدا نی انکو تمہاری اتہہ تلی کر دیا ہی سو اللہ تعالی نی جسکی ہاتہ تلی یعنی فرمان بردار بہائی کو کر دیا ہی تو اوسکو وہ ہی کہانا دیوی جو آپ کہاتا ہی اور وہ ہی پہناوی جو آپ
یکلفه من العمل ما یغلبه فان کلفه ما یغلبه فلیعنه علیه فانه علیه السلام بین فی هذا الحدیث ان المالیك
اوسکا م اتنی تکلیف کا نہ دیوی جو اوسپر غالب آجاوی اور اگر ایسی ہی تکلیف دی تو اوسکی مدد کری بیشک نبی علیہ السلام نی اس حدیث میں بیان فرمایا کہ مملوک
من العبید والاماء اخوان لملاکهم اما من جهة کونهم من بنی ادم او من جهة کونهم مسلمین فمن کان
غلام لونڈیاں اپنی مالکوں کی بہائی ہیں یا اس جہت سی کہ سب بنی آدم ہیں یا اس جہت سی کہ مسلمان ہیں پہر جسکی اتہہ تلی اوسکا بہائی ہووی
اخوه تحت یده یجب علیه ان یطعمه مما یاکل ویلبسه مما یلبس ولا یکلفه من العمل الا ما یتمکن ان یخرج
تو اوسپر واجب ہی کہ اوسکو وہ ہی کہانا دیوی جو آپ کہاتا ہی اور وہ ہی پہناوی جو آپ پہنتا ہی اور وہ ہی کام کہی جسکو وہ بجا سکی
من عهدته ویطیق ان یدوم علیه لا علی ما یطیق علیه یوما او یومین او اکثر ثم یعجز عنه بل ان کلفه امرا
اور اوسکو ہمیشہ کر لیا کری ایسا کام نہی کہ ایک دو دن یا کچہہ زیادہ کر کر پہر تہک رہی مگر اگر کوئی کام دشوار کہی
صعبا یعینه علیه ولا یجمع علیه عملین او اکثر مثل ان یامره بالخبز والطبخ والغسل لما روی ان رجلا دخل
تو اوسکی مدد کری اور دو کام یا زیادہ اوسپر نہ ڈالی مثلا اوسکو حکم کری روٹی پکا اور سالن پکا اور نہلا کیونکہ روایت ہی کہ ایک شخص سلمان کی
علی سلمان وهو یعجن فقال یا ابا عبد الله ما هذا فقال بعثت الخادم فی شغل فکرهت ان اجمع علیه
پاس آیا وہ آٹا گوندتی تہی اوسنی تعجب سی کہا یا ابا عبد اللہ یہہ کیا ہی جواب دیا میں نی غلام کو ایک کام بہیجا ہی مجہکو پسند نہیں آیا کہ اوسپر دو کام
عملین وقد جاء فی الحدیث انه علیه السلام قال لا یدخل الجنة سیئ الملکة والمراد بسیئ الملکة من یسیئ
ڈالدوں اور حدیث میں آیا ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا برا مالک جنت میں نہیں جاویگا اور مراد بری مالک سی وہ شخص ہی کہ اپنی غلام اوسکی
مملوکه وذکر فی کتب الفقه ان المولی یجب علیه نفقة مملوکه فان ابی عن الانفاق علیه فان کان المملوك
ساتہہ برائی کری اور فقہ کی کتابوں میں مذکور ہی کہ غلام کا خرچ مولی کی ذمہ واجب ہی پہر اگر مولی اوسکی خرچ سی انکار کری تو وہ غلام اگر
قادرا علی الکسب یؤمر المولی ببیعه لما روی عن ابی ذر انه علیه السلام قال من لائمکم من مملوکیکم فاطعموهم
کما سکتا ہی تو قاضی مولی سی کہی کہ اوسکو بیچ ڈال کیونکہ ابو ذر سی روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا جو غلام تمہاری موافق ہو تو اوسکو اپنی کہانی میں سی
مما تاکلون واکسوهم مما تکسون ومن لا یلائمکم منهم فبیعوهم ولا تعذبوا خلق الله تعالی یعنی ان من کان
کہلاؤ اور اپنی کپڑوں میں سی کپڑا پہناؤ اور جو موافق نہ ہو اوسکو بیچ ڈالو اللہ کی بندوں پر عذاب مت کرو مراد یہہ ہی کہ جو ایسا
مملوکیکم موافقا لکم فاحسنوا الیهم ومن لم یکن منهم موافقا لکم فبیعوهم ولا تعذبوهم وذکر الفقیه ابو اللیث
غلام تمہاری موافق ہووی تو اوسکی ساتہہ بہلائی کرو اور جو تمہارا موافق نہیں ہی تو اوسکو بیچ ڈالو اونکو عذاب مت کرو اور فقیہ ابو اللیث
فی التنبیه عن عطاء بن یسار ان ابا ذر ضرب وجه غلام له فاستعدی علیه النبی علیه السلام قال لا تضربوا
تنبیہ الغافلین میں عطاء بن یسار سی روایت کرتی ہیں کہ ابو ذر نی اپنی غلام کی منہہ پر مارا سو نبی علیہ السلام نی اوسکی فریاد رسی کی فرمایا مسلمان کی منہہ پر مت مارو

کسب وینفق علیه وان لم یکن قادرا علی الکسب ...

وجوه المسلمين واطعموهم مما تاكلون والبسوهم مما تلبسون فان رابوكم فبيعوهم وروى عن ابى مسعود الانصارى
اونکو کہلاؤ جو تم کہاتی ہو اور پہناؤ جو تم پہنتی ہو پہر اگر وہ تمہاری ساتہہ دعابازی کریں تو اونکو بیچ ڈالو اور ابو مسعود انصاری سی روایت ہی
انه قال كنت اضرب غلاما لى فسمعت من خلفى صوتا اعلم ابا مسعود لله اقدر عليك منك عليه
کہ وہ کہتی ہیں کہ میں اپنی غلام کو مارتا تہا سو سنی اپنی پیچہی سی یہہ آواز کہ سمجہہ لی ای ابو مسعود اللہ تجہپر بہت توانا ہی بہ نسبت تیری اس غلام پر
فالتفت فاذا هو رسول الله عليه السلام فقلت هو حر لوجه الله تعالى فقال عليه السلام لو لم تفعل للفحتك
میں جو اودہر دیکہا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تہی میں عرض کیا یہہ واسطی خدا کی آزاد ہی پہر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نی فرمایا اگر تو یوں نکرتا تو البتہ تجہکو
النار او لمستك النار وفي حديث اخر رواه ابن عمر انه عليه الصلوة والسلام قال من ضرب غلاما له حدا
آگ چہونکتی یا یہہ فرمایا بیشک تجہکو آگ لگتی اور ایک اور حدیث میں جو ابن عمر کی روایت سی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا جسنی اپنی غلام کو ناحق حد ماری
لم ياته او لطمه فان كفارته ان يعتقه يعني ان من ضرب غلامه على ذنب لم يفعله او لطمه فاثر ذلك
یا طمانچہ مارا تو اوسکا کفارہ یہہ ہی کہ اوسکو آزاد کردی مراد یہہ ہی کہ جسنی اپنی غلام کو خطا کی بہانہ مارا جو اوس سی نہیں ہوئی یا طمانچہ مارا تو اوس مار کا وبال
الضرب لا يزول الا باعتاقه هذا اذا لم يصدر عنه ذنب واما اذا صدر عنه ذنب فقد رخص النبي عليه السلام
بدون آزاد کئی نہیں جاتا یہہ اوس صورت میں ہی کہ اوس سی خطا نہوئی ہو اور اگر اوسنی خطا کی ہو تو بیشک نبی علیہ السلام نی اجازت دی ہی
في تاديبه بقدر ذنبه فان العقوبة بالضرب على وجه التعزير ينبغي ان لا يبلغ حده اقل الحد واقله اربعون
کہ بمقدار گناہ کی ادب دیا چاہئی کیونکہ بطور تعزیر کی مار کر سزا دینی بہتر یہہ ہی کہ کم سی کم حد کی نہو جاوی اور حد کی کم سی کم چالیس درہ ہیں
سوطا وهو حد العبيد والاماء في القذف والشرب فينبغي ان يكون التعزير عند ابى حنيفة اقل من ذلك
اور یہہ حد غلام لونڈیوں کی ہی گالی دینی اور شراب خواری میں اب سزا دار یہہ ہی کہ امام ابو حنیفہ کی نزدیک تعزیر اس مقدار سی کم ہو
بان يكون اكثره تسعة وثلثون سوطا واقله ثلثة وانما كان اقله ثلثة اذ با قل منها لا يقع الزجر فيضربه
یعنی زیادہ سی زیادہ انتالیس درہ ہوں اور کم سی کم تین درہ اور کم سی کم تین اسلئی ہیں کہ اس سی کمتر میں کچہہ دہمکی نہیں ہوتی پہر تین سی لیکر
منها الى تسعة وثلثين قدر ما يرى انه ينزجر منه لكن لا يضربه عند غضبه بل يضربه بعد انتفاء غضبه
انتالیس تک اختیار ہی جتنی میں دیکہی کہ اب مان گیا لیکن اوسکو غصہ کی وقت نہ ماری بلکہ جب غصہ جاتا رہی تو ماری
اذ قد يضربه بالغضب زيادة على قدر ذنبه فيوخذ بقدر الزيادة يوم القيمة بل ينبغي له عند غضبه عليه
اسواسطی کہ غصہ میں شاید کہ گناہ سی زیادہ مار بیٹہی پہر اوس بڑہتی کی بدلہ قیامت کی دن مواخذہ ہو دی بلکہ یوں چاہئی کہ جب غلام پر کسی
بجرم وخيانة ان يتفكر في معاصيه وجناياته على الله تعالى وتقصيره في طاعة الله تعالى ويرى تقصير مملوكه
جرم اور خیانت سی غصہ آوی تو فکر کری کہ میں نی اللہ تعالی کی گناہ کتنی کئی ہیں اور طاعت الہی میں کیا کیا قصور کیا ہی پہر مملوک کی تقصیر
في خدمته ناشيا من تقصيره في خدمة خالقه ويعفو عنه في اليوم والليلة سبعين مرة لما روى عن عبد الله
اپنی خدمت میں دیکہہ کر خیال کری کہ یہہ خدمت خالق کی تقصیر کا وبال ہی اور رات دن میں اوسکی ستر خطائیں معاف کر دیا کری اسواسطی کہ عبد اللہ
بن عمر ان رجلا جاء الى النبي عليه السلام فقال يا رسول الله كم نعفو عن الخادم فسكت ثم اعاد الكلام فصمت
بن عمر سی روایت ہی کہ ایک شخص نی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سی آکر پوچہا یا رسول اللہ ہم خادم کو کئی بار معاف کر دیا کریں آپ چپ ہو رہی اوس نی دوبارہ عرض کیا آپ پہر چپ رہی
فلما كانت الثالثة قال اعفوا في كل يوم سبعين مرة وفي حديث اخر انه عليه الصلوة والسلام قال اذا ضرب
پہر جب تیسری بار عرض کیا تو فرمایا ہر روز ستر بار معاف کیا کرو اور ایک اور حدیث میں ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا جب تم میں سی کوئی
احدكم خادمه فذكر الله تعالى فليمسك اى ليتنح عنه بالعفو وليذكر قصاص يوم القيمة ولا يضربه على زلة
اپنی غلام کو مارتی اور وہ اللہ کا نام لیوی تو چاہئی کہ باز رہی یعنی معاف کر کی الگ ہو جاوی اور قیامت کی دن کا قصاص یاد کری اور اوسکو ادنی لغزش

ونسیان ولا علی کسر الاناء لما روی عن کعب بن عجرة انه علیه السلام قال لا تضربوا اماءکم علی کسر انائکم
اور بہول پر مارے اور نہ برتن ٹوٹنے پر مارے کیونکہ کعب بن عجرہ سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا اپنی لونڈیوں کو برتن ٹوٹنے پر مت مارا کرو
فان لها اجالا کآجال الناس وفی حدیث آخر رواه الصعق انه علیه السلام قال لا تغضبوا ولا تسخطوا فی
کیونکہ برتنوں کی بہی عمر ہوتی ہے جیسے آدمیوں کی اور ایک اور حدیث میں آیا ہے صعق کی روایت سے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا برتن ٹوٹنے پر غصہ مت کرو اور مت جہنجہلاؤ
کسر الآنیة فان لها آجالا کآجال الانس وقد حکی ان میمون بن مهران کان عنده ضیف فاستعجل علی جاریته بالعشاء
بیشک برتنوں کی عمریں ہیں آدمیوں کی سی اور حکایت ہے کہ میمون ابن مہران کے پاس مہمان آگیا اونے جلدی سے لونڈی کی ہاتہ شام کا کہانا منگایا
فجاءت مسرعة وفی یدها قصعة مملوة بطعام حار فعثرت واراقتها علی راس سیدها قال سیدها احرقتنی یا جاریة
وہ بہاگی آئی اور اوسکی ہاتہ میں پیالہ گرم گرم کہانیکا بہرا ہوا تہا سو پہسل کر گر پڑی اور وہ کہانا مولی کی سر پر گر گیا مولی نے کہا اے لونڈی تو نے مجہکو جلا دیا
فقالت الجاریة یا معلم الخیر ویا مؤدب الناس ارجع الی ما یقول الله تعالی قال وما یقول الله تعالی قالت یقول
وہ لونڈی بولی اے معلم الخیر اور اے مؤدب الناس خیال کر کہ اللہ تعالی کیا فرماتا ہے مولی نے کہا اللہ تعالی کیا کہتا ہے بولی فرماتا ہے
والکاظمین الغیظ قال کظمت غیظی قال زد فان الله تعالی یقول والعافین عن الناس قال قد عفوت
اور دبالیتے ہیں غصہ میمون نے کہا میں نے اپنا غصہ دبالیا لونڈی بولی زیادہ کر اللہ تعالی فرماتا ہے اور معاف کرتے ہیں لوگوں کو میمون نے کہا میں نے تجہکو معاف کیا
عنک فقالت ان الله تعالی یقول والله یحب المحسنین قال انت حرة لوجه الله تعالی وقیل للاحنف
لونڈی نے کہا اللہ تعالی فرماتا ہے اور اللہ چاہتا ہے نیکی والوں کو میمون نے کہا تو واسطی خدا کی آزاد ہے اور احنف بن قیس سے
بن قیس ممن تعلمت الحلم قال من قیس بن عاصم انه کان فی داره جالسا اذ اتته جاریة بسفود علیه شواء فسقط
کسینے پوچہا تو نے حلم کس سے سیکہا ہے کہا قیس بن عاصم سے وہ اپنی گہر میں بیٹہا تہا کہ یکایک ایک لونڈی کباب کی سیخ لی ہوئی آئی سو وہ سیخ اوسکی ہاتہ سے
من یدها السفود علی ابن له فعقره فمات فدهشت الجاریة فقال لا یسکن روع هذه الجاریة الا العتق فقال
چہوٹ کر قیس کی بیٹے پر گر پڑی اور اوسکو زخمی کر دیا پہر وہ مر گیا اسمیں وہ لونڈی ہکا بکا ہو گئی پہر قیس نے کہا اس لونڈی کا خوف بدون آزاد ہونے نہیں جاویگا پہر کہا
انت حرة لوجه الله تعالی یا جاریة لا باس علیک وروی عن ابی امامة انه علیه الصلوة والسلام وهب لعلی
اے جاریہ تو واسطی خدا کی آزاد ہے تو ڈر مت اور ابو امامہ سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے حضرت علی کو ایک غلام دیا
غلاما فقال له لا تضربه فانی نهیت عن ضرب اهل الصلوة وقد رایته یصلی فانه علیه السلام اشار فی
اور فرمایا اسکو مارنا مت کیونکہ مجہکو نمازیوں کی مار سے ممانعت ہوگئی ہے اور میں نے اسکو نماز پڑہتے دیکہا ہے بیشک نبی علیہ السلام نے اس حدیث میں اشارے
هذا الحدیث ان المصلی لا یاتی غالبا بما یستحق الضرب لان الصلوة تنهی عن الفحشاء والمنکر وروی عن الحسن البصری
فرمایا کہ نمازی اکثر ایسی خطا نہیں کرتا جسمیں مار کہاوے اسلیے کہ نماز فحشا اور منکرات سے باز رکہتی ہے اور حسن البصری کی روایت ہے
انه سئل عن مملوک یرسله مولاه فی حاجة وتحضره صلوة الجماعة او الجمعة بای ذلک یبدأ قال بحاجة مولاه
کہ اونسے کسی نے حال غلام کا پوچہا کہ اوسکو مولی کسی کام کو بہیجے اور اوسکو جماعت کی یا جمعہ کی نماز پیش آجاوے تو اب کیا کرے جواب دیا مولی کا کام
قال الفقیه ابو اللیث هذا اذا کان فی الوقت سعة ولا یخاف فوت الصلوة واما اذا خاف فوتها فلا یجوز له
فقیہ ابو اللیث کہتے ہیں یہ جب ہے کہ وقت میں گنجایش ہو اور نماز کی فوت کا خوف نہو اور اگر فوت کا خوف ہو تو پہر نماز کی وقت سے تاخیر
تاخیرها عن وقتها لما روی انه علیه السلام قال لا طاعة لمخلوق فی معصیة الخالق وذکر فی المظهر ان السید
جایز نہیں ہے کیونکہ روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا خدا کی گناہ میں بندہ کی تابعداری نہیں ہے اور مظہر میں مذکور ہے کہ مولی کو
لا یجوز له ان یمنع عبده عن اداء فرائض الله تعالی لاجل خدمته واذا ادی العبد فرائض الله تعالی لا یجوز
جایز نہیں ہے کہ غلام کو اپنی خدمت کی نظر سے فرایض الہی ادا کرنی نہ دے اور غلام جب فرایض الہی ادا کر چکے تو اوسکو جایز نہیں ہے

له ان يترك خدمة سيده ويشتغل بعبادة غير واجبة عليه الا ان يأذن له سيده فيها حتى لو احرم
کہ مولی کی خدمت چھوڑ کر عبادت غیر واجبی کرنے لگے مگر جبکہ اسکا مولی اجازت دیوے تو مضائقہ نہیں یہاں تک کہ اگر غلام نے حج کی

للحج بغير اذن سيده يجوز للسيد ان يخرجه من الاحرام ويمنعه عن اتمام الحج ولو حج وفات عنه خدمة
نیت کی بغیر اذن مولی کے تو مولی کو جائز ہے کہ اسکو احرام میں سے نکال لے حج پورا نہ کرنے دے اور اگر غلام نے حج کیا اور اسمیں خدمت مولی کی فوت ہو گئی

سيده يكون آثما وكذا يجوز لسيده ان يمنعه عن صلوة النفل وصوم النفل ولا يجوز له ان يمنعه
تو گنہگار ہوگا اور اسی طرح مولی کو جائز ہے کہ غلام کو نماز نفل اور روزہ نفل سے روک دے اور مولی کو یہ جائز نہیں ہے کہ تشہد اور الحمد

عن تعلم التشهد والفاتحة وعدة سور من القرآن وفرائض الصلوة والصوم لان هذه الاشياء واجبة
اور چند سورتیں قرآن کی اور فرائض نماز روزہ کی نہ سیکھنے دے اسلئے کہ یہ سب واجب ہیں

لا يجوز اهمالها لاجل غيرها وينبغي للعبد ان يغتنم ايام رقه لما روي انه عليه السلام قال اذا نصح العبد لسيده
انکا ترک جائز نہیں ہے اس کے علاوہ کا ترک مضائقہ نہیں اور غلام کو چاہیے کہ اپنی غلامی کا زمانہ غنیمت سمجھے کیونکہ روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا جب غلام اپنے

واحسن عبادة ربه كان له الاجر مرتين وفي حديث آخر انه عليه السلام قال نعما للمملوك ان يتوفاه الله تعالى
اور عبادت اپنے رب کی اچھی ادا کرتا ہے تو اسکو دوہرا ثواب ہوتا ہے اور ایک اور حدیث میں ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا کیا اچھا غلام ہے جسکو اللہ تعالی وفات دے

يحسن عبادة ربه وطاعة سيده نعماله وقد روي انه عليه السلام قال في وعيد الآبق من مولاه اذا
کہ رب کی عبادت اور مولی کی اطاعت اچھی کرتا ہو اسکو بشارت ہے اور روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے غلام کے حق میں جو مولی سے بھاگ جاوے فرمایا جب غلام بھاگ جاتا ہے

ابق العبد لم تقبل له صلوة وفي حديث آخر انه عليه السلام قال ايما عبد ابق برئت منه الذمة وينبغي
تو اسکی نماز قبول نہیں ہوتی اور ایک اور حدیث میں ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا جو غلام بھاگ جاتا ہے تو اس سے ذمہ خالی ہے اور مولی کو

للمولى اذا طالت مدة مملوكه في خدمته ان يعتقه لعله يجزيه بما بقي عليه من حقوقه ومظالمه راسا
لازم ہے کہ جب غلام کو خدمت کرتے ہوئے مدت دراز ہو جاوے تو اسکو آزاد کر دے کیا عجب ہے کہ اسکی سبب باقی حقوق اور مظالم سے برابر سرابر ہو جاوے

براس ولعل الله تعالى يعتق بكل عضو منه عضوا منه لما روي عن ابي هريرة انه عليه السلام قال
شاید کہ اللہ تعالی غلام کے ہر عضو کے بدلے اسکے اعضا کو آزاد کرے کیونکہ ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا

من اعتق رقبة مسلمة اعتق الله تعالى بكل عضو منه عضوا من النار حتى فرجه بفرجه وفيه اشارة
جس نے غلام مسلمان آزاد کیا تو اللہ تعالی اسکے ہر عضو کے بدلے اسکے اعضا آگ سے آزاد کریگا یہاں تک کہ اسکی شرمگاہ اسکی شرمگاہ کے بدلے اسمیں اشارہ ہے

الى استحباب اعتاق كامل الاعضاء بان لا يكون مجبوبا او خصيا ليتم المقابلة اذ فهم منه انه تعالى
کہ آزاد کرنا ایسے کا مستحب ہے کہ اعضا کامل ہوں ایسا کہ ذکر بریدہ یا خصیہ نہ ہو تا کہ پورا مقابلہ ہو جاوے اسلئے کہ اس حدیث سے یوں معلوم ہوتا ہے

يعتق فرج المعتق من النار بمقابلة اعتاق فرج مملوكه من الرق ولذلك قيل المستحب ان يعتق الرجل
کہ اللہ تعالی معتق کی شرمگاہ آگ سے آزاد کر دیتا ہے بدلے میں آزادگی شرمگاہ غلام کی غلامی سے اسیواسطے کہتے ہیں کہ مستحب یہ ہے کہ مرد تو غلام آزاد کیا کرے

عبدا والمرأة امة ليتحقق المقابلة وكذا ينبغي للسيد اذا اتى مملوكه بطعام قد صلحه ان يقعده معه
اور عورت لونڈی تا کہ مقابلہ ثابت ہو جاوے اور ایسی ہی سید کو لازم ہے کہ جب غلام کھانا پکا کر لاوے تو اسکو اپنے ساتھ دسترخوان پر بٹھا لے

على الخوان وان لم يقعده يعطيه لقمة ويقول له كل هذه لما روي عن ابي هريرة انه عليه السلام
اور اگر نہ بٹھاوے تو ایک لقمہ ہی دیدے اور کہدے کہ لے کھا لے کیونکہ ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا

قال اذا صنع لاحدكم خادمه طعامه ثم جاءه به وقد ولي حره ودخانه فليقعده معه فليأكل فان
جب تمہارے لیے غلام کھانا پکا دے پھر لیکر آوے اور پکانے میں اسنے گرمی اور دھواں اٹھایا تو چاہیے کہ اوسکو کھانے کو ساتھ بٹھا لے اور اگر

فان الطعام مستفوها قليلا فليضع في يده منه اكلة او اكلتين وفي الفتاوى رجل لا ينفق على عبده
کہ ماکول بہت ہوں اور کہا تا تھوڑا ہو تو اوسکی ہاتھ پر اوس میں سی ایک یا دو لقمے رکھدی اور فتاوی میں ہی کہ ایک شخص غلام کا خرچ نہیں اوٹھاتا

ان كان العبد قادرا على الكسب لا يأكل من مال مولاه بلا رضاه وان لم يكن قادرا على الكسب او منعه
اگر وہ غلام کما سکتا ہی تو مولی کی مال میں سی اوسکی بلا رضا نہ کہاوی اور اگر کما نہیں سکتا یا مولی کمانی نہیں

مولاه عن الكسب يجوز له ان يأكل من مال مولاه بلا رضاه والامة تأكل مطلقا وروي عن ام سلمة رض
دیتا تو اسے جائز ہی کہ مولی کی مال میں سی بلا اجازت کہالی اور لونڈی ہر حال کہا لیا کری ام سلمہ سی روایت ہی

انه عليه السلام كان يقول في مرضه الصلوة وما ملكت ايمانكم فانه عليه السلام قرن المماليك بالصلوة
کہ نبی علیہ السلام مرض کی حالت میں فرماتی تہی نماز کی اور مملوک کی حفاظت کرو بیشک نبی علیہ السلام نی ممالیک کو نماز کی ساتھ ملا کر

وامر بحفظهم كما امر بحفظها ليعلم ان القيام بمقدار حاجتهم من الطعام واللباس وتعلم الدين واجب
انکی حفاظت کا حکم دیا جیسی نماز کی حفاظت کا تاکہ معلوم ہو کہ مالک کی خدمت بقدر حاجت کہانی پہنی اور دین سیکہنی کی مالکوں کی ذمہ

على من يملكهم كما يجب الصلوة عليهم فان المسلم كما يجب عليه نفقة عبيده وامائه قدر ما يكفيهم كذلك
ایسی واجب ہی جیسی اوپر نماز واجب ہی بیشک مسلمان پر جیسی خرچ غلاموں اور لونڈیوں کا بقدر کفایت واجب ہی ایسی ہی

يجب عليه ان يعلمهم ما فرض الله تعالى عليهم وما نهاهم عنه فان هذا امر قد اهمل اكثر العلماء في هذا
اوسپر یہہ واجب ہی کہ سیکہاوی اللہ تعالی نی کیا کیا اونپر فرض کیا ہی اور کیا کیا منع کیا ہی بیشک یہہ ایسا کام ہی کہ اس زمانہ میں اکثر علماء نی چہوڑ دیا ہی

الزمان فضلا عن العوام فان العبيد والاماء في هذا الزمان لا يقصدون بالتعليم اصلا بل انما يقصدون
عوام کو کیا رونا بیشک غلام لونڈیاں اس زمانہ میں دین سیکہنی کا ارادہ ہرگز نہیں کرتی بلکہ بجز مقاصد

لقضاء المآرب الدنيوية فقط كانهم عندهم حيوان بهيمي لا تكليف عليهم فان كثيرا ممن يدعي
دنیوی کی کچہہ ارادہ نہیں کرتی گویا وہ اپنی مالکوں کی پاس بیل ڈنگر ہیں انکی ذمہ احکام شرعی نہیں ہیں بیشک اس زمانہ میں اکثر شخص جو اسلام

الاسلام في هذا الزمان يكون عنده عبيد واماء فلا يأمرهم بواجب ولا ينهاهم عن حرام بل يكون العبد و
دعوی کرتی ہیں انکی پاس غلام لونڈیاں ہیں پہر انکو کسی واجب کا حکم کرتی ہیں اور نہ حرام سی روکتی ہیں بلکہ غلام لونڈیوں کو

الجارية في ملكه عدة سنين لا يصليان الصلوة المفروضة ويرتكبان امورا كثيرة من المناهي والمنكرات
انکی ملک میں کئی کئی برس گذرجاتی ہیں کہ فرض نماز نہیں پڑہتی اور بہتیری اعمال مناہی اور منکرات کی جاتی

وهو يريهما ويتغافل عنهما ويظن ان اثمهما عليهما لا عليه ولا يعلم ذلك المسكين انه مؤاخذ بما صدر عنهما
اور میاں دیکہا کرتی ہیں اور کچہہ نہیں کہتی اس خیال میں ہیں کہ انکا گناہ اونہیں پر ہی مجہہ پر نہیں ہی اور بیچارہ کو یہہ خبر نہیں کہ جو گناہ اونسی ہوگا وہ پکڑا جاویگا

ومسئول عنه ومعاقب عليه يوم القيمة لما روي عن عمر بن الخطاب انه عليه السلام قال كلكم راع
اور اوسی پوچہ ہوگی اور قیامت کی دن اوسپر عذاب ہوگا کیونکہ عمر بن الخطاب سی روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا تم سب نگہبان ہو

وكلكم مسئول عن رعيته فاذا علم الانسان ان يسئل عن عبيده وامائه يوم القيمة لا يتركهم كالبهائم
اور نگہبانی کی سب سی پوچہہ ہوگی جب آدمی کو یہہ معلوم ہو کہ قیامت کو غلام لونڈیوں کی مجہسی پوچہ ہوگی تو اونکو شتر بی مہار

المرسلة بلا ضابط ديني ولا زاجر شرعي بل يسلكهم بزمام الشريعة ويقيدهم بالاحكام الدينية ويصونهم
کی ضابطہ دینی اور بغیر زاجر شرعی کی کہولی چہوڑی بلکہ اونکو شریعت کی رسی میں باندہی اور احکام دینی میں گہیری اور عذاب اخروی کی

عن موجبات العقوبات الاخروية اذ قال الله تعالى يا ايها الذين امنوا قوا انفسكم واهليكم نارا فالاثم
اسباب سی بچاوی اللہ تعالی فرماتا ہی ای ایمان والو بچاؤ اپنی جانوں کو اور اپنی گہر والوں کو آگ سی بیشک گناہ

وان كان الاصل فيه ان يطلق على القرابة لكن يطلق على الاتباع ايضا ولا يبعد ان يكون المراد ههنا هذا
اگرچہ اصل میں قرابت دار پر بولتی ہیں لیکن اتباع کو بھی کہتی ہیں اور کیا بعید ہی کہ یہاں عموم کی جہت سی
المعنى لعمومه فعلى هذا يجب على المؤمن ان يعلم عبيده واماءه من احكام الاسلام قدر ما يجب عليهم
یہ ہی معنی مراد ہوں اس تقریر کی موافق مؤمن پر واجب ہی کہ اپنی غلام لونڈیوں کو احکام دینی جسقدر اونپر واجب ہیں سکھا دوی
ثم يامرهم باداء الفرائض والواجبات وينهاهم عن ارتكاب المعاصي والمحرمات بالرفق اولا فان ابوا
پھر اونسی فرائض اور واجبات ادا کرائی اور معاصی اور محرمات پر عمل کرنیسی منع کردی پہلی تو نرمی سی پھر اگر نہ مانیں
يغلظ الكلام عليهم فان ابوا يضربهم فمن لم يدخل منهم طريق الصلاح بعد ذلك يبيعه لانه ما دام
تو زبانی دھمکا کر پھر بھی اگر باز نہ آویں تو مار کر پھر بھی اگر کوئی اونمیں سی طریقہ خوبی کا نہ لی تو اوسکو بیچ ڈالی اسلئی کہ جب تک اسکی ملک
في ملكه يجب عليه حفظه كما قال قاضيخان في فتاويه رجل له عبد مريض لا يقدر على الوضوء عن
میں رہی گا اوسکی حفاظت کا ذمہ دار ہی چنانچہ قاضیخان اپنی فتاوی میں کہتی ہیں ایک شخص کی پاس غلام بیمار ہی وضو نہیں کرسکتا
محمد يجب على المولى ان يوضيه لانه ما دام في ملكه كان عليه تعاهده لكن ينبغي ان يعلم ان المولى و
امام محمد سی ہی کہ مولی پر وضو کرانا واجب ہی اسلئی کہ جبتک اسکی ملک میں ہی تب تک اوسکا ذمہ دار ہی لیکن سمجھنا چاہئی کہ مولی کو اگرچہ غلام کا مارنا
ان جاز له ان يضرب عبده اذا اتى بما لا يوجب الحد لكن اذا اتى بما يوجب الحد فليس له ان يقيم عليه
جائز ہی اگر وہ ایسی خطا کری کہ جسمیں حد نہ آتی ہو لیکن اگر ایسا کام کریگا جسمیں حد آتی ہو تو مولی کو اختیار نہیں ہی کہ مقدمہ پیش کئی بغیر جب تک حاکم
الحد الا باذن الحاكم بعد المرافعة اليه وثبوته عنده فاذا اقام عليه الحد ولم ينزجر يبيعه ولو بثمن بخس
ثابت کرکر حکم نہ دی اسپر حد جاری کری پھر جب اوسپر حد جاری ہو چکی تو بھی نہ مانا اوسی تو بیچ ڈالی اگرچہ کم دام کو سستا
لما روي عن ابي هريرة رض انه قال اذا زنت امة احدكم فتبين زناها فليجلدها بحد ولا يثرب عليها ثم ان
اسواسطی کہ ابو ہریرہ سی روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا جب کسیکی لونڈی زنا کری اور وہ ظاہر ہو جاوی تو اوسکو حد مارنی چاہئی اور اوسکو پیچھی سرزنش نہ کری پھر اگر
زنت فليجلدها بحد ولا يثرب عليها ثم ان زنت الثالثة فليبعها ولو بحبل من شعر وفي ذكر الامة على الاطلاق
دوبارہ زنا کری تو پھر حد مارنی چاہئی اور پیچھی سرزنش نہ کری پھر اگر تیسری دفعہ زنا کری تو اوسکو بیچ ڈالی اگرچہ بدلی بال کی رسی کی اور مطلق لونڈی کی ذکر کرنی میں
اشعار بان حدها منكوحة كانت او غيرها الجلد لانه نصف جلد الحرائر لقوله تعالى فان اتين بفاحشة
یہہ اشارہ ہی کہ لونڈی کی حد منکوحہ ہو یا غیر منکوحہ دُرّہ ہیں اتنا ہی کہ آزاد عورت سی آدہی دلیل اس آیت کی پھر اگر کریں بےحیائی کا کام
فعليهن نصف ما على المحصنات من العذاب والمراد بالفاحشة في الاية الزنا وبالمحصنات الحرائر وبالعذاب
تو اونپر بھی آدھی مار جو بیبیوں پر مقرر ہی اور مراد لفظ فاحشہ سی اس آیت میں زنا ہی اور محصنات سی مراد آزاد عورتیں ہیں اور عذاب سی مراد
الجلد لا الرجم لانه لا يتنصف واستدل الشافعي بهذا الحديث على ان للمولى اقامة الحد على مملوكه وقال
دُرّہ ہیں سنگسار نہیں ہی کیونکہ سنگسار کرنیکا آدھا نہیں ہی اور امام شافعی نی اس حدیث سی استدلال کیا ہی کہ مولی کو اپنی غلام پر حد جاری کرنیکا اختیار ہی اور
الحنفيون ليس له ذلك الا باذن الامام لقوله عليه السلام اربع الى الولاة وذكر منها الحدود والولاة جمع الوالي
حنفی کہتی ہیں کہ بدون اذن امام کی مولی کو اختیار نہیں ہی مدلیل اس حدیث کی کہ چار باتیں والیوں کی اختیار میں ہیں اونہی میں حدود کو ذکر کیا اور ولاۃ جمع والی کی
وهو اذا اطلق ينصرف الى من له ولاية عامة وهو السلطان او نائبه واما التصريح بالنهي عن التثريب
اور اسکو جب بولتی ہیں تو وہ حاکم مراد ہوتا ہی جسکو حکومت عام ہو یعنی بادشاہ یا اوسکا نائب اور صریح ممانعت سرزنش سی لونڈیوں کو
عليها بعد الامر بجلدها فلان عقوبة الزنا قبل ان يشرع الجلد كان التثريب وهو التوبيخ والتعيير
بعد حکم دینی دُرّہ زنی کی اسواسطی ہی کہ زنا کی عقوبت دُرّہ مقرر ہونی سی پہلی تثریب تھی یعنی جھڑکنا اور شرم دلانی

فيكون معنى الحديث لا يقتصر على تعييرها بل يقيم عليها الحد وقيل معناه لا تثريب عليها بعد اقامة الحد
تو معنی حدیث کی یہ ہوئی کہ سرزنش پر کفایت نہ کریں بلکہ اوسپر حد جاری کیجاوی اور بعضی کہتی ہیں اسکی معنی یہ ہیں کہ جب حد جاری ہو چکی تو اب سرزنش نہیں ہی

عليها وأما الامر ببيعها في الثالثة فلما فيه من ترك المخالطة مع الفساق واهل المعاصي فان قيل كيف يكره
اور حکم بیچنیکا تیسری دفعہ میں اسلئی ہی کہ اسمیں فساق اور فجار کا ملاپ اور صحبت چھوٹتی ہی پہر اگر کوئی اعتراض کری یہ کیونکر

شيئا لنفسه ويرتضيه لاخيه المسلم مع انه عليه السلام قال لا يؤمن احدكم حتى يحب لاخيه ما يحب
کہ ایک شی کو اپنی لئی برا سمجھی اور بہائی مسلمان کی لئی پسند کری باوجودیکہ نبی علیہ السلام نی فرمایا ہی مؤمن نہوگا کوئی تم میں سی جبتک کہ پسند کری واسطی بہائی

لنفسه فالجواب انه يبيعها على قصد ان تستعف عند مشتريها بضبطها او بالاحسان اليها والتوسعة عليها
مسلمان کی جو پسند کری اپنی لئی تو اسکا جواب یہ ہی کہ اس نیت سی بیچی کہ مشتری کی پاس جاکر اوسکی ضبط یا احسان کرنی سی اور فراخی برتنی سی عفیفہ ہو جاوی

وذكر في نصاب الاحتساب ان من اعتاد ان يشتم مماليكه كل يوم وكل ساعة لا يقبل شهادته وان كان
اور نصاب الاحتساب میں مذکور ہی جسکی یہ عادت پڑجاوی کہ غلاموں کو ہر روز اور ہر وقت گالیاں دیا کری تو اوسکی گواہی مردود ہی اور اگر کبھی کبھی گالی دیتا ہو

احيانا تقبل ان لم يكن قذفا وان كان قذفا يسقط العدالة ويوجب الجلد لكن لا يضرب في الدنيا لان المولى
تو گواہی اوس صورت میں قبول ہوگی کہ وہ گالی قذف نہو اور اگر قذف ہو تو وہ عادل نہیں رہتا اور دُرّہ مارنی آتی ہیں لیکن دنیا میں نہیں اسلئی کہ مولی پر

لا يعاقب في الدنيا بسبب عبده بل يضرب في الآخرة لما روي عن ابي هريرة انه عليه السلام قال من قذف
دنیا میں غلام کی جہت سی عقاب نہیں ہوتا بلکہ آخرت میں لگینگی کیونکہ ابو ہریرہ سی روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا جو شخص اپنی غلام کو

مملوكه وهو بريء مما قال جلد يوم القيمة الا ان يكون كما قال وذكر الفقيه ابو الليث في التنبيه عن عامر الشعبي
گالی دی اور وہ اوسکی گالی سی پاک ہی تو قیامت کی دن دُرّہ لگینگی ہاں اگر اوسکی کہنی کی موافق ہو تو خیر اور فقیہ ابو اللیث تنبیہ میں عامر شعبی سی روایت کرتا ہی

انه قال استسقى رجل من اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم من اهل بيت فدعت المرأة خادمتها فابطأت
کہ ایک شخص نی اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں سی ایک اہل بیت سی پانی مانگا سو گھر والی نی لونڈی کو بلایا اوسنی دیر کی

فقذفتها فقال ذلك الرجل اما انك تستحدين لها يوم القيمة او تقيمين اربعة شهداء كما قلت فاعتقها
پہر بی بی نی اوسکو گالی دی پہر اوس شخص نی کہا بیشک قیامت کی دن تیری حد لگیگی یا چار گواہ لاؤ کہ یہ لونڈی ایسی ہی جو تو کہتی ہی پہر بی بی نی اوسکو آزاد کر دیا

قال عسى ان يكفر هذا عنك هذا الحديث وان دل على ان قذف المملوك يوجب الحد لكن لا
اوس شخص نی کہا امید ہی کہ تیرا یہ عوض ہو جاوی اس حدیث سی اگرچہ معلوم ہوتا ہی کہ غلام کو گالی دینی سی حد لازم آتی ہی لیکن حد

يوجبه لعدم الاحصان فيه لان شرط الاحصان في حد القذف خمسة الحرية والاسلام والعقل و
واجب نہیں ہوتی اسلئی کہ محصن نہیں ہی کیونکہ حد قذف میں احصان کی شرطیں پانچ ہیں آزادگی اور اسلام اور عقل اور

البلوغ والعفة عن الزنا فمن لم يوجد فيه واحد من هذه الشروط الخمسة لا يكون محصنا فقذفه
بلوغ اور پاک ہونا زنا سی پہر جسمیں ان پانچ شرطوں میں سی کوئی سی ایک بہی موجود نہوگی تو وہ محصن نہیں ہوگا ایسی کی تہمت سی حد نہیں آتی

لا يوجب الحد بل يوجب التعزير البالغ غايته وهو تسعة وثلثون سوطا عند ابي حنيفة وعند ابي يوسف في
بلکہ بڑی سی بڑی تعزیر آتی ہی اور وہ نزدیک امام ابو حنیفہ کی انتالیس دُرّہ ہیں اور امام ابو یوسف کی نزدیک ایک

رواية خمسة وخمسون وفي رواية تسعة وسبعون فان لم يضرب في الدنيا يضرب في الآخرة بسياط
روایت میں پچپن دُرّہ ہیں اور ایک روایت میں اناسی دُرّہ ہیں سو دنیا میں اگر نہ لگینگی تو آخرت میں سب کی سامنی آگ کی دُرّہ لگینگی

من النار على رؤس الاشهاد ومن يوجد فيه هذه الشروط الخمسة كلها يكون محصنا ويوجب قذفه الحد
اور جسمیں یہ پانچوں شرطیں تمام موجود ہوں تو وہ محصن ہی اوسکی تہمت سی حد لازم آتی ہی

وهو ثمانون سوطا للحر ونصفها للعبد مع عدم قبول شهادتهما ولو بعد التوبة لقوله تعالى والذين يرمون

یعنی اسی درّے مرد کی لیے اور آدھی غلام کی لیے اور گواہی بھی مقبول نہ ہوگی اگرچہ توبہ کریں دلیل اس آیت کی اور جو لوگ عیب لگاتے ہیں

المحصنات ثم لم يأتوا بأربعة شهداء فاجلدوهم ثمانين جلدة ولا تقبلوا لهم شهادة أبدا وأولئك هم

پاکدامنوں کو پھر نہ لاویں چار شاہد تو مارو انکو اسی چوٹ چمڑی کی اور نہ مانو انکی کوئی گواہی کبھی اور وہی لوگ ہیں

الفاسقون إلا الذين تابوا من بعد ذلك وأصلحوا فإنه تعالى بين في هذه الآية أن الذين يرمون المحصنات

بے حکم مگر جنہوں نے توبہ کی اس پیچھے اور سنور گئے سو بیشک اللہ تعالی نے اس آیت میں بیان فرمایا ہے کہ جو لوگ تہمت لگاتے ہیں پاکدامن عورتوں کو

بالزنا ثم لم يأتوا بأربعة شهداء توجه عليهم ثلاثة أحكام وجوب جلدهم ورد شهادتهم وكونهم فاسقين إلا

پھر نہیں لاتے چار گواہ تو ان پر تین حکم جاری ہونگے مار ضرور درے مارنی اور گواہی مردود اور وہ فاسق بن رہا ہے

أنهم إن تابوا وأقروا بالكذب في رمي القذف واستحلوا منه وأصلحوا ما أفسدوا من كسر العرض وهتك الستر

کہ گروہ توبہ کریں اور اپنی جھوٹ مقذوف کی برابر کی قائل ہوں اور اس سے معاف کرلیں اور جو خرابی کی تھی اسکو درست کریں یعنی آبروئی اور پردہ دری

لم نعم عنهم الفسق للاستثناء الواقع في الآية ولا يرتفع عنهم الجلد ولا رد الشهادة عند العلماء الحنفية والحاصل

تو بس دور ہو جاتا ہے فسق کہ اس میں استثنا واقع ہے اور درے ساقط نہیں ہونگے اور نہ گواہی مقبول ہوسکی نزدیک علما حنفیہ کی اور حاصل یہ ہے

أن في الآية نص بأنه ترتب الأحكام الثلاثة عليهم بمجرد العجز عن إقامة البينة بلا اشتراط الكذب في الحقيقة

کہ آیت میں صاف تینوں حکم وہ مرتب کرکے ہیں گواہ کے نہ لانے ہی سے عاجز ہونے ہی لازم ہیں اور کچھ شرط نہیں ہے کہ حقیقت اور نفس الامر میں

ونفس الأمر لأن القذف خبر يحتمل الصدق والكذب لأنهم هتكوا ستر العفة بلا فائدة حيث عجزوا عن الإثبات

جھوٹ ہووے اس لیے کہ قذف خبر ہے احتمال صدق اور کذب دونوں کا رکھتی ہے لیکن وہ عفت کی پردہ دری بلا فائدہ کرکے ثابت نکرسکی

كانوا فاسقين مستحقين للعقوبة التي هي الجلد ورد الشهادة وإن كانوا صادقين في نفس الأمر قال الله تعالى

فاسق ہوگئی اور سزا سزاوار عذاب کی سو وہی درے اور رد شہادت اگرچہ واقع میں سچے ہی ہوں اس واسطے کہ اللہ تعالی فرماتا ہے

لولا جاءوا عليه بأربعة شهداء فإذ لم يأتوا بالشهداء فأولئك عند الله هم الكاذبون فعلم من هذا أن ما لا حجة

کیوں نہ لائے وہ اس بات پر چار شاہد پھر جب نہ لائے شاہد تو اللہ کی ہاں وہ ہی ہیں جھوٹے اس سے معلوم ہوا کہ جس بات پر حجت نہ ہوسکی

عليه فهو في حكمه تعالى كذب ولذلك رتب عليه الحد لعدم الفائدة في الإخبار به من الحسبة

وہ حکم الہی میں جھوٹ ہی اسی لیے اوس پر حد قایم ہوئی کیونکہ اس خبر میں کوئی سا فائدہ نہیں ہے

والزجر والسياسة بل هو مجرد هتك الستر وكسر العرض وهذا إذا كانوا صادقين فكيف إذا كانوا

دین زجر اور سیاست بلکہ یہ صرف پردہ دری اور بے آبروئی ہے یہ اس صورت میں ہے اگر سچے ہوں پھر کیا کہوں اگر

كاذبين وهم يحسبونه هينا وهو عند الله عظيم ولهم في الآخرة عذاب أليم نعم من رأى رجلا يزني

جھوٹے ہوں اور وہ لوگ سہل سمجھتے ہیں اور وہ اللہ کی ہاں بڑی ہے اور انکی لیے ہی آخرت میں دکھ کی مار ہے ہاں جو شخص کسیکو زنا کرتے دیکھے

يحل له أن يقتله وإنما لا يقتله لأنه لا يصدق أنه قتله لأنه رآه يزني

تو اسکو اوسکا قتل کرنا حلال ہے اور قتل نہیں کرتا کہ ثابت نکرسکیگا کہ میں نے زنا کرتا دیکھکر قتل کیا ہے

المجلس السابع والسبعون

ستترویں مجلس

في بيان حرمة اللواطة وعقوبتها وغيرها قال رسول الله صلى الله عليه وسلم إن أخوف ما

غلام کی حرمت کی بیان میں اور اسکی سزا وغیرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک بڑی سی بڑا خوف

أخاف على أمتي عمل قوم لوط هذا الحديث من حسان المصابيح رواه جابر وفيه تنبيه عظيم على كون عمله

اپنی امت پر عمل قوم لوط کا ہے یہ حدیث مصابیح کی حسن حدیثوں میں ہے جابر کی روایت ہے اور اس میں بڑی تنبیہ ہے کہ انکا یہ عمل

من اعظم الذنوب ولهذا عاقبهم الله تعالی بما لم یعاقب به امة من الامم وجمع علیهم من انواع العذاب ما لم
اعظم المعاصی سے ہے اسی لئے اللہ تعالی نے انکو ایسا عذاب دیا کہ تمام امتوں میں سے کسیکو نہیں دیا اور ان پر کئی قسم کے عذاب جمع کردئے جو اور کسی
یجمعه علی غیرهم من بنی آدم وذمهم وکرر قصتهم فی عدة سور من کتابه الکریم حتی یرتدع من علمهم الذین یؤمنون
بنی آدم پر جمع نہیں کئے اور انکی برائی بیان کی اور بار بار انکا قصہ اپنی کتاب کریم کی کئی سورتوں میں بیان کیا تاکہ جو لوگ خدا اور قیامت کے
بالله والیوم الآخر اشد الارتداع ویحترزوا عنه وعن مبادیه کالنظر والمصاحبة واللمس والقبلة اشد
دن پر ایمان لاتے ہیں اس کی خوب مار آویں اور اوس سے اور اوسکے اسباب سے جیسا دیکھنا اور پاس بیٹھنا اور ہاتھ لگانا اور منہ چومنا
الاحتراز ولا یقربوا منه ولا یحوموا حوله فضلا عن ان یفعلوه اذ قد روی ان طباع جمیع الحیوانات
خوب احتراز کریں اور اسکے پاس نہ پھٹکیں اور اسکی گرد نہ جاویں کہ پھر اسکو کیا کریں اسواسطے کہ روایت ہے کہ تمام حیوانات کی طبیعتیں بجز سور اور بندر کے اس فعل سے
یاباه الا الخنازیر والقرد وفی روایة الا الخنزیر والحمار فمن یمیل طبعه الیه یکون فی الدناءة والخساسة
نفرت کرتی ہیں اور ایک روایت میں ہے سوای سور اور گدھے کی پھر جسکی طبیعت ادھر مائل ہو وہی تو دنائت اور خساست
والخباثة مثل الخنزیر والقرد والحمار بل هو ادنی منها حالا لما روی انه علیه السلام قال الخنازیر والقردة
و خباثت میں سور اور بندر اور گدھے کی برابر ہے بلکہ اونسے بہت بدتر اسواسطے کہ روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا سور اور بندر
اعقل عند الله تعالی ممن یرتکب المعاصی وذلک لان من یرتکب المعاصی علی الاستمرار من غیر التوبة والاستغفار
اللہ کے نزدیک اوس سے زیادہ ہوشیار ہیں جو معاصی اختیار کرتا ہے اسلئے کہ جو شخص معاصی میں ہمیشہ گرفتار رہتا ہے بے توبہ اور استغفار کے
یکون من الذین قال الله تعالی فیهم اولئک کالانعام بل هم اضل فانه تعالی شبههم بالبهائم فی کون مشاعرهم
وہ اون لوگوں میں سے ہے جنکو اللہ تعالی فرماتا ہے وہ جیسے چوپائے بلکہ اونسے زیادہ بے راہ کیونکہ اللہ تعالی نے انکو بہائم سے تشبیہ دی کہ انکے دل و دماغ
متوجهة الی اسباب الدنیا ومقصورة علیها وعدم التفکر فیما یقرع آذانهم من الآیات وعدم الانتفاع بها بل
اسباب دنیوی کی طرف متوجہ ہوکر اسی کی ہورہی اور انکا کچھ فکر نہیں ہے جو آیات سنتے ہیں اور اونسے نفع نہیں لیتے ہیں بلکہ ایسے لوگوں کو
جعلهم اضل منها لانها تدرک ما من شانها ان تدرکه من المنافع والمضار وتجتهد غایة جهدها فی جلب
اونسے بھی گمراہ تر ٹھہرایا کیونکہ ڈنگر تو وہ نفع سمجھتے ہیں جو انکی سمجھ کے لائق ہے فائدہ اور نقصان کو منفعت کے وصول میں اور مضرت کی دفع میں خوب کوشش کرتی ہیں
ما ینفعها وسلب ما یضرها وتنقاد لصاحبها وتمیز من یحسن الیها ممن یسیئ الیها وهؤلاء لیسوا کذلک حیث لا یمیزون
اور اپنے مالک کی مطیع رہتی ہیں اور اپنے محسن اور ایذا رساں میں تمیز کرتی ہیں اور یہ لوگ مذکور ایسے نہیں ہیں کیونکہ یہ منفعت
بین المنافع والمضار ویجتهدون غایة جهدهم فی جلب ما یضرهم وسلب ما ینفعهم ولا ینقادون لربهم ولا یعرفون
اور مضرت میں فرق نہیں کرتے اور مضرت حاصل کرنیکو اور منفعت کھونے پر ٹوٹ پڑتے ہیں اور اپنے پروردگار کی فرمانبرداری نہیں کرتے اور اوسکے احسان
احسانه الیهم من اساءة الشیطان الذی هو عدو لهم ویقدمون علی العذاب الالیم ولا یقدمون علی
کی تمیز کرتے ہیں شیطان کی بدی سے جو کہ اونکا بڑا ہی دشمن ہے اور سخت عذاب پر دوڑتے ہیں اور عیش دائمی
النعیم المقیم ویکونون من الذین قال الله تعالی فیهم یعلمون ظاهرا من الحیوة الدنیا وهم عن الآخرة هم
کی طرف متوجہ نہیں ہوتے اور اون لوگوں میں داخل ہیں جنکو اللہ تعالی فرماتا ہے جانتے ہیں اوپر اوپر دنیا کا جینا اور وہی لوگ آخرت سے
غافلون یعنی انهم یعلمون ظاهرا حقیرا خسیسا من الدنیا وهو ما یشاهدونه من زخارفها وملاذها وسائر
خبر نہیں رکھتے یعنی وہ لوگ دنیا میں سے بہت حقیر بے حقیقت کو سمجھتے ہیں . اور وہی جو دیکھتے ہیں دنیا کی زیب و زینت اور لذتیں اور تمام
احوالها الموافقة لشهواتهم الملائمة لاهوائهم وهم عن الآخرة التی هی مطلب الاعلی والمقصد الاقصی غافلون
حالات جو انکی شہوات کی موافق ہیں اور ہوا و ہوس کی مناسب . اور یہ لوگ آخرت سے جو بڑا مطلب اور غایت درجہ کا مقصد ہے غفلت میں ہیں

لا يخطر ونها ببالهم ولا يتذكرون من احوال الدنيا ما يؤدي الى معرفتها ولا يتفكرون فيها حتى يحصل لهم علم بها
اسی حال دلیں میں لاتی او دنیا کی حالات میں سی او سی اسکو یاد نہیں کرتی جس سی آخرت کی سمجھ آوی اور نہ ان میں فکر کرتی ہیں تاکہ انکو آخرت کا علم ہووی

فان العلم بامور الآخرة موقوف على العلم بوجود الباري تعالى وقدرته وارادته وعلمه وحيوته وذلك العلم لا يحصل
کیونکہ علم اخروی امور کا وجود باری تعالی اور اوسکی قدرت اور ارادہ اور علم اور حیات کی علم پر موقوف ہی اور یہ علم مگر نگاہ

الا بالنظر الى المصنوعات والتفكر في احوالها المتغيرة وهم قصروا النظر على الظواهر المحسوسة كالبهائم ولم يتفكروا في
کرنیکی مصنوعات میں اور فکر کرنیکی بدلتی حالات میں حاصل نہیں ہو سکتا اور اونہوں نی ڈنگروں کی طرح صرف ظاہر کی حقیقت پر نگاہ کر رکھی ہی

عجائب صنعه تعالى ليستدلوا بها على وجوده وصفاته التي يتوقف عليها وجود الممكنات فيعلموا ان الآخرة من امور
اور عجائبات صنع الہی میں فکر نہیں کرتی تاکہ اسکی دلیل سی اسکی وجود وصفات پر استدلال کر سکیں جسپر وجود ممکنات کا موقوف ہی اور معلوم کریں کہ امور اخروی جنکی خبر

الآخرة امور ممكنة يلزم ثبوتها وكون المكلفين فيها فريقين فريق في الجنة وفريق في السعير بحكم صلاح الاعمال
ایسی ہی امور ممکنہ ہیں انکا ثبوت لازم ہی اور مکلف لوگ اسمیں دو قسم پر ہیں اعمال کی خوبی اور بدی کی لحاظ سی ایک قسم جنت میں اور ایک قسم دوزخ میں پہر بیشک سبب

وفسادها ثم ان سبب مخالفة العبد المعاصي والفجور فساد العلم او فساد القصد او فسادهما جميعا بل قد يحصل فساد
آدمی کی مخالفت کا معاصی اور فجور سی یا برا علم کا فساد ہی یا برا قصد کا فساد یا ملکر دونو کا فساد بلکہ بعضی کہتی ہیں

القصد من فساد العلم فان من علم ما في المضار من المضرة حقيقة العلم لا يميل اليه الا ترى ان من علم
قصد کا فساد بہی علم کی فساد ہی سی ہی کہ جسکو خوب معلوم ہووی کہ مضر چیز میں نقصان ہی تو اودہر رغبت نہیں کرتا تو دیکہتا نہیں کہ جسکو یقینی معلوم ہو

من طعام لذيذ انه مسموم لا يقدم عليه فعلى هذا ان الايمان الحقيقي هو الذي يحمل صاحبه على فعل
کہ فلانی لذیذ کہانی میں زہر ملا ہی اوسمیں ہاتہ نہیں ڈالتا پس اس کی موافق مسلک حقیقی ایمان وہی ہی جس سی آدمی منفعت اخروی کو اختیار کری

ما ينفعه في الآخرة وترك ما يضره فيها فاذا لم يفعل ما ينفعه في الآخرة ولم يترك ما يضره فيها لا يكون ايمانه حقيقيا
اور مضرت اخروی کو چھوڑدی پہر اگر آدمی نہ تو منفعت اخروی پر عمل کری اور نہ مضرات اخروی کو چھوڑدی تو اسکا ایمان حقیقی نہیں ہی

بل لسانيا لا قلبيا فان المؤمن بالنار حقيقة الايمان حتى كانه يراها لا يسلك طريقها الموصلة اليها فضلا
بلکہ زبانی ہی دلی نہیں کیونکہ جو شخص دوزخ پر ایسا حقیقی ایمان لایا گویا اوسکو دیکہہ رہا ہی تو ایسا راہ نہیں چلیگا جو اودہر لیجاوی اور سعی کر کر

عن ان يسعى في دخولها والمؤمن بالجنة حقيقة الايمان حتى كانه يراها لا يغفل عن طلبها بل يسعى في دخولها
داخل ہونیکا تو کہاں مرتبہ اور جو جنت پر ایسا حقیقی ایمان لایا ہی گویا کہ اوسکی نظر کی سامنی ہی وسکی طلب میں سستی نہیں کریگا بلکہ سعی کر کر داخل ہوگا

وهذا امر يجده الانسان في نفسه عند سعيه في امور الدنيا من دفع ما يضره وجلب ما ينفعه فعلى هذا كل من اعتاد
اور یہ تو ایسی بات ہی کہ آدمی جب دنیاوی کاروبار میں لگتا ہی تو اپنی دلمیں سوچ لی کہ نقصان سی حتی المقدور بچتا ہی اور منفعت کو حاصل کرتا ہی اس بنا کی موافق

ان يفعل عمل قوم لوط لا يكون ايمانه حقيقيا بل لسانيا لان حرمته لا تشبه سائر الجرائم ولهذا اختلف العلماء
جسکی عادت عمل قوم لوط کی پڑجاوی تو اوسکا ایمان حقیقی نہیں ہی بلکہ زبانی ہی کیونکہ اسکی خطا اور خطاؤں سی نہیں ملتی اسی لئی اسکی حد میں علماء کو اختلاف ہی

في حده فذهب قوم الى ان الفاعل يحد حد الزنا فانه ان كان محصنا يرجم وان لم يكن محصنا يجلد مائة جلدة
ایک گروہ کا یہ مذہب ہی کہ فاعل پر حد زنا کی جاری ہو پہر اگر فاعل محصن ہی تو سنگسار کریں اور اگر محصن نہیں تو سو درہ ماریں

وهو قول الشافعي وابي يوسف ومحمد بن الحسن والحسن البصري وعطاء والنخعي وقتادة والاوزاعي وذهب قوم
اور یہی قول شافعی اور ابو یوسف اور محمد بن الحسن اور حسن بصری اور عطاء اور نخعی اور قتادہ اور اوزاعی کا ہی اور ایک قوم کا یہ مذہب ہی

الى انه يرجم محصنا كان او غير محصن وكذا المفعول به وهو قول مالك واحمد واستدلوا على ذلك بان الله تعالى
کہ سنگسار کریں محصن ہو یا غیر محصن اور ایسی ہی مفعول بہ کو اور قول مالک اور احمد کا یہ ہی اور انکا استدلال یہ ہی کہ اللہ تعالی

اهلك قوم لوط بالرجم كما قال في محكم تنزيله وامطرنا عليهم حجارة من سجيل وجه الاستدلال ان شرايعة
یعنی قوم لوط کو پتھروں سے ہلاک کیا چنانچہ اپنی کتاب میں فرماتا ہے اور برسائے ہم نے اوپر پتھر کنکر کی وجہ استدلال کی یہ ہے کہ پہلی شریعتیں

من قبلنا شريعة لنا اذا قصته بلا انكار ولم يظهر نسخها وقد حكيت بلا انكار ولم يظهر نسخها بل روى انه عليه السلام
ہماری شریعت ہے اگر اسکا بیان بلا انکار چلا آوے اور اسکا نسخ ظاہر نہ ہووے اور اسکی حکایت بلا انکار ہے اور اسکا نسخ بھی ظاہر نہیں ہے بلکہ روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے

قال من وجدتموه يعمل عمل قوم لوط فاقتلوا الفاعل والمفعول به واتفق عليه الصحابة وان اختلفوا في كيفيته فان
فرمایا جسکو دیکھو کہ عمل قوم لوط کا کرتا ہے تو فاعل اور مفعول دونوں کو قتل کرو اور صحابہ تمام اسپر متفق ہیں اگرچہ طریقہ قتل میں مختلف ہیں کیونکہ

اربعة من الخلفاء احرقوه وهم ابوبكر وعلي وعبد الله بن زبير وهشام بن عبد الملك وروي عن ابي بكر انه قال هدم
چار خلفاء نے اسکو جلا دیا ہے یعنی ابوبکر اور علی اور عبد اللہ بن زبیر اور ہشام بن عبد الملک نے اور ابوبکر سے یہ بھی روایت ہے کہ کہتا تھا اسکے اوپر

عليه البيت وقال ابن عباس ينظر اعلى بناء في القرية فيرمي منه منكوسا ثم يتبع بالحجارة لان قوم لوط اهلكوا كذلك حيث
گھر کو گرا دیں اور ابن عباس کہتے ہیں ایک بلند مکان کو دیکھ کر اوسپر سے اسکو سر کے بل گرا دیں پھر ترت پیچھے پتھر ماریں اسلئے کہ قوم لوط اسی طرح ہلاک کیا گیا ہے کیونکہ

حملت قريتهم ونكست بهم ولا شك في اتباع الهدم بهم حال نزولهم وذكر صدر الشريعة في درر الاحكام ان الصحابة
اسکی گانوکو اوٹھا کر اوندھا ڈالدیا تھا اور بیشک جب وہ گری ترت اونکی اوپر مکان گری اور صدر الشریعۃ نے درر الاحکام میں ذکر کیا کہ صحابہ

اختلفوا في موجبه من الاحراق بالنار وهدم الجدار والتنكيس من محل مرتفع واتباع الاحجار وعند ابي حنيفة يعزر
اسکی سزا میں یعنی آگ میں جلانا اور اوسپر دیوار گرانا اور اونچی مکان سے اوندھا گرا کر پتھر مارنے میں اختلاف کرتے ہیں اور امام ابو حنیفہ کی نزدیک کوئی ایسی ہی

بامثال هذه الامور وهذا هو المناسب في هذا المحل لغلظ الجناية ووجود الموافقة للصحابة فان التعزير بهذا الوجه و
تعزیر دیوں اور اس محل میں یہ بڑا مناسب ہے کیونکہ گناہ بہت سخت ہے اور صحابہ کی رائے سے اتفاق ہے بیشک اسطرح کی تعزیر

ان كان فوق الحد لكن يجوز على طريق السياسة حتى لا يبقى للوطي رخصة في الميل الى اللواطة فان عدم لزوم الحد
اگرچہ حد سے زیادہ ہے لیکن سیاست کی واسطے جایز ہے تاکہ لوطی کی واسطے لواطت کی طرف میلان کا رخصت باقی نہ رہے اور حد کا لازم ہونا

فيها عند ابي حنيفة ليس لخفة امرها فان حرمتها عنده وعند جميع العلماء اعظم من حرمة الزنا بل لكون خبثها
اس گناہ میں امام ابو حنیفہ کی نزدیک اسلئے نہیں ہے کہ سبک گناہ ہے کیونکہ اسکی حرمت تو اونکی اور تمام علماء کی نزدیک زنا کی حرمت سے بدتر ہے بلکہ اسکی خباثت

مركوزا في الطباع لان المحل مستقذر لا يميل اليها من له طبع سليم ولا تستند على زاجر للامتناع عنها بل اكتفى فيها
سب لوگوں میں مرکوز ہے کیونکہ یہ محل نجس ناپاک ہے جسکی طبیعت سلیم ہے اوسپر کبھی خیال نہیں کرتا اسکو کسی زجر مانع کی حاجت ہے بلکہ یہی نفرت طبعی

بالمانع الطبعي كما اكتفى به في اكل الرجيع وشرب البول لكن لما كان في النفوس الخبيثة المتعدية لحدود الله تعالى اقوى الدواعي
روکنی کو کافی ہے جیسی کہ نفرت طبعی گوہ کہانی اور موت پینی میں کافی ہے لیکن چونکہ خبیث نفسوں کو جو حدود الٰہی سے تجاوز کرتی ہیں اوسپر بڑا شوق ہے تو حد سے سخت کا

اليها وجب الزجر عنها بابلغ وجه فانها في هذا الزمان قد شاعت في هذه الامة المحمدية وانتشرت بين عربها وعجمها وعالمها و
اوسکا واجب ہوا کیونکہ لواطت اس زمانہ میں درمیان امت محمدی کی بہت پھیل گئی ہے اور درمیان عرب اور عجم کی اور عالم اور

جاهلها وخواصها وعوامها وبلغت مبلغا كانوا يفتخرون بها ويلومون من لا امرد له ويطعنون فيه ويقولون انه
جاہل اور خاص عام میں مشتہر ہو کر یہ نوبت ہو گئی ہے کہ اسمیں فخر کرتے ہیں اور جسکی پاس امرد نہ ہووے اوسکو ملامت اور طعن کرتے ہیں کہتے ہیں یہ

ليس بادمي ولا مذاق له ويفتخرون بقيام الامرد بين ايديهم ويلبسونه احسن الثياب من المحرمات ليرى على احسن
کیا آدمی ہے اوسکو کچھ مذاق نہیں ہے اور فخر کرتے ہیں کہ لونڈے سامنے امرد موجود ہے اور اوسکو اچھے اچھے حرام کپڑے پہناتے ہیں تاکہ اچھی صورت نظر آوے

الهيئة وقد روي انه عليه السلام قال من سره ان يتمثل له الرجال قياما فليتبوأ مقعده من النار فان هذا الوعيد
اور روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا جسکو پسند آوے کہ مرد اوسکی آگے تصویر کی طرح کھڑے رہیں تو وہ اپنی بیٹھک دوزخ میں بنا دے بیشک یہ وعید

فی قیام الرجال ویکره فی قیام المردة الذین لا یجوز النظر الیهم علی ما ذکر فی النوازل ان الغلام اذا کان صبیحا لا یجوز
مردوں کی قیام میں بھی اور امرد کی قیام پر جسکی طرف دیکھنا بھی جائز نہیں مکروہ ہے جیسا کہ نوازل میں ہے کہ لڑکا جو خوبصورت ہو تو اسکی طرف دیکھنا جائز نہیں ہے
النظر الیه لما روی انه علیه السلام قال وایاکم ومجالسة اولاد الاغنیاء فان لهم صورة العذراء وفتنتهم اشد من
کیونکہ روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا بچو اولاد اغنیا کی ہمنشینی سے کیونکہ انکی صورت عورتوں کی سی ہوتی ہے اور انکا فتنہ عورتوں کی
فتنة النساء وذکر فی ملتقط الناصری ان الغلام اذا بلغ مبلغ الرجال ولم یکن صبیحا فحکمه حکم الرجال وان کان
فتنہ سے بڑھ کر ہے اور ملتقط ناصری میں مذکور ہے کہ لڑکا جب مردوں کی حد کو پہنچے اور خوبصورت نہ ہو تو اسکا حکم مردوں کا سا ہے اور اگر
صبیحا فحکمه حکم النساء وهو عورة من قرنه الی قدمه لا یحل النظر الیه عن شهوة واما السلام والنظر لا عن شهوة
خوبصورت ہو تو اسکا حکم عورتوں کا سا ہے اور وہ عورت ہے سر سے پاؤں تک بنظر شہوت اسکو دیکھنا حلال نہیں اور سلام کرنا اور بے شہوت دیکھنا
فلا باس به ولهذا لم یؤمر بالنقاب وقد جاء فی الاخبار ان عبد الله بن عمر کان جالسا فی باب داره مع بعض اصحابه
کچھ مضائقہ نہیں اور اسی لئے اسکو برقعہ ڈالنے کا حکم نہیں ہے اور احادیث میں آیا ہے کہ عبد اللہ بن عمر اپنے گھر کے دروازہ میں اپنے یاروں کے ساتھ بیٹھے تھے سو انہوں نے
فرأی غلاما صبیحا فاقبل من السکة فقام ودخل داره فلما قالوا ذهب خرج من الدار فقیل له هذا من عندك
ایک لڑکا خوبصورت دیکھا کہ کوچہ میں سے سامنے آتا تو کھڑے ہوکر گھر میں گھس گئے جب یاروں نے کہا وہ چلا گیا تب گھر سے نکل آئے پوچھا یہ اپنی طرف سے احتیاط ہے
یا ابا عبد الرحمن ام سمعت شیئا من رسول الله علیه الصلوة والسلام فقال سمعت رسول الله علیه السلام یقول النظر
یا ابو عبد الرحمن یا کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے جواب دیا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ فرماتے تھے کہ لڑکوں کی طرف
الیهم حرام والکلام معهم حرام ومجالستهم حرام وقال القاضی سمعت الامام یقول ان مع کل امرأة شیطانین ومع
دیکھنا حرام ہے اور بولنا حرام ہے اور ہمنشینی حرام ہے اور قاضی کہتا ہے میں نے امام سے سنا ہے کہتے تھے بیشک ہر عورت کی ساتھ دو شیطان ہوتے ہیں اور ہر
کل غلام صبیح ثمانیة عشر شیطانا وکان محمد بن الحسن صبیحا وکان ابو حنیفة یجلسه خلفه او خلف ساریة المسجد
خوبصورت لڑکے کی ساتھ اٹھارہ شیطان ہوتے ہیں اور محمد بن الحسن خوبصورت تھے امام ابو حنیفہ باوجود کمال تقوی کی اونکو اپنی پشت پیچھے بٹھایا کرتے تھے یا مسجد کی ستون کے پیچھے
حتی لا یقع علیه نظره مخافة خیانة العین مع کمال تقواه وقال سفیان یکون فی هذه الامة ثلثة اصناف من
تاکہ اونپر نگاہ نہ پڑے مبادا آنکھ سے خیانت ہووے اور سفیان کا قول ہے کہ اس امت میں تین قسم کی لوطی ہونگی
اللوطیین صنف ینظرون وصنف یصافحون وصنف یعملون والشر فی الصبیان اکثر من النساء لان من مال قلبه الی
ایک قسم ناظری والی نظرباز اور ایک قسم دست بوسی کرنیوالی اور ایک قسم عمل کرنیوالی اور لڑکوں میں بہ نسبت عورتوں کی شر زیادہ ہے کیونکہ اگر کسیکا دل عورت پر
امرأة یمکن استباحتها بالنکاح والنظر الی وجه الصبی یورث الحب ولا یمکن استباحة اللواطة بوجه من الوجوه
مبتلا ہو تو اوسکا مباح کرنا بوسیلہ نکاح کی ممکن ہے اور لڑکوں کو دیکھنا جو عشق پیدا کرتا ہے تو لواطة کا مباح ہونا ہرگز کسی صورت میں ممکن نہیں ہے
فاذا غلب علیه حبه یرتکب الفعل القبیح ویکون من الهالکین المستهزئین بآیات الله تعالی ودینه اذ فیه استدعیهما
پھر جب اوسکا عشق غالب ہوویگا تو فعل بد کریگا اور ہلاک ہوکر آیات اور دین الٰہی سے چہل کرنیوالوں میں شمار ہوگا کیونکہ بعضے دونوں میں
الاتصال ویحصل فیهما من الاقتران والمخالطة مثل ما یحصل بین الزوجین حتی ان فجار الفسقة یسمونهما زوجین
سایت محبت ہوجاتی ہے اور ہر دم کی ملاقات اور ملنا جلنا ایسا ہوتا ہے جیسے میاں بی بی میں یہاں تک کہ فاسق بدکار اونکو خصم جورو نام رکھتے ہیں
ویقولون زوج فلان بفلان والحاضرون یسمعون قولهم ویرون حالهم ولا یمنعونهم بل یضحکون ویعجبهم مثل ذلك
اور کہتے ہیں فلانی نے فلانی کو جورو بنایا ہے اور پاس بیٹھنے والے اونکی یہ باتیں سنا کرتے ہیں اور اونکا حال دیکھا کرتے ہیں اور منع نہیں کرتے بلکہ ہنسا کرتے ہیں اور ایسی چہل اونکو بہت
المزاح ولا یبالون بخروج الایمان والاسلام عنهم وقد قال قاضیخان فی فتاواه یکره سیر الغلام الامرد مع رجل فاسق
پسند آتی ہے اور ایمان اور اسلام جاتے رہنے کا کچھ خیال نہیں کرتے اور قاضیخان نے اپنی فتاوی میں کہا ہے امرد غلام کا مرد فاسق کی ہمراہ بھیجنا مکروہ ہے

أيتعلم انه يعصي الله تعالى به لانه اتيانه على المعصية واتفق العلماء من السلف والخلف على كون اللواطة حراما
سمجھا جاتا ہو کہ اللہ کا نافرمان ہی کیونکہ یہ معصیت کی ادا ہی اور تمام علماء متقدمین اور متاخرین لواطہ کو حرام کہتی ہیں

لانه تعالى خلق الخلق ذكرا وانثى وخلق لكل منهما اعضاء ليصرف كل واحد من تلك الاعضاء الى ما خلق
کیونکہ اللہ تعالی نی خلق کو نر اور مادہ پیدا کیا ہی اور ہر ایک کو اعضاء الگ الگ دئی تاکہ ہر ایک نر و مادہ اپنی اپنی تمام اعضاء کو ادہر صرف کرین جس واسطی پیدا کئی گئی ہین

له وجعل للانثى محلا للحرث كما اخبر به في كتابه وقال نساؤكم حرث لكم فأتوا حرثكم انى شئتم فهل يليق للعاقل
اور عورت کو محل پیدائش کا سا بنایا چنانچہ اپنی کتاب میں خبر دی ہی عورتیں تمہاری کھیتی ہین تمہاری سو جاؤ اپنی کھیتی میں جیسی چاہو پہر عاقل کو کیا

ان يصرف عضوا من اعضائه الى غير ما خلق له وهل يمكن له الحرث فيما ليس محلا للحرث فان قيل سلمنا ان الغلام
کہ اپنی کسی عضو کو تمام اعضاء میں سی خلق الٰہی کی بی محل صرف کری بہلا کھیتی کب ممکن ہی ایسی جگہہ جو محل کھیتی کا نہین پہر اگر کوئی کہی یہ تو مانا کہ لڑکا

ليس محلا للحرث لكنه محل لقضاء الشهوة واستيفاء اللذة فاذا كان مملوكا لم لا يجوز لصاحبه ان يتصرف فيه
کھیتی کا محل نہیں ہی لیکن محل قضاء شہوت کا اور استیفاء لذت کا تو ہی پہر اگر وہ مملوک ہووی تو مالک کو اوسمین ویسا تصرف کیون نہیں جائز ہی

كما يتصرف في سائر املاكه من المأكولات والملبوسات فالجواب ان الانسان وان كان له ان يتصرف في ماله لكنه
جیسی اور تمام املاک میں تصرف کرتا ہی کہانی اور پہنی مین تو جواب یہ ہی کہ بیشک آدمی کو اگرچہ اوسکی مال مین ہر طرح کا تصرف حاصل ہی پر اوسکو

محجور عن التصرف التام فيه لان ما في يده من المال ليس له في الحقيقة بل هو في يده عارية اذن له في الشرع ان يتصرف
غلام مین پوری تصرف سی ممانعت ہی اسلئی کہ جو مال اوسکی قبضہ مین ہی حقیقت میں اوسکا نہیں ہی بلکہ اوسکی قبضہ میں مستعار ہی شرع سی ایسا اجازت ہی کہ اوسمین

فيه بوجه ومنع عن التصرف فيه بوجه اخر ولم يأذن له الشرع ان يتصرف في هذا المحل المكروه لغاية خباثته ونهاية
ایکطرح کا تصرف کری اور ممانعت ہی کہ ایک اور وجہ سی تصرف نکری اور شرع نی اجازت نہین دی کہ اس محل مکروہ میں تصرف کری کیونکہ غایت درجہ کی خباثت اور نہایت درجہ کی

قذارته الا ترى ان وطي الزوجة في القبل مع كونه حلالا قد وقع المنع عنه حال الحيض لاجل الاذى بقوله تعالى
نجاست ہی کیا معلوم نہین کہ جماع بی بی کا قبل مین باوجودیکہ حلال ہی کہی اوس سی بہی ممانعت ہی جیسی حیض مین گندگی کی سبب سی واسطی ارشاد الٰہی کی

ويسئلونك عن المحيض قل هو اذى فاعتزلوا النساء في المحيض وهي ايام يسيرة من الشهر فكيف لا يمنع عن موضع
اور پوچھتی ہین تجہسی حکم حیض کا تو کہہ وہ گندگی ہی سو تم پری رہو عورتون سی حیض کی وقت اور وہ تمام مہینی مین چند روز ہوتا ہی پہر کیونکر نہ ممانعت ہووی ایسی جگہہ کی

لا يفارق النجاسة التي اشد من دم الحيض اصلا فعلم من هذا ان مجرد الملك لا يقتضي التصرف فيما لم يأذن فيه
جو کبہی نجاست سی خالی نہین دور ہوتی جو کہ حیض کی خون سی زیادہ تر نجس ہی اس سی معلوم ہوا کہ صرف ملکیت سی یہ نہین ہو سکتا کہ بدون اذن شرع کی سب تصرف کیا کری

الشرع الا ترى ان الامة المجوسية او الوثنية مع كونها محلا للحرث لا يجوز لصاحبها ان يتصرف فيها بالتقبيل والتفخيذ
دیکہتا نہیں کہ لونڈی مجوسیہ آتش پرست یا وثنیہ بت پرست باوجودیکہ محل کھیتی کا ہی لیکن اوسکی مالک کو جائز نہین کہ اوسمین کچہ تصرف کری بوسہ لینا یا تفخیذ وغیرہ

وغيرها من دواعي الجماع فضلا عن الجماع وكذا البهيمة مع كونها محلا لقضاء الشهوة لا يجوز لمالكها قضاء الشهوة فيها
جو جماع کی لوازم ہین جماع کی تو کہاں نوبت ہی اور ایسی ہی چوپایہ باوجودیکہ اوس سی قضاء شہوت ہو سکتی ہی پر مالک کو چوپایہ سی قضاء شہوت جائز نہیں ہی جب یہ بات مستحکم ہوئی

اذا تقرر هذا فالواجب على كل مسلم ان يحترز عن هذا الفعل القبيح لما روي انه عليه السلام قال من عمل قوم لوط
تو ہر مسلم پر واجب ہی کہ ایسی فعل بد سی کنارہ کری کیونکہ روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا جسنی قوم لوط کا سا عمل کیا

يعذب في النار منكوسا وتروى ايضا انه عليه السلام قال اذا علا الذكر الذكر اهتز العرش وتقول السموات ربنا
دوزخ میں اوندہا لٹکایا جاویگا اور روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا کہ جب نر پر نر چڑہتا ہی تو عرش کانپ اٹہتا ہی اور افلاک کہتی ہیں کہ ای رب ہمکو

يا رب باهلاكه وتقول الارض يا رب مرنا ان نبتلعه فيقول الله تعالى دعوه فان طريقه علي ووقوفه بين يدي
حکم دی اسکو ہلاک کر ڈالیں اور زمین کہتی ہی ای رب حکم کر ہمکو نگلجاوین اللہ تعالی فرماتا ہی تم جانی دو اسکا رستہ میری طرف ہی آخر میری سامنی کہڑا ہونا ہی

وروی ایضا انه علیه السلام قال لو اغتسل اللوطی بالبحار السبع لم یجئ یوم القیامة الا جنبا وذکر فی الصاوی
اور یہ بھی روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا لوطی گرچہ ساتوں دریاؤں میں نہاوے پر قیامت کے دن ناپاک ہی آویگا اور صاوی

الصوفیة عن سفیان ان اللواطة لا تکون فی الجنة لان الله تعالی استبعدها واستقبحها وقال ما سبقکم بها
صوفیہ میں سفیان سے نقل ہے کہ لواطت جنت میں نہیں ہوگی کیونکہ اللہ تعالی نے اسکو بہت مبعود اور بد ٹھرایا ہے اور فرمایا تم سے پہلے نہیں کی

من احد من العلمین وسماها خبیثة حیث قال ونجیناه من القریة التی کانت تعمل الخبائث والجنة منزهة
ہر کسی نے جہاں میں اور اسکا نام خبیثہ رکھا جہاں کہ بیان کیا ہے اور بچایا ہم نے اوسکو اوس بستی سے جو کرتی تھی گندہ کام اور جنت میں

عن الخبائث قیل قد یعلم من هذا ان الجنة لکونها طیبة لطیفة فی غایة اللطافة اذا کانت لا تقبل اللواطة
خبائث کا کیا کام ہے کسی نے کہا کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جنت چونکہ طیب اور غایت درجہ کا پاکیزہ تر ہے جب اوسمیں لواطت نہیں ہوسکی

لکونها فعلا خبیثا فلزم ان لا یقبل من یعملها فی الدنیا لکونه خبیثا خبیسا فی غایة الخباثة والخساسة لان
کیونکہ فعل خبیث ہے تو لازم آتا ہے کہ گنجائش نہ ہو اوسکی جو دنیا میں لواطت کرتا ہے کیونکہ غایت درجہ کا خبیث اور خسیس ہے اسلیے کہ

المتصف بالخبث خبیث الا ان یتدارکه الله بالتوبة النصوح الماحیة لجمیع الذنوب المجلس الثامن
جو خباثت کا کام کرے وہ بھی خبیث ہوتا ہے مگر اس صورت میں کہ اللہ تعالی توبہ خالص ہی اسکا تدارک کردے جس سے تمام گناہ دور ہوجاتے ہیں اٹھترویں مجلس

والسبعون فی بیان حرمة شرب الخمر وبیان عقوبتها وسائر المسکرات قال رسول الله صلی الله
میں بیان شراب کی حرمت اور اوسکی عقوبت کا اور تمام مسکرات کا رسول اللہ صلی اللہ

علیه وسلم من شرب الخمر فی الدنیا فمات وهو یدمنها ولم یتب منها لم یشربها فی الآخرة هذا الحدیث
علیہ وسلم نے فرمایا جسنے دنیا میں شراب پی پھر مرگیا اور ہمیشہ پیتا رہا اور توبہ نکی تو قیامت میں اوسکو نہ پی سکیگا یہ حدیث

من صحاح المصابیح رواه ابن عمر ومعناه ان من داوم علی شرب الخمر فمات ولم یتب منها لا یدخل الجنة
مصابیح کی صحیح حدیثوں میں سے ہے ابن عمر کی روایت ہے اسکے یہ معنی ہیں جو ہمیشہ شراب پیتا رہا پھر مرگیا اور توبہ نہیں کی تو جنت میں نہیں جاویگا

ولا یشرب من خمرها لان نوعا من شرابها الخمر لقوله تعالی وانهار من خمر لذة للشاربین یعنی ان فی
اور نہ وہاں کی شراب نصیب ہوگی اسلیے کہ ایک قسم وہاں کی شراب خمر ہے دلیل اس آیت کی اور نہریں ہیں شراب کی جسمیں مزہ ہے پینے والوں کا مراد یہ ہے کہ

الجنة انهارا من خمر لذیذة لیس فیها کراهة الطعم والریح ولا غائلة السکر والخمار وانما هی تلذذ محض
جنت میں مزہ دار شرابوں کی نہریں ہیں نہ اونکا مزہ اور بو مکروہ ہے اور نہ نشہ اور خمار کا وہ مزا مزہ ہی مزہ ہے

یتلذذ بها الشاربون فمن یدخل الجنة لا بد ان یشرب منها ولا یکون محروما عنها فیکون عدم شربه
پینے والے مزہ اوڑاوینگے پھر جو جنت میں جاویگا وہ بالضرور پیویگا وہ نہیں محروم ہرگز ہوگا اب نہ ملنا شراب کا

منها کنایة عن عدم دخوله فیها بسبب شرب الخمر فی الدنیا لان خمر الدنیا حرام نجس نجاسة غلیظة لا یحل
اشارہ ہے کہ دنیا کی شراب پینے سے جنت میں نہ جاویگا کیونکہ دنیا کی شراب حرام ناپاک مغلظ ہے اوسکا پینا حلال نہیں

شربها ومن شرب منها طائعا ولو قطرة یقام علیه الحد وهو ثمانون جلدة للحر ونصفها للعبد فان لم یضرب
ہے اور جو شخص بہ طیب خاطر اگرچہ ایک قطرہ پیوے اوسپر حد جاری کیجاویگی یعنی اسی درہ آزاد کی اور چالیس درہ غلام کی اگر دنیا میں نہ لگسکی

فی الدنیا یضرب فی الآخرة بسیاط من النار علی رؤس الاشهاد ویکفر مستحلها ویحرم بیعها وشراؤها واکل
تو آخرت میں آگ کی درہ سبکے سامنے لگیں گی اور جو شخص حلال سمجھے وہ کافر ہے اور اوسکا بیچنا اور خریدنا اور اوسکی قیمت

ثمنها ویمنع اهل الذمة من اظهار شربها وبیعها وقد ذکر فی کتب الفقه ان اجارة بیت بالامصار ونفرانا
کھانے سے حرام ہے اور ذمی لوگ برملا پیتے اور بیچتے نہ پاویں اور فقہ کی کتابوں میں مذکور ہے کہ گھر ان کا کرایہ دینا شہروں میں اور ہماری قریوں میں شراب

ممن يبيع فيه الخمر مسلماً كان او كافراً لا يجوز لانه اعانة على المعصية وقد قال الله تعالى تعاونوا على البر
والتقوى ولا تعاونوا على الاثم والعدوان وما نقل عن ابي حنيفة انه جوز ذلك في السواد فمراده بالسواد على
ما صرح به العلماء سواد الكوفة لان غالب اهلها كان اهل الذمة واما سواد بلادنا فاعلام الاسلام فيها
ظاهرة فلا يمكنون فيها كما لا يمكنون في الامصار وهو الصحيح وقد ذكر في نصاب الاحتساب ان المحتسب لو احرق
الخمار المشهور لا يضمن اذا علم انه لا ينزجر بدونه لتعينه طريقاً للحسبة ثم ان اصحابنا لم يرووا عنهم في
احراق البيت شيء وانما روي عنهم هدم البيت وكسر الدنان لكن ذكر في الفصل الثامن من كتاب الصلوة من
المحيط انه عليه السلام قال لقد هممت ان آمر رجلاً يصلي بالناس وانظر الى قوم يتخلفون عن الجماعة فاحرق
بيوتهم وهذا الخبر يدل على جواز احراق بيت من يتخلف عن الجماعة لان الهم على المعصية لا يجيء من الرسول لانه
معصية فاذا علم جواز احراق البيت على ترك السنة المؤكدة فما ظنك في احراق البيت على ترك الواجب و
الفرض وقد ذكر في الباب الثلثين من شرح ادب القاضي للخصاف ان عمر خطب الناس يوماً فقال بلغني ان في بيت
فلان وفلان مسكراً فاتى بيوتهما فان كان حقاً احرق بيوتهما وهما رجلان رجل من قريش ورجل من
ثقيف فسمع القريشي بذلك فخرج واخرج ما في بيته من المسكر واراقه ولم يفعل الثقفي وكان اسمه رشداً فاتى
عمر بيت القريشي فلم يجد فيه شيئاً من المسكر واتى بيت الثقفي فوجد فيه خمراً فاحرق بيته وقال انت
بهرشد وعلم من هذا الآثار ان المحتسب اذا بلغه خبر من المنكرات ينبغي له ان يعلنه ويهدد عليه لان عمر
لما بلغه خبر المسكر اعلنه في خطبته ووعظه وهدد عليه باحراق البيت واتعظ القريشي ولم يحرق بيته
ولم يتعظ الثقفي فاحرق بيته لانه هدد به فلا يليق بالسياسة ان يهدد بشيء ثم لا ياتي به وروي ان نفراً من

اهل الشام شربوا الخمر وقالوا هي لنا حلال لانه تعالى قال ليس على الذين امنوا وعملوا الصلحت جناح فيما طعموا
میں سے چند آدمیوں نے شراب پی اور کہنے لگے ہمکو حلال ہے اسلئے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جو لوگ ایمان لائے اور کام نیک کئے اونپر نہیں گناہ جو کچھ پہلے کھا چکے

فكتب فيهم الى عمر ابن ذلك وكتب عمر ان ابعثوا بهم الى فلما قدموا جمع لهم عمر رض اصحاب رسول الله عليه السلام
سو یہ بات عمر کی پاس لکہی آئی عمر نے جواب لکہا کہ انکو یہاں بہیجدو جب وہ آئے تو عمر رض نے اونکی لئے اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جمع کرکر

وشاورهم فيهم فقالوا يا امير المؤمنين انهم افتروا على الله تعالى وشرعوا في دينه مالم ياذن به فاضرب اعناقهم
مشورہ کیا سب نے کہا یا امیر المؤمنین ان لوگوں نے اللہ پر افترا کیا اور اوسکی دین میں نیا راہ نکالا جسکی اجازت نہیں ہے سو انکو قتل کر

وعلى في القوم ساكت فقال له عمر ما ترى فيهم يا على فقال ارى ان تستتيبهم فان تابوا فاضرب كل واحد منهم
اور علی رض سب میں چپ تہی عمر رض نے اونسے پوچھا یا علی انکی باب میں آپکی کیا رائے ہے کہا میری نزدیک انسے توبہ کراؤ اگر توبہ کریں تو ہر ایک کی

ثمانين جلدة وان لم يتوبوا فاضرب اعناقهم فاستتابهم فتابوا وضرب كل واحد منهم ثمانين جلدة والجواب
اسی اسی درہ مارو اور اگر توبہ نکریں تو انکو قتل کرو سو اونسے توبہ کرائی تو اونہوں نے توبہ کی اور ہر ایک کی اسی اسی درہ ماری اور جواب

عن الاية التي استدلوا بها على اباحة الخمر ما روى عن ابن عباس انه قال لما نزل تحريم الخمر قالوا يا رسول الله كيف
اوس آیت کا جس سے اونہوں نے اباحت خمر پر حجت کی تہی یہہ ہے جو روایت ہے ابن عباس سے کہ جب شراب کی حرمت قرآن میں اتری تو لوگوں نے عرض کیا یارسول اللہ

باخواننا الذين ماتوا وهم يشربون الخمر فنزل قوله تعالى ليس على الذين امنوا وعملوا الصلحت جناح فيما طعموا
ہماری بہائیوں کا کیا حال ہوگا جو مرگئے اور شراب پیتے تہے تب یہہ آیت اتری جو لوگ ایمان لائے اور کام نیک کئے اونپر نہیں گناہ جو کچھ پہلے کہا چکے

يعني ان الذين شربوا الخمر قبل تحريمها لا اثم عليهم انما الاثم على الذين يشربونها بعد تحريمها فان قيل تحريم
مراد یہہ ہے کہ جنہوں نے حرام ہونے سے پہلے شراب پی وہ گنہگار نہیں ہیں گنہگار وہ ہی ہیں جو بعد حرمت کی پیتے ہیں اگر کوئی کہے کہ حرمت

شرب ما يزيل العقل الذي هو ملاك معرفة الله تعالى وشكر نعمه حسن لا شبهة فيه فلم كان حلالا للامم
ایسی چیز کی پینے کی جو عقل کو کہو دیوے کہ وہ معرفت الہی اور نعمتوں کی شکر کی جڑ ہے بہت خوب ہے اسمیں کچھ شبہہ نہیں ہے پر پہلی امتوں کی واسطے کیوں حلال تہی

السالفة مع احتياجهم الى ذلك فالجواب ان العقل لا يزول بشرب القليل منه وانما يزول بالسكر والسكر حرام
اسکی وہ بہی تو حاجتمند تہی سو جواب یہہ ہے کہ تہوڑی پینے میں عقل کم نہیں ہوتی عقل جب ہی جاتی ہے کہ نشہ چڑہے اور نشہ

في جميع الاديان لكن القليل من الخمر قد حرمت على هذه الامة المشهود لهم بالخيرية تكرمة لهم من الله تعالى
تمام دینوں میں حرام رہا ہے لیکن اس امت کی حق میں جنکی بہتری کی گواہی گذر چکی ہے تہوڑی سی شراب بہی حرام ہوگئی ہے یہہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کرامت ہے

لئلا يقعوا في المحظور الذي هو السكر لان قليلها يدعوا الى كثيرها وهذا من خواصها ولهذا يزداد لذة شاربها
تا کہ نشہ میں جو کہ ممنوع ہے مبتلا نہو جاویں کیونکہ تہوڑی سی شراب بہت کا مزہ لگا دیتی ہے یہہ ہی اسکا خاصہ ہے اسی لئے شرابی کا مزہ شراب برہاتی ہی

بالاستكثار منها بخلاف سائر المشروبات فان قيل الداعي المذكور كان موجودا فيها فلم لم تحرم ابتداء ولم حرمت
برہتا جاتا ہے برخلاف تمام اور شربتوں کی اگر کوئی کہے کہ داعی یعنی خاصہ مذکور تو اوسمیں ہمیشہ موجود تہا پہر پہلی ہی ابتداء اسلام میں کیوں نہ حرام ہوئی

بالتدريج فالجواب ان الشهادة بالخيرية لم تكن اذ ذاك واما التدريج الطاري فلئلا يقع النفرة عن الاسلام فانهم في
اور پہر آہستہ آہستہ کیوں حرام ہوئی تو جواب یہہ ہے کہ بہتری کی گواہی ابتدا میں کہاں تہی اور رہی آہستگی سو اسلئے کہ اسلام کی نفرت لوگوں میں نہ آجاوے کیونکہ وہ لوگ

الجاهلية كانوا مؤلفين بشربها فلكونهم مؤلفين بشربها اظهر الله تعالى فضله واحسانه ولم يحرمها دفعة واحدة
جاہلیت میں شراب کی بڑی شوقین تہی تو اونکی شوق کی لحاظ سے اللہ تعالیٰ نے اپنا فضل اور احسان ظاہر فرمایا یکلخت حرام نکی

بل بالتدريج حتى تواردت في شانها اربع ايات نزل في مكة قوله تعالى ومن ثمرت النخيل والاعناب تتخذون
بلکہ تدریج سے حرام کی یہاں تک کہ شراب کی باب میں چار آیتیں اوتریں مکہ میں تو یہہ آیت آئی اور میوے سے کہجور کی اور انگور کی بناتے ہو

منه سكرا ورزقا حسنا والمراد من السكر الخمر فقال كبراء الصحابة لو كان فيها خير لم تتميز من الرزق الحسن
اوس سے نشہ اور روزی خاصی اور سکر سے شراب مراد ہے بڑے بڑے صحابہ نے کہا کہ اگر شراب میں کچھ خوبی ہوتی تو رزق حسن سے الگ کیوں ہوتی

فتركوها وخفي على غيرهم ان توصيف المعطوف بالحسن لا يخلو عن الدلالة على ان في المعطوف عليه قبحا فلم يتركوها
سو انہوں نے تو ترک کی اور اور لوگوں پر یہ امر پوشیدہ رہ گیا کہ معطوف کی موصوف ہونی خوبی سے یہ بھی دلالت ہے کہ معطوف علیہ میں کچھ برائی ہے سو انہوں نے نہیں چھوڑی

ثم ان عمر ومعاذا ونفرا من الصحابة قالوا يا رسول الله افتنا في الخمر والميسر فان احدهما مذهبة للعقل والآخر
پھر عمر اور معاذ اور کئی اور صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ہمکو شراب اور جوئے کا حکم بتاؤ بیشک ایک تو عقل کھو دیتا ہے اور دوسرا مال تلف

متلف للمال فنزل قوله تعالى يسئلونك عن الخمر والميسر قل فيهما اثم كبير ومنافع للناس واثمهما اكبر من نفعهما
کرتا ہے تب یہ آیت آئی تجھ سے پوچھتے ہیں حکم شراب اور جوئے کا تو کہہ ان میں گناہ بڑا ہے اور فائدے بھی ہیں لوگوں کو اور انکا گناہ فائدے سے بڑا ہے اس آیت میں

فانه تعالى لم يحرمهما بل ذمهما ونبه بذلك على ان اجتنابهما اولى من اقترافهما لان الحكم في الامور للاغلب فامتنع كثير
بیشک اللہ تعالی نے شراب حرام تو نہیں کی بلکہ اونکی ہجو کی اور اس سے آگاہ کیا کہ شراب سے کنارہ کرنا بنسبت برتنے کی اولی ہے اسلئے کہ ہر کام میں حکم غالب پر ہوتا ہے پھر بہت لوگ تو

منهم عنهما فقالوا لا حاجة لنا فيما فيه اثم كبير وقال بعضهم نأخذ نفعهما ونترك اثمهما فلم يمتنعوا عنهما ثم ان عبد
دونوں سے باز آئے کہا ہمکو کچھ حاجت نہیں جسمیں بڑا گناہ ہوتا ہو اور بعضی لوگ کہتے تھے کہ ہم انکا فائدہ حاصل کرتے ہیں اور گناہ ترک کرتے ہیں سو دونوں سے باز نہ آئے پھر عبد الرحمن

الرحمن بن عوف صنع طعاما فدعا جماعة من الصحابة واتاهم بخمر فشربوا وسكروا وحضرت صلوة المغرب فقدموا
بن عوف نے ضیافت کا کھانا پکا کر ایک جماعت صحابہ کو طلب کیا اور شراب پیش کی پھر سب نے پی اور مست ہو گئے اور وہیں مغرب کا وقت ہو گیا تو انہوں نے ایک کو

احدهم فقرأ قل يا ايها الكافرون اعبد ما تعبدون بسكره الى آخر السورة بحذف لا فنزل قوله تعالى يا ايها الذين امنوا
امام کیا اونے اسطور پڑھا قل یا ایہا الکافرون اعبد ما تعبدون آخر سورۃ تک اسی طرح لفظ لا کا ترک کر کے پڑھا پھر یہ آیت اوتری ای ایمان والو

لا تقربوا الصلوة وانتم سكرى فهذه الاية اشد من الاولى لانه تعالى حرم فيها السكر في مواقيت الصلوة لان مرجع
نزدیک نہو نماز کی جب تمکو نشہ ہو یہ آیت پہلی آیت سے تیز ہے اسلئے کہ اللہ تعالی نے اس آیت میں اوقات نماز میں نشہ حرام کر دیا اسلئے کہ اصل

النهي ليس هو المقيد مع بقاء القيد مرخصا بحاله بل مرجع النهي انما هو القيد مع بقاء المقيد لازما بحاله
نہی کا مقید نہیں ہے اگر قید حل کی تو ان مرخص رہی بلکہ اصل نہی کا وہ قید ہی مقید ہمیشہ لازم بحال

لان الصلوة كانت على المؤمنين كتابا موقوتا فكانه تعالى قال يا ايها الذين امنوا لا تسكروا في اوقات الصلوة فترك
کیونکہ نماز مسلمانوں پر فرض وقت بندھی ہوئی ہے تو گویا اللہ تعالی نے فرمایا ای ایمان والو نماز کی وقت نشہ مت کیا کرو پھر اکثر لوگوں نے

اكثرهم شربها فشربها اقلهم في غير اوقات الصلوة فمنهم من كان يشربها بعد صلوة العشاء فيصبح وقد زال عنه
شراب پینا ترک کیا اور کچھ لوگ سوای اوقات نماز کے پیتے رہے پھر بعضی ایسے تھے کہ نماز عشا کی بعد پیتے صبح ہونے تک نشہ اوتر جاتا

السكر ومنهم من كان يشربها بعد صلوة الصبح فيصحو عند مجيء وقت الظهر فجعل الاكثر اوقاتهم عن الشرب فسهل
اور بعضی صبح کی نماز کی بعد پیتے تو وہ ظہر کی وقت تک ہوشیار ہو جاتے سو اونکا اکثر وقت شراب سے صاف جاتا تھا اسمیں دشواری

نقلهم الى التحريم المطلق ثم ان عتبان بن مالك دعا رجالا من المسلمين وشوى لهم رأس بعير فاكلوا وشربوا الخمر
حرمت مطلقہ کی اونپر سہل ہو گئی پھر عتبان بن مالک نے کئی شخص مسلمان بلا کر اونکی لئے اونٹ کی سری بھونی پھر انہوں نے کھانا کھایا اور شراب پی

فلما سكروا تفاخروا وتناشدوا الاشعار وكان فيهم سعد بن ابي وقاص فانشد شعرا فيه هجاء الانصار فاخذ رجل
جب مست ہوئے اپنی اپنی شیخی کرنے لگے اور شعر پڑھنے شروع کئے اس جماعت میں سعد بن ابی وقاص بھی تھے انہوں نے انصار کی ہجو کی شعر پڑھنی شروع کی پھر ایک شخص

منهم لحي البعير فضرب به رأس سعد فشجه موضحة فانطلق سعد الى رسول الله عليه السلام فشكى اليه وكان
انہیں سے اونٹ کا جبڑا لیکر سعد کے سر پہ مارا کہ سر کھل گیا پھر سعد نے رسول اللہ صلی اللہ کے پاس آکر فریاد کی اور

عمر حاضرا فقال اللهم بين لنا في الخمر بيانا شافيا فنزل قوله تعالى يا ايها الذين آمنوا انما الخمر والميسر والانصاب
عمر اس وقت حاضر تھی دعا کی کہ الٰہی شراب کی شان صاف صاف کھولدی پس یہ آیت اتری ای ایمان والو یہ جو ہی شراب اور جوا اور بت
والازلام رجس من عمل الشيطان فاجتنبوه لعلكم تفلحون انما يريد الشيطان ان يوقع بينكم العداوة والبغضاء
اور پاسی گندی کام ہیں شیطان کی سو ان سی بچتی رہو تا کہ تمہارا بھلا ہو شیطان یہی چاہتا ہی کہ ڈالی تم میں دشمنی اور بیر
في الخمر والميسر ويصدكم عن ذكر الله وعن الصلوة فهل انتم منتهون فقال عمر انتهينا يا رب فدلت هذه الآية
شراب میں اور جوئی میں اور روکی تمکو اللہ کی یاد سی اور نماز سی سو اب تم باز آؤگی تب عمر نی کہا کی ہم باز آئی اس آیت سی
على تحريم الخمر قطعا من عشرة اوجه احدها انه تعالى قرنها بالميسر الذي هو القمار وهو حرام بالاتفاق وكذا ما
شراب کی قطعی حرمت دس وجہ سی معلوم ہوتی ہی ایک یہ کہ اللہ تعالی نی شراب کو میسر کی ساتھ ذکر کیا میسر جوا ہی اور وہ بالاتفاق حرام ہی اور ایسی ہی جو
قرن به والثاني انه تعالى قرنها بالانصاب وهي في الحرمة كذلك والثالث انه تعالى قرنها بالازلام وهي في الحرمة
چیز اسکی ساتھ ہووی اور دوسری یہ کہ اللہ تعالی نی اسکو انصاب کی ساتھ ملایا انصاب بھی حرمت میں ویسی ہی ہیں تیسری یہ کہ اللہ تعالی نی ازلام کی ساتھ متصل کیا وہ بھی حرمت میں
كذلك والرابع انه تعالى سماها رجسا وهو اسم للحرام النجس العين والخامس انه تعالى جعلها من عمل الشيطان نسبها
ویسی ہیں اور چوتھی یہ کہ اللہ تعالی نی اسکا نام رجس رکھا اور رجس حرام نجس العین کو کہتی ہیں اور پانچویں یہ کہ اللہ تعالی نی اسکو عمل شیطان کا قرار دیا اس نسبت کی
الى الشيطان نسبها الى الخبث والسادس انه تعالى امر باجتنابها والامر للوجوب فيلزم الاجتناب والسابع انه تعالى وعد
وجہ سی کہ شیطان سراسر محض بدی ہی اور چھٹی یہ کہ اللہ تعالی نی ہمکو اس سی کنارہ کرنیکا ارشاد کیا اور امر ماموربہ واجب ہوجاتا ہی تو کنارہ ضروری اور ساتویں یہ کہ اللہ تعالی نی
الفلاح على ذلك الاجتناب فالفلاح لا يحصل الا باجتناب المحرم والثامن انه تعالى قال انما يريد الشيطان ان يوقع
اس کنارہ کشی پر فلاح کا وعدہ فرمایا اور فلاح حرام سی کنارہ کشی بغیر حاصل نہیں ہوسکتی آٹھویں یہ کہ اللہ تعالی نی فرمایا شیطان یہ ہی چاہتا ہی کہ تمہاری درمیان میں
بينكم العداوة والبغضاء وما يؤدي الى ذلك فهو حرام والتاسع انه تعالى بين ان مراد الشيطان ان يصدهم
دشمنی اور بیر پیدا کردی اور جس سی دشمنی وغیرہ پیدا ہووی وہ حرام ہی نویں یہ کہ اللہ تعالی نی بیان کیا کہ شیطان کی یہ غرض ہی کہ یاد الٰہی
عن ذكر الله وعن الصلوة وذلك حرام والعاشر انه تعالى امر بالانتهاء عنها والانتهاء لا يجب الا عما هو حرام
اور نماز سی روکدی اور یہ سب حرام ہی دسویں یہ کہ اللہ تعالی نی فرمایا اس سی باز آؤ اور باز آنا اسی سی واجب ہوتا ہی جو حرام ہووی
فبهذه الوجوه حرم الخمر قطعا فتركوا شربها جميعا حتى روي عن انس انه قال كنت مع جماعة من الصحابة
ان وجوہات سی حرمت شراب کی قطعی ثابت ہوئی پھر سب نی اسکا پینا ترک کیا یہاں تک کہ انس سی روایت ہی کہ وہ کہتا ہی کہ میں صحابہ کی جماعت کی ساتھ
في دار ابي طلحة الانصاري وهم يشربون الخمر وانا ساقيهم اذ مر علينا رجل فقال ان الخمر قد حرمت فوالله
ابو طلحہ انصاری کی گھر میں تھا وہ لوگ شراب کا پی رہے تھا اور میں انکو پلاتا تھا ناگاہ وہاں ایک شخص آ کہا کہ شراب تو حرام ہوگئی سو خدا کی قسم
ما توقفوا وما سألوا عنها حتى قالوا اهرق ما في انائك يا انس فاهرقته وما عادوا فيها ابدا حتى لقوا الله تعالى وروي
وہ نہ رکی نہ کچھ پوچھا یہ ہی کہا انس جو تیری برتن میں ہی گرادی سو میں نی گرادی اور کسی نی کبھی نہ پی یہاں تک کہ مرگئی اور
عن علي انه قال لو وقعت قطرة منها في بئر فبنيت مكانها منارة لم اؤذن عليها ولو وقعت قطرة منها
علی سی روایت ہی کہ کہتی ہی کہ اگر شراب کی ایک بوند کوئی میں گرجاوی پھر کوئی کی جگہ مینار بناویں تو میں اوپر اذان نہ کہوں اور اگر شراب کی ایک بوند
في البحر ثم جفت فنبت فيه الكلاء لم ارعه ويروى عن عثمان انه قال اجتنبوا الخمر فانها ام الخبائث
دریا میں گرپڑی پھر وہ خشک ہوکر گھاس جم اوی تو میں نہ چراؤں اور عثمان رض سی روایت ہی کہ وہ کہتی ہی کنارہ کرو شراب سی کہ یہ تمام خبائث کی ماں ہی
فوالله لا يجتمع الايمان والخمر في قلب رجل الا يوشك ان يذهب احدهما بالاخر
قسم ہی اللہ کی کہ کسی شخص کی دل میں ایمان اور شراب دونوں جمع نہیں ہوتی مگر قریب ہی کہ ان میں سی کوئی ایک دوسری کو کھودی

یعنی ان شارب الخمر اذا سکر یجری علی لسانه کلمة الکفر فانه وان لم یعتبر ارتداده فی حال السکر لعدم القصد
مراد یہہ ہی کہ شرابی جب مست ہوتا ہی تو اوسکی زبان پر کلمہ کفر کا آجاتا ہی اب حالت مستی میں قصد اور اعتقاد نہوںی سی اگرچہ اوسکی ارتداد کا اعتبار نہیں ہی

والاعتقاد لکن یتعود لسانه ذلك ویخاف علیه عند الموت ان یجری علی لسانه کلمة الکفر ویخرج من الدنیا علی
پر اوسکی زبان کو یہہ ہی عادت پڑجاتی ہی اور یہہ خوف ہوتا ہی کہ قریب موت ہی اوسکی زبان سی کلمہ کفر کا نکلی اور دنیا سی کافر ہوکر جاوی -

الکفر لان اکثر ما ینزع الایمان من العبد عند الموت لیس الا بسبب ذنوبه التی یفعلها فی حیاته فیبقی فی النار
کیونکہ اکثر آدمی کا ایمان موت کی وقت جو کہو جاتا ہی سو صرف بسبب گناہوں کی جو زندگی بہر کرتا رہتا ہی پہر ہمیشہ کو دوزخ میں پڑا رہیگا

ابدا وقد روی ان اهل النار یساقون الی النار فاذا دنوا منها یستقبلهم الملئکة بمقامع من حدید فاذا
اور منقول ہی کہ دوزخیوں کو جب دوزخ کی طرف لیجاتی ہیں جب وہ نزدیک ہوجاتی ہیں تو سامنی سی فرشتی لوہی کی گرز لیکر آتی ہیں جب

دخلوها لا یبقی منهم عضو الا یلزمه عذاب اما حیة تنهشه واما عقرب تلسعه او نار تسفعه او ملك
وہ دوزخ میں داخل ہوجاتی ہیں تو اونکا کوئی ٹکڑا بدن کا باقی نہیں رہتا کہ عذاب ہو یا تو اوسکو سانپ ڈستا ہی یا بچھو ڈنک مارتا ہی یا آگ جلا کر کوئلا کردیتی ہی یا فرشتہ

یضربه بمقمع فاذا ضربه الملك ضربة یهوی فی النار مقدار اربعین عاما لا یبلغ قرارها وقعرها ثم یرفعه
گرز سی مارتا ہی جب اوسکی فرشتہ ایک چوٹ لگاتا ہی تو چالیس برس کی مسافت بر آگ کی اندر دہس جاتا ہی ابہی اوسکی تہہ کو نہیں پہونچتا کہ آگ کی لپٹ

اللهب فاذا بدء رأسه یضربه الملك ضربة اخری فیهوی فیها فیعذب فیها ما شاء الله تعالی ان یعذبوا ثم
پہر اوچہال دیتی ہی وہیں اوسکا سر نکلتا ہی کہ فرشتہ دوسری چوٹ لگاتا ہی پہر آگ میں اوتر جاتا ہی پہر ہمیشہ یہی عذاب ہوئی جاویگا جب تک مرضی الہی عذاب دینی کی ہوگی

یدعون خزنة جهنم قائلین لهم ادعوا ربکم یخفف عنا یوما من العذاب فلا یجیبونهم ثم یدعون مالکا فلا
پہر دوزخ کی نگہبانوں کو پکار کر یہہ کہینگی مانگو اپنی رب سی کہ ہم سی ہلکا کری ایکدن تہوڑا عذاب سو وہ کچہہ جواب نہ دینگی پہر وہ مالک کو پکارینگی وہ بہی

یجیبهم فیقولون قد دعونا الخزنة ودعونا المالك فلم یجیبونا هلموا فلنجزع فلا یغنی عنهم ثم یقولون هلموا
جواب نہ دیگا پہر کہینگی ہم نگہبانوں کو پکار چکی اور مالک کو پکار چکی سو کوئی جواب نہیں دیتا آؤ ہم بہت فریاد کریں سو کچہہ فائدہ نہوگا پہر کہینگی آؤ

فنصبر فیصبرون ولا یغنی عنهم فیقولون سواء علینا اجزعنا ام صبرنا ما لنا من محیص فهذا العذاب و
صبر کریں پہر صبر کرینگی اور کچہہ فائدہ نہوگا پہر کہینگی برابر ہی ہماری حق میں ہم بیقراری کریں یا صبر کریں ہمکو خلاصی نہیں پس یہہ عذاب

ان کان للکفار لکن المسلم اذا شرب الخمر یجری علی لسانه کلمة الکفر ویتعود لسانه ان یتکلم بکلمة الکفر
اگرچہ کفار کی لئی ہی لیکن مسلم ہی اگر شراب پیتا ہی تو اوسکی زبان سی کلمہ کفر کا نکلتا ہی اور اوسکی زبان کو عادت پڑجاتی ہی کہ کلمہ کفر کا بکا کری

فینزع عنه الایمان فیصیر من جملة الکفار فیبقی ابدا فی عذاب النار فینبغی للمؤمن ان یمتنع عن شربها و
سو اوسکا ایمان جاتا رہتا ہی اور کفار میں داخل ہوجاتا ہی پہر ہمیشہ کو دوزخ میں پڑا رہیگا اب مؤمن کو چاہئی کہ شراب پینی سی باز رہی اور

ینقطع عمن یشربها ویتفکر فی هول یوم القیمة فان من یتفکر فی هوله لا یمیل قلبه الی شربها والی صحبة من
شرابی کی پاس نہ بیٹہی اور قیامت کی ہول کا خیال رکہی کیونکہ جو شخص قیامت کی ہول کا خیال رکہتا ہی اوسکا دل نہ شراب پینی کو چاہی نہ شرابی کی صحبت کو

یشربها لکن لا بد من معرفة حقیقتها وهی التی من ماء العنب اذا غلا واشتد وقذف بالزبد واذا لم یقذف بالزبد
لیکن شراب کی حقیقت بہی دریافت کرنی چاہئی شراب وہ ہی جو انگور کی شیرہ کی ہوتی ہی جب خوب جوش کہا کر کف گرانی لگی اور جبتک کف نہ گرانی لگین

لا یصیر خمرا عند ابی حنیفة وعندهما اذا اشتد یصیر خمرا وان لم یقذف بالزبد واما المثلث فهو ما طبخ
امام ابو حنیفہ کی نزدیک خمر نہیں ہوتی اور صاحبین کی نزدیک جب خوب جوش کہاوی خمر ہوجاتی ہی اگرچہ کف نہ آوی اور مثلث وہ ہوتی ہی کہ انگور کا شیرہ

من عصیر العنب حتی ذهب ثلثاه وبقی ثلثه ثم غلا واشتد وصار مسکرا فعند محمد واکثر الفقهاء قلیله وکثیره
پکتی پکتی دو تہائی جل کر ایک تہائی رہ جاوی پہر خوب جوش کہا کر مسکر ہو جاوی سو امام محمد اور اکثر فقہاء کی نزدیک اوسمیں سی تہوڑی اور بہت

حرام وكذا كل ما هو مسكر من كل شراب سواء كان مما يتخذ من الحبوب كالحنطة والشعير والذرة او من الالبان
سب حرام ہی اور ایسی ہی ہر ایک شراب میں سی جو مسکر ہو برابر ہی کہ دانہ سی بنی ہو جیسی گیہوں اور جو اور جوار یا دودھ

والعسل والتين وعند ابي حنيفة وابي يوسف يحل شربه ما لم يسكر واذا سكر الشارب لا يحل شربه حتى قال ابو
اور سہد اور انجیر سی اور امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف کی نزدیک جب تک نشہ نہ لاوی پینا حلال ہی اور جب پینی والا مست کردی تو پینا حلال نہیں

الليث في التنبيه الشارب المطبوخ اعظم ذنبا واثما من شارب الخمر لان شارب الخمر مقر بانه شرب الخمر الحرام فيصير
اللیث تنبیہ میں کہتا ہی کہ مطبوخ کا پینی والا بڑا گنہگار ہی شراب پینی والی سی اسلئی کہ شراب پینی والا قائل ہی کہ میں شراب حرام پی، سو وہ فاسق

فاسقا وشارب المطبوخ يشرب المسكر ويراه حلالا وقد اجمع المسلمون على ان شرب المسكر حرام واذا استحل ما هو
ہوتا ہی اور مطبوخ پینی والا مسکر پیتا ہی اور حلال جانتا ہی اور مسلمان اسپر سب متفق ہیں کہ مسکر کا پینا حرام ہی اور جب حرام بالاجماع کو حلال سمجھی تو

حرام بالاجماع يصير كافرا وشرب المطبوخ ما لم يسكر انما يحل اذا لم يقصد به اللهو والطرب واما اذا قصد به اللهو و
کافر ہو جاتا ہی اور مطبوخ غیر مسکر کا پینا جبھی تک حلال ہی کہ اوس سی لہو اور طرب مقصود نہو اور اگر بہ نیت لہو اور

الطرب فلا يحل شربه حتى سئل عنه ابو حفص الكبير فقال لا يحل شربه فقيل له خالفت الشيخين فقال لا انهما
طرب کی پیوین تو حلال نہیں کہ یہاں تک کہ ابو حفص کبیر سی پوچھا تو کہا اوسکا پینا حلال نہیں ہی کسی نی کہا شیخین کی خلاف کہتی ہو جواب دیا نہیں اسلئی کہ وہ دونو

كانا يحلانه لاستمراء الطعام والناس في زماننا يشربونه للفجور والتلهي فعلم من هذا ان الخلاف فيما قصد به التقوي
ہضم طعام کی لئی حلال کہتی تہی اور اس زمانہ کی لوگ فجور اور لہو کی لئی پیتی ہیں اس سی معلوم ہوا کہ خلاف اوس صورت میں ہی کہ مقصود عبادت کی قوت ہو

على العبادة واما اذا قصد به التلهي فلا يحل اتفاقا بل اذا شرب الماء وغيره من المباحات بلهو وطرب على هيئة
اور اگر صرف لہو مقصود ہو تو اتفاقا حلال نہیں بلکہ اگر پانی وغیرہ مباحات لہو اور طرب سی فاسقوں کی وضع پر پیوی

الفسقة حرمت ايضا المجلس التاسع والسبعون في بيان حرمة الغلول ووجوب التقسيم بين
تو یہہ بہی حرام ہی اناسی مجلس میں بیان غنیمت کی چوری کی حرمت کا اور تقسیم واجب ہونیکا غانمین میں

الغانمين كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول ادوا الخياط والمخيط واياكم والغلول فانه عار على
رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم فرماتی تہی ادا کردیا کرو سوئی اور دہاگا اور بچو غنیمت کی چوری سی قیامت کی دن

اهله يوم القيمة هذا الحديث من حسان المصابيح رواه عبادة بن الصامت والمراد من الغلول الخيانة في
غلول کرنیوالوں پر بڑی شرم ہوگی یہہ حدیث مصابیح کی حسن حدیثوں میں ہی عبادة بن الصامت کی روایت سی اور مراد غلول سی غنیمت کی

الغنيمة والغنيمة ما اخذ من الكفار عنوة وهي لم تكن حلالا للامم السالفة لكن الله تعالى تفضل لهذه الامة فجعلها
خیانت ہی اور غنیمت وہ مال ہی جو غالب ہوکر کفار سی چہین لیں اور غنیمت پہلی امتوں کو حلال نہ تہی لیکن اللہ تعالی نی اس امت پر اپنا فضل کرکر انکو غنیمت

حلالا لهم حيث قال فكلوا مما غنمتم حلالا طيبا وحكمها بعد اخراجها الى دار الاسلام ان يجمع ما في ايدي الغزاة
حلال کردی ہی چنانچہ فرمایا ہی سو کہاؤ جو غنیمت لاؤ حلال ستہری اور غنیمت کا حکم جب دار الاسلام میں لی آدیں تو یہہ ہی کہ جو غازیوں کی پاس ہووی سب یکجا

حتى ما فضل من ماكلهم ومعالفهم سوى النفل وسياتي بيانه ثم يخرج منها الخمس لليتمى والمسكين وابن السبيل ثم
جمع کریں یہاں تک کہ جو کہانا کہ اور دواب کی گہاس سی بچ رہی مگر تنفیل یعنی عطاء زاید کی جسکا بیان اب آتا ہی پہر اوسمیں سی پانچواں حصہ واسطی یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کی

يقسم باقيها بين الغانمين فيعطى للراجل سهم وللفارس سهمان عند ابي حنيفة وعند غيره يعطى للفارس ثلثة
نکال کر پہر باقی غانمین میں یعنی لشکر پر بانٹ دیں اب امام ابو حنیفہ کی نزدیک پیادہ کو ایک حصہ اور سوار کو دوہرا حصہ اور سوای اوکی اور کہتی ہیں کہ سوار کو تہرہ حصہ ہی

اسهم وليس للامام على ما ذكر في فتاوى قاضيخان ان يقسم الغنائم في دار الحرب قبل اخراجها الى دار الاسلام الا
اور موافق مذکور فتاوی قاضیخان کی امام کو یہہ اختیار نہیں ہی کہ غنایم کو دار الحرب کی اندر دار الاسلام میں لانی سی پہلی تقسیم کردی مگر

ان یفتح بلدة من بلاد اهل الحرب ویقسم الغنائم فیها ثم یجوز قسمته لانه لما فتحها صارت تلك البقعة من
اگر کوئی شہر اہل حرب کی شہروں میں سی فتح کرکر اوسمیں غنایم تقسیم کردی تو اب تقسیم جائز ہی کیونکہ جب امام نی شہر فتح کرلیا تو وہ حکم دار الاسلام کی ہوگئی
دار الاسلام فیجوز قسمة الغنائم فیها هذا حکم الشرع فی الغنیمة لکن فی هذا الزمان قد ترك هذا الحکم
پہر اوسمیں قسمت غنایم کی جائز ہی غنیمت میں شرع کا تو یہہ حکم ہی لیکن اس زمانہ میں یہہ حکم چھوٹ جاکر ایسا ہوگیا ہی
وجعل کالشریعة المنسوخة حیث لا یقسم الغنائم بین الغانمین ولا تخرج خمسها لان العادة فی هذا الزمان
جیسی دین منسوخ کیونکہ نہ تو غنایم لشکر پر بٹتی ہیں اور نہ اوسمیں سی خمس نکلتا ہی کیونکہ اس زمانہ میں یہہ عادت ہی
ان العسکر اذا دخلوا دار الحرب وغلبوا علی الکفار ینتهبون اموالهم فیاخذ بعضهم شیئا کثیرا وبعضهم
کہ جب لشکر دار الحرب میں جاکر کفار پر غالب آتا ہی اور اون کا مال لوٹتی ہیں تو کوئی تو بہت کچہہ لیتا ہی اور کوئی تہوڑا
شیئا قلیلا وبعضهم لا یاخذ شیئا بل یبقی محروما ثم یتفرقون علی تلك الحالة بلا قسمة بینهم ولا اخراج الخمس
اور کسیکو کچہہ نہیں ملتا بلکہ محروم رہ جاتا ہی پہر ایسی ہی ادہر ادہر ہوجاتی ہیں اور اون میں قسمت نہیں ہوتی اور نہ خمس نکلتا ہی
فهذا هو الغلول الذی ورد من الشارع وعیدات شدیدة فی احادیث کثیرة منها ما روی عن ابی هریرة ان
اور یہہ ہی غلول ہی جسمیں شارع نی بہت حدیثوں میں سخت سخت وعید فرمائی ہیں ایک یہہ ہی جو ابو ہریرہ سی روایت ہی کہ
رجلا اهدی لرسول الله صلی الله علیه وسلم غلاما یقال له مدعم فبینما هو یحط رحلا لرسول الله صلی الله
ایک شخص نی غلام واسطی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدیہ بہیجا اسکا نام مدعم تہا جب وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کجاوہ اوتار رہا تہا
علیه وسلم اذ اصابه سهم من عدو فقتله فقال الناس هنیئا له الجنة فقال رسول الله علیه السلام کلا
ناگاہ دشمن کی طرف سی اوسکی تیر آ لگا اور اوسکو مار ڈالا سو لوگ بولی اسکو جنت مبارک ہو پہر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نی فرمایا ہرگز نہیں
والذی نفسی بیده ان الشملة التی اخذها یوم خیبر من المغانم لم یصبها المقاسم لتشتعل علیه نارا فلما
قسم ہی اوس ذات کی کہ میری جان اوسکی قبضہ میں ہی وہ کملی جو خیبر کی دن تقسیم سی پہلی غنیمت میں سی لیلی تہی آگ کا شعلہ ہو رہا ہی جب
سمع الناس ذلك فزعوا فجاء رجل بشراك او شراکین فقال اصبت هذا یوم خیبر فقال رسول الله صلی
یہہ لوگوں نی سنا تو کانپ اوٹہی پہر ایک شخص ایک تسمہ پاپوش کا یا دو تسمی لا یا عرض کیا یہہ خیبر کی دن میں نی لی تہی پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نی
الله علیه وسلم من نار شراك او شراکان من نار ومنها ما روی عن زید بن خالد ان رجلا من اصحاب النبی علیه السلام
فرمایا آگ کا ایک تسمہ ہی یا دو تسمی آگ کی ہیں اور اون حدیثوں میں سی ایک یہہ ہی جو زید بن خالد سی روایت ہی کہ ایک صحابی نی
توفی یوم خیبر فذکروا ذلك لرسول الله علیه السلام فقال صلوا علی صاحبکم فتغیر وجوه الناس فقال ان
خیبر کی روز وفات پائی سو یہہ خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سی بیان کی آپ نی فرمایا اپنی یار پر تم ہی نماز پڑہو یہہ سنکر لوگوں کی چہرہ بدل گئی پہر فرمایا
صاحبکم قد غل فی سبیل الله ففتشنا متاعه فوجدنا خرزا من خرز یهود لا یساوی درهمین ومنها ما روی
تمہاری یار نی غنیمت میں خیانت کی ہی سو ہمنی اوسکی اسباب میں ڈھونڈا تو ایک مہرہ یہود کی مہروں میں سی پایا دو درم کا بہی نہیں تہا اور ایک یہہ ہی
عن عبد الله بن عمرو انه علیه السلام کان اذا اصاب غنیمة امر بلالا فینادی فی الناس فیجمعون بغنائمهم فیخمسه
جو عبد اللہ بن عمرو سی روایت ہی کہ نبی علیہ السلام بوقت حصول غنیمت کی بلال کو فرمادیتی وہ لوگوں میں پکار دیتا وہ اپنی اپنی غنیمت لاکر جمع کردیتی پہر آپ خمس نکالکر
ویقسم فجاء رجل بعد ذلك بزمام من شعر فقال هذا فیما اصبناه من الغنیمة فقال النبی علیه السلام اسمعت
تقسیم کردیتی پہر ایک شخص بعد تقسیم کی ایک روز بالوں کی رسی لیکر آیا اور عرض کیا غنیمت میں سی یہہ لی تہی پس نبی علیہ السلام نی فرمایا کہ تو نی بلال کو
بلالا نادی ثلثا قال نعم قال فما منعك ان تجیء به فاعتذر فقال کن انت الذی تجیء به یوم القیمة فلن اقبل عنك
آواز دیتی سنا تہا عرض کیا ہاں فرمایا پہر تو کیوں نہ لایا اوسنی کچہہ عذر کیا پہر فرمایا تو ہی رکہہ قیامت کی روز لیکر آنا میں تجہسی نہیں لیتا

وانما امتنع النبی علیه السلام من اخذ الزمام لانه کان فیه لجمیع الغانمین شرکة وقد تفرقوا ولم یمکن ایصال
اور نبی علیہ السلام نے وہ رسی اسواسطی نہ لی کہ اوسمین تمام لشکر کی شرکت تہی وہ سب ادہر ادہر ہوگئی تہی اور ہر ایک کا
نصیب کل واحد منهم من ذلک الزمام الی صاحبه فترکه فی یده لیکون اثمه علیه لانه هو الغاصب
حصہ اوس رسی میں سی حصہ دار کو پہنچنا ناممکن نہیں تہا اور اوسہی کی پاس اسلئی رہنی دی کہ اوسکا گناہ اوسی پر رہی کیونکہ وہی غاصب تہا
فعلی هذا ما یاخذه غزاة زماننا من الغنائم بلا قسمة ولا اخراج الخمس لا یحل لاحد منهم ان یاکل منها لان
ان روایات کی موافق ہماری زمانہ کی غازی جو غنایم بلا قسمت لیلیتی ہیں اور خمس بہی نہیں نکالتی تو ذکو اوسمین سی کہانا حلال نہیں ہی کیونکہ
اخذهم لم یکن علی طریق الشرع ومع هذا نسمع کثیرا منهم یقولون لقد وصلنا من اهل الحرب مال هو حلال
ان کا قبضہ شرع کی موافق نہیں ہی تسپر سننی میں آتا ہی کہ اکثر یون کہتی ہیں ہمنی کفار کا ایسا حلال مال حاصل کیا ہی
لنا من المال الموروث من آبائنا وامهاتنا ولا یعرف هؤلاء المغرورون انهم اخذوه علی غیر طریق الشرع فلا یکون حلالا
کہ ویسا ماباپ کی میراث کا بہی نہیں ہوتا اور ان مغرور لوگون کو یہہ خبر نہیں ہی کہ انہوں نی خلاف شرع لیلیا ہی پہر حلال کیونکر ہوگا
اذ فیه حق الفریقین من المستحقین احدهما الیتیم والمسکین وابن السبیل لان الخمس حقهم وهو باق فیه والثانی
کیونکہ اسمین حق دونو فریق مستحق کا ہی ایک فریق تو یتیم اور مساکین اور مسافر ہیں اسلئی کہ خمس انہین کا حق ہی کہ وہ اوسمین باقی ہی اور دوسرا فریق
الغزاة الذین کانوا معهم لان الباقی بعد الخمس حقهم وهو باق فیه لم یقسم بینهم علی طریق الشرع فکیف یکون حلالا
وہ غازی ہیں جو اونکی ہمراہ تہی اسلئی کہ خمس نکالکر جو بچا اسمین اونکا ہی حق ہی وہ اوسمین باقی ہی کہ بطور شرع انمین تقسیم نہیں ہوا پہر حلال کیونکر ہوویگا
بل لو کان الماخوذ جاریة لا یجوز للآخذ علی هذا الوجه ان یتصرف فیها لکونها مشترکة مستحقة البعض ولو
بلکہ اسطرح کی لی ہوئی اگر لونڈی ہووی تو لینی والیکو اصلا تصرف جایز نہیں ہوگا۔ کیونکہ وہ مشترک ہی کچہہ اسکا حق ہی اگرچہ
بعد اخراج خمسها لبقاء حق باقی الغزاة فیها ولا خلاف ان الجاریة المشترکة یحرم وطئها علی جمیع الشرکاء ولا فرق
خمس نکل چکا ہو کیونکہ حق لشکر کا اسمین باقی رہتا ہی اور اسمین کسیکو خلاف نہیں ہی کہ مشترک لونڈی سی تمام شرکا کو وطی حرام ہی اور حرمت میں
فی الحرمة بین من قل نصیبه او کثر وقد اتفقوا علی ان احدا من الغانمین لا یجوز له ان یطأ جاریة من السبی قبل القسمة
اسکی کچہہ فرق نہیں ہوتا کہ حصہ تہوڑا ہو یا بہت اور اسپر سب متفق ہیں کہ لشکر میں سی کسیکو جایز نہیں ہی کہ قیدیون میں سی لونڈی کو قسمت سی پہلی وطی کری
واختلفوا فیما یجب علیه اذا وطئها فقال مالک یحد لانه زان وقال ابو حنیفة لا حد علیه بل علیه عقوبة
اور اسمین اختلاف ہی کہ واطی پر کیا لازم آتا ہی اگر وطی کری سو امام مالک کہتی ہیں حد آتی ہی کیونکہ وہ زانی ہی اور ابو حنیفہ کہتی ہیں اوسپر حد نہیں ہی بلکہ اوسپر عذاب ہی
وان حصل منها ولد فهو مملوک یرد الی الغنیمة فاذا کان الامر کذلک یخاف علی من یقتل الکافر لکفره
اور اگر بچہ جنی تو وہ غلام ہی غنیمت میں شامل کیا جاوی جب حال یہہ ہی تو خوف ہی اوسپر جو کافر کو کفر کی سبب قتل کرتا ہی ایسا نہو
ان یکفر هو بنفسه باستحلال الغنائم الغیر المقسومة والفروج المشترکة ثم یسری
کہ وہ آپ کافر ہو جاوی غنایم بلا تقسیم کو اور فروج مشترکہ کو حلال سمجہہ کر پہر یہہ فساد
هذا الفساد الی کل من یتملک منهم الجواری وغیرها وهذا داء عضال عسیر الزوال لان
آگی کو چلیگا جو جو شخص کہ لونڈیان وغیرہ اونسی خریدیگا یہہ بڑا سخت مرض ہی اسکا جانا دشوار ہی کیونکہ
اکثر الاجناد فی هذا الزمان نبذوا احکام الاسلام وراء ظهورهم کانهم
اس زمانہ کی اکثر لشکریون نی احکام اسلامی پس پشت ڈالدئی ہیں گویا کہ اونکو
لم یکلفوا بها فلا یبالون بما فعلوا فکیف یمکن العلاج بجمع ما فی ایدیهم من الغنائم
کچہہ حکم ہوا ہی نہیں سو جو کرتی ہیں اونکی کچہہ پروا نہیں ہی پہر اسکا کیا علاج کہ جو جو غنایم اونکی قبضہ میں ہی کہاں سی جمع کریں

وتقسيمه بينهم مع عدم انقيادهم الى الشرع فلما تعذر جمعها وتقسيمها بينهم صار ما في يد كل واحد منهم بمنزلة اللقطة
وکیونکر تقسیم کرے ان صورتوں میں کہ وہ تابع شرع کے نہیں ہیں پھر جب جمع کرنا اور انہیں تقسیم دشوار ہوئی تو جو جو انکے ہاتھ آیا ہی لقطہ کی طرح ہی
فمن كان فقيرا يجوز له ان يتصرف فيه ومن كان غنيا لا يجوز له ان يتصرف فيه بل يلزمه ان يتصدق
پھر جو شخص فقیر ہو تو اوسکو اوس میں تصرف جائز ہو اور جو غنی ہو اوسکو جائز نہیں ہی کہ اوس میں تصرف کرے بلکہ غنی کو لازم ہے کہ کسی فقیر پر خیرات کردے
به على فقير ثم ان اراد ان يتملكه من ذلك الفقير بالاستيهاب او بالشراء هذا اذا كان ما في يده ماخوذا من غير تنفيل
پھر اگر چاہے کہ اوس فقیر سے لیکر مالک ہو جاوے تو بطور ہبہ کے یا خرید کر سے اور یہ صورت میں ہے کہ جو اوسکے قبضہ میں ہے بغیر تنفیل لیا ہو
واما اذا كان اخذه بطريق التنفيل فهو له خاصة لا يشاركه فيه احد لكن لا يملكه الا بعد اخراجه الى دار الاسلام
اور جس صورت میں کہ بطور تنفیل یعنی انعام کے لیا ہو تو وہ خاص اوسکی ملک ہے اوس میں کوئی شریک نہیں ہے لیکن اوسکا مالک نہیں ہوتا جب تک دار الاسلام میں نہ لاوے
حتى لو قال الامام او امير العسكر من اصاب جارية فهي له فاصاب احد من الغزاة جارية واستبرأها لا يحل له
یہاں تک کہ اگر امام یا سالار لشکر نے حکم دیا کہ جسکی لونڈی ہاتھ آوے وہ اوسی کی ہے پھر کسی غازی کو لونڈی ہاتھ آ جاوے اور حیض سے رحم پاک بھی کر لیا تو بھی صحبت
وطؤها ولا بيعها قبل اخراجها الى دار الاسلام والمراد من التنفيل التحريض على القتال باعطاء شيء زائد على سهم الغنيمة
حلال نہیں اور نہ اوسکی بیع جب تک دار الاسلام میں نہ لاوے اور مراد تنفیل سے لڑائی کی رغبت دلانی ہے کچھ حصہ غنیمت سے زائد دیکر
وهو مندوب لقوله تعالى يا ايها النبي حرض المؤمنين على القتال فينبغي للامام او لامير العسكر ان ينفل بان يقول
اور رغبت دلانی مستحب ہے دلیل اس آیت کی ای نبی رغبت دلا مسلمانوں کو لڑائی کی سو امام کو یا سالار لشکر کو چاہیے کہ عطا زائد دیوے اسطرح کہے
من قتل قتيلا فله سلبه او يقول لسرية ما اصبتم فهو لكم او ربعه او ثلثه او نحو ذلك ولا ينفل بكل الماخوذ
جس نے مارا کسی کافر کو تو اسی کا ہے سامان اوسکا یا چھوٹی لشکر کو حکم دے کہ لوٹ سب تمہاری ہے یا اوسکا چوتھائی یا تہائی یا مانند اسکی اور تمام لوٹ کو نفل نکردے
لانه ابطال حق الكل وان فعل ذلك مع سرية يجوز اذ قد يكون المصلحة فيه كذا ذكر في الهداية وذكر في شرح المجمع
کیونکہ اس میں سبکا حق تلف ہوتا ہے اگر ایسا حکم سریہ کو دے تو جائز ہے اسلئے کہ بعض وقت اسی میں مصلحت ہوتی ہے ہدایہ میں ایسا ہی مذکور ہے اور شرح مجمع میں مذکور ہے
ان الامام لا ينفل بكل الماخوذ اذ فيه ابطال القسمة المشروعة في الغنيمة وذكر في السير الكبير ان الامام اذا قال للعسكر
کہ امام تمام لوٹ کو نفل نکردے کیونکہ اس میں قسمت جو غنیمت میں مشروع ہے باطل ہوتی ہے اور سیر الکبیر میں مذکور ہے کہ امام اگر تمام لشکر کو حکم دیدے کہ
جميعا ما اصبتم فهو لكم بعد الخمس لا يجوز لان المقصود من التنفيل التحريض على القتال وانما يحصل ذلك بتخصيص
لوٹ تمہاری ہے خمس نکالکر تو جائز نہیں ہے اسلئے کہ غرض تنفیل سے لڑائی پر ابھارنا ہوتا ہے یہ جب ہوتی ہے کہ کسی کسی کو خاص کر
البعض بشيء وفي التعميم ابطال تفضيل الفارس على الراجل وكذا اذا قال ما اصبتم فهو لكم ولم يقل بعد الخمس ففيه
کچھ مقرر کردے اور تعمیم میں سوار کی فضیلت جو پیادہ پر ہے باطل ہوتی ہے اور ایسا ہی جائز نہیں اگر حکم دے کہ لوٹ سب تمہاری اور بعد خمس نہ کہے اسلئے کہ
ابطال الخمس الذي اوجبه الله تعالى في الغنيمة فعلى هذا ما ذكر في فتاوى قاضيخان ان الامام اذا قال من اصاب شيئا
خمس جو اللہ تعالی نے غنیمت میں واجب کیا ہے باطل ہوتا ہے اس بیان کی بنا پر جو فتاوی قاضیخان میں مذکور ہے کہ امام حکم دیدے کہ جسکو جو شی ہاتھ لگی
فهو له فاصاب واحد منهم شيئا في دار الحرب يكون له خاصة ولا يخمس فيه الخمس ولا يشاركه فيه غيره وان
وہ اوسی کی ہے پھر کسیکو کوئی شی دار الحرب میں ہاتھ آگئی تو خاص اوسی کی ہو جاوے گی اور اسمیں خمس واجب نہیں اور نہ کوئی اوسمیں شریک ہے اور اگر
مات في دار الحرب بما اصابه يكون ميراثا عنه وكذا ما ذكر في منية المفتي ان الامام اذا قال من اصاب شيئا فهو له
دار الحرب میں وہ مرجاوے تو وہ شی اوسکی میراث ہو جاویگی اور ایسا ہی جو کہ منیۃ المفتی میں مذکور ہے کہ امام اگر حکم دیدے جسکو جو شی ہاتھ آوے وہ اوسی کا ہی
يدخل الامام في التنفيل ينبغي ان يحمل على كون قول الامام مقولا لسرية لا لكل العسكر لئلا يلزم منه المخالفة لما ذكر
تو امام بھی تنفیل میں داخل ہوتا ہے سو دونوں روایت قاضیخان اور منیۃ المفتی کی چاہیے کہ محمول اس حال پر ہوں کہ امام نے یہ حکم سریہ کو دیا تمام لشکر کو نہیں تاکہ مطابق ہو ساتھ اس کے جو

الكبير

الكتب ولا يظن جواز التنفيل العام وأما دخول الامام في التنفيل فلان هاله معهم لا لكون التنفيل عاما وانما لم يصرحا
ہوجاوی اور یہہ گمان ہووی کہ تنفیل عام جایز ہی اور امام تنفیل میں اسلیے داخل ہوتا ہی کہ اونکی ساتہہ جاتا ہی اسلیے نہیں کہ تنفیل عام ہوتی ہی اور دونوں تصریح نکی
به واكتفيا بالاطلاق لاعتمادهما على ظهور الامر وشهرته نظرا الى قانون الفقه وبناء على قاعدة الاصول من ان
اور مطلق پر اکتفا کر لیا اسلیے کہ دونوں کو سہہ اعتماد تہا کیونکہ قانون فقہ اور قاعدہ اصول کی یہہ ظاہر اور مشہور ہی کہ دو جملوں سی محکم بات مراد ہوتی ہی
المحتمل يحمل على المحكم والحاصل ان من اخذ شيئا في دار الحرب بغير التنفيل لا يكون له بل يكون غنيمة يجب فيها الخمس
اور حاصل یہہ ہی کہ جسنی کوئی چیز دار الحرب میں بلا تنفیل لوٹی تو وہ اوسکی نہوگی بلکہ غنیمت ہوویگی اوسمیں خمس واجب ہوگا
على ما ذكر في فتاوى قاضيخان ان سرية اذا خرجوا بغير تنفيل الامام او خرجوا لطلب العلف فما اصابوا يكون غنيمة يجب فيها
موافق روایت فتاوی قاضیخان کی کہ سریہ اگر بغیر تنفیل امام کی لڑائی کو جاوی یا گہاس وغیرہ کی تلاش میں جاوی تو جو اونکی ہاتہہ آویگا غنیمت ہووبگا اوسمیں
الخمس ولا يختص بها السرية وكذا لو قتلوا كافرا يكون سلبه غنيمة ولا يختص به القاتل وذكر فيها ايضا ان الغازي اذا اخذ
خمس واجب ہی اور سریہ کی اوسمیں کچہہ خصوصیت نہیں ہی اور ایسی ہی اگر کافر کو قتل کریں تو اوسکا اسباب غنیمت ہوگا اوس ہی قاتل کو کچہہ خصوصیت نہیں اور اسی میں یہہ بہی مذکور ہی
في دار الحرب شيئا من المباحات التي لا تكون في يد احد ان كان له قيمة كالطير والسمك والخشب والكنز يكون ذلك
کہ غازی اگر دار الحرب میں کوئی ایسی چیز مباحات میں سی لیوی جو کسیکی نہیں ہوتی اگر اوسکی کچہہ قیمت ہی جیسی پرند یا مچہلی یا لکڑی یا خزانہ تو یہہ سب
الشيء غنيمة يجب فيها الخمس وان لم يكن له قيمة فهو لمن اخذه ولا خمس فيه لانه بمنزلة الماء والكلاء ثم ذكر فيها
غنیمت ہوگی اوسمین خمس واجب ہی اور اگر اوسکی کچہہ قیمت نہیں تو اوس لینے والی کی ہی اوسمیں خمس نہیں ہی کیونکہ پانی اور گہاس کی برابر ہی پہر یہہ بہی
ايضا ان الغازي اذا ذبح غنم الغنيمة او بقرها للاكل عند الحاجة ترد جلدها الى الغنيمة لان الجلد ليس بماكول ولا
اوسہی میں مذکور ہی کہ غازی اگر غنیمت کی بکری یا گائی کہانی کی لیے حاجت کی وقت ذبح کر ڈالی تو اوسکا چمڑا غنیمت میں شامل کردی کیونکہ چمڑا کہانی کی چیز ہی اور نہ
من العلف وذكر في الهداية ان المسلمين اذا خرجوا من دار الحرب لا يجوز لهم ان يعلفوا دوابهم من الغنيمة ولا ان
گہاس ہی اور ہدایہ میں مذکور ہی کہ مسلمان جب دار الحرب سی باہر نکل آویں تو اونکو جایز نہیں کہ اپنی جانوروں کو غنیمت میں سی چارہ دیویں یا آپ
ياكلوا منها لان الضرورة قد ارتفعت والاباحة باعتبارها ومن فضل معه علف او طعام رده الى الغنيمة قبل القسمة
اوسمیں سی کہاویں کیونکہ ضرورت کا وقت گذر گیا اور اباحت ضرورت کی واسطی تہی اور جسکی پاس گہاس یا کہانا بچا رہ گیا تو قسمت سی پہلی غنیمت میں شامل کردی
وان انتفع به رد قيمته الى المغنم وبعد القسمة ان كان غنيا تصدق به وان انتفع به تصدق بقيمته وان كان
اور اگر اوسکو برت لیا تو اوسکی قیمت غنیمت میں شامل کردی اور قسمت کی بعد اگر غنی ہی تو خیرات کردی اور اگر اوس سی نفع اوٹہا دی تو اوسکی قیمت خیرات کردی اور اگر
من المحاويج انتفع به لانه صار في حكم اللقطة لتعذر الرد على الغانمين فاذا كان الحكم في الغنيمة كذلك مع ان
محتاج ہی تو برت لی کیونکہ اسکا حکم ایسی چیز کا سا ہی اب غانمین پر تقسیم کرنا دشوار ہی اور جب غنیمت میں یہہ حکم ہی باوجودیکہ
للغانمين فيها حقا لكونهم شركاء فيها فما ظنك في مكاسب الظلم من الغصب والغارات التي شاعت في بلاد الاسلام
غانمین کا اوسمیں حق ہوتا ہی کیونکہ اوسمیں سب شریک ہیں پہر تیرا کیا خیال ہی ظلم کی کمائی میں غصب اور لوٹ سی جو ان دنوں بلاد اسلام میں پہیل رہی ہی
في هذه الايام لا سيما عند تحصيل بيت المال وان الذين نصبوا لتحصيله ياخذون اموال الناس ظلما في البنادر و
خاص کر بروقت تحصیل بیت المال کی بیشک جو لوگ اوسکی تحصیل پر منصب ہوتی ہیں وہ لوگوں کا مال ظلم سی بندروں میں اور
الاسواق وغيرها باسم العشر والزكوة ويشددون على اصحابها تشديدا عظيما وقد كان النبي عليه السلام اذا بعث
بازاروں وغیرہ میں عشر اور زکوۃ کی بہانہ چہین لیتی ہیں اور مالکوں پر بڑی ہی سختی کرتی ہیں اور نبی علیہ السلام کا یہہ حال تہا کہ جب
من اصحابه احدا لبعض امره يقول بشروا ولا تنفروا ويسروا ولا تعسروا اي بشروا الناس بالاجر على الطاعات وانواع الخيرات
کسی اصحاب کو کسی کام کو بہیجتی تو فرمادیتی خوشخبری دو مت گہبرا دینا آسانی کرنا تنگ نکرنا یعنی لوگوں کو طاعات اور انواع خیرات پر ثواب کا مژدہ سنانا

التی من جملتها اعطاء ما یجب علیهم من العشر والزکوة ولا تقنطهم من رحمة الله تعالی عند ارتکابهم المنکرات و
کہ جیسے ادا عشر اور زکوة واجب ہی واخل ہی ثواب کی بشارت دینا اور اونکو رحمت الٰہی سی مایوس نکرنا اگر ادنسی کچہہ عمل بد ہو جاوی

مباشرتهم للمحرمات بل رغبهم الی التوبة والطاعات وطیبوا انفسهم بقبولها وسهلوا علیهم الامور باخذ ما یجب علیهم
اور حرام فعل کر بیٹہیں بلکہ اونکو توبہ اور عبادات پر رغبت دلانا اور اونکی دل ایسی باتوں پر خوش کرنا اور اونپر آسانی رکہنا اونکی واجبات

من العشر والخراج وزکوة السوائم واموال التجارة بسهولة ولطف ولا تشددوا علیهم باخذ ما لا یجب علیهم او باخذ اکثر
عشر اور خراج اور چارپایہ چرندہ اور تجارت کی مال کی زکوة لینی میں سہولت اور لطف برتنا اور ونپر سختی نکرنا کہ جو اونپر واجب نہیں ہی وہ لیا کرو یا واجب

مما یجب علیهم اذ روی انه علیه السلام قال لا یدخل الجنة صاحب مکس وفی حدیث اخر انه علیه السلام قال صاحب
سی زیادہ لیا کرو اسلئی کہ روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا جنت میں نہیں جاویگا صاحب مکس اور ایک اور حدیث میں ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا صاحب

المکس فی النار قال البغوی اراد بصاحب المکس من یاخذ من التجار مکسا باسم العشر اذا مروا علیهم وقال الحافظ و
مکس دوزخ میں ہی بغوی کہتا ہی کہ صاحب مکس سی مراد وہ شخص ہی جو سوداگروں سی عشر کا نام رکہہ کر محصول لیتا ہی جب اونکی پاس کو گذریں اور حافظ کہتا ہی اور

اما الان فانهم یاخذون مکسا باسم العشر ومکوسا اخر لیس لها اسم بل کل ما یاخذونه حرام وسحت وقد قال الله تعالی
اب تو وہ لوگ ہیں کہ ایک محصول تو عشر کی نام لیتی ہیں اور کتنی اور خراج لیتی ہیں کہ انکا کچہہ بہی نام نہیں ہی بلکہ جو وہ لیتی ہیں سب حرام اور نہایت مردار ہی اور کہا اللہ تعالی نی

ویل للمطففین الذین فاذا کان حال المطفف هکذا مع ان اخذه شیء قلیل من راس الکیل والوزن فماذا یکون
خرابی ہی گہٹانی والوں کی جب حال کم تولنی والی کا یہہ ہی حالانکہ وہ کیل یا وزن میں سی تہوڑا سا رکہہ لیتا ہی پہر اون لوگوں کا کیا حال ہوگا

حال الملتزمین الذین یاخذون اموال الناس بلا کیل ولا وزن ویقولون هو حق السلطان او حق فلان ویخرجون
جو خواہ مخواہ مال لوگوں کا لیتی ہیں نہ ناپیں اور نہ تولیں اور سوال کرتی ہیں یہہ سلطان کا حق ہی یا فلانی کا حق ہی اور ایمان سی باہر

عن الایمان اذ قد ذکر فی کثیر من کتب الفتاوی ان من قال لبیت المال هذا مال السلطان یکفر فکیف لغیره بل انهم
ہو جاتی ہیں اسلئی کہ اکثر فتاووں میں مذکور ہی کہ جو شخص بیت المال کو کہی یہہ سلطان کا مال ہی وہ کافر ہو جاتا ہی پہر کیونکر نہو جب اور کا بتاوی

یخونون فی بیت المال ایضا وقد روی انه علیه السلام بین فی هذا الحدیث ان یتصرفون فیه بغیر امر الله تعالی
بلکہ وہ لوگ بیت المال میں بہی خیانت کرتی ہیں اور روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نی اس حدیث میں بیان فرمایا جو لوگ بیت المال میں راہ نکالتی ہیں اور اوسمیں بی حکم

ورسوله فلهم النار یوم القیمة فان بیت المال علی ما ذکر فی البزازیة وغیرها اربعة انواع الاول الصدقات وما
خدا اور رسول کی تصرف کرتی ہیں سو اونکی لئی دیات کی دن آگ ہی کیونکہ بیت المال موافق بیان بزازیہ وغیرہ کی چار قسم کی ہیں اول تو صدقات اور جو

فی معناها کالعشر فیصرف الی المصارف التی ذکرت فی قوله تعالی انما الصدقت للفقراء والمسکین والعاملین علیها والمؤلفة
اسکی مثل ہی جیسی عشر سو خرچ ہوگا ان مصارف پر جو اس آیت میں مذکور ہیں زکوة حق ہی مفلسوں کا اور محتاجوں کا اور اوس کام پر جانیوالوں کا اور

قلوبهم وفی الرقاب والغارمین وفی سبیل الله وابن السبیل فهم ثمانیة اصناف لکن سقط منهم مؤلفة القلوب وبقی
جنکا دل پرچانا ہی اور گردن چہڑانی میں اور جو تاوان بہریں اور اللہ کی راہ میں اور راہ کی مسافر کو بس یہہ آٹہہ قسم کی لوگ ہیں پر انمیں سی مؤلفة القلوب اب باقی نہیں رہی اور

سبعة اصناف وهم الفقراء والمسکین والعاملون والمکاتبون والمدیونون ومنقطع الغزاة وابناء السبیل والثانی
یہہ سات قسم باقی رہیں فقیر اور مسکین اور اوگاہی کرنیوالی اور مکاتب غلام اور قرضدار لوگ اور مفلس غازی اور مسافر اور دوسرا

خمس الغنائم والمعادن والرکاز فیصرف الی ما ذکر فی قوله تعالی واعلموا انما غنمتم من شیء فان لله خمسه وللرسول
بیت المال غنیمتوں کا خمس اور کہان کی چیزوں اور دفینہ اسکا مصرف اس آیت میں مذکور ہی اور جان رکہو کہ جو غنیمت لاؤ کچہہ چیز سو اللہ کی واسطی اوسمیں سی پانچواں حصہ

ولذی القربی والیتمی والمسکین وابن السبیل وهم ستة اصناف لکن ذکر الله تعالی للتبرک وسهم الرسول وذوی القربی
اور قرابت والی کی اور یتیم کی اور محتاج کی اور مسافر کی یہہ چہہ قسم کی لوگ ہیں لیکن اللہ کا نام تو برکت کی واسطی ہی اور حصہ رسول کا اور ذوی القربی کا

ساقط فيعطى ثلثة اصناف وهم اليتمى والمساكين وابن السبيل الا ان فقراء ذوي القربى يدخلون فيهم
بعض ہی سے تین قسم والوں کو ہیں یعنی یتیم اور مساکین اور مسافر ساتھ اسکے کہ ذوی القربیٰ میں سے فقرا اسمیں داخل
ويقدمون عليهم دون اغنيائهم والثاني ما يوجد من خراج الارض وجزية الرؤس وما اهدى الى الامام
اور وہ سب پر مقدم ہیں غنی لوگ داخل نہیں ہیں اور دوسرا قسم وہ مال ہے جو زمینوں کا محصول حاصل ہو اور جزیہ آدمیوں کے سروں کا اور امام کو جو اہل حرب ہدیہ
من اهل الحرب وما اخذه العاشر من اهل الذمة والمستامن تجار فيصرف الى مصالح المسلمين من سد الثغور
دیویں اور جو کہ عاشر ذمی اور مستامن تاجروں سے لیوے سو سب مسلمانوں کی مصالح میں خرچ کیا جاوے گا یعنی رخنہ سرحد کی کا روکنا
وعمارة الرباطات والجسور وحفر انهار العامة وارزاق العلماء النافعين والقضاة العادلين والغزاة
و خانقاہوں کی تعمیر اور پل بنانی اور عام نہریں کھودنی اور علماء نافع رساں اور عادل قاضیوں کی اور غازیوں
والمحتسبين والثالث اللقطة وتركة الميت الذي لا وارث له فيصرف الى معالجة المرضى وادويتهم واطعمتهم
اور محتسبوں کی تنخواہ اور تیسرا قسم پڑا پایا ہوا مال اور لاوارث میت کا ترکہ یہ خرچ ہوگا بیماروں کی علاج اور ادویات اور کھانے میں
واكفان الموتى ونفقة اللقيط ومن هو عاجز عن الكسب فعلى الامام ان ينظر في هذه الاموال ويضعها مواضعها
اور مردوں کی کفنوں میں اور لاوارث بچوں اور کمانی سے عاجزوں کی نفقہ میں سو امام کو لازم ہے کہ ان تمام مالوں کو غور کر کر لگ لگ ٹھکانی سے رکھی
فان الشارع قدر لها المصارف وجعل لكل مال نوعا فان تعدى فيه وصرفه الى شهواته ولذاته يكون من
کیونکہ شارع انکا مصرف مقرر کر چکا ہے اور ہر ایک مال کی لیے حق دار ٹھہرا دیا ہے سو جو کوئی اسمیں تعدی کرکے اپنی ہوا و ہوس ولذت میں صرف کرڈالی
الخاسرين لانه تعالى لم يوله على المسلمين ليكون رئيسا اكالا شاربا مستريحا لينصر الدين ويدفع فساد المفسدين
وہ ٹوٹی والا ہے کیونکہ اسکو اللہ تعالی نے والی مسلمانوں کا اسلئے نہیں کیا کہ سردار ہو کر کھاوی پیوی چین اڑاوی بلکہ اسلئے کہ دین کی مدد اور مفسدوں کا فساد دفع کری
وينظر الى العلماء والفقراء وسائر المستحقين ويرتب مراتبهم ويعطيهم كفايتهم من بيت المال الذي هو امانة
اور علماء اور فقراء اور تمام حق داروں پر متوجہ رہے اور انکی مراتب میں فرق کری اور انکو بقدر کفایت بیت المال سے جو اسکے پاس امانت ہے عطا کیا کرے
عنده ليس له فيه الا كواحد منهم اذ قد ذكر في التجنيس ان الواجب على الائمة والسلاطين والولاة ان يصرفوا هذه
اور امام کا اسمیں ویسا ہی حق ہے جتنا کسی ایک کا اونمیں سے اسواسطے کہ تجنیس میں مذکور ہے کہ اماموں اور سلاطین اور والیوں پر یہ واجب ہے کہ یہ حقوق
الحقوق الى اربابها ولا يحبسوها عنهم وان قصروا فيه فوباله عليهم يسئلون عنه يوم القيامة وذكر في المجمع
حق داروں کو پہنچا دیں ویسی روک نہ رکھیں اور اگر اسمیں کچھ قصور کریں تو اسکا وبال انکی اوپر ہے قیامت کی دن انکی پوچھ ہوگی اور شرح مجمع میں مذکور ہے
ان الواجب على الامراء ان يجعلوا لكل نوع من تلك الاموال بيتا على حدة ويصرفوا كلا منها الى مصرفه ولو اختلط واحد منها لانهم
کہ امرا پر یہ واجب ہے کہ ہر قسم کی بیت المال کی لیے مکان جدا جدا بنائیں اور ہر قسم کی خرچ کو اوسکی مصرف پر خرچ کریں اور اگر ملا دیں
الكرماني فهم اذا خلطوها وصرفوها الى غير المصارف ولم يراعوها يكونون من الظالمين قال الزيلعي وعلى الامام ان
قدر کفایت سے زیادہ لیں یا اوسکو ملا جلا کر کے بیمحل صرف کر دیں اور رعایت نکریں تو وہ ظالم ہونگے اور زیلعی کہتا ہے اور امام کو لازم ہے
يجعل لكل نوع من هذه الانواع بيتا يخصه ولا يخلط بعضه ببعض لان لكل نوع حكما يختص به وان لم يكن في بعضها
کہ ہر ہر قسم کی خزانہ کی واسطے خاص خاص مکان تیار کرے اور ایک کو دوسرے میں نہ ملاوے کیونکہ ہر خزانہ کا جدا خاص حکم ہے اور اگر اتفاقا کسی ایک خزانہ میں
شيء فللامام ان يستقرض عليه من النوع الآخر ويصرفه الى اهل ذلك النوع فاذا حصل من ذلك النوع شيء يرده
کچھ نہ رہے تو امام کو اختیار ہے کہ اوس خزانہ پر دوسری خزانہ سے قرض لیکر مصروف خزانہ کی حقداروں پر صرف کردے پھر جب اوس خزانہ میں مال آجاوی تو ادا کرا
الى المستقرض منه الا ان يكون المصروف من الصدقات او من خمس الغنائم على اهل الخراج وهم فقراء فانه لا يرد فيه
خزانہ مستقرض منہ میں ادا کردے مگر اوس صورت میں کہ مصروف صدقات سے یا خمس غنائم سے اہل خراج پر ہووے اور وہ لوگ فقیر ہوں

شيئا لانهم يستحقون بالفقر وكذا في غيره اذا صرفه الى المستحق ويجب على الامام ان يتقي الله تعالى ويصرف الى
اسواسطى كہ فقر كى جہت سى وہ حق دار ہين اور ايسى ہى اور خزانہ مين اگر حق دار پر خرچ ہوا ہو اور امام پر واجب ہى كہ اللہ سى ڈرى اور ہر ہر مستحق كو
كل مستحق قدر حاجته من غير زيادة وان قصر في ذلك كان الله تعالى عليه حسيبا وذكر في المحيط ان الامام ان
بقدر حاجت ديا كرى زيادہ نہ ديوى اور اگر اسمين قصور كريگا تو اللہ اسپر حساب لينى والا ہى اور محيط مين مذكور ہى كہ امام اگر بيت المال
استقرض على مال بيت الصدقات من بيت مال الخراج وصرفه الى الفقراء لا يصير قرضا عليهم لان الخراج له حكم
صدقات پر بيت المال خراج سى قرض ليكر فقراء پر صرف كردى تو قرض نہين ہوتا اسليى كہ خراج كو حكم
الفيء والغنيمة وللفقراء فيه حظ وانما لا يعطى لهم لاستغنائهم بالصدقات فاذا احتاجوا اليه يصرف اليهم وعلى الامام
فى اور غنيمت كا ہى اور فقراء كا اسمين حصہ ہوتا ہى اور انكو ديتى اسلى نہين كہ صدقات كى جہت سى مستغنى ہوتى ہين جب انكو ادہر احتياج ہوئى تو ديا جاتا اور امام كو
ان يتقي الله في صرف هذه الاموال الى مصارفها وفي ايصال هذه الحقوق الى اربابها على ما يرى من تفضيل وتسوية
لازم ہى كہ اللہ سى ڈرى ان اموال كو اسكى حق داروں پر صرف كرى اور يہ حقوق حق داروں كو پہنچا دى جيسا ٹھيك سمجھى كم و زيادہ يا برابر برابر
من غير ان يميل في ذلك الى الهوى ولا يحبسها عنهم ولا يجعل لهم الا قدر ما يكفيهم ويكفي اعوانهم بالمعروف وان قصر
اسمين خواہش كى طرف دارى نكرى اور اوسكو حق داروں سى روك نركھى اور انكا اتنا ہى مقرر كرى جو انكو اور انكى مددگاروں كو دستور كى موافق كفايت كرجاى اور اگر
في ذلك وتعدى عليهم كان الله عليه حسيبا فقد ظهر من هذا ان السلطان ليس ما في يده من بيت المال ملكا له بل
اسمين قصور كرى يا بيشى كى تو اللہ تعالى اوسپر حساب لينى والا ہى اس سى معلوم ہوا كہ جو سلطان كى قبضہ مين ہوتا ہى خزانہ بيت المال كا اوسكى ملك نہين ہوتا بلكہ
هو امانة عنده يجب عليه ان يصرفه الى مصارفه لكن لما كان هو ايضا من المصارف جاز له ان ياخذ من مال الخراج
اوسكى پاس امانت ہوتا ہى اوسپر واجب ہى كہ اوسكو مصارف مقررہ پر خرچ كرى ليكن چونكہ سلطان بھى مصارف مين داخل ہى تو اوسكو جائز ہى كہ خراج كى مال مين سى بقدر
قدر كفايته فقط لا غير ولو اخذ اكثر من قدر كفايته وصرفه الى مماليك اصطفاها وزينها بانواع الملابس المحرمة
بقدر كفايت ليلى زيادہ نہين اور اگر قدر كفايت سى زيادہ ليكر اپنى محبوب غلامون پر صرف كرى اور انكو اچھى اچھى كپڑى جو پہننى حرام ہين پہنا وى اكر
وافتخر بقيامها بين يديه يكون من الخائنين وقد روي انه عليه السلام قال من سره ان يتمثل له الرجال قياما
عزت كى واسطى سامنى كہڑا ركہى خيانت والون مين ہى اور روايت ہى كہ نبى عليه السلام نى فرمايا جسكو پسند آوى كہ اوسكى آگى آدمى تصوير كى طرح كہڑى رہين
فليتبوأ مقعده من النار ثم ينبغي ان يعلم ان من له عطاء من بيت المال ان كان من المصارف يحل له ان يصرفه
تو اپنا ٹھكانا دوزخ مين كرلى پھر جان ركھو كہ جسكى لى بيت المال مين سى روزينہ مقرر ہو اگر وہ شخص مصارف مين داخل ہى تو اوسكو جائز ہى كہ اپنى كام مين لاوى
الى مصالحه وان لم يكن من المصارف لا يحل له ان يصرفه الى مصالحه بل يلزمه ان يتصدق به الى الفقراء واذا
اور اگر مصارف مين نہين ہى تو اوسكو جائز نہين ہى كہ وہ روزينہ اپنى كام مين لگاوى بلكہ اوسكو لازم ہى كہ فقراء كو خيرات ديدى اور اگر
مات لا يورث عنه بل يصير محلولا فللسلطان او نائبه ان يفرقه فيمن كان من المصارف وان فرقه فيمن
چھوڑ مر گيا تو وہ وراثت مين نہين آويگا بلكہ فقراء كو حلال ہوگا سو سلطان يا اوسكى نائب كو لازم ہى كہ اوسكى جگہ ايسى كو مقرر كردى جو مصارف مين داخل ہو اور اگر اتفاقا
ليس من المصارف يجب عليه ان يخرجه ويفرقه فيمن هو من المصارف وان لم يفعل يكون اثما بوجهين كما ذكر في البزازية
ايسى كو مقرر كردى جو مصارف مين نہين ہى تو اوسپر واجب ہى كہ اوسكو موقوف كرى اور ايسى كو مقرر كرى جو مصارف مين داخل ہو اور اگر نہين كريگا تو دو وجہ سى گنہگار ہوگا چنانچہ بزازيہ مين مذكور ہى
ان من له عطاء في الديوان ان مات عن ابنين فاصطلحا ان يكتب في الديوان اسم احدهما وياخذ العطاء ولا يكون
كہ جسكى لى روزينہ كچہرى مين مقرر ہووى اگر وہ دو بيٹى چھوڑ كر مر جاوى تو وہ دونو صلح كرلين كہ دفتر مين ايك كى نام پر لكہا رہى وہ ہى روزينہ ليا كرى اور
للآخر شيء من العطاء ويبذل له من كان له العطاء مالا معلوما فالصلح باطل ويرد بدل الصلح والعطاء للذي جعله الامام
دوسرا روزينہ سى محروم اور وہ روزينہ لينى والا كچھ مال معين اوسكو ديديا كرى تو يہ صلح باطل ہى اور بدل صلح كا يعنى وہ مال ہٹاديا جاويگا اور وہ روزينہ اسى كا ہى

العطاء

العطاء له لان الاستحقاق للعطاء باثبات الامام لا يدخل فيه برضى الغير وجعله غير ان السلطان ان منع المستحق
جسکی ہی امام تجویز کری اسلئی کہ حقیت دوسری کی امام کی تجویز پر ہی کسیکی رضامندی اور تقرر کرنیکو اسمین کچھہ دخل نہیں ہی سوا اسکی کہ سلطان اگر مستحق کو موقوف
يعرف الظلم مرتين في قضية واحدة حرمان المستحق واثبات غير المستحق مقامه يسر الله علينا موافقة الرضا
کردی تو ایک مقدمہ مین دوہرا گناہ ہوگا مستحق کا محروم کرنا اور غیر مستحق کا اوسکی جگہ قایم کرنا الہی عمل مطابق اپنی رضامندی کی ہمپر آسان کر

المجلس الثمانون في بيان ظهور الفتن وما يخالف الشرع وكيف يعمل حينئذ

اسی مجلس میں ، بیان فتنوں اور مخالف شرع کی ظہور کا کہ اوسوقت کسطور عمل کیا جاوی

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم بادروا بالاعمال فتنا كقطع الليل المظلم يصبح الرجل مؤمنا ويمسي كافرا ويمسي مؤمنا ويصبح
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نی فرمایا جلدی کرلو اعمال فتنوں سی پہلی جیسی ٹکڑی اندھیری رات کی صبح کو شخص مؤمن ہوگا اور شام کو کافر یا شام کو مؤمن ہوگا اور صبح کو
كافرا يبيع دينه بعرض من الدنيا هذا الحديث من صحاح المصابيح رواه ابو هريرة فانه عليه السلام اشار فيه الى
کافر اپنا دین بعوض سامان دنیا کی بیچیگا یہہ حدیث مصابیح کی صحیح حدیثوں میں سی ہی ابوہریرہ کی روایت سی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نی اشارہ فرمایا طرف
ظهور الفتن المتكاثرة المتراكمة كتراكم ظلام الليل المظلم لا يعرف احد طريق الخلاص منها وامر بالمسارعة الى الاعمال
ظہور بہت فتنوں کی تہ بتہ جیسی اندھیرا تاریک شب کا تہ بتہ ہوتا ہی کہ کسیکو رستہ مخلصی کا معلوم نہیں ہوگا اور فرمایا جلدی اعمال صالحہ کی فتنہ
الصالحة قبل مجيئها اذ عند مجيئها يشتد الامر ولا يقدر احد فيها على الاشتغال بالاعمال الصالحة بل يصبح الرجل
پیدا ہونی سی پہلی اسلئی امر فرمایا کہ جب فتنہ پیدا ہوجاینگا تو بڑی مشکل پڑیگی اور نیک عمل کرنیکی کسیکو طاقت نرہیگی بلکہ آدمی صبح کو
مؤمنا ويمسي كافرا ويمسي مؤمنا ويصبح كافرا وسبب وقوع المسلم في الكفر عند ظهور الفتن يحتمل ان يكون بوقوع
مؤمن ہوگا تو شام کو کافر یا شام کو مؤمن تو صبح کو کافر اور فتنوں کی ظہور پر مسلمان کفر میں شاید کہ اسلئی مبتلا ہونگی کہ اونمیں لڑائیان
القتال بينهم فيستحل كل واحد منهم دم الاخر وماله فيكفر كل واحد منهم باستحلال دم الاخر وماله ويحتمل ان يكون
ہونگی سو ہر ایک طرفین سی ایک دوسری کا خون اور مال حلال سمجھیگا سو ہر ایک دوسری کا خون اور مال حلال سمجھ کر کافر ہوویگا اور شاید کہ اس سبب سی کہ
بوقوع الاختلاف بينهم فيغلب الكفار على بلادهم فيدعونهم الى دينهم فيرتد بعضهم لطلب الجاه والمال منهم
آپسمیں مخالف ہوجاوین سو کفار اونکی ملک پر غالب ہوجاوینگی پھر وہ اپنی دین کی دعوت کرینگی پھر کوئی مرتبہ جاہ اور مال کی ہوس میں مرتد ہوجاویگا
كما اشير اليه في اخر الحديث حيث قيل يبيع دينه بعرض من الدنيا فان العرض بفتح الراء متاع الدنيا وحطامها
چنانچہ آخر حدیث میں یہہ ہی اشارہ ہی چنانچہ فرمایا کہ اپنا دین بعوض سامان دنیا کی بیچیگا یہ کہ عرض را کی زبر کی دنیا کی سامان اور بعض کہتی ہین
ويحتمل ان يكون بغلبة الظلم والفساد عليهم فلا يراعون الشرع في الحكومات بل يخرجون منه الى انواع الظلم و
اور شاید کہ بسبب کثرت ظلم اور فساد کی کہ فیصلون مین شرع کی رعایت نہیں کرینگی بلکہ شرع سی نکل کر قسم قسم کی ظلم اور
السياسات ويسفكون الدماء ويأخذون الاموال بغير حق ويعتقدون انهم على الحق في ارتكابهم تلك الاثام
سیاست میں مبتلا ہونگی اور خون ریزی کرینگی اور ناحق لوگون کی مال چھین لینگی اور اپنی تئیں ان گناہون کی عمل کرنی مین حق پر سمجھینگی
ولا يدرون انهم بذلك الاعتقاد يخرجون من الاسلام وربما يصلبون السارق ويقتلونه باعتقاد جواز
اور یہہ نہیں سمجھینگی کہ ہم اس اعتقاد مین اسلام سی باہر ہوی اور بعضی دفعہ چور کو سولی دینگی اور قتل کر ڈالینگی اس اعتقاد سی کہ چور کو
صلبه وقتله فيكفرون بذلك الاعتقاد لان حد السارق ليس صلبه وقتله بل حده قطع يده لقوله تعالى
سولی دینا اور قتل کرنا جایز ہی سو اسی اعتقاد سی کافر ہوجاوینگی اسلئی کہ چور کی حد سولی اور قتل نہیں ہی بلکہ اوسکی حد ہاتھ کاٹنا ہی بدلیل اس آیت کی
السارق والسارقة فاقطعوا ايديهما وربما يغضب ملكهم على واحد منهم فيامرهم بقتله من غير سبب يوجب قتله
اور جو کوئی چور ہو مرد یا عورت تو کاٹ ڈالو اونکی ہاتھ اور بعضی دفعہ بادشاہ کسی پر غصہ کیا کر اوسکی قتل کا حکم دیتا ہی اور کوئی وجہ اوسکی قتل کی نہیں ہوتی

فيقتلونه باعتقاد كون امره حقا واجبا عليهم فيكفرون بذلك الاعتقاد اذ لا طاعة للمخلوق في معصية
سو وہ لوگ اوسکو قتل کرتے ہیں یہہ سمجھکر کہ حکم بادشاہ کا حق ہی ہمپر واجب ہی سو اسی اعتقاد سے کافر ہو جاتے ہیں اسلئے کہ خدا کی
الخالق على ما ورد في الحديث فان قيل مجرد الامر من السلطان بلا تهديد ولا وعيد اكراه فاذا كان اكراها فهل
کی طاعت نہیں ہی چنانچہ حدیث میں ہی اگر کوئی کہی صرف حکم بادشاہ کا بغیر دہمکی اور وعید کی اکراہ ہوتا ہی پہر جب اکراہ ہوا تو آیا
يرخص لهم قتله فالجواب ان قتل المسلم بغير حق لا يحل لضرورة ما على ما ذكر في اكراه شرح الهداية ان من اكره بقتل على
اونکو اوسکی قتل کی اجازت ہی تو جواب یہہ ہی کہ ناحق قتل مسلم کا کسی ضرورت میں بہہ حلال نہیں ہی سو اون بیان ہدایہ کی باب اکراہ میں اگر کسیکو قتل سی
قتل غيره بغير حق لا يسعه ان يقدم عليه بل يصبر حتى يقتل فان قتله يكون اثما لان قتل المسلم بغير حق مما
اکراہ کیا کسیکی ناحق قتل پر تو اوسکو گنجایش نہیں ہی کہ اسپر جسارت کری بلکہ صبر کری یہاں تک کہ جان دی اور اگر اوسکو قتل کریگا تو گنہگار ہوگا اسلئی کہ ناحق
لا يستباح لضرورة ما فكذا بالاكراه وذكر في الاصول ان دليل الرخصة خوف الهلاك والقاتل والمقتول
قتل مسلم کا کسی ضرورت میں بہہ مباح نہیں ہی ایسی ہی اکراہ ہی اور اصول میں مذکور ہی کہ رخصت کی دلیل خوف ہلاک کا ہی اور قاتل و مقتول آپس میں
فيه سواء فاذا استويا لا يحل للفاعل قتل غيره لتخليص نفسه لان الله تعالى عظم امر قتل المسلم حيث قال و
دونوں برابر ہیں پہر جب دونوں برابر ہوئی تو فاعل کو غیر کا قتل اپنی جان بچانی کو جائز نہیں ہی اسواسطی کہ اسہ تعالی نی قتل مسلم کو بڑا ہی گناہ ٹہرایا ہی چنانچہ فرمایا اور
من يقتل مؤمنا متعمدا فجزاؤه جهنم خالدا فيها فاذا كان كذلك ينبغي ان يعلم ان كثيرا من ولاة زماننا وقضاة
جو کوئی مار ڈالی مسلمان کو قصد کرکر تو اوسکی سزا دوزخ ہی پڑا رہی اوسمیں جب یہہ ٹہرا تو سمجہنا چاہیئی کہ ہماری زمانہ کی اکثر والیوں نی اور ہماری عہد کی اکثر قاضیوں نی
عصرنا قد هجروا الشرع المحمدي واخذوا طريقا غير مرضي وسموه عرفا وشاع بينهم العمل به حتى كاد ان رفض الشرع
شرع محمدی کو چہوڑ دیا ہی اور راستہ ناپسندیدہ لیا اور اوسکا نام عرف رکہا ہی اور سب اوسی پر عمل کرتی ہیں ۔ یہاں تک کہ اب یہہ حال ہی کہ شرع بالکل ترک
به لانهم كانوا لا يفصلون قضية بمحض الشرع بلا لحاظ العرف لكنهم كانوا يفصلون قضايا كثيرة بمحض العرف بلا لحاظ
ہو جاوی کیونکہ وہ کوئی مقدمہ صرف شرع سی بدون عرف کی لحاظ کی فیصلہ نہیں کرتی لیکن بہتیری قضیہ صرف عرف سی بدون لحاظ شرع کی فیصلہ کرتی ہیں
الشرع ويعتقدون ان بمحض الشرع لا يتم النظام ولا يستقيم حال الانام ويقولون ذلك جهرا ولا يعدونه نكرا فانظر
اور یہہ سمجہی ہیں کہ نری شرع کی نظام پورا نہیں ہوتا اور خلقت کا حال درست نہیں رہتا اور یہہ بات علی الاعلان کہتی ہیں اور کچہ برا نہیں جانتی اب سوچ تو
ايها المنصف هل لهذا القول ولهذا الاعتقاد محمل غير القول بنسخ الشريعة المحمدية بما ابتدعوه بآرائهم الفاسدة من
ای منصف آیا کچہہ اس قول اور اس اعتقاد کی یہی معنی ہیں بجز اسکی کہ شریعت محمدی کو بسبب سیاست اور تعزیات سخت کی جو اپنی فاسد عقلوں سی نکال کر
السياسات الشنيعة والتعذيبات الشديدة وما حملهم على ذلك الاعتقاد وما جراهم على ذلك الفساد الا ما يرونه من
ٹہری کی ہیں منسوخ کہتی ہیں اور اونکا یہہ اعتقاد اور یہہ جرأت اس فساد پر اسلئی ہوتی ہی کہ دیکہتی ہیں
ظهور السارق والقاتل احيانا بتهديداتهم البليغة وتشديداتهم الاليمة ثم قد يظهر السارق والقاتل احيانا بتهديداتهم
کہ بعضی دفعہ چور اور قاتل اونکی غایت درجہ کی دہمکیوں اور سخت گیریسی ہاتہ آجاتی ہیں ان سچ کبہی چور اور قاتل تو اونکی دہمکی
وتشديداتهم لكن الى ان يظهر ظالم واحد يظلم خلقا كثيرا في انفسهم واعراضهم بل يهلك بعضهم بانواع العقوبات
اور سختی سی پیدا ہو جاتا ہی پر جب تک ایک ظالم ہاتہ لگی اتنی بہتیری خلقت کی جان اور آبرو پر ظلم گذر جاتا ہی بلکہ بعضی لوگ طرح طرح کی عقوبت
واصناف التعذيبات ويتعطل اعضاء بعضهم وما اخذ اموالهم واهلاكها فلا يعدونها شيئا بل يبيحونها ويستحلونها
اور قسم قسم کی عذاب میں ہلاک اور بعضوں کی اعضاء بیکار ہو جاتی ہیں اور اموال لینا یا تلف کر دینا یہہ تو کچہ شمار ہی نہیں ہی بلکہ یہہ تو مباح اور حلال جانتی ہیں
فاذا كان السعي في رفع ظلم ظالم واحد متضمنا لمظالم كثيرة غير منحصرة فتفكر ايها العاقل هل يليق مثلها
پہر جب ایک ظالم کا ظلم دفع کرنی کی سعی میں بہت سی ظلم غیر منحصر عمل میں آئیں اب تفکر کی بات ہی ای عاقل کیا اہل ایمان کو ایسا ہی عمل لائق ہی

لاهل الایمان وهل یجوز فعلها فی دار الایمان وتحقق ان الشارع لم یترك تلك القاعدة الا لعدم تحمل اسرار
اور دار الایمان میں اس کا کام کہاں جائز ہی اور ثابت ہی کہ شارع نے یہہ قاعدہ سب چھوڑا ہی کہ اسکو حکمت کی تراز و میں جو تول لیا ہی

الحکمة وظهور غلبة مضارها علی منفعتها فان الحکیم لا یحکم له الا بما فیه المنفعة العامة الشاملة او بما
و اسکا نقصان بہ نسبت فائدہ کی زیادہ معلوم ہو گیا ہی کیونکہ حکیم وہی حکم دیتا ہی جسمیں منفعت عام اور شامل ہو یا جسمیں فائدہ

تغلب منفعته علی مضرته لا بما یغلب مضرته علی منفعته الا تری ان الخمر والمیسر کیف حرمهما الله تعالی فی
نقصان سی زیادہ ہو وہ حکم نہیں دیتا جسکی مضرت منفعت سی زیادہ ہو جیسا کہ معلوم ہی کہ شراب اور جوئی کو اللہ تعالی نی قرآن میں

القرآن بعد ما نص فیه نفعهما حیث قال یسئلونك عن الخمر والمیسر قل فیهما اثم کبیر ومنافع للناس واثمهما اکبر من نفعهما
کیسی حرام کیا بعد اسکی کہ ان کی فائدہ بھی کہہ چکا چنانچہ فرمایا تجھسی پوچھتی ہیں حکم شراب اور جوئی کا تو کہہ انمیں گناہ بڑا ہی اور فائدہ بھی ہیں لوگوں کو اور انکا

لان جانب النفع اذا غلب علیه جانب الضرر یلغی جانب الضرر فان اهل العرف فی هذا الزمان کثیرا ما ظلموا اهل بلدة و
کیونکہ نفع کی جانب جب ضرر کی جانب غالب ہو جاتی تو ضرر کی جانب کا لحاظ ہو جاتا ہی بیشک اہل عرف اس زمانہ میں کثرت ظلم کی واسطی شہر شہر اور

اهل قریة بانواع الظلم بسبب ظالم واحد ومع هذا لا یظفرون بذلك الظالم فیکون مظالمهم اشد بالف مرتبة
گاؤں کی گاؤں ہر قسم کی اکثر ظلم کر ڈالتی ہیں ایک ظالم کی سبب اور باوجود اسکی بھی وہ ظالم ہاتھ نہیں آتا اسکا ظلم اوس ظالم کی ظلم سی ہزار گونہ ہو جاتا ہی

من ظلم ذلك الظالم مع بقاء ظلمه فکیف یسلم لاکمل من یقصد احراق حسیس تحت جلال بزعم فوق الجدار
اور وہ کا وہ باقی رہتا ہی انکی مثال ایسی ہی جیسی کوئی کپاس حلانی کا ارادہ کری جو کھیت کی اندر دبکا ہی مگر دیس کھیت کی مدد کو بڑھ دی

وسط مزرعة فیحرق الزرع واما الحسیس الذی قصد احراقه فربما لم یحترق وربما لا یحترق فلعمر الله لیس هذا
درمیان کھیت پہنک جاوی اور وہ کپاس جسکا جلانا منظور تہا کبھی جلجا تا ہی اور بعضی دفعہ قایم رہتا ہی سو اللہ کی قسم ہی کہ یہہ

من الاصلاح بل هو من الافساد فلو کان فی هذا العرف خیر لکان القرون التی یستعمل هذا العرف فیها خیرا من
انتظام نہیں ہی بلکہ فساد ہی اگر اس عرف میں کچھہ خوبی ہوتی تو بیشک یہہ زمانہ جسمیں عرف جاری رہا ہی ان عہدوں سی

القرون التی لم یستعمل فیها هذا العرف کقرون النبی علیه السلام والخلفاء الراشدین والتابعین ولا شك ان خیر
جنمیں یہہ عرف نہیں برتا گیا بہتر ہوتا جیسی عہد نبی علیہ السلام کا اور عہد خلفاء راشدین کا اور تابعین کا اور نہیں شک ہی کہ

القرون قرن النبی علیه السلام ثم الذین یلونهم ثم الذین یلونهم ثم یفشو الکذب والفساد الی قرننا الذی هو شر
سب سی بہتر زمانہ نبی علیہ السلام کا ہی پہر انکا جو انسی متصل ہیں پہر انکا جو انسی متصل ہیں پہر جھوٹ اور فساد پہیل گیا ہماری زمانہ تک جو سب سی بدتری

القرون یشهد بذلك الاحادیث المشهورة بل المتواترة ولو بالقدر المشترك فانهم تلك القرون لکونها قرون
مشہور حدیثیں بلکہ متواتر اسکی گواہ ہیں اگرچہ بقدر مشترک متواتر ہوں سو اگر کوئی کہی وہی زمانہ چونکہ رشد

الرشد والصلاح وعهود الصدق والعدل کان الامر فیهم یسهل له الشرع ولا یحتاج الی صعوبة العرف واما هذه
اور صلاح کی اور عہد صدق اور فلاح کی تھی تو انتظام شرع کی سہولت سی ہو جاتا تہا عرف کی سختی کی حاجت نہیں ہوتی تہی اور یہہ

القرون فلما کان الغالب فیها الفسق والفساد والکذب والعناد اضطر العقلاء الی اجراء العرف الشدید لما راوا
زمانہ انمیں فسق اور فساد اور جھوٹ اور عناد جو غالب ہو گیا ہی تو عقلا لاچار ہو کر یہہ عرف سخت جاری کیا کیونکہ دیکھی تہی

من عدم ارتجار اهلها بالشرع الشدید فالجواب ان هذا السؤال لا یسع له مورد بعد ما حقق فی اجراء العرف من
کہ اس زمانہ کی لوگ صرف شرع محکم سی باز نہیں آتی سو جواب یہہ ہی کہ اس سوال کا ٹھکانا نہیں ہی جب عرف کی جاری کرنی میں مفاسد

المفاسد ومنافی الشرع من کفایته فی جمیع الاعصار لجمیع المقاصد ثم ان ما ذکر من کون القرون السابقة قرون
ثابت ہی اور شرع کی کفایت تمام عہدوں میں تمام مطالب کی لیے تسلیم کرلی پہر وہ جو مذکور ہوا کہ وہ زمانی رشد

من شر والصلاح وهذه القرون قرون الفسق والفساد ليس الا بركة اجراء الشريف في تلك القرون وشامة احداث
اور صلاح کی تہی اور یہہ زمانہ فسق اور فساد کا ہی تو یہہ نہیں ہی مگر بسبب برکت اجراء شرع شریف کی اوس عہد مین اور بسبب نحوست پیدا کرنی
العرف الخبيث في هذه القرون اذ في هذه القرون كثر اولاد الزنا بسبب اكراه اهل العرف اهل كل بلدة واهل كل قرية
ملی عرف کی اس عہد مین کیونکہ اس زمانہ مین حرام کی اولاد بہت ہوگئی ہی اسلئی کہ اہل عرف ہر ایک شہر پر اور ہر ایک گانو پر
في كل سنة بل في كل شهر مرارا على الحلف بالطلاق في انواع القضايا فيلزم الحنث بالضرورة وبهذا السبب كثر
سال بسال بلکہ ماہ بماہ کئی کئی بار زور اور ظلم سی ہر ایک قضیہ مین طلاق کی قسمین دلاتی ہین پہر قسم کا ٹوٹنا بالضرور لازم آجاتا ہی اس سبب سی
اولاد الزنا في هذا الزمان واشتغلوا بالتزويرات والتلبيسات وانواع الفساد اذ لا يصدر من الذوات الخبيثة
اس زمانہ مین حرام کی اولاد بہت ہوگئی اور مکر اور فریب اور طرح طرح کی فساد کرنی لگی کیونکہ بدذات آدمی سی سوا بدذاتی کی
الا الاعمال الخبيثة فان قيل العقوبة المتجاوزة عما عينه الشرع قد صدرت عن السلف وذكر في الكتب المعتبرة
اور کیا ہوتا ہی پہر اگر کوئی کہی کہ ایسی عقوبت جو شرع کی حد مین سی بڑہ جاوی بیشک سلف سی بہی عمل مین آئی ہی اور معتبر کتابون مین مذکور ہی
انها محمولة على السياسة فلم لا يجوز ان يكون العرف المذكور محمولا على السياسة ايضا فالجواب ان السياسة على
کہ وہ عقوبت سیاست پر محمول ہی کیون نہین جایز کہ یہہ عرف مذکور بہی سیاست پر محمول ہووی سو اسکا جواب یہہ ہی کہ سیاست
ما ذكر في معين الحكام نوعان احدهما ظالمة والاخرى عادلة اما الظالمة فالشرع يحرمها ويحكم بعدم جوازها
موافق مضمون معین الحکام کی دو قسم کی ہی ایک تو ظالمہ ہی اور دوسری عادلہ ظالمہ کو تو شرع نی حرام اور مطلق ناجایز کہا ہی
والعرف المذكور عينها وبسببها ينفتح ابواب المظالم الشنيعة ويوخذ الاموال ويسفك الدماء بغير الشريعة واما
اور یہہ عرف مذکور بعینہ وہی ہی اور اسی کی سبب سی ظلم شنیع کی دروازی کہل جاتی ہین اور مال چہنتی ہین اور خلاف شرع خونریزی ہوتی ہی اور رہی
العادلة فالشرع يوجب المصير اليها والاعتماد عليها وهي ما ذكر في العناية تغليظ جناية لها حكم شرعي حسما لمادة
عادلہ تو شرع سی اوسکی طرف توجہ اور اوسپر اعتبار کرنا واجب ہی اور وہ ہی سیاست عادلہ وہ ہی جو کتاب عنایہ مین مذکور ہی خطا بحکم شرعی سی فساد کی جڑ
الفساد وقيل هي الشريعة مغلظة وبسببها يخرج الحق من الظالم ويندفع كثير من المظالم ويرتدع اهل الفساد من
کاٹنی کی واسطی تنگ پکڑنا اور کوئی کہتا ہی کہ وہ یہہ شریعت بہاری ہی اور اوسکی سبب سی حق ظالم کی قبضہ سی نکل آتا ہی اور اور بہت مظالم بند ہوجاتی ہین اور مفسد لوگ
الفساد وباهمالها يضيع الحقوق ويتعطل الحدود فلا بد من اعتبارها لكن بعد معرفة طريق اجرائها لئلا يتجاوز
فساد کرنا چہوڑ دیتی ہین اگر اسکو چہوڑ دیجی تو حقوق تلف ہوتی ہین اور حدود بیکار سو اسکا اعتبار ضرور ہی لیکن پہلی اوسکی اجرا کو سمجہ لینا چاہئی تاکہ اوس سی بڑہ کر
منها الى غيرها اذ لا يمكن رفع الفساد من وجه الارض الا بعقوبة المتهمين بالاجرام المشهورين بها بعقوبات الشرع
اور کچہہ نہ کر بیٹہی اسواسطی کہ روی زمین سی فساد دور نہین ہوسکتا جبتک مفسدون کو عقوبت شرعی نہو جنکی نام پر جرم لگی ہوئی ہین اور اوس باب مین
بقدر تهمتهم وشهرتهم بها اما بالحبس كما ذكر في حدود فتاوى قاضيخان ان من يتهم بالقتل والسرقة وضرب الناس يحبس
مشہور ہین جسقدر اونپر تہمت اور جتنا اونکا شہرہ ہو یا تو قید کرکر چنانچہ حدود فتاوی قاضی خان مین ہی کہ جنکی نام پر خون اور چوری اور ایذارسانی لوگون کی تہمت ہو تو
ويخلد في السجن الى ان يظهر توبته وذكر في باب الحبس من قضاء الخلاصة والبزازية ان الدعار وهم الذين يقصدون ابلاء
اوسکو قید کرین اور قید خانہ مین اتنی پڑا رکہین کہ وہ توبہ کری اور خلاصہ کی قضا کی باب الحبس مین اور بزازیہ مین مذکور ہی کہ دعار یعنی وہ لوگ جو لوگون کا مال اور
اموال الناس وانفسهم يحبسون حتى يعرف توبتهم بظهور شعار الصالحين في سيماهم او بالضرب كما ذكر في اكراه البزازية
جان تلف کیا چاہتی ہین قید کئی جاوین جبتک کہ اونکی توبہ معلوم ہو کہ اونکی چہرون پر انوار صلحا کی سی نشان ہو جاوین یا مار مار کر چنانچہ بزازیہ کی اکراہ مین مذکور ہی
ان حسن بن زياد سئل عن المتهم بالسرقة ايحل ضربه حتى يقر قال ما لم يقطع اللحم ولو يظهر العظم يعني ان ضربه
کہ حسن بن زیاد سی پوچہا گیا چور کو چوری کی تہمت مین مارنا جایز ہی تاکہ اقرار کری کہا جبتک کہ گوشت نہ کٹین اور ہڈی نہ نکل آوی مراد یہہ کہ ایسا

يقتضي ان لا يخرج عن صفة ضرب الحدود ولا يتجاوز تقدير عقوبات الشرع بل يضرب ضرب تعزير لا ضرب حد او
که یه تو وضع سے مخالف ہو جاوے کوئی درجه عقوبات شرعی کی نه بلکه تعزیر کی مار مارے حد کی مار نه مارے
بالقتل كما ذكر في بستان الزاهدين ان عطاء بن حمزة سئل عن قتل الاعونة السعاة والظلمة في ايام الفترة فقال يباح
قتل کر کر جیسا که بستان میں مذکور ہے که عطاء بن حمزه سے پوچھا که ایام فترة میں اعوان و ظالموں کی جو ساعی ہوں ان کو قتل کرنا کیسا ہے فرمایا جائز ہے
قتلهم لانهم ساعون في الارض بالفساد فقيل له انهم ممتنعون عن السعي في ذلك الايام وهم متوارون قال ذلك امتناع
ان کا قتل کیونکه وه ملک میں فساد کر کے دوڑتے ہیں کسی نے کہا اب تو وه اس عمل سے باز ہیں اور چھپ گئے ہیں کہا یه تو باز رہنا ہے
ضرورة ولو ردوا لعادوا لما نهوا عنه وكذلك قال الامام السيد ابو شجاع وزاد بيان قال بهاء فاستحسنه قال لا رض
ضرورت سے حال ہے اگر پھر وه ہی کریں جاوے تو منع سو رہا اور یہی امام سید ابو شجاع نے کہا ہے اور زیاده کہا که اونکی قاتل کو ثواب ہوگا کیسی که کہا
شرط الاسلام الشفقة على الخلق والفرح بفرحهم والحزن بحزنهم وهم على عكس ذلك وذكر في كراهية الزاهدية انه كان
کیسا ہوگا کہا اسلئے که اسلام کی شرط ہی که خلق پر شفقت کری اور اونکی خوشی سے خوش ہو اور اونکی غم سے غمگین اور وه لوگ اسکی برخلاف ہیں اور زاهدیه کی کراہیه میں مذکور ہے
يفتي بكفرهم واختيار المشايخ ان لا يفتى بكفرهم وجواز القتل لا يدل على الكفر قال الله تعالى انما جزاء الذين يحاربون
که اونکی کفر پر فتوی تها اور مشایخ کا مختار یه ہی که کفر پر فتوی نه دیوں اور قتل جائز ہونے سے کفر ثابت نہوا الله تعالی فرماتا ہی سوا اسکے سزا نہیں جو لوگ لڑائی کرتے ہیں
الله ورسوله ويسعون في الارض فسادا ان يقتلوا والاعونة من المحاربين الله ورسوله وذكر في باب السعاية من
الله سے اور اسکی رسول سے اور دوڑتے ہیں ملک میں فساد کرنیکو که اونکو قتل کریں یا سولی چڑهاوی اور مددگار ہیں الله اور رسول سے لڑنیوالوں میں اور باب سعایه میں
جنايات الزاهدية ان المشايخ لفساد الملك بسبب السعاة افتوا بان قتل الاعونة والسعاة في ايام الفترة جائز ولقد
جنایات زاهدیه سے مذکور ہی که مشایخ نے اسلئے که ساعی کی ملک میں فساد ہوں کیا تها فتوی دیا تها که قتل ساعی کی مددگار کا زمانه فترة میں جائز ہی اور قسم ہی
تكون في مثل ذلك الزمان اشد ضررا فيلحقون بالذين يحاربون الله ورسوله ويسعون في الارض فسادا فعلى هذا
کیونکه اوسی ایسی زمانه میں بڑا ضرر ہوویگا پهر وه اون لوگوں میں مل جاوینگی جو الله و رسول سے لڑتی ہیں اور ملک میں فساد کرتی پهرتی ہیں پس اس بنا پر
يجوز قتلهم لكن باسهل الطرق واقلها عذابا كالصلب وضرب العنق لا بما صنعها واكثرها عذابا كالسياسات الجارية
اونکا قتل جائز ہی لیکن آسان طرح سے جسمیں تکلیف تهوڑی جیسے سولی دینا اور گردن مارنا نه ایسی سختی عذاب سے جسمیں تکلیف زیاده ہو جیسے سیاسات اس زمانه میں
في هذا الزمان لما روي انه عليه السلام قال اذا قتلتم فاحسنوا القتلة فعلم من هذا النقل ان اجراء هذه العقوبات
مروج ہیں کیونکه روایت ہی که نبی علیه السلام نے فرمایا اگر قتل کرو تو اچهی طرح قتل کرو اس نقل سے معلوم ہوا که ان عقوبات کا جاری کرنا
انما يجوز اذا كان المدعى عليه متهما بالجرائم مشهورا بها وانكر ما ادعي عليه واما اذا لم يكن متهما بل كان رجلا صالحا
تب جائز ہی که مدعی علیه جرم میں بدنام اور خطاواری میں مشہور ہو اور وه دعوی سے منکر ہو اور اگر اسپر کچهه تہمت نہو بلکه مرد نیک جو نیکی سے مشہور ہو
مشهورا بالصلاح فلا يجوز عقوبته اصلا بل يحلف ويخلى سبيله ان لم يقم عليه بينة وان كان مجهول الحال لا يعرف بتزكية
تو ایسی کی عقوبت ہرگز جائز نہیں ہی بلکه قسم لیکر چهوڑ دیں اگر گواه نہوں اور اگر مجهول الحال ہو یعنی نه تو نیکوکار مشہور ہی اور نه بدکار تو ایسی کو
ولا فجور يحبسه يوما او يومين حتى يتبين حاله بالبينة او بالاقرار وان لم يظهر شيء منهما يحلف ويخلى سبيله ولا
ایک یا دو دن قید کرنا جائز ہی یہاں تک که اسکا حال یا گواہی یا اقرار سے ظاہر ہو جاوی اور اگر کچهه ہی ظاہر نہو تو قسم لیکر چهوڑ دیں اور
يجوز ضربه كما ذكر في سرقة الخلاصة والزاهدية ان عصام بن يوسف دخل على الامير فاتي بسارق وانكر السرقة فقال الامير
مارنا جائز نہیں ہی جیسا که خلاصه اور زاهدیه کی باب سرقه میں مذکور ہی که عصام بن یوسف امیر کی پاس گیا وہاں ایک چور پکڑا آیا سو اوس چور نے انکار کیا امیر نے
لعصام بن يوسف ايش يجب عليه فقال عصام عليه اليمين وعلى المدعي البينة فقال الامير هاتوا بالسوط والعقابين
عصام بن یوسف سے پوچها اسپر کیا واجب ہی عصام نے کہا اسپر قسم ہی اور مدعی پر گواه امیر نے کہا کوڑا اور دو ستون لاؤ

فما ضربه بعشر احتى اقر واتى بما سرقه فقال عصام سبحان الله ما رأيت ظلما اشبه بالعدل من هذا فانظر كيف
پھر دس کوڑی نہیں لگائی تھی کہ اوسنی اقرار کیا اور چوری کا مال لادیا عصام نی کہا سبحان اللہ میں نی اس ظلم سی زیادہ عدل سی ملتا ہوا کوئی ظلم نہیں دیکھا اب دیکھو کہ
سماه ظلما مع ظهور الحق ولم يجعله عدلا بل جعله شبيها به لعدم وجود علامة ظاهرة موجبة لذلك
اسکا نام ظلم لیا باوجودیکہ حق ظاہر ہوگیا تھا اوسکو عدل نہیں ٹھیرایا بلکہ عدل کا مشابہ کیونکہ کوئی ظاہر دلیل جس سی ضرب واجب ہو حاوی نہیں تھی
لانه وان ظهر به الحق في هذه المرة لكن كثيرا ما لا يظهر فيكون ظلما محضا بخلاف المتهم بالجرايم فان ضربه
اسواسطی کہ اگرچہ اوس وقت تو حق ظاہر ہوگیا لیکن اکثر حق ظاہر نہیں ہوا کرتا پھر نرا ظلم ہی ظلم ہوتا ہی برخلاف اوسکی جو جرایم سی بدنام ہو رہا ہو بیشک
ليس لمجرد استخراج الحق بل ليمتنع عن افعاله المذمومة سواء ظهر الحق او لم يظهر فافترقا وكل ما ذكر الى هنا من جواز
اوسکا مارنا صرف حق پیدا کرلی کی لئی نہیں ہی بلکہ اس لئی کہ اپنی افعال بد سی باز آوی برابر ہی کہ حق ظاہر ہو یا نہ ظاہر ہو سو ان دونوں میں فرق ہی اور یہان تک جو مذکور ہوا
اجراء العقوبة على المتهمين بالجرايم انما هو قبل ثبوتها بالبينة او الاقرار واما بعد ثبوتها باحدهما فيقام عليهما ما
یعنی اجراء عقوبت کا جایز ہونا جرایم کی بدناموں پر سو یہ سب پہلی ہی پہلی ہی گواہوں سی ہو علٰی موافق الرضا یا اقرار سی اور اگر جرم ثابت ہو جاوی کسی ایک وجہ اقرار یا بینہ سی تو پھر وہ سزا
عين لهم في الشرع من الحد والتعزير يسر الله تعالى

المجلس الحادي والثمانون في بيان احكام القضا

وہی قایم ہوگی جو شرع میں مقرر کیا ہی حد اور تعزیر اپنی پھر اعمال موافق اپنی رضا کی آسان کر — اکیاسی مجلس — احکام قضا کی بیان مین
واخذه بالرشوة وحكومته بشهادة الزور قال رسول الله صلى الله عليه وسلم انما انا
اور عہدہ قضا کو رشوت سی لینی مین اور جھوٹی گواہی پر حکم کرنی مین — رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نی فرمایا — میں تو
بشر وانكم تختصمون الي ولعل بعضكم يكون الحن بحجته من بعض واقضي له على نحو ما اسمع منه فمن
صرف بشر ہوں اور تم میری پاس مقدمہ لاتی ہو اور شاید کہ بعض تم مین سی حجت میں ہوشیار ہو بعضی سی اور جیسا اوس سی سنونگا میں فیصلہ کردونگا پھر
قضيت له بشيء من حق اخيه فلا ياخذنه فانما اقطع له قطعة من النار هذا الحديث من صحاح المصابيح
میں جسکو دوسری کی حق میں سی دلا دیا کروں تو وہ ہرگز نہ لیوی یہی ہی کہ اوسکی واسطی ٹکڑا آگ کا جدا کئی دیتا ہوں یہہ حدیث مصابیح کی صحیح حدیثوں مین کی
رواه ام المؤمنين ام سلمة ومعناه انكم تختصمون الي وربما يكون بعضكم مبطلا في دعواه ولا اعرف
ام المؤمنین ام سلمہ کی روایت سی اسکی معنی یہہ ہی کہ تم اپنی فیصلہ میری پاس لاتی ہو اور بعضی وقت کوئی اپنی دعوی میں جھوٹا ہوتا ہی اور مجکو وہ اپنی
كونه مبطلا في دعواه الا انه افطن بحجته واقدر على تقريرها بحيث اظنه صادقا في دعواه اقضي له
دعوی میں جھوٹا معلوم نہیں ہوتا لیکن چونکہ وہ حجت میں ایسا قوی اور تقریر میں ایسا چست ہوتا ہی کہ میں اوسکی دعوی کو سچا گمان کرکر اوسکی دعوی کی
على وفق دعواه فيكون ما قضيته له من حق اخيه قطعة من النار لكونه حراما يسوقه الى النار فانه عليه السلام
موافق دلادیتا ہوں پھر وہ جو میں اوسکو دلاتا ہوں بھائی کی حق میں سی آگ کا ٹکڑا ہوتا ہی کیونکہ وہ حرام ہی دوزخ مین کھینچ لیجاویگا بیشک نبی علیہ السلام
صدر كلامه في هذا الحديث بقوله انما انا بشر تنبيها على جواز عدم مطابقة حكمه لما في نفس الامر لكونه بشرا لا
اپنی کلام اس حدیث میں اس لفظ سی شروع کی کہ میں آدمی ہوں اس تنبیہ کی واسطی کہ حکم نفس الامر سی غیر مطابق ہو سکتا ہی کہ وہ بشر ہیں
يعلم من الغيب لا يطلع على الضمائر الا ما يوحى اليه ولا يلزم منه ان يكون حكمه خطأ اذ ليس هذا من قبيل الخطاء
غیب دان نہیں ہیں دل کی بھید پر جب ہی خبر ہوتی ہی کہ وحی آوی اور اس سی یہہ ثابت نہیں ہوتا کہ وہ حکم بیجا ہی اسواسطی کہ یہہ حکم میں غلطی نہیں ہی
في الحكم لان الحاكم مامور مكلف بان يحكم بين الخصمين بالظاهر على حسب ما يسمعه من كلامهما وعلى ما يقتضيه
کیونکہ حاکم کی ذمہ یہہ ہی کہ دونوں مدعی مدعی علیہ میں ظاہر کی موافق جیسا کہ اونکی کلام سنکر معلوم ہو اور جو اونکی حجت سی ثابت ہو حکم کردی
حججهما لا بما في نفس الامر حتى ان من كان مبطلا في دعواه اذا اتى بشاهدي الزور ولم يعلم القاضي بكذبهما وتعد
یہہ نہیں ہی کہ نفس الامری حکم ہو یہان تک کہ جسکا دعوی جھوٹا ہو اور وہ جھوٹی دو گواہ گزاردی اور قاضی کو اونکا جھوٹ معلوم نہو اور وہ اونکی گواہی کی

البينة

فما ضربه عشراً حتى أقر وأتى بما سرقه فقال عصام سبحان الله ما رأيت ظلماً أشبه بالعدل من هذا فانظر كيف
پھر دس کوڑے ہیں لگائے تھے کہ اوسنے اقرار کیا اور چوری کا مال لا دیا عصام نے کہا سبحان اللہ میں نے اس ظلم سے زیادہ عدل سے ملتا ہوا کوئی ظلم نہیں دیکھا اب دیکھو کیونکر
سماه ظلماً مع ظهور الحق ولم يجعله عدلاً بل جعله شبيهاً به لعدم وجود علامة ظاهرة موجبة لذلك
اسکا نام ظلم لیا باوجودیکہ حق ظاہر ہوگیا تھا اوسکو عدل نہیں ٹھہرایا بلکہ عدل کا مشابہ کیونکہ کوئی ظاہر دلیل جس سے ضرب واجب ہو جاوے نہیں تھی
لأنه وإن ظهر به الحق في هذه المرة لكن كثيراً ما لا يظهر فيكون ظلماً محضاً بخلاف المتهم بالجرائم فإن ضربه
اسواسطے کہ اگرچہ اسوقت تو حق ظاہر ہوگیا لیکن اکثر حق ظاہر نہیں ہوا کرتا پھر مار ظلم ہی ظلم ہوتا ہے برخلاف اوسکے جو جرائم سے بدنام ہو رہا ہو کیونکہ ان
ليس لمجرد استخراج الحق بل ليمتنع عن أفعاله المذمومة سواء ظهر الحق أو لم يظهر فافترقا وكل ما ذكر إلى هنا من جواز
اوسکا مارنا صرف حق پیدا کرنے کی لئے نہیں ہے بلکہ اس لئے کہ اپنے افعال بد سے باز آوے برابر ہے کہ حق ظاہر ہو یا نہ ظاہر ہو سو ان دونوں میں فرق ہے اور یہاں تک جو مذکور ہوا
إجراء العقوبة على المتهمين بالجرائم إنما هو قبل ثبوتها بالبينة أو الإقرار وأما بعد ثبوتها بأحدهما فيقام عليهم ما
یعنی اجراء عقوبت کا جائز ہونا جرائم کے بدناموں پر یہ ثبوت سے پہلے پہلے ہے گواہوں سے یا اقرار سے اور اگر جرم ثابت ہو جاوے کسی ایک وجہ اقرار یا بینہ سے تو پھر ان پر
عيّن لهم في الشرع من الحد والتعزير بيسر الله تعالى المجلس الحادي والثمانون في بيان أحكام القضاء
وہی قایم ہوگا جو شرع نے مقرر کیا ہے حد اور تعزیر آگے ہمارے اعمال موافق اپنی رضا کے ... کر اکیاسی مجلس احکام قضا کی بیان میں
وأخذه بالرشوة وحكومته بشهادة الزور قال رسول الله صلى الله عليه وسلم إنما أنا
اور عہدہ قضا کو رشوت سے لینے میں اور جھوٹی گواہی پر حکم کرنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تو
بشر وإنكم تختصمون إليّ ولعل بعضكم يكون ألحن بحجته من بعض وأقضي له على نحو ما أسمع منه فمن
ایک آدمی ہوں اور تم میرے پاس مقدمے لاتے ہو اور شاید کہ بعض تم میں سے حجت میں ہوشیار ہو بعضی سے اور جیسا اوس سے سنونگا میں فیصلہ کر دونگا پھر
قضيت له بشيء من حق أخيه فلا يأخذنه فإنما أقطع له قطعة من النار هذا الحديث من صحاح المصابيح
میں جسکو دوسرے کی حق میں سے دلا دوں تو وہ ہرگز نہ لیوے کیونکہ میں اوسکی واسطے ٹکڑا آگ کا کاٹ دیتا ہوں یہ حدیث مصابیح کی صحیح حدیثوں میں ہے
رواه أم المؤمنين أم سلمة ومعناه إنكم تختصمون إليّ وربما يكون بعضكم مبطلاً في دعواه ولا أعرف
ام المؤمنین ام سلمہ کی روایت سے اسکے معنی یہ ہیں کہ تم اپنے فیصلے میرے پاس لاتے ہو اور بعضے وقت کوئی اپنے دعوی میں جھوٹا ہوتا ہے اور مجکو وہ اپنے
كونه مبطلاً في دعواه إلا أنه أفطن بحجته وأقدر على تقريرها بحيث أظنه صادقاً في دعواه فأقضي له
دعوے میں جھوٹا معلوم نہیں ہوتا لیکن چونکہ وہ حجت میں ایسا قوی اور تقریر میں ایسا چست ہوتا ہے کہ میں اوسکے دعوے کو سچا گمان کرکر اوسکے دعوے کی
على وفق دعواه فيكون ما قضيت له من حق أخيه قطعة من النار لكونه حراماً يسوقه إلى النار فإنه عليه
موافق دلا دیتا ہوں پھر وہ جو میں اوسکو دلاتا ہوں بھائی کے حق میں سے آگ کا ٹکڑا ہوتا ہے کیونکہ وہ حرام ہے دوزخ میں کھینچ لیجاوے گا بیشک نبی علیہ السلام
صدّر كلامه في هذا الحديث بقوله إنما أنا بشر تنبيهاً على جواز عدم مطابقة حكمه لما في نفس الأمر لكونه بشراً لا
اپنی کلام اس حدیث میں اس لفظ سے شروع کی کہ میں آدمی ہوں اس تنبیہ کی واسطے کہ حکم نفس الامر سے غیر مطابق ہوسکتا ہے کہ وہ بشر ہیں
يعلم من الغيب ولا يطلع على الضمائر إلا ما أوحي إليه ولا يلزم منه أن يكون حكمه خطأً إذ ليس هذا من قبيل
غیب دان نہیں ہیں دل کی بھید پر جب ہی خبر ہوتی ہے کہ وحی آوے اور اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ وہ حکم بیجا ہے اسواسطے کہ یہ حکم میں غلطی نہیں ہے
الخطاء في الحكم لأن الحاكم مأمور مكلف بأن يحكم بين الخصمين بالظاهر على حسب ما يسمعه من كلامهما وعلى ما يقتضيه
کیونکہ حاکم کی ذمہ یہ ہی ہے کہ دونو مدعی مدعی علیہ میں ظاہر کی موافق جیسا کہ اونکی کلام سنکر معلوم ہو اور دونوں کی حجت سے ثابت ہو حکم کر دے
حجتهما لا بما في نفس الأمر حتى إن من كان مبطلاً في دعواه إذا أتى بشاهدي الزور ولم يعلم القاضي بكذبهما وقضى
یہ نہیں ہے کہ نفس الامر کے حکم ہو یہاں تک کہ جسکا دعوی جھوٹا ہو اور وہ جھوٹے دو گواہ گذار دے اور قاضی کو اونکا جھوٹ معلوم نہو اور وہ اونکی گواہی کی

بشهادة

الملك لابد له من سبب وفي الاسباب كثرة ومزاحمة ولا يمكن للقاضي ان يعين شيئا منها بدون الحجة اذ ليس بعضها
ہر ملک کی واسطی کوئی سبب چاہئی اور اسباب تو بہت ہیں ایک دوسری کا مخالف قاضی سی یہ نہیں ہو سکتا کہ ان میں سی کسی ایک کو بدون حجت کی مقرر کر لی کیونکہ کوئی
اولى من البعض فحينئذ لا يمكن اثبات شيء منها سابقا على القضاء بطريق الاقتضاء لان الملك ليس مما يحتمل الانشاء
ایک پر کچھ فوقیت نہیں ہی سو اب بطریق اقتضاء قضا سی پہلی کچھ بھی ثابت نہیں ہو سکتا اسلیٔی کہ ملک میں احتمال انشا کا یعنی از سر نو کا نہیں ہی
والقاضي ليس بمامور بالقضاء بالملك بل هو مامور بالقضاء بقصر يد المدعى عليه عن المدعى فهذا انما ينفذ منه
اور قاضی کو یہ حکم نہیں کہ ملک کا حکم دیا کری بلکہ اوسکو یہ حکم ہی کہ مدعی علیہ کا ہاتھ مدعی سی کوتاہ کردی سو یہ ہی کہ ظاہر میں نافذ ہوتی ہی
ظاهرا لا غير بيانه ان رجلا اذا ادعى على رجل بيعا او شراء في جارية او طعام واقام شاهدي الزور فقضى القاضي
فقط اسکی تفصیل یہ ہی کہ اگر ایک شخص نی ایک شخص پر ایک لونڈی یا طعام کی بیع کا یا شرا کا دعوی کیا اور دو جھوٹی گواہ گذار دئی اور قاضی نی
بينهما بالبيع او الشراء ينفذ قضاؤه ظاهرا وباطنا حتى يحل لمن حكم له بالجارية او الطعام ان يطأ الجارية بعد الاستبراء
ان دونوں میں بیع یا شرا کا حکم دیا تو یہ حکم ظاہر اور باطن میں نافذ ہو جائیگا یہاں تک کہ جسکو وہ لونڈی یا طعام دلایا گیا ہی حلال ہی کہ لونڈی سی بعد رحم صاف کرنی کی
ويأكل الطعام لثبوت الملك له بالثمن الذي وقع الشهادة به واما اذا ادعى رجل على رجل ملكا مطلقا في جارية او
وطی کری اور کھانا کھا لیوی کیونکہ اوسکی ملک ثمن سی ثابت ہو چکی جسکی گواہ گذر چکی ہیں اور رہی وہ صورت کہ ایک شخص ایک شخص پر لونڈی یا طعام کی مطلق ملکیت کا دعوی
طعام من غير تعيين سبب من اسباب الملك واقام شاهدي الزور وقضى القاضي بينهما بالملك لا ينفذ قضاؤه الا
کری اور کوئی سبب خاص ملک کا بیان نکری اور دو جھوٹی گواہ گذار دی اور قاضی اون میں حکم ملکیت کا دیدیوی تو اب اوسکا حکم فقط ظاہر میں نافذ ہوگا
ظاهرا حتى لا يحل لمن حكم له الجارية والطعام ان يطأ الجارية او يأكل الطعام لعدم ثبوت الملك له فيما بينه وبين
یہاں تک کہ جسکو لونڈی یا طعام دلا دیوی حلال نہیں ہی کہ لونڈی سی صحبت کری یا طعام کو کھا لیوی کیونکہ اوسکی ملک فیما بینہ وبین اللہ یعنی واقع میں ثابت
الله تعالى ومن امثلة العقود ان احدا من الرجال والنساء اذا ادعى على آخر نكاحا واقام شاهدي الزور وقضى
نہیں ہوی اور ایک مثال عقد کی یہ ہی کہ کوئی مرد ہو یا عورت اگر دوسری پر نکاح کا دعوی کر کر دو جھوٹی گواہ گذار دی اور قاضی
القاضي بينهما بالنكاح ينفذ قضاؤه ظاهرا وباطنا حتى يحل للرجل الوطي وللمرأة التمكين هذا اذا لم يكن المرأة في
اون میں حکم نکاح کا کردی تو اب قضا ظاہر اور باطن میں نافذ ہو جائیگی یہاں تک کہ مرد کو وطی اور عورت کو اپنی اوپر قبضہ دینا حلال ہی یہ اوس صورت میں ہی کہ وہ عورت
نكاح الغير او عدته فاما اذا كان في نكاح الغير او عدته فالقضاء انما ينفذ ظاهرا فقط لا باطنا ومن امثلة الفسخ
اور کی نکاح میں یا عدت میں نہو اور اگر اور کسی کی نکاح یا عدت میں ہو گی تو قضا صرف ظاہر میں نافذ ہو گی باطن میں نہو گی اور مثال فسخ کی یہ ہی
ان احد الزوجين اذا ادعى على آخر فسخ النكاح واقام شاهدي الزور وقضى القاضي بينهما بالفرقة ينفذ قضاؤه ظاهرا و
کہ خاوند جورو میں سی کسی نی دوسری پر فسخ نکاح کا دعوی کر کر دو جھوٹی گواہ گذار دئی اور قاضی نی اون میں جدائی کا حکم دیدیا تو یہ حکم ظاہر و باطن میں نافذ ہوگا
باطنا حتى يحرم للرجل الوطي وللمرأة التمكين ويجوز لها التزوج بزوج آخر ويجوز للزوج الآخر وطئها وان علم ان الزوج
یہاں تک کہ اوس خاوند کو اب وطی اور جورو کو اپنی اوپر قبضہ دینا حرام ہی اور عورت کو جائز ہی کہ اور خصم کر لی اور اوس دوسری خاوند کو اوسکی وطی جائز ہی اگرچہ معلوم ہو کہ پہلی
الاول لم يطلقها بان كان احد شاهدي الزور وهذا كله قد كان ظاهرا معلوما مما ذكر لكن ينبغي ان يعلم ايضا ان
خاوند نی اسکو طلاق نہیں دی ہی اسطور کہ اون دو جھوٹی گواہوں میں کا ایک یہی ہو اور یہ تمام مذکور مسائل سی ظاہر اور معلوم ہی پر یہ بھی سمجھ لو کہ
قضاء القاضي في العقود والفسوخ بشهادة الزور وان كان نافذا ظاهرا وباطنا ومفيد الحل عند ابي حنيفة لكنه
قاضی کا حکم عقود اور فسوخ میں جھوٹی گواہی سی اگرچہ ظاہر و باطن میں نافذ اور امام کی نزدیک حلت کا فائدہ بھی دیتا ہی کیونکہ عقد یا فسخ
انشاء بطريق الاقتضاء الا ان المدعي والشهود لا يخلو من ان يتعرضوا لسخط الله تعالى وعقابه حيث ارتكبوا ما نهى الله
بطور اقتضاء کی از سر نو ہو جاتا ہی اتنا ہی کہ مدعی اور گواہ دونو غضب الٰہی اور عقاب سی نبچینگی کیونکہ اونہوں نی وہ عمل کیا ہی جسسی

ورسوله وسعى في ابطال حق الغير وظلمه لا سيما اذا لم يكن الشيء الذي شهدوا به مساويا للقيمة فاما المدعي فانه ارتكب

اور اوسکے رسول نے منع کیا ہے اور غیر کی حق تلفی اور ظلم میں سعی کی ہے خاص کر اوس صورت میں کہ شے جسکی گواہی دی ہے قیمت کی برابر نہو اور مدعی نے تو جھوٹ بولا

الكذب اذ ادعى ما ليس له وقد روي انه عليه السلام قال من ادعى ما ليس له فليس منا فليتبوأ مقعده من النار واما الشهود

اور ایسا دعوی کیا جو اوسکا حق نہیں ہے اور روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا جسنے دعوی کیا جو اوسکا حق نہیں ہے وہ ہم میں سے نہیں ہے چاہیے کہ اپنا ٹھکانا دوزخ میں تیار کرے

فانهم ارتكبوا الكبيرة التي تلي الشرك وهي شهادة الزور وكذلك المدعي حيث رضي بها وقد روي انه عليه السلام

اور یہی گواہ سو اونہوں نے وہ گناہ کبیرہ اختیار کیا کہ شرک کی مانند ہے یعنی جھوٹی گواہی ایسی ہی مدعی کہ اوسپر رضامند ہوا اور روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے

قال عدلت شهادة الزور بالاشراك بالله تعالى ثلاث مرات ثم قرأ قوله تعالى فاجتنبوا الرجس من الاوثان واجتنبوا قول الزور فانه

تین بار فرمایا جھوٹی گواہی اشراک باللہ کی برابر ہے پھر یہ آیت پڑھی سو بچتے رہو بتوں کی گندگی سے اور بچتے رہو جھوٹی بات سے پیغمبر علیہ السلام

بين في هذا الحديث ان شهادة الزور كانت مساوية للشرك في حصول الاثم الموجب لدخول النار الا ان الشرك موجب للخلود

نے اس حدیث میں بیان فرمایا کہ جھوٹی گواہی گناہ میں شرک کی برابر ہے جس سے بالضرور دوزخ میں داخل ہوتا ہے اتنا ہے کہ شرک سے دوام کو دوزخ ہے

فيها وشهادة الزور غير موجبة له ومما ينبغي ان تعلم ايضا ان قضاء القاضي بشهادة الزور في العقود والفسوخ انما ينفذ ويفيد

اور جھوٹی گواہی سے دوام نہیں ہے اور یہ بھی سمجھنے کی بات ہے کہ قاضی کا حکم جھوٹی گواہی سے عقود اور فسوخ میں جب نافذ ہوتا ہے اور حلت کا فائدہ

الحل اذا اخذ القاضي القضاء بغير رشوة واما اذا اخذ القضاء بالرشوة فلا يكون قاضيا فلا ينفذ حكمه على ما ذكر في عامة

دیتا ہے کہ قاضی کو عہدہ قضا بغیر رشوت ملا ہو اور اگر قضا رشوت دیکر لی ہے تو وہ قاضی نہیں ہے اور اوسکا حکم نافذ نہیں چنانچہ عام کتابوں میں مذکور ہے

الكتب فعلى هذا لا يوجد في هذا الزمان قاض ينفذ حكمه اذ قلما يوجد قاض لم يأخذ القضاء بالرشوة فان القضاة في هذا

اس روایت کی موافق اس زمانہ میں ایسا کوئی قاضی نہیں ہے جسکا حکم نافذ ہو کیونکہ بہت کم قاضی ہیں جنکو قضا بدون رشوت کی ملا ہو کیونکہ اس زمانہ کی قاضی

الزمان يتوصلون الى اخذ القضاء بالرشوة بشفاعة الشفعاء ويبذلون في تحصيله مالا كثيرا ويسمونه باسم غير الرشوة مع كونه

رشوت دیکر قضا لیتے ہیں سفارشوں کی سعی کرتے ہیں اور قضا کے لیے خوب مال خرچ کرتے ہیں اور اوسکا نام سوای رشوت کے کچھ اور رکھ چھوڑا ہے باوجودیکہ سب

رشوة فكيف يوجد فيهم قاض ينفذ حكمه فانهم باخذهم القضاء بالرشوة يكونون سببا لابطال كثير من الاحكام الشرعية

رشوت ہی پھر کہاں ہے ایسا قاضی جسکا حکم نافذ ہووے کیونکہ قاضی بوجہ رشوت لینے قضا کے بہتیرے احکام شرعی باطل کرتے ہیں

لان كثيرا من امور المسلمين مفوض الى رأيهم وموقوف على حكمهم وهم اذا اخذوا القضاء بالرشوة لا ينفذ حكمهم في شيء

اسلئے کہ اکثر امور مسلمانوں کے انکی رائے پر مفوض اور انکے حکم پر موقوف ہیں اور اونہوں نے جب قضا رشوت دیکر لی تو انکا حکم کسی مقدمہ شرعی میں نافذ نہیں ہوتا

من المحكومات الشرعية فلزم بطلان كثير من امور المسلمين لا سيما النكاح الذي يكون مفوضا اليهم فان القاضي الذي اخذ

تو اب مسلمانوں کے بہتیرے امور باطل ہوتے ہیں خاص کر نکاح جو انکی طرف مفوض ہے تو جس قاضی نے رشوت دیکر

القضاء بالرشوة اذا عقد النكاح الذي فوض اليه يكون ذلك النكاح باطلا فلزم ان يكون الزوج والزوجة زانيين ما داما

قضا حاصل کی ہے جب کسیکا عقد نکاح کریگا جو اوسکی طرف مفوض ہے تو وہ نکاح باطل ہوگا اسلیے لازم آتا ہے کہ دولھا دولھن زانی ہوں جب تک

تحت ذلك النكاح وليس هذا الا لكثرة محبتهم للدنيا وقلة مبالاتهم في الدين فانهم لغاية غفلتهم عن الآخرة يأخذون القضاء

اوس نکاح میں رہیں اور یہ حال اسی لیے ہے کہ دنیا کی محبت بہت ہی اور دین کی پروا کمتر ہے کیونکہ یہ قاضی آخرت سے خوب غافل ہوکر قضا کو رشوت سے

بالرشوة ولا يبالون بكونهم ملعونين بلعن رسول الله عليه السلام بل يفتخرون به مع ان كثيرا من السلف امتنعوا عن توليه

حاصل کرتے ہیں اور اوسکی کچھ پروا نہیں کہ اوپر رسول علیہ السلام کی لعنت پڑتی ہے بلکہ اوسپر فخر کرتے ہیں باوجودیکہ سلف میں اکثر لوگوں نے باوجود نہایت اکراہ کے بھی

حتى اكرهوا اكراها بليغا على توليه فلم يقبلوه فضلا عن بذل المال في اخذه الا ترى ان ابا حنيفة دعي الى القضاء ثلاث مرات

قبول نہیں کیا دراوسکے لیے مال خرچ کرنیکا تو کیا ذکر ہے دیکھا نہیں کہ امام ابو حنیفہ کو قضا کے لیے تین دفعہ بلایا

فابى حتى حبس وضرب في كل مرة ثلثين سوطا فلما خاف على نفسه قال حتى استشاور اصحابي فتشاورهم فقال ابو يوسف

پر انکار ہی کیا آخر کو قید ہوئی اور ہر بار تیس تیس کوڑی کہائی پھر جب جان کا خوف ہوا تو کہا میں اپنی یاروں سی مشورہ لیلوں پہر مشورہ کیا تو ابو یوسف نی کہا

لو تقلدت لانتفعت الناس فنظر اليه ابو حنيفة نظر الغضب وقال لو امرت ان اعبر البحر سباحة لكنت اقدر عليه

اگر قضا لیلو تو لوگوں کا بڑا فائدہ ہی پہر ابو حنیفہ نی انکی طرف غصہ سی گہور کر کہا اگر مجھکو یہہ حکم ہوتا کہ دریا کو تیر کر اوتر جاؤں تو البتہ مجھکو قدرت تہی

مكانى بك قاضيا فاعرض ولم ينظر اليه بعد ذلك وكذلك دعي محمد الى القضاء فابى حتى قيد وحبس نيفا وخمسين يوما

میری جگہہ تو کی قاضی ہوئی پہر منہہ پہیر لیا اور انکی طرف نہ دیکہا اور اسیطور امام محمد کو قضا کی واسطی بلایا سو انکار کیا یہاں تک کہ قید ہوئی اور پچاس اوپر کئی دن بحکم

واضطر فتقلده وانما امتنع هؤلاء الكرام عن تقلده لما روى عن ابى هريرة انه عليه السلام قال من جعل قاضيا

پہر لاچار ہو کر قضا لیلی اور اس جماعت بزرگ نی اسپہی لئی نہ مانا کہ ابو ہریرہ سی روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا جو شخص لوگوں پر قاضی ہوا

بين الناس فقد ذبح بغير سكين والمراد من الذبح في هذا الحديث القتل فان القتل بغير سكين كسقي السم مثلا لا يؤثر

بیشک بی چہری ذبح ہوا اور ذبح سی مراد اس حدیث میں قتل ہی بیشک قتل بغیر چہری کی جیسی زہر پلا دینا مثلا ظاہر میں کچہہ اثر نہیں کرتا

في الظاهر وانما يؤثر في الباطن بازهاق الروح كذا القضاء لا يؤثر في الظاهر لانه في الظاهر رفعة وعظمة وانما يؤثر

اور باطن میں ایسا اثر کرتا ہی کہ جان نکل جاتی ہی ایسی ہی قضا ظاہر میں کچہہ اثر نہیں کرتی کیونکہ ظاہر میں تو رفعت اور عظمت ہی باطن میں ایسا اثر کرتی ہی

في الباطن باهلاك الدين لان القاضي قلما يعدل بين الخصمين بل ربما يميل في الحكم الى الاصدقاء والاقرباء او الى من

کہ دین ہلاک کر دیتی ہی اسلئی کہ قاضی خصمین میں بہت ہی کم عدل کرتی ہیں بلکہ اکثر حکم میں دوست کی اور اقربا کی طرفداری کر جاتی ہیں یا کسی منصب والی کی

له منصب يتوقع نواله او يخاف بلاءه وربما يوسوس له نفسه على قبول الرشوة فمن كان حاله كذلك فالموت خير

جس سی کچہہ وصول کی توقع یا اوسکی بلا کا خوف ہو اور بعضی وقت دلمیں رشوت لینی کا خطرہ گذرتا ہی پہر جسکا ایسا حال ہووی تو ایسی قضا سی موت بہتر ہی

من القضاء لان الموت يقطعه عن المعاصي والقضاء يوقعه في المعاصي فان قيل القضاء بالحق من اقوى الفرائض

کیونکہ موت تو معاصی سی الگ کر دیتی ہی اور قضا معاصی میں مبتلا کر دیتی ہی پہر اگر کوئی کہی حکم حق پر دینا عمدہ فرائض ہی

واشرف العبادات لكونه امرا بالمعروف ونهيا عن المنكر وقد امر الله به النبيين كما قال في كتابه انا انزلنا التوراة

اور عبادات میں اشرف ہی اسلئی کہ امر بالمعروف اور بند کرنا بدی سی ہی اور اللہ نی انبیا کو یہہ حکم کیا ہی چنانچہ قرآن میں فرماتا ہی ہمنی اوتاری توریت

فيها هدى ونور يحكم بها النبيون وقال لنبينا عليه السلام انا انزلنا اليك الكتب بالحق لتحكم بين الناس فما وجه

اسمیں ہدایت اور روشنی اوسپر حکم کرتی پیغمبر اور ہماری نبی علیہ السلام کو فرمایا ہمنی اوتاری تجہکو کتاب سچی کہ تو انصاف کری لوگوں میں پہر اس سی

الامتناع عنه فالجواب انه وان كان من اقوى الفرائض واشرف العبادات لكن ذكر في كتب الفقه ان من كان

رکنی کی کیا وجہ ہی جواب یہہ ہی کہ قضا اگرچہ ٹہا فریضہ اور عبادات میں اشرف ہی پر فقہ کی کتابوں میں مذکور ہی کہ جو شخص

صالحا له ينبغي له ان لا يطلبه بقلبه ولا يسئله بلسانه فان دعي اليه بلا طلبه فقال بعض العلماء يكره له الدخول فيه

قضا کی لایق ہو اوسکو لازم ہی کہ دل سی اوسکا طالب نہووی اور نہ زبان سی اوسکا سوال کری پہر اگر بلا طلب اوسکی لئی مقرر کریں تو بعضی علما کہتی ہیں کہ اختیار سی قضا میں

مختار الماوردي عن انس انه عليه السلام قال من ابتغى القضاء وسئله وكل الى نفسه ومن اكره عليه انزل الله تعالى

پہنسنا مکروہ ہی اسلئی کہ انس سی روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا جسنی قضا تلاش کی اور سوال کیا تو اپنی ذات پر حوالہ کیا جاتا ہی اور جو زبردستی قاضی کیا گیا تو اللہ تعالی

عليه ملكا يسدده فانه عليه السلام اشار في هذا الحديث الى ان من يطلب القضاء بقلبه ويسئله بلسانه يفوض امره

اوسپر فرشتہ تعین کر دیتا ہی وہ اوسکو راستی پر رکہتا ہی سو نبی علیہ السلام نی اس حدیث میں یہ اشارہ کیا کہ جو شخص قضا کو دل سی تلاش اور زبان سی سوال کرتا ہی تو وہ اوسکی

الى نفسه ومن يفوض امره الى نفسه لا يهدي الى الصواب لان النفس امارة بالسوء تجر صاحبها الى المخالفة وسوء المطالب

ذات پر حوالہ ہی اور جسکا امر اوسکی ذات پر حوالہ ہو صواب کی راہ نہیں پاتا اسلئی کہ نفس برائی ہی بتاتا ہی اپنی یار کو مخالفت اور بری مطلب کی طرف کہینچتا

فلا يسلم من الوقوع في الظلم والمعصية والتضاد من يطلب القضاء ويسأله لعدم علمه وورعه فيكون صاحب ذلك
کیونکہ ایسی ظلم اور معصیت سے سلامت نہیں رہتا جو شخص کہ قضا کی طلب اور سوال کرتا ہے بوجہ علم اور پرہیزگاری کے نہ ہونے کے پس وہ شخص
محروم التوفيق ومن يكره عليه فإنه يصير منكسر القلب بالإكراه فيعتصم بحبل الله تعالى ويتوكل على الله
توفیق سے محروم ہوگا اور جسپر قضا کے لیے زور ڈالا گیا تو اکراہ سے وہ دل شکستہ ہوگا پس رسی پکڑے گا اللہ تعالیٰ کی اور اللہ پر توکل کرتا ہے
ومن يعتصم بالله فقد هدي إلى صراط مستقيم ومن يتوكل على الله فهو حسبه فيلهمه الرشد ويوفقه
اور جو اللہ کا سہارا پکڑتا ہے سیدھی راہ پاتا ہے اور جو شخص اللہ پر توکل کرے وہ اسکا ذمہ دار ہے پس اسکی دل میں سیدھی راہ ڈالتا ہے اور
للصواب بتيسير الله تعالى على مطالع رضائه بلطفه وكرمه المجلس الثاني والثمانون في بيان
صواب میں پہنچاتا ہے اپنی رضا کے مطالع پر عمل آسان کر کے اپنے لطف اور کرم سے بیاسیویں مجلس اس شخص کے بیان میں
من يجوز له الوعظ للناس ومن لا يجوز وما يتفرع عليه قال رسول الله صلى الله عليه وسلم
جسکو لوگوں کے لیے وعظ کہنا جائز ہے اور جسکو نہیں جائز اور اسپر کیا پیدا ہوتا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
لا يقص إلا أمير أو مأمور أو مختال هذا الحديث من حسان المصابيح رواه عوف بن مالك ووصله ما رواه أبو داود أنه
وعظ نہیں بیان کرتا مگر امیر یا مامور یا متکبر یہ حدیث مصابیح کی حسن حدیثوں میں ہے عوف بن مالک کی روایت سے اور ایسی ہی مضمون کی وہ حدیث ہے
قال القصاص ثلاثة أمير ومأمور ومختال والقص التكلم بالقصص ويستعمل في الوعظ وهو المراد ههنا والمعنى أن الذين
علیہ السلام نے فرمایا وعظ کہنے والے تین ہیں امیر اور مامور اور متکبر اور قصہ کے معنی ہیں قصہ بیان کرنا اور قص وعظ میں بولا جاتا ہے اور یہاں وعظ ہی مرادی اور معنی یہ ہیں کہ
يعظون الناس ثلاثة أحدهم الأمير وهو الحاكم فإن الحكام في الزمان الأول كانوا يعظون الناس ويقصون عليهم أخبار
جو شخص لوگوں کو وعظ کہتے ہیں تین ہیں ایک تو امیر یعنی حاکم بیشک پہلی زمانہ میں حکام ہی لوگوں کو وعظ کیا کرتے تھے اور گذری قوموں کی خبریں انکو سناتے تھے
الأمم الماضية ليعتبروا ويأتيهم المأمور وهو الذي أمره الأمير بالوعظ وأذن له فيه وثالثهم المختال وهو الذي ليس بأمير
تاکہ عبرت پکڑیں اور دوسرا مامور یعنی جسکو امیر نے واسطے وعظ کے مقرر کیا اور اجازت دی ہے اور تیسرا مختال یعنی جو نہ امیر ہے
ولا مأمور من جهته بل هو فضولي يفعل ذلك تكبرا على الناس وطلبا للرياسة بينهم ويرائيهم بقوله وفعله وفيه
اور نہ امیر کی طرف سے مامور بلکہ وہ شخص زائد ہے یہ لوگوں پر بزرگ ہونے کو اور ان میں ریاست لینے کو اختیار کرتا ہے اور انکو اپنا قول اور فعل دکھلاتا ہے اس میں
زجر للواعظ عن الوعظ بغير إذن الإمام وإنما كان كذلك لأن الإمام يجب عليه أن يقوم بمصالح الرعية ويرتب
واعظ کو کہ بدون اذن امام کے وعظ کی ممانعت ہے اور ممانعت اسلئے ہے کہ امام پر واجب ہے کہ واسطے مصلحت رعیت کی مستعد رہے اور ہر گاؤں میں
في كل قرية وفي كل محلة عالما متدينا يعلم الناس دينهم فينظر في العلماء فمن يرى فيه علما وديانة وحسن عقيدة
اور ہر ہر محلہ میں ایک ایک عالم دیندار تعین کرے کہ وہ لوگوں کو دین تعلیم کیا کرے پھر علماء میں غور کرے جسمیں علم اور دیانت اور نیک عقیدہ دیکھے
يأذن له أن يعظ الناس ومن لا يرى فيه هذه الصفات لا يأذن له في الوعظ لئلا يوقع الناس في البدعة والضلالة
اسکو اجازت دے کہ لوگوں کو وعظ کیا کرے اور جسمیں یہ صفات نہ پاوے تو اسکو وعظ کی اجازت نہ دے تاکہ لوگوں کو بدعت اور گمراہی میں نہ ڈالے
كما هو واقع في هذا الزمان وذلك لأن الخلق لا يولدون بالعلم وإنما يولدون بالجهل والجهل مرض من أمراض القلوب
جیسا اس زمانہ میں ہو رہا ہے اور یہ اسواسطے ضروری ہے کہ خلق عالم نہیں پیدا ہوتی بلکہ جہالت میں پیدا ہوتی ہے اور جہالت دل کی بیماریوں میں سے ایک مرض ہے
فلا بد له من طبيب حاذق يعالجهم ويزيل مرضهم بتعليم أحكام الدين في أصله وفرعه ومن لم يكن حاذقا
سو اس مرض کی لیے کوئی انکا طبیب چاہیے کہ علاج کرکے دین کی اصلی اور فرعی احکام سکھا کر انکا دلی مرض کھو دے اور جو انکا طبیب نہیں ہے
لا يزيل مرضهم بل يزيدهم مرضا فيهلكهم وقد ذكر في الإحياء أن الدنيا دار المرضى إذ ليس في بطن الأرض إلا ميت
تو انکا مرض نہیں کھو دیگا بلکہ اور دکھ بڑھا کر ہلاک کر دیگا اور احیاء میں مذکور ہے کہ دنیا بیماری کا گھر ہے کیونکہ زمین کی اندر یہی سو مردہ ہے

ولا على ظهرها الا سقيم ومرض القلوب اكثر من مرض الابدان وانما صار كذلك لثلث علل احدها ان من كان
اور جو اوسکی پشت پر ہی سو بیمار ہی اور دلکی دکہہ جسمانی بیماریسی زیادہ ہین اور یہہ حال تین سبب سی ہوگیا ہی ایک تو یہہ کہ جو

مريض القلب لا يدري كونه مريضا والثانية ان عاقبة مرض القلب لا يشاهد قبل الموت بخلاف مرض البدن
دلکا دکہیا ہی وہ اپنی تئین دکہیا نہین سمجہتا اور دوسرا سبب یہہ ہی کہ دلکی بیماریکا انجام موت سی پہلی ظاہر نظر نہین آتا بخلاف مرض بدن کی

فان عاقبته موت مشاهد تنفر عنه الطباع وتكون ما بعد الموت غير مشاهد قلت النفرة عن الذنوب
کہ اوسکا انجام موت نظر آتی ہی سو اوس سی طبیعتین نفرت کرتی ہین اور موت کی بعد کہ حال جو ظاہر نہین نظر آتا اسلئی گناہونسی نفرت کم ہوگئی ہی

ويتكل مرتكبها على فضل الله تعالى ولا يشتغل بعلاج مرض قلبه بل يشتغل بعلاج مرض بدنه من غير اتكال
اور گنہگار اللہ تعالی کی فضل پر تکیہ کرلیتا ہی اور اپنی دلکی دکہہ کا علاج نہین کرتا بلکہ بدنی مرض کا علاج فضل الہی پر بی تکیہ کئی کرتا ہی

على فضل الله تعالى مع كون فضل الله تعالى عاما في الدنيا والاخرة والثالثة وهي الداء العضال فقد الطبيب
باوجودیکہ اللہ تعالی کا فضل دنیا اور آخرت دونون مین برابر ہی اور تیسرا سبب یہہ ہی اور یہہ بڑا سخت دکہہ ہی یعنی طبیب کا نہونا

فان الاطباء هم العلماء وهم في هذا الزمان قد مرضوا مرضا شديدا حتى عجزوا عن علاج انفسهم فضلا عن
کیونکہ اسکی طبیب تو علماء ہین سو اس زمانہ مین وہ خود ہی سخت بیمار ہین یہان تک کہ اپنا ہی علاج نہین کرسکتی غیر کی تو کیا کرسکتی ہی اس سبب سی یہہ دکہہ

علاج غيرهم وبهذا السبب عم الداء وانقطع الدواء وهلك الخلق بل اشتغل الاطباء بفنون الاغواء فليتهم
اور بہی زیادہ پہیل گیا اور علاج جاتا رہا اور خلق مرگئی بلکہ طبیب طرح طرح کی اغوا مین مشغول ہین کاشکی وہ طبیب

اذ لم يصلحوا المريض لم يفسدوا وليتهم سكتوا ولم ينطقوا فانهم اذا تكلموا لا يقصدون في مواعظهم الا استمالة قلوب العوام
اگر علاج نکرتی تو دکہہ ہی نہ بڑہاتی اور کاشکی وہ خاموش رہتی کچہہ نہ بولتی بیشک جب وہ بولتی ہین تو اوس وعظ سی سوا بہلانی قلوب عوام کی کچہہ اور غرض نہین

ولا يتوصلون اليها الا بذكر الرجاء والرحمة لكون ذلك الذ في الاسماع واخف على الطباع فينصرف الخلق عن مجلس
ہوتی اور اسکا وسیلہ یہہ ہی امید اور رحمت کا ذکر بار بار کرنا ہی کیونکہ یہہ ہی کانون مین لذیذ اور طبیعتون پر ہلکا ہی پہر خلقت مجلس وعظ سی جب اوٹہتی ہی

وعظهم وقد استفادوا مزيد جراءة على المعاصي ومهما كان الطبيب كذلك يهلك المريض بالدواء حيث يضعه
تو اونکو گناہون پر اور بہی جرأت پیدا ہوجاتی ہی اور جب طبیب ہی ایسا ہووی تو دکہیا دواہی سی مریگا کیونکہ طبیب بی محل دوا

في غير موضعه فان الخوف والرجاء دواءان لكن لشخصين متضادي العلة فالذي غلب عليه الخوف حتى هجر
دیتا ہی بیشک خوف اور رجا دونو دوا تو ہین پر ایسی دو شخص کی جو الگ الگ بیمار ہون پہر جسپر خوف اتنا غالب آیا کہ دنیا بالکل ترک کی

الدنيا بالكلية وكلف نفسه ما لا يطيق وضيق عليه العيش يكسر سورة خوفه بذكر اسباب الرجاء وسعة رحمة
اور اپنی جان کو طاقت سی زیادہ تکلیف مین ڈالی اور عیش تنگ کرلیا تو اوسکی خوف کی شدت کو اسباب رجا کی اور فراخی رحمت الہی کا ذکر کرکی

الله تعالى ليعود الى الاعتدال وكذا المصر على الذنوب المشتهي للتوبة الممتنع عنها بحكم القنوط واليأس استعظاما
گہٹادی تاکہ وہ اعتدال پر آجاوی اور ایسی ہی جو گناہ پر اڑا ہوا توبہ کا آرزومند کہ بسبب ناامیدی اور یاس کی اپنی گناہون کو سخت سخت سمجہہ کر

لذنوبه التي سبقت يعالج ايضا بذكر اسباب الرجاء وسعة رحمة الله تعالى حتى يطمع في قبول توبته فيتوب
جو اوس سی عمل مین آئی ہین توبہ نکرتا ہو ایسی کا علاج بہی یہہ ہی ذکر کرنا اسباب رجا کا اور فراخی رحمت الہی کا تا کہ اوسکو توقع قبول توبہ کی پیدا ہو پہر وہ توبہ کری

فاما معالجة المغرور المسترسل في المعاصي بذكر اسباب الرجاء وسعة رحمة الله تعالى فيضاهي معالجة المحرور
اور رہا دہوکی مین پڑا ہوا معاصی مین بی قید اسکا علاج ذکر اسباب رجا سی اور بیان فراخی رحمت الہی سی ایسا ہی جیسی تپ چڑہی کو

بالعسل وذكر في موضع اخر من الاحياء ان هذا الزمان زمان لا ينبغي ان يذكر فيه للخلق اسباب الرجاء وسعة
شہد پلادیا اور احیاء کی ایک اور جگہ مین مذکور ہی کہ یہہ ایسا زمانہ ہی کہ اسمین خلق کی سامنی ذکر اسباب رجا کا اور بیان فراخی

رحمة الله تعالى لأن ذكرها يهلكهم بالكلية لكنها لما كانت أخف على النفوس وألذ في القلوب ولم يكن غرض
رحمت الٰہی کا چھپانا ہے کیونکہ یہ دونوں ذکر خلقت کو سراسر کھوئی دیتی ہیں لیکن یہ کہ لوگوں پر جو ہلکا ہی اور لوگوں کی دلوں میں لذت پیدا کرتا ہی اور واعظوں کی
الوعاظ إلا استمالة القلوب واستنطاق الخلق بالثناء عليهم كيفما كانوا مالوا إلى الإرجاء حتى ازداد الفساق فساداً
غرض بھی دلوں کی بہلانی درحقیقت میں اپنی تعریف کرانی کی سوا کچھ نہیں ہی خلق کا حال کچھ ہی ہو اگر تو واعظ خواہ مخواہ رجا کی طرف متوجہ ہوئی ہیں یہاں تک کہ فاسقین
والمنهمكون في طغيانهم تمادياً وذكر في موضع آخر أن الخلق الموجودين في هذا الزمان كان الأصلح لهم غلبة الخوف بشرط
بھی فساد پر لگ گیا اور طغیانی میں پھنسی ہوئی لوگ اور بھی ڈوب گئی اور ایک جگہ میں مذکور ہی کہ اس زمانہ کی خلقت کو لئے اصلح یہ ہی کہ ان پر خوف غالب ہو لیکن اتنا ہو کہ نہ ہو
أن لا يخرجهم إلى اليأس وترك العمل وقطع الطمع من المغفرة فيكون ذلك سبباً للتكاسل عن العمل وداعياً إلى الانهماك
کہ وہ ناامید ہوکر عمل ترک نکردیں اور مغفرت کی طمع نہ چھوڑدیں کیونکہ یہ عمل میں سستی اور لاچار معاصی میں کھپ جاویگی سو یہ درجہ یاس کا ہی
في المعاصي فإن ذلك قنوط وليس بخوف بل الخوف هو الذي يحث على العمل ويكدر جميع الشهوات ويزعج القلب
خوف کا نہیں ہی بلکہ خوف یہ ہوتا ہی کہ عمل کی رغبت ہو اور تمام شہوات بی مزہ ہو جاویں اور دل دنیا کی رغبت سی بیزار ہوکر
عن الركون إلى دار الغرور ويدعوه إلى المثل إلى دار السرور وهذا هو الخوف المحمود لا اليأس الموجب للقنوط فإذا كان
اور کثرت ہو جاوی دار آخرت کی رغبت ہونی لگی اور یہ حالت اچھی خوف کی ہی یاس کا درجہ نہیں جسمیں ناامید ہو جاوی جب حال ایسا ہی
الأمر كذلك فالطريق الذي ينبغي أن يسلكه الواعظ في وعظه مع الخلق في هذا الزمان إذا كان مأموراً من
تو وہ رستہ جو واعظوں کو وعظ میں اس زمانہ کی خلقت کی ساتھ چلنا چاہیے جب کہ واعظ امام کی طرف سی مامور ہو تو یہ ہی کہ
جهة الإمام أن يذكر ما في القرآن من الآيات المخوفة للمذنبين وما ورد في الأخبار والآثار في ذم المجرمين ومدح التائبين
کہ قرآن میں سی وہ آیات بیان کری جنمیں گنہگاروں کی واسطی خوف ہی اور وہ احادیث و آثار جنمیں گنہگاروں کی ہجو اور توبہ کرکر طاعت کرنیوالوں کی مدح ہی
المطيعين ويستكثر منها إن كان وارث رسول رب العالمين فإنه عليه السلام ما خلف ديناراً ولا درهماً وإنما
اور اسی قسم کی کثرت رکھی اگر رسول رب العالمین کا وارث ہی بیشک نبی علیہ السلام نی نہ دینار چھوڑی ہی اور نہ درہم صرف یہ ہی
خلف العلم والحكمة وورثه كل عالم بقدر ما أصابه ثم ينبغي له أن يقرر عندهم أن تعجيل العقوبة على الذنب متوقع
علم اور حکمت چھوڑ گئی ہیں اور ہر عالم اوسکا وارث ہوا جتنا اوسکی نصیب میں تھا پھر لوگوں چاہیے کہ اونکی سامنی تقریر کری کہ گناہ کی وبال بھی دنیا میں اسی عقوبت ہو جانی
في الدنيا ويبين لهم أن كل ما يصيب الإنسان من المصائب في الدنيا فهو بسبب ذنبه كما قال الله تعالى وما أصابكم
ممکن ہی اور بیان کری کہ انسان پر دنیا میں جو مصیبت پڑجاتی ہی سو وہ بسبب گناہوں کی وبال ہی ہی جیسا کہ اللہ تعالی فرماتا ہی اور جو پڑتی تم پر
من مصيبة فبما كسبت أيديكم فينبغي له أن يخوفهم بذلك لأن بعض الناس يخاف من العقوبة في الدنيا ويتساهل
کوئی سختی سو بدلہ اوسکا جو کمایا تمہاری ہاتھوں نی لازم ہی کہ ان کو اسی سی خوف دلاوی اسلئی کہ بعضی آدمی دنیا ہی کی عقوبت سی ڈرتی ہیں اور آخرت کی
في أمر الآخرة لفرط جهله فيذكر له أن يبين له أن الذنوب كلها تتعجل في الدنيا شؤمها في غالب الأمر ويضيق عليه رزقه
بات میں جہالت کی ماری سہولت برتتی ہیں تو بس واعظ کو لازم ہی کہ اونکی سامنی یہ بیان کری کہ گناہوں کی شامت اکثر دنیا میں جلد آجاتی ہی اور اسکی سبب رزق بھی تنگ
بسببها لما روي أنه عليه السلام قال إن العبد ليحرم الرزق بسبب ذنب يصيبه ثم ينبغي له أن يفخم أمر الوعظ ويرفع
ہو جاتی ہی کیونکہ روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا کہ آدمی گناہ کی سبب رزق سی محروم ہو جاتا ہی پھر اوسکو چاہیے کہ وعظ عظمت سی در لکار کر کہی
صوته ويكون منه في وعظه ما يشعر بالحال الذي هو فيه من الترغيب والترهيب لما روي عن جابر أنه عليه السلام
اور وعظ میں جو بیان کرتا ہو ویسا ہی حال بنالی کہ صورت ہی ترغیب اور خوف معلوم ہو کیونکہ جابر سی روایت ہی کہ نبی علیہ السلام کا
كان إذا خطب احمرت عيناه وعلا صوته كأنه منذر جيش وكذا ينبغي له إذا تكلم بكلام أن يكرره ثلاث مرات
یہ حال تھا کہ جب وعظ فرماتی تو آنکھیں سرخ اور آواز بلند ہو جاتی گویا فوج سی ڈرا رہی ہیں اور ایسی ہی لازم ہی کہ جب کوئی بات کہی تو تین بار کہی

ليفهمه سامعوه ويتمكن في قلوبهم ويحفظوه لما روي عن انس انه عليه السلام كان اذا تكلم بكلمة اعادها ثلثا
تاکہ سننی والی سمجھ لین اور اونکی دلون مین بیٹھ جاوی اور یاد رکھین کیونکہ انس سی روایت ہی کہ نبی علیہ السلام اگر کوئی بات فرماتی تو تین بار کہتی
حتی تفهم عنه لكن يجب عليه ان يحترز عن خلط كلامه البدعة لما ذكر في الاحياء ان الواعظ مهما مزج كلامه البدعة
تاکہ خوب سمجھ لین لیکن واعظ پر واجب ہی کہ اپنی کلام مین بدعت کی باتین نہ ملاوی کیونکہ احیاء مین مذکور ہی کہ واعظ اگر بدعت بیان کرنی لگی
يجب منعه ولا يجوز حضور مجلسه الا على قصد الرد عليه ان قدر وان لم يقدر لا يحضر مجلسه وكذا مهما كان كلامه
تو اوسکا روکنا واجب ہی اور اوسکی مجلس مین جانا جایز نہین مگر بارادہ رد کی جاوی اگر قدرت رکہتا ہو اور اگر قدرت نہو تو اوسکی مجلس مین نجاوی اور ایسی ہی اگر اوسکی کلام
مائلا الى الارجاء وتجرية الناس على المعاصي وزاد بسببه رجاء الخلق على خوفهم فهو منكر يجب منعه لكون
ارجا کی طرف جہکتی ہو اور لوگون کو معاصی پر جرءت ہوتی ہو اور اس باعث سی خلق کو رجا خوف سی زیادہ بڑھ جاوی اب وہ واعظ نہین منکر ہی اوسکا روکنا چاہئی
فساده عظيما بل الاقرب والاليق بطباع الخلق ان يرجح خوفهم على رجائهم لانهم الى الخوف احوج وذكر في الرسالة
اسکا بڑا فساد ہی بلکہ خلقت کی حال کی مطابق یہہ ہی کہ اونپر رجا سی خوف غالب رہی کیونکہ خوف کی زیادہ تر محتاج ہین اور امام غزالی کی رسالہ مین
المسماة يا ايها الولد للامام الغزالي ان الواعظ ينبغي له ان يكون عزمه وهمته ان يدعو الناس من الدنيا الى
جسکا نام یا ایہا الولد ہی مذکور ہی کہ واعظ کو چاہئی کہ اوسکا قصد اور ہمت یہہ ہی ہووی کہ لوگون کو دنیا سی آخرت کی طرف بلاوی اور معصیت سی طاعت کی طرف
الاخرة ومن المعصية الى الطاعة ومن الحرص الى القناعة ويحبب اليهم الاخرة ويبغض عليهم الدنيا ويعلمهم
طلب کری اور حرص سی قناعت کی طرف اشارہ کری اور اونکو آخرت کی محبت اور دنیا کا بغض دلاوی اور اونکو عبادت
العبادة والتقوى لان الغالب في طباعهم الزيغ عن منهج الشرع والسعي فيما لا يرضى الله تعالى فيلقي في قلوبهم
اور پرہیزگاری تعلیم کری اصلی کہ اونکی طبیعتون مین اکثر شرع کی راہ سی کجی اور برخلاف رضامندی الله تعالی کی سعی ہوتی ہی سو اونکی دلون مین خدا کا خوف
الرعب ويخوفهم عما يستقبلهم من المخاوف لعل صفات باطنهم تتغير ومعاملة ظاهرهم تتبدل ويظهر منهم الحرص
ڈالی اور اونکو سامنی آنی ہوئی خوفناک چیزون سی ڈراوی شاید کہ اونکی صفات باطنی بدل جاوین اور ظاہر کا معاملہ پلٹ جاوی اور اونسی طاعت کی حرص
الى الطاعة والرجوع عن المعصية وهذا هو طريق الوعظ والنصيحة وكل واعظ لا يكون وعظه هكذا فوعظه وبال
اور معصیت سی رجوع ظاہر ہونی لگی اور یہہ ہی طریقہ وعظ اور نصیحت کا اور جس واعظ کا وعظ ایسا ہو دی تو اوسکا وعظ کہنی
على القائل والسامع بل قيل انه شيطان في صورة الانسان يخرج الخلق عن طريق الحق ويهلكهم فيجب عليهم ان يفروا
اور سننی دونون پر وبال ہی بلکہ بعضی کہتی ہین کہ وہ انسان کی صورت مین شیطان ہی کہ خلقت کو طریق حق سی بچلا کر ہلاک کرتا ہی سو خلق پر واجب ہی کہ اوس سی ایسا بہاگین
منه فرارهم من الاسد لان ما يفسده هذا الواعظ من دينهم لا يستطيع ان يفسد بمثله الشيطان ومن كان له يد و
جیسی شیر سی بہاگتی ہین کیونکہ یہہ واعظ جتنا انکا دین برباد کریگا شیطان کی قدرت نہین کہ اتنا برباد کری اور جسکو قابو اور قوت ہووی
قدرة يجب عليه ان ينزله من منابر المسلمين ويمنعه عما باشره لانه من جملة الامر بالمعروف والنهي عن المنكر وكذا الوعاظ
واجب ہی کہ اوسکو مسلمانون کی منبر سی اوتار دی اور وعظ کہنی سی منع کردی کیونکہ یہہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر مین داخل ہی اور ایسی ہی وہ واعظ
الذين يشتغلون بالقصص التي يتطرق اليها الزيادة والنقصان والكذب والبهتان قد ورد نهي السلف عن الجلوس في
کہ کہانیان بیان کرتی ہین جسمین زیادتی کمتی اور جہوٹ اور بہتان ملا ہوا ہی متقدمین انکی مجلس مین جانی سی منع کرگئی ہین
مجلسهم لان القصص منها ما ينفع سماعه ومنها ما يضر سماعه وان كان صدقا فمن فتح على نفسه ذلك الباب يختلط
اسلئی کہ بعضی قصون کا سننا مفید ہوتا ہی اور بعضی قصون کا سننا ضرر کرتا ہی اگرچہ سچا ہووی پہر جو شخص اپنی اوپر یہہ دروازہ کہول لیگا تو اوسپر
عليه الصدق بالكذب والنافع بالضار وقال احمد بن حنبل القصة ان كانت من قصص الانبياء والصالحين
سچ جہوٹ مین اور نافع مضر مین ملاری کا تمیز نہوگی اور احمد بن حنبل کہتی ہین کہ قصہ اگر انبیا اور صلحا کا ہو

فيما يتعلق بأمور الدين وكانت صحيحة الرواية فلا نرى به بأسا فليحذر الكذب وحكاية أحوال تؤدي إلى هفوات
جو امور دین سے متعلق ہیں اور روایت بھی صحیح ہو تو اس میں کچھ مضایقہ نہیں معلوم ہوتا سو جھوٹ سے اور ایسے احوال بیان کرنے سے پرہیز کرے جس میں خطا
ومساهلات يقصر فهم العوام عن درك معانيها فإن العامي يتمسك بذلك في مساهلاته وهفواته ويمهد لنفسه
اور سہل انگاری ہو اور عوام کا فہم اسکے معانی سمجھنے سے قاصر ہو کیونکہ عام لوگ اس حکایت میں سے سہل انگاری اور خطا کی سند پکڑ کر اپنی لیے ایک عذر بنا کر
عذرا فيها ويقول قد صدر عن بعض المشايخ وبعض الأكابر كيت وكيت وكلنا بصدد المعاصي فلا غرو
کھڑا کرلیتے ہیں اور کہنے لگتے ہیں کہ بعضے مشایخ اور بزرگوں سے ایسی باتیں ہوگئی ہیں اور ہمارے تو کیا شمار ہے ہم تو سر سے گنہگار ہی ہیں
إن صدر مني ذنب فقد صدر عمن هو أكبر مني ويعد ذلك جرأة على الله تعالى من حيث لا يدري وبعد الاحتراز
اگر ہم سے کوئی گناہ ہوگیا تو کیا تعجب ہے جب ہم سے جو بڑے بزرگ ہیں ان سے بھی ہوگیا ہے اور اس سے عوام کو خدا پر ایسی جرأت پیدا ہوتی ہے کہ اونکو خبر نہیں ہوتی اور
عن هذين فلا بأس به وعند ذلك يرجع القصص المحمودة التي اشتمل عليه القرآن وصح في الكتب الصحيحة من الأخبار
ان دونوں امر سے بچے تو پھر کچھ خوف نہیں ہے اب وہ اچھی اچھی سچی حکایات مطابق ہو جو قرآن میں آئی ہیں اور تاریخ کی معتبر کتابوں میں صحیح صحیح مذکور ہیں
وأما ما يوجد في بعض الكتب التي يذكر فيها من قصص الأنبياء ما لا يليق بحالهم فيجب التحرز عنها كقصة داود النبي
اور یہی وہ قصے جو بعضی کتابوں میں ملتے ہیں جن میں انبیا علیہم السلام کی قصے ایسے مذکور ہیں کہ انبیا کی حال سے مناسب نہیں ہیں ایسے قصوں سے اونکو بچنا
فإنها على ما رووها القصاص من أنه عليه السلام دخل بيته يوم محرابه وأغلق بابه وجعل يصلي ويقرأ الزبور
جیسے داود نبی علیہ السلام کا سو یہ قصہ بموافق روایت قصاص کی کہ داود علیہ السلام ایک روز اپنی محراب میں داخل ہوکر دروازہ بند کرلیا اور نماز اور زبور کی تلاوت میں مشغول ہوئے
فبينما هو كذلك إذ جاء الشيطان في صورة حمامة من ذهب فمد يده ليأخذها لابن له صغير فطارت فاتبعها
وہ اسی حال میں تھے کہ ناگاہ شیطان سونے کا کبوتر بنکر گیا سو داود علیہ السلام نے چھوٹی بیٹے کی کھیلنے کیواسطی اوسکی پکڑنے کو ہاتھ لمبا کیا وہ اوڑگیا سو اسکے پیچھے لگا تھا
إليها فطارت فوقعت في كوة فتبعها فأبصر امرأة جميلة قد نقضت شعرها فغطت بدنها وهي كانت امرأة رجل
تو وہ اوڑکر ایک روشندان میں گر پڑا اوسکی پیچھے گئے تو ایک عورت خوبصورت کہ جسنے اپنے بال کھول کر بدن ڈھک لیا نظر پڑگئی اور وہ ایک شخص کی جورو تھی
يقال له أوريا وكان من غزاة البلقاء فكتب إلى صاحب بعث البلقاء وهو أيوب بن صوريا أن ابعث
نام اوسکا اوریا اور بلقا کی غازیوں میں تھا سو داود نے بلقا کی سردار لشکر یعنی ایوب بن صوریا کو یہ لکھا کہ میں اوریا کو بھیجتا ہوں
أوريا وقدمه على التابوت وكان من يقدم على التابوت لا يحل له أن يرجع حتى يفتح الله تعالى على يديه أو يستشهد
سو تو اوسکو تابوت کے پیش کردینا اور قاعدہ یوں تھا کہ جو شخص تابوت کے پیش ہوتا تھا اوسکو حلال نہیں تھا کہ بدون فتح کی لوٹ جاوے یا شہید ہوجاوے
ففتح الله تعالى على يده وسلم وأمره أن يرده مرة أخرى والثالثة حتى قتل وأتاه خبر قتله فلم يحزن كما يحزن على
سو اللہ تعالی نے اوسکے ہاتھ پر فتح دی اور وہ سلامت بچا پھر اوسکو حکم دیا کہ اوریا کو دوبارہ اور سہ بارہ روانہ کرے آخر وہ مارا گیا اور داود علیہ السلام کو خبر اسکی قتل کی آئی تو
الشهداء فتزوج امرأته فهذا وأمثاله أمثال متلعة تمجه الأسماع وتنكر الجنوب سوى عمه الطباع يأس من علم
شہدا پر جیسا غم ہوتا ہے ویسا غم نہ کیا اور اوسکی بی بی سے نکاح کرلیا سو یہ قصہ اور ایسے ایسے قصے جو واہی ہیں کان اسکے سننے سے انکار کرتے ہیں اور طبیعتیں نفرت کرتی ہیں
العلم بما يحب وما يستحيل وما يجوز في حق الأنبياء فويل لمن ابتدعه وأشاعه وويل لمن اجترأ وأذاعه أو نقله
انکا سننا سخت نامناسب ہے کیونکہ انبیا علیہم السلام کی حق میں کیا واجب ہے اور کیا محال ہے اور کیا جائز ہے سو افسوس ہے جسنے اسکو گھڑا اور مشہور کیا اور جس نے نقل کیا اور پھیلایا کیونکہ
أن يجري به على بعض المنتمين بالصلاح من آحاد المسلمين فضلا عن بعض أعلام الأنبياء والمرسلين ولذلك
قبیح ہے کہ یہ بات مسلمانوں میں سے کسی صالح سے منسوب ہو چہ جائیکہ بزرگ انبیا اور مرسلین سے اسی لیے علی کرم اللہ وجہہ نے کہا ہے
قال علي كرم الله وجهه من حدثكم بحديث داود النبي عليه السلام على ما رواه القصاص جلدته مائة وستين
کہ جو شخص داود علیہ السلام کی بات موافق روایت قصاص کی بیان کریگا تو میں اوسکو ایک سو ساٹھ کوڑے ماروں گا

وهذا حط الفرية على الانبياء وروي ان عمر بن عبد العزيز حدث بذلك وكان عنده رجل من اهل الحق وكذب

اور انبیا پر تہمت لگانی ہے یہی حد ہے اور روایت ہے کہ عمر بن عبد العزیز کی سامنے یہہ بیان ہوا اور اونکی پاس ایک شخص حقانی موجود تہا سو اوسنی

المحدث به وقال ان القصة ان كانت على ما في كتاب الله تعالى فما ينبغي ان يلتمس خلافها بان يقال غير ذلك

اوس قصی کو جہٹلایا کہا کہ قصہ داود کا اگر کتاب اللہ کی موافق ہی تو کیا سبب ہی کہ اوسکی خلاف تلاش کریں کہ اوسکی سوای اور کچہہ بیان ہو

وان كانت على ما ذكرت فقد كف الله تعالى عنها سترا على نبيه فما ينبغي اظهارها عليه فقال عمر بن عبد العزيز

اور اگر تیری اظہار کی موافق ہو تو بیشک اللہ تعالی نی اسکا اپنی نبی پر پردہ رکہا تو اوسکا بیان کرنا لایق نہیں ہی عمر بن عبد العزیز نی کہا

لسماع هذا الكلام احب الي مما طلعت عليه الشمس وانما قال ذلك لانها قصة زل فيها كثير من الناس وقالوا

یہہ بات مجہکو سنا تو سنی محبوب تر ہی جس پر آفتاب چمکا ہی اور یہہ اسلئی کہا کہ یہہ ایسا قصہ ہی کہ اسمین بہت لوگ پہسل پڑی ہین اور داود

في نبي الله داود عليه السلام ما لا يليق بحال الانبياء فان اصل القصة على ما ذكر في بعض التفاسير ان داود النبي ع

نبی علیہ السلام کو ایسا کہنی لگی ہین کہ انبیا کی حال سی مناسب نہین ہی اور اصل قصہ موافق بعضی تفسیرون کی یون ہی کہ داود نبی کی نظر اوریا کی

راى امراة رجل يقال له اوريا فمال قلبه اليها فساله ان يطلقها فاستحيى ان يرده ففعل فتزوجها وهي ام سليمان

جورو پر پڑ گئی تو اوسپر اونکا دل آگیا سو داود نی اوریا کو کہا کہ اوسکو طلاق دیدی اوسنی حیا کی مارے سوال رد نکیا جب اوسنی طلاق دیدی اونہون نی نکاح کر لیا

النبي ع وكان ذلك جائزا في شريعته معتادا بين امته غير مخل بالمروة حيث كان يسئل بعضهم بعضا ان ينزل له

اور وہ عورت سلیمان علیہ السلام کی ماں ہی اور یہہ طریقہ اونکی شریعت مین جایز اور امت مین مروج تہا اور خلاف مروت نتہا کیونکہ جب کسیکی بی بی کسیکو پسند آتی تہی تو نزدیکین سوال کیا کرتا تہا

عن امراته فيتزوجها اذا اعجبته وكان الانصار في صدر الاسلام يواسون المهاجرين بمثل ذلك من غير نكير خلا انه عليه السلام

کہ اپنی بی بی میری لئی چہوڑ دی پہر وہ نکاح کر لیتا اور انصار ابتداء اسلام مین اسی طرح کی غمخواری مہاجرین کی ساتہ طریق مروت رکہتی تہی مگر داود علیہ السلام کو

لعظم منزلته وارتفاع مرتبته وعلو شانه لم يكن ينبغي له ان يتعاطى ما يتعاطاه احاد امته ويسال رجلا ليس له

بسبب عظمت منزلت اور رفعت مرتبت اور علو شان کی مناسب نتہا کہ ایسا معاملہ کریں جو کہ اونکی امت کی ادنی آدمی کرتی تہی اور وہ بہی ایسی شخص سی سوال کرین کہ اوسکی

الا امراة واحدة ان ينزل له عنها فيتزوجها مع كثرة نسائه بل كان ينبغي له ان يغالب هواه ويقهر نفسه ويصبر

پاس ایک ہی بی بی تہی کہ میری لئی چہوڑ دی پہر اوس سی نکاح کر لیں باوجودیکہ انکی پاس بی بیان بہت تہین بلکہ انکو یون لازم تہا کہ ہوا کو مغلوب کرتی اور نفس کو دبا لیتی

على ما امتحن به فعلى هذا القول لا يلزم في حق داود ع الا ترك الاولى لان وقوع بصره عليها كان من غير قصده

اور اس امتحان پر صبر کرتی اس بیان کی موافق حضرت داود کی حق مین یہی لازم آتا ہی کہ ترک اولی ہوا کیونکہ اوس عورت پر نظر تو بلا قصد پڑ گئی تہی

فلا يكون ذنبا وكذا ميل قلبه اليها عقيب النظر لا يكون ذنبا لان الاحتراز عنه غير مقدور للبشر وانما عوتب كل

سو کچہہ گناہ نہیں ہی اور ایسا ہی دیکہنی کی بعد دل کا آجانا کچہہ گناہ نہیں ہی کیونکہ بچنا اس سی آدمی کی بس مین نہین ہی اور یہہ تمام عتاب الہی

هذا العتاب حتى بعث الملئكة بالخصومة عنده تمثيلا لحاله وتقريرا لذلك لديه لان الانبياء يواخذون بادنى شئ

کہ اونکی پاس فرشتی جہگڑتی ہوئی اونکی حال کی صورت اور تقریر لیکر آئی تو اسلئی ہوا کہ انبیاء علیہم السلام سی مواخذہ ایسی ذرہ بات پر ہو جاتا ہی

كان منهم مما لا يوخذ بذلك غيرهم بل يعد ذلك من غيرهم من ارفع الاعمال واجلها الا ترى ان يونس النبي ع لما دعى

کہ اوروں سی اوسپر مواخذہ نہیں ہوتا بلکہ وہ بات اوروں کی حق میں بڑا عمل اور نیک تر ہوتا ہی کیا معلوم نہین کہ یونس نبی علیہ السلام نی جب اپنی قوم کو

قومه الى الايمان وابوا عن قبوله واصروا على الكفر والعصيان وبالغوا في العناد والطغيان حتى عيل صبره ولم

ایمان پر بلایا اور اونہون نی تسلیم سی انکار کیا اور کفر اور عصیان پر اڑ گئی اور عناد اور سرکشی حد کو پہنچا دی یہان تک کہ اونکو صبر دشوار ہو گیا اور

يطق على المصابرة معهم خرج من بينهم غضبا لله تعالى وبغضا للكفر وهذا وان كان يعد من ارفع الاعمال

طاقت صبر کی نہ رہی اونکی بیچ سی خدا کی واسطی غصہ ہو کر کفر کی دشمنی کی مارے چلی گئی یہہ بات اگرچہ اور مومن کی حق میں عمدہ اور نیک تر عمل

واجلها

واخذها بالنسبة الى غيره من احاد المؤمنين لكن لما كان خروجه من بينهم بلا اذن من الله تعالى وكان عليه

شہر میں آ گئے پر حضرت یونس کا اوس سے چلا جانا جو بدوں حکم اللہ تعالیٰ کی تہا اور اونکو لازم یہہ تہا

ان يصبر وينتظر الاذن من الله تعالى عوتب وحبس في بطن الحوت مقدار ما شاء الله تعالى والحاصل

کہ صبر ہی کرتی اور اللہ تعالیٰ کی حکم کی منتظر رہتی تو عتاب ہوا اور مچھلی کی پیٹ میں بمقدار مشیت الٰہی قید رہی حاصل یہہ ہی

ان الانبياء في زمان نبوتهم معصومون عن الكبائر مطلقا وعن الصغائر عمدا لكن يجوز صدور الصغائر عنهم

کہ سب انبیا نبوت کی زمانہ میں کبائر سی تو مطلقا معصوم ہوتی ہیں اور عمداً صغائر سی بہی لیکن اونسی صغیرہ کا ہو جانا

سهوا وعلى سبيل النسيان او على سبيل الخطاء في التاويل وتسمى ذلك زلة وهي الصغيرة التي يفعل من غير قصد

اور وہی سہو یا بہول کر یا تاویل میں چوک کر جایز ہی اور اوسکو زلہ کہتی ہیں یعنی صغیرہ جو بلا ارادہ ہو جاوی

اليها كما قال الامام السرخسي اما الزلة فلا يوجد فيها القصد الى عينها وانما يوجد فيها القصد الى اصل الفعل

چنانچہ امام سرخسی کہتا ہی کہ زلہ میں وہ فعل خاص مقصود نہیں ہوتا اوسمیں وہ اصل فعل مراد ہوتا ہی

لانها ماخوذة من قولهم زلت الرجل في الطين اذا لم يوجد منه القصد الى الوقوع ولا الى الثبات بعد الوقوع

کیونکہ لفظ زلہ کا انکی اس محاورہ سی لیا ہی آدمی کیچڑ میں پہسل پڑا جب اوسکا ارادہ گرنیکا نہیں ہوتا اور نہ ثبات کا بعد گرنیکی

وان وجد منه القصد الى المشي في الطريق وانما تواخذ الانبياء عليها لانها لا تخلو عن نوع تقصير يمكن المكلف

اگرچہ اوس سی راہ میں قصد چلنے کا پایا گیا اور انبیا سی ایسی بات پر اسلئی مواخذہ ہوتا ہی کہ نہیں سی کچھ تو تقصیر ہی کہ مرد مکلف گر بات رہی

الاحتراز عنه عند التثبت واما المعصية حقيقة وهي فعل حرام يقصد اليه مع العلم بحرمته فيستحيل صدوره

تو بچ سکتا ہی اور رہی معصیت حقیقی سو وہ فعل حرام ہی کہ اوسکی حرمت جانکر اوسکی طرف قصد کری سو ایسی بات ایسا سی ہونی محال ہی

عنهم وما يوجد ما يوهم صدور الذنب عنهم في زمان نبوتهم من قصصهم الواقعة في القران والاحاديث والاثار فالجواب

اور یہہ جو زمانہ نبوت میں گناہ ہونیکا وہم اونکی قصوں سی پیدا ہوتا ہی جو قرآن اور حدیث اور آثار میں آئی ہیں ان قصوں کا

عن تلك القصص جملة ان ما كان منها منقولا بالاحاد مردود لان نسبة الخطاء الى الرواة اهون من نسبة

مجمل جواب یہہ ہی کہ جو قصے احادی منقول ہیں اونکا رد کرنا واجب ہی کیونکہ راوی کی طرف خطا کا لگا دینا انبیا کی طرف خطا لگانی سی سہل

المعاصي الى الانبياء وما كان منها منقولا بالتواتر فما دام له محمل اخر يحمل عليه ويصرف عن ظاهره لدلائل العصمة

ہی اور جو قصے بالتواتر منقول ہیں جب تک اوسکی اور معنی بن سکیں تو ظاہر سی پہیر کر اوسپر حمل کریں کیونکہ دلائل عصمت کی موجود ہیں

وما لا يوجد له محيص يحمل على انه كان من قبيل ترك الاولى او من الصغائر الصادرة عنهم سهوا ونسيانا

اور جسمیں کوئی مخلصی نہیں ہی تو اسکو یہہ تاویل کریں کہ ترک اولی ہوا یا صغیرہ ہی کہ اونسی سہوا یا بہول کر ہو گیا اور ترک اولی ہونا

مما لا يسمنه ذنبا كما في قوله تعالى ليغفر لك الله ما تقدم من ذنبك وما تاخر ولا الاستغفار عنهم كما في قصة

یا صغیرہ کا سہوا یا بہول کر ہونا اسکی منافی نہیں ہی کہ اوسکا نام گناہ ہو جیسا کہ اس آیت میں تا معاف کری اللہ تجھکو جو آگی ہوئی تیری گناہ اور جو پیچھی رہی اور استغفار کی جیسا

داود النبي ع ولا الاعتراف بكونه ظلما كما في قصة ادم النبي ع لانه وان كان حسنة بالنسبة الى غيرهم لكن

داود علیہ السلام کی قصہ میں اور نہ اقرار اوسکی ظلم ہونیکا جیسی کہ آدم علیہ السلام کی قصہ میں کیونکہ وہ اگرچہ اوروں کی حق میں حسنہ ہی لیکن نسبت انبیاء کی گناہ ہی

بالنسبة اليهم يعد ذنبا ويستغفرون عنه ويعترفون بكونه ظلما لكون حسنات الابرار سيات المقربين وهذا

اور وہ اوسکو گناہ سمجہتی اور استغفار کرتی ہیں اور اوسکی ظلم ہونیکا اقرار کرتی ہیں کیونکہ حسنات ابرار کی مقربوں کی حق میں برابر سیآت کی ہوتی ہیں اور یہی

قال اهل العرفان من كان في مقام القرب مع الله تعالى وتحركت همته بالصرف في بابه لتدبر ما يعطى في ليلة

اہل عرفان کہتی ہیں کہ جو شخص اللہ تعالیٰ سی قرب رکہتا ہو اور وہیں اوسکی ہمت صرف ہو تاکہ اللہ تعالیٰ کی کرامات کو ورد اختیار کری

وكيف يقال ان ترك الاولى من الصغائر الصادرة عنهم سهوا والنسيان ١٢ مجمع الجوامع

تکتب له خطیئة لان ذلك من قلة الوثوق بفضل الله تعالی وقلة الیقین برزقه الموعود وهذه مرتبة الانبیاء
تو اوسکی حق میں خطا لکھی جاتی ہی کیونکہ اسمیں فضل الٰہی پر بہروسہ کامل اور روزی موعود پر یقین نہیں ہی اور یہہ رتبہ انبیاء

والصدیقین والاولیاء المقربین

اور صدیقین اور اولیا مقربین کا ہی

المجلس الثالث والثمانون فی بیان ان الله یبعث لهذه الامة علی رأس کل مائة سنة من یجدد الدین

تراسی مجلس اس بیان میں کہ الله تعالی اس امت کی لئی ہر صدی کی سری پر ایسا شخص پیدا کرتا ہی کہ دین از سر نو قایم کردی

قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ان الله یبعث لهذه الامة علی رأس کل مائة سنة من یجدد لها دینها هذا الحدیث من حسان المصابیح رواه ابو هریرة والمراد
رسول الله صلی الله علیه وسلم نی فرمایا بیشک الله تعالی اس امت کی واسطی ہر صدی کی سری پر ایسا شخص پیدا کرتا ہی کہ دین کو از سر نو قایم کری یہہ حدیث مصابیح کی حسن حدیثوں میں ہی ابو ہریرہ کی روایت سی ہی اور مراد

من رأس کل مائة سنة اولها من هجرة النبویة والمراد من تجدید الدین للامة احیاء ما اندرس من العمل بالکتاب
ہر صدی کی سری سی صدی کا ابتدا ہی ہجرت نبوی سی اور دین نیا کرنی سی امت کی لئی زندہ کردینا پرانی اعمال کا موافق کتاب اور سنت کی

والسنة والامر بمقتضاهما فان المبعوث علی رأس المائة والمجدد للدین قیل یلزم ان یکون رجلا مشهورا بالعلم
اور اونکی موافق امر کرنا مراد ہی پس صدی کی سری پر دین کا مجدد جو مبعوث ہو تو کہتی ہیں کہ ضرور ہی کہ وہ شخص علم میں مشہور اور فضیلت میں

معروفا بالفضل مشارا الیه فی الدین وان ینقضی المائة وهو حی ولا یعلم ذلك المجدد الا بغلبة الظن ممن
معروف اور دین میں مشار الیہ ہو اور ساری صدی میں زندہ رہی اور وہ مجدد اپنی ہم عصر علما میں سی گمان غالب سی

عاصره من العلماء بقرائن احواله والانتفاع بعلمه اذ المجدد للدین لابد ان یکون عالما بالعلوم الدینیة الظاهرة
بوسیلہ قراین احوال اور افادہ علم کی معلوم ہوتا ہی کیونکہ دین کا مجدد ضرور ہی کہ تمام علوم دینی ظاہری اور باطنی کا عالم

والباطنة ناصر السنة قامع البدعة وان یعم علمه اهل زمانه وانما کان التجدید علی رأس کل مائة سنة
اور سنت کا حامی بدعت کا اکہاڑنیوالا اور اوسکا علم تمام اہل زمانہ پر عام ہو اور ہر صدی کی سری پر تجدید دین کی اسلئی ہوتی ہی

لانخرام العلماء فیه غالبا واندراس السنن وظهور البدع فیحتاج حینئذ الی تجدید الدین فیاتی الله تعالی من
کہ اس مدت میں اکثر علما کم ہوجاتی ہیں اور سنتیں پرانی اور بدعتیں ظاہر ہوجاتی ہیں سو اب تجدید دین کی ضرورت پڑتی ہی سو الله تعالی خلق میں سی

الخلق بعوض من السلف اما واحدا ومتعددا فکان عند المائة الاولی عمر بن عبد العزیز وعند المائة الثانیة
عوض متقدمین کی کسیکو موجود کردیتا ہی یا ایک یا کئی سو پہلی صدی کی سری پر تو عمر بن عبد العزیز ہی اور دوسری صدی پر

الامام الشافعی وعند المائة الثالثة ابن سریج والاشعری وعند المائة الرابعة الباقلانی وعند المائة الخامسة
امام شافعی اور تیسری صدی پر ابن سریج اور اشعری اور چوتہی صدی پر باقلانی اور پانچوین صدی پر

الامام الغزالی وعند المائة السادسة الامام فخر الدین الرازی والرافعی وعند المائة السابعة ابن دقیق العید
امام غزالی اور چہٹی صدی پر امام فخر الدین رازی اور رافعی اور ساتوین صدی پر ابن دقیق العید

وعند المائة الثامنة الحبر البلقینی والحافظ زین الدین وعند المائة التاسع الامام السیوطی وعند المائة
اور آٹہوین صدی پر حبر بلقینی اور حافظ زین الدین اور نوین صدی پر امام سیوطی اور دسوین

العاشرة لم یتبین من هو قال السیوطی ونظیر هذا الحدیث ما ورد ان رأس کل مائة سنة یکون عندها
صدی پر معلوم نہین کون ہی سیوطی کہتا ہی اسحدیث کی نظیر وہ ہی جو وارد ہوا کہ ہر صدی کی سر پر ایک امیر ہوتا ہی

امیر فکان عند المائة الاولی الحجاج الذی عم ظلمه وفساده فجدد الله تعالی بعمر بن عبد العزیز وکان عند
سو پہلی صدی پر تو حجاج تہا جسکا ظلم اور فساد عام ہوگیا سو الله تعالی نی دین کی تجدید عمر بن عبد العزیز سی کی اور دوسری

المائة

المائة الثانية فتنة المامون الذی خالطه المعتزلة فحسنوا له القول بخلق القران وغير ذلك
اور دوسری صدی پر ماموں کا فتنہ ہوا کہ معتزلوں نے مخالطت بہم پہنچا کر اوسکو حدوث قرآن کا اور سوای اسکی

من البدع الاعتقادية حتى امتحن العلماء بذلك امتحانا عاما فی الاقطار ومن لم يجب فبعضهم
اور بدعات اعتقادی کا قایل کر دیا یہانتک کہ اوسنے اس مسئلہ میں عام علماء روی زمین کا امتحان لیا اور جسنی نمانا پھر بعضوں کو

ضرب وبعضهم قيد وحبس وبعضهم قتل وهذه من اعظم الفتن فی هذه الامة ولم يدع خليفة قبله الى
مارا اور کسیکو قید اور حبس کیا اور کسیکو جان سی مارا اس امت میں اسکی برابر کوئی فتنہ نہیں ہوا اور اس سی پہلی کسی خلیفہ نی بدعت کو اسطرح رواج

شیء من البدع فقيض الله تعالى عند هذه المائة الشافعی فطبق الارض بعلومه وهو اول من افتى
نہیں دیا سو اللہ تعالی نی اس صدی پر شافعی کو پیدا کیا جس اوسنی اپنی علم سی زمین کو پر کر دیا اور اونہوں نی سب سی پہلی

بقتل من قال بخلق القران وتكفيره وكان عند المائة الثالثة فتنة القرامطة فی كثير من البلاد
واسطی قتل اور کفر ایسی شخص کی جو حدوث قرآن کا قائل ہو فتوی دیا اور تیسری صدی پر قرامطہ کا فتنہ اکثر شہروں میں پہیلا

حتى دخلوا مكة وقتلوا الحجيج فی المسجد الحرام قتلا ذريعا وطرحوا القتلى فی بير زمزم وضربوا الحجر الاسود
یہانتک کہ مکہ میں جاکر حاجیوں کو مسجد حرام میں بہت قتل کیا اور لاشیں چاہ زمزم میں ڈالدیں اور حجر اسود کو

بالدبوس فكسروه ثم قلعوه وحملوه الى بلادهم وبقی عندهم اكثر من عشرين سنة ثم اشترى منهم
گرز مار کر توڑ ڈالا پھر اوکھاڑ کر اپنی ملک کو لیگئی اور بیس برس سی زیادہ اونکی پاس رہا پھر اونسی تیس ہزار دینار کو خرید کر

بثلثين الف دينار واعيد الى مكة فی محله وكان عند المائة الرابعة فتنة الحاكم بامر الله وناهيك ما فعل
مکہ میں لائی اور اوسی جگہہ پر رکھا اور چوتھی صدی پر فتنہ حاکم بامر اللہ کا ہوا اور کچھ حد نہیں جو فساد

من الفساد بل هو اعظم شرا ممن كان قبله بكثير فانه امر الناس بالسجود له اذا ذكر اسمه فی الخطبة و
کہ اوسنی کیا بلکہ اسکا فساد پہلی کی نسبت کئی درجہ بدتر تہا کیونکہ اسنی لوگوں کو یہہ حکم دیا کہ جب خطبہ میں میرا نام آوی تو سجدہ کرو اور

من كان قبله لم يامر احدا بالسجود له اذا ذكر اسمه فی الخطبة وكان عند المائة الخامسة استيلاء
جو مفسد اسکی پہلی تہی کسینی اپنی لئی سجدہ کا حکم نہیں دیا تہا کہ جب خطبہ میں میرا نام آوی تو سجدہ کرو اور پانچویں صدی پر اکثر شام کی شہروں پر

الفرنج على كثير من البلاد الشامية حتى دخلوا بيت المقدس وقتلوا فيه وحده اكثر من سبعين الفا
فرنگیوں کا غلبہ ہو گیا یہانتک کہ اونہوں نی بیت المقدس میں جاکر صرف وہاں ستر ہزار آدمیوں سی زیادہ قتل کر ڈالی

وذهب الناس هاربين من الشام الى العراق مستغيثين على الفرنج وبقی بيت المقدس فی ايديهم احدى
اور خلقت فرنگیوں کی فریادی شام سی عراق کو بہاگ گئی اور بیت المقدس نین مہینی ایک روز انکی قبضہ میں رہا

وتسعين يوما الى ان خلصه الله تعالى عنهم بيد السلطان صلاح الدين بن ايوب وكان عند المائة
آخر اللہ تعالی انکی قبضہ میں سی سلطان صلاح الدین بن ایوب کی ہاتہہ پر چہوڑایا اور چہٹی صدی پر

السادسة خروج التتار وعموم الفساد حتى ان العلماء حكموا بكفرهم واختلفوا فی البلاد التی استولوا عليها
قوم تتار نی غلبہ کر کر فساد عام کر دیا یہانتک کہ علماء نی اونکی کفر کا فتوی دیا اور اون شہروں میں جن پر غالب ہو گئی تہی اختلاف ہی

هل هی من بلاد الاسلام او لا وقالوا البلاد التی فی ايديهم اليوم لاشك انها من بلاد الاسلام لعدم اتصالها
آیا وہ شہر دار الاسلام میں یا نہیں اور کہتی ہیں کہ جو شہر آج اونکی قبضہ میں ہیں بیشک وہ دار الاسلام ہیں کیونکہ دار الحرب سی متصل نہیں ہیں

ببلاد الحرب ولم يظهروا فيها احكام الكفر بل البلاد التی عليها والی مسلم من جهتهم يجوز فيها اقامة الجمعة و
اور اونمیں احکام کفر کی جاری کئی ہیں بلکہ جس شہر میں اونکی طرف سی مسلمان حاکم ہی اوسمیں نماز میں جمعہ اور

الاعياد واخذ الخراج وتقليد القضاة وتزويج اليتمى لاستيلاء المسلم عليها وطاعته للكفرة اما موادعة
عید کی پڑھنی اور خراج کا لینا اور قاضیوں کا منصوب ہونا اور یتیموں کا نکاح کر دینا جایز ہی کیونکہ اون شہروں اپر مسلم کا غلبہ ہی اور وہ کفار کا جو مطیع ہی یا تو بطریق الامن

او مخادعة واما البلاد التي عليها ولاة كفار فيجوز فيها ايضا اقامة الجمعة والعيدين والقاضي قاض بترا
یا فریب کی ہی اور جن شہروں پر کفار حاکم ہیں سو اونمیں بہی جمعہ اور عیدین کا قایم کرنا جایز ہی اور قاضی بہی قاضی ہوگا مسلمانوں کی مرضی

المسلمين اذ قد تقرر ان ببقاء شيء من العلة يبقى الحكم وقد حكمنا بلا خلاف بان هذه الديار قبل استيلاء
سی اسلئی کہ یہہ بات ٹہری ہوئی ہی کہ جبتک کچہہ علت باقی رہی حکم باقی رہتا ہی اور بیشک بلا خلاف ہم یہہ یقین کرچکی ہیں کہ یہہ شہر قوم تتار کی غلبہ سی

التتار من ديار الاسلام وبعد استيلائهم اعلان الاذان والجمع والجماعات والحكم بمقتضى الشرع والفتوى شائع
پہلی دیار اسلام تہی اور اونکی غلبہ کی بعد برملا ہونا اذان اور جمعہ اور جماعات کا اور حکم مطابق شرع اور فتوی کا جاری ہی

بلا نكير من ملوكهم فالحكم بانها من بلاد الحرب لا جهة له واعلان بيع الخمر واخذ الضرائب والمكوس برسم التتار
اونکی بادشاہ کو اسمین کچہہ تکرار نہیں پہر حکم کرنا کہ دار الحرب ہی اسکی کوئی وجہہ نہیں ہی اور ظاہر شراب کا بکنا اور چنگی اور خراج کا لینا موافق رسم تتار کی ایسا ہی

كاعلان بني قريظة في المدينة باليهود وطلب الحكم من الطاغوت في مقابلة رسول الله عليه السلام ومع ذلك كانت المدينة
جیسی بنی قریظہ مدینہ میں یہودیت ظاہر کرتی تہی اور بتوں سی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مقابلہ میں حکم لیتی تہی تسپر بہی مدینہ بلاشبہہ

بلدة الاسلام بلا ريب ثم ان من قال منهم انا مسلم وشهد بكلمتي الشهادة يحكم باسلامه لكن في الخلاصة مسئلة يجب التنبيه
دار الاسلام تہا پہر بیشک جو شخص اونمیں سی کہی میں مسلم ہوں اور دونوں کلمہ شہادت کی گواہی دی تو اوسکی اسلام کا حکم ہوویگا لیکن خلاصہ میں ایک مسئلہ ہی کہ اوس پر

عليها وهي ان اهل بلدة اذا كانوا يدعون الاسلام ويصلون ويصومون ويقرءون القران ومع ذلك يعبدون الاوثان
اطلاع دینی چاہیی یعنی اگر ایک شہر والی دعوی اسلام کا کرتی ہوں اور نماز پڑہتی ہوں اور روزہ رکہتی ہوں اور قران کی تلاوت کرتی ہوں اور تسپر بت پرستی کرتی ہوں

فاغار عليهم المسلمون وسبوهم واراد انسان ان يشتري من تلك السبايا ان كانوا يقرون بالعبودية لملكهم جاز الشراء
پہر مسلمان اونپر غارت کرکر گرفتار کرلاویں اور کوئی شخص اون قیدیوں میں سی کسیکی خریداری کا ارادہ کری تو اب اگر اپنی بادشاہ کی عبودیت کا اقرار کرتی ہیں تو خریدنا

وان لم يكونوا مقرين بالعبودية لملكهم جاز شراء النساء والصبيان دون الكبار قال قاضيخان في فتاواه
اور اگر اقرار اپنی بادشاہ کی عبودیت کا نہیں کرتی تو خرید لینا عورتوں اور بچوں کا جایز ہی بڑی مردوں کا جایز نہیں قاضی خان اپنی فتاوی میں کہتا ہی

لانهم لما اقروا بالاسلام ثم عبدوا الاوثان كانوا مرتدين فيجوز استرقاق نسائهم وصغارهم ولا يجوز استرقاق كبارهم
اسلئی کہ جب اونہوں نی اسلام کا اقرار کیا اور پہر بت پرستی کی تو وہ مرتد ہوئی تو اب اونکی عورتوں اور بچوں کا غلام کرلینا جایز ہی اور بالغ مردوں کا غلام کرلینا جایز نہیں

الا ان يكونوا مقرين بالعبودية لملكهم فيجوز استرقاقهم فاذا ملكهم السابي يجوز له بيعهم وكان عند المائة
مگر اگر اپنی بادشاہ کی عبودیت کی قایل ہوں تو اب اونکا بہی غلام کرلینا جایز رہا جب قید کرنیوالا اونکا مالک ہوا تو اونکی بیع بہی جایز ہی اور ساتویں

السابعة غلاء وفناء عظيمان في ديار مصر والشام بحيث اكلت الحمر والبغال والكلاب وكان عند المائة الثامنة فتنة
صدی پر قحط گرانی اور وبا دیار مصر اور شام میں اسقدر ہوئی کہ گدہی اور خچر اور کتی کہا لئی اور آٹھویں صدی پر فتنہ

تمرلنك واما المائة التاسعة فقد قال العلامة الناصري لا شك ولا ارتياب ان فتنة المائة التاسعة هي فتنة السلطان
تیمورلنگ کا ہوا اور نویں صدی پر علامہ ناصری کہتا ہی کہ اسمیں مجہکو کچہہ شک اور شبہہ نہیں ہی کہ فتنہ نویں صدی کا وہ فتنہ سلطان سلیم خان کا ہی

سليم خان وحروبه مع اخوته وقتله اياهم واولادهم ثم حروبه مع صاحب الشرق وكسره وقتله واخذ بلاده ثم اجتماع
اور اوسکی لڑائیاں بہائیوں سی اور اونکی اولاد کا قتل کرنا پہر اوسکی جنگ وجدال صاحب الشرق سی اور اوسکا توڑنا اور مار ڈالنا اور ملک چہین لینا پہر

بعسكر مصر وقتل سلطانها واكابر امرائها ثم دخوله مصر وفعله فيها مع اهلها ما فعل وفي المائة العاشرة ظهرت فتن
مصر کی لشکر کی ساتہہ جمع ہونا اور وہانکی سلطان کو اور بڑی بڑی امیروں کو قتل کرنا پہر مصر میں جا کر وہانکی باشندوں کی ساتہہ جو کچہہ کیا اور دسویں صدی میں بہت سی

كثيرة

كثيرة متوالية غير منقطعة الى الآن حتى كان اهل الاسلام يتعامل بعضهم مع البعض معاملة الكفار في قتل بعضهم
پیا پی بپا ہونگی جو آج تک چلی آتی ہیں یہاں تک کہ اہل اسلام ایک دوسرے کی ساتھ کفار کا سا معاملہ کرتا ہی کوئی کسیکو مار ڈالتا ہی
بعضا وقد روى عن جرير انه عليه السلام قال في حجة الوداع لا ترجعن بعدي كفارا يضرب بعضكم رقاب بعض
اور جریر سی روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نی حجۃ الوداع میں فرمایا تم میری بعد کافر مت ہو جانا کہ ایک دوسری کو قتل کرنا شروع کری
يعني ان شان الكفار ان يقتل بعضهم بعضا فلا تتشبهوا بهم ايها المؤمنون في قتل بعضكم بعضا ولا يكن افعالكم شبيهة
مراد یہہ ہی کہ یہہ کفار کا چلن ہی کہ کوئی کسیکو مار ڈالی سو تم مؤمن ہوکر آپکی خونریزی میں اونکی مثل نہو جانا اور تمہارا چلن مسلمانوں کی
بافعالهم في ضرب رقاب المسلمين وروى عن ابي بكرة انه عليه السلام قال اذا التقى المسلمان فحمل احدهما السلاح على
قتل میں اونکی افعال سی نہ ملنی لگی اور ابو بکرہ سی روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا جب دو مسلمان مقابل ہوتی ہیں پہر کوئی اپنی بہائی پر ہتیار اوٹہاتا ہی
اخيه فهما في جرف جهنم فاذا قتل احدهما صاحبه دخلاها جميعا فان القاتل يدخلها بفعله والمقتول يدخلها بسعيه
تو وہ دونو دوزخ کی بیچمیں ہیں جب ایک اپنی یار کو قتل کر دیتا ہی تو دونو دوزخ میں جاتی ہیں قاتل تو اوسکو مار کر دوزخمیں جاتا ہی اور مقتول اپنی بہائی کی قتل کی سعی کی
في قتل اخيه كما اجاب به النبي عليه السلام في حديث آخر رواه ابو بكرة ايضا انه عليه السلام قال اذا التقى المسلمان
دوزخمیں جاتا ہی چنانچہ اسکا جواب نبی علیہ السلام نی ایک حدیث میں دیا ہی وہ بہی ابو بکرہ ہی روایت کرتا ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا جب دو مسلمان تلوار لیکر
بسيفهما فالقاتل والمقتول في النار قال ابو بكرة قلت يا رسول الله هذا القاتل فما بال المقتول قال انه كان حريصا
مقابل ہوتی ہیں تو قاتل اور مقتول دونو جہنمی ہیں ابو بکرہ کہتا ہی میں نی عرض کیا یا رسول اللہ یہہ تو قاتل ہی مقتول کا کیا قصور ہی فرمایا یہہ بہی اپنی بہائی کی
على قتل اخيه وروى عن ابي هريرة انه عليه السلام قال بادروا بالاعمال فتنا كقطع الليل المظلم يصبح الرجل مؤمنا ويمسي
قتل پر حریص تہا اور ابو ہریرہ سی روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا جلدی کرو اعمال کی فتنوں پر جیسی ٹکڑی اندہیری رات کی صبح کو آدمی مسلمان ہوگا اور شام کو
كافرا ويمسي مؤمنا ويصبح كافرا يبيع دينه بعرض من الدنيا فكانه عليه السلام قال سياتي فتن كالليل المظلم لا يعرف احد
کافر اور شام کو مسلمان ہوگا اور صبح کو کافر اپنا دین بعوض اسباب دنیا کی بیچ دیگا سو گویا نبی علیہ السلام نی فرمایا اب نزدیک ایسی فتنی آوینگی جیسی اندہیری رات
طريق الخلاص منها ولا يقدر صاحب الورد على محافظة الوظائف والاوقات فيها فاسرعوا بالاعمال الصالحات قبل ان ياتيكم الفتن
کسیکو مخلصی کا رستہ نہ ملیگا اور اوسمیں صاحب ورد کو قدرت محافظۂ وظائف اور اوقات کی نرہیگی سو جلدی کرو صالح اعمال میں اس سی پہلی کہ تمپر فتنی آجاویں
اذ عند مجيئها لا يخلو اما ان يقتتل طائفتان من المؤمنين ويستحل كل منهما دم الآخر وماله فيكفر بهذا الاعتقاد واما
کیونکہ جب فتنی آوینگی تو کوئی دو جماعت مؤمنین کی نہ باقی رہینگی مگر ہر یک دوسریکا خون اور مال حلال سمجہیگا سو اس عقیدہ سی کافر ہو دیگا اور
ان يغلب الفسقة ويريقون دماء المسلمين وياخذون اموالهم بغير حق ويزنون ويشربون الخمر ويلبسون الحرير ويعتقدون
یا فساق غالب ہوکر مسلمانوں کی خونریزی کرینگی اور ناحق اونکی مال چہین لینگی اور زنا کرینگی اور شراب پیوینگی اور حریر پہنینگی اور اعتقاد کرینگی
انهم على الحق ويفتيهم بعض علماء السوء بجواز افعالهم وربما يقتلون السارق ويصلبونه باعتقاد جواز قتله
کہ ہم حق پر ہیں اور بعضی علماء بد اونکو فتوی دینگی کہ یہہ افعال جائز ہیں اور بعضی وقت جائز سمجہکر چور کو قتل کرینگی اور سولی چڑہاوینگی
وصلبه ويكفرون بذلك الاعتقاد لان حد السارق ليس القتل والصلب بل حده قطع يده لقوله تعالى والسارق و
اور اسہی اعتقاد سی کافر ہو جاوینگی اسلئی کہ چور کی حد قتل اور سولی نہیں ہی بلکہ چور کی حد ہاتہہ کاٹنا ہی بدلیل اس آیت کی اور جو کوئی چور ہو مرد
السارقة فاقطعوا ايديهما وليس ذلك الا وقوع ما روى عن عبد الله بن عمرو بن العاص انه عليه السلام قال ان
یا عورت تو کاٹ ڈالو اونکی ہاتہہ اور یہہ اوس روایت کا ظہور ہی جو عبد اللہ بن عمرو بن العاص سی ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا بیشک
الله تعالى لا يقبض العلم انتزاعا ينتزعه عن العباد ولكن يقبض العلم بقبض العلماء حتى اذا لم يبق عالما اتخذ الناس
اللہ علم یوں نہیں اوٹہا لیگا کہ آدمیوں کی دلوں سی نکال لی لیکن علماء کو قبض کرکر اوٹہا لیگا یہاں تک کہ جب کوئی عالم باقی نرہیگا تو لوگ جاہلوں کو سردار بنالینگی

ترا وسلم جهالا فسئلوا فافتوا بغير علم فضلوا واضلوا فانه عليه السلام بين في هذا الحديث ان الله تعالى لا يقبض
جب دنیا سی پوچہیں گی تو وہ جہالت سی فتوی دینگی پہر آپ ہی گمراہ ہونگی اور اونکو گمراہ کرینگی بیشک نبی علیہ السلام نی اس حدیث میں بیان فرمایا کہ اللہ تعالی علم کو
العلم من بين الناس على طريق محوه من صدور العلماء ورفعه من بينهم الى السماء فان ذلك وان كان جائزا في قدرة
لوگوں میں سی یوں نہیں قبض کریگا کہ علما کی دلوں سی بہلا دیوی اور اونکی اندر سی آسمان پر لیجاوی کیونکہ اسطرح ہی اگرچہ باعتبار قدرت الہی کی ہو سکتا ہی
الله تعالى الا ان هذا الحديث يدل على عدم وقوعه بل الواقع انه تعالى يقبض العلم بقبض ارواح العلماء فانه تعالى
پر یہہ حدیث دلالت کرتی ہی کہ یوں نہوگا بلکہ یوں قبض ہوگا کہ اللہ تعالی علما کی روحیں قبض کرکر علم کو اوٹھا لیگا اور جب اللہ تعالی
اذا قبض ارواح العلماء ولم يترك عالما يبقى الجهال فيتخذهم الناس لكونهم في زي العلماء قضاة ومفتين فيقضي قاضيهم
علما کی روح قبض کریگا اور کوئی عالم نہ چھوڑیگا تو جاہل باقی رہ جاوینگی سو لوگ اونکی سند پکڑینگی کیونکہ وہ جاہل علما اور قاضی اور مفتیوں کی صورت ہونگی پہر اونہیں
بغير علم ويفتي مفتيهم بغير علم فيكونون ضالين ومضلين قال الدميري هذا الحديث يبين ان المراد بقبض العلم في الاحاديث
قاضی بدون علم کی حکم جاری کریگا اور مفتی بدون علم کی فتوی دیگا سو آپ ہی گمراہ ہونگی اور اونکو گمراہ کرینگی دمیری کہتا ہی یہہ حدیث بیان کرتی ہی کہ علم کی اوٹہہ جانی سی مراد احادیث
المطلقة ليس محوه من صدور حفاظه بل معناه انه يموت حملته ويتخذ الناس رؤساء جهالا يحكمون بجهالاتهم ويفتون بها
مطلقہ میں یہہ نہیں ہی کہ حافظوں کی سینہ میں سی محو ہو جاویگا بلکہ یہہ مراد ہی کہ حافظ سب مر جاوینگی پہر لوگ جہال کو سردار بنالینگی وہ اپنی جہالت سی حکم دینگی اور اسی سی
فيضلون ويضلون قال القرطبي معنى الحديث ان الله تعالى يقبض العلماء ويبقى الجهال الذين يتعاطون مناصب العلماء
فتوی آپ ہی گمراہ ہونگی اور اونکو گمراہ کرینگی قرطبی کہتا ہی حدیث کی یہہ معنی ہیں کہ اللہ تعالی علما کو اوٹھا لیگا اور ایسی جہال باقی رہ جاوینگی کہ علما کی منصب فتوی
في الفتوى والتعليم فيفتون بغير علم ويعلمون من غير علم وينتشر الجهل وقد ظهر ذلك ووجد ما اخبر النبي عليه السلام فكان
اور تعلیم آپ لیلینگی پہر بغیر علم کی فتوی دینگی اور بغیر علم کی سکہلاوینگی اور جہل پہیل جاویگا اور بیشک یہہ ظاہر ہوچکا ہی اور نبی علیہ السلام نی جو خبر دی ہی سو پائی گئی
دليلا من ادلة نبوته خصوصا في هذه الازمنة غير انه جاء في الترمذي عن ابي الدرداء ما يدل على ان الذي يرفع هو العمل
سو یہہ بھی دلائل نبوت میں سی ایک دلیل ہی خاص کر اس زمانہ میں اتنا ہی کہ ترمذی میں ابوالدرداء سی روایت آئی ہی اوس سی معلوم ہوتا ہی کہ عمل اوٹہہ جاویگا
حيث قال كنا مع رسول الله عليه السلام فشخص ببصره الى السماء ثم قال هذا اوان يختلس فيه العلم من الناس حتى لا يقدروا
چنانچہ کہتا ہی کہ ہم رسول اللہ علیہ السلام کی ساتھ تہی اور آپ نی آسمان کی طرف دیکہا پہر فرمایا یہہ وقت ہی کہ اسمیں لوگوں سی علم اوچک لیںگی اتنا کہ کچہہ قدرت نہ پاوینگی
فيه على شئ فقال زياد بن لبيد الانصاري كيف يختلس العلم منا وقد قرأنا القران ولنقرأنه نساءنا وابناءنا فقال النبي
زیاد بن لبید انصاری نی عرض کیا ہم سی علم کیونکر اوچک لیںگی اور ہم قرآن پڑہی ہیں اور البتہ اپنی عورتوں کو اور بچوں کو پڑہاوینگی نبی علیہ السلام نی فرمایا
ثكلتك امك يا زياد هذه التورية والانجيل عند اليهود والنصارى فماذا تغني عنهم وظاهر هذا الحديث يدل على ان الذي
ای زیاد تجہکو تیری ماں روئی یہہ توریت اور انجیل یہود اور نصاری کی پاس ہی پہر اونکو کیا فائدہ ہوتا ہی اور ظاہر معنی اس حدیث کی یوں دلالت کرتی ہیں
يرفع هو العمل لا نفس العلم بخلاف ما ظهر من الحديث السابق فانه صريح في رفع العلم وقيل لا تنافي بينهما فان العلم اذا
کہ عمل اوٹہہ جاویگا خود علم نہیں جاویگا برخلاف اول معنوں کی جو پہلی حدیث سی معلوم ہوتی ہیں بیشک اوس کی علم کا اوٹہنا صریح معلوم ہوتا ہی اور بعضی کہتی ہیں ان دونوں میں کچہہ
ذهب بموت العلماء يخلفهم الجهال ويفتون بالجهل ويعمل به فيذهب العلم والعمل وان كانت المصاحف والكتب بايدي
مرنی سی علم جاتا رہا اونکی بعد جہال رہینگی اور جہالت سی فتوی دینگی اوسی پر عمل ہو ویگا پہر علم اور عمل دونوں گئی اگرچہ قرآن اور کتابیں لوگوں کی سامنی دہری رہیں
الناس كما كان كذلك اهل الكتابين ولذلك قال النبي عليه السلام لزياد ثكلتك امك يا زياد هذه التورية والانجيل
جیسی حال دونوں کتابوں والوں کا ہی اور اسی لئی نبی علیہ السلام نی زیاد کو فرمایا تجہکو تیری ماں روئی یہہ توریت اور انجیل یہود اور
عند اليهود والنصارى فماذا تغني عنهم فان علماءهم لما انقرضوا خلفهم جهالهم وخالفوا الكتاب وحرفوه فجهلوا معناه
نصاری کی پاس ہیں پہر کیا فائدہ ہی کیونکہ اونکی علما جب گذر گئی تو اونکی پیچہی جہال رہ گئی اور کتاب کی برخلاف ہو لی گئی اور کتاب کو بدل ڈالا پہر معنی

فعلوا بالجهل وافسوا بغیر علم فارتفع العلم والعمل وبقیت اشخاص الکتب عندهم لا تغنی عنهم شیئا اسرنا
اور جس پر عمل کیا اور بغیر علم کی فتوی دیا پہر علم اور عمل دونو جاتی رہی اور کتابیں اونکی پاس بیفائدہ دہری رہ گئین الٰہی ہمیں

الله تعالی عملا موافقا لرضائه المجلس الرابع والثمانون فی بیان کیفیة السلام وافضلیة من
عمل موافق اپنی رضا کی سہل کر مجلس چوراسی طرز سلام کی بیان میں اور افضلیت سلام

بدایه قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ان اولی الناس بالله تعالی من بدا بالسلام هذا الحدیث من
پہلی کرنیوالی کی رسول الله صلی الله علیه وسلم نی فرمایا بیشک لوگوں میں سی اولی نزدیک الله تعالی کی وہ ہی جو سلام پہلی کری یہہ حدیث

حسان المصابیح رواه ابو امامة ومعناه ان احق الناس برحمة الله تعالی واقربهم الیها من بدا بالسلام
مصابیح کی حسن حدیثوں میں ہی ابو امامہ کی روایت سی اسکی معنی یہہ ہیں کہ لوگوں میں سی بڑا مستحق رحمت الٰہی کا اور رحمت سی بہت نزدیک وہ ہی جو سلام پہلی کری

وظاهره یدل علی کون السلام افضل من الرد وقد ذهب الیه بعض العلماء وقال بعضهم الرد افضل لانه فرض
ظاہر اس حدیث سی یہہ معلوم ہوتا ہی کہ سلام رد سلام سی افضل ہی اور بیشک بعضی علماء کا یہہ ہی مذہب ہی اور بعضی کہتی ہیں رد سلام افضل ہی کیونکہ جواب

والسلام سنة فاجر الفرض اکثر من السنة ودلیل فرضیته قوله تعالی واذا حییتم بتحیة فحیوا باحسن
سلام کا فرض ہی اور سلام سنت ہی سو ثواب فرض کا سنت سی زیادہ ہوتا ہی اور دلیل فرضیت کی یہہ آیت ہی اور جب تمکو دعا دیوی کوئی تم بھی دعا دو اوس سی بہتر

منها او ردوها فان کل واحد من قوله تعالی فحیوا او ردوا امر وظاهره الوجوب فیکون رد السلام واجبا لکن
یا وہ ہی کہو اولٹ کر اس آیت میں دو لفظ فحیوا اور ردوا امر ہیں اور ظاہر امر کا وجوب ہوتا ہی پہر رد سلام واجب ہوویگا پر

علی وجه التخییر الزیادة علی السلام بذکر الرحمة والبرکات وبین ترکها وان من سلم علی الغیر فقال السلام علیك
سلام پر زیادہ پڑہنی میں اختیار ہی ذکر رحمت اور برکت کا زیادہ کری یا نہ کری پہر جسی دوسری کو سلام کرتی ہوئی کہا السلام علیک

یکون ذلك الغیر مخیرا فی الرد بین ان یقول وعلیك السلام ورحمة الله بزیادة الرحمة والبرکات معا او یقول
تو دوسرا رد سلام میں مختار ہی آمین کہ علیک السلام ورحمۃ الله رحمت اور برکت دونوں بڑہا کر جواب دی یا اتنا ہی کہی

وعلیك السلام بغیر زیادة شیء منهما وهذا القدر فرض والزیادة فضل ولیس المراد من الرد ان یقول رد
وعلیک السلام دونوں میں سی کچہہ بہی نہ بڑہاوی اتنا تو فرض ہی اور زیادہ کرنا افضل ہی اور رد سلام سی یہہ مراد نہیں ہی کہ رد کرت

علیك سلامك بل المراد به کون الجواب قدر السلام فان اقل ما یتادی به سنة السلام اذا سلم علی واحد ان
علیک السلام کہدی بلکہ مراد یہہ ہی کہ جواب برابر سلام کی ہو بیشک کم سی کم حسن سی سلام کی سنت ادا ہو جاوی جب کسیکو سلام کری تو یہہ ہی

یقول السلام علیك بحرف التعریف ولو قال سلم علیك بغیر حرف التعریف بالتنوین یصح لان احدهما یقوم
کہ السلام علیک کہی حرف تعریف یعنی الف لام سی اور اگر یون کہی سلام علیک بدون الف لام کی بلکہ میم کی تنوین کی ساتہہ تو بہی درست ہی کیونکہ ایک دوسری کی

مقام الآخر وبدونهما لا یصح ولا یکون سلاما والاولی ان یقول فی السلام علی الواحد السلام علیکم بحرف التعریف
جگہ ہو جاتا ہی اور بدون دونو یعنی تنوین اور لام کی درست نہیں ہی اور سلام نہیں ہوتا اور بہتر قول ہی کہ ایک شخص پر سلام کرتی ہوئی کہی السلام علیکم ساتہہ تعریف کی

او سلام علیکم بغیر حرف التعریف بل بالتنوین مع ضمیر الجمع فیهما لیکون سلاما علیه وعلی ملئکته لان المسلم لا یکون
یا سلام علیکم بدون حرف تعریف کی بلکہ میم کی تنوین سی دونو صورت میں ضمیر جمع کی تاکہ اوسپر اور اوسکی فرشتوں پر سلام ہو جاوی اسلئی کہ مسلمان اکیلا کبہی نہیں

وحده بل یکون معه علی اصح الاقاویل خمس من الملئکة واحد عن یمینه یکتب الحسنات وواحد عن یساره
ہوتا بلکہ اوسکی ساتہہ موافق اصح قول کی پانچ فرشتی ہوتی ہیں ایک تو داہنی طرف جو نیکیاں لکہتا ہی اور ایک بائیں طرف

یکتب السیات وواحد امامه یلقنه الخیرات وواحد وراءه یدفع عنه المکاره وواحد عند ناصیته یکتب ما
جو برائیاں لکہتا ہی اور ایک سامنی جو خیرات کی ہدایت کرتا ہی اور ایک پیچہی جو مکروہات سی بچاتا ہی اور ایک پیشانی کی پاس جو درود کو

يصلي على النبي عليه السلام ويبلغه اياه فينبغي ادخالهم في السلام ومن يدخل بيته يستحب له ان يسلم على اهله لانهم
لکھتا ہی جو نبی علیہ السلام پر جتنی اسنے پڑہی اور اوسکو پہنچاتا ہی سو لائق ہی کہ اونکو بہی سلام میں شامل کرین اور جو شخص اپنی گہر میں جاوی تو مستحب ہی کہ اپنی اہل پر سلام کری

احق بالسلام من غيرهم وقد روي عن انس انه عليه السلام قال يا بني اذا دخلت على اهلك فسلم عليهم يكون
کیونکہ وہ اوروں کی نسبت سلام کی زیادہ مستحق ہیں اور انس سی روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا ای بچی جب تو اپنی اہل پاس جاوی تو اونپر سلام کر وہ

بركة عليك وعلى اهل بيتك وذكر في فتاوى قاضيخان ان من اتى باب دار انسان يجب عليه ان يستاذن قبل
تجہ پر اور تیری اہل پر برکت ہووی گی اور فتاوی قاضیخاں میں مذکور ہی جب کوئی کسی شخص کی دروازہ پر آوی تو اوسپر واجب ہی کہ پہلی سلام کر کر اجازت

السلام ثم اذا دخل يسلم اولا ثم يتكلم وان كان في الفضاء يسلم اولا ثم يتكلم وحكي عن بعض الصلحين على ما ذكر
طلب کری پہر جب اندر جاوی تو پہلی سلام کری پہر بات چیت کری اور اگر میدان میں ہو تو پہلی سلام کری پہر بات کری اور بعضی صلحا کی حکایت ہی جیسا کچہ

في بستان العارفين ان واحدا من اصدقائه استقبله وقال كيف اصبحت فقال له الرجل الصالح ويحك ما هذا
بستان العارفین میں مذکور ہی کہ اوسکا ایک دوست سامنی سی آگیا کہنی لگا مزاج اچہا ہی اوس مرد صالح نی کہا افسوس تجہکو یہہ کیا کہا

فهلا قلت السلام عليكم فيكون لك عشر حسنات وارد عليك فيكون لي عشر حسنات فاذا اجتمع عشرون
اول یہ کیوں نہ کہا السلام علیکم کہ تیری لئی دس نیکیاں ہوتین پہر میں جواب دیتا تو میری لئی دس نیکیاں ہوتین اور جب بیس نیکیاں جمع ہوجاتین

حسنة يرجى عند ذلك نزول الرحمة وحصول المغفرة واما الانحناء فمكروه في كل حال لكل احد لما روي عن انس ان
تو پہر نزول رحمت اور حصول مغفرت کی امید ہوتی اور رہا جہکنا سو ہر حال ہر ایک کو مکروہ ہی کیونکہ انس سی روایت ہی

رجلا قال يا رسول الله الرجل منا يلقى اخاه اينحني له قال لا قال النووي هذا الحديث صحيح لم يات له معارض
کہ ایک شخص نی عرض کیا یا رسول اللہ کوئی شخص ہم میں سی جب اپنی بہائی سی ملتا ہی تو اوسکی لئی جہکی فرمایا نہیں نووی کہتا ہی یہہ حدیث صحیح ہی اسکی معارض کوئی

ولا مصير الى مخالفته ولا ينبغي ان يغتر بكثرة من يفعله ممن ينتسب الى علم وصلاح فان الاقتداء لا يكون الا
حدیث نہیں ہی اور نہ ٹہکانا اسکی مخالفت کا اور سزاوار نہیں ہی کہ بہت سی علم اور صلاح والوں کو جہکتا دیکہہ کر دہوکا کہا جاوین کیونکہ پیروی تو نبی علیہ السلام ہی کی ہی

بالنبي عليه السلام لانه تعالى قال وما اتاكم الرسول فخذوه وما نهاكم عنه فانتهوا وقال في اية اخرى فليحذر الذين
اسلئی کہ اللہ تعالی فرماتا ہی اور جو دی تمکو رسول سو لیلو اور جس سی منع کری سو چہوڑ دو اور ایک اور آیت میں فرمایا سو ڈرتی رہیں جو لوگ کہ

يخالفون عن امره ان تصيبهم فتنة او يصيبهم عذاب اليم وقد قال الفضيل بن عياض كلاما معناه اتبع طرق
خلاف کرتی ہیں اوسکی حکم کا کہ پڑی اونپر کچہ خرابی یا پہنچی اونکو دکہہ کی مار اور فضیل بن عیاض نی ایک بات کہی ہی اوسکی یہہ معنی ہیں ہدایت کا رستہ

الهدى ولا يضرك قلة السالكين واياك وطرق الضلالة ولا تغتر بكثرة الهالكين واما المصافحة فسنة عند التلا
اختیار کر اور کم چلنی والوں سی کچہ ضرر نہیں ہی اور گمراہی کی رستی سی بچتا رہ اور ہالکین کی کثرت سی دہوکہ میں نہ آ اور رہا مصافحہ سو ملتی وقت سنت ہی

لما روي عن البراء انه عليه السلام قال ما من مسلمين يلتقيان فيتصافحان الا غفر لهما قبل ان يفترقا ويستحب
کیونکہ براء سی روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا نہیں کوئی دو مسلمان کہ ملیں اور مصافحہ کرین مگر جدا ہونی سی پہلی بخشی جاتی ہیں اور مستحب ہی

ان يكون معها بشاشة بالوجه ودعاء بالمغفرة لما روي عن البراء ايضا انه عليه السلام قال ان المسلمين اذا التقيا
کہ مصافحہ کی ساتہہ چہری پر خوشی کی آثار ہوں اور مغفرت کی دعا کیونکہ براء سی یہہ بہی روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا بیشک دو مسلمان جب ملکر

فتصافحا وتحاتا بود ونصيحة تناثرت خطاياهما بينهما وفي رواية انه عليه السلام قال اذا التقى مسلمان فتصافحا و
مصافحہ کرتی ہیں اور محبت اور خیرخواہی جمع ہوتی ہیں تو اونکی گناہ دونوں کی بیچ میں جہڑ پڑتی ہیں اور ایک روایت میں ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا جب دو مسلمان ملکر مصافحہ اور

حمدا الله تعالى واستغفراه غفر الله لهما وفي حديث اخر رواه انس انه عليه السلام قال ما من عبدين متحابين
اللہ کی حمد کرتی ہیں اور مغفرت مانگتی ہیں تو اللہ دونوں کو بخش دیتا ہی اور ایک اور حدیث میں انس کی روایت سی ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا نہیں کوئی دو شخص محبت ہی رکہتی

في الله يستقبل احدهما الآخر فيصافحه فيصليان على النبي الا لم يفترقا حتى يغفر الله من ذنوبهما ما تقدم
کہ دو آدمی سامنی ہو کر مصافحہ کریں پہر درود بہیجیں محمد پر مگر اسی حد نہیں ہوتی کہ اللہ تعالی انکی گناہ جو ہو چکی ہیں

منهما وما تأخر وهذه المصافحة تكون من تمام السلام بما روي انه عليه السلام قال تمام تحياتكم بينكم المصافحة
اور جو ہونگی بخشدیتا ہی اور یہہ مصافحہ اوس سلام کی تمامی ہوتی ہی اسلئی کہ روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا تمامی تمہاری آپس کی سلام کی مصافحہ کی ساتھ

والمراد من التحية السلام والاصل في السلام قوله تعالى يا ايها الذين آمنوا لا تدخلوا بيوتا غير بيوتكم حتى تستأنسوا
اور تحیہ سی مراد ہی اور اصل دلیل سلام کی یہہ آیت ہی ای ایمان والو مت جاؤ کرو کسی کی گہروں میں اپنی گہروں کی سوا جبتک نہ پوچہ لو

وتسلموا على اهلها ذلكم خير لكم ان الاستيذان والتسليم خير لكم من ان تدخلوا بغتة وتحية الجاهلية كان
کرا در سلام دیلو اونکی گہر والوں پر یہہ بہتر ہی تمہاری حق میں یعنی اجازت لینی اور سلام کرنا تمہاری حق میں اس سی بہتر ہی کہ چانچک گہس جاؤ اور جاہلیت کا سلام یوں تہا

الرجل منهم اذا دخل بيتا غير بيته قال حييتم صباحا وحييتم مساء ودخل فربما اصاب الرجل مع امرأته في لحاف
جسکو ہی شخص سوای اپنی گہر کی اور کی گہر جاتا تو کہتا من تحیہ کیا تمہ صبح کو اور تحیہ کیا شام کو پہر گہس جاتا سو اکثر گہر والیکو جورو کی ساتہ ایک لحاف

وروي ان رجلا قال للنبي عليه السلام استأذن على امي قال نعم قال انها لا خادم لها غيري استأذن كلما دخلت
اور روایت ہی کہ ایک شخص نی نبی علیہ السلام سی پوچہا کیا ماں سی بہی اجازت لیا کروں فرمایا ہاں عرض کیا اوسکی پاس کوئی خدمتگار بجز میری نہیں ہی پہر کیا جب

قال اتحب ان تراها عريانة قال لا قال فاستأذن لعلكم تذكرون متعلق بمحذوف اي انزل عليكم او قيل لكم هذا
جایا کروں اجازت لیا کروں فرمایا کیا تجہکو پسند آتا ہی کہ اوسکو ننگی دیکہی عرض کیا نہیں فرمایا تو بس اجازت لیا کر لعلکم تذکرون یہہ کلمہ عبارت محذوف یعنی انزل علیکم سی متعلق ہی

ارادة ان تذكروا وتعملوا بما هو اصلح لكم فان لم تجدوا فيها احدا يأذن لكم فلا تدخلوها حتى يؤذن لكم حتى يأتي من
یعنی بہیجا یا کیا یہہ اسلئی کہ نصیحت پکڑو سو اگر جو کوئی وہ جسکا محتاج ہوا اوسکی سہر اگر وہاں کوئی نہو کہ تمکو اجازت دیوی تو مت گہسو اوسمیں جبتک کہ تمکو اجازت ہو یہانتک کہ

يأذن لكم فان المانع من الدخول ليس الاطلاع على العورة فقط بل وعلى ما يخفيه الناس عادة من ان التصرف في ملك الغير بغير
اجازت دیوی والا آجاوی کیونکہ روکنی اندر کی جانی سی یہہ سبب ہی نہیں ہی اطلاع عورت پر فقط بلکہ اطلاع اوسکی جو لوگ عادت کی موافق چہپاتی ہیں یعنی تصرف کرنا غیر کی چیز میں بغیر

اذنه حرام واستثنى ما عرض فيه حرق او غرق او كان فيه منكر ونحوها فان قيل لكم ارجعوا فارجعوا هو
اجازت کی حرام ہی مستثنی کی ہی صورت جو پس آوی قسم جلنی یا ڈوبنی یا اوسمیں کوئی بات خلاف شرع ہو یا مانند اسکی اور اگر تمکو کہا جاوی کہ پہر جاؤ تو پہر جاؤ

ازكى لكم اي الرجوع اطهر لكم والله بما تعملون عليم فمن دخل بيتا ينبغي ان يسلم على من كان فيه فان لم يكن
اسمیں بہت ستہرا پن ہی تمہاری یعنی پہر جانا تمہاری لئی طہارت اور دین میں مفید ہی بیشک جو شخص کسیکی گہر میں جاوی تو اوسکو لائق ہی کہ گہر والوں پر سلام بہیجی اور اگر وہاں

فيه احد يسلم على نفسه بان يقول السلام علينا وعلى عباد الله الصالحين لانه تعالى قال فاذا دخلتم بيوتا فسلموا
کوئی نہو تو اپنی اوپر سلام بہیجی اسطور کہی سلام ہمپر اور خدا کی صالح بندوں پر کیونکہ اللہ تعالی فرماتا ہی پہر جب جاؤ لگو کبہی گہروں میں تو

على انفسكم فالآية تقتضي هذين الامرين جميعا وهما السلام على الاهل عند وجودهم وعلى نفسه عند عدم
سلام کہو اپنی اوپر پس آیت سی دو امر لازم ہیں یعنی سلام کرنا اہل پر اگر وہاں موجود ہوں اور اپنی اوپر اگر وہاں کوئی نہو

وجود احد منهم وادنى ما يتأدى به الرد ان يقال وعليك السلام بواو العطف حتى لو ترك الواو لا يصير ردا
اور کم سی کم جسمیں سلام کا جواب ادا ہو جاوی ایسا ہی وعلیک السلام ساتہ واو عاطفہ کی یہانتک کہ اگر واو کو ترک کریگا تو جواب نہوگا

لان الوارد في الشرع الرد مع الواو واذا ترك لا يعتد به ولا يسقط الفرض بدونه وكمال السلام ان يقال السلام
اسلئی کہ شرع میں جواب واو کی ساتہ آیا ہی جب اوسکو ترک کیا تو عبارت کا کچہ اعتبار نہیں ہی اور بدون اوسکی فرض ادا ہوتا ہی اور کمال سلام کا یہہ ہی کہ یوں کہی

عليكم ورحمة الله وبركاته لما روي انه عليه السلام قال من قال السلام عليكم كتب له عشر حسنات ومن قال
السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ کیونکہ روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا جو شخص کہی السلام علیکم اوسکی لئی دس نیکیاں لکہی جاتی ہیں اور جسنی کہا

حاليا

السلام علیکم ورحمة الله کتب له عشرون حسنة ومن قال السلام علیکم ورحمة الله وبرکاته کتب له ثلثون

السلام علیکم ورحمة الله اوسکی لئی بیس نیکیان لکھی جاتی ہین اورجس نی السلام علیکم ورحمة الله وبرکاته کہا اوسکی لئی تیس نیکیان لکھی جاتی ہین

حسنة فانه علیه السلام قد بین فی هذا الحدیث ان فی السلام عشر حسنات وفی ضم الرحمة الیه عشرین حسنة

اس لئی کہ نبی علیه السلام نی　اس حدیث مین　فرمادیا ہی کہ سلام مین دس نیکیان ہین　اورسپر رحمة کی ملانی مین بیس نیکیان ہین

وفی ضم البرکات الیهما ثلثین حسنة وهی النهایة لانتظامها لجمیع فنون المطالب التی هی السلامة عن المضار ونیل المنافع

اوراوسپر برکات ملانی مین تیس نیکیان ہین اوریہ انتہا کا درجہ ہی اسمین تمام اقسام کی مطالب　آگئی یعنی سلامتی اسباب ضرر سی اورحصول منفعت کا

ودوامها ونماؤها ولا ینبغی ان یزاد علی ذلک لما روی عن ابن عباس انه قال لکل شیء منتهی ومنتهی السلام البرکات

ہمیشہ کو اوراوسکی افزایش اورسزاوارنہین ہی کہ اس سی زیادہ بڑہادی اسلئی کہ روایت ہی کہ ابن عباس نی کہا ہی ہرشی کا انتہا ہوتا ہی اورسلام کا انتہا برکات ہی

ثم ینبغی ان یعلم ان من یسلم علی احد انما یصیر مؤدیا حق السنة اذا رفع صوته مقدار ما یحصل به الاسماع

پہر سمجہا چاہی کہ جو شخص کسی پرسلام بہیجتا ہی اوس سی حق سنت جب ادا ہوتا ہی کہ اتنی بلند آواز سی کہی کہ وہ سن لی

فان لم یحصل به الاسماع لا یصیر مؤدیا حق السلام فلا یجب الرد لان الشرط فی ثبوت الحکم للشیء العلم به فاذا

اوراگروہ نہ سنی تواوس سی حق سلام کا ادا نہیں ہوتا　اورجواب بہی واجب نہین ہوتا اسواسطی کہ　کسی شی کی حکم ثابت ہونی میں اوس کا علم شرط ہی جب

لم یحصل العلم بالسلام لا یکون الرد فرضا وکذا من یرد السلام انما یکون مؤدیا فرض الرد اذا رفع صوته مقدار

سلام کی خبر نہوئی توجواب بہی فرض نہین ہوتا ایسی ہی جو سلام کا جواب دیتا ہی اوس سی فرضیت جواب کی جب ادا ہوتی ہی کہ آواز اتنی بلند کری

ما یحصل به الاسماع فان لم یحصل به الاسماع لا یسقط فرض الرد فان من یسلم علی واحد یکون الرد فرضا علیه

کہ وہ سن لی　اگروہ جواب مسموع نہوا　تو فرضیت جواب کی ساقط نہوگی　پس جو شخص کسیکو سلام کرتا ہی　تواوسپر جواب فرض ہوجاتا ہی

حتی لو لم یرد یکون اثما ومن سلم علی جماعة یکون الرد فرضا علیهم حتی لو ترکه کلهم یکونون اثمین وان رده

یہان تک کہ اگر جواب ندیگا تو گنہگار ہوگا اوراگر کسینی ایک جماعت کو سلام کیا تو جواب اون سب پر فرض ہوجاتا ہی یہان تک کہ اگر کوئی بہی جواب ندیگا توسب گنہگار ہونگی

بعضهم یسقط الفرض عن الباقین لکن الافضل ان یرده کلهم ولو کان فیهم صبی ولم یرده الا الصبی لا یسقط

اوراگر کسی ایک نی بہی جواب دیدیا توسب کی ذمہ سی فرض ساقط ہوجاتا ہی پر افضل یہہ ہی کہ سب جواب دیوین اوراگراوس جماعت مین بچہ نابالغ ہو اوراونہین سی سوائی بچہ کی

عنهم الفرض لان الصبی لیس من اهل الفرض ویشترط فی الرد ان یکون علی الفور حتی لو اخر لا یعد ردا ویستحب

کوئی جواب ندیوی تواونکی ذمہ سی فرض ساقط نہین ہوتا اسلئی کہ بچہ کی ذمہ پر کچہہ فرض نہین ہوتا اورجواب کی یہہ شرط ہی کہ ترت جواب دیوی اگردیر کی بعد جواب دیگا توجواب نہین

لمن سلم علی واحد واسمعه سلامه وتوجه علیه الرد بشروطه فلو لم یرد ان یجعله فی حل منه فیقول ابرأته من حقی

گنا جاتا اورجو شخص کسیکو سلام کری اوراوسکو سلام سنادی اورجواب اوسکی ذمہ پر سلام کی شرطسی لازم آجادی پہروہ جواب ندیوی تومستحب ہی کہ سلام کرنیوالا اپنی طرف سی معاف

فی رد سلامی وجعلته فی حل منه او نحو ذلک فاذا قال هذا یسقط به حقه واذا دخل جماعة علی قوم یسن لهم

کردی یہہ کہدی کہ مینی اپنا حق سلام کی جواب کا معاف کیا یا مینی اپنی طرف سی اوسکو معاف کیا یا مانند اوسکی جب اتنا کہدیگا تواوسکا حق ساقط ہوجائیگا اوراگر ایک جماعت جمع ہوکر

ان یسلموا ویکره لهم ترک السلام فان سلم بعضهم یسقط الکراهة عن الباقین لان السلام سنة علی الکفایة

ایک قوم کی پاس آوی توسبکو مسنون ہی کہ سلام علیک کرین اورسلام کا ترک کرنا اونکو مکروہ ہی پہر اگر بعضوں نی سلام علیک کرلی توکراہت سبکی ذمہ سی اوترگئی کیونکہ سلام سنت کفایہ ہی

کما ان الرد فرض علی الکفایة علی ما روی عن زید بن وهب انه علیه السلام قال اذا مر قوم بقوم فسلم واحد

جیسی سلام کا جواب فرض کفایہ ہی چنانچہ زید بن وہب سی روایت ہی کہ نبی علیه السلام نی فرمایا　جب ایک جماعت ایک جماعت پرگذری اورایک شخص نی

منهم اجزاهم واذا رد واحد منهم اجزا عنهم واذا دخل واحد علی جماعة قلیلة یعمهم سلام واحد یکفی سلام واحد

اونمین سی سلام علیک کری تو سبکو کافی ہی اوراگر ایک شخص جواب دیدی تو اونکی طرف سی کافی ہی اوراگر ایک شخص چہوٹی جماعت کی پاس آوی توسبکو ایک سلام کرلی سب پر

على جميعهم وما يراد من تخصيص بعضهم فهو أدب ويكفي في الرد أن يرد واحد منهم فمن رد منهم فهو أدب
اور جواب دینا کافی ہے اگر ایک شخص جواب دیدے پھر اگر ان میں سے کسی خاص کو ... اور بھی کسی اور کو جواب دے تو ادب ہے
وإن كان جمعا عظيما لا ينتشر فيهم سلام واحد كالجامع والمسجد العظيم فالسنة أن يسلم عليهم إذا شاهدهم
اور یہی ادب ہے اور اگر بڑی جماعت ہو جو ایک سلام کو اس میں پھیلا نہ سکے جیسے مسجد جامع اور بڑی مسجد تو سنت یہ ہے کہ انکو سلام کرتا جاوے جس سے ملتا جاوے
ويكون مؤديا حق السلام في جميع من سمعه فإن أراد أن يجلس فيهم يسقط عنه سنة السلام فيمن لم يسمع سلامه
اور حق اسکی سلام کا ادا کر چکا جو جو سن لیگا پھر یہ شخص اگر ان میں بیٹھنا چاہے تو اسکی ذمہ سے سنت سلام کی ساقط ہو گئی ان لوگوں کی
من الماضين وإن أراد أن يجلس فيمن لم يسمع سلامه ففيه وجهان أحدهما أن سنة السلام عليهم حصلت بالسلام
جنہوں نے سلام نہیں سنا اور اگر ان قوم میں بیٹھنا چاہے جنہوں نے سلام نہیں سنا تو اسمیں دو وجہ ہیں ایک یہ کہ سنت سلام انکی حق کی پہلوں پر سلام کرنے سے
على أوائلهم لكونهم جمعا واحدا فلو أعاد السلام عليهم يكون أدبا والوجه الثاني كون سنة السلام باقية في حق
ادا ہو چکی کیونکہ سب ایک ہی جماعت ہیں پھر اگر انکو بھی سلام کیا تو ادب ہے اور دوسری یہ وجہ ہے کہ سنت سلام انکی حق کی حکم اسکا سلام
من لم يبلغهم سلامه والسنة أن يسلم الراكب على الماشي والماشي على القاعد والصغير على الكبير والقليل
نہیں پہنچا باقی ہی اور سنت یہ ہے کہ سوار پیادہ کو سلام کرے اور چلتا ہوا بیٹھنے کو اور چھوٹا بڑے کو اور چھوٹی جماعت
على الكثير ولو خالفوا وسلم الماشي على الراكب والكثير على القليل والكبير على الصغير لا يكره بل يكون تاركا لما
بڑی جماعت کو اور اگر اسکی خلاف کیا یعنی پیادہ نے سوار کو سلام کیا یا بڑی جماعت نے چھوٹی جماعت کو اور بڑی نے چھوٹی کو تو مکروہ نہیں ہے لیکن اس نے ترک کیا
يستحب له من سلام غيره عليه ومن مر على قارئ القرآن لا ينبغي أن يسلم عليه كيلا يشغله عن القراءة فإن
کہ دوسرا اسکو سلام کرتا اور جو شخص قرآن کی تلاوت کرتے پاس جا نکلے تو اسکو سلام کرنا نہیں چاہئے تاکہ تلاوت سے نہ روک دے پھر اگر اسے
سلم عليه قال بعضهم لا يجب عليه الرد وقال بعضهم يجب وهو اختيار الفقيه أبي الليث ومن مر على من أتى
سلام کیا تو بعضی کہتے ہیں دوسرا جواب دینا واجب نہیں ہے اور بعضی کہتے ہیں واجب ہے فقیہ ابو اللیث نے یہی اختیار کیا ہے اور جو شخص ایسے پاس سے
الخلاء وهو يتغوط أو يبول ينبغي له أن لا يسلم عليه في هذه الحالة فإن سلم عليه قال أبو حنيفة يرد عليه بقلبه
جو بیت الخلا میں پاخانہ پھرتا ہی یا پیشاب کرتا ہو اسکو چاہیے کہ اس حالت میں اوس سے سلام علیک نہ کرے پھر اگر اسے سلام علیک کی تو ابو حنیفہ کہتے ہیں کہ دل سے جواب
لا بلسانه وقال أبو يوسف لا يرد عليه بقلبه ولا بلسانه ولا بعد الفراغ أيضا وقال محمد يرد عليه بعد الفراغ و
دے زبان سے نہیں اور ابو یوسف کہتے ہیں نہ دل سے جواب دے نہ زبان سے اور نہ بعد فراغت کی اور امام محمد کہتے ہیں فارغ ہو کر جواب دے اور
لا يسلم على أحد وقت الخطبة فإن سلم والخطيب في الخطبة لا يجب الرد على السامع ومن كان جالسا مع قوم
خطبہ کے وقت کسی سے سلام علیک نہ کرے پھر کر سلام کیا اور خطیب خطبہ میں ہو تو سننے والی پر جواب واجب نہیں ہے اور جو شخص ایک جماعت میں بیٹھا ہوا تھا
ثم قام للذهاب فالسنة أن يسلم عليهم لما روي عن أبي هريرة أنه عليه السلام قال إذا انتهى أحدكم إلى المجلس فليسلم
پھر جانے لگا تو سنت یہ ہے کہ وہ ہی انکو سلام کرے کیونکہ ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا جب کوئی مجلس میں آوے تو سلام کرے
فإذا أراد أن يقوم فليسلم فليست الأولى بأحق من الآخرة قال الإمام النووي ظاهر هذا الحديث يقتضي أنه يجب على
پھر اگر کھڑا ہووے تو سلام کرے سو پہلی جماعت بڑی حق دار نہیں ہے دوسری کی امام نووی کہتے ہیں ظاہر اس حدیث کا قول چاہتا ہے کہ جماعت کی
الجماعة رد السلام على هذا الذي سلم عليهم وفارقهم وقال بعض العلماء جرت عادة بعض الناس بالسلام عند
ذمہ جواب سلام کا اس شخص پر واجب ہے جس نے سلام کیا تھا اور جدا ہوا ہے اور بعضی علما کہتے ہیں بعضی لوگوں کو سلام کرنیکی عادت پڑی ہوئی ہے
مفارقة القوم وذلك دعاء يستحب له الجواب لأن السلام إنما يكون عند اللقاء لا عند الانصراف وأنكر هذا القول
جب جماعت سے جدا ہوں اور یہ دعا ہے جسکی لئے جواب مستحب ہے اس لئے کہ سلام ملاقات کی وقت ہوتا ہے جدا ہوتے وقت نہیں ہوتا اور امام ابو بکر شاشی

الامام ابو بكر الشافعي وقال هذا القول فاسد لان السلام اما كان سنة عند اللقاء فكذلك هو سنة عند الافتراق
اس بات سی انکار کرتی ہیں اور کہتی ہیں کہ یہہ بات غلط ہی اسواسطی کہ سلام جیسی ملتی وقت سنت ہی ایسی ہی جدا ہوتی ہوی سنت ہی
على ما دل عليه الحديث السابق ومن كتب كتابا وكتب فيه سلاما على احد او ارسل اليه سلاما بالرسول فبلغه
چنانچہ اسپر حدیث سابق دلالت کرتی ہی اور اگر کسینی خط لکھا اور اوسمیں کسیکو سلام لکھدیا یا کسیکو سلام زبانی رسول کی کہلا بھیجا پھر اوسکی پاس
الكتاب او الرسالة يجب عليه الرد على الفور لان السلام على الغائب لا يكون الا بالرسالة او بالكتاب فعليه ان يرد مثله
خط یا زبانی سلام پہنچا تو اوسپر فورا جواب واجب ہی اسلئی کہ سلام غائب پر نہیں ہوسکتا مگر زبانی رسول کی یا خط میں سو اوسپر لازم ہی کہ ویسا ہی جواب دی
او باحسن منه لكن ينبغي ان يعلم ان من بلغ الغير سلام احد ينبغي لذلك الغير ان يرد عليهما ويقول عليك
یا اوس سی بہتر لیکن سمجھنا چاہیئی کہ جیسی کسی غیر کو کسیکا سلام پہنچایا تو اوس غیر کو لازم ہی کہ سلام کا جواب دونو کو دی اسطور علیک
وعليه السلام لما روي ان رجلا قال للنبي عليه السلام ان ابي يقرئك السلام فقال النبي عليه السلام عليك
وعلیہ السلام اسلئی کہ روایت ہی کہ ایک شخص نی نبی علیہ السلام سی عرض کیا کہ میرا باپ آپکو سلام کہتا ہی سو نبی علیہ السلام نی فرمایا تجھپر
وعلى ابيك السلام ومن سلم على احد ثم لقيه ثانيا او رآه ثانيا يستحب له ان يسلم عليه ثانيا لما روي انه عليه السلام
اور تیری باپ پر سلام اور اگر کسینی کسیکو سلام کیا پھر اوس سی دوبارہ ملگیا یا دوبارہ دیکھا تو مستحب ہی کہ اوسکو دوبارہ سلام کری کیونکہ روایت ہی کہ نبی علیہ السلام
كان اذا دخل المسجد يسلم على اصحابه ثم اذا صعد المنبر واقبل عليهم يسلم عليهم ثانيا وروي عن ابي هريرة انه عليه السلام
جب مسجد میں آتی تو اپنی اصحاب سی سلام علیک کرتی پھر جب منبر پر چڑھکر اونکی آشنا سامنی ہوتی تو دوبارہ سلام علیک کرتی اور ابوہریرہ سی روایت ہی کہ نبی علیہ السلام
قال اذا لقي احدكم اخاه فليسلم عليه فان حالت بينهما شجرة او جدار او حجر ثم لقيه فليسلم عليه وكان اصحاب رسول
نی فرمایا جب کوئی تم میں سی اپنی بھائی سی ملی تو سلام کری پھر اون دونوں کی بیچمیں اگر درخت یا دیوار یا پتھر آجاوی اور پھر ملی تو سلام کری اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ
الله عليه السلام اذا ساروا في طريق فاستقبلهم شجرة فاحتازوها يسلم بعضهم على بعض واذا التقى الاثنان
وسلم کی اصحاب جب رستہ چلتی اور اونکی سامنی درخت آجاتا تو اوس سی بڑھکر آپسمیں سلام کیا کرتی اور جب دو شخص ملیں
وقال كل واحد منهما للآخر دفعة او على الترتيب السلام عليكم قبل تعيين كل واحد منهما مسلما على الآخر ولا يقوم ذلك
اور ہر ایک دونوں میں سی دفعۃً یا بترتیب سلام علیک کری کہتی ہیں کہ دونوں کی طرف سی سلام علیک ہوجاتی ہی اور یہہ سلام جواب کی جگہ
مقام الرد بل يجب على كل واحد منهما الرد والصواب على ما ذكره النووي ان سلام احدهما ان كان بعد سلام الآخر
نہیں ہوگا بلکہ دونو پر جواب واجب تھا اور صواب موافق ذکر نووی کی یہہ ہی کہ ایک کا سلام اگر بعد دوسری کی سلام کی ہو
يكون ردا لكون هذا اللفظ صالحا للرد والا فلا ومن لقي احدا فقال له ابتداء عليكم السلام لا يكون ذلك سلاما
تو جواب ہوجاتا ہی کیونکہ یہہ لفظ قابل جواب کی ہی اور نہیں تو نہیں اور اگر کوئی کسی سی ملا دو پہلی ہی کہا علیکم السلام تو یہہ عبارت سلام نہیں ہوتا
حتى لا يستحق الرد لان هذه الصيغة مشروعة للرد لا للابتداء فلا تقوم مقام السلام على الاحياء بل هي تحية
یہانتک کہ وہ مستحق جواب کا نہیں کیونکہ یہہ عبارت شرع میں جواب کی واسطی مقرر ہی ابتدا کی واسطی نہیں ہی تو زندوں پر سلام کی قائم مقام نہوگی بلکہ یہہ سلام
الموتى على ما روي ان رجلا اتى النبي صلى الله عليه وسلم فقال عليك السلام يا رسول الله فقال النبي عليه السلام لا تقل
موتی کا ہی موافق اس روایت کی کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پاس آکر کہا علیک السلام یا رسول اللہ ۔ سو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نی فرمایا علیک السلام
عليك السلام عليك السلام تحية الموتى فانه عليه السلام قد بين في هذا الحديث ان هذه الصيغة ليست
مت کہا کر علیک السلام موتی کا سلام ہی بیشک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نی اس حدیث میں بیان کردیا کہ یہہ عبارت اسلئی نہیں ہی
مما يسلم بها على الاحياء بل انما يسلم بها على الاموات لان الاحياء وضع لهم في الشرع عند السلام صيغة وعند الرد
کہ زندوں پر سلام کیجئی مگر اس عبارت سی مردوں پر سلام کرتی ہیں کیونکہ شرع میں زندوں کی واسطی سلام کی اور عبارت ہی اور جواب کی واسطی

صيغة

صيغة فلا يحسن ان يوضع ما وضع للرد موضع السلام واما الاموات فلا رد عليهم فيستوي في حقهم السلام
اور عبارت سوا اچہا نہین ہی کہ جو عبارت جواب کی لئی ہی وہ سلام کی جگہ استعمال کرین اور مردون پر تو جواب نہین ہوتا پہر اونکی حق مین سلام
عليهم بالصيغتين لما روي انه عليه السلام كان يسلم على اهل القبور بقوله السلام عليكم دار قوم مؤمنين
علیک دونو عبارت سی برابر ہی کیونکہ روایت ہی کہ نبی علیہ السلام اہل قبور پر سلام علیک اس عبارت سی کرتی تہی السلام علیکم ملک قوم مؤمنین کی
ومن سلم على اصم يستحب له ان يتكلم السلام بلسانه لقدرته عليه ويشير بيده حتى يحصل الافهام فيستحق
اور جو شخص بہری کو سلام کری تو مستحب ہی کہ سلام زبان سی کہی کیونکہ اسکو قدرت ہی اور ہاتہہ سی اشارہ کردی تاکہ وہ سمجہہ جاوی اور یہہ مستحق جواب کا ہو
الرد ولو لم يجمع بينهما لا يستحق الرد ولو سلم عليه اصم واراد ان يرد عليه يلزمه ان يتكلم الرد بلسانه لقدرته
اور اگر دونو بات نکریگا تو مستحق جواب کا نہین ہی اور اگر بہرہ اسکو سلام کری اور یہہ جواب دیا چاہی تو لازم ہی کہ جواب زبانسی دی کیونکہ اسپر قادر ہی
عليه ويشير بيده ليحصل الافهام ويسقط عنه الرد ولو سلم على اخرس فاشار الاخرس بيده يسقط عنه الفرض
اور ہاتہہ سی اشارہ کردی تاکہ وہ سمجہہ جاوی اور اسکی ذمہ سی جواب ادا ہو جاوی اور اگر گنگی کو سلام کیا اور گنگی نی ہاتہہ سی اشارہ کردیا تو اوسکی ذمہ سی فرض ادا ہو جاتا ہی
لان اشارته قائمة مقام العبارة ولو سلم عليه الاخرس بالاشارة يستحق الرد والنساء بعضهن مع بعض في
کیونکہ اوسکا اشارہ قایم مقام بولنی کی ہی اور گنگی نی اشارہ سی اسکو سلام کیا تو وہ مستحق جواب کا ہی اور عورتین عورتین آپسمین سلام علیک کی باب مین
حكم السلام كالرجال واما الرجل اذا سلم على امراة فان كانت زوجته او جاريته او كانت من محارمه فعليها الرد
مانند مردون کی ہین اور اگر مرد عورت کو سلام کری اگر وہ عورت اوسکی بی بی ہی یا لونڈی ہی یا اوسکی کوئی محرم ہی تو اوسپر جواب دینا لازم ہی
وان كانت اجنبية شابة لا يجوز لها الرد ويكون الرجل مفرطا في السلام عليها وكذا المراة ان سلمت على رجل فاذا
اور اگر کوئی غیر جوان ہی تو اوسکو جواب دینا جایز نہین اور وہ مرد اس سلام مین بیجا پر ہی اور ایسی ہی عورت اگر مرد کو سلام کری پہر اگر
كانت زوجته او جاريته او كانت من محارمه او كانت عجوزا لا يخاف منها الفتنة فعليه الرد وان كانت شابة يميل
وہ اوسکی جورو یا لونڈی یا اوسکی کوئی محرم ہی یا ایسی بڑہیا ہی کہ اوسپر کچہہ خوف فتنہ کا نہین تو مرد کی ذمہ جواب لازم ہی اور اگر ایسی جوان ہی کہ
اليها النفس يكره له الرد وتكون المراة مفرطة في السلام عليه واما الصبيان فالسنة ان يسلم عليهم لما روي عن
نفس کو اوسکی طرف رغبت ہوئی تو جواب دینا مکروہ ہی اور عورت اس سلام مین بیجا پر ہی اور نابالغ بچون کو سلام کرنا مسنون ہی اسلئی کہ انس سی روایت ہی
انس انه مر على صبيان فسلم عليهم وقال كان النبي عليه السلام يفعله وفي رواية انه عليه السلام مر على غلمان
کہ وہ لڑکون پر گذری تو اونکو سلام کیا اور کہا نبی علیہ السلام یہی کیا کرتی تہی اور ایک روایت مین ہی کہ نبی علیہ السلام لڑکون کی پاس آ گئی
فسلم عليهم ولو سلم صبي على بالغ فالصحيح وجوب رد سلامه لقوله تعالى واذا حييتم بتحية فحيوا باحسن منها واما
تو اونکو سلام کیا اور اگر نابالغ لڑکا بالغ کو سلام کری تو صحیح یون ہی کہ جواب دینا واجب ہی بدلیل اس آیت کی اور جب تمکو دعا دلیوی کوئی تو تم بہی دعا دو اوس سی بہتر
المبتدعة ومن اقترف ذنبا عظيما ولم يتب منه فينبغي ان لا يسلم عليهم ولا يرد سلامهم قال البزازي يسلم على لاعب
اور بدعتی لوگ اور جو جو بڑی گناہ کرتی ہین اور اوس گناہ سی توبہ نہین کرتی تو سزاوار ہی کہ انکو سلام نکری اور نہ انکی سلام کا جواب دی بزازی کہتا ہی کہ امام کی
الشطرنج عند الامام ليشغله عن ساعة الرد لا عندهما لان المجاهر بالفسق في معتقده ولو مجتهدا لا يستحق الاكرام
نزدیک شطرنج باز کو سلام کرلی تاکہ دم بہر جواب دینا ہو اشطرنج سی باز رہی صاحبین کی نزدیک سلام نکری اسلئی کہ فاسق علی الاعلان اپنی معتقد مین اگرچہ جہتہاد کے
وقال النووي فمن اضطر الى السلام على الظلمة اذا دخل عليهم وخاف ان يترتب عليه في دينه ودنياه ضرر ان لم يسلم
ہو سزاوار عزت کا نہین ہی اور نووی کہتا ہی جو شخص ظالمون کو سلام کرنہین لاچار ہو جب اونکی پاس جاوی اور یہہ ڈر ہو کہ اگر انکو سلام نہین کرتا تو دین کا یا دنیا کا
عليهم يسلم عليهم وينوي ان السلام اسم من اسماء الله تعالى ليكون المعنى ان الله عليكم رقيب فيجازيكم بما
تو اونکو سلام کرلی اور یہہ نیت کرلی کہ سلام الله کا نام ہی تاکہ یہہ معنی ہو جاوین کہ الله تمہاری اوپر نگہبان ہی سو تمکو تمہاری لایق سزا دیویگا

تستحق وأما اهل الذمة فيكره للمسلم ان يسلم عليهم ابتداء لما روي عن ابي هريرة انه عليه السلام
اور جو ذمی لوگ ہیں تو مسلم کو مکروہ ہی کہ اونکو پہلی سلام کری کیونکہ ابو ہریرہ سی روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا
قال لا تبدءوا اليهود والنصارى بالسلام قال قاضيخان في فتاواه هذا اذا لم يكن للمسلم حاجة اليه وأما
کہ یہود اور نصاری کو پہلی سلام مت کرو قاضیخان اپنی فتاوی مین کہتا ہی یہہ اوس صورت میں ہی کہ مسلمان کی کوئی غرض نہ اوسکی ہو
اذا كانت فلا بأس ان يسلم عليه ومن سلم على من لم يعرفه فبان انه ذمي يستحب له ان يسترد سلامه فيقول
اور اگر کوئی غرض ہی تو پہلی سلام کرنے میں کچھہ ڈر نہیں ہی اور اگر کسینی کسی ناواقف کو سلام کیا پھر معلوم ہوا کہ وہ ذمی ہی تو اوسکو مستحب ہی کہ اپنا سلام ہٹا لی یوں کہی
رد علي سلامي لما روي ان عبد الله بن عمر سلم على رجل فقيل له انه يهودي فتبعه فقال له رد علي سلامي
ہٹا دی میرا سلام کیونکہ روایت ہی کہ عبد اللہ بن عمر نی ایک شخص کو سلام کیا پھر کسی نی کہا یہہ تو یہودی ہی پھر عبد اللہ نی اوسکی پیچھی جا کر کہا میرا سلام ہٹا دے
واذا سلم ذمي على مسلم ينبغي للمسلم ان لا يزيد في الرد عليه على قوله عليك لما روي عن انس انه عليه السلام
اور اگر ذمی مسلمان کو سلام کری تو مسلمان کو چاہئی کہ جواب مین اوس سی کچھہ زیادہ نہ کہی اتنا ہی کہی علیک کیونکہ انس سی روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا
قال اذا سلم عليكم اهل الكتاب فقولوا وعليكم قال الخطابي هكذا يرويه عامة المحدثين وعليكم بالواو وكان
جب اہل کتاب تمکو سلام کریں تو کہو وعلیکم خطابی کہتا ہی کہ عام محدث یہہ ہی روایت کرتی ہین وعلیکم واو سمیت اور
سفيان بن عيينة يرويه عليكم بغير الواو وهو الصواب اذ بغير الواو يصير ما قالوه بعينه مردودا عليهم وبالواو
سفیان بن عیینہ علیکم روایت کرتا ہی بدون واو کی اور حق یہہ ہی ہی اسواسطی کہ بدون واو کی جو اہل کتاب کہتی ہین بعینہ وہ ہی اونپر رد ہوگا اور واو
يقع الاشتراك معهم والدخول فيما قالوه لان الواو حرف عطف يجمع بين الشيئين وقال النووي اتفقوا على لزوم الرد
سی اونکی ساتھہ شرکت اور جو اونہوں نی کہا ہی اسمین شامل ہونا ہو جائیگا اسلئی کہ واو حرف عطف ہی دو شی کو جمع کر دیتا ہی اور نووی کہتا ہی سب علما متفق ہین
على اهل الكتاب لكن لا يذكر السلام بل يرده بان يقال وعليكم بالواو وعليكم بدونها اذ قد جاءت الاحاديث
کہ اہل کتاب کا جواب دینا لازم ہی لیکن سلام کو ذکر نہ کری بلکہ رد سلام کی اسطرح کہی وعلیکم واو کی اور علیکم بدون واو کی اسلئی کہ حدیثین واو کی ساتھہ بہی
باثبات الواو وحذفها واثباتها اكثر فعلى هذا يكون في معناها وجهان احدهما كونها للعطف والتشريك لانهم
آئی ہین اور بدون واو کی بہی اور واو کی ساتھہ زیادہ ہین اب اسکی معنی دو طرح پر ہین ایک تو یہہ کہ واو عاطفہ ہو اور شرکت کی لئی کیونکہ
كانوا يقولون للمسلمين السام عليكم وقد فسر السام بالموت فيكون المعنى نحن وانتم فيه سواء كلنا نموت والثاني كونها
وہ لوگ مسلمانوں کو یہہ کہا کرتی تہی السام علیکم اور سام کی معنی موت کی ہی اب یہہ مراد ہوئی ہم اور تم موت مین برابر ہین ہم سب مر جاوینگی اور دوسری یہہ
للاستيناف لا للعطف والتشريك فيكون المعنى ونحن نقول عليكم ما قلتم او نستحقونه او ما تريدون بنا وقيل اذا
کہ واو استیناف کا ہو اور عطف و شرکت کا نہو اب یہہ مراد ہوگی اور ہم ہی کہتی ہین تمپر ہی جو تم کہتی ہو یا جسکی تم لائق ہو یا جو تم ہماری حق میں ارادہ کرتی ہو اور کوئی
لم يكن منهم تعريض بالدعاء علينا يكون اثبات الواو في الرد عليهم دعاء لهم بالاسلام لكونه مدار السلامة في الدارين
کہتا ہی اگر وہ نیت میں ہمپر بددعا کرتی نہوں تو جواب میں واو کی ہونی سی اونکی لئی اسلام کی دعا ہوگی کیونکہ دارین میں یہہ ہی سبب سلامتی کا ہی

المجلس الخامس والثمانون في بيان هجران اخيه المسلم فوق ثلثة ايام قال رسول الله صلى الله عليه

پچاسی مجلس بیان میں برادر مسلمان کو چہوڑ دینی میں زیادہ تین روز سی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نی فرمایا

وسلم لا يحل لرجل ان يهجر اخاه فوق ثلث ليال يلتقيان فيعرض هذا ويعرض هذا وخيرهما الذي يبدأ بالسلام
حلال نہیں ہی کسیکو کہ اپنی بہائی کو زیادہ تین رات سی چہوڑ رکہی جب ملیں تو یہہ ادہر کو ہو جاوی اور وہ ادہر کو اور دونوں میں اچہا وہ ہی جو پہلی سلام کری
هذا الحديث من صحاح المصابيح رواه سعد بن ابي وقاص وهو بمنطوقه يدل على حرمة هجران المسلم اكثر من
یہہ حدیث مصابیح کی صحیح حدیثوں میں ہی سعد بن ابی وقاص کی روایت سی اسکا منطوق دلالت کرتا ہی کہ چہوڑ دینا مسلم کا زیادہ

ثلثة ايام وما فوق هجرانه ثلثة ايام فما دونها عليه معفو لان منطوقه فمن المفهوم جاز له
تین روز سے زیادہ حرام ہی تین دن تک چھوڑ رکھنا جائز اسکے مفہوم سے معلوم ہوتا ہی منطوق سے نہیں معلوم ہوتا ہی جو شخص مفہوم کو حجت مانتا ہی اوسکو
ان يقول ان الآدمي مجبول على الغضب وسوء الخلق فرخص له في الثلث لعلها حتى يذهب عنه ذلك الغضب
جائز ہی کہ کہی بیشک آدمی کو غضب طبعی اور عادت ہی سو آپ نے تین دن کی اجازت دی کیونکہ مدت قلیل ہی تاکہ اوسکا غصہ اوتر جاوی
ولم يرخص له فيما فوق ذلك لكثرته فقوله عليه السلام يلتقيان فيعرض هذا ويعرض هذا بيان كيفية هجرانهما
اور تین سے زیادہ کی اجازت نہیں دی سہولت زیادہ ہی اس یہہ جملہ حدیث کا کہ ملتے ہیں سو منہ ادہر پھر جاتا ہی اور وہ اودہر یہہ چھوڑنے کی کیفیت کا بیان ہی
وقوله وخيرهما الذي يبدأ بالسلام حث على ترك الهجران فانه يزول بالسلام على مذهب الجمهور وتخصيص
اور یہہ جملہ دونوں میں اچھا وہ ہی جو پہلے سلام کرے رغبت ہی جدائی کی ترک پر کیونکہ موافق مذہب جمہور کی جدائی سلام سے جاتی رہتی ہی اور خاص
الاخ بالذكر يشعر بالعلية والمراد به الاخ في الدين دون القرابة بدليل قوله عليه السلام في حديث آخر لا يحل
اخ کو ذکر کرنا علیت معلوم ہوتا ہی اور اس سے مراد دینی برادری ہی قرابت کا مراد نہیں بدلیل ارشاد نبی علیہ السلام کی ایک اور حدیث میں کہ مسلم کو
لمسلم ان يهجر مسلما فوق ثلث ليال فانهما ناكبان عن الحق ما داما على صرامهما واولهما فيئا يكون سبقه بالفيء كفارة له
حلال نہیں ہی کہ مسلم کو زیادہ تین رات سے چھوڑ رکھی بیشک یہہ دونو شخص ہٹتے رہتے ہیں حق سے کنارہ میں اور اون میں سے پہلے بار آنے والی کو اوسکی سبقت ہی کفارہ کی
وروي عن ابي هريرة انه عليه السلام قال تفتح ابواب الجنة يوم الاثنين ويوم الخميس فيغفر لكل عبد لا يشرك بالله
اور ابو ہریرہ سے روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا پیر کو اور جمعرات کو جنت کی دروازی کھلتی ہیں سو ہر ایک بندہ کہ اللہ کی ساتھہ کچھہ شریک کرتا ہو بخشا
شيئا الا رجلا كانت بينه وبين اخيه شحناء فيقال انظروا هذين حتى يصطلحا وفي رواية انه عليه السلام قال تعرض
جاتا ہی سوای اوس شخص کی کہ اوسمیں اور اوسکی بھائی میں کینہ ہو پہر حکم ہوتا ہی ان دونو کو رہنے دو جبتک آپسمیں صلح کریں اور ایک روایت میں ہی کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا
اعمال الناس في كل جمعة مرتين يوم الاثنين ويوم الخميس فيغفر لكل عبد مؤمن الا عبدا بينه وبين اخيه شحناء
کہ ہر ہفتہ میں لوگوں کی عمل دوبار پیش ہوتی ہیں پیر کی دن اور جمعرات کی دن سو ہر ایک بندہ مؤمن بخشا جاتا ہی مگر وہ بندہ کہ اوسمیں اور اوسکی بھائی میں کینہ ہو
فيقال اتركوا هذين حتى يفيئا والمراد بالجمعة ايام الاسبوع بدليل انه عليه السلام بينها بقوله يوم الاثنين
حکم ہوتا ہی انکو رہنے دو جبتک ملاپ کریں اور مراد جمعہ سے ہفتہ کی ایام ہیں اس دلیل سے کہ نبی علیہ السلام نے اسکو پیر کی دن اور
ويوم الخميس على طريق التفسير عن الشيء باجزائه والشحناء العداوة والمعنى اتركوا مغفرتهما حتى يرجعا من
جمعرات کی دن سے تفسیر کیا جسطور ایک شی کا اجزا سے بیان کرتی ہیں اور شحناء کی معنی دشمنی کی ہیں اور معنی جملہ کی یہہ ہیں چھوڑ دو اونکی مغفرت کو جبتک
العداوة الى الصداقة لان الاخوة الدينية تقتضي الصداقة وتنافي العداوة فان المؤمنين اخوة من حيث انهم
دونو دشمنی سی دوستی کیطرف آویں اسواسطی کہ دینی برادری دوستی کا تقاضا کرتی ہی اور عداوت کی برخلاف ہی کیونکہ تمام مؤمن بھائی بھائی ہوتی ہیں اسواسطی کہ وہ
ينتسبون الى اصل واحد هو الايمان الموجب للحيوة الباقية كما ان الاخوة من النسب ينتسبون الى اصل واحد هو
سب ایک اصل سی نسبت رکھتی ہیں یعنی ایمان سی جس سی دائمی زندگی ہوتی ہی جیسی نسبی برادر ایک اصل سی منسوب ہوتی ہیں یعنی
الاب الموجب للحيوة الفانية فالاخوة الدينية اقوى من الاخوة النسبية لان الاخوة النسبية اذا خلت عن الاخوة
باپ سی جس سی حیات فانیہ ہوتی ہی سو دینی برادری نسبی برادری سی قوی ہوتی ہی اسلئی کہ نسبی برادری جب دینی برادری سی خالی ہو
الدينية لا تعتبر الا ترى ان المسلم اذا مات وكان له اخ كافر يكون ماله للمسلمين لا لاخيه الكافر فعلى هذا يحسن
تو اوسکا کچھہ اعتبار نہیں ہوتا دیکھتا نہیں کہ مسلمان اگر مر جاوی اور اوسکا بھائی کافر موجود ہو تو اوس مسلم کا مال مسلمانوں کو ملیگا کافر بھائی کو نہیں ملیگا اس لئی
على المسلم ان يترك ما ينافي الاخوة الدينية الموجبة للصداقة والمزيلة للعداوة لما روي عن ابي هريرة انه عليه السلام
اچھی مراد ہی مسلم پر واجب ہی کہ اون باتوں کو ترک کری جو دینی برادری کو ترک کری جو دوستی کو واجب اور دشمنی دور کرتی ہی کیونکہ ابو ہریرہ سی روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نے

قال لا يحل لمسلم ان يهجر اخاه فوق ثلث فمن هجر فوق ثلث فمات دخل النار يعني انه استحق ان يدخل النار لانه
فرمایا مسلم کو حلال نہیں ہے کہ اپنے بھائی کو تین روز سے زیادہ چھوڑ دے اور جس نے تین دن سے زیادہ چھوڑ رکھا پھر وہ مرگیا تو دوزخ میں جاویگا اور یہ ہے کہ اس
مات عاصيا غير تائب بذلك فيستحق ان يكون من اهل النار هذا اذا كان الهجران لامر دنيوي كالتقصير في
کیونکہ گنہگار بے توبہ مرا ہے اس سے لازم آتا ہے کہ دوزخی ہووے یہ اوس صورت میں ہے کہ یہ ترک ملاقات دنیاوی سبب سے ہو
حقوق الصحبة والعشرة واما اذا كان في حق الدين لفسق ومعصية فالزيادة على الثلث مشروع فان هجران
جیسے حقوق صحبت و عشرت کی ادا کرنے میں قصور اور اگر سبب حق دینی کا ہو جیسے فسق اور معصیت تو تین دن سے زیادہ بھی جائز ہے کیونکہ گنہگاروں کا
اهل العصيان يجب الى ان يزول عنهم ذلك العصيان ويظهر توبتهم لانه من قبيل الامر بالمعروف والنهي عن المنكر و
ترک کرنا واجب ہے جبتک کہ وہ بدکاری کا ترک کریں اور انکی توبہ ظاہر ہووے کیونکہ یہ عمل امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں داخل ہے اور
قد قال الله تعالى لا تجد قوما يؤمنون بالله واليوم الاخر يوادون من حاد الله ورسوله ولو كانوا اباءهم
اللہ تعالی فرماتا ہے تو نہ دیکھیگا کوئی لوگ جو یقین رکھتے ہوں اللہ پر اور پچھلے دن پر پھر دوستی کریں اوس سے جو مخالف ہوا اللہ کا اور اوسکے رسول کا گرچہ وہ
او ابناءهم او اخوانهم او عشيرتهم فدلت هذه الاية على ان من يرتكب المعاصي والمنكرات يجب هجره
اپنے ماں باپ یا اپنے بیٹے یا اپنے بھائی یا اپنے گھر کے والے اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ معاصی اور منکرات پر عمل کرنیوالے کی ترک ملاقات واجب ہے
وان كان من الاقرباء لا سيما في حق من ظلم الغير وعصى الله تعالى به فان عدم الاعراض عنه احسان
اگرچہ رشتہ دار ہو خاص کر ایسے کی ملاقات جو غیر پر ظلم اور خدا کی نافرمانی کرتا ہو کیونکہ ایسے شخص سے اعراض نہ کرنا گویا اوسپر احسان ہے
اليه فلا يحسن الاحسان اليه لان الاحسان اليه اساءة للمظلوم وحق المظلوم اولى بالمراعاة وتقوية
سو ایسے پر احسان کرنا اچھا نہیں ہے کیونکہ احسان مظلوم کی ساتھ بدی ہے اور رعایت مظلوم کی حق کی اولی ہوتی ہے اور مظلوم کا دل
قلبه بالاعراض عن الظالم احب الى الله تعالى من تقوية قلب الظالم وقد هجر النبي عليه السلام الثلثة الذين
قوی کرنا ظالم سے منہہ پھیر کر اللہ کو بہت محبوب ہے ظالم کا دل قوی کرنے سے اور بیشک نبی علیہ السلام نے تین شخصوں کو جو
تخلفوا عن غزوة تبوك ولم يكلمهم خمسين يوما وامر الناس بهجرهم حتى انزل الله تعالى توبتهم وروي انه
جنگ تبوک سے پیچھے رہے تھے چھوڑ دیا تھا اور پچاس روز تک اونسے نہیں بولے تھے اور لوگوں سے فرمایا تھا کہ انکو چھوڑ دو یہاں تک کہ اللہ تعالی نے انکی توبہ قبول کی
عليه السلام لما اعتل بعير صفية قال لزينب اعطيها بعيرا وكان عندها فضل بعير فقالت انا اعطي تلك
اور روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے جب صفیہ کا اونٹ بیمار ہوگیا تھا تو زینب سے کہا تو اسکو اونٹ دیدے اور زینب کے پاس بڑھتی اونٹ تھا سو زینب نے عرض کیا
اليهودية فغضب النبي عليه السلام فهجرها ذا الحجة والمحرم وبعض صفر قيل لم يوجد في السنة مدة الهجر اكثر
میں اوس یہودیہ کو دونگی پھر نبی علیہ السلام غضبناک ہوئے اور اونکو تمام ذالحجہ اور تمام محرم اور چند روز صفر کی چھوڑ دیا کہتے ہیں کہ اس سے زیادہ مدت ترک کی سنت میں
من ذلك لكن قد وجد من السلف من هجر اخاه المسلم في امر مكروه من امور الدين السنة والسنتين ومنهم من
نہیں ملتی لیکن بعضی متقدمین ایسی گذری ہیں کہ اپنے بھائی مسلمان کو بسبب امر مکروہ دینی کی ایک برس اور دو برس چھوڑ رکھا ہے اور بعضی ایسی ہیں
هجر صاحبه في ذلك مدة عمره ورأوا انفسهم في فسحة من ذلك ما لم يرجع المهجور عما ارتكب وكان الامام احمد ممن
کہ اپنے صاحب یعنی مسلم کو اسی بابت تمام عمر چھوڑ رکھا ہے اور اپنے تئیں اوس باب میں بے قصور جانتے تھے جبتک کہ وہ مہجور اوس عمل سے باز آیا اور امام احمد بھی ایسا تھا
هجر اهل المعاصي ومن يقارن الافعال الردية فانه هجر بعض اصحابه ممن كان يتعلم منه وكان يتردد اليه ولا
کو اور جو کہ افعال ناکارہ کرتا چھوڑ دیا کرتی تھی بیشک اونہوں نے ایک شاگرد کو جو اونسے پڑھتا تھا چھوڑ دیا تھا وہ آتا جاتا تھا پر
يكلمه فلم يزل يسأله عن تغير حاله ولا يذكره حتى قال له يوما بلغني انك طينت حائط دارك من جانب الشارع
بات نکرتی تھی وہ ہمیشہ پوچھتا رہتا کہ آپ کیوں بیزار ہیں اور وہ کچھ نہ کہتی آخر ایک روز یہ کہا میں نے سنا ہے کہ تو نے اپنی گھر کی دیوار شارع عام کی

فقد اخذت قدر سمك الطين من شارع المسلمين فلا تصلح لتعلم العلم وهجر ابن عمر ابناله الى ان مات واصل
خرقہ سے لیپی ہے سو تو نے برابر دل گاری کی مسلمانوں کی شارع عام میں سے لیلیا تو لائق علم سکہانی کی نہیں ہے اور ابن عمر نے اپنی بیٹی کو مرتے دم تک چہوڑے رکہا اور
ذلك ان من وقف على منكر ولم يستطع ان ينكره بيده ولسانه وامكنه ان يظهر دلائل الانكار يلزمه ذلك
اصل اسکی یہہ ہے کہ جسکو کوئی امر بد معلوم ہو اور ہاتہہ اور زبان سے منع نہیں کر سکتا اور یہہ ہو سکتا ہے کہ بیزاری کی علامات ظاہر کرے تو اوسکو یہہ ہی لازم ہے
اذ لا ينبغي للمؤمن ان يترك احدا على منكر لقرابته او لصداقته ومودته فان صداقته ومودته يوجب له ان
اسلئے کہ مؤمن کو یہہ اچہا نہیں ہے کہ کسیکو امر منکر پر بسبب لحاظ قرابت یا صداقت اور مودت کی رہنے دے کیونکہ صداقت اور مودت کا تو حق یہہ ہے کہ اوسکو
ينظر اليه بنظر الرحمة ويرى اقدامه على المنكر مصيبة على نفسه ويكون مغتما حزينا من تعرضه لعقاب
نظر رحمت سے دیکہے اور اوسکے منکر میں مبتلا ہونے کو اپنی حال پر مصیبت سمجہے اور غمگین اور حزین ہووے کہ یہہ اب عقاب الہی میں
الله تعالى ويقصد تخليصه منه بالانكار عليه اذ ليس من مقتضى الرحمة له ترك الانكار عليه وعدم التعرض
گرفتار ہوا اور بیزار ہو کر اوسکی بچانے کا قصد کرے مقتضے رحمت کا یہہ نہیں ہے کہ اوس سے بیزار نہو اور اوسکو منع نکرے
له بل من كمال الرحمة له الانكار عليه ورده الى المنهج القويم والصراط المستقيم والا انقلب صداقته
بلکہ یہہ بیزاری اور طریق درست اور راہ راست پر لانا اوسکے حق میں کمال رحمت ہے اور نہیں تو قیامت کی دن یہہ ہی دوستی
عداوة يوم القيمة كما اخبر الله تعالى عن ذلك فقال الاخلاء يومئذ بعضهم لبعض عدو الا المتقين فان كل
دشمنی ہو جاویگی چنانچہ اللہ تعالی اسکی خبر دیتا ہے فرماتا ہے جتنے دوست ہیں اوسدن دشمن ہونگے مگر جو ہیں ڈر والے بیشک ہر
واحد من الاخلاء الغير المتقين يقول في ذلك اليوم يويلتى ليتني لم اتخذ فلانا خليلا ليت بيني وبينه بعد المشرقين
ایک دوست ناپرہیز گار اوس روز کہیگا کہ خرابی میری کاشکے میں فلانے کو دوست نکرتا کاشکے میری اور اوسکی بیچمیں مسافت مشرقین کی
فصديق الانسان من يسعى في عمارة اخرته وان كان فيه ضرر الدنيا وعدوه من يسعى في خسارة اخرته وان
ہوتی پس آدمی کا دوست وہ ہی ہے جو آخرت کی درستی میں کوشش کرے اگرچہ اسمیں دنیا کا نقصان ہووے اور دشمن وہ ہی جو آخرت کو خراب کردے اگرچہ
كان فيه نفع لدنياه وقد قال الله تعالى وتعاونوا على البر والتقوى ولا تعاونوا على الاثم والعدوان ولا شك ان من
اوسمیں دنیا کا فائدہ ہو اور اللہ تعالی فرماتا ہے مدد کرو نیک کام پر اور پرہیز گاری پر اور مدد نکرو گناہ پر اور زیادتی پر اور بیشک جسنے
راى اخاه المسلم على منكر ولم ينهه عنه فقد اعانه عليه بالتخلية بينه وبين ذلك المنكر وعدم الاعتراض عليه
کسی برادر مسلمان کو بری کار پر متوجہ دیکہا اور منع نکیا تو بیشک اوسکی امداد کی کہ اوسکو منکر پر قایم رکہا اور اعتراض نکیا
وروى عن ابي هريرة ان رجلا يتعلق برجل يوم القيمة وهو لا يعرفه فيقول له مالك تتعلق بي وما رايتك قط فيقول
اور ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ ایک شخص ایک شخص کا قیامت کی روز دامنگیر ہوگا اور وہ اوسکو پہچانتا نہوگا وہ کہیگا تو کون ہے مجکو پکڑتا ہے میں نے تجہکو
بلى قد رايتني يوما على منكر فلم تغيره وروى عن ابن عمر ان رجلا يؤمر به الى النار ويؤمر بجلسائه ايضا فيقولون
کبہی نہیں دیکہا وہ کہیگا ہاں تو نے بیشک مجکو ایکروز منکر پر دیکہا اور منع نکیا اور ابن عمر سے روایت ہے کہ ایک کو دوزخکا حکم ہوگا اور اوسکے ہمنشینوں کو بہی سو وہ عرض کرینگے
ما لنا فيقال لهم اكنتم تامرونه اكنتم تنهونه فيقولون لا فيقال اذهبوا به الى النار وهذا امر خطر قلما يقع السلامة
ہمارے کیا خطا ہے جواب ہوگا کیا تم اوسکو امر کرتے تہے کیا تم اوسکو منع کرتے تہے وہ کہینگے نہیں پہر حکم ہوگا کہ اوسکے ساتہہ ہمنشینوں کو دوزخمیں لیجاؤ یہہ بات بڑی مشکل ہے
عنه لان كثيرا من المنكرات تظهر في كل زمان فلا تغير بل يقع السكوت عنها لاستيناس النفوس بها ولذلك قال النبي عليه السلام
اس سے کم بچا جاتا ہے اسلئے کہ ہر زمانہ میں منکرات کی کثرت ہے اور ممانعت نہیں ہوتی بلکہ چپ ہو رہتے ہیں کیونکہ نفسوں کو منکرات کی محبت ہے اسی لئے نبی علیہ السلام
في حديث رواه ابو سعيد لا تصاحب الا مؤمنا ولا ياكل طعامك الا تقي فانه عليه السلام حذر المؤمن في هذا الحديث
نے فرمایا ایک حدیث میں کہ ابو سعید کی روایت سے ہے پاس مت بیٹہہ سوا مومن کی اور کہانا مت دے سوا پرہیز گار کی بیشک نبی علیہ السلام نے اسی حدیث میں مومن کو

عن مصاحبة من لیس یتقی وعن مخالطته لان الصحبة والمخالطة توقع الالفة والمحبة فی القلب فیلزم ان یکون
ناپرہیزگار کی پاس بیٹھنی اور میل جلنی سی منع کیا ہی کیونکہ پاس بیٹھنی اور میل جلنی سی دلمین الفت اور محبت پیدا ہوجاتی ہی پہر ضرور ہی کہ وہی ہو
کما قال النبی علیه السلام فی حدیث رواه ابو هریرة یحشر المرء علی دین خلیله فلینظر احدکم من یخالل یعنی ان من
جو نبی علیہ السلام نی فرمایا اوس حدیث مین جو ابوہریرہ روایت کرتی ہین آدمی دوست کی دین پر اوٹھیگا اب سب خیال کرلین کسکو دوست بناتا ہی اراده یہی
یرید ان یعرف حال نفسه فلینظر الی صدیقه فان کان صدیقه صالحا فهو من الصلحین وان کان صدیقه
ہر کوئی اپنا حال دریافت کیا چاہی تو اپنی دوست کو دیکھ لی پہر اگر اوسکا دوست صالح ہی تو وہ بہی صالح ہی اور اگر اوسکا دوست
فاسقا فهو من الفاسقین لکون الطباع مجبولة علی التشبیه والاقتداء والطبع یسرق من الطبع من حیث لا یدری
فاسق ہی تو وہ بہی فاسق ہی کیونکہ طبیعت کو مشابہت اور پیروی کی عادت ہوتی ہی اور طبیعت طبیعت سی ایسا چرالیتی ہی کہ آدمی کو خبر نہیں ہوتی
الانسان ومشاهدة المنکر یهون امر المعصیة فی القلب ویذهب نفرته عنها فلا یوجد فیه اضعف الایمان المذکور
اور منکر کو دیکہتی دیکہتی گناہ دل پر آسان ہوجاتا ہی اور اوسکی نفرت دل سی جاتی رہتی ہی پہر اوسمین ضعیف ایمان بہی نہیں رہتا جو حدیث مین مذکور ہی
فیما روی عن ابی سعید انه علیه السلام قال من رای منکم منکرا فلیغیره بیده فان لم یستطع فبلسانه فان
ابو سعید سی روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا جو شخص منکر کو دیکہی تو ہاتہ سی منع کری اور اگر طاقت نہو تو زبان سی اور اگر
لم یستطع فبقلبه وذلک اضعف الایمان فاذا لم یوجد فیه اضعف الایمان فماذا یرجی ان یوجد فیه المجلس
طاقت نہو تو دل سی بیزار ہو اور یہہ بہت ضعف ایمان ہی پہر اگر اوسمین ضعیف ایمان ہی نہو تو پہر کیا توقع ہی کہ اوسمین ایمان ہوگا چہاسی

السادس والثمانون فی بیان التحذیر من سوء الظن وهی التجسس قال رسول الله صلی الله علیه وسلم

مجلس ڈرانی کی بیان مین بدگمانی سی کہ وہ تلاش ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نی فرمایا

ایاکم والظن فان الظن اکذب الحدیث ولا تجسسوا هذا الحدیث من صحاح المصابیح رواه ابو هریرة وفیه تحذیر
بچتی رہو بدگمانی سی بیشک بدگمانی بڑی جہوٹ بات ہی اور تلاش مکیا کرو یہہ حدیث مصابیح کی صحیح حدیثون مین ہی ابو ہریرہ کی روایت سی اور اسمین
من الظن ونهی عن التجسس اما الظن فهو فی الشریعة قسمان محمود ومذموم والمراد به هٰهنا ما هو المذموم المسمی الذی
ظن سی ڈراو ہی اور تلاش سی ممانعت شریعت مین ظن کی دو قسم ہین ایک محمود دوسرا مذموم اور یہان مراد وہ ہی جو مذموم ہی
هو عقد القلب وحکمه علی شخص بالسوء من غیر علامة ظاهرة تقتضی ذلک واما الخواطر وحدیث النفس التی لا یمکن
یعنی دل مین ایک شخص پر برائی کا گمان بدون ظاہر علامت کی جس سی ثابت ہوجاوی ٹہان لینا اور یقین کرلینا اور رہی خطرات اور نفس کی خیالات جو دفع
دفعها فانها اذا لم تستقر ولم تستمر فمعفو عنها لان العبد انما یکلف بما فی وسعه لا بما لیس فی وسعه وحد الظن
نہیں ہوسکتی تو وہ اگر جم نہ جاوین اور مستمر نہو وین تو معاف ہین کیونکہ بندہ کو وہ ہی تکلیف دی جاتی ہی جو اوس سی ہوسکی وہ نہیں ہوتی جو نہوسکی اور بدگمانی کی
السیئ حمل فعل المؤمن علی وجه فاسد مع امکان حمله علی وجه حسن وهذا ینقسم الی قسمین الاول هو الذی یکون
حد یہہ ہی کہ مومن کی عمل کو وجہ فاسد پر قیاس کرنا باوجودیکہ اچہی وجہ پر بہی قیاس ہوسکتا ہی اور اسکی دو قسم ہین پہلی قسم وہ ہی جسکا باعث اوسکی
منشاؤه سوء اعتقادک فیه حتی لو صدر منه فعل له وجهان یحملک سوء اعتقادک فیه علی حمله علی الوجه
جو ان تیری بداعتقادی ہو یہان تک کہ اگر اوس سی کوئی کام دو جہتین ہووی تو تو اپنی بداعتقادی ہی اوسکی برائی پر قیاس کری
الارذل من غیر علامة تخصصه به وهذا جنایة علیه بالقلب وهو حرام فی حق کل مؤمن القسم الثانی هو
بدون ایسی علامت کی جو برائی سی خاص کردی اور یہہ اوسکی ایسی خطا ہی جو دل سی ہوئی اور یہہ خطا ہر مومن کی حق مین حرام ہی دوسری قسم وہ ہی
الذی یستند الی علامة فانها تحرک الظن تحریکا ضروریا لا یقدر الانسان علی دفعه والذی یمیز الظنون
جسکی کچہہ علامت موجود ہو بیشک وہ علامت گمان کو بالضرور ایسی حرکت دی گی کہ آدمی اوسکو ہٹا نہین سکتا اور وہ قاعدہ جس سی ظنون واجب الاجتناب

التی یجب اجتنابها عما عداها ان کل ظن لم یظهر له علامة صحیحة ولم یعرف له سبب ظاهر فانه حرام
دوسری قسم سے الگ ہو جاوے یہہ ہے کہ جس گمان کی لیے کوئی علامت صحیح ظاہر نہو اور نہ اوسکا کچھ سبب ظاہر معلوم ہو تو ایسا گمان حرام
واجب الاجتناب وذلک اذا کان المظنون به ممن یشهد منه الخیر والصلاح فی الظاهر فظن الشر والفساد به
واجب الاجتناب ہے اور یہہ جب ہے کہ جسکی حق مین گمان کیا ہے وہ ایسا شخص ہو کہ ظاہر مین اوس سے خیر اور صلاح دیکھنے مین آتی ہو اوس کی
حرام بخلاف من اشتهر بین الناس بتعاطی الریبة والمجاهرة بالمعاصی فان حسن الظن به لا یجوز اذ للظن حالتان
گمان شر اور فساد کا اوسکی حق مین حرام ہے برخلاف ایسے شخصکی جو لوگون مین فریب بازی مشہور ہو اور گناہون مین ظاہر مبتلا ہو ایسےکی حق مین نیک گمان جایز نہین ہے کیونکہ
الاولی ان یقع فی القلب شیء ویعرف ویقوی بوجه من وجوه الامارات فیجوز الحکم به لان اکثر احکام الشرع مبنیة
گمان کی دو حالتین ہین پہلی یہہ کہ دل مین کچھ خیال آوے اور معلوم ہو اور کسیطرح کی نشانی سے قوی ہو جاوے تو اوسپر حکم کرنا جایز ہے اسلیے کہ اکثر شرعی احکام غلبہ ظن پر
علی غلبة الظن کالقیاس وخبر الواحد وغیر ذلک من قیم المتلفات واروش الجنایا والحالة الثانیة ان یقع فی النفس
مبنی ہین جیسے قیاس اور خبر واحد اور سوا اسکی جیسے قیمت تلف کی ہوئی چیزون کی اور خطاؤن کا تاوان اور دوسری حالت یہہ ہے کہ نفس کی اندر
شیء من غیر دلالة علی کون ذلک الشیء اولی من ضده فلا یجوز الحکم به بل هو منهی عنه لقوله تعالی یا ایها الذین امنوا
کوئی خطرہ آوے بدون ایسی دلالت کی کہ اسکی یہہ ہی جانب ضد سے اولی ہو جاوے تو اوسپر حکم جایز نہین ہے بلکہ یہہ ممنوع ہے اس آیت سے ای ایمان والو
اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم ولا تجسسوا ولا یغتب بعضکم بعضا فانه تعالی قد نهی فی هذه الایة عن
بچتے رہو بہت تہمتین کرنے سے مقرر بعضی تہمت گناہ ہے اور بہید نہ ٹٹولو کسیکا اور بد نکہو پیٹھ پیچھے ایک دوسرے کو بیشک اللہ تعالی نے اس آیت مین بد گمانی
الظن السیء ثم عن التجسس ثم عن الغیبة لان اول ما یقع فی قلب الانسان الظن السیء ثم یحتاج الی التجسس ثم یشرع
سے ممانعت کی پہر تجسس سے پہر غیبت سے منع کیا کیونکہ پہلے جو انسان کی دل مین آتا ہے تو بد گمانی پہر اوسکو تلاش کی حاجت پڑتی ہے پہر غیبت
فی الغیبة وسبب تحریم ظن السیء ان اسرار الانسان لا یعلمها الا الله تعالی ولیس لاحد ان یعتقد فی غیره سوءا الا اذا
کرنی شروع کرتا ہے اور بد گمانی کی حرمت کا یہہ سبب ہے کہ آدمی کی دل کی بات خدا ہی جانتا ہے اور کسیکو جایز نہین ہے کہ اور کسیکی حق مین اعتقاد بد کیا کرے لیکن اگر
انکشف له حاله بوجه لا یحتمل التاویل فعند ذلک لا یمکنه ان لا یعتقد فیه ما علمه منه بامارة ومشاهدة بعینه
اوسکا حال ایسی وجہ سے ظاہر ہو جاوے کہ تاویل کی گنجایش نہ ہو اب اس سے نہین ہو سکتا کہ اوسکا اعتقاد نہ کرے جو کہ علامت سے معلوم کیا اور آنکہون سے دیکہا
وسمعه باذنه واما ما لم یعلمه بامارة ولم یشاهده بعینه ولم یسمعه باذنه بل وقع فی قلبه من غیر سبب ظاهر فهو شیء
اور کانون سے سنا اور جبتک نشان سے معلوم نہین ہوا اور نہ آنکہون سے دیکہا اور نہ کانون سے سنا بلکہ بے سبب ظاہر خود بخود دل مین خیال آگیا تو یہہ ایسا خطرہ ہے
القاه الشیطان فی قلبه فینبغی له ان یکذبه لانه افسق الفاسقین وقد قال الله تعالی یا ایها الذین امنوا ان جاءکم
کہ شیطان نے دل مین ڈالدیا ہے تو چاہیے کہ اسکو جہوٹہہ مانے کیونکہ شیطان بڑا ہی فاسق ہے اور اللہ تعالی فرماتا ہے ای ایمان والو اگر آوے تم پاس
فاسق بنبأ فتبینوا ان تصیبوا قوما بجهالة فتصبحوا علی ما فعلتم ندمین روی فی سبب نزول هذه الایة انه علیه الصلوة
ایک گنہگار خبر لیکر تو تحقیق کرو کہین جا نہ پڑو کسی قوم پر نادانی سے پہر کل کو لگو اپنی کیے پر پچتانے شان نزول اس آیت کی یون مروی ہے کہ نبی علیہ السلام نے
والسلام بعث ولید بن عقبة مصدقا الی بنی المصطلق فلما سمعوا به استقبلوه فحسب انهم مقاتلوه اذ کان
ولید بن عقبہ کو صدقات کی اوگہائی کو بنی المصطلق پاس بہیجا تہا جب اونہون نے یہہ سنا تو اوسکی پیشوائی کو نکلی اوسنے جانا لڑنے آتے ہین کیونکہ
بینه وبینهم عداوة فرجع وقال لرسول الله علیه السلام انهم ارتدوا ومنعوا الزکوة فهم رسول الله علیه السلام
اوسمین اور اونمین دشمنی چلی آتی تہی سو آسنے آکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ وہ لوگ سب مرتد ہو گئے اور زکوۃ نہ دی پہر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
بقتالهم فنزلت هذه الایة لبیان وجوب الاحتراز عن الاعتماد علی قول الفاسق لان من لا یتحامی الفسق لا یتحامی الکذب
اونسے جہاد کا اہتمام کیا تب یہہ آیت اوتری اس بیان کی لیے کہ فاسق کی بات پر بہروسہ کرنے سے احتراز واجب ہے کیونکہ جو فسق سے پرہیز نہین کرتا جہوٹ کی

الذي نوع منه بل يريد القاء الفتنة بين الناس وفيها دلالة على ان من يفعل شيئا بجهالة من غير ان يعرف حقيقة
کہ وہ بھی ایک قسم کا فسق ہی مگر لوگوں میں فتنہ پھیلایا چاہتا ہی اور اسمیں یہہ دلالت ہی کہ جو شخص کوئی عمل جہالت سی بدون سمجھی حقیقت حال کی
الحال يصير نادما البتة ولو بعد زمان والندم هم دائم على ما وقع مع تمني انه لم يقع وقال بعض العلماء المراد بالظن
کر بیٹھتا ہی بالضرور وہ شرمسار ہوتا ہی اگرچہ کچھہ مدت کی بعد اور شرمساری ایک دائمی غم ہی گذری ہوئی بات پر اس امید میں کہ کاش یہہ بات نہ ہوتی اور بعضی علماء کہتی
الواقع في الاية والحديث التهمة كمن يتهم بالفاحشة او شرب الخمر او نحو ذلك ولم يظهر عليه ما يقتضي ذلك فان
ہیں مراد ظن سی جو آیت اور حدیث میں ہی تہمت لینی ہی جیسی کوئی فاحشہ کی یا شراب خوری کی یا مثل اسکی سو بدون ظہور علامات ست کی تہمت لگاوی تو بیشک
من حكم بالظن على غيره بتر يبعثه الشيطان على ان يطول فيه اللسان بالغيبة والبهتان او يقصر في القيام
جو شخص گمان سی غیر پر برائی کا یقین کرتا ہی تو اوسکو شیطان اوبھارتا ہی کہ اوسکی غیبت اور بہتان میں زبان درازی کری اور اوسکی ادائی حقوق میں قصور اور عزت میں فتور کری
بحقوقه او يتوانى في اكرامه او ينظر اليه بعين الاحتقار ويرى نفسه خيرا منه وكل ذلك من المهلكات ولذلك منع
کہ حقارت کی نگہہ سی دیکھی اور اپنی آپکو اوس سی بہتر سمجھی یہہ تمام اطوار مہلک ہیں اور اسیلئی نبی علیہ السلام نی تہمت کی محل جانی سی منع کیا ہی
النبي عليه السلام من التعرض لمواضع التهم فقال اتقوا مواضع التهم حتى انه عليه السلام احترز من ذلك اذ روي
فرمایا ہی بچتی رہو تہمت کی جگہہ سی یہاں تک کہ نبی علیہ السلام نی اس سی خود احتراز فرمایا ہی کیونکہ
عن علي بن الحسين ان صفية بنت حيي قالت ان النبي عليه السلام كان معتكفا فاتيته فتحدثت عنده فلما انصرفت
علی بن الحسین سی روایت ہی کہ صفیہ بنت حیی کہتی ہی کہ نبی علیہ السلام معتکف تہی میں اونکی پاس آکر باتیں کرنی لگی جسوقت واپس چلی تو پیغمبر علیہ السلام
قام يمشي معي فمر رجلان من الانصار فسلما ثم مضيا فدعاهما النبي عليه السلام فقال انها صفية بنت حيي فقالا
میری ساتہہ چلی آتی میں دو شخص انصاری آگئی اور سلام کرکر چلی پہر نبی علیہ السلام نی اونکو بلا کر فرمایا یہہ صفیہ بنت حیی تہی ان دونوں نی عرض کیا
يا رسول الله ما نظن بك الا خيرا قال ان الشيطان يجري من ابن ادم مجرى الدم واني خشيت ان يدخل عليكما فانظر
یا رسول اللہ ہمکو آپ پر سوای خیر کی کچہہ گمان نہیں ہی آپ نی فرمایا شیطان آدمی کی اندر ایسا پہرتا ہی جیسی لوہو اور مجکو خوف آیا مبادا تمپر دخل کرجاوی اب دیکہو
انه عليه السلام كيف اشفق عليهما بل على جميع الامة وعلمهم طريق الاجتناب عن التهمة حتى لا يتساهل العالم المعروف
کہ نبی علیہ السلام نی اونپر کیا شفقت فرمائی بلکہ تمام امت پر اور اونکو تہمت سی بچاو کا طریقہ سکہادیا تاکہ کوئی عالم جو صالح مشہور ہو
بالصلاح في احواله ويقول لا يظن بمثلي الا الخير عجبا بنفسه فان من كان من المؤمنين اورع الناس واتقاهم واعلمهم
اپنی احوال میں سہل انگاری نکری کہ اپنی عجب میں یہہ کہنی لگی کہ مجہہ سی شخص میں سوای خیر کی کب بدگمانی ہوسکتی ہی اصلی کہ کوئی کیسا ہی مومن سب سی بڑا پرہیزگار
لا ينظر اليه الناس كلهم بعين واحدة بل ينظر اليه بعضهم بعين الرضى وبعضهم بعين السخط فعلى هذا يجب على المؤمن
اور بڑا متقی اور بڑا عالم ہو تو بہی تمام خلقت اوسکو ایک نظر سی نہیں دیکہتی بلکہ بعضی اوسکو اعتقاد کی نگاہ سی دیکہتی ہیں اور بعضی غصہ سی اس بیان کی موافق مومن پر
الاحتراز عن مواضع التهم لئلا يتهم الناس بالمنكرات ودليل كون الظن بمعنى التهمة في الاية والحديث ورود النهي
واجب ہی کہ تہمت کی مقام سی احتراز کری تاکہ لوگ منکرات سی بدنام نکریں اور اسکی دلیل کہ ظن جو آیت اور حدیث میں ہی تہمت کی معنوں میں ہی وارد ہوا نہی کا ہی
بعده عن التجسس فان الانسان قد يقع له خاطر التهمة ابتداء فيريد ان يتجسس ليتحقق ما وقع له من خاطر
بعد اوسکی تجسس سی کیونکہ آدمی کی لیں بعضی وقت پہلی تہمت کا خطرہ آتا ہی پہر اوسکی تلاش پڑتی ہی تاکہ جو خطرہ تہمت کا واقع ہوا ہی ثابت ہوجاوی
تلك التهمة لان التجسس من ثمرات سوء الظن فان من وقع في قلبه خاطر لا يقنع بالظن بل يطلب التحقيق
کیونکہ تجسس بدگمانی کا پہل ہوتا ہی بیشک جسکی دلمیں کچہہ خطرہ آتا ہی تو اوسپر اکتفا نہیں کیا کرتا بلکہ تحقیق کی لئی
فيشتغل بالتجسس فنهى الله تعالى ورسوله عن التجسس وهو البحث عن عيوب الناس وطلب الامارات المعرفة لها
تجسس میں لگ جاتا ہی سو اللہ تعالی اور اوسکی رسول نی تجسس کی ممانعت کی یاد تجسس لوگوں کی عیوب بیاں کرنی اور ایسی نشانیاں تلاش کرنی جسی یقینی ہوجاوی

فان

فإن حصلت أمارة من أمارات المعرفة بلا تجسس وأورثت معرفة جاز العمل بمقتضاها فأما طلبها فلا رخصة
پھر اگر کوئی علامت یقینی یوں ہی بلا تلاش حاصل ہو جاوے اور اوس سے یقین ہو جاوے تو اوس پر عمل جائز ہے اور رہی اوسکی تلاش سو اوسکی کچھ
فيه أصلاً وقد روي عن عبد الله بن المبارك أنه قال لعلي والد سهيل أراض أنت عن سهيل فقال له سهيل
رخصت نہیں ہے اور عبد اللہ بن مبارک سے روایت ہے کہ اونسے علی سہیل کے باپ سے کہا کیا تو سہیل سے خوش ہے سہیل نے اوس سے کہا کیا تجکو
أليس قد نهاك الله عن التجسس فصاغرت إلى عبد الله نفسه وكل أمر إذا فتشت منه ثقل على صاحبك
اللہ تعالی نے تجسس سے منع نہیں کیا پس عبد اللہ اپنی دل میں شرمندہ ہو گئی سو جو بات کہ تو اوسکی تلاش کرے اور تیرے یار پر اوسکی آگاہی دشوار گذرے
مطالعتك إياه وأسررته منك فهو تجسس قال ابن الجوزي لا ينبغي لأحد أن يسترق السمع على دار غيره ليسمع
اور وہ تجھسے اوسکو چھپاوے پس وہ ہی تجسس ہے ابن الجوزی کہتا ہے کسیکو نہیں چاہیے کہ غیر کی گھر پر کان لگادے تا کہ باجوں کی آواز سنے
صوت الأوتار ولا أن يتعرض للشم ليدرك رائحة الخمر ولا أن يمس ما ستر بثوب ليعرف ما هو ولا أن يستخبر الجيران
اور نہ سونگھنے کا قصد کرے تا کہ شراب کی بو پالیوے اور نہ ٹٹولے جو کپڑے تلے ڈھکا ہو کہ وہ کیا ہے اور نہ پڑوس کی خبر لیتا رہے
بما جرى فإن فعل شيئاً من ذلك دخل في مذمة التجسس ومن ثمة قوله تعالى والذين يؤذون المؤمنين
دیکھیں کیا گذرا اگر اسمیں سے کچھ بھی کریگا تو وہ تجسس کی مذمت میں داخل ہوگا اور اس آیت کی مذمت میں اور جو لوگ تہمت لگاتے ہیں مسلمان مردوں کو اور
والمؤمنات بغير ما اكتسبوا فقد احتملوا بهتاناً وإثماً مبيناً وروي عن ابن عمر أنه عليه السلام صعد المنبر فنادى
عورتوں کو بن کئی کام کی تو اوٹھایا اونھوں نے بوجھ جھوٹ کا اور صریح گناہ کا اور ابن عمر سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام منبر پر تشریف لے گئے پھر بلند آواز سے
بصوت رفيع فقال يا معشر من أسلم بلسانه ولم يفض الإيمان إلى قلبه لا تؤذوا المسلمين ولا تعيروهم ولا تتبعوا
پکار کر فرمایا اے وہ جماعت جو زبانی مسلمان ہو اور دلوں میں ایمان کا اثر نہیں ہے مسلمانوں کو مت ستاؤ اور نہ عار دلاؤ اور نہ اونکی
عوراتهم فإن من تتبع عورة أخيه تتبع الله عورته ومن تتبع الله عورته يفضحه ولو في جوف بيته
پوشیدہ عیب ڈھونڈو بیشک جو شخص اپنی بھائی کی چھپی عیب تلاش کرتا ہے اللہ تعالی اوسکی چھپی عیب ظاہر کرتا ہے اور جسکی چھپے عیب اللہ ظاہر کرتا ہے تو خوار کر دیتا ہے گرچہ
وقال بعض السلف من أراد أن يسلم من الغيبة فليسد على نفسه باب الظنون فإن من سلم من الظن سلم من
اور بعضے متقدمین کا قول ہے جو شخص چاہے کہ غیبت کرنے سے سلامت بچے تو لازم ہے کہ اپنی اوپر بدگمانیوں کا دروازہ سد کر دے کیونکہ جو شخص بدگمانی سے بچ رہا
التجسس ومن سلم من التجسس سلم من الغيبة ومن سلم من الغيبة سلم من الزور ومن سلم من الزور سلم من البهتان
تو تجسس سے بچ رہا ہے اور جو تجسس سے بچا غیبت سے بچا اور جو غیبت سے بچا جھوٹ سے بچا اور جو جھوٹ سے بچا وہ بہتان سے بچا
ولو ظهر من مسلم علامة تدل على فساد لا يجوز عقد القلب عليها وإساءة الظن بالمسلم لما روي أنه عليه السلام
پھر اگر کسی مسلمان سے ایسی علامت ظاہر ہو جاوے کہ فساد پر دلالت کرتی ہو تو اوسکو دل میں ٹھہرالینا اور اوسکی سبب مسلم پر بدگمانی جائز نہیں ہے اسلیے کہ نبی علیہ السلام
قال إن الله تعالى حرم من المسلم دمه وماله وعرضه وأن يظن به ظن السوء فلا يستباح ظن السوء إلا بما يستباح
نے فرمایا بیشک اللہ تعالی نے مسلمان کا خون اور مال اور عزت اور اوسکی حق میں بدگمانیاں کرنی حرام کر دی ہیں پھر بدگمانی اوسی طرح سے مباح ہوتی ہے جسطرح
به المال وهو بيقين عن مشاهدة أو بينة عادلة وإن خطر لك سوء الظن ولم يكن لك يقين ينبغي لك أن
اوسکا مال مباح ہوتا ہے یعنی یقین سے مشاہدہ ہوا ہو یا عادل گواہ ہوں اور اگر تیرے دل میں بدگمانی آئی اور تجھکو اوسپر یقین نہیں ہے تو تجھکو لازم ہے کہ
تدفعه عن نفسك وتقرر عليها أن حاله مستور عندك فما رأيته منه من العلامة يحتمل الخير والشر فكيف
اوس خطرہ کو دل میں سے دور کرے اور اوسکو یوں ٹھہراوے کہ اسکا حال مجھسے پوشیدہ ہے اور جو علامت نظر آتی ہے وہ نیک اور بد دونو احتمال رکھتی ہے
تحكم عليه بالشر وأما إذا أخبرك به عدل ومال قلبك إلى تصديقه كنت معذوراً إلا أنك لو كذبته كنت
پھر بدی ہی کا کیوں یقین کرتا ہے ور اگر اسکی خبر کوئی عادل تجھکو سنادے اور تیرا دل اوسکی تصدیق پر مائل ہو تو اب تو معذور ہے لیکن کہ اگر تو اسکو جھوٹا کہے

جانيا عليه حيث ظننت به الكذب وهذا من سوء الظن ايضا فلا ينبغي لك ان تحسن الظن باحد و
تو اسکا گنہگار ہوتا ہی اسواسطی کہ اسکی حق مین گمان جہوٹ کا کیا یہہ بہی ایک بدگمانی ہی سو تجہکو لایق نہین ہی کہ ایک کی حق مین گمان اچہا اور دوسرے
تسیئه بالآخر بل ينبغي لك ان تبحث عن حالهما هل بينهما عداوة ومحاسدة وتعنت ام لا فان كان بينهما
دوسری کی حق مین گمان برا کری بلکہ تجہکو یہہ چاہئی کہ ان دونو کا حال دریافت کری کہ آیا ان دونو مین دشمنی اور حسد اور سرکشی ہی یا نہین پہر اگر ان دونون مین
شيء منها يتطرق التهمة والشرع قد رد شهادة الاب العدل للتهمة فاذا ان تتوقف عند ذلك ولا تحكم
کچہہ حسد وغیرہ ہو تو اسے تہمت کی راہ پائی اور شرع تو عادل باپ کی گواہی کو بہی تہمت کی وجہ سی نہین مانا اب تجہکو چاہئی کہ کچہہ یقین نکری نہ جہوٹ اور نہ سچ
عليه بكذب ولا بصدق وتقول ما ذكر من حاله كان في ستر الله تعالى عندي وكان امره محجوبا عني وقد بقي كما
اور اسکی حال مذکور کو کہنا چاہئی کہ وہ مجہسی اللہ تعالی کی پردہ پوشی مین ہی اور اسکا حال مجہسی پوشیدہ ہی اور وہ ویسا ہی ہی جیسا تہا
كان لم ينكشف لي من امره شيء هذا اذا اخبرك عدل واحد واما اذا اخبرك عدلان فلا مجال لك من عدم تصديق
تہا مجہکو اوسکا حال کچہہ معلوم نہین یہہ اوس صورت مین ہی کہ ایک عادل بیان کری اور اگر تجہکو دو عادل خبر دیوین تو اب تصدیق کرنی سی تجہکو کوئی علاج نہین
لانهما حجة في الشرع لكن ينبغي ان يعلم ان الانسان لعدم كونه خاليا عن الخطاء والنقصان لا يوجد احد
کیونکہ یہہ دونو شرعی حجت ہین لیکن جاننا چاہئی کہ کوئی آدمی از بسکہ خطا اور نقصان سی خالی نہین ہوتا تو جو مومن ہوگا
من المؤمنين الا وله محاسن ومساوي فمن غلبت محاسنه على مساويه فهو يعد من الصلحين ولذلك قال
اوسکی حسنات بہی ہونگی اور جرایم بہی پہر جسکی خوبیان برائیونسی زیادہ ہون وہ صلحا مین شمار کیا جاتا ہی اسی لئی
الامام الشافعي ما احد من المسلمين يطيع الله تعالى ولا يعصيه ولا احد من المؤمنين يعصي الله ولا يطيعه
امام شافعی نی کہا ہی کوئی مسلمان ایسا نہین ہی کہ سراسر اللہ مطیع ہو اور نافرمانی نکرتا ہو اور نہ کوئی ایسا مومن جو سراسر گناہ کرتا ہو اور کچہہ طاعت نکرتا ہو
فمن كان طاعاته اكثر من معاصيه فهو عدل في حكم الشرع فاذا كان مثل هذا عدلا في حق الله تعالى فكونه
پہر جسکی طاعات معاصی سی زیادہ ہون تو وہ شرع مین عادل ہی جب ایسا شخص حق اللہ مین عادل ہووی تو تیری نظرون مین
عدلا عندك اولى واحرى وروي ان رجلا اثنى على رجل عند النبي عليه السلام فلما كان من الغد ذمه فقال
اولی اور سزاوار تر ہی کہ عادل ہو اور روایت ہی کہ ایک شخص نی نبی علیہ السلام کی سامنی ایک کی ثنا اور تعریف کی جب اگلا دن ہوا تو اوسکو برا
والله لقد صدقت عليه بالامس وما كذبت عليه اليوم فانه ارضاني بالامس فقلت في حقه احسن ما علمت فيه
کہنی لگا اور کہا قسم خدا کی بیشک مین نی کل سچ عرض کیا تہا اور نہ آج جہوٹ کہتا ہون کل تو اوسنی مجہکو خوش کیا تہا سو مین نی اوسکی حق مین جو نیک معلوم تہا
واغضبني اليوم فقلت في حقه اقبح ما علمت فيه فقال النبي عليه السلام ان من البيان سحرا فكانه عليه السلام
کہہ دیا تہا اور آج اوسنی ناخوش کیا تو مجہکو جو برائی معلوم تہی وہ کہدی پہر نبی علیہ السلام نی فرمایا بیشک بعضی تقریر جادو ہی گویا نبی علیہ السلام کو یہہ
كره ذلك وشبهه بالسحر اذ ما من شخص الا ويمكن تحسين حاله وتقبيحها بما يوجد فيه من الخصال المحمودة والمذ
مکروہ معلوم ہوا اور جادو سی مشابہت دی کیونکہ ایسا کوئی نہین کہ اوسکی حال پر بلحاظ عادات نیک اور بد کی تحسین یا تقبیح نہو سکی

المجلس السابع والثمانون في بيان النهي عن المصاحبة والماكلة مع الفاسق قال رسول

ستاسی مجلس ممانعت کی بیان مین فاسق کی صحبت اور ساتہہ کہانی سی رسول

الله صلى الله عليه وسلم لا تصحب الا مؤمنا ولا ياكل طعامك الا تقي هذا الحديث من حسان المصابيح
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نی فرمایا مت ساتہہ ہو سوا مومن کی اور مت کہلا نا اپنا سوا پرہیزگار کی یہہ حدیث مصابیح کی حسن حدیثوں مین ہی
رواه ابو سعيد والمراد بالمؤمن المذكور فيه المؤمن الخاص الذي يقابله الفاسق كما في قوله تعالى افمن
ابو سعید کی روایت سی اور مومن سی مراد اس حدیث مین وہ مومن خاص ہی جسکی مقابلہ مین فاسق ہوتا ہی جیسی اس آیت مین پہلا ایک جو

كان مؤمنا كمن كان فاسقا لا يستوون وكأنه عليه السلام قال لا تصاحب الا صالحا ولا تجالس الا تقيا فانه
جو ہی ایمان پر برابر اوسکی جو فاسق ہو نہیں برابر ہوتی گویا نبی علیہ السلام نی فرمایا مت ساتھہ ہو سوا صالح کی اور دوستی مت کر سوا پرہیزگار کی بیشک
عليه السلام قد حذر المؤمن في هذا الحديث عن مصاحبة من ليس بتقي وزجره عن مخالطته ومواكلته
نبی علیہ السلام نی اسحدیث میں مؤمن کو ناپرہیزگار کی صحبت سی ڈرایا ہی اور اسکی ملنی جلنی اور ساتھہ کھانی سی منع کیا
لان الصحبة والمخالطة توقع الالفة والمحبة في القلب فيلزم ان يكون كما قال النبي عليه السلام في حديث رواه
اسلئی کہ صحبتیں اور ملاقاتیں سی دلمیں الفت اور محبت پیدا ہوجاتی ہی پھر یہہ ہی ہوکر رہیگا جیسا نبی علیہ السلام نی حدیث میں ابو ہریرہ کی روایت
ابو هريرة يحشر المرء على دين خليله فلينظر احدكم من يخالل يعني ان من كان صديقه صالحا يكون صالحا
سی فرمایا ہر شخص اپنی دوست کی دین پر اوٹھیگا اب ہر ایک خیال کرلی کسکو دوست بناتا ہی مراد یہہ ہی جسکا دوست صالح ہوگا وہ ہی صالح ہوگا
ومن كان صديقه فاسقا يكون فاسقا فيدخل في عموم قوله تعالى الاخلاء يومئذ بعضهم لبعض عدو الا المتقين
اور جسکا دوست فاسق ہوگا وہ ہی فاسق ہوگا پھر اس آیت کی عام مضمون میں داخل ہوگا جتنی دوست ہیں اوس دن دشمن ہونگی آپس میں مگر جو ہیں ڈروالی
فان كل واحد من الاخلاء الغير المتقين يقول يوم القيمة يا ويلتى ليتني لم اتخذ فلانا خليلا يا ليت بيني وبينه بعد
بیشک ہر ایک دوست ناپرہیزگار قیامت کی دن یہہ ہی کہیگا ای خرابی میری کاش میں نہ پکڑی ہوتی میں فلانی کی دوستی کسطرح مجھہ میں اور اوسمیں فرق ہو
المشرقين فعلى هذا ينبغي للمؤمن ان لا يتخذ خليلا الا من يثق بدينه وامانته ويعرف صلاحه وتقواه اذ لا يصلح
مشرق اور مغرب کا سا اس بیان کی موافق مؤمن کو لازم ہی کہ دوست اوسی کو پکڑی جسکی دین اور امانت پر اعتماد کلی ہو اور اوسکی بھلائی اور تقوی معلوم ہو کیونکہ ہر
للصداقة كل احد بل لا بد ان يكون فيمن تؤثر صداقته عدة خصال الاولى العقل اذ لا خير في صداقة الاحمق لان
شخص دوستی کی قابل نہیں ہوتا بلکہ ضرور ہی کہ جسکی دوستی پسند کرتا ہی اوسمیں کئی خصلتیں ہوں اول عقل اسواسطی کہ احمق کی دوستی میں کچھہ خوبی نہیں ہی
احسن احواله ان يضرك وهو يريد نفعك وترجع الى القطيعة والوحشة عاقبتها وان طالت مدتها ولذلك
اوسکا اچھی سی اچھا حال یہہ ہوتا ہی کہ بھلائی کرنی میں نقصان کردی اور اسکا انجام ترک ملاقات اور وحشت ہوگی گرچہ دوستی بہ مدت گذر جاوی اسی لئی
قيل العدو العاقل خير من الصديق الاحمق والمراد من العاقل من يفهم الامور على ما هي عليه اما بنفسه او بتعليمه
کسکا قول ہی دانا دشمن نادان دوست سی بہتر ہی اور عاقل سی مراد وہ ہی کہ امور کی حقیقت اور اصل کو سمجھتا ہو یا خود بخود یا سیکہہ سمجھہ کر
ويفهيمه وقد روي عن الحسن انه قال هجران الاحمق قربان الى الله تعالى وقال عيسى النبي عليه السلام اني
اور حسن سی روایت ہی کہ وہ کہتا ہی احمق سی الگ رہنا اللہ تعالی کی قربت ہی اور عیسی نبی علیہ السلام کہتی ہیں میں
ما عجزت من احياء الموتى وقد عجزت عن معالجة الاحمق والثانية حسن الخلق اذ لا خير في صداقة من لا يملك
مردی کو زندہ کرتا ہوا عاجز نہیں ہوا پر احمق کی سلاح سی لاچار ہوگیا ہوں دوسری حسن خلق اسلئی کہ جو غصہ اور شہوت کیوقت اپنی قابو میں نہ رکھی
نفسه عند الغضب والشهوة فان العاقل وان كان يدرك الاشياء على ما هي عليه لكن اذا غلبه الغضب والشهوة
تو اوسکی دوستی میں کیا خوبی ہی بیشک عاقل اگرچہ اشیاء کی اصل سی واقف ہوتا ہی پر جب اوسپر غصہ اور شہوت غلبہ کرینگی تو اپنا طرفدار
يطيع نفسه ويفعل ما يقتضيه هواه والثالثة الصلاح اذ لا خير في صداقة الفاسق لان من يرتكب الكبيرة لا يخاف الله
ہو دیگا اور وہ ہی کام کریگا جو اوسکی خواہش ہی اور تیسری صلاح اسواسطی کہ فاسق کی دوستی میں کچھہ خیر نہیں ہی کیونکہ جو شخص گناہ کبیرہ کرتا ہی تو خدا سی نہیں ڈرتا
ومن لا يخاف الله تعالى لا تؤمن غائلته ولا يوثق بصداقته والرابعة الصدق اذ لا خير في صداقة الكذاب لان
اور جو خدا سی نہ ڈرتا ہو تو اوسکی بدی سی نہیں بچا جاتا اور نہ اوسکی دوستی پر بھروسہ اور چوتھی صدق کیونکہ جھوٹی کی دوستی میں کوئی بھلائی نہیں ہی کیونکہ
مثله مثل السراب يقرب اليك البعيد ويبعد منك القريب ويكون منه دائما على الغرور والخامسة الشجاعة اذ لا
اوسکی مثال ایسی ہی جیسی ریت چمکتا ہوا دور کو نزدیک کردیتا ہی اور نزدیک کو دور اور ہمیشہ فریب دیتا رہیگا پانچویں مردانگی اسواسطی کہ ڈرپوک کی

في صداقة الجبان لانه يترك نصرتك واعانتك عند الشدة ويخونك بل يختفي ويغيب عنك والسادسة الوفاء اذ
دوستی میں کچھ فائدہ نہیں ہی کیونکہ خوف اور سختی کی وقت تیری نصرت اور اعانت سی بیٹھ رہی گا اور تجھکو ڈراویگا اور تجھ سی چھپ کر غائب ہو جاویگا چھٹی وفا اسواسطی

لا خير في صداقة من لا وفاء له ومعنى الوفاء الثبات على المحبة والدوام عليها والمحبة الدائمة هي التي تكون في الله لان
بیوفا کی دوستی میں کچھ فائدہ نہیں ہی اور معنی وفا کی محبت پر قایم اور دایم رہنا اور دائمی محبت وہی ہوتی ہی جو خدا کی واسطی ہو اسلیے

ما يكون لغرض من الاغراض يزول بزوال ذلك الغرض فلا يتحقق الوفاء لان ما ينافي الوفاء لا يكون من الوفاء فمن الوفاء في
کہ جو محبت کسی غرض کی واسطی ہوتی ہی تو جب غرض نکلجاتی ہی محبت بہی ہو لیتی ہی پہر وفا کہان کیونکہ جو وفا کی برخلاف ہو وہ وفا میں داخل نہیں ہے اور وفا

حق صديقه مراعاة جميع اصدقائه واقاربه والمتعلقين به لان مراعاتهم اوقع في قلبه من مراعاة نفسه فيكون
داری دوست کی یہہ بہی ہی کہ اوسکی تمام دوستون اور سگی سودہرون اور علاقہ دارون کی رعایت کری کیونکہ ان لوگون کی رعایت اوسکی دلمیں بہت جگہ کرتی ہی بہ نسبت

فرحه بتفقد من يتعلق به اكثر لانه على تعدي المحبة الى من يتعلق به حتى قالوا ان الكلب الذي يكون في باب دار صديقه
اپنی رعایت کی سیر اوسکی خوشی اوسکی متعلقون پر عنایت کرنی سی زیادہ تر ہوگی کیونکہ اس سی معلوم ہوتا ہی کہ اوسکی محبت بڑہ کر متعلقون تک پہنچی ہی یہانتک کہتی ہین کہ جو کتا دوست کی

ينبغي ان يتميز في قلبه عن سائر الكلاب ومن الوفاء ان لا يصادق عدو صديقه اذ قال الامام الشافعي اذا اطاع صديقك عدوك
دروازی پر ہو چاہی کہ دلمیں وہ بہی بہ نسبت اور کتون کی متمیز ہو اور ایک وفاداری یہہ ہی کہ دوست کی دشمن سی دوستی نکری کیونکہ امام شافعی کہتی ہین جب تیرا دوست تیری دشمن کا

فقد اشتركا في عداوتك ومن الوفاء ان لا يتغير حاله في التواضع مع صديقه وان ارتفع شانه واتسعت ولايته وعظم جاهه
فرمان بردار ہو تو وہ دونو تیری دشمنی میں شریک ہین اور ایک وفاداری یہہ ہی کہ دوستکی تواضع کرنیمین حال نہ بدل جاوی اگرچہ شان بلند اور ولایت فراخ اور مرتبہ عظیم ہو جاوی

ومن الوفاء ان يتوجع عما يوجب الفرقة بينهما اذ من تمام الوفاء ان يكون شديد الجزع من المفارقة ولذلك قال بعض من السلف
اور ایک وفاداری یہہ ہی کہ اسباب فرقت سی خوفناک رہی اسلیے کہ پوری دوستی یہہ ہی کہ مفارقت سی بہت ڈرتا ہو اور اسیلیے بعضی متقدمین نی کہا ہی

وجدت جميع مصيبات الزمان هينة سوى مفارقة الاحباب وقال ابن المبارك الذ الاشياء مجالسة الاحباب ومن الوفاء الموافقة
مین زمانہ کی تمام مصیبتون کو سہل پاتا ہون بجز جدائی دوستون کی اور ابن مبارک کہتی ہین بڑی مزہ دار چیز دوستون کی ہمنشینی ہی اور ایک وفاداری یہہ ہی کہ

فيما لا يخالف الحق واما فيما يخالف الحق فما يتعلق بالدين فليس من الوفاء الموافقة فيه بل من الوفاء المخالفة فيه والتنبيه على ما هو الحق كما
جو حق کی برخلاف نہو اوسمین ساتہ دی اور یہی وہ بات جو دینیات مین حق کی برخلاف ہو تو اوسمین موافقت کرنی وفاداری نہین ہی بلکہ ایسی مخالفت مین اور حق کی جتلانی مین وفا

حكي عن الامام الشافعي انه يواخي محمد بن الحكم وكان يقربه ويقبل عليه ويقول ما يقيمني بمصر غيره فلما راى الناس صدق
داری ہی چنانچہ امام شافعی سی حکایت کرتی ہین کہ وہ محمد بن الحکم سی الفت مرادات رکھتی تہی اور اوسکو پاس بٹہاتی اور اوسکی پاس جایا کرتی اور کہتی تہی کہ مجکو مصر مین اسکی سوا کوئی نہین رکہتا

مودتهما ظنوا انه يفوض اليه امر مجلسه بعد وفاته فقالوا له في مرضه الذي توفي فيه الى من نفوض امر مجلسك بعدك
جب لوگون نی صدق مودت اسقدر دیکہا تو خیال کیا کہ اپنی وفات کی بعد اپنی مجلس کا خلیفہ اسی کو کرینگی سو لوگون نی اون سی مرض الموت مین پوچہا اپنی بعد خلافت مجلس کی کسکو تفویض کریگا

وكان محمد بن الحكم عند راسه واستشرف ليومي اليه فقال الشافعي سبحان الله يجلس مجلسي ابو يعقوب البويطي ومال اصحاب الشافعي
اور اوسوقت محمد بن الحکم بہی سرانی کہڑا تہا سر سامنی ہوئی تا کہ اوسکی طرف اشارہ کریں تب امام شافعی نی کہا پاک ہی اللہ میری جگہہ ابو یعقوب البویطی بیٹہی تو شافعی کی تمام شاگرد

الى البويطي فانكر له محمد بن الحكم مع انه كان حمل عنه مذهبه كله الا ان البويطي كان افضل واقرب الى الزهد والورع فان بعض
بویطی کی طرف متوجہ ہو گئی سو محمد بن الحکم کو یہہ بات بری لگی باوجودیکہ اوسنی تمام مذہب سیکہا تہا مگر بویطی افضل اور بڑا زاہد اور متورع تہا بیشک بعضا شخص

من يشتهر بالعلم والفضل بين الخلق قد يكون غيره افضل منه اما مطلقا او بخصوصية فيه لكن لا يتفطن ذلك كثير من الناس
جو خلقت کی اندر علم اور فضل مین مشہور ہو جاتا ہی بعضی وقت اوس شخص سی دوسرا افضل ہوا کرتا ہی یا ہر باب مین یا کسی خاص امر مین لیکن اس بات کو اکثر لوگ سمجہا نہین کرتی

فيعرضون عن غير المشتهر ويشتغلون بالمشتهر عندهم فيفوتهم تحصيل فضيلة من ليس بمشتهر عندهم فنصح الامام الشافعي
تو اس غیر مشہور کو چہوڑکر جو اونمیں مشہور ہوتا ہی اوس مین مشغول ہو جاتی ہین سو اونسی اوس غیر مشہور کی فضیلت فوت ہو جاتی ہی سو امام شافعی نی واسطی امت کی اور مسلمانون کی

الله تعالى وللمسلمين واختار الافضل وترك المداهنة ولم يوثر رضى الخلق على رضاء الله تعالى فلما توفي الامام

سعت کی لئے خیر خواہی کی اور افضل کو لیا اور غلطی کو ترک کیا اور خلق کی رضامندی کو اللہ کی رضامندی پر اختیار نکی پھر جب امام شافعی نی وفات کی

الشافعي انقلب محمد بن الحكم عن مذهبه ورجع الى مذهب ابيه ودرس كتب مالك واما البويطي فاثر الزهد و

تو محمد بن الحکم اونکی مذہب سی پھر کر اپنی باپ کی مذہب پر ہوگیا اور امام مالک کی کتابوں کا درس شروع کیا اور بویطی زہد اور خلوت لیکر عبادت میں

الخمول واشتغل بالعبادة ولم يعجبه الجمع والجلوس في الحلقة فظهر من هذا كله ان الصالح للصداقة من يجتمع فيه

مشغول ہوا اور اوسکو جماعت کا ہونا اور حلقہ میں بیٹھنا پسند نہ آیا اس تمام بیان سی ظاہر ہوا کہ دوستی کی لایق وہ ہی ہی جسمیں یہ خصلتیں جمع ہوں

هذه الخصال فان لم يجتمع فيه هذه الخصال فعليك باعتزال الناس جملة وملازمة بيتك اذ ليس للعاقل في

پھر اگر اوسمیں یہ خصال جمع ہوں تو یہ تمام خلقت سی الگ ہوکر اپنی گھر کا اندر بیٹھا رہ اسلئی کہ عاقل کو اس زمانہ میں

هذا الزمان الا التحصن بالسكوت وملازمة البيوت وقد قال ابو سليمان الخطابي دع الراغبين في صحبتك والتعلم منك

سوای خاموشی کی اور گھر میں بیٹھی رہنی کی کوئی پناہ نہیں ہی اور ابو سلیمان خطابی کہہ چکی ہیں چھوڑ اپنی ہمنشینوں اور شاگردوں کو

فليس لك منهم صديق ولا رفيق اخوان العلانية واعداء السر اذا لقوك مدحوك واذا غبت عنهم اعتابوك من اتاك

کہ انمیں سی تیرا کوئی دوست ہی اور نہ رفیق ظاہر کی بھائی ہیں باطن میں دشمن جب ملیں تعریف کریں اور جب تو اونسی غائب ہووی تو غیبت کریں جو انمیں

منهم كان عليك رقيبا واذا خرج من عندك كان عليك خطيبا فلا تعتز باجتماعهم لديك وتملقهم بين يديك

اونمیں سی جو تیری پاس آتا ہی تو تیرا رقیب ہوتا ہی اور جب تیری پاس سی چلا جاتا ہی تو تیری مذگوئی کرتا ہی سو یہ فریب نکہانا کہ تیری پاس جمع ہوتی ہیں اور تیری سامنی

ما غرضهم العلم بل غرضهم ان يتخذوك سلما الى اوطارهم وحمارا في حاجاتهم وان قصرت في غرض من اغراضهم

خوشامد کرتی ہیں سو اونکی غرض علم نہیں ہی بلکہ اونکی غرض یہ ہی کہ تجھکو اپنی حاجات کا رسہ اور اپنی بوجھہ کا گدہا بار بردار بنالیں اور اگر تو نی اونکی کسی غرض میں ذرہ قصور کیا

يكونوا اشد اعدائك ويعدون ترددهم اليك منة عليك ويرونه حقا واجبا لديك ويعرضون عليك ان تبذل

تو پھر وہ تیری بڑی ہی دشمن ہیں اور اپنی آمد رفت کو تیری اوپر احسان جتلاویں اور اوسکو تیری اوپر حق واجب سمجہیں اور خواہش کریں کہ تو اپنی

لهم عرضك ودينك وتكون لهم تابعا خسيسا بعد ان كنت متبوعا رئيسا وقد روي عن ابن عمر انه عليه السلام قال

آبرو اور دین اونکی لئی کہو دی اور اونکا ادنی فرماں بردار بن کر رہی بعد اسکی کہ تو حاکم اور سردار تہا اور ابن عمر سی روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا

الشيخ في قومه كالنبي في امته وانما يكون الشيخ في قومه كذلك لانه يعلمهم دينهم كما علم كل نبي امته دينهم ومن حق

کہ شیخ اپنی قوم میں ایسا ہی کہ نبی اپنی امت میں اور شیخ اپنی قوم میں اس رتبہ پر اسلئی ہوتا ہی کہ اونکو دین سکہاتا ہی جیسی نبی اپنی امت کو دین سکہاتی تہی اور شاگرد پر استاد کا حق

المتعلم في حق من علمه خيرا ولو حرفا واحدا ان يحترمه ظاهرا وباطنا لكونه مثل ابيه بل هو اولى لما روي عن ابي هريرة انه

کہ خیر سکہائی ہو اگرچہ ایک حرف بتایا ہو یہ ہی کہ ظاہر و باطن سی اوسکی عزت کری کیونکہ بجای باپ کی ہی بلکہ بہتر اسلئی کہ ابو ہریرہ سی روایت ہی کہ نبی

عليه السلام قال انما انا لكم مثل الوالد لولده وفي حديث اخر انه عليه السلام قال خير الاباء من علمك وسبب ذلك

علیہ السلام نی فرمایا میں تمہاری لئی ایسا ہوں جیسی کہ بیٹی کی لئی باپ اور ایک اور حدیث میں ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا اچھا باپ وہ جو تجھکو علم سکہاوی وجہ اسکی یہ ہی

ان المعلم يقصد الانقاذ من نار الاخرة وهو اهم من انقاذ الابوين لولدهما من نار الدنيا ولذلك كان حق المعلم اعظم

کہ اوستاد آخرت کی آگ سی بچاتا ہی اور یہ مقصود تر ہی اس سی کہ ماں باپ اپنی اولاد کو دنیا کی آگ سی بچاتی ہیں اور ایسی ہی اوستاد کا حق بھی ماں باپ کی حق سی

من حق الوالدين فانهما وان كانا سببين للوجود والحيوة الفانية لكن لولا المعلم وافادته ما هو سبب للحيوة الاخروية

بڑا ہی کیونکہ ماں باپ اگرچہ سبب وجود اور حیات فانی کی ہیں لیکن اگر اوستاد اور اوسکی فائدہ رسانی نہوتی جس سی حیات اخروی دائمی حاصل ہوتی ہی

الدائمة لساق ما حصل من جهتهما الى الهلاك الدائم ثم انه لما كان مثل الاب يلزمه ان يجري المتعلم مجرى ابنه ويشفق

تو بیشک جو ماں باپ کی جہت سی حاصل ہوا ہی تو ہمیشہ کو ہلاک کر دیتا پھر جب اوستاد بجای باپ کی ہوا تو اوسکو لازم ہی کہ شاگرد کو بجای بیٹی کی سمجہی اور اوس پر شفقت کری

عليه ويمنعه عن تجاوزه مرتبته الى مرتبة لم يستحقها ولم يجئ اوانها ويبين له ان المقصود من العلم تحصيل سعادة
اور ایسا مرتبہ لینی سی جسکا وہ ابہی مستحق نہیں ہی اور اوسکا ابہی وقت نہیں آیا منع کری اور اوس سی بیان کردی کہ علم سی سعادت اخروی مطلوب ہوتی ہی
الاخرة لا طلب الرياسة والمفاخرة كما حكي ان ابا يوسف لما عقد مجلسا للتدريس من غير اعلام ابي حنيفة ارسل
ریاست اور عزت مطلوب نہیں ہوتی چنانچہ حکایت ہی کہ ابو یوسف نی جب مدرسہ بدون اطلاع امام ابو حنیفہ کی تجویز کیا تو امام نی اونکی پاس آدمی بہیجا
اليه ابو حنيفة رجلا ليسأله عن عدة مسائل من جملتها انه ساله عن قصار جحد الثوب ثم جاء به مقصورا اهل يستحق
تاکہ اونسی چند مسئلہ پوچہا آدمی اونمین ایک یہہ مسئلہ پوچہا ایک دہوبی ہی کپڑی کا منکر ہوگیا پہر دہو کرلی آیا تو آیا وہ اجرت کا مستحق ہی
الاجرام لا فقال ابو يوسف يستحق فقال الرجل اخطأت فقال لا يستحق فقال اخطأت فتحير ابو يوسف فقال الرجل ان كانت
یا نہیں ابو یوسف نی کہا مستحق ہی اوس شخص نی کہا غلط پہر کہا مستحق نہیں پہر اوس شخص نی کہا غلط پہر ابو یوسف حیران ہوئی تو اوس شخص نی کہا
القصارة قبل الجحد يستحق والا فلا وهكذا اخطأه في كل ما اجاب من سائر المسائل فعلم ابو يوسف قصوره فعاد الى
اگر انکار کرنی سی پہلی دہو چکا ہی تو اجرت کا مستحق ہی اور نہیں تو نہیں اسیطرح تمام مسائل کی جواب مین غلطی پکڑی اب ابو یوسف اپنا قصور پاگئی پہر امام کی پاس
ابي حنيفة وحين جاء قال له ابو حنيفة ما جاء بك الا مسألة القصار فانك زببت قبل ان تحصرم سبحان الله
حاضر ہوئی اور جب وہ آئی تو ابو حنیفہ نی کہا تجھکو صرف دہوبی کا مسئلہ لایا ہی بیشک تونی انگور بنکی سی پہلی توڑا سبحان اللہ
من رجل يعقد مجلسا ويتكلم في دين الله ولا يحسن مسألة في الاجارة ثم قال من ظن انه استغنى عن التعلم فليبك
ایک شخص مجلس بنا کر اللہ کی دین مین گفتگو کری اور اجارہ کا مسئلہ اوسکو ٹہیک نہیں آتا پہر فرمایا جسکو یہہ خیال ہو کہ علم سیکہنی کی مجکو حاجت نہیں تو وہ
على نفسه وكان سبب انفراده على ما ذكر في مناقب الكردري انه مرض مرضا شديدا فعاده الامام فقال لقد كنت
اپنی جان کو رووی اور سبب ابو یوسف کی جدا ہونیکا موافق مذکور مناقب کردری کی یہہ ہی کہ وہ سخت بیمار ہوئی امام اونکی عیادت کو گئی اور فرمایا مجکو تجہ سی امید تہی
اؤملك بعدي للمسلمين ولئن اصبت ليموتن علم كثير فلما برأ اعجب بنفسه وعقد مجلس الامالي ولم يتفطن ان في قول
کہ میری بعد مسلمانون کا رئیس اور پیشوا ہوتا اور اگر تو مرگیا تو بہت علم مرجاوینگی پہر جب وہ اچہی ہوگئی تو اپنی دلمین خوش ہوئی اور مدرسہ تیار کیا اور یہہ نہ سمجہی کہ امام کا قول
الامام لقد كنت اؤملك بعدي للمسلمين اشارة الى ان المتعلم لا ينبغي له ان يستبد بنفسه في زمن استاذه بلا
مجکو امید تہی کہ میری بعد مسلمانون کا بیشک رئیس اور پیشوا ہوتا اشارہ ہی کہ شاگرد کو نہیں چاہئی کہ اپنی آپ اوستاد کی سامنی بے اذن مستقل ہوجاوی
منه ثم لما علم قصوره ترك مجلسه وعاد الى ابي حنيفة واشتغل بالتعلم منه وقال ابن المبارك لا يزال المرء عالما ما
پہر اونکو جب اپنا قصور ثابت ہوا تو وہ مجلس تیار چہوڑی اور امام ابو حنیفہ کی پاس آکر پڑہنا شروع کیا ابن المبارک کہتی ہین کہ آدمی ہمیشہ عالم رہتا ہی
طلب العلم فاذا ظن انه علم فقد جهل وقال الامام الغزالي في الاحياء كل متعلم استبقى لنفسه رأيا واختيارا وراء اختيار
جبتک علم طلب کرتا ہی پہر جب یہہ خیال بندہا کہ مین سیکہہ چکا تو اب جاہل ہوا اور امام غزالی احیاء مین کہتی ہین جو شاگرد اپنی کوئی رای تجویز کرکر علاوہ
المعلم فاحكم عليه بالخسران

المجلس الثامن والثمانون في بيان افضل الاعمال الحب في الله والبغض في الله

اوستاد کی رای کی پسند کری تو اوسکو خاسر سمجہہ لو اٹہاسی مجلس افضل اعمال کی بیان مین کہ محبت برای خدا اور بغض برای خدا ہی
قال رسول الله صلى الله عليه وسلم افضل الاعمال الحب في الله والبغض في الله هذا الحديث من حسان المصابيح
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نی فرمایا اچہی سی اچہا عمل اللہ دوستی اور اللہ دشمنی ہی یہہ حدیث مصابیح کی حسن حدیثوں مین ہی
رواه ابو ذر وفيه اشارة الى ان المؤمن لا بد له ان يكون له اصدقاء يحبهم في الله تعالى واعداء يبغضهم في الله
ابو ذر کی روایت سی اور اسمین یہہ اشارہ ہی کہ مؤمن کی لئی بالضرور بعضی دوست ہوا کریں کہ برای خدا اونکو محبوب رکہا کری اور بعضی دشمن کہ برای خدا
فانه اذا احب احدا لكونه مطيعا الله تعالى فلا بد له ان يبغضه عند كونه عاصيا الله تعالى لان من يكون محبوبا بسبب
اونکو مبغوض رکہا کری جبتک اگر کسیکو اللہ کا فرمان بردار دیکہہ کر محبوب رکہیگا تو پہر بالضرور اوسکو مبغوض رکہیگا جبکہ وہ اللہ کی نافرمانی کریگا اسلئی کہ جو شخص کسی سبب سی

فبالضرورة

فبالضرورة يكون مبغوضا لضده وهو مطرد في الحب والبغض لكن كل واحد منهما دفين في القلب فانما يترشح
محبوب ہوجاتا ہی تو بالضرور اوسکا خلاف کریسی مبغوض ہوجاویگا اور آدمی محبت اور بغض مین یکسان ہوتا ہی لیکن حب اور بغض دونو اوسکی دفین کرلی ہوتا ہین

عند الغلبة اذ عند غلبة الحب يظهر افعال المحبين من المقاربة والموافقة ويسمى موالاة وعند غلبة البغض
اور غلبہ کی حالت مین ظاہر ہوجاتی ہین اسلئی کہ محبت کی غلبہ مین دوستون کی سی افعال ہونی لگتی ہین مقاربت اور موافقت اسی کو دوستی کہتی ہین اور بغض کی حالت مین

يظهر افعال المبغضين من المباعدة والمخالفة ويسمى معاداة فان قيل باى طريق يمكن اظهار البغض فالجواب
عداوت کی سی افعال ہونی لگتی ہین دوری اور مخالفت اسکا نام دشمنی ہی اگر کوئی پوچھی بغض کو کسطرح پر ظاہر کری تو جواب یہ ہی کہ

ان اظهاره لا يخلو اما ان يكون في القول او في الفعل اما في القول فيكون تارة بكف اللسان عن مكالمته ومحادثته
کہ بغض کا اظہار دو حال سی خالی نہین یا تو گفتگو مین ہوگا یا کاروبار مین گفتگو مین تو بعضی وقت اوسکی ساتھ بولنی اور بات چیت سی رکنا

وتارة بتغليظ القول عليه واما في الفعل فيكون تارة بقطع السعي في اعانته وتارة بالسعي في اساءته وافساد مآربه
اور کبھی سخت بولنا اور کاروبار مین کبھی تو اوسکی امداد مین تندہی نکرنی اور کبھی اوسکی بگاڑ کی اور اوسکا مقصد خراب کرنی کی سعی

فيما يفسد عليه طريق المعصية لا فيما لا يؤثر فيه وهذا اذا صدر عنه المعصية على طريق القصد كبيرة كانت او
اسطرح کہ اوسکی لئی طریقہ معصیت کا باقی نرہی نہ ایسا فساد کہ طریق معصیت مین اثر نکری اور یہ اوس صورت مین ہی کہ معصیت قصدا کرتا ہو کبیرہ ہو یا

صغيرة واما اذا جرى مجرى الهفوة التي يعلم انه نادم عليها [illegible]
صغیرہ اور جو گناہ کہ قایم مقام لغزش کی ہو کہ معلوم ہوتا ہو وہ اسپر شرمندہ ہی [illegible]

معصية بالجناية على حقك او حق من يتعلق بك فعدم الاعتراض حسن لان العفو عن ظلمك والاساءة اليك
کہ وہ معصیت تیری حق مین یا تیری کسی متعلق کی حق مین ظلم ہو تو اب اوسکی سی الگ رہنی اچھی ہی کیونکہ درگذر کرنا ایسی سی جو تجھپر ظلم کری اور تیری ساتھ برائی

من اخلاق الصديقين واما من ظلم غيرك وعصى الله تعالى به فعدم الاعتراض عنه احسان اليه فلا يحسن الاحسان
کری صدیقین کی عادت ہی اور جو شخص اوروں پر ظالم اور اللہ تعالی کی نافرمانی کری تو اب اوسپر بس نکرنا اوسپر احسان ہی سو ایسی پر احسان کرنا اچھا نہین ہی

اليه لان الاحسان اليه اساءة الى المظلوم وحق المظلوم اولى بالمراعاة وتقوية قلبه بالاعراض عن الظالم احب
کیونکہ اسپر احسان کرنا مظلوم کی حق مین برا ہی اور رعایت مظلوم کی حق کی اولی ہوتی ہی اور مظلوم کا دل ظالم سی اعراض کرکی قوی کرنا

الى الله تعالى من تقوية قلب الظالم وقد اتفق السلف على اظهار البغض والعداوة للظلمة والمبتدعة وكل من عصى الله
اللہ تعالی کو ظالم کی تقویت سی زیادہ تر محبوب ہی اور متقدمین سب متفق ہین کہ ظالم اور بدعتیون کی ساتھ اور اور جو کوئی خدا کی ایسی نافرمانی کری جو

بمعصية متعدية منه الى غيره واما من عصى الله تعالى في حق نفسه فقد اختلفوا فيه فمنهم من نظر اليه بنظر
کہ اوسکا اثر غیر تک پہنچی اوسکی ساتھ بغض اور عداوت ظاہر کیا کری اور رہا وہ شخص کہ گناہ کا وبال صرف اپنی جان پر لیتا ہی تو اسمین اختلاف ہی سو بعضی تو اوسکی طرف بنظر

الرحمة ولم يعرض عنه ومنهم من شدد الانكار عليه واختار المهاجرة عنه لقوله تعالى لا تجد قوما يؤمنون بالله
رحمت دیکھتی ہین بیزار نہین ہوتی اور بعضی اوسپر بہت تشدد کرکی اوس سی مہاجرت اختیار کرتی ہین بدلیل اس آیت کی تو نہ دیکھیگا کوئی لوگ جو یقین رکھتی ہون اللہ پر

واليوم الآخر يوادون من حاد الله ورسوله ولو كانوا آباءهم او ابناءهم او اخوانهم او عشيرتهم فذلت الآية على ان
اور پچھلی دن پر پھر دوستی کرین ایسون سی جو مخالف ہوئی اللہ کی اور اوسکی رسول کی اور پرلی وہ اپنی باپ ہون یا اپنی بیٹی یا اپنی بھائی یا اپنی گھرانی کی سو یہہ آیت دلالت کرتی ہی

من يرتكب المعاصي والمنكرات يجب هجره ولو كان من الاقرباء ويكون هذا الهجر على وجه العقوبة والتاديب
کہ جو شخص معاصی اور منکرات پر عمل کرتا ہی اوسی الگ رہنا واجب ہی اگرچہ یگانا سو دہرا ہووی اور یہہ چھوٹ چھٹاؤ بطور سزا اور تادیب کی

بمنزلة التعزير واما النظر اليه بنظر الرحمة فيفضي الى المداهنة لان اكثر البواعث على الاعضاد على المعاصي المداهنة
بجای تعزیر کی ہوتی ہی اور اوسکی طرف نظر رحمت سی دیکھنا دین مین سستی پیدا کرتا ہی اسلئی کہ اکثر اسباب گناہ کی امداد کی یہی ہی ہین مداہنت

ومراعاة القلوب والخوف من نفرتها ووحشتها فيظن الغبي الاحمق انه ينظر اليه بنظر الرحمة ومحك ذلك انه ان

اور دلداری کرنی اور نفرت اور وحشت سی حرف کرنا اب احمق نافہم یہہ خیال کرتا ہی کہ میری طرف نظر رحمت سی دیکھتا ہی اور اسکا امتحان یہہ ہی کہ اگر

كان يترحم عليه عند جناية على حقه ويقول هذا شئ قد قدر له فكيف لا يفعله والقدر لا ينفع منه الحذر

یہہ حال ہوتا کہ اوسپر اپنی حق مین تعدی کرنی سی رحمت کرکر یہہ کہتا کہ تقدیر سی یون ہی ہونا تہا یہہ کیونکر نکرتا اور تقدیر سی نہین بہاگا جاتا

يصلح ان يترحم عليه عند جناية على حق الله تعالى وان كان يغتاظ عليه عند جنايته على حقه ويترحم عليه

تو مضائقہ نہین کہ اوسپر حقوق الہی مین تعدی کرنی پر رحم کری اور اگر اپنی حق تلفی پر غیظ وغضب کرتا ہی اور اللہ تعالی کی گناہ پر

عند جنايته على حق الله تعالى فهو مداهن مغرور بكيد الشيطان فان قيل العصاة والفساق على مراتب

رحمت کرتا ہی تو یہہ ضعیف الایمان شیطان کی مکر مین پہنسا ہوا ہی اور اگر کوئی پوچہی گنہگار اور فاسق مختلف

مختلفة فهل يسلك في جميعهم مسلكا واحدا ام لا فالجواب ان المخالف لامر الله تعالى لا يخلو اما ان يكون في اعتقاده

درجہ کی ہوتی ہین پہر کیا سب کی ساتہہ ایک ہی طریقہ برتی یا نہین تو جواب یہہ ہی کہ اللہ تعالی کی حکم کا مخالف دو حال سی خالی نہین ہی یا تو اعتقاد مین ہی

او في عمله والمخالف في الاعتقاد ثلثة اقسام الاول الكافر وهو ان كان حربيا يستحق القتل والاسترقاق وان كان

یا عمل مین ہی اور جو اعتقاد مین مخالف ہی تین قسم پر ہی اول تو کافر اور کافر اگر حربی ہی تو لایق قتل اور غلام بنانی کی ہی اور اگر

ذميا لا يجوز ايذاؤه الا بالاعراض عنه والكف عن مخالطته ومعاملته ويكره كراهة شديدة تكاد تنتهي الى

ذمی ہی تو اوسکا ستانا جایز نہین ہی مگر کم توجہی سی اور مخالطت اور معاملہ ترک کرنی سی اور سخت مکروہ ہی بلکہ قریب حرام کی ذمی کی

التحريم الانبساط معه والاسترسال اليه كالاسترسال الى الاصدقاء والثاني المبتدع الذي يدعو الى بدعته فان

ساتہہ خوشیان منانی اور تحفہ بہیجنا جیسی دوستون کو بہیجا کرتی ہین اور دوسرا بدعتی جو اور کو بدعت سکہا دی بیشک

بدعته ان كانت بحيث يكفر بها فامره اشد من الذمي لانه لا يقر بجزية ولا يسامح بعقد الذمة وان كانت مما

اوسکی بدعت اگر ایسی ہی کہ اوس سی کافر ہو جاتا ہی تو اوسکا حال ذمی سی بدتر ہی اسلیے کہ بدعتی نہ اقرار جزیہ کا کرتا ہی اور نہ پروا ذمی ہونی کی کرتا ہی اور اگر بدعت

لا يكفر بها فامره بينه وبين الله تعالى اخف من امر الكافر لا محالة الا ان الانكار عليه اشد منه على الكافر لان شر

ایسی نہین ہی جو کافر کر دی تو اوسکا معاملہ اللہ سی سنت کافر کی بہت سہل ہی مگر اتنا ہی کہ بدعتی سی مشارکت بہ نسبت کافر کی زیادہ کرنی چاہیئی اسلیے کہ کافر

الكافر غير متعد لان المسلمين لا يلتفتون اليه ولا يقبلون قوله لكونه كافرا واما المبتدع الذي يدعو الى بدعته و

کا کفر اور مین اثر نہین کرتا کیونکہ مسلمان ادہر متوجہ نہین ہوتی اور کافر سمجہہ کر نہ اوسکا کہا مانتی مین اور رہا بدعتی جو اور ونکو بدعت سکہا دی اور

يزعم ان ما يدعو اليه حق فهو سبب لغواية الخلق فشره متعد فالاستحباب في اظهار بغضه ومعاداته والانقطاع

کہی جو مین کہتا ہون حق ہی سو یہہ شخص خلقت کو گمراہ کر دیگا اسکی بدی کا برنی والی ہی ایسی سی بغض اور عداوت ظاہر کرنی اور اوسکو ترک کرنا

عنه والتشنيع عليه ببدعته وتنفير الناس عنه وان سلم في الملاء فترك الجواب اولى تنفيرا للناس عنه وتقبيحا لبدعته

اور بدعت میں اوسکی شناعت کرنی اور لوگون کو اوس سی متنفر کرنا مستحب ہی اور اگر مجمع مین سلام کری تو جواب نہ دینا بہتر ہی تا لوگون کو نفرت اور بدعت کی برائی ظاہر ہو

لان جواب السلام وان كان واجبا لكن يسقط بادنى غرض وغرض الزجر عن البدعة اهم والثالث المبتدع العامي الذي

اسلیے کہ سلام کا جواب اگرچہ واجب ہی پر تہوڑی غرض سی ساقط ہو جاتا ہی اور بدعت کی ممانعت تو بڑی ضروری غرض ہی اور تیسرا اگنوار بدعتی جو

لا يقدر على الدعوة فالاولى ان لا يبادر بالتغليظ والاهانة بل ينبغي ان يتلطف به في النصح لان قلوب العوام سريعة

اوروں کو نہین سکہا سکتا تو بہتر یہہ ہی کہ پہلی ہی اوسکی تغلیظ اور اہانت نکرین بلکہ لین چاہیئی کہ اوسکو نرمی سی نصیحت کرین کیونکہ عوام کی دل جلد

التقلب فان لم ينفع النصح وكان في الاعراض عنه تقبيح لبدعته في عينه يتاكد الاستحباب في الاعراض عنه لان

پلٹ جاتی ہین پہر اگر نصیحت نمانی اور اوسکی نظر مین کم توجہی سی بدعت کی اہانت ہوتی ہو تو اب ادہر متوجہ نہونا زیادہ تر مستحب ہی اسواسطی

البدعة والمر بالمعروف تقبيحها يستمر بين الخلق ويعم فسادها ولذلك قال الشيخ علاء الدين السمناني فعلى المرء المسلم
کہ بدعت کو اگر جاری کریں تو حقیقت میں مروج اور اوسکا فساد عام ہو جاتا ہے اور اسی واسطے شیخ علاء الدین سمنانی کہا ہے کہ مرد مسلمان کو جو سنت کی
اذا رأى رجلا يتعاطى شيئا من الاهواء والبدع ويتهاون بشيء من السنن ان يهجره ويتبرأ منه ويتركه حيا وميتا ولا
کہ جسکو کچھ معاملہ ہوا ہوں اور بدعت کا کرتا دیکھے یا کسی سنت میں سستی کرتا پاوے تو اوس سے الگ رہے اور بیزار ہو جاوے اور جیتا مرتا سب چھوڑ دے زندہ
يسلم عليه اذا لقيه ولا يجيبه اذا ابتدأ بالسلام عليه الى ان يترك بدعته ويرجع الى الحق وان مات لا يشيع جنازته
در جب ملے تو سلام نہ کرے اور اگر وہ سلام کرے تو اوسکا جواب نہ دے یہاں تک کہ بدعت سے باز آوے اور حق کی طرف متوجہ ہووے اور اگر وہ مرجاوے تو جنازہ کے
والنهي عن الهجران فوق ثلث ليال انما هو فيما يقع بين الرجلين من جهة التقصير في حقوق الصحبة والعشرة
اور ممانعت ہجران تین دن سے زیادہ کی جو آئی ہے تو اوس صورت میں ہے کہ دو شخصوں میں بسبب کمی ادائے حقوق ملاقات اور حق عشرت کے ہو جاوے
دون ما كان في حق الدين فان هجران اهل الاهواء والبدع دائم الى ان يتوبوا فقد مضت الصحابة والتابعون و
او سمیں نہیں جو واسطے حق دین کے ہو بیشک مفارقت اہل ہوا اور بدعتیوں کی ہمیشہ کو ہے یہاں تک کہ توبہ کریں بیشک تمام صحابہ اور تابعین اور
اتباعهم وعلماء السنة على هذا مجتمعين متفقين على معاداة اهل البدعة وهجرانهم وعن سهل في تفسير قوله تعالى
تبع تابعین اور علماء اہل سنت اس حکم پر مجتمع اور متفق ہو چکے ہیں کہ اہل بدعت سے دشمنی کرنی چاہیے اور اونکو چھوڑنا چاہیے اور سہل سے اس آیت کی تفسیر میں
لا تجد قوما يؤمنون بالله واليوم الآخر يوادون من حاد الله ورسوله انه قال من صحح ايمانه واخلص توحيده فانه لا
آتا ہے تو نہ دیکھیگا کوئی لوگ جو یقین رکھتے ہوں اللہ پر اور پچھلے دن پر پھر دوستی کریں ایسوں سے جو مخالف ہوئے اللہ کی اور اوسکی رسول کی کہ کہا جسنے اپنا ایمان صحیح کیا اور
يجالس مع مبتدع ولا يؤاكله بل يظهر له من نفسه العداوة والبغضاء ومن داهن مبتدعا سلب الله تعالى عنه
تو وہ بدعتی کی ساتھ بیٹھے اور نہ ساتھ کھاوے بلکہ اپنی طرف سے اوسکی حق میں دشمنی اور بغض ظاہر کرے اور جسنے بدعتی کی ساتھ مداہنت کی تو اللہ تعالی اوس سے
حلاوة اليقين ومن اجاب الى مبتدع لطلب العز والغنى في الدنيا اذله الله تعالى بذلك العز وافقره بذلك الغنى
حلاوت یقین کی لے لیتا ہے اور جسنے بدعتی کو واسطے تلاش عزت اور تونگری دنیا کی مقبول رکھا اللہ تعالی اوسکو اوس عزت میں خوار اور اوس تونگری میں مفلس کریگا
ومن ضحك في وجه مبتدع ينزع الله تعالى نور الايمان من قلبه وعن الثوري من سمع من مبتدع لم ينفعه الله تعالى
اور جو شخص بدعتی کو دیکھ کر خوش ہوتا ہے تو اللہ تعالی ایمان کا نور اوسکی دل سے نکال لیتا ہے اور ثوری سے روایت ہے جسنے بدعتی کی بات سنی تو اللہ تعالی اوس بات سے
بما سمع ومن صافحه فقد نقض عروة الاسلام وعن فضيل من احب صاحب بدعة احبط الله تعالى عمله واخرج نور الاسلام
فائدہ نہیں دیتا اور جو اوس سے مصافحہ کرتا ہے تو توڑ دیتا ہے پورا اسلام کا اور فضیل سے روایت ہے جو بدعتی کو دوست رکھے اللہ تعالی اوسکی اعمال حبط کرتا ہے اور اسلام کا نور
من قلبه وعنه من جلس مع صاحب بدعة فاحذره وعنه اذا رأيت مبتدعا في طريق فخذ طريقا آخر وقال الفضيل
اوسکی دل سے نکال دیتا ہے اور اوسی سے روایت ہے جو شخص بدعتی کا ہمنشین ہو تو اوس سے بچو اور اوسی سے روایت ہے اگر تو بدعتی کو کسی راہ میں دیکھے تو اور راہ اختیار کر اور فضیل
من رأى صاحب بدعة خرج نور الايمان من قلبه واما العاصي بفعله وعمله لا باعتقاده فهو الذي يفسق في نفسه بشرب
کہتے ہیں جو شخص بدعتی سے مل گیا تو ایمان کا نور اوسکی دل سے نکل جاتا ہے اور گنہگار فعل اور عمل میں نہ دل اعتقاد کی سو وہ ہی جو اپنی ذات سے بدکاری شراب
الخمر او ترك الواجب او مقارفة محظور بخصوصه ولا يتعدى منه الى غيره فانه ان صودف وقت مباشرة المنكر يجب منعه
پیکر یا کسی واجب ترک کر کر یا امر محظور کو چھوڑ کر جو اوسکی ساتھ خاص ہے اور وہ فسق اوروں پر نہ کرتا ہو سو جس شخص کو اگر بیچ اوس عمل منکر میں پاویں تو اوسکی ممانعت واجب ہے
بما يمتنع منه ولو بالضرب او بالقتل عند القدرة لكون النهي عن المنكر واجبا ووجوبه لا يختص بالولاة بل يجب
جس طور ممنوع کیا جاوے اگرچہ مار پیٹ سے یا قتل سے اگر قدرت ہو کیونکہ ممانعت امر منکر کی واجب ہے اور منکر کی ممانعت کچھ بڑی حاکم پر واجب نہیں ہے بلکہ
لكل واحد من آحاد الرعية اقامته بالقول والفعل على حسب استطاعته سواء كان حرا او عبدا او امرأة لكن ينبغي
عوام رعایا میں سے ہر ہر شخص کو ضرور ہے کہ ممانعت کرے زبان سے اور ہاتھ سے موافق طاقت کے برابر ہے کہ حر ہو یا غلام یا عورت لیکن چاہیے

ان يكون بالتدريج من الاخف الى الاغلظ بحسب حال المنكر كما ذكر في المحيط ان من راى غيره مكشوف الركبة

گھٹنا کھلا دیکھا تو کسی سے پہلے نرمی سے منع کرے پھر ناسمجھ کر تو ذرا سختی سے کہ جیسے کسی کو کہ گھٹنا کھولے ہوئے دیکھا

ينكر عليه برفق ولا ينازع ان لج وفي الفخذ ينكر عليه بعنف ولا يضربه ان لج وفي السوءة يضربه وان لج يقتله

تو نرمی سے منع کردے اور اس سے جھگڑا نکرے اگر وہ اصرار کرے اور ران کھلی ہوئی میں سختی سے منع کرے اور مارے نہیں اگر وہ درشتی کرے اور شرمگاہ میں اوسکو مارے اور اگر درشتی کرے تو قتل

وهكذا الحكم في سائر المنكرات عند الاستطاعة وعند عدم الاستطاعة ينبغي له ان يكون حزينا مغتما اذ

اور تمام معاصی مین بروقت طاقت کی یہی حکم ہے اور بے طاقتی کی حالت مین چاہیے کہ دل سے بیزار اور غمناک ہووے کہ

قد ورد في الحديث انه عليه السلام قال يأتي على الناس زمان يذوب قلب المؤمن فيه كما يذوب الملح في الماء لكثرة ما

حدیث مین آیا ہی کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ لوگون پر ایک ایسا زمانہ آنیوالا ہی کہ مؤمن کا دل ویسا گھل جاویگا جیسے نمک پانی مین گھل جاتا ہی معاصی کی کثرت

يرى من المنكرات ولا يقدر على دفعها وروي عن ابي هريرة ان رجلا يتعلق برجل يوم القيمة وهو لا يعرفه فيقول له

جو دیکھے گا اور منع کرنے کی قدرت نہوگی اور ابوہریرہ سے روایت ہے کہ ایک شخص قیامت کے دن کسی کا دامن گیر ہوگا اور وہ اوسکو پہچانتا نہوگا کہیگا تو

مالك تتعلق بي وما رايتك قط فيقول بلى قد رايتني يوما على منكر فلم تغيره فهذا امر خطر قلما يقع السلامة منه اذ نظير

مجھ سے کیوں لپٹتا ہے میں نے تجھکو کبھی نہیں دیکھا وہ کہیگا ان تو نے مجھکو ایکدن معصیت پر دیکھا پر منع نہیں کیا اب یہہ بات بڑی مشکل ہے اس سے نہیں بچا جاتا کیونکہ

في كل حين وزمان كثير من المنكرات فلا تغير بل يقع السكوت عنها لاستيناس النفوس بها ولهذا قال بعض العلماء والله

ہر وقت وہر دم بہتیرے منکرات عمل مین آتے ہیں اور بیچہ روکتے نہیں بلکہ چپ رہنا پڑتا ہی کیونکہ معاصے دلون مین مانوس ہوگئے ہین بعضے علما کا قول

ما ابالي بكثرة المنكرات والبدع وانما ابالي واخاف من تانيس القلوب بها لان الاشياء اذا توالت مباشرتها انست بها النفس

ہی مجھکو منکرات اور بدعت کی کثرت کا کچھ خوف نہیں مجھکو توڑا خوف یہہ ہے کہ دلمین محبوب نہوجاوین کیونکہ جو چیزین بارہا عمل مین آتی ہین تو نفس کو محبوب ہوتی

والنفس اذا انست بشيء قل ان تتأثر له وتوضحه الحديث الوارد في تغيير المنكر وهو ما روي عن ابي سعيد انه

اور نفس کو جو چیز محبوب ہوتی ہی تو کم چھوڑتا ہی اسکی تفصیل وہ حدیث ہی جو تغیر منکرات مین آئی ہی ابوسعید سے روایت ہی کہ نبی

عليه السلام قال من راى منكم منكرا فليغيره بيده فان لم يستطع فبلسانه فان لم يستطع فبقلبه وذلك

علیہ السلام نے فرمایا اگر کوئی تم مین سے منکر دیکھے تو لازم ہے کہ ہاتھ سے روکے اور اگر طاقت نہو تو زبان سے اور اگر طاقت نہو تو دل سے اور یہہ

اضعف الايمان فانه عليه السلام اخبر في هذا الحديث ان التغيير بالقلب اضعف الايمان وهو ما يجده المؤمن

ضعیف ایمان ہی بیشک نبی علیہ السلام نے اس حدیث میں یہہ خبر دی ہی کہ دل سے بیزار ہونا ضعیف ایمان ہی یعنی مؤمن جو اپنے دلمین اوس کام کی

في قلبه من البغض لذلك الفعل المرئي وانزعاجه وقلقه وهو في الغالب انما يحصل فيما يبدر وقوعه واما

مشاہدہ سے بغض اور اوسکا اوکھاڑنا اور دفع کرنا پاتا ہی اور ایسی حالت دل کی اغلب اوس کام میں ہوتی ہی جو کاہے گاہے ہوتا ہے اور

الاشياء التي تتشاهد في كل حين وزمان فتستانسها النفس فلا يوجد في القلب القلق والانزعاج الذي هو اضعف

جو کام ہر وقت اور ہر لحظہ دیکھنے مین آتے ہین سو نفس سے مانوس ہوجاتے ہیں پھر اوسکا کچھہ قلق اور دفعیہ کہ وہ اضعف الایمان ہی

الايمان واذا لم يوجد في القلب اضعف الايمان فماذا يرجى ان يوجد فيه ويزيده ايضاحا ما ذكر في قوت القلوب

وہ بھی دلمین نہین رہتا اور جب دلمین اضعف الایمان بھی نہوا تو پھر کیا توقع باقی رہ گئی اور اسکی بڑی تفصیل تو وہ ہی جو قوت القلوب مین مذکور ہی

ان الحسن البصري قال اول بدعة رايت بلت الدم ثم بعد ذلك بلت اصفر ثم عاد الامر الى العادة فانه لقوة ايمانه

کہ حسن بصری نے کہا پہلی پہل بدعت جو مین نے دیکھی تو لہو موتا پھر اوسکے بعد زرد پیشاب آیا پھر اسکی عادت پڑگئی کیونکہ اوسکو سبب قوت ایمان کی

ورؤيته بالم يعهده قوي انزعاجه حتى تغير مزاجه وظهر اثره في بوله فان مزاج الانسان اذا تغير يظهر اثره في بوله

بدعت خلاف علم دیکھ کر بہت غصہ آیا ایسا کہ اونکا مزاج متغیر ہوکر اوسکا اثر پیشاب مین ظاہر ہوگیا کیونکہ آدمی کا مزاج جب بدلتا ہی تو اوسکا اثر پیشاب

الا ترى ان الاطباء يستدلون على داء المريض من مائه فلما استمر ذلك البدعة ولم يقدر على تغييرها تغير
کیا نہیں جانا کہ طب لوگ دیکھتے کہ مرض پر نشان سے استدلال کرتے ہیں پھر جب بدعت قرار پکڑ گئی اور روک کی قدرت نہیں ہوئی

ذلك الانزعاج الاول لاستيناس النفس بها وبقي عنده من الانزعاج قدر ما يلزمه من التعبير بالقلب لان الانكار
تو پہلی مدافعت دل سے بدل گئی کیونکہ نفس کو چندان اس سے معلوم ہوئی اور دل میں اوسکی مدافعت کا حال جتنا باقی رہگیا وہ اوس نفس تغیر ہوا اسواسطے کہ دل کا

بالقلب لا يسقط بوجه من الوجوه اذ لا مانع يمنع منه ولا يقتصر عليه الا هو اضعف الايمان سواء استطاع
انکار کسیطرح نہیں جاتا اسلئے کہ اسکا کوئی مانع نہیں ہوتا اور اسی پر اکتفا وہی کرتا ہے جو ضعف الایمان ہووے برابر ہے کہ انکار

الانكار باليد واللسان او لم يستطع لكن عند عدم الاستطاعة يسقط عنه الاثم ويبقى معه ضعف الايمان
ہاتھ سے اور زبان سے کرسکتا ہو یا نکرسکتا ہو لیکن بیمقدوری کی حالت میں گناہ نہیں ہوتا ایمان میں ضعف بدستور رہتا ہے

وان المنكر اذا كثر ولم يقدر المؤمن على منعه وسكت ولم يتكلم بشئ لا يأثم لان التكليف بقدر الوسع لما قال
بسبب معصیت جب کثرت سے ہولی لگیں اور مومن کو ممانعت پر قدرت نہ ہو اور وہ چپ ہو کر کچھ نہ کہے تو گنہگار نہیں ہوتا اسلئے کہ تکلیف موافق طاقت

الله تعالى لا يكلف الله نفسا الا وسعها المجلس التاسع والثمانون في بيان متابعة الرسول في الامر
چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہے اللہ تکلیف نہیں دیتا کسی شخص کو مگر جو اوسکی طاقت ہو نواسی مجلس اس بیان میں کہ اتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا امر اور نہی میں لازم ہے اسمیں مخالفت

والنهي قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ما نهيتكم عنه فاجتنبوه وما امرتكم به فافعلوا منه ما استطعتم
جایز نہیں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو تمکو میں منع کروں تو اوس سے پرہیز کرو اور جو تمکو حکم کروں تو اوسکو جہاں تک ہوسکے عمل میں لاؤ

فانما اهلك الذين من قبلكم كثرة مسائلهم واختلافهم على انبيائهم هذا الحديث من صحاح المصابيح رواه
کیونکہ تمسے پہلی امتیں اسی لئے تباہ ہوگئیں کہ اپنے انبیا سے بہت پوچھ کر خلاف کرتی رہیں یہ حدیث مصابیح کی صحیح حدیثوں میں کا ابوہریرہ کی

ابو هريرة والخطاب فيه خطاب مشافهة والخطاب بالمشافهة مخصص بالموجود الحاضرين في ذلك الوقت ويتناوله
روایت سے اور اسمیں خطاب جو ہے تو خطاب آمنا سامنی کا ہے اور آمنا سامنی کا خطاب اونپر ہوتا ہے جو اوس وقت میں موجود اور حاضر ہوتے ہیں

لغيرهم ممن كان غائبا وممن سيوجد بعدهم الى يوم القيمة ليس بطريق الحقيقة بل اما بطريق تغليب الفريق
اور اونکے حق میں جو اونکے سوای غائب ہوتے ہیں اور جو اونکے بعد قیامت تک پیدا ہونگے بطور حقیقت کے نہیں ہوتا بلکہ اونپر یا تو بطور تغلیب فریق

الاول على الثاني او بطريق تعميم حكمه له بدليل خارجي فان الاجماع منعقد على ان آخر هذه الامة مكلف
اول کی ثانی پر یا اوس حکم کو کسی دلیل خارجی سے عام کردینے سے ہوتا ہے کیونکہ اس امر پر اجماع ہوچکا ہے کہ اس امت کی آخر پر بھی وہی حکم ہے

بما كلف به اولها كما اشير اليه قوله عليه السلام الحلال ما جرى على لساني الى يوم القيمة والحرام ما جرى على
جو اول پر تھا چنانچہ اس حدیث میں یہی اشارہ ہے قیامت تک حلال ہے جو میری زبان پر آچکا ہے اور قیامت تک حرام ہے جو میری زبان پر

لساني الى يوم القيمة ثم ان الحديث المذكور سابقا من جوامع الكلم التي اوتيها النبي عليه السلام وهو قاعدة عظيمة
آچکا ہے پھر وہ حدیث جو سابق میں مذکور ہوئی گویا جوامع الکلم ہے جو نبی علیہ السلام کو ملا ہے اور وہ اسلام کی قواعد میں سے

من قواعد الاسلام اذ عليه يدور جملة الاحكام التي هو الوجوب والندب والحرمة والكراهة والاباحة لان
بڑا قاعدہ ہے اسواسطے کہ جملہ احکام یعنی وجوب اور مستحب اور حرمت اور کراہت اور اباحت کا وہی مدار ہے کیونکہ

النهي يتناول الحرمة والكراهة كما يتناول الامر ما عداهما فيكون الحديث موافقا لقوله تعالى فاتقوا الله ما
نہی میں حرمت اور کراہت داخل ہے جیسے امر میں ان دونوں کی سوا داخل ہیں سو یہہ حدیث موافق اس آیت کی ہے سو ڈرو اللہ سے

استطعتم لان التقوى وان كانت عبارة عن اجتناب جميع المنهيات واتيان جميع المامورات الا انها مقيدة
جہاں تک سکو اسلئے کہ تقوی اگرچہ تمام منہیات سے اجتناب اور تمام مامور پر عمل کرنیکو کہتے ہیں مگر اتنا ہے کہ استطاعت کی قید

بالاستطاعة وأما قوله تعالى اتقوا الله حق تقاته فالصحيح الصواب الذي جزم به المحققون ان قوله تعالى فاتقوا الله

گیا دی ہی اور یہ آیت درتی رہو اللہ سی جیسے چاہی تو صحیح صواب جو مختار محقق لوگوں کا ہی یہ ہی کہ یہہ آیت سو ڈرو اللہ سی

ما استطعتم مفسر له ومبين للمراد به لانه تعالى لم يكلف عباده الا بالمستطاع حتى قال لا يكلف الله نفسا الا وسعها

جہاں تک سکو اوسکی تفسیر ہی اور اوس سی جو مراد ہی کہولدیتی ہی اسلئی کہ اللہ تعالی اپنی بندوں کو طاقت سی زیادہ کی تکلیف نہیں دی ہی یہاں تک فرمایا

وقال في آية اخرى وما جعل عليكم في الدين من حرج ثم ان النهي في قوله عليه السلام ما نهيتكم عنه فاجتنبوه

مگر جو اوسکی گنجایش ہو اور ایک آیت میں فرمایا ہی اور نہیں رکہی تمپر دین میں کچہ مشکل پہر نہی جو اس حدیث میں ہی کہ جو چیز میں تمکو منع کروں تو اوس سی پرہیز کرو

يقتضي ترك جميع ما نهي عنه مطلقا اذ لا يحصل الامتثال الا بذلك بخلاف الامر في قوله عليه السلام وما امرتكم

یہہ ہی تقاضا کرتی ہی کہ تمام منہیات مطلقا عمل میں نہ آویں کیونکہ بدون اسکی اطاعت نہیں ہوتی برخلاف امر کی اس حدیث میں اور جو میں تمکو امر کروں

به فافعلوا ما استطعتم فانه لا يقتضي الا الاتيان بما يقدر عليه ثم ان من كان مريضا اذ لم يقدر على القيام في الصلوة

توجسقدر تمسی ہو سکی وہ کرو اس میں عمل کرنا بقدر استطاعت ہی کی لازم آتا ہی جیسی کوئی بیمار ہو اگر نماز میں کہڑا نہیں ہو سکتا تو بیٹہ کر پڑہ لی

يصلي قاعدا بركوع وسجود وان لم يقدر على الركوع والسجود يصلي بالايماء قاعدا ويجعل سجوده اخفض من ركوعه

رکوع اور سجود ادا کری اور اگر رکوع اور سجود ہی نہیں ادا کر سکتا تو بیٹہ کر اشارہ سی پڑہ لی اور سجدہ کو بہ نسبت رکوع کی زیادہ پست کری

ليتحقق الفرق بينهما وان لم يقدر على القعود يصلي بالايماء مضطجعا او مستلقيا وكذا اذا كان راكبا على الدابة

تاکہ دونوں میں فرق رہی اور اگر بیٹہ ہی نہیں سکتا تو اشارہ سی ادا کری کروٹ پر پڑا ہوا یا چت اور ایسی ہی اگر چوپایہ پر سوار ہو

ويخاف عند النزول على نفسه او دابته من سبع او لص او كان في مطر يبل او طين يغيب وجهه فيه ولا يجد مكانا

اور اوترنی میں اپنی جان کا یا اوس سواری کا خوف کرتا ہو درندہ سی یا چور سی یا مینہہ کی روپڑتی ہو یا ایسا کیچڑ گارا ہو کہ جسمیں منہہ دہنسجاوی اور کوئی

جافا او كان عاجزا عن النزول والركوب لكبر سنه او ضعف مزاجه او كان دابته جموحا لا يمكنه الركوب بلا معين

خشک جگہہ نہ ہو یا سواری سی اوترنی چڑہنی میں عاجز ہو ماری بڑہاپی کی یا ناتوانی مزاج سی یا اوسکا گہوڑا اڑیل ہو کہ بدون مددگار کی نہیں چڑہ سکتا

او كانت القافلة في البادية تسير ويخاف على نفسه وثيابه لو نزل فانه يصلي على الدابة بالايماء كيف ما يمكنه وكذا المرأة

یا قافلہ جنگل میں چلا جاتا ہو اور اگر اوترتی تو خوف ہی جان کا یا کپڑوں کا تو یہہ بہی سواری کی اوپر اشارہ سی جسطرح بن آوی پڑہ لی اور ایسی ہی عورت

اذا لم يكن لها محرم ولم تستطع النزول والركوب بنفسها تصلي على الدابة بالايماء فبذلك يحصل الامتثال في

جب اوسکی ساتہہ محرم نہو اور وہ اپنی آپ اوتر چڑہ نہ سکتی ہو تو دابہ کی اوپر اشارہ سی پڑہ لی ان تمام صورتوں میں اتنی ہی میں امتثال

جميع ذلك وكذلك لو لم يجد من الثياب ما يستر به عورته ومن الماء ما يغسل به اعضاء وضوئه مرة واحدة

ہو جاویگا اور ایسی ہی اگر اتنا کپڑا میسر نہو کہ عورت ڈہک سکی اور اتنا پانی نہ ملی کہ اعضاء وضو کی ایک ایک بار دہو لی

او عجز عن استعمال الماء في بعض اعضائه في الوضوء والغسل او عن اتيان بعض اركان الصلوة او بعض شروطها

یا وضو میں یا غسل میں بعض اعضا پر پانی نہ لگا سکی یا کوئی رکن یا کوئی شرط نماز کی ادا نہ کر سکی

فباتيان الممكن يحصل الامتثال وقوله عليه السلام فانما اهلك الذين من قبلكم كثرة مسائلهم جاء مبينا

تو پہر جتنا ادا کر سکتا ہی وہی پورا امتثال ہی اور یہہ ارشاد نبوی علیہ السلام کا کہ تمسی پہلوں کو کثرت کی پوچہہ پاچہہ نی ہلاک کر دیا مسلم میں

في كتاب مسلم عن ابي هريرة فانه قال خطبنا رسول الله عليه السلام فقال يا ايها الناس قد فرض الله عليكم الحج

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سی روایت ہی وہ کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نی ہمکو خطبہ سنایا فرمایا ای لوگو بیشک اللہ نی تمپر حج فرض کر دیا ہی

فحجوا فقال رجل اكل عام فسكت النبي عليه السلام حتى قالها ثلاثا فقال النبي عليه السلام لو قلت نعم لوجبت

سو حج کیا کرو ایک شخص نی عرض کیا کیا ہر سال پہر نبی علیہ السلام چپ ہو رہی یہاں تک کہ اوسنی تین بار عرض کیا پہر نبی علیہ السلام نی فرمایا اگر میں ہاں کہدیتا تو فرض ہو جاتا

قال النبي عليه السلام ذروني ما تركتكم فانما هلك من كان قبلكم بكثرة سؤالهم واختلافهم على انبيائهم فاذا امرتكم
نبی علیہ السلام نی فرمایا مجھکو اسی پر رہنی دو جسپر میں تمکو چھوڑ رکھا ہی تمسی پہلی جو لوگ ہلاک ہوئی ہیں وہ بہت پوچھا پاچھی سی اور اپنی انبیاء کی خلاف کرنی سی ہلاک ہوئی اگر کسی
بشيء فأتوا منه ما استطعتم واذا نهيتكم عن شيء فدعوه فانه عليه السلام كأنه قال اتركوني في مدة ترك
سو جتنی میں تمکو کوئی بات کہا کروں تو اوسکو جتنا تمسی ہو سکی کیا کرو اور جب منع کیا کروں کسی بات سی تو وہ چھوڑ دیا کرو اب نبی علیہ السلام نی گویا یہہ فرمایا کہ مجھکو نہ چھیڑو جب تک
اذكم من الامر بالشيء والنهي عنه ولا تلحوا علي في السؤال ولا تبالغوا في الاستقصاء والا يشدد عليكم كما شدد على
حکم نہ دوں تمکو کسی بات کی امر سی یا ممانعت میں چھوڑی رکھوں اور خواہ مخواہ مجھسی سوال مت کیا کرو اور ہر بات پورا کرنی میں حد سی زیادہ کرو ورنہ تمپر ایسا تشدد ہوگا
بني اسرائيل حين وقع فيهم قتيل ولم يدر من قتله وسألوا موسى النبي عليه السلام ان يبين لهم فقال لهم موسى النبي عليه السلام
جیسی بنی اسرائیل پر تشدد ہوا تھا جب اونمیں ایک مردہ ملا اور اوسکا قاتل نہ معلوم ہوا پھر اونہوں نی موسیٰ علیہ السلام سی پوچھا کہ ہمکو قاتل بتا دو سو موسیٰ علیہ السلام نی
ان الله يأمركم ان تذبحوا بقرة وتضربوه ببعضها فيحيى ويخبركم بقاتله فلما سمعوا منه هذا القول تحيروا من بقرة
فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمکو فرماتا ہی کہ ایک گائی ذبح کرو اور اوسکا ایک ٹکڑا مردہ سی لگا دو وہ زندہ ہو کر اسکا قاتل تمکو بتا دیگا جب اونہوں نی حضرت موسیٰ سی یہہ بات سنی
ميتة تضرب ببعضها ميت فيحيى ويخبركم بقاتله فشرعوا في السؤال عن حالها وصفها وسنها ولونها حتى امروا بذبح بقرة على صفة
کہ مردہ گائی کا ایک گوشت مردہ سی لگائیں تو مردہ زندہ ہو کر اس قاتل کا نام تمکو بتا دیگی پس اونہوں نی گائی کا حال اور قسم اور عمر اور رنگ پوچھنا شروع کیا آخر کو ایسی
لم يوجد تلك الصفة الا في بقرة واحدة ولم يبعها صاحبها الا بأن أخذ ملء جلدها ذهبا فاشتروها بذلك وذبحوها وضربوا
حکم ہوا کہ جو ایسی ایک ہی گائی تھی اور اوسکی مالک نی بیچی تو اوسکا چمڑا سونی سی بھروا لیا پھر اوسی قیمت کو مول لیکر ذبح کی اور گوشت کا ٹکڑا مردہ سی لگایا
القتيل ببعضها فحيي وسمى قاتله فقتلوه ولو انهم في ابتداء الامر ذبحوا اي بقرة كانت لكانوا ممتثلين لامر الله تعالى
مردہ زندہ ہوا اور قاتل کا نام بتایا گروہ پہلی حکم ہوتی ہی کوئی سی گائی ذبح کر دیتی تو فرمان الٰہی ادا ہو جاتا مگر وہ سی اور سختی تھی کو
لكنهم شددوا على انفسهم بالاستقصاء في السؤال فشدد الله تعالى عليهم وقد اشار النبي عليه السلام الى ذلك
سوال کرتی گئی اللہ تعالیٰ نی اونپر شدت کی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نی اوسی پر اشارہ کیا ہی
بقوله فانما هلك من كان قبلكم بكثرة سؤالهم واختلافهم على انبيائهم وانما كان كثرة السؤال والاختلاف على الانبياء
کہ جو تمسی پہلی گذری ہیں بہت سوال کرنی اور انبیاء علیہم السلام کا خلاف کرنی سی ہلاک ہوئی اور کثرت سوال اور انبیاء کا خلاف کرکر
سببا للهلاك لان الله تعالى انما بعثهم ليعلموا الناس ما يحتاجون اليه في دينهم ويبينوا ما فيه مصالح دنياهم واخراهم
اسلئی ہلاک ہو گئی کہ اللہ تعالیٰ نی انبیاء کو اسی لئی بھیجا ہی کہ لوگوں کو حاجت کی باتیں دین کی سکہاویں اور جس امر میں اونکی دنیا اور دین کا بھلا ہو جتلاویں
وجعل كلامهم اساسا على مواضعه ولا يجوز لهم ان يسكتوا عند الحاجة او يتكلموا على خلاف المصلحة وكثرة السؤال
اور اللہ تعالیٰ نی ہر ایک کی گفتگو کو کاروبار کا اساس پیدا کیا ہی اور اونکو جائز نہیں ہی کہ حاجت کی وقت چپ رہیں یا برخلاف مصلحت کچھ کہیں اونہیں
على من كان شانه هذا والاختلاف عليه امارة عدم الثقة بقوله وعلامة سوء الظن به ولا شك ان سوء الظن
ایسی لوگوں سی بار بار سوال کرنا اور اونسی خلاف کرنا نشانی بی اعتباری کی اونکی کہنی پر اور علامت بدگمانی کی ہی اور بلا شک بدگمانی
بالنبي يوجب الهلاك وقد قال المشائخ من قال لاستاذه لم لا يفلح ابدا فما ظنك بمن لا يتأدب بين يدي الرسول
ہلاک کر دیتی ہی اور مشائخ کا قول ہی جو کوئی اوستاد کی سامنی کہی کیوں اوسکا کبھی بھلا نہیں ہوتا پھر تیرا کیا گمان ہی اوسکی حق میں جو رسول علیہ السلام کی سامنی
وجاوز مقام التسليم والقبول ثم انه عليه السلام اشار بذكر كثرة السؤال الى ان بعض السؤال لا ضرر فيه وهو ما كان
ادب نکری اور تسلیم و قبولیت کی مقام سی بڑھ جاوی پھر نبی علیہ السلام نی کثرت سوال کی ذکر کرنی میں یہہ اشارہ فرمایا ہی کہ بعضا سوال نقصان نہیں کرتا یعنی
بقدر الحاجة واما السؤال عما لا يعنيهم ولا يليق بهم فهو تضييع للعمر ودليل على التردد وقد يكون سببا للوقوع في
حاجت کی موافق ہو اور جو بی فائدہ سوال ہو جو بیفائدہ ہیں اور اونکو لائق نہیں سو یہہ عمر تلف کرنی اور تردد کی نشانی ہی اور بعضی وقت آکہیں

ذبح کریگا

الزيغ والبدع لسوء الفهم وضعف البصيرة ومن اجل ذلك ضل من كان قبلهم من الامم السالفة واستوجبوا اللعن
سے نا سمجھی اور ضعف بصیرت کی کجی اور بدعتوں میں جا پھنستا ہے اور اسی سبب سے تمسے پہلی امتیں گمراہ ہو کر ملعون ہوگئیں اور اونکی
والمسخ وغير ذلك من البلايا والمحن وقوله عليه السلام واختلافهم معطوف على الكثرة لا على السؤال لان الاختلاف
صورتیں بدل گئیں اور سوا اسکی اور بہت بلائیں اور محنتیں ہوگئیں اور حدیث کا لفظ واختلافهم کثرت پر معطوف ہے سوال پر معطوف نہیں اسلئے کہ انبیاء
على الانبياء غير جائز قليلا كان او كثيرا لانه تعالى لم يجعل احدا منهم مستعدا للنبوة وامينا لوحيه الا وقد تكفل
کی مخالفت اصلا جایز نہیں ہے تھوڑی نہ بہت اسلئے کہ اللہ تعالی نے اونکو لائق نبوت کی اور امین اپنی وحی کا تب کیا ہے کہ آپ اونکی صواب اندیشی کا ذمہ دار
له بالاصابة وايده بالهداية الى الاصلح والارشد فعلى كل واحد من امته ان يلقي سمعه اليه ويشهد بقلبه بين
ہو لیا ہے اور امور اصلح اور ارشد میں ہدایت کی تائید کی ہے اب امت کی ہر ہر شخص کو لازم ہے کہ اونکی بات کان لگا کر سنے اور دل سے اونکے سامنے گواہی دے
يديه ويغتنم كلامه اذا تكلم وسكوته اذا سكت ويسد عنده باب الاختلاف ولا يفتح عليه باب الاعتراض بل يتبعه
اور اونکی کلام کو جب وہ کچھ فرماویں اور اونکی خاموشی کو جب چپ رہیں غنیمت سمجھے اور دروازہ اختلاف کا تیغہ کرے اور اعتراض کا باب کبھی نہ کھولے بلکہ اونکی اتباع کرے
اذ في معنى نبينا محمد عليه السلام غيره من الانبياء وقد قال الله تعالى في حقه واتبعوه لعلكم تهتدون وعلم من دين
کیونکہ اور سب انبیاء اطاعت میں بمنزلہ ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ہیں اور بیشک اللہ تعالی نے اونکے حق میں فرمایا ہے اور اونکی تابع رہو شاید تم راہ پاؤ اور
الصحابة ضرورة انهم كانوا يتبعونه في جميع افعاله واقواله من غير توقف ولا تردد اصلا الا ما قام فيه دليل على
صحابہ کی معاملات دینی سے یقینی معلوم ہے کہ صحابہ تمام افعال اور اقوال میں اونکی اطاعت کرتے تھے اصلا توقف اور تردد نہیں ہوتا تھا ان اگر کوئی دلیل
اختصاصه به فانهم قد خلعوا نعالهم حين خلع نعله ونزعوا خواتيمهم حين نزع خاتمه وكانوا يبحثون بحثا عظيما
کسی کام کی کہ ذات نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے خاص ہے پیدا ہو جاتی بیشک صحابہ ننگی پانو ہو جاتی تھی جب نبی جوتی نکالتے اور انگوٹھیاں نکال ڈالتے جب نبی انگوٹھی نکالتی
عن هيئة جلوسه ونومه وكيفية اكله وشربه وغير ذلك ليقتدوا به وانهم حين ارادوا التبتل والانقطاع
اور آپ کی طرز نشست اور خواب اور طریقہ کھانے اور پینے وغیرہ کی نسبت بہت بحث اور پوچھا پاچھی کرتے تھے تاکہ اونکی پیروی کریں اور جب صحابہ نے یہ عزم کیا
للعبادة ليلا ونهارا قال لهم اما انا فاكل واشرب وانام واتزوج النساء فمن رغب عن سنتي فليس مني فانظر كيف
رات دن صرف عبادت ہی کی ہو رہیں تو آپ نے فرمایا میں کھاتا بھی ہوں اور پیتا بھی ہوں اور سوتا بھی ہوں عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں پھر جو میری سنت سے پھر جاوے وہ میرا نہیں ہے تو
ردهم بفعله عما قصدوه مع انه قبل التامل يرى انه من اكبر الطاعات وافضل العبادات ولذلك قال ابو بكر الصديق
اب دیکھیے تو نبی صلعم نے صحابہ کو اوس ارادہ سے اپنا کام بتا کر کیونکر ہٹا دیا ہے باوجودیکہ تامل سے پہلے ظاہر یون معلوم ہوتا ہے کہ بڑی ہی طاعت اور افضل عبادت ہے اور اسی کی ابوبکر
دیننا مبني على المنقول لا على مناسبات العقول وقال الامام الغزالي في اصول الدين اياك ان تتصرف بعقلك
صدیق کہتے ہیں ہمارے دین کی بنیاد منقول پر ہے مناسبات عقلی پر نہیں ہے اور امام غزالی اصول الدین میں کہتے ہیں بچتا رہ عقلی تصرفات سے کہ
وتقول ما كان خيرا ونافعا فهو كلما كان اكثر كان انفع فان عقلك لا يهتدي الى اسرار الامور الالهية وانما
تو یہ نہ کہنے لگے جو بات بہتر اور مفید ہے تو جتنی زیادہ ہوگی مفید تر ہوگی کیونکہ امور الہی کی اسرار کو تیری عقل کہاں پا سکتی ہے اون اسرار کو
يتلقفها قوة النبي عليه السلام فعليك بالاتباع فان خواص الامور لا تدرك بالقياس او ما ترى كيف نوديت الى
قوت نبوی ہی اوٹھا سکتی ہے سو تجھکو صرف اتباع ہی لازم ہے کیونکہ بعضی خاص امور قیاس سے معلوم نہیں ہوتی کیا تو نہیں جانتا کیونکر تجھکو وسطی نماز کی بلایا
الصلوة ونهيت عنها جميع النهار وامرت بتركها بعد الصبح وبعد العصر وعند الطلوع والغروب والزوال وذلك يبقى الى
اور دنمیں سے ہر وقت پڑھنے کی ممانعت کی اور بعد صبح کی . اور بعد عصر کی اور عین طلوع اور غروب اور زوال پر حکم ترک نماز کا ہوا اور یہ تمام زمانہ
قدر ثلث النهار واثر الفساد ظاهر في قياسك هذا فانه كقولك الدواء نافع للمريض فكلما كان كان انفع ومن المعلوم
بقدر تہائی دن کی ہوتا ہے کیونکہ تیری اس قیاس میں تو فساد ظاہر معلوم ہوتا ہے یہ قیاس تو ایسا ہے جیسی دوا بیمار کو سود مند ہوتی ہے پھر جتنی زیادہ ہوگی زیادہ مفید ہوگی

کثرة

لكثرة الدواء ربما يقتل وقال في الاحياء اعلم ان الطبيب الحاذق كما يطلع في المعالجات على اسرار يستبعدها

کہ دوا کی کثرت بھی وقت مار ڈالتی ہے اور احیاء میں کہا ہے سمجھ تو طبیب حاذق جیسے معالجات میں ایسی ایسی اسرار جانتا ہے کہ ناواقف لوگ حیران ہوتے ہیں

من لا يعرفها فكذلك الانبياء اطباء القلوب والعلماء باسباب الحيوة الاخروية فلا تتحكم على سننهم بعقلك

ایسے ہی انبیاء دلوں کے طبیب ہیں اور اخروی زندگی کی اسباب سے واقف ہیں سو تو ان کی وضع پر عقلی تکی مت لگا

فتهلك فكم من شخص يصيبه عارض في اصبعه فيقتضي عقله ان يطليه حتى ينبهه طبيب حاذق ان علاجه

تو ہلاک ہو رہے گا بہت شخص ہوتے ہیں کہ اونکی انگلی دکھنی لگتی ہے اور اوسکی عقل میں آتا ہے کہ اسپر لیپ کرنا چاہیے یہاں تک کہ طبیب حاذق تجویز کرتا ہے کہ اسکا علاج

ان يطلي الكتف من الجانب الاخر من البدن فيستبعد ذلك من حيث انه لا يعلم كيفية انشعاب الاعصاب فكذا

بدن کی دوسری طرف کی مونڈھے پر لیپ کرنا چاہیے پھر اس میں وہ حیران ہوتا ہے اسلئے کہ پٹھوں کی راہ اور کیفیت سے واقف نہیں ہے ایسا ہی

الامر في طريق الاخرة ودقائق سننهم ليس في وسع العقل الاحاطة بها كما ان في خواص الاحجار امورا غاب عنا

حال آخرت کی راہ کا ہے اسکی دقیق عقل کی احاطہ میں نہیں سما سکتی جیسی پتھروں میں بعضی ایسی خواص ہیں کہ ہم نہیں جانتے

علمها حتى لا نعرف السبب الذي به يجذب المقناطيس الحديد والعجائب في العقائد والاعمال اكثر مما في الادوية

یہانتک کہ ہمکو اسکا سبب معلوم نہیں کہ مقناطیس لوہے کو کیوں کھینچ لیتا ہے اور عقائد اور اعمال کی عجائب تو دوا داروں سے بہت زیادہ ہیں

فكما ان العقول تقصر عن ادراك منافع الادوية مع ان التجربة سبيل اليها فكذلك العقول تقصر عن ادراك

جیسے کہ عقلیں دوا داروں کی تاثیرات سے واقف نہیں ہیں باوجودیکہ تجربہ کو بھی ادھر راہ ہے ایسی ہی عقلیں حیات اخروی کی مفیدوں کی سمجھ سے قاصر ہیں

ما ينفع في الحيوة الاخرة مع ان التجربة غير متطرقة اليها وانما يكون ذلك لو رجع الينا بعض الاموات فاخبرونا

باوجودیکہ تجربہ کو بھی ادھر کوئی راہ نہیں یہ حال جب معلوم ہوتا اگر کوئی مردہ ہمارے پاس چلا آتا پھر ہمکو بتا دیتا

عن الاعمال المقربة الى الله تعالى والمبعدة عنه وكذا العقائد وذلك مما لا يطمع فيه فيكفيك من منفعة العقل

کو کسی اعمال اللہ تعالی سے نزدیک کر دیتے ہیں اور کونسی دور ڈالدیتے ہیں اور ایسی ہی عقاید اور اسکی تو کوئی امید نہیں ہے اب عقل کا اتنا فائدہ ہی بہت ہے

ان يهديك الى صدق النبي عليه السلام ويفهمك موارد اشاراته ثم اعزله عن التصرف ولازم الاتباع فلا

کہ تجھکو واسطے تصدیق نبی علیہ السلام کی ہدایت کرتی ہے اور موارد اشارات سمجھا دیتی ہے پھر عقل کو تصرف سے بیکار رکھکر اتباع لازم کر لے تیری

لا تسلم الا به قال بعض العلماء العقل يوصلك الى صدق النبي عليه السلام ثم تتركه وتقتدي بالنبي عليه السلام

سلامتی اسی میں ہے بعضے علماء کہتے ہیں عقل تجھکو نبی علیہ السلام کی تصدیق تک پہنچا دیتی ہے پھر تو اوسکو چھوڑ اور افعال اور ترک افعال میں نبی کی

في افعاله وتركه كالفرس في سفرك الظاهر فانه يوصلك الى البحر ثم تتركه وتركب في السفينة وتقتدي بالملاح في

پیروی کر جیسے گھوڑا ظاہری سفر میں دریا تک پہنچا دیتا ہے پھر تو اوسکو چھوڑ کر کشتی میں سوار ہوتا اور اوسکی چلائی اور ٹھہرائی میں ملاح کی پیروی کر

مجريها ومرسيها وقال الشيخ الكلاباذي ان الله تعالى لم يبن امور الدين على عقول العباد ولم يعد ولم يوعد

اور شیخ کلاباذی کہتا ہے کہ اللہ تعالی نے امور دین کی بنا بندوں کی عقلوں پر نہیں رکھی ہے اور نہ وعدہ کیا ہے اور نہ وعید

على ما يحتمله عقولهم ويدركونه بافهامهم او يقيسونه بارائهم بل وعد واوعد بمشيته وارادته وامر ونهى

موافق عقلی احتمالات کی کہ اوسکو وہ اپنی فہم اور رای سے سمجھ لیں اور جانچ لیں بلکہ وعدہ اور وعید اپنی مشیت اور ارادہ کی موافق اور امر اور نہی

بحكمته وعلمه ولو كان كل ما لا يدركه العقول مردودا لكان اكثر الشرايع مستحيلا على موضوع عقول العباد و

اپنی حکمت اور علم کی مطابق کیا ہے اور اگر جو امر کہ عقل سے دریافت نہیں ہو سکتا ہو مردود ہوتا تو اکثر احکام شرعی موافق موضوع عقول عباد کی محال ہو جاتی اور

ذلك ان الله تعالى اوجب الغسل بخروج المني الذي طاهر عند بعض الصحابة وكثير من فقهاء الامة واوجب غسل

وہ یہ امور ہیں کہ اللہ تعالی نے منی کی نکلنے سے جو کہ نزدیک بعضی صحابہ کی اور اکثر فقہاء امت کی پاک ہے نہانا واجب کیا ہے

الاطراف من خروج الغائط الذی لاخلاف بین الامۃ وسائر من یقوم بہ العقل من غیرہا علی نجاستہ و
اور انکا اسکی نکلنی سی حرف ہاتھ پانو وغیرہ اعضاء وضو کا دہونا واجب کیا جسکی نجاست اور پلیدی اور عقلا میں سی کسیکو اسمیں بحث نہیں
قذارتہ ونتنہ واوجب بریح تخرج من موضع الحدث ما اوجبہ بخروج الغائط الکثیر الفاحش فبای عقل
درتمام عقلاء وراراست کو اصلا خلاف نہیں ہی اور موضع حدث سی ہوا کی نکلنی پر بہی وہی واجب کیا جو پاخانہ کی نکلنی پر جو بہت فحش ہی کام
تستقیم ہذا وبای رای یجب صیانۃ ریح لیس لہا عین قائمۃ لما یقوم عینہ ویزید علی الریح نتنا وقذارۃ
سی درست ہو سکتا ہی اور کونسی رای میں ہوا جسکی کچھ جسمیت قائم نہیں ہی برابر ہو سکتی ہی اوسکی ساتھ جو جسم ہی اور ہوا پر باعتبار بدبو اور نجاست کی زیادتی
واوجب قطع یمین مؤمن بسرقۃ عشرۃ دراہم وعند البعض بثلثۃ دراہم او دون ذلک ثم یسوی بین ہذا القدر
اور دس درہم چوری پر اور بعضوں کی نزدیک تین درہم کی چوری پر یا اسی کمتر پر مؤمن کا داہنا ہاتھ کاٹنا واجب کیا ہی پہر اتنی مقدار مال سی بڑہ کر
من المال وبین مائۃ الف دینار ویکون القطع فیہما سواء واعطی الام من ولدہا الثلث ثم ان کان للمتوفی اخوۃ
لاکہہ اشرفی تک وہی داہنا ہاتھ کاٹنا برابر ہی اور ماکو بیٹا بیٹی کی ترکہ میں سی تہائی دلایا ہی پہر اگر میت کی ادنی دو بہائی بہن ہوں
جعل لہا السدس من غیر ان یرث الاخوۃ من ذلک المیت شیئا فبای عقل یدرک ہذا الا تسلیما وانقیادا یسرنا
توماکی لئی چہٹا حصہ ہی حالانکہ وہ بہائی بہن بہی میت کی کچہ وارث نہیں ہوتی ہیں پہر کونسی عقل میں آسکتا ہی بجز تسلیم اور اطاعت کی آسان کیا ہمکو
اللہ تعالی بلطفہ وکرمہ تسلیما وانقیادا المجلس التسعون فی بیان سبق رحمۃ اللہ وغلبتہا علی غضبہ و
اپنی لطف سی تسلیم اور اطاعت آسان کرے نوّی مجلس رحمت الہی کی سبقت میں اور اوسکی غلبہ میں غضب پر اور دونوں کی حقیقت میں
قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لما قضی اللہ الخلق کتب کتابا فہو عندہ فوق عرشہ ان رحمتی سبقت
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نی فرمایا جب اللہ تعالی خلقت کو پیدا کر چکا تو ایک حکم لکہا سو وہ عرش کی اوپر اوسکی پاس ہی بیشک میری رحمت میری غضب سی
غضبی وفی روایۃ ان رحمتی غلبت غضبی ہذا الحدیث من صحاح المصابیح رواہ ابو ہریرۃ ومعناہ ان اللہ تعالی
سابق ہی اور ایک روایت میں ہی بیشک میری رحمت میری غضب پر غالب ہی یہ حدیث مصابیح کی صحیح حدیثوں میں ہی ابو ہریرہ کی روایت ہی اسکی معنی یہ ہیں کہ
لما خلق الخلق حکم حکما جازما ووعد وعدا لازما ان رحمتہ سبقت وغلبت غضبہ فالرحمۃ عبارۃ عن
جب خلقت کو پیدا کر چکا تو حکم یقینی اور وعدہ ضروری دیا کہ اوسکی رحمت غضب پر سابق اور غالب ہی سو رحمت کیا ہی ارادہ ثواب دینی کا
ارادۃ الاثابۃ للمطیع والغضب عبارۃ عن ارادۃ الانتقام من العاصی فعلی ہذا کان کل واحد منہما صفۃ من
مطیع کو اور غضب ارادہ بدلا لینی کا گنہگار سی اس بیان کی موافق رحمت اور غضب دونو
صفات اللہ تعالی راجعۃ الی الارادۃ ومن المعلوم قطعا ان صفاتہ تعالی کلہا قدیمۃ لا یوصف بعضہا بکونہ
اللہ تعالی کی صفات میں انجام انکا ارادہ ہی اور یقینی معلوم ہی کہ تمام صفات الہی قدیم ہیں کوئی کسی پر نہ سابق ہو سکتی ہی
سابقا او غالبا علی الاخر فلزم ان یقال المقصود من ہذا الکلام بیان سعۃ رحمۃ اللہ تعالی وشمولہا علی الخلق
اور نہ غالب ایسا چار تاچار ہونا پڑا کہ اسی مقصود بیان کرنا وسعت رحمت الہی کا ہی اور اسکا عموم اور شمول خلق پر
لانہا تتعلق بالمطیع والعاصی والصغیر والکبیر واما الغضب فلا یتعلق الا بالعاصی ثم ان قسط الخلق من الرحمۃ اکثر
کیونکہ رحمت مطیع اور گنہگار اور صغیر اور کبیر سب پر ہوتی ہی اور اغضب سو فقط عاصی ہی پر ہوتا ہی پہر بیشک رحمت میں سی حصہ خلقت کا زیادہ
من قسطہم من الغضب لانہم ینالون الرحمۃ من غیر استحقاق ولا ینالون الغضب الا باستحقاق فصارت الرحمۃ
بہ نسبت حصہ غضب کی کیونکہ وہ لوگ بدون استحقاق کی ہی رحمت پاتی ہیں اور غضب میں بدون استحقاق کی گرفتار نہیں ہوتی اب گویا رحمت
کانہا السابقۃ الغالبۃ بالنسبۃ الی الغضب ثم ان الرحمۃ تقتضی دفع المضار عن الغیر وایصال المنافع الیہ
غضب کی سابق اور غالب ہی پہر بیشک رحمت غیر سی مضرت دور کرنی کا اور فائدہ پہنچانی کی تقاضا کرتی ہی اوسکو

كرهتها نفسه وشقت عليها وهذه هي الرحمة الحقيقية الا ترى ان الاب كان من رحمته بولده ان يمنعه عن شهواته

اوسکا نفس پسند نکری اور اوسپر دشوار ہو تو مرتبہ حقیقی رحمت کا ہی کیا تو نہین جانتا کہ باپ کی رحمت بیٹی کی حق مین یہہ ہی کہ اوسکو شہوات سی بند کری

ويكرهه على العلم والادب بالضرب وغيره ومتى اهمل ذلك من ولده كان ذلك من عدم رحمته به وان ظن انه من

اور علم ادب مار مار کر سکہاوی اور یہہ طریقہ اگر بیٹی سی موقوف رکہی گا تو یہہ اسپر بی رحمی ہی اگرچہ بیٹا یہہ سمجہی

رحمته به فان هذه الرحمة مقرونة بالجهل كرحمة الام ولذلك كان من رحمة الله تعالى بعباده ان يبتليهم

کہ یہی رحمت ہی کیونکہ یہہ رحمت جہالت کی راہ سی ہی جیسی ماں کی رحمت اسی لیئی رحمت الہی بندون پر یہہ ہی کہ اونکو اوامر اور نواہی مین

بالاوامر والنواهي لا لحاجة منه اليهم بما امرهم به ولا لبخل منه عليهم بما نهاهم عنه بل ليهتدوا الى صراط مستقيم

آزمانا ہی نا ماموربہ مین الله تعالی کی کوئی غرض نہین ہی اور نہ منہیات مین اوسکی کچہہ بخل ہی تاکہ ہدایت پاوین سیدہی راہ دین

ويدخلوا في النعيم المقيم ومن رحمته ايضا انه نغص عليهم الدنيا وكدرها وسلط عليهم البلاء فيها حتى يفطمهم عنها لئلا

اور دائمی عیش مین داخل ہون اور یہہ بہی اوسکی رحمت ہی کہ دنیا کو اونپر کمتر اور مکدر اور بلا اونپر مسلط کر رکہی ہی کہ دنیا سی بچین تاکہ دنیا مین

يطمئنوا بها وبالغواشيها وينقطعوا عن منازل الاخرة فانه تعالى ساقهم الى تلك المنازل بسياط الابتلاء فمنعهم

باطمینان خاطر ہو کر نہایت درجہ کی محبت نکرین اور منازل آخرت سی الگ نہ ہو رہین بیشک الله تعالی نی اونکو اون منازل پر ابتلا کی تازیانون سی روانہ کیا ہی تاکہ اونکو

ليعطيهم وابتلاهم ليبقيهم واماتهم ليحييهم فان العبد متى ابتلي ينكسر سورة نفسه ويذهب صفات البشرية

بند کیا تا کہ عطا کری اور مبتلا کیا تا کہ برقرار رکہی اور موت دی تاکہ پہر زندہ کری کیونکہ بندہ جب مبتلا ہو جاتا ہی تو اوسکا نفس کی تیزی گہٹ جاتی ہی اور صفات بشری جاتی رہتی ہی

وينقطع عنه مراد الهوى ولذة الدنيا ويتوجه عند كل سراء وضراء الى مولاه ويالف الاقبال عليه ويستوي عنده

اور مرادہ ہوا و ہوس اور دنیا کی لذت منقطع ہو جاتی ہی اور ہر حال خوشی اور رنج مین اپنی مولی کیطرف متوجہ رہتا ہی اور اوسکی طرف توجہ سی الفت پکڑ کر اوسکی سامنی

بالصبر والرضى بين يديه الى ان يرفعه الى درجة الاولياء والاحباب لان البلاء يسبك العبد فكانه تعالى يسبك

صبر اور رضا کو وطن کر لیتا ہی یہان تک کہ اوسکو اولیا اور احباب کی درجہ پر سربلند کر دیتا ہی کیونکہ مصیبت بندہ کو سانچہ مین اوتارتی ہی

عبده المؤمن بنار المحنة والبلاء ليصفيه من كدورات اخلاق البشرية ليصلح لولايته ومحبته وهذا هو السعادة

گویا الله تعالی اپنی مؤمن بندہ کو بلا اور محنت کی آگ سی ڈہالتا ہی تاکہ اخلاق بشری کی میل سی صاف ہو کر قابل ولایت اور محبت کی ہو جاوی اور سعادت عظمی

العظمى والكرامة الكبرى لكن وقع الجهل من بني ادم وطلبوا السعادة والكرامة بالدين الفاسد والدنيا الفانية وهما

اور کرامت کبری یہہ ہی ہی لیکن بنی آدم سی بڑی جہالت ہوئی کہ اونہون نی سعادت اور کرامت دین فاسد اور دنیا فانی کی وسیلہ سی طلب کی اور یہہ دونو

في الحقيقة ضد المطلوب ففاتهم مطلوبهم من حيث قصدوه ووقعوا في الالم من حيث اجتنبوه وذلك لان الاعمال التي

حقیقت مین مطلوب کی ضد ہین سو اونکا مطلوب جس راہ سی طلب کیا تہا فوت ہو گیا اور بچتی ہوئی الم مین آپڑی اور یہہ اسواسطی کہ لوگ جو اعمال

يعملها الناس اما ان يتخذوها دينا اولا وما اتخذوها دينا اما ان يكون دينا حقا اولا فالنعيم المقيم لا يكون الا في الدين

کرتی ہین یا تو اوسکو دین سمجہتی ہین یا نہین سمجہتی اور جسکو دین سمجہتی ہین یا وہ دین حق ہوتا ہی یا دین حق نہین ہوتا سو عیش دائمی تو صرف دین حق ہی مین ہوتی ہی

الحق فاذا هم اصحاب النعيم المقيم كما اخبر الله تعالى به في كتابه في مواضع عديدة من جملتها قوله تعالى في حق المتقين

اور اہل دین حق کی وہی عیش دائمی اصحاب ہین چنانچہ الله تعالی اپنی کتاب مین کئی جگہ اسکی خبر دیتا ہی انہین سی ایک یہہ آیت ہی پرہیزگار ہدایت والون کی حق مین

المؤمنين اولئك على هدى من ربهم واولئك هم المفلحون وقوله تعالى فمن اتبع هداي فلا يضل ولا يشقى وقوله تعالى

اونہون نی پائی ہی راہ اپنی رب کی اور وہ ہی مراد کو پہنچی اور یہہ آیت پہر جو چلا میری بتائی راہ نہ وہ بہکیگا نہ وہ تکلیف مین پڑیگا اور یہہ آیت

فمن اتبع هداي فلا خوف عليهم ولا هم يحزنون وقوله تعالى ان الابرار لفي نعيم وان الفجار لفي جحيم والقران مملوء من مثل

تو جو کوئی چلا میری بتائی راہ پر نہ ڈر ہوگا اونپر اور نہ اونکو غم اور یہہ آیت بیشک نیک لوگ ہین آرام مین اور بیشک گنہگار دوزخ مین ہین اور قرآن اس قسم

النعیم المقیم لاهل الهدایة والعمل الصالح فی الاخرة وبوعید الجحیم لاهل الضلالة والعمل السیئ فیها وذلك مما
اور وعید سی پر ہی کہ آخرت میں ہدایت اور نیک اعمال والوں کی لئی عیش دائمی ہی اور گمراہوں اور بدکاروں کی واسطی دوزخ ہی اور اسی مضمون پر
اتفق علیه الرسل من اولهم الی اخرهم واما المصائب التی تصیبهم فی الدنیا فان لم یکن لهم ذنب تکون تلك
تمام رسل اول سی آخر تک متفق ہیں اور رہیں وہ مصیبتیں جو دنیا میں پڑ جاتی ہیں اگر وہ لوگ خطا کی ہیں تو وہ مصائب سی عقبی
المصائب لرفع الدرجات فی العقبی علی ما جاء فی الحدیث ان الرجل لتکون له عند الله منزلة فما یبلغها بعمله
میں رفع درجات ہو دیگا چنانچہ حدیث میں آیا ہی کہ بعضی شخص کا اللہ کی ہاں مرتبہ ہوتا ہی اور وہ بذریعہ عمل کی حاصل نہیں کر سکتا
فما یزال الله تعالی یبتلیه بما یکرهه حتی یبلغه ایاها والاحادیث فی هذا المعنی کثیرة وان کان لهم ذنب تکون
پہر اللہ تعالی ہمیشہ اوسکو مکروہات میں مبتلا رکہتا ہی آخر وہ درجہ لیلیتا ہی اور اس مضمون کی حدیثیں بہت ہیں اور اگر وہ لوگ خطاوار ہیں تو وہ
تلك المصائب بسبب ذنوبهم کما قال الله تعالی وما اصابکم من مصیبة فبما کسبت ایدیکم فتکون تلك
مصیبتیں اونکی گناہوں کا وبال ہی چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہی اور جو پڑی تمپر کوئی سختی سو بدلا اوسکا جو کمایا تمہاری ہاتہوں نی پہر وہ مصیبتیں
المصائب کفارة لذنوبهم علی ما روی عن ام المؤمنین عائشة انه علیه السلام قال اذا کثر ذنوب العبد
اونکی گناہ صاف کر دیتی ہیں موافق روایت ام المؤمنین عائشہ کی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا جب آدمی کی گناہ بڑہ جاتی ہیں
ولم یکن له ما یکفرها ابتلاه الله تعالی بالحزن لیکفرها وفی حدیث اخر رواه ابو هریرة انه علیه السلام قال
اور کفارہ ہوتا نہیں تو اللہ تعالی غم میں مبتلا کر دیتا ہی تاکہ گناہوں کو صاف کر دی اور ایک اور حدیث میں ہی ابو ہریرہ کی روایت سی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا
لا یزال البلاء بالمؤمن والمؤمنة فی نفسه وماله وولده حتی یلقی الله تعالی وما علیها من خطیئة الا ان بعض
ہمیشہ مؤمن مرد اور مؤمن عورت پر بلا نازل رہتی ہی جان پر اور مال پر اور اولاد پر یہاں تک کہ اللہ تعالی کی ہاں صاف ہو کر چلا جاتا ہی اوسکی ذمہ کوئی گناہ
منهم مع کونه متلوثا بالاثام یظن انه قائم علی الدین الحق بالتمام ویتهم ربه لجهله ولا یعلم احسانه الیه
نہیں ہوتا لیکن بعضی لوگ باوجودیکہ گناہوں میں آلودہ ہوتی ہیں پہر گمان پکاتی ہیں کہ ہم دین حق پر خوب قایم ہیں اور اپنی جہالت سی رب پر تہمت لیتی ہیں یہ نہیں جانتی
ویقول اذا اصابه نوع من البلاء یا رب ما ذنبی حتی فعلت بی هذا ویعتقد ان السلامة والراحة فی الدنیا للصالحین
کہ اوسکا کتنا احسان ہی اور جب اوسپر کسیطرح کی بلا آتی ہی تو کہتا ہی الہی میری کیا خطا ہی جو تو نی میری ساتہہ ایسا کیا اور یہ سمجہتا ہی کہ دنیا میں سلامتی اور آرام
والمحنة والمشقة فیها للطالحین ویعتمد علی ذلك الاعتقاد وذلك الاعتقاد فتنة عظیمة صدت کثیرا من الخلق
صالحوں کی لئی ہی اور محنت مشقت بدکاروں کو ہی اور اسی پر بہروسہ کئی ہوئی ہی اور ایسا اعتقاد بڑا ہی فتنہ ہی اس فتنہ نی بہت خلقت کو دین حق پر قایم رہنی سی
عن القیام علی الدین الحق واصله الجهل بحقیقة الدین الحق ومن هذا الجهل یتولد الاعراض عن القیام علی
بند کر دیا ہی اور اصل میں یہ جہالت ہی کہ دین حق کی حقیقت نہیں جانتا اور اس جہالت سی بہت ایسی غفلتیں پیدا ہوتی ہیں جنکی مارے دین حق پر
الدین الحق حتی فسد بذلك الاعتقاد کثیر من عابد جاهل لا بصیرة له فی امور الدین وناسك منتسب الی
قایم نہیں رہتا یہاں تک کہ اس اعتقاد سی بہت جاہل عابد بگڑ گئی جنکو امور دین میں کچہہ سمجہہ نہ تہی اور بہت پرہیزگار نام کی سالم جنکو
العلم لا معرفة له بحقائق الدین اذ من المعلوم قطعا ان العبد وان کان مؤمنا بما جاء به النبی علیه السلام
حقایق دین سی کچہہ معرفت نہ تہی اسواسطی کہ اتنی بات یقینا معلوم ہی کہ آدمی اگرچہ احکام شرعی نبی کی لائی ہوئی پر ایمان لایا ہو
الا انه محتاج الی ما لا بد له منه من جلب النفع ودفع الضرر واذا اعتقد ان القیام علی الدین الحق ینافی ذلك ومن یتمسك
مگر وہ اپنی ضروریات کا محتاج ہوتا ہی نفع اوٹہانا اور نقصان دفع کرنا اور جب یہہ اعتقاد کر لیگا کہ دین حق پر قایم ہونا اسکی برخلاف ہی اور جسنی دین حق کا
به یتعرض بما لا یقدر علیه من البلاء ویفوته حظوظه ومنافعه العاجلة ویلزم من ذلك اعراضه عن حال
تمسک کیا تو نشانہ ایسی بلا کا ہوگا جسکی طاقت نہو اور اوسکو منفعت حالی سی کچہہ بہرہ نہو گا تو اس سی لازم آتا ہی کہ وہ مقرب لوگ گذری ہو دیکی حال پر

السابقين المقربين بل عن حال المقتصدين اصحاب اليمين بل دخوله في زمرة الظالمين بل في زمرة المنافقين حتى
سوء حسبہو بلکہ راہ رست والوں کی حال پر بہی حود اہی ہے والی ہیں بلکہ لازم آتا ہی کہ ظالموں کی زمرہ میں داخل ہو بلکہ منافقوں میں یہاں تک
سمع من بعضهم يقول اذا انبت الى الله تعالى وعملت عملا صالحا يضيق رزقي ويكدر معيشتي واذا رجعت الى
کہ سنا گیا ہی کہ بعضی لوگ کہتی ہیں کہ جب میں اللہ کیطرف رجوع اور اعمال نیک کرتا ہوں تو میری روزی تنگ اور عیش کی لذت ہوتا ہی اور اگر معصیت پر
المعصية واعطيت نفسي مرادها يتسع رزقي ويحسن معيشتي وهذا من جهله بدين الله ووعده ووعيده وما
نفس کی مراد ہوا ہوس پوری کرتا ہوں تو رزق فراخ اور معیشت درست ہوجاتی ہی اور یہہ اسلئے کہ اللہ کی دین کو اور اوسکی وعدہ اور وعید کو نہیں جانتا
معه من الدين الحق حيث يظن انه قائم على الدين الحق ويفعل ما امر به ويترك ما نهي عنه مع انه كثيرا ما يترك
اور نہ اپنی دین کو جانتا ہی کیونکہ یہہ حیال کرتا ہی کہ میں دین حق پر قایم ہوں اور مامور بہ پر عمل اور منہیات کو ترک کرتا ہوں باوجودیکہ اکثر اوقات بہتیری الیسی
كثيرا من الامور الواجبة عليه لعدم علمه بها ولا بوجوبها فيكون من اهل التقصير في العلم بل كثيرا ما يتركها بعد العلم
امور جو اوسپر واجب ہوتی ہیں کی علمی مطلق نہیں یا عدم واجب سمجھہ کر ترک کردیتا ہی سو علم کی باب میں صاحب تقصیر ہو جاتا ہی بلکہ اکثر امور واجبہ جان بوجہہ کر
بها وبوجوبها اما كسلا وتهاونا او لنوع من التاويل الباطل او لظنه انه متشغل بما هو اهم منها او لغير ذلك
ترک کرتا ہی یا تو مارے سستی اور کاہلی کی یا کوئی جھوٹا بہانہ کرکی یا اوس وہم سی کہ ہم اوس سی بہی ضروری کار میں لگے ہوئے ہیں یا اور کسی وہم سی
بل كثيرا ما يتعبد لله تعالى بترك ما هو واجب عليه من الامر بالمعروف والنهي عن المنكر مع قدرته عليه ويزعم
بلکہ اکثر اوقات اللہ کی عبادت کرتا ہی اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو جو اوسکی ذمہ واجب ہی قدرت ہوئی ہوئی ترک کردیتا ہی اور کہتا لوگ ہی
انه متقرب الى الله تعالى بترك ما لا يحبه ويظن انه قائم على الدين الحق ولا يعلم انه من امقت الخلق الى
کہ ہم بیہودہ امور کو ترک کرکر قربت الٰہی پیدا کرلی ہیں اور حیال یہہ کرتا ہی کہ دین حق پر قایم ہوں اور یہہ حبر ہی نہیں کہ حدا تعالی کا سب سی زیادہ مردود
الله تعالى وابغضهم له بل كثيرا ما يتعبد لله تعالى بما حرمه الله تعالى عليه ويعتقد انه طاعة وعبادة وحاله
اور سب سی زیادہ مبغوض ہی بلکہ اکثر اوقات حرام کو عمل میں لاکر عبادت کرتا ہی اس اعتقاد پر کہ یہہ طاعت اور عبادت ہی اب اوسکا حال
في ذلك شر من حال من يفعل ذلك ويعتقد انه معصية وذنب كاصحاب التغني الذين يتقربون الى الله تعالى
اوس شخص سی بدتر ہی جو حرام کو گناہ اور معصیت سمجھہ کر کرتا ہی جیسی تغنی یعنی پیر زادہ مزامیر سنکر حدا کی قربت چاہتی ہیں
ويظنون انهم اولياء الله تعالى واحباؤه وكثير من الناس اذا غلب عليه عدوه وهو يعد نفسه من الصالحين
اور گمان کرتی ہیں کہ ہم حدا کی دوست اور محبوب ہیں اور اکثر لوگ جب اوسپر دشمن غالب ہوجاتا ہی اور وہ اپنی گمان میں صالح ہیں
وعدوه من الفاسقين وفي ظنه انه من كل وجه محق ومظلوم وعدوه باطل وظلوم يقول ان اهل الحق في
اور اونکا دشمن فاسق ہی اور اپنی گمان میں ہرحال حق پر ہیں اور مظلوم ہیں اور دشمن باطل پر ہی اور ظالم ہی تو کہتی ہیں کہ حق والی دنیا میں
الدنيا مغلوب ومقهور واهل الباطل مرفوع ومنصور مع ان الامر في الحقيقة ليس كذلك بل قد يكون معه
مغلوب اور مقہور ہی ہوتی ہیں اور اہل باطل سربلند اور صحیاب ہوتی ہیں باوجودیکہ حقیقت میں حال یوں نہیں ہی بلکہ کبہی وہ خود بہی
نوع من الظلم والباطل ومع عدوه نوع من الحق والعدل الا ان الانسان لكونه مجبولا على حب نفسه وعلى
کچہہ کچہہ ظلم اور باطل پر اور اوسکا دشمن ایک طرح کی حق اور عدل پر ہوتا ہی لیکن آدمی اپنی محبت اور دشمن کی عداوت پیدایشی رکہتا ہی
بغض خصمه لا يرى الا محاسن نفسه ومساوي خصمه بل قد يشتد حبه لنفسه حتى يرى مساويها محاسن
پہر اسکو بجز اپنی خوبیوں اور دشمن کی برائیوں کی کچہہ نہیں سوجہتا بلکہ بعضی دفعہ اپنی محبت اتنی بڑہ جاتی ہی کہ اپنی برائیوں کو بہی حسنات سمجہتا ہی
ويشتد بغضه لخصمه حتى يرى محاسنها مساوي وهذا من جهله المقرون بالظلم والهوى وبعدم علمه بوعد
اور دشمن کی عداوت اتنی ہوجاتی ہی کہ اوسکی خوبیوں کو بہی برا جانتا ہی اور یہہ جہالت اوسکی ظلم اور ہوائی نفس کی سبب سی ہی اور اللہ تعالی کی وعدہ

الله تعالى ووعيده وما معه من الدين الحق فانه تعالى قد ضمن فى كتابه نصر دينه الحق والقائمين به علما
اور وعید کا اور اپنی دین حق کا علم نہین ہی بیشک اللہ تعالی اپنی کتاب مین دین حق کی اور جو دین پر باعتبار علم اور عمل کی قایم ہین انکی امداد کا ضامن
وعملا ولم يضمن نصر الباطل ولو اعتقد صاحبه انه على الحق وكذا كل من العزة والرفعة انما يكون لاهل
ہوا ہی اور باطل کا مددگار نہین ہی اگرچہ باطل والا اپنی تئین حق پر جانا کری اور ایسی ہی تمام عزت اور رفعت واسطی دینداروں کی ہی
الدين الذى به بعث الله رسله وانزل كتبه كما قال الله تعالى ولله العزة ولرسوله وللمؤمنين وقال
جسکی واسطی اللہ تعالی نی رسول بھیجی اور کتابین اتارین چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہی اور زور اللہ کا ہی اور اوسکی رسول کا اور ایمان والوں کا اور فرمایا
الله تعالى وانتم الاعلون ان كنتم مؤمنين فللعبد من العزة والرفعة بحسب ما معه من الايمان وحقائقه
اللہ تعالی نی اور تم ہی غالب رہوگی اگر تم ایمان رکھتی ہو سو آدمی کی لئی عزت اور رفعت وتنی ہوتی ہی جتنا باعتبار علم اور عمل کی اوسکا ایمان
علما وعملا فاذا فاته حظ من العزة والرفعة ففى مقابلة ما فاته من حقايق الايمان علما وعملا وكذا النصر
اور ایمانی حقایق ہوتی ہین پھر اگر اوسکی عزت اور رفعت کچھ گھٹ جاتی ہی سو وتنی ہی جو اوسکی ایمان مین باعتبار علم اور عمل کی فرق آتا ہی اور ایسی ہی پوری
التام والتائيد الكامل انما يكون لاهل الايمان الكامل وقد يقع الغلط فى كثير من الناس ويعتقد انه تعالى
امداد اور کامل تائید اوسہی کی ہی کہ جسکا ایمان کامل ہی اور بیشک اکثر لوگوں کو غلطی ہو جاتی ہی کہ یہہ اعتقاد کرتا ہی کہ اللہ تعالی
لا يؤيد صاحب الدين الحق ولا ينصره ولا يجعل له العافية فى الدنيا بوجه من الوجوه بل يعيش فيها طول
دین حق والی کی نہ تائید کرتا ہی اور نہ نصرت اور نہ اوسکو کسیطرحکا دنیا مین ارام دیتا ہی بلکہ دنیا مین تمام عمر
عمره مظلوما مقهورا مع امتثاله بما امر به ظاهرا وباطنا وانتهائه عما نهى عنه ظاهرا وباطنا ويظن ان
مظلوم اور مغلوب رہتا ہی باوجودیکہ مامور بہ کی ظاہر و باطن مین اطاعت کرتا ہی اور منہیات سی ظاہر اور باطن مین بچتا ہی اور یہہ خیال کرتا ہی
اهل الدين الحق يكونون فى الدنيا اذلاء مقهورين فاذا ذكر بما وعده فى القران يقول هذا فى الاخرة فقط ولا يثق
کہ دین حق والی دنیا مین خوار اور مغلوب ہی ہوتی ہین اور جب اوسکی سامنی قرآن کا وعدہ بیان کرو تو کہنی لگی یہہ صرف آخرت ہی مین ہی اور اللہ کی وعدہ
بوعد الله تعالى بنصر دينه واهله فى الدنيا والاخرة وهذا من سوء الفهم لانه تعالى بين فى كتابه انه ينصر
پر یقین نہین کرتا کہ اپنی دین اور دینداروں کا دنیا اور آخرت دونوں مین مددگار ہی اور یہہ اوسکی نافہمی ہی کیونکہ اللہ تعالی نی اپنی کتاب مین بیان فرمایا ہی کہ
المؤمنين فى الدنيا والاخرة قال انا لننصر رسلنا والذين امنوا فى الحيوة الدنيا ويوم يقوم الاشهاد وقال تعالى
مؤمنوں کی دنیا اور آخرت مین مدد کریگی فرمایا ہم مدد کرتی ہین اپنی رسولوں کی اور ایمان والوں کی دنیا کی جیتی اور جب کھڑی ہونگی گواہ اور فرمایا اللہ تعالی نی
ولو قاتلكم الذين كفروا لولوا الادبار ثم لا يجدون وليا ولا نصيرا سنة الله التى قد خلت من قبل ولن تجد
اور اگر لڑتی تمسی کافر تو پھیرتی پیٹھ پھر نہ پاویں کوئی حمایتی نہ مددگار رسم پڑی اللہ کی جو چلی آئی ہی پہلی سی اور نہ تو دیکھیگا
لسنة الله تبديلا وهذا خطاب للمؤمنين القائمين بحقائق الايمان ظاهرا وباطنا وقال الله تعالى
رسم اللہ کی بدلتی اور یہہ خطاب اون مؤمنوں کو ہی جو حقایق ایمان پر ظاہر و باطن میں قایم ہین اور فرمایا اللہ تعالی نی
والعاقبة للمتقين والمراد بالعاقبة العافية فى الدنيا قبل الاخرة لانه تعالى ذكر ذلك فى سورة الاعراف حكاية عما
اور آخر بھلا ہی ڈر والوں کا اور مراد عاقبت سی دنیا کا انجام ہی آخرت سی پہلی اسلئی کہ اللہ تعالی نی اسکو سورۂ اعراف مین موسی نبی علیہ السلام کی
قال موسى النبى عليه السلام لقومه استعينوا بالله واصبروا ان الارض لله يورثها من يشاء من عباده
بابت اپنی قوم کی لئی بیان فرمایا ہی مدد مانگو اللہ سی اور ثابت رہو زمین ہی اللہ کی اوسکی وارث کری جسکو چاہی اپنی بندوں مین سی
والعاقبة للمتقين بل ذكر مثل ذلك فى سورة هود عقيب قصة نوح النبى عليه السلام ونصره على قومه
اور آخر بھلا ہی ڈر والوں کا بلکہ ایسا ہی سورۂ ہود مین بعد قصۂ نوح علیہ السلام کی اونکی قوم پر نصرت کرکر فرمایا ہی

فقال

وقال تلك من انباء الغيب نوحيها اليك ما كنت تعلمها انت ولا قومك من قبل هذا فاصبر ان العاقبة

یہ بعضی خبریں ہیں غیب کی کہ ہم بھیجتے ہیں تیری طرف انکو جانتا تھا تو اور نہ تیری قوم اسی پہلی سو تو ٹھہرا رہ البتہ آخر بھلا ہے

للمتقين فيكون المعنى ان عاقبة النصر تكون لك ولمن تبعك كما كانت لنوح النبي عليه السلام ولمن معه و

ڈر والوں کا سو اب معنی یہ ہونگے کہ آخر کو نصرت تیری اور تیرے ساتھ والوں کی ہے جیسی نوح علیہ السلام کی اور اوسکی ساتھ والوں کی ہوئی تھی اور

قال تعالى وكان حقا علينا نصر المؤمنين وقال تعالى فايدنا الذين امنوا على عدوهم فاصبحوا ظاهرين فمن نقص

فرمایا اللہ تعالی نے اور حق ہے ہم پر مدد ایمان والوں کی اور فرمایا اللہ تعالی نے پھر زور دیا ہمنے انکو جو یقین لائے ہیں اونکے دشمنوں پر پھر ہو رہے غالب پھر جسکے

عمله بمقتضى الايمان نقص نصيبه من النصر والتائيد ولهذا قيل اذا اصاب العبد مصيبة في نفسه او

اعمال مقتضای ایمان سے کمتر ہوئے ہیں اوسکا حصہ بھی نصر اور تائید کا کمی ہوجاتا ہے یہی لیے کہا گیا ہے کہ آدمی پر جو مصیبت آتی ہے جان پر یا

ماله او تغلبه العدو عليه فانما هو بذنوبه اما بترك واجب او فعل محرم ثم ان ههنا امورا لابد من معرفتها

مال پر یا دشمن کی غلبہ سے تو یہ سب گناہوں کا وبال ہے یا تو واجب ترک ہوتا ہے یا حرام عمل میں آتا ہے پھر یہاں کئی باتیں ہیں سمجھنی چاہئیں

الاول ان ما يصيب الانسان في بعض الاحيان من غلبة العدو عليه وابتلائه له فامر لازم للطبيعة البشرية

اول یہ کہ آدمی پر بعضی وقت جو مصیبت آتی ہے دشمن کا غلبہ اور اوسکی ایذادہی سو یہ بات موافق ارادہ الہی اور حکمت ربانی کی

والعادة الانسانية بالارادة الالهية والحكمة الربانية كالحر الشديد والبرد القوي والامراض والهموم و

طبیعت بشری اور عادات انسانی کی لوازم سے ہے جیسی گرمی کی شدت اور جاڑی کی ٹھر اور بیماریاں اور غم و غصہ

الغموم اللاحقة له حتى الاطفال والبهائم فلو تجرد الخير عن الشر والنفع عن الضر واللذة عن الالم لكان هذا

جو آدمی پر گذرتا ہے یہاں تک کہ بچوں اور جانوروں پر پھر اگر خیر شر سے اور نفع ضرر سے اور لذت الم سے خالی اور صاف ہو کر

العالم عالما اخر غير هذا العالم ونشأة اخرى غير هذه النشأة والثاني ان الانسان مدني بالطبع لا يمكنه ان

تو یہ عالم اور ہی عالم ہو جاوے یہ عالم نہ رہے اور یہ دنیا کچھ اور ہو جاوے سوا اس دنیا کی اور دوسری بات یہ ہے کہ آدمی ملنسار ہوتا ہے اکیلا

يعيش وحده بل لا بد له ان يعيش مع الناس وللناس ارادات واعتقادات يطلبون منه ان يوافقهم عليها

زندگی نہیں کر سکتا بلکہ اوسکو ضرور ہے کہ آدمیوں کی ساتھ رہا کرے اور اون لوگوں کی کچھ کچھ ارادے اور اعتقادات ہوتی ہیں کہ وہ اس دوسرے کو اپنی موافق

وان لم يوافقهم يؤذونه ويعذبونه وان وافقهم وكان موافقته اياهم على باطل يحصل له العذاب والالم من

کیا کرتی ہیں اور اگر موافق نہو تو ایذا دیتے ہیں اور ستاتے ہیں اور اگر اونکی موافق ہوا اور وہ موافقت باطل پر ہوئی تو اوسکو دو طرح کا عذاب و الم ہوگا

وجه اخر ولا ريب ان الم المخالفة لهم في باطلهم اسهل من الالم المترتب على موافقتهم والم يسير يعقبه لذة

اور اس میں کچھ شک نہیں ہے کہ باطل میں مخالفت کا الم اوس الم سے بہت سہل ہے کہ اونکی موافقت سے ہوویگا پس تھوڑا سا الم کہ اوسکی پیچھے بڑی لذت

عظيمة دائمة اولى بالاحتمال من لذة يسيرة يعقبها الم عظيم دائم والثالث ان البلاء الذي يصيب

دائمی ہووے گا اوٹھانا اولی ہے بہ نسبت اسی تھوڑی سی لذت کی کہ اوسکی بعد بڑا الم دائمی ہووے تیسری بات جو بلا کہ آدمی پر حق کی راہ میں گذرتی ہے

الانسان في طريق الحق لا يخلو اما ان يكون في نفسه او ماله او عرضه او اهله واشد هذه الاقسام ما كان

اس حال سے خالی نہیں ہے کہ اوسکی جان پر ہووے یا اوسکی مال پر یا آبرو پر یا اہل پر ان قسموں میں سے بڑی سخت وہ ہے

في نفسه وغايته ان يقتل ويكون شهيدا وهذا اشرف الموتات واسهلها لان الشهيد لا يجد من الالم الا

جو جان پر ہووے گا اور اوسکا انجام یہ ہے کہ مارا جاوے اور شہید ہو جاوے اور یہ موت سب موتوں میں اشرف ہے اور سب سے سہل اسلیے کہ شہید کو اتنا ہی الم ہوتا ہے

مثل القرصة وليس في قتل الشهيد الم زائد على ما هو المعتاد لبني ادم عند موتهم على فرشهم ولا موت مقدم على

کہ جیسی چیونٹی کاٹے یا چٹکی لو اور شہید کی قتل میں کوئی الم زیادہ نہیں ہوتا جو بنی آدم کی اپنے بستر پر مرتے ہوئے دستور ہے اور کوئی موت اجل مقرری پر مقدم نہیں ہوتی

اجله لان المسطور في الكتب الكلامية ان الميت مقتول باجله فمن فر من الموت او من القتل وظن انه
ہلی کہ عقائد کی کتابوں میں یہہ لکہا ہوا ہی کہ مقتول اپنی اجل پر مرتا ہی پہر جو شخص موت سی یا قتل سی بہاگی اس خیال پر کہ بہاگنی سی عمر دراز
بفراره يطول عمره ويتمتع بالعيش الكثير فقد كذبه الله تعالى في هذا الظن وقال قل لن ينفعكم الفرار ان فررتم
ہوگی اور خوب عیش اوڑاؤں گا تو اللہ تعالی اوسکو اس خیال میں جہٹلاتا ہی تو کہہ ہرگز نہ فائدہ دیگا تمکو بہاگنا اگر بہاگو گی
من الموت او القتل واذا لا تمتعون الا قليلا فانه تعالى بين في هذه الآية ان الفرار من الموت او القتل لا ينفع
مرنی سی یا ماری جانی سی اور پہر بہی چہل نہ پاؤ گی مگر تہوڑی دنوں پس اللہ تعالی نی اس آیت میں بیان کردیا کہ موت یا قتل سی بہاگنا کچہہ فائدہ نہیں دیتا
الا قليلا اذ لا خلاص لاحد من الموت بل لا بد له منه فيفوته بهذا الفرار ما هو خير له منه من الحيوة الابدية
مگر کچہہ تہوڑا کیونکہ موت سی کسیکو مخلصی نہیں ہی بلکہ موت ضرور ہی سو اس بہاگنی میں جو موت سی بہتر ہی اوسکی ہاتہہ سی جاتی رہتی ہی یعنی ہمیشہ کی زندگی
التي تحصل للشهيد عند ربه فان من اختار في الدنيا الراحة على التعب في سبيل الله اتعبه الله تعالى اضعاف
کہ رب کی یہاں شہید کو ملتی ہی بیشک جو شخص دنیا کا آرام پسند کرتا ہی اللہ کی رستی کی محنت پر تو اللہ تعالی اوسکو کئی گونہ زیادہ محنت دیتا ہی
ما ناله في غير سبيل الله تعالى الا ترى ان ابليس لما امتنع من السجود لآدم النبي عليه السلام فرارا من الخضوع له
جو اوسکو رستہ میں اوٹہاتا ہی — کیا نہیں دیکہتا کہ ابلیس نی جو آدم نبی علیہ السلام کی سجدہ سی ذلت سی بچنی کو باز رہا تو اللہ تعالی نی اوسکو
جعله الله تعالى اذل الاذلين وصيره خادما لفساق ذريته وفجارهم الى يوم الدين وكذلك كل من يمتنع
سب سی زیادہ خوار کرکر قیامت تک آدم کی ذریت میں سی فساق اور فجار کا خادم بنادیا — اور ایسی ہی جو شخص اپنی ذات کو
ان يذل نفسه لله تعالى ويتعب بدنه في طاعته ومرضاته لا بد ان يذل لمن كان اظلم خلق الله تعالى
ذلیل کرنی سی واسطی اللہ کی اور بدن کو اللہ کی طاعت اور مرضی کی محنت اوٹہانی سی بچاوی تو ضرور ہی کہ وہ شخص ایسی کی سامنی ذلیل ہو کہ تمام خلق اللہ میں
وافسدهم ويتعب نفسه وبدنه في طاعته ومرضاته عقوبة له من الله تعالى ولذلك قال بعض العارفين
ظالم اور مفسد ہو اور بسبب عقوبت الہی کی اوسکی جان اور بدن اوسہی کی طاعت اور مرضی کی محنت میں مبتلا ہی اور اسہی لئی بعضی عارف کہتی ہیں جو شخص
من لم يعبد الحق اختيارا يعبد الخلق اضطرارا فينعزل عن خدمة الخالق الى خدمة المخلوق فعلى هذا كان
اپنی اختیار سی حق کی بندگی نہیں کرتا تو وہ لاچار ہو کر خلق کی بندگی کرتا ہی پس خالق کی خدمت سی معزول ہو کر مخلوق کی خدمت کرنی لگتا ہی اس بیان کی موافق
الواجب على العبد ان يشتغل بعبادة الله تعالى وطاعته ويترك الاعتراض عليه ويرضى بقضائه في كل ما
آدمی پر واجب ہی کہ اللہ تعالی کی — عبادت اور طاعت کیا کری اور کسیطرحکا اعتراض نکری اور اوس حکم پر راضی رہی اوسکی یہاں سی جو
جاء من عنده من النفع والضر والصحة والمرض والمنع والعطاء والالم والاذى ويلاحظ قوله تعالى عسى ان تكرهوا
آوی نفع یا نقصان صحت یا مرض — روک یا بخشش — الم — یا تکلیف اور اس آیت کا مضمون کو لحاظ کری شاید تمکو
شيئا وهو خير لكم وعسى ان تحبوا شيئا وهو شر لكم والله يعلم وانتم لا تعلمون ويتيقن انه تعالى ارحم بعباده من
بری لگی ایک چیز اور وہ بہتر ہو تمکو اور شاید تمکو خوش لگی ایک چیز اور وہ بری ہو تمکو اور اللہ جانتا ہی اور تم نہیں جانتی اور یقین کرجاوی کہ اللہ تعالی اپنی بندوں پر اس سی زیادہ
الوالدة بولدها وانه تعالى اعلم بمصلحته من نفسه ثم اذا ظهر عطاء يشكر الله تعالى واذا وقع بلاء يحاسب نفسه
رحمت والا ہی کہ ماں اپنی اولاد پر اور اللہ تعالی اوسکی مصلحت کو اوس سی زیادہ جانتا ہی پہر اگر عطا ظاہر ہووی تو اللہ کا شکر بجا لاوی اور اگر بلا آوی تو اپنا حساب لیوی
فيما صدر منها حتى استحق ذلك اذ قال الله تعالى وما اصابكم من مصيبة فبما كسبت ايديكم ويعفو عن كثير
کہ ایسی کیا خطا ہوئی کہ جسمیں اس بلا کا سزاوار ہوا کیونکہ اللہ تعالی فرماتا ہی جو پڑتی تمپر کوئی سختی سو بدلا اوسکا جو کمایا تمہاری ہاتہوں نی اور معاف کردیتا ہی بہت
فانه تعالى بين في هذه الآية ان ما اصاب العبد من مصيبة اي مصيبة كانت فهي بسبب ذنوبه التي اكتسبها
بیشک اللہ تعالی نی اس آیت میں یہہ بیان فرمایا کہ آدمی پر جو مصیبت آتی ہی کوئی مصیبت ہو سو وہ گناہوں کا وبال ہی جو آپ کمائی ہیں

نفسه والله تعالى يعفو عن كثير منها فلا يعاقب عليها في الدنيا واما في العقبى فهو في مشيئة الله تعالى
اور اللہ تعالی بہتیری گناہ معاف کردیتا ہی سو وہ بہتیر دنیا میں عذاب نہیں کرتا اور عقبی میں اگر توبہ نہیں کی تو مشیت حق میں ہی
ان لم يتب عنها فانه تعالى ان شاء يعفو عنه ويدخله الجنة بلا عذاب وان شاء يعذبه في جهنم
بیشک اللہ تعالی چاہی معاف کرکر بلا عذاب جنت میں داخل کردی اور چاہی گناہوں کی موافق دوزخ میں عذاب دیوی
بقدر ذنوبه ثم يخرجه منها ويدخله الجنة قال علي للمؤمن عند الله تعالى خمس عقوبات فاولها المرض
پھر دوزخ سی نکال کر جنت میں داخل کری حضرت علی کہتی ہیں مؤمن کی حق میں اللہ تعالی کی ان پانچ عقوبت میں پہلی تو دکھ
ثم المصائب فان كانت ذنوبه اكثر من ذلك يعذب في قبره فان كان اكثر من ذلك يحبس على الصراط وان
پھر مصیبتیں پھر اگر اسکی گناہ اس سی بھی زیادہ ہوی تو گور میں عذاب ہوگا پھر اگر اس سی بھی زیادہ ہیں تو پلصراط پر رکیگا اور اگر
كان اكثر من ذلك يعذب في جهنم على قدر ذنوبه ثم يخرج منها بالتوحيد

المجلس الحادي والتسعون

اس سی بھی زیادہ ہیں تو گناہوں کی موافق دوزخ میں رہ کر پھر توحید کی برکت سی نکلیگا
اکیانوی مجلس

في بيان ان الشيطان يجري من الانسان مجرى الدم

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم
اس بیان میں کہ شیطان انسان کی اندر مثال خون کی پھرتا ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نی فرمایا
ان الشيطان يجري من الانسان مجرى الدم هذا الحديث من صحاح المصابيح رواته ام المؤمنين صفية
بیشک شیطان انسان کی اندر خون کی مثال پھرتا ہی یہہ حدیث مصابیح کی صحیح حدیثوں میں ہی ام المؤمنین صفیہ کی روایت سی
والمراد بالشيطان ههنا وسوسته لا نفسه في المجرى يحتمل ان يكون اسم مكان فيكون المعنى ان كيد
اور شیطان سی مراد اسجگہہ شیطانی وسوسہ ہی عین شیطان نہیں ہی پس لفظ مجری میں احتمال ہی کہ اسم ظرف ہو وی اب معنی یوں ہو جاینگی کہ
الشيطان ووسوسته يجري في الانسان حيث يجري الدم وان الدم كما يجري في اعضاء الانسان من غير احساس الانسان
کہ شیطان کا مکر اور وسوسہ انسان میں لہو کی طرح پھرتا ہی جسطرح لہو بغیر احساس انسان کی اعضا میں پھرتا ہی آدمی کو اوسکی خبر نہیں ہوتی
بجريانها فكذلك وسوسة الشيطان يجري في اعضاء الانسان من غير احساس الانسان بجريانها وقيل يجوز
اسی طرح شیطانی وسوسہ انسان کی اعضا میں پھرتا ہی اور آدمی کو خبر نہیں ہوتی اور کوئی کہتا ہی کہ جائز ہی
ان يراد بالشيطان نفسه لا وسوسته فانه لكونه غير كثيف لا يبعد ان يجري في عروق الانسان لان غير
کہ عین شیطان مراد لیں وسوسہ مراد نہ لیں اسلئی کہ شیطان مادی جو نہیں ہی تو کیا تعجب ہی کہ انسان کی رگوں میں پھرتا ہو اسلئی کہ غیر مادہ بھی
الكثيف يدخل في الكثيف كالهواء المائد في البدن فيجري الشيطان في الانسان مجرى الدم ويصادف نفسه
مادی میں گھس جاتی ہی جیسی ہوا بدن میں سو شیطان بھی انسان کی اندر خون کی طرح پھرتا ہی اور اوسکی جان کی پاس ہوکر
ويسئلها عما تحبه وتريده فاذا عرف مقصودها ومرادها يستعين بها على الانسان في اضلاله واخراجه
پوچھتا ہی تجھکو کیا پسند ہی تیرا کیا ارادہ ہی پھر اوسکا مقصود اور مراد پاکر رہ سی بہکانی میں اور طریق مستقیم سی نکالنی میں
عن الطريق المستقيم فانه يورده الموارد التي تخيل اليه ان فيها منفعة ثم يصدره المصادر التي فيها عطبه
انسان کی مدد کرتا ہی پس وہ شیطان آدمی کو ایسی گھاٹ لگا دیتا ہی جہاں یہہ خیال ہو کہ اسمیں بہت فائدہ ہی پھر ایسی جگہہ بھیجتا ہی جہاں عطاب ہو آدمی
ثم يتبرأ منه ويسلمه ويقف يشمت به ويضحك منه فانه يامره بالسرقة والزنا وقتل النفس ثم يدل عليه
پھر وہیں سی الگ ہوکر اوسہی کی حوالہ کردیتا ہی اور آپ ٹھٹھا ماتا ہی اور ہنستا ہی کیونکہ آدمی سی پہلی تو چوری اور زنا اور خون کراتا ہی پھر بتا کر
ويفضحه كما فعل بالراهب الذي زنى بامرأة فلما ولدت امره بقتلها وقتل ولدها ثم دل عليه اهلها وكشف
فضیحت کردیتا ہی جیسی ایک راہب کی ساتھہ کیا کہ ایک عورت سی زنا کیا پھر وہ جنی تو اوسکو اور اوسکی بچہ کو قتل کرایا پھر عورت کی لوگوں کو بتا دیا

[illegible]

لهم امره فلما اراد واصل به امره بالسجود له ليفجيه فلما سجد له تركه ولم يرعه وفيه نزل قوله تعالى
ہوا اور یکا سبب حال کبول دیا جبکہ اوس کو حصول ہو چکی اور اپنی تعین سے اوسکو چہوڑ کر ہوا ترک کیا اسی قصہ میں یہہ آیت اتری

كمثل الشيطن اذ قال للانسان اكفر فلما كفر قال اني بريء منك اني اخاف الله رب العلمين ولا
جیسی کہاوت شیطان کی جب کہی انسان کو تو منکر ہو پہر جب وہ منکر ہوا کہا میں الگ ہوں تجھسی میں ڈرتا ہوں اللہ سی جو رب ساری جہان کا اور

يختص هذا بالذي ذكرت هذه القصة عنه بل هو عام في كل من يطيع الشيطان في امره بالكفر والعصيان
شیطان کا یہہ مکر کچھ اوس سی خاص نہیں ہی جسکا یہہ قصہ مذکور ہوا بلکہ علی العموم ہر کسی سی جو شیطان کا کفر اور معصیت میں مطیع ہی

لينصره ويقضي حاجته ثم يتبرأ منه ويسلمه كما يتبرأ من جملة اوليائه يوم القيمة ويقول
تاکہ وہ نصرت کری اور حاجت روا کری پہر اوسکو اوسی پر ڈال کر الگ ہو جاتا ہی جیسی اپنی تمام دوستوں سی قیامت کو الگ ہو جاویگا یہہ کہکر

لهم اني كفرت بما اشركتمون من قبل فانه يوهم المواد في الدنيا ثم يتبرأ منهم يوم القيمة فعلى هذا ينبغي للعاقل
میں نہیں قبول رکہتا جو تم نی مجکو شریک ٹہرایا تہا پہلی بیشک یہہ شیطان اپنی دوستوں کو دنیا میں ایک کہاٹ پر لگا دیتا ہی پہر اونسی قیامت کو الگ ہو جاویگا اس لئی

ان يجتهد في دفع وسوسته عن نفسه اذ ليس تسلطه على الانسان بالقهر والالجاء بل تسلط عليه بالتزيين
عاقل کو لازم ہی کہ اپنی دلوں سی اسکا وسوسہ جسطرح بنی دور کری اسلئی کہ انسان پر شیطان کا تسلط قہر اور زور سی نہیں ہی بلکہ معاصی کی زینت دینی اور

والاغواء لما روي انه عليه السلام قال خلق ابليس مزينا وليس اليه من الاضلال شيء فانه عليه السلام
بہکانی سی ہی کیونکہ روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا ابلیس زینت دینی کو پیدا ہوا ہی اور گمراہ کرنی کی کوئی بات اوسکی اختیار میں نہیں ہی بیشک نبی علیہ السلام نی

بين في هذا الحديث ان الشيطن ليس بمسلط على بني ادم بحيث يأمرهم بالمعصية ويلجئهم عليها اذ لو كان
اس حدیث میں فرمایا کہ شیطان بنی آدم پر اسطور غالب نہیں ہی کہ معصیت کا حکم کر کر گناہ پر لاچار کر دی اگر یہہ حال ہوتا

الامر كذلك لما نجا من شره احد بل شانه ان يوسوس في صدورهم ويزين المعصية اليهم وليس بيده اكثر
تو اسکی بدی سی کوئی بہی نہ بچتا بلکہ اسکا یہہ طریقہ ہی کہ بنی آدم کی دلوں میں وسوسہ پیدا کرتا ہی اور معصیت کو اونکی نظروں میں خوبصورت بنا دیتا ہی

من ذلك كما اخبر الله تعالى عنه انه يقول لاهل النار يوم القيمة وما كان لي عليكم من سلطن الا ان دعوتكم
اس سی زیادہ کچہہ مقدور نہیں ہی چنانچہ اللہ تعالی اسکی خبر دیتا ہی کہ قیامت کی دن دوزخیوں سی یوں کہیگا اور تم پر مجکو حکومت نہ تہی مگر یہہ کہ تمکو بلایا

فاستجبتم لي فلا تلوموني ولوموا انفسكم يعني ان دعوتي اياكم الى الباطل لم يكن بطريق القهر والالجاء ولا
پہر تم نی مان لیا سو مجکو مت الزام دو اور الزام دو اپنی تئیں مراد یہہ ہی کہ میرا بلانا تمکو باطل پر کچہہ بطور قہر اور لاچار کر کر نہیں تہا اور نہ

بحجة وبرهان يدل على صدقي بل بمجرد تزيين وتسويل فاستجبتم لي لموافقة دعوتي اهواءكم واغراضكم
کسی حجت اور دلیل سی تہا کہ میری صدق پر دلالت کرتی ہو بلکہ صرف زینت اور آرایش سی تہا سو تم نی میرا کہا اپنی ہوا وہوس اور غرضوں کی موافق دیکہہ کر مان لیا

ولم تستجيبوا لربكم الذي دعاكم الى الحق دعوة مقرونة بالحجج والبينت لعدم موافقة دعوته اهواءكم
اور اپنی رب کا کہنا نہ مانا جسنی حق پر دلائل اور بینات کی ساتہہ بلایا تہا کیونکہ اللہ کی طلب تمہاری ہوا وہوس اور غرض کی

واغراضكم فان عدو الله تعالى لما امتنع عن السجود لادم النبي عليه السلام واخرج من زمرة الملئكة المقربين
مطابق نہ تہی بیشک شیطان نی جب آدم علیہ السلام کو سجدہ نکیا اور مقرب ملائک کی زمرہ سی یا جنت میں سی نکالا گیا

او من الجنة وسال ان ينظر الى يوم يبعث فيه ادم النبي عليه السلام وذريته للجزاء فانظر الى يوم الوقت
اور اسنی سوال کیا کہ اوس دن تک کہ آدم نبی ہو اور اوسکی اولاد جزا کی لئی اوٹہائی جاوین مہلت ملی پہر اوسکو اوس وقت

المعلوم الذي هو وقت النفخة الاولى التي علم الله تعالى ان من في السموت ومن في الارض يصعق عندها
معلوم تک مہلت ملی جو کہ وقت پہلی نفخہ کا ہی اللہ جانتا ہی کہ جو آسمان اور زمین میں ہیں اوس وقت سب بیہوش ہو جاوینگی

أثر من تأثيراته بذاته قال رب بما أغويتني لأزينن لهم في الأرض ولأغوينهم أجمعين إلا عبادك
اگر سکو اللہ نے چاہا ہے تو سبب اس کے ہی ہو اے رب جیسا تو نے مجھے گمراہ کیا میں ان کو بہار دکھاؤں گا زمین میں اور راہ سے کھو دونگا سب کو مگر جو تیرے
منهم المخلصين وهم عباد الله الذين أخلصهم الله تعالى لطاعته وعبادته وطهرهم من تأثير
چنے ہوئے بندے ہیں وہ بندے ہیں جن کو خدا نے خالص کیا اپنی طاعت اور عبادت کی خاطر اور ان کو وسوسے شیطان کی
إغوائه فيهم فلما استثناهم وكان طريقهم موصلا عند الله تعالى قال الله تعالى هذا صراط علي مستقيم
پاک کر کے ان پر سے اونکو جدا کیا اور ان کا چلن اللہ تعالی کو پہنچتا ہے تو اللہ تعالی نے فرمایا یہ راہ ہے مجھ تک سیدھی
إن عبادي ليس لك عليهم سلطان إلا من اتبعك من الغاوين وأنه تعالى قال هذا الحصر وهذه الآية أن عبادي
جو میرے بندے ہیں ان پر تجھ کو زور نہیں مگر جو تیری راہ چلا جو بہکے لوگوں میں بیشک اللہ تعالی نے اس آیت میں خبر دی ہے کہ میرے بندے
الذين أخلصهم لطاعته وعبادته ليس لعدوه عليهم سلطان بل سلطانه على الذين أغواه من الغاوين والآية
جو خالص طاعت اور عبادت کے لیے ہیں ان پر میرے دشمن کو سلطنت نہیں ہے بلکہ اوسکا غلبہ ان لوگوں پر ہی جو گمراہ اوسکی تابع ہیں اور دوسری
في آية أخرى أن عباده المؤمنين المتوكلين لا سلطان له عليهم فقال إنه ليس له سلطان على الذين آمنوا
آیت میں خبر دی ہے کہ بیشک میرے بندے مومن اور متوکل ہیں شیطان کو غلبہ نہیں ہے اوسکا زور نہیں چلتا اوپر جو یقین رکھتے ہیں اور
وعلى ربهم يتوكلون إنما سلطانه على الذين يتولونه والذين هم به مشركون وهذه الآية تضمنت أمرين أحدهما
اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں اوسکا زور انہیں پر ہے جو اوسکو رفیق سمجھتے ہیں اور جو اوسکو شریک ٹھیراتے ہیں اور اس آیت میں دو باتیں ہیں ایک تو یہ
نفي سلطانه على أهل الإيمان وعلى الذين يفوضون أمرهم إلى الله تعالى في كل ما يأتون ويذرون فإن وسوسته
کہ ایمان والوں پر اور جو لوگ اپنے کام اللہ کو حوالہ کر دیتے ہیں تمام جو کرتے ہیں یا نہیں کرتے ان پر غلبہ نہیں ہے بیشک شیطان کا وسوسہ
لا تؤثر فيهم ودعوته غير مستجابة عندهم والثاني إثبات سلطانه على أهل الشرك وعلى الذين يتخذونه وليا
ان میں اثر نہیں کرتا اور اوسکا بلانا ان کو مقبول نہیں ہے اور دوسری یہ کہ مشرکوں پر اور جو لوگ شیطان کو اپنا دوست رکھتے ہیں
ويطيعون وسوسته ويستجيبون دعوته والمراد بسلطانه عليهم بالوسوسة والدعوة المستتبعة
اور اوسکی وسوسہ کی اطاعت کرتے ہیں اور اوسکا بلاوا مانتے ہیں اون پر غلبہ ثابت ہے اور اوپر غلبہ جو ہی تو اس سے یہہ مراد ہے کہ تسلط وسوسہ سے اور بلانے سے ہے
للاستجابة لا بالقسر والإلجاء لأنه منتف من الكل لما سبق من قوله تعالى حكاية عنه وما كان لي عليكم من سلطان
کہ انسان خواہ مخواہ ناچار کر کے نہیں ہے کیونکہ ایسا تسلط تو کسی پر بھی نہیں ہے اسلیئے کہ اوسکا قول بطور حکایت کی گذر چکا ہے اور مجھکو تم پر حکومت نہ تھی
إلا أن دعوتكم فاستجبتم لي ولما علم عدو الله تعالى أنه لا سلطان له على عباده المخلصين قال فبعزتك
مگر میں نے تمکو بلایا پھر تم نے مان لیا اور جب شیطان کو یقین ہوا کہ اللہ تعالی اپنی مخلص بندوں پر غلبہ نہیں دیتا بولا تو قسم ہے تیری عزت کی
لأغوينهم أجمعين إلا عبادك منهم المخلصين وقد أخبر الله تعالى أن عدوه إبليس حين أمر بقوله تعالى
میں گمراہ کرونگا ان سبکو مگر جو بندے ہیں تیرے ان میں کے چنے ہوئے اور اللہ تعالی نے خبر دی ہے کہ جب شیطان کو یہ جھڑکی ملی
وما منعك ألا تسجد إذ أمرتك قال فبما أغويتني لأقعدن لهم صراطك المستقيم ثم لآتينهم من بين أيديهم ومن خلفهم
اور تجھکو کیا مانع تھا کہ سجدہ نہ کیا جب میں نے فرمایا بولا تو جیسے تو نے مجھے بدراہ کیا ہے میں بیٹھونگا اونکی تاک میں تیری سیدھی راہ پر پھر اونپر آؤنگا آگے سے اور پیچھے سے
وعن أيمانهم وعن شمائلهم ولا تجد أكثرهم شاكرين قال جمهور المفسرين والنحاة كلمة على ههنا محذوفة ونصب صراطك
اور داہنے سے اور بائیں سے اور نہ پاوے گا تو اکثر ان میں شکرگذار تمام مفسر اور نحوی کہتے ہیں کہ یہاں لفظ علی کا محذوف ہے اور نصب صراط کا
على نزع الخافض كأنه قيل لأقعدن على صراطك المستقيم ثم لآتينهم من جميع جهاتهم وهذا تفصيل لما أجمله
حرف جر دور کرنے سے ہے گویا ارشاد یوں ہے لاقعدن علی صراطک المستقیم پھر اون پاس سب طرفوں سے آؤنگا اور یہ تفصیل اوس اجمال کی ہے

في قوله فبعزتك لاغوينهم اجمعين وتمثيل الوسوسة اليهم وتسويله عليهم ما امكنه وقدر عليه اذ ما من
جو اس عبارت میں ہی قسم تیری عزت کی میں سبکو گمراہ کرونگا اور تمثیل اونکی وسوسہ کی اور آرایش کی ہی جو اوسپر آویگی اور جسپر قادر ہوگا کیونکہ جو
طريق خير والشيطان قاعد عليه يقطعه على السالكين فيه بانواع مكائده وغروره فانه ينظر في نفس الانسان
خیر کا رستہ ہی سو اوسپر شیطان بیٹھا ہوا ہی چلنی والوں پر طرح طرح کی مکر اور فریب سی راہ مارتا ہی کیونکہ شیطان انسان کی نفس پہ غور کر
ليعلم اي القوتين غالب عليها هل هي قوة الاقدام ام هي قوة الاحجام فان راى ان الغالب عليها قوة الاحجام ياخذ
معلوم کرتا ہی کہ دونو قوت میں سی اسپر کونسی غالب ہی آیا قوت عمل کی یا قوت باز رہنی کی پہر اگر دیکھتا ہی کہ اوسپر قوت باز رہنی کی غالب ہی تو اوسکو ہر کا
في تثبيطه واضعاف همته وارادته عن المامور به ويثقله عليه ويهون عليه تركه حتى يتركه جملة
ہمت یعنی سستی کا بڑہانا اور مامور بہ سی ارادہ کا پہیرنا شروع کرتا ہی اور اوسپر عمل دشوار اور ترک کرنا آسان کردیتا ہی آخر وہ اوسکو سر اسر ترک کرتا ہی
او يقصر فيه ويتهاون به وان راى ان الغالب عليها قوة الاقدام ياخذ في تقليل المامور به عنده ويوهم انه
یا اوسمین قصور کرتا ہی یا اوسمین سستی کرتا ہی اور اگر دیکھتا ہی کہ اوسپر قوت عمل کی غالب ہی تو مامور بہ کو اوسکی نظر میں کہٹانا شروع کرتا ہی اور وہم میں ڈالتا ہی
لا يكفيه بل يحتاج الى مبالغة وزيادة فيقصر بالاول ويتجاوز بالثاني وقد قال بعض السلف ما امر الله بامر الا
کہ تجھکو کافی نہوگا بلکہ حاجت مبالغہ اور زیادتی کی ہی اور اول میں تقصیر ہوتی ہی اور دوسری میں بڑہ جاتا ہی اور بعضی متقدمین کا قول ہی کہ اللہ تعالی جو
وللشيطان فيه نزغتان اما الى تفريط وتقصير واما الى افراط وغلو ولا يبالي بايهما ظفر وقد قطع كثيرا من
حکم ہی سو اوسمیں شیطان کی دو جہتیں ہیں یا بطرف کوتاہی اور تقصیر کی یا بطرف زیادتی اور افراط کی اور یہہ پروا نہیں کرتا کہ کسپر فتحیاب ہو اور اکثر
الناس في هذين الواديين وادي التفريط والتقصير ووادي الافراط والتجاوز والثابت منهم على الطريق
لوگوں پر شیطان نی اون دونو میدان میں رہزنی کی ہی ایک میدان تفریط اور تقصیر کا اور ایک میدان افراط اور تجاوز کا اور ان لوگوں میں سی اوس
الذي كان عليه رسول الله عليه السلام واصحابه قليل جدا فمنهم الذين يبنون المساجد والمدارس
رستہ پر قایم جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اونکی اصحاب کا ہی بہت ہی کمتر ہیں اسلئے کہ بعضی ایسی شخص ہیں کہ مسجدیں اور مدرسی
والقناطر والرباطات من اموال جمعوها من الظلم بالغصب والنهب والرشوة والجهات المحظورة ويظنون انهم
اور پل اور خانقاہ ایسی مال سی بناتی ہیں کہ جو ظلم سی اور زبردستی چہین چہیٹ اور رشوت اور بیجا طریق سی جمع کیا ہی اور خیال باندہ رکہا ہی کہ ہم
استحقوا بذلك مغفرة من الله تعالى وثوابا كثيرا ولا يعرفون انهم تعرضوا لسخط الله تعالى في جمعها وانفاقها
اسکی بدلہ میں اللہ کی طرف سی سزاوار مغفرت کی اور بڑی ثواب کی ہیں اور یہہ نہیں سمجہتی کہ وہ قابل غضب الہی کی ہیں اس مال کی جمع کرنی میں بہی اور خرچ کرنی میں
اذ كان الواجب عليهم الامتناع عن جمعها على هذا الوجه فلما عصوا الله تعالى بجمعها على هذا الوجه كان الواجب
بہی اسواسطی کہ اونپر یہہ واجب تہا کہ اس وجہ سی مال جمع نکرتی پہر اگر اونہوں نی اسی وجہ سی جمع کرنی میں نافرمانی کی تو اب اونپر یہہ واجب تہا
عليهم التوبة والرجوع الى الله تعالى وردها الى اصحابها ان امكن والا فالى ورثتهم ان وجدوا والا كان الواجب
کہ توبہ اور خدا کی طرف رجوع کرتی اور مال مالکوں کو ہٹادیتی اگر ہو سکتا اور نہیں تو اونکی وارثوں کو اگر پاتی اور نہیں تو یہہ واجب تہا
عليهم تفريقها على الفقراء بنية ان تكون وديعة عند الله تعالى يوصلها الى اصحابها يوم القيمة وهم لعدم
کہ فقرا پر اس نیت سی تقسیم کرتی کہ اللہ تعالی کی پاس امانت رہی قیامت کی روز مالکوں کو پہنچا دیوی اور وہ مال جو فقرا پر
تفريقها على الفقراء بقيت عليهم وتوخذ من اعمالهم يوم القيمة ومنهم من يستغفر الله تعالى ويسبحه ويهلله
تقسیم نہوی تو اونکی ذمہ باقی رہی قیامت کی روز اونکی اعمال میں سی لیئی جاوینگی اور بعضی لوگ خدا سی مغفرت مانگتی ہیں اور زبانی ہر روز سبحان
بلسانه في اليوم مائة مرة ثم لا يزال يغتاب الناس ويشتمهم ويمزق اعراضهم ويتكلم بما لا يرضاه الله تعالى
سو سو مرتبہ پڑہتی ہیں پہر متصل لوگوں کی غیبت کرتی ہیں گالیاں سناتی ہیں اور اونکی آبروئی کہتی جاتی ہیں اور خلاف رضامندی کی خداتعالی کی

طول نهاره من غير حصر ولا عد ويظن ان حسناته اكثر من سيئاته لعدم محاسبة نفسه وعدم تفقد معاصيه
تمام دن کی انتہا اور بے شمار باتیں بکی جاتی ہیں اور گمان یہہ رکھتے ہیں کہ ہماری حسنات گناہوں سے زیادہ ہیں کیونکہ اپنی نفس کا محاسبہ اور گناہوں کی تلاش نہیں کرتی

ويكون نظره الى عدد تسبيحه وتهليله ويغفل عن هذيانه الذي لو كتب لكان مثل تسبيحه وتهليله مائة
اب اپنی تسبیح اور تہلیل کی گنتی پر تو نگاہ ہے اور بیہودہ باتوں کا اگر لکھی جاویں تو تسبیح اور تہلیل کی برابر سو بار بلکہ ہزار بار ہو جاویں

مرة بل الف مرة وقد كتبه كرام الكاتبون وقد اوعد الله تعالى على كل كلمة عقابا حيث قال ما يلفظ من قول الا لديه
کچہہ خیال نہیں اور بیشک کرام الکاتبین اوسکو لکھ چکی ہیں اور اللہ تعالی ہر ہر کلمہ پر عقاب کا وعدہ کر چکا ہی چنانچہ فرماتا ہے نہیں بولتا ایک بات جو نہیں اس پاس

رقيب عتيد فهو ابدا متامل في فضائل التسبيحات والتهليلات ولا يلتفت الى ما ورد في عقوبة المغتابين والنمامين
نگہبان دیکھتا تیار سو وہ شخص ہر دم تسبیحات اور تہلیلات کی فضائل کو سوچتا رہتا ہے اور ادہر خیال نہیں کرتا کہ غیبت کرنیوالوں اور چغل خوروں

والكذابين وغير ذلك مما لا يحترز من آفات اللسان ولعمر الله لو كان الكرامون الكاتبون يطلبون منه اجرة لما
اور جھوٹوں کی لئے کیا عقاب مقرر ہوا ہے اور سوا اسکی اور زبان کی آفات جن سی احتراز نہیں ہی اور قسم ہی اگر کرام کاتبین اوسی اجرت لیا کرتی کہ جو جو

يكتبونه من هذيانه الذي زاد على تسبيحه وتهليله الف مرة لكان يكف لسانه حتى عن جملة من مهماته وكان يعد
وہی بیہودہ باتیں کہ تسبیح اور تہلیل سی ہزار گونہ زیادہ ہوتی ہیں وہ وہ لکھتی ہیں تو بیشک اپنی زبان بند رکھتا اور اوسکو اپنا ضروری کام سمجھتا اور لوگوں کو

ما نطق به في فتراته ويحسبه ويوازنه بتسبيحاته حتى لا يفضل عليه اجرة الكتابة فيا عجبا لمن يحاسب نفسه
اپنی فرصت میں گنتا اور حساب کرتا اور تسبیح کی برابر رکھتا ایسا ہو کہ کتابت کی مزدوری زیادہ نہیں آ جاوی پھر بڑا تعجب ہی کہ اپنی نفس کا حساب

ويحتاط خوفا من ذهاب قيراط في الاجرة ولا يحتاط خوفا من فوات الفردوس الاعلى جنة المأوى في الآخرة وليس هذه
اور احتیاط اس خوف کا مارا تو کری کہ کوئی کوڑی اجرت میں نہ جاتی رہی اور اس خوف کی احتیاط نہ کری کہ فردوس اعلی اور جنت الماوی آخرت میں ہاتھ سے نہ جاوی اور یہہ

الغفلة الا مصيبة عظيمة لمن يتفكر فيها ولقد وقعنا في امر ان شككنا فيه نكون من الكفرة الجاحدين وان صدقنا
غفلت تو بڑی مصیبت ہی اسمیں کوئی فکر کری اور ہم ایسی بلا میں آ گئی ہیں کہ اگر اسمیں شک کریں تو منکر کافر ہوتی ہیں اور اسکی تصدیق کریں

به نكون من الجهلة المغرورين وليس هذا عمل من صدق بما جاء به القرآن ورسول رب العالمين المجلس الثاني و
تو جاہل مغرور ہیں اور یہہ کام اوسکا نہیں ہی جو احکام قرآن اور رسول رب العالمین کی تصدیق کرتا ہی بانویں مجلس

التسعون في بيان عدم المؤاخذة بالوسوسة ما لم تعمل بها او تتكلم قال رسول الله صلى الله عليه وسلم
اس بیان میں کہ وسوسہ پر کچہہ مواخذہ نہیں ہی جبتک عمل میں نہ آوی اور یا زبان پر نہ گذری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نی فرمایا

ان الله تعالى تجاوز عن امتي ما وسوست به صدورها ما لم تعمل به او تتكلم هذا الحديث من صحاح المصابيح رواه
بیشک اللہ تعالی نی میری امت کو معاف کیا ہی جو ونکی دلوں میں خیالات آویں جبتک عمل نہ کریں یا زبان پر نہ لاویں یہہ حدیث مصابیح کی صحیح حدیثوں میں

ابو هريرة وفيه دليل على ان المرفوع عن هذه الامة لم يكن مرفوعا من الامم السابقة لان التخصيص بالذكر لا بد له
ابو ہریرہ کی روایت سی ہی اور اسمیں یہہ دلیل ہی کہ جو اس امت کو معاف ہی پہلی امتوں کو معاف نہیں تھا اسلئی کہ اس امت کی خاص مذکور ہونیکا کوئی فائدہ چاہئی

من فائدة والمعنى انه تعالى عفى عن هذه الامة ما خطر في قلوبهم من الخواطر المذمومة واحاديث النفس فان ما يقع في
اور معنی یہہ ہیں کہ اللہ تعالی نی اس امت کو خیالات بد اور نفسانی وہم جو اونکی دلوں میں گذرتی ہیں معاف کر دئی ہیں پھر دل میں جو خیالات نیکی

القلب من الخواطر الردية المذمومة تسمى وسوسة وما يقع فيه من الخواطر المرضية الحسنة تسمى الهاما ثم الوسوسة
بد گذرتی ہیں وسوسہ کہلاتی ہیں اور دل میں جو خیال پسندیدہ نیک آتی ہیں الہام کہلاتی ہیں پھر وسوسہ

اما ضرورية او اختيارية والضرورية هي الخواطر التي تدخل في القلب من غير اختيار وهذا معفو عن جميع الامم لكونه
یا تو ضروری ہوتا ہی یا اختیاری پھر ضروری تو وہ خیالات ہیں جو دل میں بے اختیار آ جاتی ہیں اور یہہ تو تمام امتوں کو معاف ہوئی ہیں اسواسطی

خارجا عن حد الاستطاعة والاختيار فهي الخواطر التي تدخل في القلب فتستجلبها الطبع وتتبعها النفس وترددها
کہ حد استطاعت سے باہر ہے اور اختیاری وہ خیالات ہیں جو دل میں آتے ہیں اور طبیعت اونکو کھینچ لاتی ہے اور نفس اونکے پیچھے لگا رہتا ہے اور بار بار پھیر

وتتلذذ منها فتميل الى العمل او التكلم بها وهذا النوع هو الذي عفي عن هذه الامة دون سائر الامم تشريفا لنبينا وتفضيلا
کر اور لذت اوٹھاتا ہے پھر اوسپر عمل کی یا بیان کی رغبت کرتا ہے اور یہ ہی وہ قسم ہے جو اس امت سے علاوہ تمام امتوں کے بسبب شرافت ہمارے نبی اور فضیلت اونکی امت کی

لامته واما العقائد الفاسدة ومساوي الاخلاق وما ينضم اليها من اعمال القلوب فهي بمعزل عن الدخول في جملة ما
معاف ہوا ہے اور یہ ہی فاسد عقیدے اور بد عادتیں اور جو انکے ملی ہوئی ہیں یعنی اعمال قلوب سو یہ وسوسے دل میں داخل ہو نہیں الگ ہیں

وسوست به الصدور بل هي من اعمال القلوب التي يواخذ بها الانسان والحاصل ان ما يقع في القلب على خمس مراتب الاولى
بلکہ یہ وہ اعمال قلوب ہیں جسمین انسان سے مواخذہ ہووےگا اور حاصل یہ ہے کہ دل کی خیالات پانچ درجہ پر ہیں پہلا تو

الهاجس وهو ما يقع فيه ابتداء ثم الخاطر وهو جريان ما يقع فيه ثم حديث النفس وهو التردد فيما يقع فيه هل يفعل
هاجس کہ وہ دل میں پہلے ہی آتا ہے پھر اوسکے بعد خاطر یعنی اوسکا جاری ہونا جو دل میں آیا ہے پھر حدیث النفس یعنی اوسمین تردد جو دل میں آیا ہے کہ کروں

ام لا ثم الهم وهو ترجيح جانب الفعل ثم العزم وهو القطع على الفعل والجزم به وهذه الخواطر ان كانت في المعاصي ففيها
یا نہیں پھر ہم یعنی کرنے کی جانب کو غالب کرے پھر عزم یعنی فعل پر ٹھوٹ ٹھہرانا اور جزم کرنا اور یہ خیالات اگر گناہوں کی ہوتی ہیں تو اسمیں

تفصيل اما الهاجس فلا يواخذ به احد اجماعا لانه ليس من فعل العبد وانما هو شيء ورد عليه لا قدرة له على دفعه ولا
تفصیل ہے ہاجس سے تو متفق علیہ ہے کسیکا مواخذہ نہیں ہے کیونکہ یہ بندہ کا کیا ہوا نہیں ہے یہ تو ایسی بات ہے کہ خود بخود آجاتی ہے اسکی قدرت نہیں کہ دفع کردے یا

على منعه واما الخاطر الذي بعده فالعبد قادر على دفعه بصرف الهاجس اول وروده ومع هذا هو وما بعده من حديث
روک دے اور خاطر جو اسکی بعد ہے سو آدمی کو اسکی دفع پر قدرت ہوتی ہے کہ ہاجس کو آتے ہی پھیر دے تسپر بھی یہ اور اسکی بعد کا یعنی حدیث النفس

النفس مرفوعان عن الامة بالحديث الصحيح الوارد في ارتفاع حديث النفس عن هذه الامة وهو قوله عليه السلام عفي عن امتي
اس امت کو سب معاف ہیں بدلیل حدیث صحیح کی جو اس باب میں آئی ہے کہ حدیث النفس اس امت کو معاف ہے وہ حدیث یہ ہے کہ میری امت کو معاف ہے

ما حدثت به نفوسهم فاذا ارتفع حديث النفس يرتفع ما قبله بالطريق الاولى وهذه الثلثة لو كانت في الحسنات لا
جو انکی نفس حدیث کرتی ہیں پھر جب حدیث النفس معاف ہوا تو اوسکی پہلی کی خیالات بطریق اولی معاف ہونگی اور یہ تینوں اگر حسنات میں ہوں تو اسکا

يكتب له بها اجر لعدم القصد واما الهم فقد بين في الحديث الصحيح ان الهم بالحسنة يكتب حسنة وان لم تفعل لظهور
کچھ ثواب نہیں ہوتا کیونکہ قصد نہیں ہے اور رہا ہم سو حدیث صحیح میں آیا ہے کہ نیک ہم کا ثواب ہوتا ہے اگرچہ بسبب کسی مانع کی عمل میں

مانع والهم بالسيئة لا يكتب سيئة بل ينتظر فان تركها العبد لله تعالى يكتب عليه حسنة وان فعلها يكتب عليه
نہ آوے اور برے ہم کا کچھ گناہ نہیں ہوتا بلکہ ملتوی رہتا ہے اگر آدمی نے اوسکو للہ ترک کیا تو اوسکو ثواب ہوتا ہے اور اگر کربیٹھا تو صرف عمل کا گناہ

اثم الفعل وحده لا اثم الهم لان الهم مرفوع عن هذه الامة واما العزم على السيئة فبعض العلماء وان جعله من الهم المرفوع
ہوتا ہے ہم کا کچھ گناہ نہیں ہوتا کیونکہ ہم اس امت کو معاف ہے اور رہا عزم بری کا سو بعض علماء نے اوسکو اگرچہ اوس ہم میں داخل کیا ہے جو معاف ہے

الا ان المحققين على كون العبد مواخذا به لكن ان ندم على عزمه وترك الفعل خوفا من الله تعالى يكتب له حسنة
پر محقق اسپر ہیں کہ اسمین بندہ سے مواخذہ ہووےگا لیکن اگر اپنی عزم پہ نادم ہوا اور اللہ کی خوف سے وہ کام نکیا تو اوسکو ثواب ہوتا ہے

لان عزمه على السيئة وان كان سيئة لكن امتناعه عنها حسنة فيكتب حسنة واما اذا فات عنه الفعل بعائق او
کیونکہ عزم گناہ کا اگرچہ گناہ ہے لیکن اوسی باز رہنا نیک عمل ہے سو ثواب ہوتا ہے اور جس صورت میں کردہ کام کسی مانع کی سبب یا

تركه بعذر لاحق لا خوفا من الله تعالى يكتب عليه سيئة لان عزمه فعل اختياري من افعال القلوب فيوخذ به
کسی عذر کی عارض نہیں ہوا کیا اوسکو خوف الہی سے نہیں چھوڑا تو اب گناہ ہوتا ہے کیونکہ عزم افعال قلوب میں سے فعل اختیاری ہے سو عازم کی پکڑ ہوگی

صاحبه اذ قد روي انه عليه السلام قال يحشر الناس على نياتهم ولا شك ان من عزم في الليل ان يصبح ويقتل مؤمنا
اسلئے کہ روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا تمام لوگ اپنی اپنی نیتوں پر محشور ہونگے اور اسمیں شک نہیں ہے کہ جو شخص رات کو یہ عزم کرے کہ صبح ہوتے ہی کسی مسلم کو قتل

او يزني بامرأة او يشرب خمرا او يرتكب غير ذلك من الذنوب فمات الليلة مات عاصيا مصرا على الذنب ويحشر على
یا کسی عورت سے زنا کریگا یا شراب پیئیگا یا کوئی اور گناہ کریگا پھر وہ اوسی شب میں مرگیا تو گناہ پر اڑا ہوا گنہگار مریگا اور اپنی نیت پر اوٹھیگا

نيته مع ان الواقع منه العزم على المعصية دون فعلها والدليل الدال عليه ما روي انه عليه السلام قال اذا التقى
باوجودیکہ اوسکو صرف معصیت کا عزم ہی تھا کچھ عمل نہیں کیا اور دلیل اس مطلب پر یہ روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا جب دو مسلمان

المسلمان بسيفيهما فالقاتل والمقتول في النار قيل يا رسول الله هذا القاتل فما بال المقتول قال لانه اراد قتل
تلوار لیکر مقابل ہوتے ہیں تو قاتل اور مقتول دونو جہنمی ہیں کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ تو قاتل تھا اب مقتول نے کیا کیا فرمایا اسلئے کہ یہ بھی اپنے

صاحبه وهذا نص في كون المقتول من اهل النار بمجرد الارادة مع انه قتل مظلوما فكيف لا يؤاخذ العبد بالنية
یار کی قتل کا ارادہ رکھتا تھا اور یہ نص ہے کہ مقتول بھی ارادہ ہی سے جہنمی ہے باوجودیکہ مظلوم قتل ہوا ہے پھر کیونکر آدمی سے نیت کا مواخذہ نہیں ہے

والعزم وكل ما يدخل تحت اختياره فهو مؤاخذ به الا ان يكفره بحسنة ونقض العزم بالندم حسنة فلذلك يكتب
اور عزم اور جو جو آدمی کی اختیاری ہے سو اوسکا مواخذہ ہوتا ہے ہاں اگر نیک کام سے اوسکا بدلا کردے تو خیر اور ندامت سے عزم کا توڑ دینا بھی نیک کام ہے اسی لئے

حسنة واما فوات المراد بعائق فليس بحسنة فلذلك يكتب سيئة فيؤاخذ بها فكيف لا يؤاخذ العبد باعمال القلوب
ثواب ہوتا ہے اور رہی وہ صورت جو کسی مانع کے سبب سے عمل فوت ہوجاوے سو یہ نیکی نہیں ہے اسلئے گناہ ہوتا ہے پھر مواخذہ ہوگا اب کیونکر آدمی کا مواخذہ اعمال قلوب

والكبر والعجب والرياء والحسد والنفاق وجملة الخبائث من اعمال القلوب وقد قال الله تعالى ان السمع والبصر والفؤاد كل
اور کبر اور تکبر اور ریا اور حسد اور نفاق پر نہ ہوویگا اور جتنی خبائث ہیں سو اعمال قلوب ہیں اور بیشک اللہ تعالی نے فرمایا ہے بیشک کان اور آنکھ اور دل ان سبکی

اولئك كان عنه مسئولا فانه تعالى قد بين في هذه الاية ان العبد بكل واحد من تلك الاعضاء يكون مسئولا فيما يدخل
اوس سے پوچھ ہے اب اللہ تعالی نے اس آیت میں بیان کیا کہ آدمی سے ان عضو میں ہر عضو کی پوچھ ہوگی جو جو کام انکی اختیار میں ہیں

تحت اختياره مثلا لو وقع بصره على اجنبية بغير اختيار منه لا يؤاخذ بهذه النظرة فان اتبعها نظرة ثانية يكون
مثلا اگر نامحرم عورت پر نظر جاوے بے اختیار نگاہ پڑجاوے تو اس نگاہ کا کچھ مواخذہ نہیں ہے پھر اگر اوسپر دوبارہ نظر دوڑائی تو اس دوسری نظر کا

مؤاخذا بهذه النظرة الثانية لكونه مختارا فيها كذلك خواطر القلوب تجري هذا المجرى بل القلب اولى بالمؤاخذة لانه
مواخذہ ہوویگا کیونکہ اسمیں اختیار تھا ایسی ہی دل کی خیالات اسی کی قائم مقام ہیں بلکہ دل کا مواخذہ اولی ہے کیونکہ یہ سبکی اصل ہے

الاصل فان من حكم قلبه بشيء وكان مخطئا فيه يصير مجزيا به ان خيرا فخير وان شرا فشر كمن ظن انه متطهر حضر
بیشک جسکا دل کسی خیالات پر حکم کرے تو ویسی ہی سزا ملیگا اگر نیک ہے تو نیک اور اگر بد ہے تو بد جسکسی گمان کیا کہ میں باوضو ہوں اور

الجمعة وصلاها ثم تذكر انه غير متطهر يكون مثابا بفعله وان تركها ثم تذكر يكون معاقبا على تركه ومن وجد على فراشه امرأة
جاکر جمعہ کی نماز ادا کی پھر یاد آیا کہ پاک نہیں ہے تو بھی اسکا ثواب ہوگا اور اگر جمعہ کو ترک کیا پھر یاد آیا تو اس ترک پر عقاب ہوگا اور جسنے اپنے بستر پر عورت پائی

فظنها زوجته فوطئها لا يكون عاصيا بوطئها وان كانت اجنبية وان ظنها اجنبية فوطئها بهذا الظن يكون عاصيا
اور گمان کیا کہ میری ہی بی بی ہے پھر وہ اوس سے جماع کیا تو اس جماع سے گنہگار نہیں ہوگا اگرچہ غیر عورت ہو اور اگر اوس عورت کو غیر سمجھا پھر اوسی اپنی خیال پر جماع کیا تو اس جماع سے

بوطئها وان كانت زوجته كل ذلك بالنظر الى القلب دون الجوارح وان الوسوسة انما تكون مرفوعة عن هذه الامة اذا
گنہگار ہوگا اگرچہ اوسکی بی بی ہو یہ تمام باعتبار دل کی ہے جوارح کا لحاظ نہیں ہے کیونکہ وسوسہ تو سراسر اس امت کو معاف جبھی ہے جبتک

لم يبلغ رتبة العزم واما اذا بلغت تلك المرتبة فلا تكون مرفوعة بل يؤاخذ به العبد فلزم عليه نقضها بالندم والاستغفار
عزم کا مرتبہ نہ پاوے پھر اگر اوس درجہ تک جاپہنچے تو پھر معاف نہیں ہے بلکہ اسپر آدمی سے مواخذہ ہوتا ہے سو لازم ہے کہ اس عزم کو ندامت اور استغفار سے توڑ دے

حتى تنقلب حسنة لكن ينبغي ان يعلم ان الوسوسة قد تكون من جهة تلبيس ابليس فان الشيطان قد يلبس على
یہہ کہ پلٹ کر عمل نیک ہوجاوی لیکن سمجھنی کی بات ہی کہ وسوسہ یعنی وقت ابلیس کی فریب سی ہوتا ہی بیشک شیطان بعضی وقت انسان پر یہہ شبہ ڈالتا ہی
الانسان فيقول العمر طويل والصبر على ترك الشهوات طول العمر الم شديد فكيف تترك اللذات والشهوات فعند ذلك
کہتا ہی کہ عمر بہت دراز ہی اور ترک شہوات پر تمام عمر صبر کرنا بڑا ہی سخت عذاب ہی اب لذتیں اور شہوات کیونکر ترک کر دیجئی اب ایسی وقت آدمی کو
يلزم للعبد ان يذكر عظيم ثواب الله تعالى واليم عقابه ووعده ووعيده ويجدد ايمانه ويقينه ويقول نعم الصبر عن
لازم ہی کہ اللہ تعالی کا بڑا ثواب اور سخت عذاب اور اوسکی وعدی اور وعید یاد کری اور از سر نو ایمان اور یقین کو سنبھالی اور کہی البتہ صبر کرنا
الشهوات شديد لكن الصبر على النار اشد فلابد من اختيار اخفهما فاذا ذكر العبد ذلك يخنس الشيطان ويهرب اذ لا يستطيع
شہوات سی سخت ہی لیکن آگ پر صبر کرنا اور بہی بہت سخت ہی سو کمتر کو اختیار کرنا چاہئی جب آدمی یہہ بات یاد کرتا ہی تو شیطان پس پشت بہاگ جاتا ہی کیونکہ شیطان کی
ان يقول ليس الصبر على النار اشد من الصبر على المعصية ولا يملك ان يقول المعصية لا تفضي الى النار لان
یہہ طاقت نہیں ہی کہ کہوی آگ پہ صبر کرنا معصیت پر صبر کرنی سی سخت نہیں ہی اور نہ یہہ کہہ سکتا ہی کہ معصیت دوزخ مین نہ لیجاویگی اسواسطی کہ آدمی کا
ايمان العبد يدفعه وينقطع عنه وسوسته بنور الايمان فان العبد اذا كان ايمانه حقيقيا لا لسانيا بل
ایمان اسکو دفع کر دیتا ہی اور ایمان کی نور سی اوسکا وسوسہ کٹ جاتا ہی بیشک جب آدمی کا ایمان حقیقی ہوتا ہی زبانی نہیں ہوتا بلکہ
قلبيا يقينيا يدفع عن نفسه وسوسة الشيطان ويتخذه عدوا امتثالا لقوله تعالى ان الشيطان لكم عدو
دلی یقینی ہوتا ہی تو اپنی دلسی شیطانی وسوسہ دور کر دیتا ہی اور شیطان کو دشمن جانتا ہی اس آیت کی موافق تحقیق شیطان تمہارا دشمن ہی
فاتخذوه عدوا فانه تعالى بين في هذه الاية ان الشيطان عدو لبني ادم وامرهم ان يتخذوه عدوا لانه
سو تم سمجہو اوسکو دشمن اللہ تعالی نی اس آیت مین بیان کیا کہ شیطان بنی آدم کا دشمن ہی اور یہہ حکم کیا کہ وہ بہی اوسکو دشمن سمجہین کیونکہ
يريد اضلالهم ليجرهم مع نفسه الى النار فعلى هذا ينبغي للعاقل ان يعرف عدوه ويجتهد في دفع وسوسته
اونکو گمراہ کیا چاہتا ہی تا کہ اپنی ساتہہ دوزخ مین کہینچ لیجاوی اس بیان کی موافق عاقل کو چاہئی کہ اپنا دشمن پہچان کر اوسکا وسوسہ بزور دفع کری
ولا يدفع وسوسته الا بمخالفة الهوى فمن منع نفسه عن الهوى يكون من عباد الله الذين لا يتسلط عليهم
اور بدون مخالفت ہواہوس کی اوسکا وسوسہ دفع نہیں ہوتا پہر جسنی اپنی نفس کو ہوا سی روک رکہا تو وہ اون لوگون مین ہوتا ہی جن پر شیطان غالب نہیں ہوتا
الشيطان على ما اخبر الله تعالى بذلك وقال ان عبادي ليس لك عليهم سلطان فدلت الاية على ان الشيطان
موافق مضمون اس آیت کی وہ میری بندی ہین اونپر نہین تیری حکومت یہہ آیت دلالت کرتی ہی کہ شیطان
لا يتسلط على من كان من عباد الله تعالى وانما يتسلط على من لم يكن من عباد الله تعالى فمن يتبع الهوى لا يكون
اونپر جو اسکی عبادت کرنیوالی ہین غلبہ نہین کرسکتا اونہی پر غلبہ کرتا ہی جو اللہ کی عابد نہیں ہین پہر جو شخص اپنی ہوا کا تابع ہی وہ
من عباد الله تعالى بل يكون من عباد الهوى اذ قال الله تعالى ارءيت من اتخذ الهه هويه اشار الى كون
اللہ تعالی کا عابد نہیں ہی بلکہ ہوا کا پوجنی والا ہی اسلئی کہ اللہ تعالی فرماتا ہی بہلا دیکہہ تو جسنی پوجنا پکڑا اپنی چاؤ کا یہہ اشارہ ہی کہ
الهوى الهه ومعبوده والى كونه من عباد الهوى لا من عباد الله تعالى فمن لم يكن من عباد الله تعالى بل كان
ہوا ہی اوسکا خدا اور معبود ہی اور وہ ہوا کا بندہ ہی اللہ کا بندہ نہیں ہی پہر جو شخص اللہ کا بندہ نہووی بلکہ ہوا کا
من عباد الهوى يتسلط عليه الشيطان بواسطة الهوى الذي يتشعب منه الشهوات فكما ان الشهوات
بندہ ہووی تو اوسپر شیطان بوسیلہ ہوا کی جسمین سی شہوات کی شاخین نکلتی ہین غالب رہتا ہی سو جیسی شہوتین انسان کی
سارية في لحم الانسان ودمه كذلك سلطنة الشيطان سارية في لحم الانسان ودمه ومحيطة به من
گوشت پوست اور خون مین پہیلی ہوئی ہین ایسی ہی شیطان کی سلطنت آدمی کی اندر گوشت اور لہو مین سیر کرتی ہی اور ہر طرف سی گہیری ہوئی ہی

جميع حواسه ولذلك قال النبي عليه السلام إن الشيطان ليجري من ابن آدم مجرى الدم فضيقوا مجاريه
سبھی نبی نے علیہ السلام نے فرمایا کہ شیطان بنی آدم میں مثل خون کے پھرتا ہے تم اسکی آمد کا رستہ بھوک سے بند کرو
بالجوع وإنما أمر النبي عليه السلام بتضييق مجاري الشيطان بالجوع لأن تسلط الشيطان على الإنسان ليس
واسطے نبی علیہ السلام نے شیطان کا رستہ بھوک سے بند کرنے کو تنگ فرمایا ہے کہ شیطان کا غلبہ انسان پر بدون وسیلہ شہوت کے
إلا بواسطة الشهوة والشهوة تنكسر بالجوع فمن يريد أن يسلم من تسلط الشيطان عليه فعليه بالرياضة بالصوم حتى يسلم
نہیں ہو سکتا اور شہوت بھوک سے ٹوٹ جاتی ہے پھر جو شخص چاہے کہ میں شیطان کی غلبہ سے سلامت رہوں تو اسکو روزہ کی ریاضت چاہیے تاکہ
من تسلط الشيطان عليه فإن من يتبع مقتضى الشهوة المتبعة عن الهوى يظهر تسلط الشيطان عليه لأن
شیطان کے غلبہ سے سلامت رہے کیونکہ جو شخص شہوت کی پیچھے پڑا رہتا ہے جو ہوا کی تابع ہے تو اوسپر بوسیلہ ہوا کے شیطان کا غلبہ ہو جاتا ہے
الهوى لأن الهوى مرعى الشيطان ومربعه ولما لم يكن أحد خاليا عن الشهوة المتبعة عن الهوى لم يوجد أحد
کیونکہ ہوا نفس شیطان کی بیٹھک اور چراگاہ ہے اور چونکہ کوئی شخص شہوت سے جو تابع ہوا نفس کی ہے خالی نہیں ہے تو ایسا بھی کوئی نہیں ہے
خاليا عن أن يكون للشيطان فيه تسلط ولذلك قال النبي عليه السلام في حديث رواه ابن مسعود ما منكم من
کہ اوسپر شیطان کا کچھ بھی غلبہ نہو اور اسی لیے نبی علیہ السلام نے فرمایا ہے حدیث میں جو ابن مسعود سے روایت ہے تم میں سے ایسا کوئی نہیں کہ
أحد إلا وله شيطان قالوا وأنت يا رسول الله قال عليه السلام وأنا إلا أن الله تعالى أعانني عليه فأسلم فلا يأمرني
اسکا شیطان نہو عرض کیا اور تم یا رسول اللہ فرمایا ہاں میں بھی مگر اتنا ہے کہ اللہ تعالی نے اوسپر میری مدد کی سو وہ مسلمان ہو گیا اب وہ سوائے
إلا بخير بناء على ما ذكره الإمام الغزالي في الإحياء أن الشيطان لا تصرف في الإنسان إلا بواسطة الشهوة فمن
خیر کے کچھ نہیں کہتا اسکی تفصیل یوں بیان امام غزالی کی احیاء میں یہ ہے کہ شیطان انسان میں بدون وسیلہ شہوت کی تصرف نہیں کر سکتا پھر جسکی
أعانه الله تعالى على كسر شهوته حتى تصير لا تنبسط إلا حيث ينبغي وإلى الحد الذي ينبغي فشهوته لا تدعو
اللہ تعالی نے شہوت توڑنے پر امداد کی یہاں تک کہ انسان جادی کرا اور ہر موقع ہو کہ جہاں چاہیے اور اس حد تک جو سزاوار ہے سو ویسی شہوت شر کی طرف نہیں بلاتی
إلى الشر فالشيطان المتدرع بها لا يأمر إلا بالخير فعلم من هذا الحديث أن بني آدم لا ينفصلون عن تسلط الشيطان عليهم
اور شیطان جو شہوت کا لباس پہنی ہوئی ہے سوائے خیر کی نہیں کہتا سو حدیث سے معلوم ہوا کہ خیال میں نہ آنا کہ کوئی آدمی شیطان سے جدا ہو
وإنما تميز بعضهم عن بعض بموافقتهم إياه ومخالفتهم إياه فمن تغلب عليه مقتضيات الشهوة تجد الشيطان
اور بعضے ایک کو دوسرے سے اسی فرق ہی کہ شیطان کا موافق ہے یا اوس سے کتنا مخالف ہے سو جسپر مقتضیات شہوت غالب ہین اوسمیں شیطان
فيه مجالا فيتسلط عليه ولا كذلك الشهوة بدنسانه من حواسه قال إبليس على ما أخبر الله تعالى عنه لأقعدن
جگہ پاتا ہے اور اوسپر تسلط کرتا ہے اور انسان کو جو شہوت کی ہر طرف سے گھیر رکھا ہے تو ابلیس کا یہ قول ہے جیسا کہ اللہ تعالی خبر دیتا ہے میں بیٹھوں گا
لهم صراطك المستقيم ثم لآتينهم من بين أيديهم ومن خلفهم وعن أيمانهم وعن شمائلهم ولا تجد أكثرهم
ونکی تاک میں تیری سیدھی راہ پر پھر اونپر آؤنگا آگے سے اور پیچھے سے اور داہنے سے اور بائیں سے اور نہ پاویگا تو اونمیں سے اکثر
شاكرين فإنه يأتي الإنسان من جميع جهاته بأنواع مكائده ويحسن إليه الفعل الذي يضره حتى يخيل إليه
شکر گذار پھر شیطان انسان کی ہر ایک طرف سے طرح طرح کی مکر لاتا ہے اور وہ کام اوسکو پسند کراتا ہے جو مضر ہے یہاں تک کہ وہ خیال کرتا ہے
أنه من أنفع الأشياء إليه ويكره إليه الفعل الذي ينفعه حتى يخيل إليه أنه من أضر الأشياء إليه وبهذا الطريق
کہ یہ کام سب سے زیادہ مفید ہے اور وہ کام ناپسند کراتا ہے جو نافع ہو یہاں تک کہ خیال کرتا ہے کہ یہ کام سب سے زیادہ مضر ہے اور اسی طریق سے
كاد كثيرا من الناس حتى ألقاهم في الأهواء المختلفة والآراء المتنوعة وأوصلهم إلى الكفر والضلال وأوقعهم في الإثم
بہت لوگوں کو فریب دیا ہے یہاں تک کہ اونکو مختلف ہوسوں اور الگ الگ رایوں میں لگا دیا ہے اور کفر اور گمراہی میں پہنچا دیا ہے اور گناہ اور وبال میں

والوبال ومع هذا يعدهم الفوز بالجنات مع الكفر والفسوق والعصيان ويخوف المومنين من جنده واوليائه
بسبب ادکی اوسپر اس کفر اور فسق اور عصیان پر دخول جنت کا وعدہ کرتا ہی اور مؤمنوں کو اپنی لشکر اور رفقا سی اتنا ڈراتا ہی

حتى لا يجاهدونهم ولا يامرونهم بالمعروف ولا ينهونهم عن المنكر وهذا من عظيم كيده لاهل الايمان وقد اخبر الله
کہ وہ اونپر جہاد نہیں کرتی اور نہ امر بالمعروف اور نہ نہی عن المنکر کرتی ہیں اور اہل ایمان کو یہہ بڑا ہی دم دی رکھا ہی اور اسد تعالی

بذلك في كتابه فقال انما ذلكم الشيطن يخوف اولياءه فلا تخافوهم وخافون ان كنتم مؤمنين والمعنى عند جميع
اپنی کتاب میں فرماتا ہی یہہ جو ہی سو شیطان ہی کہ ڈراتا ہی اپنی دوستوں سی سو تم اونسی مت ڈرو اور مجہسی ڈرو اگر ایمان رکھتی ہو اور تمام مفسرون کی

المفسرين انه يخوفكم باوليائه فلا تخافوهم قال قتادة يعظمهم في صدوركم ولهذا قال فلا تخافوهم وخافون ان كنتم
مراد یہہ معنی ہیں کہ شیطان تمکو اپنی رفیقوں سی ڈراتا ہی سو تم اونسی مت ڈرو قتادہ کہتی ہیں اونکو بڑا اور بہاری کرکر دکہاتا ہی اسی واسطی کہا تم اونسی مت ڈرو اور مجہسی ڈرو اگر تم

مؤمنين فان ايمان المؤمنين كلما كان قويا يزول عنه خوف اولياء الشيطان فيامر بالمعروف وينهى عن المنكر
مؤمن ہو بیشک مؤمن کا ایمان جتنا قوی ہوتا ہی وتنا ہی شیطان کی رفیقوں کا خوف دور ہوتا ہی پہر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنا شروع کرتا ہی

وكلما كان ضعيفا يقوى فيه خوف اولياء الشيطان فلا يامر بالمعروف ولا ينهى عن المنكر ومن كيده ايضا انه يخدع
اور جتنا ضعیف ہوتا ہی وتنا ہی اوسپر شیطان کی رفیقوں کا خوف قوی ہو جاتا ہی پہر نہ امر بالمعروف کری اور نہ نہی عن المنکر اور یہہ بہی اوسکا کید ہی کہ اونکو فریب دیتا ہی

الذين احكموا العلوم الشرعية العلمية والعملية حتى انهم كانوا يشتغلون بها ويتعمقون فيها لكنهم يهملون تفقد
جنہوں نی علوم شرعی علمی اور عملی خوب یاد کی ہیں یہاں تک کہ وہ اوس علم میں مشغول رہتی ہیں اور غور کی جاتی ہیں پہ اعضا بدنی کو معاصی سی

الجوارح ولا يحفظونها عن المعاصي ولا يستعملونها في الطاعات ويظنون انهم بلغوا عند الله تعالى من العلم مرتبة
نہیں بچاتی اور نہ اونکو طاعات میں صرف کرتی ہیں اور گمان یہہ رکہاتی ہیں کہ ہمکو اسد تعالی کی ہاں وہ مرتبہ حاصل ہو گیا ہی

لا يعذبون ولا يطالبون بذنوبهم بل يقبل في الخلق شفاعتهم فانهم لو تاملوا العلموا ان العلم علمان علم المعاملة
کہ عذاب نہیں ہوگا اور نہ گناہوں کی پرسش ہوگی بلکہ خلقت کی حق میں ہماری شفاعت منظور ہوگی یہہ لوگ اگر تامل کریں تو جانیں کہ علم دو ہوتی ہیں ایک علم معاملہ

وعلم المكاشفة فاما علم المعاملة فهو معرفة الحلال والحرام ومعرفة الاخلاق المحمودة والمذمومة وهي علوم لا تراد
یعنی ظاہری اور علم مکاشفہ کا باطنی سو علم معاملہ کا تو یہہ ہی دریافت کرنا حلال اور حرام کا اور پہچاننا اخلاق نیک اور بد کا یہہ ایسی علم ہیں کہ انہیں عمل ہی اصل

الا للعمل ولولا الحاجة الى العمل لم تكن هذه العلوم قيمة فكل علم يراد للعمل لا يكون له قيمة بدون العمل فمن احكم
مقصود ہی اور اگر عمل کی طرف حاجت نہوتی تو ان علوم کی بہی کچہہ قدر نہوتی اب جو علم کہ عمل کی لئی مقصود ہوتا ہی اوسکی قدر بدون عمل کی نہیں ہوتی پہر جسنی علم

علم الطاعات ولم يفعلها واحكم علم المعاصي ولم يجتنبها واحكم علم الاخلاق المحمودة ولم يزين نفسه بها واحكم علم
طاعات کا خوب سیکہا اور طاعت نکی اور علم معاصی کا خوب سیکہا اور معاصی سی باز نہ آیا اور علم اخلاق محمودہ کو خوب یاد کیا اور اچہی اخلاق سی مزین نکیا اور علم

الاخلاق المذمومة ولم يطهر نفسه عنها فهو مغرور بكيد الشيطان اذ يقول له الشيطن مطلبك القرب
اخلاق ذمیمہ خوب لزبر کیا اور اپنی آپکو اونسی پاک نکیا تو وہ شیطان کی فریب میں پہنسا ہوا ہی اتنی کہ شیطان یون سمجہاتا ہی کہ تیری غرض تو قرب الہی

من الله تعالى ونيل ثوابه والعلم يقربك من الله ويوصلك الى ثوابه ويتلو عليه الايات والاخبار الواردة
ہی اور ثواب حاصل کرنا سو علم اسد تعالی سی قریب اور ثواب حاصل کر دیتا ہی اور اسکی سند آیات اور احادیث جو علم کی فضایل میں آئی ہیں پڑہ سناتا ہی

في فضائل العلم فمن كان من اهل الهوى يريد ذلك موافقا لهواه فيطمئن اليه قلبه ويهمل العمل ومن كان
پہر جو شخص اہل ہوا سی ہی اوسکی تو مرضی کی موافق ہوتی ہیں اوسکی تو دلجمعی ہوتی عمل سی کچہہ کام نرکہا اور جو عالم

من اهل التقوى يقول للشيطان تذكرني ما ورد في فضائل العلم ولا تذكرني ما ورد في العلماء التاركين للعمل
ڈر والی ہوتی ہیں تو شیطان سی کہتی ہیں تو وہ روایات تو یاد دلاتا ہی جو علم کی فضائل میں ہیں اور وہ یاد نہیں دلاتا جو علما تارک عمل کی حق میں آئی ہیں

فان

فان الذي اخبر بفضيلة العلم هو الذي اخبر بعقوبة العلماء السوء فانه تعالى قال مثل الذين حملوا التورية
بیشک جسنی فضیلت علم کی بتائی ہی اوسہی نی علماء بدکار کا عذاب بہی بتایا ہی بیشک اللہ تعالی فرماتا ہی کہاوت ہی اونکی جنہیں لادی گئی

ثم لم يحملوها كمثل الحمار يحمل اسفارا وقال الله تعالى في اية اخرى فمثله كمثل الكلب فاي خزي اعظم
پہر نہ اوٹہائی اونہوں نی جیسی کہاوت گدہی کی پیٹ پر لیجتا ہی کتابیں اور ایک اور آیت میں فرمایا ہی تو اوسکا حال جیسی کتی گدہی اور کتی کی مشابہت سی

من التمثيل بالحمار والكلب وقال النبي عليه السلام اشد الناس عذابا يوم القيمة عالم لم ينفعه الله بعلمه وقال
کونسی رسوائی زیادہ ہی اور نبی علیہ السلام نی فرمایا سب سی زیادہ عذاب میں قیامت کی دن وہ عالم ہوگا جسکی علم سی اللہ نی اوسکو نفع نہ دیا اور نبی

عليه السلام في حديث اخر من ازداد علما ولم يزدد هدى لم يزدد من الله الا بعدا وبعد ورود مثال تلك
علیہ السلام نی ایک اور حدیث میں فرمایا جو شخص علم میں بڑہا اور ہدایت میں نہ بڑہا وہ اللہ تعالی کی ان سوا دوری کی نہیں بڑہیگا اور بعد وارد ہونی

التشديدات مما لا يحصى في حق العالم التارك العمل كيف يعتقد انه على خير مع تاكد حجة الله تعالى عليه
ایسی ایسی شدایدکی بیشمار کی عالم تارک العمل کی حق میں کیونکر اعتقاد کرتا ہی کہ وہ نیک راہ پر ہی باوجودیکہ اوسپر حجت الہی خوب قایم ہی

واما علم المكاشفة فهو العلم بالله تعالى وصفاته واسمائه فمن احكم هذا العلم ثم اهمل العمل وضيع امر
اور علم مکاشفہ کا یعنی باطنی سو وہ علم معرفت الہی اور اوسکی صفات اور اسماء کا ہی سو جسنی یہہ علم خوب حاصل کیا پہر عمل نہ کیا اور امر الہی کو ضایع کیا

الله تعالى فهو مغرور ايضا فغروره يدل على انه لم يحصل من معرفة الله الا الاسامي دون المعاني لانه لو
تو وہ بہی شیطان کی فریب میں ہی بس اوسکی شوریدگی دلالت کرتی ہی کہ اوسکو معرفت الہی سی سواء نام کی کچہہ حاصل نہیں ہوا معانی تک نہیں پہنچا کیونکہ اگر

عرف الله تعالى حق معرفته لخشيه واتقاه كما قال الله تعالى انما يخشى الله من عباده العلماء نسال الله تعالى
عارف باللہ ہوتا جو حق ہی تو اوسی ڈرتا اور تقوی کرتا چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہی اللہ سی ڈرتی وہ ہی ہیں اوسکی بندوں میں جو سمجہہ رکہتی ہیں ہم سوال کرتی ہیں

ان يجعلنا ممن يخشى الله تعالى المجلس الثالث والتسعون في بيان ان للشيطن لمة بابن ادم و
کہ ہمکو اللہ سی ڈرنیوالا بنادی ترانویں مجلس اس بیان میں کہ ابن آدم سی شیطان کو ایک قرب ہوتا ہی اور

للملك لمة قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان للشيطن لمة بابن ادم وللملك لمة فاما لمة الشيطن فايعاد
فرشتی کو ایک قرب ہوتا ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نی فرمایا بیشک ابن آدم سی شیطان کو ایک قرب ہوتا ہی اور فرشتہ کو ایک قرب ہوتا ہی پہر قرب شیطان کا تو

بالشر وتكذيب بالحق واما لمة الملك فايعاد بالخير وتصديق بالحق فمن وجد ذلك فليعلم انه من الله تعالى
برائی کا خیال اور حق کی تکذیب اور فرشتہ کا قرب خیر کا الہام اور حق کی تصدیق پہر جو شخص دلمیں یہہ ہی پاوی تو جان لی کہ اللہ تعالی کی طرف سی ہی

فليحمد الله تعالى ومن وجد الاخرى فليتعوذ بالله تعالى من الشيطن الرجيم هذا الحديث من حسان المصابيح
اب اللہ کی حمد کری اور جسنی وہ دوسرا پایا تو شیطان راندہ سی اللہ کی پناہ مانگی یہہ حدیث مصابیح کی حسن حدیثوں میں ہی

رواه ابن مسعود واللمة المذكورة فيه من الالمام وهو القرب فان كل واحد من الملك والشيطان يقرب
ابن مسعود کی روایت سی اور لفظ لمہ جو اس حدیث میں آیا ہی الام سی مشتق ہی یعنی قرب بیشک ہر ایک فرشتہ اور شیطان انہیں دونو کام کی

من الانسان لهذين الامرين وهما الايعاد بالخير والايعاد بالشر والمراد بهما الهمان اللذان يقع في القلب احدهما
لی انسان کی ساتہہ ہوتی ہیں یعنی ایعاد بالخیر اور ایعاد بالشر اور ان دونوں سی مراد وہی دو الہام ہیں جو کسیکی دلمیں آتی ہیں ایک

بواسطة الملك والاخر بواسطة الشيطان وما يقع بواسطة الملك يسمى الهاما وما يقع فيه بواسطة الشيطان
فرشتہ کی واسطی سی اور دوسرا شیطان کی جہت سی اور جو فرشتہ کی واسطی سی ہوتا ہی الہام کہلاتا ہی اور شیطان کی جہت سی جو ہوتا ہی

يسمى وسوسة والقلب متجاذبة بينهما لانه باصل فطرته يصلح لقبول اثار الملئكة واثار الشياطين
وسوسہ کہلاتا ہی اور دل دونوں میں جای کارزار ہوتا ہی اسلئی کہ باعتبار اصل پیدائش کی فرشتوں کا اثر بہی لی سکتا ہی اور شیطان کا اثر بہی

صلاحا متساويا لا يترجح احدهما على الاخر لا باتباع الهوى ولا كباب على الشهوات او بمخالفة الهوى والاعراض
برابر برابر کسی جانب کو دوسری پر غلبہ نہیں ہوتا مگر باعتبار پیروی ہوا کی اور شہوات پر اوندھا گرنی کی یا باعتبار مخالفت ہوا کی اور شہوات سی

عن الشهوات فان الانسان اذا اتبع مقتضى الشهوة والغضب يظهر تسلط الشيطان على قلبه بواسطة الهوى ويصير
منہ پھیرنی کی بیشک انسان جب شہوت اور غضب کی پیروی کرتا ہی تو اوسکی دل پر شیطان کا غلبہ بوسیلہ ہوا کی ظاہر ہوا کرتا ہی اور اسکا دل

قلبه عش الشيطان ومقره لكون الهوى مرعى الشيطان ومرتعه واذا جاهد نفسه ولم يتبع مقتضى الشهوة و
شیطان کا گھونسلا اور مقام ہو جاتا ہی کیونکہ ہوا و ہوس شیطان کی چراگاہ اور بیٹھک ہی اور اگر اپنی نفس کو مارا اور لوازم شہوت اور

الغضب يكون قلبه مستقر الملئكة ومهبطهم لكن لما لم يكن قلب من القلوب خاليا عن الشهوة والغضب والحرص
غضب کی پیروی نکی تو اوسکا دل ملائکہ کا مقام اور گذرگاہ ہو جاتا ہی لیکن چونکہ کوئی دل کیسا ہی شہوت اور غضب اور حرص

والطمع وغير ذلك من الصفات البشرية المنشعبة عن الهوى لم يتصور ان يوجد قلب خال من ان يكون فيه
اور طمع وغیرہ صفات بشری سی جو ہوا کی شاخین ہین خالی نہین ہوتا تو خیال مین نہین آتا کہ کوئی دل ایسا ہو کہ جہان شیطان کی وسوسہ

للشيطان جولان بالوسوسة ولا يزول وسوسته الا بذكر شئ سوى ما وسوس به فيه اذ عند حصول ذكر شئ
کا گذر ہوتا ہو اور اوسکا وسوسہ کبھی نہین جاتا بدون ذکر کسی اور بات کی اوس وسوسہ کی اسواسطی کہ جب کسی اور چیز کا ذکر آتا ہی

فيه ينعدم ما كان فيه من قبل الا ان كل شئ سوى ذكر الله تعالى وما يتعلق به يجوز ان يكون مجالا للشيطان
تو پہلی بات جاتی رہتی ہی اتنا ہی کہ ہر ایک بات سواء ذکر الہی کی اور جو اسی متعلق ہو گذرگاہ شیطان کا ہو سکتا ہی

فذكر الله تعالى هو الذي يؤمن جانبه ويعلم انه ليس مجالا للشيطان فان القلب مثاله مثال حصن له ابواب
سو ایسا تو ذکر الہی ہی کہ جسکی طرف سی خاطر جمع ہی اور معلوم ہی کہ گذرگاہ شیطان کا نہین ہی بیشک دل کی مثال ایسی ہی جیسی ایک قلعہ کئی دروازہ والا

كثيرة والشيطان يريد ان يدخل فيه من كل باب ويملكه ويستولى عليه فلابد للعبد من حفظه ولا
اور شیطان چاہتا ہی کہ اوسمین ہر ایک دروازہ سی آکر مالک اور مستولی ہو جاوی اب آدمی کو اوسکی حفاظت کرنی چاہئی اور

يقدر على حفظه الا بحراسة ابوابه وسد مداخله ومواضع ثلمه وابوابه ومداخله الصفات المذمومة
اوسکی حفاظت بدون نگہبانی دروازوں کی اور روکنی آمد کی راہ اور کسی کی رخنہ کی نہین ہو سکتی اور قلعہ کی دروازہ اور آمد کی راہ صفات مذمومہ ہین

فليس للادمى صفة من صفات المذمومة الا وهي قوت من اقوات الشيطان وسلاح من اسلحته وباب من
سو آدمی کی کوئی صفت صفات مذمومہ مین سی ایسی نہین ہی کہ وہ شیطان کا کوئی قوت اور اوسکی ہتیاروں مین کا ایک ہتیار اور اوسکی دروازوں

ابوابه ومدخل من مداخله وهذه الابواب والمداخل كثيرة بعضها ظاهرة وبعضها غامضة وكلها
مین سی ایک دروازہ اور اوسکی آمد کا راہ نہو اور یہہ دروازی اور آمد کی راہ بہت ہین بعضی ظاہر ہین اور بعضی پوشیدہ اور شیطان کی لئی سب

مفتوحة للشيطان وليس للملك فيه الا باب واحد وقد يلتبس ذلك الواحد بهذه الكثير فالعبد فيه مثاله
کھلی ہوئی ہین اور ان مین سی فرشتہ کی لئی ایک ہی دروازہ ہی اور کبھی وہ ایک بہت سی ان سب مین ملجاتا ہی اسصورت مین آدمی کی کہاوت ایسی ہی

مثال المسافر الذي بقى في بادية كثيرة الطرق غامضة المسالك في ليلة مظلمة فلا يكاد يتخلص الا بعين بصيرة وطلوع
جیسی مسافر تنہا جنگل مین جہان چار طرف باریک رستی حائل ہون اندھیری رات مین سو یہہ مسافر بدون عین بصیرت اور روشنی چمکتی

شمس مشرقة والمراد بعين البصيرة ههنا هو القلب المصفى بالتقوى والمراد بالشمس المشرقة هو العلم المستفاد من
سورج کی نہین سنبھل سکتا اور عین بصیرت سی یہان تقوی سی صاف کیا ہوا دل مراد ہی اور آفتاب روشن سی وہ علم مراد ہی جو

كتاب الله تعالى وسنة رسوله اذ بهما يعلم غوامض طرقه وابوابه ومداخله التي يدخل منها في القلب الامراض
کتاب اللہ اور سنت رسول سی حاصل ہوا ہو کیونکہ انہی دونوں سی باریک رستی اور اوسکی دروازی اور دل کا ایسا رستہ جسی بیماری علاج کی

المحتاجة الى العلاج وعلاج الشيء لا يكون الا بضده وضد جميع الوساوس الشيطانية ذكر الله
محتاج دل میں اسکی ہوسکتی ہیں اور ہر مرض کا علاج اوسکی ضد سے ہوتا ہے اور تمام وسوسہ شیطانی کی ضد اللہ کا ذکر ہے ساتھ اسود ماللہ کی

والتبري من الحول والقوة بان يقال اعوذ بالله من الشيطان الرجيم لا حول ولا قوة الا بالله العلي العظيم
اور بری ہونا حول اور قوت سے اسطور سے پڑھے پناہ لیتا ہوں اللہ کی شیطان مردود سے اور پہرنا گناہ سے اور نہ قوت طاعت کی مگر اللہ بزرگ برتر سے

فان قيل هل يكفي في الدفع مجرد ذكر الله تعالى ام لا بد فيه من العلاج فما العلاج فيه فالجواب ان العلاج فيه سد
اگر کوئی پوچھے آیا دفع کی لئے صرف ذکر اللہ کافی ہے یا اسمیں کچھہ علاج بہی چاہیے پہر اسمیں علاج کیا ہے سو جواب یہہ ہے کہ اسمیں علاج یہہ ہے

مداخله بتطهير القلب من الصفات المذمومة وتعميره بالتقوى حتى يتمكن الذكر فيه ولا يقدر على ذلك
کہ اوسکی آمد کی راہ دلکو صفات مذمومہ سے پاک اور تقوی سے آباد کرکر سد کردے تاکہ دل کی اندر ذکر قایم رہے اور اسپر سوا متقیوں کی

الا المتقون الذين طهروا قلوبهم من الصفات المذمومة وعمروها بالتقوى وغلب عليهم ذكر الله تعالى فان
کسکی قدرت نہیں جنہوں نے اپنے دل صفات مذمومہ سے پاک اور تقوی سے آباد کرکہے ہیں اور اونپر یاد الہی غالب ہوگئی ہے بیشک ذکر الہی

الذكر لا يتمكن في القلب الا بعد عمارته بالتقوى وتطهيره من الصفات المذمومة فلا بد من تطهيره ليتمكن الذكر
دلمیں جب ہی قایم رہتا ہے کہ تقوی سے آباد اور صفات مذمومہ سے پاک ہوچکے سو اوسکا پاک کرنا ضرور ہوا تاکہ اوسمیں ذکر قایم رہے

فيه لان الذكر لو لم يتمكن فيه لصار حديث النفس فلا يدفع وسوسة الشيطان ولذلك قال الله تعالى ان الذين
اسلئے کہ اگر ذکر دلمیں قایم نرہا تو وہ حدیث النفس ہوگا پہر اس سے شیطانی وسوسہ دفع نہیں ہوسکیگا اور اسیلئے اللہ تعالی فرماتا ہے جو لوگ

اتقوا اذا مسهم طائف من الشيطان تذكروا فاذا هم مبصرون فانه تعالى قد خص ذلك بالمتقين فان القلب اذا
ڈرر کہتے ہیں جہاں پڑگیا اونپر شیطان کا گذر چونک گئے پہر تبہی اونکو سوجہہ آگئی بیشک اللہ تعالی نے اس بات کو پرہیزگاروں سے خاص کیا ہے کیونکہ دل اگر

تطهر من الصفات المذمومة لا يكون للشيطان فيه استقرار بل انما يكون فيه اجتياز ويمنعه من الاجتياز
صفات مذمومہ سے پاک ہوجاتا ہے تو اوسمیں شیطان کا قیام نہیں ہوتا بلکہ یہہ ہے آمد و رفت ہوتی ہے اور آمد و رفت سے بہی اوسکو ذکر الہی سد کردیتا ہے

ذكر الله تعالى فمثاله مثال كلب جائع يقرب منك فان لم يكن بين يديك شيء من الطعام ينزجر بقولك اخسأ فمجرد
سو اوسکی مثال ایسی ہے جیسے بہوکا کتا تیری پاس چلا آوے پہر اگر تیری سامنے کچھہ کہانا نہو تو اخسا ہی کہنے سے چلا جاتا ہے اور بس صرف

الصوت يدفعه وان كان بين يديك شيء من الطعام يهجم عليه ولا يندفع بمجرد الكلام فالقلب الخالي عن الهوى
دہتکار اوسکو دفع کرتی ہے اور اگر تیری سامنے کوئی کہانا موجود ہو تو حملہ کرتا ہے اور صرف دہتکار سے نہیں جاتا سو جو دل ہوا سے خالی ہو

ينزجر الشيطان عنه بمجرد الذكر اذ لا يطرقه الشيطان الا عند غفلته وخلوه عن ذكر الله تعالى فاذا عاد الى الذكر
تو شیطان وہاں سے صرف ذکر سے چلا جاتا ہے کیونکہ شیطان غفلت ہی کیوقت دلمیں جب ذکر الہی سے خالی ہوئے تو جاسکتا ہے پہر جب وہ ذکر کرتا ہے تو

انخنس الشيطان واما القلب المتعلق بالهوى فيكون الهوى قوت الشيطان يستقر فيه الشيطان ولا يندفع بالذكر
پیچھے پاؤں بہاگتا ہے اور جو دل ہوا میں لگا ہوا ہے تو ہوا ہوس جو شیطان کی قوت بازو ہے تو وہاں شیطان جگہہ پکڑ لیتا ہے اور ذکر سے نہیں ٹلتا

والحاصل ان القلب مهما غلب عليه مقتضيات الهوى يجد الشيطان مجالا فيوسوس فيه ومهما اشتغل بالذكر ينخنس
خلاصہ یہہ ہے کہ دل پر اگر لوازم ہوا کے غالب ہوجاتے ہیں تو شیطان کا گذر ہوجاتا ہے پہر اوسمیں وسوسہ پیدا کرتا ہے اور جب ذکر میں مشغول ہوتا ہے تو شیطان

عنه الشيطان ويقبل اليه الملك فيلهمه فيه والتطارد بين جندي الملك والشيطان في معركة القلب
وہاں سے چلدیتا ہے اور فرشتہ وہاں آکر الہام کرتا ہے اور قلب کی معرکہ میں درمیان دو لشکر فرشتہ اور شیطان کی ہمیشہ جنگ دہکیل رہتی ہے

دائم الى ان يفتح القلب لاحدهما فاكثر القلوب قد فتحها الشيطان وملكها وامتلأت بالوساوس الداعية الى ايثار
آخر کو کسی ایک کی فتح ہوجاتی ہے سو اکثر دل تو شیطان فتح کرکر مالک ہوگیا ہے پہر وہ ایسی وسوسوں سے پر ہوگئے ہیں جو کہ طرف اختیار کرنے دنیا

الدنيا واطراح الاخرة ومبدأ امتلاءها اتباع الهوى ولا يمكن فتحها بعد ذلك الا بتخليتها عن الهوى وتحليتها بذكر
وہلاک کرنی آخرت کی ہوتی ہیں اور سبب وسوسہ ہونیکا ہوا کی پیروی ہی اب اسکا فتح ہونا ممکن نہیں ہی بدون اسکی کہ ہوا سی خالی کرکر ذکر الٰہی سی رونق پائی
الله تعالى وذلك لا يتيسر الا بمعرفة الخواطر الداخلة فيها فان الخواطر الداخلة فيها تنقسم الى ما يعلم قطعا انه داع
اور یہہ حالت میسر نہیں ہوتی بدون دریافت خطرات کی جو دلوں کی اندر ہوتی ہیں کیونکہ اندر کی خطرات کی ایک تو یہہ قسم ہی کہ یقینی معلوم ہی کہ وہ خیر کی طرف بلاتی
الى الخير فلا يخفى في كونه الهاما والى ما يعلم قطعا انه داع الى الشر فلا يخفى في كونه وسوسة والى ما يتردد فيه فلا
اب وہ بلا شبہ الہام ہی دوسری یہہ کہ یقینی معلوم ہی کہ بدی کی طرف بلاتی ہی پھر وہ بلاشبہ وسوسہ ہی تیسری تردد ہی یقین ادراک نہیں
يدري انه من لمة الملك او من لمة الشيطان اذ من مكائد الشيطان ان يعرض الشر في معرض الخير وتمييز ذلك
معلوم کہ وہ فرشتہ کی اثر سی ہی یا شیطان کی اثر سی کیونکہ شیطان کا مکر یہہ بھی ہوتا ہی کہ بدی کو خوبی کی لباس میں پیش کردی اسکی تمیز بہت
غامض وبه هلك كثير من العباد والزهاد والعلماء والصلحاء والفقراء والاغنياء وسائر اصناف الخلق ممن يكرهون
دشوار ہی اور اسی مکر سی بہت لوگ عابد اور زاہد اور عالم اور صالح اور فقیر اور غنی اور تمام قسم کی خلقت ہلاک ہوگئی ہی جو ہر لوگ
ظاهر الذنب ولا يرضون لانفسهم الخوض في المعاصي الصريحة فان الشيطان لا يقدر ان يدعوهم الى الشر الصريح
کہ ظاہر گناہ کو ناپسند کرتی ہیں اور اپنی لیے صریح گناہ میں خوض کرنی پر راضی نہیں ہوتی اور شیطان کی طاقت نہیں ہی کہ انکو صریح گناہ پر بلاوی اسواسطی گناہ کو
فيصوره بصورة الخير وتلبيساته من هذا الجنس لا نهاية لها ومكائده فيما يتعلق بالعقائد والاعمال لا حصر لها فان
خیر کی صورت دیدیتا ہی اور اسطرح کی تلبیسات کی کوئی نہایت نہیں ہی اور شیطان کی مکر جو عقائد اور اعمال سی علاقہ رکھتی ہیں بیشمار ہیں بیشک
تلبيسه في الاعتقادات والعبادات قد انتشر في البلاد وشاع بين العباد فينبغي للعبد ان يقف عند كل هم يخطر
شیطان کی مکر اعتقادات اور عبادات کی تمام شہروں میں منتشر اور تمام خلقت میں مشہور ہیں اب انسان کو چاہئی کہ ہر ہم جو اسکی دل میں گذرتا ہی
بباله ليعلم انه من لمة الملك او من لمة الشيطان ويمعن النظر فيه بنور البصيرة لا بهوى الطبع لان الوسواس يجاذب
تامل کرکر سوچی تاکہ معلوم ہووی کہ فرشتہ کا اثر ہی یا شیطان کا اثر اور بصیرت کی نور سی اوسمیں خوب غور کری ہوای طبیعی سی نہ سوچی اسلئی کہ وسوسہ دلکو کھینچکر
القلب وينازعه ويلهيه عن ذكر الله تعالى فلا بد من المجاهدة وهذه المجاهدة لا اخر لها الى الموت ولا يتخلص
جھگڑتا ہی اور اللہ کی ذکر سی بہلاکر بھلوتی ڈالدیتا ہی سواسمیں مجاہدہ ضرور چاہئی اور یہہ مجاہدہ موت تک پورا نہیں ہوتا اور زندگی بھر شیطان سی کوئی
احد من الشيطان ما دام حيا فانه ما دام حيا فابواب القلب للشيطان منفتحة غير منغلقة ولما كان الباب
نہیں چھوٹتا کیونکہ آدمی جبتک زندہ رہتا ہی تو شیطان کی واسطی دروازی دلکی کھلی رہتی ہیں بند نہیں ہوتی اور جب دروازہ
مفتوحا والعدو غير غافل لا يدفع الا بالحراسة والمجاهدة ولذلك لما قال رجل للحسن يا ابا سعيد انيام ابليس تبسم
کھلا ہوا اور دشمن جو کہ ہوا تو بدون نگہبانی اور مجاہدہ کی دفع نہیں ہوگا اسی لئی جب کسی شخص نی حسن سی پوچھا کہ ای ابو سعید کیا ابلیس سوتا ہی تو تبسم کرکر
وقال لو كان ينام لوجدنا راحة فان قيل هل يؤاخذ العبد بجميع وساوس القلوب وخواطرها او لا يؤاخذ بجميعها
کہا اگر ابلیس سویا کرتا تو ہم آرام کاہی کو رہتی اگر کوئی پوچھی کیا انسان سی تمام وسوسوں دلی اور خواطر کا مواخذہ ہوویگا یا سبکا مواخذہ نہیں ہی
بل ببعضها فالجواب ان ذلك غامض لا يوقف عليه ما لم يعلم تفصيل وساوس القلوب وخواطرها من مبدء وقوعها في
بلکہ کسی کسی کا ہی تو جواب یہہ ہی کہ یہہ امر بہت مشکل ہی معلوم نہیں ہوسکتا جبتک تفصیل دلکی وسوسوں اور خطرات کی ابتدا پیدا ہونی سی معلوم نہووی
الى ان يظهر في الجوارح اثارها فان ما يقع في قلب الانسان كما ذكره الامام الغزالي في الاحياء على اربع مراتب الاول
یہانتک کہ اعضا پر کیا اثر ظاہر ہوا اسلئی کہ انسان کی دلی خطرات موافق ذکر امام غزالی کی احیا میں چار مرتبہ پر ہیں پہلا مرتبہ یہہ ہی
ان يرد على قلبه ابتداء من غير قصد وهو الخاطر ويسمى حديث النفس كما لو خطر على قلبه النظر الى المرأة كانت
کہ اوسکی دل پر چھوٹتی ہی بلاقصد خیال آوی اور اسکو حدیث النفس کہتی ہیں جیسی اسکی دلمیں یہہ خیال آوی کہ عورت کو جو پس پشت

ومرة ثانية في الطريق بحيث لو التفت اليها لراها والثالثه هيجان الرغبة في نفسه الى الفعل الذي هو النظر اليها

دراستہ میں نہ دیکھا جاسکی لیکن اگر منہ پھیر کر راستے دیکھ لے دوسرا مرتبہ دل میں اوس کام کی رغبت کا جوش کرنا یعنی رغبت اوس عورت کی دیکھنی کی

وهو حركة الشهوة التي تكون في الطبع وتتولد من الخاطر الاول ويسمى ميل الطبع والثالث حكمه بان هذا الفعل

اور یہ شہوت کی حرکت ہی جو خود بخود طبیعت میں ہوتی ہی اور اوس پہلی خیال ہی پیدا ہوتی ہی اسکو میل طبع کہتی ہیں تیسری مرتبہ حکم کرنا کہ یہ کام

الذي هو النظر اليها ينبغي ان يفعل وهو بعد الخاطر والميل ويسمى اعتقادا والرابع تصميم عزمه على الفعل الذي

یعنی اوس عورت کا دیکھنا ہی چاہئی اور یہ مرتبہ خاطر اور میل دونو کی پیچھے ہوتا ہی اور اسکو اعتقاد کہتی ہیں اور چوتھا مرتبہ اوس کام پر عزم کا مصمم مقرر کرنا

هو النظر اليها ويسمى هذا هما وقصدا ونية وهذا الهم قد يكون له مبدأ ضعيف لكن اذا اصغى القلب الخاطر حتى

یعنی عورت کی دیکھنی پر اور اسکو ہم اور قصد اور نیت کہتی ہیں اور اس ہم کا مبدا کبھی ضعیف ہوتا ہی لیکن اگر دل خاطر کو صاف کرتا ہی یہاں تک

طالت مجاذبته للنفس يتأكد هذا الهم ويصير ارادة مجزومة اذا ثبت هذا فالخاطر لا يؤاخذ به العبد لانه لا

کہ آپس میں کشاکش نفس کی دراز ہو جاوی تو ہم پکا ہوتا ہی اور ارادہ مالجزم ہو جاتا ہی جب یہ معلوم ہو چکا تو خاطر پر بندہ سی مواخذہ نہیں ہی کیونکہ یہ خیال

يدخل تحت الاختيار وكذا الميل وهو هيجان الشهوة لا يؤاخذ به العبد لعدم دخوله تحت الاختيار وهو

اختیاری نہیں ہی اور ایسی میل یعنی جوش شہوت کا آدمی سی مواخذہ نہیں ہی کیونکہ اختیار میں نہیں ہی اور اسی حدیث میں یہ ہی مراد ہی

المراد بقوله عليه السلام عفي عن امتي ما حدثت به انفسها لان حديث النفس عبارة عن الخواطر التي تقع

میری امت سی حدیث النفس معاف ہو گئی اسلئی کہ حدیث النفس خیالات ہوتی ہیں جو دل میں بلا قصد آجاتی ہیں اور اوسپر

في القلب ولا يتبعها عزم اذ لا يسمى العزم حديث النفس واما الثالث وهو اعتقاد وحكم القلب فمتردد بين ان

کچھ عزم نہیں ہوتا کیونکہ ہم اور عزم حدیث النفس نہیں کہلاتا اور رہا تیسرا مرتبہ کہ وہ دل کا اعتقاد اور حکم ہی سو وہ دو حال سی خالی نہیں

يكون اختياريا او اضطراريا فالعبد يؤاخذ بالاختياري ولا يؤاخذ بالاضطراري واما الرابع وهو الهم فيؤاخذ

یا اختیاری ہو گا یا اضطراری سو اختیاری میں آدمی سی مواخذہ ہی اور اضطراری میں مواخذہ نہیں ہی اور رہا چوتھا مرتبہ یعنی ہم سو اوس میں

به العبد الا انه ان ندم على همه وترك الفعل خوفا من الله تعالى يكتب له حسنة لان همه وان كان

بندہ سی مواخذہ ہی البتہ یہ ہی کہ اگر اپنی ہم پر نادم ہو کر اوس کام کو اللہ تعالی کی خوف سی ترک کیا تو ثواب ہوتا ہی اسواسطی کہ ہم انسان کا اگرچہ

سيئة لكن امساكه ومجاهدة نفسه يكون من الحسنات التي يستحق بها صاحبها الثواب وان تعوق

بدی پر اوس سی باز رہنا اور اوسپر نفس کا مجاہدہ حسنات میں ہی جسکی عوض میں انسان مستحق ثواب کا ہوتا ہی اور اگر وہ کام

الفعل بعائق وتركه لعذر لا خوفا من الله يكتب له سيئة لان همه فعل اختياري للقلب فيؤاخذ به صاحبه

کسی اور مانع کی سبب ہو سکا اور کسی عذر سی نکیا کچھ خوف الہی سی نہیں چھوڑا تو گناہ ہوتا ہی کیونکہ ہم تو دل کا فعل اختیاری ہی سو اوسپر مواخذہ ہوتا ہی

فان من عزم على معصية وتعذر عليه فعلها لسبب او عذر لا يكون تركه خوفا من الله تعالى فكيف يكتب

بیشک جسنی معصیت پر عزم کیا اور کسی سبب سی اوسپر عمل دشوار ہو گیا یا عذر سی رہ گیا یہہ خوف الہی کی سبب سی باز نہیں رہا اب اوسکو ثواب

له حسنة وقد روي انه عليه السلام قال يحشر الناس على نياتهم لا شك ان من عزم في الليل ان يصبح ويقتل

کیسا ہو وی اور روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا ہی کہ آدمی اپنی اپنی نیتوں پر اوٹھینگی اسمیں شک نہیں ہی کہ اگر رات کو کسی نی عزم کیا کہ صبح ہوتی ہی کسی مسلمان کو

مسلما او يزني بامراة او يشرب الخمر او يفعل غير ذلك من الذنوب فمات تلك الليلة يموت عاصيا مصرا على الذنب

قتل کرونگا یا فلانی عورت سی زنا کرونگا یا شراب پیونگا یا کوئی اور گناہ کرونگا پھر اوسی رات میں مر گیا تو گنہگار گناہوں پر ڈٹا ہوا مریگا

ويحشر على نيته مع ان الواقع منه العزم على المعصية دون فعلها والدليل عليه ما روي انه عليه السلام قال اذا

اور اپنی نیت پر اوٹھیگا باوجودیکہ اوس سی صرف گناہ کا عزم واقع ہوا ہی کیا کچھ نہیں ہی اور اسکی دلیل یہہ روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا جب

التقى المسلمان بسيفيهما فالقاتل والمقتول في النار قيل يا رسول الله هذا القاتل فما بال المقتول قال لانه اراد
دو مسلمان تلوار لیکر مقابل ہوتے ہیں تو قاتل مقتول دونو جہنمی ہیں کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ یہہ تو قاتل تھا مقتول کی کیا خطا ہی فرمایا اسلئے کہ وہ بھی
ان يقتل صاحبه وهذا نص في كون المقتول من اهل النار بمجرد الارادة مع انه قتل مظلوما فكيف لا يواخذ
تو اپنے کو قتل کیا چاہتا تہا اور یہہ صاف بیان ہی کہ صرف ارادہ سے مقتول بہی دوزخی ہی باوجودیکہ مظلوم مارا گیا ہی اب بندہ سے نیت اور عزم پر کیونکر مواخذہ نہیں
العبد بالنية والعزم وكل ما يدخل تحت اختياره فهو مواخذ به الا ان يكفره بحسنة ونقض العزم بالندم حسنة
ہوگا اور جو بات اختیاری ہی سو اوسمیں مواخذہ ہی یا اوسکا عوض کسی حسنہ سے کردے اور عزم کا ندامت سے توڑنا بہی حسنہ ہوتا ہی
فلذلك يكتب حسنة واما فوات المراد بعائق فليس بحسنة ولذلك يكتب سيئة فيواخذ بها العبد فكيف لا يواخذ
اسیلئے ثواب لکہا جاتا ہی اور اوس کام کا فوت ہونا کسی مانع سے سو یہہ حسنہ نہیں ہی اسی لئے گناہ لکہا جاتا ہی اور اوسپر آدمی سے مواخذہ ہی اب آدمی سے
العبد باعمال القلوب والكبر والعجب والرياء والحسد والنفاق وجملة الخبائث من اعمال القلوب وقد قال الله تعالى
افعال قلوب یعنی کبر اور خود بینی اور ریا اور کینہ اور نفاق پر کیونکر مواخذہ نہو اور خبائث تمام اعمال قلوب سے ہیں اور اللہ تعالی فرماتا ہی
ان السمع والبصر والفؤاد كل اولئك كان عنه مسؤلا فانه تعالى اخبر في هذه الاية ان العبد بكل واحد من
بیشک کان اور آنکہہ اور دل ان سب کی اوسسے پوچہہ ہوگی بیشک اللہ تعالی نے اس آیت میں یہہ خبر دی ہی کہ آدمی سے بعوض ہر ہر عضو کی
تلك الاعضاء يكون مسؤلا عنه فيما يدخل تحت اختياره مثلا لو وقع بصره على محرم بغير اختياره لا يؤاخذ بهذه
جو باتیں اختیاری ہیں پوچہہ ہوگی مثلا اوسکی نگاہ کسی حرام پر بے اختیار جا پڑی تو اس نظر کا کچہہ مواخذہ نہیں ہی پہر اگر اوسکی بعد دوبارہ
النظرة فان اتبعها نظرة ثانية يكون مؤاخذا بهذه النظرة الثانية لكونه مختارا فيها وكذلك خواطر القلب تجري
نگاہ کی تو اس نگاہ ثانی کا مواخذہ ہوویگا کیونکہ اسمیں اختیار تہا اور ایسی ہی دلی خطرات کا یہہ ہی
هذا المجرى بل القلب اولى بالمواخذة لانه الاصل فان من حكم قلبه بشيء وكان مخطئا فيه يصير مجازيا به ان خيرا
راہ ہی بلکہ دل پر مواخذہ اولی ہی کیونکہ سب کی اصل ہی بیشک جسکی دل نے کسی بیجا بات پر عزم کیا تو اوسکا عوض ہوتا ہی اگر نیکی ہی تو نیک
فخير وان شرا فشر كمن ظن انه متطهر وحضر الجمعة وصلاها ثم تذكر انه كان غير متطهر يكون مثابا بفعله وان
اور اگر بدی ہی تو بد جیسی کوئی خیال کرے کہ میں پاک ہوں اور جاکر نماز جمعہ ادا کی پہر یاد آیا کہ میں پاک نتہا تو اس نماز کا ثواب ہوگا اور اگر نماز
تركها ثم تذكر يكون معاقبا بتركه ومن وجد على فراشه امرأة فظن انها امرأته فوطئها بهذا الظن لا يكون عاصيا بوطئها
یونہی ترک کی پہر یاد آیا تو نماز چہوڑنیکا عقاب ہوگا اور اگر کسی نے اپنی بستر پر عورت دیکہی گمان کیا کہ میری بی بی ہی پہر اسی خیال پر اوس سے جماع کیا تو اس جماع سے گنہگار نہوگا
وان كانت اجنبية وان ظن انها اجنبية فوطئها بهذا الظن يكون عاصيا بوطئها وان كانت زوجته كل ذلك بالنظر
اگرچہ غیر عورت ہو اور اگر اوسکو اجنبی خیال کیا پہر اسی خیال پر جماع کیا تو اس جماع پر گنہگار ہوگا اگرچہ اوسکی بی بی ہوئی یہہ تمام باعتبار عزم
الى القلب دون الجوارح فان الوسوسة انما تكون مرفوعة من هذه الامة اذا لم يبلغ مرتبة العزم فاما اذا بلغت تلك المرتبة
دل کی ہی جوارح پر نہیں ہی کیونکہ وسوسہ اس امت کو جبتک عزم کی درجہ کو نہ پہنچی معاف ہی اور اگر اوس درجہ کو جا پہنچا
فلا تكون مرفوعة بل يواخذ بها العبد فيجب عليه ان ينقضها بالندم والاستغفار حتى تنقلب حسنة والا يكون
تو پہر معاف نہیں ہی بلکہ آدمی سے اوسپر مواخذہ ہی سو اوسکو واجب ہی کہ عزم کو ندامت سے توڑی اور استغفار کری تاکہ ثواب ملی اور نہیں تو
الشيطان مستوليا على مملكة القلب وينجز اللعين وعده الذي حكاه الله تعالى عنه حيث قال لئن اخرتن الى
شیطان دل کی مملکت پر غالب ہو جاویگا اور لعین اپنا وعدہ پورا کریگا جسکی اللہ تعالی حکایت کرتا ہی چنانچہ فرمایا اگر تو مجکو ڈہیل دی
يوم القيمة لاحتنكن ذريته الا قليلا والمعنى انك ان اخرتني حيا الى يوم القيمة لاقود بهم حيث ما شئت و
قیامت کی دن تک تو اوسکی اولاد کو ڈاڑہی دیلوں مگر تہوڑی سی اور معنی یہہ ہیں کہ اگر تو مجکو قیامت تک زندہ باقی رہنی دیگا تو البتہ میں انکو جہان چاہونگا کہینچ لیجاونگا

لاستولين عليهم استيلاء قويا الا قليلا منهم وهم المخلصون من عبادك الصلحين وهذا كقول اللعين لازينن
اور سب خوب قابو کر لونگا مگر کچھ تہوڑوں پر جو تیری بندی مخلص صلحاء ہونگی اور یہہ ایسا ہی ہی جیسی لعین کا یہہ قول ہی البتہ مین
لهم فی الارض ولاغوينهم اجمعين وانما عرف اللعين حصول هذا المطلب له مع انه لايعلم الغيب استدلالا بما رای
اونکو بہاریں دکہاؤنگا زمین میں اور راہ سی کہو دونگا سبکو اور شیطان مردود اس مطلب کا حصول باوجودیکہ غیب دان نہیں ہی اس دلیل سی جان گیا
فيهم من كون مبدء الشر متعددا ومبدء الخير واحدا اذ فی نفس الانسان قوة بهيمية شهوانية وقوة سبعية
کہ اونمین آثار بدی کی بہت پائی اور مبداء خیر کا ایک کیونکہ انسان کی نفس میں قوت بہیمی شہوانی ہوتی ہی اور قوت سبعی غضبی
غضبية وقوة وهمية شيطانية وهذه الثلثة مستولية عليه من اول الخلقة داعية له الی الشر وبعد هذه
اور قوت وہمی شیطانی اور یہہ تینوں قوتیں تو آدمی پر ابتداء پیدائش سی غالب ہوتی ہیں شر کیطرف بلاتی ہیں اور ان
الثلثة فيه قوة عقلية ملكية وهی وان كانت داعية الی الخير لكنها انما تكمل بعد استيلاء الثلثة الاول علی القلب
تین کی بعد قوت عقلیہ ملکی ہوتی ہی اور یہہ قوت اگرچہ خیر کی راہ بتاتی ہی پر کامل جب ہوتی ہی کہ یہہ تینوں پہلی قوتیں دل پر غالب ہو چکیں
فلما رای اللعين ذلك علم ان ما يريده يمكن حصوله فان الشهوة والغضب قد ينقادان للانسان انقيادا تاما
پہر جب لعین نی یہہ حال دیکہا تو جان گیا کہ میرا ارادہ ہو جانا ممکن ہی کیونکہ شہوت اور غضب بعضی دفعہ انسان کی خوب مطیع ہوکر
فيعينانه علی طريقه الذی يسلكه ويحسنان مرافقته فی سفره الذی هو بصدده وقد يستعصيان عليه استعصاء
جس رستہ وہ چلتا ہی اوسکی امداد کرتی ہیں اور وہ جس سفر کی درپی ہوتا ہی اوسمین رفاقت خوب کرتی ہیں اور کبہی اوسپر نہایت سرکشی بغاوت
وتمردا حتی يملكانه ويستعبدانه وفيه هلاكه وانقطاعه عن سفره الذی به وصوله الی سعادة الابد فينبغی له
اور تمرد کرتی ہیں یہانتک کہ اوسکی مالک ہوکر اوسکو مطیع کر لیتی ہیں اور اسمین انسان ہلاک ہو چکتا ہی اور اوس سفر سی جسمین سعادت ابدی وصول ہوتی رہ جاتا ہی
ان يستعين عليهما بالعقل وان ترك الاستعانة به وسلطهما علی نفسه يهلك هلاكا بينا ويخسر خسرانا عظيما و
اب انسان کو یون تدبیر کرنی چاہی کہ اونپر عقل سی مدد لیوی اور اگر عقل سی مدد نہ لی اور اپنی اوپر اونکو تسلط دیدیا تو ظاہر مارا گیا اور بڑا ہی ٹوٹا اوٹہایا اور
ذلك حال اكثر الخلق فان عقولهم صارت مسخرة لشهواتهم فی استنباط الحيل لقضاء الشهوة وكان من حقهم ان يكون
اکثر خلق کا یہہ ہی حال ہی کیونکہ اونکی عقلیں قضاء شہوت کی لئی حیلہ حوالی نکالنی کو شہوت کی مطیع ہوگئی ہیں اور اونکو یوں چاہئی تہا کہ
شهواتهم مسخرة لعقولهم فيما يفتقر اليه العقل فان المؤمن قد ينبعث فی قلبه خاطر الهوی فيدعوه الی الشر فيلحقه
اونکی شہوات عقلوں کی مطیع ہوتی جہاں عقل کو حاجت ہی بیشک مؤمن کی دلمین کبہی خطرہ ہوا کا آکر بدی کی طرف بلاتا ہی تو پہر اوسکو
خاطر الايمان فيمنعه عن الشر ويدعوه الی الخير فينبعث الشيطان الی نصرة خاطر الشر فيقوی داعی الهوی ويحسن التمتع
خطرہ ایمانی بدیسی روک کر خیر کی طرف بلاتا ہی اب شیطان بدخطرہ کی قوت کو ابہارتا ہی سو خواہش ہوا کی زور پکڑ جاتی ہی اور دنیا کی لذتوں سی
والتنعم بلذات الدنيا فيميل النفس اليها فينبعث العقل الی نصرة خاطر الخير ويوبخ النفس ويقبح فعلها وينسبها الی الجهل
عیش اور چین کو پسند کرتا ہی اب نفس کو اودہر رغبت ہوتی ہی پہر عقل اوسکی مدد کو اوٹہ کر نیکی دلمین ڈالتی ہی اور نفس کو جہڑکتی ہی اور اوسکی برا فعل کہہ کر اور جہل کیطرف
يشبهها بالبهائم فی هجومها علی الشر وعدم اكتراثها بالعواقب فيميل النفس الی نصح العقل فيحمل الشيطان علی النفس حملة و
نسبت دیکر ڈنگروں سی ملاتی ہی کہ تجہکو برائی کی کثرت اور انجام سی بی پرواہی ہی نفس کو عقل کی نصیحت پر رغبت ہوتی ہی پہر شیطان نفس پر یکبار حملہ کرکر سمجہاتا ہی
يقول لها ما لك تمتنعين عن هواك وهل يوجد احد من اهل عصرك يخالف هواه اما ترين ان اكثر علماء زمانك لا
تجہکو کیا ہوا کہ اپنی عیش سی الگ ہوتا ہی تیری زمانہ میں کوئی ایسا ہی جو عیش سی الگ رہتا ہو دیکہتا نہیں کہ تیری زمانہ کی اکثر علماء
يحترزون عن الهوی ولو كان شرا لامتنعوا عنه افتتركهم بلذات الدنيا يتمتعون بها وتبقی محروما متعبا يضحك عليك
عیش رانی سی پرہیز نہیں کرتی اگر عیش و آرام برا ہوتا تو وہ بہی باز رہتی کیا عیش اور لذت دنیا کی اونکو دیتا ہی اور تو مشقت میں محروم رہی تجہپر تیری ہمسر

اهل وقتك تميل النفس الى وسوسة الشيطان فيحمل العقل على النفس حملة ويقول لها اهل هلك الا من اتبع هواه ونسي
سب نفس کو وسوسہ شیطانی پر رغبت آنی لگتی ہی پہر عقل نفس پر حملہ کر کر سمجہاتی ہی کہ وہی خراب ہوا جو ہوا کی پیچہی لگا اور
الاخرة وما واه ان تقنعين بلذة يسيرة وتتركين لذة الجنة التي لا يتناهى نعيمها ابد الاباد ام تستحقين الم النار وتغترين
آخرت کی بہلائی کو بہول گیا کہ تو اس تہوڑی لذت پر قناعت کر کر جنت کی لا انتہا لذت جو کبہی تمام نہووی چہوڑ دیتا ہی کیا سزاوار دوزخ کی عذاب کا ہوا چاہتا ہی
بغفلة الناس واتباعهم اهواءهم مع ان عذاب النار لا يخفف عنك بمعصية غيرك افترى ان الناس كلهم لو وقفوا في الشمس
اور لوگوں کی غفلت سی کہ اپنی ہوا ہوس کی پیچہی لگ رہی ہیں دہوکہ میں آتا ہی باوجودیکہ تجہسی دوزخ کا عذاب اوروں کی معصیت کی سبب ہلکا نہیں ہوگا دیکہہ تو اگر تمام خلقت
يوم الصيف وكان لك بيت بارد كنت تساعدهم على القيام في الشمس ام تخالفهم وتذهب من الشمس الى ظل بيتك
دہوپ میں ہو اور تیری ایک سرد خانہ ہو تو کیا تو اونکی ساتہہ دہوپ میں کہڑا رہیگا یا اونکی برخلاف تو دہوپ میں سی گہر کی سایہ میں چلا جاویگا
فانك اذا كنت تخالفهم فرارا من حر الشمس فكيف لا تخالفهم فرارا من حر النار فعند ذلك تميل النفس الى راي العقل وهي لا تزال
پہر تو جب اونکی برخلاف آفتاب کی گرمی سی بہاگتا ہی پہر کیونکر اونکی برخلاف آگ کی گرمی سی نہیں بہاگتا پہر اب اس وقت مائل ہی نفس عقل کی مشورہ پر متوجہ ہوتا ہی
تتردد متجاذبة بين هذين الجاذبين الى ان يغلب على قلب الانسان ما هو اولى به فان كان الغالب عليه الصفات الشيطانية
اسی تردد میں کبہی ادہر کبہی ادہر تردد کیا جاتا ہی آخر انسان کی دل پر وہ غالب آجاتا ہی جو اوسکی حال کی مناسب ہو اگر اوسپر صفات شیطانی غالب ہوئیں
يميل الى الشر ويجري على جوارحه بسابق القضاء ما هو سبب لبعده من الله تعالى وان كان الغالب عليه الصفات الملكية
تو شر کی طرف متوجہ ہوا اور اوسکی اعضا سی بسبب سابقہ تقدیر کی وہی ہوتا ہی جو اللہ تعالی سی دور ڈالدی اور اگر اوسپر صفات ملکی غالب ہوئیں
يميل الى الخير ويظهر على جوارحه بسابق القضاء ما هو سبب لقربه من الله تعالى وهذه الطاعات والمعاصي اذا ظهرت تكون
تو خیر کیطرف جہکتا ہی اور اوسکی جوارح سی بسبب سابقہ تقدیر کی وہی عمل میں آتا ہی جس سی قرب الہی حاصل ہو اور یہہ طاعات اور معاصی جب ظاہر ہوتی ہیں
علامات يعرف بها سوابق القضاء والقدر وهي انما تظهر من خزائن الغيب بواسطة خزائن القلب فانه خزائن الملكوت
تو یہہ نشانیاں ہیں کہ انسی قضا اور قدر کا حکم معلوم ہوجاتا ہی اور طاعات اور معاصی خزانہ غیب سی بواسطہ خزانہ دل کی ظاہر ہوا کرتی ہیں کیونکہ دل خزانہ
فمن خلق للجنة يسرت له الطاعات واسبابها ومن خلق للنار يسرت لها المعاصي واسبابها فانه تعالى خلق الجنة وخلق
باطنی ہی پس جو شخص جنتی پیدا ہوا ہی اوسکو طاعات اور اسباب طاعات میسر ہوجاتی ہیں اور جو شخص دوزخی پیدا ہوا ہی اوسکو معاصی اور اسباب معاصی سہل ہوجاتی ہیں
لها اهلا فاستعملهم بالطاعات وخلق النار وخلق لها اهلا فاستعملهم بالمعاصي ثم عرف للخلق علامة اهل الجنة واهل النار
بیشک اللہ تعالی نی جنت پیدا کیا اور جنتی پیدا کر کر طاعات میں لگادئی ہیں اور دوزخ پیدا کیا اور دوزخی پیدا کر کر معاصی میں لگادئی ہیں پہر خلقت کو نشانی جنتی اور
فقال ان الابرار لفي نعيم وان الفجار لفي جحيم نسال الله تعالى ان يجعلنا من اهل الجنة ولا يجعلنا من اهل النار المجلس
دوزخی کی بتادی ہی فرمایا بیشک نیک لوگ آرام میں ہیں اور بیشک گنہگار دوزخ میں ہیں الہی ہمکو جنتی کرنا اور نہ گردان ہمکو اہل نار مجلس
الرابع والتسعون في بيان ظهر الاسلام غريبا وسيعود غريبا قال رسول الله صلى الله عليه وسلم بدأ
چورانویں اس بیان میں کہ اسلام غریب شروع ہوتا اور پہر ہو جاویگا جیسا ظاہر ہوا تہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا اسلام ابتدا میں
الاسلام غريبا وسيعود غريبا كما بدأ فطوبى للغرباء هذا الحديث من صحاح المصابيح رواه ابو هريرة ومعناه ان
غریب شروع ہوا تہا پہر غریب ہو جاویگا جیسی شروع ہوا تہا اب غریبوں کو خوشی ہووی یہہ حدیث مصابیح کی صحیح حدیثوں میں ہی ابوہریرہ کی روایت سی
الاسلام في ابتدائه ظهر في احاد من الناس وقلة منهم ثم انتشر وشاع وصار قويا وبعد ذلك سيلحقه النقص والاختلال
اسکی معنی یہہ ہیں کہ اسلام ابتدا میں کسی کسی آدمی سی ظاہر ہوا اور بہت تہوڑا پہر پہیل گیا اور مشہور ہوا اور قوی ہوگیا اور بعد اسکی پہر اوسپر نقصان اور خلل آویگا
حتى لا يبقى الا في احاد من الناس وقلة منهم وهم الغرباء وقد جاء تفسير الغرباء في حديث اخر انهم النزاع من القبائل يعني
یہانتک کہ نہیں رہیگا مگر کسی کسی میں بہت تہوڑا یعنی غربا میں اور غربا کی تفسیر ایک اور حدیث میں یوں آئی ہی کہ وہ تہوڑی ہیں قبیلوں میں سی یعنی

انهم الذين كانوا قليلا فلا يوجد في كل قبيلة منهم الا الواحد او الاثنان بل لا يوجد واحد منهم في القبائل والبلدان
یہ وہ لوگ ہیں جو تھوڑے تھے سو ہر قبیلہ میں انمیں سے سوا ایک یا دو کے نہیں ہوں گے بلکہ ایک بھی انمیں کا قبیلوں اور شہروں میں نہیں ہوگا

كما كان كذلك في اول الاسلام وفي حديث آخر انهم الذين يصلحون اذا فسد الناس يعني انهم قوم صالحون عاملون بالسنة
جیسے اول اسلام میں نہیں تھے اور ایک اور حدیث میں ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں جو بھلائی کرتے ہیں جب لوگ بگڑ جاتے ہیں مراد یہ ہے کہ وہ اصلاح پر ہیں سنت پر عمل کرتے ہیں

في زمن فساد الناس وفي حديث آخر انهم الذين يصلحون ما افسده الناس بعدي من سنتي فهؤلاء هم الغرباء الممدوحون
جس زمانہ میں لوگ فساد کرتے ہیں اور ایک اور حدیث میں ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں جو درست کرینگے جو کہ اور لوگ میری بعد میری سنت کو بگاڑ ڈالیں گے سو یہ جماعت غرباکی ہی

المغبوطون ولقلتهم في الناس جدا سموا غرباء وهم قسمان احدهما من يصلح نفسه عند فساد الناس والثاني من يصلح
جسکی مدح ہوئی اور انکی ہی مرتبہ کی آرزو ہوگی اور چونکہ یہ لوگ بہت کمتر ہیں تو انکا نام غربا ہوا انکی دو قسم ہیں ایک تو وہ جو اپنا حال درست کرتے جب لوگ بگڑ جاویں دوسری قسم وہ کہ

ما افسده الناس من السنة وهو اعلى القسمين وهم القائمون بوظيفة الامر بالمعروف والنهي عن المنكر فهؤلاء اول الناس
جو اور لوگوں کی بگاڑی ہوئی سنت کو درست کریں اور یہ دونوں میں اعلیٰ درجہ کی ہیں یہی لوگ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی وظیفہ پر قائم ہو نگی سو یہ لوگ سب سے

في آخر الزمان ولذلك وصفوا بالغربة لقلتهم كما جاء في بعض الروايات انهم قوم صالحون قليل في قوم سوء كثير من
آخر زمانہ میں بہت کمتر ہو نگی اور اسی لئے غربت انکا وصف ٹھہرا ہی کیونکہ قلیل ہیں جیسا کہ بعض روایات میں آیا ہی کہ وہ لوگ صالح ہیں اور کمتر بری قوم کی اندر

يعصيهم اكثر ممن يطيعهم وفي هذا اشارة الى قلتهم وقلة المستجيبين لهم وكثرة المخالفين لهم والعاصين لامرهم وهذا
جو بہت ہوں اونکی بدخواہ نہ بسبت اطاعت کرنیوالوں کی بہت زیادہ اور اسمیں اونکی اور انکی توابع کی قلت کا اور دشمنوں کی اور نافرمانوں کی کثرت کا اشارہ ہی اور اس

الفضل العظيم الموعود لاهل الغربة انما هو لغربتهم بين الناس وتمسكهم بالسنة بين ظلم الاهواء فاذا راى المؤمن ما كان
فضل بزرگ کا جو اہل غربت کی لئے وعدہ ہوا ہی تو اسی لئے کہ وہ لوگ سب لوگوں میں غریب ہیں اور ہواہوس کی تاریکی میں وہ سنت کو پکڑتے ہیں پس جو کوئی مؤمن اس زمانہ کی

عليه الناس في هذا الزمان من البدع والضلالات وعدولهم عن الصراط المستقيم الذي كان عليه رسول الله عليه السلام
حال دیکھی یعنی بدعتیں اور گمراہیاں اور سیدھی راہ سی الگ چلنا جسپر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

واصحابه ودعاهم اليه وفرح بما هم عليه من المنكرات فهناك تقوم قيامتهم وينصبون له الحبائل ويجلبون
اور اونکی اصحاب تھی اور اونکو اوس راہ مستقیم پر بلاتے اور اونکی عمل منکرات کو لوگ خوش ہیں تو وہیں قیامت برپا ہوگی اور اوس مؤمن کی لئے جال بچھاوینگی اور اوسپر

عليهم بخيلهم ورجلهم فهو غريب في دينه لفساد اديانهم غريب في تمسكه بالسنة لتمسكهم بالبدع غريب في اعتقاده
اپنی سوار اور پیادی چڑھاوینگی اسوقت وہ شخص اپنی دین میں غریب ہی کیونکہ اونکی دین سب فاسد ہیں اور یہ شخص سنت سی تمسک کریں میں غریب ہی کیونکہ وہ سب لوگ بدعتوں

لفساد عقائدهم غريب في طريقه لفساد طرقهم غريب في معاشرته معهم لانه لا يعاشرهم فيما تهوى نفوسهم وبالجملة
سی تمسک کرتی ہیں اپنی اعتقاد میں غریب ہی کیونکہ اونکی عقائد تمام فاسد ہیں اپنی طریق میں غریب ہی کیونکہ اونکی سب طریق فاسد ہیں اونکی ساتھ گذران میں غریب ہی کیونکہ اونکی ساتھ نہیں

فهو غريب في امور دنياه وآخرته لا يجد مساعدا ولا معينا وقد قال الله تعالى تعاونوا على البر والتقوى ولا تعاونوا
کہ وہ تمام امور دنیا میں اور آخرت میں غریب ہی نہ اوسکا کوئی مددگار ہی نہ کوئی معین اور بیشک اللہ تعالی فرماتا ہی آپسمیں مدد کرو نیک کام پر اور پرہیزگاری پر اور مدد نہ کرو

على الاثم والعدوان فهو عالم بين قوم جاهلين بدينهم صاحب سنة بين اهل بدع داع الى الله تعالى ورسوله
گناہ پر اور زیادتی پر پس وہ ہی ایک اوس قوم میں جو اپنا دین نہیں جانتی اپنی دین کا عالم ہی بدعتیوں میں صاحب سنت ہی اللہ اور اوسکی رسول کی طرف

بين دعاة الى البدع والضلال آمر بالمعروف ناه عن المنكر بين قوم المعروف عندهم منكر والمنكر معروف ولهذا قال النبي عليه السلام
بلاتا ہی اوس قوم میں جو بدعتوں اور گمراہیوں پر بلاتی ہیں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتا ہی اون لوگوں میں کہ معروف انکی نزدیک منکر ہی اور منکر انکی نزدیک معروف ہی

يأتي على الناس زمان الصابر فيهم على دينه كالقابض على الجمر فانه عليه السلام بين في هذا الحديث الذي يا حذ النار
لوگوں پر ایک زمانہ آویگا کہ اوسمیں دین پر صبر کرنیوالا ایسا ہی جیسی ہاتھ میں چنگاری سو یہی سبب ہی علیہ السلام نی اس حدیث میں بیان فرمایا کہ جو شخص ہاتھ میں آگ لیوی

بالكف كما لا يمكنه الاخذ بالسهولة الا بالصبر الشديد فكذلك من يتمسك بالسنة ويعمل بها في اخر الزمان لا يمكنه المحافظة
جیسی اوسکو آگ کا لینا بدون سخت صبر کی سہل نہین ہی ایسی ہی وہ جو سنت سی تمسک کرتا ہی اور سنت پر عمل کرتا ہی آخر زمانہ مین اوسکو دین کی محافظت

على دينه بالسهولة الا بالصبر الشديد ولذلك كان اجره كثيرا كما قال النبي عليه السلام من تمسك بسنتي عند فساد
بدون بڑی صبر کی سہل نہین ہی اسی واسطی اوسکا ثواب بہی بہت بڑا ہی چنانچہ نبی علیہ السلام نی فرمایا جو شخص میری سنت کو اختیار کری جب میری امت

امتي فله اجر مائة شهيد وروى عن ابي امامة انه عليه السلام قال ان لكل شئ اقبالا وادبارا ومن اقبال الدين ما كنتم
فاسد ہو جاوی تو اوسکی لئی سو شہید کا ثواب ہی اور ابو امامہ سی روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا ہر شی کا اقبال ہوتا ہی اور ادبار اور بیشک دین کا اقبال یہہ ہی

عليه من العمى والجهالة وما بعثني الله به وان من اقبال الدين ان تفقه القبيلة باسرها حتى لا يوجد فيها الا الفاسق
کہ تم سب اندہی اور جاہل تہی مجہکو اللہ نی بہیجا اور اقبال دین کا یہہ ہی کہ تمام قبیلہ دانا ہوگیا یہان تک کہ اوسمین فاسق سوای ایک

والفاسقان فهما مقهوران ذليلان وان من ادبار الدين ان تجفو القبيلة باسرها حتى لا يرى فيها الا الفقيه والفقيهان
یا دو کی نہین ہی سو وہی مغلوب اور خوار اور دین کا ادبار یہہ ہی کہ تمام قبیلہ مین ڈہونڈہو تو اوسمین سوای ایک یا دو فقیہون کی نہ ملی

وهما مقهوران ذليلان لا يجدان على ذلك اعوانا ولا انصارا فانه عليه السلام وصف المؤمن العامل بالسنة الفقيه
اور وہ بہی مغلوب اور خوار اس حال پر نہ پاویگی کوئی مددگار اور نہ کوئی یار پس نبی علیہ السلام نی مؤمن کا وصف جو سنت پر عمل کری دین کا فقیہ ہو

في الدين بانه يكون في اخر الزمان عند الناس مقهورا ذليلا لا يجد معينا ولا نصيرا ولذلك قال الثوري اذا رايت العالم
یہہ بیان کیا کہ وہ آخر زمانہ مین جب تمام لوگ فاسد ہو جاوینگی مغلوب ہوگا اور خوار نہ معین پاویگا اور نہ مددگار اور اسی لئی ثوری نی کہا ہی جب تو دیکہی کہ عالم کی

كثير الاصدقاء فاعلم انه مخلط لانه ان نطق بالحق ابغضوه وعن كعب الاحبار انه قال لياتينكم زمان تكره فيه المؤمن
بہت دوست ہین تو سمجہ لی کہ وہ خالص نہین ہی کیونکہ اگر وہ حق بولتا تو اوسکی سب دشمن ہو جاتی اور کعب احبار سی روایت ہی کہ اونہون نی کہا البتہ تم پر ایک ایسا زمانہ آویگا

حتى يختفي المؤمن بايمانه كما يختفي الفاجر بفجوره ويعير المؤمن بايمانه كما يعير الفاجر بفجوره وانما يعظم ذل المؤمن في
یہان تک کہ مؤمن اپنا ایمان لیکر ایسی چہپتا پہریگا جیسی بدکار بدکاری لیکر چہپتا ہو اور مؤمن اپنی ایمان مین مطعون ہوگا جیسی کہ فاجر اپنی فجور سی مطعون ہوتا ہی اور مؤمن کی ذلت آخر

اخر الزمان لكثرة اهل الفسق والظلم والبدع ويكون بينهم غريبا كلهم يكرهونه ويؤذونه لمخالفة طريقه لطريقهم
زمانہ مین اسی لئی بڑہ جاویگی کہ فاسق اور ظالم اور بدعتی بہت ہو جاوینگی اور وہ اونمین تنہا ہو ویگا سب کی سب اوسکی تحقیر کر کر ایذا دینگی کیونکہ اوسکا رستہ

ومباينة مقصوده لمقصودهم وعدم موافقته لهم فيما هم عليه لا سيما ان امرهم بمعروف ونهاهم عن منكر كما قال حذيفة
اونکی رستہ سی مخالف اور اوسکا مقصود اونکی مقصود سی الگ ہو ویگا اور اونکی چال چلن سی موافق نہین ہوگا خاص کر اوس وقت کہ معروف کا اونکو حکم اور بدی سی اونکو منع کری

اليماني ياتي على الناس زمان يكون فيهم جيفة حمار احب اليهم من مؤمن يامرهم بالمعروف وينهاهم عن المنكر وروى عن ابن عباس
بن الیمان نی کہا ہی کہ لوگون پر ایسا زمانہ آویگا کہ اونکو مردار گدہا زیادہ محبوب ہوگا ایسی مؤمن سی کہ اونکو نیک بات بتادی اور گناہ سی بند کری اور ابن عباس سی

انه عليه السلام قال ياتي على الناس زمان يذوب فيه قلب المؤمن كما يذوب الملح في الماء قيل بم ذلك يا رسول الله قال
روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا کہ لوگون پر ایسا زمانہ آویگا کہ مؤمن کا دل ایسا گہل جاویگا جیسی پانی مین نمک گہل جاتا ہی کسی نی عرض کیا کس لئی یا رسول اللہ فرمایا

مما يرى من المنكر فلا يستطيع تغييره فان من السلف من راى منكرا فلم يقدر على ازالته فبال دما ومنهم من مرض
اسلئی کہ منکرات دیکہیگا اور بدل نہ سکیگا بیشک بعضی متقدمین نی منکر کو دیکہا اور مٹانے کی قدرت نہین ہوئی تو خون موتنی لگا اور بعضا بیمار

ايام وقد قال النبي عليه السلام اشد الناس بلاء الانبياء ثم الصالحون فكما ان الانبياء لم يخلوا عن الابتلاء بالجاحدين
اور بیشک نبی علیہ السلام نی فرمایا تمام لوگون سی زیادہ بلا مین انبیا ہین پہر صلحا سو جیسی انبیا منکرون کی ابتلا سی خالی نہین ہوتی

كذلك لا يخلو العلماء والصلحاء والامرون بالمعروف والناهون عن المنكر عن الابتلاء بالمصرين على المعاصي فان من
ایسی ہی علما اور صلحا اور معروف کی امر کرنیوالی اور منکرات سی روکنی والی اون لوگون کی ابتلا مین ہین جو معاصی پر اڑی ہوئی ہین بیشک جو شخص

امر بالمعروف ونهى عن المنكر في هذا الزمان يكون قائما بالركن الاعظم في الدين والمهم الذي بعث الله له جميع
اس زمانہ میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرے تو وہ بھی دین کا بڑا ہی رکن سنبھال رکھتا ہے اور بڑا ضروری کام جس کے لیے اللہ تعالی نے تمام مرسلین کو بھیجا ہے
المرسلين ولذلك قال النبي عليه السلام من امر بالمعروف ونهى عن المنكر فهو خليفة الله في ارضه وخليفة
اور اسی لیے نبی علیہ السلام نے فرمایا جس نے امر بالمعروف کیا اور منکر کی ممانعت کی تو وہ زمین میں اللہ کا خلیفہ اور اوسکی کتاب
كتابه ورسوله وانما كان كذلك لان الانبياء ما بعثوا الا للامر بالمعروف والنهي عن المنكر وذلك وظيفتهم التي
اور رسول کا خلیفہ ہے اور یہ درجہ اسلیے ہے کہ انبیاء اسی واسطے بھیجے گئے ہیں کہ نیک بات بتاویں اور بدی سے منع کریں اور یہ ہی اونکا وظیفہ ہے جو
جاءوا لها فمن تبعهم فيها وامر ونهى يكون نائبا عنهم في هذا الامر العظيم ويلي منزلته منزلتهم في هذا الخطب الجسيم
لیکر آئے ہیں پھر جو شخص اونکا تابع ہوا اس بات میں اور امر کیا اور نہی کی تو اس امر عظیم میں اونکا نائب ہوا اور اسکا مرتبہ اونکے مرتبہ سے اس کار بزرگ میں قریب ہو جاویگا
كما اشار اليه في قوله تعالى ان الذين يكفرون بآيات الله ويقتلون النبيين بغير حق ويقتلون الذين يأمرون
چنانچہ اسکا اشارہ اس آیت میں ہے جو لوگ منکر ہیں اللہ کی آیتوں سے اور مار ڈالتے ہیں نبیوں کو ناحق اور مار ڈالتے ہیں جو کہتے ہیں
بالقسط من الناس فبشرهم بعذاب اليم فانه تعالى ذكر الذين يأمرون بالعدل بعد الانبياء في الترتيب وقد
انصاف کو لوگوں میں سے سو اونکو خوشخبری سنا دکھ والی مار کی سو اسمیں اون لوگوں کا جو عدل کا حکم کرتے ہیں بعد انبیاء کی ترتیب سے ذکر کیا اور اس
ذكر في تفسير هذه الآية انه عليه السلام قال قتل بنو اسرائيل ثلثة واربعين نبيا في اول النهار في ساعة واحدة
آیت کی تفسیر میں مذکور ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ بنی اسرائیل نے تینتالیس نبی اول روز ایکساعت میں قتل کیے پھر
فقام مائة واثنا عشر رجلا من عباد بني اسرائيل فامروهم بالمعروف ونهوهم عن المنكر فقتلوهم جميعا في آخر
ایک سو بارہ شخص بنی اسرائیل کے عابد مستعد ہوئے اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنا شروع کیا سو آخر وقت اون سبکو قتل کیا
النهار وهم الذين ذكرهم الله تعالى في قوله ويقتلون الذين يأمرون بالقسط من الناس فان اهل الدين من الآمرين
یہہ وہ لوگ ہیں جنکا ذکر اللہ تعالی نے اس آیت میں کیا اور مار ڈالتے ہیں جو کہتے ہیں انصاف کو لوگوں میں سے بیشک دیندار امر بالمعروف
بالمعروف والناهين عن المنكر قلما ينفك عن ضروب الاذى وانواع البلاء بالاخراج من البلاد والسعاية
اور نہی عن المنکر کرنے والے اقسام تکلیف سے اور انواع بلیات سے بہت کم بچتے ہیں شہر سے نکالے جاتے ہیں
الى السلاطين والحكام والشهادة عليهم بالكفر والخروج عن الدين ونسبتهم الى ما يوجب فسقهم من البدع والمعاصي
سلاطین اور حکام کی پاس اونکی چغلی کھاتے ہیں اور اون پر کفر کی اور دین سے نکلنے کی گواہی دیتے ہیں اور ایسے عمل کی نسبت کرتے ہیں جسمیں اونکا فسق واجب
وغير ذلك مما هو جرمهم في الدنيا والآخرة فعلى هذا ينبغي للآمر بالمعروف والناهي عن المنكر ان يوطن نفسه على الصبر
ہو جاوے مثل بدعت اور معاصی وغیرہ جوکہ اونکی حق میں دنیا اور آخرت میں سزا ہے سو اس بیان کی موافق جو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر مستعد ہو اوسکو لازم ہے
على ما يصيبه من اذى الخلق لانه تعالى قد ذكر الصبر في مواضع من كتابه وامر به في بعضها وقال يا ايها الذين
کہ خلقت کی ایذا سے جو تکلیف پہنچے اوسپر خوب صبر کرے اسلیے کہ اللہ تعالی نے صبر کو اپنی کتاب میں کئی جگہ ذکر کیا ہے اور بعضی جگہ صبر کا حکم فرمایا اے ایمان والو
آمنوا اصبروا وصابروا ورابطوا واتقوا الله لعلكم تفلحون وقال في آية اخرى واصبروا ان الله مع الصابرين
ثابت رہو اور مقابلہ میں مضبوطی کرو اور لگے رہو اور ڈرتے رہو اللہ سے شاید تم مراد کو پہنچو اور ایک اور آیت میں فرمایا اور ٹھہرے رہو اللہ ساتھ ہے ٹھہرنے والوں کے
وقد جمع الله تعالى للصابرين من الاجور ما لم يجمعها لغيرهم وقال اولئك عليهم صلوات من ربهم ورحمة و
اور اللہ نے صبر کرنیوالوں کی لیے اتنا ثواب جمع کیا ہے جو اوروں کی لیے جمع نہیں کیا اور فرمایا ایسے لوگ اون ہی پر شاباشیں ہیں اپنے رب کی اور مہربانی اور
اولئك هم المهتدون وقال العلماء كفى بالصبر اجرا ان الاعمال كلها تضاعف بعشر امثالها الى سبعمائة الا
وہ ہی ہیں راہ پر علماء کہتے ہیں صبر کا یہی اجر بہت ہے کہ تمام اعمال دس گونہ ہو جاتے ہیں سات سو تک سوا

الصبر فان اجره يوفى بغير حساب كما قال الله تعالى انما يوفى الصابرون اجرهم بغير حساب وقد جاء الامر
صبر کی کہ اوسکا ثواب بے حساب ہی چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہی صبر والوں کو پورا ملتا ہی اونکا نیگ الٹ گنت اور بیشک صبر کا حکم

بالصبر مقرونا بالامر بالمعروف والنهي عن المنكر مصرحا في قوله تعالى وأمر بالمعروف وانه عن المنكر واصبر على ما
امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ساتھ اس آیت میں صاف ہوا ہی اور سکھلا نیک بات اور منع کر برائی سی اور سہار جو

اصابك ان ذلك من عزم الامور وفي هذه الاية اشارة الى ان من يامر بالمعروف وينهى عن المنكر قد يؤذى فاذا
تجھپر پڑی بیشک یہہ ہی ہمت کی کام اور اس آیت میں یہہ اشارہ ہی کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنیوالی کو تکلیف دیا کرتی ہیں جب

اوذى يجب عليه ان يصبر ويعلم ان ما يجري عليه من اذى الخلق فهو بمشية الله تعالى وقضائه وقدره فيراه كالتاذي
اوسکو تکلیف دیوین تو اوسکو واجب ہی کہ صبر کری اور سمجھی کہ جو اوسپر خلقت کیطرف سی تکلیف گذر آئی سو موافق مشیت اور قضا اور تقدیر الہی کی ہی سو اوسکو ایسا سمجھی

بالحر والبرد والمرض فاذا شاهد هذا يستريح ويتيقن ان ذلك كائن لا محالة لان ما شاء الله تعالى يكون ويجب وجوده
تکلیف گرمی جاڑی کی کہ بیماری کی جب یہہ سمجھیگا تو رنج نہو دیگا اور یقین کریگا کہ یہہ تکلیف بالضرور ہوتی ہی تھی کیونکہ جو اللہ چاہتا ہی ہو کر رہتا ہی اوسکا ہونا ضروری

وما لم يشأ لا يكون بل يمتنع وجوده فليس للجزع منه وجه بل لا بد له فيه من الصبر لان من لا يصبر على ما يصيبه
اور جو نہیں چاہتا ہرگز نہیں ہوتا بلکہ اوسکا ہونا محال ہی اب گھبراہٹ کی کوئی وجہ نہیں ہی بلکہ اسمین صبر ضروری ہی اسلئی کہ جو شخص مصیبت پر با اختیار صبر نہیں کرتا

اختيارا وهو محمود يصبر على الكره منه اضطرارا وهو مذموم فينبغي له ان يصبر ويترك الانتقام لانه ان لم يترك
حالانکہ محمود ہی تو وہ اوسکی بڑی مصیبت پر لاچار ہوکر صبر کرتا ہی اور یہہ مذموم ہی سو یہہ چاہی کہ صبر کری انتقام کی درپی نہو اسلئی کہ اگر انتقام معاف

الانتقام بل اشتغل به يعقبه الخوف والذل والندامة اذ يحصل بسببه العداوة والعاقل لا يامن من عدوه ولو كان
نکریگا بلکہ انتقام میں مصروف ہو دیگا تو اوسکی بعد خوف اور ذلت اور ندامت ہو دیگی اسلئی کہ عداوت پیدا ہو جاتی ہی اور مرد عاقل دشمن سی اگرچہ حقیر ہو ڈرتا رہتا ہی

حقيرا فاذا اعتقد وعفى ولم يشتغل بالانتقام يامن من حصول العداوة ويتحرز من وقوع الندامة مع ان في العفو
اور اگر بخشدیگا اور معاف کریگا اور انتقام پر متوجہ نہوگا تو عداوت سی کچھ خوف نہوگا اور ندامت سی بچ رہیگا باوجودیکہ معافی میں

عزة اذ قد صح انه عليه السلام قال ما زاد الله عبدا بعفو الا عزا بل ينبغي له ان يقابله بالاحسان اليه لانه قد
بڑی عزت ہی اسلئی کہ ثابت ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا کہ اللہ تعالی معاف کرنیوالی بندہ کو عزت ہی دیتا ہی بلکہ اوسکو چاہی کہ اوسپر کچھ احسان کردی کیونکہ اوسنی

اهدى اليه حسناته ونقلها من صحيفته نفسه الى صحيفته ويرى ان اساءته اليه نعمة من الله تعالى عليه حيث
اپنی حسنات تحفہ دی ہیں اور اپنی نامہ اعمال میں سی اوسکی نامہ اعمال میں بدلدی ہیں اور یہہ سمجھی کہ میری ساتھ اوسکی برائی میری حق میں اللہ کی نعمت ہی کیونکہ

جعله مظلوما يرتقب النصر في الدنيا والاجر في العقبى ولم يجعله ظالما يرتقب التلف في الدنيا والاخرة والعاقل لو
مجھکو مظلوم بنایا کہ دنیا میں اوسکی لئی نصرت ہی اور عقبی میں ثواب اور ظالم نہیں بنایا کہ دنیا اور آخرت میں ہلاکت ہوتی اور جسکو عاقل کو

خير بين هاتين الحالتين لاختار ان يكون مظلوما لان ما يصيبه من اذى الخلق تكون كفارة لخطاياه اذ لا يصيب
ان دونو حالت کا اختیار دیں تو البتہ مظلومیت کو پسند کری اسلئی کہ اوسکو جو تکلیف خلقت سی پہنچیگی اوسکی گناہوں کا عوض ہو دیگا کیونکہ مومن کو

المؤمن هم ولا غم ولا اذى الا كفر الله تعالى به من خطاياه وذلك في الحقيقة دواء يستخرج به ادواء الخطايا لان ما
جو ہم یا غم یا کوئی تکلیف ہوتی ہی تو اللہ تعالی اوسکی بدلہ اوسکی گناہ اوتار دیتا ہی اور حقیقت میں یہہ اوسکی دوا ہی کہ اوسکی گناہوں کی دکھہ نکلتی ہیں کیونکہ

يصيبه من اذى الخلق يكون له كالدواء المر الكريهة فينبغي له ان لا ينظر الى مرارة الدواء وكراهته ولا الى من
اوسکو جسقدر خلقت سی تکلیف ہوگی گویا وہ بیزہ دوا ہی سو یوں چاہی کہ دوا کی تلخی اور بدمزگی پر نظر نہ کری اور نہ اوسپر جسکی طرف سی آئی ہی

يصل اليه من جهته بل ينبغي له ان ينظر الى نفعه ووصوله اليه من جهة من ينفعه بمضرته المجلس الخامس
بلکہ یوں چاہی کہ نفع پر نگاہ کری اور جسکی طرف سی آئی وہ اپنی مضرت سی فائدہ دیتا ہی پچانویں مجلس

والتسعون فی بیان نعمۃ الصحۃ والفراغ وبیان مغبونیۃ صاحبہما قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ
اس بیان میں کہ تندرستی اور فراغت نعمت ہے اور اس بیان میں کہ صحت اور فراغت والیکو کیا غبن ہوتا ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
وسلم نعمتان مغبون فیہما کثیر من الناس الصحۃ والفراغ ہذا الحدیث من صحاح المصابیح رواہ ابن عباس
دو نعمتیں ہیں کہ اونمیں اکثر لوگ خسارہ ہی اوٹہاتی ہیں تندرستی اور فراغت یہہ حدیث مصابیح کی صحیح حدیثوں میں ہی ابن عباس کی روایت سے
ومعناہ ان الصحۃ والفراغ نعمتان عظیمتان لکن لا یعرف کثیر من الناس قدرہما مادام فیہما حیث لا یعملون
اسکی یہہ معنی ہیں کہ تندرستی اور فراغت دو بڑی نعمتیں ہیں پر اکثر لوگ انکی قدر نہیں جانتی جبتک تندرست اور فارغ رہتی ہیں کیونکہ اعمال صالح
الصالحات ولا یتہیأون لیوم الممات فان الانسان فی حال صحتہ یقدر علی کسب الخیرات ببدنہ ومالہ
کرتی ہیں اور نہ موت کی دن کا کچہہ سامان کیونکہ انسان تندرستی کی حالت میں اپنی بدن اور مال دونوسی خیرات حاصل کرسکتا ہی
واذا مرض یضعف بدنہ عن العمل ویقصر یدہ عن مالہ فیما زاد علی الثلث فلا یقدر علی الطاعۃ ببدنہ ولا علی
اور جب بیمار ہوا تو بدن تو عمل سی تہکہ رہتا ہی اور اپنہ تہائی مال کی زیادہ کی کوتاہ ہوجاتا ہی اب نہ بدن کو طاعت پر قدرت ہوتی ہی اور نہ
التصرف فی مالہ الا مقدار ثلثہ فینبغی لہ ان یغتنم صحتہ ویشتغل فی اکتساب الخیر ببدنہ ومالہ وکذا فی
مال پر قابو سوای تہائی حصہ کی سو لایق یہہ ہی کہ اپ صحت کو غنیمت جانکر بدن اور مال ہی خیرات کرلی اور ایسی ہی
حال فراغ یقدر علی الطاعۃ بلا مانع فاذا بدل الفراغ بالاشتغال یظہر الموانع فلا یقدر علی الطاعۃ فان
فراغت میں طاعت پر بی روک ٹوک قدرت رہتی ہی پہر اگر فراغت کی بعد دہندی میں لگ گیا تو موانع پیدا ہوجاوینگی پہر طاعت کا اختیار کہاں رہا ہی کیونکہ
الانسان قد یکون صحیحا لکن لا یکون متفرغا بل یکون مشتغلا بامر المعاش وقد یکون مستغنیا لکن لا یکون
انسان کبہی بہلا چنگا ہوتا ہی لیکن فارغ نہیں ہوتا ملکہ کمائی کی کاروبار میں لگا ہوتا ہی اور بعضی وقت تونگر ہوتا ہی پر تندرست نہیں ہوتا
صحیحا فاذا اجتمع فیہ الصحۃ والفراغ فغلب علیہ الکسل عن الطاعۃ فہو مغبون تبیان ذلک ان الدنیا مزرعۃ
اور جب اوسکو صحت اور فراغت دونو ہوں پہر سستی کی مارے طاعت نکری تو وہ ٹوٹی میں ہی اسکا بیان یہہ ہی کہ دنیا آخرت کی کہیتی
الاخرۃ وفیہا التجارۃ التی یظہر ربحہا فی الاخرۃ فمن استعمل فراغہ وصحتہ فی طاعۃ اللہ تعالی فہو المغبوط لان
ہی اور دنیا میں ایسی تجارت ہوتی ہی جسکا فائدہ آخرت میں ملتا ہی پر جسنی اپنی فراغت اور تندرستی کو اللہ تعالی کی عبادت میں صرف کیا تو وہ غبطہ والا ہی
الفراغ یعقبہ الشغل والصحۃ یعقبہا السقم ومن استرسل فی الصحۃ مع نفسہ الامارۃ بالسوء الخالدۃ الی الراحۃ
کہ فراغت کی بعد کاروبار لگجاتی ہیں اور تندرستی کی بعد بیماری لگی ہوئی ہی اور جو شخص صحت میں ہمراہ نفس امارہ کی جو ہمیشہ آرام طلب ہی بہا بہا پہرتا رہا
فترک المحافظۃ علی الحدود والمواظبۃ علی الطاعات یکون مغبونا وکذلک اذا کان فارغا فان المشغول قد یکون
اور نگہبانی حدود پر اور مداومت طاعات پر نکی تو وہ خسارہ اوٹہاویگا اور ایسی ہی اگر فارغ ہووی کیونکہ کاری کو بعضی وقت
لہ معذرۃ بخلاف الفارغ اذ یرتفع عنہ المعذرۃ ویقوم علیہ الحجۃ فینبغی لہ ان یغتنم فراغہ ویسعی فی
عذر ہوتا ہی برخلاف فارغ کی اسلئی کہ فارغ کو کوئی عذر نہیں ہوتا اوسپر حجت قایم ہوتی ہی اسلایق یوں ہی کہ فراغت کو غنیمت سمجہہ کر صالح اعمال میں
تحصیل الاعمال الصالحات ولا یضیع عمرہ فیما لا یعنیہ فان کل نفس من انفاس العمر جوہرۃ نفیسۃ لا قیمۃ لہا لانہا
جو سعی کری اور عمر کو بیہودہ برباد نکری کیونکہ عمر میں سی ہر ہر دم ایک نفیس بی بہا جوہر ہوتا ہی اسواسطی
صالحۃ لان توصلہ الی سعادۃ الابد وتنقذہ من شقاوۃ السرمد فای جوہرۃ انفس من ہذہ الجوہرۃ فاذا ضیعہا
کہ اوسکی وسیلہ سی سعادت ابدی میسر ہوسکتی ہی اور ہمیشہ کی بدبختی سی بچ سکتا ہی پہر اس جوہر سی کونسا جوہر بہتر ہوگا پہر اگر اوسکو غفلت میں کہو دیا
فی الغفلۃ قد خسر خسرانا عظیما واذا صرفہا الی المعصیۃ فقد ہلک ہلاکا مبینا فان عمر الانسان میدان الاعمال
تو بڑا ہی ٹوٹا اوٹہایا اور جب اوسکو معصیت میں لگایا تو بیشک ظاہر مارا گیا کیونکہ آدمی کی زندگی صالح اعمال کی لئی فراخ میدان ہی

الصالحة المقربة له من الله تعالى والموجبة له جزايل الثواب في يوم الحساب وهذه هي السعادة التي ليس
جو اسد تعالی سی نزدیک اور قیامت کی دن بڑی ثواب واجب کردی اور یہہ ہی وہ سعادت کہ انسان کی لئی
للانسان منها الا ما سعى كما قال الله تعالى وان ليس للانسان الا ما سعى فكل نفس يفوت من عمره خاليا من عمل صالح
وسعی سی و ہتا ہی ہوتا ہی جو کرچکی چنانچہ اسد تعالی فرماتا ہی اور یہہ کہ آدمی کو وہ ہی ملتا ہی جو کیا پہر جو دم زندگی کا عمل صالح سی خالی گذرتا ہی
يكون حسرة وندامة عليه يوم القيمة على ما جاء في الخبر ما من ساعة ياتي على العبد لا يذكر الله تعالى فيها الا كانت
اوسپر قیامت کی روز افسوس اور ندامت ہوگی چنانچہ حدیث مین آیا ہی کہ جب آدمی پر ایسی ساعت گذرتی ہی کہ اوسمین اسکی یاد نہین کرتا رہ ہی اوسپر
عليه حسرة وروى عن ابي هريرة انه عليه السلام قال ما من احد يموت الا ندم قالوا وما ندامته يا رسول
حسرت ہوگی اور ابو ہریرہ سی روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا جو آدمی مرتا ہی سو نادم ہوویگا عرض کیا یا رسول اسد ندامت کیا ہوگی
الله قال ان كان محسنا ندم ان لا يكون ازداد وان كان مسيئا ندم ان يكون نزع وروى عن ابن عباس انه قال
فرمایا اگر وہ نیکوکار ہی تو یون نادم ہوگا کہ زیادہ کیون نکیا اور اگر بدکار ہی تو یہہ ندامت ہوگی کہ کیون باز آیا اور ابن عباس سی روایت ہی
في تفسير النفس اللوامة ما من احد الا ويلوم نفسه يوم القيمة يلوم المحسن نفسه ان لا يكون ازداد احسانا ويلوم
کہ نفس لوامہ کی تفسیر مین کہا ہی جو کوئی ہی سو قیامت کی دن اپنی آپکو ملامت کریگا محسن تو اپنی آپکو یہہ ملامت کریگا کہ حسنات زیادہ کیون نکئی اور بدکار
المسيء نفسه ان لا يكون رجع عن اساءته فيا ايها العاقل لا تضيع عمرك في الغفلة فاجتهد في تحصيل امتعة الاخرة قبل
اپنی آپکو یہہ ملامت کریگا کہ بدی سی باز کیون نہ آیا سو ای عاقل اپنی عمر غفلت مین مت کہو اور آخرت کا سامان حاصل کر نمین کوشش کر اوس وقت کی پہلی
ان يجيء يوم لا تقدر على تحصيلها في ذلك اليوم وانك عن قريب تعاين ذلك اليوم فتندم على ما فات من عمرك في غير طاعة
کہ ایسا دن آجاوی کہ تو اوس روز کچہہ حاصل نہ کرسکیگا اور اب تو جلد اوس دن کو دیکہہ لیگا اور گذری ہوئی عمر پر جو رب کی عبادت سی خالی گئی ہی
ربك ولا ينفعك الندم فان العبد اذا كان في شغل من اشغال الدنيا وكان شغله يمنعه من العمل احال ذلك العمل على فراغه
ندامت اوٹہائیگا اور ندامت سی کچہہ فایدہ نہوگا بیشک جب آدمی دنیا کی کسی دہندہ مین لگا رہتا ہی اور وہ مشغلہ عمل سی روک رکہی تو اوس عمل کو فراغت کی وقت پر ملتوی
وقال اذا فرغت عملت فذلك من حماقته من وجهين احدهما ايثار الدنيا على الاخرة وليس هذا من شان العقلاء وقد
رکہہ کر کہی فرصت ہوگی تو کرونگا سو یہہ دو وجہ سی اوسکی حماقت ہی ایک دنیا کا پسند کرنا آخرت پر یہہ عقلاء کی شان سی نہین ہی اور
قال الله تعالى بل تؤثرون الحيوة الدنيا والاخرة خير وابقى وثانيهما تسويفه العمل الى ان فراغه فانه قد لا يجد مهلة
اسد تعالی فرماتا ہی کوئی نہین تم آگی رکہتی ہو دنیا کا جینا اور پچہلا گہر بہتر ہی اور رہنی والا اور دوسری وجہ عمل کو فراغت کی وقت تک مہلت مین رکہنا کیونکہ بعضی وقت
بل يختطفه الموت قبل فراغه او يزداد شغله لان اشغال الدنيا يستلزم بعضها بعضا فيبقى بلا زاد ليوم المعاد
فرصت نہین ملتی بلکہ موت فرصت سی پہلی اچک لیتی ہی یا دہندہ بڑہ جاتا ہی کیونکہ دنیا کی کاروبار آپسمین ملی جلی مسلسل ہوتی ہین پہر یہہ شخص معاد کی لئی خالی بی توشہ رہ جاتا ہی
فالواجب على العبد ان يبادر الى الاعمال الصالحات على اى حال كان قبل وصول الموت وحصول الفوت لقوله تعالى
پس آدمی پر واجب ہی کہ اعمال صالحہ مین جلدی کری کیسا ہی وقت ہووی موت سی پہلی اور فوت ہونی سی آگی کیونکہ اسد تعالی فرماتا ہی
وسارعوا الى مغفرة من ربكم وجنة عرضها السموت والارض اعدت للمتقين فان من تعلق قلبه بالدنيا و
اور دوڑو بخشش پر اپنی رب کی اور جنت پر جسکا پہلاؤ ہی آسمان اور زمین تیار ہوئی ہی واسطی پرہیزگارون کی بیشک جسکا دل دنیا مین الجہتا ہی اور
اخذ منها القدر الزائد على حاجته من الطعام والشراب واللباس يكون مضرة عليه الا ان يستعين به على
دنیا میں سی حاجت سی زیادہ کہانا پینا لباس حاصل کرچکتا ہی تو اوسکی حق مین مضر ہوتی ہی ان اگر اوسی طاعت الہی کی استمداد لی
طاعة الله تعالى لان كل ما احبه الانسان وظفر به لا بد ان يفارقه فان كان احبه لغير الله تعالى يعذب
تو مضر نہین کیونکہ جو چیز آدمی کو محبوب ہوتی ہی اور حاصل کرلیتا ہی تو بالضرور اوسی جدا ہوویگا اگر اوسکی محبت سوا اسد کی اور وجہ سی تہی تو اوسکا فوت ہونا

به بفواته اذ يحصل له من الالم قدر ما تعلق به قلبه فان من معه ما يكفيه فهو فارغ القلب فلو وجد مائة
بھی عذاب ہووےگا اسلئی کہ جسقدر اوسکا الم ہوتا ہی جسقدر اوسکی دل کو لگاؤ ہوتا ہی کیونکہ جسکی پاس سرمایہ بقدر کفایت ہوتا ہی تو فارغ دل ہوتا ہی پہر اگر سو
دينار ينبعث من قلبه عشر شهوات يحتاج كل شهوة منها الى مائة دينار فلا يكفيه ما وجده بل يحتاج
اشرفیاں اوسکو ہاتھ لگ جاویں تو اوسکی دلمیں شہوت کی دس شاخیں ایسی پیدا ہوتی ہیں کہ ہر شہوت میں سو سو دینار کی حاجت ہووے ایسی جو اوسنے پایا کافی نہیں ہوتا بلکہ
الى تسعمائة اخرى وقد كان قبل وجود المائة مستغنيا فالان وجدها وظن انه صار غنيا بها ولا يشعر انه
نوسو کی اور حاجت ہوتی ہی اور حال یوں ہی کہ جب یہہ سو نہ تہی تو مستغنی تہا اب جو وہ پائی تو گمان کرتا ہی کہ غنی ہوگیا اور یہہ نہیں سمجہتا
صار محتاجا الى تسعمائة اخرى ليشتري دارا ويعمرها ويشتري جارية ولباسا فاخرا لها ولنفسه وكل منها
کہ نوسو کا اور محتاج ہوگیا تاکہ مکان خریدی اور بناوے اور لونڈی مول لیوی اور اوسکی اور اپنی لئی سنہری ستہری پوشاک بنواوے اور ہر ایک کی لئی
يستدعي ما يناسب ويليق به مما لا آخر له فيقع في هاوية آخرها قعر جهنم ولا آخر لها سواه وقد حكي ان واحدا
لوازم جو اوسکی مناسب اور لایق ہو بیشمار چاہیں سو یہہ ایسی گڑہی میں گرتا ہی جسکا انجام دوزخ کا گہراؤ ہی سوا اوسکی کوئی انتہا نہیں ہی اور حکایت ہی کہ ایک
من الملوك حمل اليه قدح من فيروزج وكان ذلك القدح مرصعا بالجواهر ولم ير مثله ففرح به الملك فرحا شديدا
بادشاہ کی پاس فیروزہ کا پیالہ آیا اور اوسمیں جواہرات جڑی ہوئی تہی اوسکی مثل دیکہنی میں نہیں آتا تہا بادشاہ اوسی سبب خوش ہوا
وكان عنده حكيم فقال له الملك كيف ترى ذلك قال اراه عليك مصيبة وفقرا قال كيف قال لان كل ما يملكه
اور اوسکی پاس ایک حکیم تہا بادشاہ نی فرمایا حکیم جی تم کہو کیسا ہی عرض کیا مجہکو تیری حق میں مصیبت اور فقر معلوم ہوتا ہی کہا کیونکر عرض کیا اسلئی کہ انسان کی ملک
الانسان في الدنيا لا يدوم فهذا القدح ان ضاع او انكسر تصير محتاجا اليه ولا يوجد مثله ويكون عليك مصيبة
دنیا میں جو ہوتی ہی ہمیشہ نہیں رہتی پہر یہہ پیالہ اگر جاتا رہا یا ٹوٹ گیا تو تمکو اسکی حاجت ہووےگی اور ایسا نہیں ملیگا تو تمپر ایسی مصیبت ہووےگی
لا جبر لها وقد كنت قبل ان يحمل اليك في امن من المصيبة والفقر ثم في يوم من الايام قد اتفق ان القدح قد انكسر فعظمت
جسکا کچہہ علاج نہیں ہی اور بیشک ہم اتنی پہلی کہ یہہ پیالہ ہماری پاس آوی مصیبت اور احتیاج سی امن میں تہی پہر ایک روز ایسا ہوا کہ وہ پیالہ ٹوٹ گیا تو
فيه مصيبة الملك وقال صدق الحكيم كان حقا ليته لم يحمل الي وامثال هذه المصيبة بل اعظم منها نازل بكل
بادشاہ کو بڑا ہی رنج ہوا اور کہا حکیم جی سچ کہتی تہی کاشکی یہہ پیالہ میری پاس نہ آتا اور ایسا ہی رنج ہوتا ہی بلکہ اس سی بہی بہت زیادہ جو شخص دنیا سی
من له علاقة بالدنيا فانهم معذبون بالحرص عليها والتعب العظيم في تحصيلها والحسرة الشديدة عند فواتها
علاقہ رکہتی ہیں یہہ لوگ ہی اوسکی حرص میں مبتلا رہتی ہیں اور اوسکی لئی سخت محنت اوٹہاتی ہیں اور اوسکی حسرت میں تڑپا کرتی ہیں جب جاتی رہتی ہی
ولهذا قال بعض السلف من احب الدنيا فليوطن نفسه على تحمل المصائب فان محبها لا ينفك عن ثلث مصائب
اور اسی لئی بعض متقدمین کا قول ہی کہ جسنی دنیا کو دوست کیا تو اپنی جان کو مصیبتوں کی لئی تیار رکہی کیونکہ دنیا کا دوست تین مصیبتوں سی خالی نہیں ہوتا
هم لازم وتعب دائم وحسرة لا تنقضي فلو لم يكن لمحبها من العذاب العاجل الا هذا يكفي له مصيبة فكيف اذا حيل
فکر ہر وقت کا اور تعب دایمی اور حسرت بے انتہا اگر دنیا کی دوست کو حال کا عذاب سوا اس کے کچہہ نہو تو یہی مصیبت کافی ہی پہر کیا حال ہوگا جب اوسمیں
بينه وبين محبوباته ولذاته كلها بالموت وصار معذبا بنفس ما كان متلذذا به على قدر لذته التي شغلته عن
اور اوسکی تمام محبوبات اور لذات میں موت حائل ہوجاویگی اور عذاب دیگا جسسی لذت اوٹہاتا تہا موافق اوسیکے لذت کی جسنی راہ آخرت کی سعی سی روک رکہا تہا
سعيه في طلب زاده ليوم معاده اذ لو كان لاحد الف محبوب ينزل به عند الموت في وقت واحد الف مصيبة لانه
اسلئی کہ اگر کسیکی ہزار محبوب ہوں تو مرتی وقت ایکدم میں اوسپر ہزار مصیبتیں پڑ جاوینگی کیونکہ اوسکی
كان يحب جميعها ويسلب عنه في لحظة واحدة كلها ويبقى في حسرة وندامة بعد موته وهذا اول ما يلقاه عقيب
محبوب تہی اور ایک لحظہ ہی میں سب سی جدا ہوگا اور موت کی بعد حسرت و ندامت میں پڑا رہیگا اور یہہ تو وہ الم ہی جو مرتی ہی کہ اسے لگا

موته من الالم فضلا عما اعده الله تعالى من عذاب النار للذين استحبوا الحيوة الدنيا ورضوا بها والحاصل
علاوہ اوسکے جو اللہ تعالیٰ نے دوزخ کا عذاب تیار کر رکھا ہے انکے لئے جو دنیا کی زندگی کو دوست رکھتے ہیں اور پسند کرتے ہیں خلاصہ یہ ہے
ان من احب شيئا سوى الله تعالى ولم يكن محبته له لله تعالى ولا لكونه معينا له على طاعة الله تعالى يحصل
کہ سوائے اللہ کے جو کسی شی کو محبوب رکھتا ہے اور اسکی محبت واسطے اللہ کے نہو اور نہ اسلئے کہ وہ طاعت الٰہی پر امداد کرتی ہے تو اوسکی ضرر حاصل ہوتا ہے
له به الضرر سواء ظفر به اولم يظفر فانه ان لم يظفر به يعيش بغصته ولا يستريح من التعب وان ظفر به
برابر ہے کہ وہ شی حاصل ہو جاوے یا نہ حاصل ہو کیونکہ اگر نہ ملا تو غصہ میں رہتا ہے اور تعب سے آرام نہیں پاتا اور اگر میسر آگئی
يكون ما حصل له من الالم قبل حصوله ومن الحسرة عليه بعد فواته اضعاف اضعاف ما حصل له من اللذة ولو نال
تو میسر آنے سے پہلے کا الم جو ہو چکا اور بعد اوسکے گم ہونے کی حسرت جو لذت سے چند در چند ہوگی اور اگر لذتوں کو
العبد كل حظ من حظوظ الدنيا وكل لذة من لذاتها ومضى عمره عليها ولم يسع في تحصيل سعادة الاخرة يصير
دنیا کی تمام عیش اور دنیا کی ساری لذتیں میسر آئیں اور عمر اسی میں تمام کر دی اور سعادت اخروی کی تحصیل میں سعی نکی تو مرتے ہی
عند الموت كانه لم يظفر بشئ من حظوظها ولذاتها وتعود تلك الحظوظ واللذات عذابا له ويصير معذبا
گویا کچھ نہ تھا نہ کوئی عیش تھا اور نہ کچھ لذت تھی اور وہ ہی عیش اور چین عذاب ہو جاویگی اور وہ دو وجہ سے عذاب
بنفس ما كان متنعما به من جهتين من جهة فوته مع شدة تعلق قلبه به ومن جهة عدم حصول ما هو انفع له
ہوگی کہ جسکا آرام پاتا تھا اس جہت سے کہ وہ فوت ہو گئی اور دل کا اوس سے بڑا لگاؤ تھا اور اس جہت سے کہ جو بہت نافع
وادوم فالمحبوب الحاصل يفوت عنه والمحبوب الاعظم لا يحصل له فهذا اول ما يلحقه عقيب موته من
اور دوام کیلئے تھا حاصل نہوا سو محبوب اتنا آیا ہوا جاتا رہیگا اور بڑا محبوب حاصل نہوگا یہ تو وہ عذاب ہے جو مرتے ہی دوزخ کی عذاب سے پہلے
العذاب قبل عذاب النار لان الموت ليس بعدم محض وفناء صرف بل هو مفارقة الدنيا وقدوم على الله تعالى و
بھگتیگا اسلئے کہ موت عدم محض اور صرف فنا نہیں ہے بلکہ موت دنیا کی مفارقت ہے اور اللہ کے سامنے ہونا اور
لا يبقى مع العبد عند الموت الا شيئان العلم والعمل وهما للعبد من المنجيات والباقيات الصالحات ويوصلانه
آدمی کے ساتھ مرتے دم دو ہی چیزیں رہتی ہیں علم اور عمل اور یہ ہی آدمی کو نجات دیتی ہیں اور نیک پس ماندہ ہیں اور اللہ تعالیٰ کی
الى الله تعالى والى لذة لقائه وهذه هي السعادة التي تتعجل له عقيب الموت ويصير قبره روضة من رياض
دیدار کی لذت تک پہنچا دیتی ہیں اور یہ ہی سعادت ہے کہ مرنے کی بعد جلدی سے حاصل ہوتی ہے اور اسکی گور ایک چمن بہشت کا بن جاتی ہے
الجنة الى ان يدخل اوان الرؤية في الجنة والمراد بالعلم العلم بالله تعالى وصفاته وافعاله وملئكته وكتبه ورسله وسائر
یہاں تک کہ وقت جنت میں کی دیدار کا آجاتا ہے اور علم سے مراد علم معرفت الٰہی کا ہے اور صفات کا اور افعال کا اور فرشتوں کا اور کتابوں کا اور رسولوں کا
ما يجب العلم به من الاعتقاديات والعمليات والمراد بالعمل العبادة الخالصة لوجه الله تعالى الموافقة لكتاب
اور اور جو جو علم واجب ہیں اعتقادیات اور عملیات کا اور عمل سے مراد عبادت ہے جو خالص اللہ اور کتاب اللہ
الله تعالى وسنة رسوله ثم كل من العلم والعمل لا يحصل الا ببقاء البدن وصحته وبقاؤه وصحته لا يتيسر الا
اور سنت رسول کی موافق ہو پھر کوئی علم اور عمل حاصل نہیں ہو سکتا بدون باقی رہنے بدن اور تندرستی کی اور بدن کی بقا اور تندرستی نہیں میسر ہوتی
بالقوت واللباس والمسكن وكل منها يحتاج الى اسباب فالقدر الذى لا بد منه من هذه الثلثة ان اخذه
بدون کھانے پینے اور گھر کی اور ان سب کیلئے اسباب چاہئے پھر وہ مقدار جو ان تینوں کی لئے کافی ہو اگر آدمی نے دنیا میں سے
العبد من الدنيا للاخرة لا يكون من ابناء الدنيا بل يكون الدنيا في حقه مزرعة الاخرة فان الدنيا والاخرة
آخرت کی لئے پیدا کی تو یہ شخص دنیا داروں میں نہیں ہے بلکہ دنیا اسکے حق میں آخرت کی کھیتی ہے کیونکہ دنیا اور آخرت

عبارتان

عبارتان عن حالتين من أحوال الإنسان فالقريب الداني يسمى دنيا وهو كل ما يستقبله قبل الموت والمتأخر
انسان کی دو حالتیں ہوتی ہیں سو اول حالت جو نزدیک کی دنیا کہلاتی ہے یعنی جو کچھ قبل موت کے پیش آتا ہے اور پچھلی حالت
المتأخر يسمى آخرة وهو كل ما يستقبله بعد الموت فعلى هذا إن جميع ما يكون للإنسان قبل الموت وكل ما له
دوسری کی آخرت کہلاتی ہے یعنی جو کچھ بعد موت کے تمام سو دنیا ہے پس انسان کی خواہش جو جو چیزیں کہ آدمی کو اور درست ہوتی ہیں اور اوسکا
حظ عاجل ليس بمذموم بل كل ما كان له فيه حظ عاجل قبل الموت ولا يبقى له ثمرة بعد الموت فهو من الدنيا في حقه
حظ ابھی ہی سو مذموم نہیں ہیں بلکہ جسمیں کہ ابھی حظ ہووے گا موت سے پہلے اور اوسکا ثمرہ موت کی بعد نہیں وہ ہی اوسکی حق میں دنیا ہے
وكل ما يكون له فيه حظ عاجل قبل الموت ويبقى ثمرته بعد الموت كالطاعات والعبادات وما يكون له إعانة عليها فهو
اور جسکا حظ ہی موت سے پہلے ہو اور اوسکا ثمرہ موت کی بعد بھی باقی ہی جیسے طاعات اور عبادات اور جو سامان عبادت کی مددگار ہیں سو وہ
ليس من الدنيا في حقه بل هو من الآخرة إذ روي أنه عليه السلام قال حُبِّبَ إليّ من دنياكم ثلث الطيب والنساء
اوسکی حق میں دنیا سے نہیں ہیں بلکہ آخرت میں داخل ہیں اسواسطے کہ روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا مجھکو تمہاری دنیا میں سے تین چیزیں محبوب ہیں خوشبو اور عورتیں
وقرة عيني في الصلوة فإنه عليه السلام جعل الصلوة من جملة ملاذ الدنيا ولذلك أضافها إليها لأن الملاذ لتحريك
اور ٹھنڈک میری آنکھوں کی نماز میں ہی اسی علیہ السلام نے نماز کو دنیا کی لذتوں میں شمار فرمایا اسی لیے دنیا کی طرف نسبت کیا اسلیے کہ لذت
الجوارح في الركوع والسجود إنما يكون في الدنيا وكل ما يدخل في الحس والمشاهدة فهو من عالم الشهادة فيكون من الدنيا
رکوع اور سجود میں دنیا ہی میں ہوتا ہے اور جو چیز محسوس اور مشاہد ہوتی ہے سو وہ عالم ظاہری ہی دنیا کی ہوتی
لكن لا يعد منها بل يعد من الآخرة لبقاء ثمرته يسرنا الله تعالى

المجلس السادس والتسعون في بيان منع من أكل

لیکن آخرت میں شمار ہوتی ہے کیونکہ اوسکا ثمرہ باقی رہتا ہے الہی ہمکو عمل موافق اپنی پسند کی آسان کر چھیانوے مجلس بیچ بیان ممانعت اوس شخص کی جو
ما فيه رائحة كريهة من دخول المسجد قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من أكل من هذه الشجرة المنتنة فلا يقربن
بودار چیز کھاوے مسجد میں آنے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اس درخت بدبو کی کھاوے تو ہماری مسجد کی نزدیک
مسجدنا فإن الملائكة تتأذى مما يتأذى منه الإنس هذا الحديث من صحاح المصابيح رواه أبو هريرة واسم الإشارة
نہ آوے کیونکہ فرشتے ایذا پاتی ہیں جس سے آدمیوں کو ایذا ہوتی ہی یہہ حدیث مصابیح کی صحیح حدیثوں میں ہی ابو ہریرہ کی روایت سے اور اسم اشارہ
الواقعة فيه إشارة إلى جنس ماله رائحة كريهة والمعنى أن من أكل شيئا ماله رائحة كريهة فلا يقربن مسجدنا والظاهر من
جو اس حدیث میں ہی سو اشارہ ہی اوس جنس کی طرف جسمیں بدبو ہو اور معنی اسکی یہہ ہیں کہ جو شخص بودار چیز کھاوے تو ہرگز ہماری مسجد کی نزدیک نہ آوے اور اضافت کا
الإضافة أن يكون المراد من المسجد مسجد النبي عليه السلام لكن الجمهور قالوا هو عام لكل مسجد لقوله عليه السلام
ظاہر یہہ ہی کہ مسجد سے مراد مسجد نبوی ہی نبی صلی اللہ علیہ وسلم لیکن تمام علما کہتے ہیں کہ سب مساجد کی حق میں عام ہی اسلیے کہ ایک اور
في حديث آخر فلا يقربن المساجد بل ألحقوا به كل مجمع الخير كمجلس العلم ومصلى العيد والجنازة وغيرها لوجود العلة
حدیث میں فرمایا تا نہ آوے وہ مسجدوں کی نزدیک بلکہ علما نے تمام انبوہ خیر کو جیسے مجلس علم کی اور عیدگاہ اور جنازہ وغیرہ کو مساجد میں داخل کیا ہی کیونکہ علت
التي هي أذى الملائكة والناس ثم إن هذا ليس نهيا عن دخول المسجد وحضور الجماعة لأن الجماعة سنة مؤكدة تشبه
موجود ہی یعنی ملائکہ کی اور آدمیوں کی تکلیف پھر یہہ مسجد میں آنے سے اور جماعت میں ملنے سے منع نہیں ہوئی ہی اسلیے کہ جماعت سنت مؤکدہ واجب سے ملتی ہوئی ہی
الواجب فلا ينبغي تركها باستعمال ما يمنع من حضورها بل هو نهي عن تناول ما يمنع من دخول المسجد وحضور الجماعة
سو جماعت کا ترک کرنا ایسی چیز کی استعمال سے جو جماعت سے مانع ہو لائق نہیں ہی بلکہ یہہ منع ہی ایسی چیز کی کھانے کی جو مسجد میں آنے اور حضور جماعت سے منع کری
وقد روي أنه عليه السلام كان إذا وجد من رجل في المسجد ريح البصل أو الثوم أمر به فأخرج إلى البقيع ولهذا
اور روایت ہی کہ نبی علیہ السلام اگر کسی شخص میں سے بو پیاز یا لہسن کی پاتی تو حکم کرتی کہ اوسکو بقیع میں نکال دیں اسی لیے فقہاء کہتی ہیں

الفقهاء كل من وجد فيه رائحة كريهة يتاذى به الانسان يلزم اخراجه من المسجد ولو بجره بيده او رجله
جسمین سی ایسی بو آتی ہو کہ آدمیون کو تکلیف ہوتی ہو اوسکا مسجد مین سی نکالدینا لازم ہی اگرچہ ہاتھ یا پاؤن کہینچکر
دون اللحية وشعر راسه فعلى هذا يلزم ان يمنع من قربان المسجد من يتناول الدخان الذي ظهر في هذا الزمان
پر ڈاڑہی اور سر کی بال نہ کہینچی سو اس بیان کی موافق لازم ہی کہ مسجد مین آنی سی جو لوگ دہوان کہینچتی ہین یعنی حقہ نوش منع کئی جاوین کہ اس زمانہ مین
من قبل الكفرة العدوة لاهل الايمان وابتلى به كافة الانام من الخواص والعوام لكراهة رائحته اشد من كراهة
کفار کی طرف سی جو اہل ایمان کی دشمن ہین پیدا ہوا ہی اور تمام خلقت خاص اور عام اوسمین مبتلا ہوگئی ہین کیونکہ اسکی بو پیاز اور لہسن کی بو سی بدتر ہی
رائحة البصل والثوم بل يلزم اخراجه من المسجد ولو بجره من يده او رجله كما هو راى الفقهاء في كل من يوجد
بلکہ اوسکا مسجد مین سی نکالدینا لازم ہی اگرچہ ہاتھ یا پاؤن سی کہینچکر چنانچہ فقہاء کی یہہ ہی رای ہی ہر شخص مین کہ ایسی بو آتی ہو
فيه رائحة كريهة يتاذى به الخلق واما عند عدم اتيان المسجد فهل يحل استعماله كما يحل اكل البصل والثوم ام لا
کہ خلقت کو ایذا ہوئی اور جس صورت مین کہ مسجد مین نہ آوی تو آیا اوسکا استعمال حلال ہی یا نہین جیسی پیاز لہسن کہانا حلال ہی
لا شك انه ليس كالبصل والثوم لانهما من مصلحات الطعام ومما يكون للفقراء الغذاء والادام وهذه الدخان
اسمین کچہہ شک نہین کہ حقہ مثل پیاز اور لہسن کی نہین ہی کیونکہ پیاز لہسن سی تو کہانا سنورتا ہی اور فقراء کی لئی غذا اور سالن ہی اور حقہ مین ہرگز
لا يصلح الشئ من ذلك اصلا وقد كثر فيه الاقاويل والحق الذي عليه التعويل ان الفعل الاختياري الصادر عن المكلف
کچہہ بہی نہین ہو سکتا اور اسمین گفتگو بہت ہی اور حق بات جسپر اعتماد ہی یہہ ہی کہ اختیاری کام جو آدمی عاقل بالغ سی عمل مین آوی
ان لم يترتب عليه فائدة دينية او دنيوية فهو دائر بين العبث واللعب واللهو وفي كتاب اللغة لم يفرق بين هذه الثلثة
اگر اسمین کوئی فائدہ دینی یا دنیوی نہین ہوتا تو وہ یا عبث ہی یا لعب ہی یا لہو ہی اور لغت کی کتابون مین ان تینون مین کچہہ فرق نہین
لكن لا بد من الفرق لعطف بعضها على بعض في القران وهو على ما ذكره بعض الفحول وكان حقيقا بالقبول ان العبث
بیان کیا لیکن فرق ضرور چاہیی کیونکہ قران مین ایک کو ایک پر عطف کیا ہی اور وہ فرق موافق ذکر بعضی علماء کی کہ قابل قبول کی ہی یہہ ہی کہ عبث وہ کام ہوتا ہی
الفعل الذي ليس فيه لذة ولا فائدة واما الذي فيه لذة بلا فائدة فهو لعب ومثله اللهو الا ان فيه زيادة حظ
جسمین نہ لذت ہوتی ہی اور نہ فائدہ اور جس کام مین لذت ہو بلا فائدہ وہ لعب کہلاتا ہی اور ایسا ہی لہو ہوتا ہی پر اسمین حظ نفس
النفس بحيث تشتغل به عما يهمها والكل حرام لانها لم تذكر في القران الا على طريق الذم فلما علم حرمة اللعب واللهو
زیادہ ہوتا ہی ایسا کہ اسمین ضروری کام رہ جاتی ہین اور یہہ سب حرام ہین اسواسطی کہ جہان قران مین آئی ہین سو بطریق ہجو کی آئی ہین پہر جب لعب اور لہو
والعبث علم حرمة استعمال الدخان لدخوله اما في اللعب او العبث او في اللهو بل هو بالعبث انسب لخلوه
اور عبث کی حرمت معلوم ہوئی تو حقہ کی بہی حرمت معلوم ہوئی اسلئی کہ حقہ یا لعب ہی یا عبث ہی یا لہو ہی بلکہ وہ عبث سی زیادہ مناسب ہی کیونکہ اسمین
عن اللذة التي في اللعب واللهو اللهم الا ان يستلذه نفوس بعض المستعملين له بتسويل شيطان فحينئذ يدخل في
لذت نہین ہی یا ایسی شاید کہ کسی حقہ پینی والی کو بسبب تسویل شیطانی کی کچہہ لذت آتی ہو اب لعب مین داخل ہوگا
اللعب او في اللهو مع كونه عارية عن الفائدة الدينية وهو ظاهر وعن الفائدة الدنيوية ايضا لانه لا يصلح لشئ من
یا لہو مین باوجودیکہ فائدہ دینی سی خالی ہی یہہ تو ظاہر ہی اور فائدہ دنیاوی سی بہی کیونکہ ہرگز کچہہ نہین بن سکتا
الغذاء والدواء اصلا بل هو مضر لاتفاق الاطباء على ان مطلق الدخان مضر قال ابن سينا لولا الدخان والقتام
نہ غذا اور نہ دوا بلکہ مضر ہی اسواسطی کہ تمام طبیب متفق ہین کہ مطلق دہوان یعنی سب مضر ہین شیخ ابن سینا کہتا ہی اگر دہوان اور گرد غبار نہوتا
لعاش ابن ادم الف عام وقال جالينوس اجتنبوا ثلثة وعليكم باربعة ولا حاجة لكم الى الطبيب اجتنبوا الدخان والغبار والنتن
تو آدمی ہزار برس تک جیتا اور جالینوس کہتا ہی کہ تین چیزون سی بچو اور چار چیز اپنی اوپر لازم کر لو اب تمکو طبیب کی حاجت نہوگی دہوین اور غبار اور بدبو سی بچو

وعليكم بالدسم والحلوى والطيب والحمام وذكر في القانون ان جميع اصناف الدخان مجفف بجوهره الارضي فيه
اور چکنائی اور مٹھائی اور خوشبو اور حمام لازم کرلو اور قانون میں مذکور ہی کہ تمام قسم کی دھوئیں اجزاء ارضی کی باعث سی خشکی کرتی ہیں اور اسمیں

نارية يسيرة قال بعض الفضلاء واذا كان جميع اصناف الدخان مجففا يكون هذا الدخان مجففا للرطوبات البدنية
کچھ تھوڑی نار یعنی حرارت ہوتی ہی بعض فضلا کہتے ہیں جب تمام قسم کا دھواں مجفف یعنی خشکی کرتا ہو تو حقہ رطوبات بدنیہ کو خشک کرتا ہوگا

فيكون موديا للحصول امراض كثيرة ولا يجوز استعماله لوجوب صيانة النفس عن لحوق الضرر وقد ذكر في نصاب الاحتساب
پھر تو بہت سی امراض پیدا ہونگی پس تو سکا پینا جائز نہیں ہی اسلئے کہ ضرر سی جان کا بچانا واجب ہی اور نصاب الاحتساب میں مذکور ہی

ان استعمال المضر حرام فان قيل بعض الاطباء قد يعالجون بعض الامراض ببعض اصناف الدخان ونشاهد نفعه
کہ مضر شی کا برتنا حرام ہی پھر اگر کوئی اعتراض کری کہ بعض طبیب کبھی کبھی بعض مرضوں کا کسی قسم کی دھوئیں سی علاج کیا کرتی ہیں اور اسکا فائدہ ظاہر ہوکر

فكيف يصح المنع عن استعمال جميع اصنافه فالجواب انهم يعالجون لحظة يسيرة لا على الدوام حتى يحصل ما ذكر من التجفيف فان
پھر ممانعت تمام قسم کی دھوئیں سی کیونکر درست ہی سو جواب یہ ہی کہ وہ دم بھر کی لئے علاج کرتی ہیں ہمیشہ کی لئے نہیں کرتی تاکہ وہی خشکی پیدا ہو جو ذکر ہوئی پھر اگر

قيل ما ذكر من التجفيف لا يضر في البلغمي لكثرة رطوباته واسماعه بتجربة ما وجه المنع عن هذا الدخان فالجواب
کوئی کہی کہ خشکی بلغمی مزاج والی کو ضرر نہیں کرتی کیونکہ رطوبت بہت ہوتی ہی اور خشکی کا نفع سنا ہی تجربہ کی ممانعت کی کیا وجہ ہی تو جواب یہ ہی

ان حد الانتفاع به مجهول ولا بد من معرفة ذلك من طبيب حاذق عارف بالامزجة والعدد الذي ينتفع به والا فالاقدام
کہ نفع کی حد معلوم نہیں ہی سو اسکا معلوم کرنا کسی طبیب حاذق کا ہی جو مزاجوں سی واقف ہو اور جس عدد کا معلوم کرنا چاہیے جس سی نفع ہو ورنہ جرات کرنی اور پینا

عليه حرام مطلقا لوقوع التردد في السلامة وعدمها فالعقلاء ممن كان يستعمله قد اختلفوا فيه فمنهم من يقول بضرره
مطلق حرام ہی کیونکہ سلامتی اور عدم سلامتی میں تردد ہی سو عاقل سمجھ جو حقہ پیتی ہیں اسمیں اختلاف کرتی ہیں بعضی ضرر کا قائل ہی

ومنهم من يقول بعدم ضرره ومنهم من يشك فيه لكن الفريق الاغلب الذي جانب الخوف فيه اقرب لمريد ذلك نعم بعضهم يقول
اور کوئی کہتا ہی ضرر نہیں کرتا اور کسیکو اسمیں شک ہی لیکن فرقہ اغلب جسکی طرف باعتبار ارادہ پینی والی کی خوف پایا جاتا ہی کہتا ہی

انه يحدث في ابتدائه قوة في الجسم وحدة في البصر ونشاطا في الاعضاء وهضما في الطعام واذا حصل الادمان يورث
کہ ابتدا میں تو جسم میں قوت اور نگاہ میں تیزی اور اعضا میں نشاط و طعام میں ہضم پیدا کرتا ہی اور جب عادت پڑجاتی ہی تو پیدا کر

غشاوة في البصر وثقلا في الاعضاء وامساكا في الهاضمة وضعفا في البدن لانه كما قال الاطباء يجفف مع نوع حرارة
پردہ سا اور اعضا میں بوجھ اور ہاضمہ میں امساک و بدن میں سستی آجاتی ہی اسلئے کہ موافق قول طبیبوں کی حرارت کی ساتھ خشکی کرتا ہی

فيفعل في ابتدائه ما ذكروه اولا وفي انتهائه ما ذكروه اخرا على انه لو تحقق نفعه فبعد النفع يحرم استعماله لانه حينئذ
سو اول دل بودی تا سر ہوتی ہی جو اول بیان کیا اور انجام کو وہی ہوتا ہی جو پیچھی بیان کیا علاوہ یہ ہی کہ نفع ثابت بھی ہو تو بعد نفع کی مانع ہی کہ آگئی کہ ب

لا يكون دواء ولا يجوز استعمال الدواء بعد زوال المرض لانه ادام بحكم ضار بلا حاجة من البدن الا ترى ان الخمر المحرمة بالنص
دوا ہوگا و دوا کا استعمال کرنا بعد زوال مرض کی جائز نہیں ہی اسلئے کہ بحکم دوا مرض نہیں ہوتا جسی دور کری تو بدن میں اثر کرتی ہی دیکھو شراب قطعی حرام ہی اور قرآن

قد اخبر القرآن بنفعها كما قال الله تعالى يسئلونك عن الخمر والميسر قل فيهما اثم كبير ومنافع للناس واثمهما اكبر من نفعهما
سی اسکا نفع ثابت ہی چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہی تجھسی پوچھتی ہیں حکم شراب اور جوئی کا تو کہہ انمیں گناہ بڑا ہی اور فائدہ بھی ہی لوگوں کو اور انکا گناہ فائدہ کی

لكن جانب النفع اذا قابله جانب الضرر يختفي قال الفقهاء لو كان في شيء وجوه كثيرة توجب الحل والجواز ووجه
بہت ہی لیکن نفع کی جانب جب ضرر کی مقابل پڑتی ہی تو ضرر کا لحاظ کیا کرتی ہیں یہاں تک کہ فقہا کہتی ہیں اگر ایک شی میں کئی وجہ حلت اور جواز کی ہوں اور ایک

واحد يوجب الحرمة وعدم الجواز يرجح جانب الحرمة احتياطا ثم في معرفة حرمة الاشياء واباحتها وجه حسن يحل الى
وجہ بھی عدم جواز اور حرمت لازم آتی ہو تو احتیاط کی لئے حرمت کی جانب کو قائم رکھیں گی پھر اشیا کی حرمت اور اباحت دریافت کرنی کی اچھی وجہ کا حج

الی الاصول وھوان الحق فی الاشیاء قبل البعثۃ ان لا یکون فیہا حکم وبعد البعثۃ اختلف العلماء فیہا علی ثلثۃ اقوال

اوسکا اصول کی طرف ہی یعنی حق یون ہی کہ اشیا میں نبوت سے پہلی کسیطرح کا خاص حکم نہو اور بعد نبوت کی علماء کی مختلف تین قول ہین قول اول یہہ ہی

الاول انہا متصفۃ بالحرمۃ الا مادل دلیل الشرع علی اباحتہ والثانی انہا متصفۃ بالاباحۃ الا مادل دلیل الشرع علی

اشیاء سب حرام ہین سوای اوسکی کہ شرعی دلیل اوسکی اباحت بیان کری دوسرا قول کہ تمام اشیاء مباح ہین سوا اوسکی کہ شرعی دلیل حرمت پر

حرمتہ والثالث وھو الصحیح ان یکون فیہا تفصیل وھو ان المضار متصفۃ بالحرمۃ بمعنی ان الاصل فیہا الاباحۃ لقولہ تعالیٰ

دلالت کری اور تیسرا قول جو صحیح ہی یہہ ہی کہ اشیاء مین تفصیل ہی کہ ضرر کی چیزین حرام ہین یعنی اصل اونمین حرمت ہی، اباحت ہی بدلیل اس کی

ھُوَ الَّذِیۡ خَلَقَ لَکُمۡ مَّا فِی الۡاَرۡضِ جَمِیۡعًا فانہ تعالیٰ ذکرہ فی معرض الامتنان ولا یمتن الا بالحلال الجائز فکانہ تعالیٰ قال ھو

وہ ہی ہی جسنی بنایا تمہاری واسطی جو کچھہ زمین مین ہی سب کیونکہ اللہ تعالیٰ اسکو امتنان کی جگہہ فرماتا ہی اور منت بدون حلال اور جایز کی نہین ہوتی سو اللہ تعالیٰ گویا یہہ

الذی خلق لاجلکم جمیع ما فی الارض من المنافع لتنتفعوا بہا وعلی ھذا القول الثالث الصحیح یخرج حکم ھذا الدخان ایضا فانہ

فرماتا ہی کہ اللہ وہ ہی کہ تمام جو زمین میں منافع ہین تمہاری لئی پیدا کئی ہین تاکہ اون سی فائدہ لو اور اسی تیسری صحیح قول پر حقہ کا حکم بھی نکل آتا ہی کیونکہ حقہ

لو کان نافعا لکان الاصل فیہ الاباحۃ لکن قد ثبت باخبار الحذاق من الاطباء انہ مضر ولو فی الاجل فیکون الاصل فیہ الحرمۃ

اگر مفید ہوتا تو اصل اوسمین اباحت ہوتی لیکن حاذق طبیبون کی بیان سی ثابت ہوا ہی کہ وہ مضر ہی اگرچہ انجام مین سو اصل اسمین حرمت ہی ہوویگی

بل لو وقع الشک فی امرہ لغلب جانب الحرمۃ کما ھو القاعدۃ الشرعیۃ فانہ علیہ السلام قال الحلال بین والحرام بین و

بلکہ اگر اسمین شک ہی ہووی تو بھی حرمت کی جانب غالب ہوگی چنانچہ یہہ ہی قاعدہ شرعی ہی کیونکہ نبی علیہ السلام نی فرمایا کہ حلال ظاہر ہی اور حرام ظاہر ہی اور

بینہما مشتبہات لا یعلمہن کثیر من الناس فمن اتقی الشبہات فقد استبرأ لدینہ وعرضہ ومن وقع فی الشبہات کان

انکی بیچ مین مشتبہات ہین اکثر لوگون کو معلوم نہین ہوتی پہر جو شخص شبہات سی بچتا رہا تو اوسنی اپنا دین اور عزت بچائی اور جو شخص شبہات مین پڑگیا تو

کالراعی یرعی حول الحمی یوشک ان یقع فیہ واختلف العلماء فی حکم ھذہ الشبہات فذھب بعضہم الی حرمتہا لانہ علیہ السلام

ایسا ہی جیسی چرواہا بیڑ کی گرد چراتا ہوا بہی بیڑ کی اندر جا گھسیگا اور علماء کو ان شبہات کی حکم مین اختلاف ہی سو بعضی تو حرمت کی طرف گئی ہین اسلئی کہ نبی

اخبر فی ھذا الحدیث ان من ترک ما اشتبہ علیہ حکمہ ولم ینکشف لہ حقیقۃ امرہ یکون دینہ سالما مما یفسدہ

علیہ السلام نی اسحدیث مین خبر دی ہی کہ جسنی ترک کیا عمل جسکا حکم مشتبہ ہو اور حقیقت حال اوسکی معلوم نہوئی ہو تو اوسکا دین مفسدہ اور نقصان سی

او ینقصہ ونفسہ ناجیا مما یعیبہ ویلام علیہ ومن لم یترک بل فعلہ یقع فی الحرام وھذا الدخان مما اشتبہ حکمہ

سلامت اور اوسکا نفس عیب اور ملامت سی بچا ہوا ہی اور جسنی نہ چہوڑا بلکہ عمل کیا تو حرام مین مبتلا ہوگا اور حقہ کا حکم مشتبہ ہی

ولم ینکشف حقیقۃ امرہ فمن ترکہ ولم یستعملہ یکون دینہ سالما من الفساد والنقصان ونفسہ ناجیا من العیب

اور اسکی حقیقت حال ظاہر نہین ہوئی پہر جسنی چہوڑا اور نہ پیا تو اوسکا دین فساد اور نقصان سی اور اوسکا نفس خلقت مین عیب اور ملامت سی

واللوم بین الانام ومن لم یترکہ بل استعملہ یکون واقعا فی الحرام وذھب بعضہم الی کراھتہا لما جاء فی حدیث آخر انہ علیہ السلام

بچا رہا اور جسنی نہ چہوڑا بلکہ پیا تو وہ حرام مین واقع ہوگا اور بعضی علماء کہتی ہین کیونکہ ایک اور حدیث مین آیا ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا

قال الامور ثلثۃ امر تبین لک رشدہ فاتبعہ وامر تبین لک غیہ فاجتنبہ وامر اختلف فیہ فدع ما یریبک الی ما لا یریبک

امور تین طرح کی ہین ایک وہ جسکی خوبی ظاہر ہی سو اوسکو اختیار کر اور ایک وہ جسکی کجی ظاہر ہو سو اوسی بچتا رہ اور ایک وہ امر ہی جسمین اختلاف ہو سو چہوڑ شک مین ڈالنی کو

ولا شک ان امر الدخان مما ارتاب ووقع فی الاضطراب فاقل مراتبہ الکراھۃ ولا یظن انہ ینتھی الی درجۃ الاباحۃ بتعلل

طرف اوسکی جو شک مین نہ ڈالی اور اسمین کچہہ شک نہین ہی کہ حقہ کا حکم مشکوک ہی اور اضطراب مین ڈال رکہا ہی اسکا حکم کم سی کم مرتبہ کراہت کا ہی اور یہہ گمان نہین ہی کہ اباحت کا درجہ لیلی

کثیر مما یتعاطاہ انہ نافع ودواء لکل داء وانہم وجدوا فی استعمالہ دواء لامراضہم لان ذلک من تلبیس ابلیس علیہم وتزیینہ

ان دلائل سی کہ اکثر بیان کرتی ہین کہ فائدہ کرتا ہی اور ہر دکہہ کی دوا ہی اور بعضی پی کر اپنی امراض کو مفید پایا اسلئی کہ یہہ تقریرین شیطانی شبہات ہین اور ابلیس کی تزئین

قوله ... ان الاشیاء متصفة بالاباحة ... اصل او میں

ثم حتى تتولد من كثرته الادواء في عاقبة امره لان تكراره يؤدي ما يقابله فيتولد منه الحرارة فيكون في عاقبة امره داء
ہے آخر کو ذیکی کثرت سے بیماریاں پیدا ہو جاتی ہیں کیونکہ اسکے تکرار اپنی مقابل کو ایذا دیتا ہے پھر اوس سے حرارت پیدا ہو جاتی ہے آخر کو مرض ہو جاتا ہے

لا دواء ثم يلزم على زعمهم ان يكون الناس كلهم مرضى وان يكون مرضهم في جميع الفصول لا نوعه من نوع واحد ان يكون
دوا نہیں ہوتا پھر ذنکی قول کی موافق لازم آتا ہے کہ تمام لوگ بیمار ہوں اور انکا مرض بھی تمام چاروں فصلوں میں ایک ہی طرح کا ہو وے اور انکا

معالجتهم فيها بشيء واحد على جهة واحدة وبطلانه غير خفي على احد من العقلاء ثم فيه اضاعة المال لانه يشترى
علاج بھی تمام فصلوں میں ایک ہی شی کا ایک ہی طرح پر ہووے اور اسکا بطلان کسی عاقل پر پوشیدہ نہیں ہے پھر اسمیں مال ضایع ہوتا ہے کیونکہ حقہ مہنگا

بثمن غال فيدخل في الاسراف المحرم وقد كتب بعض المالكية في الديار الحجازية جوابا عن سؤال يتعلق بالدخان وهو ان
خریدتا ہے اب اسراف ہوتا ہے جو حرام ہے اور کسی مالکیہ مذہب والے نے دیار حجاز میں ایک سوال کا جواب لکھا ہے جو دھوئیں کی باب میں ہے یعنی

استعمال الدخان حرام كاصله لان اصله الخشب والنار لكونه اجزاء من الخشب ممزوجة باجزاء من النار وهو من حيث اجزائه
دخان کا استعمال کرنا حرام ہے جیسی اوسکی اصل اصلی کہ اوسکی اصل لکڑی ہے اور آگ کیونکہ لکڑی ہی کی اجزا آگ کی اجزا میں ملی ہوئی ہیں اور وہ باعتبار اجزاء ناری کی

النارية التي فيه يحرم استعماله لقوله تعالى ان الذين ياكلون اموال اليتمى ظلما انما ياكلون في بطونهم نارا فدل النص
استعمال کرنا حرام ہے دلیل اس آیت کی جو لوگ کہاتے ہیں یتیموں کی مال ناحق وہ یہہ ہی کہاتے ہیں اپنی پیٹ میں آگ اب اس نص سی

على حرمة النار فيحرم الدخان الحاصل منها وايضا انه تعالى جعله مما يعذب به حيث قال في حق قوم يونس عليه السلام
حرمت آگ کی معلوم ہوئی سو دھواں بھی حرام ہوا جو آگ سی نکلتا ہے اور یہہ بھی ہے کہ اللہ تعالی دھوئیں کو عذاب کی اسباب میں مقرر کیا ہے چنانچہ یونس علیہ السلام کی

لما آمنوا كشفنا عنهم عذاب الخزي في الحيوة الدنيا فان العذاب المكشوف عنهم كان دخانا وقال في آية اخرى فارتقب
قوم کی حق میں فرماتا ہے جب یقین لائی کھولدیا ہمنی اونپرسی ذلت کا عذاب دنیا کی جیتی کیونکہ جو عذاب اونپرسی دفع ہوا تھا دھواں ہی تھا اور ایک اور آیت میں فرمایا ہے

يوم تاتي السماء بدخان مبين يغشى الناس هذا عذاب اليم والمراد بالدخان المذكور في هذه الآية معناه الحقيقي على قول
سو تو راہ دیکھ جس دن کہ لاوے آسمان دھواں صریح جو گھیر لے لوگوں کو یہہ ہے دکھ کی مار اور دخان سے اس آیت میں جو مذکور ہے ایک قول کی موافق حقیقی معنی مراد ہیں

وعلى هذا القول يكون النظم الكريم صريحا في كون الدخان عذابا اليما وما به التعذيب يحرم استعماله فان الفقهاء
اور اس قول کی مطابق مضمون آیت کا صریح ہے کہ دخان سخت عذاب ہوتا ہے اور جس شی میں تعذیب واقع ہوتی ہے اوسکا استعمال حرام ہے کیونکہ تمام فقہاء

قد اتفقوا على وجوب الفرار من محل العذاب كبطن محسر فانه على لفظ اسم الفاعل من التحسير اسم واد اهلك الله تعالى
متفق ہیں کہ محل عذاب سے بہاگنا چاہئے جیسے بطن محسر محسر اسم فاعل کی وزن پر تحسیر میں سے ایک جنگل کا نام ہے جہاں اللہ تعالی نے اصحاب فیل کو

فيه اصحاب الفيل فاذا وجب الفرار من محل العذاب فوجوب الفرار مما به العذاب اولى ثم ان المستعملين له نراهم انه يخرج
ہلاک کیا تھا اور جب محل عذاب سے بہاگنا واجب ہوا تو جس سے کہ عذاب ہوا ہو اوس سے بہاگنا واجب ہے پہر حقہ پینے والوں کو ہم دیکھتا ہے کہ اونکی حلق

من حلوقهم وانوفهم وفيه تشبيه باهل النار وبالذين يهلكون في آخر الزمان من الاشرار كما جاء في الخبر انه يكون في آخر
اور ناک سے دھواں نکلتا ہے اور اسمیں دوزخیوں کی مشابہت ہے اور اونکی مشابہت ہے جو آخر زمانہ میں شریر لوگ ہلاک ہونگی چنانچہ حدیث میں آیا ہے کہ آخر زمانہ میں

الزمان دخان يملأ الارض يقيم على الناس اربعين يوما اما المؤمن فيصيبه منه كهيئة الزكام واما الكافر فيخرج من انفه واذنيه
دھواں پیدا ہو کر تمام زمین کو بھر دیگا لوگوں پر چالیس دن تک رہیگا مومن کو تو اوسکا اتنا اثر ہوگا جیسی زکام اور رہا کافر سو اوسکی ناک میں سے اور کانوں میں

وعينيه حتى يصير راس احدهم كالراس الحنيذ اي المشوي فلا ينبغي للمؤمن ان يتشبه باهل العذاب ولا ان يستعمل
اور آنکھوں میں سے دھواں نکلیگا یہاں تک کہ ایک ایک کا سر بھنا ہوا ہو جائیگا اب مومن کو لایق نہیں ہے کہ عذاب والوں کی مثل بنے اور یہہ چاہئے کہ ایسی چیز برتے

ما هو من نوع العذاب ولا ما هو من ملابسات اهل العذاب وقد كره جمع من العلماء التختم بالحديد والنحاس لما ثبت في
جو عذاب کی ہو اور نہ وہ جو اہل عذاب کی مناسب ہو اور اکثر علماء لوہے اور تانبے کی انگوٹھی سے مکروہ کہتے ہیں کیونکہ حدیث میں ثابت ہو چکا ہے

المدينة انهما حلية اهل النار وصح على ما ذكره البلالي في مختصر الاحياء انه عليه السلام كان يكره الطعام السخن
کہ یہہ دونو زیور دوزخیوں کی زیور ہیں اور موافق بیان بلالی کی مختصر الاحیاء میں ثابت ہی کہ نبی علیہ السلام گرم کہانا مکروہ جانتی تہی
ويقول ان الله تعالى لم يطعمنا نارا وهذا الدخان اولى بالكراهة لانه مختلط باجزاء نارية كما مر فلو لم يكن في استعماله
اور فرماتی کہ اللہ تعالی ہمکو آگ کہانی نہیں بتای اور یہہ دخان تو اولی تر مکروہ ہی اسلئی کہ اجزاء ناری سی ملا ہوا ہی چنانچہ گذر چکا ہی پہر اگر اسکی استعمال میں
الا احياء سنة الكفار الذين اخرجوه واظهروه في بلاد الاسلام توصلا الى اضرار اهل الايمان لكان باعثا للعاقل
کچہہ نہو سوا زندہ کرنی طریقہ کفار کی جنہوں نی ایجاد کرکر بلاد اسلام میں پہیلا دیا تاکہ ایمان والوں کا ضرر ہووی اتنا بہی عاقل کی واسطی اجتناب کرنیکو
على اجتنابه ومانعا عن ارتكابه بل لو لم يكن في استعماله الا تسويد الثياب والابدان وكراهة الريح والانتان لكان
بڑا باعث تہا اور اختیار کرنی سی بڑا مانع تہا بلکہ اسکی استعمال میں اگر کچہہ نہوتا سوا سیاہ ہونی کپڑوں اور بدن کی اور بو اور سڑاہند کی تو بہی
زاجر العاقل عن استعماله لكن اكثر اهل الزمان طبايعهم جامدة صعبة الانقياد مائلة دائما الى ما لا يعنيهم ان نصحوا
عاقل کو اسکی استعمال سی روکنیوالا موجود تہا لیکن اس زمانہ کی طبیعتیں اکثر کند غیر مطیع ہیں ہمیشہ بیہودہ کام کی طرف متوجہ رہتی ہیں اگر بہلی بات کہو مانی
لا يقبلوا وان علموا لم يتعلموا وان فهموا لم يفهموا وان فهموا لم يعملوا بما فهموا وهم من الذين ان يروا سبيل الرشد
اور اگر سکہاو تو نہ سیکہیں اور اگر سمجہاو تو نہ سمجہیں اور اگر سمجہیں تو اسکی موافق کبہی عمل نہ کریں یہہ ان لوگوں میں ہیں اگر دیکہیں راہ سنوار کی
لا يتخذوه سبيلا وان يروا سبيل الغي يتخذوه سبيلا يسر الله تعالى عملا موافقا لرضائه بلطفه وفضله وكرمه
وہ نہ ٹہراوین راہ اور اگر دیکہیں راہ اولٹی اوسکو ٹہراوین راہ الٰہی ہمپر عمل موافق اپنی رضا کی اپنی لطف اور فضل اور کرم سی آسان کر

المجلس السابع والتسعون في بيان لزوم ترك ما لا يعنيه من القول والفعل

قال رسول الله صلى الله
ستانوین مجلس اس بیان میں کہ ترک بیہودہ کا لازم ہی بات ہو یا کام رسول اللہ صلی اللہ
عليه وسلم من حسن اسلام المرء تركه ما لا يعنيه هذا الحديث من حسان المصابيح رواه ابو هريرة ومعناه ان
علیہ وسلم نی فرمایا مرد کی اسلام کی خوبی ہی بیہودہ کا ترک کرنا یہہ حدیث مصابیح کی حسن حدیثوں میں ہی ابو ہریرہ کی روایت سی اسکی معنی یہہ
اسلام الرجل لا يكون كاملا وحسنا الا اذا ترك من الاقوال والافعال ما لا منفعة له فيه اصلا لا في الدنيا ولا في الاخرة
ہیں کہ اسلام آدمی کا کامل اور خوب نہیں ہوتا مگر جب وہ اقوال اور افعال چہوڑ دی جنمیں اوسکا ہرگز کچہہ فائدہ نہووی نہ دنیا کا اور نہ آخرت کا
ومما لا منفعة له فيه اصلا الدخان الذي ظهر في هذا الزمان من قبل الكفرة العدوة لاهل الايمان وابتلى
اور جسمیں ہرگز کچہہ منفعت نہیں ہی حقہ بہی ہی جو اس زمانہ میں کفار کی طرف سی جو اہل ایمان کی دشمن ہیں پیدا ہوا ہی اور اوسکی
بمصه كافة الانام من الخواص والعوام فانه قد ظهر في اوائل القرن الحادي عشر وصار فتنة عظيمة على عامة البشر
پینی میں تمام خلق خاص وعام مبتلا ہوگئی ہی بیشک حقہ گیارہوین قرن کی اول میں نکلا اور تمام خلق پر بڑا ہی فتنہ ہوگیا ہی
اذ شاع تناوله في البلدان بين الرجال والنساء والصبيان فلزم على علماء الدين بيان حكمه للمسلمين هل يحل استعماله
اسوسطی کہ اسکا پینا شہروں کی اندر مردوں اور عورتوں اور بچوں میں پہیل گیا ہی سو علماء دین پر مسلمانوں کی لئی اسکا حکم بیان کرنا لازم ہی آیا اسکا پینا حلال ہی
ام يجب اجتنابه فاسمعوا يا اولي الالباب ما يقال لكم في هذا الباب قد كثر فيه الاقاويل والحق الذي عليه التعويل ان
یا اسی اجتناب واجب ہی سو ای ہوش والو جو اس باب میں مذکور ہوتا ہی سنو اسمیں بہت سی گفتگو ہی اور حق جسپر اعتماد ہو سو یہہ ہی
الفعل الاختياري الصادر عن المكلف ان لم يترتب عليه فائدة دينية او دنيوية فهو دائر بين العبث واللعب
کہ فعل اختیاری جو عاقل بالغ سی صادر ہوتا ہی اگر اوسمیں کوئی فائدہ دین کا یا دنیا کا نہووی تو اس تفصیل پر ہی کہ عبث ہی یا لعب ہی یا
اللهو وفي كتب اللغة لم يفرق بين هذه الثلثة لكن لا بد من الفرق لعطف بعضها على بعض في القرآن وهو على ما ذكره
لہو اور لغت کی کتابوں میں ان تینوں میں کچہہ فرق نہیں بیان کیا یہ فرق ضرور چاہئی کیونکہ قرآن میں ایک کو ایک پر عطف کیا ہی اور وہ فرق موافق بیان

بعض

بعض المحققين لو كان حقيقيا ما القول ان العبث الفعل الذي ليس فيه لذة ولا فائدة وأما الذي فيه لذة بلا فائدة
بعضی علماء کی جو قائل ہوئے ہیں ان کی یہ ہے کہ عبث وہ فعل ہوتا ہے جس میں نہ کچھ فائدہ ہو اور نہ لذت اور جس کام میں لذت ہووے بلا فائدہ
فهو لعب ومثله اللهو الا ان فيه زيادة حظ النفس بحيث تشتغل به عما يهمها والكل حرام لانها لم تذكر في القرآن
تو لعب ہوتا ہے اور ایسا ہی لہو ہوتا ہے کہ اسمیں نفس کو زیادہ حظ ہوتا ہے ایسا کہ ضروری کاروں سے رہ جاتی ہیں اور سب حرام ہیں کیونکہ انکا ذکر قرآن میں
الا على طريق الذم فلما علم حرمة هذه الثلاثة علم حرمة استعمال الدخان لدخوله اما في اللعب او في اللهو او في
جہاں آیا ہے سو بطور مذمت کے ہی پھر جب ان تینوں کی حرمت معلوم ہوئی تو حقہ کی بھی حرمت معلوم ہوئی اسلئے کہ حقہ یا لعب ہی یا لہو ہی یا
العبث بل هو بالعبث انسب لخلوه عن اللذة التي في اللعب واللهو اللهم الا ان يتسلى به نفوس بعض المستعملين له
عبث ہی بلکہ عبث سے زیادہ تر مناسب ہی کیونکہ حقہ میں وہ لذت نہیں ہے جو لعب اور لہو میں ہوتی ہی ہاں مگر شاید کہ بعضی پینے والوں کو شیطانی تسویل سے دیکر کہتی
بتسويل شيطاني فحينئذ يدخل في اللعب او اللهو وعلى اي وجه كان فهو عار عن الفائدة الدينية وهو ظاهر وعن الفائدة
لذت حاصل ہوتی ہو سو البتہ لعب یا لہو ہو گا اور ہر صورت فائدہ دینی سے تو خالی ہی یہ بات تو ظاہر ہی اور دنیا کی فائدہ سے بھی
الدنيوية ايضا لانه لا يصلح لشيء من الغذاء او الدواء اصلا بل هو مضر لاتفاق الاطباء على ان مطلق الدخان مضر
خالی ہی کیونکہ ہرگز کسی کام کا نہیں ہی نہ غذا ہی اور نہ دوا ہی بلکہ وہ مضر ہی کیونکہ تمام طبیب اسپر متفق ہیں کہ مطلق دھواں مضر ہوتا ہی
قال ابن سينا لولا الدخان والقتام لعاش ابن ادم الف عام وقال جالينوس اجتنبوا ثلثه وعليكم باربعة ولا حاجة
شیخ ابن سینا کہتا ہی کہ دھواں اور گرد و غبار نہوتا تو البتہ آدمی ہزار برس جیتا اور جالینوس کہتا ہی تین چیزوں سے بچتے رہو اور چار چیزوں کو لازم کرلو پھر تمکو طبیب
لكم الى الطبيب اجتنبوا الدخان والغبار والنتن وعليكم بالدسم والحلو والطيب والحمام وذكر في القانون ان جميع
کی کچھ حاجت نہیں ہی دھواں و غبار اور بدبو سے بچتے رہو اور چکنائی او مٹھائی او خوشبو و حمام لازم کرلو اور قانون میں مذکور ہی
اصناف الدخان مجفف بجوهره الارضي وفيه نارية يسيرة قال بعض الفضلاء فاذا كان جميع اصناف الدخان مجففا لكون
کہ دھوئیں کی سب قسمیں جوہر ارضی کی باعث سے خشکی کرتی ہیں اور اسمیں کچھ ناریت یعنی حرارت ہوتی ہی بعضی فضلا کہتے ہیں جبکہ دھوئیں کی تمام قسم خشکی کرتی ہیں تو حقہ
هذا الدخان مجففا للرطوبات البدنية فيكون مؤديا الى حصول امراض كثيرة ولا يجوز استعماله لوجوب صيانة
بدنی رطوبات کو خشک کرتا ہی اس سے بہت امراض پیدا ہونگی سو اسکا پینا جائز نہیں ہی کیونکہ شرع سے نفس کا بچانا واجب ہی
النفس عن لحوق الضرر وقد ذكر في نصاب الاحتساب ان استعمال المضر حرام فان قيل بعض الاطباء قد يعالجون بعض
اور نصاب الاحتساب میں مذکور ہی کہ مضر کا استعمال کرنا حرام ہی اگر کوئی کہی کہ بعضی طبیب کبھی کبھی بعضی
الامراض ببعض اصناف الدخان ويشاهدون نفعه فكيف يصح المنع عن استعمال جميع اصنافه فالجواب انهم يعالجون
بیماریوں کا علاج کسی قسم کی دھوئیں سے کیا کرتی ہیں اور اوسکا نفع ظاہر ہوتا ہی پس ممانعت تمام قسم کی دھواں کی کیونکر درست ہی سو جواب یہہ ہی کہ وہ دم بھرکی
به لحظة يسيرة لا على الدوام حتى يحصل ما ذكر من التجفيف وان قيل ما ذكر من التجفيف لا يضر في البلغمي لكثرة رطوباته
ہی علاج کرتے ہیں مداومت کی نہیں کرتے تا کہ اوس سے خشکی پیدا ہووے اگر کوئی کہی خشکی بلغمی مزاج والی کو ضرر نہیں کرتی کیونکہ اوسمیں رطوبات بہت ہوتی ہیں
والانتفاع بتجفيفها فما وجه المنع عن هذا الدخان فالجواب ان حد الانتفاع به مجهول ولا بد في معرفة ذلك من طبيب
اور خشکی سے فائدہ ہوتا ہی اب حقہ سے وجہ ممانعت کی کیا ہی سو جواب یہہ ہی کہ حد انتفاع کی معلوم نہیں ہی اب اسکی معرفت کسی طبیب حاذق سے
حاذق عارف بالامزجة والقدر الذي ينتفع به والا فالاقدام عليه حرام مطلقا لوقوع التردد بين السلامة وعدمها فان
جو مزاجوں کو جانتا ہو اور اوس مقدار کی جسمیں فائدہ ہو ضرور چاہی اور نہیں تو اوسپر قدم رکھنا مطلق حرام ہی کیونکہ صحت اور مرض میں تردد ہی کیونکہ
العدول من مستعمليه قد اختلفوا فيه فمنهم من قال بضرره ومنهم من قال بعدم ضرره ومنهم من سكت عنه لكن
عادل لوگ حقہ پینے والی اسمیں اختلاف کرتے ہیں بعضی تو اسکی ضرر کی قائل ہیں اور بعضی کہتی ہیں ضرر نہیں کرتا اور بعضوں کو اسمیں شک ہی لیکن

الفريق الغالب الذي جانب الحق إليه أقرب قال إنه يحدث في ابتدائه قوة في الجسم وحدة في البصر ونشاطا في
فریق اغلب جسکی جانب قریب حق کے ہے کہتے ہیں کہ حقہ پہلے پہل جسم میں قوت اور نظر میں تیزی اور اعضا میں نشاط
الأعضاء وهضما في الطعام فإذا حصلت المداومة يورث ضعفا في البدن وثقلا في الأعضاء وغشاوة في البصر
اور طعام میں ہضم پیدا کرتا ہے پھر جب مداومت ہوجاتی ہے تو بدن میں ناتوانی اور اعضاء میں بوجھ اور نظر پر پردہ
وإمساكا في الهاضمة وذلك لأنه كما قال الأطباء يجفف مع نوع حرارة فيفعل في ابتدائه ما ذكر أولا وفي انتهائه
اور ہاضمہ میں امساک پیدا کردیتا ہے اور یہ ثابت ہے اسلئے کہ طبیب اسکو کچھ حرارت کے ساتھ مجفف کہتے ہیں سو اول میں تو وہ ہی پیدا کرتا ہے جو اول بیان کیا اور انجام کو
ما ذكر أخرا على أنه لو تحقق نفعه فبعد النفع يمنع من استعماله لأنه حينئذ يكون دواء ولا يجوز استعمال الدواء بعد
جو پیچھے بیان کیا علاوہ یہ ہے کہ اگر نفع ثابت بھی ہوگا تو بعد نفع کے پینا ممنوع ہے اسلئے کہ اب دوا ہوویگا اور صحت میں دوا کا استعمال کرنا جائز نہیں ہے
زوال المرض لأنه إذا لم يجد مرضا يزيله يأخذ من البدن فيؤدي إلى الضرر وما يؤدي إلى الضرر يمنع من استعماله ألا ترى أن
اسلئے کہ دوا جب بیماری کو نہیں پاتی کہ جسکو دور کرے تو بدن میں اثر کرتی ہے پھر ضرر ہوجاتا ہے اور جو چیز نقصان کرتی ہو اوسکا استعمال جائز نہیں ہے دیکھو تو
الخمر المحرمة بالنص قد أخبر القرآن بنفعها كما قال الله تعالى يسئلونك عن الخمر والميسر قل فيهما إثم كبير ومنافع للناس
شراب نص سے حرام ہے اور اوسکی نفع کی قرآن خبر دیتا ہے چنانچہ اللہ فرماتا ہے تجھسے پوچھتے ہیں حکم شراب اور جوئے کا تو کہہ انمیں گناہ بڑا ہے اور فائدے ہیں لوگوں کو
لكن جانب النفع إذا قابله جانب الضرر يمحى جانب الضرر حتى قال الفقهاء لو كان في شيء وجوه كثيرة توجب الحل والجواز
لیکن نفع کی جانب اگر نقصان کی مقابل پڑتی ہے تو نقصان کا لحاظ ہوتا ہے یہانتک کہ فقہا لکھتے ہیں اگر ایک شی کی حلت اور جواز کی وجہیں لازم آتا ہو
ووجه واحد يوجب الحرمة وعدم الجواز يرجح جانب الحرمة احتياطا فإن قيل إن المستعملين له يدعون أنهم يجدون
اور ایک وجہ سے حرمت اور عدم جواز تو حرمت کی جانب کو احتیاطا غلبہ دینگے اگر کوئی کہے کہ حقہ پینے والے کہتے ہیں کہ ہم حقہ پی کر
عقيب استعماله خفة في البدن فكيف يصح القول بعدم النفع فيه فالجواب على ما ذكره بعض المتناولين له لتجربة نفعه
بدن میں خفت پاتے ہیں اب بے فائدہ کہنا کیونکر صحیح ہے تو جواب موافق بیان حقہ پینے والوں کی جو نفع مضر کا تجربہ کرچکے ہیں یہ ہے
وضره أن المستعملين له يحصل لهم حال استعماله ألم شديد وعند فراغهم عنه ينجون من ذلك الألم ويحصل لهم
کہ حقہ پینے والوں کو حقہ پیتے ہوئے سخت الم ہوتا ہے اور جب پی چکتے ہیں تو اوس الم سے نجات اور راحت ہوتی ہے
راحة فيظن هؤلاء المساكين أن تلك الراحة حصلت من استعماله ولا يدرون أنها إنما حصلت من خلاصهم عن استعماله
سو یہ بیچارے اہل سمجھتے ہیں کہ یہ راحت حقہ پینے سے ہوئی یہ نہیں سمجھتے کہ حقہ بند کرنے سے ہوتی ہے
ثم في معرفة حرمة الأشياء وإباحتها وجه حسن يرجع إلى الأصول وهو أن الحق في الأشياء قبل البعثة أن لا يكون فيها حكم وبعد
پھر اشیاء کی حرمت اور اباحت دریافت کرنے کی خوب وجہ ہے جسکا مرجع اصول ہے یہ ہے کہ حق یوں ہے کہ بعثت سے پہلے اشیا میں کوئی حکم نہو اور بعثت کے بعد
البعثة اختلف العلماء فيها على ثلاثة أقوال الأول أنها متصفة بالحرمة إلا ما دل دليل الشرع على إباحته والثاني أنها متصفة
علماء کی مختلف تین قول ہیں قول اول یہ کہ اشیاء سب حرام ہیں بجز اوسکے کہ دلیل شرعی سے مباح معلوم ہوجاوے اور دوسرا قول یہ ہے
بالإباحة إلا ما دل دليل الشرع على حرمته والثالث هو الصحيح أن يكون فيه تفصيل وهو أن المضار متصفة بالحرمة بمعنى أن
کہ سب اشیا مباح ہیں بجز اوسکی جو دلیل شرعی سے حرام معلوم ہووے تیسرا قول یہ ہی اور یہ ہی صحیح ہے کہ اشیاء میں تفصیل ہو کہ نقصان کی چیزیں سب حرام یعنی
الأصل فيها الحرمة وأن المنافع متصفة بالإباحة بمعنى أن الأصل فيها الإباحة لقوله تعالى هو الذي خلق لكم ما في الأرض
اصل انمیں حرمت ہے اور نفع کی چیزیں سب مباح یعنی اصل اونمیں اباحت ہے بدلیل اس آیت کی وہ ہی ہے جسنی بنایا تمہاری واسطے جو کچھ زمین میں
جميعا فإنه تعالى ذكره في معرض الامتنان ولا يكون الامتنان إلا بالنافع المباح فكأنه تعالى قال هو الذي خلق لأجلكم
سب کیونکہ اللہ تعالی نے یہ آیت احسان کی جگہ میں فرمائی اور احسان جب ہی ہوتا ہے کہ نافع اور مباح ہو تو اب گویا اللہ تعالی کا یہ ارشاد ہے کہ اللہ وہ ہی جسنے تمہارا نفع

حصير ما في الأرض من المنافع لتستعملوها وعلى هذا القول الثالث الصحيح يحرم حكم هذا الدخان أيضا فإنه لو كان
فائدہ کی چیز جو زمین میں ہے پیدا کیا تاکہ تم نفع اٹھاؤ اور تیسرے صحیح قول پر حقہ کا حکم بھی نکلتا ہے کیونکہ حقہ اگر
نافعا لكان الأصل فيه الإباحة لكن قد ثبت بأخبار الحذاق من الأطباء أنه مضر ولو كان في الأصل شك لكان الأصل فيه
نافع ہوتا تو اصل اسمیں اباحت ہوتی لیکن حاذق طبیبوں کی بیان سے ثابت ہوا ہے کہ حقہ مضر ہے اگر چہ تمام کو ہو سو اصل اسمیں
الحرمة بل لو وقع الشك في أمره لغلب جانب الحرمة كما هو القاعدة الشرعية وقد روي أنه عليه السلام قال الحلال بين والحرام
حرمت ہی ہے بلکہ اگر اسمیں شک بھی ہو تو بھی حرمت کی جانب غالب ہوگی چنانچہ شرعی قاعدہ یہ ہی ہے اور مروی ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا حلال ظاہر
بين وبينهما مشتبهات لا يعلمهن كثير من الناس فمن اتقى الشبهات فقد استبرأ لدينه وعرضه ومن وقع في الشبهات
ہے اور حرام ظاہر ہے اور ان دونوں کے بیچ میں مشتبہات ہیں انکو اکثر لوگ نہیں جانتے پھر جو شخص مشتبہات سے بچتا رہا وہ اپنا دین اور عزت بچا لے گیا اور جو شبہات میں پڑ گیا
وقع في الحرام كالراعي حول الحمى يوشك أن يقع فيه واختلف العلماء في حكم هذه الشبهات فذهب بعضهم إلى حرمتها لأنه
حرام میں مبتلا ہوا جیسے چرواہا سرحد کے گرد ہی چرائے تو عنقریب اندر جا لگیگا اور علماء کو ان مشتبہات کے حکم میں اختلاف ہے بعضی تو حرمت کی طرف گئے ہیں اسلئے کہ
عليه السلام قال في هذا الحديث إن من ترك ما اشتبه عليه حكمه ولم ينكشف له حقيقة أمره يكون دينه سالما
علیہ السلام نے اس حدیث میں خبر دی ہے کہ جس نے ترک کیا ایسی چیز کو جس کا حکم مشتبہ ہے اور حقیقت حال ظاہر نہیں ہے تو اسکا دین فساد اور نقصان سے
مما يفسده أو ينقصه ونفسه ناجيا مما يعيبه ويلام عليه ومن لم يتركه بل فعله يقع في الحرام وهذا الدخان مما اشتبه
اور اسکی جان عیب اور ملامت سے سلامت رہی اور جسنے نہ چھوڑا بلکہ عمل میں لایا تو وہ حرام میں واقع ہوا اور حقہ کا حکم بھی مشتبہ ہے
حكمه ولم ينكشف حقيقة أمره فمن تركه ولم يستعمله يكون دينه سالما من الفساد والنقصان ونفسه ناجيا من العيب
اسکی حقیقت حال ظاہر نہیں ہے تو جس نے اسکو ترک کیا اور نہ پیا تو اسکا دین فساد اور نقصان سے پاک اور اسکی جان خلقت میں عیب
واللوم بين الأنام ومن لم يتركه بل استعمله يكون واقعا في الحرام وذهب بعضهم إلى كراهتها لما جاء في حديث آخر
و ملامت سے صاف ہے اور جسنے نہ چھوڑا بلکہ پینے لگا تو وہ حرام میں واقع ہوا اور بعضی اسکو مکروہ کہتے ہیں اسلئے کہ اور حدیث میں آیا ہے
أنه عليه السلام قال الأمور ثلاثة أمر بين لك رشده فاتبعه وأمر بين لك غيه فاجتنبه وأمر اختلف فيه
کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا کام تین طرح پر ہوتے ہیں ایک وہ جسکی خوبی ظاہر ہے سو تو اسکو اختیار کر اور ایک وہ جسکی برائی ظاہر ہے سو اس سے پرہیز کر اور ایک وہ جسمیں خلاف
فدع ما يريبك إلى ما لا يريبك ولا شك أن أمر الدخان مما ارتابوا ووقع في الاضطراب وأدنى مرتبته الكراهة ولا يظن
ہووے سو چھوڑ شک میں ڈالنے کو واسطے جو شک میں نہ ڈالے اور اسمیں شک نہیں ہے کہ حقہ بھی شک میں اور اضطراب میں ڈال گیا ہے تو اسکا کم سے کم درجہ کراہت کا ہے
أنه ينتهي إلى مرتبة الإباحة بقول بعض من سفهائه أنه نافع ودواء لكل داء وارم وحد رأي في استعماله دواء لأمراض
اور یہ گمان نہیں ہوتا کہ اباحت کی مرتبہ کو پہنچے بعض بیوقوفوں کے اس دلیل سے کہ حقہ کو سب بیان کرتے ہیں کہ حقہ نافع ہے اور ہر مرض کی دوا ہے اور ہمیں حقہ پینے کر سے بیماریوں کی لئے
لأن ذلك من تلبيس إبليس عليهم وتزيينه لهم حتى يتولد من كثافته في عاقبة أمره الأدواء فإن تكراره يسود ما يقابله
شیطان کا فریب ہے تمام شیطان کی سمجھانے اور تزیین ہے تاکہ اسکی کثافت سے آخر کو بیمار ہو جاویں اسلئے کہ اسکا بار بار پینا اپنی مقابل کو سیاہ کر دیتا ہے
فيتولد منه الحرارة فيكون في عاقبة أمره داء لا دواء ثم يلزم على دعوتهم أن يكون الناس كلهم مرضى وأن يكون
پھر اس کی حرارت پیدا ہوتی ہے پھر آخر کو مرض ہو جاتا ہے دوا نہیں ہوتا پھر لوگوں کی دعوی کی موافق یہ لازم آتا ہے کہ تمام خلقت بیمار ہووے اور انکا
مرضهم في تمام الفصول الأربعة من نوع واحد وأن يكون معالجتهم بهذا الشيء الواحد على جهة واحدة وبطلانه
مرض بھی تمام چاروں فصلوں میں ایک ہی طرح کا ہووے اور انکا علاج ان فصلوں میں ایک شی سے ایک ہی طرح پر ہووے اور اسکا بطلان
لا يخفى على أحد من العقلاء ثم فيه إضاعة المال لأنه يشتري بثمن غال فيدخل في الإسراف المحرم مع ما فيه من رائحته
کسی عاقل پر پوشیدہ نہیں ہے پھر اسمیں مال ضائع ہوتا ہے کیونکہ مہنگی قیمت دیکر لیتے ہیں اسلئے اسراف حرام میں داخل ہوا باوجود اسکی بدبو

وأذيته لشامة الذين لا يستعملونه وقد جاء في الحديث كل مؤذ في النار وقال المكناسي الرائحة المنتنة
حقه پینی والون کی دماغ کو تکلیف دیتی ہی اور حدیث مین آیاہی کہ ایذا دینی والا دوزخی ہی اور مکناسی کہتاہی کہ بدبو نتہنون کو
تخرق الخياشيم وتصل الى الدماغ وتؤذي الانسان ولذلك قال النبي عليه السلام من اكل من هذه الشجرة
پہاڑکر دماغ مین گہس جاتی ہی اور آدمی کو ایذا دیتی ہی اور اسہی نبی علیہ السلام نی فرمایا جسنی اس درخت مین سی کہایا
فلا يقربن مسجدنا لانه يؤذينا بريحه والمراد من هذه الشجرة جنس ماله رائحة كريهة يتاذى بها الانسان
تو ہماری مسجد کی گرد نہ آوی کہ ہمکو اپنی بو سی ستاتاہی اور مراد ہذہ الشجرہ سی جنس ہی جسمین ایسی بدبو ہووی کہ آدمی ایذا پاوین
بدليل تعليله عليه السلام والمعنى ان من اكل شيئا ماله رائحة كريهة يتاذى بها الانسان فلا يقربن مسجدنا
اس دلیل سی کہ نبی علیہ السلام نی بدبو کو علت ٹہرایاہی اور مراد یہہ ہی کہ جسنی کچہ کہایا کہ اوسمین ایسی بدبو ہووی کہ آدمیوں کو تکلیف ہوتی ہو تو ہماری مسجد کی گرد نہ آوی
لانه يؤذينا برائحته الكريهة وقد ثبت في صحيح مسلم انه عليه السلام كان اذا وجد من رجل في المسجد ريح البصل او
اسلئی کہ ہمکو بدبو سی ستاتاہی اور صحیح مسلم مین ثابت ہوچکاہی کہ نبی علیہ السلام کو اگر مسجد کی اندر کسی شخص مین سی پیاز یا لہسن کی بو آتی
الثوم امر به فاخرج الى البقيع ولهذا قال الفقهاء كل من وجد فيه رائحة كريهة يتاذى بها الانسان يلزم اخراجه من
تو اوسکو بقیع کی طرف نکلوا دیتی اور اسیلئی فقہاء نی کہاہی کہ جسمین ایسی بدبو آتی ہو کہ آدمیوں کو تکلیف ہوتی ہو تو اوسکا مسجد مین سی نکالدینا لازم ہی
المسجد ولو بجره من يده او رجله دون لحيته وشعر راسه فعلى هذا يلزم اخراج كثير من الائمة والمؤذنين من المسجد
اگرچہ ہاتہہ یا نوں سی کہینچکر داڑہی اور سر کی بال سی نکہینچی اس روایت کی موافق بہتیری امام اور موذنوں کا مسجد
والجامع في هذا الزمان لوجود الرائحة الكريهة فيهم بسبب مداومتهم على استعمال الدخان الكريهة الرائحة بل انهم قد
اور جامع مسجد مین سی اس زمانہ مین نکالدینا لازم آتاہی کیونکہ اونمین بسبب مداومت بدبو حقہ نوشی کی بدبو موجود ہوتی تہا بلکہ یہہ لوگ
يستعملونه في داخل المسجد والجامع فيكون الكراهة في حقهم اشد واكثر وقد كتب بعض المالكية في الديار الحجازية
کبہی کبہی مسجد اور جامع کی اندر پیتی ہین سو اونکی حق مین کراہت سخت تر اور زیادہ تر ہی اور کسی مالکی مذہب نی حجازی دیار مین
جوابا عن سوال يتعلق بالدخان وهو ان استعمال الدخان حرام كاصله لان اصله الخشب والنار لكونه اجزاء
ایک سوال کا جواب لکہاہی جو حقہ سی متعلق ہی اور وہ یہہ ہی کہ استعمال دخان کا حرام ہی جیسا اوسکا اصل کیونکہ اوسکی اصل لکڑی اور آگ ہی کیونکہ اوسکی اجزاء
من الخشب ممزوجة باجزاء من النار فهو من حيث اجزائه النارية التي فيه يحرم استعماله لقوله تعالى ان الذين ياكلون
لکڑی ہی اجزاء ناری سی ملی ہوئی سو وہ باعتبار اجزاء نار کی کی جو اوسمین ملی ہین استعمال کرنا حرام ہی بدلیل اس آیت کی جو لوگ کہاتی ہین
اموال اليتمى ظلما انما ياكلون في بطونهم نارا فقد دل النص على حرمة النار فيحرم الدخان الحاصل منها وايضا انه تعالى
یتیموں کی مال ناحق وہ یہہ ہی کہاتی ہین اپنی پیٹ مین آگ اس نص سی آگ کی حرمت معلوم ہوتی ہی سو دہوان بہی جو آگ سی پیدا ہوتاہی حرام ہی اور اللہ تعالی نی
جعله مما يعذب به حيث قال في حق قوم يونس النبي عليه السلام لما امنوا كشفنا عنهم عذاب الخزي في الحيوة الدنيا
اسکو عذاب کی اسباب مین سی ٹہرایاہی چنانچہ یونس نبی علیہ السلام کی قوم کی حق مین کہتاہی جب یقین لائی کہولدیا ہمنی اونپرسی ذلت کا عذاب دنیا کی جیتی
فان العذاب المكشوف عنهم كان دخانا وقال في اية اخرى فارتقب يوم تاتي السماء بدخان مبين يغشى الناس هذا
بیشک جو عذاب کہ اونپرسی موقوف ہوا تہا دہوان ہی تہا اور ایک اور آیت مین فرمایاہی سو تو راہ دیکہہ جسدن کہ لاوی آسمان دہوان صریح گہیر لی لوگوں کو
عذاب اليم والمراد بالدخان المذكور في هذه الاية حقيقة الدخان على قول وعلى هذا القول يكون النظم الكريم صريحا
یہہ ہی دکہہ کی مار اور مراد دخان سی اس آیت مین معنی حقیقی دخان کی ہین ایک قول پر اور اس قول پر مضمون آیت کریمہ کا سراسر مین صریح ہی
في كون الدخان عذابا اليما وما به التعذيب يحرم استعماله فان الفقهاء قد اتفقوا على وجوب الفرار من محل العذاب كبطن
کہ دخان عذاب الیم ہی اور جس شی سی تعذیب واقع ہوتی ہی اوسکا استعمال کرنا حرام ہی کیونکہ فقہاء متفق ہین کہ محل عذاب سی بہاگنا واجب ہی جیسی بطن

المحسر

محسّر فإنه على لفظ اسم الفاعل من التحسير اسم واد أهلك الله تعالى فيه أصحاب الفيل وإذا وجب الفرار من
محسّر اسم فاعل کی وزن پر تحسیر سے اوس وادی کا نام ہے جہاں اللہ تعالی نے اصحاب فیل کو ہلاک کیا تھا جب محل عذاب سے بھاگنا واجب ہوا
محل العذاب فوجوب الفرار من نفس العذاب أولى وأحرى ثم إن المستعملين له ترى بهم أنه يخرج من أنوفهم وحلوقهم
تو عذاب کی چیز سے بھاگنا اولی اور لائق تر ہے پھر حقہ پینے والوں کو دیکھتا ہے کہ اونکی ناک میں سے اور حلق میں سے دہواں نکلتا ہے
وفيه تشبيه بأهل النار وبالذين يهلكون في آخر الزمان من الأشرار كما جاء في الحديث أنه يكون في آخر الزمان دخان
اور اس میں دوزخیوں کی اور ونکی جو آخر زمانہ میں شریر لوگ ہلاک ہونگے مشابہت ہے چنانچہ حدیث میں آیا ہے کہ آخر زمانہ میں ایسا دہواں
يملأ الأرض يقيم على الناس أربعين يوما أما المؤمن فتصيبه منه كهيئة الزكام وأما الكافر فيخرج من منخريه وأذنيه
پیدا ہوویگا کہ زمین کو بھر دیگا اور لوگوں پر چالیس روز تک قائم رہیگا مومن کو تو ایسا اثر ہوویگا جیسے زکام اور رہا کافر وسکی نتھنوں سے اور کانوں
وعينيه حتى يصير رأس أحدهم كالرأس الحنيذ أي المشوي وقد سعى للمؤمن أن يتشبه بأهل العذاب ولا أن يستعمل
میں سے اور آنکہوں میں سے نکلیگا یہاں تک کہ ایک کا سر ایسا ہوویگا جیسے سر جلا بھنا سو مومن کو لائق نہیں ہے کہ اہل عذاب سے مشابہت کرے اور یہہ بھی لائق
ما هو من نوع العذاب ولا ما هو من ملابسات أهل العذاب وقد كره جمع من العلماء التختم بالحديد والنحاس لما جاء في
ہے کہ عذاب کی چیز کو استعمال کرے اور نہ جو چیز کہ اہل عذاب کی ملابست سے ہے اور تمام علما باتفاق لوہے وپیتل کی انگوٹھی کو مکروہ کہتے ہیں اسلئے کہ حدیث میں آیا ہے
الحديث أنهما حلية أهل النار ونص على ما ذكره الغزالي في مختصر الإحياء أنه عليه السلام كان يكره الطعام السخن
کہ یہہ دوزخیوں کا زیور ہے اور غزالی نے مختصر الاحیاء میں تصریح کی ہے کہ نبی علیہ السلام گرم کھانا مکروہ کہتے تھے
ويقول إن الله تعالى لم يطعمنا نارا فهذا الدخان أولى بالكراهة لأنه مختلط بأجزاء نارية كما مر ولو لم يكن في
اور فرماتے کہ اللہ تعالی نے ہمکو آگ کھانے کو نہیں دیا ہے پس یہہ دہواں اولی بمکروہ ہے کیونکہ اجزاء ناری سے ملا ہوا ہے جیسے گزر چکا اور اگر اسکی
استعماله إلا تسويد الثياب والأبدان وكراهة الريح والإتيان لكفى زاجرا للعاقل عن استعماله بل لو لم يكن في استعماله
استعمال میں بجز سیاہی کپڑوں اور بدن کی اور بدبو اور سڑانسد کے کچھ ہوتا تو بھی عاقل کی واسطے اسکی استعمال کا زاجر رہتا بلکہ اگر اسکی استعمال میں
إلا إحياء سنة الكفار الذين اخترعوه وأظهروه في بلاد الإسلام توصلا إلى إضرار أهل الإيمان لكفى باعثا للعاقل
کچھ نہ ہوتا سوا اردن طریقہ کفار کی جو اسکو نکال لائے ہیں اور واسطے ضرر کے اہل اسلام کی بلاد اسلام میں رواج دیا ہے تو بھی عاقل کی لئے
على اجتنابه ومانعا عن ارتكابه لكن أكثر أهل الزمان طبائعهم جامدة صعبة الانقياد مائلة دائما إلى ألاعيبهم
اسکی اجتناب کرنیکا باعث اور اسکی اختیار کرنیکا بڑا مانع تھا لیکن اس زمانہ میں اکثر طبیعتیں کند ہیں اور بڑی نافرمان ہمیشہ بیہودگی کیطرف متوجہ
إن نصحوا لم يقبلوا وإن علموا لم يتعلموا وإن فهموا لم يفهموا وإن فهموا لم يعملوا وهم من الذين إن يروا سبيل الرشد
اگر اونکو نصیحت کیجئے کبھی نہ مانیں اور اگر سکھاو تو کبھی نہ سیکھیں اور اگر سمجھاو تو کبھی نہ سمجھیں اور اگر سمجھیں تو کبھی عمل نہ کریں یہہ وہ لوگوں میں ہیں اگر دیکھیں
لا يتخذوه سبيلا وإن يروا سبيل الغي يتخذوه سبيلا

سوار کی راہ تو نہ ٹھہراویں راہ اور اگر دیکھیں راہ لٹی وسکو ٹھہراویں راہ

المجلس الثامن والتسعون في بيان الوصية في حق النساء حال المعاشرة لهن

اٹھانویں مجلس میں بیان وصیت کا عورتوں کی حق میں اونکی ساتھ گذران کرنی ہوئی

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم في خطبة حجة الوداع اتقوا الله
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کی خطبہ میں فرمایا اللہ سے ڈرو
في النساء فإنكم أخذتموهن بأمان الله واستحللتم فروجهن بكلمة الله ولكم عليهن أن لا يوطئن فرشكم أحدا
عورتوں کی حق میں تمنے انکو اللہ کی امن میں لیا ہے اور انکی فروج کو کلمہ اللہ سے حلال کرلیا ہے اور تمہارا حق ان پر یہہ ہے کہ تمہاری بستر پر قدم نہ رکھنے دیں جسکو
تكرهونه فإن فعلن ذلك فاضربوهن ضربا غير مبرح ولهن عليكم رزقهن وكسوتهن بالمعروف وهذا الحديث من
تم برا سمجھو اور اگر وہ ایسا کریں تو اونکو ایسا مارو کہ ہڈی نہ ٹوٹے اور اونکا حق تمہاری اوپر کھانا اور پہننا موافق دستور کی ہے یہہ حدیث

صحاح المصابیح رواه جابر فکانه علیه السلام قال اتقوا الله فی امر النساء فلا تؤذوهن بالباطل بل عاشروهن
مصابیح کی صحیح حدیثون مین ہی جابر کی روایت سی پس گویا نبی علیہ السلام نی فرمایا ڈرو اللہ سی عورتون کی باب مین سو تم اونکو ناحق نستاؤ بلکہ اونکی ساتہہ

بالمعروف کما قال الله تعالی و عاشروهن بالمعروف فانکم اخذتموهن بعهد الله الذی عهد الیکم فیهن من الرفق بهن والشفقة
گذران کرو جیسی اللہ تعالی فرماتا ہی اور گذران کرو عورتون کی ساتہہ معقول کیونکہ تمنی اونکو اللہ کی عہد پر لیا ہی جو اونکی حق مین تمہاری ساتہہ عہد ہوا یعنی اونکی ساتہہ

علیهن واستحللتم فروجهن بامر الله تعالی وحکمه فان نقضتم عهده الذی عهد الیکم وخنتم فی امانته ینتقم
نرمی اور اونپر شفقت برتو اور تمنی اونکی فروج امر الہی اور اوسکی حکم سی حلال کرلین پس اگر تمنی اوسکا عہد توڑ ڈالا جو تمہاری ساتہہ ہو چکا ہی اور تمنی اوسکی امانت مین

منکم لهن وذلک لانهن اماء الله تعالی فاذا تزوجتموهن بامر الله تعالی وحکمه یکن عندکم امانة ودیعة من
خیانت کی تو اونکی لئی تمسی انتقام لیگا اور یہہ اسلئی کہ عورتین اللہ تعالی کی لونڈیان ہین جب تمنی اونکو اللہ کی امر اور حکم سی اپنا جوڑا بنایا تو وی تمہاری پاس امانت ہین اللہ

الله تعالی فاذا اذیتموهن بالباطل ولم تعاشروهن بالمعروف فکانکم نقضتم عهده تعالی وخنتم فی امانته فینتقم منکم
اللہ کی طرف سی سپرد ہین پہر اگر تمنی اونکو ناحق ستایا اور دستور کی موافق گذران نکی تو گویا تمنی اللہ تعالی کا عہد توڑ ڈالا اور اوسکی امانت مین خیانت کی سو اونکی لئی تمسی

لهن ولکم علیهن من الحقوق ان لا یاذن لاحد ان یدخل بیوتکم بغیر اذنکم فان فعلن ذلک فاضربوهن ضربا غیر مبرح
لیونگا اور تمہارا حق اونپر یہہ ہی کہ کسیکو یہہ اجازت ندین کہ تمہاری گہرون مین تمہاری بی اجازت آسکی اور اگر وہ آنی دین تو اونکو اتنا مارو کہ ہڈی نہ ٹوٹی

بحیث یولمهن ولا یکسر عظمهن ولا یدمی جسمهن ولهن علیکم من الحقوق رزقهن وکسوتهن بالمعروف فعلم من هذا
اسطور کہ دکہہ پہنچی اور ہڈی نٹوٹی اور اونکا بدن لہولہان نہو جاوی اور تمپر اونکا حق کہانا اور پہنا دستور کی موافق اسی معلوم ہوا

ان بین الزوجین حقوقا یجب مراعاتها اما ما کان علی الرجل من حقوق النساء فالانفاق علیهن بالمعروف اذ قد قال الفقهاء
کہ زوج زوجہ مین ایسی حقوق ہین کہ اونکی رعایت واجب ہی اور عورتون کی حق جو مرد پر ہین تو اونکا خرچ ہی دستور کی موافق اسلئی کہ فقہاء کا قول ہی

یجب علی الرجل نفقة زوجته سواء دخل بها او لم یدخل بها وسواء کانت مسلمة او ذمیة او فقیرة او غنیة لان غناءها
کہ مرد پر نفقہ بی بی کا واجب ہی برابر ہی کہ اوس سی صحبت کی ہو یا نکی ہو برابر ہی کہ بی بی مسلمہ ہو یا ذمیہ یا مفلس ہو یا دولتمند اسلئی کہ اوسکی تونگری اوسکا حق نفقہ کا

لا یبطل حقها فی النفقة علی زوجها سواء کانت کبیرة او صغیرة قابلة للوطی وان لم تکن قابلة للوطی لا یجب علیه نفقتها
جو خاوند پر ہی باطل نہین کردیتی برابر ہی کہ کبیرہ ہو یا نابالغہ قابل وطی کی ہو اور اگر قابل وطی کی نہوگی تو اوسکا نفقہ واجب نہین ہی

والنفقة الواجبة علی ما روی هشام عن محمد الطعام والکسوة والسکنی اما الطعام فالدقیق والماء والملح والدهن فان
اور نفقہ واجب موافق روایت ہشام کی امام محمد سی کہانا ہی اور کپڑا اور مکان رہنی کا کہانا تو آٹا اور پانی اور نمک اور روغن پہر اگر

قالت المراة لا اطبخ ولا اخبز قال قاضیخان فی فتاواه لا تجبر علی الطبخ والخبز وعلی الرجل ان یاتیها الطعام المهیء او یاتیها
عورت کہی مین سالن نہین پکاتی اور نہ روٹی پکاؤن قاضی خان نی اپنی فتاوی مین کہا ہی کہ روٹی اور سالن پکانی پر زبردستی نہین چلتی مرد پر لازم ہی کہ اوسکو تیار کہانا

بمن یکفیها عمل الطبخ والخبز هذا فی القضاء واما فی الدیانة فیجب علیها ان تفعل کل خدمة فی داخل الدار من الطبخ والخبز
لادی یا ایسا آدمی کہ سالن روٹی پکا دیا کری یہہ حکم تو قضا کا ہی اور دیانت مین عورت پر واجب ہی کہ جو کاروبار گہر کی اندر ہو دی جیسی سالن روٹی پکانا

وغسل الثیاب وغیرها حتی لو لم تفعل شیئا منها تکون اثمة وان لم یجبر علیها وان کان لها خادم یجب علی زوجها نفقة
کپڑی دہونی اور سوا اسکی تمام کیا کری یہان تک کہ اگر کچہہ بہی نکریگی تو گنہگار ہوگی اگرچہ اوسپر زور نہین ہی اور اگر عورت کا کوئی خادم ہووی تو خاوند پر اوسکی

خادمها ان کان الخادم یطبخ ویخبز وان کان لا یطبخ ولا یخبز لا یجب علیه نفقته لان نفقته فی مقابلة خدمته فاذا
خادم کا بہی خرچ واجب ہی جب خادم سالن روٹی پکایا کری اور اگر وہ نہ سالن پکائی نہ روٹی تو اوسکا خرچ واجب نہین ہی اسلئی کہ خادم کا خرچ خدمت کی بدلے

لم یطبخ ولم یخبز لا یجب علیه نفقته بخلاف المراة فان نفقتها لیست فی مقابلة الخدمة بل فی مقابلة الاحتباس
اور اگر وہ سالن روٹی نہین پکاتا تو اوسکا خرچ بہی واجب نہین ہی برخلاف بی بی کی کیونکہ اسکا خرچ خدمت کی بدلہ مین نہین ہی بلکہ اپنی گہر روک رکہنی کی بدلہ ہی

فقد

فقد حبست نفسها لحق زوجها فكانت نفقتها على زوجها وينبغي له ان يوسع عليها في النفقة اذا وسع الله عليه
سو وہ اپنی آپکو خاوند کی حوالہ کر چکی اب اوسکا خرچ خاوند پر لازم ہوویگا اور خاوند کو چاہئی کہ خرچ میں بی بی پر فراخی کردی جب اللہ اوسکو زیادہ عنایت

ويعدل فيها من غير تقتير ولا اسراف كما قال الله تعالى كلوا واشربوا ولا تسرفوا واهم ما يجب عليه ان يطعمها
کری اور اوسمیں اعتدال رکھی بدون کمی زیادتی کی چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہی کہاؤ اور پیو اور مت اڑاؤ اور خاوند پر بڑا ضروری لازم ہی کہ اوسکو حلال

من الحلال ولا يدخل لاجلها مداخل السوء فان ذلك خيانة عليها لا رعاية لحقها وينبغي له ان يامرها بالتصدق
کہانا دیا کری اور اوسکی خاطر برا طریقہ چوری وغیرہ کا نہ اختیار کری کیونکہ یہہ بی بی کی حق تلفی ہی حق کی رعایت نہیں ہی اور خاوند کو چاہئی کہ اوسکو سہ اجازت

بيقايا الطعام وما يفسد لو ترك واما الكسوة فقدرها محمد بدرعين وخمارين وملحفة في كل سنة واراد بالدرعين
دی کہ بچہا کہانا اور جو چیز رکہنی سی بگڑ جاوی خیرات کر دیا کری اور کپڑی کا اندازہ امام محمد نی سہ کیا ہی دو درع یعنی کرتی اور دو اوڑہنی اور ایک لحاف ہر سال میں اور درعین

والخمارين صيفيا وشتويا فالصيفي ما يكون رقيقا يصلح لزمان الحر والشتوي ما يكون ثخينا يصلح
اور خمارین سی مراد گرمی جاڑی کی ہین سو گرمی کی دنوں کا باریک ہو جو گرمی کی لائق ہی اور جاڑی کا گاڑہا جو سردی کو دفع کری

لدفع البرد ولم يذكر الخف والنعل لان ذلك انما يحتاج اليه للخروج وليس على الزوج تهيئة اسباب الخروج
اور موزی اور جوتی کا ذکر نہیں کیا کیونکہ انکی حاجت باہر نکلنی کی لئی ہوتی ہی اور خاوند کا ذمہ باہر پہرنیکی سامان کا نہیں ہی

ولم يذكر السراويل ايضا ولا بد منه في الشتاء حتى قال قاضيخان في فتاواه هذا في عرفهم واما في ديارنا فيجب السراويل
اور پائجامہ کا بہی ذکر نہیں کیا اور جاڑوں میں اسکی ضرورت ہوتی ہی یہاں تک کہ قاضی خان نی اپنی فتاوی مین کہا ہی یہہ لباس انکی چلن کا ہی اور ہمارا ملک سو پائجامہ

وثياب اخر كالجبة والفراش الذي ينام عليه واللحاف وما يدفع الحر والبرد ويجب لخادمها قميص وازار وكساء وخف لانه
اور اور کپڑی جیسی کرتہ اور بستر جسپر سوتی ہین اور لحاف اور جو چیز گرمی اور جاڑی کو دفع کری واجب ہی اور عورت کی خادم کی لئی قمیص اور ازار اور چادر اور موزہ

تحتاج الى الخروج للمصالح الخارجة من الرسالة الى الابوين ونحو ذلك ولا يجب لها الخمار لان شعرها ليس بعورة واما السكنى فحقها
واجب ہی کیونکہ خادم کو کار بار کی لئی باہر جانا ضرور ہی کہ بی بی اپنی ماں باپ کی پاس اور کسی کام کو بہیجی اور خادمہ کی لئی اوڑہنی کی حاجت نہیں اسلئی کہ اوسکی بال عورت نہیں ہین اور

في الدار بيت على حدة تامن على متاعها ولا تستحي عن غيرها في معاشرة زوجها فان كان للزوج احماء من والدة او اخت
مکان سکونت میں اوسکا حق احاطہ کی اندر علیحدہ کوٹہری چاہئی جسمیں اوسکا اسباب محفوظ رہی اور خاوند کی ساتہ معاملہ میں غیر سی پردہ رہی اور اگر خاوند کا کوئی بہائی یا ماں

وولد من غيرها فقالت اجعلني في بيت على حدة كان لها ذلك لانها لا تامن على متاعها وتستحي عن المعاشرة مع زوجها
یا بہن اور دوسری بی بی سی اولاد ہو اور بی بی کہی کہ مجہکو گہر علیحدہ تجویز کر دی تو بی بی کا یہہ حق ہی اسلئی کہ اسباب کی گم ہونیکا خوف ہی اور خاوند کی ساتہہ معاشرت مین شرم

ان كان البيت في الدار واحدا وان كان متعددا فاعطاها بيتا يغلق ويفتح لم يكن لها ان تطلب بيتا اخر ان لم يكن
آویگی اگر احاطہ کی اندر ایک ہی کوٹہا ہو دی اور اگر کئی کوٹہی ہوں اور خاوند نی ایک کوٹہا اوسکو دیدیا کہ جب چاہی بند کری اور جب چاہی کہولی تو اب اوسکا یہہ حق نہیں کہ اور

في الدار من احماء الزوج من يؤذيها الا ان يكون الزوج يضربها ويؤذيها فشكت الى القاضي وسئلت ان يسكنها بين قوم
کوٹہا طلب کری اگر احاطہ کی اندر سسرال یعنی خاوند کی ساتہی ستانی والی ہوں مگر اوس صورت میں کہ خاوند اوسکو مارتا ہو اور ستاتا ہو اور وہ قاضی کی سامنی نالش کری اور کہی

صالحين يعرفون احسانه واساءته فالقاضي ان علم ان الامر كما قالت يزجره عن ذلك ويمنعه عن التعدي وان لم
کہ مجہکو ایسی صلحاء قوم میں مکان دیوی کہ اسکی بہلی بری کو دیکہتی ہین سو قاضی کو اگر یقین ہو کہ عورت سچی ہی تو خاوند کو گہرک دیوی اور تعدی سی منع کر دی اور اگر

يعلم ان الامر كما قالت ينظر في جيران الدار ان كانوا قوما صالحين يسئلهم هل الامر كما قالت فان قالوا ان الامر كما قالت
یقین نہو کہ عورت سچی ہی تو اب اوس گہر کی ہمسایوں کو دیکہی اگر وہ صلحا ہوں تو اونسی دریافت کری کہ آیا یہہ عورت سچی ہی اگر وہ گواہی دین کہ عورت سچی ہی

يزجره عن ذلك ويمنعه عن التعدي وان قالوا ليس الامر كما قالت يتركها في تلك الدار وان لم يكونوا قوما صالحين
تو اوسکو گہرک دی اور تعدی سی منع کر دی اور اگر وہ کہین کہ عورت غلط کہتی ہی تو اوسکو اوسی گہر مین رہنی دی اور اگر ہمسایہ صلحا نہوں

او كانوا يميلون اليه يأمره ان يسكنها بين قوم صالحين كي يعرفوا احواله في حقها ويخبروا عن ذلك عند الحاكم اذ لا
یا خاوند کی طرف دار ہوں تو خاوند کو یہ حکم دی کہ بی بی کو کسی صالح قوم میں گھر تجویز کر دی تا کہ خاوند کا معاملہ بی بی کی حق میں دیکھیں اور حاکم کو خبر کر دیا کریں
يجوز للرجل ان يتعدى في حق النساء بل يلزمه حسن الخلق معهن واحتمال الاذى منهن وعدم الالتفات الى
اسواسطی کہ مرد کو جایز نہیں ہی کہ عورتوں کی حق میں تعدی کری بلکہ مرد کو عورتوں کی ساتھہ خوش خلقی برتنی چاہئی اور اونکی ایذا کی برداشت کری اور اونکی بعضی عیبوں پر
بعض معايبهن مالم يكن اثما ترحما عليهن لقصور عقولهن بل ينبغي له ان يزيد على احتمال الاذى الملاعبة فيما
جبتک عیب گناہ کی نہوں اونپر رحمت کی لی توجہ نکری کہ عورتیں بی وقوف ہوتی ہیں بلکہ مرد کو چاہی کہ ایذا کی برداشت پر ملاعبۃ بڑھا دی پہر ایسی ملاعبت کیا کری
بما لا اثم فيه فان ملاعبة الرجل مع نسائه ليست من اللهو الباطل الذى نهى عنه في الدين بل هي اللهو الجائز رخص
جسمیں گناہ نہو بیشک مرد کی ملاعبت بی بی کی ساتھہ لہو باطل کی قسم نہیں ہی جو دین کی اندر ممنوع ہی بلکہ یہ لہو جایز ہی دین میں اسکی اجازت ہی
فيه في الدين فانه عليه السلام كان يمزح مع نسائه وينزل الى درجات عقولهن حتى روى انه عليه السلام كان
کیونکہ نبی علیہ السلام اپنی ازواج کی ساتھہ ہنسا کرتی تہی اور اونہوں کی وضع پر کلام کرتی تہی یہاں تک کہ روایت ہی کہ نبی علیہ السلام عائشہ کی
يسابق مع عائشة في العدو وجاء في الخبر انه عليه السلام كان من افكه الناس مع نسائه اى من اطيبهم وارحمهم معهن
ساتھہ شرط کر کر دوڑتی اور حدیث میں آیا ہی کہ نبی علیہ السلام سب سی زیادہ ازواج کی ساتھہ ظرافت اور چہل کرتی تہی بہت خوش مزاج اونسی ملی جلی رہتی
وروى انه عليه السلام قال اكمل المؤمنين ايمانا احسنهم خلقا والطفهم باهله وفي حديث اخر انه عليه السلام
اور روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا کہ ایمان میں بڑا کامل مؤمن وہ ہی جو اپنی اہل سی خوش خلق اور لطف پر ہو اور ایک اور حدیث میں ہی کہ نبی علیہ السلام نی
قال خيركم خيركم لاهله لكن ينبغي له ان لا ينبسط معهن في حسن الخلق والملاعبة الى حد يفسد خلقهن ويسقط
فرمایا تم میں اچہا وہ ہی جو اپنی اہل سی اچہا ہو لیکن مرد کو یوں چاہی کہ خوش خلقی میں اتنا انبساط اور ملاعبت بہی نکری کہ عورتوں کی عادت بگڑ جاوی اور اونپر کی
بالكلية هيبته عندهن بل يراعي الاعتدال في ذلك فلا يدع الهيبة والانقباض مهما راى منكرا ولا يفتح باب المساعدة
ہیبت سراسر جاتی رہی بلکہ اس باب میں اعتدال کا لحاظ رکہی سو ہیبت اور درہی کو اوٹہا دی جب بری بات دیکہی اور بری باتوں میں امداد کا دروازہ
في المنكرات البتة بل مهما راى منهن ما يخالف الشرع يتمر ويغضب لان الله تعالى جعله قواما عليهن حيث قال
ہرگز نہ کہولدی بلکہ اونسی جب کچہہ شرع کی خلاف دیکہی تو منع کری اور غصہ کری اسلئی کہ مرد کو اللہ تعالی نی عورتوں پر حاکم بنایا ہی چنانچہ فرمایا ہی
الرجال قوامون على النساء فيلزمه ان يقوم عليهن بالامر والنهي ولا يتغافل عن مبادى الامور التي يخشى غوائلها
مرد حاکم ہیں عورتوں پر سو مرد کو لازم ہی کہ بی بیوں پر امر اور نہی کرتا رہی اور ایسی کاموں میں غفلت نکری جنکی انجام کا خوف ہو دی
بل ينبغي له ان يكون صاحب غيرة لكن لا يبالغ في التعنت واساءة الظن وتجسس البواطن اذ روى انه عليه السلام نهى
بلکہ یوں چاہی کہ صاحب غیرت رہی لیکن کمال درجہ کی عیب جوئی اور بدگمانی اور باطن کی تلاش نہی نکری اسلئی کہ روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نی
ان يتبع عورات النساء وفي لفظ اخر ان يتعنت النساء فان غيرة الرجل على اهله من غير ريبة يبغضها الله تعالى
عورتوں کی عیب ڈہونڈہنی سی منع کیا ہی اور دوسری عبارت میں کہ عورتوں کی عیب کی تلاش سی منع کیا کیونکہ مرد کی غیرت اپنی اہل پر بدون شک کی اللہ تعالی کو
كما جاء في الحديث انه عليه السلام قال غيرة يبغضها الله تعالى وهي غيرة الرجل على اهله من غير ريبة لان ذلك من
ناپسند ہی چنانچہ حدیث میں آیا ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا ایک ایسی غیرت ہی کہ اللہ تعالی کو ناپسند ہی یعنی مرد کی غیرت اپنی اہل پر بدون شک کی کیونکہ یہہ
سوء الظن الذى وقع النهي عنه فان بعض الظن اثم واما الغيرة في محلها فلا بد منها وهي محمودة لما روى انه عليه السلام
بدگمانی ہی جسکی ممانعت آئی ہی اسلئی کہ بعضی گمان گناہ ہیں اور یہی وہ غیرت جو شک کی مقام پر ہو وہ تو ضرور چاہی اور محمود ہی اسواسطی کہ روایت ہی کہ نبی علیہ السلام
قال ان الله يغار وان المؤمن يغار وغيرة الله ان ياتي المؤمن ما حرم الله عليه وفي حديث اخر انه عليه السلام
نی فرمایا بیشک اللہ غیرت کرتا ہی اور بیشک مؤمن غیرت کرتا ہی اور اللہ کی غیرت یہہ ہی کہ مؤمن وہ عمل کری جو اللہ نی اوسپر حرام کیا تہا اور ایک اور حدیث میں ہی کہ نبی علیہ السلام

فى

الى لغيرهم وهامرة لا يغار الا منكوس القلب والطريق المغني عن الغيرة ان لا يدخل عليهن رجل ولا يخرجن الى
ملتفت غیرت والا ہوتا ہی اور نہیں ہی کوئی جو غیرت نکری مگر الٹا دل والا اور وہ رستہ جس میں غیرت کی حاجت نہیں ہی کہ ان کے پاس کوئی مرد نہ آوی اور وہ رستوں پر نہ پھریں
الطرقات لان خروجهن يعد من عدم الغيرة فيلزم للرجل ان يمنع زوجته عن الخروج من البيت ولا ياذن لها
کیونکہ اونکا نکلنا بی غیرتی ہی سو مرد کو لازم ہی کہ اپنی بی بی کو گھر میں سی نکلنی ندی اور سوای کئی خاص جگہہ کی نکلنی کی اجازت ندی
بالخروج الا في مواضع مخصوصة وهي ما قال صاحب الخلاصة نقلا عن مجموع النوازل يجوز للزوج ان ياذن لها
وہ جگہہ جو خلاصہ والا مجموع النوازل سی نقل کرتا ہی اور خاوند کو جایز ہی کہ اپنی بی بی کو
بالخروج الى سبعة مواضع زيارة الابوين وعيادتهما وتعزيتهما او احدهما وزيارة المحارم وبعد بيان هذه
سات جگہہ جانی کی اجازت دیوی ماباپ کی ملاقات اور دونوں کی بیمار پرسی اور دونوں کی یا ایک کی تعزیت اور محرموں کی ملاقات اور یہہ سات جگہہ بیان
السبعة قال فان كانت قابلة او غسالة او كانت لها حق على اخر او لاخر عليها حق تخرج بالاذن وبغير الاذن
کرکر کہا ہی پھر وہ عورت اگر دائی یا مردہ شو ہوئی یا اوسکا کسی پر حق آتا ہو یا اور کسیکا حق اسپر آتا ہو تو جایا کری اجازت سی اور بی اجازت
وفيما عدا ذلك من زيارة الاجانب وعيادتهم والوليمة لا ياذن لها ولو اذن وخرجت كانا عاصيين والاذن
اور انکی سوای غیروں کی ملاقات کی اوسطی یا غیر کی عیادت کو یا ولیمہ میں جانی کی اجازت ندی اور اگر اوسنی اجازت دی اور وہ گئی تو دونوں گنہگار ہونگی اور اجازت
قد يكون بالسكوت وهو كالقول لان النهي عن المنكر فرض وان ارادت ان تخرج الى مجلس العلم بغير رضى الزوج ليس
کبھی چپ رہنی سی بھی ہوتی ہی اور سکوت مانند بولنی کی ہوتا ہی اسلئی کہ ممانعت بری بات کی فرض ہی اور اگر عورت علم کی مجلس میں بغیر خوشی خاوند کی جانا چاہی
لها ذلك الا ان تقع لها نازلة وامتنع الزوج من السؤال لها فحينئذ يسعها الخروج من غير رضى الزوج لان طلب العلم
تو یہہ اختیار نہیں ہی ہاں اگر عورت پر کوئی واقعہ گذری اور خاوند اوسکو نہ پوچھہ دیوی تو اب مضایقہ نہیں ہی کہ بی مرضی خاوند کی چلی جاوی اسلئی کہ علم کی تلاش
فيما يحتاج اليه فرض على كل مسلم ومسلمة فيقدم على حق الزوج وان سئل الزوج من العالم واخبرها بذلك لا يسعها
حاجت کی وقت ہر مسلم مرد اور عورت پر فرض ہی سو یہہ تلاش خاوند کی حق پر مقدم ہی اور اگر خاوند نی کسی عالم سی پوچھہ کر بتا دیا تو اب نکلنی کا اختیار نہیں ہی
الخروج وان لم يقع لها نازلة لكن ارادت ان تخرج الى مجلس العلم لتعلم مسئلة من مسائل الوضوء والصلوة ان
اور اگر عورت کو کوئی واقعہ تو پیش نہیں آیا پر مجلس علم میں اسلئی جایا چاہتی ہی کہ کچھہ مسئلہ وضوء اور نماز کی سیکھہ لی اگر
كان الزوج يحفظ المسائل ويذكرها عندها فله ان يمنعها وان كان لا يحفظ فالاولى ان ياذن لها احيانا
اوسکا خاوند مسائل یاد رکہتا ہی اور اوسکو بتا دیتا ہی تو خاوند کو اختیار ہی کہ نجانی دی اور اگر اوسکو مسائل نہیں آتی تو بہتر ہی کہ کبھی کبھی جانی دیا کری
وان لم ياذن لا شئ عليه ولا يسعها الخروج ما لم يقع عليها نازلة وان خرجت من بيت زوجها بغير اذنه يلعنها
اور اگر نہ جانی دیوی تو اوسکو کچھہ گناہ نہیں ہی اور نہ اوسکو جانیکا اختیار ہی جبتک کوئی واقعہ پیش نہ آوی اور اگر وہ خاوند کی گھر میں سی اوسکی بی اجازت چلی جاوی
كل ملك في السماء وكل شئ تمر عليه الا الانس والجن فخروجها من بيته بغير اذنه حرام عليها قال ابن الهمام وحيث
تو آسمان و زمین کی فرشتی اور ہر شی جسپر گذرتی ہی وہ لعنت کرتی ہیں سوای انسان اور جن کی سو عورت کا نکلنا خاوند کی گھر میں سی بی اجازت حرام ہی ابن ہمام کہتا ہی
ابيح لها الخروج فانما يباح بشرط عدم الزينة وتغيير الهيئة الى ما لا يكون داعيا الى نظر الرجال واستمالتهم قال الله
اور عورت کو جہاں جانا مباح ہی تو بشرطیکہ نہونی زیب زینت کی ہی اور بدون ایسی صورت کی جس سی مردوں کو اودہر دیکھنی کی رغبت ہو اور جاذب ہو اسواسطی کہ اللہ تعالی نی فرمایا
ولا تبرجن تبرج الجاهلية الاولى والتبرج على ما ذكره في الصحاح اظهار المراة زينتها ومحاسنها للرجال فالمراة كلما
اور دکہاتی نہ پھرو جیسی دیکھانا دستور تھا پہلی وقت نادانی کی اور تبرج موافق بیان صحاح کی عورت کا ظاہر کرنا اپنی زینت اور خوبی کو سامنی مردوں کی سو عورت جب تک
كانت مخفية من الرجال كان دينها اسلم لما روى انه عليه السلام قال لابنته فاطمة اي شئ خير للمراة قالت ان
مردوں سی پوشیدہ ہی تو اوسکا دین سلامت ہی اسلئی کہ نبی علیہ السلام نی اپنی بیٹی فاطمہ سی پوچھا عورت کی لئی کیا بات بہتر ہی عرض کیا

لا ترى رجلا ولا يراها رجل فاستحسن قولها وضمها اليه وقال ذرية بعضها من بعض وكان اصحاب
سو وہ کسی مرد کو دیکھی اور نہ کوئی مرد اوسکو دیکھتا در آپ نے اونکا قول پسند کر کے سینہ سے لگا لیا اور فرمایا اولاد ایک کی ایک سے ہی اور اصحاب

النبي صلى الله عليه وسلم يسدون الثقب والكوى في الحيطان لئلا تطلع النساء على الرجال ورأى معاذ امرأته
نبی علیہ السلام کی دیواروں کی سوراخ اور جہروکے بند کر دیا کرتے تھے تاکہ عورتیں مردوں کی سامنے نہ آویں اور معاذ نے اپنی بی بی کو دیکھا

تطلع في كوة فضربها فينبغي للرجل ان يفعل كذلك ويمنع امرأته عن مثل ذلك ثم ان كان في قلبها بدعة يزيلها
کہ سوراخ سے جھانکتی تھی سو اوسکو مارا سو مرد کو چاہیے کہ ایسا ہی کیا کرے اور اپنی بی بی کو ایسی حرکات سے منع کرے پھر اگر عورت کی دل میں کوئی بدعت ہو دور

ويلقنها اعتقاد اهل السنة والجماعة ويعلمها من احكام الصلوة والحيض والنفاس ما تحتاج اليه وان تساهلت
کر دے اور اوسکو عقیدہ اہل سنت اور جماعت کا بتا دے اور احکام نماز کی اور حیض اور نفاس کی جتنی حاجت ہو سکھا دیوے اور اگر عورت دین کی

في امر الدين او كانت تاركة للصلوة يؤدبها لكن يتدرج في تاديبها فيقدم اولا الوعظ والتخويف بالله تعالى
بات میں سستی کرے یا بی نماز ہو دے تو اوسکو ادب دیوے لیکن آہستہ آہستہ ادب دیوے پہلے سمجھا دے اور خدا سے ڈرا دے

فان لم ينجع يولي اليها ظهره في المضجع او ينفرد عنها بالفراش ويهجرها الى ثلث ليال فان لم ينجع يضربها ضربا
اگر وہ نمانی تو سوتے ہوئے اوسکی طرف سے منہ پھیر کر بیٹھ کر دے یا اوس سے جدا سوئے اور تین رات تک چھوڑ رکھے پھر بھی نہ مانی تو اوسکو ایسا مارے

غير مبرح ولا يضرب وجهها لورود النهي عنه فان لم ينجع يطلقها كما قال قاضيخان في فتاويه رجل له امرأة
کہ ہڈی نہ ٹوٹے اور منہ پر نہ مارے اسکی ممانعت آئی ہی پھر بھی نمانی تو طلاق دیدیوے چنانچہ قاضیخان اپنی فتاوی میں کہتا ہی ایک مرد ہی کہ اوسکی بی بی

لا تصلي يطلقها وان لم يكن له مال يوفي مهرها وقال البزازي لان يلقى الله تعالى ومهرها في عنقه اولى من
نماز نہیں پڑھتی تو طلاق دیدے اگرچہ اتنا مال نہو دے کہ اوسکا مہر پورا کر دے اور بزازی کہتا ہی اگر مہر گردن پر لیکر اللہ تعالی سے ملے تو اس سے بہتر ہی کہ بی نماز عورت سے صحبت کرے

ان يطئ امرأة لا تصلي وقد مدح الله تعالى اسمعيل النبي عليه السلام بقوله وكان يامر اهله بالصلوة والزكوة
اور بیشک اللہ تعالی نے اسمعیل نبی علیہ السلام کی اس آیت میں مدح کی ہی اور حکم کرتا تھا اپنی گھر والوں کو نماز اور زکوۃ کا

وقالوا حمل اهل بيته على الصلوة سبب لانفتاح باب الرزق وقال صاحب الخلاصة للزوج ان يضرب المرأة على
اور کہتے ہیں اپنی اہل بیت کو نماز پر قایم کرنا سبب کشادگی دروازۂ رزق کا ہی اور خلاصہ والا کہتا ہی خاوند کو اختیار ہی کہ بی بی کو چار خصلتوں پر

اربع خصال وما هو في معنى الاربع احدها خروجها عن منزله بغير اذنه بعد ايفاء مهرها والثانية ترك الزينة
مارے یا کوئی اور بات ان چار کی مانند ہو ایک تو خاوند کی گھر سے بی اجازت باہر جانا بعد مہر لینے کی دوسری سنگار نہ کرنا

اذا اراد الزوج الزينة والثالثة ترك الاجابة اذا اراد الزوج الجماع وهي طاهرة والرابعة ترك الصلوة وبمنزلة
اگر خاوند کا دل سنگار کو چاہے تیسری کہا نہ ماننا جبکہ خاوند جماع کا ارادہ کرے اور وہ عورت پاک ہو چوتھی نماز نہ پڑھنی اور قایم مقام

ترك الصلوة ترك الغسل عن الجنابة والحيض ثم انه ان اراد ان يتزوج باخرى وعلم انه يعدل بينهما يجوز له ذلك
ترک نماز کی ہی جنابت یا حیض سے غسل نہ کرنا پھر مرد اگر اور عورت سے نکاح کیا چاہے اور جانے کہ میں دونوں میں عدالت کرونگا تو یہ امر جایز ہی

لكن ان لم يفعل فهو ماجور لتركه ادخال الغم عليها لاسيما اذا كانت امرأة صالحة فان صلاحها وعفتها نعمة عظيمة
لیکن اگر نکرے تو ثواب پاویگا کیونکہ اپنی بی بی کو غم نہیں دیا خاص ایسی صورت میں کہ وہ بی بی صالحہ ہو بیشک عورت کی صلاحیت اور عفت بڑی نعمت ہی

لا يكافيها شكر وان خاف انه لا يعدل بينهما لا يجوز له ان يفعل ذلك لان الله تعالى وان جعل له ذلك حلالا حيث
اسکا شکر ادا نہیں ہو سکتا اور اگر یہ خوف ہو دے کہ دونوں میں عدالت نہو سکیگی تو دوسرا نکاح جایز نہیں ہی اسلیے کہ اللہ تعالی نے اگرچہ حلال تو کر دیا ہی چنانچہ

قال فانكحوا ما طاب لكم من النساء مثنى وثلث وربع الا انه تعالى عقيب ذلك قال فان خفتم ان لا تعدلوا فواحدة
فرمایا ہی تو نکاح کرو جو تمکو خوش آویں عورتیں دو دو تین تین چار چار لیکن اسکی بعد فرماتا ہی پھر اگر ڈرو کہ برابر نرکھوگی تو ایک ہی بس ہی

قال من کانت له امرأتان او اکثر یجب علیه ان یقسم ویعدل بینهن سواء کان صحیحا او مریضا فیکون عند
مسلک جسکی نکاح میں دو عورتیں یا زیادہ ہوں تو واجب ہے کہ اوس وقت کی تقسیم اور عدالت کرے برابر ہے کہ اچھی ہو یا بیمار سو ہر ایک کی پاس
کل واحدة منهن یوما ولیلة او ثلثة ایام ولیالیها ولا یقیم عند احدهن اکثر من ذلک الا باذنهن والثیب و
تک دن رات یا تین دن رات رہا کرے اور کسی کی پاس اس سے زیادہ نہ رہا کرے مگر اوروں کی اجازت سے اور اس تقسیم قسمت میں
البکر والمراهقة والبالغة والعاقلة والمجنونة والمسلمة والکتابیة والصحیحة والمریضة سواء فی القسم وکذا
رانڈ اور کواری اور قریب بلوغ اور جوان اور ہوشیار اور باؤلی اور مسلمہ اور کتابیہ اور اچھی بھلی اور بیمار سب برابر ہیں اور ایسی ہی
الجدیدة والقدیمة سواء فی القسم عندنا سواء کانت الجدیدة بکرا او ثیبا فانه ان اقام عند الجدیدة ثلثة ایام
نئی اور پرانی تقسیم میں ہمارے نزدیک برابر ہیں برابر ہے کہ نئی باکرہ ہو یا رانڈ اگر رہا ہے کہ نئی کی پاس تین دن
او سبعة ایام یقیم عند القدیمة کذلک ولا یمیل الی بعضهن لما روی انه علیه السلام قال من کانت له امرأتان
یا سات دن رہے تو پرانی کی پاس بھی اتنا ہی رہے اور کسی ایک کی طرف زیادہ میلان نہ رکھے کیونکہ روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا جسکی نکاح میں دو عورتیں
فمال الی احدهما دون الاخری وفی روایة ولم یعدل بینهما جاء یوم القیمة واحد شقیه ساقط یعنی ان احد جنبیه
ہوں پھر ایک طرف پیار رکھے سوا دوسری کی اور ایک روایت میں ہے اور دونوں میں برابری نہ کرے تو قیامت کے دن آویگا اور اوسکی ایک کروٹ گری ہوئی ہوگی مراد یہ ہے کہ ایک
یکون مجروحا ساقطا بحیث یراه اهل العرصات لیکون له هذا زیادة فی التعذیب فان الافتضاح اشد العذاب
کروٹ رحمی ہوگی گری ہوئی ایسا کہ اوس میدان والے سب دیکھیں گے تاکہ یہ اور زیادہ عذاب ہووے کیونکہ سبکی کا بڑا عذاب ہوتا ہے
لکن ینبغی ان یعلم ان القسم والعدل انما یجب فی العطاء والمبیت دون الحب والوقاع لان الحب لا یدخل تحت الاختیار
لیکن جاننا چاہئے کہ تقسیم اور برابری خرچ دینے میں اور سونے میں واجب ہے محبت میں اور صحبت میں واجب نہیں ہے اسلئے کہ محبت اختیاری نہیں ہوتی
والوقاع یبتنی علی النشاط فلا یقدر علی التسویة فیهما لما روی انه علیه السلام کان یقسم بین نسائه فیعدل ثم
اور صحبت کرنا نشاط پر موقوف ہے سو ان دونوں میں برابری اختیار میں نہیں ہے اسلئے کہ روایت ہے کہ نبی علیہ السلام اپنی ازواج میں عدالت سے تقسیم کرتے تھے
یقول اللهم هذا قسمی فیما املک فلا تلمنی فیما تملک ولا املک قیل اراد به الحب لان عائشة رض کانت احب نسائه
پھر فرماتے الہی یہ میری تقسیم ہے جسمیں میں مختار ہوں سو مجھکو ملامت مت کرنا جسکا تو مالک ہے اور میں مالک نہیں ہوں کہتے ہیں اس سے مراد ہے محبت اسلئے کہ عائشہ رض آپکو سب ازواج
الیه وکانت سائر نسائه یعرفن ذلک الا انه علیه السلام کان یقسم بینهن ویعدل فی العطاء والمبیتوتة حتی
سے زیادہ محبوب تھیں اور تمام ازواج اس حال سے آگاہ تھیں لیکن نبی علیہ السلام سب کو دینے میں اور سونے میں برابر رکھتے تھے یہاں تک
فی مرضه الذی توفی فیه اذ روی انه علیه السلام کان یطاف به محمولا فی مرضه فی کل یوم ولیلة فیبیت عند کل
کہ اوس مرض میں بھی جسمیں وفات پائی اسلئے کہ روایت ہے کہ نبی علیہ السلام کو مرض کی حالت میں ہر روز و شب ہر ایک کی پاس پھراتے تھے ہر ایک کے پاس ایک ایک دن رات رہتے
واحدة منهن وکان یقول این انا غدا ففطنت ازواجه انه یرید یوم عائشة فاذن له ان یکون حیث شاء فقال
تھی اور پوچھا کرتے کل کہاں کی باری ہے سو ازواج مطہرہ سمجھ گئیں کہ عائشہ کی باری پوچھتے ہیں پھر سب نے اجازت دی کہ جہاں چاہیں رہیں پھر آپنے
معه مرضین انه لذلک فقلن نعم قال حولونی الی بیت عائشة فکان فی بیتها حتی مات عندها ومما یجب علی الرجل من
پوچھا تم سب اس پر راضی ہو سب نے عرض کیا ہاں فرمایا مجھکو عائشہ کی گھر لی چلو سو عائشہ کی گھر رہے یہاں تک کہ اونکی پاس رحلت کی اور ایک حق بی بی کا خاوند پر
حقها ان یؤدی الیها مهرها کاملا ان کان قادرا علی ادائه وان لم یکن قادرا علی ادائه ینوی ان یؤدی الیها اذا اقدر
یہ ہے کہ اوسکا مہر پورا ادا کر دے اگر ادا کر سکتا ہے اور اگر ادا نہیں کر سکتا تو ادا کرنیکی نیت رکھے جب طاقت پاوے اسلئے کہ اللہ تعالی فرماتا ہے
لانه تعالی قال واتوا النساء صدقاتهن نحلة ای فریضة من الله تعالی فاعطاء النساء مهورهن مما امر الله تعالی
اور دیدو عورتوں کو مہر اونکی خوشی سے یعنی اللہ کا فرض کیا ہوا ہے مسلک عورتوں کا مہر دینا اللہ تعالی کی ... اور دین میں

في الملة والدين فمن نوى ان لا يؤدي اليها مهرها يجيء يوم القيمة زانيا لما روي انه عليه السلام قال ايما رجل تزوج
فرض کیا ہی پہر جسکی یہہ نیت ہووی کہ بی بی کا مہر ادا نکری تو قیامت کی دن زانیوں کی صورت مین آویگا اسلئی کہ روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا کہ جو شخص عورت
امرأة على اقل من المهر او اكثر ليس في نفسه ان يؤدي اليها حقها لقي الله تعالى يوم القيمة وهو زان ولا يطلب منها
سی نکاح کری مقدار مہر سی کمتر پہ یا اتنی زیادہ پر کہ اوسکا حق ادا کرنیکی قدرت نہو تو قیامت کی دن خدا کی سامنی ایسا ہو ویگا جیسا زانی اور بی بی سی ادا مہر کی
المهلة لاداء مهرها الا ان يكون فقيرا او توجله المرأة طوعا لا كرها ولا يكلفها ان تهب له مهرها لان الله تعالى بعدما
لئی مہلت نہ مانگی الا اگر کنگال ہو یا بی بی اپنی خوشی سی مہلت دیدی نہ ڈر سی نہین اور بی بی کو تکلیف نہ دی کہ بخشو الی اسواسطی کہ اللہ تعالی بعد اس آیت کی
قال وآتوا النساء صدقاتهن نحلة فان طبن لكم عن شيء منه نفسا فكلوه هنيئا مريئا فمعناه على ما في التيسير وانوار
اور دی ڈالو عورتوں کو مہر اونکی خوشی سی ... پہر اگر وہ اوسمین سی کچہہ چہوڑ دین تمکو خوشی سی تو وہ کہاو رچتا پچتا سو اسکی معنی موافق تیسیر اور انوار
التنزيل انهن ان وهبنا لكم بعضا من الصداق عن غاية الرضا وطيب القلب بلا اكراه ولا افتداء من سوء العشرة فانتفعوا
التنزیل کی یہہ ہین کہ عورتین اگر تمکو کچہہ مہر مین سی اپنی عین رضامندی اور دل کی خوشی سی بی زور اور بی خوف بد معاملگی کی بخشدین تو کہاو پیو
به بلا تبعة فعلم من هذا ان الاستكثار في الاستيهاب مكروه لانه تعالى كما جعل عقد النكاح بيد الزوج ان شاء
بیکہٹکی پرڈو اس سی معلوم ہوا کہ بہت کچہہ کر بخشوانا مکروہ ہی اسواسطی کہ اللہ تعالی جیسی عقد نکاح کو خاوند کی اختیار مین رکہا ہی چاہی
يمسكها وان شاء يرسلها بلا اختيار منها كذلك جعل حلقة سلسلة المهر في رقبته وذمته فعقد النكاح يجرها اليه
عورت کو رکہی اور چاہی چہوڑدی عورت کو کچہہ اختیار نہین ایسی ہی حلقہ مہر کی زنجیر کا اوسکی گردن مین اور ذمہ پر رکہا ہی سو عقد نکاح سی عورت کو خاوند
وسلسلة المهر تجره اليها فاستيهاب كل المهر ابطال لحقها وابقاء لحقه وفيه ترك المعادلة وهو نوع من الظلم ولا يطلقها
کہینچتا ہی اور مہر کی زنجیر سی عورت خاوند کو کہینچتی ہی سو تمام مہر کا بخشوالینا اوسکی حق تلفی اور اپنا حق باقی رکہنا ہی اور اسمین بی انصافی ہی اور یہہ طرح کا ظلم ہی اور بی ضرورت
بغير ضرورة الا ان تكون سيئة الخلق فاسدة الدين تاركة الصلوة لان الطلاق وان كان مباحا لكنه من ابغض
بی بی کو طلاق نہ دی ہاں اگر بد خو بد دین بی نماز ہووی اسلئی کہ طلاق اگرچہ مباح ہی پر یہہ مباح اللہ کی ہان
المباحات عند الله تعالى لما فيه من ايذاء الغير ولا يباح ايذاء الغير من غير ضرورة الا بجناية من جانبها فاذا عزم
بہت ناپسند ہی اسلئی کہ اسمین غیر کی ایذا ہی اور بی ضرورت کسیکو ایذا دینی مباح نہین ہی ہاں اگر اوسکی کچہہ خطا ہووی پہر اگر کسی
على تطليقها بسبب الضرورة ينبغي له ان يراعي عدة امور احدها ان يطلقها في طهر لم يجامعها فيه لان الطلاق في الحيض
ضرورت سی طلاق کا ارادہ کری تو لایق یون ہی کہ کئی باتوں کا لحاظ رکہی ایک یہہ کہ اوسکو ایسی طہر مین طلاق دیوی جسمین جماع نکیا ہو اسلئی کہ طلاق حیض مین
والطهر الذي جامعها فيه حرام والثاني ان يقتصر على طلقة واحدة ولا يجمع الثلث لانه بدعي قبيح والطلقة الواحدة
اور جس طہر مین کہ جماع کیا ہو حرام ہی دوسری یہہ کہ ایک ہی طلاق پر اکتفا کری تین طلاق نہ جمع کردی اسلئی کہ طلاق قبیح ہی اور ایک طلاق مین بہی
بعد انقضاء العدة تفيد المقصود مع انها ابعد من الندم لتمكنه من التدارك بالرجعة في العدة وتجديد النكاح بعد
بعد گذرجانی عدت کی مقصود حاصل ہوسکتا ہی باوجودیکہ ندامت سی بچی رہی کیونکہ عدت کی اندر رجعت سی اور بعد عدت کی از سر نو نکاح سی تدارک کا اختیار
العدة واما اذا طلقها ثلثا فربما يندم ولا يمكنه التدارك الا بالحلة وعقد الحلة منهي عنه ويكون هو الساعي فيه
باقی رہتا ہی اور اگر اوسکو تین طلاق دین تو بعضی وقت شرمسار ہوتا ہی اور اوسکا تدارک بدون حلالہ کی نہین ہوسکتا اور عقد حلالہ ممنوع ہی اور اس عقد کا یہہ ہی ساعی رہتا
ويحتاج الى الصبر مدة مع كون قلبه معلقا بزوجة الغير يرجو ان يطلقها حتى تعود اليه بعد انقضاء عدتها وكل
اور مدت تک صبر کرنا پڑتا ہی اس حال مین کہ اوسکا دل بیگانی بی بی سی لگا رہتا ہی اس امید پر کہ طلاق دی تو بعد عدت کی میری پاس آوی یہہ تمام خرابی
تلك ثمرة الجمع وفي الواحدة يحصل المقصود من غير محظور والثالث ان يتلطف في تطليقها من غير عنف ولا استخفاف
طلاق جمع کرنیکی پہل ہی اور ایک طلاق مین بلا کراہت مقصود حاصل ہوتا ہی اور تیسری یہہ کہ طلاق دینی مین لطف برتی خشونت اور حقارت نکری

وتطييب قلبها بان يعطيها شيئا زائدا على مهرها على سبيل المتعة وهي درع وخمار وملحفة عوضا عن ايحاشها
اور اوسکا دل خوش کردے اسطور کہ مہر سے زیادہ کچھہ جوڑہ وغیرہ بطور متعہ کی یعنی کرتا اور دوپٹہ اور چادر وحشت اور غم کی بدلہ میں دیدے

والرابع ان لا يفشي سرها ثم انه ان طلقها على مال وهو خلع يكره له ان ياخذ ذلك المال ان كان النشوز من
اور چوتھی یہہ کہ اوسکا بھید نہ ظاہر کرے پھر اگر اسے مال کی بدلہ طلاق دے جسے خلع کہتے ہیں تو خاوند کو مکروہ ہے کہ اوس مال کو لیلے اگر یہہ جو ئی ناسازگاری

جانبه لانه اوحشها بالارسال ولا يزيد في ايحاشها باخذ المال وقد قال الله تعالى وان اردتم استبدال زوج مكان
خاوند کی طرف سے ہے اسلئے کہ اوسکو چھوڑنے سے ایک تو رنج دیا پھر اوسکا مال لیکر وحشت نہ بڑہاوے اور اللہ تعالی فرماتا ہے اور اگر بدلنا چاہو ایک عورت کی جگہ

زوج وآتيتم احداهن قنطارا فلا تاخذوا منه شيئا فانه تعالى نهى عن اخذ شيء يسير من القنطار الذي هو المال
دوسری عورت اور دے چکے ہو ایک کو ڈہیر مال تو پہیر نہ لو اوس میں سے کچھہ بیشک اللہ تعالی نے قنطار میں سے جو بہت مال ہوتا ہے تہوڑا سا بہی لینے سے منع کیا ہے

الكثير فضلا عن الكثير وان كان النشوز من جانبها يكره له ان ياخذ الزائد على ما دفع اليه من المهر ثم انه ان
بہت سے کا تو کیا پوچھنا اور اگر ناسازگاری عورت کی جانب سے ہے تو اوس سے زیادہ لینا جو مہر اوسکو دے چکا ہے مکروہ ہے پہر اگر مرد نے

اكرهها على الخلع والتزمت ان تعطيه مالا للخلاص منه واسقطت ما عليه من المهر ونحوه يقع الطلاق بلا لزوم
اوسپر خلع کی زبردستی کی اور عورت نے اپنا پیچہا چہڑانے کو مان لیا کہ مال دونگی یا جو خاوند کی ذمہ مہر وغیرہ تہا ساقط کردیا تو بدون لازم ہونے

ما التزمته من المال وبلا سقوط ما عليه من المهر ونحوه لان الرضا شرط في لزوم المال وسقوطه والاكراه يعدم
مال مانی ہوئی کی اور بدون ساقط ہونے مہر وغیرہ کی جو خاوند کی ذمہ تہا طلاق پڑجاوے گی اسلئے کہ مال لازم ہوجانے میں اور ساقط ہونے میں رضامندی شرط ہے اور

الرضا على ما بين في موضعه هذا الذي ذكر الى ههنا ما كان على الزوج من حقوق الزوجة واما ما كان على الزوجة
زبردستی میں رضامندی نہیں ہوتی جیساکہ اپنی جگہ میں بیان ہوچکا ہے یہاں تک وہ حقوق بیان ہوئے جو بیبی کی جو خاوند کی ذمہ ہیں اور رہے خاوند کی حقوق

من حقوق الزوج فالقول الشافي فيه ان النكاح نوع رق والزوجة رقيقة الزوج كما قال النبي عليه السلام
جو بیبی کی ذمہ ہیں سو قول شافی اوسمیں یہہ ہے کہ نکاح غلامی کی قسم ہے اور زوجہ خاوند کی لونڈی ہوتی ہے جیسا کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا

النكاح رق فلينظر احدكم اين يضع كريمته فانه عليه السلام بين في هذا الحديث ان الاحتياط في حقها اهم
کہ نکاح غلامی ہے سو تم دیکہہ لو کہ اپنی پیاری بچی کو کہاں دیتے ہو بیشک نبی علیہ السلام نے اس حدیث میں بیان فرمایا کہ عورت کی حق میں احتیاط ضرور ہے

لكونها رقيقة بالنكاح لا مخلص لها بوجه من الوجوه الا بتطليق الزوج واما الزوج فهو قادر على الخلاص منها
کیونکہ وہ نکاح کے سبب سے لونڈی ہوجاتی ہے بدون خاوند کی چہوڑنے کسطرح نہیں چھوٹ سکتی اور رہا خاوند سو طلاق دیکر عورت سے آپ چھوٹ سکتا ہے

بتطليقها فاذا كانت المراة رقيقة الزوج يلزمها ان تصبر على غيرته وترجو على ذلك من الله الثواب فان ذلك
پہر جب عورت خاوند کی لونڈی ہوئی تو لازم ہے کہ خاوند کی غیرت پر صبر کرے اور اسپر اللہ تعالی سے ثواب کی امیدوار رہے اور یہی اوسکا ہے

جهادها لما ورد في الحديث ان جهاد المراة حسن التبعل وهو حسن المعاشرة مع زوجها فعليها ان تطيعه في كل
جہاد ہے اسلئے کہ حدیث میں آیا ہے کہ عورت کا جہاد حسن تبعل ہے یعنی خاوند کی ساتھہ نیک گذران پس عورت کی ذمہ ہے کہ خاوند کی اطاعت کرے

ما يامرها بها الا معصية فيه اذ قد ورد في عظيم حقه عليها اخبار كثيرة من جملتها ما روي انه عليه السلام قال
جو کہے جسمیں گناہ نہو اسلئے کہ حدیثوں میں بہت وارد ہوئی ہیں کہ خاوند کا اوس پر بڑا حق ہے اون میں سے ایک یہ روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا

لو كنت آمرا احدا ان يسجد لاحد لامرت المراة ان تسجد لزوجها من عظم حقه عليها وقالت عائشة اتت فتاة
اگر میں کسیکو سجدہ کا حکم دیتا کسیکی لیے تو البتہ عورت کو حکم دیتا کہ خاوند کو سجدہ کیا کرے کیونکہ خاوند کا اوس پر بڑا حق ہے اور عائشہ رض کہتی ہیں ایک جوان عورت

الى النبي صلى الله عليه وسلم فقالت يا نبي الله اني فتاة اخطب فما حق الزوج على الزوجة فقال النبي عليه السلام لو
نبی علیہ السلام کی پاس آئی عرض کیا اے نبی اللہ کہ میں جوان عورت ہوں نکاح کیا چاہتی ہوں سو خاوند کا بیبی پر کیا حق ہے پس نبی علیہ السلام نے فرمایا

كان من قرنه الى قدمه صديدا فلحسته ما ادت شكره وقال ابن عباس اتت امراة الى النبي صلى الله عليه وسلم
اگر خاوند کی سر سی پانو تک پیپ بہتی ہو پھر بی بی چاٹ لی تو بہی اوسکا شکر ادا نہیں کیا اور ابن عباس کہتی ہیں ایک عورت نبی علیہ السلام کی پاس آئی

وقالت يا نبي الله اني امراة ايم واني اريد ان اتزوج فما حق الزوج على المراة فقال النبي عليه السلام من حق الزوج
عرض کیا یا نبی اللہ کی میں عورت بی خاوند ہوں میرا ارادہ نکاح کا ہی سو خاوند کا بی بی پر کیا حق ہی نبی علیہ السلام نی فرمایا ایک حق خاوند کا

على المراة اذا ارادها في نفسها وهي على ظهر البعير ان لا تمنعه ومن حقه ان لا تعطي شيئا من بيته الا باذنه
بی بی پر یہہ ہی کہ اگر خاوند اوسکی طرف رغبت کری اور وہ عورت اونٹ کی کٹر پر ہو تو انکار نکری اور خاوند کا ایک یہہ حق ہی کہ اوسکی گھر میں سی اوسکی بی اجازت

فان فعلت كان الوزر عليها والاجر له ومن حقه ان لا تصوم تطوعا الا باذنه فان فعلت جاعت وعطشت
کچھ نہ دی اگر دیگی تو وہ گنہگار ہوگی اور ثواب خاوند کو ہوگا اور اوسکا حق یہہ ہی کہ نفل روزہ اوسکی بی اجازت نرکھی اگر روزہ رکھی گی تو بہوکی پیاسی مریگی

ولم يقبل منها ومن حقه ان لا تخرج من بيته الا باذنه فان فعلت لعنتها الملئكة حتى ترجع الى بيتها وروي
اور قبول نہوگا اور اوسکا حق یہہ ہی کہ اوسکی گھر میں سی بی اجازت باہر نجاوی اگر جاویگی تو جبتک پہر آویگی اوسکو فرشتی لعنت کیا کرینگی اور روایت ہی

انه عليه السلام قال اني رايت ليلة اسري بي امراة معلقة بلسانها فقلت يا جبرئيل ما شانها فقال انها
کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا کہ معراج کی شب کو میں نی ایک عورت دیکھی کہ زبان کو مروڑتی ہی تب میں نی پوچہا یا جبرئیل اسکی کیا خطا ہی عرض کیا یہہ عورت
(نسخہ: یا زبان سی لٹکائی ہوئی تہی)

كانت تؤذي زوجها وجيرانها بلسانها ورايت امراة اخرى معلقة بثديها وهي التي ترضع بغير اذن زوجها و
زبان سی اپنی خاوند اور ہمسایوں کو ستاتی تہی اور ایک اور عورت دیکھی کہ اپنی پستان کہسوٹتی ہی وہ ایسی تہی کہ خاوند کی بی اجازت دودہ پلاتی تہی اور
(نسخہ: یا پستان سی لٹکا رکہا تہی)

رايت اخرى معلقة برجليها وهي التي تخرج بغير اذن زوجها ورايت اخرى معلقة بيديها وهي التي تفسد مال زوجها
ایک اور عورت دیکھی کہ اپنا پانو کہینچتی تہی وہ خاوند کی بی اجازت گھر سی چلی جاتی تہی اور ایک اور دیکھی کہ اپنی ہاتہہ کسوٹتی تہی وہ وہ تہی کہ خاوند کا مال خراب کرتی تہی
(نسخہ: یا پانو سی لٹکائی ہوئی تہی یا ہاتہہ سی لٹکائی ہوئی تہی)

وروي عن ابي هريرة انه عليه السلام قال اذا دعا الرجل امراته الى فراشه فابت فبات غضبان لعنتها الملئكة
اور ابو ہریرہ سی روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا جب کوئی مرد اپنی بی بی کو اپنی بستر پر بلاوی اور وہ نمانی پہر وہ مرد خفا ہو کر سو رہی تو صبح تک فرشتی اوسپر لعنت

حتى تصبح وفي رواية انه عليه السلام قال والذي نفسي بيده ما من رجل يدعو امراته الى فراشه فتابى الا
کرتی ہیں اور ایک روایت میں ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا قسم ہی اپنی مالک کی کہ جو مرد اپنی بی بی کو اپنی بستر پہ بلاوی اور وہ نمانی تو

كان الذي في السماء ساخطا عليها حتى يرضى عنها والحاصل ان اللازم لها ان تطلب رضاه ولا تمنع نفسها عنه
جو کہ آسمان میں ہی اوس سی بیزار ہوگا جبتک خاوند راضی ہووی حاصل یہہ ہی کہ بی بی کو لازم ہی کہ خاوند کی رضا طلب کرتی رہی اور اپنی کو اوسکی حوالہ کر دی

ولا تتعلل بالحيض ولا تؤخر الاجابة بل تطيعه فور طلبه ان كانت طاهرة عن الحيض واما في حال الحيض فتخبر
اور حیض کا بہانہ نکری اوسکی حکم بجا لانی میں دیر نکری بلکہ ترت کہتی ہی اطاعت کری اگر حیض سی پاک ہووی اور حیض کی حالت میں اپنا حال

عن حالها وتلبس اخلاق ثيابها تقليلا لميل الزوج اليها ويستحب لها اذا دخل وقت الصلوة ان تتوضأ وتجلس في
جتا دی اور پرانی کپڑی پہن لی تاکہ خاوند کا دل اودہر نلگی اور حائضہ کو مستحب ہی کہ جب نماز کا وقت آوی تو وضو کر کر گہر میں

مسجد بيتها وتسبح وتهلل قدر اداء الصلوة كيلا يزول عنها عادة العبادة وقد روي انه عليه السلام قال اذا استغفرت
نماز کی جگہ پر جتنی دیر نماز کو لگتی ہی سبحان اللہ اور لا الہ الا اللہ پڑہا کری تاکہ عبادت کی عادت نجاتی رہی اور روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا حائضہ عورت

الحائض في وقت كل صلوة سبعين مرة كتب له الف ركعة وغفر لها سبعون ذنبا ورفع لها درجة واعطى لها الله
ہر نماز کی وقت ستر بار استغفار پڑہتی ہی تو اوسکو ہزار رکعت کا ثواب ہوتا ہی اور ستر گناہ معاف ہو جاتی ہیں اور اوسکا درجہ بڑہ جاتا ہی اور استغفار کی

حرف من استغفارها نور وكتب بكل عرق في جسدها حج وعمرة وفي غير حال الحيض تلبس احسن ثيابها وتطهر
ہر ہر حرف کی بدلہ نور ملتا ہی اور بدن کی رگوں کی شمار پر حج اور عمرہ لکہا جاتا ہی اور اگر پاک ہو تو اچہا لباس پہنا کری اور جہاں تک ہو سکی

المودة الى زوجها ما استطاعت وتكون متعطرة متنظفة فی نفسها ومستعدة فی الاحوال كلها لاستمتاع الزوج
خاوند سی پیار ظاہر کیا کری . اور خوشبو اور پاکیزہ اور ہر وقت خاوند کی تمتع کی لئی جب وہ رغبت کری تیار رہا کری

بها متى شاء وتكون قاعدة فی قعر بیتها ملازمة لمغزلها من حین زفت الیه الى ان تزف الى القبر ولا تخرج من بیتها
اور گھر کی اندر تنہا بیٹھی رہا کری اور سوت کاتا کری جب سی کہ خاوند کی ہاں گئی یہاں تک کہ قبر میں جاوی اور گھر سی خاوند کی بی اجازت

الا باذن زوجها واذا خرجت باذنه تخرج مخفیة فی هیئة رثة وتطلب المواضع الخالیة دون الشوارع والاسواق
نہ جایا کری اور اگر با اجازت جاوی تو چھپ کر بری صورت سی اور خالی او جاڑ رستی کو جاوی سڑک اور بازاروں میں کو

ولا تخرج عطرة متبرجة ولا تتحدث مع رجل فی الطریق لما روی ان عمر رای امراة مع رجل یتحدثان فی الطریق
اور خوشبو لگا کر زیب زینت سی نہ جاوی اور رستہ میں کسی مرد سی بات نکری کیونکہ روایت ہی کہ عمرؓ نی ایک عورت کو مرد سی رستہ میں بات کرتی ہوئی دیکھا

فضربهما بالدرة فقال رجل یا امیر المؤمنین هی امراتی فقال له عمر لو كانت امراتك فلم لم تدخلها فی بیتك
سو دونوں کو تعزیر دی اوس مرد نی عرض کیا یا امیر المؤمنین یہہ میری بی بی ہی عمرؓ نی جواب دیا اگر تیری بی بی ہی تو اپنی گھر میں کیوں نہیں بیٹھاتا

حتى لا یتهمك احد فی الطریق ولا تخرج الى الحمام وان اذن لها زوجها لما روی عن عائشة انه علیه السلام قال الحمام
تاکہ رستہ میں تجہہ پر کوئی تہمت نہ لی اور حمام میں نہ جاوی اگرچہ خاوند اجازت دیدی کیونکہ عائشہ رضہ سی روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا حمام

حرام على نساء امتی فان اقتضت الضرورة الى دخولها فی الحمام لعذر المرض والنفاس بشرط ان تدخل بمیزر ولا تكون
میری امت کی عورتوں پر حرام ہی اور اگر بسبب مرض یا نفاس کی حمام میں جانیکی ضرورت آگئی تو شرط یہہ ہی کہ ازار پہن کر جاوی اور حمام میں کوئی

فیه احد من النساء مكشوفة العورة ولا تخرج بزینة فاذا لم یوجد واحد من هذه الشروط لا یحل لها الخروج الى الحمام
عورت ننگی ہووی اور سنگار کر کر نہ نکلی اور ان شرطوں میں سی ایک ہی نہ ہووےگی تو حمام میں جانا حلال نہیں ہی

ولكن لا یحل لها الخروج الى المقابر لما ذكر فی نصاب الاحتساب ان القاضی سئل عن جواز خروج المراة الى المقابر فقال لا
اور ایسی ہی عورت کو گورستان میں جانا حلال نہیں کیونکہ نصاب الاحتساب میں مذکور ہی کہ قاضی سی کسی نی پوچھا کہ عورت کو گورستان میں جانا جائز ہی جواب دیا

تسئل عن الجواز فی مثل هذا وانما سئل عن مقدار ما یلحقها من اللعن فانها اذا ارادت الخروج كانت فی لعنة الله تعالى
اس بابمیں جواز کو کیا پوچھتا ہی یہہ پوچھہ اوسپر کتنی لعنت پڑتی ہی کیونکہ عورت جب جانیکا ارادہ کرتی ہی تو خدا کی اور فرشتوں کی

وملئكته واذا خرجت تحفها الشیاطین من كل جانب واذا اتت القبر یلعنها روح المیت واذا رجعت كانت فی
لعنت میں ہوتی ہی اور جب چلی تو ہر طرف سی شیطان اوسکی ساتھ ہوتی ہیں اور جب قبر پر پہنچی تو مردہ کی روح لعنت کرتی ہی اور جب ہٹتی ہی تو

لعنة الله تعالى وملئكته حتى تعود الى منزلها وفی الخبر ایما امراة خرجت الى مقبرة یلعنها ملئكة السموت
اللہ تعالی کی اور فرشتوں کی لعنت میں ہوتی ہی جبتک اپنی گھر میں آئی اور حدیث میں ہی کہ جو عورت گورستان میں جاتی ہی تو اوسکو فرشتی ساتوں آسمان

والارضین السبع وتمشی فی لعنة الله تعالى وایما امراة دعت للمیت بخیر ولم تخرج من بیتها یعطیها الله تعالى
اور زمین کی لعنت کرتی ہیں اور خدا کی لعنت میں جاتی ہی اور جو عورت گھر میں بیٹھی ہوئی مردی کی حق میں دعاء خیر کرتی ہی تو اوسکو اللہ تعالی ثواب حج

ثواب حجة وعمرة وعن سلمان وابی هریرة انه علیه السلام ذات یوم خرج من المسجد فوقف على باب داره واتت
اور عمرہ کا دیتا ہی اور سلمان اور ابو ہریرہ سی روایت ہی کہ نبی علیہ السلام ایک روز مسجد سی نکل کر اپنی گھر کی دروازہ پر ٹھہر گئی پہر حضرت فاطمہ رض آگئیں

فاطمة فقال لها من این جئت قالت خرجت من منزلة فلانة التی ماتت فقال علیه السلام هل ذهبت
آپ نی فرمایا تو کہاں سی آئی عرض کیا فلانی عورت جو مرگئی ہی اوسکی گھر سی آئی ہوں پہر نبی علیہ السلام نی پوچھا کیا اوسکی قبر پہی گئی تہی

قبرها قالت معاذ الله افعل بعد ما سمعت منك ما سمعت فقال علیه السلام لو زرت قبرها لم ترحی رائحة الجنة
عرض کیا خدا کی پناہ کیا آپسی سنکر جو سنا ہی ایسا کرتی پہر نبی علیہ السلام نی فرمایا اگر تو اوسکی قبر پر جاتی تو جنت کی بو نہ سونگہتی

وروي انه عليه السلام لما قدم المدينة خرج الى جنازة فراى النساء يتبعن الجنازة فقال لهن اتحملن معمن
اور روایت ہی کہ جب نبی علیہ السلام مدینہ میں آئی تو ایک جنازہ کی ساتھ چلی پھر عورتوں کو دیکھا کہ جنازہ کی پیچھی آتی ہیں آپ نی اونسی پوچھا کیا تم سب کی ساتھ
يحمل فقلن لا فقال عليه السلام اتصلين مع من يصلي فقلن لا فقال عليه السلام انصرفن مازورات
جنازہ اوٹھاؤگی عرض کیا نہیں پھر نبی علیہ السلام نی فرمایا کیا تم سب کی ساتھ نماز پڑھوگی عرض کیا نہیں پھر آپنی فرمایا گنہگار ہوکر بی ثواب جاؤ
غير ماجورات فدل ذلك على ان المراة لا يباح لها الخروج الى المقبرة ولا تشيع الجنازة بل يلزمها ان يكون من همتها
اس سی معلوم ہوا کہ عورت کو گورستان میں جانا جایز نہیں ہی اور نہ جنازہ کی ہمراہ جایا کری بلکہ عورت کو لازم ہی کہ تمام ہمت
اصلاح شانها وتدبير منزلها ولا تدخل في بيت زوجها من يكره دخوله فيه من الرجال والنساء وتقدم حقه على
اپنا حال درست اور گہر کا کاروبار کیا کری اور خاوند کی گہر میں کسی مرد یا عورت کو جسکا آنا خاوند ناپسند کرتا ہو نہ آنی دی اور اپنی اور تمام سگی سود پر دکی
حق نفسها وسائر اقاربها ولا ترفع صوتها فوق صوته ولا تجهر له بالقول ولا تكون منفعتها عن كسبه اذا
حق پر خاوند کا حق مقدم رکہی اور اپنی آواز خاوند کی آواز پر بلند نہ کری اور خاوند کی پیچھی چیخ کر نہ بولی اور اپنا خرچ خاوند کی حرام کمائی میں سی نکری
كان حراما اذ قد كانت النساء في السلف اذا خرج الرجل من منزله تقول له امراته وبنته اياك وكسب الحرام فانا
کیونکہ سلف کی عورتیں ایسی تہیں کہ جب مرد گہر میں سی باہر جاتا تو اوسکی جورو بیٹی کہہ دیتیاں حرام کمائی سی پرہیز کرنا ہمسی تو کہیہ پر صبر ہو سکتا ہی آگ پر
نصبر على الجوع ولا نصبر على النار وتكون قانعة من زوجها بما رزقه الله تعالى ولا تكلفه ما لا يطيقه ولا تدخله
صبر نہیں ہو سکتا اور جو خدا تعالی نی خاوند کو رزق دیا ہی اوسپر قناعت کری اور خاوند کو طاقت سی زیادہ تکلیف نہ دی اپنی خرچ کا غم نہ ڈالدی
غما في امر النفقة بل تكون صابرة متوكلة كما حكي ان رجلا من السلف هم بالسفر فكره جيرانه سفره فقالوا لزوجته
بلکہ صبر سی توکل پر رہی چنانچہ حکایت ہی کہ ایک شخص نی سلف میں سفر کا ارادہ کیا ہمسایوں کو اوسکا سفر پسند نہ آیا ہمسایوں نی اوسکی بی بی سی کہا
لم ترضين بسفره ولم يدع لك نفقة فقالت زوجي عرفته اكالا وما عرفته رزاقا ولي رزاق يذهب الاكال ويبقى
تو اوسکی سفر پر کیوں راضی ہوگئی اور تجہہ تیری لئی خرچ نہیں دی جاتا اوسنی جواب دیا میں اوسکو کہانی والا جانتی ہوں رزاق نہیں جانتی اور میری لئی رزاق اور ہی سو کہانی والا جاتا ہی
الرزاق ولا تتفاخر بجمالها بل تكون كما روي عن الاصمعي انه قال دخلت البادية فرايت امراة من احسن الناس وجها
اور رزاق باقی ہی اور اپنی جمال پر ناز نکیا کری بلکہ ایسی ہی جیسی اصمعی سی روایت ہی کہ وہ کہتا ہی کہ میں جنگل میں گیا تو میں ایک عورت نہایت خوبصورت پاس
تحت رجل قبيح الوجه في الغاية فقلت يا عجبا مثلك تحت مثله فقالت يا هذا قد اخطات في قولك لعله احسن
ایک مرد نہایت بدصورت کی دیکہی میں نی کہا کیا عجیب ہی تجہہ جیسی پری ایسی دیو کی پاس وہ بولی ای شخص تو نی بیجا کہا شاید کہ اسنی اپنی خالق کی
فيما بينه وبين خالقه فجعلني ثوابه ولعلي اسات فيما بيني وبين خالقي فجعله عقوبتي افلا ارضى الله لي مما
کوئی عبادت کی ہی سو مجہکو اوسکی لئی اوس عبادت کا ثواب ٹہرایا ہی اور شاید مجہسی اپنی خالق کی کوئی خطا ہوگئی ہی سو اسکو میری لئی عذاب مقرر کیا ہی پہر اللہ سی
يحب ومن حقه عليها ديانة ان تفعل كل خدمة في داخل الدار من الطبخ والخبز وغسل الثياب وغيرها حتى لو لم تفعل
کسوی نہ پسند کروں اور جو حق خاوند کا بی بی پر ازروی دیانت کی واجب ہی سو یہ ہی کہ گہر میں تمام کاروبار جیسی سالن روٹی پکانا کپڑی دہونی وغیرہ کیا کری یہاں تک کہ اگر کچہ
شيئا منها تكون اثمة وان لم تجبر عليها وترى تقصيرها في خدمته ولا تسال طلاق ضرتها لان لها ما قدر لها ولا
بہی نہ کریگی تو گنہگار ہوگی اگرچہ اسمیں کچہہ اوسپر زور نہیں ہی اور خاوند کی خدمت میں اپنی آپکو مقصر سمجہتی رہی اور اپنی سوکن کی طلاق خواہش نکری کیونکہ جو اوسکی قسمت کا ہی
تمنعه عن نكاح ثلث سواها لانه تعالى جعل له ذلك حلالا بشرط العدل حيث قال فانكحوا ما طاب لكم من النساء
سو ملیگا اور خاوند کو اور تین نکاح سی منع نکری کیونکہ اللہ تعالی نی اوسکو یہہ اختیار دیا ہی بشرط عدالت حلال ہی چنانچہ فرمایا ہی تو نکاح کرو جو تمکو خوش آدین عورتیں
مثنى وثلث وربع فان خفتم الا تعدلوا فواحدة وتصبر على غيرة الضرائر راجية من الله تعالى الثواب كما صبرت
دو دو تین تین چار چار پہر اگر ڈرو کہ برابر نرکہو گی تو ایک ہی اور سوکنوں کی رشک پر صبر کری اللہ تعالی سی امید وار ثواب کی رہی جیسی نبی علیہ السلام کی

ازواج النبي عليه السلام حتى وهبت سودة نوبتها لعائشة حين يئست وعلمت محبته عليه السلام لعائشة ولا

ازواج میں داخل رکھا یہاں تک کہ سودہ نے اپنی باری عائشہ کو دے دی جب ناامید ہوئیں اور جانا کہ عائشہ کے حق میں نبی علیہ السلام کی محبت معلوم ہوئی اور

تسأل الطلاق من غير بأس وفاقة لما روي انه عليه السلام قال ايما امرأة سألت زوجها الطلاق فحرام عليها

بدون ناامیدی اور حاجت کے طلاق نہ مانگے اسلئے کہ روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا جو عورت اپنے خاوند سے طلاق مانگے تو اوس پر جنت کی بو حرام ہے

رائحة الجنة ولا تظهر زينتها لغير زوجها ومحارمها لانه تعالى قال في حق المؤمنات ولا يبدين زينتهن

دوسرا اپنے خاوند اور محرموں کے سوا سنگار نہ دکھاوے اسلئے کہ اللہ تعالی نے مومنات کے حق میں فرمایا ہے اور نہ کھولیں اپنا سنگار

الا لبعولتهن او آبائهن او آباء بعولتهن او ابنائهن او ابناء بعولتهن او اخوانهن او بني اخوانهن

مگر اپنے خاوند کے آگے یا اپنے باپ کے یا سسر کے یا اپنے بیٹے کے یا سوتیلے بیٹے کی یا اپنے بھائی کی یا اپنے بھتیجوں کی یا اپنے بھانجوں کی

او نسائهن والزينة ما تتزين به المرأة من الثياب والحلي وغيرهما وهي ظاهرة وباطنة فاما الظاهر فلا يجب

یا اپنی عورتوں کی اور زینت وہ ہے جو عورت کپڑوں اور زیور وغیرہ سے سنگار کرتی ہے اور زینت ایک ظاہر ہے اور ایک باطن ہے ظاہر کی زینت کا چھپانا تو واجب نہیں ہے

سترها ولا يحرم للاجنبي النظر اليها لقوله تعالى ولا يبدين زينتهن الا ما ظهر منها لكن اختلف فيها فقيل هي

اور اجنبی مرد کو اوسکا دیکھنا بھی حرام نہیں ہے بدلیل اس آیت کی اور نہ دکھاویں اپنا سنگار مگر جو کھلی چیز ہے لیکن اسمیں اختلاف ہے کوئی کہتا ہے کہ زینت

الثياب وهذا قول ابن مسعود وقيل هي الكحل والخاتم وهذا قول ابن عباس وروي عن اصحابنا انه اراد بهما

ظاہری صرف کپڑے ہیں یہہ قول ابن مسعود کا ہے اور کوئی کہتا ہے سرمہ اور انگوٹھی ہے یہ قول ابن عباس کا ہے اور ہمارے علماء سے روایت ہے کہ ان دونوں سے مراد

الوجه والكفين لان الكحل من زينة الوجه والخاتم من زينة الكف فلما ابيح النظر الى زينة الوجه والكف كان

چہرہ اور دونوں ہاتھ ہیں اسلئے کہ سرمہ چہرہ کی زینت ہے اور انگوٹھی ہاتھ کی زینت ہے جب چہرہ اور ہاتھ کی زینت کا دیکھنا مباح ہوا تو یہہ بھی

اباحة النظر الى الوجه والكف وهذا اذا كان النظر بغير شهوة واما اذا كان بالشهوة فلا يجوز الا عند العذر وهو

اباحت چہرہ اور ہاتھ دیکھنے کی ہے اور یہہ اباحت اوس صورت میں ہے کہ بغیر شہوت نظر کرے اور اگر نگاہ شہوت سے ہووے تو جائز نہیں ہے مگر عذر کے وقت اور وہ عذر

القضاء من القاضي والشهادة من الشاهد والتداوي من الطبيب وكذلك اذا اراد الرجل ان يتزوج امرأة فيجوز

قضا قاضی کی ہے اور گواہی گواہ کی اور علاج طبیب کا اور ایسی ہی اگر کوئی مرد کسی عورت سے نکاح کا ارادہ کرے تو اوسکو جائز ہے

له ان ينظر اليها لكن لا يجوز له ان ينظر اليها حاسرة ولا الى شيء مما هو عورة في حقه بل انما يباح له ان ينظر الى وجهها

کہ اوس عورت کو دیکھ لے پر یہہ جائز نہیں ہے کہ ننگی کر کر دیکھے اور نہ ان اعضاء کو جو اوسکے حق میں عورت ہیں بلکہ اتنا ہی مباح ہے کہ فقط چہرہ

وكفيها فقط لانها ليست بعورة في حقه وذكر في شرح الكرخي ان النظر الى وجه الاجنبية ليس بحرام لكن يكره

اور دونوں ہاتھ دیکھے کیونکہ اوسکے حق میں عورت نہیں ہیں اور شرح کرخی میں مذکور ہے کہ اجنبی عورت کا منہہ دیکھنا حرام نہیں ہے لیکن بے ضرورت مکروہ ہے

لغير حاجة اذ لا يؤمن عن الشهوة وذكر في نصاب الاحتساب ان الحرة تمنع من كشف الوجه والكف والقدم فيما

اسلئے کہ شہوت کا ڈر ہے اور نصاب الاحتساب میں مذکور ہے کہ حرہ کو منہہ اور ہاتھ یا پاؤں کھولنا جس پر اجنبی کی نظر پڑے ممنوع ہے

يقع عليه نظر الاجنبي لانها لا تأمن عن شهوة بعض الناظرين اليها الا ان تكون عجوزا فحينئذ يجوز النظر الى وجهها

کیونکہ یہہ ڈر ہے کہ بعضے دیکھنے والے شہوت سے نظر کرینگے ہاں اگر بڑھیا ہو تو اب اوسکا چہرہ دیکھنا جائز ہے

ويحل مصافحتها عند الامن عن الشهوة لكن لا تخلو برجل شابا او شيخا لان الخلوة بالاجنبية وان كان معها غيرها

اور بے شہوت ویسی مصافحہ کرنا بھی حلال ہے لیکن ہمراہ کسی مرد کی خلوت میں نہ جاوے جوان ہو یا بوڑھا اسلئے کہ خلوت اجنبی عورت کی ساتھ اگر چہ اوسکے ساتھہ اور

من النساء مكروه كراهة تحريم لما روي عن ابن عباس انه عليه السلام قال لا يخلون رجل بامرأة الا مع ذي محرم

عورتیں ہوں مکروہ تحریمی ہے کیونکہ ابن عباس سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا کوئی مرد کسی عورت کے ساتھ خلوت میں نہ ہووے مگر اوس وقت کہ محرم ساتھ

واما الزينة الباطنة فهي القرط والقلادة والدملج والخلخال واختلف في السوار فروي عن عائشة رض انها من
اور باطنی زینت بالی اور ہار اور بازوبند اور پازیب اور کنگن میں اختلاف ہی سو عائشہ رض سی روایت ہی کہ کنگن

الزينة الباطنة وهو الاشبه لمجاوزتها الكف وهذه الزينة الباطنة يحرم ان ينظر اليها الاجانب لا المحارم
باطنی زینت میں ہی اور یہی ٹھیک معلوم ہوتی ہی اسواسطی کہ کف سی دور رہتا ہی اور اس زینت باطنی پر اجنبی مردوں نظر کرنا حرام ہی محرم کو حرام نہیں

لانه تعالى قد سوى في ذلك بين الزوج ومن ذكر معه فاقتضى ذلك اباحة النظر الى مواضع الزينة لهؤلاء المذكورين
اسواسطی کہ اللہ تعالی نی اس باب میں خاوند کو اور جو اوسکی ساتھ آیت میں مذکور ہیں سبکو برابر کر دیا ہی یعنی ان لوگوں کو موضع زینت پر نظر کرنی مباح ہی

كما هو للزوج والمراد من نسائهن المؤمنات قال ابن عباس رض ليس للمسلمة ان تتجرد بين نساء اهل الذمة ولا تبدي
جیسی خاوند کو جایز ہی اور مراد نسائهن کی مؤمنات ہیں ابن عباس رض کہتی ہیں مسلمہ کو جایز نہیں ہی کہ اہل ذمہ کی عورتوں میں کپڑی اوتاری اور کافر عورت کی

للكافرة الا ما تبدي للاجانب الا ان تكون امة لها ان تظهر زينتها الباطنة للاجانب فانها ان اظهرتها لهم لا يكون لها
سامنی وہی ظاہر کری جو اجنبی مرد کی لئی جایز ہی ان اگر لونڈی ہو تو اوسکو جایز ہی کہ اپنی باطنی زینت اجنبی مردوں سی ظاہر کر دی لونڈی اگر باطنی زینت اجنبیوں کو دکہاویگی تو حرام

حرمة كما روي عن ابي بكر الاعمش انه خرج الى بعض الرستاق وكانت النساء على شط النهر كاسفات الرؤس والذراع
نہیں ہی چنانچہ ابو بکر اعمش سی روایت ہی کہ وہ کسی شہر میں گیا وہاں عورتیں نہر کی کنارہ پر سر ننگی اور باہیں کہولی ہوئی تہیں

وهو جعل يخالطهن ولا يتحامى عن النظر اليهن فقيل له كيف فعلت هذا فقال لا حرمة لهن انما اشك في ايمانهن
اور یہ اون کی ساتھ مل رہا تہا اور اونکی دیکہنی سی پرہیز نہیں کرتا تہا کسی نی اس سی کہا تو نی یہ کیا کیا جواب دیا انکی حرمت نہیں ہی مجکو انکی ایمان میں شک ہی

كلهن حربيات وروي عن عمر انه هجم في المدينة على نائحة وضربها بالدرة حتى سقط خمارها فقيل له يا امير المؤمنين
یہ تمام حربی عورتیں ہیں اور عمر رض سی منقول ہی کہ وہ مدینہ میں کسی نوحہ گر عورت کو جا پکڑا اور درہ سی اتنا مارا کہ اوڑہنی اوتر گئی کسی نی کہا یا امیر المؤمنین

قد سقط خمارها فقال لا حرمة لها في الشريعة فقوله لا حرمة لها في الشريعة قيل معناه انها لما اشتغلت بما لا يحل
اسکی اوڑہنی اوتر پڑی ہی کہا جواب دیا اسکی شریعت میں کچہ حرمت نہیں ہی پس اس عبارت سی کہتی ہیں مراد یہ ہی کہ جب اس عورت نی ایسا کام کیا جو

في الشريعة اسقطت حرمة نفسها والتحقت بالاماء فلا يلزم الاحتراز عن النظر اليها المجلس التاسع والتسعون والمائة
شریعت میں حلال نہیں ہی تو اسنی اپنی حرمت آپ کہو دی لونڈیوں میں مل گئی سو اسکی دیکہنی کا احتراز ضروری نہیں ہی ننانویں مجلس ایک سو ننانویں کی بیان میں

في بيان قوله عليه السلام استوصوا بالنساء قال رسول الله صلى الله عليه وسلم استوصوا بالنساء خيرا
اچہی وصیت پکڑو عورتوں کی حق میں آخر تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نی فرمایا عورتوں کی باب میں اچہی وصیت پکڑو

فان المراة خلقت من ضلع فان اعوج شيء في الضلع اعلاه فان ذهبت تقيمه كسرته وان تركته لم يزل اعوج
کیونکہ عورت پسلی سی پیدا ہوئی ہی بیشک پسلی میں ٹیڑہی جگہ اوپر کی ہی اگر تو اوسکو سیدہا کرتا ہی تو توڑ دیگا اور اگر اوسی حال پر رکہا تو ٹیڑہی رہی گی

هذا الحديث منه رواه ابو هريرة ومعنى الاستيصاء قبول الوصية وكانه عليه السلام قال اني اوصيكم بالنساء
یہ حدیث بعینہ ایسی ہی ابو ہریرہ کی روایت سی اور معنی استیصاء کی وصیت قبول کرنی سو گویا نبی علیہ السلام نی یہ فرمایا میں تمکو عورتوں کی باب میں

خيرا فاقبلوا وصيتي فيهن وافعلوا بهن خيرا ولا تغضبوا عليهن اذا فعلن فعلا غير مرضي عندكم ما لم تكن فيه
اچہی وصیت کرتا ہوں اونکی حق میں میری وصیت پوری کرو اور اونکی ساتھ بہلائی کرو اور اگر تمہاری خلاف مرضی کوئی کام کریں تو اونپر غصہ مت کرو جبتک اوس کام میں

اثم فانهن خلقن من شيء اعوج وهو الضلع لما ثبت في الاخبار ان اول النساء وهي حوا خلقت من ضلع آدم النبي ع
گناہ نہو کیونکہ عورتیں ٹیڑہی چیز سی پیدا ہوئی ہیں یعنی پسلی کی اسلئی کہ حدیثوں سی ثابت ہی کہ پہلی عورت یعنی حوا آدم نبی علیہ السلام کی پسلی سی پیدا ہوئی ہی

كما قال الله تعالى خلقكم من نفس واحدة وخلق منها زوجها فيكون في هذا الحديث اشارة الى المراة خلقت خلقا
چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہی بنایا تمکو ایک جان سی اور اوسی کا بنایا اوسکا جوڑا سو اس حدیث میں یہ اشارہ ہی کہ عورت کی ایسی پیدایش ہی

فيه

فيه اعوجاج لا يستطيع احد ان يقيمها او يغيرها عما خلقت عليه وان سكر اعوجاجها لانها من انتهت خلقتها
کہ جس کجی کی کسی کی طاقت نہیں ہے کہ سیدھا کر دے یا اوسکی عادت بدل دے سواد کی کجی بری نہیں ہے کیونکہ امتہ میں
وصل فطرتها ركب فيها الاعوجاج فلا يمكن الانتفاع بها الا بمداراتها والصبر على اعوجاجها ولو سعيت ان تقيمها
اور اصل فطرت میں عورت کی درست کجی داخل ہے سو عورت سے منفعت حاصل کرنی بدون مدارت کی اور اوسکی کجی پر صبر کرنے کی نہیں ہو سکتی اگر تو سکو
وتجعلها مستقيمة في افعالها واقوالها لا يمكنك الانتفاع بها بل تؤدي الى كسرها وهو طلاقها فلما علم من هذا
درست کیا چاہی اور تمام فعال اور قول میں سیدھی سادی تو ممکن نہیں کہ تو اوس سے نفع لے سکی بلکہ آخر کو ٹوٹ جاوے گی یعنی طلاق ہو گی سو جب اس حدیث سے عورتوں
الحديث حال النساء في ابتداء خلقهن لزم للرجل حسن المعاملة معهن ورعاية حقوقهن والانفاق عليهن بالمعروف
کی ابتدا پیدایش کا حال معلوم ہوا تو مرد کو لازم ہے کہ ان کے ساتھ معاملہ نیک اور حقوق کی رعایت کیا کرے اور انکا خرچ اچھی طرح دیا کرے
اذ قال الفقهاء يجب على الرجل نفقة زوجته سواء دخل بها او لم يدخل بها وسواء مسلمة او ذمية او فقيرة او غنية
اس لئے کہ فقہاء کہتے ہیں کہ خاوند پر بی بی کا خرچ واجب ہے خواہ وطی کی ہو یا نہ کی ہو اور برابر ہے کہ وہ مسلمہ ہو یا ذمیہ ہو مالدار ہو یا فقیر
لان عدم تمكينها لا يبطل حقها في النفقة سواء كانت كبيرة او صغيرة قابلة للوطي وان لم يكن قابلة للوطي لا يجب عليه
اس لئے کہ وطی نہ کرانے سے اوسکا حق نفقہ کا باطل نہیں ہوتا خواہ بالغہ قابل وطی کی ہو یا نابالغہ اور اگر قابل وطی کی نہ ہو تو خرچ واجب نہیں
نفقتها والنفقة الواجبة الطعام والكسوة والسكنى على ما روي عن هشام انه قال سألت محمدا عن النفقة فقال هي الطعام
ہے اور نفقہ واجب کھانا ہے اور کپڑا اور رہنے کا گھر موافق روایت ہشام کی کہ وہ کہتا ہے میں نے محمد سے نفقہ کی بابت پوچھا تو فرمایا کھانا
والكسوة والسكنى اما الطعام فالدقيق والماء والحطب والملح والدهن وان قالت المرأة لا اطبخ ولا اخبز قال اصحابنا
اور کپڑا اور رہنے کا گھر کھانا میں آٹا اور پانی اور ایندھن اور نمک اور تیل اور اگر بی بی کہے کہ میں سالن روٹی نہیں پکاتی تو اصحاب کہتے ہیں
فانها لا تجبر على الطبخ والخبز بل على الرجل ان يأتيها بطعام مهيأ او يأتيها بمن يعمل لها عمل الطبخ والخبز هذا في القضاء
فتاوی میں کہ اوس سے سالن روٹی پکانے پر زبردستی نہیں ہے بلکہ خاوند کا ذمہ ہے کہ پکا پکایا کھانا حاضر کرے یا ایسا آدمی دے کہ وہ پکی سالن روٹی پکا کر دیا کرے
اما في الديانة فيجب عليها ان تفعل كل خدمة في داخل الدار من الطبخ والخبز وغسل الثياب وغيرها حتى لو لم تفعل شيئا
اور دیانت سے عورت کو واجب ہے کہ گھر کی تمام کاروبار سالن روٹی پکانا کپڑے دھونے وغیرہ سب کیا کرے اگر کچھ بھی نہ کیا کرے گی
منها تكون آثمة وان لم تجبر عليها وان كان لها خادم يجب على زوجها نفقة خادمها ان كان الخادم يطبخ ويخبز لان نفقته
تو گنہگار ہوگی گو اوس پر جبر نہیں ہے اور اگر بی بی کے پاس کوئی خادم ہو تو خاوند پر اوس خادم کا خرچ بھی واجب ہے اگر وہ خادم سالن روٹی پکاتا ہو کیونکہ
في مقابلة خدمته واذا لم يطبخ ولم يخبز لا يجب عليه نفقته لان المرأة فان نفقتها ليست في مقابلة الخدمة بل في
اوسکا خرچ عوض خدمت کی ہے اور اگر سالن روٹی نہ پکاوے تو اوسکا خرچ نہیں بخلاف عورت کی کیونکہ بی بی کا خرچ خدمت کی بدلہ میں نہیں بلکہ
مقابلة الاحتباس وقد حبست نفسها لحق زوجها فكانت نفقتها على زوجها ويلزم ان يوسع عليها في النفقة اذا وسع الله
رکنے کی بدلہ ہے سو وہ اپنی خاوند کو دی گئی ہے اسکا خرچ خاوند کی ذمہ ہے اور لائق ہے کہ جب اللہ تعالی خاوند کو وسعت دے تو عورت کا خرچ
تعالى عليه ويعدل فيها بلا تقصير ولا اسراف اذ قال الله تعالى كلوا واشربوا ولا تسرفوا واهم ما يجب عليه ان يطعمها من
بھی زیادہ دے اور بدون کمی یا زیادتی کی عدل برابر کرے کہ اللہ تعالی فرماتا ہے کھاؤ اور پیو اور زیادتی مت کرو اور ضروری خاوند پر یہ ہے کہ اسکو
الحلال ولا يدخل مدخل السوء لاجل نفقتها فان ذلك جناية عليها لا رعاية لحقها ويندب له ان يأمرها بالتصدق
حلال کھانا کھلاوے اور اوسکی خرچ کی لئے برا طریقہ یعنی حرام کمائی نہ اختیار کرے کیونکہ یہ اوس پر ظلم ہے اوسکی حق کی رعایت نہیں ہے اور خاوند کو چاہیے کہ عورت اوس کو
بما فضل من الطعام وما يفسد لو ترك واما الكسوة فقد قدرها محمد بدرعين وخمارين وملحفة في كل سنة والمراد بالدرع
بچا کھانا اور ایسی چیز جو رکھی رہنے سے بگڑ جاوے خیرات کر دیا کرے اور کپڑے کا اندازہ امام محمد نے کیا ہے کہ دو کرتے اور دو اوڑھنی اور ایک چادر ہر سال اور مراد کرتے

والخمار صيفيا وشتويا فالصيفي ما يكون رقيقا يصلح في زمان الحر والشتوي ما يكون ثخينا يصلح لدفع البرد ولم يذكر
اور دوپٹہ بھی گرمی جاڑے کی ہیں گرمی کا باریک ہو جو گرمیوں میں کام آوے اور جاڑے کا وہ جو گاڑھا ہو جس میں سردی دور ہو اور موزے

الخف والكعب لان ذلك انما يحتاج اليه للخروج وليس على الزوج تهيئة اسباب الخروج ولم يذكر السراويل ولا بد منه في الشتاء
اور جوتی کو ذکر نہیں کیا اسلئے کہ حاجت اسکی باہر جانے کی لئے ہوتی ہے اور خاوند کے ذمہ نہیں ہے کہ باہر پھرنے کا سامان تیار کیا کرے اور ازار بھی ذکر نہیں کیا اور ازار جاڑے میں

حتى قال قاضيخان في فتاواه هذا في عرفهم واما في ديارنا فيجب السراويل وثياب اخر كالجبة والفراش الذي تنام عليه
ضرور چاہئے یہاں تک کہ قاضی خان نے اپنی فتاوی میں کہا ہے یہ انکا چلن ہے اور ہمارا ملک سو ازار بھی واجب ہے اور اور کپڑے جیسے جبہ اور بچھونا جس پر سووے

واللحاف وما يدفع الحر والبرد ويجب لخادمها قميص وازار وكساء وخف لانها تحتاج الى الخروج للمصالح الخارجة من الرسالة
اور لحاف اور اور جس سے گرمی جاڑا دفع ہو اور خادم کے واسطے قمیص اور ازار اور چادر اور جوتی واجب ہے کیونکہ خادم کو باہر کی کاربار کے واسطے باہر جانے کی حاجت ہے

الى الابوين ونحو ذلك ولا يجب لها الخمار لان شعرها ليس بعورة واما السكنى فحقها في الدار بيت على حدة تامن على متاعها
جیسے بی بی کے باپ کے پاس بھیجنا اور مانند اسکی اور اسکی اوڑھنی واجب نہیں ہے کیونکہ اوسکے سر کے بال عورت نہیں ہیں اور رہنے کا گھر سو اوسکا حق احاطہ کے اندر الگ کوٹھی ہے کہ اپنی اسباب سے

ولا تستحي عن غيرها في معاشرة زوجها فان كان للزوج احماء من لدة او اخت او ولد من غيرها فقالت اجعلني في بيت على
بے فکر رہے اور خاوند کی ساتھ رہنے میں غیر سے شرمانا نہ آوے پھر اگر خاوند کی اخیافی بھائی ہوں یا بہن ہو یا دوسری بی بی کی اولاد ہو اور بی بی کہے مجھکو اور گھر تجویز کر دے

حدة كان لها ذلك لانها لا تامن على متاعها وتستحي عن المعاشرة مع زوجها ان كان البيت في الدار واحدا وان كان متعددا
تو بی بی کا حق ہے اسلئے کہ چیز بست کا ڈر رہتا ہے اور خاوند کی ساتھ رہنے میں حیا آتی ہے اگر وہ کوٹھا احاطہ میں ایک ہی ہووے اور اگر کئی کوٹھے ہوں

فوعدها بيتا يغلق ويفتح لم يكن لها ان تطلب بيتا آخر ان لم يكن في الدار من احماء الزوج من يؤذيها الا ان يكون
اور ایسا کوٹھا حوالہ کیا جس میں کھولنے بند کرنے کا بلا شرکت اختیار ہو تو اب اسکا حق نہیں کہ اور گھر مانگے اگر اوس احاطہ میں خاوند کے بھائی بند ستانیوالے نہوں مگر اوس صورت میں

الزوج يضربها ويؤذيها فشكت الى القاضي وسئلت ان يسكنها بين قوم صالحين يعرفون احسانه واساءته فالقاضي
کہ خاوند اوسکو مارتا اور ستاتا ہو اور وہ قاضی کی پاس فریاد کر کے یہہ کہے کہ مجھکو بھی صالح قوم میں مکان دے کہ اسکی بھلائی برائی دیکھتے رہیں پھر قاضی کو

ان علم ان الامر كما قالت يزجره عن ذلك ويمنعه عن التعدي وان لم يعلم ان الامر كما قالت ينظر الى جيران الدار فان كانوا
اگر یقین ہو کہ عورت سچی ہے تو خاوند کو دھمکا دے اور تعدی سے منع کر دے اور اگر یقین نہو کہ عورت سچی ہے تو اوسکے گھر کے ہمسایوں کو دیکھے اگر وہ

قوما صالحين يسئلهم هل هذا الامر كما قالت فان قالوا ان الامر كما قالت يزجره عن ذلك ويمنعه عن التعدي وان قالوا
قوم صلحا ہوں تو ان سے یہہ حال جو عورت بیان کرتی ہے دریافت کرے پھر اگر وہ گواہی دیں کہ عورت سچی ہے تو خاوند کو دھمکا دے اور تعدی سے منع کر دے اور اگر وہ

ليس الامر كما قالت يتركها في تلك الدار وان لم يكونوا قوما صالحين او كانوا يميلون اليه يامره ان يسكنها بين قوم
ہمسایہ کہیں کہ عورت سچی نہیں ہے تو وہیں گھر میں رہنے دے اور اگر وہ ہمسایہ صلحا نہیں ہیں یا خاوند کی طرفدار ہوں تو اوسکو حکم دے کہ اس عورت کو صلحا میں

صالحين يخبرونه باحسانه واساءته اذ لا يجوز للرجل ان يتعدى في حق النساء لما روي انه عليه السلام قال الله
مکان بتا دے کہ وہ بھلی بری کی خبر کیا کریں اسلئے کہ مرد کو جائز نہیں کہ عورتوں کی حق میں تعدی کرے اسلئے کہ روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا عورتوں کی باب میں

الله في النساء فانهن عوان عندكم اخذتموهن بعهد الله واستحللتم فروجهن بكلمة الله فانه عليه السلام حذر
اللہ سے ڈرو اللہ سے ڈرو بیشک عورتیں تمہاری مددگار ہیں تمنے انکو اللہ کی عہد سے لیا ہے اور اللہ کی کلمہ سے اونکی فرج حلال کیں ہیں بیشک نبی علیہ السلام نے اس حدیث میں

امته في هذا الحديث عن سوء العشرة مع نسائهم لان قوله عليه السلام الله الله في النساء بمنزلة ان يقال اتقوا الله في
امت کو عورتوں کی ساتھ بدچالگی سے ڈرایا ہے اسلئے کہ قول علیہ السلام الله الله في النساء بمنزلہ اس قول کے ہے عورتوں کی باب میں اللہ سے ڈرو

امر النساء فلا تؤذوهن بالباطل لكونهن في ايديكم كالاسارى بل عاشروهن بالمعروف كما قال الله تعالى وعاشروهن
سو انکو ناحق نہ ستاؤ کیونکہ وہ تمہاری قابو میں قیدیوں کی مثال ہیں بلکہ اونکی ساتھ خوبی سے گذران کرو چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہے اور گذران کرو تم

بالمعروف

بالمعروف فانكم اخذتموهن بعهد الله الذی عهد اليكم من الرفق بهن والشفقة عليهن واستحللتم فروجهن

معقول کیونکہ تمنی اونکو اللہ کی عہد پر لیا ہی جو کہ اللہ تعالی نی اونکی ساتھہ نرمی کی اور اون پر شفقت کا تمسی عہد کیا ہی اور تمنی اونکی فروج کو اللہ کی

بامر الله تعالى وحكمه فان نقضتم عهده الذی عهد اليكم فی حقهن وخنتم فی امانته ينتقم منكم لهن

حکم سی حلال کیا ہی پہر اگر تمنی اللہ کا عہد توڑا جو تمہاری ساتھہ اونکی حق مین کیا ہی اور اسکی امانت مین خیانت کی تو اللہ تمسی اونکا بدلہ لیگا

وذلك لانهن اماء الله تعالى فمن تزوجهن بامر الله تعالى وحكمه تكن عنده امانة ووديعة من الله تعالى

اور یہہ اسلئی کہ عورتین اللہ کی لونڈیان ہین پہر جسنی اونکو اللہ تعالی کی حکم سی اپنا جوڑا بنایا تو وہ اوسکی پاس اللہ تعالی کی امانت اور سپردگی ہین ہین

فاذا اذاهن بالباطل ولم يعاشرهن بالمعروف يصير كانه نقض عهده تعالى وخان فی امانته فينتقم منه لهن

پہر جسنی اونکو ناحق ستایا اور خوبی سی گذران نکی تو گویا اوسنی اللہ کا عہد توڑ دیا اور اوسکی امانت مین خیانت کی سو اللہ اوس سی اونکا بدلہ لیگا

فعلى هذا يلزم للرجل حسن الخلق معهن واحتمال الاذى منهن وعدم الالتفات الى بعض معايبهن ما لم يكن اثما

اس بیان کی موافق مرد کو لازم ہی کہ اونکی ساتھہ نیک چلن برتی اور اونکی ایذا کی برداشت کری اور بعضی عیبوں پر ترحم کی راہ سی جبتک گناہ ہوں توجہ نکری

ترحما عليهن لقصور عقولهن وقد كان بعض العلماء يقول الاحتمال على الاذى واحد من المرأة فهو فی الحقيقة احتمال

کیونکہ کم عقل ہوتی ہیں اور بعضی علما کا قول ہی کہ عورت کی ایک ایذا پر برداشت کری حقیقت میں بہتسی ایذاؤں کی برداشت ہی

صلى ادية كثيرة اذ فی ذلك الاحتمال الواحد نجاة الولد من الظلم والقدر من الكسر والثوب من الخرق بل ينبغی له ان

کیونکہ ایک برداشت کرنی میں فرزند کی نجات ظلم کہا نسی اور ہانڈی کی نجات ٹوٹنی سی اور کپڑی کی نجات پہٹنی سی ہی بلکہ خاوند کو لازم ہی

يزيد على الاحتمال الاذى الملاعبة معهن فيداعبهن بلا الدرفيه فان ملاعبة الرجل مع نسائه ليست من اللهو

کہ ایذا کی برداشت پر اونکی ساتھہ ملاعبت زیادہ کری سو اونکی ساتھہ وہ کہیل کیا کری جسمین گناہ ہو بیشک ملاعبت خاوند کی بی بی کی ساتھہ لہو باطل میں داخل

الباطل الذی نهى عنه فی الدين بل هی من اللهو الجائز الذی رخص فيه فی الدين فانه عليه السلام كان يمزح مع

نہیں جسکی دین میں ممانعت ہی بلکہ یہہ ہو جائز ہی جسکی دین میں اجازت ہی کیونکہ نبی علیہ السلام ازواج کی ساتھہ خوش طبعی کیا کرتی تہی

نسائه وينزل الى درجات عقولهن حتى روی انه عليه السلام كان يسابق مع عائشة فی العدو وجاء فی الخبر انه ع

اور اونکی ہی موافق سمجہاتی تہی یہاں تک کہ روایت ہی کہ نبی علیہ السلام حضرت عائشہ کی ساتھہ شرط کر کر دوڑتی اور حدیث میں آیا ہی کہ نبی علیہ السلام

كان من افكه الناس مع نسائه ای من الطفهم وامزحهم معهن وروی انه عليه السلام قال خيركم خيركم لاهله

ازواج کی ساتھہ زیادہ ظرافت کرتی یعنی اونکی ساتھہ بہت خوش خلقی اور بہت مزاح فرماتی اور روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا تم میں اچہا وہ ہی جو اپنی اہل کا

وفی حديث اخر انه عليه السلام قال اكمل المؤمنين ايمانا احسنهم خلقا والطفهم باهله لكن لا ينبغی له ان ينبسط

اچہا ہو اور ایک اور حدیث میں ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا سب مؤمنوں مین کامل ایمان والا وہ ہی جو اپنی اہل کی ساتھہ نیک خلق اور لطف برتی لیکن ایسا نہی چاہئی

معهن فی حسن الخلق والملاعبة الى حد يفسد خلقهن ويسقط بالكلية هيبته عندهن بل يراعی الاعتدال فی

کہ اونکی ساتھہ اس درجہ کا حسن خلق اور ملاعبت برتی کہ اونکی عادت بگڑ جاوی اور اونپر سی سراسر ہیبت جاتی رہی بلکہ اس باب میں اعتدال کا لحاظ رکہی

ذلك ولا يدع الهيبة والانقباض مهما رای منهن منكرا ولا يفتح باب المساعدة البتة بل مهما رای منهن ما يخالف الشرع

سو ہیبت اور ڈرا دیو دور نکری اگر اونسی کچہہ بری بات دیکہی تو دروازہ امداد کا بالکل نکہولی بلکہ اونسی جسکو ہی امر خلاف شرع دیکہی

يغتضب لان الله تعالى جعله قواما عليهن حيث قال الرجال قوامون على النساء فيلزمه ان يقوم عليهن بالامر والنهی

تو غصہ کری کیونکہ اللہ تعالی نی مرد کو عورتوں پر حاکم بنایا ہی چنانچہ فرمایا ہی مرد حاکم ہین عورتوں پر سو مرد کو لازم ہی کہ اونپر حکومت کی ساتھہ قایم رہی

ولا يتغافل عن مبادی الامور التی يخشى غوائلها بل ينبغی له ان يكون صاحب غيرة لكن لا يبالغ فی التعنت واساءة

اور ایسی کام کی مبادی میں غفلت نکری جسکی برائی کا خوف ہو بلکہ یوں چاہئی کہ غیرت کی ساتھہ رہی لیکن غایت درجہ کی عیب جوئی اور بد گمانی

هكذا في الشيخ زاده عن شرعة الاسلام ١٣٤٢

الظن وتجسس البواطن اذ روی انه علیه السلام نهی ان تتبع عورات النساء وفی لفظ ان یتحنت النساء فان غیرة

اور باطن کی ٹوہ نہ کرنی اس واسطے کہ روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نے منع کیا کہ عورتوں کی چھپی باتیں تلاش کیجاویں اور ایک روایت میں ہی کہ عورتوں کی عیب جوئی نکریں

الرجل علی اهله من غیر ریبة یبغضها الله تعالی کما جاء فی الحدیث انه علیه السلام قال غیرة یبغضها الله تعالی

کیونکہ مرد کی غیرت بی بی پر بدون وقوع شبہ کی اللہ تعالی کو ناپسند ہی چنانچہ حدیث میں آیا ہی کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا ایک غیرت ہی کہ اللہ تعالی کو ناپسند ہی

وهی غیرة الرجل علی اهله من غیر ریبة لان ذلك من سوء الظن الذی وقع النهی عنه فان بعض الظن اثم واما الغیرة

یعنی مرد کی غیرت بی بی پر بدون شبہ کی کیونکہ یہہ صرف بدگمانی ہی جسکی ممانعت واقع ہوئی ہی بیشک بعضی گمان گناہ ہیں اور رہی وہ غیرت

فی محلها فلا بد منها وهی محمودة لما روی انه علیه السلام قال ان الله یغار وان المؤمن یغار وغیرة الله ان یاتی

جو جسکی محل میں ہو وہ تو ضرور چاہئی اور محمود ہی اسلئی کہ روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا بیشک اللہ غیرت کرتا ہی اور مؤمن غیرت کرتا ہی اور اللہ کو غیرت اسپر آتی ہی

المؤمن ما حرمه الله علیه وفی حدیث اخر انه علیه السلام قال انی لغیور وما امرء لا یغار الا منکوس القلب والطریق

کہ مؤمن سو کر حرام کام عمل میں لاوی اور ایک اور حدیث میں ہی کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا میں بڑا غیرت والا ہوں اور کوئی شخص ہی کہ غیرت نکری مگر اوندھی دل اور وہ طریق

المعنی عن الغیرة ان لا یدخل علیهن رجل ولا یخرجن الی الطرقات یعد من عدم الغیرة فیلزم للرجل ان یمنع زوجته

کہ بےغیرتی سی بچاوی یہہ ہی کہ کوئی مرد انکی پاس نہ آنی پاوی اور عورتیں باہر رستہ پر نجایا کریں کیونکہ عورتوں کا رستہ پر جانا یہہ بھی بےغیرتی ہی سو مرد کو لازم ہی کہ

عن الخروج من البیت ولا یاذن لها بالخروج الا فی مواضع مخصوصة وهی ما قال صاحب الخلاصة نقلا عن مجموع النوازل

بی بی کو گھر میں سی نہ نکلنی دیوی اور سوا کئی جگہ کی نکلنی کی اجازت ندیوی وہ جگہیں ہیں جو خلاصہ والی نی مجموع النوازل میں سی نقل کی ہیں

یجوز للزوج ان یاذن لها بالخروج الی سبعة مواضع زیارة الابوین وعیادتهما وتعزیتهما او احدهما وزیارة المحارم

خاوند کو جایز ہی کہ بی بی کو سات جگہ جانی کی اجازت دیوی ماں باپ کی ملاقات کو بیمار پرسی کو اور دونو کی یا ایک کی تعزیت کو اور محرموں کی ملاقات کو

وبعد بیان هذه السبعة قال فان کانت قابلة او غسالة او کان لها حق علی اخر او لاخر علیها حق تخرج بالاذن وبغیر الاذن

اور یہہ سات جگہ بیان کرکر کہا پھر اگر وہ عورت دائی ہو یا مردہ شو یا اوسکا حق کسی پہ ہو یا کسیکا حق اسپر آتا ہو تو نا جائز اور بلا اجازت چلی جایا کرے

وفیما عدا ذلك من زیارة الاجانب وعیادتهم والولیمة لا یاذن لها ولو اذن وخرجت کانا عاصیین والاذن قد

اور ایسی مرقع کی سوا اجنبیوں کی ملاقات اور بیمار پرسی کو اور ولیمہ میں اجازت ندیوی اور اگر خاوند نی اجازت دی اور وہ چلی گئی تو دونو گنہگار ہونگی اور اجازت بعضی

یکون بالسکوت وهو کالقول لان النهی عن المنکر فرض وان ارادت ان تخرج الی مجلس العلم بغیر رضی الزوج لیس لها

وقت خاموشی سی بھی ہو جاتی ہی اور یہہ خاموشی مانند بولنی کی ہوتی ہی اسلئی کہ ممانعت بری بات سی فرض ہی اور اگر عورت چاہی کہ علم کی مجلس میں بدون مرضی خاوند کی جاوی

ذلك الا ان یقع لها نازلة وامتنع الزوج من السؤال لها فحینئذ یسعها الخروج من غیر رضی الزوج لان طلب العلم فیما

تو اوسکو اختیار نہیں ہی مگر اوس صورت میں کہ کوئی واقعہ پیش آوی اور خاوند پوچھ کر نہ بتاوی پس اب بے مرضی خاوند کی جانی کی گنجایش ہی اسلئی کہ علم کی تلاش حاجت

یحتاج الیه فرض علی کل مسلم ومسلمة فیقدم علی حق الزوج وان سئل الزوج من العالم واخبرها بذلك لا یسعها الخروج وان

کی وقت ہر مسلم مرد اور مسلمہ عورت پر فرض ہی سو فرض خاوند کی حق پر مقدم ہی اور اگر خاوند نی عالم سی پوچھ کر بتادیا تو پھر باہر جانی کی گنجایش نہیں ہی اور اگر

لم یقع لها نازلة لکن ارادت ان تخرج الی مجلس العلم لتعلم مسئلة من مسائل الوضوء والصلوة ان کان الزوج یحفظ المسائل

اوسکو کوئی واقعہ تو پیش نہیں آیا پر دل چاہتا ہی کہ مجلس علم میں جاوی تاکہ مسائل وضو اور نماز کی سیکھی لی تب اگر خاوند کو مسایل یاد ہیں

ویذکرها عندها فله ان یمنعها وان کان لا یحفظ فالاولی ان یاذن لها احیانا وان لم یاذن لا شیء علیه ولا یسعها

اور اوسکو سناتا رہتا ہی تو اوسکو منع کرنیکا اختیار ہی اور اگر خاوند کو مسایل نہیں آتی تو اولی ہی کبھی کبھی اجازت دیا کری اور اگر اجازت ندی تو اوسپر کچھ الزام نہیں ہی اور نہ اوسکو

الخروج ما لم یقع لها نازلة وان خرجت من بیت زوجها بغیر اذنه یلعنها کل ملك فی السماء وکل شیء تمر علیه الا الانس والجن

جا سکتی ہی جبتک کوئی واقعہ پیش نہ آوی اور اگر بی بی خاوند کی گھر میں سی بی اجازت چلی جاوی تو اوسپر تمام فرشتہ آسمان کی اور تمام شی جو رستہ میں آتی ہیں لعنت کرتی

والحاصل

والحاصل ان خروجها من بيت زوجها بغير اذنه حرام عليها واذا خرجت باذنه تخرج مختفية في هيئة رثة وتطلب

حاصل یہ ہے کہ عورت کا خاوند کے گھر میں سے بغیر اجازت باہر نکلنا اوسپر حرام ہے اور اگر اجازت سے نکلے تو پردے سے بری ہیئت بنا کر نکلے اور راہ جاوے

المواضع الخالية دون الشوارع والاسواق ولا تخرج عطرة مزينة ولا تحدث مع رجل في الطريق لما روي ان عمر راى

سنسان جاوے سڑک اور بازاروں میں کو نہ جاوے اور خوشبو لگا کر بن ٹھن کر نہ جاوے اور رستہ میں کسی مرد سے نہ بولے کیونکہ روایت ہے کہ عمر رضی نے ایک

امرأة مع رجل تتحدث في الطريق فضربهما بالدرة فقال الرجل هي امرأتي يا امير المؤمنين فقال له عمر لو كانت امرأتك

عورت کو کسی رستہ میں بات کرتی دیکھا تو دونوں کو کوڑے مارے اوس مرد نے کہا یا امیر المؤمنین یہ عورت میری بی بی ہے عمر رضی نے جواب دیا اگر میری بی بی ہی ہو تو

فلم لا تدخلها في بيتك حتى لا يتهمك احد في الطريق ولا تخرج الى الحمام وان اذن لها زوجها لما روي عن عائشة انه عليه

گھر میں کیوں نہ بٹھائی تاکہ رستہ میں کوئی تجھ پر تہمت نہ لگاوے اور عورت حمام میں نہ جاوے اگرچہ خاوند اجازت دیوے کیونکہ عائشہ رضی سے روایت ہے کہ نبی علیہ

السلام قال الحمام حرام على نساء امتي فان اقتضت الضرورة الى دخولها في الحمام لعذر المرض والنفاس بشرط ان تدخل

السلام نے فرمایا میری امت کی عورتوں پر حمام حرام ہے پھر اگر حمام میں جانے کی ضرورت آ لگے کسی مرض یا نفاس کی عذر سے تو یہ شرط ہے کہ نکلے

غير ذي ولا يكون فيه احد من النساء مكشوف العورة ولا تخرج بزينة واذا لم يوجد واحد من هذه الشروط لا يحل لها

نہ جاوے اور وہاں کوئی عورت ننگی ہو اور سنگار کرکر نہ نکلے پھر اگر ایک بھی شرط فوت ہوگی تو حمام میں جانا

الخروج الى الحمام وكذا لا يحل لها الخروج الى المقابر لما ذكر في نصاب الاحتساب ان القاضي سئل عن جواز خروج المرأة الى

حلال نہیں ہے اور ایسے ہی عورت کو گورستان میں جانا حلال نہیں ہے جیسے کہ نصاب الاحتساب میں مذکور ہے کہ کسی قاضی سے پوچھا کہ عورت کو گورستان میں جانا

المقابر فقال لا تسئل عن الجواز في مثل هذا وانما تسئل عن مقدار ما يلحقها من اللعن فانها لما نوت الخروج كانت في

جائز ہے یا نہیں جواب دیا ایسے مقام پر جواز کو کیا پوچھتا ہے یہ پوچھ کہ اوسپر کتنی لعنت برستی ہے کیونکہ وہ عورت جبھی جانیکا ارادہ کرتی ہے تو اللہ تعالی

لعنة الله تعالى وملائكته واذا خرجت تحفها الشياطين من كل جانب واذا اتت القبر تلعنها روح الميت واذا رجعت

اور اوسکے فرشتوں کی لعنت میں رہتی ہے اور جب نکلتی ہے تو ہر طرف سے شیاطین گھیر لیتے ہیں اور جب قبر پر آتی ہے تو مردہ کی روح لعنت کرتی ہے اور جب پلٹتی ہے

تكون في لعنة الله تعالى وملائكته حتى تعود الى منزلها وفي الخبر ايما امرأة خرجت الى مقبرة تلعنها ملائكة السموات

تو اللہ تعالی اور اوسکے فرشتوں کی لعنت میں ہوتی ہے جب تک اپنے گھر پہنچے اور ایک حدیث میں ہے جو عورت گورستان میں جاوے اوسپر ساتوں آسمان

السبع والارضين السبع وتمشي في لعنة الله تعالى وايما امرأة دعت للميت بخير ولم تخرج من بيتها يعطيها الله تعالى

اور ساتوں زمین کے فرشتے لعنت کرتے ہیں وہ اللہ کی لعنت میں جاتی ہے اور جو عورت گھر میں بیٹھی ہوئی مردے کی لئے دعا خیر کرتی ہے تو اوسکو اللہ تعالی

ثواب حجة وعمرة وعن سلمان وابي هريرة انه عليه السلام ذات يوم خرج من المسجد فوقف على باب دار فاتت فاطمة

حج اور عمرہ کا ثواب دیتا ہے اور سلمان اور ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام ایک روز مسجد میں سے نکل کر ایک گھر کے دروازہ پر ٹھہر گئے وہیں فاطمہ آ گئیں

فقال لها من اين جئت قالت خرجت الى منزل فلانة التي ماتت فقال هل ذهبت قبرها قالت معاذ الله ان افعل

آپ نے پوچھا تو کہاں سے آئی عرض کیا میں فلانی عورت کی گھر گئی تھی وہ جو مر گئی ہے پھر آپ نے پوچھا کیا اوسکی قبر پر گئی تھی عرض کیا خدا کی پناہ میں ایسا کری

شيئا بعد ما سمعت منك فيه فقال لو ذهبت قبرها لم تجدي رائحة الجنة وروي انه عليه السلام لما قدم المدينة

بعد اسکے کہ آپ سے اس حکم میں قول سن چکا پھر فرمایا اگر تو اوسکی قبر پر جاتی تو جنت کی بو نہ سونگھ سکتی اور روایت ہے کہ نبی علیہ السلام جب مدینہ میں تشریف لائے

خرج الى جنازة فرأى النساء يتبعن فقال هل تحملن مع من يحمل فقلن لا فقال عليه السلام اتصلين مع من يصلي

تو ایک جنازہ کی ساتھ چلے دیکھا کہ عورتیں پیچھے چلی آتی ہیں آپ نے فرمایا کیا تم سب کی ساتھ جنازہ اوٹھاوگی عرض کیا نہیں پھر آپ نے فرمایا کیا سب کے ساتھ نماز

فقلن لا فقال انصرفن مأزورات غير مأجورات فدل ذلك على ان المرأة لا يباح لها تشييع الجنازة ولا الخروج الى المقبرة

پڑھوگی عرض کیا نہیں پھر آپ نے فرمایا کہ جاؤ گناہگار ہوکر بلا ثواب اس سے معلوم ہوا کہ عورت کو جنازہ کی ساتھ جانا مباح نہیں ہے اور نہ قبرستان میں جانا

بل لابد لها ان تكون قاعدة في قعر بيتها ملازمة لمغزلها من حين زفت الى زوجها الى ان تزف الى قبرها ولا تخرج من
بلکہ عورت کو یہ لازم ہے کہ گھر کے اندر بیٹھی ہوئی چرخہ کاتا کرے جب سے کہ خاوند کے پاس آئی ہے جبتک کہ گور میں جاویگی اور گھر سے باہر

بيتها بغير اذن زوجها قال ابن الهمام وحيث ابيح لها الخروج فانما يباح بشرط عدم الزينة وتغيير الهيئة الى ما لا يكون
بدون اجازت خاوند کے نہ نکلے ابن الہمام کہتے ہیں عورت کو جہاں جانا مباح ہے تو اس شرط سے کہ سنگار نہ کرے اور ایسی ہیئت بنالے کہ اوسپر مردوں

داعيا الى نظر الرجال واستمالتهم اذ قال الله تعالى ولا تبرجن تبرج الجاهلية الاولى والتبرج على ما ذكر في الصحاح اظهار
نظر کی رغبت اور میلان ہو اسلئے کہ اللہ تعالی فرماتا ہے اور دکھاتی نہ پھرو جیسے دکھانا دستور تھا پہلی وقت نادانی کی اور تبرج کی معنی مطابق بیان صحاح

المرأة زينتها ومحاسنها للرجال وكان ذلك عادة نساء اهل الجاهلية الاولى وهي على ما قيل ما بين آدم ونوح عليهما السلام فنهى
دکھلانا عورت کا اپنا سنگہار اور خوبی مردوں کو اور جاہلیت اولی میں عورتوں کی یہ عادت تھی اور جاہلیت اولی موافق ایک قول کی آدم علیہ السلام سے نوح علیہ

الله المومنات عن التشبه بهن وامرهن بالقرار في بيوتهن فان المرأة كلما كانت محجبة من الرجال يكون دينها اسلم لما
السلام تک ہے سو اللہ تعالی نے مومنہ عورتوں کو اونکی مشابہت سے منع کیا اور انکو حکم دیا کہ اپنی گھروں میں بیٹھی رہو بیشک عورت جبتک مردوں سے پوشیدہ رہیگی اوسکا دین

روي انه عليه السلام قال لابنته فاطمة اي شيء خير للمرأة قالت ان لا ترى رجلا ولا يراها رجل واستحسن قولها
سلامت رہیگا اسلئے کہ روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے اپنی بیٹی فاطمہ سے پوچھا عورت کی حق میں کیا بہتر ہے عرض کیا وہ مرد کو نہ دیکھے اور نہ مرد اوسکو دیکھے سو آپ نے ونکا قول

وضمها اليه وقال ذرية بعضها من بعض وكان اصحاب النبي عليه السلام يسدون الثقب والكوى في الحيطان لئلا
پسند کرکے سینہ سے لگالیا اور فرمایا اولاد ایک کی ایک سے ہے اور نبی علیہ السلام کی اصحاب دیواروں کی سوراخ اور روشن دان بند کردیا کرتی تھی تاکہ

تطلع النساء على الرجال ورأى معاذ امرأته تطلع في كوة فضربها فينبغي للرجال ان يفعل كذلك ويمنع امرأته عن مثل ذلك
عورتیں مردوں کو نہ جھانکیں اور معاذ نے اپنی بی بی کو روشندان سے جھانکتی ہوئی دیکھلیا تو اوسکو خوب مارا سو مردکو لازم ہے کہ ایسا ہی کیا کرے اپنی بی بی کو

ثم انه ان كان في قلبها بدعة يزيلها ويلقنها اعتقاد اهل السنة والجماعة ويعلمها من احكام الصلوة والحيض والنفاس
منع کرے پھر اگر عورت کی دل میں کوئی بدعت ہو دور اوسکو دفع کرے اور اوسکو عقیدہ اہل السنۃ والجماعۃ کا تلقین کرے اور مسائل نماز کی اور حیض اور نفاس کی

ما تحتاج اليه وان تساهلت في امر الدين وكانت تاركة للصلوة يؤدبها لكن يتدرج في تاديبها فيقدم اولا الوعظ والتخويف
اور جو حاجت پڑتی ہو سب سکھا دیوے اور اگر دین کی امر میں سستی کرتی ہو یا بے نماز ہو تو ادب دیوے لیکن ادب دینے میں آہستگی سے پہلی تو زبانی پند دے اور خدا

بالله تعالى وان لم ينجع فيها اظهر الغضب في المضجع او يعزلها بالفراش ويهجرها ثلث ليال وان لم ينجع يضربها ضربا
سے ڈراوے اگر بات نہ مانے تو سونے میں غصہ سے اوسکی طرف پشت کردے یا الگ بچھا سوئے اور تین رات تک اوس سے الگ رہے پھر بھی نہ مانے تو اتنا مارے

غير مبرح بحيث يولمها ولا يكسر عظمها ولا يدمي جسمها ولا يضرب وجهها لورود النهي عنه فان لم ينجع يطلقها كما
کہ ایسا کہ دکھ تو ہو اور ہڈی نہ ٹوٹے اور بدن لہو لہان نہ ہو جاوے اور مونہہ پر نہ مارے اسکی ممانعت آئی ہے اب بھی نہ مانے تو طلاق دیدے جیسا کہ

قال قاضيخان في فتاواه رجل له امرأة لا تصلي يطلقها وان لم يكن له مال يوفيها مهرها وقال البزازي لان يلقى الله
قاضیخاں نے اپنی فتاوی میں کہا ہے ایک شخص کی بی بی بے نماز ہو اوسکو طلاق دیدے اگرچہ خاوند کے پاس اتنا مال نہو کہ مہر ادا کردے اور بزازی کہتا ہے اگر مرد مہر

ومهرها في عنقه اولى من ان يطأ امرأة لا تصلي وقد مدح الله تعالى اسماعيل النبي عليه السلام بقوله وكان يامر
گردن پر لیکر رب کے سامنے جاوے تو اس سے بہتر ہے کہ عورت بے نماز سے وطی کرے اور بیشک اللہ تعالی نے اسماعیل نبی علیہ السلام کی اس آیت میں مدح کی ہے اور حکم کرتا تھا

اهله بالصلوة والزكوة وقالوا حمل اهل بيته على الصلوة سبب لافتتاح باب الرزق وقال صاحب الخلاصة للزوج ان
اپنی گھر والوں کو نماز اور زکوۃ کا اور کہتے ہیں کہ اہل بیت کو نماز پر مستعد کرنے سے دروازہ روزی کا کھلتا ہے اور خلاصہ والا کہتا ہے خاوند کو اختیار ہے کہ

يضرب المرأة على اربع احديها خروجها عن منزله بغير اذنه بعد ايفائها مهرها والثانية ترك الزينة اذا اراد الزوج الزينة
بی بی کو چار بات پر مارے ایک خاوند کی بے اجازت گھر سے نکلنے پر جب کہ اپنا مہر لے چکی ہو اور دوسری سنگار نہ کرنے پر اگر خاوند کا دل سنگار کو چاہے

والثالثة

والثالثة ترك الاجابة اذا اراد الزوج الجماع وهي طاهرة والرابعة ترك الصلوة وبمنزلة ترك الصلوة ترك الغسل
اور تیسری کہنا نہ ماننا جب خاوند جماع کی رغبت کرے اور وہ عورت پاک ہے اور چوتھی نماز نہ پڑھنی اور جنابت اور حیض سے غسل نہ کرنا بھی نماز
عن الجنابة والحيض ثم انه ان اراد ان يتزوج اخرى وعلم انه يعدل بينهما يجوز له ذلك لكن ان لم يفعل فهو احب
کے ترک کے مقام میں ہے پھر اگر خاوند دوسرا نکاح کیا چاہے اور جانتا ہے کہ دونوں میں عدل کریگا تو جائز ہے لیکن اگر نکاح نہ کریگا تو بہت اچھا
لترك ادخال الغم عليها لا سيما عند كونها امرأة صالحة فان صلاحها نعمة عظيمة لا يمكنها شكرها وان خاف ان لا يعدل
کیونکہ بی بی کو غم نہ دیا خاص کر اس صورت میں کہ بی بی صالحہ ہو کیونکہ اسکی نیکی بڑی نعمت ہے جسکا شکر ادا نہیں ہو سکتا اور اگر یہ خوف ہو کہ عدل
بينهما لا يجوز ان يفعل ذلك لان الله تعالى وان جعل له ذلك حلالا بقوله فانكحوا ما طاب لكم من النساء مثنى وثلث
نہ کر سکیگا تو جائز نہیں کہ دوسرا نکاح کرے اسلئے کہ اللہ تعالی نے اگرچہ اسکو حلال کیا ہے اس آیت میں سو نکاح کرو جو تمکو خوش آویں عورتوں میں دو دو تین تین
وربٰع الا انه تعالى عقب ذلك قال فان خفتم الا تعدلوا فواحدة وان من كانت له امرأتان او اكثر يجب عليه
اور چار چار لیکن اللہ تعالی نے اسکے بعد فرمایا ہے پھر اگر تمکو ڈر ہو کہ عدل نہ کرو گے تو ایک ہی ہے جسکے پاس دو عورتیں ہوں یا زیادہ تو اوسپر واجب ہے
ان يقسم ويعدل بينهن سواء كان صحيحا او مريضا فيكون عند كل واحدة منهن يوما وليلة او ليلة اياما ولياليها
کہ ان میں برابر قسم اور عدالت کرے برابر ہے کہ تندرست ہو یا بیمار پھر ہر ایک کے پاس ایک دن رات یا کئی دن رات رہا کرے
ولا يقيم عند احديهن اكثر من ذلك الا باذنهن والثيب والبكر والمراهقة والبالغة والعاقلة والمجنونة والمسلمة
اور کسیکے پاس اس سے زیادہ نہ ٹھہرے ہاں اونکی اجازت سے مضائقہ نہیں اور رنڈ اور کنواری اور قریب بلوغ اور بالغہ اور ہوشیار اور باولی اور مسلمہ
والكتابية والصحيحة والمريضة سواء كانت الجديدة بكرا او ثيبا فانه ان قام عند الجديدة ثلثة ايام او سبعة
اور کتابیہ اور تندرست اور بیمار سب برابر ہیں خواہ نئی باکرہ ہو یا ثیبہ سو اگر خاوند نئی کے پاس تین دن یا سات دن رہے
ايام يقيم عند العتيقة مثل ذلك ولا يميل الى بعضهن لما روي انه عليه السلام قال من كانت له امرأتان فمال الى
تو قدیمی کے پاس بھی ویسا ہی رہے اور بعضی کی طرف زیادہ میلان نہ کرے اسلئے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا ہے جسکے پاس دو عورتیں ہوں پھر ایک کی طرف
احديهما جاء يوم القيمة واحد شقيه ساقطة يعني ان احد جنبيه يكون مفلوجا ساقطا بحيث يراه اهل العرصات
رغبت کرے تو قیامت کے دن ایسی حالت میں آویگا کہ اسکی ایک جانب گری ہوئی ہوگی یعنی اسکی ایک کروٹ ایسی بیحس گری ہوئی ہوگی کہ اہل عرصہ سب دیکھینگے
ليكون له هذا زيادة في العذاب فان الافتضاح اشد العذاب لكن ينبغي ان يعلم ان القسم والعدل انما يجب
تاکہ یہ رسوائی اور زیادہ عذاب ہووے کیونکہ رسوائی میں سخت تر عذاب ہوتا ہے لیکن یاد رکھنی کی بات ہے کہ قسم اور عدالت یہی خرچ دینے میں
في العطاء والمبيت دون الحب والوقاع لان الحب لا يدخل تحت الاختيار والوقاع يبتنى على النشاط فلا يقدر على التسوية
اور سونے میں واجب ہے محبت میں اور جماع میں واجب نہیں اسلئے کہ محبت اختیاری نہیں ہوتی اور جماع نشاط دلی پر موقوف ہے اسمیں برابری کی قدرت نہیں
فيهما لما روي انه عليه السلام كان يقسم بين نسائه ويعدل ثم يقول اللهم هذا قسمي فيما املك فلا تلمني فيما تملك
ہے اسواسطے کہ نبی علیہ السلام اپنی ازواج میں قسم اور عدالت کیا کرتے پھر کہتے یا الٰہی یہ ہو سکا ہے جسکا مجھے اختیار ہے سو مجھکو ملامت مت کرنا
ولا املك قيل اراد به الحب لان عائشة كانت احب نسائه اليه وكانت سائر نسائه يعرفن ذلك الا انه عليه السلام
جسمیں مجھکو اختیار نہیں کہتے ہیں کہ اس سے محبت مراد ہے اسلئے کہ عائشہ آپکو سب ازواج سے زیادہ محبوب تھیں اور تمام ازواج کو یہ حال معلوم تھا لیکن نبی علیہ السلام
كان يقسم ويعدل في العطاء والبيتوتة حتى في مرضه الذي توفي فيه اذ روي انه عليه السلام كان يطاف به
خرچ میں اور سونے میں قسم اور عدالت کیا کرتے تھے یہاں تک کہ مرض موت میں بھی اسلئے کہ روایت ہے کہ نبی علیہ السلام کو مرض کی مدت میں ہر روز اوٹھا کر پھیرتے تھے
محمولا في مرضه كل يوم وليلة فيبيت عند كل واحدة منهن وكان يقول اين انا غدا اين انا غدا فعلمت ازواجه انه يريد
پھر ہر ایک کے پاس رات رہا کرتے اور پوچھا کرتے کل کہاں کی باری ہے کل کہاں کی باری ہے اس سے ازواج سمجھ گئیں کہ عائشہ کی باری

يوم عائشة فاذن له ان يكون حيث شاء فقال هل رضيتن بذلك فقلن نعم قال عليه السلام حولوني الى بيت عائشة
پوچھتے ہیں پہر سب نے اجازت دیدی کہ آپ جہاں چاہیں رہیں پہر آپنے پوچہا تم سب اسپر راضی ہو عرض کیا ہاں آپ علیہ السلام نے فرمایا مجکو عائشہ کی گہر پہنچاؤ
فكان في بيتها حتى مات عندها ومما يجب على الزوج من حقها ان يؤدي اليها مهرها كملا ان كان قادرا على ادائه وان لم
پہر عائشہ کی گہر رہی یہان تک اونکے پاس وفات کی صلی اللہ علیہ وسلم اور بی بی کا جو حق خاوند پر واجب ہی یہ ہی کہ اوسکا پورا مہر ادا کرے اگر قدرت ادا کی رکہتا ہو اور اگر
يكن قادرا على ادائه ينوي ان يؤديه اذا قدر اذ قال الله تعالى واتوا النساء صدقاتهن نحلة اى فريضة من الله تعالى فان
ادا کی قدرت نہیں ہی تو ادا کی نیت رکہی جب قدرت پاوی اسلئے کہ اللہ تعالی نے فرمایا ہی اور دی ڈالو عورتوں کو مہر اونکی خوشی سی یعنی اللہ تعالی کا فرض کیا ہوا بیشک
اعطاء النساء مهورهن مما فرض الله تعالى في الملة والدين فمن نوى ان لا يؤدي اليها مهرها يجيء يوم القيمة زانيا لما
عورتوں کو مہر دیدینا دین و ملت میں اللہ ہی کا فرض کیا ہوا ہی پہر جسکی یہہ نیت ہو کہ بی بی کا مہر ادا نکری تو قیامت کی دن زانی ہو کر آویگا اسلئے
روي انه عليه السلام قال ايما رجل تزوج امرأة على ما قل من المهر او كثر ليس في نفسه ان يؤدي اليها حقها لقي الله تعالى
کہ روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا ہی کہ جس شخص نے کسی عورت سی نکاح کیا مقدار مہر کی کمتر پر یا اتنی زیادہ پر کہ اوسکی ادا کرنے کی نیت نہیں تو اللہ کی پاس
وهو زان ولا يطلب منها المهلة لاداء مهرها الا ان يكون فقيرا ان تمهله المرأة طوعا لا كرها ولا يكلفها ان تهب له مهرها
زانی ہو کر آویگا اور مہر ادا کرنیکی واسطی بی بی سی مہلت نہ مانگی ہاں اگر کنگال ہو تو بی بی اپنی خوشی سی مہلت دیدی کچہہ زور نہیں ہی اور نہ دباؤ ڈالی کہ
لانه تعالى بعد ما قال واتوا النساء صدقاتهن نحلة قال فان طبن لكم عن شيء منه نفسا فكلوه هنيئا مريئا فمعناه
مہر بخش دی اسلئے کہ اللہ تعالی اس آیت کی بعد اور دی ڈالو عورتوں کو اونکی مہر فرمایا ہی پہر وہ اگر اوس میں سی کچہہ چہوڑ دیں تمکو دلکی خوشی سی تو وہ کہاؤ رچتا پچتا سو اس
على ما في التفسير وانوار التنزيل ان وهبن لكم بعضا من الصداق عن غاية الرضاء وطيب القلب بلا اكراه ولا اقتداء
آیت کی معنی تفسیر انوار التنزیل میں یہہ ہین بیشک اگر عورتین تمکو کچہہ مہر میں سی بخشدین عین رضا اور دلکی خوشی سی بے دباؤ اور نہ بد معاملگی کرنیسی
من سوء العشرة فتمتعوا به بلا تبعة فعلم من هذا ان الاستكثار في الاستيهاب مكروه لانه تعالى كما جعل عقد النكاح بيد الزوج ان شاء
سو وہ کہاؤ پچو دوں بیچہی پچلی کی اس آیت سی معلوم ہوا کہ زیادہ خواہش کرنی مہر بخشوانی کی مکروہ ہی اسلئے اللہ تعالی نے جیسے کہ عقد نکاح خاوند کی اختیار
يمسكها وان شاء يرسلها بلا اختيار منها كذلك جعل حلقة سلسلة المهر في رقبته وذمته فعقد النكاح يجرها اليه وسلسلة
مین رکہا ہی اگر چاہی بی بی کو روک رکہی اور اگر چاہی اوسکو چہوڑ دی عورت کو کچہہ اختیار نہیں ہی ایسی ہی مہر کی زنجیر خاوند کی گردن مین ڈالدی ہی پس جیسا کہ عقد نکاح عورت کو خاوند کی
المهر تجره اليها فاستيهاب كل المهر ابطال لحقها وابقاء لحقه وفيه ترك المعادلة ونوع من الظلم ولا يطلقها بغير ضرورة
خاوند کو عورت کی طرف کہینچتی ہی سو کل مہر بخشوانا عورت کی حق تلفی ہی اور اپنا حق باقی رکہنا ہی اور اسمین بی انصافی اور ایک طرحکا ظلم ہی اور بی بی کو بی ضرورت
الا ان تكون سيئة الخلق فاسدة الدين تاركة الصلوة لان الطلاق وان كان مباحا لكنه من ابغض المباحات عند الله تعالى
طلاق نہ دیوی ہاں اگر بد خو بد مزاج بی دین بی نماز ہووی تو خیر اسلئے کہ طلاق اگر چہ مباح ہی پر مباحات میں سی اللہ تعالی کی نزدیک بہت ناپسند
لما فيها من الايذاء ولا يباح ايذاء الغير من غير ضرورة الا بجناية من طرفها فاذا عزم على تطليقها بسبب الضرورة ينبغي له ان
ہی کیونکہ اسمین ایذا دہی ہی اور بلا ضرورت کسیکو ایذا دینی مباح نہین ہی مگر عورت کی خطا پر پہر جب کسی ضرورت مین طلاق دینی کا ارادہ کری تو چاہئی
يراعي عدة امور احدها ان يطلقها في طهر لم يجامعها فيه لان الطلاق في الحيض والطهر الذي جامعها فيه حرام والثاني
کہ کئی بات کا لحاظ رکہی ایک تو یہہ کہ ایسی طہر میں طلاق دی جسمین جماع نکیا ہو اسلئی کہ طلاق حیض مین اور ایسی طہر مین کہ جماع کرچکا ہو حرام ہی دوسری یہہ
ان يقتصر على طلقة واحدة ولا يجمع بين الثلث لانه بدعي قبيح والطلقة الواحدة بعد انقضاء العدة تفيد المقصود مع انه
کہ ایک ہی طلاق پر اکتفا کری تین طلاق اکہٹی نہ دی کیونکہ یہہ بدعت قبیح ہی اور ایک طلاق سی بہی بعد گذر جانی عدت کی وہ ہی مقصود حاصل ہوتا ہی
ابعد من الندم لتمكنه من التدارك بالرجعة في العدة وبتجديد النكاح بعد العدة واما اذا طلقها ثلثا فربما يندم ولا يمكنه التدارك
باوجودیکہ ندامت سی بہت الگ ہی کیونکہ اسکا تدارک کرسکتا ہی عدت میں تو رجعت سی اور بعد عدت کی نئی نکاح سی اور اگر اوسکو تین طلاق دیں تو بعضی دفعہ خاوند

الا بالحلة وبعد الحلة منهي عنه ويرد فيه اللعن ويكون هو الداعي فيه ويحتاج الى الصبر بعده مع كون قلبه معلق
اوسکا تدارک نہیں ہو سکتا اور حلالہ کی ممانعت آئی ہی اسمیں لعنت وارد ہوئی ہی اور اسمیں یہی شخص باعث ٹہرےگا اور مدت تک صبر کرنا پڑےگا اسکا دل
بزوجته الغير فيرجوا ان يطلقها حتى تعود اليه بعد انقضاء عدتها وكل ذلك ثمرة الجمع وفي الواحدة يحصل المقصود من
اسکی بیبی جو دوسری کی طرف لگا رہیگا اس امید پر کہ وہ کب طلاق دی کہ بعد عدت کی میری پاس آوی یہ سب خرابیاں تین طلاق کی ثمرہ ہیں اور ایک طلاق
غير محذور فالسادس ان يتلطف في تطليقها من غير عنف ولا استخفاف ويطيب قلبها بان يعطيها شيئا زائدا على مهرها على
میں مقصود حاصل ہوتا ہی اور چھٹا یہ کہ طلاق دینی میں لطف رہی سختی اور تحقیر سے پیش نہ آوی اور اوسکا دل خوش کردی اسطور کہ مہر کی سوا کچھ اور بھی
طريقة المتعة وهي دراهم وخمار وملحفة عوضا عن ايحاشها والرابع لا تفشي سرها ثم انه ان طلقها على مال وهو الخلع يكره له
بطور امداد فائدہ کی اوسکو دینیکا نفع کرتا اور دوپٹا اور لحاف کہ وحشت دینی کا عوض ہی اور چوتہی اوسکا بہید نہ ظاہر کری پہر اگر اوسکو مال پر طلاق دی جو خلع
ان يأخذ ذلك المال ان كان النشوز من جانبه لانه اوحشها بالارسال فلا يزيد في ايحاشها باخذ المال وقد قال الله تعالى
کہلاتا ہی تو مرد کو وہ مال لینا مکروہ ہی اگر خاوند کی طرف سے بدمزاجی ہوئی ہی اسلئے کہ ایک تو طلاق دیکر ستایا پھر مال لیکر زیادہ نہ ستاوی درسکہ اللہ تعالی فرماتا
وان اردتم استبدال زوج مكان زوج وآتيتم احديهن قنطارا فلا تأخذوا منه شيئا فانه تعالى نهى عن اخذ شيء
ہی اور اگر بدلنا چاہو ایک عورت کی جگہ دوسری عورت اور دی چکی ہو ایک کو ڈہیر مال تو پہیر لو اوس میں سے کچھ کیونکہ اللہ تعالی تہوڑا لینے سے بھی منع کرتا ہی
يسير من القنطار الذي هو المال الكثير فضلا عن الكثير وان كان النشوز من جانبها يكره ان يأخذ الزائد على ما دفع
قنطار میں سے جو بہت مال ہوتا ہی بہت لینی کو تو کیا بات اور اگر عورت کی طرف سے بدمزاجی ہو تو جتنا مہر ادا کیا ہی اوس سے زیادہ لینا مکروہ ہی
اليها من المهر ثم ان اكرهها على الخلع والتمس ان تعطيه مالا للخلاص منه او اسقطت ما عليه من المهر ونحوه لا لارضا
پھر اگر خاوند نے خلع کی لئی زور کیا اور عورت نے مال تسلیم کیا تاکہ اوسکی پنجہ سے بچی یا مہر وغیرہ اوسکی ذمہ سے ساقط کردیا تو اصلی
شرطا في لزوم المال وسقوطه والاكراه عدم الرضاء على ما بين في موضعه وان مات زوجها واراد ان تكون في
کہ مال لازم ہوجانی میں اور ساقط ہونی میں رضامندی شرط ہی اور اکراہ میں رضامندی نہیں ہوتی جیسا کہ اپنی جگہ میں بیان ہوچکا ہی اور اگر اوسکا خاوند مرجاوی اور
الآخرة زوجته ينبغي لها ان لا تتزوج زوجا آخر لان المرأة تكون في الآخرة لآخر ازواجها على ما روي ان ابا سفيان خطب
بی بی یہ آرزو کری کہ آخرت میں بھی اسی خاوند کی بی بی ہوں تو دوسرا نکاح نہ کری کیونکہ عورت آخرت میں پچھلی خاوند کی ہوگی مثلا ابو سفیان
ام الدرداء بعد وفاة ابي الدرداء فابت وقالت سمعت ابا الدرداء يحدث عن النبي عليه السلام ان المرأة لآخر
نے ام درداء سے بعد وفات ابو درداء کی نکاح کا پیغام بھیجا سو وہ نہ مانا اور جواب دیا کہ میں نے ابو الدرداء سے سنا ہی کہ نبی علیہ السلام سے روایت کرتا تہا کہ عورت آخرت
ازواجها في الآخرة وقال لي ان اردت ان تكوني زوجتي في الآخرة فلا تتزوجي بعدي وقيل هي في الآخرة لاحسن ازواجها
میں پچھلی خاوند کی بی بی ہوگی اور مجھکو وصیت کی ہی اگر تو چاہی کہ آخرت میں میری بی بی ہو تو میری بعد اور خاوند نہ کرنا اور کوئی کہتا ہی کہ عورت آخرت میں نیک
خلقا لما روي ان ام حبيبة زوجة النبي صلى الله عليه وسلم سألت النبي عليه السلام
خاوند کو ملی گی جیسے کہ روایت ہی کہ ام حبیبہ نبی علیہ السلام کی زوجہ نی نبی علیہ السلام سے پوچھا
ان المرأة يكون لها زوجان فلايهما تكون في الآخرة فقال عليه السلام تخير فتختار احسنهما خلقا معها ثم تمت
جس عورت کی دو خاوند ہوں وہ آخرت میں کسکو ملیگی سو نبی علیہ السلام نی فرمایا عورت کو اختیار ملیگا سو وہ اچھی کو پسند کریگی

خاتمة الطبع الحمد لله الذي هدانا لهذا وما كنا لنهتدي لولا ان هدانا الله والصلوة على نبيه اشرف الكائنات
واكمل الموجودات محمد صلى الله عليه وسلم وعلى آله واصحابه اما بعد فقير العباد سبحان بخش عفي عنه ساكن قصبہ شکارپور ضلع مظفرنگر عرض کرتا ہی
کہ کتاب مجالس الابرار جسکی حال میں مولوی شاہ عبد العزیز صاحب قدس سرہ اپنی دست مبارک سے یہ لکھتی ہیں کہ کتاب مجالس الابرار ومسالك الاخيار
في علم الوعظ والنصيحة يتضمن فوائد كثيرة من باب اسرار الشرائع ومن باب الفقه ومن ابواب السلوك ومن ابواب رد البدع

والعادات الشنیعة لاعلم لنا بحال مصنفه الا ما یکشف عنه هذا التصنیف ومن تدینه وتورعه ونفنفه
فی العلوم الشرعیة ولنعم ما قیل لاتنظر الی من قال وانظر الی ما قال فانما یعرف الرجال بالحق لا الحق بالرجال والله اعلم
بالصواب والیه حسن العاقبة والمآل انتهى رد بدعتیں بالشرح اور فن نصایح اور وعظ میں بی نظیر اور تحقیق حقایق دینی میں بی مانند اور ضروری
مسائل علمی میں لاثانی ولاسیما سبحان الله جو بات مصنف کی قلم سی نکلتی ہی سو مدلل بآیات صریح اور جو مضمون اوسکی زبان پر آتا ہی سو مبرہن باحادیث وروایات صحیح
کوئی مطلب ایسا نہیں جسکی سند آیت یا حدیث نبوی کوئی ذکر ایسا نہیں کہ اوسکا حامی کسی بزرگ کا قول قدیم یا حدیث نبوی نواب صاحب مستغنی عن الاوصاف جناب مولانا والمنا
مولوی حاجی محمد قطب الدین خان صاحب کو واسطی افاضہ عام اور فیض تام کی اسکی ترجمہ کا خیال آیا کہ اس کتاب کی مضامین عام فہم ہو جاویں اور تمام صغیر و کبیر جو اردو
پڑھ سکتا ہو سب فیض اوٹھاوین اور اپنی تئین کم فرصت دیکھ کر اس کار عظیم پر کو ارشاد فرمایا میں نی باوجود بی سامانی کی بمقتضای الامر فوق الادب ترجمہ لکھنا شروع کیا آخر ربیعین
ربیع الثانی سنہ ۱۲۸۲ھ اوسی سال تکمیل لکہکر تمام کیا نجار بحمد الله کہ یروی الغلیل ویشفی العلیل وتشحذ الاذهان ویعید الخواطر اور اسکا نام خزینة الاسرار
فی ترجمة مجالس الابرار تجویز کر کر جناب موصوف کی خدمت میں پیش کیا مولانا صاحب نی ساری ترجمہ کو باستیعاب ملاحظہ فرمایا اور پسند کر کر اجازت طبع کی دی
اب ناظرین باصفا اور کاملین بی ریا سی امید ہی کہ بلحاظ اصلاح غور فرما کر دیکھیں اور بتعمق نظر مطالعہ کریں اور جہاں سقم پاویں اصلاح دیکر درست کریں وما توفیقی
الا بالله علیه توکلت والیه انیب ٥ **اشتہار** احقر العباد سبحان بخش مترجم مجالس الابرار کا صاحبان مطبع کی خدمت میں عرض کرتا ہی
کہ میں نی حق ترجمہ اپنی کا شیخ محمد حسین ولد حاجی غلام حسین عطار دہلوی ہی بیکر اسکی طبع کا ہمیشہ کو مالک کر دیا آیندہ کو کوئی صاحب بدون شیخ محمد حسین موصوف کی اجازت
اور رضامندی کی اسکی چھاپنی کا ارادہ نکریں میری اجازت اور رضامندی اصلا معتبر نہیں آب میں محمد حسین جو کہ حق مترجم کا دی چکا اور یہ ترجمہ بصدقہ رجسٹری تمام ہو گیا
کتاب کو حسب منشاء قانون یازدہم سنہ ۱۸۲۵ء کو بغیر اجازت میری کوئی نہ چھاپی نہیں تو بموجب اس قانون کی ثمرہ پاویگا **تقاصوزة ما قرظه الفقیر محمد حسین**
صانه الله عن سوء وشین سجود الاقدام بارض حمد موجبة لعز الجباه وصفایح للقلوب بنورنا به مقتبسة لبیاض لعمر والحیاة
صنیعته لبلیغة تقلب اللیل والنهار ورحمته العمیمة تنزل علی مجالس الابرار وتهدی الفجار الی التوبة والندامة والاستغفار والصلوٰة وم
الایمان من الله العزیز الرحمن علی من عرج منتهی القصر المعلی فاستوی ثم دنی فتدلی خاتم الانبیاء والمرسلین شفیع العصاة رحمة للعلمین
منتو را فضاله المنشرح لك صدره حزین بخیام رفعنا لك ذکرك وعلی اله وصحبه الباذلین فی سبیل الله واعلاء کلمة الله انفسهم
واموالهم وعلی الذین اتبعوهم باحسان واحسنوا اعمالهم **وبعد** فیقول العبد الحقیر محمد حسین الفقیر الراجی لرحمة الغفار عفا الله عما اشرمستعف
باللیل وسارب بالنهار یوم تکون سرابیل المجرمین من قطران وتغشی وجوههم النار هذا در منثور یلیق ان یدرج فی حق الصدور وسراج لجام
المحسنات الاخیار مصباح لمجالس المتقین الابرار نذیر عریان للغافلین منکر مبین للناس کلهم اجمعین انیس نفیس الواعظین ریاض
ذات اثمار وانهار للناصحین جواهر سنیة تصلح لاعناق عرایس حفظ العلماء ویواقیت ثمینة تستاهل لترصیع تاج الوعاظ الاذکیاء اعنی
تحفة الاخیار الکتاب المستطاب المسمی مجالس الابرار رحم الله من صنفه ورحمه والفه وجعل جنة الفردوس ماوئه وارحله الی ما کان تمناه
رضی الله عنه وارضاه هو الذی فیه الانذار والتذکیر معنی الواعظین وفی ادات الارشاد والترغیب والترهیب کاف للناصحین یا اعجب کتابه هذا
ویا احسن وما شاء المبادرع فیه نادرات الزمن یحیر البدیهة من الاذان ویشت السنة السنیة النبویة ویتمم حسن الاخلاق حوی من دلائل
لطیفه خلت عنه الاذهان ولحرز نکات رشیقة لم تطرح الاعیان لایصنف مثله بمرور الدهور والزمن اذ فیه ما تشتهیه الانفس وتلذ
الاعین اکب علیه العلماء الفحول لکابر بعد کابر تلقاه بالقبول لامریة فی کونه کافیا للواعظ ولاریب فی ان استحضاره معنی الحافظ لعمری له
لحری ان یرسم باقلام غصون الطوبی وجدیر بالکتابة علی ورق شمس الضحی لا بل علی خدود الحور باقلام النور ینبغی ان تکون خطی طالشام
خیوط المسطر وبصر ومداده ماء السلسبیل والکوثر ولکن لم یکن تیسیر للمشتاقین لقلة النسخ فی دیارنا الان لانه ان کان عند احد لم یکن
یشار الیه بالبنان فتوجه عنان العنایة الحبر الادیب والفاضل الکامل الادیب العالم البارع ذو البیان الرایع وفضل المشید کاشف لثام عن وجوه
المشکلات موضح غرایب العربیة بالترجمة الهندیة المولوی المعنوی مولنا **سبحان بخش** الشکارپوری عظمه الرحمن وادامه
بالفیضان فتح مغلقاته بالترجمة الهندیة باحسن مایکون وسهل مقاماته بحیث یغبطه الناظرون اجاد غایة الاجادة فی ربطها

ونقلها

وصططہا علی حسب محاورات اہل اللسان اذہرع ہدایۃ الزعۃ فی حل لغاتہ مع اختصارہا کالترجمۃ القادریۃ للقرآن ثم عملہ عبد
کاتبہ للطبع بالسطر المکرر لان کل مکرر مقرر فجاء بحمداللہ المستعان کما تری الانفس ودلو یسوع الانسان اسطاللہ نور فیض مولینا
علی المسلمین مادام بقاء السموات والارضین محقق للمشتاقین بعینہم وتیسر للطالبین مسہم مادروالیہ ایہا المشتاقون لعلکم بعد
ایام لاتجدون وقد رین عند طبعہ بکتابۃ کاتبہ **محمد منصور علی** الیوسفی السیری الترکروی الحنفی عفی اللہ عنہ المولی
جعل اللہ الخلق مسعفاتہ ایہ قریب مجیب وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب قطعہ تاریخ **طبعہ** جاء بالنور من حجاز الطبع
لعمی ھذا الکتاب بالاسرار یسعی ان یکون فی الآفاق کالسراج لمنزل الاحسان عام حتی یلیہ من ان اقرء ہ سمع مجلس الاسرار

غلطنامہ کتاب مجالس الاسرار

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	ص	س	غ	ص	ص	س	غ	ص	صفحہ	س	غ	صحیح
۴	۴	سعادتمند	سعدتمند	۴۳	۲۱	جمیع	مجمع	۹۹	۲	حاتی	حاتی	۱۴۰	۲۳	مسندا	مسیدا
۷	۱۳	احمق	احمق کا	۴۴	۱۷	لم یحر	لم یحر	۱۱	۳	کی	کی ہی	۱۴۱	۲۵	مذکر	مذکر
۱	۱۷	الطلب	الطالب	۴۹	۲۳	لورہم	لورہ	۱۲	۲	سی لی	دسی لی	〃	۲۹	سؤلسہ	والسہ
〃	۲	وصولہا	اصولہا	۵۶	۳۲	ہوکا	ہوگا	۱۵	۴	دامرکا	دماترلی	۱۳۴	۱۷	احدہما	احدا
۱۱	۴	کی	سی	۵۹	۱۶	یہلی ہیں	یہلی ہی	۱۶	۳۸	علم	الم	۱۴۹	۱۲	چپداہو	سداہو
〃	۲۹	لاحکام	لاحکام	〃	〃	ہوگی	ہوگا	۱۱۴	۲۷	وجود	وجوب	۱۵	۲۱	الوجہ	الواحد
۱۳	۲۸	سرا	سراکی	〃	۱۸	میں ہوتی	میں ہوتا	۱۱۵	۱	واماالشطر	والماالشطر	〃	۲۹	مسئلہ	مسئلہ
〃	۳۲	توجہ	توجہ	۶	۹	پہلی ہوگی	پہلی ہوگا	〃	۴	مکہ ولیس	ملکہ ولیسی	۱۵۱	۱۱	لدیں	لدیکا
۱۴	۲	چاہئی	ہو	۶۳	۱۵	اللہ	للہ	〃	۱۹	نقیاکیا	نقیاتے	۱۵۳	۲۰	معصب	مصنف
〃	۱۵	الہام	الالہام	۶۷	۸	اسرار	طرار	〃	۱۴	لعظم	لعظیم	۱۵۴	۲۶	دماغ میں کا	دریا کی
۱۵	۲۴	دسرسول سی ہنکر	دسرسول سی ہنکاکر	〃	۱۸	لاالہ اللہ	لا الہ الا اللہ	۱۱۶	۴	معجرہ	معجزی	۱۵۵	۱	وہی	وہ ہی
〃	۳	تکلف	تکلف	۶۹	۶	علیہ لی	صلعم لی	〃	۱۵	والسی	والشقی	〃	۳	اورجاحی	اورکرجاتی
۱۶	۱۱	دلا	اول	〃	۱۷	اوماکلا	وماکلا	〃	۳۱	فتحیل	فیتحول	〃	۲۲	سلطان	سلطان
۱۷	۲	ذکردل	ذکرکادل	۷	۳۲	اسا ہیں	اس ہیں	۱۱۸	۱۲	اڈگیا ہو	پاگیا ہو	۱۵۸	۸	محبین	اورمجنس
۱۹	۱	ممن ادخل	ممن لم یدخل	۷۲	۵	بہ حالت	بہ حالت	۱۱۹	۳	تیقروا	لتقروا	〃	۱۴	پہونت	پہرحب
۲۰	۲۲	ہولی	زن	۷۰	۶	دسوار	ضروری	〃	۱۹	حتہ	حملت	〃	۳۲	کہڑا ہو	کہڑا ہو
۲۳	۳۰	شحص	محص حج	۷۸	۱۴	ابھی ان کسکہا	دیدارو	〃	۲	اسلامیہ	جاہل	۱۶	۵	دعل ادمی	فعل
〃	۳۱	لمرلعہ	لمزدلعہ	۷۹	۳۲	نواب	نواب	۱۲۱	۳	المواقب	المواقع	۱۶۲	۱۴	دوہرکرتگی	دوہرا
〃	〃	حکم	حکم ہی	۸	۱۸	کرمسول امر	کہتوسہ	۱۲۶	۹	ریادہا	ریادہا	〃	۱۷	سبیل	سبیلہ
۲۶	۴	طرف ہی	طرف سی ہی	۸۴	۳	دومحال	دونومحال	۱۳	۲	لوگ کم	لوگ علم سی کم	۱۶۴	۲۰	کم محل	کہنچل
۳۳	۹	لقصی	لقصعی	۹۳	۱۸	کا ہی	کی ہی	۱۳۱	۱	اکساکی	اکسانے کا	۱۶۷	۸	پڑہی	پڑہتی
۳۶	۱۶	سقل	عقلی	〃	۲	ماضی ہی	ماضی ہی	۱۳۲	۲۹	سرک	سریک کی	۱۶۸	۲۳	بلجد	ماجد
۴	۱۷	بہم	لہ	〃	۳۲	کرنگا	کرینگا	〃	۳۱	الاکقرر	الاکقرار	۱۶۹	۲۷	ریعس	لیس بعس
〃	۲۹	وا	فیہا	۹۴	۲۶	آمیٹی	آئی	۱۳۴	۱۱	ولہ	ول	۱۷۱	۱۸	محرم	مرلم

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	ص	س	غ	ص	صفحہ	س	غ	ص	صفحہ	س	غلط	ص	ص	س	غ	ص	ص	س	غ	ص
۱۷۲	۱	کسندرہ تاپی	کسہاتی توپی	۲۴۳	۲۰	دہا	داکا	۲۹۶	۱۴	کہکی	کہکی نہیں	۳۳۵	۶	کہی دوسرے	کہی اور دوسرے	۳۴۱	۱۲	لیں	آکی	۵۲۷	۲۴	توتو	جو
۱۷۳	۱۹	مع حوصلہ	اسلی کی لکی	//	۲۹	حلة	حلہ	//	۲۵	الزاد	الزاد	۳۵۱	۴	مرکیا	پی جسی	۳۱۳	۲	لا	لا	۵۲۳	۱۱	لقالوا	لقالوا
//	۲۷	میں رصال	من رصالیا	۲۴۳	۱۹	کرتی	کرتی گا	۱۹۴	۲۲	الحبایک	اوجباگ	۳۰۴	۸	کری کہرا	کری کہرا	۴۱۶	۱۴	آتای	آتاکا	۵۲۵	۷	وانثر	وانثر
۱۸۲	۸	پہلی سمی تو	پاس پڑ	//	۱۷	بایتمع	یاتیتمع	۲۳۳	۱۷	اوقصار	اوقصار	۲۵۰	۱۴	صدرو	صدرو	۴۲۱	۸	کہلتی	کہلتی	۵۲۷	۵	یوثر	توثر
۸۳	۱۶	اور پیدلیل	اور دلیل	۲۴۹	۲۲	دہو	ہو	//	۳۱	الاعلی	الاول	۲۵۶	۱۶	سریہ	سریہ	۴۲۳	۱۲	اولا	اولا	۵۴۳	۲	حواکرنا	حوکرنا
//	۲۲	بیہ حکم	بیہ ہی حکم	۲۴۰	۲۹	العطر	الفطرہ	۳۵	۱۰	امیراکی	اسرائیل	۲۵۷	۲	ہرسای	ہرسای	//	۲۷	الفان	الطا	۵۴۹	۳	اوراحرو	ریالی
۱۸۹	۳۲	علامہ چلپی	علامہ	۲۴۹	۲	دورہ	ہدر	//	۲۹	الاصل	الاول	۲۵۹	۳	مرہب	مرسایہ	۴۴۳	۱۱	فتایاما	فتایاما	۵۵۳	۱۹	الآلی	الآلی
۱۹۳	۱۹	دلیا	دلیل	۲۰	۲۸	حیثیں	حیثیں	۲۴	۱	العاشرة	الثالثة	//	۳۲	وہا	مارحا	۴۴۲	۲۶	حیات		//	۳۰	اعام	امام
//	۱۸	عام ہی		۲۵۵	۱۵	الظم	الضم	//	۵	متعدد	متعددة	۲۶۲	۱۶	اگہونگی	اگہوںکی	۴۴۳	۲	مودہ	مودہ	۵۵۶	۸	حرکو	حرکا
۱۹۰	۲۶	فرمایا	فرمایا ہی	۲۵۲	۳۲	یہلیو	یہلیو	۳۷	۳۲	عدہ	عمدا	۲۶۳	۸	اوس	اوسکی	۴۴۴	۳۰	العطر	العطر	۵۵۸	۸	یوہر	یوہر
۲۰	۱۱	یقتصر	یقتصر	۲۵۸	۱۴	لتقیہ	لیسمد	۳۹	۷	لاکو	لیکو	۲۶۹	۲۲	فاحترلی	فاحترلی	۴۴۷	۲۰	اورا	اوراگر	۵۶۱	۱۷	تکول	تکول
//	۳۰	میں سی	مین سی	۲۶۵	۲	سیر	میسر	۳۱	۲۸	مسافر	مسافر	۳۷۰	۲	طالت	طالت	۴۴۸	۱۹	کاذکا	کاذکر	۵۶۴	۱	طس	طس
//	۲۸	کی ستحق	کی مستحق	//	۲۶	پی کہا	پالی	۳۱	۲	الحاح	الحاج	۳۷۱	۹	اما	دالاہم	۴۵۲	۲	ای	اس	۵۶۶	۱۴	الان	الکلام
۲۶	۲			۲۶۸	۱	تحوما	تحوا	۳۱۸	۱۹	قلیح	قلنا	۲۷۴	۱۸	اتہمہ	الہی	۴۴۶	۹	الاصطلاح	الاصطلاح	۵۶۸	۱۹	مراحلہ	مراحلہ
۲۷	۲	تاکراصل	تاکراصل	۲۶۹	۲	ایسرکوی	سدکرو	//	۲۹	کرا	کتریا	۳۲۵	۲۲	سب	سب	۴۴۹	۷	المبیع	المبیع	۵۶۹	۲۰	گور	گدرکا
۲۰	۱۰	حاصل ہوگی	حاصل ہوگی	۲۰۳	۴	اصح	اصحی	۲۱۹	۱۱	مانم	یوہم	۲۷۷	۳	حرکت	نقرکی	//	۱۷	العدد	العدد	۵۷	۲	سب	سب
//	//	پیرادسکا	اوراسکا	//	۱۴	السوسطی	الوسطی	//	۱۹	الرجا	الرجا	//	۱۹	اہی	کہیں	۴۵۱	۳	الملک	الملک	۵۷۵	۱۱	مالعبرہ	العبرہ
//	۲۶	تمام قسم	اسکا تقسیم	۲۴۳	۶-۸			۳۱۴	۲۴	تریکی	تریکا	//	۲۲	ترکیسی	ترکیسی	۴۶۶	۲	جابر	جابر	۵۷۸	۲۴	ہاہایا	سایا
۲۱۳	۱۴	ہمکوادوکی	ہمکوای					۲۲۳	۲۸	طست	طسیم	۳۲۰	۲۱	فرع	فرع	۳۴۳	۲	یحدالو	یحدالو	۵۸۲	۲۲	سدکو	سایاک
۲۱۴	۲۲	کی سی سایہ	کاسالا	//	۳۲	جولس	جوالسن	۳۲۵	۳۲	تقرو	تقرو	۳۲۹	۱	لیستر	پ	۴۷۹	۲۶	لی	لنی	۵۸۳	۱۹	لیکن آخر	لیکن
//	۲۴	مرنی کو مردنیا	پہنی کو	۲۶۶	۱۵	جمع بہ	جمع	۳۲۸	۳	اعدی	سو اعدہ	۳۷۹	۲۷	بعد	بعد	۴۹۳	۱۶	کہا	کہرا	۵۹۷	۲	مسئلہ	مسئلہ
۲۱۶	۱۸	لیکن جو	اور جو	//	۲۰	صلی اللہ	صلی اللہ علیہ وسلم	۳۲۸	۶	لیکا	ایکسی	۳۸۶	۱	ترکا	ترکاتو	//	۲۴	علام	علامہ	۶	۱۶	پہرچا	پکیدگا
۲۱۷	۲۷	لیستوی	یستوی	۲۸۴	۵	العطلہ	العظمیٰ	//	۱۳	دالعتاد	دالعتاد	۳۹۱	۴	ان	ان	۴۹۹	۲	تحویر	تحریر	//	۱۲	یدعی	یدعی
۲۲۹	۱۳	بشادتھا	سبھادتھا	//	۱۱	برامی	براعی	۳۳۳	۲۲	پرگہ	پرگنہ	۳۹۳	۶	کیا	مانگا	۵۰۳	۱	مرابہ	مرابہ	//	۲۲	کرعلا	کرعلاق
۲۳۱	۲۹	العاصی	العاصی	//	۱۳	مس	مس	۳۳۷	۲۱	الحما	الحسا	۳۹۵	۱۵	للساتی	تحسنا	۵۰۴	۳	علامت	علامہ	۶۴	۴	حاؤ	چلی جاؤ
۲۲۵	۳۰	طارم	لازم	۲۸۷	۴	لیسی	شی	//	۲۳	عسد	عہد	۴۹۱	۶	گنہگا	گنہگار	//	۱۱	لحر	لحرا	۶۵	۸	سرکہ	سرکاکے
۲۳۶	۲۹	تفرج	تفریح	//	۱۱	محیلہ	محیلہ	//	۲۶	لعلہ	لطرہ	//	۲۱	لحت	لحیة	۵۵	۲	صیح	صیح	//	۲۹	شبا	سیح
۲۴	۳۱	دہم	فہم	۲۸۹	۳۲	مشکیمہ	مشکوکی	//	۲۸	لو	یا	۳۹۷	۲۲	تالیسی	اولی	۵۱۱	۲	صرت	صوت	۴۶	۴	مردیر	مردکو
۲۴۲	۱۹	حرافکسر	حرافاگر	۲۴	۱۸	امریکو	آخرکو	۳۳۰	۴	سب	سب	۳۹۸	۶	تحوا	تحو	۵۱	۲۲	حس	حس	//	۶	لیعی	اسی
۲۴۳	۱۰	ایام محرکی کہ	ایام محرکی	۲۹۷	۱۳	بحیسا	بحوسا	//	۲۲	حماتی	حماتی	۴۱	۸	ہوگی	ہوگئی	۵۱۲	۹	سلام	سلام	//	//	ہی	ہوئی
//	۲۱	یمیتبا	تمیتبا	//	۲۴	الالکی	الالرکی	۳۲۴	۲۴	اوکی بہ	حرہی بیکیرہ	۱۴		ہومین	تانگی	۵۲۲	۱	کسی	کہرامی	//	۱۴	کرام	کر